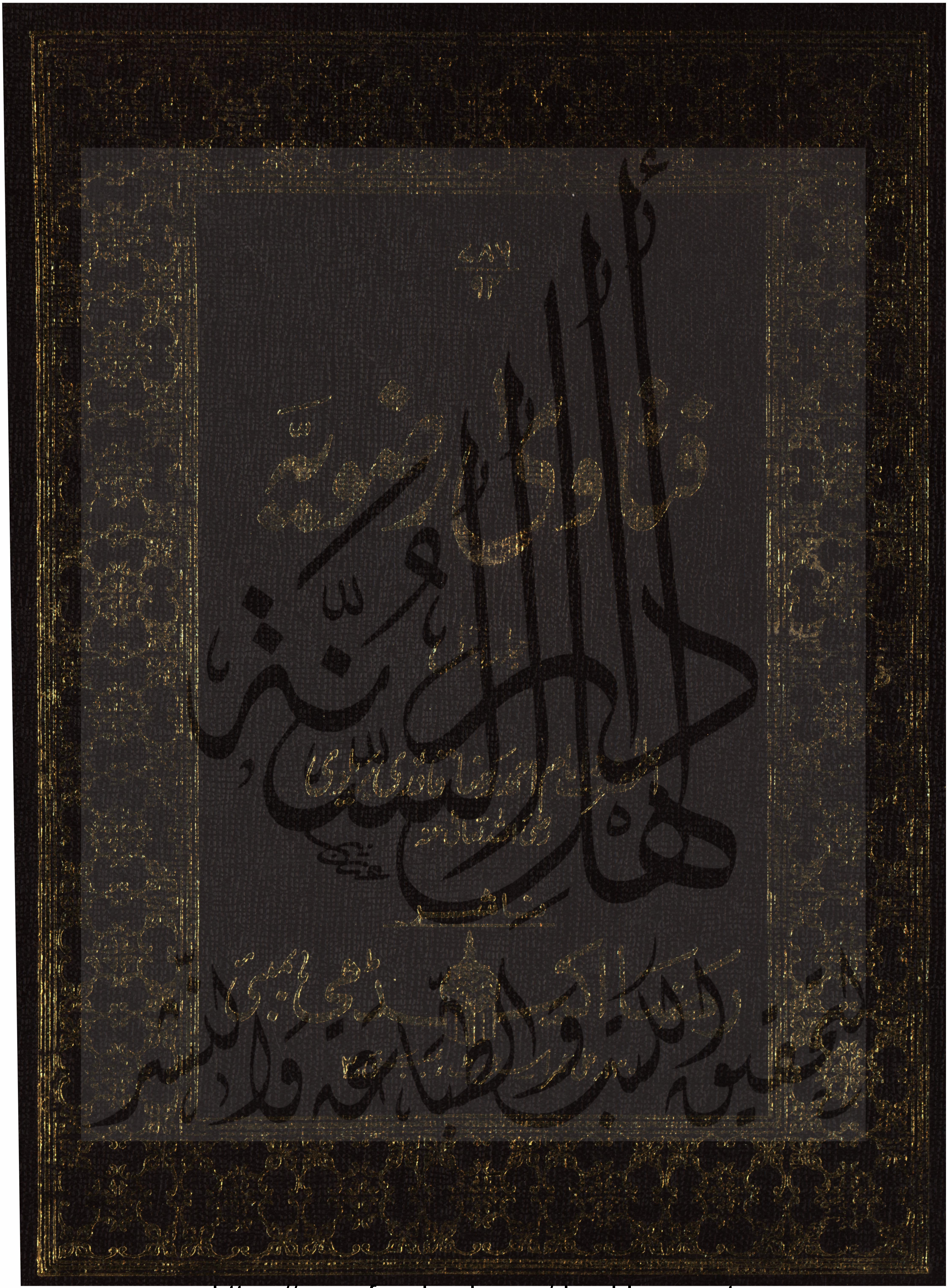

https://www.facebook.com/darahlesunnat

https://www.facebook.com/darahlesunnat

العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية

رضا اکیڈمی ممبئی

RAZA ACADEMY
52, Donted Street,
Khadak, Mumbai-400 009.
Tel. 66342156 Fax 66659236

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دار أهل السنة

لتحقيق الكتب والطباعة والنشر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

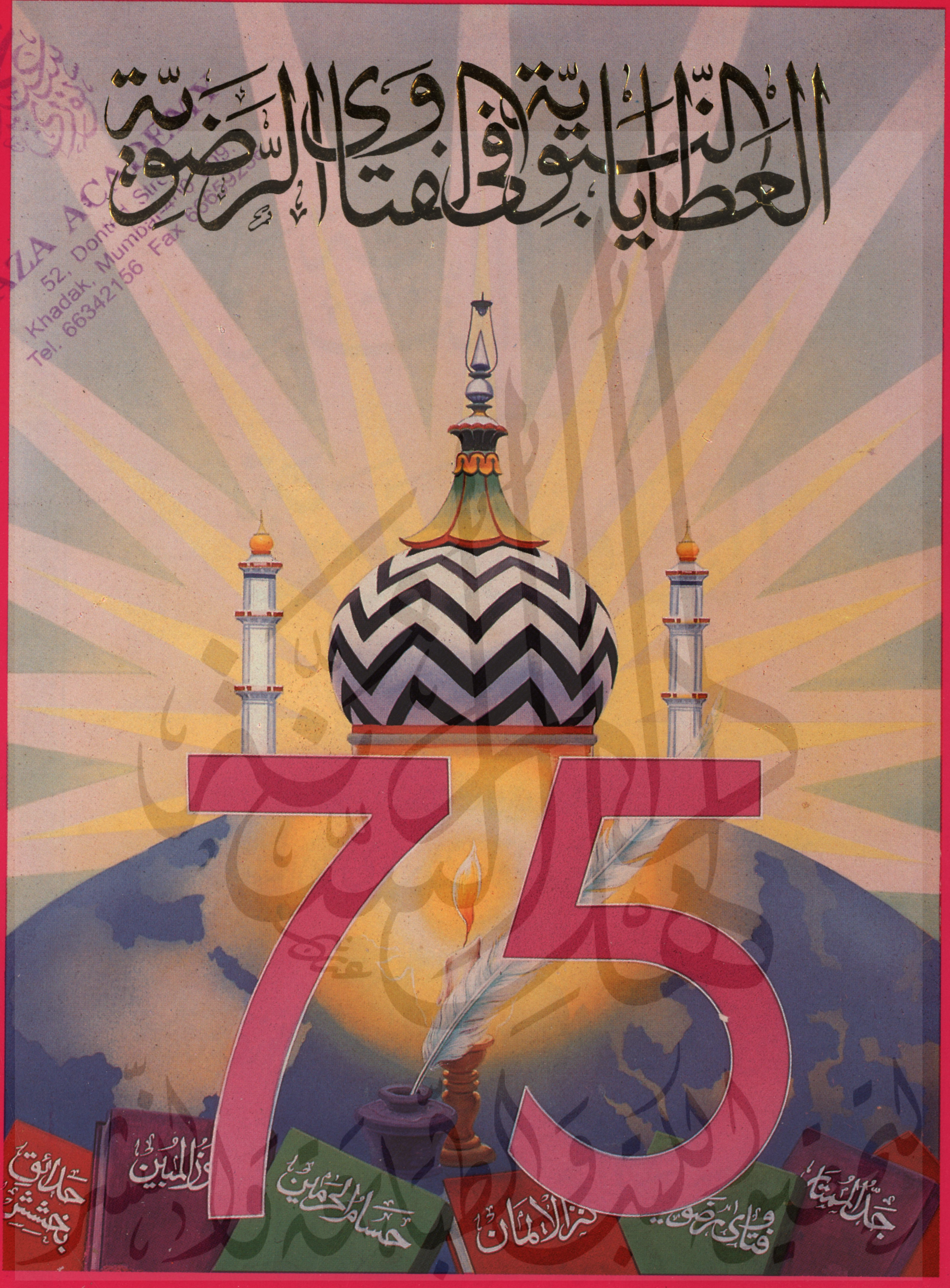

RAZA ACADEMY
52, Dontad Street
Khadak, Mumbai
Tel. 66342156 Fax

اعلیحضرت امام احمد رضا کا ۷۵ واں سالانہ عرس ۲۵ صفر ۱۴۱۵ھ - رضا اکیڈمی بمبئی ۳

RAZA OFFSET, Bombay-3 • Tel: 371 23 13

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دار أهل السنة
لتحقيق الكتب والطباعة والنشر
https://www.facebook.com/darahlesunnat

سلسلۂ اشاعت نمبر ۳۱

۷۸۶/۹۲

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

جلد اوّل

مصنّفہ

مجدّد دین وملّت

اعلیحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ

بفیض

تاجدار اہل سنّت شہزادۂ اعلیحضرت

حضور مفتی اعظم علامہ الحاج الشاہ محمد مصطفی رضا خان قادری نوری رضی اللہ تعالی عنہ

ناشر

رضا اکیڈمی بمبئی

۱۳۰، علی عمر اسٹریٹ، بمبئی ۳

https://www.facebook.com/darahlesunnat

سلسلۂ اشاعت نمبر ــــــــــــ (۳۱)

نام کتاب ــــــــــــ فتاوی رضویہ جلد اوّل

سن طباعت باراوّل ــــــــــــ ۱۹۸۵ء

" " بار دوم ــــــــــــ ۲۵ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ ، اگست ۱۹۹۴ء

تعداد فتاوی ــــــــــــ ۱۱۴

تعداد رسائل ــــــــــــ ۲۸

صفحات ــــــــــــ ۸۹۶

ناشر ــــــــــــ رضا اکیڈمی بمبئی

مطبوعہ ــــــــــــ رضا آفسیٹ بمبئی ۳

سول ایجنٹ

نیو سلور بک ایجنسی

۱۴ محمد علی بلڈنگ، بھنڈی بازار، بمبئی ۳

ٹیلیفون: ۳۷۱۸۹۷۰ / ۳۷۱۵۸۶۸

Rs. 270/-

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلماتِ آغاز

سرزمینِ پاک و ہند پر تقریباً ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی، اس عرصے میں غیر مسلموں کو مکمل شہری حقوق حاصل رہے، ہر شخص کو اپنے دین پر عمل کرنے کی آزادی تھی، بلکہ بعض مواقع تو ایسے بھی آئے کہ غیر مسلموں کو ترجیحی مراعات حاصل رہیں، انگریز تاجر بن کر آئے اور سازشوں کے بل بوتے پر حکمران بن بیٹھے، ان کی حکومت کو سب سے زیادہ خطرہ مسلمانوں سے تھا، ایک تو اس لیے کہ مسلمان عرصۂ دراز تک یہاں حکومت کر چکے تھے، دوسرا اس لئے کہ ان کی ایمانی حرارت انھیں کسی بھی وقت آمادۂ جہاد کر سکتی تھی، یہی وجہ تھی کہ انھوں نے مسلمانوں کی قوت کو پامال کرنے اور ان کی وحدتِ ملی کو پارہ پارہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

وہ اس حقیقت سے پُوری طرح باخبر تھے کہ مسلمانوں کی بقا اور ترقی کا راز ایمان اور اتحاد میں مضمر ہے، اسی لئے انھوں نے اپنی تمام تر توانائیاں اسی بنیاد کو کمزور اور ختم کرنے پر صَرف کر دیں، دینی مدارس کو بے اثر بنانے کے لئے سکول اور کالج کھولے اور وہاں تعلیم پانے والے بچّوں کے ذہنوں کو الحاد اور بے دینی کے زہر سے مسموم کیا، اتحادِ ملّت کو ختم کرنے کے لئے نئے نئے پیدا ہونے والے فرقوں کی حوصلہ افزائی کی، اِسی دورِ بلاخیز میں اس قسم کے مباحث چھیڑے کہ اللہ تعالیٰ جھُوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی آجائے تو آپ کے خاتم النبیین ہونے میں فرق آئے گا یا نہیں؟ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے تو نبی ہونے کا دعوٰی ہی کر دیا، اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر محبوبانِ خدا کی شان میں توہین و تنقیص کی زبان دراز کی گئی، نتیجہ یہ ہُوا کہ اُمّتِ مُسلمہ کئی فرقوں میں بٹ گئی اور متحدہ پاک و ہند میں اتنے فرقے پیدا ہوئے کہ دوسرے کسی بھی اسلامی ملک میں اتنے فرقے نہیں ملیں گے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرقہ بندی کی بھرپور حوصلہ شکنی کی اور وحدتِ ملّی پر زور دیا ان کی علمی اور تحقیقی مساعی کا محور ہی ملّی اتحاد تھا۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالٰی

ولادت ـــــ تعلیم

یہ وہ ماحول تھا کہ ۱۰ ارشوال ۱۴ ارجون ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف، یُو پی، انڈیا میں امام احمد رضا قادری بریلوی پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد غزالیِ زماں مولانا نقی علی خاں اور جدِّ امجد مولانا رضا علی خاں قدس سرہما اپنے دور کے اکابر علماء اور اولیاء میں سے تھے، آپ کے آباء و اجداد قندھار، افغانستان سے ہجرت کر کے پہلے لاہور پھر بریلی میں قیام پذیر ہو گئے۔

فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے تمام مروّجہ علوم و فنون اپنے والد ماجد سے پڑھ کر تقریباً چودہ[۱۴] سال کی عمر میں سندِ فضیلت حاصل کی اور مسندِ تدریس و افتاء کو زینت بخشی، والد ماجد کے علاوہ حضرت شاہ آلِ رسول مارہروی، علامہ احمد بن زینی دحلان مفتیِ مکہ مکرمہ، علامہ عبد الرحمٰن مکی، علامہ حسین بن صالح مکی اور حضرت مولانا شاہ ابو الحسین احمد نوری رحمہم اللہ تعالٰی سے بھی استفادہ کیا، امام احمد رضا بریلوی نے کچھ علوم تو اپنے زمانے کے متبحر علماء سے پڑھے، باقی علوم خداداد قابلیت کی بنا پر مطالعہ کے ذریعے حل کئے اور نہ صرف پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں محیر العقول مہارت حاصل کی بلکہ ہر فن میں تصانیف بھی یادگار چھوڑیں۔

امام احمد رضا بریلوی ۱۴ ارمضان المبارک ۱۲۸۶ھ / ۱۸۷۰ء کو پونے چودہ سال کی عمر میں علومِ دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہُوئے، اُسی دن رضاعت کے ایک مسئلے کا جواب لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جو بالکل صحیح تھا، اُسی دن سے فتوٰی نویسی کا کام آپ کے سپرد کر دیا گیا۔[۱] اس دن سے آخر عمر تک مسلسل فتوٰی نویسی کا فریضہ انجام دیتے رہے اور فتاوٰی رضویہ کی ضخیم بارہ جلدوں کا گراں قدر سرمایہ اُمتِ مسلمہ کو دے گئے۔ رد المحتار (علامہ شامی) پر پانچ جلدوں میں حاشیہ لکھا، قرآن پاک کا مقبول انام ترجمہ لکھا جو کنز الایمان کے نام سے معروف و مشہور ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اللہ تعالٰی کی عظمت و جلالت کے خلاف لب کشائی کرنے پر بھرپور تنقید کی، سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح (اللہ تعالٰی جھوٹ ایسے قبیح عیب سے پاک ہے) کے علاوہ امکان کذب

---

[۱] محمد صابر نسیم بستوی، مولانا: اعلیٰ حضرت بریلوی (مکتبہ نبویہ، لاہور) ص ۲۱-۲۲

https://www.facebook.com/darahlesunnat

RAZA ACADEMY
52, Dontad Street,
Khadak, Mumbai-400009.
Tel. 66342156 Fax 66359236

کے رد پر پانچ رسالے لکھے، اللہ تعالیٰ کو جسم ماننے والوں کے رد میں رسالۂ مبارکہ قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار تحریر کیا، دینِ اسلام کے مخالف، قدیم فلاسفہ کے عقائد پر رد کرتے ہوئے مبسوط رسالہ الکلمۃ الملہمۃ رقم فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، اہلِ بیتِ عظام، ائمۂ دین مجتہدین اور اولیاء کاملین کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا سخت محاسبہ کیا۔ قادیان میں انگریز کے کاشتہ پودے کی بیخ کنی کی اور اس کے خلاف متعدد رسائل لکھے، مثلاً:

۱۔ جزاء اللہ عدوہ لاباثہ ختم النبوۃ

۲۔ قہرالدیان علی مرتد بقادیان

۳۔ المبین معنی ختم النبیین

۴۔ السوء والعقاب علی المسیح الکذاب

۵۔ الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی

امام احمد رضا نے اس دور میں پائی جانے والی بدعتوں کے خلاف جہاد کیا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیے۔ مختصر یہ کہ انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر ہر محاذ پر جہاد کیا اور تمام عمر اس کام میں صرف کر دی۔

عبقری فقیہ

امام احمد رضا بریلوی مروّجہ علوم دینیہ مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تصوف، تاریخ، سیَر، معانی، بیان، بدیع، عروض، ریاضی، توقیت، منطق، فلسفہ وغیرہ کے یکتائے زمانہ فاضل تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ طب، علمِ جفر، تکسیر، زیجات، جبر و مقابلہ، لوگارثم، جیومیٹری، مثلث کروی وغیرہ علوم میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ یہ وہ علوم ہیں جن سے عام طور پر علماء تعلق ہی نہیں رکھتے۔ انھوں نے پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا اور ہر فن میں قیمتی تحقیقات کا اضافہ کیا، غرض یہ کہ ایک فقیہ کے لیے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب امام احمد رضا بریلوی کو حاصل تھے۔

علومِ قرآن

انھوں نے قرآن کریم کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا، قرآن فہمی کے لئے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر انھیں گہرا عبور حاصل تھا، شانِ نزول، ناسخ و منسوخ، تفسیر بالحدیث، تفسیرِ صحابہ اور استنباطِ احکام

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کے اصول سے پوری طرح باخبر تھے۔ یہی سبب ہے کہ اگر قرآن پاک کے مختلف تراجم کو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو ہر انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ 'کنزالایمان' سب سے بہتر ترجمہ ہے جس میں شانِ الوہیت کا احترام بھی ملحوظ ہے اور عظمتِ نبوت و رسالت کا تقدس بھی پیشِ نظر ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہونے کے باوجود عموماً مسائل پر مجتہدانہ انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔ پہلے قرآنِ کریم سے، پھر حدیث شریف سے، پھر سلف صالحین اور اس کے بعد فقہائے متاخرین کے ارشادات سے استدلال اور استناد کرتے ہیں۔

قرآن کریم سے اچھوتا استدلال

حضرت علامہ مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی نے ایک استفتاء بھجوایا جس میں سوال یہ تھا کہ کیا مشرقی افق سے سیاہی نمودار ہوتے ہی مغرب کا وقت ہو جاتا ہے؟ یا سیاہی کے بلند ہونے پر مغرب کا وقت ہوگا؟

امام احمد رضا نے جواب دیا کہ سورج کی ٹکیہ کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہی سیاہی مشرقی افق سے کئی گز بلند ہو جاتی ہے۔ اس مسئلے پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس پر عیان و بیان و برہان سب شاہد عدل ہیں..... الحمد للہ! عجائبِ قرآن منتہی نہیں... ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیہ کریمہ تُوْلِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ کے مطالع رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں چمک رہی ہیں۔

رات یعنی سایۂ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عز جلالہ دن میں داخل فرماتا ہے، ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی، اور دن کو سوادِ مذکور میں لاتا ہے، ابھی ظلمتِ شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی۔"[1]

محدث اعظم ہند مولانا سید محمد محدث کچھوی فرماتے ہیں:

"علمِ قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں اور نہ اردو میں، اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جا سکتا، جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں (روح) قرآن ہے۔"[2]

---

[1] امام احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (طبع مراد آباد) ج ۲ ص ۴ - ۲۶۳

[2] عبدالنبی کوکب، مولانا: مقالاتِ یوم رضا ج ۱ ص ۴۱

https://www.facebook.com/darahlesunnat

علوم حدیث

امام احمد رضا بریلوی علم حدیث اور اس کے متعلقات پہ وسیع اور گہری نظر رکھتے تھے ۔ طُرقِ حدیث، مشکلاتِ حدیث، ناسخ و منسوخ، راجح و مرجوح، طُرقِ تطبیق، وجوہِ استدلال اور اسماءِ رجال یہ سب امور انھیں مستحضر رہتے تھے ۔ محدّث کچھوچھوی فرماتے ہیں :

"علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی مأخذ ہیں، ہر وقت پیشِ نظر، اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت ازبر، علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے تھے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب اور تذہیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا، اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت[1]"

امام احمد رضا بریلوی جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے ہیں، وہ کسی بھی مسئلے پر طائرانہ نظر ڈالنے کی بجائے بحث و تحقیق کی انتہا کو پہنچتے ہیں، مسائل کی تنقیح اور تفصیل پہ آتے ہیں تو دریا کی روانی اور سمندر کی وسعت کا نقشہ نظر آتا ہے، متقدمین فقہاء کے اقوال مختلفہ میں تطبیق دیتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اختلاف تھا ہی نہیں ۔

طُرقِ حدیث

بنگال سے ایک سوال آیا کہ ہمارے علاقے میں ہیضہ، چیچک، قحط سالی وغیرہ آجانے تو لوگ بلا کے دفع کے لئے چاول، گیہوں وغیرہ جمع کر کے پکاتے ہیں، علماء کو بلا کر کھلاتے ہیں اور خود محلے والے بھی کھاتے ہیں کیا یہ طعام ان کے لیے کھانا جائز ہے ؟

امام احمد رضا بریلوی نے جواب دیا کہ یہ طریقہ اور اہل دعوت کے لیے اس طعام کا کھانا جائز ہے، شریعت مطہرہ میں اس کی ہرگز ممانعت نہیں ہے ۔ اس دعوے پر ساٹھ حدیثیں بطور دلیل پیش کیں، یہ حدیث بھی پیش کی :

اَلدَّرَجَاتُ اِفْشَاءُ السَّلَامِ وَ اِطْعَامُ	اللہ تعالیٰ کے ہاں درجہ بلند کرنے والے
الطَّعَامِ وَ الصَّلٰوۃُ بِاللَّیْلِ وَ النَّاسُ	امور ہیں سلام کا پھیلانا اور ہر طرح کے لوگوں کو

[1] عبد النبی کوکب، مولانا : مقالاتِ یوم رضا ج ۱ ص ۱۴۱

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بَنیامُ ۔ کھانا کھلانا اور رات کو نماز پڑھنا جب کہ لوگ سو رہے ہوں ۔

پھر جو اس کی تخریج کی طرف توجہ ہوئی تو فرمایا کہ یہ حدیث مشہور و مستفیض کا ایک حصّہ ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت اپنی شان کے مطابق آپ کے کندھوں کے درمیان رکھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَعَرَفْتُ ۔ ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے پہچان لی ۔

اب اس حدیث کے حوالے ملاحظہ ہوں :

- رواہ امام الائمۃ ابو حنیفۃ والامام احمد وعبد الرزاق فی مصنفہ والترمذی والطبرانی عن ابن عباس ۔
- واحمد والطبرانی وابن مردویہ عن معاذ بن جبل ۔
- وابن خزیمۃ والدارمی والبغوی وابن السکن وابو نعیم وابن بسطۃ عن عبد الرحمٰن بن عایش والطبرانی عنہ عن صحابی ۔
- والبزار عن ابن عمر وعن ثوبان ۔
- والطبرانی عن ابی امامۃ ۔
- وابن قانع عن ابی عبیدۃ بن الجراح ۔
- والدارقطنی وابوبکر النیسابوری فی الزیادات عن انس ۔
- وابو الفرج تعلیقا عن ابی ھریرۃ ۔
- وابن ابی شیبۃ مرسلا عن عبد الرحمٰن بن سابط

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

آخر میں فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کے طرق کی تفصیلات اور کلمات کا اختلاف اپنی بابرکت کتاب سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الورٰی میں بیان کیا ہے[1]۔ قلم برداشتہ کسی حدیث کے اتنے مآخذ کا بیان کردینا معمولی بات نہیں۔

امام احمد رضا بریلوی نے یہ فتویٰ راد القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء کے نام سے ماہ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ میں مکمل کیا۔

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام : راد القحط والوباء (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۱۱

https://www.facebook.com/darahlesunnat

امام احمد رضا بریلوی نے تخریجِ احادیث کے آداب پر ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے: الروض البہیج فی آداب التخریج۔ مولوی رحمٰن علی اس رسالۂ مبارکہ کے بارے میں لکھتے ہیں:[1]

"اگر اس سے قبل اس فن میں کوئی کتاب نہیں ملتی تو مصنّف کو اس فن کا موجد کہہ سکتے ہیں۔"

فنِ اسماء الرجال

ایک سوال پیش ہوا کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ اس موضوع پر غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی، معیار الحق میں کلام کر چکے تھے اس لئے امام احمد رضا بریلوی نے اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کی اور ۱۳۴ صفحات پر مشتمل رسالہ حاجز البحرین تصنیف فرمایا۔ رسالہ کیا ہے علمِ حدیث اور علمِ اسماء الرجال کا بحرِ مواج ہے، اس کا مطالعہ کرتے وقت غیر مقلدین کے شیخ الکل علمِ حدیث میں طفلِ مکتب نظر آتے ہیں، آج تک غیر مقلدین کو علمِ حدیث کے مدعی ہونے کے باوجود اس کا جواب دینے کی جرأت نہیں ہو سکی۔

امام نسائی حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا وہ تیزی کے ساتھ سفر کر رہے تھے، شفق غروب ہونے والی تھی کہ اتر کر نمازِ مغرب ادا کی پھر عشاء کی تکبیر اس وقت کہی جب شفق غروب ہو چکی تھی۔ اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دو نمازیں ایک وقت میں جمع نہیں کیں، بلکہ صورۃً اور عملاً جمع کیں۔ یہ بات میاں صاحب کے موقف کے خلاف تھی انھوں نے اس پر اعتراض کیا کہ امام نسائی کی روایت میں ایک راوی ولید بن قاسم ہیں اور ان سے روایت میں خطا ہوتی تھی تقریب میں ہے: صَدُوْقٌ یُّخْطِئُ۔

اس اعتراض پر امام احمد رضا بریلوی نے متعدد وجوہ سے گرفت فرمائی:

۱۔ یہ تحریف ہے، امام نسائی نے ولید کا فقط نام ذکر کیا تھا، میاں صاحب نے ازراہِ چالاکی اسی نام اور اسی طبقے کا ایک راوی متعین کر لیا جو امام نسائی کے راویوں میں سے ہے اور جس پر کسی قدر تنقید بھی کی گئی ہے حالانکہ یہ راوی ولید بن قاسم نہیں بلکہ ولید بن مسلم ہیں جو صحیح مسلم کے رجال اور ائمۂ ثقات اور حفاظ اعلام میں سے ہیں، ہاں وہ تدلیس کرتے ہیں، لیکن اس کا کیا نقصان کہ اس جگہ وہ صاف حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ فرما رہے ہیں۔

۲۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ ابن قاسم ہی ہیں تاہم وہ مستحقِ رَد نہیں امام احمد نے ان کی توثیق کی ہے، اُن سے روایت کی، محدثین کو اُن سے حدیث لکھنے کا حکم دیا۔ ابنِ عدی نے کہا جب وہ کسی ثقہ سے روایت

---

[1] رحمٰن علی، مولوی: تذکرہ علمائے ہند اردو (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی) ص ۱۰۰

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کریں تو ان میں کوئی عیب نہیں ہے۔

۳۔ صحیح بخاری و مسلم میں کتنے راوی وہ ہیں جن کے بارے میں تقریب میں فرمایا صَدُوقٌ یُخْطِیُٔ، کیا آپ قسم کھائے بیٹھے ہیں کہ صحیحین کی روایات کو بھی رد کردو گے؟

پھر امام احمد رضا بریلوی نے حاشیہ میں قلم برداشتہ صحیحین کے ۱۳ ایسے راویوں کے نام گنوا دیے جن کے بارے میں اسماءِ رجال کی کتابوں میں اَخْطَأَ یا کَثِیْرُ الْخَطَاءِ کے الفاظ وارد ہیں۔

۴۔ حسان بن حسان بصری، صحیح بخاری کے راوی ہیں ان کے بارے میں تقریب میں ہے صدوق یخطیٔ، ان کے بعد حسان بن حسان واسطی کے بارے میں لکھا ابن مندہ نے انھیں وہم کی بنا پر حسان بصری سمجھ لیا حالانکہ حسان واسطی ضعیف ہیں، دیکھئے پہلے حسان بصری کو صدوق یخطیٔ کہنے کے باوجود واضح طور پر کہہ دیا کہ وہ ضعیف نہیں ہیں۔

مطالبِ حدیث

مرزائیوں نے حدیث شریف لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر اس طرح استدلال کیا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنایا، اس سے ظاہر ہوا کہ نبیِّ یہود حضرت موسیٰ اور نبیِّ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کی قبریں تھیں جن کی عبادت کی جاتی تھی۔

امام احمد رضا بریلوی حدیثِ مذکور سے استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ اَنْبِیَائِھِمْ میں اضافت استغراق کے لیے نہیں ہے حتی کہ اس کا یہ معنی ہو کہ حضرت موسیٰ سے یحییٰ علیہم الصلاۃ والسلام تک ہر نبی کی قبر کو تمام یہود و نصاریٰ نے مسجد بنا لیا ہو، یہ یقیناً غلط ہے، اور جب استغراق مراد نہیں تو بعض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو داخل کر لینا باطل اور مردود ہے۔ یہود و نصاریٰ کا بعض انبیاء کی قبور کریمہ کو مسجد بنا لینا صدقِ حدیث کے لیے کافی ہے۔

علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں یہ سوال اٹھایا کہ نصاریٰ کے انبیاء کہاں ہیں؟ اُن کے نبی تو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے، ان کی قبر نہیں ہے۔ اس سوال کا ایک جواب یہ دیا:

"انبیاء کی قبروں کو مسجد بنانا عام ہے کہ ابتداءً ہو یا کسی کی پیروی میں، یہودیوں نے ابتداء کی اور عیسائیوں نے ان کی پیروی کی اور اس میں شک نہیں کہ نصاریٰ بہت سے اُن انبیاء کی قبور کی تعظیم کرتے ہیں جن کی یہودی تعظیم کرتے ہیں۔" (ترجمہ)

https://www.facebook.com/darahlesunnat

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے دوسرا جواب یہ دیا کہ اس حدیث میں اقتصار واقع ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہود اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بناتے تھے اور نصاریٰ اپنے صالحین کی قبروں کو۔ صحیح بخاری، حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں قبورِ انبیائے کے بارے میں صرف یہودیوں کا ذکر ہے اور ان کے ساتھ ان کے انبیاء کا ذکر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَاتَلَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ۔

اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک فرمائے کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔

صحیح بخاری، حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں صرف نصاریٰ کا ذکر تھا ان کے ساتھ صرف صالحین کا ذکر ہے، انبیاء کرام کا ذکر نہیں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اُولٰئِكَ قَوْمٌ اِذَا مَاتَ فِیْھِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِہٖ مَسْجِدًا اَوْصَوَّرُوْا فِیْہِ تِلْكَ الصُّوَرَ۔

نصاریٰ وہ قوم ہے کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہوجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں وہ تصویریں بنالیتے۔

اور صحیح مسلم حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہود ونصاریٰ دونوں کا ذکر تھا اس میں انبیاء اور صالحین دونوں کا ذکر فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَلَا وَمَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ وَصَالِحِیْھِمْ مَسَاجِدَ۔

خبردار! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیتے تھے۔

کسی حدیث کا مطلب اُسی وقت واضح ہوتا ہے جب اس کے متعدد طرق کو جمع کرلیا جائے۔[1]

دین کے اصول وقواعد

ایک متبحر فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ دین کے اصول وقواعد کا وسیع علم رکھتا ہو تاکہ کسی نئے مسئلے کا حکم پورے وثوق کے ساتھ بیان کرسکے، امام احمد رضا بریلوی سے سوال کیا گیا کہ روسر[2] کی شکر ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والے اس بات کی احتیاط نہیں کرتے کہ وہ ہڈیاں پاک ہیں یا ناپاک، حلال جانور کی یا حرام کی، اس

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: مجموعۂ رسائل ردِّ مرزائیت (رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ص ۹۰-۸۷

[2] روسر انگریزی تاجروں کی ایک جماعت کا نام ہے جس نے شاہجہان پور میں شکر کا کارخانہ لگایا تھا اور وہ حیوانوں کی ہڈیاں جلا کر اس کے کوئلوں سے شکر صاف کرتی تھی۔ (تذکرہ علمائے ہند، اردو از رحمٰن علی ص ۱۰۰)

https://www.facebook.com/darahlesunnat

شکر کا کیا حکم ہے؟ امام احمد رضا بریلوی نے جواب سے پہلے دس مقدمات بیان کئے جن میں شرعی اصول و ضوابط پیش کئے، ان ہی مقدمات میں ایک ضابطۂ کلیہ واجبۃ الحفظ بیان فرمایا :

"فعلِ فرائض و ترکِ محرمات کو ارضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقاً پروا نہ کرے اور اتیانِ مستحب و ترکِ غیر اَولیٰ پر مُداراتِ خلق و مُراعاتِ قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔

اسی طرح جو عادات و رسوم خلق میں جاری ہوں اور شرع مطہر سے ان کی حرمت و شناعت نہ ثابت ہو ان میں اپنے ترفّع و تنزّہ کے لئے خلاف و جدائی نہ کرے کہ یہ سب امور ایتلاف و مُوانست کے معارض اور مراد و محبوبِ شارع کے مناقض ہیں۔

ہاں وہاں ! ہوشیار و گوش دار ! کہ یہ وہ نکتۂ جمیلہ و حکمتِ جلیلہ و کُوچۂ سلامت و جادۂ کرامت ہے جس سے بہت زاہدان خشک و اہل تقشف غافل و جاہل ہوتے ہیں وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغزِ حکمت و مقصودِ شریعت سے دور پڑتے ہیں خبردار و محکم گیر، یہ چند سطروں میں علم غزیر و باللہ التوفیق والیہ المصیر[1]۔"

عربی لغات

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لفظ طَفَّ بہ پڑنے کے معنی میں استعمال کیا اور فرمایا: حتی طَفَّ مِنْ جَوَانِبِهَا۔ اس پر امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا :

"مجھے یہ فعل اور اس کا مصدر صحاح[1]، صراح[2]، مختار[3]، قاموس[4]، تاج العروس[5]، مفردات[6]، نہایہ[7]، در نثیر[8]، مجمع البحار[9] اور مصباح[10] میں نہیں ملا۔ ہاں قاموس میں صرف اتنا ہے کہ طف المکوك والاناء وطففه وطِفافه وہ چیز جو اس برتن کے کناروں کو بھر دے[2]۔"

امام احمد رضا بریلوی کو عربی زبان پر اس قدر عبور تھا کہ ایک نامانوس لفظ دیکھتے ہی اسے غریب سمجھا اور اس کی غرابت پر لغات کی دس مستند کتابوں کا حوالہ پیش کیا، ان مآخذ میں عربی لغات بھی ہیں اور لغاتِ حدیث بھی۔

امام احمد رضا بریلوی اپنی اکثر و بیشتر تصنیفات کے خطبوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور درود شریف کے ساتھ ساتھ وہ مسئلہ بھی بیان فرما دیتے ہیں جسے بعد ازاں تفصیلی دلائل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ صرف یہی نہیں

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام : فتاویٰ رضویہ (مکتبہ نعیمیہ مراد آباد) ج ۲ ص ۱۲۷

[2] احمد رضا بریلوی، امام : جد الممتار (مطبعہ عزیزیہ، حیدر آباد دکن) ج ۱ ص ۱۲۹

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بلکہ اکثر رسائل و تصنیفات کا ایسا حسین نام تجویز فرماتے ہیں جس سے نہ صرف واضح طور پر موضوع کی نشان دہی ہوتی ہے بلکہ حروفِ ابجد کے حساب سے سالِ تصنیف بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔

علامہ ابن کمال پاشا نے فقہا کے سات طبقے بیان کیے جن میں سے تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا ہے، یہ وُہ فقہاء ہیں جو اصول و فروع میں اپنے امام کے پابند ہیں اور امام کے غیر منصوص احکام کا استنباط کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، امام احمد رضا بریلوی کے فتاوٰی اور تحقیقاتِ جلیلہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ وہ مجتہدین کے اسی طبقے میں شامل ہیں۔ چنانچہ آپ نے نوٹ کے احکام پر بسوط رسالہ کفل الفقیہ الفاھم میں لکھ کر عرب و عجم کے علماء کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کر دیا۔ اسی طرح انگریزوں کی ایک کمپنی دوسرے جانوروں کی ہڈیاں جلا کر ان کی راکھ سے شکر صاف کرتی تھی، یہ ایک نیا مسئلہ تھا جسے آپ نے اصولِ دینیہ کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ اسی طرح جنسِ ارض کی تہتّر قسمیں علماء متقدمین نے بیان کی تھیں جن میں آپ نے ایک سو سات چیزوں کا اضافہ کیا، اور جن چیزوں سے تیمم نہیں ہو سکتا فقہاء متقدمین نے ستائیس چیزیں گنوائی تھیں جبکہ آپ نے ان میں تہتّر چیزوں کا اضافہ کیا۔ فتاوٰی رضویہ جلد اوّل کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

"بظاہر اس (پہلی جلد) میں ۱۱۴ فتوے اور ۲۸ رسالے ہیں مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہزارہا مسائل پر مشتمل ہے جن میں صدہا وُہ ہیں کہ اس کتاب کے سوا کہیں نہ ملیں گے۔"[1]

حکیم محمد سعید دہلوی، چیئرمین ہمدرد ٹرسٹ، پاکستان رقمطراز ہیں:

"میرے نزدیک ان کے فتاوٰی کی اہمیت اس لیے نہیں ہے کہ وہ کثیر در کثیر فقہی جزئیات کے مجموعے ہیں بلکہ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان میں تحقیق کا وہ اسلوب و معیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں ہمیں صرف قدیم فقہاء میں نظر آتی ہیں، میرا مطلب ہے کہ قرآنی نصوص اور سننِ نبویہ کی تشریح و تعبیر اور ان سے احکام کے استنباط کے لئے قدیم فقہاء جملہ علوم و وسائل سے کام لیتے تھے اور یہ خصوصیت مولانا کے فتاوٰی میں موجود ہے۔"[2]

علمِ طب

امام احمد رضا بریلوی وہ بالغ نظر مفتی ہیں جو احکامِ شرعیہ معلوم کرنے کے لیے تمام امکانی مآخذ کی طرف رجوع کرتے ہیں، ایک ماہر طبیب جب فتاوٰی رضویہ کا مطالعہ کرتا ہے تو بیش بہا طبی معلومات دیکھ کر اسے حیرت

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: فتاوٰی رضویہ (طبع بمبئی) ج ۱ ص ۸۵۰

[2] محمد سعید دہلوی، حکیم: معارفِ رضا، کراچی، شمارہ نہم ۱۹۸۹ء ص ۹۹

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ہوتی ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ کسی مفتی کی تصنیف پڑھ رہا ہے یا ماہر طبیب کی۔ چنانچہ جناب حکیم محمد سعید دہلوی لکھتے ہیں :

"فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لئے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کس لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لیے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہئے، اس لیے ان کے فتاویٰ میں بہت سے علوم کے نکات ملتے ہیں، مگر طب اور اس علم کے دیگر شعبے مثلاً کیمیا اور علم الاحجار کو تقدم حاصل ہے اور جس وسعت کے ساتھ اس علم کے حوالے ان کے ہاں ملتے ہیں اس سے ان کی وقتِ نظر اور طبی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے، وہ اپنی تحریروں میں صرف ایک مفتی نہیں بلکہ محقق طبیب بھی معلوم ہوتے ہیں، ان کے تحقیقی اسلوب و معیار سے دین و طب کے باہمی تعلق کی بھی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے۔"[1]

مرجع العلماء

یہ پہلو بھی لائق توجہ ہے کہ عام طور پر مفتیان کرام کی طرف عوام الناس رجوع کرتے ہیں اور احکام شرعیہ دریافت کرتے ہیں، فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی طرف رجوع کرنے والوں میں بڑی تعداد اُن حضرات کی ہے جو بجائے خود مفتی تھے، مصنف تھے، جج تھے یا وکیل تھے۔

مولانا خادم حسین فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے ایک مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے :

امام احمد رضا بریلوی —— بحیثیت مرجع العلماء

اس مقالہ میں انھوں نے فتاویٰ رضویہ کی نو جلدوں (پہلی سے ساتویں اور دسویں گیارھویں جلد) کا مطالعہ پیش کیا ہے، ان کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق ان جلدوں میں چار ہزار پچانوے (۴۰۹۵) استفتاء ہیں، جن میں سے تین ہزار چونتیس (۳۰۳۴) عوام الناس کے استفتاء ہیں اور ایک ہزار اکسٹھ (۱۰۶۱) استفتاء علماء اور دانشوروں کے پیش کردہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ استفتاء کرنے والوں میں ایک چوتھائی تعداد علماء اور دانشوروں کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عموماً امام احمد رضا بریلوی جواب دیتے وقت ہاں یا نہیں میں بات نہیں کرتے بلکہ دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے ہیں۔ مولانا خادم حسین کا یہ مقالہ فتاویٰ رضویہ کی پیشِ نظر جلد میں شائع کیا جا رہا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کی جلالت علمی کا یہ عالم تھا کہ انھیں جو عالم بھی ملا عقیدت و احترام سے ملا اور ہمیشہ کے لئے

---

[1] محمد سعید دہلوی، حکیم : معارف رضا، کراچی، شمارہ نہم ۱۹۸۹ء ص ۱۰۰

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ان کا مدّاح بن گیا، حضرت علامہ مولانا وصی احمد محدث سورتی، عظیم محدّث اور عمر میں بڑے ہونے کے باوجود امام احمد رضا بریلوی سے اس قدر والہانہ تعلق رکھتے تھے کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی۔ حضرت علامہ مولانا سراج احمد خانپوری اپنے دور کے جلیل القدر فاضل تھے اور علم میراث میں تو انھیں تخصص حاصل تھا۔ الزبدۃ السراجیہ لکھتے وقت ذوی الارحام کی صنف رابع کے بارے میں مفتی بہ قول دریافت کرنے کے لیے دیوبند، سہارنپور اور دیگر علمی مراکز کی طرف رجوع کیا، کہیں سے تسلی بخش جواب نہ آیا، پھر انھوں نے وہی سوال بریلی بھجوا دیا، ایک ہفتے میں انھیں جواب موصول ہو گیا جسے دیکھ کر ان کا دماغ روشن ہو گیا اور وہ تا زلیست امام احمد رضا بریلوی کے فضل و کمال اور تبحر علمی کے گُن گاتے رہے۔

لُطف کی بات یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی سے شدید اختلاف رکھنے والے بھی ان کی فقاہت اور تبحر علمی کے قائل ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ امام احمد رضا بریلوی نے ندوۃ العلماء کی صلح کلیت کا سخت تعاقب اور رد کیا تھا، اس کے باوجود ندوہ کے ناظم اعلیٰ علامہ ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"ان کے زمانے میں فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی میں شاید ہی کوئی ان کا ہم پلّہ ہو، اس حقیقت پر ان کا فتاوٰی اور ان کی کتاب کفل الفقیہ شاہد ہے جو انھوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی۔"[1]

گزشتہ سال مولانا کوثر نیازی ہندوستان گئے تو ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی گئے، واپسی پر انھوں نے اپنے تاثرات میں ندوہ کے بارے میں لکھا کہ اس کے ہال میں ہندوستان کے ممتاز علماء کا امتیازی مقام واضح کرنے کے لیے چارٹس آویزاں کئے گئے تھے، چنانچہ علم فقہ میں ممتاز شخصیت کی حیثیت سے حضرت مولانا احمد رضا خاں کا نام لکھا ہوا تھا۔[2] تذکرہ و تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کئے بغیر یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ اس دور میں بڑے بڑے فقہاء ہو گزرے ہیں ان سب میں ممتاز فقیہ کے طور پر امام احمد رضا بریلوی کا نام منتخب کرنا اور وہ بھی ان کے مخالفین کی طرف سے، ان کے فضل و کمال کی بہت بڑی دلیل ہے ع

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

(فضیلت وہ ہے جس کی گواہی مخالفین بھی دیں)

امام احمد رضا بریلوی میں بہت سی مجتہدانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں اور ان کے بیان و استدلال میں واضح طور پر اجتہاد کی جھلک دکھائی دیتی ہے، اس کے باوجود وہ تکبر اور عُجب کی زد میں نہیں آتے، وہ یہ دعویٰ نہیں کرتے

---

[1] ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر (نور محمد کراچی) ج ۸، ص ۴۱

[2] کوثر نیازی: مشاہدات و تاثرات، روزنامہ جنگ لاہور، ۱۱ دسمبر ۱۹۸۹ء

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کہ میں مجتہد ہوں اور براہِ راست کتاب وسنّت سے استدلال کرتا ہوں، بلکہ وہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلّد کی حیثیت سے فتویٰ دیتے ہیں اور مذہب حنفی کی تائید وحمایت میں ہی دلائل فراہم کرتے ہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں وہ اپنے فتاویٰ کی حیثیت کا تعیّن کس انداز میں کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

"فتوے کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقیہ (۲) عرفیہ، فتوائے حقیقیہ تو یہ ہے کہ تفصیلی دلیل کی معرفت کی بنا پر فتویٰ دیا جائے، ایسے حضرات کو اصحاب فتویٰ کہا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے فقیہ ابو جعفر اور فقیہ ابو اللیث اور ان جیسے دیگر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ فتویٰ دیا، فتوائے عرفیہ یہ ہے کہ ایک عالم امام کی تقلید کرتے ہوئے اس کے اقوال بیان کرے اور اسے تفصیلی دلیل کا علم نہ ہو، جیسے کہ کہا جاتا ہے ابن نجیم، غزی، طوری کے فتاویٰ اور فتاویٰ خیریہ، اسی طرح زمانے اور مرتبے میں مؤخر فتاویٰ کو فتاویٰ رضویہ تک گنتے چلے جائیے، اللہ تعالیٰ اس فتاویٰ کو باعث خوشنودی اور پسندیدہ بنائے۔ آمین۔[1] (ترجمہ)

انہوں نے کثیر مقامات میں اکابر فقہاء متقدمین سے اختلاف کیا ہے لیکن کیا مجال ہے کہ ان کی شان میں بے ادبی کا کوئی کلمہ کہہ دیں یا ایسا کلمہ کہہ دیں جو ان کے شایانِ شان نہ ہو، وہ اپنی تنقید اور گرفت کو معروضہ یا تطفّل (بچپنے) سے تعبیر کرتے ہیں، آج بعض علماء کو اللہ تعالیٰ نے وسعتِ علمی عطا فرمائی ہے تو وہ بزرگوں کے بارے میں ایسا اسلوب ولہجہ اختیار کرتے ہیں جیسے کسی طفلِ مکتب سے ہم کلام ہوں، یہ رویہ کسی طرح بھی قابلِ تحسین نہیں ہے۔

ذوقِ شعر وسخن

تحقیقاتِ علمیہ میں امام احمد رضا بریلوی کا بلند ترین مقام تو اہل علم کے نزدیک مسلّم ہی ہے شعر وادب میں بھی وہ قادر الکلام اساتذہ کی صف میں شامل ہیں۔ جامعہ ازہر مصر کے ڈاکٹر محی الدین الوائی نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ علمی موشگافیاں کرنے والا محقق نازک خیال ادیب اور شاعر بھی ہو سکتا ہے!

متنبی ادب عربی کا مسلّم اور نامور شاعر ہے، وہ کہتا ہے:

أَزُورُهُمْ وَسَوَادُ اللَّيْلِ يَشْفَعُ لِيْ ۔۔۔ وَأَنْثَنِيْ وَبَيَاضُ الصُّبْحِ يُغْرِيْ بِيْ

(میں اس حال میں محبوبوں کی زیارت کرتا ہوں کہ رات کی سیاہی میری سفارش کرتی ہے اور اس حال میں لوٹتا ہوں کہ صبح کی سفیدی میرے خلاف برانگیختہ کرتی ہے)

کہتے ہیں کہ یہ شعر متنبی کے اشعار کا امیر ہے کیونکہ اس کے پہلے مصرعے میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے اور دوسرے مصرعے میں ان کے مقابل پانچ چیزوں کا اسی ترتیب سے ذکر ہے۔

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (رضا اکیڈمی، بمبئی) ج ۱ ص ۳۸۵

https://www.facebook.com/darahlesunnat

پہلا مصرع : ۱۔ زیارت ۲۔ سیاہی ۳۔ رات ۴۔ سفارش کرنا ۵۔ بِلی (میرے حق میں)

دوسرا مصرع : ۱۔ واپسی ۲۔ سفیدی ۳۔ صبح ۴۔ برانگیختہ کرنا ۵۔ بِلی (میرے خلاف)

رضا بریلوی کا شعر ملاحظہ ہو، معنوی بلندی اور پاکیزگی کے ساتھ ساتھ شاعرانہ نقطۂ نظر سے کتنا زوردار ہے! پہلے مصرعے میں بجائے پانچ کے چھ چیزوں کا ذکر ہے اور ان کے مقابل دوسرے مصرعے میں بھی چھ چیزیں ہی مذکور ہیں، اور لطف یہ ہے کہ غزل نہیں بلکہ نعت ہے جہاں قدم قدم پر احتیاط لازم ہے ؎

حُسنِ یُوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

مصرع ۱ : ۱۔ حُسن ۲۔ انگشت ۳۔ کٹیں (غیر اختیاری عمل تھا) ۴۔ عورتیں ۵۔ مصر ۶۔ 'کٹیں' سے ایک بار کا پتا چلتا ہے۔

مصرع ۲ : ۱۔ نام ۲۔ سر ۳۔ کٹاتے (اختیاری عمل ہے) ۴۔ مرد ۵۔ عرب ۶۔ 'کٹاتے ہیں' سے استمرار معلوم ہوتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اصنافِ شعر و سخن میں سے حمدِ باری تعالیٰ، نعت اور منقبت کو منتخب کیا، قصیدۂ معراجیہ، قصیدۂ نور اور مقبولیتِ عامہ حاصل کرنے والا اسلام ع

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ایسے ادب پارے پیش کئے۔

ان کی تمام تصانیف کی بنیاد اسلام اور داعیِ اسلام سیّد الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گہری وابستگی پر ہے، اسلامیانِ پاک و ہند کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت و محبت تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ بسانے میں انھوں نے اہم کردار ادا کیا۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری

۱۶؍ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / ۱۴؍ مارچ ۱۹۹۰ء

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الحمد لله هو الفقه الاكبر ، والجامع الكبير لزيادات فيضه المبسوط الكثير ، الغرر به الهداية ، ومنه البداية ، واليه النهاية ، وتنهمن الوقاية ، ونقاية الدراية ، وعين العناية ، وحسن الكفاية ، والصلاة والسلام على الامام الاعظم للرسل الكرام ، مالكي وشافعي احمد الكرام ، يقوم الحسن بلا توقف ، محمد الحسن ابو يوسف ، فانه الاصل المحيط ، لكل فضل بسيط ، ووجيز ووسيط ، البحر الزخار ، والدر المختار ، وخزائن الاسرار ، وتنوير الابصار ، ورد المحتار ، على منح الغفار ، وفتح القدير ، وزاد الفقير ، وملتقى الابحر ، ومجمع الانهر ، وكنز الدقائق ، وتبيين الحقائق ، والبحر الرائق ، منه يستمد كل نهر فائق ، فيه المنية ، وبه الغنية ، ومراقي الفلاح ، وامداد الفتاح ، وايضاح الاصلاح ، ونور الايضاح ، وكشف المضمرات ، وحل المشكلات ، والدر المنتقى ، وينابيع المبتغى ، وتنوير البصائر ، وزواهر الجواهر ، البدائع النوادر ، المنزه وجوبا عن الاشباه والنظائر ، مغني السائلين ، ونصاب المساكين ، الحاوي القدسي ، لكل كمال قدسي وانسي ، الكافي الوافي الشافي ، المصفى المصطفى المستصفى المجتبى المنتقى الصافي ، عمدة النوازل ، وانفع الوسائل ، لاسعاف السائل ، بعيون المسائل ، عمدة الاواخر ، وخلاصة الاوائل ، وعلى اله وصحبه ، واهله وحزبه ، مصابيح الدجى ، ومفاتيح الهدى

لاسیما الشیخین الصاحبین ❊ الاخذین من الشریعة والحقیقة بکلا الطرفین ❊ والختنین الکریمین ❊ کل منهما نور العین ❊ ومجمع البحرین ❊ وعلی مجتهدی ملته ❊ وائمة امته ❊ خصوصا الارکان الاربعة ❊ والانوار اللامعة ❊ وابنه الاکرم ❊ الغوث الاعظم ❊ ذخیرة الاولیاء ❊ وتحفة الفقهاء ❊ وجامع الفصولین ❊ فصول الحقائق والشرع المهذب بکل زین ❊ وعلینا معهم وبهم ولهم ❊ یا ارحم الرحمین ❊ امین امین ❊ والحمد لله رب العلمین ❊ امابعد

فهذه بحمد الله ❊ ورفد الله ❊ وعون الله ❊ وصون الله ❊ تبارک الله ❊ وبارک الله ❊ ماشاء الله لاقوة الا بالله ❊ وحسبنا الله ونعم الوکیل ❊ نعم المولی ونعم النصیر ❊ جنات عالیة ❊ قطوفها دانیة ❊ فیها سرر مرفوعة ❊ واکواب موضوعة ❊ ونمارق مصفوفة ❊ وزرابی مبثوثة ❊ من مسائل الدین الحنیفی ❊ والفقه الحنفی ❊ تجد فیها ان شاء الله عینا جاریة من عیون تحقیقات السلف الکرام ❊ مع رفرف خضر وعبقری حسان من تمهیدات الخلف الاعلام ❊ وعرائس نفائس کانهن الیاقوت والمرجان ❊ لم یطمثهن قبلی انس ولا جان ❊ من احکام حوادث جدیدة ❊ وتحقیقات مدیدة ❊ وتنقیحات سدیدة ❊ وتدقیقات مجیدة ❊ وتوثیقات فریدة ❊ واحکام الاحکام ❊ والنقض والابرام ❊ مما الهمنی الملک العلام ❊ ببرکة خدمة علوم الاعلام ❊ مع الوف التبری ❊ من حولی وقدرتی وصنوف الالتجاء الی الحول العظیم ❊ والطول القدیم ❊ والف الف شهادة ان لاحول ولا قوة الا بالله العزیز الحکیم ❊ وما ابرئ نفسی ان النفس لکثیرة الخطاء ❊ الی الزلة والخطاء ❊ فکیف مثلی ❊ فی ظلمی وجهلی ❊ و قلة الطاعة ❊ وذلة البضاعة ❊ وکثرة الذنوب وسورة العیوب ❊ ولکن الله یفعل ما یرید ❊ فضله اوسع ولدینا مزید لیس علی الله بمستنکر ❊ ان یلحق العاجز بالقادر ❊ فما کان فیها من صواب ❊ وهو الرجاء من الوهاب ❊ فمن ربی وحده وانا الحامد علیه ❊ وما کان فیها من الخطأ فمنی ومن الشیطان وانا اعوذ بربی واعود الیه الا وان الحمد لله هو الولی ❊ وهو حسبی ❊ ان لم یخطر ببالی قط انی من العلماء ❊ او زمرة الفقهاء ❊ او ان لی بجنب الائمة مقالا ❊ او فی الحکم والحکم معهم مجالا ❊ وانما انا منتم الیهم ❊ متطفل علیهم ❊ فعنهم اخذ ومنهم استفیض ❊ ومنهم یفیض علی ما یفیض ❊ فببرکة هذا فتح المولی علی الابواب ❊ ویسر الاسباب وهدی للصواب ❊ ان شاء الله فی کل باب ❊ وانا اعرف حیث یحل المقلدان یقول اقول ❊ فمیدانی الحول و الیه الحول ❊ وما عونی وصونی الا بالله ثم بالرسول ❊ ثم بالسادة القادة الفحول ❊ علیه وعلیهم صلوات

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لا تزول ❊ فهاك بحمد الله تعالى جنات لاولى الالباب ❊ مفتحة لهم الابواب ❊ حتى اذا جاؤها وفتحت ابوابها وقال لهم خزنتها سلام عليكم طبتم فادخلوها آمنين ❊ ومن كرائم كرومها مرابضها مجتنين ❊ ومن بلال زلال حياضها مرتوين ❊ وفى ظلال جلال غياضها ساكنين ❊ فقد رتبت على الكتب والابواب ❊ تسهيل التناول حق التداول بين الاصحاب ❊ وسترها الحذف وقية التكرار ❊ محفوظة الذمار ❊ عن الاكثار والاكبار ❊ بنقل فتاوى بنى الاعصار ❊ بل ما هى من فتاوى الفقير ❊ الا النصف او ازيد بيسير ❊ او قل الثلث والثلث كثير ❊ وذلك ان سيدى ولبى ❊ وظل رحمة ربى ❊ ختام المحققين ❊ وامام المدققين ❊ ماحى الفتن ❊ وحامى السنن ❊ سيدنا ومولىٰنا **المولوى محمد نقى علیخان** القادرى البركاتى ❊ امطر الله تعالى على مرقده الكريم شابيب رضوانه فى الحاضر والآتى ❊ اقامنى فى الافتاء للرابع عشر ❊ من شعبان الخير والبشر ❊ سنة ۱۲۸۶ ست وثمانين والف ومأتين ❊ من هجرة سيد الثقلين ❊ عليه وعلى آله الصلوات من رب المشرقين ❊ ولم تتم لى اذ ذاك اربعة عشر عاما من العمر ❊ لان ولادتى عاشر شوال سنة ۱۲۷۲ اثنين وسبعين من سنى الهجرة الاطائب الغر ❊ فجعلت افتى ❊ ويهدينى قدس سره ❊ فيما اخطى ❊ فبعد سبع سنين اذن لى ❊ عطر الله تعالى مرقده النقى العلى ❊ ان افتى واعطى ولا اعرض عليه ❊ ولكن لم اجترئ بذلك حتى قبضه الرحمن اليه ❊ سلخ ذى القعدة عام ۱۲۹۷ سبع وتسعين ❊ فلم القِ بالى الى جمع ما افتيت فى تلك السنين ❊ نحو اثنتى عشرة سنة ❊ فرهاكاملا فى الانتهاء ❊ وبعد ذلك اتى السؤال من بلاد قريبة دانية ❊ وممالك بعيدة قاصية ❊ عشر مرات فصاعدا ❊ لم اثبت فى الكتاب الا جوابا واحدا ❊ الا لفائدة ❊ او عائدة زائدة ❊ او طروء نسيان ❊ وقلما يسلم منه انسان ❊ ومع فوات الكثيرة ورود الاختصار ❊ قد بلغت الى الآن سبع مجلدات كبار ❊ كل مجلد ما بين سبعين ❊ كراسة كبيرة الى ثمانين ❊ والآن هى فى ازدياد ❊ الى ما يشاء الكريم الجواد ❊ فاستثقل الاحباب حجم المجلدات فجزّأوها على ثنى عشر ❊ وما يرزق المولى من بعد ذلك فسيكون بلا بعونه الاكبر ❊ وسميتها **بالعطايا النبوية ❊ فى الفتاوى الرضوية** ❊ جعلها الله ❊ وسيلة لرضاه ❊ ونافعة فى الدين وللعباد ❊ وجود اجائدا على جميع بلاده ❊ واهب واهب المراد قبول القبول عليها وصانها من كل لدود جهول ❊ فقد عذت برب الفلق ❊ من شر ما خلق ❊ ومن شر حاسد اذا حسد ❊ ومن ضر حاقد اذا حقد ❊ اللهم من استعاذ بك فقد استعاذ بعظيم ❊ عز جارك وجل ثناؤك وجهك الكريم ❊ صل وسلم وبارك على هذا الحبيب الرؤف الرحيم ❊ وعلى آله وصحبه

واوليائه وعلمائه بالوف التكريم ۞ واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ۞ واشهد ان سيدنا ومولٰنا محمدا عبده ورسوله بالهدى ودين الحق ارسله ۞ صلى الله تعالى وسلم عليه وعلى كل من هو مرضى لديه ۞ وعلى كل مسلم ملتجئ اليه ۞ فى كل ان دائما ابدا ۞ ما لا يحصيه عدا احد دائما امين

سند الفقير فى الفقه المنير متسلسلا بالحنفية الائمة المفتين والمصنفين والمشايخ الاعلام

لله بحمد الله تعالى طرق كثيرة من اجلها انى اروية عن سراج البلاد الحرمية مفتى الحنفية بمكة المحمية مولٰنا الشيخ عبد الرحمن السراج ابن المفتى الاجل مولٰنا عبد الله السراج عن مفتى مكة سيدى جمال بن عبد الله بن عمر عن الشيخ الجليل محمد عابد الانصارى المدنى عن الشيخ يوسف بن محمد بن علاء الدين المزجاجى عن الشيخ عبد القادر بن خليل عن الشيخ اسمعيل بن عبد الله الشهير بعلى زاده البخارى عن العارف بالله تعالى الشيخ عبد الغنى بن اسمعيل بن عبد الغنى النابلسى (وهو صاحب الحديقة الندية والمطالب الوفية والتصانيف الجليلة الزكية) عن والده مؤلف شرح الدرر والغرر عن شيخين جليلين احمد الشوبرى وحسن الشرنبلالى محشى الدرر والغرر (وهو صاحب نور الايضاح وشرحيه مراقى الفلاح وامداد الفتاح والتصانيف الملاح) برواية الاول عن الشيخ عمر بن نجيم صاحب النهر الفائق والشمس الحانوتى صاحب الفتاوى والشيخ على المقدسى شارح نظم الكنز و رواية الثانى عن الشيخ عبد الله النحريرى والشيخ محمد بن عبد الرحمن المسيرى والشيخ محمد بن احمد الحموى والشيخ احمد المحبى سبعتهم عن الشيخ احمد بن يونس الشلبى صاحب الفتاوى عن سرى الدين عبد البر بن الشحنة شارح الوهبانية عن الكمال بن الهمام (وهو المحقق حيث اطلق صاحب فتح القدير) عن السراج قارئ الهداية عن علاء الدين السيرامى عن السيد جلال الدين الخبازى شارح الهداية عن الشيخ عبد العزيز البخارى صاحب الكشف والتحقيق عن جلال الدين الكبير عن الامام عبد الستار بن محمد الكردرى عن الامام برهان الدين صاحب الهداية عن الامام فخر الاسلام البزدوى عن شمس الائمة الحلوانى عن القاضى ابى على النسفى عن ابى بكر محمد بن الفضل البخارى عن الامام ابى عبد الله السبذمونى عن عبد الله بن ابى حفص البخارى عن ابيه احمد بن حفص (وهو الامام الشهير بابى حفص الكبير) عن الامام الحجة ابى عبد الله محمد بن الحسن الشيبانى عن الامام الاعظم ابى حنيفة عن حماد عن ابرهيم عن علقمة والاسود عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم

ثمانين فانه ولد فى حدود سنة اربعمائة فيكون عمره عند وفاة الحلوانى نحو ست وخمسين سنة ١٢ منه دام فيضه

قال اخبرنا الامام ابو محمد عبد الله بن محمد بن يعقوب السبذمونى الحارثى فلعل كنيتين ابو محمد وابو عبد الله والله تعالى اعلم ١٢ منه دام فيضه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطہارۃ

باب الوضوء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ مسئولہ مولوی محمد ظفر الدین صاحب بہاری قادری ۱۴ شوال مکرم ۱۳۲۴ھ

بحر العلوم النقلیہ حبر الفنون العقلیہ مجدد المأۃ الحاضرہ متع اللہ المسلمین بطول بقائکم

وضو میں کتنے فرائض اعتقادی اور کتنے فرض عملی اور کے واجب اعتقادی اور کے واجب عملی ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے مدلل ارشاد ہو جزاکم اللہ تعالٰی من افضل ما جازی علماء امۃ حبیبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

الجواب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد فرضا لازما صل علی افضل ارکان الایمان وسلم دائما ایھا السائل الفاضل رزقک اللہ علما نافعا ھذا سوال لا یھتدی الیہ الا من فقہہ اللہ واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم مجتہد جس شے کی طلب جزمی حتمی اور اذعان کرے

اقول والاذعان یعم الظن الغالب واکبر الرأی الملتحق فی الفقہیات بالیقین والیقین بالمعنی الاعم والمعنی الاخص المعتبرین فی العقائد) اگر وہ اذعان بدرجہ یقین معتبر فی اصول الدین ہو (اور اس تقدیر پر مسئلہ اجماعیہ ہوگا مگر مجمع علیہ جمیع ائمہ دین لان ما فیہ خلاف ولو مرجوحا لا یصل الی درجۃ ھذا الیقین) تو وہ فرض اعتقادی ہے

اقول والاعتقاد وان ساوی الاذعان فی اصل وضعہ فالمراد بہ ھھنا ھو العلم بالمعنی الاخص المختص بالیقین الاعم والاخص ومنہ قولھم حدیث الاحاد لا یفید الاعتماد فی باب الاعتقاد) جس کا منکر عند الفقہاء مطلقا کافر **اقول** ای عند عامۃ مصنفیھم من اصحاب الفتاوی وغیرھم من المتاخرین اما ائمتنا الاقدمون فعلی ما علیہ المتکلمون کما حققہ خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی بعض فتاواہ)

اور متکلمین کے نزدیک جبکہ مسئلہ ضروریات دین سے ہو اور یہی عند المحققین احوط و اسد اور ہمارے اساتذہ کرام کا معوّل و معتمد ہے (وفسرت الضروریات بما یشترک فی علمہ الخواص والعوام **اقول** المراد العوام الذین لھم شغل بالدین واختلاط بعلمائہ والا فکثیر من جہلۃ الاعراب لاسیما فی الھند والشرق لا یعرفون کثیرا من الضروریات لا بمعنی انھم لھا منکرون بل ھم عنھا غافلون فشتان ما عدم المعرفۃ ومعرفۃ العدم

وان کان جہلا مرکبا فلا تہن والتحقیق عندی ان الضرورۃ ھھنا بمعنی البداھۃ وقد تقرر ان البداھۃ والنظریۃ تختلف باختلاف الناس فرب مسألۃ نظریۃ مبتنیۃ علی نظریۃ اخری اذا تبین المبنی عند قوم حتی صار اصلا مقررا وعلما ظاھرا فالاخری التی لم تکن تحتاج فی ظہورھا الا الی ظہور الاولی تلتحق عندھم بالضروریات وان کانت نظریۃ فی نفسہا الا تری ان کل قوس لم تبلغ ربعا تاما من اربعۃ ارباع الدور وجوکل من القاطع والظل الاول لہا بدیہی عند المہندس لا یحتاج اصلا الی اعمال نظر وتحریک فکر بعد ملاحظۃ المصادرۃ المشہورۃ المسلمۃ المقررۃ وان کان ھو والمصادرۃ کلاھما نظریین فی انفسہما ھکذا حال ضروریات الدین) ورنہ واجب اعتقادی ہی ہے پھر اگر مجتہد کو بنظر دلائل شرعیہ جو اوس پر ظاہر ہوئے اوسکی طلب جزمی مین اصلا شبہہ نہین (**اقول** فیہ وان کان حارفا بخلاف ما فان سطوع انوار الحجج الالٰہیۃ ربما یبلغ عندہ مبلغا یقول اذ لجاء نصر اللہ بطل نظر معقل وعن ھذا ربما اول القطعیات الاٰتیۃ علی خلاف ما عن لہ کما وقع لسیدنا ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی مسألۃ الکنز وقولہ فی سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ ما قال مع القطعیات الواردۃ فی حق المبشرین البلۃ عموما والعشرۃ خصوصا رضی اللہ تعالٰی عنہم احسن الرضا وعن ھذا تری ائمتنا وغیرھم قائلین فی کثیر من الاجتہادیات المختلف فیہا بین الائمۃ ان ھذا مما لا یسوغ الاجتہاد فیہ حتی ینقض القضاء بہ کحل متروک التسمیۃ عمدا وغیر ذلک فھو مع علم الخلاف جازم بالحکم ومع جزمہ بہ منکر للاکفار بالخلاف والانکار وھذا الذی اشرت الیہ علم عزیز علیک ان تحتفظ بہ فانہ یحل باذن اللہ تعالٰی عقدا حار فی حلہا حائرون وبار بجہلہا بائرون واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم) باینہمہ اوسکی نظر مین اس شے کا وجود شرط صحت وبرا‌ءت ذمہ بمعنی عدم بقائے اشتغال قطعی ہے (**اقول** واذ ذکرت ھذا لان فی قولہم ما یفوت بفوتہ الجواز المراد فیہ بالجواز الصحۃ لا الحل لفوتہ بفوت کل واجب ولو عملیا والشیئ قد یکون فرضا براسہ وفوات الصحۃ انما کان لیشمل الاول فردت الاخر وفسرتہ بما مر لاخراج الواجب العملی فافھم) یعنی اگر وہ کسی عمل مین فرض ہو تو بے اسکے وہ عمل باطل محض ہو اور مستقل مطلوب ہو تو بے اسکے برا‌ءت ذمہ ہونے پر اوسے جزم ہو تو فرض عملی ہے۔ اور اگر خود اوسکی رائے مین بھی طلب جزمی جزمی نہین تو واجب عملی کہ بغیر اوسکے حکم صحت حاصل اور برا‌ءت ذمہ محتمل وقد علم بذلک حد کل واحد منہا بحر الرائق مین ہے فی التحریر الفرض ما قطع بلزومہ اھ وعرفہ فی الکافی بما یفوت الجواز بفوتہ وھو یشمل کل فرض بخلاف الاول اذ یخرج عنہ المقدار فی مسح الراس فانہ فرض مع انہ ثبت بظنی لکنہ تعریف بالحکم موجب للدور والظاھر

حاشیہ ۱ ما یحصل للمجتہد القطع بما یجب مع علم الخلاف

ارکان فی الوضوء

ف: تطفل علی الکافی وغیرہ کثیر من المعتبرات

من كلامهم فی الاصول والفروع ان المفروض علی نوعین قطعی وظنی هو فی قوة القطعی فی العمل بحیث یفوت الجواز بفوته کالمقدر فی مسح الراس من الثانی و عند الاطلاق ینصرف الی الاول لکماله والفارق بین الظنی القوی المثبت للفرض والظنی المثبت للواجب خصوص المقام ولیس جاحده کافرا کجاحد الفرض لانه ماله وانما هو حکم الفرض القطعی المعلوم من الدین بالضرورة وذکر فی النهایة انه یجوز ان یکون الفرض فی مقدار المسح بمعنی الواجب لالتقائهما فی معنی اللزوم وتعقب بانه مخالف لما اتفق علیه الاصحاب اذ لا واجب فی الوضوء وقد یدفع بان الذی وقع الاتفاق علیه هو الواجب الذی لا یفوت الجواز بفوته بل یحصل بترکه النقصان والکلام هنا فی الواجب الذی یفوت الجواز بفوته فلا مخالفة اھ مختصرا علامہ سید طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں عبارت مذکور لفظ خصوص المقام تک نقل کرکے فرمایا وفی النهر ما یفید ان دلیل الفرض العملی اقوی اھ **اقول** ھذا مستفاد من البحر ایضا لقوله والفارق بین الظنی القوی المثبت للفرض والظنی المثبت للواجب فوصف الاول بالقوی دون الاخر ولم یرد ان الدلیلین لا یکونان الا علی حد سواء فی القوة ثم یظهر افادة الافتراض بخصوص المقام وای خصوص یفیده بعد ما لم یظهر فی الدلیل قوة فوق ما یفید الوجوب وانما اراد ان بخصوص المقام وحفوف القرائن وامور تظهر للمجتهد یتقوی الظنی قوة تکاد تبلغه درجة القطعی فهذا الدلیل الاقوی یثبت الفرض العملی هذا تقریر کلامه وانا **اقول** وبالله التوفیق بل القطع علی ثلثة اوجه قطع عام یشترک فیه الخواص والعوام وهو الحاصل فی ضروریات الدین وخاص یختص بمن مارس العلم وهو الحاصل فی سائر الفرائض الاعتقادیة المجمع علیها والثالث قطع اخص یختلف فی حصوله العلماء کما اختلف فی حصول الثانی العوام والعلماء فربما یؤدی ذهن عالم الی قرائن هجمت وحفت وزجت عنده الی منصة الیقین ولا تظهر ذلك لغیره او تظهر فتظهر له معارضات تردها الی المرتبة الاولی من الظن غیره مسألة سمعها صحابی من النبی صلی الله تعالی علیه وسلم شفاها وبلغ غیره باخباره فهو قطعی عند ظنی عند هم فالمجتهد لا یثبت الافتراض الا بما حصل له القطعیة فان کان العلماء کلهم قاطعین به کان فرضا اعتقادیا وان کان قطعا خاصا بهذا المجتهد کان فرضا عملیا هذا ما ظهر لی وارجو ان یکون صوابا ان شاء الله تعالی والیه الاشارة فیما قررت فاعرف علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں کلام مذکور بحر کے مؤیدات عبارات نہایہ وشرح قہستانی سے نقل کرکے فرمایا ولا یخفی مخالفته لما اطبق علیه الاصولیون من ان الفرض ما ثبت بدلیل قطعی لا شبهة فیه پھر اصول بزدوی کی عبارت ذکر کی اور حسامی ومنتخب وتنقیح وتلویح وتحریر ومنار وغیرہا کا

ف۱: معروضة علی السید الطحطاوی

ف۲: تطفل علی البحر

وتنبیه کثیر من المعتبرات

ف۳: تحقیق المصنف ان القطع علی ثلثة اقسام

https://www.facebook.com/darahlesunnat

حواله ويا اقول ف١ وهذا بعيد من مثله رحمه الله تعالى فهذا اصطلاح فقهى ولا يخفى عليه اصطلاح خاص اصولى مع انه هو الناقل ههنا وفى ردالمحتار عن التلويح ان استعمال الفرض فيما ثبت بظنى والواجب فيما ثبت بقطعى شائع مستفيض كقولهم الوتر واجب فرض وتعديل الاركان فرض ونحو ذلك يسمى فرضا عمليا فلفظ الواجب يقع على ما هو فرض علما وعملا كصلاة الفجر وعلى ظنى هو فى قوة الفرض فى العمل كالوتر حتى يمنع تذكره صحة الفجر كتذكر العشاء وعلى ظنى هو دون الفرض فى العمل وفوق السنة كتعيين الفاتحة حتى لا تفسد الصلاة بتركها لكن تجب سجدة السهو اه ثم لعله لا مساغ للشبهة اصلا فيما قررت فان الفرض لم يثبت عند المجتهد الا بدليل قطعى عنده وان لم يكن كذلك عند غيره فافهم درمختار میں ہے الفرض ما قطع بلزومه حتى يكفر جاحده كاصل مسح الرأس وقد يطلق على العملى وهو ما تفوت الصحة بفواته كالمقدار الاجتهادى فى المفروض فلا يكفر جاحده ردالمحتار میں ہے اقول بيان ذلك ان الادلة السمعية اربعة الاول قطعى الثبوت والدلالة كنصوص القرأن المفسرة المحكمة والسنة المتواترة التى مفهومها قطعى الثانى قطعى الثبوت ظنى الدلالة كالايات المؤولة الثالث عكسه كاخبار الاحاد التى مفهومها قطعى الرابع ظنيهما كاخبار الاحاد التى مفهومها ظنى فبالاول يثبت الفرض والحرام وبالثانى والثالث الواجب وكراهة التحريم وبالرابع السنة والمستحب ثم ان المجتهد قد يقوى عنده الدليل الظنى حتى يصير قريبا عنده من القطعى فما ثبت به يسميه فرضا عمليا لانه يعامل معاملة الفرض فى وجوب العمل ويسمى واجبا نظرا الى ظنية دليله فهو اقوى نوعى الواجب واضعف نوعى الفرض بل قد يصل خبر الواحد عنده الى حد القطعى ولذا قالوا انه اذا كان متلقى بالقبول جاز اثبات الركن به حتى ثبتت ركنية الوقوف بعرفات بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم الحج عرفة اسكے بعد عبارت مذكورہ تلويح نقل فرمائی اقول ف٢ هذا الكلام كله مذكور فى الطحطاوى عن النهر بمحصله سوى ما افاد بقوله بل قد يصل الخ وهو كلام كاف فى ابداء الفرق فى الفرض والواجب العمليين وصدره وان كان على سنن ما قاله البحر حيث قال قريبا من القطعى فاخره ذكر حديث عرفة ناظر الى التحقيق الذى نحوت اليه وبالله التوفيق لكن فى مطاويه ابحاث طوال يخرج الاسترسال فيه عن قصد المقال بيد انه لا ينبغى اخلاء المقام عن افادة ان ما ذكر تبعا للطحطاوى والنهر وكثيرين من الفارق بين الوجوب وبين السنية والاستحباب من ان ثبوت الاول بما فيه ظنية فى احد طرفى الثبوت والاثبات والاخيرين بما فيه ظنية فى كليهما غير مسلم ولا صواب ف٣ كيف وحفوف النظر بكلا الطرفين لا ينزل الطلب عن المظنونية والرجحان وهو ملاك امر الوجوب لا غير

ف١: مع معرفة فرضيه خفية على الفاضل
ف٢: تطفل على النهر والبحر والطحطاوى وكثيرين
اركان الوضوء
ف٣: تحقيق ان الدليل الظنى الثبوت والاثبات معا هل يثبت الوجوب ام لا استكنان

وانما الفرق بين الفريقين بنفس الطلب فقد يكون حتميا ويفيد الوجوب عند الظنية ثبوتا او اثباتا او معا و
قد يكون ندبيا ترغيبيا فيفيد السنية او الاستحباب ولو كان قطعيا يقينيا ثبوتا واثباتا فان القطع انما
حصل على الترغيب والارشاد دون الطلب الجازم من غير ان يبقى فيه للمكلف خيار وهذا ظاهر جدا هذا ما ظهر
للعبد الضعيف ثم رأيت المحقق حيث اطلق افاد في الفتح ما جنحت اليه واومى الى ما عولت عليه حيث قال بعد ما بحث
وجوب التسمية في الوضوء فان قيل يرد عليه ما قالوه من ان الادلة السمعية على اربعة اقسام الرابع ما هو ظني
الثبوت والدلالة وحكمه افادة السنية والاستحباب وجعلوا منه خبر التسمية (يعني قوله صلى الله تعالى عليه
وسلم لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه فانه مع احاديته يحتمل نفي الفضيلة قال) وصرح بعضهم بان
وجوب الفاتحة ليس من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لا صلاة الا بفاتحة الكتاب بل بالمواظبة من غير
ترك لذلك فالجواب ان المراد وان ظني الدلالة مشترکها سلمنا الاصل المذکور (ای فان الوجوب لا يثبت
بالشك اقول بلى لو كان الشك في احد طرفي الثبوت والاثبات لكفى لتنزيله عن مرتبة اثبات
الايجاب ثم اقول[ف۱] غير ان هذا الاحتمال لا مساغ له في كلامهم بعد ملاحظة المقابلات اعني ان ظني
الثبوت قطعي الدلالة والعكس يثبتان الوجوب فليس المراد بالظن الا المصطلح قال) ومنعنا كون الخبر من
من ذلك بل نفي الكمال فيهما احتمال يقابله الظهور (ای فليس مشکوکا بل موهوما قال)[ف۲] فان النفي
تسلط على الوضوء والصلاة فيهما فان قلنا النفي لا يتسلط على نفس الجنس بل ينصرف الى حكمه وجب
اعتباره في الحكم الذي هو الصحة فانه المجاز الاقرب الى الحقيقة وان قلنا يتسلط ههنا على الجنس لانها
حقائق شرعية فتنتفي شرعا بعدم الاعتبار شرعا وان وجدت حسا فاظهر في المراد فنفي الكمال على كلا
الوجهين احتمال خلاف الظاهر لا يصار اليه الا بدليل وان ارادوا به ما فيه احتمال ولو مرجوحا منعنا
صحة الاصل المذکور (ای اثباته السنية والندب لا الوجوب بل يثبت الوجوب لحصول الترجيح
وان تطرق الظن الى الطرفين جميعا قال) واسندناه بان الظن واجب الاتباع في الادلة الشرعية
الاجتهادية وهو متعلق بالاحتمال الراجح فيجب اعتبار متعلقه وعلى هذا مشى المصنف رحمه الله تعالى
في خبر الفاتحة حيث قال بعد ذكره من طرق الشافعي رحمه الله تعالى ولنا قوله تعالى فاقرءوا ما تيسر
من القرآن والزيادة عليه بخبر الواحد لا يجوز لكنه يوجب العمل فقلنا بوجوبها وهذا هو الصواب
اه مزيدا منا ما بين الاهلة اقول[ف۳] وتحرير ما تقرر ان الادلة السمعية تسعة اقسام لان لها

ف۱: تطفل على الامام المحقق على الاطلاق

ف۲: نحو لا صلاة ظاهر في نفي الصحة لا الكمال

ف۳: التحقيق الجلي للمصنف ان الادلة في اثبات الفرض وما دونه تسعة اقسام

طرفیہ الثبوت والاثبات وکل علی ثلثۃ وجوہ القطع والظن والشك خمسۃ منہا وھی مافی احد طرفیھا شك لایثبت فوق سنیۃ اوندب وان اشتملت علی طلب جازم والاربعۃ البواقی کذلك ان اشتملت علی طلب غیر جازم والافان کان کلا الطرفین قطعیا ثبت الافتراض والافالوجوب ثم الظاھر ان السنیۃ لاتثبت بالشك بل ھو المتعین لان الزم النقول عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بمجرد شك واحتمال ولذا افاد المحقق فی الفتح وتلمیذہ فی الحلیۃ ان الاستنان لایثبت بالحدیث الضعیف حیث حقق فی الفتح ان غسل الجمعۃ مستحب لاسنۃ ثم قال یقاس علیہ باقی الاغتسال (ای غسل العیدین وعرفۃ والاحرام) وانما یتعدی الی الفرع حکم الاصل وھو الاستحباب اما ماروی ابن ماجۃ کان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یغتسل یوم العیدین وعن الفاکہ بن سعد الصحابی انہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان یغتسل یوم عرفۃ ویوم النحر ویوم الفطر فضعیفان قال النووی وغیرہ اھ فافادان ضعفھما یقعدھما عن افادۃ الاستنان وکذلك قال فی الحلیۃ بعد ماذکر استنان غسل الجمعۃ مانصہ واستنان غسل العیدین ان قلنا بان تعدد الطرق الواھیۃ فیہ تبلغ درجۃ الحسن والافالندب اھ وقد المنا بطرف من تحقیق ھذا فی رسالتنا الھاد الکاف فی حکم الضعاف والیوم حققنا فیھا بما الامزید علیہ ان الاستحباب یثبت بالحدیث الضعیف **ثم اقول** الشك فی الاثبات مثل الشك فی الثبوت فاذن الاوضح الاجمع الاشمل الاکمل ان نقول النصوص الطلبیۃ علی ثلثۃ اقسام مافیہ طلب ترغیب مجردا اومع تاکید اوطلب جازم وکل منھا علی تسعۃ اقسام کما قدمت فھی سبعۃ وعشرون، قسما لایثبت الافتراض منھا الا واحد وھو یقینی الثبوت والاثبات مع الطلب الجازم وثلثۃ تفید الوجوب وھو ظنی الثبوت اوالاثبات اوکلیھما مع الطلب الجازم فی الکل واربعۃ تفید الاستنان وھی نظائرما تفید الفرضیۃ والوجوب فی الثبوت والاثبات بیدان الطلب فیھا مؤکد غیر جازم والبواقی وھی تسعۃ عشر تفید الندب وھی التی فی احد طرفیھا شك ولو الطلب جازما اوکان الطلب فیھا طلب ترغیب مجرد ولو قطعی الطرفین فقس علی ھذا فی جانب الکف الحرام والمکروہ تحریما وتنزیھا وخلاف الاولی ولاتذھلن عن مقام الاحتیاط واللہ الھادی الی سواء الصراط ھذا ھو التحقیق الساطع اللامع النور فاحفظہ فلعلك لاتجدہ فی غیر ھذہ السطور۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ فرض اعتقادی سب سے اعظم و اعلی اور دونوں قسم واجب اعتقادی کا مباین ہے اور فرض عملی واجب اعتقادی سے خاص مطلقا کہ ہر فرض عملی واجب اعتقادی ہے ولا عکس اور واجب عملی ہر دو قسم فرض کا مباین اور واجب اعتقادی سے خاص مطلقا ہے کہ ہر واجب عملی واجب اعتقادی ہے ولا عکس **ثم اقول** اس تقدیر پر ہو کہ قسمین عملی بشرط لا ہوں کما ھو المتعارف عند علما

ف۱: الحدیث الضعیف لایثبت الاستحباب دون الاستنان

ف۲: التحقیق الفہیم للمصنف قدس سرہ فی اثبات الفرض وما دونہ علی سبعۃ وعشرین قسما

ف۳: فرض، واجب اعتقادی وعملی چاروں کی نسبتیں

اور لابشرطِ لین تو فرضِ عملی فرضِ اعتقادی سے عام مطلقاً اور واجب اعتقادی سے عام من وجہ ہوگا کہ فرضِ اعتقادی فرضِ عملی ہے نہ واجب اعتقادی اور واجب عملی بالمعنی الاول واجب اعتقادی ہے نہ فرضِ عملی اور فرضِ عملی بالمعنی الاول میں دونوں مجتمع ہیں۔ اور واجب عملی بالمعنی الثانی واجب اعتقادی کا مساوی کہ اعتقاد وجوب موجب وجوب عمل اور ایجاب عمل بے اعتقاد وجوب ناممکن کلام آتی میں معانی اُولٰی ہی مراد ہونگے کہ وہی شائع بین العلماء ہیں وباللہ التوفیق +

وضو میں فرض اعتقادی یعنی ارکان اعتقادیہ (فان الفرض یطلق علی الرکن وعلی الشرط کما فی الدر وعلی مالیس برکن ولاشرط کترتیب ماشرع غیر مکرر فی رکعۃ کترتیب القعدۃ علی السجود والسجود علی الرکوع والرکوع علی القراءۃ والقراءۃ علی القیام فانہا فروض لیست بارکان ولاشروط کما فی الشامی عن الغنیۃ **اقول** وکانہ نظر الی انہا برزخ بین الدخول والخروج والافقیہ کلام لمن تأمل فلیتأمل) چار ہیں **اوّل** مونھ دھونا یعنی علاوہ مستثنیات کے طول میں شروع سطح پیشانی سے نیچے کے دانت جمنے کی جگہ تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک اسمیں دس استثنا ہیں (۱) آنکھوں کے ڈھیلے (۲) پپوٹوں کی اندرونی سطح کہ ان دونوں مواضع کا دھونا باجماع معتمد اصلاً فرض کیا مستحب بھی نہیں وبالغ الامامان عبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم فکلفا (۳) آنکھیں خوب زور سے بند کرنے میں جو حصہ بند ہو جاتا ہے کہ نرم بند کریں تو ظاہر رہتا اوتنا حصہ دھلنا مختلف فیہ ہے ظاہر الروایہ یہ ہے کہ اوسکا دھونا بھی واجب نہیں یہانتک کہ خوب آنکھیں بند کرکے وضو کیا وضو ہو جائیگا۔ اور بعض نے کہا نہ ہوگا درمختار میں ہے۔ لوغمض عینیہ شدیدا لایجوز بحر لکن نقل العلامۃ المقدسی فی شرحہ علی نظم الکنزان ظاہر الروایۃ الجواز واقرہ فی الشرنبلالیۃ تأمل اھ علامہ شامی نے کہا **اقول** رحمہ اللہ العلامۃ السید انما عبارۃ البحر ہکذا ذکر فی المجتبی لاتغسل العین بالماء ولاباس بغسل الوجہ مغمضا عینیہ وقال الفقیہ احمد بن ابرھیم ان غمض عینیہ شدیدا لایجوز اھ فمفادہ ایضا ان المذہب الجواز وعلیہ قول احمد بن ابرھیم فلیتنبہ (۴) دونوں لب کہ بعض نے کہا وہ تابع دہن ہیں اور وضو میں ہن کا دھونا صرف سنت ہے بحرالرائق میں ہے اما الشفۃ فقیل تبع للفم (۵ و ۶ و ۷) ابروؤں اور مونچھوں اور بچی کے نیچے کی کھال کہ بعض نے کہا اگرچہ بال چھدرے ہوں کھال نظر آتی ہو اوسکا دھونا ضرور نہیں درمختار میں ہے فی البرھان یجب غسل بشرۃ لم یسترھا الشعر کحاجب وشارب وعنفقۃ فی المختار (۸) گھنی داڑھی کے نیچے کی کھال کہ اوسکا دھونا اصلاً ضرور نہیں (۹) داڑھی مطلقاً کہ اوسکے باب میں نو قول ہیں فقیل یفترض مسحہ او غسلہ کلہا کلا او ثلثا

ف۱ مسئلہ وضو میں چار فرض اعتقادی ہیں

ف۲ الفرض یطلق علی الرکن والشرط وما سواھما

ف۳ تطفل علی الغنیۃ و ش

ف۴ مسئلہ وضو میں منہ دھونا

ف۵ تطفل علی البحر

اور ربعا اوما یلی البشرۃ فقط اولا شیئ کما فی رد المحتار (۱۰) کنپٹیاں کہ جب داڑھی کے بال ہوں تو امام ابو یوسف سے ایک روایت آئی کہ اونکا دھونا ضرور نہیں درمختار میں ہے یجب غسل ما بین العذار والاذن بہ یفتی رد المحتار میں ہے قال فی البدائع وعن ابی یوسف عدمہ وظاھرہ ان مذھبہ بخلافہ بحر والخلاف فی الملتحی اما المرأۃ والامرد والکوسج فیفترض الغسل اتفاقا **تنبیہ** اس روایت پر بخلاف امام ابو یوسف اگرچہ اوس صورت سے خاص ہے کہ وہاں داڑھی کے بال ہوں مگر یہ مراد نہیں کہ خاص اوس حصۂ بدن پر بال ہوں حتی یدخل فی بشرۃ ما تحت اللحیۃ کما ظن بلکہ داڑھی کا بالائی حصہ جو کانوں کے محاذی ہوتا ہے جسے عربی میں عذار کہتے ہیں اس حصے اور کان کے بیچ میں جلد کی ایک صاف سطح ہوتی ہے جس پر بال نہیں نکلتے۔ یہاں اس سطح خالی میں خلاف ہے کہ عذار والے کے لیے اس روایت پر اسکا دھونا ضرور نہیں۔ اور ظاہر الروایۃ ومذہب معتمد میں مطلقا فرض ہے امام اجل ابو البرکات عبد اللہ نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں البیاض الذی بین العذار وشحمۃ الاذن من الوجہ حتی یجب غسلہ عندھما خلافا لابی یوسف لان البشرۃ التی ینبت علیھا الشعر لا یجب ایصال الماء الیھا فما ھو بعد اولی وقالا انما لا یجب ثم لانہ استتر بالشعر ولا شعر ھنا فبقی علی ما کان اھ اور امام دار الہجرۃ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہوا کہ اون کا دھونا مطلقا ضرور نہیں میزان الشریعۃ الکبرٰی للعارف الربانی سیدی عبد الوہاب الشعرانی میں ہے قول الائمۃ الثلثۃ ان البیاض الذی بین شعر الاذن واللحیۃ من الوجہ مع قول مالک وابی یوسف انہ لیس من الوجہ فلا یجب غسلہ فی الوضوء اسیطرح رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ میں ہے **اقول** اما ابو یوسف فقد علمت ان قولہ کقول الجمہور والروایۃ النادرۃ عنہ ایضا مفصلۃ لا مرسلۃ واھل البیت ادری بما فی البیت واما مالک فالذی رأیتہ من کتب مذھبہ فی شرح المقدمۃ العشماویۃ لابن ترکی ان الوجہ حدہ طولا من منابت شعر الراس المعتاد الی اخر الذقن وحدہ عرضا من الاذن الی الاذن اھ وفی حاشیۃ للسفطی ما بین العذارین والاذن وھو البیاض الذی تحت الوتد (ای وتد الاذن) والمسامت لہ یجب غسلہ لانہ من الوجہ اھ فاللہ تعالی اعلم **تنبیہ** یہاں ایک استثنائے عام اور بھی ہے کہ فرض دوم کے استثنائے ثانی میں مذکور ہوگا **دوم** دونوں ہاتھ ناخنوں سے کہنیوں تک دھونا اسمیں تین استثنا ہیں۔

(۱) خود کہنیاں دھونا امام زفر رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک ضرور نہیں (۲) جس چیز کی آدمی کو عموما یا خصوصا ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اوسکے ملاحظہ واحتیاط میں حرج ہے اوسکا ناخنوں کے اندر یا اوپر لگا رہ جانا اگرچہ جرم دار ہو

ف ۱: تطفل ما علی الامام الشعرانی

ف ۲: مسئلہ

ارکان فی وضو

کن چیزوں کا بیچ ہر جگہ پہنچانا وضو وغسل کا فرض نہیں

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اگرچہ پانی اوسکے نیچے نہ پہنچ سکے جیسے پکانے گوندھنے والوں کے لیے آٹا رنگریز کے لیے رنگ کا جرم عورات کے لیے مہندی کا جرم کاتب کے لیے روشنائی مزدور کے لیے گارا مٹی عام لوگوں کے لیے کوئے یا پلک میں سرمہ کا جرم بدن کا میل مٹی غبار مکھی مچھر کی بیٹ وغیرہا کہ ان کا رہ جانا فرض اعتقادی کی ادا کو مانع نہیں درمختار میں ہے لایمنع الطہارۃ خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ وحناء ولوجرمہ بہ یفتی ودرن ودھن ودسومۃ وتراب وطین ولوفی ظفر مطلقا ای قرویا اومدنیا فی الاصح بخلاف نحو عجین ولایمنع ماعلی ظفر صباغ ردالمحتار میں ہے لکن فی النھر لوفی اظفارہ عجین فالفتوی انہ مغتفر اھ ورأیتنی کتبت فیما علقت علی ردالمحتار علی قولہ وحناء ولوجرمہ بہ یفتی اقول[19] وبہ یظہر حکم بعض اجزاء کحل تخرج فی النوم وتلتصق ببعض الجفون اوتستقر فی بعض الماٰقی وربما تمر الید علیہا فی الوضوء والغسل ولایعلم بہا اصلا فلا یکفی فیہ التعاھد المعتاد الا بتیقظ خاص وتفحص مخصوص فذلک کجرم الحناء لا بالقیاس بل بدلالۃ النص فان الحاجۃ الی الکحل اشد واکثر ولیعلم ان ظھورہ فی مؤق بعد ما یمر علی الطہارۃ شیئ من زمان کمایراہ بعد ما صلی لایلتفت الیہ اصلا فانہ ربما ینتقل بعد التطہر من داخل العین الی الماٰقی والحادث یضاف الی اقرب الاوقات ما الملتزق بالجفن فلعل فیہ الوجہ الاول لاغیر ھذا کلہ ماظہر لی وبحررہ واللہ تعالی اعلم ورأیتنی کتبت فیہ علی قولہ لایمنع ماعلی ظفر صباغ اقول[20] ویعلم منہ حکم المداد علی ظفر الکاتب فانہ یضع القلم علی ظفر ابہامہ الیسری ویغمزہ لینفتح فیصیب الظفر جرم من الحبر وربما ینسی فیتوضأ ویمر الماء فوق المداد ولایزیلہ فمفاد ماھنا الجواز ورأیت التنصیص بہ فی حاشیۃ العشماویۃ من کتب لسادۃ المالکیۃ حیث قال تجب ازالۃ مایمنع من وصول الماء کعجین وشمع وکذلک الحبر المتجسد لغیر کاتبہ ونحو کبائعہ وصانعہ واما الکاتب ونحوہ ان راٰہ بعد ان صلی فلا یضر اذا مر یدہ علی المداد لعسر الاحتراز منہ لا ان راٰہ قبل الصلٰوۃ وامکنہ ازالتہ اھ وھو کلہ واضح موافق لقواعدنا الا قولہ اذا مر یدہ علی المداد فانما شرطہ لان الدلک فرض عندھم واما علی مذھبنا فیقال اذا مر الماء علی المداد والذی ذکرہ ھو عین ماکنت بحثتہ فی فتاوی ان الذی لاحرج فی ازالتہ بل فی تعاھدہ اذا اطلع علیہ یجب ازالتہ ولایجوز ترکہ کالحناء والکحل والوسمۃ ونحوھا وللہ الحمد (۳۴) مالکیہ کے نزدیک مرد کے لیے چاندی کی انگوٹھی بقدر جائز کہ اون کے مذہب میں دو درم شرعی ہے اور عورت کے لیے سونے چاندی کے مطلقا گہنے چھلے انگوٹھیاں علی بند حسین بند آرسی پہنچیاں کنگن چھن تبانے چوہے دتیاں یوہیں چوڑیاں اگرچہ کانچ یا لاکھ وغیرہ کی ہوں اور ریشم کے لچھے غرض جتنے

مسئلہ ف۱: عورت کے ہاتھ پاؤں پر مہندی کا جرم رہ گیا اور بعض پر بھی تو وضو وغسل ہو جائیگا ان جب اطلاع ہو چھڑا کر وہاں پانی بہادے۔

مسئلہ ف۲: سرمہ آنکھ کے کوئے یا پلک میں لگا رہ گیا ... اور اطلاع نہ ہوئی تو ... ظاہر ... ہو جائیگا ... بعد نماز کوئے میں ... ہو تو اصلا ... نہیں

مسئلہ ف۳: کاتب کے ناخن پر روشنائی کا جرم لگا رہ گیا اور ... نہ پہونچی وضو ہو گیا صحیح نہیں

https://www.facebook.com/darahlesunnat

گہنے سنگار شرعاً جائز ہیں کیسے قدر تنگ اور پھنسے ہوئے ہوں کہ پانی بہنے کو روکیں انکے مذہب میں سب معاف
ہیں ہاں لوہے تانبے رانگ وغیرہا کے کہ وہ گہنے یامرد کے لیے سونے کی انگوٹھی کہ شرعاً جائز نہیں ان میں وہ بھی جائز
نہیں مانتے **اقول** وکانهم قاسوه على ضفيرة المرأة حيث لم توجب نقضها فى الغسل عندنا الا اذا لم يصل
الماء الى الاصول وفى الغسل والوضوء جميعا عندهم الا اذا اشتدت او كانت مفتولة بثلثة
خيوط فاكثر عندهم حاشیہ سفطی میں ہے لایجب نزع خاتم الفضة المأذون فيه ولا تحريكه سواء كان
واسعا او ضيقا واما المحرم كخاتم الذهب للرجل والمكروه كخاتم الحديد والنحاس والرصاص فيجب
نزعه اذا كان ضيقا ويكفى تحريكه ان كان واسعا على المعتمد وكذا ما تجعله الرماة فى ايديهم من عظم
ونحوه ومحل الكراهة فى خاتم الحديد ما لم يكن لدواء ويدخل فى المأذون فيه خاتم الذهب بالنسبة للمرأة
والاساور والحدائد التى تلبسها المرأة بمنزلة الخاتم على المعتمد فلا يجب تحريكها لانها مأذون لها فى ذلك
كله كما فى حاشية الخرشى واعتمده شيخنا فى تقرير الخرشى خلافا لما فى شرح الاصيلى وزنة الخاتم الذى
يجوز لبسه للرجال من الفضة درهمان بالدرهم الشرعى اھ **اقول** وعندنا ما دون مثقال لقوله صلى الله
تعالى عليه وسلم ولا تتمه مثقالا كما بيناه فى خاتم من فتاونا سوم سر کا مسح یعنی اوسکے کسی جز کمال یا بال
یا نائب شرعی پر نم پہنچ جانا فرض اعتقادی ہے کتاب الانوار لاعمال الابرار امام یوسف اردبیلی شافعی میں ہے الفرض الثالث
مسح الرأس بما شاء اما على البشرة ولو قدر ابرة او على شعر ولو واحدة ان لم يخرج الممسوح من حده اھ قرۃ العین
علامہ زین تلمیذ امام ابن حجر مکی شافعی میں ہے ولو بعض شعرة واحدة اھ **اقول** وعبرت انا بوصول البلل
لانه الفرض عندنا دون الايصال حتى لو اصابه مطر اجزأه كما فى الدر المختار وزدت النائب الشرعى لقول
الامام احمد بن حنبل رضى الله تعالى عنه على ما فى ميزان الشعرانى حيث قال قول الائمة الثلثة ان المسح على
العمامة لا يجزئ مع قول احمد بانه يجزئ لكن بشرط ان يكون تحت الحنك منها شئ رواية واحدة وعنه
فى مسح المرأة على قناعها المستدير تحت حلقها رواية وهل يشترط ان يكون لبس العمامة على طهر روايتان اھ
قلت وكلام شيخه الذى صحبه الامام الشعرانى عشر سنين وقال لم اره يغضب فى سفر ولا حضر اعنى
محقق عصره العلامة زين بن ابرهيم بن نجيم المصرى رحمهما الله تعالى فى البحر الرائق اتم وانفع حيث قال
اما على العمامة فاجمعوا على عدم جوازه الا احمد فانه اجازه بشرط ان تكون ساترة لجميع الرأس
الا ما جرت العادة بكشفه وان يكون تحت الحنك منها شئ سواء كانت لها ذؤابة اولم تكن وان لا تكون

عمامۃ محرمۃ فلا یجوز المسح علی العمامۃ المغصوبۃ ولا یجوز للمرأۃ اذا لبست عمامۃ الرجل ان تمسح علیھا والاظھر عند احمد وجوب استیعابھا والتوقیت فیھا کالخف ویبطل بالنزع والانکشاف الا ان یکون یسیرا مثل ان یحک رأسہ او یرفعھا لاجل الوضوء وفی اشتراط لبسھا علی طہارۃ روایتان اھ

چہارم پاؤں کہ بشرائط شرعیہ موزہ شرعی کے اندر نہ ہوں انھیں ناخنوں سے پنڈلی اور پاؤں کے جوڑ تک جو وسط قدم میں چار طرف جداگانہ تحریر سے ممتاز ہے جہاں عربی نعال کا دوال باندھا جاتا ہے اور نیچے کے ٹون اور ایڑیوں سب پر پانی پہنچانا فرض اعتقادی اسیقدر ہے اور موزے بشرائط ہوں تو مدت معلوم تک مسح کافی اور یہاں بھی ہاتھوں کیطرح تین بہت تنبیہ (۱) گٹوں سے تحریر مذکور تک کہ اسقدر کا دھونا بروایت ہشام عن محمد ضرور نہیں اور نفس کعبین مثل مرفقین امام زفر کے نزدیک خارج ہیں کافی میں ہے وغسل یدیہ مع مرفقیہ ورجلیہ مع کعبیہ خلافا لزفر فی الغایتین بحر میں ہے الکعبات العظمان الناشزان من جانبی القدم صححہ فی الھدایۃ وغیرھا وروی ہشام عن محمد انہ فی ظھر القدم عند معقد الشراک قالوا ھو سھو من ہشام اھ ردالمحتار میں ہے قدمنا عن شرح المنیۃ ان غسل المرفقین والکعبین لیس بفرض قطعی بل عملی (۲) عورتوں کے لیے چھلے وغیرہ گہنوں کے نیچے کہ مالکیہ عفو کرتے ہیں (۳) میل کمی مچھر کی بیٹ کہ سارے ہی بدن میں معاف ہیں اور مہندی مٹی گارا جسطرح ہاتھوں میں گزرا **اقول**[۲۵] وعبرت بوصول الماء لما عبر ولرعایۃ مافی المیزان اتفاق الائمۃ علی ان غسل القدمین فی الطہارۃ مع القدرۃ فرض اذا لم یکن لابسا للخف مع ما حکی عن احمد والاوزاعی والثوری وابن جریر من جواز مسح جمیع القدمین وان الانسان عندھم مخیر بین الغسل والمسح وقد کان ابن عباس یقول فرض الرجلین المسح[ف۱] لا الغسل اھ واللہ اعلم بصحۃ ھذہ الحکایات فقد قال فی البحر الرائق ان الاجماع انعقد علی غسلھما ولا اعتبار بخلاف الروافض اھ وکذا قال الامام النووی اجمع علیہ الصحابۃ والفقہاء اھ **قلت**[۲۶] واخرج سعید بن منصور فی سننہ عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال اجتمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علی غسل القدمین نعم روی ابن ماجۃ وغیرہ من طریق عبداللہ بن محمد بن عقیل المختلف فیہ کثیرا وقال الحافظ فی التقریب صدوق فی حدیثہ لین ویقال تغیر بآخرہ عن الربیع رضی اللہ تعالی عنہا قالت اتانی ابن عباس فسألنی عن ھذا الحدیث تعنی حدیثھا الذی ذکرت ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم توضأ وغسل رجلیہ فقال ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما ان الناس ابوا الا الغسل ولا اجد فی کتاب اللہ الا المسح

ف۱: تحقیق ان غسل الرجلین مجمع علیہ وانہ لم یقل بالمسح الا الشیعۃ وقلیل ما [illegible] عنا

الجود الحلو

اقول وکفی حجۃ لنا قول نفسہ ان الناس ابوا الا الغسل فابی الحق الا ان یکون مع الجماعۃ وقد ثبت عنہ
رضی اللہ تعالٰی عنہ ما یعارضہ اخرج سعید بن منصور وابن ابی شیبۃ وعبد الرزاق وعبد بن حمید والطبرانی
فی الکبیر وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والنحاس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ قرأھا وارجلکم بالنصب
یقول رجعت الی الغسل وقد اخرج ابن جریر عن عطاء قال لم ار احدا یمسح علی القدمین فھذا من اخص تلامذ
ابن عباس یقول ما نسمع فلا جرم رجع ابن عباس عن ھذا کما رجع عن قولہ فی المتعۃ وتلا الاٰیۃ الا
علٰی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم وقال عل فرج سواھما حرام وکذلک ثبت الرجوع عن کل من نقل عنہ
المسح وھم شرذمۃ قلیلۃ فلا شک فی استقرار الاجماع علی الغسل کما قال التابعی الجلیل الکبیر
الشان عبد الرحمٰن بن ابی لیلٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما واللہ الھادی **فرض عملی** ہر مذہب میں جدا ہوتے ہیں
ہمارے مذہب صحیح معتمد مفتی بہ پر وضو میں **فرض عملی** بمعنی مذکور اعنی ارکان عملیہ کہ یہاں بھی **واجب اعتقادی**
ہیں بارہ ہیں جنمیں اکثر کا استخراج مثال پر ہمارے بیان سابق سے دشوار نہیں مگر حتی الوسع کہ غیر ماخوذ سے تمیز صریح اور اپنے
کم علم بھائیوں کی تفہیم کے لیے صاف تصریح بہتر ہے (۱) دونوں لب حق یہ ہے کہ ان کا دھونا فرض ہے یہاں تک
کہ اگر لب خوب زور سے بند کرلیے کہ اونکی کچھ تحریر جو عادی طور پر بند کرنے میں کھلی رہتی اب چھپ گئی اور اوسپر پانی نہ بہا
نہ کلی کی وضو نہ ہوگا۔ ہاں عادی طور پر خاموش بیٹھنے کی حالت میں لبوں کا جتنا حصہ باہم ملکر چھپ جاتا ہے وہ دہن کا تابع
ہے کہ وضو میں اوسکا دھونا فرض نہیں درمختار میں ہے یجب غسل ما یظھر من الشفۃ عند انضمامھا ردالمحتار میں ہے
ای یفترض کما صححہ فی الخلاصۃ والمراد ما یظھر عند انضمامھا الطبیعی لا عند انضمامھا بشدۃ وتکلف اھ ملخصًا
(۲ و ۳ و ۴) بھووں مونچھوں بچی کے نیچے کی کھال جب کہ بال چھدرے ہوں کھال نظر آتی ہو وضو میں بھی دھونا
فرض ہے ہاں گھنے ہوں کہ کھال بالکل نہ دکھائی دے تو وضو میں ضرور نہیں غسل میں جب بھی ضرور ہے (۵) داڑھی
چھدری ہو تو اوسکے نیچے کی کھال دھلنا فرض اور گھنی ہو تو جسقدر بال دائرہ رخ میں داخل ہیں اون سب کا دھونا
فرض ہے یہی صحیح معتمد ہے ہاں جو بال نیچے چھوٹے ہوتے ہیں اون کا مسح سنت ہے اور دھونا مستحب اور نیچے ہونے کے
یہ معنے کہ داڑھی کو ہاتھ سے ذقن کیطرف دبائیں تو جتنے بال مونھ کے دائرہ سے نکل گئے اون کا دھونا ضرور نہیں باقی کا
ضرور ہے ہاں خاص جڑیں اونکی بھی دھونی ضرور نہیں کہ اونکا دھونا بعینہ کھال کا دھونا ہوگا اور گھنی داڑھی میں اوسکا دھونا
ساقط ہوچکا ہے درمختار میں ہے غسل جمیع اللحیۃ فرض عملیا علی المذھب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ
بدائع ثم لا خلاف ان المسترسل لا یجب غسلہ ولا مسحہ بل یسن وان الخفیفۃ التی تری بشرتھا یجب غسل

ماتحتہا غرر اوسمین ہے لاغسل باطن العینین ولا الانف والفم واصول شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب

ردالمحتار مین ہے قولہ واصول شعر الحاجبین یحمل علی ما اذا کانا کثیفین اما اذا بدت البشرۃ فیجب کما یأتی قولہ

قریبا عن البرھان وکذا یقال فی اللحیۃ والشارب ونقلہ ح عن عصام الدین شارح الھدایۃ ط اوسمین ہے قولہ

لاخلاف ای بین اھل المذھب علی جمیع الروایات ط اھ **اقول** فلاینا فی ماقدمنا لثبوت الخلاف من غیرنا

اوسمین ہے وقد المسترسل ای الخارج عن دائرۃ الوجہ وفسرہ ابن حجر فی شرح المنہاج بما لو مد من جہۃ نزولہ لخرج

عن دائرۃ الوجہ اوسمین ہے **قولہ** بل یسن ای المسح لکونہ الاقرب لمرجع الضمیر وعبارۃ المنیۃ صریحۃ

فی ذلک ح (۶) کنپٹیان کان اور رخسار کے بیچمین جو حصہ ہے اوسکا دھونا فرض ہے جتنا حصہ داڑھی اور کان کے

بیچمین ہے وہ تو مطلقا اور جتنا بالون کے نیچے ہے اگر بال چھدرے ہون تو وہ بھی آن گھنے ہون تو اوسکا فرض بالونکیطرف

منتقل ہو جائیگا وقد تقدم مایکفی لافادتہ (۷) دونون کہنیان تمام وکمال (۸) انگوٹھی چھلے دغیرہا جائز ناجائز

ہر قسم کے گہنے مرد عورت سب کو لیے جب کہ تنگ ہون کہ بے اوتارے اونکے نیچے پانی نہ بہیگا اوتار کر دھونا فرض ہے

ورنہ ہلا کر پانی ڈالنا کہ اونکے نیچے بہ جائے مطلقا ضرور ہے درمختار مین ہے لو خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا

(۹) مسح کی نم سر کی کمال یا خاص سر پر جو بال ہین (نہ وہ کہ سر سے نیچے لٹکتے ہین) اون پر پہنچنا فرض ہے عمامے دوپٹے

وغیرہ پر مسح ہرگز کافی نہیں مگر جب کہ کپڑا اتنا باریک اور نم اتنی کثیر ہو کہ کپڑے سے پھوٹ کر سر یا بالون کی مقدار شرعی

پر پہنچ جائے بحر مین ہے فی معراج الدرایۃ لو مسحت علی خمارھا ونفذت البلۃ الی رأسہا حتی ابتل قدر الربع

منہ یجوز قال مشایخنا اذا کان الخمار جدیدا یجوز لان ثقوب الجدید لم تنسد بالاستعمال فتنفذ البلۃ اما اذا

لم یکن جدیدا لایجوز لانسداد ثقوبہ اھ **اقول** جرت عادتھم رحمہم اللہ تعالی باحالۃ الامور علی مظانہا

الاغلبیۃ کقولہم فی شرب الجنب ماء یجزئ عن المضمضۃ ان جاھلا لعبہ لاعالما المعتمد وفی عض الکلب علی

ثوب یتنجس فی الرضا لسیلان لعابہ دون الغضب لجفافہ ووقوع الفارۃ حیۃ فی البئر ینجس لوھاربۃ

من ھرۃ لبولہ والا لا ونظائرہ لاتحصی والذی یعرف المناط یعرف المقصود فالمناط نفوذ البلۃ الی قدر

الفرض فان علم اجزأ ولو الثوب خلقا والا لا ولو جدیدا لعدم لایخفی (۱۰) کم از کم چوتھائی سر کو استیعاب

کرلے ھو الصحیح المفتی بہ المأخوذ وان قیل وقیل وقد اشتہرت المسألۃ متونا وشروحا (۱۱) کعبین

گٹون یعنی ٹخنون کا نام ہے اونکے بالائی کنارون سے ناخنون کے منتہے تک ہر حصے پر ذرے ذرے کا

دھلنا فرض ہے اوسمین سے سر سوزن برابر اگر کوئی جگہ پانی بہنے سے رہگئی وضو نہ ہوگا ہان پاؤن مین

ف۱ مسئلہ وضو میں کنپٹیوں کا بھی پانی بہانا فرض ہے

ف۲ مسئلہ وضو میں انگوٹھی چھلوں چوڑیوں وغیرہ گہنوں کا حکم

ف۳ مسئلہ سر کے پیچ جو بال

ف۴ مسئلہ ٹوپی یا دوپٹہ یا عمامہ ایسا ہو کر اوس پر مسح ... چوتھائی ... تک پہنچ جائے

ف۵ عادۃ الفقہاء عبناء الامر علی الظن ... الغالب ...

تیسرا استثنا جو گزرا اپنے محل پر مسلم ہو جسکی تحقیق فقیر کے فتاوے بیان غسل مین ملیگی چھلے اور سب گہنے کہ گوٹون پر یا اونسے نیچے ہون اونکا حکم وہی ہے جو فرض ہشتم مین گزرا (۱۲) سونہ ہاتھ پاؤن تینون عضوون کے تمام مذکورہ ذرون پر پانی کا بہنا فرض ہے فقط بھیگا ہاتھ پھر جانا یا تیل کیطرح پانی چپڑ لینا تو بالاجماع کافی نہین اللہم الا امام فی الرجلین اور صحیح مذہب مین ایک بوند ہر جگہ سے ٹپک جانا بھی کافی نہین کم سے کم دو بوندین ہر ذرہ آبدان مذکورہ پر سے بہین درمختار مین ہے غسل الوجه ای اسالة الماء مع التقاطر و لو قطرة وفی الفیض اقله قطرتان فی الاصح اھ قال ح ثم ط ثم ش کلھم فی حواشی الدر یدل علیه صیغة التفاعل اھ اما ما عن ابی یوسف ان الغسل مجرد بل المحل بالماء سال اولم یسل ولاجله جعل فی البحر الاسالة مختلفا فیھا بینه وبین الطرفین وزعم ان اشتراطھا ھو ظاھر الروایة فالحق الذی لامحید عنه ولا لاجل المصیر الا الیه ان تأویله ما فی الحلیة عن الذخیرة انه سال من العضو قطرة او قطرتان ولم یتدارک کیف ولولا ذلك لکان ھذا والعیاذ باللہ تعالی انکار النص وتبدیلا للشرع فان اللہ تعالی امر بالغسل وھذا لیس بغسل لا لغة ولا عرفا وقد قال فی البحر نفسه الغسل بفتح الغین ازالة الوسخ عن الشیئ ونحوه باجراء الماء علیه لغة اھ وھل الاجراء الا الاسالة وقد فرق المولی سبحنه وتعالی بین الاعضاء فجعل وظیفة بعضھا الغسل وفی بعضھا المسح وعلی ھذا التقدیر ترجع جمیعا الی المسح فانه اذا لم یسل الماء لم یکن الا اصابة بلل وھو المسح **اقول** فما کان ینبغی لمثل ھذا المحقق البحر ان یجعله مختلفا فیه کی یجترئ علیه الجاھلون کما نشاھد الان من کثیر منھم انه لا یزید فی جبھته وعارضیه وغیرھا علی اصابة ید مبتلة من دون سیلان ولا تقاطر اصلا واذا اخبرات قد تبقی لمعة مثلا فی مرفقه او اخمصه او عقبه امر علیه یده الباقی فیھا بلل الماء من دون ان یأخذ ماء جدیدا فضلا عن الاسالة فالی اللہ المشتکی ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم

تنبیہ جلیل متعدد کتب معتمدہ مثل خلاصہ و جوہرہ نیرہ و حلیہ و غنیہ و درمختار وغیرہا مین وہ استثنا کہ ہاتھ پاؤن مین دوسرا اور پاؤن مین تیسرا تھا اوسمین یہ قید لگائی کہ وہ چیز ایسی نرم ہو جسمین پانی سرایت کرسکے جیسے مٹی گارا نہ سخت اور نفوذ کو مانع جیسے آٹا موم چربی جما ہوا گھی مچھلی کا سنا چبائی ہوئی روٹی درمختار سے گزرا بخلاف نحو عجین ردالمحتار مین قول شارح لایمنع دھن کے تحت مین ہے ای کزیت وشیرج بخلاف نحو شحم وسمن جامد اوسمین بخلاف نحو عجین کے نیچے ہے ای کعلك وشمع وقشر سمك وخبز ممضوغ متلبد جوھرة درمختار مین ہے لایمنع طعام بین اسنانه او فی سنه المجوف به یفتی وقیل ان صلبا منع وھو الاصح ردالمحتار مین ہے صرح به فی الخلاصة وقال لان الماء شیئ لطیف یصل تحته غالبا اھ ومفادہ عدم الجواز اذا علم انه لم یصل الماء تحته قال

RAZA ACADEMY
52, Donted Street,
Khadak, Mumbai-400 009
Tel. 66342156 Fax 6665...

مسئلہ ۲۳ فرض وضو
مونھ ہاتھ پاؤن پر
ذرے ذرے پر
پانی کا بہنا فرض ہے
فقط بھیگا ہاتھ پھرنا
یا تیل کیطرح چپڑنا
کافی نہین
ایک بوند ٹپکنا
بھی نہین
لطیفہ علمیہ
مسئلہ تحقیق جلیل کہ
موانع ضرورت
مین جسطرح نے
اطلاع مٹی گارے
کو لکھا ہمارا مانع
وضو و غسل نہین
یونہین سخت چیزون
مثلاً آٹے
وغیرہ کا بھی

فی الحلیۃ وھو اثبت قولہ وھو الاصح صرح بہ فی شرح المنیۃ وقال لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورۃ
والحرج تو اسکا لحاظ مناسب ہو اگرچہ تحقیق یہ ہو کہ مدار کار ضرورت وحرج عام یا خاص پر ہے اگر حرج نہیں
طہارت نہ ہوگی اگرچہ پانی سرایت کرے کہ مجرد تری پہنچنا کافی نہیں بہنا شرط ہے اور وہ قطعاً گارے وغیرہ
جرم دار چیزون مین بھی نہ ہوگا جب تک اون کا جرم نہ زائل ہو تو نرمی وسختی کا فرق بیکار ہے اور حرج وضرورت
ہو اور طہارت کرلی اور ایسی چیز لگی رہی اور نماز پڑھلی تو معافی ہے اگرچہ سخت ومانع نفوذ ہو آخر مکھی مچھڑ کی بیٹ
پر خود درمختار مین لم یصل الماء تحتہ فرماکر حکم دیا کہ لا یمنع الطھارۃ اور مہندی کے جرم کو بھی مانع نہ مانا
اور فرمایا بہ یفتی حالانکہ اوسکا جرم خصوصاً بعد خشکی یقیناً نفوذ آب کو مانع ہے ولہذا ردالمحتار مین فرمایا قولہ
بہ یفتی صرح فی المنیۃ عن الذخیرۃ فی مسألۃ الحناء والطین والدرن معللا بالضرورۃ قال فی الشرح
لان الماء ینفذ لتخللہ وعدم لزوجتہ وصلابتہ والمعتبر فی جمیع ذلک نفوذ الماء ووصولہ
الی البدن اھ لکن یرد علیہ ان الواجب الغسل وھو اسالۃ الماء مع التقاطر کما مر فی ارکان الوضوء
والظاھر ان ھذہ الاشیاء تمنع الاسالۃ فالاظھر التعلیل بالضرورۃ قول مذکور خلاصہ لان الماء
شیئ لطیف الخ نقل کرکے فرمایا ویرد علیہ ما قدمناہ انفا اھ بعض مشایخ نے کہ ناخنون کے میل مین فرق
کیا کہ دیہاتی کے لیے اجازت ہے کہ اوسکا میل خاک مٹی سے ہوگا اوسمین پانی سرایت کر جائیگا اور شہری کو نہین کہ اوسکا
میل چکنائی سے ہوگا۔ انھین اکابر نے اس تفرقہ کو رد کر دیا۔ اور فرمایا اصح یہ کہ دونون یکسان ہین درمختار سے
گزرا قرویا او مدنیا فی الاصح جب یہی قضیۂ نظر اور یہی مفتی بہ تو اسی پر عمل اور یہی معوّل **اقول** وکان مراد العلامۃ
الشامی بقولہ بخلاف نحو شحم وسمن جامد حیث لا حرج ولا ضرورۃ فان مسألۃ الدھن والشیرج عامۃ
لا تقتصر علی الضرورۃ فافاد ان الشحم لیس کمثلہ لکن العجب انہ ذکر ما مر عن الجوھرۃ ثم استدرک علیہ
بالفتوی المذکورۃ فی النھر ثم عقبھا بقولہ نعم ذکر الخلاف فی شرح المنیۃ فی العجین واستظھر المنع لان
فیہ لزوجۃ وصلابۃ تمنع نفوذ الماء اھ وکانہ سکت علیہ اکتفاء بما قدمہ واللہ تعالی اعلم
رہا **واجب عملی** وہ وضو مین کوئی نہین بحرالرائق سے گزرا اتفق الاصحاب انہ لا واجب فی الوضوء در
مختار مین ہے افاد انہ لا واجب للوضوء ولا للغسل اسیطرح کتب کثیرہ مین ہے اور خود بحر مین نقل اتفاق اصحاب
کیا حاجت اطناب واسہاب مگر محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر مین اپنی بحث سے وضو کے پہلے بسم اللہ وذکر الٰہی سے
ابتدا کرنا برخلاف مذہب واجب ٹھہرایا اور اوس مسئلۂ متفق علیہا کے جواب مین فرمایا ماقیل انہ لا مدخل

ف ۱: تطفل علی الغنیۃ والدرر وغیرھما
ف ۲: معروضۃ علی ردالمحتار
ف ۳: مسئلہ: وضو وغسل مین اصلاً واجب کوئی نہین
ف ۴: بسم اللہ سے ابتدا وضو مین سنت ہے واجب نہین

للوجوب فی الوضوء لانه شرط تابع فلو قلنا بالوجوب فيه لساوى التبع الاصل غير لانه اذا اشترکها بثبوت الواجب فيهما لا يقتضيه لثبوت عدم المساواة بوجه اخر نحو انه لا يلزم بالنذر بخلاف الصلاة مع انه لا مانع من الحكم بان واجبه احط رتبة من واجب الصلاة كفرضه بالنسبة الى فرضها اه كلامه الشريف **اقول** لم يأت المستدل بشیء حتی يسمع ما سمع واذا لم يمنع تبعية الوضوء ثبوت الفرائض فيه فلم يمنع ثبوت الواجبات والرواتب توابع للفرائض انما شرعت مكملات لا محصلات لها فليست فی مرتبة الوضوء ايضا ثم لم يقعد هذا ذلك عن ان يكون لها كل من الفروض والواجبات والسنن والمستحبات كما للاصول ولم نعر ان الوضوء لا يستاهل فی نفسه ان يكون له واجب حتى نحتاج الى ما ذكر المستدل وانما عنينا ان ليس فی مذهبنا واجب فی الوضوء لا يجوز تركه ويصح بدونه وهذا ظاهر لا يفتاق الى اظهار وثابت لا يصلح للانكار۔ اور مسئلہ تسمیہ **اولاً** تنہا محقق کی اپنی بحث ہو کہتہ ائمہ مذہب سے منقول نہ محققین ابعد میں مقبول، خود انکے تلمیذ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے فرمایا ہمارے شیخ کی جو بحثیں خلاف مذہب ہیں انکا اعتبار نہ ہوگا **اقول** یعنی جب کہ خلاف اختلاف زمانہ سے ناشی نہ ہو کما افتوا بجواز الاجارة على التعليم والاذان والامامة وباخذ ضالتی من خلاف جنسه اذا ظفر الی نظائر کثیرة۔ ردالمحتار جنایات الحج میں ہے قد قال تلمیذه العلامة قاسم ان ابحاثه المخالفة للمذهب لا تعتبر اور خاص اس مسئلہ میں انکے تلمیذ ارشد امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج نے محقق کی بحث پر تعویل درکنار سنیت بھی نہ مانی صرف استحباب کو مرجح قرار دیا جسے خلاصہ میں مفاد ظاہر الروایۃ اور ہدایہ میں اصح فرمایا حلیہ میں فرماتے ہیں ولعل المتعجب ممن استند بوجده على الاستنان (يريد حديث انس قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم هل مع احد منكم ماء فوضع يده فی الاناء وقال توضؤا بسم الله قال فرأيت الماء يخرج من بين اصابعه صلى الله تعالى عليه وسلم حتى توضؤا من عند اخرهم وكانوا نحوا من سبعين اخرجه النسائی وابن خزيمة والبيهقی وقال انه اصح ما فی التسمية وقال النووی واسناده جيد **اقول** وضعف دلالته على استنان التسمية لكل وضوء ظاهر فالظاهر انه ههنا لاستجلاب البركة فی الماء القليل والله تعالى اعلم قال فی الحلية) وكذلك غاية ما يفيده الاستدلال الماضی بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه الاستحباب فانه كما يثبت نفی الفضيلة والكمال بترك السنة يثبت بترك المستحب فی الجملة فيترجح بهذا البحث القول بالاستحباب والله سبحنه وتعالى اعلم بالصواب اه **ثانیا** کہا گیا کہ خود امام محقق علی الاطلاق نے اسی کتاب کے باب شروط الصلاۃ میں اپنی اس بحث سے رجوع کی اور فرمادیا کہ حق وہی ہے جو ہمارے علما کا مذہب ہے کہ وضو میں بسم اللہ صرف مستحب ہے ردالمحتار میں ہے تعجب صاحب البحر

ف ۱: تطفل علی الفتح وعلی من نقل عنه فی الفتح

ف ۲: ضروریۃ

خلاف مذہب بحثیں اگرچہ امام ابن الہمام کی ہوں مقبول نہیں جب کہ خلاف اختلاف زمانہ سے ناشی نہ ہو۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

من المحقق ابن الہمام حیث بحث ھنا وجوبہا ثم ذکر فی باب شروط الصلاۃ ان الحق ما علیہ علماؤنا من انہا مستحبۃ کیف وقد قال الامام احمد لااعلم فیہا حدیثا ثابتا اھ **اقول** (۳۵) اللہم غفرا یہ سخت تعجب کا محل ہے فقیر نے ردالمحتار پر جو حاشیہ لکھے ہیں اون میں اس قول پر لکھا **اقول** ف۱ سبحٰن من تنزہ عن النسیان والخطاء انما عبارۃ المحقق فی شروط الصلاۃ فی الکلام علی الاستدلال بقولہ تعالٰی خذوا زینتکم عند کل مسجد علی لزوم ستر العورۃ فی الصلاۃ بہذا القدر الحق ان الاٰیۃ ظنیۃ الدلالۃ فی ستر العورۃ فمقتضاہا الوجوب ومنہم من اخذ منہا قطعیۃ الثبوت ومن حدیث لاصلاۃ لحائض الا بخمار قطعیۃ الدلالۃ فی ستر العورۃ فیثبت الفرض بالمجموع وفیہ ما لایخفی بعد تسلیم قطعیۃ الدلالۃ فی الحدیث والا فقد اعترف فی نظیرہ من نحو لاوضوء لمن لم یسم ولاصلاۃ لجار المسجد انہ ظنی الدلالۃ ولاشک فی ذلک لان احتمال نفی الکمال قائم والاوجہ الاستدلال بالاجماع علی الافتراض فی الصلاۃ کما نقلہ غیر واحد من ائمۃ النقل الی ان حدث بعض المالکیۃ فخالف فیہ کالقاضی اسمٰعیل وھو لایجوز بعد تقرر الاجماع اھ بلفظہ الشریف ولیس فیہ من قولہ فالحق ما علیہ علماؤنا اثر عین ولا اثر وانما ھو من کلام البحر حیث قال والعجب من الکمال ابن الہمام انہ فی ھذا الموضع نفی ظنیۃ الدلالۃ عن حدیث التسمیۃ بمعنی مشترکہا واثبتہا لہ فی باب شروط الصلاۃ بابلغ وجوہ الاثبات بان قال ولاشک فی ذلک لان احتمال نفی الکمال قائم فالحق ما علیہ علماؤنا الی اٰخرہ ما نقل الشامی فالعلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالٰی لم یراجع ھہنا الی الفتح وظن ان الکلام کلہ منقول عنہ وانما ھو عنہ الی قولہ قائم وما بعدہ فمن البحر **ثم اقول** ف۲ (۳۶) العجب کل العجب من المحقق صاحب البحر کیف نسب ھہنا الی المحقق ما لم یقلہ ولم یردہ فانہ رحمہ اللہ تعالٰی انما نفی ھہنا عن خبر التسمیۃ الظنیۃ بمعنی الاشتراک اعنی تساوی الاحتمالین کما یتساوی معنیا المشترک ما لم تقم علی احدہما قرینۃ ولم یقل مکان قولہ مشترکہا مشکوکہا اذ لاشک فی الدلالۃ انما الشک فی تعیین المدلول ولم یعترف بہذا فی شروط الصلاۃ انما اعترف بقیام الاحتمال ولم ینکرہ ھہنا بل قد صرح بہ حیث قال نفی الکمال فیہ احتمال یقابلہ الظہور اھ ولاجل کونہ مرجوحا لم یستنزل الحدیث عن افادۃ الوجوب کما قدمنا نقل کلامہ وھو مرأی منہ فعلام تعارض بین کلامیہ اصلا وباللہ التوفیق **ثم** ف۳ (۳۷) اشد العجب علی العجب ان المحقق صاحب البحر قدم مرکلام المحقق حیث طلوا رحمہما اللہ تعالٰی انہ یدعی قطعیۃ دلالۃ الحدیث علی ایجاب التسمیۃ فی الوضوء حیث قال وقد اجاب (ای فی الفتح) عن قولہم لاواجب فی الوضوء بما حاصلہ ان ھذا الحدیث لما کان ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ ولم یصرفہ صارف افاد الوجوب اھ **اقول** (۳۸) ھذا نقیض ما صرح بہ المحقق

ف۱: معروضۃ علی رد المحتار
ف۲: تطفل علی البحر الرائق
ف۳: تطفل اٰخر علی البحر الرائق

فانہ انما قرران الحدیث ظنی الثبوت والدلالۃ جمیعا وحقق ان الثابت بمثلہ الوجوب دون الاستنان اذا کان احتمال الخلاف مرجوحا وقال ان الظن واجب الاتباع فی الادلۃ الشرعیۃ الاجتہادیۃ وھو متعلق بالاحتمال الراجح فیجب اعتبار متعلقہ اھ کما تقدم وقد نقلہ المحقق صاحب البحر بقولہ ان ارید بظنیہا ما فیہ احتمال ولو مرجوحا فلا نسلم انہ لایثبت بہ الوجوب لان الظن واجب الاتباع وان کان فیہ احتمال اھ فسبحٰن من لایزل ولا ینسٰی ثم حاول المحقق صاحب البحر الرد علی المحقق حیث اطلق باختیار الشق الاول فقال مرادھم من ظنی الدلالۃ مشترکہا ولاشک انہ مشترک شرعی اطلق تارۃ واریدبہ نفی الحقیقۃ نحو لاصلاۃ لحائض الابخمار ولانکاح الابشہود واطلق تارۃ مرادابہ نفی الکمال نحو لاصلاۃ للعبد الابق ولاصلاۃ لجار المسجد الافی المسجد اھ اقول المحقق لاینکرانہ یاتی لہذا وھذا کیف وقد نص بقیام احتمال نفی الکمال فی الموضعین من کلامہ انما یقول ان الاصل نفی الاصل ونفی الکمال خلاف الظاھر فلا ینفیہ ارادتہ حیث دعا الیہ الدلیل ومجرد استعمال لفظ فی معنیین لایجعلہ مشترکا فیہما متساوی الدلالۃ علیہما والا لارتفع المجاز من البین والعجب من المحقق صاحب البحر نسی ھہنا ان مذھب الحنفیۃ والجمہور ان لااجمال فی نحو لاصلاۃ الابطہور وانما ادعی الاشتراک القاضی ابوبکر الباقلانی من الشافعیۃ وقد تکفل بردہ علماؤنا فی کتبہم الزکیۃ ثم قال المحقق صاحب البحر فتعین نفی الحقیقۃ فی الاولی بالاجماع وفی الثانی لانہ مشہور تلقتہ الامۃ بالقبول فتجوز الزیادۃ بمثلہ علی النصوص المطلقۃ وکانت الشہادۃ شرطا اھ اقول اولا مبنی علی الاشتراک ونفی الحقیقۃ متعین بظہورہ وان اکتسب القطع بالاجماع وثانیا ماذکر فی الثانی ان حققت یکن حجۃ علیہ فان تلقی الامۃ بالقبول بمعنی نفی الصحۃ غیر مسلم لخلاف امام دار الہجرۃ ومن معہ فلم یبق الاتلقی الحدیث بالقبول فیفید قطعیۃ الثبوت فقط فلوکان مشترک الدلالۃ تقاعد عن صلوح الزیادۃ بہ علی الکتاب من قبل الدلالۃ وان تکامل من جہۃ الثبوت و ثالثا اشتراط الشہادۃ للصحۃ لایقضی بنفی الحقیقۃ بدونہا فان الحق کما حققت فیما علقت علی رد المحتار الفرق بین باطل النکاح وفاسدہ وقد قال فی الدر المختار یجب مہر المثل فی نکاح فاسد وھو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشہود اھ وبہ صرح فی النہر بل قد نقل البحر مفاد ان کل نکاح اختلف العلماء فی جوازہ کالنکاح بلاشہود فالدخول فیہ موجب للعدۃ اما نکاح منکوحۃ الغیر فلم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا اھ ثم قال فعند عدم المرجح لاحد المعنیین کان الحدیث ظنیا وبہ تثبت السنۃ ومنہ حدیث التسمیۃ اھ اقول اولا النفی بالظہور مرجحا وثانیا مبنی علی ماسبق الیہ ذھنہ رحمہ اللہ تعالٰی

ف: تطفل ثالث علی البحر الرائق وتطفل علی العلامۃ ابن العز
ف: تطفل رابع علیہ
ف: مسئلۃ لا اجمال فی نحو لاصلاۃ الابطہور
ف: تطفل خامس علیہ
ف: تطفل سادس علیہ
ف: تطفل سابع علیہ
ف: تطفل ثامن علیہ
ف: تطفل تاسع علیہ

من ان المحقق يدعى الوجوب بناء على ادعاء قطعية الدلالة وقد علمت انه ضد ما صرح المحقق **وثالثاً** قوله به تثبت السنة ذهول عما حقق المحقق من ان الظنية ولو فى جانبى الثبوت والاثبات لا تبعد الطلب الجازم عن افادة الايجاب كما قدمنا تحقيقه هذا ما مست الحاجة اليه للاحقاق والانتصار للمحقق على الاطلاق ولنرجع الى ما كنا فيه **ثالثاً** اگر اس بحث محقق پر لحاظ بھی ہو تو بسم اللہ واجب للوضوء ہوگی نہ کہ فی الوضوء اور ہمارا کلام افعال داخلہ فی الوضوء میں ہے کما علمت هذا والكلام وان افضى الى قليل تطويل فقد اتى بحمد الله بجزيل تحصيل والحمد لله على ما علم وصلى الله تعالى على سيدنا وآله وصحبه وسلم والله سبحانه وتعالى اعلم واخرجت العجالة فى صورة الرسالة سميتها **الجود الحلو فى اركان الوضوء** (۱۳۲۴ھ) والحمد لله رب العلمين

مسئلہ ۲ ف: از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب انصار حبر بگرامی ۲۰ شریف ۹ جمادی الاولی ۱۳۱۱ھ

ماقولکم دام فضلکم کہ مسواک کتنی طول میں ہونا چاہیے سنا ہے کہ غایۃ السواک فی مسائل المسواک مولفہ مولوی محمد شوکت علی صاحب سندیلوی میں لکھا ہے کہ اگر بالشت بھر سے زائد مسواک ہو تو وہ مرکب شیطان ہے امید کہ اسکی سند لکھی جائے بینوا توجروا

الجواب

یہ قول امام عارف باللہ حکیم الامۃ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہ سے منقول ہے درمختار میں ہے لایزاد على الشبر والا فالشيطان يركب عليه حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے يكون طول شبر مستعمله لان الزائد يركب عليه الشيطان شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے قال الحكيم الترمذی لا يزاد على الشبر والا فالشيطان يركب عليه **اقول** شک نہیں کہ ظاہر حقیقت ہے جب تک کوئی صارف نہ ہو ولا مانع منها فالشيطان موجود وركوبه ممكن والله اعلم بحقيقة الحال اگرچہ علامہ طحطاوی نے حاشیہ در میں فرمایا لعل المراد من ذلك انه ينسيه استعماله او يوسوس له اھ **اقول** ظاہر ف انه فهم رجوع ضمير عليه الى المستاك وانما هو الى السواك كما يفصح عنه ما نقل هو نفسه فى حاشية المراقی والله تعالى اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۶ شعبان معظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ بعد وضو مونھ کپڑے سے پوچھنا نہیں چاہیے اسمیں ثواب وضو کا جاتا رہتا ہے بینوا توجروا

تنویر القندیل فی اوصاف المندیل

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

الحمد للہ الذی ثقل میزاننا بالوضوء وجعلنا غرا محجلین من اثار الوضوء والصلاۃ والسلام علی من کان مندیل سعدہ احسن وانفس من کل حریر ما سخین بہ للہ عن وجوہنا وقلوبنا کل درن ووسخ للتنویر اللہ تعالٰی ثواب عطا فرمائے وضو کا ثواب جاتا رہنا محض غلط ہے۔ ہاں بہتر ہے کہ بے ضرورت نہ پونچھے امراء و متکبرین کی طرح اوسکی عادت نہ ڈالے اور پونچھے تو بے ضرورت بالکل خشک نہ کرلے قدرے نم باقی رہنے دے کہ حدیث میں آیا ہے ان الوضوء یوزن یہ پانی روز قیامت نیکیوں کے پلے میں رکھا جائیگا رواہ الترمذی عن ابن شہاب الزہری من اواسط التابعین وعلقہ عن سعید بن المسیب من اکابرھم وافضلھم اقول والمعلق عندنا فی الاستناد کالموصول وقد وصلہ ابوبکر بن ابی شیبۃ انہ قال اکرہ المندیل بعد الوضوء وقال ھو یوزن وما لا یقال بالرأی فعلی الرفع محمول ما لم یکن صاحبہ اخذ عن الاسرائیلیات بل قد رفعہ تمام فی فوائدہ وابن عساکر فی تاریخہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من توضأ فمسح بثوب نظیف فلا باس بہ ومن لم یفعل فھو افضل لان الوضوء یوزن یوم القیمۃ مع سائر الاعمال یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو وضو کرکے پاکیزہ کپڑے سے بدن پونچھ لے تو کچھ حرج نہیں اور جو ایسا نہ کرے تو یہ بہتر ہے اسلیے کہ قیامت کے دن آب وضو بھی سب اعمال کے ساتھ تولا جائیگا اقول وبہ انتفی الاستدلال بوزنہ علی کراھۃ مسحہ کما قال الترمذی فی جامعہ ان من کرھہ انما کرھہ من قبل انہ قیل ان الوضوء یوزن الخ فھذا الحدیث مع تصریحہ بالوزن نص علی نفی الکراھۃ وان ذلک انما ھو استحباب ومعلوم ان ترک المستحب لا یوجب کراھۃ التنزیہ کما حققہ فی البحر والشامی وغیرھما اسکے سوا اسکی ممانعت یا کراہت کے بارے میں اصلا کوئی حدیث نہیں بلکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متعدد حدیثوں میں اسکا فعل مروی ہوا جامع ترمذی میں ام المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے قالت کان لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرقۃ یتنشف بہا بعد الوضوء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک رومال رکھتے کہ وضو کے بعد اوس سے اعضائے منور صاف فرماتے قلت ونحوہ للدارقطنی فی الافراد عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نیز جامع ترمذی میں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے قال رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا توضأ مسح وجھہ بطرف ثوبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب وضو فرماتے اپنے آنچل سے روئے مبارک صاف کرتے سنن ابن ماجہ میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ فقلب جبۃ صوف کانت علیہ فمسح بہا وجھہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

ف۱: وضو کا پانی روز قیامت نیکیوں کے پلے میں رکھا جائیگا

ف۲: المعلق عندنا کالموصول

ف۳: ما لا یقال بالرأی محمول علی الرفع اذا لم یکن صاحبہ اخذ عن الاسرائیلیات

ف۴: ترک المستحب لا یوجب کراھۃ تنزیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وسلم نے وضو فرما کر اوسی کرتا کہ زیب بدن اقدس تھا اولٹ کر اوس سے چہرۂ انور پونچھا **اقول** یہ چاروں حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں مگر تعدد طرق سے اوسکا انجبار ہوتا ہے معہذا حلیہ میں فرمایا کہ جب حدیث^ف۱^ ضعیف بالاجماع فضائل میں مقبول ہے تو اباحت میں بدرجہ اولٰے علاوہ بریں یہاں ایک حدیث حسن قولی بھی موجود امام ابوالمحاسن محمد بن علی رحمہ اللہ تعالٰی کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام میں روایت فرماتے ہیں **اخبرنا** محمد بن اسمعیل انا ابواسحٰق الارموی اخبرتنا کریمۃ القرشیۃ انا ابو علی بن المحبوبی انا ابوالقاسم المصیصی انا ابو عبدالرحمٰن بن عثمٰن انا ابرٰھیم بن محمد بن احمد بن ابی ثابت ثنا احمد بن بکر ثنا یعلی ثنا سفین عن لیث عن زریق عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاباس بالمندیل بعد الوضوء یعنی انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وضو کے بعد رومال میں کچھ حرج نہیں امام مذکور اس حدیث کو روایت کرکے فرماتے ہیں ھذا الاسناد لاباس بہ حلیہ میں فرمایا وقول^ف۲^ الترمذی لایصح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ھذا الباب شیئ انتھی لاینفی وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لایتوقف ثبوتہ علی الصحیح بل یثبت بہ کما یثبت بالحسن ایضا لاجرم محرر المذہب امام ربانی سیدنا امام محمد شیبانی قدس سرہ النورانی کتاب الآثار شریف میں فرماتے ہیں **اخبرنا ابو حنیفۃ** عن حماد عن ابرٰھیم فی الرجل یتوضأ فیمسح وجہہ بالثوب قال لاباس بہ ثم قال ارأیت لواغتسل فی لیلۃ باردۃ ایقوم حتی یجف قال محمد وبہ ناخذ ولانری بذلک باسًا وھو قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ یعنی امام اجل ابرٰہیم نخعی سے اسباب میں استفتا ہوا کہ آدمی وضو کرکے کپڑے سے مونھ پونچھے فرمایا کچھ حرج نہیں پھر فرمایا بھلا دیکھو تو اگر ٹھنڈی رات میں نہائے تو کیا یونہیں کھڑا رہے یہاں تک کہ بدن خشک ہوجائے امام محمد نے فرمایا ہم اسیکو اختیار فرماتے ہیں ہمارے نزدیک اسمیں کچھ حرج نہیں اور یہی قول امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ وضو^ف۳^ وغسل دونوں کا اسباب میں ایک ہی حکم ہے بلکہ بسا اوقات غسل میں کپڑے سے بدن خصوصًا سر پونچھنے کی حاجت بہ نسبت وضو کے زائد ہوتی ہے اور اگر^ف۴^ تجربۂ صحیحہ یا خبر طبیب حاذق مسلم مستور سے معلوم ہو کہ نہ پونچھنا مرض شدید کا باعث ہوگا جب تو صاف کرلینا واجب ہوجائیگا اگرچہ وضو میں اگرچہ بنہایت مبالغہ کہ نم کا نام نہ رہے حلیہ میں ہے ھذا کلہ اذا لم تکن حاجۃ الی التنشیف فان کان فالظاھر انہ لاینبغی ان یختلف فی جوازہ من غیر کراھۃ بل فی استحبابہ اووجوبہ بحسب تلک الحاجۃ اور صحیحین کی حدیث میں جو ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے انہا اتت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بخرقۃ بعد الغسل فلم یردھا وجعل ینفض الماء بیدہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہانے پہ کپڑا جسم اقدس صاف کرنیکو

ف۱: حدیث ضعیف استحباب واباحت میں بالاجماع مقبول ہے۔

ف۲: قول المحدثین لایصح لاینفی الحسن۔

ف۳: مسئلہ غسل کے بعد بدن پونچھنے کا حکم۔

ف۴: مسئلہ اگر اعضا نہ پونچھنے سے مرض ثابت ہو تو پونچھنا واجب ہوسکتا ہے۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

حاضر لائیں حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ لیا اور ہاتھ سے پانی پوچھ پوچھ کر جھاڑا اس سے کراہت ثابت نہیں
ہوتی لانہا واقعۃ عین لا عموم لہا ف۱ ممکن ہے کہ وہ کپڑا میلا تھا پسند نہ فرمایا ذکرہ الامام النووی فی شرح المہذب
اقول ف۲ وفیہ بعد اذ تکون ام المومنین اختارت لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثل ہذا مع علمہا بکمال
نزاہتہ ونظافتہ ولطافتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا ان یقال ظنت الحاجۃ لبرد ونحوہ ولم تجد الا ما اتت بہ
ممکن ہے کہ نماز کی جلدی تھی اسلیے نہ لیا ذکرہ ایضا اقول ولا یرد علیہ انہ لا یظہر الفرق بین التنشف بالثوب والنفض
بالید فی الاستعجال لان لفظ البخاری فناولتہ ثوبا فلم یاخذہ فانطلق وھو ینفض یدیہ اھ فلعلہ لاجل
الاستعجال لم یقم لیتنشف بالثوب ولم یرد استصحابہ بخلاف النفض بالید فکان یحصل ماشیا کما فعل
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ممکن ہے کہ اپنے رب عزوجل کے حضور تواضع کے لیے ایسا کیا ذکرہ ایضا اقول یعنی
رومالوں سے بدن صاف کرنا ارباب تنعم کی عادت ہے اور ہاتھ سے پانی پوچھ ڈالنا مساکین کا طریقہ تو حضور اقدس صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم نے تواضعا طریقہ مساکین پر اکتفا فرمایا ممکن ہے کہ وقت گرم ہو اسوقت بقائے تری ہی مطلوب تھی ذکرہ ایضا
فی المرقاۃ بکلام المؤمنین کا کپڑا پیش کرنا ظاہر اسیطرف ناظر کہ ایسا ہوتا تھا مگر اسوقت کسی وجہ خاص سے قبول نہ فرمایا قالہ
ابن التین نقلہ فی ارشاد الساری ولفظہ ما اتی بالمندیل الا انہ کان یتنشف بہ وردہ لشیئ رأہ کان فیہ ا ھ
اقول ف۳ وملم یتوقف علی اثبات ان ہذا لم یکن اول غسلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عندہا واتی لہ ذلک
بالجملہ اسقدر میں شک نہیں کہ ترک احیانا دلیل کراہت نہیں ہو سکتا بلکہ وہ تمہ دلیل سنیت ہوتا ہے اور احسن تاویلات
حدیث وہ ہے جو امام اجل ابراہیم نخعی استاذ الاستاذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما نے افادہ فرمائی کہ سلف کرام کپڑے
سے پوچھنے میں حرج نہ جانتے مگر اسکی عادت ڈالنا پسند نہ فرماتے کہ وہ باب ترفہ وتنعم سے ہے سنن ابو داود میں حدیث میمونہ
رضی اللہ تعالٰی عنہا کے آخر میں ہے فذکرت ذلک لابرھیم فقال کانوا لا یرون بالمندیل بأسا ولکن کانوا یکرھون العادۃ
ولفظ الطبری قال الاعمش فذکرت ذلک لابرھیم فقال انما کانوا یکرھون المندیل بعد الوضوء مخافۃ العادۃ
پھر نفس حدیث میں دلیل جواز موجود کہ ہاتھ سے پانی صاف فرمایا اور صاف کرنے میں جیسا کپڑا ویسا ہاتھ ذکرہ الامام
النووی فی شرح المہذب واوردہ فی شرح مسلم عن بعض العلماء مقرا علیہ لکن نقل العلامۃ علی القاری
فی المرقاۃ شرح المشکوۃ عن بعض علمائنا ان معنی قولہا رضی اللہ تعالٰی عنہا فانطلق وھو ینفض یدیہ
یحرکہما کما ھو عادۃ من لہ رجولیۃ قال وقیل ف۴ ینفضہما لازالۃ الماء المستعمل وھو منہی عنہ فی الوضوء والغسل
لما فیہ من اماطۃ اثر العبادۃ مع ان الماء مادام علی العضو لا یسمی مستعملا فالاول اولی اھ ثم نقل عن القاضی

ف۱: حکایۃ وقائع الحال لا تعم
ف۲: تطفل علی الامام النووی
ف۳: تطفل علی الامام القسطلانی وابن التین
لم اقف علی الاصل [illegible]
تنویر القندیل
ان یقول التغییر غیرہ کما ھو عادۃ الاولیاء ۱۲ منہ
ف۴: مسئلہ وضو وغسل میں پانی علاوہ جھٹکنا بہتر ہے مگر منع نہیں اور [illegible] حدیث [illegible] شیطان کا پنکھا ہے ضعیف ہے

الامام عياض ان من فوائد الحديث جواز النفض والاولى تركه لقوله عليه الصلاة والسلام اذا توضأتم فلا
تنفضوا ايديكم ومنهم من حمل النفض على تحريك اليدين فی المشی وهو تأويل بعيد اھ ثم قال اعنی القاری قلت
وانكان التاويل بعيدا فالحمل عليه جمعا بين الحديثين اولی من الحمل علی ترك الاولی اھ **اقول اولا** قد اعترف
ببعد التأويل وهو كذلك ولم يثبت فی النهی عن النفض حديث صحيح قال الامام النووی فی المنهاج تحت الحديث المذكور
فيه دليل علی ان نفض اليد بعد الوضوء والغسل لا باس به وقد اختلف اصحابنا فيه علی اوجه اشهرها ان المستحب
تركه ولا يقال انه مكروه والثانی انه مكروه والثالث انه مباح يستوی فعله وتركه وهذا هو الاظهر المختار
فقد جاء هذا الحديث الصحيح فی الاباحة ولم يثبت فی النهی شئ اصلا اھ والحديث المذكور رواه ابو يعلی فی مسنده
وابن عدی فی الكامل من طريق البختری بن عبيد عن ابيه عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله تعالی
عليه وسلم قال اشربوا اعينكم من الماء عند الوضوء ولا تنفضوا ايديكم فانها مراوح الشيطان ونحوه عند الديلمی
فی مسند الفردوس والمخرجه ايضا ابن حبان فی الضعفاء وابن ابی حاتم فی العلل والبختری ضعيف متروك
كما فی التقريب وقال المناوی فی شرحه الكبير للجامع الصغير المسمی بفيض القدير ان البختری ضعفه ابو حاتم وتركه
غيره وقال ابن عدی روی عن ابيه قدر عشرين حديثا عامتها مناكير هذا منها ومن ثم قال العراقی سنده ضعيف
وقال النووی كابن الصلاح لم نجد له اصلا اھ **قلت** وقد عد بعض اصحابنا وان عدوا عدم النفض من اداب الوضوء
كما فی الدر وغيره فلا غرو فان امثال الحديث فی امثال المقام تقوم بافادة الادبية اما ان ينتهض معارضا
لحديث صحيح فكلا **وثانيا** ترك الاولی لافادة الجواز واقع عنه صلی الله تعالی عليه وسلم بحيث يتجاوز حد الاحصاء
وذلك هو الاولی منه صلی الله تعالی عليه وسلم لكونه من مشارع تبليغ الشرائع والبيان بالفعل اقوی كما
شهد به حديث ام سلمة رضی الله تعالی عنها فی واقعة الحديبية **وثالثا** لفظ الحديث عند مسلم
والنسائی فی طريق اخری عن مخرج الحديث الاعشاری بطريق عبد الله بن ادريس عن الاعمش عن سالم هو ابن
ابی الجعد عن كريب عن ابن عباس عن ميمونة رضی الله تعالی عنهم ان النبی صلی الله تعالی عليه وسلم اتی بمنديل
فلم يمسه وجعل يقول بالماء هكذا يعنی ينفضه اھ ولفظ ابی داود بطريق عبد الله بن داود عن الاعمش فناولته
المنديل فلم يأخذه وجعل ينفض الماء عن جسده فهذه نصوص مفسرة لا تدع لتاويل ذلك البعض مساغا
ولا مجالا فضلا عن ان يكون هو الاولی وانا اتعجب من القاضی الامام كيف يقتصر علی تبعيده وكذا الشيخ المحقق حيث
نقل هذا التاويل فی لمعات التنقيح شرح مشكوة المصابيح عن بعض الشروح واقره وقال فی اشعة اللمعات اين

ف ١ تطفل علی العلامة القاری
ف ٢ تضعيف البختری بن عبيد
ف ٣ تطفل ثان علی القاری
ف ٤ ترك الاولی احيانا لبيان الجواز هو الاولی من النبی صلی الله تعالی عليه وسلم
ف ٥ تطفل ثالث علی العلامة القاری
ف ٦ تطفل علی الامام القاضی عياض
ف ٧ تطفل علی الشيخ المحقق عبد الحق المحدث الدهلوی
ف ٨ تطفل اخر عليه

تنوير القنديل

بعید ست از مقامِ اولئک الذین لما یقولون باطل مالہ من مساغ ہذا اثر ان من الناس من یقول بکراہۃ المندیل بعد الوضوء دون الغسل قال فی الحلیۃ روی عن ابن عباس اھ **قلت** رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ کرہ ان یمسح بالمندیل من الوضوء ولم یکرھہ اذا اغتسل من الجنابۃ اھ وحاول الامام ابن امیر الحاج فی الحلیۃ توجیہہ بان کراھتہ فی الوضوء لما ذکرنا عن الزھری قال ولم ینقل فی الغسل انہ یوزن اھ **اقول**ف۱ تقاعد کونہ یوزن عن ایراث کراھۃ المسح قد قدمناہ وانف۲ سلم فالنقل فی الوضوء نقل فی الغسل بالقیاس الجلی بل بدلالۃ النصف۳ فان الغسل حسنۃ کالوضوء فان کان یوزن ماء الوضوء فکذا ماؤہ بل ھو اولٰی لانھا طھارۃ کبری وماؤہ اکثر واوفی وانما الامر عندی واللہ تعالٰی اعلم ان حبر الامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ رأی فی منعہ فی الغسل حرجا لما اسلفنا۔ بالجملہ تحقیق مسئلہ وہی ہے کہ کراہت اصلاً نہیں ہاں حاجت نہ ہو تو عادت نہ ڈالے اور پونچھے بھی تو تھوڑی الوسع کچھ نم باقی رکھنا افضل ہے فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے لاباس للمتوضیئ والمغتسل ان یتمسح بالمندیل روی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یفعل ذلک ومنھم من کرہ ذلک ومنھم من کرہ للمتوضی دون المغتسل والصحیح ماقلناہ الا انہ ینبغی ان لایبالغ ولایستقصی فیبقی اثر الوضوء علی اعضائہ حلیہ میں ہے وکذا اوقع ذکر التنشیف بلفظ لاباس فی خزانۃ الاکمل وغیرہ وعزاہ فی الخلاصۃ الی الاصل بھذا اللفظ ایضا اھ یہاں ف۴ سے ظاہر ہوا کہ وہ جو درمختار میں واقع ہوا کہ وضو کے بعد رومال سے اعضا پونچھنا مستحب ہے حیث قال من الاداب التمسح بمندیل وعدم نفض یدہ اور منیہ میں کہ غسل کے بعد مستحب ہے حیث قال ویستحب ان یمسح بمندیل بعد الغسل اھ دونوں سہو قلم ہیں لانعلم لھما سلفا فی ذلک فی المذھب فان الخلاف کما علمت فی الکراھۃ فضلا عن الاستحباب ولہذا ردالمحتار میں قول دُر پر فرمایا ذکرہ صاحب المنیۃ فی الغسل وقال فی الحلیۃ ولم ارمن ذکرہ غیرہ وانما وقع الخلاف فی الکراھۃ الخ فاشار الی ان نقلہ الی الوضوء تفرد علی تفرد ہاں علامہ طحطاوی نے قول دُر کو بعد ف۵ استنجا آب استنجا رومال سے پونچھنے پر حمل کیا اور وہ محمل حسن ہے متعدد کتب میں اوسکا استحباب مصرح ہے قال ط قولہ والتمسح ای مسح موضع الاستنجاء بخرقۃ کذا فی فتح القدیر اھ منیہ کے اداب الوضو میں ہے وان یمسح موضع الاستنجاء بالخرقۃ بعد الغسل قبل ان یقوم وان لم یکن معہ خرقۃ یجففہ بیدہ حلیہ میں ہے یعنی الیسری مرۃ بعد اخری حتی لایبقی البلل علی ذلک المحل ومنھم من فسر الاستنقاء بھذا غنیہ میں ہے لیزول اثر الماء المستعمل بالکلیۃ الخ ثم قال ط وفی الھندیۃ ولایمسح ف۶ سائر اعضائہ بالخرقۃ التی یمسح بھا موضع الاستنجاء فلاینافی انہ یمسح بغیرھا اھ ونحوہ فی ردالمحتار **اقول** ف۷ نعم وکرامۃ ولکن لایقتضی ایضا استحباب مسح غیرہ بغیرھا

ف۱: تطفل علی الحلیۃ

ف۲: تطفل اٰخر علیہا

ف۳: [illegible]

ف۴: تنبیہ علی المنیۃ والدر المختار

ف۵: مسئلہ: پانی سے استنجے کے بعد کپڑے سے خوب پونچھ لینا مستحب ہے اگر کپڑا نہ ہو تو بار بار بائیں ہاتھ سے پونچھا کہ خشک ہو جائے

ف۶: مسئلہ: جس کپڑے سے استنجا کا پانی خشک کرے اوس سے باقی اعضا کو نہ پونچھے

ف۷: معروضۃ علی العلامتین ط و ش

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کما لایخفی فلا یفید کلام الشارح رحمہ اللہ تعالٰی **تنبیہ** علما میں مشہور ہے کہ اپنے دامن آنچل سے بدن نہ پونچھنا چاہیے اور اسے بعض سلف سے نقل کرتے ہیں اور ردالمحتار میں فرمایا دامن سے ہاتھ منہ پونچھنا بھول پیدا کرتا ہے لمعات باب الغسل میں ہے الاولی ان لاینشف بذیلہ وطرف ثوبہ ونحوھما وحکی ذلک عن بعض السلف ارشاد الساری باب المضمضۃ والاستنشاق فی الجنابۃ میں ہے قال فی الذخائر واذا تنشف فالاولی ان لایکون بذیلہ وطرف ثوبہ ونحوھما ردالمحتار میں قبیل تیمم ہے زاد بعضھم ما یورث النسیان اشیاء منھا مسح وجھہ او یدیہ بذیلہ ولسیدی عبدالغنی فیھا رسالۃ **اقول**[۱] یہ اہل تجربہ کی ارشادی باتیں ہیں کوئی شرعی ممانعت نہیں جامع ترمذی وسنن ابن ماجہ کی حدیثیں گزریں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گوشہ جامہ مبارک سے چہرہ اقدس کا پانی صاف فرمایا وذکر فی اشعۃ اللمعات فی حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ یحتمل ان یراد بالثوب الخرقۃ والمندیل **اقول**[۲] مع کونہ خلاف الظاہر لایحتملہ حدیث سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کا ضعف ورحاہیں اوسکی شہرت اسے مقتضی کہ اوس سے احتراز اولی ہو بل فی البنایۃ شرح الھدایۃ للامام العینی عن شرح الجامع الصغیر للامام الاجل فخر الاسلام ان الخرقۃ التی یمسح بھا الوضوء بدعۃ محدثۃ یجب ان تکرہ لانھا لم تکن فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا احد من الصحابۃ والتابعین قبل ذلک وانما کانوا یتمسحون باطراف اردیتھم اھ فھذا النص فی المقصود ثم ما ذکر قدس سرہ من الکراھۃ فمحلہ اذا کان بثیاب فاخرۃ کما نعودہ المتجبرون قال الامام العینی بعد نقلہ وقال الفقیہ ابو اللیث فی شرح الجامع الصغیر کان الفقیہ ابو جعفر یقول انما یکرہ ذلک اذا کان شیئا نفیسا لان فی ذلک فخرا وتکبرا واما اذا لم تکن الخرقۃ نفیسۃ فلا باس بہ لانہ لایکون فیہ کبر وقول المصنف (ای صاحب الھدایۃ) ھو الصحیح ای ھذا القول (المذکور عن الفقیھین ابی اللیث وابی جعفر) ھو الصحیح وکذا قال فی جامع قاضی خان والمجتبی وذلک لان المسلمین قد استعملوا فی عامۃ البلدان منادیل فی الوضوء کیف وقد روی الترمذی فی جامعہ الخ ذکر ھھنا حدیث ام المؤمنین المتقدم رضی اللہ تعالٰی عنھا **قلت** اما ما وقع فی القنیۃ من عدم جواز المسح بثیابہ والعمامۃ ففی مسح الید بعد الاکل فانہ رمز او لا عس للامام علاء الدین السعدی وذکر انہ یجوز مسح الید علی الکاغذ ثم ذکر رامزا للمحیط یکرہ[۳] استعمال الکاغذ فی ولیمۃ یمسح بھا الاصابع ولایجوز[۴] مسح الید علی ثیابہ ولا بلا استناد ثم نقل عن استاذہ البدیع انہ قال فعلی ھذا لایجوز علی المنادیل الذی یوضع عند الخوان لمسح الایدی بہ ثم رد بقولہ قلت لکن تعلیل عس فی بیانہ یقتضی جوازہ بالمندیل فانہ قال لان الثوب

مسئلہ ف۱: دامن یا آنچل سے بدن پونچھنا شرعاً منع نہیں مگر دامن سے ہاتھ منہ پونچھنا اہلِ تجربہ کہتے ہیں کہ اس سے بھول پیدا ہوتی ہے۔

ف۲: تطفل علی الشیخ المحقق۔

مسئلہ ف۳: کھانے کے بعد کاغذ سے ہاتھ پونچھنا بہتر۔

مسئلہ ف۴: کھانے کے بعد اپنے عمامہ وغیرہ سے ہاتھ پونچھنا منع ہے بلکہ ... اوس وقت ... ہاتھ منہ دھوئے ہوں ... پونچھنے کے بعد ... جس سے کپڑا خراب ...

ما لنحو ھذا او المندیل ینبہ لہذا اھ فھذا کلہ فی المسح بعدہ لا الکل اقول وانما لم یجز بثیاب اللبس والعمامۃ لانہ یفسدھا وافساد المال لایجوز ویحصل من ھذا ان محلہ ما اذا مسح قبل الغسل وکذا بعدہ ان کان فیہ دسم او رائحۃ تکرہ من الثوب وان احببت فی الطعام و الا فلا مانع فیما یظہر فلیراجع ولیحرر واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

ولنسم ھذا التحریر المنیر تنویر القندیل فی اوصاف المندیل ۔ والحمد للہ رب العٰلمین ⁂

مسئلہ ۴ مرسلہ شیخ شوکت علی صاحب ۱۲ ربیع الآخر شریف سنہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ شرع محمدی فصل بست وہشتم دربیان مکروہات وضو میں ہے ۵ تیسرے تانبے کے برتن سے اگر ؂ ہے وضو ناقص کریگا جو بشر ؂ یہ معلوم ہوا کہ تانبے کے برتن سے کیوں وضو ناقص ہے آج کل بہت شخص تانبے کے برتن لوٹے سے وضو کرتے ہیں کیا ان سب کا وضو ناقص ہوتا ہے بینوا توجروا

الجواب

تانبے کے برتن سے وضو کرنا اوسمیں کھانا پینا سب بلا کراہت جائز ہے وضو میں کچھ نقصان نہیں آتا ہاں قلعی کے بعد چاہیے بے قلعی برتن میں کھانا پینا مکروہ ہے کہ جسمانی ضرر کا باعث ہو اور مٹی کا برتن تانبے سے افضل ہے علمانے وضو کے آداب و مستحبات سے شمار فرمایا کہ مٹی کے برتن سے ہو اور اسمیں کھانا پینا بھی تواضع سے قریب تر ہے ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے (منہا) ای من اداب الوضوء (کون آنیتہ من خزف) اوسمیں اختیار شرح مختار سے ہے (اتخاذھا) ای اوانی الاکل والشرب (من الخزف افضل اذ لا سرف فیہ ولا مخیلۃ وفی الحدیث من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملٰئکۃ ویجوز اتخاذھا من نحاس او رصاص) اوسمیں ہے یکرہ الاکل فی النحاس الغیر المطلی بالرصاص لانہ یدخل الصداء فی الطعام فیورث ضررا عظیما واما بعدہ فلا اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵ ۲۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر درمیان وضو کرنے کے ریح خارج ہو جائے یعنی دو عضو یا تین عضو دھو لیے ہیں اور ایک یا دو باقی ہیں تو اس شخص کو ازسرنو وضو کرنا چاہیے یا جو عضو باقی رہا ہے صرف اوسیکو دھو لینا کافی ہے بینوا توجروا

الجواب

ازسرنو وضو کرے اوتنے اعضا کا غسل باطل ہو گیا مسئلہ بدیہی ہے کہ ناقض کامل ناقض ناقص بدرجہ اولٰی ہے معہذا جزئیہ کی بھی تصریح ہے درمختار میں ہے شرط صحتہا) ای الطہارۃ (صدور الطہر من اھلہ فی محلہ مع فقد مانعہ ردالمحتار میں ہے قولہ مع فقد مانعہ بان لایحصل ناقض فی خلال الطہارۃ لغیر معذور بہ نیز درمختار میں ہے و شرط لتعمیم الوضوء مرۃ

يبعد ايصال المياه من ادرات ؎ كشم و رمص ثم لم تخلل ال ؎ وضوء مناف يا عظيم ذوی الشان ؎ حاشیہ علامہ سید احمد مصری طحطاوی بر در المختار میں ہے قوله مناف لحرج ونحوه مراده زاد الشامی ای لغیر المعذور وبذلك اه جواہر الفتاوی امام اجل صدر شہید رکن الدین ابوبکر محمد بن ابی المفاخر بن عبدالرشید کرمانی کتاب الطہارۃ باب ثالث فتاوائے امام شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سغدی میں ہے رجل ضرب الید علی الارض للتیمم ورفعها وقبل ان یمسح بها وجهه وذراعیه احدث بریح او صوت قال بعضهم یجوز التیمم بمنزلة من ملأ کفیه ماء الوضوء فاحدث ثم استعمله فی بعض الوضوء فانه یجوز وقال السید الامام ناصر الدین لا یجوز وهو اختیار الامام الشجاع بسمرقند لان الضربة من التیمم قال صلی الله تعالی علیه وسلم التیمم ضربتان فقد اتی ببعض التیمم ثم احدث فینتقض کما اذا احصل الکل وهذه بمنزلة الوضوء اذا حصل فی خلاله نقض ما وجد کما ینتقض بعد تمامه اذا حصل قال الامام ظهیر الدین المرغینانی ما اختاره السید الامام حسن وبه ناخذ اه اقول وبالله التوفیق ما ذکره ذلك البعض فی الاستشهاد له من مسألة من ملأ کفیه وضوء الخ انما یتمشی علی احدی روایتین غیر ماخوذ بهما الاولی قول الامام الثانی ان شرط الاستعمال الصب والنیة وقد فقدا فی الصورة المذکورة والاخری ما علیه مشایخ بلخ من اشتراط الاستقرار بعد الانفصال فی موضع ما من بدن او ثوب او ارض او غیرها ومعلوم انه اذا استعمل ما فی کفه فی عضو فالانفصال من الکف وان حصل لکن لم یستقر بعد فلا یکون مستعملا اما علی القول الصحیح المعتمد ان مجرد مس الماء بدنا علیه حدث وانفصاله عنه کاف لحکم الاستعمال وان لم یکن هناك صب من المحدث ولا نیة ولم یستقر بعد ما انفصل فلا شك ان الماء بانفصاله من کفه یصیر مستعملا فلا یصح استعماله فی وضوء ما طهرا وهو واضح جدا وبه تم الرد علی ذلك القول والله تعالی اعلم

مسئلہ ۶: مرسلہ مولوی محمد یعقوب صاحب ارکانی از ریاست رامپور محلہ پنجابیان مکان حافظ غلام شاہ صاحب ۴ شوال ۱۳۲۲ ہجری

بعون من قال فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۵ فیا محمد ومنا الذی فاق فی الاشتهار علی الشمس فی رابعة النهار احتوت فضائله الاقطار احاطت مواهبه الامصار ما قولکم فی ان المتوضیٔ رأی اثر من الدم فی البزاق بعد المضمضة فاخرج ما فی الفم من البزاق وغیره بالمص لیظهر مساواته ومغلوبیته فی البزاق فرأی بعد ما اخرج ان الدم مساو للبزاق ففی هذه هل یجب غسله ام لا وماء المضمضة التی وقعت بعد ذلك الاخراج نجس ام لا ففی صورة النجس ان الید التی مضمض بها اخذ بتلك الید الاناء الذی فیه الماء ووقعت

https://www.facebook.com/darahlesunnat

قطرت ای قطرة تلک الید فی ذلک الاناء غالبا لان تلک الید کانت مبلولة بماء المضمضة لانہ لاشک ان القدة القلیل من ماء المضمضة یصل الی الید عند المضمضة وایضا یبقی شیئ من ماء المضمضة فی الید فلایدخل کل الماء فی الفم وذلک الباقی یلاقی الشفتین ففی ہذہ ان صارت الشفتان نجستین بھی ودالدم المساوی للبزاق عندہ فم ذلک الدم عن الفم یکون مایلاقیہما ایضا نجسا فتکون الید نجسة وماوقع علیہ ماء الید یکون نجسا فیصیر الماء الموضوع فی الاناء الذی اخذ بتلک الید نجسالان قطرة تلک الید وقعت فی الاناء غالبا فذلک المتوضی غسل یدیہ ووجہہ ورجلیہ بذلک الماء الذی وقعت فیہ قطرة تلک الید التی مضمض بہا بعد اخراج الدم المساوی للبزاق ثم وقع فی الشک فتوضأ ثانیا فی المسجد الاٰخر لکن وقعت قطرة فی ماء الاناء الذی یتوضأ بہ ثم توضأ فی الوقت الاٰخر فوقعت قطرات فی ماء الاناء ثم توضأ فی الوقت الاٰخر فوقعت کذلک قطرات فی ماء الاناء عند غسل الیدین وکل قطرات وقعت فی ماء الوضوء انما وقعت فی کل مرة عند غسل الیدین فی ہذہ الاوقات الثلثة فبعد ذلک طہرت اعضاء وضوئہ ام لا لیکتب فی ہذہ الباقیة من الصفحة مختصرا ملخصا بینوا توجروا۔

الجواب

نعم تنجس فمہ وماء المضمضة بعد ذلک الی ثلث نجس وکذا الید التی تمضمض بہا فان قطرت قطرة من الید فی الاناء اعنی داخلہ فی الماء قبل تمام الثلث فقد تنجس ماء الاناء والتمضمض بہ بعد ذلک لایزید الفم والید الا تنجسا ثم اذا توضأ بذلک الماء فقد عمت النجاسة اعضاء الوضوء وکل مااصابہ ذلک الماء من بدن او ثوب وکلما توضأ بماء وقعت فیہ قبل الوضوء قطرة من یدہ المتنجسة فانہ تنجس والغسل بالنجس لایفید طہارة ولاخفة وان غسل الف مرة فاعضاؤہ وثیابہ کلہا الی الاٰن علی نجاستہا فان کانت القطرة التی قطرت اول مرة فی الماء من بقیة المضمضة الاولی یجب غسل کل مااصابہ ماء شیئ من الوضوءات ثلث مرات وان کانت من المضمضة الثانیة فمرتین والثالثة فمرة واحدة لان النجاسة تقبل التشکیک فقبل الغسل نجاسة لاتطہر الا بتثلیث الغسل وبعد الغسل بماء طاہر قلم مرة نجاسة تطہر بغسلتین وبعد الغسل مرتین نجاسة تطہر بغسلة واحدة والماء المصیب شیئا نجسا انما یکتسب من النجاسة قدرہا فی المصاب فماء الغسلة الاولی نجس بالنجاسة الکاملة لایطہر ما یصیبہ الا بثلث غسلات وماء الغسلة الثانیة نجس بنجاسة یطہرہا غسلتان فما یصیبہ یطہر بمرتین وفی ماء الثالثة نجاسة تطہر بغسلة فما اصابہ یطہر بمرة ہذا کلہ اذا تحقق وقوع القطرة فی الماء ومجرد بقاء شیئ من ماء المضمضة فی الید لایقضی بہ جزما لجواز ان لایقع ما فیہا الا علی الاناء من فوق فلا ینجس الا سطحہ الفوقانی او فی الاناء فوق موضع الماء فلا تنجس الماء مالم یصبہ راکدا وحینئذ یطہر المتوضی الثالث ان مرالماء کل مرة علی کل مااصابہ الماء

الملتبس لـه اذ انتقق وقوع القطرة في الماء اول مرة لان هذه المرات الثلث وانما يتحقق حتى في المرة الاولى فهو طاهر من اول مرة كما لايخفى وقس عليه والله تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

بسم الله الرحمٰن الرحيم

مسئلہ

۲۷ ذی القعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکام جاری ہونے سے وضو جاتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الجواب

الحمد لله الذی حمده نور وذکره طهور والصلاة والسلام علی سید کل طیب طاهر واله وصحبه الاطائب الاطاهر۔ زکام کتنا ہی جاری ہو اس سے وضو نہیں جاتا کہ محض بلغمی رطوبات طاہرہ ہیں جنہیں آمیزش خون وریم کا اصلا احتمال نہیں اقول ہمارے علما تصریح فرماتے ہیں کہ بلغم کی قے کسیقدر کثیر ہو ناقض وضو نہیں درمختار میں ہے لاینقضه قیئ من بلغم علی المعتمد اصلا حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے شامل للنازل من الرأس والصاعد من الجوف وقوله علی المعتمد راجع الی الثانی لان الاول بالاتفاق علی الصحیح۔ ردالمحتار میں ہے اصلا ای سواء کان صاعدا من الجوف اونازلا من الرأس خلافا لابی یوسف فی الصاعد من الجوف الیه اشار بقوله علی المعتمد ولو اخره لکان اولی ای لان تقدیمه یوهم ان فی عدم النقض بالبلغم خلافا مطلقا ولیس کذلك فی الصحیح۔ نورالایضاح ومراقی الفلاح میں ہے عشرة اشیاء لاتنقض الوضوء منها قیئ بلغم ولو کان کثیرا لعدم تخلل النجاسة فیه وهو طاهر۔ یہ تصریحات جلیلہ ہیں کہ بلغم جو دماغ سے اترے بالاجماع ناقض وضو نہیں اور ظاہر ہے کہ زکام کی رطوبتیں دماغ ہی سے نازل ہیں تو ان سے نقض وضو کیسا کا قول نہیں ہوسکتا حکم مسئلہ اسیقدر سے واضح ہے مگر یہاں علامہ سید طحطاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو ایک شبہہ عارض ہوا جس کا منشا یہ کہ ہمارے علما نے فرمایا جو سائل چیز بدن سے بوجہ علت خارج ہو ناقض وضو ہے مثلاً آنکھیں دکھتی ہیں یا جسے ڈھلکے کا عارضہ ہو یا آنکھ کان ناف وغیرہا میں دانہ یا ناسور یا کوئی مرض ہو ان وجوہ سے جو آنسو پانی بہے وضو کا ناقض ہوگا درمختار باب الحیض میں ہے صاحب عذر من به سلس بول او استحاضة او بعینه رمد او عمش او غرب وکذا کل مایخرج بوجع ولو من اذن او ثدی او سرة۔ ردالمحتار میں ہے قوله رمد ای ویسیل منه الدمع قوله عمش ضعف الرؤیة مع سیلان الدمع فی اکثر الاوقات قوله غرب قال المطرزی هو عرق فی مجری الدمع یسقی فلا ینقطع مثل الباسور عن الاصمعی بعینه غرب اذا کانت تسیل ولا تنقطع

دموعہا والعزب بالتحریک ورمص فی الماق اھ اسپر علامہ طحطاوی نے فرمایا ظاہرہ یعم الانف اذا زکم یعنی ظاہر ایہ مسئلہ
ناک کو بھی شامل ہے جب زکام ہو علامہ شامی نے اوسپر اعتراض کیا کہ ہمارے علما تصریح فرماچکے ہین کہ سوتے آدمی کے مونھ سے
جو رال بہے اگرچہ پیٹ سے آئے اگرچہ بدبودار ہو پاک ہے قول سید طحطاوی نقل کرکے فرماتے ہین لکن ھو حوابان ماء فم النائم
طاھر ولو منتنا فتامل اقول علامہ طحطاوی کی طرف سے اسپر دو شبہے وارد ہوسکتے ہین اول کلام اوس پانی مین ہے کہ مرض
سے بہے اور سوتے مین رال نکلنا مرض نہین نہ اوسکی بو دلیل علت ہو جیسے آخر روز مین بوے دہان صائم کا تغیر
دوم عوارض مختلف ہین اور مسئلہ کلیہ ہے کہ جو حدث نہین نجس نہین اور اسکا عکس کلی نہین کہ جو نجس نہ ہو حدث بھی
نہ ہو نیند جنون بیہوشی کو نجس نہین کہہ سکتے اور ناقض وضو ہین اور سب سے بہتر مثال ریح ہے کہ صحیح و معتمد مذہب پر
طاہر ہے اور بالاجماع حدث ہے تو آب دہان نائم کی طہارت سے استدلال جائے مجال مقال ہوگا درمختار مین ہے
کل مالیس بحدث لیس بنجس وھو الصحیح رد المحتار مین درایہ سے ہے انہا لا تنعکس فلا یقال ما لا یکون نجسا لا یکون
حدثا لان النوم والجنون والاغماء وغیرھا حدث ولیست بنجسۃ حاشیۂ طحطاویہ مین ہے یلزم من انتفاء کونہ حدثا
انتفاء کونہ نجسا ولا ینعکس فلا یقال ما لا یکون نجسا لا یکون حدثا فان النوم والاغماء والریح لیست بنجسۃ و
ھی احداث اھ اقول وھھنا وھم عرض فی فھم القضیۃ وفھم العکس للعلامۃ الشامی فی رد المحتار
نبھت علیہ فیما علقت علیہ ولعل لنا فی اخرالکلام عودا الیہ اور اگر یہ ثابت کرلین کہ ہر طاہر رطوبت بدن سے
نکلے اگرچہ سائل ہو ناقض نہین تو اب اس تجشم کی حاجت نہ رہیگی کہ آب دہان نائم سے استدلال کیجیے خود آب بینی کی
طہارت مصرح و منصوص ہے درمختار مسائل قے مین ہے المخاط کالبزاق خود علامہ طحطاوی اسکی شرح مین فرماتے ہین۔
وما نقل عن الثانی من نجاسۃ المخاط فضعیف تو مسئلۂ قے بلغم سے استدلال جس طرح فقیر نے کیا اسلم واحکم ہے جس مین خود
علامہ طحطاوی کو اقرار ہے کہ رطوبات بلغمیہ جب دماغ سے اوتری ہون بالاجماع ناقض وضو نہین ثم اقول ایک
یہ نظر کرنی رہی کہ آیا کلیہ مذکورہ ثابت ہے کہ اگر ثابت ہو تو یہانتک استظہار علامہ طحطاوی کے خلاف دو دلیلین ہوجائنگی
مسئلۂ قے و مسئلۂ آب بینی کہ فقیر نے عرض کیے اور علامہ شامی کے طور پر تین تیسری مسئلۂ آب دہان نائم کہ وہ مثل
بزاق یعنی لعاب دہن ہے اور لعاب دہن و بلغم جنس واحد ہین اور اونھین کی جنس سے آب بینی ہے وہی رطوبات
ہین کہ قدرے غلیظ و بستہ ہون تو بلغم کہلائین رقیق ہوکر مونھ سے آئین تو آب دہن غلیظ یا رقیق ہوکر ناک سے
آئین تو آب بینی حلیہ مین ہے فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان ان قاء بزاقا لا ینقض الوضوء بالاجماع
والبزاق ما لا یکون متجمدا منعقدا والبلغم ما یکون متجمدا منعقدا اھ ان کلیہ مذکورہ ضرور ثابت ہے ولہذا اشیاء

https://www.facebook.com/darahlesunnat

میں علمائے کرام ان کی طہارت سے حدث نہ ہونے پر استدلال فرماتے ہیں حلیہ میں ہے انکان ای القیئ بلغما لاینقض لانہ طاھر کما فی البدائع وغیرہ اھ ملتقطا اوسی میں ہے ثم فی البدائع وذکر الشیخ ابومنصور ان جواب ھما فی الصاعد من حواشی الحلق واطراف الرئۃ وانہ لیس بحدث بالاجماع لانہ طاھر فینظر ان لم یصعد من المعدۃ لایکون نجسا فلایکون حدثا اور اسکے نظائر کلام علما میں کثیر ہیں کلیہ کی صریح تصریح لیجئے خزانۃ المفتین میں ہے الخارج من البدن علی ضربین طاھر ونجس فخروج الطاھر لاینقض الطھارۃ کالدمع والعرق والبزاق والمخاط ولبن بنی اٰدم الخ الحمد للہ اس تقریر فقیر سے ایک تحقیق منیر ہاتھ آئی کہ قابل حفظ ہے **فاقول** حدث ونجس کو اگر مطلق رکھیں تو ان میں نسبت عموم وخصوص من وجہ ہے نوم حدث ہے اور نجس نہیں خمر نجس ہے اور حدث نہیں دم فصد حدث ونجس دونوں ہے۔ اور خارج از بدن مکلف کی قید لگائیں لامن بدن الانسان فینتقض طردا وعکسا بخارج الجن والصبی اور اسکے ساتھ نجس سے مراد نجس بالخروج لیں یعنی وہ چیز کہ بوجہ خروج اوسے حکم نجاست دیا جائے اگرچہ اس سے پہلے اوسے نجس نہ کہا جاتا۔ جیسے خون وغیرہ فضلات کا یہی حال ہے پیشاب اگر پیش از خروج ناپاک ہو تو اوسکی حاجت میں نماز باطل ہو۔ اور خون تو ہر وقت رگوں میں ساری ہے پھر نماز کیونکر ہوسکے) تو ان دو قیدوں کے ساتھ حدث عام مطلقا ہے یعنی بدن مکلف سے باہر آنے والا ہر نجس بالخروج حدث ہے اور ہر حدث نجس بالخروج نہیں جیسے ریح فان عینہا طاھرۃ علی الصحیح قضیہ مذکورہ میں علمائے کرام نے یہی صورت مراد لی ہے ولہذا عکس کلی نہ مانا اور اگر قیود مذکورہ کے ساتھ رطوبات کی تخصیص کرلیں تو نسبت تساوی ہے ہر رطوبت کہ بدن مکلف سے باہر آئے اگر نجس بالخروج ہے ضرور حدث ہے اور اگر حدث ہے ضرور نجس ہے تو یہاں ہر ایک کے انتفاء سے دوسرے کے انتفاء پر استدلال صحیح ہے لہذا آب منی کہ نجس نہیں ہرگز ناقض وضو نہیں ہوسکتا وباللہ التوفیق اور نجس میں نجس بالخروج کی قید ہم نے اسلئے زائد کی کہ اگر یہ نہ ہو اور صرف خروج از بدن مکلف کی قید رکھیں تو اب بھی نسبت عموم من وجہ ہوگی کہ ریح حدث ہے اور نجس نہیں اور معاذ اللہ اگر کسی نے شراب پی اور وہ قی ہوئی مگر تھوڑی کہ مونھ بھر کر نہ تھی تو نجس ہے اور حدث نہیں یعنی وضو نہ جائیگا کہ قلیل ہے لیکن یہ اوسکی نجاست اپنی ذات میں تھی خروج کے سبب عارض نہ ہوئی درمختار میں ہے۔ ماء فم المیت نجس کقیئ عین خمر او بول وان لم ینقض لقلتہ لنجاستہ بالاصالۃ لابالمجاورۃ اور اگر رطوبات کی بھی قید بڑھالیں تو اب نجس عام مطلقا ہوجائیگا کہ مسئلہ ریح داخل نہ ہوگا اور مسئلہ خمر باقی ہوگا اب کہ نجس بالخروج کی قید لگائی مسئلہ خمر بھی خارج ہوگیا۔ اور تساوی رہی فان قلت تردحینئذ مسألۃ الخمر علی الکلیۃ الثانیۃ القائلۃ ان کل حدث نجس بالخروج فانہ ان قاء الخمر ملأ الفم کان حدثا قطعا ولم یکن نجسا بالخروج فانہا نجسۃ العین **قلت** لاخروج

ف۱: حدث ونجس کی نسبتوں میں مصنف کی تحقیق منیر
ف۲: خون پیشاب وغیرہ فضلات جبتک بدن سے باہر نہ نکلیں ناپاک نہیں
ف۳: مسئلہ شراب کی قے بھی اگر مونھ بھر کر نہ ہو تو نجس ہے
ف۴: مسئلہ میت کے مونھ کا پانی نجاست ناپاک ہے
ف۵: ...

ان یکتسب النجس نجاسۃ اخری من خارج کخمر وقعت فی بول حتی لو تخللت لم تطہر وان ابیت فلیکن النجس اعم مطلقا وانتفاء العام یوجب انتفاء الخاص فبطہارۃ الخارج یثبت انہ لیس بحدث وفیہ المقصود واللہ تعالٰی اعلم ثم **اقول** حقیقت امر یہ ہے کہ درد ومرض سے جو کچھ بہے اوسے ناقض ماننا اس بنا پر ہے کہ اوس میں آمیزش خون وغیرہ نجاسات کاظن ہے خود مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کلام مبارک میں اسکی تصریح ہوا ور یہی ان فروع کا ماخذ صریح ہے تو زکام اوسکے تحت میں آہی نہیں سکتا منیہ میں ہے عن محمد اذا کان فی عینہ رمد ویسیل الدموع منہا امرہ بالوضوء لانی اخاف ان یکون ما یسیل منہ صدیدا حلیہ میں ہے کذا ذکرہ بنحوہ عند ہشام فی نوادرہ غنیہ میں ہے لافرق فی ذلک بین العین وغیرہا بل کل مایخرج من علۃ من ای موضع کان کالاذن والثدی والسرۃ ونحوہا فانہ ناقض علی الاصح لانہ صدید اوسی میں مثل فتح القدیر تجنیس امام برہان الدین صاحب ہدایہ سے ہے لو خرج من سرتہ ماء اصفر وسال نقض لانہ دم قد نضج فاصفر وصار رقیقا کافی میں ہے عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی اذا خرج (ای من النفطۃ) ماء صاف لاینقض وفی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان قال الحسن بن زیاد الماء بمنزلۃ العرق والدمع فلا یکون نجسا وخروجہ لایوجب انتقاض الطہارۃ والصحیح ما قلنا لانہ دم رقیق لم یتم نضجہ فیصیر لونہ لون الماء واذا کان دما کان نجسا ناقضا للوضوء بحر میں ہے لو کان فی عینیہ رمد یسیل دمعہا یؤمر بالوضوء لکل وقت لاحتمال کونہ صدیدا تبیین الحقائق میں ہے لو کان بعینیہ رمد او عمش یسیل منہا الدموع قالوا یؤمر بالوضوء لوقت کل صلاۃ لاحتمال ان یکون صدیدا او قیحا خلاصہ میں ہے تذکر الاحتلام ورأی بللا ان کان ودیا لایجب الغسل بلا خلاف وان کان منیا او مذیا یجب الغسل بالاجماع ولسنا نوجب الغسل بالمذی لکن المنی یرق باطالۃ المدۃ فکان مرادہ مایکون صورتہ المذی لاحقیقۃ المذی وعلی ہذا الاعمی ومن بعینیہ رمد اذا سال الدمع ینبغی ان یتوضأ لوقت کل صلاۃ لاحتمال خروج القیح والصدید وجیز امام کردری میں ہے احتلم ولم یربللا لاغسل علیہ اجماعا ولو منیا او مذیا لزم لان الغالب انہ منی رق بمضی الزمان وعن ہذا قالوا ان الاعمی ومن بہ رمد اذا سال الدمع یتوضؤ لوقت کل صلاۃ لاحتمال کونہ قیحا او صدیدا بالجملہ مجرد رطوبت کہ مرض سے سائل ہو مطلقا فی نفسہا ہرگز ناقض نہیں بلکہ احتمال خون وریم سبب **ولہذا** امام ابن الہمام کی رائے اسطرف گئی کہ مسائل مذکورہ میں امام محمد کا حکم وضو استحبابی ہے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اسلیے کہ خون وغیرہ ہونا محتمل ہے اور احتمال سے وضو نہیں جاتا مگر ہو کہ خبر اطبا یا علامات سے ظن غالب ہو کہ یہ خون یا ریم ہو تو ضرور وجوب ہوگا فتح میں تجنیس فصل فی النفاس فرمایا فی عینیہ رمد یسیل دمعھا یؤمر بالوضوء لکل وقت لاحتمال کونہ صدیدا واقول ھذا التعلیل یقتضی انہ امر استحباب فان الشک والاحتمال فی کونہ ناقضا لایوجب الحکم بالنقض اذ الیقین لایزول بالشک واللہ اعلم نعم اذا علم من طریق غلبۃ الظن باخبار الاطباء او علامات تغلب ظن المبتلی یجب اسیطرح اونکے تلمیذ ارشد امام ابن امیر الحاج نے میل کیا اور اسکی تائید مین فرمایا یشھد لھذا مافی شرح الزاھدی عقب ھذہ المسألۃ وعن ھشام فی جامعہ ان کان قیحا فکالمستحاضۃ والا فکالصحیح یوہیں محقق بحر نے بحر الرائق مین کلام فتح باب وضو میں بلا عزو ذکر کیا اور مقرر رکھا اور باب الحیض مین ھو حسن فرمایا اور تحقیق یہی ہے کہ حکم استحبابی نہیں بلکہ بوجہ احتیاط ایجابی ہے مشایخ مذہب سے تصریح وجوب منقول ہے خود فتح القدیر باب نواقض الوضو مین فرمایا ثم الجرح والنفطۃ وماء الثدی والسرۃ والاذن اذا کان لعلۃ سواء علی الاصح وعلی ھذا قالوا من رمدت عینہ وسال الماء منھا وجب علیہ الوضوء فان استمر فلوقت کل صلاۃ وفی التجنیس الغرب فی العین اذا سال منہ ماء نقض لانہ کالجرح ولیس بدمع الخ اور تقریر محقق علی الاطلاق کا جواب اون عبارات جلیلہ سے واضح ہو ابھی خلاصہ وبزازیہ سے منقول ہوئین کہ جسطرح احتلام یاد ہونیکی حالت مین صریح مذی کے دیکھنے سے بھی غسل بالاجماع واجب ہو حالانکہ مذی سے بالاجماع غسل واجب نہیں مگر احتیاطا حکم وجوب ہوا خود محقق علی الاطلاق نے فتح مین نقل فرمایا النوم مظنۃ الاحتلام فیحال بہ علیہ ثم یحتمل انہ کان منیا فرق بواسطۃ الھواء اسیطرح یہاں وجود مرض مظنۃ خروج خون وریم ہے تو امر عبادات مین احتیاطا حکم وجوب ہوا منحۃ الخالق مین ہے قولہ وھذا التعلیل یقتضی انہ امر استحباب الخ مرد ہ فی النھر بان الامر للوجوب حقیقۃ وھذا الاحتمال راجح وبان فی فتح القدیر صرح بالوجوب وکذا فی المجتبی قال یجب علیہ الوضوء والناس عنہ غافلون اھ مافی المنحۃ اقول ف۳ والاولی ان یقول ان الوجوب منصوص علیہ عما نقلہ فی فتح القدیر وذلک لما علمت ان المحقق انما نقلہ فی النواقض بلفظۃ قالوا وبحث بنفسہ فی الحیض ان لاوجوب مالم یغلب علی الظن بامارۃ او اخبار طبیب اخیر مین صاحب بحر نے بھی کلام فتح پر استدراک فرما کر مان لیا کہ یہ حکم وجوب کیلیے ہے باب الحیض مین فرمایا وھو حسن لکن صرح فی السراج الوھاج بانہ صاحب عذر فکان الامر للایجاب غرض فریقین تسلیم کیے ہوئے ہین کہ مدار اس رطوبت کے خون وریم ہونے پر ہے قول تحقیق مین احتیاطا احتمال دم پر ایجاب کیا اور خیال محقق و تلمیذ محقق مین جب تک دم کا غلبہ ظن نہ ہو استحباب رہا ولہذا اشکہ رمدمین محقق ابن امیر الحاج نے بحث یہ قید بڑھائی کہ اوسکا رنگ متغیر ہو جس سے

ف۱: مسئلہ: تحقیق یہ ہے کہ درد یا علت سے جو رطوبت بہے اوس مین صرف احتمال خون وریم ہونا ہی وجوب وضو کو کافی ہے اگرچہ یہ تحقیق ہو یہ نہین کہ استحباب ہو

ف۲: تطفل علی النھر

ف۳: تطفل علی النھر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

احتمال خون ظاہر علیہ میں فرمایا وعلی ھذا فما فیہ (ای فی المجتبی) ان من رمدت عینہ فسال منہا ماء بسبب الرمد ینتقض وضوءہ انتہی ینبغی ان یحمل علی ما اذا کان الماء الخارج من العین متغیرا بسبب ذلک اھ مختصرا **اقول** اور تحقیق وہی ہے کہ وجود مرض مظنۂ دم ہے اوسکے ساتھ شہادت صورت کی حاجت نہیں جیسا کہ مسئلہ ۲ میں معلوم ہوا **ولہذا** امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے کتاب التجنیس والمزید میں ناف سے جو پانی نکلے اوسکو زرد رنگ ہونے کی شرط لگائی کہ احتمال دمویت ظاہر ہو کما قدمنا نقلہ **اقول** اور منافی تحقیق نہیں کہ امام ممدوح کا یہاں کلام صورت وجود مرض میں نہیں اور بلا مرض بلاشبہہ حکم دمویت کیلیے شہادت صورت کی حاجت **ولہذا** امام حسن بن زیاد نے فرمایا اور وہ ایک روایت نادرہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی ہے اھ جوہرہ وینابیع وغیرہما بعض کتب میں اوسپر جزم کیا اور امام حلوانی نے خارش اور آبلے والوں کے لیے اوسمیں وسعت بتائی کہ دانوں سے جو صاف نتھرا پانی نکلے نہ ناپاک ہے نہ ناقض وضو کہ رنگت کی صفائی احتمال خون وریم کو ضعیف کرتی ہے کما تقدم نقلہ وذکر الطحطاوی نفسہ فی حاشیتہ علی مراقی الفلاح ما نصہ عن الحسن ان ماء النفطۃ لا ینقض قال الحلوانی وفیہ توسعۃ لمن بہ جرب او جدری او محل وفی الجوہرۃ عن الینابیع الماء الصافی اذا خرج من النفطۃ لا ینقض (الی قولہ) قال العارف باللہ سیدی عبد الغنی النابلسی وینبغی ان یحکم بروایۃ عدم النقض بالصافی الذی یخرج من النفطۃ فی کی الحمصۃ وان ما یخرج منہا لا ینقض اذا کان ماء صافیا جوہرہ نیرہ کی عبارت یہ ہے العرق المدنی اذا خرج من البدن لا ینقض لانہ خیط لا مائع واما الذی یسیل منہ ان کان صافیا لا ینقض قال فی الینابیع الماء الصافی فی الخ یہاں بھی اگرچہ صحیح وہی ہے کہ صاف پانی بھی ناقض مگر نہ اسلیے کہ مطلقا جو رطوبت مرض سے نکلے ناقض ہے بلکہ اوسی وجہ سے کہ دانوں آبلوں کے پانی میں ظن راجح یہی ہے کہ خون وریم رقیق ہو کر پانی ہوگئے کما اسلفنا عن الامام فقیہ النفس قاضی خان بالجملہ اون کے کلمات قاطبۃ ناطق ہیں کہ حکم نقض احتمال وظن خون وریم کے ساتھ دائر ہے نہ کہ زکام سے ناک بہی اور وضو گیا گرمی میں پسینہ آیا اور وضو گیا پستان کی قوت ماسکہ ضعیف ہونے سے دودھ بہا اور وضو گیا ہرگز نہ اسکا کوئی قائل نہ قواعد مذہب اسپر مائل **ثم اقول** ان تمام دلائل قاہرہ وحل باہرہ کے بعد اگر کچھ بھی نہ ہوتا تو یہ استظہار آپ ہی واجب الرد تھا زکام ایک عام چیز ہے غالبا جیسے دنیا میں کوئی فرد بشر جس نے چند سال عمر پائی ہو اور کبھی نہ کبھی اگرچہ جاڑوں ہی کی فصل میں زکام ضرور ہوا ہو گا یقینا عادی کی رو سے کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام وتابعین اعلام وائمہ عظام رضی اللہ تعالی عنہم کو خود بھی عارض ہوا ہو ایسی عموم بلوی کی چیز میں اگر نقض وضو کا حکم ہوتا تو ایک جہان اوس سے مطلع ہوتا مشہور مستفیض حدیثوں میں اسکی تصریح آئی ہوتی کتب ظاہر الروایۃ سے لیکر متون وشروح وفتاوے سب اوسکے حکم سے مملو ہوتے نہ کہ بارہ سو برس کے بعد ایک مصری فاضل سید علامہ طحطاوی بعض عبارات سے

اوسے بطور احتمال نکالیں اور خود بھی اُسکے اصل موضع بیان یعنی نواقض وضو کے ذکر تک اوسکی طرف انکا ذہن نہ جائے حالانکہ
آب وغیرہ کا مسئلہ درمختار میں وہاں بھی مذکور تھا باب الحیض میں جاکر خیال تازہ پیدا ہوا ایسا خیال زنہار قابل قبول نہیں ہوسکتا
تمام اصول حدیث واصول فقہ اسپر شاہد ہیں ف۱ ہاں جیسے رُعاف یعنی ناک سے خون جانے کا مرض ہے اوسی حالت میں اوسے
زکام ہو اور خون نکلنے کے غیر اوقات میں جو ریزش زکام کی آتی ہے سرخی لیے متغیر اللون آتی ہے جس سے آمیزش خون مظنون
ہے تو اسصورت میں نقض وضو کا حکم ظاہر ہے وانما شرطنا ھھنا تغیر اللون المذکور لان العلۃ وان کانت موجودۃ
فالمخاط لا یحدث منھا اعنی من الرعاف فاذا کان صافیا کان من محض الزکام واذا تغیر استند تغیرہ الی الرعاف بناء
علی الظاھر وان امکن استنادہ الی اسباب اخر ھذا ما عندی وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالی ورأیتنی
کتبت علی ھامش نسختی الغنیۃ عند قولہ ناقض علی الاصح لانہ صدید ما نصہ قلت تعلیلہ النقض بانہ
صدید یبعد استظھار الطحطاوی النقض بالزکام لکونہ ماء سال من علۃ وتعقبہ الشامی بما صرحوا بان ماء
فم النائم طاھر وان کان منتنا اقول لکن فیہ ان النوم لیس بعلۃ والمکث ینتن فلم یلزم کونہ من علۃ وانما الناقض
ما منھا فافھم لکنی اقول الزکام امر عام ولعلہ لم یکن انسان الا ابتلی بہ فی عمرہ مرارا ومتیقن انہ وقع فی کل
قرن وکل طبقۃ بل کل عام وفی عھد الرسالۃ وزمن الصحابۃ وایام الائمۃ بل لعلھم زکموا بانفسھم ایضا فلو کان
ناقضا لوجب ان یشتھر حکمہ ویملأ الاسماع ویعم البقاع ویتدفق منہ بحار الاسفار قدیما وحدیثا فقھا
وحدیثا لا ان لا یذکر فی شیئ من الکتب ویبقی موقوفا الی ان یستخرجہ العلامۃ الطحطاوی علی وجہ الاستظھار فی القرن
الثالث عشر وقد علمت ف۲ ان ما کان ھذا شانہ لا یقبل فیہ حدیث روی احاد الا ان الاحادیۃ مع توفر الدواعی امارۃ الغلط
والذی نطق بہ ف۳ العبد الضعیف ان ما کان خروجہ معتادا ولا ینقض لا ینقض ایضا اذا فحش وان عد حینئذ علۃ فیما
یعد الا تری ان العرق لا ینقض فاذا فحش جدا کما فی بحران المحموم او بعض الامراض لم ینقض ایضا وکذلک الدمع
واللبن والریق فکذا المخاط ومن اول دلیل علیہ ما اجمعوا علیہ ان من قاء بلغما فان نازلا لا ینقض وان ملأ الفم
ومعلوم انہ لا اختلاف فی البلغم وماء الزکام فی الحقیقۃ وما یملؤ الفم کثیر فوجب عدم النقض بالزکام ھذا ما ظھر لی
واللہ تعالی اعلم اھ ما کتبت علیہ ونقلتہ لما اشتمل علی بعض فوائد واللہ سبحنہ ولی التوفیق وبہ الوصول الی
ذری التحقیق والحمد للہ علی ما علم وصلی اللہ تعالی علی سیدنا والہ وسلم واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۸ فـ دوم ذی القعدۃ الحرام ۱۳۲۴ھ

رسالہ

الطراز المعلم فیما ھو حدث من احوال الدم ۱۳۲۴ھ

مسئلہ ف۱: جبکہ ناک سے خون جاتا ہو اسی حالت میں اسے زکام ہو اور ریزش میں سرخی ہے یا غیر اوقات خون میں ریزش سرخ آتی ہو تو اس صورت میں وضو جاتا رہے گا۔

ف۲: لا یقبل حدیث الاحاد فی موضع عموم البلوی فکیف برای عالم متاخر

مسئلہ ف۳: مصنف کی تحقیق کہ جو چیز عادۃً بدن سے نکلتی ہو اور اس سے وضو نہ جاتا ہو وہ اگر بیماری کی وجہ سے بکثرت نکلے جب بھی ناقض نہ ہوگی

مسئلہ ف۴: خون کے جن اقسام سے وضو جاتا ہے

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ اگر خون چمکا اور باہر نہ آیا تو وضو جائیگا یا نہیں اور اگر کپڑا اوس خون پر بار بار مختلف جگہ سے لگ کر آلودہ ہوا کہ قدر درم سے زائد ہو گیا تو ناپاک ہوگا یا نہیں اور اگر خارش وغیرہ کے دانون پر جو چپک پیدا ہوتی ہے اوس سے کپڑا اوسیطرح بھرا تو کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ شہد بہ الحی ودمی والصلاۃ والسلام علی الطیب الطاہر النبی الامی وآلہ وصحبہ ومسائر حزبہ ومن فی سبیلہ اذی وادمی یہان تین صورتین ہین **اول** چمکنا یعنی خون ریم وغیرہ نے اپنی جگہ سے اصلا تجاوز نہ کیا بلکہ اوسپر جو کھال کا پردہ تھا وہ ہٹ گیا جسکے سبب وہ شے اپنی جگہ پر نظر آنے لگی پھر اگر وہ کسی چیز سے مس ہو کر اوسمین لگ آئی مثلا خون چمکا اوسے اونگلی سے چھوا اونگلی پر اوسکا داغ آگیا یا خلال کیا یا مسواک کی یا اونگلی سے دانت مانجھے یا دانت سے کوئی چیز کاٹی ان اشیا پر خون کی رنگت محسوس ہوئی یا ناک اونگلی سے صاف کی اوسپر سرخی لگ آئی اور ان سب صورتون مین اوس ملنے والی شے پر اثر آجانے سے زیادہ خود اوس خون کو حرکت نہ ہوئی تو یہ بھی جگہ سے تجاوز کرنا نہ ٹھہریگا کہ اوسمین آپ تجاوز کی صلاحیت نہ تھی اور اسی حکم مین داخل ہے یہ کہ دانہ آبلہ دن کی سطح سے اوبھار رکھتا ہو خون وریم اوسکے باطن سے تجاوز کرکے اوسکے مونھ پر رہجائے مونھ سے اصلا تجاوز نہ کرے کہ وہ جب تک دانون یا آبلون کے دائرے مین ہین اپنی ہی جگہ پر گنے جائینگے اگرچہ آبلے کے جرم مین حرکت کریں یہ صورت بالاجماع ناقض وضو نہین نہ اس خون وریم کے لیے حکم ناپاکی ہے کہ مذہب صحیح و معتمد مین جو حدث نہین وہ نجس بھی نہین و لہذا اگر خارش کے دانون پر کپڑا مختلف جگہ سے بار بار لگا اور دانون کے مونھ پر چپک پیدا ہوتی ہے جسمین خود باہر آنے اور بہنے کی قوت نہین ہوتی اگر دیر گزرے تو وہان کی وہین چمکی رہے اوس چپک سے سارا کپڑا بھر گیا ناپاک نہ ہوگا یہی حالت خون کی ہے جب کہ اوسمین قوت سیلان نہ ہو یعنی ظن غالب سے معلوم ہو کہ اگر کپڑا نہ لگتا اور اوسکا راستہ کھلا رہتا جب بھی وہ باہر نہ آتا اپنی جگہ ہی پر رہتا ہان اگر حالت یہ ہو کہ خون بہنا چاہتا اور کپڑا لگ لگ کر اوسے اپنے مین لے لیتا ہے تجاوز نہین کرنے دیتا یہانتک کہ جتنا خون قابل سیلان تھا وہ اس کپڑے ہی مین لگ لگ کر کھچ گیا اور بہنے نہ پایا تو ضرور وضو جاتا رہیگا اور قدر درم سے زائد ہو تو کپڑا بھی ناپاک ہو جائیگا کہ یہ صورت واقع مین بہنے کی تھی کپڑے کے لگنے نے اوسے ظاہر نہ ہونے دیا **دوم** اوبھرنا کہ خون وریم اپنی جگہ سے بڑھ کر جسم کی سطح یا دانے کے مونہ سے اوپر ایک بولے کی صورت ہو کر رہگیا کہ اوسکا جرم سطح جسم و آبلہ سے اوپر ہے مگر نہ وہان سے ڈھلکا نہ ڈھلکنے کی قوت رکھتا تھا جیسے سوئی چبھونے مین ہوتا ہے کہ خون کی خفیف بوند نکلی اور لمعطے یا دانے کی شکل پر ہو کر رہگئی آگے نہ ڈھلکی اور اسی قسم کی اور صورتین انمین بھی ہمارے علما کے مذہب اصح مین وضو نہین جاتا یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوی اور اسی حکم مین داخل ہے

یہ کہ خون یا ریم اوبھرا ور فی الحال اوسمین قوت سیلان نہین اوسے کپڑے سے پونچھ ڈالا دوسرے جلسے مین پھر اوبھرا اور صاف کردیا یونہین مختلف جلسون مین اتنا نکلا کہ اگر ایک بار آتا ضرور بہ جاتا تو اب بھی نہ وضو جائے نہ کپڑا ناپاک ہو کہ ہر بار اوتنا نکلا ہے جسمین بہنے کی قوت نہ تھی ہان جلسہ واحدہ مین ایسا ہو تو وضو جاتا رہیگا کہ مجلس واحد کا نکلا ہوگویا ایکبار کا نکلا ہوا ہے یونہین اگر خون اوبھرا اور اوسپر مٹی وغیرہ ڈالدی پھر اوبھرا پھر ڈالی اسیطرح کیا تو وضو نہ رہیگا جب کہ ایک جلسے مین بقدر سیلان جمع ہو جاتا کہ یہ بہنے ہی کی صورت ہو اگرچہ عارض کے سبب صرف اوبھرنا ظاہر ہوا اور ایک جلسہ مین اتنا ہوتا یا نہ ہوتا اسکا مدار ٹھیک انداز اور غلبہ ظن پر ہے سوم بہنا کہ اوبھر کر ڈھلک بھی جائے یا کسی مانع کے باعث نہ ڈھلکے تو فی نفسہ اتنا ہو کہ مانع نہ ہوتا تو ڈھلک جاتا جسکی صورتین اوپر گزرین یہ تینون شکل ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناقض وضو ہے اور کپڑا قدر درم سے زائد بھرے تو ناپاک ہان وہ بہنا کہ صرف باطن بدن مین ہو ناقض نہین کہ باطن انسان مین تو خون ہر وقت دورہ کرتا ہے آنکھون کے ڈھیلے بھی شرعًا باطن بدن مین داخل ہین ولہذا وضو و غسل کسی مین یہانتک کہ حقیقی نجاست سے بھی اون کے دھونے کا حکم نہ ہوا تو اگر آنکھ کے بالائی حصے مین کوئی دانہ پھوٹا اور خون و ریم اوسکے زیرین حصے تک بہکر آیا مگر آنکھ سے باہر نہ ہوا وضو نہ جائیگا اور حسب قاعدہ مسلوکہ جب وہ حدث نہین تو نجس بھی نہین پس اگر کپڑے سے اوسے پونچھ لیا اور وہ کپڑا پانی مین گرا پانی ناپاک نہ ہوگا اور ناک کی سخت بانسے مین اختلاف ہو کہ اگر خون دماغ سے اوترکر اوسمین بہا اور نرم بانسے تک نہ پہنچا تو ناقض وضو ہوگا یا نہین مشہور تر یہ ہو کہ وضو نہ جائیگا کہ ناک کا سخت حصہ بھی اندر سے یقینًا باطن بدن مین داخل ہے ولہذا وضو و غسل کسی مین اوسکا دھونا واجب نہین اور انسب یہ ہے کہ وضو کرلے کہ اس موضع کا دھونا اگرچہ واجب نہین وضو و غسل دونون مین سنت تو ہے فتح القدیر مین ہے المخروج فی غیر السبیلین ھو تجاوز النجاسۃ الی موضع التطھیر فلو خرج من جرح فی العین دم فسال الی الجانب الاٰخر منھا لاینقض لانہ لایلحقہ حکم ھو وجوب التطھیر او ندبہ بخلاف ما نزل من الراس الی ما لان من الانف لانہ یجب غسلہ فی الجنابۃ ومن النجاسۃ فینقض ولو ربط الجرح فنفذت البلۃ الی طاق لا الی الخارج نقض ویجب ان یکون معناہ اذا کان بحیث لولا الربط سال لان القمیص لو تردد علی الجرح فابتل لایتنجس مالم یکن کذٰلک لانہ لیس بحدث ولو اخذہ من راس الجرح قبل ان یسیل مرۃ فمرۃ ان کان بحال لو ترکہ سال نقض والا لا وفی المحیط حد السیلان ان یعلو وینحدر عن ابی یوسف وعن محمد اذا انتفخ علی راس الجرح وصار اکبر من راسہ نقض والصحیح لاینقض وفی الدرایۃ جعل قول محمد اصح ومختار السرخسی الاول وھو اولی وفی مبسوط شیخ الاسلام تورم راس الجرح فظھر بہ قیح ونحوہ لاینقض مالم یجاوز الورم لانہ لایجب غسل موضع الورم فلم یتجاوز الی موضع یلحقہ حکم التطھیر و مختار مین ہے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لا یجب غسل ما فیہ حرج کعین وان اکتحل بکحل نجس اھ یہ مین ہے المراد بالخروج من السبیلین مجرد الظھور وفی

غیرھما عین السیلان ولو بالقوۃ لما قالوا لو مسح الدم کلما خرج ولو ترکہ لسال نقض والا لا کما لو سال فی باطن

عین اوجرح اوذکر ولم یخرج ر د المحتار مین ہے اذا وضع علیہ قطنۃ او شیئا اٰخر حتی ینشف ثم وضعہ ثانیا وثالثا

فانہ یجمع جمیع ما نشف فان کان بحیث لو ترکہ سال نقض وانما یعرف ھذا بالاجتھاد وغالب الظن وکذا لو القی علیہ

رمادا او ترابا ثم ظھر ثانیا فتربہ ثم وثم فانہ یجمع قالوا وانما یجمع اذا کان فی مجلس واحد مرۃ بعد اخری

فلو فی مجالس فلا تاترخانیۃ ومثلہ فی البحر اقول وعلیہ فما یخرج من الجرح الذی ینز دائما ولیس فیہ قوۃ السیلان

ولکنہ اذا ترک یتقوی باجتماعہ ویسیل عن محلہ فاذا نشفہ او ربطہ بخرقۃ وصار کلما خرج منہ شیئ تشربتہ

الخرقۃ ینظر ان کان ما تشربتہ الخرقۃ فی ذلک المجلس شیئا فشیئا بحیث لو ترک واجتمع لسال بنفسہ نقض

والا لا ولا یجمع ما فی مجلس الی مجلس اٰخر اھ یہ مین ہے صرح فی غایۃ البیان بان الروایۃ مسطورۃ فی کتب اصحابنا انہ

اذا وصل الی قصبۃ الانف ینتقض وان لم یصل الی ما لان خلافا لزفر وان قول الہدایۃ ینتقض اذا وصل الی ما لان بیان لاتفاق ھما

جمیعا ای لتکون المسألۃ علی قولی زفر ایضا لان عندہ لا ینتقض ما لم یصل الی ما لان فھذا صریح فی ان المراد بالقصبۃ ما اشتد بحرالرائق مین ہے

ولیس ذلک الا لکونہ یندب تطھیرہ فی الغسل ونحوہ اسی مین ہے قالوا لا ینقض ما ظھر من موضعہ ولم یرتق کالنفطۃ

اذا قشرت ولا ما ارتقی عن موضعہ ولم یسل کالدم المرتقی من مغرز الابرۃ والحاصل فی الخلال من الاسنان وفی الخبز

من العض وفی الاصبع من ادخالہ فی الانف اسیطرح جامع الرموز مین محیط سے ہے عالمگیری مین ہے المتوضیئ اذا عض

شیئا فوجد فیہ اثر الدم او استاک بسواک فوجد فیہ اثر الدم لا ینتقض ما لم یعرف السیلان کذا فی الظھیریۃ

اھ **تنبیھات** عدیدۃ جلیلۃ مفیدۃ **الاول** یقول العبد الضعیف لطف بہ المولی اللطیف لقد احسن

المحقق البحر صاحب البحر فیما نقلنا عنہ اٰنفا فی مسألۃ الخلال والخبز اذ جزم بھذا المصرح بہ المنصوص علیہ من غیر

واحد من المشائخ العظام ولم یرکن الی ما یوھمہ ظاھر ما فی التبیین حیث قال ذکر الامام علاء الدین ان من اکل

خبزا او رأی اثر الدم فیہ من اصول اسنانہ ینبغی ان یضع اصبعہ او طرف کمہ علی ذلک الموضع فان وجد فیہ

اثر الدم انتقض وضوءہ والا فلا اھ ورأیتنی کتبت علیہ ما نصہ ۲ **قولہ** لو کان ظھور اثر الدم علی شیئ

بالاتصال ناقضا مطلقا فلم لم ینقض حین رأی الدم علی الخبز اولا بل الواجب ان تکون فی نفسہ قوۃ التجاوز من محلہ

لا ان یمسہ شیئ فیلتصق بہ وھذا اظھر من ان یظھر ولعلہ ھو المقصود ای یجرب ھل ھو سائل ام کان

بادیا وانتقل الی الخبز بالمساس ولعل ظانا یظن ان البادی لقلتہ وعدم مددہ ینتشف بالمساس

ف ۱ مسئلہ: زخم وار و قرار پاکر خون نکلا ہر بار اتنا نہ تھا کہ بہے اور اسے کپڑے سے پونچھا یا خاک ڈالی تو وضو نہ جائیگا اور پونچھا ایک مجلس میں ہو اور اگر جمع ہوکر بہنے کے لائق ہو جاتا تو وضو جاتا رہا۔

ف ۲ مسئلہ: قطرہ اتر کر ناک کی ہڈی تک آیا۔

المعلم الطراز

سوئی اور خلال وغیرہ پر خون لگا یا دوبارہ دیکھا پھر اثر پایا وضو جانے کو کافی نہیں جب تک بہنے کی قوت معلوم نہ ہو۔

ف ۳: تطفل ۲ علی الامام الزیلعی

الاول فاذا وضع الاصبع او الكم وظهر فيه ظهر ان له مددا فلا يكون باديا بل خارجا **اقول** وليس الشیئ وکفی بالمشاهدة شهودا علیه وقد تقدم عن الفترات القمیص لو تردد علی الجرح فابتل لا ینجس ما لم یکن بحیث لو عصر تقاطر ولا ینقض الوضوء لانه لیس بحدث اھ ما كتبت ثم رأیت و لله الحمد ان جنح فی الحلیة الی تأویله بما ذکرت وھذا لفظه الشرنبلالیة ط ولو عض شیئا فرأی علیه اثر الدم فلا وضوء علیه **ش** وكذا لو خلل اسنانه فرأی الدم علی راس الخلال لا وضوء علیه لانه لیس بدم سائل ذكره قاضی خان وغیره ھ وقال بعض المشایخ ینبغی ان یضع کمه او اصبعه فی ذلك المواضع ان وجد الدم فیه نقض والا فلا **ش** ھذا ھو اختیار الامام علاء الدین كما فی الذخیرة وغیرھا والاحسن لا ینقض ما لم یعرف السیلان كما فی الفتاوی الظهیریة والظاھر انه مراد الكل ومن ثم قال فی خزانة الفتاوی عض علی شیئ واصابه دم من بین اسنانه او اصاب الخلال ان كان بحیث لو ترکه لا یسیل لا ینقض اھ فالحمد لله علی كشف الغمة ثم راجعت الغنیة فرأیت ان الترجیح الاخیر الذی ترجیت بقولی ولعل ظانا یظن قد وقع فانه رحمه الله تعالی قال بعد قول بعض المشایخ وھذا ھو الاحوط فانه اذا رأی الاثر یجب علیه ان یتعرف ھل ذلك عن شیئ سائل بنفسه ام لا فاذا الصقه ثانیا علی کمه او اصبعه غلب علی الظن كونه سائلا والا فلا وفی الحاوی سئل ابرھیم عن الدم اذا خرج من بین الاسنان فقال ان كان موضعه معلوما وسال انتقض وھو نجس وان لم یعلم وخرج مع البزاق فانه ینظر الی الغالب اھ وقد اصاب رحمه الله تعالی اولا ان الواجب تعرف سیلانه بنفسه واخطأ حیث عقبه بقول ابرھیم المدیر الحكم علی السیلان وانما الزلة فی زعمه ان بالصق علی الاصبع ثانیا یغلب علی الظن سیلانه وقد قدمنا ما یكفی ویشفی وقول الامام الاجل ظهیر الدین المرغینانی لقول الاكثرین انه الاحسن مع ظهور وجهه ومع انه علیه الاكثر وانه جزم به الاكابر كقاضی خان وصاحب المحیط وغیرھما لا یقاومه قول الغنیة ان خلافه احوط مع عدم ظهور وجهه بل ظهور وجه عدمه وانما الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین كما فی الفتح والبحر وغیرھما الاجرم لم یعرج علیه المحقق الشارح نفسه فی شرحه الصغیر الملخص من ھذا الكبیر انما اقتصر علی نقل قول ابرھیم ولله الحمد علی تواتر الائه علی حمده الاتم **الثانی** عامة الرواة فی ما ذكرنا من الخلاف فی حد السیلان انه العلو والانحدار معا او مجرد العلو علی النسبة الاول الی الامام الثانی والثانی الی الامام الشیبانی وقال فی الحلیة ظاھر البدائع انه الاول قول علمائنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم اھ وفی الفوائد المخصصة لسیدی العلامة ابن عابدین اشتراط السیلان فی نقض الطهارة فیه خلاف والصحیح اشتراطه وان اخذ اكثر من راس الجرح خلافا لمحمد وجعلها فی الظهیریة روایة شاذة عن محمد وفی التتارخانیة

ف ۱: تطفل علی الغنیة

ف ۲: الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین

https://www.facebook.com/darahlesunnat

عن المحيط اشتراط السيلان مذهب علمائنا الثلثة وانه استحسان وقال زفر رحمه الله تعالى اذا علا فظهر على رأس الجرح ينتقض وضوءه وهو القياس انتهى اقول قد عرف مذهب زفر في الهداية وغيرها النقض بمجرد الظهور فقوله علا اى من الباطن وقوله ظهر بمعنى التبين دون الصعود كيف وزفر لا يشترط الا انتقاله والصعود بعد الوصول الى رأس الجرح فليعلم ذلك ورأيت في خلاصة الامام طاهر بن عبد الرشيد البخاري ما نصه في بعض نسخ الجامع الصغير الدم اذا لم يتحدر عن رأس الجرح لكن علا فصار اكبر من رأس الجرح لا ينتقض وضوءه ثم رأيت في وجيز الكردري جزم بعزوه الجامع الصغير كما سيأتي فاذن اطلاقه القول يفيد ظاهرا انه مذهب علمائنا الثلثة رضي الله تعالى عنهم

ف۱ ثم هو الذي صححه عامة ائمة الفتوى كقاضي خان وغيره ممن قصصنا ولم نقصص عليك ووقع ههنا زلة قلم من المحقق البحر تبعه عليها العلامة ط حيث قال في البحر الرائق في الدراية جعل قول محمد اصح واختاره السرخسي وفي فتح القدير انه الاولى اھ وهو كما ترى سهو ظاهر وانما اختار السرخسي قول ابي يوسف واياه جعل في الفتح اولى كما نقلنا لك نصوصهم رحمهم الله تعالى جميعا ورحمنا بهم أمين نبه عليه العلامة ش قائلا فاجتنبه اھ قلت ف۲ ونسبة تصحيح قول محمد الى الدراية منصوص عليها في الفتح وتبعه عليه من بعده حتى العلامة ش اذ نقل كلامه هذا في رد المحتار واقره عليه لكنه زعم ف۳ في منحة الخالق حاشية البحر الرائق انه ذكر في الدراية قول ابي يوسف فقط ثم ذكر قول محمد ثانيا ثم قال والصحيح الاول فليراجع اھ وهذا يقتضي انه انقلب الامر على الفتح ايضا كما انقلب على البحر واذا اصح هذا بقيت التصحيحات كلها راجعة الى قول ابي يوسف وهو اسكن للقلب وامكن فليراجع والعبد الضعيف لم ير ههنا تصريح احد بتصحيح قول محمد بل ولا ترجيحا له واختياره اللهم الا ما في الفوائد المخصوصة عن الذخيرة عن الفقيه ابي جعفر عن محمد بن عبد الله رحمه الله تعالى انه كان يميل في هذا الى انه ينتقض وضوءه وراه سال الا قال اعني صاحب الذخيرة وفي فتاوى النسفي هكذا اھ وكذا ما رأيته في جواهر الفتاوى من الباب الرابع المعقود لفتاوى الامام الاجل نجم الدين النسفي ما نصه رجل توضأ فعض الذباب بعض اعضائه فظهر منه دم لا ينتقض الوضوء لقلته ولو غرز في عضوه شوكة او ابرة فظهر الدم ولم يسل قال ينتقض وضوءه لان الظاهر انه سال عن رأس الجرح اھ وهذا ما كان اشار اليه في الذخيرة ان هكذا في فتاوى النسفي وكلامنا عليه في مجموع النوازل نقله عنه في الخلاصة ثم عقبه بما في نسخة الجامع الصغير ثم قال فعلى هذا ينبغي ان لا ينتقض اھ وكلام ما وقع في الكفاية من قوله بعض مشائخنا رحمهم الله تعالى اخذوا بقول محمد رحمه الله تعالى احتياطا وبعضهم اخذوا بقول ابي يوسف رحمه الله تعالى وهو اختيار المصنف اى صاحب الهداية رحمه الله تعالى رفقا بالناس

ف۱: تنبيه على سهو وقع في البحر وتبعه ط

ف۲: معروضة على العلامة ش

ف۳: تنبيه على سهو وقع في الفتح على ما زعم العلامة ش

العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية

https://www.facebook.com/darahlesunnat

خصوصا فی حق اصحاب القروح اھ **اقول** وھذا^(ف1) اغرب من الکل لانه ربما یوھم ان الاختیارین متکافئان والا ماوقع فی وجیز الامام الکردری حیث قال نوازل (ای قال فی مجموع النوازل) شاکه شوکة اوابرة فخرج بها وظهر ولم یسیل نقض وفی الجامع الصغیر لم ینحدر الدم عن راسه لکنه علا وصار اکثر من راس الجرح لاینقض وھذا خلاف مافی النوازل والاول عن الامام الثانی والثانی عن محمد رحمهما الله تعالی والنقض اقیس لان مزایلته عن مخرجه سیلان اھ **قلت**^(ف2) وانت تعلم ان قد انقلب علیه الامر فی نسبة المذهبین الی حضرة الامامین **اقول** وعجبا منه ان عزا ما عزا للجامع الصغیر جازما ثم قال والثانی ای عدم النقض عن محمد فان مافی الجامع الصغیر مطلقا ان لم یکن ظاهره انه قول ائمتنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم فلااقل من ان یکون قول محمد فکیف النسبة الیه بعن ثم لا نظر الی قوله اقیس مع مامر من تصحیحات عامة الائمة قول عدم النقض بلفظ ھو الصحیح والاصح والمختار وغیرها ویقطع النزاع مارأیت فی جواھر الاخلاطی وفی الفوائد المخصوصة عن الذخیرة والتتارخانیة ثلثتهم عن فتاوی خوارزم وفی الھندیة عن المحیط واللفظ للاولی اذا لم ینحدر عن راس الجرح ولکن علا فصار اکبر من راس الجرح لاینتقض وضوؤہ والفتوی علی عدم النقض فی جنس ھذہ المسائل اھ والله الموفق **الثالث** ابو یوسف یجمع القیئ اذا اتحد المجلس ولایعتبر السبب وعکس^(ف3) محمد وقوله الاصح وتطابقت النقول ھھنا علی اعتبار المجلس قال فی الحلیة فعلی ھذا یحتاج محمد رحمه الله تعالی الی الفرق والله تعالی اعلم بذلك اھ واشار فی رد المحتار الی مایحذو حذوہ وجوابه فقال کانهم قاسوها علی القیئ ولما لم یکن ھنا اختلاف سبب تعین اعتبار المجلس فتنبه اھ **اقول**^(ف4) ھذا عجیب فان من یعتبر السبب وھو الامام الربانی اذا وجد ماھو علة حکم الجمع عندہ لم لایحکم به ویعدل عنه الی مافقد سقط اعتبارہ عندہ لاجل ان العلة دائمة ھھنا وان دوام العلة انما یقتضی دوام الحکم لا الغاءھا واسنادہ الی غیرھا **فان قیل** قد یدوم السبب ھھنا شهورا او دھورا فکیف یجمع الاخر الی الاول **قلت** ھذا اعتراف بان اتحاد السبب لایقوم ما یقتضی حکم الجمع فلم یکن فیه دفع الایراد بل تسلیمه لکنی **اقول** یتخالج^(ف5) صدری مایدفع ھذا والایراد جمیعا ان شاء الله تعالی وھو انا لانسلم ھھنا اتحاد السبب بل القروح اذا احست بالدم تتوجه لدفاعه فتنبھا الریح والدم اجتماعها فلا یحدث الورم وتزداد الحرارة فیثقل اجتماع الدم ھھنا غیر ان الطبیعة تضن بالدم الصالح ان تدفعه ولذا اذا فصد المریض تقدم الدم الفاسد خروجا وعن ھذا کانت الحجامة احب من الفصد لان الفصد یشق العرق فیخرج الدم مجاضعه شدة تحفظ الطبیعة علی الدم الصالح تعجز عن امساکه کلیا لانه بانفتاح مجراہ یسیل بطبعه

ف1: تطفل علی الکفایة

ف2: تطفل علی البزازیة

ف3: مسئلہ اگر وضو کے بعد ناقض وضو جیسے قے چند بار میں تھوڑی تھوڑی آئی کہ سب ملانے سے منہ بھر کر ہو جائے تو اگر ایک ہی متلی سے آئی ہے وضو جاتا رہے گا اگرچہ مختلف جلسوں میں آئی ہو اور اگر متلی ... تھی ... اور ... ایک ہی مجلس میں

ف4: معروضة علی ش

ف5: تطفل علی الحلیة ومعروضة علی ش

ف6: تحقیق المصنف فی اعتبار جمع الدم السبب لجمعه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

RAZA ACADEMY
52, Donted Street,
Khadak, Mumbai-400 009.
Tel. 66342156 Fax 66659236

سيلا نا قويا فمجر الطبيعة يخرج شيء من الصالح قهرا عليها بخلاف الحجامة فان الخروج فيها ضعيف فتتقوى الطبيعة على احراز الصالح كما ينبغي واذا كان الامر كذلك لا تنبعث للطبيعة داعية دفع لدم المنتقل الى هنا مع الروح الا اذا اعملت فيه الحرارة الملتهبة من اجتماع الثلاث الحارات فينفسد بنضج يحصل له بعد بلوغه كمال صلاحه وح تترك الطبيعة الضن به وتريد التاذى فتحب دفعه فتتجر القرحة فيجعل الدم يخرج على شاكلته فى الحجامة دون الفصد لان الانفتاح ههنا ايضا فى الجلد لا فى العرق فيكون خروجه بضعف لا بد قوة شديدة غيرات القدر المتهيئ منه للخروج وهو الذى تحول مزاجه من الصلاح وعدل قوامه للخروج اذا خرج خرج احتى تتعاقب اجزاؤه ولا ينبغى لبعضه القعود خلف بعض حتى يحصل بين خروج ابعاضه طفرات وتخللات انقطاع لان المقتضى موجود والمانع مفقود فلا يزال يخرج حتى ينتهى ثم اذا كان الاذى باقيا بعد لا تزال الروح تتوجه اليه فيعقب الخارج دما اخر يصل الهو يكيف حتى يعرض له ما عرض لسالفه فيخرج كما خرج وهكذا فظهرات كل خروج بعد انقطاع من دون منع انما ينشؤ من سبب جديد فيجب ان لا يجمع الا ما تلاحق شيئا فشيئا كما ذكرنا وهو المعنى ان شاء الله تعالى باتحاد المجلس لان المجلس نفسه معتبر حتى اذا بدأ الدم فانتقل الانسان من فوره لا يجمع ما خرج هنا مع ما خرج انفا وان بقى جالسا كما هو طول النهار وخرج دم اول الصبح وانقطع ثم خرج شيء عند الغروب يجمع هذا مع الاول فان هذا بعيد من الفقه كل البعد وبالجملة علامة اتحاد السبب ههنا هو التلاحق واختلافه هو تخلل الانقطاع طبعا لا قسرا بخلاف القئ فان الطبيعة تحتاج فيه الى دفع الثقيل الذى ميله الطبعى الى الاسفل على خلاف طبعه الى الجهة الاعلى فربما لا تقدر عليه الا نكبا كما هو مرئى مشاهد فما دام الطبيعة فى الهيجان فهو سبب واحد وان تخلل الانقطاع فاذا سكنت ثم هاجت فهو سبب جديد هذا ما ظهر لفهمى القاصر فتأمل وتبصر فلعل بعضه يعرف وينكر **الرابع** انما المنقول عن ائمة المذهب رضى الله تعالى عنهم فى النجس الخارج من غير السبيلين شرط السيلان ليس الا وفيه خلاف زفر وخلاف بينهم ان السيلان يعم العلو او مع الانحدار كما سمعت كل ذلك على هذا كانت كلما تهم حتى جاء الامام ابو الحسين احمد بن محمد القدورى رحمه الله تعالى فزاد فى الكتاب قيد التجاوز الى موضع يلحقه حكم التطهير ثم تظافرت عامة الكتب على ابتاعه متونا وشروحا وفتاوى قال فى المنية تفسير السيلان ان ينحدر عن راس الجرح واما اذا علا عن راس الجرح ولم ينحدر لا يكون سائلا وقال بعضهم اذا خرج وتجاوز الى موضع يلحقه حكم التطهير فهو سيلان يعنى اذا خرج الدم من راسه الى انفه او اذنه ان سال الى موضع يجب تطهيره عند الاغتسال نقض والا فلا

مسئلہ

تحقیق شریف ان النقض بالخروج الى ما يجب تطهيره لا ما يندب كالمضمضة والاستنشاق للمحدث والجلد تحت الجبيرة والرجل في الخف وغيرها

https://www.facebook.com/darahlesunnat

قال المولى الحلبي في شرح الحلية هذا البعض هو الشيخ ابو الحسين القدوري ومن حذا حذوه اه ثم الذي
كانت تتوارد عليه كلماتهم من بعد ان المراد بحكم التطهير هو الوجوب ولو في الغسل كما افصح عنه في المنية
وقال العلامة ابراهيم الحلبي في شرحها الغنية (الى موضع يلحقه حكم التطهير) اى يجب تطهيره في الجملة في الوضوء او
او الغسل وازالة النجاسة الحقيقية اه وقال الحدادي في الجوهرة النيرة شرح مختصر القدوري قوله يلحقه حكم
التطهير يعني يجب تطهيره في الحدث او الجنابة حتى لو سال الدم الى ما لان من الانف نقض الوضوء اه وقال الامام
صدر الشريعة في شرح الوقاية (سال الى ما يطهر) اى الى موضع يجب تطهيره في الجملة اما في الوضوء او في الغسل
اه وقال سلطان الوزراء العلامة ابن كمال باشا في الايضاح شرح الاصلاح (سال الى ما يطهر) اى الى موضع يجب
ان يطهر في الوضوء او في الغسل بالغسل او بالمسح اه وقال العلامة اكمل الدين البابرتي في العناية
شرح الهداية قوله يلحقه التطهير المراد ان يجب تطهيره في الجملة كما في الجنابة حتى لو سال الدم من الراس الى
قصبة الانف انتقض الوضوء لان الاستنشاق في الجنابة فرض اه وقال الامام فخر الدين الزيلعي في تبيين
الحقائق غير السبيلين اذا خرج منهما شيء ووصل الى موضع يجب تطهيره في الجنابة ونحوه ينقض الوضوء اه
وقال الامام السيد جلال الدين الكرلاني في الكفاية اذا كان في عينه قرحة ووصل الدم منها الى الجانب الآخر من
عينه لا ينقض الوضوء لانه لم يصل الى موضع يجب غسله اه وقال السيد برهان الدين ابراهيم بن ابي بكر
بن محمد بن الحسين الاخلاطي الحسيني في جواهره خروج الدم الى وسط الاذن حيث يجب ايصال الماء اليه في
الاغتسال ناقض الوضوء اه وقال العلامة عبد العلي البرجندي في شرح النقاية قوله الى ما يطهر اى الى
موضع يجب تطهيره في الغسل اه وقال الامام شيخ الاسلام بكر خواهر زاده في مبسوطه على ما نقل عنه
في الفتح والبحر وغيرهما تورم راس الجرح فظهر به قيح ونحوه لا ينقض ما لم يجاوز الورم لانه لا يجب غسل موضع
الورم فلم يتجاوز الى موضع يلحقه حكم التطهير اه وقال المولى حسام الدين السغناقي في النهاية اول شروح الهداية
على ما عزا اليه في الحلية في شرح قوله الى موضع يلحقه حكم التطهير المراد ان يجب تطهيره في الجملة كما في الجنابة اه وهذا
هو المستفاد من معراج الدراية شرح الهداية ومن الملتقط ومن الدرر ومن غيرها وستمر عليك نقولها
ان شاء الله تعالى وبه جزم العلامة عمر بن نجيم في النهر الفائق وقال العلامة السيد ابو السعود الازهري
في فتح الله المعين نقلا عن ابيه السيد علي الحسيني ان المراد بحكم التطهير وجوبه في الوضوء والغسل
ولو بالمسح اه فهذا ما ارتكز في اذهان العامة جيلا فجيلا وغير ان المحقق على الاطلاق الامام الهمام كمال الدين

https://www.facebook.com/darahlesunnat

محمد بن الہمام زاد الندب ایضا حیث یقول لو خرج من جرح فی العین دم فسال الی الجانب الاٰخر منہا لا ینتقض لانہ لا یلحقہ حکم ہو وجوب التطہیر او ندبہ بخلاف ما لو نزل من الراس الی مالان من الانف لانہ یجب غسلہ فی الجنابۃ ومن النجاسۃ فینقض اھ وتبعہ تلمیذہ المحقق فی الحلیۃ قائلا بعد نقلہ ما یاتی عن الاتقانی فعلی ہذا المراد ان یتجاوز الی موضع یجب طہارتہ او تندب کما اشرنا الیہ انفا اھ قلت والاشارۃ فی قولہ الی موضع یلحقہ حکم التطہیر ای مشروع فی حقہ الحکم الذی ہو التطہیر اھ فان المشروع یعم المندوب اقول وربما یتخرج ہذا التعمیم من النہایۃ ایضا فانہ مع تصریحہ بان المراد الوجوب کما تقدم فرع علیہ بقولہ حتی لو سال الدم الی قصبۃ الانف انتقض الوضوء لان الاستنشاق فی الجنابۃ فرض وفی الوضوء سنۃ وکذلک فی المبسوط اھ فان الاستنان لو لم یکف لکان ذکرہ عبثا الا ان یقال المراد انہ وان لم یکن فی الوضوء الا سنۃ لکنہ فی الغسل فرض فتحقق التجاوز الی ما یجب تطہیرہ فی الجملۃ فتکون زیادۃ ہذہ الجملۃ تحقیقا لقولہ فی ما سبق فی الجملۃ وہذا ہو الذی یتعین حمل کلامہ علیہ کیلا یخالف اٰخرہ اولہ اقول وکذلک لظاہر کلام المحقق حیث اطلق تجاذب فی الاول والاٰخر فانہ عمم الندب ثم ذکر النزول الی مالان وعللہ بوجوب غسلہ فی الغسل ومعلوم ان المفہوم معتبر فی کلمات العلماء ولو کان الحکم عندہ کذلک فی النزول الی ما اشتد کان الظاہر ان یذکرہ ویعللہ بندب غسلہ فی الغسل والوضوء کی یکون مثالا لما زاد من الندب ولا یوہم خلاف المرام لکنہ رحمہ اللہ تعالی لم یرد بذا من اتباع العامۃ فانہم انما صوروا المسألۃ ہکذا کما ستعرفہ ان شاء اللہ تعالی ثم لم ار من تبعہ بعد غیر تلمیذہ حتی اتی المحقق البحر فشید ارکانہ فی بحرہ قائلا انما فسرنا الحکم بالاعم من الواجب والمندوب لان ما اشتد من الانف لا تجب طہارتہ اصلا بل تندب لما ان المبالغۃ فی الاستنشاق لغیر الصائم مسنونۃ وقد صرح فی معراج الدرایۃ وغیرہ بانہ اذا نزل الدم الی قصبۃ الانف نقض وفی البدائع اذا نزل الدم الی صماخ الاذن یکون حدثا وفی الظہیریۃ صماخ الاذن بحکمہا ولیس ذلک الا لکونہ یندب تطہیرہ فی الغسل ونحوہ فقول بعضہم المراد ان یصل الی موضع تجب طہارتہ محمول علی ان المراد بالوجوب الثبوت وقول الحدادی اذا نزل الدم الی قصبۃ الانف لا ینقض محمول علی انہ لم یصل الی ما یسن ایصال الماء الیہ فی الاستنشاق توفیقا بین العبارات وقول من قال اذا نزل الدم الی مالان من الانف نقض لا یقتضی عدم النقض اذا وصل الی ما اشتد منہ الا بالمفہوم والصریح بخلافہ وقد اوضحہ فی غایۃ البیان والعنایۃ والمراد بالوصول المذکور سیلانہ اھ اقول تاویلہ کلام الحدادی فی السراج الوہاج کانہ یرید بہ ان الی فی کلامہ لاخراج الغایۃ ای نزل الدم من الراس وانتہی الی مبدء ما اشتد من الانف من دون ان ینزل منہ شیئ فیہ وہذا کان محتملا لولا ان الحدادی صرح فی مختصر سراجہ ان المراد بالحکم الوجوب

ف: تطفل علی الفتح

ف: تطفل علی النہر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وفرع عليه تقييد الانتقاض بالنزول الى مالان كما تقدم وسيأتى عنهما ما هو انص واجلى وتبعه اخوه تلميذه العلامة عمر فى النهر الفائق بقوله وهذا وهم وانى ليستدل بما فى المعراج و قد علل المسألة بما يمنع هذا الاستخراج فقال ما لفظه لو نزل الدم الى قصبة الانف انتقض بخلاف البول اذا نزل الى قصبة الذكر ولم يظهر فانه لم يصل الى موضع يلحقه حكم التطهير وفى الانف وصل فان الاستنشاق فى الجنابة فرض كذا فى المبسوط اھ وقد افصح هذا التعليل عن كون المراد بالقصبة مالان منها لانه الذى يجب غسله فى الجنابة وكذا قال الشارح (اى شارح الكنز سيدنا الامام الزيلعى) لو نزل الدم من الانف انتقض وضوؤه اذا وصل الى مالان منه لانه يجب تطهيره وحمل الوجوب فى كلامه على التبوع من الاداء اليه وعلى هذا فيجب ان يراد بالصماخ الخرق الذى يجب ايصال الماء اليه فى الجنابة وبهذا ظهرت كلامهم متناه لتلك الزيادة اھ كلام النهر اقول كفى بهما ابداء التوفيق بين كلامى تهجما اعيا اليه ان امكن وكلام المعراج ان لم يثبت الزيادة فلا ينفيها وكلام الشارح انما ينافى بلحاظ مفهوم المخالفة وقد اجاب عنه البحر بان المفهوم لا يعارض الصريح فيجب عنده ان يراد ان المفهوم غير مراد كى لا تتعارض كلمات الاسياد نعم فى الاستناد بالمعراج منع ظاهر فان ظاهر قوله نزل الى قصبة الانف وان كان مفيد التعميم ما اشتد ومالان فان بالنزول الى ما اشتد يتحقق النزول الى القصبة قطعا وان لم يصل الى المارن لكن يكدره تعليله اخرا بافتراض الاستنشاق كما ذكره فى النهر اقول لاسيما وقد ترك على ما نقل فى النهر من كلام المبسوط لفظة وفى الوضوء سنة عما تقدم نقله عن الحلية عن النهاية عن المبسوط فلو كان مراده العموم لما ترك ما يفيده واقتصر على ما لا يعطيه وانتصر العلامة الشامى للبحر الرائق فى منحة الخالق فقال يتعين ان يحمل قول المعراج فان الاستنشاق فى الجنابة فرض على معنى ان اصل الاستنشاق فرض وان يبقى اول كلامه على ظاهره من غير تقييد اقول كيف يخالف بين محمليها مع ان اخره على اوله دليل (قال) لما سيأتى قريبا عن غاية البيان ان النقض بالوصول الى قصبة الانف قول اصحابنا وان اشتراط الوصول الى مالان منه قول زفر الخ اقول هذا كان له محل لو ان المعراج كان هو المتفرد بهذا المكان يجب رد كلامه الى وفاق الجمهور مهما امكن لكن عامة الكتب مصرحة ههنا بتقييد النقض بما لان كما ستسمعه ان شاء الله تعالى فجعلهم جميعا غافلين عما حكى الاتقانى فى غاية البيان فى غاية البعد غاية الامر ان يحمل على اختلاف الروايات فانى يجب رد ما فى المعراج الى ما فى الغاية ثم على هذا ايضا انما كان السبيل ان يحمل كلامه اولا واخرا على بيان ما اذا نزل الى مالان والسكوت عما نزل الى ما اشتد كما اختاره البحر لا ان يجعل اخر كلامه مخالفا لاوله مع كونهما مطلبا ودليلا (قال) وان قول من قال اذا وصل

ف۱ تطفل على النهر

ف۲ تطفل اخر عليه

ف۳ تطفل ثالث عليه

ف۴ تطفل اخر على النهر بتأييد كلام النهر

ف۵ معروضة على العلامة الشامى

ف۶ معروضة اخرى على العلامة ش

ف۷ معروضة ثالثة عليه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الى ملان لبيان الاتفاق وكان صاحب النهر لم يطلع على ذلك حتى قال ما قال اھ **اقول** ھذا ف۱ انما يتمشى فی عبارة الهداية وفيها كلام الاتقانی دون سائر العبارات المتظافرة الاخری بعضها بتعسف شديد ھذا وكنا ف۲ اٰتٰك علی ما ذكر الاتقانی فاعلم ان الامام برهان الدين قال فی الهداية فی صدر الفصل المعانی الناقضة للوضوء كل ما يخرج من السبيلين والدم والقيح اذا خرجا من البدن فتجاوز الی موضع يلحقه حكم التطهير ثم ذكر مسائل القیئ الی ان ذكر فی الدم ثم قال ولو نزل من الراس الی ما لان من الانف نقض بالاتفاق لوصوله الی موضع يلحقه حكم التطهير فيتحقق الخروج اھ قال العلامة الاتقانی قوله الی ما لان من الانف ای الی المارن وما بمعنی الذی فان قلت لم قيد بهذا القيد مع ان الرواية مسطورة فی كتب اصحابنا ان الدم اذا نزل الی قصبة الانف ينقض الوضوء ولا حاجة الی ان ينزل الی ما لان من الانف فای فائدة فی هذا القيد اذن سوی التكرار بلا فائدة لان هذا الحكم قد علم فی اول الفصل من قوله والدم والقيح اذا خرجا من البدن فتجاوز الی موضع يلحقه حكم التطهير قلت بيان لاتفاق اصحابنا جميعا لان عند زفر لا ينتقض الوضوء ما لم ينزل الدم الی ما لان من الانف لعدم الظهور قبل ذلك اھ قال فی المنحة بعد نقله وهو شاهد قوی علی ما قاله (ای صاحب البحر) فلا تغتر بتزييف صاحب النهر والله تعالی ولی التوفيق اھ وذكر مثل كلامه الذی نقلناه ههنا مع تقليل زيادة فی رسالته الفوائد المخصصة واورد خلاصته فی رد المحتار وختمه بقوله فهذا صريح فی ان المراد بالقصبة ما اشتد فاغتنم هذا التحرير المفرد اھ **اقول** نعم ف۳ هو صريح فی ان المراد فی تلك الرواية ما اشتد اما عبارة المعراج التی فيها كلام البحر والنهر فلا مساغ فيها للحمل علی ما اشتد للزوم الاختلاف بين الدليل والمدعی كما علمت فالحق ان استناد البحر بها ليس فی محله ثم **اقول** ان كان ف۴ مراد الهداية بالحكم الوجوب كما هو المتبادر من كلامهم فانه انما جعله اصلا الی ما يلحقه حكم التطهير بعد نزوله الی ما لان فمعلوم ان المارن داخل من وجه وخارج من وجه يلحقه حكم التطهير فی الغسل ولا يلحقه فی الوضوء فالتنصيص علی مثل هذا لا يعد عبثا ولا تكرارا فيسقط سؤال الغاية من راسه وعلی ھذا ف۵ فالعجب من العلامة صاحب العناية رحمه الله تعالی حيث صرح ان المراد بالحكم الوجوب ثم تبع الغاية فی ايراد هذا السؤال والجواب وزاد ان قوله (ای قول الهداية) لوصوله الی موضع يلحقه حكم التطهير يعنی بالاتفاق لعدم الظهور قبل ذلك عند زفر اھ واعترضه العلامة سعدی افندی فی حاشيته عليها قائلا فيه بحث اھ ولم يبين وجهه **اقول** وجه التقرير علی هذا التقدير ان ائمتنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم يعتبرون السيلان الی ما يلحقه حكم التطهير ولو ندبا وزفر ان اجتزأ بمجرد الظهور لكن يجب عنده الوصول الی ما هو ظاهر البدن اذ لا ظهور قبل ذلك فما دام الدم فی ما اشتد من الانف

ف۱: معروضة رابعة عليه

ف۲: معروضة خامسة عليه

المعلم الطراز

ف۳: تطفل علی العلامة الاتقانی

ف۴: تطفل علی النهر

ف۵: تطفل علی العلامة سعدی افندی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

سائلا فيه غير واصل الى مالان يتحقق الناقض عند الائمة لندب غسله فى الغسل والوضوء لا عند الامام زفر لان ما اشتد ليس من ظاهر البدن عند احد فلا يتحقق الظهور اما اذا تجاوز حتى وصل الى الحرف الاول مما لان فقد تحقق النقض على القولين اما على قول الائمة فظاهر واما على قول زفر فلظهوره على ظاهر البدن فيتحقق الخروج فقوله لوصوله الخ يعنى بالاتفاق فان مراد زفر بالوصول مجرد الظهور وبما يلحقه حكم التطهير ظاهر البدن ومراد الائمة بالوصول السيلان وبما يلحقه التطهير ما شرع تطهيره ولو ندبا فاذا وصل الى هنا حصل الوصول بالمعنيين الى ما يطهر على القولين وهذا تقرير صاف واف لا بحث فيه ولا غبار عليه بقى الفحص عن الرواية اقول لا تمترى ان صاحب الغاية نقل عن الغاية وقد اعتمد كلامه فى العناية وجزم به فى الحلية حتى حكم باعتماده على صاحب المنية وعلى من هو اجل واكبر اعنى الامام برهان الدين محمود صاحب الذخيرة انهما مشيا ههنا على قول زفر لكن الذى رأيته فيما بيدى من الكتب هو المشى على التقييد والحكم عليهم جميعا انهم اغفلوا المذهب ومشوا على قول زفر فى غاية الاشكال وقد اسمعناك نصوص المنية والجوهرة والتبيين ومعراج الدراية بل والفتح والعناية والنهاية فى الجوهرة ايضا لو سال الدم الى مالان من الانف والانف مسدودة نقض اھ وفيها ايضا احترز بقوله حكم التطهير عن داخل العين وباطن الجرح وقصبة الانف اھ وفى خزانة المفتين للامام السمعانى رامزا على ما فى فتاوى الخلاصة اذا ادخل اصبعه فى انفه فدميت اصبعه ان نزل الدم من قصبة الانف نقض وان كان من داخل الانف لا اھ وفيها رامزا للنوازل الرعاف اذا نزل الى مالان من الانف نقض اھ وفى جامع الرموز اذا نزل الدم الى الانف فسد مالان منه حتى لا ينزل فانه لا ينقض اھ وقال الامام الاجل محمود فى الذخيرة على ما نقل عنها فى الحلية وعن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه انه ادخل اصبعه فى انفه فلما اخرجه رأى على انملته دما فمسحه ثم قام فصلى وتاويله عندنا اذا بالغ حتى جاوز مالان من انفه الى ما صلب وكان الدم فيما صلب من انفه وكان قليلا بحيث لو تركه لا ينزل الى موضع اللين فمثله ليس بناقض اھ وكذلك صرح به الامام الشهيد ناصر الدين محمد بن يوسف الحسينى فى الملتقط قال فى الهندية لو نزل الدم من الرأس الى موضع يلحقه حكم التطهير من الانف والاذنين نقض الوضوء كذا فى المحيط والموضع الذى يلحقه حكم التطهير من الانف مالان منه كذا فى الملتقط اھ وقال الامام الاجل فقيه النفس فى الخانية لو نزل الدم من الرأس الى مالان من الانف ولم يظهر على الارنبة نقض الوضوء اھ وقال البرجندى مستشكلا عبارة النقاية سال الى ما يطهر ما نصه يخدشه انه اذا خرج الدم من اقصى الانف وسال حتى بلغ مالان منه ولم يسل عليه ينبغى على هذا ان يكون ناقضا لانه خرج الى ما يطهر وسال وليس كذلك الا ان يقال المراد من الجنس

https://www.facebook.com/darahlesunnat

تطفل علی العلامة الشرنبلالی

النجس بالفعل ومثل هذا الدم لیس بنجس بالفعل او یقال المراد انه سال بعد الخروج الی ما یطهر علی ما هو المتبادر
من العبارة اه وقال العلامة مولٰی خسرو فی الدرر قوله الی ما یطهر احتراز عما اذا سال الدم الی ما فوق مارن
الانف بخلاف ما اذا سال الی المارن لان الاستنشاق فی الجنابة فرض اه **اقول** والعجب من العلامة الجلیل الفاضل
حسن بن عمار الشرنبلالی حیث حاول فی غنیته تحویل هذا التصحیح الی ما اختاره تبعا للفتح والبحر من ان الحکم یعم الندب
حیث قال فی مراقیه السیلان فی غیر السبیلین بتجاوز النجاسة الی محل یطلب تطهیره ولو ندبا فلا ینقض دم سال داخل العین
بخلاف ما صلب من الانف اه فقال رحمه الله تعالی قوله عما اذا سال الدم الی ما فوق مارن الانف یعنی قصبته لا ما
قرب من الارنبة فان غسله مسنون فینتقض الوضوء بسیلان الدم فیه اه وانت تعلم ان هذا تبدیل لا تاویل
وبالجملة عامة الکتب علی ما تری نعم فی الخلاصة ان رعف فنزل الدم الی قصبة الانف نقض وضوءه اه وفی البزازیة
نزول الرعاف الی قصبة الانف ناقض اه وظاهره کما قدمنا یعم ما صلب لکن البزازیة کانها خلاصة الخلاصة
کما یظهر علی من طالعهما واذا کان فی الخلاصة ما نقل عنه فی خزانة المفتین علی ما فی نسختی ظهر مراده هذا لکن لم اجده
فی نسختی الخلاصة وقد وجدت نسخها مختلفات بنقص وزیادة قلیلا وتقدیم وتاخیر کثیرا فالله تعالی اعلم
ولعلک تقول ما الذی تحصل من تلک النقول والام آل الامر فی اختلاف البحر والنهر وهل ثمه ما یکشف
الغمة **اقول** کان باب التوفیق مفتوحا کما اشرنا الی بعضه لولا ان مع البحر روایة الاتقانی مع تبعیة
الغایة وجزم الحلیة وهو مفسر لا یقبل التاویل ویقرب منه نص الفتح بتعمیم الندب ومع النهر ما اسلفنا
من کثرة النصوص فی کلتا المسألتین القصر علی الوجوب والتقیید بالمارن وفیها سبعة نصوص مفسرات
ابیات عن التاویل کلام الذخیرة والملتقط والخزانة عن الخلاصة وثالث عبارات الجوهرة والبرجندی وجامع الرموز
والغرر فلا امکان للتطبیق والحمل علی اختلاف الروایة ایسر من نسبة احد الفریقین الی الخطاء والغلط والغفلة
والشطط فالذی ظهر عندی ان ههنا عن ائمتنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم روایتین روایة النقض بالسیلان
فی ما صلب وان لم یصل الی ما لان وهی التی عرفناها باعتماد اتقان الاتقانی وعلیها یجب تعمیم الحکم الندب وهو الذی
اختاره فی الفتح والحلیة والبحر والمراقی وتبعهم الطحطاوی ورد المحتار والاخری عدم النقض الا بالسیلان فیما لان وهی الروایة
الشهیرة الشائعة فی الکتب الکثیرة وعلیها یقتصر الحکم علی الوجوب ولا یبقی داع اصلا الی تعمیم الندب وهو الذی
مشی علیه الاکثرون فاذن الثانی اکثر واشهر واظهر وایسر غیر ان مراعاة الاول احوط کما قال السید الطحطاوی
فی حاشیة الدر بعد نقل کلامی البحر والنهر اقول ما فی البحر احوط فتامل اه وصورة السیلان فیما اشتد

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مع عدم التعرض الى الباطن نادرة لا علينا ان نعمل فيها بالاحوط فلذا اجنحت اليه جنوحا ما تبعا لهؤلاء المحققين الجلة الاعلام **اقول** وبه نستعين والثانی وان ظهر وجهه فان الخروج الى ظاهر البدن شرط بالاتفاق قال صدر الشريعة المعتبر الخروج الى ما هو ظاهر شرعا وما يطلب عن كل النقض داخل فى الداخل خارج عن الخارج بالاتفاق ولذا لم يجب تطهيره فى الغسل ايضا فالاول ايضا له وجه وذلك انا لما رأينا الشرع ندب الى غسله فى الغسل والوضوء علمنا ان له وجها الى الظاهر والا لم يندب بغسله كسائر الداخلات فاذا وجد السيلان فيه اوجبنا الوضوء للاحتياط نظرا الى ذلك الوجه هذا ما ظهر لى والله تعالى اعلم وبالجملة انا العبد الضعيف اجدنی اميل الى القول الثانی من حيث الدراية وشهرة الرواية معا لكن لاجل الاحتياط وتلك الرواية الهائلة القائلة ان الوجوب ثمه باتفاق ائمتنا الثلثة رضی الله تعالى عنهم احببت ميلا ما الى الاول وعلى توفيق الله المعول

ثم اقول وبه نستعين ظهر لى الآن بتوفيق المنان على تعميم الحكم للندب نقضان **احدهما** تظافر نصوص المذهب ان نزول شیء الى الفرج الداخل لا ينقض طهرا فقط ما لم يجاوزه الى الفرج الخارج مع ان الفرج الداخل قد لحقه حكم التطهير ندبا وذلك حديث ام المؤمنين الصديقة رضی الله تعالى عنها فى الصحيحين وغيرهما ان امرأة من الانصار سألت النبی صلى الله تعالى عليه وسلم عن غسلها من المحيض فامرها صلى الله تعالى عليه وسلم كيف تغتسل ثم قال خذی فرصة من مسك فتطهری بها وهو بفتح الميم ای من دم ورجحه على رواية الكسر وفی روايات فرصة ممسكة ای خرقة خلقة قد امسكت كثيرا قال الامام التوربشتی هذا القول امتن واحسن واشبه بصورة الحال ولو كان المعنى على انها مطيبة لقال فتطيبی ولانه صلى الله تعالى عليه وسلم امرها بذلك لازالة الدم عند التطهير ولو كان لازالة الرائحة لامرها بعد ازالة الدم وتمامه فى المرقاة لمولينا على القاری قالت كيف اتطهر بها قال صلى الله تعالى عليه وسلم تطهری بها قالت كيف اتطهر بها فقال صلى الله تعالى عليه وسلم سبحن الله تطهری بها قالت ام المؤمنين فاجتذبتها الى فقلت تتبعی بها اثر الدم اھ ای اجعليها فى الفرج وحيث اصابه الدم للتنظيف فقد امر صلى الله تعالى عليه وسلم المرأة تغتسل من حيضها ان تطهر داخل فرجها وتزيل عنه الدم بفرصة ومعلوم ان حكم التطهير يعم التطهير من النجاسة الحقيقية كالحكمية وقد تم التنصيص به فی قول الفتح فيما لا من الانف انه يجب غسله فی الجنابة ومن النجاسة فينقض اھ وفی الغنية او فی ازالة النجاسة الحقيقية اھ وفی البحر مرادهم ان يتجاوز الى موضع تجب طهارته او تندب من بدن وثوب ومكان اھ ولا شك ان مسح الدم من باطن الفرج بفرصة ليس الا لازالة النجاسة الحقيقية ولذا عبر صلى الله تعالى عليه وسلم عنه بالتطهير فحكم التطهير لا يختص بالماء

https://www.facebook.com/darahlesunnat

علا انا لما علمنا ان نظر الشارع ههنا الى ازالة اثر الدم من الباطن فلا شك ان الماء ابلغ فيه لاسيما بعد المسح بالخرقة كما عرف فى الاستنجاء بالماء بعد المسح بالحجر ولذا اتت الرواية عن محرر المذهب محمد رحمه الله تعالى فى اغتسال المرأة انها ان لم تدخل اصبعها فى فرجها فليس بتنظيف كما فى رد المحتار عن التاترخانية وفهم منه الامام بالوجوب فجعل المختار خلافه قال الشامى وهو بعيد اھ **قلت** فانه ان اراد الوجوب قال ليس بطهارة ولم يقله وانما قال ليس بتنظيف وما فى الحد وغيره لا تدخل اصبعها فى قبلها به يفتى فمراده نفى الوجوب كما فى رد المحتار عن السيد الحلبى عن العلامة الشرنبلالى لاجرم ان قال فى الفتح تغسل فرجها الخارج لانه كالفم ولا يجب دخالها الاصبع فى قبلها وبه يفتى اھ ونفى الوجوب لاينفى الندب **والاخر** وهو الاقوى والاظهر **اقول** اجمعنا ان خروج شئ الى الشرج لاينقض طهرا ما لم يبرز وقد لحقه حكم التطهير ندبا فان السنة للمستنجى ان يجلس افرج ما يكون ويرخى كى يطهر فيطهر ما يبقى كامنا لولا الانفراج والارخاء قال فى الحلية اذا كان الاستنجاء بالماء من الغائط فليجلس كافرج مايكون ويرخى نفسه كل الارخاء ليطهر ما يداخله من النجاسة فيزيله وان كان صائما ترك تكلف الارخاء وقد بين المقدمتين معا فى الدر المختار باوجز لفظ حيث قال فى اخر فصل الاستنجاء استنجى المتوضئ ان على وجه السنة بان ارخى انتقض والالا اھ فافاد بالجملة الاولى ان غسل داخل الدبر سنة وبالاخيرة ان النزول اليه غير ناقض ما لم يبرز ولا اعلم فى هاتين خلافا لاحد من علمائنا فاستقر بحمد الله تعالى عرش التحقيق على ما عليه الاكثرون كما هو القاعدة المقررة ان الصواب مع الاكثر وقد تبين لك مما تقرر **فوائد** (۱) مرادهم بحكم التطهير هو الوجوب وكلامهم مناف لزيادة الندب كما افاد فى الفرع المار قال بل لما افاض على المهين المتعال (۲) لايشترط فى النقض بما من غير السبيلين الا الخروج بالسيلان على ظاهر البدن ولو بالقوة فلا يستثنى من الظاهر حسا الا داخل العين لانه[1] ليس من الظاهر شرعا اصلا ودخل المار ان خرجت القصبة وتسيل بعض ما يتعلق بهذه الفائدة فى التنبيه الخامس ان شاء الله تعالى وبتقييد القوة دخل ما اذا افتصد فطار الدم

[1] واليه يشير كلام الفاضل يوسف چلپى تلميذ العلامة مولى خسرو فى ذخيرة العقبى حيث قال الخروج الى ما يطهر هو الانتقال من الباطن الى ما يجب تطهيره وان لم يصل اليه ولم يتلوث هو به والمقصود من اعتبار وقيد الى ما يطهر الاحتراز عن الخروج الى ما يعد من ظاهر البدن حسا ولا يعد منه شرعا لحكمة شرعية كداخل العين لانه لايجب تطهيره فالذى يخرج من بدن الانسان الى باطن العلقة والقراد خارج الى ما يجب تطهيره بمعنى انه لم يبق فى باطنه الحقيقى الذى هو تحت الجلدة وباطنه الشرعى الذى هو داخل العين اھ فالكاف فى قوله او كداخل العين للاستقصاء بدليل اخر كلامه وفيه من الفوائد ان المراد بالحكم الوجوب ۱۲ منه

ولم يتلوث راس الجرح ومااذا ترب او اخذ بخرق او مص علق او قراد كبير مزدمه مالو خرج لسال ولم يبق حاجة الى زيادة المكان فيما يطهر كما فصل فى الغنية والبحر لاختلال صورة التحديد فورد عليه مالو سال الى نحر او وقع على عذرة او جلد خنزير الى غير ذلك وسقطت المنازعات التى كانت مستمرة من زمن الامام مسعود الشريعة الى عهد السيد الشامى فى قولهم سال الى ما يطهر وصارت العبارة الحسنة الصافية الوافية بحمد الله تعالى ما اقول ناقضه من غير السبيلين كل نجس خرج منه وفيه قوة سيلانه على ما هو ظاهر البدن شرعا (٣) ليس فى القول الى ما صلب لنقض رواية واحدة كما اوهم الاتقانى وتبعه من تبعه ولا عدم النقض رواية واحدة كما زعم البحر بل هما روايتان والثانى اشهر واظهر (٤) لم تمش المنية ولا الذخيرة على قول زفر كما زعم المحقق فى الحلية بل مشيا على الرواية الشهيرة (٥) لاداعى لحمل الوجوب على الثبوت كما ارتكب البحر بل هو المراد على اشهر الروايات (٦) لا معنى لحمل القصبة فى كلام المعراج على ما صلب كما فهم فى البحر وجزم به فى منحة الخالق ورد المحتار بل مراده مالان كما افاد فى النهر (٧) وقع الخلط بين القولين والمشى على روايتين مختلفتين فى العناية وشئ منه فى الفتح اما النهاية فاجبنا عنها جوابا نفيسا (٨) لا وجه لحمل كلام الحدادى على ما قال فى البحر بل هو ماش على الرواية الشهيرة كما افصح عنه فى الجوهرة النيرة (٩) نفى النقض فيما صلب ليس بحجة المفهوم كما فهم البحر بل عليه صرائح نصوص لا مرد لها (١٠) لا يجب حمل كلام الهداية على ما ذكر الاتقانى والعناية بل له محمل صحيح على الرواية الشهيرة ايضا من دون لزوم العبث والتكرار ذلك من فضل الله علينا والحمد لله العزيز الغفار

الخامس سبق الى خاطر بعض المتأخرين من الشراح والمحشين ان المراد بما يلحقه حكم التطهير ما يؤمر المكلف بايقاع تطهيره بالفعل **قلت** اى على فرض وقوع حدث او اصابة خبث اذ لولاه لما انتقض وضوء المتوضئ لعدم خروجه الى ما كان مأمورا بتطهيره بالفعل فان جعل مأمورا به بهذا القصد كان دورا كما لا يخفى وتفرع عليه انه ان تورم موضع من بدنه فلم يكن مثلا وكان يضره اصابة الماء فانفجر من اعلاه وسال على الورم لا ينقض ما لم يتجاوز موضع الورم لانه لا يؤمر بايقاع تطهيره بالفعل لمكان الضرر فى فتح الله المعين عن حاشية العلامة نوح افندى قال بعض الفضلاء فى شرح الوقاية يعنى ابن ملك يفهم من قوله سال الى ما يطهر انه اذا كان له جراحة منبسطة بحيث يضر غسلها فان خرج الدم وسال على الجراحة ولم يتجاوز الى موضع يجب غسله لا ينقض الوضوء كذا فى المشكلات اه واليه يشير كلام ابيه السيد على حيث قال السيد الازهرى المراد بحكم التطهير وجوبه فى الوضوء والغسل ولو بالمسح لينتظم ما اذا كانت الجراحة منبسطة بحيث يضر غسلها

تطفل على الغنية والبحر

فصل منازعة طالت منذ مئات سنين

تطفل على الاتقاني

تطفل على الحلية

تطفل على البحر

تحقيق شريف

فان خرج الدم وسال على الجراحة ولم يتجاوزها الى موضع يجب غسله فانه ينقض لانه سال الى موضع يلحقه

حكم التطهير بالمسح عليه للعذر كذا بخط شيخنا وانظر حكم ما لو ضره المسح ايضا الخ ثم نقل عن العلامة نوح

افندي كلاما مامر عن المشكلات بما سياتي ان شاء الله تعالى ثم قال وكلام القهستاني يشير الى ما في المشكلات

ولفظه نزل الدم من الانف فسد ما لان منه ولم ينزل منه شيئ او تقدم راس الجرح فظهر به قيح او نحوه ولم

يتجاوز الورم لم ينقض الخ اقول اولا[ف۱] انكان في هذا الكلام اشارة الى ذلك فاسناده للقهستاني

من اهمال البضعة فان الفرع مذكور في البحر والفتح والمبسوط وغيرها من جوالة المحتملات وقد قدمنا كلام الفتح[۱]

في مبسوط شيخ الاسلام تورم راس الجرح فظهر به قيح ونحوه لا ينقض ما لم يجاوز الورم الخ وثانيا[ف۲] لا اشا

فانهما انما فرضوا تورم راس الجرح فالتجاوز عنه يكون بالاخذ وهو شرط النقض على الصحيح المفتى به وليس في

كلامهم ذكر ورم بسيط وسيع ينفجر راسه فيسيل على سطحه ولا يجاوز الى الموضع الصحيح ثم انا[ف۳] اسعف بذكر

ما وقفت عليه من كلام من يذهب او يميل اليه ثم اذكر ما افتح المولى سبحنه من الحق قال الامام الحلبي في الحلية

اذا انحدر الخارج عن راس الجرح لكنه لم يجاوز المحل المتورم وانما انحدر الى بعض ذلك المحل فانما لا ينتقض اذا

كان يضره غسل ذلك الموضع ومسحه ايضا اما اذا كان لا يضره احدهما فينبغي انه ينقض لانه يلحقه

حكم التطهير اذ المسح تطهير لم يشرع الا كالغسل فليتنبه لذلك اه وفي الفوائد المخصصة للعلامة الشامي عن المقاصد

المخصصة في بيان كي الحمصة للسيد عبد الغني انه قال بعد نقله حد السيلان وما فيه من الخلاف فالمفهوم

من هذه العبارات ان الدم والقيح والصديد اذا علا على الجرح ولم يسل عنه الى موضع صحيح من البدن لا ينقض

الوضوء سواء كان الجرح كبيرا او صغيرا (ثم قال بعد كلام) ويؤيد هذا ما في خزانة الروايات في الجراحة

البسيطة اذا خرج الدم من جانب وتجاوز الى جانب اخر لكن لم يصل الى موضع صحيح فانه لا ينقض الوضوء لانه

لم يصل الى موضع يلحقه حكم التطهير اه وفي الاركان الاربعة للمولى ملك العلماء بحر العلوم عبد العلى

اللكنوي اذا خرج القيح من راس الجرح ولم يتجاوز ورم الجرح لا ينقض الطهارة ولا يكون نجسا اه وفي رد المحتار

عن السراج عن الينابيع الدم السائل على الجراحة اذا لم يتجاوز قال بعضهم هو طاهر حتى لو صلى رجل بجنبه

واصابه منه اكثر من قدر الدرهم جازت صلاته وبهذا اخذ الكرخي وهو الاظهر وقال بعضهم هو نجس

وهو قول محمد اه قال الشامي ومقتضاه انه غير ناقض لانه بقي طاهرا بعد الاصابة وان المعتبر

خروجه الى محل يلحقه حكم التطهير من بدن صاحبه فليتامل اه وانا اقول[۱] وبالله التوفيق

ف۱: تطفل على السيد ابي السعود

ف۲: تطفل اخر عليه

ف۳: مسئلہ: ورم زخم پر ہو اور اس سے خون یا پیپ نکل کر ورم پر بہے تو بعض کتب میں فرمایا وضو نہ گیا اور مصنف کی تحقیق کہ جہاں تک اس ورم کو غسل یا مسح کر سکیں وہاں تک بہے تو بالاتفاق ناقض وضو ہے

وبه استهدى سواء الطريق ههنا مسئلتان مسئلة الورم الغير المنفجر الامن اعلاه كما وصفنا ومسئلة الخرق
اعنى تفرق الاتصال كما يحصل بالسلاح والانفجار وقد خلطهما السيد ابو السعود كما رأيت وسيظهر الفرق بعون
ربي لبيت انما الاولى هي غاية الاشكال ولا تحضرني الان مصرحة كذلك الا من الحلية والاركان الاربعة وكذا ما
تبتنى عليه من الاعادة ما يكلف بايقاع تطهيره بالفعل وهذا ربما يشم من غيرها ايضا كابن ملك وخزانة الروايات
عند العلامة فاقول وبالله التوفيق لا يذهبن عنك ان المعنى المؤثر عندنا في الحدث هو خروج النجس من باطن البدن
الى ظاهره لا يحتاج معه الى نفي لخبر غير ان الخروج لا يتحقق في غير السبيلين الا بالانتقال لان تحت كل جلدة
رطوبة وماحاه في مكانه لا يعطى له حكم النجاسة قال الامام برهان الملة والدين في الهداية خروج النجاسة
مؤثر في زوال الطهارة غير ان الخروج انما يتحقق بالسيلان الى موضع يلحقه حكم التطهير لان بزوال القشرة تظهر
النجاسة في محلها فتكون بادية لا خارجة بخلاف السبيلين لان ذلك الموضع ليس بموضع النجاسة فيستدل
بالظهور على الانتقال والخروج اھ ومثله في المستخلص نقلا عنها وقال الامام فقيه النفس في شرح الجامع الصغير
الحدث اسم للخارج النجس والخروج انما يتحقق بالسيلان الخ وقال الامام المحقق على الاطلاق في فتح القدير خروج
النجاسة مؤثر في زوال الطهارة شرعا وهذا القدر في الاصل معقول اي عقل في الاصل وهو الخارج من السبيلين
ان زوال الطهارة عنده انما هو بسبب انه نجس خارج من البدن اذ لم يظهر لكونه من خصوص السبيلين
تاثير وقد وجد في الخارج من غيرهما فيتعدى الحكم اليه فالاصل الخارج من السبيلين وحكمه زوال الطهارة
يوجبها الوضوء وعلته خروج النجاسة من البدن والفرع الخارج النجس من غيرهما وفيه المناط فيتعدى
اليه زوال الطهارة اھ ومثله في البحر الرائق وفيه ايضا النقض بالخروج وحقيقته من الباطن الى الظاهر وذلك
بالظهور في السبيلين يتحقق وفي غيرهما بالسيلان الى موضع يلحقه التطهير لانه بزوال القشرة تظهر النجاسة
في محلها فتكون بادية لا خارجة اھ ومثله في الفتح والحلية والغنية والبحر والطحطاوي والشامي جميع الادلة الموردة من السنة
والقياس تفيد تعليق النقض بالخارج النجس اھ وفي الغنية اذا زالت بشرة عانت الرطوبة بادية
لا منتقلة لانها لا تكون منتقلة الا بالتجاوز والسيلان اھ وفي تبيين الامام الزيلعي الخروج انما يتحقق بعبوره
الى ما ذكرنا لان ما تحت الجلدة مملوء دما فبالظهور لا يكون خارجا بل باديا وهو في موضعه اھ وفي المحيط
ثم لا بد من حد الخروج الانتقال من الباطن الى الظاهر وذلك يعرف بالسيلان من موضعه اھ وفي شرح النقاية
للامام محمد الشرعية المعتبر للخروج الى ما هو ظاهر البدن شرعا اھ وقال الامام النسفي في متن الكنز ينقضه

ف١: تطفل ثالث على السيد الازهري

ف٢: تطفل على الحلية وبحر العلوم في مسئلة

ف٣: تحقيق المعنى المؤثر في الحدث ووجه اشتراط السيلان في الخارج من غير السبيلين

خروج نجس منه اھ واستحسنه فی جامع الرموز فقال حق العبارۃ ناقضہ خروج النجس اھ وقال السید جلال الدین فی الکفایۃ لایتحقق الخروج الا بالسیلان لان تحت کل جلدۃ رطوبۃ فاذا زالت کانت بادیۃ لاخارجۃ کالبیت اذا انھدم کان الساکن ظاھرا لامنتقلا عن موضعہ اھ وقال العلامۃ الاکمل فی العنایۃ خروج النجس من بدن الانسان الحی ینقض الطھارۃ کیفما کان عندنا وھو مذھب العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ تعالی عنھم اھ وفیھا ایضا شرط التجاوز الی موضع یلحقہ حکم التطھیر احترازا عما یبدو ولم یخرج ولم یتجاوز فانہ لایسمی خارجا فکان تفسیرا للخروج ورد الباطن بفراق البادی خارج اھ وقد صرح المولی بحر العلوم نفسہ فی ذلک الکتاب انہ ثبت ان علۃ انتقاض الطھارۃ خروج النجاسۃ فکلما خرج من البدن ینقض الطھارۃ اھ ومن نظر الی تظافر ھذہ النصوص ایقن ان خروج النجس الی ظاھر البدن اذا تحقق لایتوقف بعدہ ثبوت الحدث وان تحققہ فی غیر السبیلین یحصل بانتقال ما عن موضعہ لایشترط فیہ ان یکون ذراعا او شبرا مثلا ولذلک لما ظھر لمحمد فیما روی عنہ ان بالعلو علی راس الجرح یحصل انتقال الدم من مکانہ حکم بالنقض من دون توقیف علی غیرہ ایضا فضلا عن اشتراط امتداد مسافۃ واصحابنا جعلوا راس الجرح من مکانہ فما دام علیہ ولم یجاوزہ لم ینتقل من مکانہ فنقل من تحت قال فی الکافی عن المحیط بعد ما قدمنا وحد السیلان ان یعلو فینحدر عن راس الجرح ھکذا فسر ابو یوسف لانہ مالم ینحدر عن راس الجرح لم ینتقل عن مکانہ فان ما یوازی الدم من علی الجرح مکانہ اھ فالورم المنبسط المنفجر من اعلاہ اذا انحدر القیح من راسہ تحقق الخروج والانتقال والسیلان قطعا لامحل فیہ للارتیاب فما ھی الا عبارۃ عن سعی واحد ولن یسبقن الی وھم لجدان الورمان استوعب ید انسان من کتفہ الی رسغہ فانفجر من اعلی الکتف وجعل الدم یتجاحتی ملأ الکتف ثم العضد ثم المرفق ثم الساعد لم یکن حدث ھذا ونحو جاحتی یتجاوز الی الکف وعدم لحوق حکم التطھیر عند العذر ظاھر المنع بل قد لحق وتأخر طلب ایقاعہ بالفعل حتی یزول ولذا اذا زال ظھر فکان من باب الوجوب لانعقاد السبب وتأخر وجوب الاداء بخلاف داخل العین فانہ من باطن البدن شرعا فی باب التطھیر من کل وجہ لم یلحقہ قط حکم التطھیر ولن یلحقہ ابدا ما بقی فکیف یقاس علیہ ما کان ظاھر البدن قطعا حسا وشرعا ثم اعتری معترا اخر عنہ حکم اداء التطھیر موقتا الی وقت البرء ام کیف یجعل العارض کاللازم والحادث عن قریب الزائل عما قلیل کاللازب المستمر وثانیا انما المنقول عن ائمتنا رضی اللہ تعالی عنھم شیئان اما النقض بمجرد العلو علی راس الجرح وان لم ینحدر کما روی عن محمد والیہ مال الامام محمد

ف۱: تطفل آخر علیہ وعلی البحر

ف۲: تطفل ثالث علیھم

بن عبدالله وعليه مشى فى مجموع النوازل والفتاوى النسفية وجعله فى الوجيز القياس وفى الدراية

ثم واما بالا نحدار عن راس الجرح وهو المعتمد وعليه الفتوى ولم ينقل عن احد منهم قط ان الانحدار عن الراس

ايضا لا يكفى للنقض ما لم يجاوز سطح ورم الجرح كله قدر ذراع كان او اكثر بل قد نطقت كتب المذهب قاطبة

بان مجرد الانحدار عن الراس كاف فى النقض وهذا هو المذهب محمد رضى الله تعالى عنه قائلا فى جامعه الصغير

محمد عن يعقوب عن ابى حنيفة رضى الله تعالى عنهم فى نفطة قشرت فسال منها ماء او دم او غيره عن راس الجرح

نقض الوضوء وان لم يسل لم ينقض اھ قال الامام الاجل قاضيخان فى شرحه والسيلان ان ينحدر عن راس

الجرح ... محمد رحمه الله تعالى اذا انتفخ على راس الجرح وصار اكثر من راس الجرح انتقض والصحيح ما قلنا اھ وفى

مبسوط الامام السرخسى ثم الهندية حد السيلان ان يعلو فينحدر عن راس الجرح اھ وفى جواهر الفتاوى

للامام الكرمانى فى الباب الثانى المعقود لفتاوى الامام جمال الدين البزدوى اما التى تخرج من غير السبيلين ان قشرت و

ولم تتعد عن راس الجرح فطاهرة اھ ثم اطال فى بيان حكمة الفرق بين الخارج والبادى ملخصه ان البادى لكان تحت

الجلدة هو الذى انتقل من طبيعة الدم الى طبيعة اللحم وتمت نضجه غير انه لم يجمد بخلاف السائل وفى شرح الطحاوى

للامام الاسبيجابى ثم ايضاح الاصلاح لابن كمال باشا قال اصحابنا [illegible] وسال عن راس الجرح

نقض الوضوء وقال زفر ينقضه سال او لم يسل وقال الشافعى لا ينقضه سال او لم يسل اھ وفى الخلاصة

ان خرج من قرح به دم او صديد او قيح فسال عن راس الجرح نقض عندنا اھ وفى المنية ان سال عن راس

الجرح نقض وان لم يسل لا ينقضه وتفسير السيلان ان ينحدر عن راس الجرح اھ وفى صدر الشريعة اذا

سال عن راس الجرح علم انه دم انتقل من العروق فى هذه الساعة وهو الدم النجس اما اذا لم يسل علم انه

الغضو ليشير الى الحكمة التى ذكرها الامام جمال الدين وفى جواهر الاخلاطى ان سال عن راس الجرح نقض وا

لا والسيلان الانحدار عن راس الجرح اھ وقال صاحب السراج نفسه فى الجوهرة النيرة حد التجاوز ان ينحدر

عن راس الجرح واما اذا علا ولم ينحدر لا ينقض اھ وهذا هو الموافق لما تقدم ان المعنى الخروج وظهوره بالانتقال

فاذن لا اراه الا القيل الا مستند ثابعد ائمتنا على خلاف ما يعطيه كلامهم جميعا وعلى خلاف اطلاقات المتون

وعامة الكتب المعتمدة وعلى خلاف ما هو قضية جميع الادلة المارة من السنة والقياس كما علمت وثالثا

مع قطع النظر عن كل ذلك هذا يشبه فرض محال فقد قدمنا عن الفتح والبحر والغنية ان التطهير يعم الطهارة

من الخبث ومعلوم انه يكون بكل ماء طاهر قالع ولا يشترط فيه شدة الاسالة بل تكفى الازالة ولو بتلث

فائدہ: حكمة الفرق بين السائل والبادى

المعطر الطراز

فائدہ: تطفل رابع على الحلية والايضاح

خرق مبلولة وفي اليد تطهر اصبع وثدي تجس بجس ثلثاه لا اعلم وربما يضره المسح بخرقة بلت بعرق بينا سببه
بل ربما ينفع فلعل فرض لا يقع ورابعًا ان لزم صلوحه لطلب ايقاع التطهير بالفعل فاذا كان بالانسان
والعياذ بالله ما يضره اصابة الماء في شيء من بدنه فهذا ان افتصد لا يكون حدثا وان اصابته شجة في راسه
فسال الدم من قرنه الى قدمه فهو على وضوئه ولم يتنجس بهذه الدماء الفوارة بدنه ولا ثيابه بل لو اخذ غيره
تلك الدماء ولطخ بها ثوبه كان صبغا طيبا طاهرا لان ما ليس بحدث ليس بنجس ولو كان المرض باحد شقيه فان
خرج من الشق السليم ... فيه باب بطل وضوؤه وان افتصد من الشق الماؤف وخرج الدم ارطالا لم يضر
وهو طاهر مع انه هو الدم المسفوح وهذا كله غير معقول ولا منقول ولا متجه ولا مقبول فلا مرية عندي
ان المراد كل ما هو ظاهر البدن شرعا وان تأخر طلب ايقاع تطهيره بالفعل الى زوال عذر ورحم الله العلامة
ابن كمال باشا حيث قال في الايضاح سال الى ما يطهر اي الى موضع يجب ان يطهر بغسل او مسح عند عدم العذر
شرعا لا بد من هذا التعميم حتى ينتظم الموضع الذي سقط عنه حكم التطهير بعذر اه وتبعه السيد العلامة الطحطاوي
في حاشية مراقي الفلاح والعلامة الفهامة نوح افندي لما نقل ما نقل عن المشكلات عقيب بقوله لكن قال بعض المحققين
يريد ابن كمال فنقل كلامه ثم قال وهذا المخالف لما في المشكلات ولعل الحق هذا اه اقول اولا بل لك ان تقول لا
فرق بين السقوط والتأخر لما علمت بل ان سقط لعذر فحقيقة السقوط تعقب الثبوت فذلك يقرر اللحوق ويؤكده
كما لا يخفى وثانيا لعبارة المشكلات وجهة تجيها عن المشكلات فانها في الجرح وسيأتي بالشرح فلا تتعين المخالفة
هذا ما يتعلق بمسألة الورم وما بنيت عليه واما مسألة الجرح فاقول يظهر للعبد الضعيف والله
تعالى اعلم ان الجرح المنبسط له ثلث صور الاولى ان يكون انبساطه في الباطن فقط تحجز راسه وعلى سائره
جلدة ولو متورمة والثانية بسيط منبسط على ظاهر البدن لكنه دقيق لا عرض له فلا يظهر للنظر الا كخط او
خيط والثالثة بسيط عريض ظاهر غوره مرئي قعره فباطن الاول باطن قطعا حسا وشرعا فان اختلف الدماء
في باطنه لم يغير وكان كنزول البول الى قصبة الذكر وهذا ما قدمنا عن الدر المختار من قوله والا كما لو سال
في باطن عين او جرح او ذكر ولم يخرج اه ولا يبعد ان تحمل عليه ما مر عن الشامي عن السراج عن الينابيع فقوله السائل
على الجراحة اذا لم يتجاوز اي الذي ظهر من قعرها وسال في غورها او علا على راسها ولم يتجاوز الراس ليوافق
السراج خلاصة نفسه الناصة ان حد التجاوز ان ينحدر عن راس الجرح كما تقدم ولا شك ان محمدا روى
عنه في هذه النقول ان الماخوذ عنده فصح كل ما ذكر السراج وان علت على راسه ثم انحدرت فلا الا شك

ف ۱ تطفل خامس على الحلية وابن ملك ومن معهما

ف ۲ تطفل على العلامة ابن كمال باشا

له اي تحقيقه الرفيع وان اطلق على الدفع ۱۲ منه

ف ۳ تطفل على العلامة نوح افندي

ف ۴ تحقيق المصنف في اقسام الجرح المنبسط واحكامها

ف ۵ مسئلة

فی انتقاض الوضوء وان لم یتجاوز سطح الدم لوجود الانحدار من الراس الذی هو ھھنا قضی باجماع ائمتنا رضی اللہ تعالی
عنهم و(ف) اما الثانی ایضا کذلك فان الاتصال وان تفرق ولم تبق جلدۃ تسترہ لکن لعمقه لایظهر غورہ للنظر الا بان یفرق (ق)
الجانبان بعمل الید بالقبض والجبذ مثلا ومثل هذا لایجعل الباطن ظاهرا کما تقدم فی الفتح والشرح فکان کباطن
بل باطن صماخ الاذن فی البطون مع عدم غطاء من فوق فما سال فیه ولم یظهر فانما یسیل فی الباطن ولا تطهر
فان علا ولم یتجاوز لم ینقض علی المفتی به ولو علا علی سطح الجرح کله لعدم تحقق الانحدار وھذا المحمل اقرب
من الاول لعبارۃ السراج والینابیع اما اذا نبع الدم علی راسه فقط ثم انحدر منه سائلا علی سطحه فلا شك
انه لعدم العرض فی الجراحة یاخذ شیئا من الجسم الصحیح ایضا من جنبیها فیتحقق التجاوز الی البدن الصحیح
ایضا ولا یبقی محل للامتراء فی انتقاض الطهر (ف۲) واما الثالث فمجال نظر فان الغور الذی ظهر کان من باطن البدن
قطعا واذ انکشف ظهر ولم یتناوله حکم التطهیر بعد فعسی ان یکون باقیا علی حکمه الاصلی حتی یجیئ فینزل
علیه حکم التطهیر ویلتحق بالظاهر شرعا ایضا کما التحق حسا وحینئذ یکون سیلان الدم فیه سیلانا
فی الباطن ویؤیدہ ما تقدم عن البحر عن المحیط ان ما یوازی الدم من اعلی الجرح مکانه فقضیته ان لو نبع الدم
فیه حتی وازی حرفه من کل جانب لم ینقض لانه علو لا انحدار فیلزمه ان لو نبع فی اعلاہ ثم انحدر
فیه ولم یجاوزہ لم ینقض لانه منتقل فی مکانه لا عن مکانه وکان هذا هو ملحظ ما فی المشکلات وخزانة الروایات
ولا ینافیه ما فی النهر والسراج وط علی المراقی ان فائدۃ ذکر الحکم دفع ورود داخل العین وباطن الجرح
(ف) اذ حقیقة التطهیر فیهما ممکنة وانما الساقط حکمه اھ فلیس ظاهرا فی جعله ظاهرا الا انظارا وھو ظاهر جلا
ما کان ظاهرا ثم عرض عارض فانه لا یخرجه عن الحکم ونحو الی الدخول کما علمت فلیس فیها ان کل ما لا
یطلب تطهیرہ بالفعل لعذر فالسیلان علیه لا ینقض کما اوھم بعض وافهم بعض وبالجملة ما کان ظاهرا لا یصیر
بالعذر باطنا کما افادہ ابن الکمال وما کان باطنا فالعلة لا یصیر ظاهرا ما لم ینزل علیه حکم التطهیر کما یفهم من المشکلات
وخزانة الروایات او والنهر والینابیع وط علی المراقی ورد المحتار ایضا فهذا ما یترائی لی ویحتاج الی زیادۃ تحریر
فمن ظفر به من کلمات العلماء فلیسعفنا بالاطلاع علیه لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا ولا حول ولا قوۃ
الا باللہ العلی العظیم (ف۳) **السادس** تقدم ان الدم فی مجلس یجمع وھو الروایة الدائرۃ فی الکتب بجمع لکن قال الامام
الاجل برهان الملة والدین صاحب الهدایة رحمه اللہ تعالی فی کتابه مختارات النوازل فی فصل النجاسة الدم
اذا خرج من القروح قلیلا قلیلا غیر سائل فذلك لیس بمانع وان کثر وقیل لو کان بحال لو ترکه لسال یمنع اھ

ثم اعاد المسألة فی نواقض الوضوء فقال لو خرج منه شیئ قلیل ومسحه بخرقة حتی لو ترکه یسیل لاینقض وقیل
الخ فهذا صریح فی ترجیح عدم الجمع مطلقا لکنه متوغل فی الغرابة حتی قال العلامة الشامی لم ار من سبقه الیه ولامن
تابعه علیه بعد المراجعة الکثیرة فهو قول شاذ قال ولکن صاحب الهدایة[ف۱] امام جلیل من اعظم مشایخ المذهب من طبقة
اصحاب التخریج والتصحیح فیجوز للمعذور تقلیده فی هذا القول عند الضرورة فان فیه توسعة عظیمة لاھل الاعذار
قال وقد کنت ابتلیت مدة بتلک المصیبة ولم اجد ما تصح به صلاتی علی مذھبنا بلا مشقة الا علی هذا القول فاضطررت
الی تقلیده ثم لما عافانی الله تعالی منه اعدت صلاة تلک المدة ولله تعالی الحمد اھ هذا کلامه فی شرح
منظومته فی رسم المفتی وقال فی الفوائد المخصصة صاحب الهدایة من اجل اصحاب الترجیح فیجوز للمبتلی تقلیده لان فیما
ذکرناه مشقة عظیمة فجزاه الله تعالی خیر الجزاء حیث اختار التوسیع والتسهیل الذی بنیت علیه هذه الشریعة
الغراء السهلة السمحة اھ **اقول**[۱۲۳] جوز الامام الکبیر العلم الشهیر الخصاف تزویج الوکیل موکلتیه مع غیبتهما من دون
تسمیتهما قال الامام[ف۲] شمس الائمة السرخسی الخصاف کان کبیرا فی العلم یجوز الاقتداء به فقال فی البحر[ف۳] المختار فی المذهب
خلاف ما قاله الخصاف وان کان الخصاف کبیرا اھ وفی الدر عن تصحیح القدوری الحکم والفتیا بالقول المرجوح
جهل وخرق للاجماع اھ وفی عدة ارباب[ف۴] الفتاوی المختار التقلید وان جاز بشرطه فهو للعامل لنفسه لا للمفتی لغیره فلا یفتی
بغیر الراجح فی مذهبه اھ نعم المبتلی فیه ما فیه من ترفیه وهو ایسر[ف۵] له من تقلید الامام الشافعی رضی الله تعالی
عنه فان النجاة من التلفیق شاق صعب وبالله التوفیق **السابع** قولهم[ف۶] ما لیس بحدث لیس بنجس قضیة
نفیسة مفیدة افادها الامام قاضی الشرق والغرب سیدنا ابو یوسف رضی الله تعالی عنه وهی مذکورة کذلک
فی متون المذهب وغیرها وزاد الشراح نفی عکسها فقالوا انها لاتنعکس فلا یقال ما لایکون نجسا لایکون
حدثا کما فی الهدایة وغیرها قال العلامة الشامی یرید به العکس المستوی لانه جعل الجزء الاول ثانیا والثانی
اولا مع بقاء الصدق والکیف بحالهما وعزاه للشیخ اسمعیل والسید عبد الغنی النابلسی رحمهم الله تعالی
اقول[۱۲۴] هذه زلة[ف۷] واضحة فانهم لو ارادوا به العکس المنطقی لکان نفیه نفی الاصل لان العکس من اللوازم
ولم یلتفت[ف۸] رحمه الله تعالی الی قوله نفسه مع بقاء الصدق فاذا کان الصدق باقیا فکیف یصح نفیه بل الحق[ف۹]
انهم انما یریدون فی امثال المقام نفی العکس العرفی وهو عکس الموجبة الکلیة کنفسها تقول کل حلال طاهر
ولا عکس ای لیس کل طاهر حلالا وهذا معهود متعارف فی الکتب العقلیة ایضا تراهم یقولون ارتفاع
العام یستلزم ارتفاع الخاص ولا عکس ونفی اللازم یستلزم نفی الملزوم ولا عکس الی غیر ذلک وهذا الامر

ف۱: صاحب الهدایة امام جلیل من ائمة التخریج والترجیح یجوز تقلیده.
ف۲: الخصاف کبیر فی العلم یجوز الاقتداء به.
ف۳: العمل بما هو المختار فی المذهب وان کان قائل خلافه اماما کبیرا.
ف۴: تقلید الغیر عند الضرورة والعمل بشروطه فلعمل نفسه اما الافتاء فلا یکون الا بالراجح فی المذهب.
ف۵: عند الضرورة تقلید قیل فی المذهب احسن من تقلید مذهب الغیر.
ف۶: تحقیق قولهم ما لیس بحدث لیس بنجس قضیة وعکسا.
ف۷: تطفل علی الشیخ اسمعیل والنابلسی والعلامة ش.
ف۸: تطفل آخر علیهما.
ف۹: الفرق بین العکس المنطقی والعرفی وان العرفی معهود حتی فی الکتب العقلیة والمنطقیة.

المعلم الطراز

https://www.facebook.com/darahlesunnat

من ان يظهر ثم اختلف نظر الفاضلين البرجندي والشيخ اسمعيل في كيف هذه القضية فجعلها البرجندي موجبة وشارح الدرر سالبة في شرح النقاية ما ليس بحدث ليس بنجس اي كل ما ليس بحدث من الاشياء الخارجة من السبيلين وغيرها ليس بنجس هذه الكلية السالبة الطرفين تنعكس بعكس النقيض الى قولنا كل نجس من الاشياء المذكورة حدث ولا يستلزم ذلك ان يكون كل حدث نجسا وهذه الكلية لو جعلت متعلقة بمباحث النجاسة لكان له وجه وسلمت عن نقد هم اه ورد ه مختصرا **اقول** ويرد عليه **اولا** ان الاشياء المذكورة اعني الخارجة من بدن المكلف انما اريدت بما وهي من الموضوع دون المحمول فمن اين يأتي هذا التقييد في موضوع العكس وبدونه يبقى كاذبا فيكذب الاصل **وثانيا** ليس موضوع الاصل ليس بحدث بل ما والمراد بها شيء مخصوص وهو الخارج من بدن المكلف فانما يؤخذ نقيضه بايراد السلب على ما لا بحذفه من متعلق الموضوع وانظر ما سنلقي من التحقيق والله تعالى ولي التوفيق **وثالثا** تقرر ان السلب ليس جزء الموضوع فكيف تكون سالبة الطرفين وقال في رد المحتار ما ذكره المصنف قضية سالبة كلية لا مهملة لان ما للعموم وكل ما دل عليه فهو سور الكلية كما في المطول وغيره فتنعكس بعكس النقيض الى قولنا كل نجس حدث لانه جعل نقيض الثاني اولا ونقيض الاول ثانيا مع بقاء الكيف والصدق بحاله وتمامه في شرح الشيخ اسمعيل اه **اقول** رحم الله العلامتين شارح الدرر والدر لما كانت القضية سالبة **فاولا** لم تظهر كليتها بكون ما من صيغ العموم بل وان كان هناك لفظة كل مكان ما فان ما او كلا يكون في الموضوع ويرد السلب على ثبوت المحمول له فيفيد سلب العموم لا عموم السلب ولذا نصوا ان ليس كل سور السالبة الجزئية **وثانيا** على فرض كليتها كيف تنعكس كلية والسوالب انما تنعكس بعكس النقيض جزئية على رأي المتقدمين الموجبات في العكس المستقيم **وثالثا** اعجب منه ايراد الموجبة في عكسها مع انهما رحمهما الله تعالى قد ذكرا بانفسهما شرط بقاء الكيف ويخطر ببالي والله تعالى اعلم سقوط لفظة المحمول بعد قوله سالبة من قلم احدهما وقلم الناسخين وكان اصله قضية سالبة المحمول كلية فاذن تكون موجبة وتندفع الايرادات الثلثة جميعا **اقول** لكن اذن يرد **اولا** ما ورد على البرجندي ثانيا **وثانيا** ينازع في صدق العكس فرب نجس ليس بحدث كالاعيان النجسة الغير الخارجة من بدن مكلف هذا ما حكم به جلي النظر وعليه فالوجه ما **اقول** تحتمل القضية الايجاب والسلب كليتين جميعا اما الاول فيجعل ما للعموم والسلب الاخير جزء المحمول ولا اول جزء متعلق الموضوع لا لنفسه لما علمت فتكون موجبة كلية معدولة المحمول فقط لا سالبة الطرفين والمراد بما كما علمت الخارج من بدن المكلف فيكون حاصلها كل خارج من بدن

ف ١: تطفل على العلامة البرجندي

ف ٢: تطفل على العلامتين ... ومن ... سور الكلية

ف ٣: تطفل ثالث على الشيخ النابلسي

ف ٤: تطفل رابع عليهما

ف ٥: تطفل خامس عليهما

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مكلف غير حدث فهو لا نجس وقولنا غير حدث حال من خارج اى ما خرج منه ولم ينقض طهارة ولان
تنعكس بعكس النقيض موجبة كلية قائلة ان كل نجس فهو لا خارج غير حدث اى ليس بالخارج الذى
لا ينتقض به الطهارة اى لا يجتمع فيه الوصفان فان خرج نقض ولا بد وان لم ينقض لم يكن خارجا من بدن المكلف
وبالعكس المستوى موجبة جزئية بعض اللانجس خارج منه غير حدث وهو ايضا صادق قطعا كالدمع
والعرق والدم القليل واما الثانى فلتحصيل الطرفين وما ليست للعموم بل نكرة بمعنى شئ دخلت فى حيز النفى
فعمت وانى يكون الحاصل لا شئ من الخارج منه غير حدث نجسا وينعكس بعكس النقيض سالبة جزئية
ليس بعض اللانجس لا خارجا منه غير حدث وبورود السلب على الخارج يعود الى الاثبات فيؤل المعنى الى قولنا
بعض ما ليس نجسا خارج من بدن المكلف غير حدث وبالمستقيم سالبة كلية لا شئ من النجس خارجا منه غير
حدث وجه صدقه ما قدمنا وبالجملة حاصل العكسين على الوجهين متعاكس فحاصل عكس النقيض
على جعلها موجبة هو حاصل المستوى على جعلها سالبة وبالعكس هذا ما تحتمله العبارة اما علماؤنا فانما
ارادوا الوجه الاول اعنى الايجاب ولم يريدوا عكس النقيض بل المستوى لكن لا منطقيا بل عرفيا كما عرفت
واما النظر الدقيق **فاقول** ان كانت القضية موجبة كما ارادوا فانهم حكموا كليا على ما ليس بحدث بانه ليس بنجس فيجب ان يكون اللانجس
مساويا للخارج غير حدث او اعم منه مطلقا ونقيض المتساويين متساويان والاعم والاخص مطلقا مثلهما
بالتعكيس فيجب ان يكون النجس مساويا للاخارج غير حدث او اخص منه مطلقا واللاخارج غير حدث يصدق
بوجهين ان لا يكون خارجا اصلا او يكون خارجا حدثا والنجس ان بقى على ارساله يكون اعم منه لما بينا فى
رسالتنا الاحكام ان قليل الخمر والبول ليس بحدث فيصدق عليه النجس ولا يصدق اللاخارج غير حدث
بل هو خارج غير حدث فوجب ان يراد بالنجس النجس بالخروج كما حققناه وحينئذ يكون اخص من اللاخارج غير
حدث فان كل نجس بالخروج يصدق عليه انه ليس بخارج غير حدث بل حدث ولا يصدق على كل لا خارج غير حدث انه نجس بالخروج لجواز ان لا يكون
خارجا اصلا فاذن تمام القضية الى قولنا كل خارج من بدن المكلف غير حدث فهو لا نجس بالخروج وعكس نقيضها كل نجس بالخروج
فهو لا خارج منه غير حدث ولما كان ذلك كذلك انتفى الاول من مصداقى اللاخارج غير حدث لان النجس بالخروج خارج لا
فلم يبق الا ان يكون خارجا حدثا والخروج قد اعتبر فى الموضوع فلا حاجة الى اعادته فى المحمول فيخرج منه ذلك العكس
ان كل نجس بالخروج حدث فتبين انه من اين جاء التقييد بالاشياء الخارجة من بدن المكلف فى
موضوعه وكيف خرج السلب الوارد على ما وعلى الحدث من محموله حتى لم يبق فيه الا لفظة حدث قال تعالى

الایراد ان معا عن البرجندی والشیخ اسمعیل جمیعا انما بنی الاخذ علی اخذ ہا سالبۃ الطرفین وکانہ رحمہ اللہ تعالی نظر الی وجود السلب ولو فی المتعلق ولیس فیہ کبیر مشاحۃ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالی ولی التوفیق و کذلک ان کانت سالبۃ لابد ایضا من الحمل المذکور اذ لاشک ان المراد الکلیۃ لان المقصود اعطاء ضابطۃ فقد سلبت النجاسۃ کلیۃ عن الخارج غیر حدث فیکون النجس مباینالہ ولا یباینہ الا بارادۃ النجس بالخروج اذ لولاھا لکانت اعم لمسألۃ فی الخمر المذکورۃ لکن مراد ھم ھو الایجاب کما علمت اما قولہ البحر ان ھذہ الکلیۃ لو جعلت متعلقۃ بمباحث القیئ لکان لہ وجہ اقول[١٣١] کیف وانہم جمیعا انما یذکرونھا تلو مسائل القیئ وقولہ سلمت عن توھم الدور اقول[١٣٢] وجہہ ان اعطاء القضیۃ انما ھو لیکتسب علم عدم النجاسۃ من علم عدم الحدثیۃ وعلم عدم الحدثیۃ یتوقف علی علم عدم النجاسۃ اذ لو کان نجسا لکان حدثا فیدور طنا[١٣٣] انما توھم لان العلم بعدم الحدثیۃ یحصل بتصریح الفقہ فالمراد کلما سمعتموہ من علمائنا انہ لا ینقض الطہارۃ فاعلموا انہ لیس بنجس وجہ نجسا فان لم یکن نجسا ما نزل من خارج فھو طاھر وھذا ظاھر وصلی اللہ تعالی علی الطہر الطیب والحبیب الطاھر وعلی الہ وصحبہ الاطائب الاطاھر والحمد للہ رب العالمین فی الاولی والاخر والباطن والظاھر ولنسم ھذا التحریر المنیر للتنزہ بعد التحریر والتحبیر الطراز المعلم فیما ھو حدث من احوال الدم وصلی اللہ تعالی علی سیدنا والہ وصحبہ وسلم والحمد للہ علی ما علم واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ ٤ ہم محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنے گھٹنے کھلجانے یا اپنا یا پرایا ستر بلا قصد یا بالقصد دیکھنے یا دوڑنے یا بلندی پر سے کودنے یا گرنے سے وضو جاتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

ان میں کسی بات سے وضو نہیں جاتا ستر[ف١] کھلنے یا دیکھنے سے وضو جاتا کہ عوام کی زبان زد ہے محض[ف٢] بے اصل ہے علمائے ستر عورت کو آداب وضو سے گنا اگر کشف سے وضو جاتا تو فرائض وضو سے ہوتا غنیہ وغنیہ میں ہے اداب الوضوء ان یستر عورتہ حین فرغ من الاستنجاء اھ ملتقطا اور تصریح فرماتے ہیں کہ اگر صرف[ف٣] ایک جبہ پہنکر نماز پڑھی جس سے گھٹنوں تک رکوع سجود وغیرہا ہر حال میں ستر حاصل ہے اور[ف٤] اوس کا گریبان اتنا کشادہ ہے کہ گریبان سے اپنے ستر تک نظر جاسکتی ہے اور اسے دیکھا تو کراہت ہو مگر نماز ہو گئی اگر وضو جاتا رہتا نماز کیونکر ہوتی درمختار میں ہے الشرط سترھا عن غیرہ لا نفسہ بہ یفتی فلو راہا من زیقہ لم تفسد وان کرہ اور تصریح فرماتے ہیں کہ اگر[ف٥] عورت کو طلاق

https://www.facebook.com/darahlesunnat

رجعی ہو ہی تھی ہنوز عدت نہ گزری تھی یہ نماز میں تھا کہ عورت کی فرج داخل پر نظر پڑ گئی اور شہوت پیدا ہوئی رجعت ہوگئی اور نماز میں فساد نہ آیا اور اگر قصداً بھی ایسا کرے تو مکروہ ضرور ہے مگر نماز فاسد نہیں خلاصہ و ردالمحتار میں ہے لونظر الی فرج المطلقۃ رجعیا بشھوۃ یصیر مراجعا ولاتفسد صلاتہ فی روایۃ ھو المختار اھ ثم الفساد علی الاخرے انما ھو لان النظر الی الفرج بشھوۃ من دواعی الجماع فصار کما لو قبلت المصلی امرأتہ وھو فی الصلاۃ فانہا تفسد لصیرورتہ باشتغالہ فی معنی الجماع والجواب مذکور فیہا ان ھذا فی الدواعی التی ھی فعل غیر النظر والفکر لتعذر التحرز عنہما اور منکوحہ کی بھی تخصیص نہیں زن بیگانہ کا بھی یہی حکم ہے یہاں بجائے رجعت حرمت مصاہرت ثابت ہوگی مراقی الفلاح میں ہے لاتبطل صلاتہ بنظرہ الی فرج المطلقۃ او الاجنبیۃ یعنی فرجہا الداخل قال ط فی حاشیتہا وتثبت ہر حرمۃ المصاہرۃ فی الاجنبیۃ دوڑنے کودنے گرنے میں بھی کوئی وجہ نقض وضو نہیں جب تک گرنے سے بیہوشی نہ ہو یا خون نہ نکلے بحال بقائے ہوش فقط یہ خیال کہ طبیعت دوسری طرف متوجہ اور اپنے حال سے غافل ہوتی ہے کافی نہیں ورنہ مطالعہ کتب بلکہ مراقبہ یادِ الٰہی بھی ناقض وضو ہو نعم وقع فی حاشیۃ السید العلامۃ ط علی مراقی الفلاح ما نصہ فی الہندیۃ عن المحیط عد من النواقض سقوطہ من علی اھ قال بعض الفضلاء ولعلہ لعدم خلوہ عن خروج خارج غالبا وھو لایشعر بہ اھ اقول رحم اللہ السید والفاضل انما نص الہندیۃ ھکذا الذی ینقض الوضوء وکذا الودی والمنی اذا خرج من غیر شہوۃ بان حمل شیئا فسبقہ المنی او سقط من مکان مرتفع یوجب الوضوء کذا فی المحیط اھ بلفظہا فقولہ المنی مبتدأ خبرہ یوجب والضمیر فیہ للمنی وقولہ سقط معطوف علی حمل وھو تصویر لخروج المنی بلا شہوۃ لامعدود فی الموجبات بنفسہ وعبارۃ الامام قاضی خان تزیل الوھم قال فی الخانیۃ خروج المنی لا عن شہوۃ بان سقط من مکان مرتفع او ماشبہ ذلک لایوجب الغسل وینقض الوضوء الخ فیجب ان لایزل وینبغی ان یعلم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰: ۱۰ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک پھڑیا تھی اوس نے اوپر کی جانب سے موضع کیا اور پھوٹی بھی بالکل اچھی ہوگئی مگر اوسکا بالائی پوست اور اوسکے نیچے خالی جگہ ہنوز باقی ہے زید نہایا غسل کا پانی کہ اوپر سے بہتا آیا اوس خلا میں بھر گیا بعد نہانے کے زید نے ہاتھ سے دبا دیا کہ وہ پانی بہ کر نکل گیا اس صورت میں وضو ساقط ہوا یا نہیں اور جس بدن پر وہ پانی گزرا پاک رہا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

جب کہ وہ پانی پھڑیا کا نہیں بلکہ خالص غسل کا ہے پھڑیا بالکل صاف ہوگئی تھی کہ اوس میں خون پیپ کچھ نہ تھا تو نہ وضو گیا نہ بدن

https://www.facebook.com/darahlesunnat

تا پاکی ہو جواہر الفتاوی امام کرمانی باب رابع فتاوائے امام نجم الدین عمر نسفی میں ہے جرح لیس فیہ شیئ من قیح او دم او صدید دخل صاحبہ الحمام فدخل ماء الحمام الجرح فلما خرج من الحمام عصر الجرح فخرج ماء الحمام لا ینتقض الوضوء لان الخارج ماء الحمام لا ماحصل من الجرح اسی طرح خلاصہ میں ہے ولفظہا فخرج منہ الماء وسال لاینتقض وجیز امام کردری میں ہے دخل الماء جرحہ ولادم ولاصدید فیہ ثم خرج منہ لا ینتقض خزانۃ المفتین جرح الماء اذا دخل الجرح ثم خرج لایضرہ **اقول** رمز لہ خ یعنی الخلاصۃ وقد بالغ فی الاختصار حتی بلغ الاقتصار فانہ صور المسألۃ بقولہ جرح لیس فیہ شیئ من الدم او القیح الخ کما صور ماخذہ فتاوی الامام النسفی والآخذ منہ وجیز الکردری ولابد منہ لانہ لوکان فیہ ذلک تنجس الماء بالمجاورۃ فلینقض بالمجاورۃ لان خروج نجس سال ناقض مطلقا وان کان شیئا طاھرا انما اکتسب النجاسۃ فی الباطن بالجوار الا تری انہ اذا شرب الماء ووصل معدتہ ثم خرج بالقیئ من ساعتہ وکان ملأ فیہ نقض قال فی الدر وان لم یستقر وھو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ ارتضاعہ ھو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ذکرہ الحلبی اھ **فان قلت** ھنا روایۃ اخری ان قیئ الماء لا ینقض مالم یستحل وقد صحح ایضا قال فی البحر تحت قول المتن وقیئ ملأ فاہ ولو طعاما او ماء الملتقی فی الطعام والماء قال الحسن اذا تناول طعاما او ماء ثم قاء من ساعتہ لاینتقض لانہ طاھر حیث لم یستحل وانما اتصل بہ قلیل القیئ فلا یکون حدثا فلا یکون نجسا وکذا الصبی اذا ارتضع وقاء من ساعتہ وصححہ فی المعراج وغیرہ ومحل الاختلاف اذا وصل الی معدتہ ولم یستقر اما لو قاء قبل الوصول الیہا وھو فی المرئ فانہ لا ینقض اتفاقا کما ذکرہ الزاھدی اھ وقال المحقق فی الفتح تحت قول الھدایۃ ان قاء بلغما فغیر ناقض وقال ابویوسف ناقض لانہ نجس بالمجاورۃ ولھما انہ لزج لاتتخللہ النجاسۃ وما یتصل بہ قلیل والقلیل فی القیئ غیر ناقض ما نصہ وعلی ھذا یظھر ما فی المجتبی عن الحسن لو تناول طعاما او ماء ثم قاء من ساعتہ لاینتقض لانہ طاھر الی اخر ما مر عن البحر الی مسئلۃ ارتضاع الصبی قال المحقق قیل ھو المختار وما فی القنیۃ لو قاء دودا کثیرا او حیۃ ملأت فاہ لاینقض اھ وقال المحقق ایضا فی باب الانجاس مرارۃ کل شیئ کبولہ واجترارہ کسرقینہ قال فی التجنیس لانہ وارہ جوفہ الا تری ان ما یواری جوف الانسان بان کان ماء ثم قاء فحکمہ حکم بولہ انتھی وھو یقتضی انہ کذلک وان قاء من ساعتہ (ای لانہ ایضا وارہ جوفہ قال) وقدمنا فی النواقض عن الحسن ما ھو الاحسن وقد صححہ (ای صاحب التجنیس) بعد قریب ورقۃ فقال فی الصبی ارتضع ثم قاء فاصاب ثیاب الام ان زاد علی الدرھم منع قال وروی الحسن عن ابی حنیفۃ انہ لا یمنع مالم یفحش

لانه لم يتغير من كل وجه فكان نجاسة دون نجاسة البول بخلاف المرة لانها متغيرة من كل وجه كذا
فی غریب الروایة عن ابی حنیفة وهو الصحیح وفیه ماذکرناه فقد صححه فی المعراج وغیره وقیل هو المختار واستظهره
المحقق وجعله الاحسن فلعل الی هذا مال فی خزانة المفتین فحذف ذلک القید قلت١٣٧ اولا لو اختار
هذا ما کان لیعزو الی الخلاصة مالم تره وثانیا١٣٨ قد تبع الخلاصة بعد هذا بسطرین فاطلق مسألة القیء
الطعام والماء اطلاقا کما ارسلت المتون والعامة وثالثا رأیتنی کتبت علی هامش الفتح من الوضوء ما نصه
قوله وعلی هذا یظهر ما فی المجتبی الخ اقول١٣٩ وبالله التوفیق فی هذا الظهور خفاء شدید فان الماء
والطعام وان لم یستحیلا لکنهما یقبلان النجاسة بالمجاورة فاذا عادا من معدن النجس کانا متنجسین وان لم
یکونا نجسین فیجب النقض بهما کالریح طاهرة عینها وناقض خروجها لانبعاثها من محل النجاسة نعم مسألة
الدود والحیة واضحة الوجه فانها لا یتداخلها النجاسة وما علیها قلیل فلا ینقضان الا اذا کثر خروجهما
من غثیان واحد حتی یبلغ ما علیهما الکثیران وقع هذا والعیاذ بالله تعالی هذا ما اختلج بقلب العبد الضعیف
اول وقوفی علی هذا الکلام ثم بعد یومین رأیت العلامة المحقق ابرهیم الحلبی ذکر فی شرح المنیة الکبیر
روایة المجتبی عن الحسن وانه قیل هو المختار ثم عقبه بقوله والصحیح ظاهر الروایة انه نجس لمخالطته النجاسة
وتداخلها فیه بخلاف البلغم وبخلاف دود وحیة لانه طاهر فی نفسه ولم تتداخله النجاسة وما
یستتبعه قلیل لا یبلغ ملأ الفم اھ فهذا عین ما بحثته ولله الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه اھ ما کتبت
علیه وکتبت علی هامش باب الانجاس قوله ماهو الاحسن اقول١٤٠ ماهو الاحسن لانه خلاف ظاهر
الروایة المصححة والفتوی متی اختلفت وجب المصیر الی ظاهر الروایة قوله وقد صححه بعد قریب ورقة
اقول١٤١ فرق بین ما مر عن الحسن وهو الطهارة بدلیل عدم انتقاض الوضوء وبین هذا الاتی عن الحسن
عن الامام وهو کونه نجاسة خفیفة وایا ما کان فعلی ظاهر الروایة التعویل کیف وهو الذی یقضی به
وهو الموافق لاطلاق المتون وعامة الشروح والفتاوی فی القیء قوله لانه لم یتغیر من کل وجه
اقول١٤٢ نعم لکن او لم یجاور النجاسة الغلیظة او لیس مما تتداخله النجاسة واذا کان الامر علی هذا
وجب کونه نجاسة غلیظة فان الغلیظة انما تورث بجوارها الغلظة دون الخفة کما لا یخفی فالصحیح
ان القیء ناقض مطلقا بشروطه المعروفة وان جرة کل شیء کسرقینه من دون فصل قوله وفیه ماذکرنا
ای ان ما فی المجتبی وغیره یقتضی طهارته اقول وفیه ماذکرناه ما کتبت ثمه وقد نقل فی رد المحتار قبیل

ف١: تطفل علی الفتح
ف٢: تطفل ثان علیه
ف٣: تطفل ثالث علیه
ف٤: تطفل خامس علیه
ف٥: دلیل علی ان خفة النجاسة ... بالجلیل

الصلوٰۃ عبارۃ الفتح ھذا الی قولہ التجنیس و ھو الصحیح واقرہ علیہ فکتبت علیہ **اقــول** ف۱ تقدم الشارح العلامۃ فی النواقض تصحیح کونہ نجسا مغلظا وقدم المحشی ثمہ انہ حیث صحح القولان فلا یعدل عن ظاھر الروایۃ ولذا جزم بہ الشارح اھ فکان علیہ ان لایقر علی خلافہ ھھنا ولکن الانسان للنسیان وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولنرجع الی اول المسألۃ الحکم الذی قررناہ بنصوص فتاوی النسفی وجواھر الفتاوی والخلاصۃ والبزازیۃ والخزانۃ یتراأی خلافہ من الغنیۃ اذ قال (نفطۃ قشرت فسال منھا ماء) خالص اجتذب من الخارج والتأمت علیہ زادو مرا و صدید ان سال عن راس الجرح نقض وان لم یسل لا) **اقــول** ف۲ اصل المسألۃ فی الجامع الصغیر کما تقدم والظاھر المتبادر منہ ماء النفطۃ وھو الدم الذی نضج فرق فاشبہ الماء ھکذا فھمہ العامۃ قال الامام فقیہ النفس فی شرحہ تحت ھذہ المسألۃ قال الحسن بن زیاد الماء بمنزلۃ العرق والدمع لایکون نجسا وخروجہ لایوجب انتقاض الطھارۃ والصحیح ما قلنا لانہ دم رقیق لم یتم نضجہ فیصیر لونہ لون الماء واذا کان دما کان نجسا ناقضا للوضوء اھ وقال فی الحلیۃ تحت عبارۃ المنیۃ المذکورۃ قال فخر الاسلام وغیرہ قد تکون النفطۃ اصلھا دما ثم ینضج فیصیر قیحا ثم یزداد نضجا فیصیر صدیدا ثم قد یصیر ماء وقد یکون فی الابتداء ماء اھ وفی البحر الرائق وعن الحسن ان ماء النفطۃ لاینقض قال الحلوانی وفیہ توسعۃ لمن بہ جرب او جدری کذا فی المعراج اھ وفی منحۃ الخالق قال فی الجمھرۃ تنفطت ید الرجل اذا رق جلدھا من العمل وصار فیھا کالماء والکف نفیطۃ ومنفوطۃ کذا فی غایۃ البیان وقال ایضا بعدہ ھذا ای النقض اذا کانت النفطۃ اصلھا دما وقد تکون من الابتداء ماء اھ ثم **اقــول** ف۳ بعد تسلیمہ یجب حملہ علی ما اذا کان فی النفطۃ مردم او قیح ما ینجس الماء والا فالحجۃ ما قدمنا من النصوص واللہ تعالٰی اعلم

ف۱: تطفل ۱۲ علی العلامۃ ش.

ف۲: ماء النفطۃ وغیرہ.

ف۳: تطفل ۱۳ علی الغنیۃ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۱ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کس طرح کے سونے سے وضو جاتا ہے اس میں قول منقح کیا ہے۔ بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

الحمد للہ الذی لاتاخذہ سنۃ ولا نوم وافضل الصلاۃ والسلام بعد دانات کل یوم علی من لاینام قلبہ فما کان وضوءہ لینتقض بالنوم وعلی الہ وصحبہ الذین نبھوا فنبھوا من نوم الغفلۃ کل القوم امام المدققین سیدی علاء الدین دمشقی حصکفی وعلامہ جلیل ابو الاخلاص حسن شرنبلالی ومحقق بالغ النظر سیدی ابراہیم حلبی

رسالہ نبہ القوم ان الوضوء من ای نوم

و دیگر اکابر اعلام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے درمختار و نور الایضاح و مراقی الفلاح و غنیہ و صغیری وغیرہا میں بعد احاطہ اقوال جو اسباب میں قول منقح فہیم مستقیم من القی السمع وھو شہید کے لیے افادہ فرمایا اوسکا حاصل عطر محاصل یہ ہے کہ نیند دو شرطوں سے ناقض وضو ہوتی ہے اول یہ کہ دونوں سرین اوسوقت خوب جمے نہ ہوں دوسرے یہ کہ ایسی ہیأت پر سویا ہو جو غافل ہو کر نیند آنے کو مانع نہ ہو جب یہ دونوں شرطیں جمع ہونگی تو سونے سے وضو جائیگا اور ایک بھی کم ہے تو نہیں مثلاً (۱) دونوں سرین زمین پر ہیں اور دونوں پاؤں ایک طرف پھیلے ہوئے کرسی کی نشست اور ریل کی تپائی بھی اسمیں داخل ہے اقول مگر یورپین ساخت کی کرسی جسکے وسط میں ایک بڑا سوراخ اسی مہمل غرض سے رکھا جاتا ہے اس سے مستثنٰے ہے اوسکی نشست مانع حدث نہیں ہو سکتی (۲) دونوں سرین پر بیٹھا ہے اور گھٹنے کھڑے ہیں اور ہاتھ ساقوں پر محیط ہیں جسے عربی میں احتباء کہتے ہیں خواہ ہاتھ زمین وغیرہ پر ہوں اگرچہ سر گھٹنوں پر رکھا ہو (۳) دوزانو سیدھا بیٹھا ہو (۴) چارزانو پالتی مارے یہ صورتیں خواہ زمین پر ہوں یا تخت یا چارپائی پر یا کشتی یا شقدف یا شبری یا گاڑی کے کھٹولے میں (۵) گھوڑے یا خچر وغیرہ پر زین رکھ کر سوار ہے (۶ و ۷) ننگی پیٹھ پر سوار ہے مگر جانور چڑھائی پر چڑھ رہا یا راستہ ہموار ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سب صورتوں میں دونوں سرین جمے رہینگے لہذا وضو نہ جائیگا۔ اگرچہ کتنا ہی غافل ہو جائے۔ اگرچہ سر بھی قدرے جھک گیا ہو نہ اتنا کہ سرین نہ جمے رہیں اگرچہ دیوار وغیرہ کسی چیز پر ایسا تکیہ لگائے ہو کہ وہ شے ہٹا لیجائے تو یہ گر پڑے یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اصل مذہب و ظاہر الروایۃ و مفتی بہ و صحیح و معتمد ہے اگرچہ ہدایہ و شرح وقایہ میں حالت تکیہ کو ناقض وضو لکھا (۸) کھڑے کھڑے سو گیا (۹) رکوع کی صورت پر (۱۰) سجدۂ مسنونۂ مرداں کی شکل پر کہ پیٹ رانوں اور رانیں ساقوں اور کلائیاں زمین سے جدا ہوں اگرچہ یہ قیام و ہیأت رکوع و سجود غیر نماز میں ہو اگرچہ سجدہ کی اصلا نیت بھی نہ ہو ظاہر ہے کہ یہ تینوں صورتیں غافل ہو کر سونے کی مانع ہیں تو ان میں بھی وضو نہ جائیگا (۱۱) اکڑوں بیٹھے سویا (۱۲ و ۱۳ و ۱۴) چت یا پٹ یا کروٹ پر لیٹ کر (۱۵) ایک کہنی پر تکیہ لگا کر (۱۶) بیٹھ کر سویا مگر ایک کروٹ کو جھکا ہوا کہ ایک یا دونوں سرین اوٹھے ہوئے ہیں (۱۷) ننگی پیٹھ پر سوار ہے اور جانور ڈھال میں اوتر رہا ہے اقول فقیر گمان کرتا ہے کہ کاٹھی بھی ننگی پیٹھ کے مثل ہے اور وہ یورپین وضع کی کاٹھیاں جنکے وسط میں اسیلیے خلا رکھتے ہیں مانع حدث نہیں ہو سکتیں اگرچہ راہ ہموار ہو واللہ تعالٰی اعلم (۱۸) دوزانو بیٹھا اور پیٹ رانوں پر رکھا ہو کہ دونوں سرین جمے نہ رہے ہوں (۱۹) اسیطرح اگر چارزانو ہے اور سر رانوں یا ساقوں پر ہے (۲۰) سجدہ غیر مسنونہ کی طور پر جسطرح عورتیں گٹھری بنکر سجدہ کرتی ہیں اگرچہ خود نماز یا اور کسی سجدہ مشروعہ یعنی سجدۂ تلاوت یا سجدۂ شکر میں ہو ان دس صورتوں میں دونوں شرطیں جمع ہونے کے سبب وضو جاتا رہیگا اور جب اصل مناط بتا دیا گیا تو زیادہ تفصیل صور کی حاجت نہیں ان دونوں شرطوں کو

غور کرلین جہان متتبع ہین وضو نہ رہیگا ورنہ ہے البتہ فتاوے امام قاضیخان مین فرمایا کہ تنور کے کنارے اوسمین پاؤن لٹکا بیٹھکر سونے سے بھی وضو جاتا رہتا ہے کہ اوسکی گرمی سے مفاصل ڈھیلے ہو جاتے ہین **اقول** مگر یہ اوس ضابطہ منقحہ کے خلاف ہو کہ سرین دونون جمے ہین لیکن یہ صورت بہت نادرہ ہے تو احتیاطًا عمل کر لینے مین حرج نہین واللہ تعالٰی اعلم اور صورت بستم مین اگرچہ خاص در بارۂ سجدۂ نماز یا سجدۂ مشروعہ مطلقًا نزاع طویل و ہجوم اقاویل ہے مگر تحقیق احق یہی ہے کہ جملہ صور مذکورہ بستگانہ مین نماز و غیر نماز سب کا حکم یکسان ہے نماز مین بھی سونے سے وضو نہ جانے کے لیے دونون سرین کا جما ہونا یا ہیأت کا مانع استغراق نوم ہونا ضرور ہے ولہذا یہی اکابر تصریح فرماتے ہین کہ اگر نماز مین لیٹ کر سویا وضو نہ رہیگا عام ازینکہ چت ہو یا پٹ یا کروٹ پر یا ایک کہنی پر تکیہ دیے عام ازین کہ قصدًا لیٹا ہو یا سوتے مین لیٹ گیا اور فورًا فورًا جاگ نہ اوٹھا حتّٰی کہ اگر کوئی شخص بیماری کے سبب بیٹھکر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اوسے بھی اگر لیٹے لیٹے پڑھنے مین نیند آگئی وضو جاتا رہیگا غرض پہلی دس صورتین جنمین وضو نہین جاتا اگر نماز مین واقع ہون جب بھی نہ جائیگا نہ نماز فاسد ہو اگرچہ قصدًا سوئے ہان جو رکن بالکل سوتے مین ادا کیا اوسکا اعتبار نہ ہوگا اوسکا اعادہ ضرور ہے اگرچہ بلاقصد سو جائے اور جو جاگتے مین شروع کیا اور اوس رکن مین نیند آگئی اوسکا جاگتے کا حصہ معتبر رہیگا اور پچھلی دس صورتین جن مین وضو جاتا رہتا ہے اگر نماز مین واقع ہون جب بھی جاتا رہیگا پھر اگر ان صورتون پر قصدًا سویا تو نماز بھی گئی وضو کر کے سرے سے نیت باندھے اور بلاقصد سویا تو وضو گیا نماز باقی ہے بعد وضو پھر اوسیجگہ سے پڑھ سکتا ہے جہان نیند آگئی تھی پھر سب صورتون مین سونے کی تخصیص اسلیے ہو کہ اونگھ ناقض وضو نہین جب کہ ایسا ہوشیار رہے کہ پاس کے لوگ جو باتین کرتے ہون اکثر پر مطلع ہو اگرچہ بعض سے غفلت بھی ہو جاتی ہو یونہین اگر بیٹھے بیٹھے جھوم رہا ہے وضو نہ جائیگا اگرچہ جھومنے مین کبھی کبھی ایک سرین اوٹھ بھی جاتا ہو بلکہ اگرچہ جھوم کر گر پڑے جبکہ فورًا ہی آنکھ کھلجائے ہان اگر گرنے کے ایک ہی لمحہ بعد آنکھ کھلی تو وضو نہ رہیگا **اقول** یہ قید اون سب صورتون مین ہے جن مین وضو جانا بیان ہوا کہ اونہین صورتون پر سونا پایا جائے اور اگر سویا اوس شکل پر جسمین وضو نہ جاتا اور جسم بھاری ہو کر یہ شکل پیدا ہوئی جس سے جاتا رہتا مگر پیدا ہوتے ہی فورًا بلا وقفہ جاگ اوٹھا وضو نہ جائیگا جیسے سجدۂ مسنونہ مین سویا اور کلائیان زمین سے لگتے ہی آنکھ کھل گئی اور یہ بھی یاد رہے کہ آدمی جب کسی کام مثلًا نماز وغیرہ کے انتظار مین جاگتا ہو دل اوسطرف متوجہ ہے اور سونے کا قصد نہین نیند جو آتی ہے اوسے دفع کرنا چاہتا ہے تو بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ غافل ہو گیا جو باتین اوسوقت ہوئین اونکی خبر نہین بلکہ دو دو تین تین آوازون مین آنکھ کھلی اور وہ اپنے خیال مین یہ سمجھتا ہے کہ مین نہ سویا تھا اسلیے کہ اوسکے ذہن مین وہی دفع خواب کا خیال جا ہوا ہے یہانتک کہ لوگ اوس سے کہتے ہین تو سو گیا تھا وہ کہتا ہے ہرگز نہین ایسے خیال کا اعتبار نہین جب معتمد شخص کہے کہ تو غافل تھا پکارا جواب نہ دیا یا باتین پوچھی جائین اور یہ نہ بتا سکے

کما سیأتی التصریح بہ عن الغنیۃ ان شاء اللہ تعالٰی ۱۲ منہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

توضؤ لازم ۔ في الحلية النوم ان كان في الصلاة فليس بحدث الا ان يكون مضطجعا وقال قاضي خان او متكئا ثم في بعض شروح القدوري الاتكاء عام والاستناد خاص وهو اتكاء الظهر لاغير قلت لكن الظاهر ان مراد القاضي النوم على احد وركيه في الصلاة فان مقعده لا يكون متجافيا عن الارض فكان في معنى النوم مضطجعا في كونه سببا لوجود الحدث بواسطة استرخاء المفاصل وزوال المسكة ولا يخالف هذا ما في الخلاصة من عدم النقض بالنوم متوركا لانه مفسر فيها بان يبسط قدميه من جانب ويلصق اليتيه بالارض وهذا يخالف تفسير صاحب البدائع وصاحب الاسرار فانه قال في تعليل النقض انها جلسة تكشف عن مخرج الحدث الا انه وضع المسألة خارج الصلاة والتعليل يفيد انه وضع اتفاقي قال شيخنا فهذا اشتراك في لفظ التورك اه اقول وكذا افاد في البحر تبعا للفتح والذي وقع عن هذا اوقع في المستخلص شرح الكنز ان نقل تحت قول الكنز ونوم مضطجع ومتورك تفسير التورك ان يخرج رجليه من الجانب الايمن ويلصق اليتيه على الارض كذا في المستصفى ولم يلق بال ان هذا تفسير تورك الشافعية في الصلاة وليس من نواقض الوضوء قطعا ثم قال في الحلية ويلحق بالنوم مضطجعا النوم مستلقيا على قفاه او منبطحا على وجهه فان في كل استرخاء المفاصل وزوال المسكة على الكمال كالاضطجاع ثم لاخلاف عندنا في عدم النقض للوضوء اذا كان في الصلاة في غير هذه الحالات التي ذكرناها اذا لم يكن متعمدا فان متعمدا ففي الخانية ان تعمد النوم في سجوده تنتقض طهارته في قولهما اه قال شيخنا كانه مبني على قيام المسكة في الركوع دون السجود ومقتضى النظر التفصيل في ذلك السجود ان كان متجافيا لا يفسد والا يفسد اه ما في الحلية اقول عبارة الخانية لو نام ساجدا في الصلاة لا يكون حدثا في ظاهر الرواية فان تعمد النوم في سجوده تنتقض طهارته وتفسد صلاته ولو تعمد النوم في قيامه او ركوعه لا تنتقض طهارته في قولهما اه فقوله في قولهما راجع الى مسألة القيام والركوع دون السجود كما اقتضاه اختصار الحلية على ما في نسختي كيف وعدم النقض ولو تعمد في الصلاة هو المعتمد وهو المذهب قال في الهندية ثم في ظاهر الرواية لا فرق بين غلبته وتعمده وعن ابي يوسف النقض والصحيح ما في ظاهر الرواية هكذا في المحيط اه فكيف يجوز ان يكون قولهم وسيأتي عن نص الحلية نفسها ثم اقول لم يتعرض الامام قاضي خان ههنا عن حكم الصلاة اذا تعمد النوم في القيام او الركوع وعبارته في مفسدات الصلاة ومن ثم نقل في الفتح هكذا اذا نام المصلي مضطجعا متعمدا فسدت صلاته ولو لم يتعمد فمال حتى اضطجع تنتقض طهارته ولا تفسد صلاته ولو نام في ركوعه او سجوده ان لم يتعمد لا تفسد صلاته وان تعمد فسدت في السجود ولا تفسد في الركوع اه فانما محط كلامه طرا ان النوم ان كان ناقض الطهارة كما في الاضطجاع [illegible] مفسد للصلاة الا ان تعمد الحدث

ف۱: فرق الاتکاء والاستناد

ف۲: للتورک معنیان

تنبیه مهم

ف۳: تطفل علی المستخلص

ف۴: تطفل علی الحلیة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یمنع البناء والا لا کنوم قائم وراکع ولذا ما حکم علی نوم النساء العاجز باعادة الصلوٰة افادہ فی الفتح ما فاد فلیحفظ فان له شانا ان شاء الله تعالی ثم قال فی الحلیة وذکر فی التحفة والبدائع ان النوم فی غیر حال الاضطجاع والتورک فی الصلوٰة لایکون حدثا سواء غلبه النوم او تعمده فی ظاهر الروایة انتھی والعلة المعقولة فی کون النوم ناقضا استرخاء المفاصل وزوال المسکة وهذا المعنی لم یوجد فی المذکور والا سقط هذا کله فی الصلوٰة وان کان خارج الصلوٰة مضطجعا او متکئا بمعنی یکون مقعدہ علی الحد فقیه کما هو مصرح به فی التحفة والبدائع والمحیط شرح الدنفض بلا خلاف اہ ملتقطا وفی رد المحتار نام المریض وهو یصلی مضطجعا الصحیح انتقض کما فی الفتح وغیرہ وزاد فی السراج وبه نأخذ اہ وفی الخانیة ظاهر المذھب ان النوم فی الصلوٰة لایکون حدثا الا ان یکون مضطجعا او متکئا والاضطجاع علی نوعین ان غلبت عیناه فنام ثم اضطجع فی نومه فهو بمنزلة ما لو سبقه الحدث یتوضأ ویبنی وان تعمد النوم فی الصلوٰة مضطجعا یتوضأ ویستقبل ومن عجز فصلی مضطجعا فنام ینتقض اہ وفی متن نور الایضاح وشرحه مراقی الفلاح فی فصل ما لا ینقض الوضوء (و) منها (نوم مصل ولو راکعا او ساجدا) اذا کان (علی جهة السنة) فی ظاهر المذھب اہ وفی منحة الخالق عن النهر الفائق عن عقد الفرائد انما لا یفسد الوضوء بنوم الساجد فی الصلوٰة اذا کان علی الهیأة المسنونة قید به فی المحیط وهو الصحیح اہ وقال المحقق الکبیر فی شرح المنیة الصغیر والمعتمد انه ان نام علی الهیأة المسنونة فی السجود رافعا بطنه عن فخذیه مجافیا مرفقیه عن جنبیه لایکون حدثا والا فهو حدث لوجود نهایة استرخاء المفاصل سواء کان فی الصلوٰة او خارجها وتمام تحقیقه فی الشرح اہ وفی التنویر والدر قائما او قاعدا او راکعا او ساجدا او قعد الاخیر نائما لا یعتد به بل یعیدہ ولو القراءة او القعدة علی الاصح وان لم یعد تفسد ولو رکع او سجد فنام فیه اجزأہ لحصول الرفع منه والوضع اہ ولفظ المراقی وان طرأ فیه النوم صح بما قبله منه اہ قلت[152] وهو اوضح واوجه وفی الدر المختار ایضا ینقضه حکما نوم یزیل مسکته بحیث تزول مقعدته من الارض وهو النوم علی احد جنبیه او ورکیه او قفاہ او وجهه والا یزل مسکته لا ینقض وان تعمدہ فی الصلوٰة او غیرها علی المختار (نص علیه فی الفتح وهو قید فی قوله فی الصلوٰة قال فی شرح الوهبانیة ظاهر الروایة ان النوم فی الصلوٰة قائما او قاعدا او ساجدا لایکون حدثا سواء غلبه النوم او تعمدہ ش) کالنوم قاعدا او مستندا الی ما لو ازیل لسقط علی المذھب (ای ظاهر المذھب عن ابی حنیفة وبه اخذ عامة المشائخ وهو الاصح کما فی البدائع ش وعلیه الفتوی جواهر الاخلاطی) وساجدا علی الهیأة المسنونة (بان یکون رافعا بطنه عن فخذیه مجافیا عضدیه عن جنبیه بحر قال ط وظاهرہ ان المراد الهیأة المسنونة فی حق الرجل لا المرأة ش) اقول[153] لیس هذا محل الاستظهار وقد صرح به السادة الکبار کقاضی خان وغیرہ علا[154] انهم لو لم یصرحوا لکان هو المتعین بالارادة لان المقصود هیأة تمنع الاستغراق فی النوم کما لا یخفی

ف۱: ۱۵۲ معروضة علی العلامتین ط و ش

تنبیه مقوم

ف۲: ۱۵۳ معروضة اخری علیهما

ولو فی غیر الصلاۃ علی المعتمد ذکرہ الحلبی او متورکا بان یبسط قدمیہ من جانب ویلصق الیتیہ بالارض فتح ش)
او محتبیا بان جلس علی الیتیہ ونصب رکبتیہ وشد ساقیہ الی نفسہ بیدیہ او بشیئ یحیط من ظہرہ علیہما شرح
المنیۃ ش اقول ولا مدخل ھھنا لوضع الیدین فانما مطمح النظر تمکین الورکین ولذا عممنا) وراسہ
علی رکبتیہ لغیر قید ش وبالاولی اذا لم یکن راسہ کذلک ط) او شبہ المنکب ای علی وجہہ وھو کما
فی شروح الھدایۃ ان ینام واضعا الیتیہ علی عقبیہ وبطنہ علی فخذیہ ونقل عدم النقض بہ فی الفتح عن الذخیرۃ
ایضا ش قلت ونقل فی الھندیۃ عن محیط السرخسی انہ الاصح قال ش ثم نقل فی الفتح عن غیرھا لو نام
متربعا وراسہ علی فخذیہ نقض قال وھذا یخالف ما فی الذخیرۃ واختار فی شرح المنیۃ النقض فی مسألۃ
الذخیرۃ لارتفاع المقعدۃ وزوال التمکن واذا انتقض فی التربع مع انہ اشد تمکنا فالوجہ الصحیح النقض ھنا
ثم ایدہ بما فی الکفایۃ عن المبسوطین من انہ لو نام قاعدا ووضع الیتیہ علی عقبیہ وصار شبہ المنکب
علی وجہہ قال ابو یوسف علیہ الوضوء اھ اقول ومن عرف ما ذکرنا عرف القول الفصل فمن حنی راسہ بحیث
لم یرتفع عجزہ عن الارض لم ینتقض وھو مراد الشارح ومن حنی حتی رفع نقض وھو مراد الغنیۃ واذا اتیت علی ھذا
التفصیل) او فی محمل او سرج او اکاف (حال الصعود وغیرہ منیہ ش) ولو الدابۃ عریانا فان حال الھبوط
نقض للتجافی المقعدۃ عن ظہر الدابۃ حلیہ ش) والا بان کان حال الصعود والاستواء منیہ ش) لا او نام قاعدا
یتمایل فسقط ان انتبہ حین سقط ای قبل ان یصیب جنبہ الارض ط حلیہ ش او عند اصابۃ جنبہ
الارض بلا فصل ط غنیہ ش) فلا نقض بہ یفتی (اما لو استقر ثم انتبہ نقض لانہ وجد النوم مضطجعا
حلیہ ش) کناعس یفہم اکثر ما قیل عندہ (قال الرحمتی ولا ینبغی ان یغتر الانسان بنفسہ لانہ ربما استغرق
النوم ولیظن خلافہ ش) اھ مزیدا ما بین الاھلۃ منی ومن ط وش افادات عدیدۃ مفیدۃ سدیدۃ الاولی
ان النوم علی وضع سجود فیہ خلف کثیر ونزاع مدید واذا ارید ان شاء الکریم المجید ان اذکرہ علی وجہ
حاسم یجلو بہ الحق کبدر زاھر وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب فاقول واستعین بالقریب
المجیب ذلک الوضع الذی نام فیہ اما ان یکون علی الھیأۃ المسنونۃ للرجال او علی غیرھا وکل اما فی الصلاۃ ومنہا
سجدۃ السھو وسہا من نقل الخلاف فیہ کما نبہ علیہ فی الفتح او فی سجدۃ مشروعۃ خارجہا وھی سجدۃ التلاوۃ
والشکر او فی غیر ذلک ویدخل فیہ ما کان علی ھیأۃ ساجد ولم ینوھا اصلا فالصور ست وقد اجمعوا علی
عدم النقض فی الاولی وھی السجود فی الصلاۃ علی الھیأۃ المسنونۃ اما ما وقع فی رد المحتار ان النوم ساجدا

تحقیق تعریف المصنف ان العلماء نبہ لفقہ
وغیرھا ونقض الطہارۃ بالنوم سواء

في الصلاة وغيرها قيل يكون حدثا اي مطلقا سواء كان على الهيأة المسنونة اولا لانه ذكر هذا التفصيل من بعد في قول مقابل له قال وذكر في الخانية انه ظاهر الرواية اه فاقول[١٥٨] هذا[ف١] الاطلاق ان صدر عن احد فهو محجوج بنص الحديث وتصريحات ائمة القديم والحديث وقد تقدم عن الحلية ان لاخلاف عندنا[ف٢] في ذلك اما الخانية فلم تذكره بهذا الارسال وانما نصها هكذا ظاهر المذهب ان النوم في الصلاة لايكون حدثا نام قائما او راكعا او ساجدا اما خارج الصلاة على هيأة الركوع والسجود قال شمس الائمة الحلواني رحمه الله تعالى يكون حدثا في ظاهر الرواية وقيل ان كان ساجدا على وجه السنة بان كان رافعا بطنه عن فخذيه مجافيا عضديه عن جنبيه بحيث يرى من خلفه عفرة ابطيه لايكون حدثا وان كان ساجدا على وجه غير السنة بان الصق بطنه بفخذيه وافترش ذراعيه كان حدثا اه فاين هذا من ذاك فليتنبه نعم جاءت خلافية عن ابي يوسف في تعمد النوم على خلاف ظاهر الرواية الصحيحة المختارة لاتختص في تحقيقنا بالسجود بل تعم الصلاة كلها كما سياتي ان شاء الله تعالى واجمعوا على النقض في السابعة وهي كونه على هيأة سجود غير مسنونة من غير نية او في سجدة غير مشروعة اما ما وقع في رد المحتار ان النوم ساجدا قيل لايكون حدثا في الصلاة وغيرها وصححه في التحفة وذكر في الخلاصة انه ظاهر المذهب وفي الذخيرة هو المشهور اه فاقول[ف٣] ان اراد بالسجود السجود الشرعي فهو والحكم الى الخلاصة يعم لكنه اذن لايتناول الا سجود الصلاة والسهو والتلاوة والشكر وبقي كلامه ساكتا عن حكم ما اذا كان على هيأة سجود من دون سجود او في سجود غير مشروع كما يفعله بعض الناس عقيب الصلاة ولا شك ان كلام الخلاصة والخانية والتحفة والبدائع والحلية التي لخص منها هذا الفصل يشمل هذه الصور كلها فلا وجه لاخراجها عن الكلام مع ان الحاجة ماسة الى ادراك حكمها ايضا وان اراد من كان على هيأة سجود ولو لم ينوه او لم يشرع فيجب ان يكون المراد الهيأة المسنونة للرجال لانها المانعة عن الاستغراق في النوم فكان كالنوم قائما او على هيأة ركوع اما ان يؤخذ العموم في الساجد كما اعطاه كلمات المنقول عنهم جميعا وقد اشار اليه في الخلاصة حيث عبر في الصلاة بلفظة ساجدا او في خارجها بلفظة على هيأة السجود وفي الهيأة ايضا كما هو قضية رد المحتار حيث ذكر تفصيل الهيأة في قول ثالث مقابل لهذا حتى يلزم ان لاينقض نوم من نام في غير سجود مشروع على هيأة سجود المرأة فلا يجوز ان يقول به احد فانه حينئذ ليس الا كنوم المنبطح سواء بسواء بل هو هو لا يفارقه الا بقبض في الايدي والارجل كما لايخفى وراجعت الخلاصة فوجدت نصها هكذا في الاصل قال لاينقض الوضوء النوم قاعدا او راكعا او ساجدا او قائما هذا في الصلاة فان نام خارج الصلاة قائما او على هيأة الركوع والسجود في ظاهر المذهب لافرق بين الصلاة وخارج الصلاة اه ثم قال اذا نام في سجود التلاوة لايكون حدثا عندهم جميعا كما في الصلبية وفي سجدة الشكر كذلك عند محمد

ف١: معروضة على العلامة المحقق

ف٢: معروضة ثانية عليه

تنبيه مهم

ف٣: معروضة ثالثة عليه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وهكذا روی عن ابی یوسف سواء سجد علی هیأة وجه السنة او غیر السنة نحو ان یفترش ذراعیه ویلصق بطنه علی فخذیه وعند ابی حنیفة یکون حدثا وفی سجدتی السهو لا یکون حدثا اه فافاد ان عموم الهیأة انما هو فی السجود المشروع کسجدتی التلاوة والسهو عند الکل والشکر عندهما ولما لم تشرع سجدة الشکر عنده قال بالنقض فیها اذا لم تکن علی هیأة السنة وفی الحلیة بعد ما قدمنا عنها من الکلام علی النوم فی الصلاة وان کان خارج الصلاة (فذکر البحث الی ان قال) وان نام قائما او علی هیأة الرکوع والسجود غیر مستند الی شیئ ففی البدائع العامة علی انه لا یکون حدثا لان الاستمساك فیها باق وفی التحفة الاصح انه لیس بحدث کما فی الصلاة وعلیه مشی فی الخلاصة وذکر انه ظاهر المذهب وعکس هذا بالنسبة الی هیأة الرکوع والسجود فی الخانیة فذکر انه حدث فی ظاهر الروایة والاول هو المشهور کما فی الذخیرة اه ملخصا فافاد (فلیس) کلامهم هذا فی غیر الصلاة وافاد بقاء الاستمساك ان المراد هیأة السجود المسنون فهذا الذی یشم من عبارة رد المحتار لیس مراد الخلاصة ولا التحفة ولا الخانیة ولا الذخیرة ولا الحلیة فلیتنبه تبقیت ارابع وهی الهیأة المسنونة خارج الصلاة فی السجدة المشروعة اوغیرها وغیر المسنونة فی السجدة المشروعة فی الصلاة او غیرها فهذه تجاذبت فیها الاراء ووجدت ههنا ما اعتمده المصنفون فی تصانیفهم المتداولة فی المذهب اربعة اقوال الاول ان کان علی الهیأة المسنونة لا ینقض ولو خارج الصلاة وعلی غیرها ینقض ولو فیها وهو الذی عولنا علیه وقدمنا نقله عن مراقی الفلاح والمحیط وعقد الفرائد وشرح المنیة الصغیر وفی مجمع الانهر لا نوم ساجد فی الصلاة او خارجها علی الصحیح عندنا وفی المحیط انما لا ینقض اذا کان رافعا بطنه من فخذیه جافیا عضدیه عن جنبیه وان ملتصقا بفخذیه معتمدا علی ذراعیه فعلیه الوضوء اه وقال العلامة اکمل الدین البابرتی فی العنایة شرح الهدایة قوله بخلاف النوم حالة القیام والقعود والرکوع والسجود فی الصلاة یعنی اذا کان علی هیأة سجود الصلاة من تجافی البطن عن الفخذین وعدم افتراش الذراعین اما اذا کان بخلافه فینقض اه وفی الرحمانیة عن العتابیة وعن اصحابنا ان النوم فی السجود انما لا ینقض اذا کان علی الهیأة المسنونة اه وفی المعراجیة کما نقل عنها فی ذخیرة العقبی ما نصه عن الامام الثانی رحمه الله تعالی انه لو تعمد النوم فی السجود ینقض والا فلا لان القیاس ان یکون ناقضا الا انا استحسناه فی غیر العمد لان من یکثر الصلاة باللیل لا یمکنه الاحتراز عن النوم فیه فاذا تعمده بقی علی اصل القیاس وجه ظاهر الروایة ما روی انه صلی الله تعالی علیه وسلم قال اذا نام العبد فی سجوده یباهی الله تعالی به ملئکته فیقول انظروا الی عبدی روحه عندی وجسده فی طاعتی وانما یکون جسده فیها اذا بقی وضوءه وجعل هذا الحدیث فی الاسرار من المشاهیر ولان الاستمساك باق فانه لو زال لزال علی احد شقیه اه وقال اعنی العلامة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

يوسف چلپی فی حیله کان یختلج فی خلدی من عنفوان الشباب الی بلوغ درجة مطالعة معتبرات هذا الفن ان النوم
ساجدا هو النوم مكبا على الوجه فما وجه عدم غير ناقض مع وجود كمال الاسترخاء فيه ثم رد فعته بحمله على وضع سنة
الصلوة من تجافی البطن عن الفخذ وعدم افتراش الذراعين كما هو الظاهر من قوله ساجدا ثم وجدت في بعض الشروح
هذا التوهم مع الدفع بعينه فقلت الحمد لله الذی وفقنی بآراء الفضلاء اه وستأتی ان شاء الله تعالى عبارة
شرح الملتقى للمصنف والمنح والطحطاوی والهداية والكافی والفتح والحلية والدرر بل ونصوص المتون كمختصر القدوری والبداية
والوقاية والنقاية والكنز والاصلاح والغرر والملتقى والتنوير ونوم لا يفتح وبه جزم فی الدر المختار على ما فهم فی رد المحتار
حيث قال على قول الدر وساجدا على الهيئة المسنونة ولو فی غير الصلاة على المعتمد ذكره الحلبی ما نصه اى ولو فی غير الصلاة
مبالغة على قوله على الهيئة المسنونة لا على قوله ساجدا فيفيد ان كونه على الهيئة المسنونة قيد فی عدم النقض لو فی الصلاة وبهذا التقرير يتفق كلامه مع ما عزاه الحلبی
فی شرح المنية كما سيظهر وما ظهر به حقق عن الحلبی انه اعتمد فی شرحه الصغير عزاه اليه الشارح من اشتراط الهيئة المسنونة فی سجود الصلاة وغيرها
ورأيتنی كتبت عليه اقول اورد والنص بلفظ لا وضوء على من نام قائما او قاعدا او راكعا او ساجدا كما فی الحلية وغيرها
ولا قران هذه الاركان تسبق الاذهان الى الصلوة به استدل اصحابنا على ان المراد فی الخبر ايتی الحج ركوع الصلاة وسجودها
فليس فيها سجود التلاوة فيسرى الى شمول الحديث سجود غير الصلاة نوع خفاء حتى قصره لاجله فی البدائع والتبيين وغيرهما على
الصلبية قائلين لان النص انما ورد فی الصلاة كما سيأتی فافاد عدم الانتقاض بالنوم فی السجود اظهر فی الصلاة واشتراط الهيئة
المسنونة لعدم النقض اظهر فی غيرها الظاهر اطلاق النص فی الصلاة والمبالغة انما تكون بذكر الخفی فان قيل دخول الوصلية
يكون اولى بالحكم منه فاتی قيل ولو فی الصلاة يكن مبالغة على قوله الهيئة المسنونة كما ذكر المحشی رحمه الله تعالى لان اشتراط الهيئة
هو الخفی فی الصلاة لا عدم النقض فی السجود اما اذا قال الشارح رحمه الله تعالى ولو فی غير الصلاة فالمبالغة على قوله ساجدا على
الهيئة المسنونة لان اشتراط الهيئة فی غير الصلاة امر ظاهر وانما الخفی عدم النقض لاجرم ان العلامة المحشی لما جعله مبالغة
على الهيئة لم يمكنه تعبيره الا بلفظ فی الصلاة ولولا نقله فی القولة ولو فی غير الصلاة كما هو فی نسخة الدر التی بايدينا لظننت
ان لفظة غير من كلام الدر ساقطة من نسخة المحشی اما التشبث بذكر اعتماد الحلبی وانما اعتمد تعميم اشتراط
الهيئة بسجود الصلاة ايضا فاقول لعله لا يتعين هذا الاعتماد مرادا فانه ذكر فی الغنية قول ابن شجاع
ان النوم ساجدا فی غير الصلاة ناقض مطلقا ثم نقل عن الخلاصة والكفاية ان فی ظاهر المذهب لا فرق
بين الصلاة وخارج الصلاة وعن الهداية انه الصحيح ثم عن القنية التفصيل بالنقض ان كان على غير هيأة
السنة وعدمه ان كان عليها ثم حقق ان المناط وجود نهاية الاسترخاء وان القاعدة الكلية هی المعتمد

كما سيجيئ ان شاء الله تعالى فافاد ان السجود على هيأة السنة غير ناقض ولو خارج الصلوٰة وانه المعتمد ففهم العزو من هذا الوجه ايضا وحينئذ يكون كلام الشارح رحمه الله تعالى ساكتا عن حكم الساجد فى الصلوٰة على غير هيأة السنة **فان قلت** مدخول الوصلية و نقيضه ليشتركان فى الحكم وان كان النقيض اولى به فيكون هذا قيد النفى الصلوٰة ايضا **اقول** كلا وانما يفيد ان الحكم بهذا القيد يعم الصورتين و مفهومه نفى العموم بغير هذا اما عموم النفى بدونه فلا وذلك ان الواو فى الوصلية كانها عاطفة حذف المعطوف عليه لظهوره ففى قوله تعالى يؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة كانه قيل يؤثرون لو لم تكن بهم خصاصة ولو كانت بهم خصاصة كما بينته فى المعتمد المستند شرح المعتقد المنتقد فالمعنى لاينقض النوم ساجدا على الهيأة المسنونة لا فى الصلوٰة ولا فى غيرها واما النوم على غير الهيأة فانه ينقض فى احدهما دون الاخر او فيهما معا كل محتمل و بعد اللتيا والتى لو قال الشارح ساجدا ولو فى غير الصلوٰة على الهيأة المسنونة ولو فيها لكان اظهر وازهر ولاتى بالمبالغتين معا والله تعالى اعلم بمراد عباده وسيتبين لك تحقيق هذا القول المنير ان شاء المولى القدير سبحنه وتعالى عز مجده ونظير **الثانى** ان كان فى الصلوٰة لاينقض اصلا و خارجها ينقض ولو فى سجود مشروع بوجه مسنون قدمنا نقله عن الخانية عن الامام شمس الائمة الحلوانى وانه هو ظاهر الرواية عنده وقال فى المنية ان نام فى الصلوٰة قائما او راكعا او قاعدا او ساجدا فلا وضوء عليه وان كان خارج الصلوٰة فنام على هيأة الساجد ففيه اختلاف المشايخ وظاهر المذهب انه يكون حدثا اھ وقال شارحها العلامة ابرهيم قال ابن الشجاع لايكون حدثا فى هذه الاحوال فى الصلوٰة اما خارج الصلوٰة فيكون حدثا واليه مال المصنف حتى قال الظاهر المذهب انه يكون حدثا اھ وفى الفتاوى السراجية اذا نام فى سجدة التلاوة انتقض وضوؤه بخلاف سجدة الصلوٰة اھ **الثالث** لانقض فى الصلوٰة مطلقا اما خارجها فبشرط هيأة السنة والا انتقض قال الامام الزيلعى فى التبيين النائم قائما او راكعا او ساجدا ان كان فى الصلوٰة لاينتقض وضوؤه لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم لا وضوء على من نام قائما او راكعا او ساجدا وان كان خارج الصلوٰة فكذلك فى الصحيح ان كان على هيأة السجود بان كان رافعا بطنه عن فخذيه مجافيا عضديه عن جنبيه والا انتقض اھ وفى الحلية بعد ما قدمنا عنه ان هذا كله فى الصلوٰة وان كان خارج الصلوٰة (فذكر الوجوه الى ان ذكر النوم على هيأة السجود فقال) ذكر غير واحد من المشايخ فى هذه المسألة عن على بن موسى القمى انه قال لانص فى ذلك ولكن نظيره ان سجد على الوجه المسنون لايكون حدثا وان سجد على غير وجه السنة يكون حدثا قال فى البدائع وهو اقرب الى الصواب لان فى الوجه الاول الاستمساك باق والاستطلاق منعدم وفى الوجه الثانى بخلافه الا انا تركنا هذا القياس فى حالة الصلوٰة بالنص قلت وقد

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ذكر رضي الدين في المحيط هذا التفصيل نقلا عن النوادر اه وفي الغنية في مسائل النوم خارج الصلاة بعد ما ذكر عن علي بن موسى ما مر من التفصيل هذا هو مراد من صحح هذا القول (اي عدم النقض بالنوم على هيأة ساجد خارج الصلاة) اما لو كان على غير الهيأة المسنونة فلا شك في النقض لوجود نهاية استرخاء المفاصل المذكور في الحد (ثم قال بعد نقل كلام نفيس عن الكافي حاصله ان المراد بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم انه اذا اضطجع استرخت مفاصله كمال الاسترخاء فان اصله حاصل بنفس النوم ولو قائما) فجميع كلام الشيخ حافظ الدين يفيد ان المراد بالسجود الذي لا ينتقض الوضوء بالنوم فيه السجود الذي هو مثل الركوع والقيام في عدم نهاية الاسترخاء وبقاء بعض التماسك وعدم السقوط واذا لم يكن السجود على الهيأة المسنونة فقد حصل نهاية الاسترخاء ولم يبق بعض التماسك ووجد السقوط فالحاصل ان القاعدة الكلية المعتمد عليها في النقض بالنوم وجود كمال الاسترخاء مع عدم تمكن المقعدة فبهذا ينبغي ان يؤخذ عند الاختلاف واشتباه الحال الا انهم لم يخرجوا عن هذه القاعدة نوم الساجد على غير الهيأة المسنونة في الصلاة اھ مزيدا منا ما بين الاهلة **الرابع** كالثالث غير الحاق كل سجود مشروع بسجود الصلاة فلا تشترط الهيأة الا فيما ليس بسجود مشروع وقد قدمنا نص الخلاصة مع ايضاحه وفي البحر الرائق قيد المصنف بنوم المضطجع والمتورك لانه لا ينقض نوم القائم والقاعد والراكع والساجد مطلقا في الصلاة وان كان خارجها فكذلك الا في السجود فانه يشترط ان يكون على الهيأة المسنونة له وهذا هو القياس في الصلاة الا انا تركناه فيها بالنص كذا في البدائع وصرح الزيلعي بانه الاصح وسجدة التلاوة في هذا كالصلبية وكذا سجدة الشكر عند محمد خلافا لابي حنيفة وكذا في فتح القدير اھ اقول[ف١٤٣] ولا يعتمده في الفتح بل عقبه بقوله كذا قيل وثانيا[ف٢] المشار اليه بهذا في قوله وسجدة التلاوة في هذا في عبارة الفتح غيره في عبارة البحر فان البحر جعلها كالصلبية في عدم اشتراط الهيأة والفتح لم يعرج على هذا اصلا بل اسقط من هذا القيل الذي هو نص الخلاصة قوله سواء سجد على وجه السنة او غير السنة فالمشار اليه في قوله هو عدم النقض في السجود على هيأة السنة ولذا قال بعد قوله كذا قيل ما عليه ما نصه وقياس ما قدمناه من عدم الفرق بين كونه في الصلاة او خارجها يقتضي عدم الخلاف في عدم الانتقاض بالنوم فيها (اي في سجدة الشكر وان كان بين الامام وصاحبيه خلاف في مشروعيتها) نعم ينتقض على مقابل الصحيح (وهو قول ابن شجاع بالنقض مطلقا خارج الصلاة اھ مزيدا منا ما بين الاهلة وانما الذي قدمه هو قوله تحت قول الهداية بخلاف النوم في الركوع والسجود في الصلاة وغيرها هو الصحيح هذا اذا نام على هيأة السجود المسنون خارج الصلاة بان جافى اما اذا الصق بطنه بفخذيه فينقض ذكره علي بن موسى

ف١٤٣: تطفل على البحر.
ف٢: تطفل آخر عليه.

تنبيه مهم

القمى اھ فتحصل كلام الفتح بعدم النقض فی السجود للمشروع خارج الصلوٰۃ بشرط الهیأۃ ویؤمی بطرف خفی بفحوی الخطاب الی الاطلاق فی سجود الصلوٰۃ لترجحه ان کان فالی القول الثالث لا هذا الرابع الذی اختارہ فی البحر تبعا للخلاصۃ بل **اقول** ان کان فی الفتح انما زاد لفظۃ خارج الصلوٰۃ لان کلام الامام علی بن موسی القمی انما کان فیه ان الروایۃ فیه عن اصحابنا بخلاف سجود الصلوٰۃ فان الروایۃ فیه مستفیضۃ لاتنکر واحب المحقق ان یأتی بکلامه علی نحوہ فیبطل الفحوی ویلتئم مفادہ بمفاد متنه الهدایۃ وهو القول الاول کما ستعلم ان شاء الله تعالٰی بل هو المراد قطعا لایجوز حمل کلامه علی غیرہ لتصریحه بالتفرقۃ فی سجود الصلوٰۃ بین المتجافی وغیرہ کما سیأتی ان شاء الله تعالٰی هذا وفی الغنیۃ بعد مامر عنه فی القول الثالث نقل کلام الخلاصۃ ثم قال تخصیص اختلاف فهم بسجدۃ الشکر فحسب وهی غیر مسنونۃ عند ابی حنیفۃ رضی الله تعالٰی عنه مع التصریح بکونه علی وجه السنۃ اولا دلیل علی عدم النقض اجماعا فی غیرها سواء کان علی وجه السنۃ اولا وکان وجهه اطلاق لفظ ساجدا فی الحدیث فیترك به القیاس فیما هو سجود شرعا فیتناول سجود الصلوٰۃ والسهو والتلاوۃ وکذا الشکر عندهما ویبقی ماعداہ علی القیاس فینقض ان لم یکن علی وجه السنۃ لتمام الاسترخاء مع عدم تمکن المقعدۃ ولا ینقض ان کان علی هیأۃ السنۃ لعدم نهایۃ الاسترخاء لا لانه سجود داخل تحت اطلاق الحدیث والله الموفق اھ **اقول** وهذا منه رحمه الله تعالٰی ابداء وجه لذلك القول لا اعتماد له الا تری انه لما لخص شرحه هذا جزم بالنقض فی غیر هیأۃ السنۃ ولو فی الصلوٰۃ وجعله المعتمد واحال تمام تحقیقه علی الشرح کما تقدم فلو اراد هنا الاعتماد لکانت الحوالۃ غیر رائجۃ بل حوالۃ علی المخالف ثم لما صنف متن الملتقی لم یلتفت ایضا الی هذا التفصیل وتبع سائر المتون فی الاطلاق ثم لما شرح متنه صرح ان الاطلاق هو المعتمد کما سیأتی ان شاء الله تعالٰی **الثانیۃ** فی استخراج القول الراجح من هذہ الاقاویل **اقول** القول الاول علیه المعول وهو الصحیح وله الترجیح وذلك لاربعۃ وجوہ **الاول** علیه الاکثر کما یظهر لك مما مر ویأتی والقاعدۃ العمل بما علیه الاکثر کما نقلت علیه نصوصا کثیرۃ فی فتاوای **الثانی** علیه تظافرت المتون ولیس لها الی غیرہ رکون ولاطباقها شأن من اعظم الشیون فانها الموضوعۃ لنقل المذهب المصون وذلك انهامن عن اخرها لم تجنح الی تفرقۃ فی هذا بین الصلوٰۃ وغیرها انما ترسل الحکم ارسالا قال فی الکتاب والنوم مضطجعا او متکئا او مستندا اھ ومثله فی البدایۃ وقال فی الوقایۃ ونوم مضطجع ومتکئ او مستند الی ما لو ازیل لسقط لا غیر اھ وفی النقایۃ ونوم متکئ الی ما لو ازیل لسقط اھ وفی کنز الدقائق ونوم مضطجع ومتورك اھ وفی الاصلاح ونوم متکئ اھ وفی ملتقی الابحر ونوم مضطجعا ومتکئ باحد ورکیه او مستند الی ما لو ازیل لسقط لا نوم قائم او قاعد او راکع او ساجد اھ وفی

ف: تطفل ثالث علی الغنیۃ

ف: القاعدۃ العمل بما علیه الاکثر

الغرر ولو نوم يزيل مسكته والا فلا وان تعمد فی الصلاة اھ وفی التنویر ونوم یزیل مسكته والا لا اھ وفی نور الایضاح ونوم لم تتمکن فيه المقعدة من الارض لا نوم متمكن ولو مستندا الى شیئ لو ازیل سقط ومصل ولو راكعا او ساجدا على جهة السنة اھ ملتقطا اقول ومن عاشر تلك العرائس لنفائس اعنی المتون وعرف طرزها فی رمزها بالحواجب والعیون ايقن انها انما ترمی عن قوس واحدة وهی ادارة الحكم على ما هو المناط المحقق الثابت بالنقل والعقل اعنی زوال المسكة وعدم تمكن الوركين وقد انقسمت فی بیان ذلك على قسمين قسم مشوا على عادتهم الشريفة من سذاجة البيان عدم التدقيق فی العبارات والدلالة بشیئ على نظيره عند من عرف المناط وهم الاولون وهذا ما قال فی النهر كما نقله السيد ابو السعود ان المراد من الاضطجاع ما يوجب زوال المسكة بزوال المقعدة عن الارض اھ وما قال فی البحر بعد نقله فروعا فیها النقض مع عدم حقيقة الاضطجاع والتورك المقتصر عليهما فی الكنز وفی هذه المواضع التی يكون فیها حدثا فهو بمعنى التورك فلم تخرج عن كلام المصنف اھ اقول وكان الامام القدوری احب التصريح بالمضطجع لورودہ خصوصا فی الحديث المروی عن عبد الله بن عباس رضی الله تعالى عنهما بالفاظ عديدة عن النبی صلى الله تعالى عليه وسلم كما سیأتی ان شاء الله تعالى وبالمستند لمكان الخلف فيه كما علمت وتبعه فی الهداية والملتقى والا فالمستلقى يعمهما ويعم المستلقى والمنبطح والمتورك ونظراءهم جميعا ولذا اقتصر عليه فی النقاية وزاد الى ما لو ازيل لاختيار ذلك القول والعلامة ابن كمال لما مشى على ظاهر الرواية المعتمدة ان الاستناد الى ما لو ازيل لسقط ايضا لا ينقض الا بزوال المقعد اقتصر على لفظ المتكئ فحسب وفی الكنز اقام مقامه المتورك ومحصلهما واحد وبدأ بالمضطجع تبركا بالمنصوص وترك المستند الخ تعويلا على المذهب فهذه منازعهم رحمهم الله تعالى فی اختلاف عباراتهم وانما مقصودهم جميعا هو النوم المزيل للمسكة فلما ان الحديث حصر الحكم فی المضطجع وليس معناه القصر على من نام على جنبه فالنائم على وجهه او قفاه مثله قطعا وانما المقصود التنبيه على صورة زوال المسكة كما دل عليه قوله صلى الله تعالى عليه وسلم فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله فكذلك هؤلاء الكرام اقتداء بالحديث كما ارشد اليه البحر والنهر وقسم آخر احب الضبط فاتى بالجامع المانع وهم الآخرون وقد وتبعهم العلامة مولى خسرو فلتضلعه من العلوم العقلية ايضا تعود بالتدقيق وتبعه المولى الغزی والشرنبلالی واعلى الله مقامات مولانا صاحب الهداية فی دار السلام فبادر لفظة كشف الظلام وجلاء الاوهام اذ قال بخلاف النوم حالة القيام والقعود والركوع والسجود فی الصلاة وغيرها هو الصحيح لان بعض الاستمساك باق اذ لو زال لسقط فلم يتم الاسترخاء اھ فقد افاد ببقاء الاستمساك وبعدم السقوط ان المراد هو السجود كالمسنون اذ لولاه بل الصق بطنه بفخذيه وافترش ذراعيه فهو السقوط عينا واى بقاء بعده للاستمساك كما تقدم عن الغنية

ف ۱: [illegible]

ف ۲: نبه قويم: منشأ اختلاف عبارات العلماء يكون المقصود واحدا

وصرح بان الصلاة وغيرها سواء فی الحکم فان کان الاستمساک باقیا لم ینقض ولو خارج الصلاة والا نقض ولو فیها وهذا هو القول الاول وکذلک افصح عنه فی الدرر حیث قال (والا) بان کان حال القیام او القعود او الرکوع او السجود اذا رفع بطنه عن فخذیه وابعد عضدیه عن جنبیه (فلا وان تعمد فی الصلاة) اھ وعلیه کلام الامام حافظ الدین النسفی کما تقدم وحوله تدور الحلیة فیما اسلفنا من نصوصها فانه من اوله لاخره انما بنی الامر علی وجود نهایة الاسترخاء وعدمها وختم مسائل النوم فی الصلاة بقوله والعلة المعقولة زوال المسکة کما مر والثالث له صریح التصحیح کما اسلفنا عن المنحة عن النهر عن عقد الفرائد عن المحیط انه الصحیح وعن الصغیری انه المعتمد وقال العلامة الطحطاوی فی حاشیة الدر نقلا عن منح الغفار شرح تنویر الابصار للمصنف انه قال فی الملتقی وشرحه للمؤلف لا ینقضه نوم قائم او قاعد او راکع او ساجد علی هیأة السجود المعتبرة شرعا فی الصلاة او خارجها علی المعتمد اھ والاقوال الباقیة لم ار شیئا منها ذیل بتصحیح صریح وانما علینا اتباع ما رجحوه وما صححوه کما لو افتونا فی حیاتهم اما قول البحر المار فی القول الرابع بعد ذکره کلام البدائع وصرح الزیلعی بانه الاصح فاقول قد اسمعناک نصه تحت القول الثالث وتصحیحه لا یمس بعدم اشتراط الهیأة فی الصلاة انما ذکره فی عدم الانتقاض خارج الصلاة اذا کان علی الهیأة نفیا لقول ابن شجاع فهو تصحیح لاحد جزئی القول الاول کقول البدائع ثم هو اقرب الی الصواب فانه ایضا راجع الی ذلک التفصیل الذی ذکره القمی فی السجود خارج الصلاة کما فی الحلیة وذلک ان القول الاول یشتمل علی دعویین احدهما النقض عند عدم الهیأة ولو فی الصلاة وسائر الاقوال تخالفه فی ما بعد لو والاخر عدم النقض مع الهیأة المسنونة ولو خارج الصلاة والقول الثالث یوافقه فیها اصلا ووصلا والتصحیح فیه انما ورد علی هذا الجزء الموافق دون المخالف وکذلک لما سبق الی ذهن العلامة عمر بن نجیم ان شیخه واخاه رحمهما الله تعالی یدعی تصحیح الزیلعی للجزء المخالف نسبه للسهو وعقبه بتصحیح المحیط قال ط قال فی النهر ما فی البحر من تصحیح الزیلعی لهذا فهو سهو بل فی عقد الفرائد انما لا یفسد الوضوء نوم الساجد فی الصلاة اذا کان علی الهیأة المسنونة قید به فی المحیط وهو الصحیح اھ ثم رأیت العلامة الشامی فی منحة الخالق حاول جواب النهر فقال نحو ما قررت ثم زلت قدم القلم حیث قال قول الشارح وصرح الزیلعی بانه الاصح الضمیر المنصوب فیه یعود الی قوله وان کان خارجها کذلک الا فی السجود الخ (فهذا نحو ما ذکرته ان التصحیح منسحب علی عدم النقض خارج الصلاة ایضا اذا کان علی هیأة سنة ثم قال) خلاف ما یوهمه ظاهر العبارة من انه راجع الی قوله وهذا هو القیاس اذ هو اقرب لا اقول لا هو متبادر من العبارة ولا هو

ف ۱: معروضة علی العلامة ش

ف ۲: معروضة اخری علیهما

تنبیه لقوم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مفہوم النہر ولا هو اقرب بل الاقرب قوله الا انا ترکناه فیهما بالنص وهذا ما فهم فی النهر ولذا عارضه بتصحیح المحیط
قال فی المنحة والاحسن ارجاعه الی قوله کذا فی البدائع لان ما فی البدائع من التفصیل هو ماذکره الزیلعی
اقول الذی حط علیه کلام البدائع التفصیل خارج الصلاۃ والاطلاق فی الصلاۃ فاذا رجع الضمیر الی قوله کذا
فی البدائع یوهم ایهاما جلیا ان کل هذا التفصیل والاطلاق صححه الزیلعی وحینئذ یرد ایراد النهر بحیث لا مرد له
فان التصحیح انما ذکره الزیلعی فی التفصیل دون الاطلاق فهو تسلیم للایراد لا دفعه وقد وقع هذا الایهام بابین
وجه فی کلامکم حیث ذکرتم کلام البدائع ثم قلتم وصحح الزیلعی ما فی البدائع فلولا ان ذکرتم تمام نص الزیلعی لاستحکم
الایهام ورسخ فی ذهن من لم یراجع التبیین قال فی المنحة) ومما یؤید ان الضمیر لیس راجعا الی ماهو القیاس قوله
الاتی مقتضی الاصح المتقدم الخ وبه سقط نسبة السهو الی المؤلف التی ذکرها فی النهر اھ اقول کل کلامه مع
رحمه الله تعالی مبتن علی انه فهم فهم النهر رجوع الضمیر الی ماهو القیاس وقد علمت انه غیر الواقع الاتری الی
قوله بل فی عقد الفرائد ولو کان کما فهمتم لقال نعم فی عقد الفرائد لکن ارشدتم الی وجه اخر شیید مبانی ایراد النهر
فان البحر ذکر بعده مسألة تعمد النوم فی الصلاۃ وان ابا یوسف یقول فیه بالنقض والمختار لا وان قاضی خان فصل فجعله
ناقضا فی السجود دون الرکوع وان المحقق فی الفتح حمله علی سجود لم یتجاف فیه ثم قال البحر وقد یقال مقتضی الاصح المتقدم
ان لا ینتقض بالنوم فی السجود مطلقا اھ ای سواء کان متجافیا اولا فقد افصح انه جعل الاطلاق فی الصلاۃ هو الاصح
فعلم انه رحمه الله تعالی اراد بالضمیر قوله ترکناه فیهما بالنص کما کان هو الاقرب المتبادر وایاه فهم فی النهر وحینئذ
هو سهو لا ریب فیه وبالجملة تصحیح الزیلعی کالبدائع لا مساس له بمخالفة ما نرتضیه اما ما ذکر فی الخانیة ان النقض
مطلقا فی السجود خارج الصلاۃ ظاهر الروایة وقدمه وهو یقدم الاظهر الاشهر وعبر عن قول التفصیل بالهیأۃ بقیل
فافاد ضعفه فاعلم انه قال ذلک ولم یوافق علیه بل جعل فی الخلاصة ظاهر المذهب عدم الفرق فی الصلاۃ وخارجها
وفی الحلیة عن الذخیرۃ انه المشهور وفیها عن البدائع ان علیه العامة وفیها عن التحفة انه الاصح وقال فی الهندیة
هو الصحیح وقال فی العنایة الذی صححه هو ظاهر الروایة وانما نسب العنایة وکتب اخر الفرق الی ابن شجاع بل فی الحلیة
عن الذخیرۃ عن الامام ابی الحسین القدوری انه قال فیما عن ابن شجاع انه اذا نام خارج الصلاۃ علی هیأۃ الساجد
ینقض وضوؤه هذا قوله ولم یقل به احد من اصحابنا اھ وفی هذا ما یکفینا للخروج عن عهدته ولله الحمد فاستبان
ان القول الاول هو المحتظی بصریح التصحیح الرابع هو الاقوی من حیث الدلیل اعلم انه اذ قد تحقق ان القول الاول
علیه الاکثر وعلیه المتون وله التصحیح ولو کان لبعض هذه لساغ لمثلی ان یتحکم عن الدلیل فکیف وقد اجتمعت الآن

ف: معروضة ثالثة علیه
ف: معروضة سادسة علیه
تنبیه مهم
ف: معروضة رابعة علیه
ف: الامام قاضی خان انما یقدم الاظهر الاشهر ای افاد بصیغة تصحیح عنده
ف: معروضة خامسة علیه

اقول وبحول ربی احول اخرج الائمة احمد وابوداود والترمذی وابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه والطبرانی فی المعجم الکبیر والدارقطنی والبیهقی فی سننهما من طریق ابی خالد یزید بن عبدالرحمن الدالانی عن قتادة عن ابی العالیة عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما انه رأی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم نام وهو ساجد حتی غط او نفخ ثم قام یصلی فقلت یا رسول الله انك قد نمت قال ان الوضوء لایجب الا علی من نام مضطجعا فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله هذا لفظ الترمذی وفی لفظ لاحمد ان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم قال لیس علی من نام ساجدا وضوء حتی یضطجع فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله ولابی داود انما الوضوء علی من نام مضطجعا فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله وللدارقطنی لاوضوء علی من نام قاعدا انما الوضوء علی من نام مضطجعا فان من نام مضطجعا استرخت مفاصله وللبیهقی لایجب الوضوء علی من نام جالسا او قائما او ساجدا حتی یضع جنبه فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله وذکر المحقق فی الفتح حدیثا اخر عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده فیه مهدی بن هلال واخر عن ابن عباس عن حذیفة بن الیمان رضی الله تعالی عنهم فیه بحر بن کنیز السقاء ثم قال وانت اذا تأملت فیما اوردناه لم ینزل عندك الحدیث عن درجة الحسن اھ قال فی الغنیة لما تقرر ان ضعف الراوی اذا کان بسبب الغفلة دون الفسق یزول بالمتابعة ویعلم بها ان ذلك الحدیث مما اجاد فیه ولم یهم فیکون حسنا اھ اقول اما ابن هلال فلا یصلح متابعا فقد کذبه یحیی بن سعید وقال ابن معین یضع الحدیث وقال ابن المدینی کان یتهم بالکذب قال الدارقطنی وغیره متروك واما ابن کنیز فقال النسائی والدارقطنی متروك وهو قضیة قول ابن معین لایکتب حدیثه لکن الحافظ فی التقریب اقتصر علی انه ضعیف تبعا للبخاری وابی حاتم فکان یجب اسقاط الاول وما کان کبیر حاجة الی الاخر فان الحدیث بنفسه لاینزل عن درجة الحسن علی اصولنا ان شاء الله تعالی وکلام الاثریین ماش علی اصولهم من رد المراسیل وعنعنة المدلسین مطلقا اما الکلام فی الدالانی وما اخش فیه ابن حبان من القول کعادته فقال کثیر الخطأ فاحش الوهم لایجوز الاحتجاج به اذا وافق الثقات فکیف اذا تفرد عنهم بالمعضلات فمردود بان البخاری قال فیه ابو خالد صدوق ولکنه یهم فی الشیئ وقال احمد وابن معین والنسائی لاباس به وقال ابو حاتم صدوق وقال الذهبی فی المغنی مشهور حسن الحدیث وما ذکر ابو داود عن شعبة انما لم یسمع قتادة من ابی العالیة الا اربعة احادیث وحکی عن ابی داود نفسه لیس هذا منها احادیث فاقول وتلك شکاة ظاهر عنك عارها فلو سلم لشعبة وابی داود شهادتهما علی النفی مع اضطراب قولهما فیه مع انه لم تقبل من الذین هم اکبر واکثر منهم کونهما منهم اکد والحصر وذلك فی روایة ابن اسحق عن امرأة هشام بن عروة فلیس غایته الا الارسال فکان ماذا ان المرسل مقبول عندنا وعند الجمهور ما انا فی غنی عن النظر فیه فقد احتج به اصحابنا وقبلوه من غیر نکیر وانت علی علم ان الحکم لایختص بالمضطجع فقد اجمعنا علی النقض فی الاستلقاء والانبطاح

https://www.facebook.com/darahlesunnat

[illegible]

https://www.facebook.com/darahlesunnat

تعمد النوم في الصلاة ف ١ / ايقظ المجتهد ف ٢ / تحقيق مسألة النوم في الصلاة

لانا رأينا الحديث ارشد الى المعنى فى ذلك وهو استرخاء المفاصل ولا يراد به مطلقه لحصوله فى كل نوم فيناقض اخره اوله
بل كماله كما تقدم عن الكافى فتحصل لنا من الحديث ان المدار على نهاية الاسترخاء فحيث وجد وجد النقض وحيث
عدم عدم كما اشار اليه المحققون فاستقرت الضابطة وانحلت العقدة عن كلتا الدعويين فى القول الاول فان خصوصية
الصلاة لا دخل لها فى منع الاسترخاء ولا الخارجها فى احداثه بل الحديث مطلق عن التقييد بالصلاة كما اعترف به
فى البدائع ثم قائلا فى النوم خارج الصلاة على هيأة السجود ان العامة على انه لا يكون حدثا لما روى من الحديث من غير
فصل بين الصلاة وغيرها كما فى الحلية فمن سجد خارجها سجدة مشروعة والاخر غير مشروعة والاخر لينوى السجود اصلا
فلا يفترقون الا فى النية ولا اثر لها فى ارخاء او منعه بداهة وانما ذلك الى هيأة النوم كيفما وجدت فيجب ادارة الحكم
عليها ولا شك ان النوم على هيأة سجود السنة يمنع الاسترخاء التام اذ لو كان لسقط كما افاده فى الهداية فوجب
ان لا ينقض حتى فى خارج الصلاة وان النوم على غيرها مفترش الذراعين ملصق البطن بالفخذين ليس الا
السقوط وهو فوجب ان ينقض حتى فى الصلاة اقول وبه ظهر الجواب عن استحسان البدائع والبحر والغنية فان ذلك
انما كان يسوغ لو ان النص لم يكن فيه الا نفى النقض عن الساجد فعلى التنزل وتسليم ان ليس الظاهر فى كلام
الشارع عليه الصلاة والسلام ارادة الهيأة المسنونة المعهودة كان يمكن ان يدعى ان الشارع ناط ذلك بكل ما ينطلق
عليه اسم السجود كيفما كان وليس كذلك بل النص نفسه ارشدنا الى العلة بقوله استرخت مفاصله فعلمنا ان الحكم
معلول معقول وقد وجدت العلة فى سجود غير السنة فلا معنى لعدم النقض على خلاف القياس والنص جميعا
نعم يترك اى لا يجرى ههنا القياس بالمعنى المصطلح عليه لان العلة منصوصة فاجراؤها فلا يكون قياسا ولا يخص
المجتهد كما بينته خاتمة المحققين سيدنا الوالد قدس سره الماجد فى كتابه الجليل المفاد اصول الرشاد لقمع مبانى
الفساد فاستقر بحمد الله تعالى عرش التحقيق على القول الاول وانه هو الصحيح وعليه المعول والحمد لله فى الاخر والاول
الثالثة تعمد النوم فى الصلاة لا يفسدها مطلقا بل اذا كان حدثا كما نبهنا عليه وقد قدمنا عن الخانية انه ان تعمد
النوم فى ركوعه لا تفسد وفى الخلاصة لو نام فى ركوعه او سجوده جازت صلاته لكن لا يعتد بهما واعادهما هذا اذا لم يتعمد
ذلك فان تعمد تفسد صلاته فى السجود دون الركوع اهـ واسلفنا عن الفتح ان مبناه على زوال المسكة فى السجود فلو سجد
متجافيا ونام عامدا لم تفسد صلاته واثره فى الحلية فاقره ونقله فى البحر وزاد عليه انها لا تفسد ولو غير متجاف وذلك لما
اختار ان النوم فى السجود المشروع لا ينقض الوضوء مطلقا ولو على غير هيأة السنة فسجود غير المتجافى ايضا لما لم يكن النوم فيه
حدثا عنده لم يجعل تعمده فيه مفسدا ولتنقص عبارة البحر ليكون تذكير الماهر وتمهيد الماهر قال رحمة الله تعالى

واطلق فی الھدایۃ الصلاۃ قلت[۱۷۸] یرید النوم فیھا فتجوز بحذف المضاف وبہ یسقط اعتراض المنحۃ علی البحر فیما تابع ھو فیہ الفتح قال البحر) فشمل ماکان عن تعمد وما عن غلبۃ وعن ابی یوسف اذا تعمد النوم فی الصلاۃ نقض والمختار الاول وفی فصل مایفسد الصلاۃ من فتاوی قاضی خان لو نام فی رکوعہ او سجودہ ان لم یتعمد لاتفسد وان تعمد فسدت فی السجود دون الرکوع اھ کانہ مبنی علی قیام المسکۃ فی الرکوع دون السجود ومقتضی النظر ان یفصل فی السجود ان کان متجافیا لاتفسد والا تفسد کذا فی فتح القدیر وقد یقال مقتضی الاصح المتقدم (ان النوم فی السجود المشروع لاینقض مطلقا ولو غیر متجاف) ان لاینتقض بالنوم فی السجود مطلقا وینبغی حمل ما فی الخانیۃ علی روایۃ ابی یوسف اھ ما فی البحر مزیدا ما بین الاھلۃ قال فی منحۃ الخالق الذی تقدم من روایۃ ابی یوسف انہ اذا تعمد النوم فی الصلاۃ نقض وکذا فی الفتح وھی کما تری غیر مقیدۃ بالسجود تأمل ثم رأیت فی غایۃ البیان مانصہ وروی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی فی الاملاء انہ اذا تعمد النوم فی السجود ینقض وان غلبت عیناہ لاینقض اھ وبہ یترجح الحمل المذکور ویکون المراد حینئذ مما تقدم من قولہ فی الصلاۃ ای فی سجودھا فقط فافھم اھ اقول[۱۷۹] اولا[ف۱] الحکم فی المقید لاینافی الحکم فی المطلق کما افادہ فی الفتح اجر ان ذکر فی التحفۃ والبدائع ان النوم فی غیر حالۃ الاضطجاع والتورک فی الصلاۃ لایکون حدثا سواء غلبہ النوم او تعمد فی ظاھر الروایۃ وروی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی انہ قال سألت اباحنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن النوم فی الصلاۃ فقال لاینقض الوضوء ولاادری سألتہ عن العمد اوعن الغلبۃ وعندی انہ ان نام متعمدا انتقض وضوؤہ قال فی البدائع وجہ روایۃ ابی یوسف ان القیاس فی النوم حالۃ القیام والرکوع والسجود ان یکون حدثا لکونہ سببا لوجود الحدث الا انا ترکنا القیاس لضرورۃ التھجد نظرا للمتھجدین وذلک عند الغلبۃ دون التعمد اھ قال فی الحلیۃ بعد نقلہ ھذا یفید الطلاقہ انہ ینتقض عند ابی یوسف بالنوم راکعا اذا تعمدہ اھ ای وکذا قائما اقول[۱۸۰] انما[ف۳] الاطلاق فی تحفۃ الفقھاء اما فی البدائع فتخصیص صریح بقولہ ان القیاس فی النوم حالۃ القیام والرکوع الخ فافاد ان ابا یوسف عمل فی جمیعھا بالقیاس عند العمد والعالم ربما یسأل عن صورۃ خاصۃ فیجیب فتأتی الروایۃ عنہ مقیدۃ بصورۃ السؤال[ف۴] والحکم مطلق عندہ عرف ھذا من مارس الفقہ وعن ھذا قلنا ان المطلق یحمل علی اطلاقہ وان اتحد الحکم والحادثۃ مالم یدع الی التقیید ضرورۃ ثم القیاس الذی ذکر فی البدائع لروایۃ ابی یوسف وقد ذکرہ فی الھدایۃ والتبیین ایضا فی مسألۃ الاغماء فالجواب عنہ انا نمنع کون القیاس فیھا ذلک بل القیاس ایضا عدم النقض لعدم کمال الاسترخاء کما افادہ فی الفتح وثانیا[۱۸۱] الطلاق[ف۵] روایۃ ابی یوسف لاینافی حمل کلام قاضی خان فی السجود علیھا لان ائمۃ

ف۱: معروضۃ ۱۲۳ علی العلامۃ ش۔

ف۲: معروضۃ ۱۲۴ اخری علیہ۔

ف۳: تطفل ۱۲۵ علی الحلیۃ۔

تنبیہ لقوم

ف۴: المطلق یحمل علی الاطلاق وان اتحد الحکم والحادثۃ الا بضرورۃ۔

ف۵: معروضۃ ۱۲۶ ثالثۃ علی العلامۃ ش۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الترجيح كما يختارون احد القولين كذلك ربما يفصلون فيختارون قولا في صورة والآخر في اخرى فيكون المعنى ان ما في الخانية مشى في صورة السجود على رواية ابي يوسف واي عتب فيه ثم اعترض هذا المحل العلامة الشيخ اسمعيل في شرح الدرر بانه لا يلزم من فساد الصلاة انتقاض الوضوء لما في السراج لو قرأ وركع وسجد وهو نائم تفسد صلاته لانه زاد ركعة كاملة لا يعتد بها ولا ينتقض وضوءه اه ولم يحكم في الخانية على الوضوء بالنقض والظاهر ان في البحر غفولا عن ذلك فتدبره اه اقول اولا رحم الله العلامة الفاضل والسيد الناقل الشيئ يبتنى على ملزومه لا لازمه لجواز عموم اللازم فلا يقضي بوجود الملزوم ولا شك ان نقض الوضوء يستلزم فساد الصلاة عند التعمد لكونه حينئذ تعمد حدث وهو مفسد قطعا وثانيا الكلام في فساد الصلاة لاجل تعمد النوم وما ذكر من الصورة فالفساد فيها ليس له بل لزيادة ركعة تامة وحمل كلام الخانية على رواية الامام الثاني لا يستلزم ان لا تفسد صلاة بشيء قط ما لم ينتقض الوضوء فالبحر يقول لا نقول هذا وأجاب في المنحة عن هذا الاعتراض بان ما في الخانية من الفساد مبني على نقض الوضوء لتفريقه بين الركوع والسجود تأمل اه اقول رحم الله الفاضلين السؤال والجواب كلاهما من وراء حجاب فان الخانية قد نصت على انتقاض الوضوء به في نواقضه حيث قال لما تقدم ان تعمد النوم في سجوده تنتقض طهارته وتفسد صلاته ولو تعمد النوم في قيامه او ركوعه لا تنتقض طهارته في قولهم اه والوجه ان الفساد في التعمد وانتقاض الوضوء متلازمان فايهما اثبت اثبت الآخر وايهما نفي نفي الآخر ولذا اقتصر في الخانية ههنا اعني في مفسدات الصلاة على فساد الصلاة وعدمه ولم يتعرض للوضوء وثمه اي في نواقض الوضوء ذكرهما معا في السجود واقتصر على ذكر عدم النقض في الركوع ولم يتعرض لعدم الفساد فاتى في كل باب بما يحتاج اليه وكيفما كان فقد صرح باجلى تصريح ان تعمد النوم ليس مما يفسد الصلاة مطلقا وكذلك الخلاصة وعليه مشى الفتح والحلية وعنه نقله البحر اقول وهو قضية اطلاق المتون قاطبة فانهم يذكرون من صور الحدث الذي يمنع البناء ما اذا جن او نام فاحتلم او اغمي عليه فيفيدون ان النوم بمفرده ليس بحدث ولا مانع للبناء مطلقا والا لم يحتج الى ضم الاحتلام قال في العناية ثم البحر انما قال نام فاحتلم لان النوم بانفراده ليس بمفسد اه ثم هم يرسلونه ارسالا فيشمل العمد والغلبة وكذلك سكوتهم قاطبة عن عد تعمد النوم في المفسدات دليل على ذلك لا سيما المتأخرين الذين جنحوا الى الاستيعاب مهما حضر كالدر المختار ومراقي الفلاح نعم يفسد اذا تعمده على هيأة يكون بها حدثا وهم قد ذكروا في المفسدات تعمد الحدث فقد ترجح ما جزم به هؤلاء الجلة على ما في جامع الفقه ان النوم في الركوع والسجود لا ينقض الوضوء ولو تعمده ولكن تفسد صلاته كما نقله في البحر عن شرح منظومة ابن وهبان واعتمده ش جنحا على ما استدركه

ش على العلامة العلائی قال فی الدر یتعین الاستئناف لجنون او حدث عمدا او احتلام بنوم الخ قال الشامی افاد ان النوم بنفسه غیر مفسد لکن هذا اذا کان غیر عمد لما فی حاشیة نوح افندی النوم اما عمدا ولا فالاول ینقض الوضوء ویمنع البناء والثانی قسمان ما لا ینقض الوضوء ولا یمنع البناء کالنوم قائما او راکعا او ساجدا وما ینقض الوضوء ولا یمنع البناء کالمریض اذا صلی مضطجعا فنام ینتقض وضوؤه علی الصحیح وله البناء فغیر العمد لا یمنع البناء اتفاقا سواء نقض الوضوء او لا بخلاف العمد اھ ملخصا اھ **اقول** ف۱ هذا ناطق بما فیه انه ماش علی الروایة عن ابی یوسف الا تری انه جعل نوم العمد مطلقا ناقض الوضوء وهذا خلاف ظاهر الروایة المعتمدة المختارة کما قدم المحشی والشارح وقدمنا نقله مع تصحیح المحیط فما کان للعلامة ان یعتمد هذا ههنا ولکن سبحٰن من لا ینسی الوابعا۔

ف۲ مسألة التنور مذکورة فی الخانیة وهی الاصل وعنها نقل فی خزانة المفتین والهندیة وایاها تبع فی الخلاصة والخلاصة فی البزازیة وعن الخلاصة اثر فی البحر قال الامام قاضی خان رحمه الله تعالٰی ان نام علی رأس التنور وهو جالس قد ادلی رجلیه کان حدثا لان ذلک سبب لاسترخاء المفاصل اھ وقد قدمنا انها لا تلتئم علی الضابطة المؤیدة بالحدیث والقیاس الصحیح **قلت** ف۳ ولعل لهما اشد هابه الاشیاء ابداه المحقق فی الفتح توجیها للمسألة مخالفة لظاهر الروایة واختیار الجمهور وهی مسألة المستند الی ما لو ازیل سقط حیث قال ظاهر المذهب عن ابی حنیفة عدم النقض بهذا الاستناد ما دامت المقعدة مستمسکة للامن من الخروج والانتقاض مختار الطحاوی واختاره المصنف والقدوری لان مناط النقض الحدث لا عین النوم فلما خفی بالنوم ادیر الحکم علی ما ینتهض مظنة له ولذا لم ینقض نوم القائم والراکع والساجد ونقض فی المضطجع لان المظنة منه ما یتحقق معه الاسترخاء علی الکمال وهو فی المضطجع لا فیها وقد وجد فی هذا النوع من الاستناد اذ لا یمسکه الا السند وتمکن المقعدة مع غایة الاسترخاء لا یمنع الخروج اذ قد یکون الدافع قویا خصوصا فی زماننا لکثرة الاکل فلا یمنعه الا مسکة الیقظة اھ واقره الحلبی فی الغنیة **اقول** ف۴ وقوله لا یمنعه الا مسکة الیقظة ای عند وجود نهایة الاسترخاء بخلاف القائم والراکع والساجد علی هیأة السنة فلا یرد ان هذا التقریر یوجب النقض بالنوم مطلقا وهو خلاف ما اجمعنا علیه لکنی **اقول** ثم کمال الاسترخاء مظنة الخروج وتمکن المقعدة مظنة منعه فیتعارضان ولا یثبت النقض بالشک ولا نسلم ان قوة الدافع بحیث لا یقاومه التمکن بلغ من الکثرة ما یعد به غالبا ولا مظنة الا نادرا وکیفما کان فمخالفته للمذهب وجمهور اهل الاختیار علم کاف علی تقاعده عن الحجیة بل **اقول** وبالله التوفیق مسألة التنور لا تلتئم علی هذا ایضا لان تحقیق هذا القول علی ما الهمنی ذو الطول ان الحالات ثلث وذلک

ف۱: معروضة علی العلامة ش۔
ف۲: تحقیق مسألة النوم علی رأس التنور۔
ف۳: تطفل علی الفتح۔
ف۴: تحقیق مناط النقض بالنوم علی خلاف ما ظن الامام ابن الهمام۔

ان نفس وجود الاسترخاء لازم النوم مطلقا ثم يبقى معه بعض الاستمساك مالم يستغرق فاما غالبا كالنوم قائما او راكعا او على هيأة السنة ساجدا فان بقاءه على تلك الهيأت دليل واضح على غلبة الاستمساك او مغلوبا كالنوم قاعدا او راكبا او ينتفى اصلا فى صورة الاضطجاع والاسترخاء ونحوهما فالاول لا ينقض مطلقا والثالث ينقض من دون فصل ومنه المتكئ الى مالو ازيل سقط لان عدم سقوطه ليس لبقاء شئ من المسكة فيه بل للسند كميت يسند الى شئ والثانى يفصل فيه فان كان متمكن المقعدة لم ينقض لان التمكن يعارض غلبة الاسترخاء والا نقض والنوم على راس التنور جالسا متمكنا مدليا من القسم الثانى قطعا دون الثالث اذ لو انتفى التماسك لسقط بل كون الجلوس على راس وطيس حام ربما يوجب تيقظ القلب اكثر مما لو كان بحيث لا مخافة فى السقوط فيكون التمكن مانعا للنقض وهو الموافق للضابطة ولكن هيبة تلك الكتب الكبار كانت تقعد بى عن الاجتراء على انكار هذا الفرع حتى رأيت الامام ابن امير الحاج الحلبى رحمه الله تعالى اورده فى الحلية عن الخانية ثم قال وهو غير ظاهر بل الاشبه عدم النقض لان مظنة الحدث من النوم ما يتحقق معه الاسترخاء على وجه الكمال والظاهر عدم وجود ذلك والا لسقط لفرض عدم المانع من استناد او غيره اه ومع ذلك احببت ان يجدد الوضوء ان وقع ذلك لانها صورة نادرة فلا علينا ان نعمل فيها بالاحتياط بمعنى الخروج عن العهدة بيقين وان كان حقيقة الاحتياط هو العمل باقوى الدليلين ثم الذى سبق منه الى ذهن الحلية ان سبب الاسترخاء نفس الادلاء حيث قال فالقياس على هذا يفيد انه لو ركب على اكاف على الدابة فادلى رجليه من الجانبين كما يفعله بعضهم انه ينقض وهو غير ظاهر الخ قلت ١٩٤ هكذا فى نسختى وهى سقيمة جدا والظاهر فادلى رجليه من احد الجانبين لان هذا هو الذى يفعله البعض دون العامة وهو المشابه للادلاء فى التنور فسقط لفظ احد من قلم الناسخ اقول ١٩٥ لكن يرد عليه اولا ف١ ان الادلاء ان كان سببه فالادلاء من الجانبين اولى لزيادة انفراج يحصل به فى المقعدة ف٢ مع ان المصرح به فى الخانية نفسها والكتب قاطبة انه ان نام على ظهر الدابة فى سرج او اكاف لا ينتقض وضوؤه لعدم استرخاء المفاصل اه و ثانيا ١٩٦ قد قال فى الخلاصة ف٣ وغيرها ان نام متربعا لا ينقض الوضوء وكذا لو نام متوركا وهو ان يبسط قدميه من جانب ويلصق اليتيه بالارض اه افلا يدخل الادلاء المذكور فى هذا التفسير بل هو امكن المقعدة من بسط القدمين على محل مستو كما لا يخفى بل ١٩٧ الوجه عندى ان المراد تنور حام فيه شئ من الجمرات او بقية من حرارة الايقاد كما اومات اليه فان الحر يوجب الارخاء ولذا عبروا بالتنور دون الكرسى مع كون الجلوس على التنور بهذا الوجه فى غاية الندور وعلى الكرسى معهود مشهور والله تعالى اعلم الخامسة ف٣ النوم ليس بنفسه حدثا بل المعنى ان عجز

ف١: تطفل ١٩٣ على الحلية
ف٢: تطفل ١٩٤ آخر عليها
ف٣: مسئلہ نیند جو ناقض وضو ہے بذات خود ناقض نہیں بلکہ اس سبب سے کہ اس میں خروج ریح کا اندیشہ ہے

وعليه العامة بل حكى فى التوشيح الاتفاق عليه وهو الحق لحديث ان العين وكاء السه ولذا لم ينتقض وضوءه صلى الله تعالى عليه وسلم بالنوم كما ثبت فى الصحيحين عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما وذلك لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم ان عينى تنامان ولا ينام قلبى رواه الشيخان عن ام المؤمنين رضى الله تعالى عنها وعد من خصائصه صلى الله تعالى عليه وسلم كما فى الفتح عن القنية قلت[١٩٨] اى بالنسبة الى الامة والا فالانبياء جميعا كذلك عليهم الصلاة والسلام لحديث الصحيحين عن انس رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الانبياء تنام اعينهم ولا تنام قلوبهم فانه فهما فى كشف الرموز ان مقتضى كونه من الخصائص ان غيره صلى الله تعالى عليه وسلم من الانبياء عليهم الصلاة والسلام ليس كذلك اه وهل يجوز ان يكون ذلك لاحد من اكابر الامة ورا ثته صلى الله تعالى عليه وسلم قال المولى ملك العلماء بحر العلوم عبد العلى محمد رحمه الله تعالى فى الاركان الاربعة انه قال احد ان كان فى اتباع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من بلغ رتبة لا يغفل فى نومه بقلبه انما تغفل عيناه بيمن اتباعه صلى الله تعالى عليه وسلم كالشيخ الامام محى الدين عبد القادر الجيلانى قدس سره وغيره ممن وصل الى هذه الرتبة وان لم يصل مرتبته رضى الله تعالى عنه لم يكن قوله بعيدا عن الصواب فافهم اه اقول[١٩٩] ليس من الشرع حجر فى ذلك انه لا يجوز الا للنبى والامر فيه وجد الى يعطيه من يرزقه فلا وجه للانكار وقد اخرج الترمذى وقال حسن عن ابى بكرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يمكث ابو الدجال وامه ثلثين عاما لا يولد لهما ولد ثم يولد لهما غلام اعور اضر شئ واقله منفعة تنام عيناه ولا ينام قلبه الحديث وفيه ولادة ابن صياد وقول والديه اليهود يولد لنا غلام اعور اضر شئ واقله منفعة تنام عيناه ولا ينام قلبه وفيه قوله عن نفسه نعم تنام عيناى ولا ينام قلبى قال القارى قال القاضى رحمهما الله تعالى اى لا تنقطع افكاره الفاسدة عنه عند النوم لكثرة وساوسه وتخيلاته وتواتر ما يلقى الشيطان اليه كما لم يكن ينام قلب النبى صلى الله تعالى عليه وسلم من افكاره الصالحة بسبب ما تواتر عليه من الوحى والالهام اه اقول[٢٠٠] لقد ثقلت هذه الكاف علي واحسن منه قول مرقاة الصعود ان هذا كان من المكر به ليستيقظ القلب فى الفجور والمفسدة ليكون ابلغ فى عقوبته بخلاف استيقاظ قلب المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم فانه فى المعارف الالهية ومصالح لا تحصى فهو رافع لدرجاته ومعظم لشانه اه وبالجملة اذا جاز هذا للدجال ولابن صياد استدراجا لهما فلان يجوز لكبراء الامة بوراثة المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم اولى واحرى ثم رأيت العارف بالله سيدى عبد الوهاب الشعرانى قدس سره الربانى نقل فى المبحث الثانى والعشرين

من كتاب اليواقيت والجواهر عن سيدی الشيخ محمد المغربی رحمه الله تعالی انه كان رضی الله تعالی عنه يقول ان من ادعی رؤية رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم كما رأته الصحابة فهو كاذب وان ادعی انه يراه بقلبه حال كون القلب يقظانا فهذا لا يمنع منه وذلك الاٰن من بالغ فی كمال الاستعداد بتنظيف القلب من الرذائل المذمومة حتی من خلاف الاولی صار محبوبا للحق تعالی واذا احب الحق تعالی عبدا كان فی نومه من كثرة نورانية قلبه كانه يقظان الخ ثم رأيت ولله الحمد ما هو اصرح قال سيدنا الشيخ الاكبر رضی الله تعالی عنه فی الباب الثامن والتسعين من الفتوحات المكية من شرط الولی الكامل ان لا ينام له قلب بحكم الارث لرسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم وذلك الاٰن الكامل مطالب بحفظ ذاته الباطنة عن الغفلة كما يحفظ باليقظة ذاته الظاهرة اھ ونقله المولی الشعرانی فی الكبريت الاحمر مقرا عليه والله تعالی اعلم ثم وقع[ف۱] الخلف بينهم فی سائر النواقض سوی النوم هل تكون ناقضة من الانبياء عليهم الصلٰوة والسلام ام لا اقول[ف۲] ای ما امكن منها عليهم لا كجنون او قهقهة[ف۳] فی الصلٰوة وما ضاهاها اما هو محال[ف۴] عليهم صلوات الله تعالٰی وسلامه عليهم ففی الدر المختار[ف۵] العته لا ينقض كنوم الانبياء عليهم الصلٰوة والسلام وهل ينقض اغماؤهم وغشيهم ظاهر كلام المبسوط نعم اھ واعترضه السيد علی الازهری بعبارة القهستانی لا نقض من الانبياء عليهم الصلٰوة والسلام فلا حاجة الی تخصيص النوم بعدم النقض وحينئذ يكون وضوؤهم تشريعا للامام اھ وتبعه ولده السيد ابو السعود لكن استثنی الاغماء والغشی بدليل ما عن المبسوط قال واصرح منه ما وجد بخط شيخنا ای ابيه حيث قال ونوم الانبياء لا ينقض واغماؤهم وغشيهم ناقض اھ قال والحاصل ان ما ذكره القهستانی من تعميم عدم النقض بالنسبة لما عدا الاغماء والغشی والا يلزم ان يكون كلامه منافيا لما سبق عن المبسوط اھ ورأيتنی كتبت عليه اقول اولا لا غرو[ف۶] فی المنافاة بعد اختلاف الروايات وثانيا لا يظهر ولن يظهر وجه اصلا يفيد النقض بالغشی والاغماء لا بالفضلات بل الظاهر ان الغشی والاغماء مثل النوم لان النقض بهما انما هو حكما لما عسی ان يخرج فالظاهر عدم نقض وضوئهم صلی الله تعالی عليهم وسلم بهما مثله وان قيل بالنقض بمثل البول لا لانه منهم نجس حقيقة بل فی حقهم خاصة لعظم شانهم وعلو مكانهم عليهم الصلٰوة والسلام ابدا من رحمانهم اھ ثم رأيت العلامة نقل فی حاشية المراقی بعد جزمه ان لا نقض من الانبياء عليهم الصلٰوة والسلام ما يحو نحو بعض ما ذكرته حيث قال بحث فيه بعض الحذاق بانه اذا كان الناقض الحقيقی المتحقق غير ناقض فالحكمی المتوهم اولی علی ان ما فی المبسوط ليس بصريح ولو سلم فيحمل علی انه رواية اھ واعتمد فی حاشية الدر ما مشی عليه ابو السعود قال وظاهره ان الاغماء

https://www.facebook.com/darahlesunnat

والغشى نفسهما ناقضان لانهما لايخلوان عنه والا لكانا غير ناقضين فى حقهم ايضا اھ اقول[۱] هذا ان تم يصلح جوابا عن بحث بعض الحذاق لكن الذى[۲] عليه كلمات العلماء عدهما كالنوم من النواقض الحكمية وهو مفاد الهداية حيث علل الاغماء بالاسترخاء ونقل العلامة ش عن ابن عبد الرزاق عن المواهب اللدنية نبه السبكى على ان[۳] اغماءهم عليهم الصلاة والسلام يخالف اغماء غيرهم وانما هو عن غلبة الاوجاع للحواس الظاهرة دون القلب وقد ورد تنام اعينهم لا قلوبهم فاذا حفظت قلوبهم من النوم الذى هو اخف من الاغماء فمنه بالاولى اھ وبه يتجه البحث قلت[۴] والعجب ان السيد بعد ذكره هذا الاستظهار عاد فاورد البحث ثم قال هذا ينافى ما ذكره الملا على القارى فى شرح الشفاء من الاجماع على انه صلى الله تعالى عليه وسلم فى نواقض الوضوء كالامة الا ماصح من استثناء النوم لانه كان صلى الله تعالى عليه وسلم تنام عيناه ولا ينام قلبه وقد حكى فى الشفاء قولين بالطهارة والنجاسة فى الحدثين منه صلى الله تعالى عليه وسلم اھ اقول والقول الفصل عندى ان لا نقض منهم صلى الله تعالى عليهم وسلم بالنوم والغشى ونحوهما مما يحكم فيه بالحدث لمكان الغفلة واما النواقض الحقيقية فما تنتقض منهم ايضا صلوات الله تعالى وسلامه عليهم لا لانها نجسة كلا بل هى[۵] طاهرة بل طيبة حلال الاكل والشرب لنا من نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم كما دل عليه غير ما حديث بل لانها نجاسة فى حقهم صلى الله تعالى عليهم وسلم لرفعة مكانهم ونهاية نزاهة شانهم كما اشرت اليه فهذا ما نختاره ونرجو ان يكون صوابا ان شاء الله تعالى والعجب ان العلامة القهستانى مع تصريحه بان مرجل هذا البحث مستغنى عنه فقال ولانقضاء زمن الانبياء عليهم الصلاة والسلام لايحتاج فى هذا الكتاب الى ان يقال ان نومهم غير ناقض اھ اقول[۶] بلى ليوشكن ان ينزل عيسى بن مريم عليهما الصلاة والسلام على ان العلم بخصائصهم ومناقبهم عليهم الصلاة والسلام مطلوب مرغوب وكانه يشير الى الجواب عن هذه القولة فى هذا الكتاب اى ان محله كتب الفضائل دون الفقه وفيه[۷] ان الطالب ربما يطلع على حديث الصحيح انه صلى الله تعالى عليه وسلم نام حتى نفخ فاتاه بلال فاذنه بالصلاة فقام وصلى ولم يتوضأ فينبغى اعلامه ان هذا من خصائصه صلى الله تعالى عليه وسلم ثم[۸] من المتفرع على ان النوم نفسه ليس بناقض ما فى حاشية العلامة احمد ابن الشلبى على التبيين سئلت عن شخص به انفلات ريح هل ينتقض وضوؤه بالنوم فاجبت بعدم النقض بناء على ما هو الصحيح ان النوم نفسه ليس بناقض وانما الناقض ما يخرج ومن ذهب الى ان النوم نفسه ناقض لزمه نقض وضوء من به انفلات الريح بالنوم والله تعالى اعلم اھ ونقله ط على مراقى الفلاح فاقر لكن قال فى النهر ينبغى ان يكون عينه اى النوم ناقضا اتفاقا فيمن به انفلات ريح اذ ما لا يخلو عنه النائم لو تحقق

وبودہ لم ینقض فالمتوھم اولے اھ نقلہ ش اقول[۱۰] ظاہرہ یشبہ التناقض فان مفاد التعلیل عدم النقض اذ لما علمنا ان النوم لا ینقض بنفسہ بل لما یتوھم فیہ وھھنا حققنا لا ینقض فما ظنک بالموھوم وجب الحکم بعدم النقض لکن محط نظرہ رحمہ اللہ تعالٰی استبعاد ان یصلی الرجل العشاء فی اول الوقت فینام ولا یزال مستغرقا فی النوم طول اللیل الی قبیل الصباح ثم یقوم کما ھو فیجعل یصلی التہجد ولا یمس ماء فاضطر الی الحکم بجعل النوم نفسہ ناقضا فی حقنا اقول[۱۱] کیف یعدل عن حق معول لمجرد استبعاد لاجرم ان قال الشامی بعد نقلہ فیہ نظر والاحسن ما فی فتاوی ابن الشلبی اھ اقول[۱۲] ولا تظن ان النوم مظنۃ الانتشار والانتشار مظنۃ خروج المذی فان المظنۃ الثانیۃ غیر مسلمۃ لعدم الغلبۃ ولذا قال فی الحلیۃ اذا لم یکن الرجل مذاء فالانتشار لا یکون مظنۃ تلک البلۃ اھ ولذا صرحوا بعدم سنیۃ الاستنجاء من النوم کما فی الدر وغیرہ فالاظہر ما ذکر ابن الشلبی ولیتأمل عند الفتوی فانہ شیئ لا نص فیہ عن الائمۃ واللہ المرجو لکشف کل غمۃ ولنسم ھذا التحریر نبہ القوم ان الوضوء من ای نوم والحمد للہ علی ما علم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا والہ وصحبہ وسلم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

باب الغسل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ مسئولہ مولوی علی احمد صاحب مصنف تہذیب الصبیان ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فرائض غسل جناب جو تین ہیں اونمیں مضمضہ واستنشاق واسالۃ الماء علی کل البدن سے کیا مضمضہ واستنشاق واسالہ ماء مراد ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

مضمضہ سارے دہن کا مع اوسکے ہر گوشے پرزے کنج کے حلق کی حد تک دھلنا در مختار میں ہے فرض الغسل غسل کل فمہ رد المحتار میں ہے عبر عن المضمضۃ بالغسل لافادۃ الاستیعاب اھ وفی افادتہ بنفسہ لفظ الغسل کلام قدمہ فی الوضوء والصحیح انہ مفیدہ لفظ کل اقول[۲] وعلی التسلیم فلیست دلالتہ علی الاستیعاب ظاہرۃ کدلالۃ کل فلذا زیدو ما قال ش ان علی الاول لا حاجۃ الی زیادۃ کل اوسی میں بحر الرائق سے ہے المضمضۃ اصطلاحا استیعاب الماء جمیع الفم اور ہمنے دھلنا کہا دھونا کہا اسلیے کہ طہارت میں کچھ اپنا فعل یا قصد شرط نہیں پانی گزرنا چاہیے جس طرح ہو اقول[۱۳] وبہ ظہر ان عبارۃ البحر احسن من عبارۃ الدر الا ان یجعل الغسل مبنیا للمفعول ای مغسولیۃ کل فمہ آجکل بہت بے علم اس مضمضہ کے معنی صرف کُلی کے سمجھتے ہیں کچھ پانی مونہ میں لیکر اوگل دیتے ہیں کہ زبان کی جڑ اور حلق کے کنارہ تک نہیں پہنچتا یوں غسل نہیں اوترتا نہ اوس

تطفل علی النہر
خلاصۂ تبیان الوضوء
معروضۃ علی العلامۃ ش

https://www.facebook.com/darahlesunnat

غسل سے نماز ہو سکے نہ مسجد مین جانا جائز ہو بلکہ فرض ہی کہ داڑھون کے پیچھے گالون کی تہ مین دانتون کی جڑ مین دانتون کی کھڑکیون مین حلق کے کنارہ تک ہر ذرے پر پانی بہے یہانتک کہ اگر کوئی سخت چیز کہ پانی کے بہنے کو روکیگی دانتون کی جڑ یا کھڑکیون وغیرہ مین حائل ہو تو لازم ہی کہ اوسے جدا کرکے کلی کرے ورنہ غسل نہ ہوگا ہان اگر اوسکے جدا کرنے مین حرج و ضرر و اذیت ہو جسطرح پانون کی کثرت سے جڑون مین چونا جم کر متحجر ہو جاتا ہی کہ جبتک زیادہ ہو کر آپہی جگہ نہ چھوڑدے چھڑانے کے قابل نہیں ہوتا یا عورتون کے دانتون مین مسی کی ریخین جم جاتی ہین کہ اونکے چھیلنے مین دانتون یا مسوڑھون کی مضرت کا اندیشہ ہی تو جبتک یہ حالت رہیگی اسقدر کی معافی ہوگی فان الحرج مدفوع بالنص درمختار مین ہی لا یمنع طعام بین اسنانہ او فی سنہ المجوف بہ یفتی وقیل ان صلبا منع وھو الاصح رد المحتار مین ہی قولہ بہ یفتی صرح بہ فی الخلاصۃ وقال لان الماء شیئ لطیف یصل تحتہ غالبا اھ ویرد علیہ ما قدمناہ آنفا (ای ان مجرد الوصول غیر کاف بل الواجب الاسالۃ والتقاطر) ومفادہ (ای مفاد ما فی الخلاصۃ) عدم الجواز اذا علم انہ لم یصل الماء تحتہ (ای لان غلبۃ الوقوع لا تعارض العلم بعدم الوقوع) قال فی الحلیۃ وھو اثبت قولہ وھو الاصح صرح بہ فی شرح المنیۃ وقال لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورۃ والحرج اھ ولا یخفی ان ھذا التصحیح لا ینافی ما قبلہ اھ ملخصا مزیدا منا ما بین الاھلۃ بالجملہ غسل مین ان احتیاطون سے روزہ دار کو بھی چارہ نہیں ہان غرغرہ اوسے نہ چاہیے کہ کہین پانی حلق سے نیچے نہ اوتر جائے غیر روزہ دار کے لیے غرغرہ سنت ہی درمختار مین ہی سنتہ المبالغۃ بالغرغرۃ لغیر الصائم لاحتمال الفساد اوسی کے بیان غسل مین ہی سننہ کسنن الوضوء سوی الترتیب الخ

استنشاق ناک کے دونون نتھنون مین جہانتک نرم جگہ ہی یعنی سخت ہڈی کے شروع تک دھلنا رد المحتار مین بحر الرائق سے ہی الاستنشاق اصطلاحا ایصال الماء الی المارن ولغۃ من النشق وھو جذب الماء ونحوہ بریح الانف الی داخلہ اوسی مین قاموس سے ہی المارن ما لان من الانف اور یہ یونہین ہو سکیگا کہ پانی لیکر سونگھے اور اوپر کو چڑھائے کہ وہان تک پہنچ جائے لوگ اس کا بالکل خیال نہیں کرتے اوپر ہی اوپر پانی ڈالتے ہین کہ ناک کے سرے کو چھوکر گر جاتا ہی بانسے مین جتنی نرم جگہ ہی اوس سب کو دھونا تو بڑی بات ہی ظاہر ہی کہ پانی کا بالطبع میل نیچے کو ہی اوپر بے چڑھائے ہرگز نہ چڑھیگا افسوس کہ عوام تو عوام بعض پڑھے لکھے بھی اس بلا مین گرفتار ہین کاش استنشاق کے لغوی ہی معنے پر نظر کرتے تو اس آفت مین نہ پڑتے استنشاق سانس کے ذریعہ سے کوئی چیز ناک کے اندر چڑھانا ہی نہ کہ ناک کے کنارہ کو چھو جانا وضو مین تو خیر اسکے ترک کی عادت ڈالنے سے سنت چھوڑنے ہی کا گناہ ہوگا کہ مضمضہ و استنشاق بمعنی مذکور دونون وضو مین سنت مؤکدہ ہین کما فی الدر المختار اور سنت مؤکدہ کے ایک آدھ بار ترک سے اگرچہ گناہ نہ ہو عتاب ہی کا استحقاق ہو مگر بارہا ترک سے بلاشبہہ گنہگار ہوتا ہی کما فی رد المحتار وغیرہ من الاسفار تاہم وضو ہو جاتا ہی اور غسل تو ہرگز اوترے ہی گا نہیں جبتک سارا مونہہ حلق کی حد تک اور سارا نرم بانسا سخت ہڈی کے کنارہ تک پورا

RAZA ACADEMY
52, Donted Street, Khadak, Mumbai-400 009
Tel. 66342156 Fax 66659236

https://www.facebook.com/darahlesunnat

نہ دھل جائے یہانتک کہ علما فرماتے ہیں کہ اگر ناک کی رطوبت سُوکھ کر اندر کثافت جمی ہو تو لازم کہ پہلے اوسے صاف کرلے ورنہ اوسکے نیچے پانی نہ پہنچ سکنے سے غبور نہ کیا تو غسل نہ ہوگا درمختار میں ہے فرض الغسل غسل انفہ حتی ماتحت الدرن اس احتیاط سے بھی روزہ دار کو مفر نہیں ہاں اس سے اوپر تک اوسے نہ چاہیے کہ کہیں پانی دماغ کو نہ چڑھ جائے غیر روزہ دار کے لیے یہ بھی سنت ہے درمختار میں ہے سنتہ للمبالغۃ بمجاوزۃ المارن لغیر الصائم **اسالۃ الماء علی ظاہر البدن** سر کے بالوں سے تلوؤں کے نیچے تک جسم کے ہر پُرزے رونگٹے کی بیرونی سطح پر پانی کا تقاطر کے ساتھ بہ جانا سوا اوس موضع یا حالت کے جسمیں حرج ہو جسکا بیان عنقریب آتا ہے درمختار میں ہے یفرض غسل کل ما یمکن من البدن بلا حرج لوگ یہان دو قسم کی بے احتیاطیاں کرتے ہیں جنسے غسل نہیں ہوتا اور نمازیں اکارت جاتی ہیں **اولاً** غسل بالفتح کے معنی میں نافہمی کہ بعض جگہ تیل کی طرح چُپڑ لیتے ہیں یا بھیگا ہاتھ پہنچ جانے پر قناعت کرتے ہیں حالانکہ یہ مسح ہوا غسل میں تقاطر اور پانی کا بہنا ضرور ہے جبتک ایک ایک ذرے پر پانی بہتا ہوا نہ گزریگا غسل ہرگز نہ ہوگا درمختار میں ہے غسل ای اسالۃ الماء مع التقاطر ردالمحتار میں ہے البل بلا تقاطر معراج الدرایہ میں ہے لو لم یسل الماء بان استعملہ استعمال الدھن لم یجز **ثانیاً** پانی ایسی بے احتیاطی سے بہاتے ہیں کہ بعض مواضع بالکل خشک رہ جاتے ہیں یا اونپر کچھ اثر پہنچتا ہے تو وہی بھیگے ہاتھ کی تری اور اونکے خیال میں شاید پانی میں ایسی کرامت ہے کہ ہر کنج و گوشہ میں آپ دوڑ جائے کچھ احتیاط خاص کی حاجت نہیں حالانکہ جسم ظاہر میں بہت موقع ایسے ہیں کہ وہاں ایک جسم کی سطح دوسرے جسم سے چھپ گئی ہے یا پانی کی گزرگاہ سے جدا واقع ہے کہ بے لحاظ خاص پانی اوسپر بہنا ہرگز مظنون نہیں اور حکم یہ ہے کہ اگر ایک ذرہ بھر جگہ یا کسی بال کی نوک بھی پانی بہنے سے رہ گئی تو غسل نہ ہوگا اقول نہ صرف غسل بلکہ وضو میں بھی ایسی ہی بے احتیاطیاں کرتے ہیں کہیں ایڑیوں پر پانی نہیں بہتا کہیں کہنیوں پر کہیں ماتھے کے بالائی حصے پر کہیں کانوں کے پاس کنپٹیوں پر ہمنے اس بارہ میں ایک مستقل تحریر لکھی ہے اوسمیں ان تمام مواضع کی تفصیل جنکا لحاظ خیال وضو و غسل میں ضرور ہے مردوں اور عورتوں کی تفریق اور طریقہ احتیاط کی تحقیق کے ساتھ ایسی سلیس و روشن بیان سے مذکور ہے جسے بعونہ تعالٰی ہر جاہل بچہ عورت سمجھ سکے یہاں اجمالاً اونکا شمار کیے دیتے ہیں **ضروریات وضو** مطلقاً یعنی مرد و عورت سب کے لیے (۱) پانی مانگ یعنی ماتھے کے سرے سے پڑنا بہت لوگ لپ یا چلو میں پانی لیکر ناک یا ابرو یا نصف ماتھے پر ڈالتے ہیں پانی تو بہکر نیچے آیا وہ اپنا ہاتھ چڑھاکر اوپر لیگئے اسمیں سارا ماتھا نہ دُھلا بھیگا ہاتھ پھرا اور وضو نہ ہوا (۲) پٹیاں جھکی ہوں تو اونہیں ہٹاکر پانی ڈالا کہ جو حصہ پیشانی کا اونکے نیچے ہے دُھلنے سے نہ رہ جائے (۳) بھوؤں کے بال چھدرے ہوں کہ نیچے کی کھال چمکتی ہو تو کھال پر پانی بہنا فرض ہے صرف بالوں پر کافی نہیں (۴) آنکھوں کے چاروں کوئے۔ آنکھیں زور سے بند نہ کرے یہاں کوئی سخت چیز جمی ہوئی ہو تو چھڑالے (۵) پلک کا ہر بال پورا بعض وقت کیچڑ وغیرہ سخت ہوکر جم جاتا ہے کہ اوسکے نیچے پانی نہیں بہتا اوسکا چھڑانا ضرور ہے (۶) کان کے پاس تک کنپٹی ایسا نہ ہو کہ ماتھے کا پانی گال پر اوتر جائے اور یہاں صرف بھیگا ہاتھ پھرے (۷) ناک کا سوراخ اگر کوئی گہنا

یا تنکا ہو تو اوسے پھرا پھرا کر ورنہ یونہیں دھار ڈالے ہان اگر بالکل بند ہو گیا ہو تو حاجت نہیں (۸) آدمی جب خاموش بیٹھے تو دونون لب ملکر کچھ حصہ چھپ جاتا کچھ ظاہر رہتا ہے یہ ظاہر رہنے والا حصہ بھی دھلنا فرض ہے اگر کلی نہ کی اور مونھ دھونے مین لب سمیٹکر زور سے بند کر لیے تو اسپر پانی نہ بہیگا (۹) ٹھوڑی کی ہڈی اوس جگہ تک جہان نیچے کے دانت جمے ہین (۱۰) ہاتھون کی آٹھون گھائیان (۱۱) انگلیون کی کروٹین کہ ملنے پر بند ہو جاتی ہین (۱۲) دسون ناخنون کے اندر جو جگہ خالی ہے ہان میل کا ڈر نہین (۱۳) ناخنون کے سرے سے کہنیون کے اوپر تک ہاتھ کا ہر پہلو۔ چلو مین پانی لیکر کلائی پر اولٹ لینا ہرگز کافی نہین (۱۴) کلائی کا ہر بال جڑ سے نوک تک۔ ایسا نہ ہو کہ کھڑے بالون کی جڑ مین پانی گزر جائے نوکین رہ جائین (۱۵) آرسی چھلّے اور کلائی کے ہر گہنے کے نیچے (۱۶) عورتون کو پھنسی چوڑیون کا شوق ہوتا ہے اونھین ہٹا ہٹا کر پانی بہائین (۱۷) چوتھائی سر کا مسح فرض ہے پورون کے سرے گزار دینا اکثر اس مقدار کو کافی نہین (۱۸) پاؤون کی آٹھون گھائیان (۱۹) یہان انگلیون کی کروٹین زیادہ قابل لحاظ ہین کہ قدرتی ملی ہوئی ہین (۲۰) ناخنون کے اندر کوئی سخت چیز نہ ہو (۲۱) پاؤون کے چھلّے اور جو گہنا گٹون پر یا گٹون سے نیچے ہو اوسکے نیچے سیلان شرط ہے (۲۲) گٹّے (۲۳) تلوے (۲۴) ایڑیان (۲۵) کونچین خاص بہ مردان (۲۶) مونچھین (۲۷) صحیح مذہب مین ساری داڑھی دھونا فرض ہے یعنی جتنی چہرے کی حد مین ہے نہ لٹکی ہوئی کہ ہاتھ سے گلے کی طرف کو دباؤ تو ٹھوڑی کے اوس حصے سے نکل جائے جسپر دانت جمے ہین کہ اسکا صرف مسح سنت اور دھونا مستحب ہے (۲۸ و ۲۹) داڑھی مونچھین چھدری ہون کہ نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو کھال پر پانی بہنا (۳۰) مونچھین بڑھکر لبون کو چھپا لین تو اونھین ہٹا ہٹا کر لبون کی کھال دھونی اگرچہ مونچھین کیسی ہی گھنی ہون۔ در مختار مین ہے ارکان الوضوء غسل الوجه من مبدء سطح جبهته الی منبت اسنانه السفلی طولا وما بین شحمتی الاذنین عرضا فیجب غسل المیاقی وما یظهر من الشفة عند انضمامها الطبیعی لا عند انضمامها بشدة وتکلف اھ ح وکذا لو غمض عینیه شدیدا لا یجوز بحر) وغسل جمیع اللحیة فرض علی المذهب الصحیح المفتی به المرجوع الیه وما عدا هذه الروایة مرجوع عنه ثم لا خلاف ان المسترسل (وفسره ابن حجر فی شرح المنهاج بما لو مد من جهة نزوله لخرج عن دائرة الوجه ثم رایت المصنف فی شرحه علی زاد الفقیر قال وفی المجتبی قال البقالی وما نزل من شعر اللحیة من الذقن لیس من الوجه عندنا خلافا للشافعی اھ) لا یجب غسله ولا مسحه بل یسن (المسح) وان الخفیفة التی تری بشرتها یجب غسل ما تحتها نهر وفی البرهان یجب غسل بشرة لم یسترها الشعر کحاجب وشارب وعنفقة فی المختار (ویستثنی منه ما اذا کان الشارب طویلا یستر حمرة الشفتین لما فی السراجیة من ان تحلیل الشارب الساتر حمرة الشفتین واجب) اھ ملخصا مزیدا ما بین الاهلة من رد المحتار (قلت) واستحبابی غسل المسترسل نظرا الی خلاف الامام الشافعی رضی الله تعالی عنه

ف: وضو میں پانچ مواضع ایسے ہیں جنکی احتیاط اور ثنتان خاص مردوں پر لازم

خمس وضوء ثنتان

لما نصوا علیہ من ان الخروج عن الخلاف مستحب بالاجماع مالم یرتکب مکروہ مذہبہ کما فی ردالمحتار وغیرہ ادسی مین ہو سنۃ تخلیل اصابع الیدین والرجلین وھذا بعد دخول الماء خلالھا فلو منضمۃ فرض ادسی مین ہو مستحبۃ تحریک خاتمہ الواسع وکذا الضیق ان علم وصول الماء والا فرض ادسی مین ہو ومن الاٰداب تعاھد موقیہ وکعبیہ وعرقوبیہ واخمصیہ اھ قلت وھذا ان کان الماء یسیل علیھا وان لم یتعاھد والا فرض کنظائرہ للمارۃ

ضروریات غسل مطلقاً ظاہر ہو کہ وضو مین جس جس عضو کا دھونا فرض ہو غسل مین بھی فرض ہو تو یہ سب اشیا یہان بھی معتبر اور انکے علاوہ یہ اور زائد (۳۱) سر کے بال کہ گندھے ہوئے نہون ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا (۳۲) کانون مین بالی پتے وغیرہ زیورون کے سوراخ کا غسل مین وہی حکم ہو جو ناک مین بلاق وغیرہ کے چھید کا غسل و وضو دونون مین تھا (۳۳) بھوون ...... کے نیچے کی کھال اگرچہ بال کیسے ہی گھنے ہون (۳۴) کان کا ہر پرزہ اوسکے سوراخ کا مونہ (۳۵) کانون کے پیچھے کے بال ہٹا کر پانی بہانے (۳۶) استنشاق بمعنی مذکور (۳۷) مضمضہ بطرز مسطور (۳۸) داڑھون کے پیچھے (۳۹) دانتون کی کھڑکیون مین جو سخت چیز ہو پہلے جدا کرلین (۴۰) جو تاریخین وغیرہ جو بے ایذا چھوٹ سکے چھڑانا (۴۱) ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ کہ بے مونہ اوٹھائے نہ دھلے گا (۴۲) بغلین بے ہاتھ اوٹھائے نہ دُھلین گی (۴۳) بازو کا ہر پہلو (۴۴) پیٹھ کا ہر ذرہ (۴۵) پیٹ وغیرہ کی بلٹین اوٹھا کر دھوئین (۴۶) ناف اونگلی ڈالکر جبکہ بغیر اسکے پانی بہنے مین شک ہو (۴۷) جسم کا کوئی رونگٹا کھڑا نہ رہ جائے (۴۸) ران اور پیڑو کا جوڑ کھولکر دھوئین (۴۹) دونون سرین ملنے کی جگہ خصوصاً جب کھڑے ہو کر نہائین (۵۰) ران اور پنڈلی کا جوڑ جبکہ بیٹھکر نہائین (۵۱) رانون کی گولائی (۵۲) پنڈلیون کی کروٹین خاص بکمر دلان (۵۳) گندھے ہوئے بال کھولکر جڑ سے نوک تک دھونا (۵۴) مونچھون کے نیچے کی کھال اگرچہ گھنی ہون (۵۵) داڑھی کا ہر بال جڑ سے نوک تک (۵۶) ذکر و انثیین کے ملنے کی سطحین کہ بے جدا کیے نہ دُھلین گی (۵۷) انثیین کی سطح زیرین جوڑ تک (۵۸) انثیین کے نیچے کی جگہ جڑ تک (۵۹) جسکا ختنہ نہ ہوا ہو بہت علما کے نزدیک اوسپر فرض ہو کہ کھال چڑھ سکتی ہو تو حشفہ کھولکر دھوئے (۶۰) اس قول پر اوس کھال کے اندر بھی پانی پہنچنا فرض ہو کہ بے چڑھائے اوسمین پانی ڈالے کہ چڑھنے کے بعد بند ہو جائیگی خاص نسوان (۶۱) گندھی چوٹی مین ہر بال کی جڑ تر کرنی چوٹی کھولنی ضرور نہین مگر جب ایسی سخت گندھی ہو کہ بے کھولے جڑین تر نہ ہونگی (۶۲) ڈھلکی ہوئی پستان اوٹھا کر دھونی (۶۳) پستان و شکم کے جوڑ کی تحریر (۶۴ تا ۶۷) فرج خارج کے چارون لبون کی جبین جڑ تک (۶۸) گوشت پارۂ بالا کا ہر پرت کہ کھولے سے کھل سکیگا (۶۹) گوشت پارۂ زیرین کی سطح زیرین (۷۰) اس پارہ کے نیچے کی خالی جگہ غرض فرج خارج کے ہر گوشے پرزے کنج کا خیال لازم ہو ہان فرج داخل کے اندر اونگلی ڈالکر دھونا واجب نہین بہتر ہو ہند مختار مین ہو یفرض غسل کل ما یمکن من البدن بلا حرج مرۃ کاذن وسرۃ وشارب وحاجب ای لبشرۃ

وشعرا وان كثف بالاجماع كما فی المنیۃ) ولحیۃ وشعر رأس ولو متلبدا وفرج خارج لانہ کالفم لا داخل ولا تدخل اصبعها فی قبلها بہ یفتی (ای لا یجب ذلك كما فی الشرنبلالیۃ وفی التتارخانیۃ عن محمد انہ ان لم تدخل الاصبع فلیس بتنظیف) لا داخل قلفۃ بل یندب هو الاصح قالہ الکمال وعللہ بالحرج وفی المسعودی ان امکن فسخ القلفۃ بلا مشقۃ یجب والا فلا وکفی بل اصل ضفیرتها للحرج اما المنقوض فیفرض غسل کلہ ولو لم یبتل اصلها یجب نقضها هو الاصح لا یکفی بل ضفیرتہ فینقضها وجوبا ولو علویا او ترکیا لامکان حلقہ (هو الصحیح) اھ ملخصا مزیدا من الشامی اوسی مین ہے مزادا بہ تحریك القرط ان علم وصول الماء والا فرض اوسی مین ہے لو خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا کقرط ولو لم یکن بثقب اذنہ قرط فدخل الماء فی الثقب عند مرورہ علی اذنہ اجزأہ کسرۃ واذن دخلها الماء والا یدخل ادخلہ ولو باصبعہ ولا یتکلف بخشب ونحوہ والمعتبر غلبۃ ظنہ بالوصول

اقول ای فی غیر الموسوس وغیرہ ماجن لا یبالی فالاول ینزل الیقین الی محض الشك والثانی یرفع الشك الی عین الیقین کما هو معلوم مشاهد واللہ المستعان بالجملہ تمام ظاہر بدن ہر ذرہ ہر رونگٹے پر سر سے پاؤں تک پانی بہنا فرض ہے ورنہ غسل نہ ہوگا مگر مواضع حرج معاف ہیں مثلاً (۱) آنکھوں کے ڈھیلے (۲) عورت کے گندھے ہوئے بال (۳) ناك كان کے زیوروں کے وہ سوراخ جو بند ہوگئے (۴) نامختون کا حشفہ جبکہ کھال چڑھانے میں تکلیف ہو (۵) اس حالت میں اوس کھال کی اندرونی سطح جہاں تک پانی بے کھولے نہ پہنچے اور کھولنے میں مشقت ہو (۶) مکھی یا مچھر کی بیٹ جو بدن پر ہو اوسکے نیچے (۷) عورت کے ہاتھ پاؤں میں اگر کہیں مہندی کا جرم لگا رہ گیا (۸) دانتوں کا جما ہوا چونا (۹) مسی کی ریخیں (۱۰) بدن کا میل (۱۱) ناخنوں میں بھری ہوئی یا بدن پر لگی ہوئی مٹی (۱۲) جو بال خود گرہ کھا کر رہ گیا ہو اگرچہ مرد کا (۱۳) پلک یا کوئے میں سرمہ کا جرم (۱۴) کاتب کے انگوٹھے پر روشنائی۔ ان دونوں کا ذکر رسالہ الجود الحلو میں گزرا (۱۵) رنگریز کے ناخن پر رنگ کا جرم (۱۶) نان بائی یا پکانے والی عورت کے ناخن میں آٹا علی خلاف فیہ (۱۷) کھانے کے ریزے کہ دانت کی جڑ یا جوف میں رہ گئے کما مر انفا عن الخلاصۃ اقول یونہی پان کے ریزے نہ چھالیا کے دانے کہ سخت ہیں کما مر ایضا اقول وتعلیل المسألۃ بالحرج لعموم البلوی یدفع ما مر من الایراد (۱۸) اقول ہلتا ہوا دانت اگر تار سے جکڑا ہو معافی ہونی چاہیے اگرچہ پانی تار کے نیچے نہ بہے کہ بار بار کھولنا ضرر دیگا نہ اس سے ہر وقت بندش ہو سکے گی (۱۹) یونہی اگر اوکھڑا ہوا دانت کسی مسالے مثلاً برادۂ آہن ومقناطیس وغیرہ سے جمایا گیا ہے جمے ہوئے چونے کی مثل اسکی بھی معافی چاہیے اقول لانہ ابتقاق مبلہ وفی الازالۃ حرج درمختار میں ہے لا یشد سنہ المتحرك بذهب بل بفضۃ ردالمحتار میں ہے قال الکرخی سقطت ثنیۃ رجل فان اباحنیفۃ یکرہ ان یعیدها ویقول هی کسن میتۃ ولکن

یاخذ سن شاۃ ذکیۃ یشد مکانہا وخالفہ ابویوسف فقال لاباس بہ اھ اتقانی زاد فی التاترخانیۃ قال بشر قال ابویوسف سألت اباحنیفۃ عن ذلک فی مجلس اٰخر فلم یربا عادتہا باسا اھ[۱۸] **اقول** مبنی القول الاول ان السن عصب فیحلہ الموت والصحیح انہ عظم فلا ینجس ولو من میتۃ وقد نص فی البدائع والکافی والبحر والدر وغیرھا ان سن الانسان طاھرۃ علی ظاھر المذھب وھو الصحیح وان مافی الذخیرۃ وغیرھا من انہا نجسۃ ضعیف اھ فارتفع الاشکال کیف لاوقد رجع عنہ الامام ہاں اگر کمانی چڑھی ہو جسکے اوتارے چڑھانے میں حرج نہیں اور پانی بہنے کو روکے گی تو اوتارنا لازم ہے (۲۰) پٹی کہ زخم پر ہو اور کھولنے میں ضرر یا حرج ہو (۲۱) ہر وہ جگہ کہ کسی درد یا مرض کے سبب اوس پر پانی بہنے سے ضرر ہوگا والمسائل مشھورۃ وفی فتاوٰنا مذکورۃ غرض مدار حرج پر ہے اور حرج بنص قرآن مدفوع اور یہ امت دنیا و آخرت میں مرحومہ والحمد ﷲ رب العٰلمین در مختار میں ہے لایجب غسل مافیہ حرج کعین وان اکتحل بکحل نجس وثقب انضم وداخل قلفۃ وشعر المرأۃ المضفور ولا یمنع الطھارۃ خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ (لان الاحتراز عنہ غیر ممکن حلیہ) وحناء ولوجرمہ بہ یفتی ودرن وتراب وطین ولو فی ظفر مطلقا قرویا او مدنیا فی الاصح وما علی ظفر صباغ اھ ملخصا رد المحتار میں ہے یؤخذ من مسألۃ الضفیرۃ انہ لایجب غسل عقد الشعر المنعقد بنفسہ لان الاحتراز عنہ غیر ممکن ولو من شعر الرجل ولم ار من نبہ علیہ من علمائنا تامل اوسی میں ہے فی النہر لوفی اظفارہ عجین فالفتوٰی انہ مغتفر[۲۲] **اقول** وباﷲ التوفیق[ف۲] حرج کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہاں پانی پہنچانے میں مضرت ہو جیسے آنکھ کے اندر دوم مشقت ہو جیسے عورت کی گندھی ہوئی چوٹی سوم بعد علم واطلاع کوئی ضرر ومشقت تو نہیں مگر اوسکی نگہداشت اوسکی دیکھ بھال میں دقت ہے جیسے مکھی مچھر کی بیٹ یا اولجھا ہوا گرہ کھایا ہوا بال قسم اول ودوم کی معافی تو ظاہر ہے اور قسم سوم میں بعد اطلاع ازالۂ مانع ضرور ہے مثلاً جہاں مذکورہ صورتوں میں مہندی سرمہ آٹا روشنائی رنگ بیٹ وغیرہا میں سے کوئی چیز جمی ہوئی دیکھ پائی تو اب یہ نہ ہو کہ اوسے یوں ہی رہنے دے اور پانی اوپر سے بہادے بلکہ چھڑالے کہ آخر ازالہ میں تو کوئی حرج تھا ہی نہیں تعاہد میں تھا بعد اطلاع اوسکی حاجت نہ رہی ومن المعلوم ان ماکان لضرورۃ تقدر بقدرھا ھذا ماظھرلی والعلم بالحق عند ربی واﷲ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اﷲ تعالٰی علٰی سیدنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین

مسئلہ ۱۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو زکام ہوا اور بسبب اوسکے درد سر ہے اسی حالت میں اوس کو حاجت غسل ہوئی اوس نے اس خیال سے کہ اگر میں سر سے نہاؤنگا تو مرض میں ترقی ہو کر اور عوارض مثل بخار وغیرہ کے پیدا ہوجائیں گے اور زید کو ترقی مرض کا پورا یقین اور تجربہ ہے اس سبب سے اوس نے سر کو چھوڑ کر باقی جسم سے نہالیا اور تمام سر کا خوب مسح کرلیا تو غسل اوس کا صحیح اور نماز اوسکی یا جس نے اوس کے پیچھے پڑھی درست ہوگی یا نہیں یا ایسی حالت میں اوس کو تیمم کا حکم تھا بینوا توجروا۔

ف۱: مسئلہ: اگر سرمہ آنکھوں میں لگایا ... آنکھیں اندر سے ...

تنبیہ رضوی

ف۲: مصنف کی تحقیق ... حرج تین قسم ہے۔

۱۰ شعبان ۱۳۲۰ھ

الجواب

صورت مستفسرہ میں اوسکی نماز امامت سب درست و صحیح ہوئی غریب الروایۃ پھر کتاب الفیض الموضوع لنقل ما ہو المختار للفتوی پھر منحۃ الخالق علی البحر الرائق میں ہے المرأۃ لوضرہا غسل رأسہا فی الجنابۃ او الحیض تمسح علی شعرہا ثلث مسحات بمیاہ مختلفۃ وتغسل باقی جسدہا حلیہ شرح منیہ میں ہے ان کان اکثر اعضائہ صحیحا بان کانت الجراحۃ علی رأسہ وسائر جسدہ صحیح فانہ یدع الرأس ویغسل سائر الاعضاء درمختار میں ہے صح اقتداء غاسل بماسح ولو علی الجبیرۃ اصل کلی یہ ہے کہ غسل میں اگر بعض جسم پر پانی ڈالنا مضر ہو تو کثرت کا اعتبار ہے اگر اکثر جسم وہی ہے جسپر پانی پہنچنا ضرر دیگا خواہ یوں کہ عارضہ خود اوسی جسم میں ہو یا یوں کہ اوسپر پانی ڈالنے سے پانی ایسی جگہ پہنچے گا جہاں پہنچنے سے ضرر ہے تو تیمم کرے اور اگر اکثر جسم سالم ہے تو جسقدر میں مضرت ہو وہاں مسح کرلے باقی پر پانی بہالے درمختار میں ہے (تیمم لو اکثرہ مجروحا) اوبہ جدری اعتبار اللاکثر (وبعکسہ یغسل) الصحیح ردالمحتار میں ہے لکن اذا کان یمکنہ غسل الصحیح بدون اصابۃ الجریح والا تیمم حلیہ ظاہر ہے کہ متن میں لفظ زخم یا شرح میں لفظ خارش کوئی قید نہیں مدار ضرر پر ہے کسی وجہ سے ہو کما لایخفی ہذا واعلم ان المدقق العلائی ذکر فی الدر المختار اٰخر التیمم ما نصہ (من بہ وجع رأس لایستطیع معہ مسحہ) محدثا (ولا غسلہ) جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ تیمم وافتی قارئ الہدایۃ انہ (یسقط) عنہ (فرض مسحہ) وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ اھ ملخصا قال الشامی وما افتی بہ نقلہ فی البحر عن الحلبی ونظمہ العلامۃ ابن الشحنۃ فی شرحہ علی الوہبانیۃ اھ وقال تحت قولہ وکذا یسقط غسلہ ای غسل الرأس من الجنابۃ اھ اقول[۲۳۵] فہذا الذی افتی بہ العلامۃ سراج الدین قاری الہدایۃ شیخ المحقق ابن الہمام موافق لما افتی بہ العبد الضعیف وہو الماشی علی الاصل المار الذی تظافرت علیہ کلماتہم جمیعا ولم ازل اتعجب مما نقل عن غریب الروایۃ فی مسألۃ الجنابۃ من الامر بالتیمم لاجل الضرر فی الرأس وحدہ ثم رأیت منحۃ الخالق فوجدت انہ نقل عن الفیض عن الغریب ما فی الدر ولصیقا بہ ما قدمت من مسألۃ المرأۃ فزدت عجبا فان فرع المرأۃ یخالف الفرع الاول صریحا ولذا قال فی الفیض عقیب نقلہ وہو عجیب کما فی المنحۃ ایضا ثم ان[۲۳۶] للمولٰی سبحنہ وتعالٰی فتح بما اوضح المرام وازاح العجب فان عبارۃ غریب الروایۃ علی ما فی المنحۃ عن الفیض عندہ ہکذا من برأسہ صداع من النزلۃ ویضرہ المسح فی الوضوء والغسل فی الجنابۃ تیمم والمرأۃ لوضرہا الخ فتحدس فی خاطری وللّٰہ الحمد ان الغسل ہہنا بضم الغاء دون فتحہا فلیس المراد غسل الرأس کما اوہمہ عبارۃ الدر بل المعنی ضرہ الغسل واسالۃ الماء علی بدنہ ولو بترک الرأس لما تصعد بہ الابخرۃ الی الدماغ فیزداد بہ ضررا فی بعض الصور کما علم فی الطب وہذا حکم صحیح لاغبار علیہ ولا خلاف

فیہ للاصل السابق ولا للفرع اللاحق وانما خص المرأۃ بالذکر لیعلم حکم الرجل بالاولٰی فانہ اذا امر بمسح الشعر النازل الذی لایکون ضرر غسلہ کضرر غسل نفس الرأس فنفسہ اجدر بالحکم ھذا کلہ فی الغسل واما الوضوء فمن المعلوم ان من بلغ بہ النزلۃ مبلغا یضرہ مسح ربع راسہ بید مبتلۃ فیضرہ غسل الوجہ والیدین والرجلین من باب اولی فان البرد الذی یصل الی الدماغ باسالۃ الماء علی الاطراف اشد من برد عسی ان یصل باصابۃ ید مبتلۃ بعض الرأس فلاجل ھذا امر بالتیمم ھذا غایۃ ما یوجہ بہ کلامہ فکان الاحری بالمولی المحقق المدقق العلائی ان یوجہہ ھکذا والا ترکہ اصلا کیف ومثل الحکم عن غریب الروایۃ غیر غریب کما قالہ فی الحلیۃ فی مسألۃ اخری نقلہا عنہ مخالفا للجمیع والا لم یعزہ للفیض الذی ھو موضوع لنقل المذھب کیلا یکون تنویہا بہا والا ثم نقل کلام الفیض فانہ قال علیہ وھو عجیب ھذا کلہ ما ظہر للعبد الضعیف واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴: مرسلہ سید مودود الحسن نبیرہ ڈپٹی سید اشفاق حسین صاحب ۱۱ رجب ۱۳۱۷ھ

یایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی من یعتریہ حاجۃ الی الغسل والماء یضرہ فما الحکم فی غسلہ لاداء صلٰوۃ تما الرجاء ان تبینوا لنا الجواب بالبیان

الجواب

ان ضرہ غسل راسہ لاغیر مسحہ وغسل سائر جسدہ وان ضرہ الاغتسال بماء بارد اغتسل بحارا وفاترا ان قدر والا تیمم او مسح رأسہ وغسل بدنہ حسبما یقتضیہ حالہ وان ضرہ الاغتسال فی الوقت البارد تیمم فیہ او مسح وغسل کما مر واغتسل فی غیر ذلک الوقت من الجملۃ یتبع الضرر ولا یجاوزہ فحیث لا یجد سبیلا الی الغسل تیمم الی ان یجد سبیلا واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵: از کلکتہ کوچہ تارنب ڈاکخانہ ویلزلی اسٹریٹ نمبر ۶ مرسلہ رشید احمد خان ۱۶ جمادی الاولٰی

زید کی ران میں پھوڑا یا اور کوئی بیماری ہے ڈاکٹر کہتا ہے پانی یہاں نقصان کریگا مگر صرف اوسی جگہ مضر ہے اور بدن پر ڈال سکتا ہے اس حالت میں وضو یا غسل کے لیے تیمم درست ہے یا نہیں اگر درست ہے تو تیمم غسل کا ویسا ہی ہے جیسا وضو کا یا کیا حکم ہے باقی آداب

الجواب

صورت مسئولہ میں غسل یا وضو کسی کے لیے تیمم جائز نہیں وضو کے لیے نہ جائز ہونا تو ظاہر کہ ران کو وضو سے کوئی علاقہ نہیں اور غسل کے لیے یوں نا روا کہ اکثر بدن پر پانی ڈال سکتا ہے لہذا وضو تو بلاشبہہ تمام و کمال کرے اور غسل کی حاجت ہو تو اگر مضرت صرف ٹھنڈا پانی کرتا ہے گرم نہ کریگا اور اسے گرم پانی پر قدرت ہے تو بیشک پورا غسل کرے اتنی جگہ کو گرم پانی سے دھوئے باقی بدن گرم یا سرد جیسے سے چاہے اور اگر ہر طرح کا پانی مضر ہے یا گرم مضر تو نہ ہوگا مگر اسے اوس پر قدرت نہیں تو ضرر کی جگہ بچا کر باقی بدن دھوئے اور اس موضع پر مسح کرلے اور اگر وہاں مسح بھی نقصان دے مگر دوا یا پٹی کے حائل سے پانی کی ایک دھار بہا دینی مضر نہ ہوگی تو وہاں اوس حائل ہی پر بہا دے

باقی بدن بدستور دھوئے اور اگر حائل پر بھی پانی بہانا مضر ہو تو دوا یا پٹی پر مسح ہی کرلے اگر اس سے بھی مضرت ہو تو اوتنی جگہ خالی چھوڑدے جب وہ ضرر دفع ہو تو جتنی بات پر قدرت ملتی جائے بجالاتا جائے مثلاً ابھی پٹی پر سے مسح بھی مضر تھا لہذا جگہ بالکل خشک بچادی چند روز بعد اتنا آرام ہوگیا کہ پٹی پر مسح نقصان نہ دیگا تو فوراً پٹی پر مسح کرلے اسیقدر کافی ہوگا باقی بدن تو پہلے کا دھویا ہی ہوا ہی جب اتنا آرام ہوجائے کہ اب بندش پر سے پانی بہانا بھی ضرر نہ کریگا فوراً اوسپر پانی کی دھار ڈالدے صرف مسح پر جو پہلے کرچکا تھا قناعت نہ کرے جب اتنا آرام ہوجائے کہ اب خاص موضع کا مسح بھی ضرر نہ دیگا فوراً وہان مسح کرلے پٹی کے غسل پر قانع نہ رہے جب اتنا آرام ہو کہ اب خود وہان پانی بہانا مضر نہ ہوگا فوراً اوس بدن کو پانی سے دھولے غرض رخصت کے درجے بتادیے گئے ہین جبتک کم درجہ کی رخصت ہین کام نکلے اعلی درجہ کی اختیار نہ کرے اور جب کوئی نیچے کا درجہ قدرت مین آئے فوراً اوس تک تنزل کرکے اسیطرح اگر یہ حالت ہو کہ اوس جسم پر پانی تو نقصان نہ دیگا مگر بندھا ہوا ہی کھولنے سے نقصان پہنچے گا یا کھولکر پھر باندھ نہ سکیگا تو بھی اجازت ہی کہ بندش پر سے دھونے یا مسح کرنے جس بات کی قدرت ہو عمل مین لائے جب وہ عذر جاتا رہے کھولکر جسم کو مسح یا غسل جو مقدور ہو کرے یہی سب حکم وضو مین ہین اگر اعضائے وضو مین کسی جگہ کوئی مرض ہو الحاصل یہان اکثر کے لیے حکم کل کا ہی جب اکثر بدن پر پانی ڈال سکتا ہو تو ہرگز تیمم کی اجازت نہین بلکہ یہی طریقے جو اوپر گزرے بجالائے ہان اگر اکثر بدن پر پانی ڈالنے کی قدرت نہ ہو خواہ یون کہ خود مرض ہی اکثر بدن مین ہی یا مرض تو کم جگہ ہی مگر واقع ایسا ہوا کہ اوسکے سبب اور صحیح جگہ کو بھی نہین دھو سکتا کہ اوس کا پانی اس تک پہنچے گا اور کوئی صورت بچاکر دھونے کی نہین یون اکثر بدن دھونے کی قدرت نہین (مثلاً رانون پنڈلیون بازوؤن کلائیون پیٹھ پر جا بجا دو دو چار چار انگل کے فاصلے سے دانے ہین کہ صرف دانون کی جگہ جمع کیجائے تو سارے بدن کی نصف حصہ سے کم ہو مگر وہ پھیلے ہوئے اسطرح ہین کہ اونکے بیچ بیچ کی خالی جگہ پر بھی پانی نہین بہا سکتے) تو ایسی حالت مین بیشک تیمم کی اجازت ہوگی اب یہ نہ ہوگا کہ صرف تھوڑا سا بدن دھوکر باقی سارے جسم پر مسح کرلے درمختار مین ہی تیمم لو کان اکثرہ ای اکثر اعضاء الوضوء عددا وفی الغسل مساحۃ مجروحا او بہ جدری اعتبارا للاکثر وبعکسہ یغسل الصحیح ویمسح الجریح رد المحتار مین ہی لکن اذا کان یمکنہ غسل الصحیح بدون اصابۃ الجریح والا تیمم حلیہ درمختار مین ہی الحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحہ فان ضر مسحہا فان ضر سقط اصلا رد المحتار مین ہی قولہ ولو بماء حار نص علیہ فی شرح الجامع لقاضیخان واقتصر علیہ فی الفتح وقیدہ بالقدرۃ علیہ وفی السراج انہ لا یجب والظاہر الاول بحر درمختار مین ہے یمسح علی کل عصابۃ ان ضرہ الماء او حلہا ومنہ ان لا یمکنہ ربطہا رد المحتار مین ہی قولہ ان ضرہ الماء ای الغسل بہ او المسح علی المحل ط درمختار مین ہی انکسر ظفرہ فجعل علیہ دواء او وضعہ علی شقوق رجلہ اجری الماء علیہ ان قدر والا مسحہ والا ترکہ رد المحتار مین ہی مسح الجریح ان لم یضرہ والا عصبہا بخرقۃ ومسح فوقہا خانیہ وغیرہا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ومفادہ کما قال لانہ یلزمہ مغن الحرقة وان لم تکن موضوعة ہان یہ بات کہ فلان امر ضرر دیگا کسی کافر یا کسی فاسق یا ناقص طبیب کے بتائے سے ثابت نہین ہوسکتی یا تو خود اپنا تجربہ ہو کہ نقصان ہوتا ہی یا کوئی صاف علامت ایسی موجود ہو جس سے واقعی ظن غالب نقصان کا ہو یا طبیب حاذق مسلم مستور بتائے جس کا کوئی فسق ظاہر نہ ہو فی الدر المختار ورد المحتار تیمم لمرض یشتد او یمتد بغلبة ظن (عن امارة او تجربة شرح منیة) او قول (طبیب) حاذق مسلم (غیر ظاھر الفسق) اھ بالالتقاط اور تیمم غسل و وضو کا ایک ہی سا ہی بلکہ ایک ہی تیمم دونون کے لیے کافی ہوسکتا ہی خصوصًا جبکہ نیت دونون کو شامل ہو فی رد المحتار عن الوقایة یکفی تیمم واحد عنہما واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۶۱ ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلے مین کہ کوئی شخص سوتے سے جاگا اور تری کپڑے یا بدن پر پائی یا خواب دیکھا اور تری نہ پائی تو اوسپر نہانا واجب ہوا یا نہین بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ھادی الاحلام بانزال الاحکام والصلاة والسلام علی سید المعصومین عن الاحتلام وآلہ الکرام وصحبہ العظام الی یوم یبل فیہ وارد حوضہ ببلل الاکرام آمین

فتوی مسمّٰی بہ الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل ۱۳۲۰ھ

یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہی اور ہر شخص کو اوسکی ضرورت اور کتابون مین اختلاف بکثرت لہذا ضرور ہی کہ فقیر بعون القدیر اوسکی ضروری توضیح و تشریح اور مذہب معتمد و مختار کی تنقیح کرے **فاقول** وباللہ التوفیق یہان چھ صورتین ہین **اول** تری کپڑے یا بدن کسی پر نہ دیکھی **دوم** دیکھی اور یقین ہی کہ یہ منی یا مذی نہین بلکہ ودی یا بول یا پسینہ یا کچھ اور ہی ان دونون صورتون مین مطلقًا اجماعًا غسل اصلًا نہین اگرچہ خواب مین مجامعت اور اوسکی لذت اور انزال تک یاد ہو غنیہ مین ہی تذکر الاحتلام ولم یر بللا لاغسل علیہ اجماعا در مختار مین ہی لا ان تذکر ولو مع اللذة والانزال ولم یر بللا اجماعا رد المحتار مین ہی لا یجب اتفاقا فیما اذا علم انہ ودی مطلقا جامع الرموز مین ہے احترز بقولہ المنی والمذی عن الودی فانہ غیر موجب عندھم وان تذکر الاحتلام کما فی الحقائق **سوم** ثابت ہو کہ یہ تری منی ہے اسمین بالاتفاق نہانا واجب ہی اگرچہ خواب وغیرہ اصلًا یاد نہ ہو فی رد المحتار یجب الغسل اتفاقا اذا علم انہ منی مطلقا اسی طرح عامہ کتب مین اسپر اجماع منقول لکن فی شرح النقایة للقہستانی کان الفقیہ ابو جعفر یقول ھذا عند ابی حنیفة ومحمد رحمہما اللہ تعالی واما عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی فلا غسل علیہ اذا لم یتذکر الاحتلام کذا فی شرح الطحاوی اھ

اقول لعل وجهه والله تعالى اعلم ان نزول المنى لا يوجب الغسل مطلقا بل اذا نزل عن شهوة دفقا فاذا تذكر الاحتلام ثم رأه علم انه نزل عن شهوة واذا لم يتذكر احتمل ان يكون نزل هكذا من دون شهوة فلا يجب الغسل بالشك والجواب ان بالنوم تتوجه الحرارة الى الباطن ولهذا يحصل الانتشار غالبا فالسبب مظنون واحتمال الخلاف اعنى الخروج بلا شهوة نادر فلا يعتبر اھ شرح نقایہ برجندی میں ہے قد ظهر انه لا خلاف فی رؤية المنى حيث يجب الغسل اجماعا ونقل فی شرح الطحاوی عن الفقيه ابی جعفر ان رؤية المنى ايضا على هذا الاختلاف والمشهور هو الاول اھ اب رہیں تین صورتیں اوس تری کے منی ہونیکا احتمال ہو مذی ہونیکا علم ہو منی نہ ہونا تو معلوم مگر مذی ہونیکا احتمال ہو پس اگر خواب میں احتلام ہونا یاد ہے تو ان تینوں صورتوں میں بھی بالاتفاق نہانا واجب ہے فی ردالمحتار يجب اتفاقا اذا علم انه مذى او شك مع تذكر الاحتلام اھ مختصرا **اقول** وقد تظافرت الكتب على هذا متونا وشروحا وفتاوى فلا نظر الى ما فی الحلية عن المصفى عن المختلفات انه اذا تيقن بالاحتلام وتيقن انه مذى فانه لا يجب الغسل عندهم جميعا ورأيتنى كتبت على هامش نسختى الحلية ههنا ما نصه عامة المعتبرات على نقل الاجماع فی هذه الصورة على وجوب الغسل وفی بعضها جعلوها خلافية بين ابی يوسف وصاحبيه اما حكاية الاجماع فيها على عدم الوجوب فمخالفة لجميع المعتبرات ولقد كدت ان اقول ان لا وقعت زائدة من قلم الناسخين لولا انی رأيت فی جامع الرموز ما نصه لو تيقن بالمذى لم يجب تذكر الاحتلام ام لا وهذا عندهم على ما فی المصفى عن المختلفات لكن فی المحيط وغيره انه واجب حينئذ اھ اھ ما كتبت عليه وانا الان ايضا لا استبعد ان الامر كما ظننت من وقوع لا زائدة فی نسخة المصفى او المختلفات ونقله القهستانی بالمعنى ولم يتنبه لما اسمعنا والله تعالى اعلم والخلاف الذی اشرت اليه هو ما فی الحصر والمختلف والعون وفتاوى العتابی والفتاوى الظهيرية ان برؤية المذى لا يجب الغسل عند ابی يوسف تذكر الاحتلام او لم يتذكر كما فی فتح الله المعين للسيد ابی السعود الازهری ونقله فی التبيين عن غاية السروجی عن الامام الفقيه ابی جعفر الهندوانی عن الامام الثانی رحمهم الله تعالى وفی ابی السعود عن نوح افندی عن العلامة قاسم ابن قطلوبغا ما نصه قلت فيحتمل ان يكون عن ابی يوسف روايتان اھ وفی الحلية وجوب الاغتسال فيه اذا تيقن كون البلل مذيا وهو متذكر الاحتلام باجماع اصحابنا على ما فی كثير من الكتب المعتبرة وفی المصفى ذكر فی الحصر والمختلف والفتاوى الظهيرية اذا رأى مذيا وتذكر الاحتلام لا غسل عليه عند ابی يوسف فيحتمل ان يكون عن ابی يوسف روايتان اھ مختصرا **اقول** بل ثلث الاولى لا غسل بلا تذكر وان رأى منيا كما مر عن شرح النقاية عن الامام الاسبيجابی الثانية لا الا بالمنى وان رأى المذى متذكرا وهى هذه والثالثة يغتسل فی التذكر باحتمال المذى ايضا وفی عدمه بعلم المنى وهى الاظهر الاشهر مروية الاكثر بل عند رابعة نحو قولهما على ما فی القهستانی عن العيون وغيرها والله تعالى اعلم اور اگر احتلام یاد نہیں تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک ان تینوں صورتوں میں اصلا غسل نہیں دھو الاقیس وبہ اخذ الامام

قطعۃ فیما علی الحلیۃ والعلامۃ قاسم ... (حاشیہ)

الاجل العارف باللہ خلف بن ایوب الامام الفقیہ ابو اللیث السمرقندی کما فی الفتح وغیرہ شکل نہم یعنی ششم میں طرفین یعنی حضرت سیدنا امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں یعنی جہاں نہ منی کا احتمال نہ مذی کا یقین بلکہ مذی کا احتمال ہو غسل بالاتفاق واجب نہیں فی رد المحتار لایجب اتفاقا فیما اذا شک فی الاخیرین (یعنی المذی والودی) مع عدم تذکر الاحتلام اور شکل اول یعنی چہارم میں کہ منی کا احتمال ہو خواہ یوں کہ منی و مذی محتمل ہوں یا منی وودی یا تینوں (اور ودی سے مراد ہر وہ تری کہ منی و مذی کے سوا ہو) ان سب صورتوں میں دونوں حضرات باتفاق روایات غسل واجب فرماتے ہیں فی رد المحتار یجب عندھما فیما اذا شک فی الاولین (ای للمنی والمذی) او فی الطرفین (ای المنی والودی) او فی الثلثۃ احتیاطا ولا یجب عند ابی یوسف للشک فی وجود الموجب لیکن جہاں منی کے ساتھ مذی کا احتمال نہ ہو صرف ودی کا شبہہ ہو وجوب مطلق ہے اور جہاں مذی کا بھی شک ہو اوس میں ایک صورت کا استثنا۔ وہ یہ کہ اگر سونے سے کچھ پہلے اسے شہوت تھی ذکر قائم تھا اب جاگ کر تری دیکھی جسکا مذی ہونا محتمل ہے اور احتلام یاد نہیں تو اوسے مذی ہی قرار دینگے غسل واجب نہ کرینگے جبتک وسکے منی ہونیکا ظن غالب ہو اور اگر ایسا نہ تھا یعنی نیند سے پہلے شہوت ہی نہ تھی یا تھی اور اوسے بہت دیر گزر گئی مذی تھا وس سے نکلنی تھی نکلکر صاف ہو چکی اسکے بعد سویا اور تری مذکور پائی جسکا منی و مذی ہونا مشکوک ہے تو بدستور صرف اسی احتمال پر غسل واجب کر دینگے منی کے غالب ظن کی ضرورت نہ جانیں گے صورت استثنا کہ مذکور ہوئی یاد رکھیے کہ آئندہ اسپر بحث ہونیوالی ہے ان شاء اللہ تعالٰی اب رہی شکل ثانی یعنی پنجم کہ مذی کا یقین ہو اسمیں طرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بیان مذہب میں علما کا اختلاف شدید ہے بہت اکابر نے جزم فرمایا کہ اس صورت میں بھی مثل صورت ششم غسل واجب نہ ہونے پر ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اتفاق ہے مبسوط[1] امام شیخ الاسلام بکر خواہر زادہ و محیط[2] امام برہان الدین و مغنی[3] و مصفی[4] للامام النسفی و فتح[5] القدیر نقلا و منیۃ[6] المصلی و شرح[7] نقایہ للعلامۃ البرجندی و جامع[8] الرموز للعلامۃ القہستانی و حاشیۃ[9] الفاضل عبد الحلیم الرومی علی الدرر و الغرر و بحر[10] الرائق و نہر[11] الفائق و در[12] مختار و حواشی[13] الدر للسید الحلبی و السید[14] الطحطاوی و السید[15] الشامی و مسکین[16] علی الکنز و فتح[17] المعین للسید الازہری و تعلیقات[18] ابراہیم السید علی بن علی ابن ابی الخیر الحسینی و رحمانیہ[19] و ہندیہ[20] و طحطاوی[21] علی مراقی الفلاح و منحۃ[22] الخالق اسی میں ہے فتاوی عالمگیریہ میں ہے ان رای بللا الا انہ لم یتذکر الاحتلام فان تیقن انہ ودی لایجب الغسل وان شک انہ منی او مذی قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی لایجب حتی یتیقن بالاحتلام وقالا یجب ھکذا ذکرہ شیخ الاسلام کذا فی المحیط بحر الرائق میں ہے لایجب الغسل اتفاقا فیما اذا تیقن انہ مذی ولم یتذکر الاحتلام در مختار میں دربارہ عدم تذکر احتلام ہے اذا علم انہ مذی فلا غسل علیہ اتفاقا رد المحتار میں ہے لایجب اتفاقا فیما اذا علم انہ مذی مع عدم تذکر الاحتلام بعینہ اسی طرح منحۃ الخالق میں ہے حاشیہ طحطاوی میں ہے اذا علم انہ مذی مع عدم التذکر لایجب الغسل اتفاقا برجندی میں ہے ذکر فی المبسوط والمحیط والمغنی ھھنا تفصیلات وھو انہ اذا استیقظ ورای بللا ولم یتذکر الاحتلام فان تیقن انہ مذی لایجب الغسل وان تیقن انہ منی یجب وان شک انہ مذی او منی قال ابو یوسف لایجب وقالا یجب رحمانیہ میں محیط سے ہے استیقظ فوجد علی فراشہ او فخذہ بللا ولم یتذکر الاحتلام فان تیقن انہ منی

یجب الغسل والا لایجب وان شک انہ منی اومذی قال ابویوسف لایجب الغسل اھ اقول[۲۳۰] فی قولہ والالا یجب

تدافع ظاہر مع مسألۃ الشک ولعل الجواب[۲۳۱] انھاحلت محل الاستثناء ویعکرہ[۲۳۲] لزوم ان لایجب وفاقا اذا شک انہ منی

او ودی لانہ لم یستثن الا الشک فی المنی والمذی ثم الا[۲۳۳] ان یقال ان المراد بالمذی غیر المنی وھو ظاہر البعد والاولی[۲۳۴] ان

یقال ان اصل قولہ والالایجب وان لامفصولا والتقدیر وان تیقن انہ لامنی لایجب۔ شرح الکنز للعلامۃ مسکین میں

ہے اذا لم یتذکر الاحتلام وتیقن انہ مذی فلا غسل علیہ ابو السعود میں ہے اما صور ما لایجب فیھا الغسل اتفاقا فاربعۃ

(الٰی قولہ) الثالثۃ علم انہ مذی ولم یتذکر حلبی علی الدرمیں ہے لاغسل علیہ ان یتقن انہ مذی وکذا لوشک انہ مذی

او ودی ولم یتذکر الاحتلام فتح القدیر میں ہے مستیقظ وجد فی فخذہ او ثوبہ بللا ولم یتذکر احتلاما وتیقن انہ مذی لایجب

اتفاقا لکن التیقن متعذر مع النوم اھ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے لایجب الغسل اتفاقا فیما اذا تیقن انہ مذی ولم یتذکر والمراد

بالتیقن غلبۃ الظن لان حقیقۃ الیقین متعذرۃ مع النوم اقول[۲۳۵] کانہ یشیر الی الجواب عما اوردہ المحقق وما کان المحقق لیغفل عن

مثل ھذا وانما ھو تحقیق انیق سنعود الیہ بتوفیق من لہ التوفیق الا من لہ یہ منیہ میں ہے ان تیقن انہ مذی فلا غسل علیہ

اذا لم یتذکر الاحتلام مصفٰی میں ہے ان رای بللا ولم یتذکر الاحتلام ان تیقن انہ ودی اومذی لایجب الغسل وان

تیقن انہ منی یجب وان شک انہ منی اومذی قال ابویوسف لایجب حتی یتیقن بالاحتلام وقالا یجب کذا فی المحیط والمغنی

ومبسوط شیخ الاسلام وفتاوی قاضی خان والخلاصۃ حلیہ میں یہ کلام مصفٰی نقل کرکے فرمایا لیس فی الفتاوی الخانیۃ ولا الخلاصۃ

ذلک کما ذکرہ مطلقا وکذا لیس فی محیط رضی الدین واما المغنی ومبسوط شیخ الاسلام فلم اقف علیھما اھ اقول[۲۳۶] اما

المبسوط فقد قدمنا نقلہ عن الھندیۃ عن المحیط عن المبسوط وکذا عن البرجندی عن المبسوط وکذلک عنہ عن المغنی

والمراد[۲۳۷] بالمحیط المحیط البرھانی لا الرضوی وقد تقدم النقل عنہ عن الھندیۃ وعن البرجندی نعم لم ارھذا فی الخانیۃ بل

الواقع فیھا[۲۳۸] خلاف ھذا کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی واما الخلاصۃ[۲۳۹] فنصھا علی ما فی نسختی ھکذا ان احتلم ولم یر شیئا

لاغسل علیہ بالاتفاق وان تذکر الاحتلام ورای بللا ان کان ودیا لایجب الغسل بلاخلاف وان کان مذیا اومنیا یجب

الغسل بالاجماع ولسنا نوجب الغسل بالمذی لکن المنی یرق باطالۃ المدۃ فکان مرادہ ما یکون صورتہ المذی لاحقیقۃ

المذی الثالث اذا رای البلل علی فراشہ ولم یتذکر الاحتلام یجب علیہ الغسل وعند ابی یوسف لاغسل علیہ اھ وھو

فیما اری عار عن ذکر المسألۃ اصلا فان قلت بل فیہ خلاف ما فی المصفی حیث ارسل البلل ارسالا فشمل المذی وقد

اوجب فیہ الغسل مع عدم التذکر ومثلہ ما فی الخانیۃ عن مبسوط الامام محرر المذھب محمد بن الحسن رضی اللہ تعالٰی عنہ

حیث قال وفی صلاۃ الاصل اذا استیقظ وعندہ انہ لم یحتلم ووجد بللا علیہ الغسل فی قول ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی

ف۱: تطفل علی ...

ف۲: تطفل علی الحلیۃ

ف۳: تطفل علی مصنف الامام النسفی

ف۴: تطفل آخر علیہ

قلت لا تعجل واورد الکلام مورده فانه اما ان یکون المراد بلل معلوم الحقیقة او غیر معلومها والاعم لا سبیل الی الاول لا
ارسل البلل ارسالا فیشمل ما اذا علم انه منی ولیس مرادا قطعا لان فیه الغسل بلا خلاف وما اذا علم انه ودی ولیس مرادا قطعا
اذ لا غسل فیه بالاتفاق ولا الی الثالث لشموله للاول فیعود المحذور وان خصص الثانی وکانه لهذا ابهم محمد وارشد بالابهام
اللفظی الی الابهام المعنوی فالمعنی رای بللا لا یدری ما هو فهذه صورة الشک فی انه منی او غیره ولا مساس لها بصورة
علم المذی ونظیره قول مسکین اذا استیقظ فوجد فی احلیله بللا الخ فقال ابو السعود وشک فی کونه منیا او مذیا خانیه اھ و
قول الملتقط ان استیقظ فوجد فی احلیله بللا الخ فقال فی الغنیة لا یدری امنی هو ام مذی اھ **اقول** وبه ظهر الجواب عن
ایراد الحلیة بقوله انت علیم بما فی هذا الاطلاق فانه یشمل المنی والمذی ولا شک ان المنی غیر مراد منه بالاتفاق فلا جرم
ان ذکر المصنف انه لو تیقن انه منی فعلیه الغسل اھ ونظائر هذا کثیر فی کلامهم غیر یسیر اور یہاں ستون مذہب جماہیر اجلۂ عمائد
کی تصریح ہے کہ صورت پنجم بھی مثل صورت چہارم ہمارے ائمہ میں مختلف فیہ ہے طرفین غسل واجب فرماتے ہیں اور امام ابو یوسف کا خلاف
ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین وقایہ ونقایہ واصلاح وغرر ونور الایضاح وتنویر الابصار وملتقی الابحر وبدائع واسبیجابی وصدر الشریعۃ وحلیہ و
ایضاح ودرر ومراقی الفلاح وجوہرہ نیرہ وتبیین الحقائق ومستخلص وشمنی ومجمع الانہر وفتاوائے امام اجل نجم الدین نسفی وجواہر الفتاوٰی للامام الکرمانی وفتح
وسراجیہ وخجندی وبزازیہ وتجنیس وحصر ومختلف وظہیریہ وخزانۃ المفتین وارکان اربعہ اور شروح حدیث سے لمعات ومرقاۃ جن میں
ہیں اور امام محقق علی الاطلاق نے بحث فرما کر اسی کو ترجیح دی وقایہ وشرح صدر میں ہے (و) رؤیة المستیقظ المنی او المذی وان لم یحتلم اما فی
المنی فظاهر واما فی المذی فلاحتمال کونه منیا رق بحرارة البدن وفیه خلاف لابی یوسف اصلاح وایضاح میں ہے (و) رؤیة
المستیقظ المنی او المذی وان لم یتذکر الاحتلام) فان ما ظهر فی صورة المذی یحتمل ان یکون منیا رق بحرارة البدن او باصابة
الهواء فمتی وجب من وجه ما فالاحتیاط فی الایجاب وفیه خلاف لابی یوسف مختصر الوقایہ میں ہے (و) رؤیة المستیقظ المنی او المذی
غرر ودرر میں ہے (وعند رؤیة مستیقظ منیا او مذیا وان لم یتذکر حلما) لان الظاهر انه منی رق بهواء اصابه متن وشرح علامہ
شرنبلالی میں ہے (ومنها وجود ماء رقیق بعد) الانتباه من (النوم) ولم یتذکر احتلاما عندهما خلافا لابی یوسف وبقوله اخذ
خلف بن ایوب وابو اللیث لانه مذی وهو الاقیس ولهما ما روی انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم سئل عن الرجل یجد البلل
ولم یذکر احتلاما قال یغتسل ولان النوم راحة تهیج الشهوة وقد یرق المنی لعارض والاحتیاط لازم فی العبادات تنویر الابصار
میں ہے (و) رؤیة المستیقظ منیا او مذیا وان لم یتذکر الاحتلام ملتقی ومجمع میں ہے (و) فرض (لرؤیة مستیقظ لم یتذکر
الاحتلام بللا ولو مذیا) عند الطرفین (خلافا له) ای لابی یوسف له ان الاصل براءة الذمة فلا یجب الا بیقین
وهو القیاس ولهما ان النائم غافل والمنی قد یرق بالهواء فیصیر مثل المذی فیجب علیه احتیاطا جوہرہ نیرہ میں ہے فی الخجندی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ان كان منيا وجب الغسل بالاتفاق وان كان مذيا وجب عندهما تذكر الاحتلام او لا وقال ابو يوسف لا يجب الا اذا تيقن الاحتلام شرح امام زیلعی میں ہے غشی علیہ او کان سکران فوجد علی فخذہ او فراشه مذيا لم يلزمه الغسل لانه يحال به على هذا السبب الظاهر بخلاف النائم مستخلص الحقائق میں ہے (لا مذی و ودی و احتلام بلا بلل) روی الشيخ ابو منصور الماتریدی باسناده الى عائشة رضی الله تعالى عنها عن النبی صلی الله تعالے علیہ وسلم انه قال اذا رای الرجل بعد ما ینتبه من نومه بللا ولم يتذكر احتلاما اغتسل وان راى احتلاما ولم ير بللا لا غسل عليه وهذا نص فى الباب كذا فى البدائع ثم قوله بلا بلل مطلقا يتناول المنی والمذی وقال ابو یوسف لا غسل عليه فى المذى وهذا النص فى المنى اعتبارا بحالة اليقظة ولهما اطلاق الحديث ولان المنى قد يرق لمرور الزمان فيصير فى صورة المذى كذا فى البدائع ایضا جواہر الفتاوی کے باب رابع میں کہ فتاوائے امام اجل نجم الدین نسفی کے لیے معقود ہوتا ہے فرمایا استیقظ وتذكر انه راى فى منامه مباشرة ولم ير بللا على ثوبه ولا فراشه ومكث ساعة فخرج منه مذى لا يجب الغسل لظاهر الحديث من احتلم ولم ير بللا فلا شىء عليه وليس هذا كما استيقظ وراى بلة يلزمه الغسل عند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى لانهما يحملان انه كان منيا فرق بمرور الزمان وههنا اين خروج المذى فوجب الوضوء دون الغسل قال ولا يلزم على هذا من احتلم ليلا فاستيقظ ولم ير بللا فتوضأ وصلى الفجر ثم نزل المنى يجب الغسل وجازت صلاة الفجر عند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى لانه انما يجب الغسل بنزول المنى بعد ما استيقظ ولهذا لا يعيد الفجر بخلاف مسالتنا لانه زال المذى بعد ما استيقظ وهو يراه فلم يلزم الغسل لانه مذى اھ بحذف واختصار فتاوائے امام قاضی خان میں ہے المنتبه ورای علی فراشه او فخذه المذی یلزمه الغسل فی قول ابی حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالى تذكر او لم يتذكر اسی میں ہے مغمی علیه افاق فوجد مذيا لا غسل عليه وكذا السكران وليس هذا كالنوم لان ما يراه النائم سببه ما يجده من اللذة والراحة التى تهيج منها الشهوة والاغماء والسكر ليسا من اسباب الراحة سراجیہ میں ہے اذا استيقظ النائم فوجد على فراشه بللا على صورة المذى او المنى عليه الغسل وان لم يتذكر الاحتلام وجیز امام کردری میں ہے احتلم ولم ير بللا لا غسل عليه اجماعا ولو منيا او مذيا لزم لان الغالب انه منى رق لمضى الزمان اوسی میں ہے افاق بعد الغشى او السكر ووجد على فراشه مذيا لا غسل عليه بخلاف النائم التجنيس والمزید میں ہے استيقظ فوجد على فراشه مذيا كان عليه الغسل ان تذكر الاحتلام بالاجماع وان لم يتذكر فعند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى لان النوم مظنة الاحتلام فيحال عليه ثم يحتمل انه منى رق بالهواء او الغذاء فاعتبرناه منيا احتياطا اھ منیۃ الفقہ ملتقطا حلیہ میں مصنف سے ہے ذکر فی الحصر والمختلف والفتاوی الظهيرية انه اذا استيقظ فراى مذيا وقد تذكر الاحتلام او لم يتذكره فلا غسل عليه عند ابی یوسف وقالا عليه الغسل اوسی میں ہے وجوب الغسل

فائدہ ۱۰۲ [illegible] نہیں کر وہاں غسل واجب ہوتا ہے

اذا لم یتذکر حلما وتیقن انه مذی او شک فی انه منی او مذی قول ابی حنیفة ومحمد خلافا لابی یوسف اوسی مین ہے المطلق
الجسم الصغیر انه اذا استیقظ ووجد مذیا یعنی ما صورته صورة المذی ولم یتذکر الاحتلام یجب علیه الغسل عند ابی
حنیفة ومحمد خلافا لابی یوسف خزانۃ امام سمعانی مین برمز طح لشرح الطحاوی ہے اذا استیقظ فوجد علی فراشه بللا فان کان مذیا
فعند ابی حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالی یجب الغسل احتیاطا تذکر الاحتلام او لم یتذکر وقال ابو یوسف رحمه الله تعالی
لا غسل علیه حتی یتیقن بالاحتلام ارکان بحر العلوم مین ہے من موجبات الغسل وجدان المستیقظ البلل سواء کان منیا او
مذیا وسواء تذکر الاحتلام ام لا عند الامام ابی حنیفة والامام محمد وقال ابو یوسف لا لان الغسل لا یجب بالاحتمال
ولهما ما روی الترمذی وابو داود عن ام المؤمنین رضی الله تعالی عنها فذکر الحدیث المذکور ثم قال المعنی فی وجوب
الغسل علی المستیقظ الواجد البلل ان النوم حالة غفلة وتوجه الی دفع الفضلات ویکون الذکر صلبا شاهیا للجماع ولذا
یکثر فی النوم الاحتلام وخروج المنی بشهوة غالبا بخلاف حالة الیقظة فانه یندر فیه خروج المنی بلا تحریک احد فاذا وجد
المستیقظ البلل فالغالب انه منی دفعه الطبیعة بشهوة وان کان البلل رقیقا مثل المذی فالغالب فیه انه رق بحرارة
البدن فاوجب الشارع فی البلل الغسل مطلقا لانه مظنة الخروج بالشهوة فافهم کبیری علی المنیہ مین قول مذکور متن کو عند
ابی یوسف سے مقید کرکے وعندهما یجب فرمایا پھر محل دلیل مین افادہ کیا قولهما وجوب الغسل اذا تیقن انه مذی ولم یتذکر
الاحتلام لان النوم حال ذهول وغفلة شدیدة یقع فیه اشیاء فلا یشعر بها فتیقن کون البلل مذیا لا یکاد یمکن الا باعتبار
صورته ورقته وتلک الصورة کثیرا ما تکون للمنی بسبب بعض الاغذیة ونحوها مما یوجب غلبة الرطوبة ورقة الاخلاط
والفضلات وبسبب فصل الحرارة والهواء فوجوب الغسل هو الوجه سنن دارمی وابو داود وترمذی وابن ماجہ مین ام المؤمنین
صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ہے قالت سئل رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم عن الرجل یجد البلل ولا یتذکر احتلاما قال
صلی الله تعالی علیه وسلم یغتسل وعن الرجل الذی یری انه قد احتلم ولا یجد بللا قال لا غسل علیه حضور اقدس صلی اللہ تعالی
علیہ وسلم سے استفسار ہوا کہ آدمی تری پائے اور احتلام یاد نہیں فرمایا نہائے عرض کی احتلام یاد ہے اور تری نہ پائی فرمایا اوس پر غسل نہیں
مولانا علی قاری شرح مشکوۃ مین یجد البلل کے نیچے لکھتے ہین منیا کان او مذیا لمعات التنقیح مین ہے مذهب ابی حنیفة ومحمد
انه اذا رای المستیقظ بللا منیا کان او مذیا وجب الغسل یتذکر الاحتلام او لم یتذکر قال الشمنی قال ابو یوسف لا غسل
اذا رای مذیا ولم یتذکر الاحتلام لان خروج المذی یوجب الوضوء لا الغسل ومتمسکهما هذا الحدیث فقیر کہتا ہے
غفر اللہ تعالی لہ فقہ وغیرہ ہر فن مین اختلاف اقوال بکثرت ہوتا ہے مگر اس رنگ کا اختلاف نادر ہے کہ ہر فریق یون کلام فرماتا ہے گویا
مسئلہ مین ایک یہی قول ہے قول دیگر و اختلاف باہم کا اشعار تک نہین کرتا گویا خلاف پر اطلاع ہی نہین یہانتک کہ جہان ایک فریق کے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

شراح نے اپنے مشروح کا خلاف بھی کیا وہاں بھی ایراد یا اصلاح کا رنگ برتا نہ یہ کہ مسئلہ خلافیہ ہو اور ہمارے نزدیک ارجح یہی ہے
مثلاً عبارت مذکورۂ تنویر الابصار میں کہ فریق دوم کے موافق تھی مدقق علائی نے یہ استثنا بڑھایا الا اذا علم انہ مذی اوشک انہ مذی
اوودی اوکان ذکرہ منتشرا قبل النوم فلا غسل علیہ اتفاقا علامہ طحطاوی نے فرمایا ہو حل للمصنف انہ فی صورۃ المذی
مع عدم التذکر لا یلزمہ الغسل افادہ الشارح بقولہ الا اذا علم علامہ شامی نے فرمایا اعلم ان الشارح قد اصلح عبارۃ
المصنف فان قولہ اومذیا یحتمل انہ رأی مذیا حقیقۃ بان علم انہ مذی او صورۃ بان شک انہ مذی اوودی او شک
انہ مذی اومنی فاستثنی ما عدا الاخیر وصار قولہ اومذیا مفروضا فیما اذا شک انہ مذی اومنی فقط فھذہ الصورۃ
یجب فیھا الغسل وان لم یتذکر الاحتلام لکن بقیت ھذہ صادقۃ بما اذا کان ذکرہ منتشرا قبل النوم اولا مع انہ
اذا کان منتشرا لا یجب الغسل فاستثناہ ایضا فصار جملۃ المستثنیات ثلث صور لا یجب فیھا الغسل اتفاقا مع
عدم تذکر الاحتلام الخ اور اسی کے مثل جامع الرموز علامہ قہستانی سے آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی آدوم صاحب منیۃ المصلی نے جو
عبارت مذکورہ میں فریق اول کا قول اختیار کیا علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں اوس پر یوں فرمایا المصنف مشی علی قول ابی یوسف ولم
ینبہ علیہ فیھم انہ مجمع علیہ او ان الفتوی علی قولھما حالانکہ فریق اول کے طور پر ضرور یہ قول مجمع علیہ ہی تھا یونہیں حلیہ میں
عبارت مذکورۂ مصنف سے مبسوط و محیط و مغنی کے نصوص نقل کرکے فرمایا یفید عدم الوجوب بالاجماع فی المذی کما فی الودی
ولیس کذلک بل ھو علی الخلاف کما صرح بہ نص ھذا المصفی فی الکافی وقاضی خان فی فتاویہ وغیرھما من المشائخ
اھ باجمال پھر خلاف نوادر دہر سے ہے اور راہ تطبیق ہے یا ترجیح اگر ترجیح لیجیے فاقول وہ تو بہر دست بوجوہ قول دوم کے لیے حاضر
اولاً وہی پر متون ہیں ثانیاً اوسی طرف اکثر ہیں وانما العمل بما علیہ الاکثر ثالثاً اوسی میں احتیاط بیشتر اور امر عبادات میں احتیاط کا
لحاظ اوفر رابعاً اوسکے اختیار فرمانے والوں کی جلالت شان جنہیں امام اجل فقیہ ابو اللیث سمرقندی صاحب عیون و امام ملک العلماء ابوبکر
مسعود کاشانی وامام اجل نجم الدین عمر نسفی و امام علی بن محمد اسبیجابی ہر دو استاذ امام برہان الدین صاحب ہدایہ و خود امام اجل صاحب
تجنیس و ہدایہ و امام ظہیر الدین محمد بخاری و امام فقیہ النفس قاضیخان و امام محقق علی الاطلاق وغیرہم ائمۂ ترجیح و فتوٰی بکثرت ہیں اور قول
اول کی طرف زیادہ متاخرین قریب العصر۔ اور اگر تطبیق کی طرف چلیے تو نظر ظاہر میں وہ توفیق حاضر جسے علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے
اختیار کیا اور میں وہ ہے اوسکا پتا اور بعض کتب سے بھی چلتا ہے کہ قول اول میں حقیقت مذی مراد ہے یعنی جب یقین یا غلبۂ ظن سے کہ وہ بھی
فقہیات میں مثل یقین ہے معلوم ہو کہ یہ تری حقیقۃً مذی ہے اوسکا منی ہونا محتمل نہیں تو بالاجماع غسل نہ ہوگا اور قول دوم میں صورت مذی
مقصود ہے یعنی صورۃً مذی ہونے کا علم و یقین ہو اور دربارۂ حقیقت تردد کہ شاید منی ہو جو گرمی پاکر اس شکل پر ہوگئی عبارت مختار
ابھی گزری عبارت نقایہ رؤیۃ المستیقظ المنی اوالمذی کی جامع الرموز میں یوں تفسیر کی (المنی) ای شیئا تیقن انہ منی

لہ قال رحمہ تحت قول لانہ روی عن ابی یوسف قیدہ بالمذی بقولہ او مذیا لا یتیقن انہ اذا علم انہ مذی لا یجب یجب الغسل وفقہ علیہ خلاف المصنف النقایۃ واشار القہستانی الی الجواب بحیث قولہ او مذیا بالقولہ ای شیئا شک فیہ انہ منی او مذی فالمراد ما صورتہ المذی لا حقیقتہ اھ ظہیر فیہ ما الغسل اتفاقا قال العلامۃ بصورتہ اھ منہ

(اوالمذی) ای شیأ یشک فیہ انہ منی او مذی تذکر الاحتلام اولا وھذا عند ھما الخ عبارت مذکورہ وقایہ پر ذخیرۃ العقبی میں لکھا لایقال قد صرح فی جمیع المعتبرات بانہ لایجب الغسل کالودی فما بال المصنف رحمہ اللہ تعالٰی عد رؤیتہ من الموجبات لانا نقول الذی یحکم علیہ بعدم کونہ موجبا ھو المذی یقینا والذی عد موجبا ھو ما یکون فی صورتہ مع احتمال کونہ منیا رقیقا کما اشار الیہ الشارح رحمہ اللہ تعالٰی بقولہ اما المذی فلاحتمال کونہ الخ اور تحقیق چاہیے تو حقیقت امر وہ ہے جسکی طرف محقق علی الاطلاق نے اشارہ فرمایا یعنی قول اول ضرور فی نفسہ ایک ٹھیک بات ہے۔ واقعی جب ثابت ہوجائے کہ یہ تری فی الحقیقۃ مذی ہے تو بالضرورۃ منی ہونا محتمل نہ رہیگا اور جب منی کا احتمال تک نہیں تو بالاجماع عدم وجوب غسل میں کوئی شک نہیں مگر ما نحن فیہ یعنی سوتے سے اوٹھکر تری دیکھنے میں یہ صورت کبھی موجود نہ ہوگی جب مذی دیکھی جائیگی منی ضرور محتمل رہیگی کہ بارہا بدن یا ہوا کی گرمی سے منی رقیق ہوکر شکل مذی ہوجاتی ہے تو بیدار ہوکر دیکھنے والے کو علم مذی ہمیشہ احتمال منی ہے اور شک نہیں کہ مذہب طرفین میں اوسے احتمال منی ہمیشہ موجب غسل ہے اگرچہ احتلام یاد نہ ہو تو اس صورت میں بھی امام اعظم وامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک وجوب غسل لازم بالجملہ ترجیح لو یا تطبیق چلو۔ بہرحال صحیح وثابت وہی قول دوم ہے وباللہ التوفیق **اقول** وبیان ذٰلک علی ما الھم للعبد الضعیف بحسن التوقیف من المولی اللطیف ان الحکم بشیئ اما ان یحتمل خلافہ احتمالا صحیحا ناشئا عن دلیل غیر ساقط حتی یکون للقلب الیہ رکون اولا الاول ھو الظن باصطلاح الفقہ والثانی العلم ویشمل ما اذا لم یکن ثمہ تصور ما للخلاف اصلا وھو الیقین بالمعنی الاخص اوکان تصورہ بمجرد امکانہ فی حد نفسہ من دون ان یکون ھھنا مثار لہ عن دلیل ما اصلا وھو الیقین بالمعنی الاعم اوکان عن دلیل ساقط مضمحل لایرکن الیہ القلب وھو غالب الظن واکبر الرأی والیقین الفقھی لالتحاقہ فیھا بالیقین وبہ علم ان فی الاحکام الفقھیۃ لاعبرۃ بالاحتمال المضمحل الساقط اصلا کما لاحاجۃ الی الیقین الجازم بشیئ من المعنیین کذلک ففی ھذہ الاحکام اذا اطلقوا الاحتمال فانما یریدون الاحتمال الصحیح وھو الناشئ عن دلیل غیر ساقط واذا اطلقوا العلم فانما یعنون المعنی الاعم الشامل لاکبر الرأی ای ما لایحتمل خلافہ احتمالا صحیحا وبہ علم ان غلبۃ الظن بشیئ واحتمال ضدہ لایمکن اجتماعھما بالمعنی المذکور ثم ان الاشیاء ثلثۃ منی ومذی وودی ونعنی بہ کل ما لیس منیا ولامذیا فصورۃ رؤیۃ البلل بالنظر الی تعلق العلم او الاحتمال باحد الثلثۃ تتنوع الی سبع صور ثلث للعلم واربع فی الاحتمال وذلک ان یتردد المرئی بین منی ومذی او منی وودی او مذی وودی او بین الثلثۃ ومرجع الاربع الی ثنتین احتمال المنی مطلقا وھو فیما عدا الثالث واحتمال المذی خاصۃ ای یحتملہ لا المنی فعادت السبع خمسا وھی مع صورۃ عدم رؤیۃ البلل ست کما فعلنا وضابطھا ان تقول یکون المنی او المذی معلوما او محتملا اولا ولا **اقول** وان اخذت الاحتمال

فائدہ: معانی العلم والظن والاحتمال واصطلاح الفقہ

بحيث يشمل العلم اى تسويغ شئ سواء ساغ معه ضده فكان احتماله بالمعنى المعروف اولا فكان علما فحينئذ يرجع التخميس تثليثا بان يقال يحتمل منى او مذى اولا ولا فيندرج علم المنى واحتماله مع مذى او ودى او معهما فى الاول وعلم المذى واحتماله مع ودى فى الثانى وعلم الودى هو الثالث ثم ان لكل من الثلثة صورة وحقيقة اقول [٢٤٥] ومعلوم قطعا ان العلم بحقيقة شئ ينفى احتمال ضده الكلامى والفقهى الفقهى وكذا احتمالها لا يكون احتماله وان صح احتماله بخلاف العلم بصورته او احتمالها فانه لا ينفى احتمال حقيقة ضده بل ربما يفيده اذا امكن ان تكون تلك الصورة له فحينئذ يجامع العلم الفقهى بل الكلامى بصورة شئ لا الاحتمال الكلامى بل الفقهى لحقيقته اذا كان ناشئا عن دليل غير مضمحل اذا وعيت هذا فاقول [٢٤٦] لا مساغ لان تؤخذ الصور ههنا باعتبار تعلق العلم بحقيقته الثلث بهذا الوجه يجمعها اولها وهو انه يبطل ما اجمعوا عليه من وجوب الغسل بعلم المذى عند تذكر الحلم كيف اذا علم انه مذى حقيقة لم يحتمل كونه منيا اصلا واذا لم يحتمل كونه منيا امتنع ان يوجب غسلا ولو تذكر الف حلم لما علم من الشرع ضرورة ان لا ماء موجبا للماء الا المنى فيكون ايجابه بما علم انه مذى حقيقة تشريعا جديدا والعياذ بالله تعالى اما تراهم مفصحين بانا لا نوجب الغسل بالمذى بل قد يرق المنى فيرى كالمذى كما تقدم فقد ابانوا ان ليس المراد العلم بحقيقة المذى والا لم يحتمل المنوية لما علمت فان قلت العلم الفقهى بشئ لا ينفى احتمال ضده بل بحقيقته انما هو الا غلبة ظن فلو قطع الاحتمال لكان قطعا قلت [٢٤٧] بلى ينفى الفقهى اذا لم ينشأ عن دليل غير ساقط نفى غلبة الظن بضده والا لم يكن احتمالا يبنى عليه حكم فقهى لان الساقط المضمحل لا عبرة به كما سمعت والا لوجب الغسل فى علم الودى ايضا لا سيما عند تذكر الحلم اذ يحتمل ان يكون فيه قليل منى رق وامتزج فصار مستهلكا وليس هذا احتمالا عن غير دليل فكفى بتذكر الاحتلام دليلا عليه بل النوم نفسه مظنة له على ما تقدم عن التجنيس والمزيد وثانيها [٢٤٨] انه يرفع الفرق بين التذكر وعدمه على مذهب الطرفين رضى الله تعالى عنهما لانهما يوجبان الغسل باحتمال المنى قطعا مطلقا وان لم يتذكر ولا يمكن ان يوجبا بما ليس منيا اصلا حتى بالاحتمال وان تذكر لما تلونا عليك انفا فكان علم المذى والتردد بين المذى والودى كل كمثل العلم بالودى للاشتراك فى عدم احتمال ما هو موجب شرعا فبطل الفرق مع اجماعهم على اثباته وثالثها [٢٤٩] يضيع حينئذ لحاظ شئ من علم المذى واحتماله فى بيان الصور اذ لا اثر له فى الحكم وكان يجب القصر على تثليث علم المنى واحتماله فيجب اولا ولا فلا بل اثنين على الوجه الثانى اى ان احتمل منيا وجب والا لا وهو ايضا خلاف الروايات قاطبة فبان كالشمس ان الصور لم تؤخذ الا باعتبار تعلق العلم بالصورة دون الحقيقة لا جرم ان صرح فى الخلاصة بان مراده ما صورته المذى لا حقيقة المذى اهـ وفى الحلية وجد مذيا يعنى

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ما صورته صورة المذی الخ ولکن لک عبر بالصورة فی البدائع والایضاح والسراجیة وغیرها مما تقدم فالتوفیق الذی سلکه العلامة تبعا للشرنبلالی وایاک ان تغتر بما یوھمه ظاھر کلام المحقق فی الفتح والسید ط فی حواشی المراقی تبعا للنھر کما ذکرہ فی حواشی الدر حیث جعلا المتعذر الیقین مع النوم وان المتعذر به التیقن بالحقیقة دون الصورة کما لا یخفی فلیس ذلک لان المراد فی الصور العلم بالحقیقة بل السر فیه ما اقول ان العلم بصورة الشیئ علم کلا ھی بحقیقته اذا لم تکن لغیرہ کصورة المنی وعلم فقھی بھا اذا امکنت لغیرہ ولم یکن احتماله ھنالک ناشئا عن دلیل یرکن الیه ولیس علما بھا اصلا اذا نشأ عن دلیل صحیح کصورة المذی عند تذکر الاحتلام فانھا لا تختص به بل ربما یکتسیھا المنی وذکر الاحتلام اقوی دلیل علیه فالعلم بصورة المذی لا یکون فیه علما بحقیقته ولا غالب الظن بل مع احتمال صحیح للمنویة فیجب الغسل بالاجماع اما اذا لم یتذکر فان کان ھناک مساغ للمنویة بدلیل اخر فیه مفصل کان علما بصورة المذی مع احتمال المنی والا علما بھا مع عدمه فکان علما فقھیا بالمذی فالاول یجب فیه ایجاب الغسل عند الطرفین لکونه فی الاحتمال مثل التذکر وھو مراد الموجبین وقد صرحوا والثانی لا یجب فیه الغسل اجماعا لما علمت ان لا وجوب من دون احتمال المنی وھو مراد النفاة وقد صدقوا ھذا غایة ما یوجه به طریق التطبیق وبالجملة فالکلام انما ھو فی علم الصورة غیر ان النفاة جعلوہ فی صورة النفی علما بالحقیقة لان صورة الشیئ لا تحمل علی غیرہ الا بدلیل ولا دلیل فردہ المحقق بقیام احتمال المنویة فی صورة مذی یراھا المستیقظ مطلقا وظن العلامة ط ان مرادہ الاحتمال النافی للیقین فاجاب بان المراد العلم الفقھی ولم یتنبه رحمه الله تعالی ان ھذا ھو الذی ینکرہ المحقق ویدعی ان علم المتیقظ بصورة المذی لا اعراء له عن احتمال صحیح للمنویة فکیف یکون علما فقھیا بحقیقة المذی وانت تعلم ان مناط الامر ھھنا انما ھو ثبوت ھذا المدعی فان تم ضاع الجواب ولم یفد التطبیق ووجب التعویل علی قول الموجبین فالان آن ان نستعین بربنا ونسرح عنان النظر فی تحقیق ھذا المبحث لکی یتجلی حقیقة الامر

فاقول وبالله التوفیق یظھر لی ان الحق مع المحقق حیث اطلق وبیانه ان المذی وان باین المنی ضدا لکنه یجامعه تحققا فرب مذی معه منی کما ان کل منی معه مذی وغلبة ظن المذویة بعد النوم المانع لاحاطة علم المستیقظ بحقیقة البلة عینا ان کان فانما یکون لاحدی ثلث صورة المذی او وجود اسبابه المفضیة الیه غالبا او رؤیة اثارة المخصوصة به ولا شیئ منھا ینفی احتمال المنی اما الاول فظاھر فانه لا ینافی کون المرئی کله منیا فضلا عن نفیه وجود منی ھناک وذلک لان الصورة ربما تکون له واما الثانی فلانه انما یقتضی غلبة الظن بان فی المرئی مذیا لا ان لیس فیه منی اصلا کیف والاسباب المفضیة الی الامذاء غالبا اسباب داعیة الی الامناء فتحققھا لا ینفی المنویة بل ھو من مقدماتھا واما الثالث فلانه ان قضی فبان غالب المرئی مذی لا ان لیس فیه مزج منی فان الممزوج یکون فیه لزوجة

حاشیہ صفحہ ۱۴۳

ف ۱ : معروضة ۱۵۷ علی العلامة ...

ف ۲ : معروضة ۱۵۵ اخری علیه

ف ۳ : معروضة ۱۵۶ ثالثة علیه

ف ۱ : معروضة ۱۵۴ علی العلامة ط

ورقة والقلة ايضا لا تنفى المنى لان الكثرة لا تلزمه الا ترى ان الشرع اوجب الغسل بايلاج الحشفة فقط وان اخرجها من فوره ولم يرعليها بلة اصلا سوى نداوة من رطوبة الفرج وما هو الا لان الايلاج مظنة خروج المنى وربما يكون قليلا لا يحس به حتى انه لم ينظر فيه الى ان المنى اذا نزل بشهوة يحس به المتيقظ لانه يتدفق ويلذذ ويحرك العضو بل يحس نازلا وانما لم ينظر اليه لان هذه الأثار لكمال الانزال لا الخروج قطرة بشهوة ربما لا يتنبه لها الشغل البال اذ ذاك بمطلوب خطير فثبت ان شيأ من صورة المذى واسبابه واثاره لا ينفى احتمال المنوية اصلا ثم النوم من اسباب الاحتلام لانه يوجب الشهوة والانتشار وتوجه الطبع الى دفع الفضلات ووجود بلة لا تنبعث الا بشهوة اعنى منيا او مذيا مؤذن بحصول قوة فى الانتشار والشهوة الى ان ادت الى اندفاع تلك الفضلات فانها لا تندفع بكل شهوة و انتشار ما لم يمتد او يشتد فباجتماع هذه الوجوه لا يكون احتمال المنى ضعيفا مضمحلا بل ناشئا عن دليل لا يطرحه القلب فيعمل به فى الاحتياط فظهر ان علم المستيقظ بصورة المذى لا يكون علما بحقيقته ولا فقهيا والا علم ولا عن احتمال صحيح للمنوية فوجب ايجاب الغسل كما فى التذكر هذا ولنقرر المقام بتوفيق العلام بحيث يبين العلل لجميع الاحكام فى تلك الصور الست والاقسام فاقول[252] النوم سبب ضعيف للامناء لعدم غلبته الافضاء بل غلبته عدم الافضاء بدليل الحديث المذكور وتجربة الدهور فلربما ينام الرجل شهورا لا يحتلم وكثيرا ما يعد من الامراض وما مر عن الفتح عن التجنيس انه مظنة الاحتلام ومثله فى الغنية وغيرها فليس[253] بمعنى المظنة المصطلح والا لدار الحكم عليه ووجب الغسل بعلم الودى بل بمجرد النوم كالوضوء لكونه مظنة خروج الريح اما ما مر عن الاركان الاربعة انه يكثر فى النوم الاحتلام وخروج المنى بشهوة غالبا فمراده[254] الكثرة الاضافية بالنظر الى اليقظة بدليل قوله بخلاف حالة اليقظة فانه يندر فيه خروج المنى بلا تحريك فان قلت اليس قال قبله ان النوم حالة غفلة ويتوجه الى دفع الفضلات ويكون الذكر صلبا شاهيا للجماع ولذا يكثر الخ ومعلوم ان هذا الذى فرع كثرة الاحتلام عليه فالنوم سبب مفض اليه قلت[255] نعم هو مفض الى الانتشار بيد ان الانتشار غير مفض الى الامناء وقد نص فى الحلية انه اذا لم يكن الرجل مذاء فالانتشار لا يكون مظنة تلك البلة اهـ فاذا لم يفض الى الامذاء فكيف بالامناء وبالجملة فالمفضى الى السبب البعيد لا يكون مفضيا الى المسبب فما النوم سبب الامناء الا من وراء وراء وراء فهو سبب بعيد وحصول شهوة توجب انتشارا يمتد او يشتد حتى يوجب نزول بلة لا تنبعث الا عن شهوة سبب وسيط والاحتلام اعنى اندفاق المنى فى النوم وانفصاله عن مقره بشهوة سبب قريب وليس شيئ من الاسباب مفضيا قطعا لا يمكن التخلف عنه عادة فلربما يرى الانسان حلما ويكون من اضغاث

احتلام لا اثر له في الخارج فاذا لم ير بللا يحتمل انبعاثه عن شهوة لم يجب الغسل وان تذكر الحلم لعدم الموجب قطعا ولا احتمالا فيشمل ما اذا لم ير بللا اصلا او رأى وديا اي صورة لا تحتمل منيا ولا مذيا او اذا رأى بللا يعلم او يحتمل انبعاثه عن شهوة فان كان على صورة مني وجب مطلقا للعلم بنزول المني لان صورته لا تكون لغيره والنوم سبب الشهوة المفضي اليها غالبا فيحال عليه فيجب الغسل وفاقا ولا ينظر الى احتمال انفصاله عندنا او خروجه عند الامام ابي يوسف لا عن شهوة لندرته وقد انعقد سبب الشهوة فلا اغماض عنه وكذا ان كان مرأه مترددا بين مني وودي لانهما احتملا من جهة ما يرى وقد ترجح جانب المني بالنوم الموجب للراحة واللذة وهيجان الحرارة والشهوة والانتشار ورب شيء يصلح مؤيدا وان لم يصلح مثبتا فوجب عندهما احتياطا وان لم يتذكر اما ان تذكر فقد ترجح باقوى مرجح فوجب اجماعا وكذا ان كان على صورة مترددة بين مني ومذي بل اولى للعلم بان البلة هي التي تنبعث عن شهوة وصورة المذي بنفسها تحتمل المنوية فيكون كونه منيا بمجرد الاحتمال في احتمال فلا يعتبر ويجب الغسل وان لم يتذكر فان تذكر وافق الثاني ايضا وكان الاجماع وان كان على صورة مذي فقد علم حصول بلة عن شهوة وعلمت ان صورة المذي لا تنفك عن احتمال المنوية وقد تايد بحصول السبب الوسيط وان لم يتذكر فكان احتمالا صحيحا يوجب الاحتياط اما اذا تذكر فقد تايد بالسبب الاقوى فوجب اجماعا وان تردد مرأه بين مذي وودي فلم يتحقق حصول تلك البلة التي لا تخرج عادة الا عن شهوة فكان احتمال المني احتمالا على احتمال فلم يعتبر اجماعا ما لم يتأكد بالسبب الاقوى بتذكر الاحتلام فعلم ان الماشي على الجادة قول الموجبين وبالجملة قول النفاة ان علم المذي بحيث لا يحتمل المني لم يجب الغسل قول صحيح في نفسه اذ لا غسل الا بالمني ولا عبرة بمجرد سببية النوم لما علمت انه سبب ضعيف لا ينهض موجبا لكن الشان في تحقق مقدم هذه الشرطية في صورة التيقظ من النوم لما حققنا ان علم المذي فيه سواء كان عن صورة او سبب او اثر لا ينفك عن احتمال المني فقول الموجبين ان علم المذي اي واحتمل المني وجب الغسل شرطية قد علم المقدم بها صحة الوقوع فصح ان يؤول التعليق الى التنجيز وقول النفاة شرطية لا يصح وقوع مقدمها فلا نزول لجزائها في شيء من الصور فلانتفاء الشرط يكون الواقع ابدا نقيض الجزاء اي سلب عدم وجوب الغسل فيحصل الوجوب وهو المطلوب هكذا ينبغي التحقيق باذن من بيده وحده التوفيق ولا باس بايراد **تنبيهات** عديدة نافعة مفيدة **الاول** بما قررنا علم ان من فسر علم المذي بالشك في المني والمذي كما فعل القهستاني وغيره ان اراد الشك في الحقيقة دون الصورة لم يزد ولم يحاول بل اتى بما هو المراد ومرجع المفاد لكن المدقق العلائي صرح انه اذا علم المذي فلا غسل عليه وزاد

https://www.facebook.com/darahlesunnat

القہستانی ففرع علی تفسیرہ العلم بالشک انہ لو تیقن بالمذی لم یجب تذکر الاحتلام اولا الخ فعن ھذا دخل علیہما الایراد وظہر ان تفسیر العلائی لیس اصلاحا للمتن کما زعم العلامۃ الشامی بل تحویل لہ عن الصلاح اما یوسف چلپی فلم ار فی کلامہ مثل ما فی کلامہما فاجبت ان لایعد اسمہ فی الفریق الاول **الثانی** بما بینا من ان المعتبر ھو الاحتمال لا الاحتمال علی الاحتمال ظہر الجواب عما کان یختلج ببالی ذکرتہ فیما علقتہ علی رد المحتار فی تائید الفریق الاول ان لو کان علم المذی مع عدم التذکر موجبا للغسل بناء علی انہ لایعری عن احتمال المنویۃ لوجب ان یجب ایضا باحتمال المذی اعنی التردد بین المذی والودی فی عدم التذکر لان بالتقریر المذکور کل احتمال مذی احتمال منی واحتمال المنی موجب عندھما مطلقا فیبطل الفرق بین التذکر وعدمہ فیجب القول بان احتمال المنی انما یکون باحد شیئین احدھما ان تکون الصورۃ مترددۃ بین المنی وغیرہ سواء تذکر الحلم اولا والاخر ان یری ما ھو مذی ولو احتمالا ویتذکر الاحتلام فان تذکرہ اقوی دلیل علی الامناء فلاجلہ یحمل ما یری مذیا علی انہ منی رق اما اذا لم یتذکر ولم تحتمل الصورۃ المنویۃ فلم یعدل عن حکم الصورۃ من دون دلیل داع الیہ وتقریر الجواب واضح مما افتح القدیر لان من فیض فتاح القدیر وللہ الحمد مع قطع النظر عن التحقیق الذی ظہر لنا علیہ **اقول** انما علم المنی بتصورہ مذیا ولیس ھذا للودی ولا تترک الصورۃ لمحض امکان فعلم المذی لایکون احتمال الودی ولذا لم یفسروہ الا بالشک فی المنی والمذی فاستثناء الدر الشک فی المذی والودی منقطع قطعا **الثالث** علی ان جعل العلائی شرح مراد المتن مترددا بین ارادۃ الحقیقۃ والصورۃ ثم حصر الاخیر فی الشک عاد نقضا علی المقصود لان الارادتین لاتجتمعان وقد استثنی العلم والشک معا فاحدھما منقطع لا شک والحق ان لا یحمل الشیئ منہما فی کلام المصنف **الرابع** کلام الغنیۃ جنح الی ارادۃ الحقیقۃ حیث یقول للنوم حال ذھول وغفلۃ شدیدۃ یقع فیہ اشیاء فلا یشعر بہا فیتیقن کون البلل مذیا لایکاد یمکن الا باعتبار صورتہ ورقتہ الخ فلیس ملحظ ھذہ العبارۃ ما قررنا ان التیقن انما ھو بالصورۃ مع التردد فی کونہ منیا او مذیا حقیقۃ بل جعلہ واثقا بانہ مذی ونبہ علی خطأہ فی وثوقہ فکانہ رحمہ اللہ تعالی یقول ھذا الذی یزعم انہ تیقن بالمذی یقینہ مدخول فیہ ای ظن ظنہ یقینا ولیس بہ اذ لیس منشأہ الا الاعتماد علی ما یری من الصورۃ والرقۃ وھو اعتماد من غیر عمدۃ وقد یشیر الیہ کلام الحلیۃ ایضا فیما اذا تیقن المذی متذکرا حیث قال الظاھر کونہ لیس کذلک حقیقۃ لوجود سبب المنی ظاھرا وھو الاحتلام وکون المنی مما تعرض لہ الرقۃ الخ **اقول** ارادۃ الحقیقۃ علی ھذا الوجہ لا باس بہا ولا ینافی ما قدمت من التحقیق ببیان ان فیہ اطلاق العلم والیقین علی ظن ظنہ الظان بالغلط یقینا فالاحری بنا ان لا نحمل کلام العلماء علی مثل ھذا المحمل والوجہ الذی اخترتہ صاف لا کدر فیہ وللہ الحمد **الخامس** قول الحلیۃ وجوب الغسل اذا لم یتذکر حلما وتیقن انہ مذی او شک فی انہ منی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

او مذی لخ یخالف ظاهره ما حققنا ان العلم بالمذی ههنا مجامع للشك فی المذی والمنی فانه رحمه الله تعالی جعل
التیقن مقابلا للشك وجوابه اما بالحمل علی الصورة کما هو مسلکنا فیعود الی انه تیقن بان الصورة صورة مذی او
تردد فی الصورة فلا ینافی الشك فی الحقیقة او بالحمل علی زعم التیقن من دون یقین فی الحقیقة کما هو مسلك الغنیة
ثم المحقق سواء کان متیقنا بزعمه او شاکا **السادس** حصر الغنیة ذا انه علم المذی فی الصورة والرقة وکلام الفقیه ف۱
انه اما بالصورة او الاسباب او الاثار والکل لا تنفی المنویة اجمع وانفع ولله الحمد **السابع** عامة المتون والشروح
علی تصویر المسالة بالرؤیة ف۲ مطلقا من دون ذکر المرئی علیه ومنهم من صورها بالرؤیة علی فراشه ومنهم من قال ثوبه
ومنهم من زاد او فخذه ومنهم من صور بالوجدان فی احلیله کما تعلم بالرجوع الی ما سردنا من النصوص وهذا
الاخیر فی الخانیة والمحیط والذخیرة والمنیة وغیرها بل هو لفظ محرر المذهب محمد رحمه الله تعالی کما فی الهندیة
عن المحیط عن ابی علی النسفی عن نوادر هشام عن محمد ولفظ الخانیة وجد علی طرف احلیله بلة الخ ولم ار من رفع لهذا
راسا او استطرق به الی خلاف معنوی غیر ان العلامة المدقق الحلبی رحمه الله تعالی قال فی الغنیة بقی شیئ وهو
ان المنی اذا خرج عن شهوة سواء کان فی نوم او یقظة فانه لا بد من دفقه وتجاوزه عن راس الذکر ایضا
فکون البلل لیس الا فی راس الذکر دلیل ظاهر انه لیس بمنی سیما والنوم محل الانتشار بسبب هضم الغذاء
وانبعاث الریح فایجاب الغسل فی الصورة المذکورة مشکل بخلاف وجود البلل علی الفخذ ونحوه لان الغالب
انه منی خرج بدفق وان لم یشعر به علی ما قررناه اھ[260] ورأیتنی کتبت علی قوله لا بد من دفقه الخ ما نصه **اقول**
ف۳ سبحن الله کیف یقال لا بد مع اطباقهم ان عند الطرفین رضی الله تعالی عنهما یجب الغسل اذا انفصل المنی
عن الصلب بشهوة ثم خرج بعد السکون وکما ذکروا من صورة امساك الذکر کذلك ذکروا ما اذا انزل ف۴ واغتسل
قبل ان یبول ویمشی کثیرا ثم بال فخرج منی یعید الغسل عندهما فهو منی قد زال بدفق وبقی داخل البدن حتی
خرج بلا دفق فان جاز هذا فلم لا یجوز ان یاتی الی الاحلیل ولا یتجاوز وان نوزع[261] فی هذا بان الدفق انما یستلزم خروج
بعضه لا کله نعم مطالبة الدلیل علی الفرق ماذا یصنع بفرع فتح القدیر احتلم ف۵ فی الصلاة فلم ینزل حتی اتمها فانزل
لا یعیدها ویغتسل اھ[262] هب ان یوجه هذا بان الحرکة تدریجیة لا بد لها من زمان فلعل صورته ان کان فی
القعدة الاخیرة فاحتلم واندفق المنی نازلا من الصلب فالی ان ینزل الی القصبة ویخرج سلم فسلم من النزول
فی الصلاة فماذا یجاب عن فرع الهندیة عن الذخیرة احتلم ف۶ لیلا ثم استیقظ ولم یر بللا فتوضأ وصلی الفجر ثم
نزل المنی یجب علیه الغسل اھ مطلقا ولم یقید بالانتشار عند الخروج فما کان الغسل الا بانه فاته فی النوم وبقاء

ف۱: تطفل علی الغنیة
ف۲: تطفل جلیل علی الغنیة
ف۳: مسئلہ
ف۵: مسئلہ
ف۶: مسئلہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کلہ داخل البدن الی ان تیقظ وتوضأ وصلی ثم لما ایصنع بفرعہا عنہا استیقظ وھو یتذکر احتلاما ولم یر بللا ومکث ساعۃ فخرج منہ مذی لا یلزمہ الغسل اھ فافاد بمفھومہ ان لو خرج منی لزم فان لم یقنع بہ ففی الغنیۃ نفسہا رأی فی نومہ انہ یجامع فانتبہ ولم یر بللا ثم بعد ساعۃ تخرج منہ مذی لا یجب الغسل وان خرج منی وجب اھ فان اعتل بان النزول بدفق یستلزم الخروج والتجاوز عن الاحلیل ولو بعد حین فلا ترد الفروع وھھنا اذ لم یتجاوز راس الذکر علم انہ لیس بمنی قلت کان استنادہ الی الحرکۃ الدفقیۃ انہا تجب التجاوز لان ما یندفق فھو یندفع بقوۃ فلا یمنع الا قہرا وقد ابطلتہ الفروع وھذا اعتلال بنفس الانفصال انہ اذا خلی مقرہ فلا بد لہ من الخروج ولو بعد حین وجوابہ ما قدمت ان الکثرۃ لا تلزم الامناء فقد لا ینزل الا قطرۃ او قطرتان کما عرف فی مسألۃ التقاء الختانین قال فی الھدایۃ فقد یخفی علیہ لقلتہ اھ وفی الفتح خفاء خروجہ لقلتہ وتکسلہ فی المجری لضعف الدفق لعدم بلوغ الشھوۃ منتہاھا کما یجدہ المجامع فی اثناء الجماع من اللذۃ بمقاربۃ المزایلۃ اھ وزاد فی الحلیۃ لقلتہ مع غلبۃ الحرارۃ المجففۃ لہ اھ اقول والامر فی النائم اظھر فقد یتجاوز بعضہ الاحلیل وینشفہ بعض ثیابہ ولا یحس لقلتہ وبالجملۃ الاطلاق للمتون والشروح وقد ونص محمد فی المبسوط کما قدمنا عن الخانیۃ عن الاصل وتصریحا مثال الخانیۃ والمحیط والذخیرۃ وغیرھم وعمد تھم محمد فی النوادر لا یترکان للبحث مجالا والحمد للہ سبحنہ وتعالی وفوق کل ذلک اطلاق ما روینا من الحدیث فلا اتجاہ للبحث روایۃ ولا درایۃ واللہ سبحنہ ولی الھدایۃ (فائدۃ) اقول وظھر لک مما قدمنا ان ذکرھم الامساک فیما لو احتلم او نظر بشھوۃ فامسک ذکرہ حتی سکن ثم ارسل فانزل وجب الغسل عندھما خلافا للثانی غیر قید فان من الناس من یمسک المنی بمجرد التنفس صعداء عدۃ مرار وقد یلیہ ضعف الدفق فی بعضھم الی حد انہ اذا احس بالانفصال فصرف خاطرہ عن الالتذاذ وشغل بالہ بشیئ اخر وقعد ان کان مستلقیا وتصور فی فراشہ اورش علی صلبہ ماء باردا یقف المنی عن الخروج ثم اذا مشی او بال ینزل وھو فاتر فیجب الغسل فی ھذہ الصور ایضا عندھما لتحقق المناط وھو خروج منی زال عن مکانہ بشھوۃ فاحفظہ فقد کانت حادثۃ الفتوی الثامن للنساء المنی صورۃ المذی لرقۃ تعرضہ احالھا فی شرح الوقایۃ علی حرارۃ البدن وفی الدرر والذخیرۃ علی الھواء وعبر فی البدائع والخلاصۃ والبزازیۃ والجواھر بمرور الزمان وھو یشملھما وجمعھما ابن کمال فی الایضاح واشار الی الاعتراض علی صدر الشریعۃ انہ قصر بالاقتصار اقول ومثل ذلک لا یعد اعتراضا فانما یکون المراد افادۃ تصویر لا الحصر وان کان فعلی العلامۃ المعترض مثلہ اذ فی الفتح عن التجنیس رق بالھواء او الغذاء اھ وجمع الکل فی الغنیۃ فقال بسبب بعض الاغذیۃ ونحوھا مما یوجب غلبۃ الرطوبۃ ورقۃ الاخلاط

https://www.facebook.com/darahlesunnat

والفضلات وبسبب فعل الحرارۃ والهواء اھ وما احسن قول الحلیۃ والمراقی قد یرق لعارض اھ ۱ **اقول** ولا یهمنا تنوع عباراتهم هنا لولا ان عد هضم الغذاء قد یوهم جواز ان یخرج المنی متغیرا من الباطن وحینئذ ینشؤ منه سؤال علی مسألۃ وهو ما اذا استیقظ ذاکر حلم ولم یر بللا ثم خرج مذی فقد قدمنا عن الذخیرۃ والغنیۃ والهندیۃ وغیرها ان لاغسل ومثله فی الخلاصۃ وخزانۃ المفتین والبرجندی والحلیۃ وفی الغیاثیۃ عن غریب الروایۃ وعن فتاوی الناصری برمز (ن) وفی القنیۃ عن فتاوی ابی الفضل الکرمانی وفی غیرها کتاب علی هذا یجب الایجاب لان الاحتلام اقوی دلیل علی المنویۃ وصورۃ المذی لاتنفعه اذ یمکن احتمال المنویۃ وان خرج بمرأه ولم یحل فیه حر بدن وهواء لاحتمال التغیر فی الباطن بغذاء لکن نص الامام الجلیل مفتی الجن والانس نجم الدین النسفی قدس سرہ ان التغیر لایکون فی الباطن کما قدمنا عن جواهر الفتاوی عن ذلك الامام من التفرقۃ بین هذا وبین من استیقظ فوجد بللا حیث یجب الغسل لاحتمال کونه منیا رق بمرور الزمان اما ههنا فقد عاین خروج المذی فوجب الوضوء دون الغسل والتفرقۃ بینه وبین ما اذا امکث فخرج منی ان الغسل انما وجب بالمنی وههنا زال المذی وهو یراه فلم یلزم لانه مذی وصریح النص ما نقل عنه الامام الزیلعی فی التبیین حیث ذکر جوابه فی المسألۃ انه لایلزمه شیئ قال فقیل له ذکر فی حیرۃ الفقهاء فیمن احتلم ولم یر بللا فتوضأ وصلی ثم نزل منی انه یجب علیه الغسل فقال یجب بالمنی بخلاف المذی اذا راٰه یخرج لانه مذی ولیس فیه احتمال انه کان منیا فتغیر لان التغیر لایکون فی الباطن اھ ومثله فی الحلیۃ عن مجموع النوازل عن الامام نجم الدین وزاد اما فی الظاهر فقد یکون اھ **اقول** فعلی هذا یجب ان یراد بکلام التجنیس ومن تبعه ان الغذاء ونحوه یعد للمنی لسرعۃ التغیر فی الخارج بعمل حرارۃ تصله فیه من بدن او هواء وبهذا یخرج جواب عما اوردنا علی العلامۃ ابن کمال من وجوہ قصور فی کلامه ایضا لکن وقع فی الخلاصۃ ما نصه وعلی هذا لو اغتسل قبل ان یبول ثم خرج من ذکرہ مذی یغتسل ثانیا وعند ابی یوسف لا یغتسل اھ قال فی الحلیۃ بعد نقله یرید خرج منه ما هو علی صورۃ المذی کما صرح به هو وغیرہ وقد مناہ فکن منه علی ذکر اھ ۱ **اقول** ای شریف فی التاویل بعد ما تظافرت النقول عن اجلۃ الفحول منهم صاحب الخلاصۃ نفسه انه اذا احتلم فاستیقظ فلم یجد شیئا ثم نزل المذی لایغتسل فان بالاغتسال قبل البول وان لم یعلم انقطاع مادۃ المنی الزائل بشهوۃ لکن لما علمنا خروج المذی والتغیر فی الباطن لایکون فکیف یجب الغسل بالمذی بل لعل الامر ههنا اسهل لانه قد رأی منی مرۃ واغتسل وبقاء شیئ مما زال فی داخل البدن غیر لازم بل ولا غالب بل الغالب ان المنی اذا اندفق اندفع بخلاف ما اذا احتلم ولم یخرج شیئ ثم نزل ما یشبه مذیا فان کونه هو الذی زال بالاحتلام

ف۱ تطفل عاشر علی الحلیۃ

الحلم من كون النازل مرة اخرى بقية المنى الزائل فان قلت الاحتلام قد يكون من اضغاث احلام فان النائم ربما يرى ما لا حقيقة له قلت[243] نعم لا حقيقة لما رأى من الافعال لكن اثرها على الطبع كمثلها فی الخارج ولذا لا يتخلف الانزال عن الاحتلام الا نادرا الا ترى ان ائمتنا جميعا اعتبروا المجرد احتمال المذی بدون احتمال منی اصلا موجبا للغسل عند تذكر الحلم فلولا انه من اقوى الادلة على الامناء لم يعتبروا المنوية الكائنة من جهة المرأى احتمالا على احتمال ومع ذلك تصريحهم جميعا بان لو احتلم فرأى فی اليقظة زوال مذی لا غسل علیه ناطق بان ما ينزل بمرأى العين لا يكون الا ما يرى وقد وافقهم عليه صاحب الخلاصة قائلا ولو رأى فی منامه مباشرة امرأته ولم ير بللا على فراشه فمكث ساعة فخرج منه مذی لا يلزمه الغسل اھ والعبد الفقير راجع الخانية والبزازية والفتح والبحر وشرح النقاية للقهستانی والبرجندی والمنية والغنية والهندية وشرح الوقاية والسراجية والغياثية وتبيين الحقائق ومجمع الانهر شرح مسكين وابا السعود ومراقی الفلاح ورد المحتار وغيرها من الاسفار فوجدتهم جميعا انما ذكروا فی المسألة خروج المنی وكذا رايته منقولا عن الاجناس والمحيط والذخيرة والمصفى والمجتبى والنهر وغيرها ولم ار احدا ذكر المذی الا ما فی خزانة المفتين فانه ذكر اولا خروج بقية المنی ثم قال ولو اغتسل قبل ان يبول ثم خرج منه ذكره مذی يغتسل ثانيا ثم ذكر مسائل ورمز فی اخرها (طح) ای شرح الطحاوی للامام الاسبيجابی فهذا هو سلف الخلاصة فی ما اعلم ثم رأيت فی جواهر الاخلاطی ما نصه بال بعد الجماع فاغتسل وصلى الوقتية ثم خرج بقية المنی لا غسل علیه بل لا اعادة وان لم يبل قبل الاغتسال عليه الغسل عندهما وكذا بخروج المذی اھ وليس هو فی الاعتماد كهؤلاء الائمة اعنی الاسبيجابی والبخاری والسمعانی والحلبی رحمهم الله تعالى فلا يزيد ون بعقوة وهم ناصون فی مسألة المحتلم الذی تاين خروج المذی بعد الغسل متابعة السائر الاكابر فقد نقل ما قد منا عن الخلاصة فی الحلية وخزانة المفتين واقراه ومعلوم قطعا ان لا وجه له الا ان المذی اذا خرج عيانا لا يجعل فيه الامذيا كما نص عليه الامام الاجل مفتی الثقلين والامام ابن ابی المفاخر الكرمانی والامام الفخر الزيلعی وغيرهم رحمهم الله تعالى فقولهم فی الوفاق احب الی من قولهم فی الخلاف وجادة واضحة سلكوها مع الجميع احق بالقبول مما تفردوا به ولا يعرف له وجه الا القياس على المحتلم يستيقظ فيجد مذيا حيث يجب الغسل عند ائمتنا وقد علمت من كلام الامام مفتی الجن والانس انه قياس لا يروج هذا ما ظهر للعبد الضعيف ومع ذلك ان تنزه احد فهو خير له عند ربه والله تعالى اعلم (فائدة)[244] اقول يتراأى لی ان الحل ما عن الحلية عن المصفى عن المختلفات انه اذا تيقن بالاحتلام وتيقن انه مذی لا يجب الغسل عندهم جميعا على هذه المسألة المتظافرة عليها كلمات العلماء من دون خلاف اعنی المحتلم يستيقظ فيخرج المذی بمرأى منه والدليل عليه ما قدمنا تحقيقه ان التيقن لا سبيل اليه لمن خرجت البلة وهو نائم انما هو لمن تيقظ فخرجت بمرأى عينيه وحينئذ هی مسألة صحيحة لا غبار عليها ولله الحمد التاسع اجمعوا ان لو بال او نام او مشى كثيرا ثم خرج بقية المنی بدون شهوة لا يجب الغسل تظافرت الكتب على نقل الاجماع فی ذلك كالتبيين والفتح والمصفى والمجتبى والحلية والغنية والخانية والخلاصة والبزازية وغيرها غير ان منهم من يقتصر على ذكر البول كالخانية ومنهم من يزيد النوم كالمحيط والاسبيجابی والذخيرة والخلاصة والوجيز وخزانة المفتين ومنهم

المشى ایضا کالتبیین والفتح والمنتقى والظهیریة ثم اطلق المشى کثیر وقیده الزاهدى بالکثیر وهو الاوجه کما
ترجاه فى الحلیة وجزم به فى البحر ان للخطوة والخطوتین لایکون منهما ذلك ونقل ش عن العلامة المقدسى وقال
فى خاطرى انه عین له اربعون خطوة فلینظر اه اقول هذا ما عین بعضهم فى الاستبراء وقال بعضهم یزید بعد
اربعین سنة بکل سنة خطوة وهو کما ترى ناشئ عن منزع حسن لکن المنى اثقل واسرع زوالا ویظهر لى ان یفوض
الى رأى المبتلى به کما هو داب امامنا رضى الله تعالى عنه فى امثال المقام اى یعلم من نفسه ان انقطع مادة الزائل
بشهوة ولو کان له بقیة لخرج کیف وان الطبائع تختلف وهذا اما محوره فى الاستبراء کما فى الحلیة وغیرها وقید
مسالة الخروج بعد البول فى عامة الکتب بان لایکون ذکره اذذاك منتشرا والا وجب الغسل قال المحقق فى الفتح بعد
نقله عن الظهیریة هذا بعد ما عرف من اشتراط وجود الشهوة فى الانزال فیه نظر الخ وکتبت علیه ما نصه فان مجرد
الانتشار لایستلزم الشهوة الا ترى ان الانتشار ربما یحصل باجتماع البول حتى للطفل وانه ربما یبقى مدة صالحة بعد الانزال
مع انتهاء الشهوة اقول والجواب ان المراد هو الشهوة ووقع التعبیر باللازم مسامحة اه ما کتبت قال المحقق بخلاف
ما روى عن محمد فى مستیقظ وجد ماء ولم یتذکر احتلاما ان کان ذکره منتشرا قبل النوم لایجب والا فیجب الا ان نام
على انه امنى عن شهوة لکن ذهب عن خاطره اه اقول لم یصل الى فهمه القاصر ذهنى فان محل الاستشهاد قوله ان
کان ذکره منتشرا قبل النوم لایجب بناء على ان المذى المرئى بعد التیقظ یحال علیه کما فى الخانیة وعامة الکتب ولفظ
الامام قاضى خان لانه اذا کان منتشرا قبل النوم فما وجد من البلة بعد الانتباه یکون من اثاره تلك الانتشار فلا یلزم
الغسل الا ان یکون اکبر رأیه انه منى الخ ومعلوم ان المذى لایکون من اثار انتشار بغیر شهوة فکما اطلق محمد الانتشار
واراد الشهوة وتبعه العامة على ذلك فکذا فى قولهم هنا وجواب المحقق لا یمسه فلیتامل قال المحقق ومحل الاول (اى ما
عن الظهیریة) انه وجد الشهوة یدل علیه تعلیله فى التجنیس بقوله لان فى الوجه الاول یعنى حالة الانتشار وجد
الخروج والانفصال على وجه الدفق والشهوة اه وتبعه فى البحر قال الشامى بعد عزوه للبحر عبارة المحیط کما فى الحلیة رجل
بال فخرج من ذکره منى ان کان منتشرا فعلیه الغسل لان ذلك دلالة خروجه عن شهوة اه اقول وایاك ان تتوهم
من تعقیبه کلام البحر به انه یرید به الاخذ على البحر اى والفتح فى اشتراط وجدان الشهوة لان المحیط یعنى الرضوى
اذ عنه نقل فى الحلیة جعل نفس الانتشار دلیل الشهوة فى ذلك لان فیه نظرا ظاهرا لمن احاط بما قدمنا من الکلام وانما
لحظ الامام رضى الدین السرخسى فى هذا القول عندى والله تعالى اعلم الایماء الى جواب عن سؤال اختلج ببالى وهو ما
اقول ان الجنابة قضاء الشهوة بالانزال کما فى الفتح والحلیة والبحر وشتان ما بینه وبین مجرد مقارنة الشهوة لنزول

مسئلہ

تطفل علی الفتح

تطفل آخر علیه

منی فان الانزال الذی تقضی به الشهوة یعقب الفتور وزوال الشهوة والا فلا مانع ان ینفصل منی من مقره بدون شهوة
بعد ما بال ثم ینتعش الرجل قلیلا فینتشر فینزل هذا المنفصل بلا شهوة مع شهوة فلا یورث فتورا ولا تکسرا فیکون
قد خرج حین الشهوة ولم یکن جنابة لعدم قضاء الشهوة به فاومی الی الجواب وتقریره علی ما اقول انا لا ننکر ان المنی
قد ینفصل بدون شهوة ولا نقول ان الشهوة هو السبب المتعین له کالمسبب لعدة اسباب اذا وجد ووجد معه
سبب له فانما یحال علی هذا الموجود ولا یلتفت الی انه لعله حصل بسبب اخر کما قال الامام رضی الله تعالی عنه فی حیوان
وجد فی البئر میتا ولا یدری متی وقع یحال موته علی الماء ولا یقال لعله مات بسبب اخر والقی فیه میتا فاذا نزل عند
الشهوة کان ذلك دلالة خروجه عن شهوة فاوجب الغسل اما حدیث تعقیب الفتور فانما ذلك فی کمال الانزال الا تری
کیف اوجب الشارع الغسل بمجرد ایلاج حشفة نظرا الی کونه مظنة الانزال مع انه لا یعقبه الفتور بل ربما یزید بلا تشك
هکذا ینبغی ان یفهم هذا المقام والله تعالی ولی الانعام العاشر فی تعریف الجنابة قد علمت ما افاده الفتح وتبعه
الحلبی والبحر اقول وظهر لك مما قررنا ان ما یعطیه ظاهره غیر مراد والاولی انها الانزال عن شهوة ثم الحق انه
تعریف بالسبب ویستفاد من نهایة ابن الاثیر انها وجوب الغسل بجماع او خروج منی اقول واطلق عن قید الشهوة
بناء علی مذهبه الشافعی ثم هذا التعریف بالحکم وحق الحد لهما ما اقول انها وصف حکمی اعتبره الشرع قائما بالمکلف
مانعا له عن تلاوة القران اذا خرج منه ولو حکما منی نزل عنه بشهوة فقولی ولو حکما لادخال ادخال الحشفة بشروطه
وقولی نزل عنه بشهوة لاخراج اخراج المرأة منی زوجها من فرجها فانها لا تجنب به وان اجنبت بالایلاج بل قد یخرج
منیه منها ولا تجنب اصلا کما اذا اولج نصف حشفة فامنی فدخل المنی فرجها فخرج ولم اقل الی غایة استعمال
المزیل کما قال الفتح والبحر وغیرهما فی حد الحدث اذ لا حاجة الیه فان زوال المنع بزوال المانع مما لا حاجة الی التنبیه
علیه فضلا عن الاحتیاج الی اخذه فی الحد فافهم واقتصرت مما یمنع بها علی التلاوة لعدم الحاجة الی استیعاب
الممنوعات فی التعریف وانما ذلك عند تعریف الاحکام اقول والحاجة الی ذکره اخراج نجاسة المنی الحقیقیة وحکم البلوغ
باول انزال الصبی واخترت القران علی قربان الصلاة لان المنع منها لا یختص بالحدث الاکبر ولم اقل قائما بظاهر
بدن المکلف کے یعم الحمل علی کلا معنیی الحدث ما یتجزی منه وهی النجاسة الحکمیة القائمة بسطوح الاعضاء الظاهرة
وما لا وهو تلبس المکلف بها کما بینته فی الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل ولو قلته لاختص بالاول اقول وبه
ظهر ان فی حد الحدث المذکور فی الحلیة انه الوصف الحکمی الذی اعتبر الشارع قیامه بالاعضاء مسببا عن الجنابة
والحیض والنفاس والبول والغائط وغیرهما من نواقض الوضوء ومنعه من قربان الصلاة وما فی معناها معه حال قیامه

ف۱: بحث تعریف الجنابة
ف۲: تطفل علی الفتح والحلیة والبحر
ف۳: تطفل اخر علیها
ف۴: تطفل علی ابن الاثیر
ف۵: مسئلہ زوج کی منی اگر عورت کی فرج سے نکلے تو اس پر وضو واجب ہوگا اس کے سبب غسل نہ ہوگا
ف۶: تطفل علی الفتح والبحر وغیرهما

بمن قام به الى غاية استعمال ما يعتبره زائلا به اھ[ف١] تساهل ظاهر في جعل الحدث مسببا عن الجنابة بل هي نفسها احد الحدثين فان وجه
بان الحدث بمعنى التلبس والمراد بالجنابة تلك النجاسة الحكمية ولا بعد ان يقال ان تلبسه بها مسبب عن وجودها قلت[٢٩٠] ينافيه
قوله رحمه الله تعالى قيامه بالاعضاء فالقائم بها هو النجاسة الحكمية دون تلبس المكلف بها فلا محيد الا ان يرتكب المجاز في الحدث
فيراد به المنى النازل عن شهوة ثم اقول[٢٩١] [ف٢] خلل اخر في مانعيته فان الواو التي في قوله والحيض والنفاس الخ بمعنى او فيشمل التعريف الوصف الحكمي الذي
يقوم بالاعضاء عند تلوثها بنجاسات الحيض وما بعدها الحقيقية فانها ايضا تمنع عن قربان الصلاة الخ وكونها نجاسات حقيقية لا ينافي كون الوصف
الذى يحصل للاعضاء بها حكميا كما حققه المحقق حيث اطلق اذ يقول في الفتح من بحث الماء المستعمل معنى الحقيقية
ليس الا كون النجاسة موصوفا بها جسم محسوس مستقل بنفسه عن المكلف وليس المحقق لنا من معناها سوى انها
اعتبار شرعي منع الشارع من قربان الصلاة والسجود حال قيامه لمن قام به الى غاية استعمال الماء فيه فاذا استعمله قطع ذلك
الاعتبار كل ذلك ابتلاء للطاعة فاما ان هناك وصفا حقيقيا عقليا او محسوسا فلا ومن ادعاه لا يقدر على اثباته على غير
الدعوى فلا يقبل ويدل على انه اعتبار اختلافه باختلاف الشرائع الا ترى ان الخمر محكوم بنجاسته في شرعنا وبطهارته
في غيرها فعلم انها ليست سوى اعتبار شرعي الزم معه كذا الى غاية كذا ابتلاء اھ ولا عطر بعد عروس **الحادى
عشر** عدم وجوب الغسل بمني خرج بعد البول ونحوه من دون شهوة وقع تعليله في مصفى الامام النسفي رحمه
الله تعالى بانه مذى وليس بمني لان البول والنوم والمشي يقطع مادة الشهوة اھ نقله في البحر واقر **اقول**[٢٩٢] وفيه
[ف٣] نظر ظاهر فان صورة المنى لا تكون قط للمذى و[٢٩٣] في قوله رحمه الله تعالى انها تقطع مادة الشهوة [ف٤] تسامح والصواب انها تقطع مادة المنى المنفصل من مقره
بها ان يكون الخارج بعدها بقية منى كان نزل بشهوة وهذا هو الصحيح في تعليل المسألة كما افاده في التبيين وغيره فان لم يخرج بها كان مني الجنابة بل
نزل عن شهوة وقد انقطعت مادته بها فالخارج لان فرضناه منيا قطعا لكن غير نازل عن شهوة فلا يوجب الغسل خلافا للامام الشافعي رضي الله تعالى عنه
فان قلت اليس افاد في الفتح ان ما نزل عن غير شهوة لا يكون منيا قال رحمه الله تعالى كون المنى عن غير شهوة
ممنوع فان عائشة رضي الله تعالى عنها اخذت في تفسيرها اياه الشهوة قال ابن المنذر حدثنا محمد بن يحيى حدثنا
ابو حذيفة حدثنا عكرمة عن عبد ربه بن موسى عن امه انها سألت عائشة رضي الله تعالى عنها عن المذى فقالت ان
كل فحل يمذى وانه المذى والودى والمنى فاما المذى فالرجل يلاعب امرأته فيظهر على ذكره الشيئ فيغسل ذكره وانثييه
ويتوضأ ولا يغتسل واما الودى فانه يكون بعد البول يغسل ذكره وانثييه ويتوضأ ولا يغتسل واما المنى فانه الماء الاعظم
الذى منه الشهوة وفيه الغسل وروى عبد الرزاق في مصنفه عن قتادة وعكرمة نحوه فلا يتصور منى الا من خروج
بشهوة والا فيفسد الضابط الذى وضعته لتمييز المياه لتعطى احكامها اھ قلت[٢٩٤] على تسليمه ايضا لا يجعله

ف١ تطفل على الحلية
ف٢ تطفل
تعليل حسن
اخر عليها
ف٣ تطفل على المصفى والبحر
ف٤ تطفل اخر عليهما

منيا بل انكان فلخروجه بعد البول وديا علا۲۹۵ زمانا و المحقق شئ تفرد به لا اظن احدا سبقه اليه او تبعه عليه وقول التبيين قال صلى الله تعالى عليه وسلم اذا حذفت الماء فاغتسل وان لم تكن حاذفا فلا تغتسل فاعتبر الحذف وهو لا يكون الا بالشهوة اه ليس كمثله لمن تامل فمعنى الحذف الدفق ولا يكون الا بشهوة بخلاف نفس خروج المنى كيف[ف۱] وقد نطقت الكتب عن اخرها متونها وشروحها وفتاويها بتقييد المنى الذى يوجب الغسل بكونه ذا شهوة وان هذا القيد احترازى وان[ف۲] المنى اذا اخرجه من ضربة او سقطة او حمل ثقيل من دون شهوة لا يوجب الغسل اما احتجاجه بقول ام المؤمنين رضى الله تعالى عنها فاقول۲۹۶ فيه[ف۳] اولا ان امنا انما تريد تعريف المياه بخواص لها اغلبية والتعريف بالخاص سائغ شائع لا سيما فى الصدر الاول وثانيا۲۹۷ ما[ف۴] ذا ايراد بالضابط الصادق الكلى من جانب المياه او الخواص او الجانبين والكل منقوض اما الاول فمع عدم وفائه بالمقصود لان لزوم المنوية للشهوة لا يستلزم لزوم الشهوة للمنوية وانما الكلام فيه لا يصح فى نفسه لان الرجل قد يمنى بالملاعبة فيكون هذا الانزال منيا ولا يوجب الغسل وقد يمنى بشهوة عقيب البول كما تقدم عن المحقق فيكون هذا الامناء وديا ولا غسل وكلاهما خلاف الاجماع واما الثانى فلان الانتشار بنظر او فكر من دون ملاعبة بما يورث الامذاء لا سيما اذا كان الرجل مذاء وهل الايمذى الاعزب ابدا اذا لامرأة يلاعبها مع انها قالت كل فحل يمذى فاذا لم يفسد الضابط بالتخلف فى المذى لا يفسد ايضا فى المنى وثالثا۲۹۸ وهو[ف۵] الطراز المعلم والحل المحكم ان ام المؤمنين رضى الله تعالى عنها لم تقل هو الماء الاعظم الذى من الشهوة ليلزم ان لا يخرج منى الا بشهوة وانما قالت منه الشهوة فانما يلزم ان لزم ان لكل منى دخلا فى ايراث الشهوة وما يورث الشهوة لا يلزم ان لا يخرج الا بها فقد يعتريه عارض يزيله عن مكانه بدون شهوة ولاشك ان تحلل المنى فى البدن هو الذى يولد الشهوة لتوجه الطبع الى دفع تلك الفضلة فالمنى وان خرج لعارض بغير شهوة لا يخرج من انه الماء الذى يولد الشهوة ولا يبعد ان يكون لكل جزء منه دخل فيها لان كله فضلة ومن المعلوم انه كلما ازداد المنى تزداد الشهوة فقول ام المؤمنين لا يمس ما اراد المحقق ولكن لا غرو فلكل جواد كبوة ولكل صارم نبوة وابى الله العصمة كلية الا لكلامه وكلام حضرة النبوة صلوات الله تعالى وسلامه عليه وعلى اله وصحبه اولى الفتوة نسأل المولى سبحنه وتعالى عافيته وعفوه الثانى عشر المرأة[ف۶] كالرجل فى الاحتلام نص عليه محمد كما فى مختصر الامام الحاكم الشهيد فان احتلمت ولم تر بللا لا غسل عليها هو المذهب كما فى البحر والدرر وبه يؤخذ قاله شمس الائمة الحلوانى وهو الصحيح قاله فى الخلاصة وعليه الفتوى قاله فى معراج الدراية والبحر والمجتبى والحلية والهندية وبه افتى الفقيه ابو جعفر واعتمده فقيه النفس فى الخانية فلا تعويل على ما روى عن محمد انه يجب عليها الغسل احتياطا وهذه غير رواية

ف۱: تطفل علی النہر

ف۲: مسئلہ: اگر منی کسی بیماری یا چوٹ یا اوپر سے گرنے یا بوجھ اٹھانے سے بے شہوت نکلے تو غسل نہ آئے گا وضو جائے گا

ف۳: تطفل آخر علی النہر

ف۴: تطفل ثالث علیہ

ف۵: تطفل رابع علیہ

ف۶: مسئلہ: عورت کو اگر احتلام ہو اور جاگ کر تری نہ پائے تو مرد کی طرح اس پر بھی غسل نہیں یہی مذہب ہے اور اسی پر فتوٰی ہے مگر بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر خواب میں انزال ہونے کی لذت یاد ہو تو غسل واجب ہے بعض نسخوں میں ...

الاصول عنه وان محمدا نص فی الاصل ان المرأة اذا احتلمت لایجب علیها الغسل حتی تری مثل ما یری الرجل کما فی الحلیۃ عن الذخیرۃ اقول فقول المنیۃ قال محمد لیس کما ینبغی وحمل الامام برھان الدین فی تجنیسه ھذه الروایۃ علی ما اذا وجدت لذۃ الانزال ثم اختارھا معللا بان ماءھا لایکون دافقا کماء الرجل وانما ینزل من صدرھا اھ واعتمدہ البزازی فی الوجیز فجزم بالخروج ثم قال وقیل لایلزمها کالرجل اھ اقول واغرب فی السراجیۃ فقال علیها الغسل وبه افتی ابوبکر بن الفضل البخاری وعن محمد انه لایجب اھ فجعل الظاھر نادرا والنادر ظاھرا وحکی روایۃ محمد کقول الکل وجعل قول الکل روایۃ عن محمد ثم ان المحقق ایضا استوجه فی الفتح والامام الزیلعی فی التبیین ایضا میل الی اختیارھا حیث قدمها جازما بها واخر دلیلها وعللها کالتجنیس بقوله لان ماءها ینزل من صدرها الی رحمها بخلاف الرجل حیث یشترط الظهور الی ظاھر الفرج فی حقه حقیقۃ اھ فهذا ما وجدت الان فی تشیید ھذه الروایۃ اما التعلیل فاقول حاصله ان منی المرأۃ وان کان له دفق لشهادۃ قوله تعالی ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب لکن لاکمنی الرجل وذلک لانه ینزل من صلبه الی انثییه الی ذکره وھو طریق ذو عوج فلا ینحدر بقوۃ شیئ الا بقی فی بعض الطریق بخلاف منیها فانه ینزل من ترائبها الی رحمها وھو طریق مستقیم فکان یکفیه السیلان غیر ان نزوله بحرارۃ فلزمه نوع دفق ولا وجه لانکاره فانه منصوص معلوم ولکن العجب من المدقق العلائی حیث قال لم یذکر الدفق لیشمل منی المرأۃ لان الدفق فیه غیر ظاھر اما اسناده الیه فی الایۃ فیحتمل التغلیب فلا یستدل بها کالقهستانی بالاخی چلپی غیر مصیب تأمل اھ اقول النصوص تحمل علی ظواھرھا ما لم یصرف عنها دلیل فاحتمال التغلیب الی اتباع عدم الدفق فی منیها واذ لادلیل فلا سبیل الی الاحتمال فلا حجر علی الاستدلال لان قولهم اذا طرقه الدلیل اذا طرقه الاحتمال سقط به الاستدلال اھ اقول الاحتمال اذا لم یدل دلیل علیه لم ینظر الیه وکان المدقق رحمه الله تعالی من اشار بقوله تأمل وقال العلامۃ ش لعله یشیر الی امکان الجواب لان کون الدفق فی منیها غیر ظاھر لشعرھا ان فیه دفقا وان لم یکن کالرجل افاده ابن عبد الرزاق اھ اقول لکن الدفق اراده النافی لانه حمل علی تغلیب ولم یکن مستقیما لانه بنی شمول الکلام لمنیها علی ترک ذکر الدفق ولو کان فیه دفق ولو خفیا لشمله وان ذکر بل مرادہ غیر ظاھر ای غیر ثابت ولا معلوم ورجعنا الی تقریر دلیل التجنیس اقول فاذا کان الامر کما وصفنا لم یجب فی انزالها خروج المنی من الفرج الخارج الی الفخذ او الثوب غالبا کما فی الرجل فعسی ان یخرج من الفرج الداخل ویبقی فی الفرج الخارج ولضعف الدفق یکون قلیلا ولرقته یختلط برطوبۃ الفرج فلا یحس به فاذا کان الامر علی ھذا الحد من الخفاء اقمنا وجدانها اللذۃ الانزال مقام الخروج کما اقام الشرع ایلاج الحشفۃ مقامه لمثل ذلک الوجه اعنی الخفاء کما بینه فی الهدایۃ فهو وجه کیف ولیس المراد بقوله صلی الله تعالی علیه وسلم فی حدیث الشیخین عن انس رضی الله تعالی عنه لما سألته ام سلیم رضی الله تعالی عنها یا رسول الله ان الله لا یستحیی من الحق فهل علی المرأۃ من غسل اذا احتلمت قال نعم اذا رأت الماء رؤیۃ البصر قطعا فقد تکون عمیاء بل الرؤیۃ العلمیۃ والظن الغالب بعلم فی الفقه الخروج

ف ۱: تطفل علی المنیۃ

ف ۲: تطفل علی السراجیۃ

ف ۳: تطفل علی الدر

ف ۴: معروضۃ علی التبیین

ف ۵: معروضۃ علی العلامۃ ش و ابن عبد الرزاق

ف ۶: معروضۃ اخری علیهما

https://www.facebook.com/darahlesunnat

هو المظنون فی الانزال وقد علم بما قررنا ان عدم الاحساس به بصرا ولمسا لاینافیه فی المرأة هذا الظن فاذیر الحکم علیه وکان
وجد انها لذة الانزال کرؤیتها ایاه خارجا فنحن لا نقول ان الغسل یجب علیها وان لم ترماء حتی یرد علینا الحدیث
بل نقول اذا وجدت لذة الانزال فقد رأت الماء علی الوجه الذی بینا ولا تحتاج الی ان تحس المنی خارج فرجها
ببصر او لمس هذا التقریر الدلیل بفیض الملک الجلیل وهذا معنی ماقاله المحقق فی الفتح والحق ان الاتفاق علی تعلق
وجوب الغسل بوجود المنی فی احتلامها والقائل بوجوبه فی هذه الخلافیة انما یوجبه بناء علی وجوده وان لم تره یدل علی
ذلک تعلیله فی التجنیس احتلمت ولم یخرج منها الماء ان وجدت شهوة الانزال کان علیها الغسل والا لا لان ماءها
لایکون دافقا الی اخر ما قال فهذا التعلیل یفهمک ان المراد بعدم الخروج فی قوله ولم یخرج منها لم تره خرج فعلی هذا
لاوجه وجوب الغسل فی الخلافیة والاحتلام یصدق برؤیتها صورة الجماع فی نومها وهو یصدق بصورتی وجود
لذة الانزال وعدمه فلما اطلقت ام سلیم السؤال عن احتلام المرأة قیده صلی الله تعالی علیه وسلم جوابها باحدی
الصورتین فقال اذا رأت الماء ومعلوم ان المراد بالرؤیة العلم مطلقا فانها لو تیقنت الانزال بان استیقظت فی فور
الاحتلام فاحست بیدها البلل ثم نامت فما استیقظت حتی جف فلم تر بعینها شیئا لایسع القول بان لاغسل علیها مع
انه لارؤیة بصر بل رؤیة علم ورأی یستعمل حقیقة فی معنی علم باتفاق اللغة قال (رأیت الله اکبر کل شیئ) اھ وبما قررنا الدلیل
بفیض فتح القدیر عز جلاله ظهر ان الرادین علی کلام المحقق هذا وهم العلماء الجلة تلمیذه المحقق الحلبی فی الحلیة
والمحقق ابرھیم الحلبی فی الغنیة والعلامة السید الشامی فی المنحة اکثرهم لم یمعنوا النظر فی کلامه رحمه الله تعالی
وایاهم ورحمنا بهم اما الشامی فظن ان المحقق یرید بدعوی الاتفاق التوفیق بین الروایتین بان مراد الظاهرة
عدم الوجوب اذا لم یوجد الانزال ومراد النادرة الوجوب اذا وجد ولم تره المرأة بعینها فاخذ علیه بما هو عنه
بریئ اذ یقول یفهم من کلام الفتح ان مراده انهم اتفقوا علی انه اذا وجد المنی فقد وجب الغسل ومحمد قال
بوجوبه بناء علی وجود المنی وان لم تره فلم یخرج علی معنی لم تره خرج لکن لایخفی ان غیر محمد لایقول بعدم الوجوب
والحالة هذه فکیف یجعلون عدم الوجوب ظاهر الروایة اللهم الا ان یکون مراده الاعتراض علیهم فی نقل الخلاف
وانهم لم یفهموا قول محمد وان مراده بعدم الخروج عدم الرؤیة ولایخفی بعد هذا فانهم قیدوا الوجوب عند غیر محمد
بما اذا خرج الی الفرج الخارج فان کان مراده (یعنی المحقق) بعدم الرؤیة البصریة فهو مما لایسع احدا ان یخالف فیه و
ان کان العلمیة فلم یحصل الاتفاق علی تعلق الوجوب بوجود المنی فالظاهر وجود الخلاف وان ما فی التجنیس مبنی
علی قول محمد وحینئذ لادلالة له علی ما ادعاه فلیتامل اھ اقول فاولا هو ینکر الخلاف وثانیا ان ما فی التجنیس مبنی علی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ما روی عن محمد ولا ھو یرید بیان الاتفاق ابداء الوفاق وانما الامر انھم ظنوا ان محمدا فی ھذہ الروایۃ لا یشترط فی احتلامھا وجود الماء لقول التجنیس وغیرہ المبنی علٰی تلک الروایۃ احتلمت ولم یخرج منھا الماء فردوا علیھا بقولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نعم اذا رأت الماء علق ایجاب الغسل علیھا برؤیۃ الماء فکیف یجب ولم یخرج فاشار المحقق الی الجواب عنہ بان وجود الماء شرط بالاجماع ولا تنکرہ ھذہ الروایۃ انما نشأ الخلاف من وراء اخروذلک ان العلم بالشیئ قد یحصل بنفسہ وقد یحصل بالعلم بسببہ فالروایۃ الظاھرۃ شرطت العلم بالوجہ الاول وقالت لا غسل علیھا ان وجدت لذۃ الامناء مالم تحس بمنی خرج من فرجھا الداخل سواء کان الاحساس بالبصر او باللمس کما ھو فی الرجل بالاتفاق وروایۃ محمد فرقت بینھا وبین الرجل بما بینا فاجتزت فیھا بالعلم بلذۃ الانزال وجعلتہ علما بخروج المنی وان لم تحس منیا خارج فرجھا ھذا مراد الکلام وای فیہ رفع الخلاف او انکار ابتناء کلام التجنیس علی الروایۃ النادرۃ ولو رأیتم قولہ فعلٰی ھذا الاوجہ وجوب الغسل فی الخلافیۃ لعلمتم انہ یبقی الخلاف ویرید الترجیح لا رفع الخلاف وابداء التوفیق ولکن سبحٰن من لا یزل قولکم لایخفی ان غیر محمد لا یقول الخ اقول بلٰی ان غیر محمد بل ومحمدا ایضا فی ظاھر الروایۃ یقول بعدم الوجوب اذا لم یحط علمھا بنفس خروج المنی اصالۃ وفی النادرۃ یقول بالوجوب اذا علمت وجود المنی علما فقھیا بوجدان لذۃ الانزال قولکم الا ان یکون مرادہ الاعتراض ۱ اقول لم یردہ ولم یرد الخلاف بل اراد الجواب عما اورد علی محمد من مخالفۃ الحدیث بان الرؤیۃ فی الحدیث علمیۃ اجماعا ولا یسع احدا ان یخالف فیہ وھو اذن یعم العلم الحاصل بسبب العلم بالسبب قولکم وان کان العلمیۃ الخ ۱ اقول نعم ھو المراد عند محمد وغیرہ جمیعا انما الخلف فی اشتراط العلم بالشیئ اصالۃ وعدمہ فلا ینافی الاتفاق علٰی تعلق الوجوب بالوجود

اما الغنیۃ فقال فیھا بعد نقل کلام المحقق ھذا لا یفید کون الاوجہ وجوب الغسل فی المسألۃ المختلف فیھا لحدیث ام سلیم رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا سواء کانت الرؤیۃ بمعنی البصر او العلم فانھا لم تر بعینھا ولا علمت خروجہ اللھم الا ان ادعی ان المراد برأت رؤیا الحلم ولٰکن لا دلیل لہ علٰی ذلک فلا یقبل منہ اھ فاصاب فی فھم ان مراد المحقق الترجیح لا التوفیق والعجب ان العلامۃ ش نقل کلامہ برمتہ بعد ما قدمنا عنہ ولم یجز منہ التفات الی ما اعطاہ الغنیۃ من مفاد کلام المحقق اقول وحاشا المحقق ان یرید بالرؤیۃ رؤیا حلم بل اراد الرؤیۃ العلمیۃ کما قد افصح عنہ وقولکم ولا علمت مبنی علی حصر العلم بالشیئ فی العلم المتعلق بنفسہ اصالۃ وھو باطل قطعا الا تری ان الشرع اوجب الغسل بغیبۃ الحشفۃ واقامھا مقام رؤیۃ المنی مع عدم العلم المتعلق بنفسہ قطعا ثم اخذ المحقق الحلبی یوھن کلام التجنیس قائلا لا اثر فی نزول مائھا من صدرھا غیر داخل فی وجوب الغسل فان وجوب الغسل فی الاحتلام متعلق بخروج المنی من الفرج الداخل

ف۱: معروضۃ ۱۹۶ اخری علیہ
ف۲: معروضۃ ۱۹۷ ثالثۃ علیہا
ف۳: تطفل علی الغنیۃ / معروضۃ ۱۹۸ رابعۃ علیہ
ف۴: معروضۃ ۱۹۹ خامسۃ علیہ
ف۵: معروضۃ ۲۰۰ سادسۃ علیہا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

كما تعلق فی حق الرجل بخروجه من راس الذکر الی اخرما اطال اقول ف۱ لم یرد التجنیس ان مجرد نزول مائھا من صدرھا یوجب الغسل بدون خروج وانما اثر النزول من صدرھا الی رحمھا فی عدم الدفق فی منیھا مثل الرجل وعدم الدفق اثر فی ضعف دلالۃ عدم الاحساس خارج الفرج علی عدم الخروج کما قررناہ بما یکفی ویشفی وبہ وبالرقۃ وباشتمال فرجھا الخارج علی الرطوبۃ فارقت الرجل کما تقدم۔ ثم قال علی ان فی مسألتنا لم یعلم انفصال منیھا عن صدرھا وانما حصل ذلك فی النوم واکثر مایری فی النوم لاتحقق لہ فکیف یجب علیھا الغسل اھ ۱؎ اقول ف۲ قدمنا فی التنبیہ الثامن ان تلك الافعال المرئیۃ حلما وان لم تکن لھا حقیقۃ تؤثر علی الطبع کمثل الواقع منھا فی الخارج او ازید وقد جعل فی الغنیۃ نفس النوم مظنۃ الاحتلام قال وکم من رؤیا لایتذکرھا الرائی فلا یبعد انہ احتلم ونسیہ فیجب الغسل اھ ای فیما اذا رأی بللا وتیقن انہ مذی ولیس منیا ولم یتذکر الحلم فاذا کان ھذا فی عدم التذکر فکیف وقد تذکرت الاحتلام وتذکرت شیأ اخر فوقہ وھو وجدان لذۃ الانزال فلو اھدر مایری فی النوم لضاع الفرق بالتذکر وعدمہ مع اجماع ائمتنا علیہ ولبقیۃ الکلام یظھر مما قدمنا ویاتی ثم قال نعم قال بعضھم لوکانت مستلقیۃ وقت الاحتلام یجب علیھا الغسل لاحتمال الخروج ثم العود فیجب الغسل احتیاطا وھو غیر بعید الخ ۲؎ اقول ف۳ مثل الکلام من شان ھذا المحقق بعید فانہ اذا جعل مایری فی النوم لاحقیقۃ لہ وجعلھا مع تذکرھا الاحتلام ووجدانھا لذۃ الانزال غیر عالمۃ بالخروج وصرح انھا لم ترو لاعلمت وان الحدیث ناطق بتعلیق الغسل علی رؤیتھا الماء بصرا وعلما مع انتفائھا مطلقا کیف یجب علیھا الغسل بمجرد کونھا علی قفاھا برؤیا حلم لاحقیقۃ لھا وقد قلتم ان لادلیل علیہ فلا یقبل والعود انما یکون بعد الخروج وھھنا نفس الخروج غیر متحقق فما معنی احتمال العود فالحق ان استقرار بہ ھذا الکلام عود منہ الی قبول المرام ثم ان القائل بھذا الشرط اعنی الاستلقاء الامام ابو الفضل مجد الدین فی الاختیار شرح متنہ المختار ولفظہ کما فی الحلیۃ المرأۃ اذا احتلمت ولم تربللا ان استیقظت وھی علی قفاھا یجب الغسل لاحتمال خروجہ ثم عودہ لان الظاھر فی الاحتلام الخروج بخلاف الرجل فانہ لایعود لضیق المحل وان استیقظت وھی علی جھۃ اخری لایجب اھ ۳؎ اقول ف۴ فانظر کیف بنی الامر علی ان الظاھر فی الاحتلام الخروج فقد جعلہ معلوما بحسب الظاھر ولو کان الامر کما قال فی الغنیۃ ان لم ترو لاعلمت لم یکن معنی لایجاب الغسل وافاد ان عدم الوجدان بعد التیقظ لایعارض ھذا الظن اذا کانت مستلقیۃ لاحتمال العود ثم اقول ف۵ بل ھو بعید اولا لانہ ذھب عنہ ان نفس کون منیھا غیر بین الدفق رقیقا قابلا للامتزاج برطوبۃ الفرج الخارج کاف فی دفع ھذہ المعارضۃ کما بینا بتوفیق اللہ تعالٰی وثانیا ف۶ اذ لم ینظر الی ذلك فلقائل ان یقول احتمال العود بعد الخروج احتمال من غیر دلیل فلا یعتبر واستلقاؤھا لیس علۃ العود ولا ظنا بل انکار فرفعھا مانع وعدم

ف۱: تطفل آخر علیہما
ف۲: تطفل ثالث علیہما
ف۳: تطفل رابع علیہما
ف۴: تطفل خامس علیہما
ف۵: تطفل علی الاختیار شرح المختار
ف۶: تطفل آخر علیہ

المانع ليس من الدليل فی شیئ كما تقرر فی الاصول **وثالثا**[۳۱۹] انه هو ضيق[ف۱] المحل انما يتحقق فی الاضطجاع لا لتقاء الالیتین وانسداد المسلك له الا الانبطاح فكالاستلقاء فی اتساع المحل فلم خص الحكم بالاستلقاء فان اعتل بانها ان كانت منبطحة وخرج المنی يسقط علی الفراش فلا يعود **قلت**[۳۲۰] ان اريد الخروج من الفرج الخارج ففی الاستلقاء ايضا اذا خرج منه نزل الی الیتيها فلا يعود وان اريد الخروج من الفرج الداخل مع البقاء فی الفرج الخارج فالاستلقاء كالانبطاح فی جواز العود **ورابعا**[۳۲۱] سند[ف۲] كر ان فی تجويز العود ما لا يبقی للفرق مساغا **وخامسا**[۳۲۲] بل[ف۳] يجوز ان تكون مضطجعة وقد وضعت بين فخذيها وسادة ضخمة فيبقی الفرج متسعا كالاستلقاء او افرج **وسادسا**[۳۲۳] ان[ف۴] استلقت وقد التفت الساق بالساق لا يكون للاستلقاء فضل علی الاضطجاع فی باب الاتساع فالقصر عليه منقوض طردا وعكسا وله صور اخری لا تخفی الا[۳۲۴] ان يقال ذكر الاستلقاء ونبه به علی صور اتساع الفرج فيشمل الانبطاح والاضطجاع المذكور والمراد بجهة اخری جهة التقاء الشفرين ولو فی الاستلقاء علی الوجه المزبور ثم[۳۲۵] الصواب ما[ف۵] عبر به فی الاختيار من ان تجد نفسها مستلقية اذا انتبهت ولا حاجة الی ان تعلم استلقاءها حين احتلمت كما وقع فی الغنية ثم اخذ المحقق الحلبی يرد ما اختار فی الاختيار فقال الا ان ماءها اذا لم ينزل دفقا بل سيلانا يلزم اما عدم الخروج ان لم يكن الفرج فی صبب او عدم العود ان كان فی صبب فليتامل اھ **اقول**[۳۲۶] كلا[ف۶] اللازمين منتف اما الاول فلما حققنا ان منيها لا يخلو عن دفق وان لم يكن كدفق الرجل فلا نسلم لزوم عدم الخروج اذا لم يكن الفرج فی صبب الا تری انهن ربما يوطأن بوضع وسادة تحت اعجازهن فيكون الفرج مرتفعا ومع ذلك يزمين بمائهن بل وبماء الرجل ايضا واما[۳۲۷] الثانی[ف۷] فلان للرحم قوة جاذبة شديدة الجذب فربما يجوز ان يخرج المنی من الفرج الداخل ويكون فی الفرج الخارج وتهيج جاذبة الرحم فتجذبه من الفرج الخارج وان كان الفرج فی صبب بل يجوز ان يجوز المنی الفرج الخارج ايضا ثم يعود بجذب الرحم الا تری الی ما نصوا عليه ان لو[ف۸] جومعت فيما دون الفرج فسبق الماء الی فرجها او جومعت البكر لا غسل عليها لفقد السبب وهو الانزال او مواراة الحشفة حتی لو حبلت كان عليها الغسل لانها لا تحبل الا اذا انزلت والمسألة فی الخانية والخلاصة والوجيز والكبری وخزانة المفتين والفتح والبحر والغنية وغيرها فقد جوزوا حتی فی البكر ان يقع الماء خارج فرجها الخارج ثم يجذب فيدخل فی الرحم قال فی الغنية بعد ذكر هذه المسألة الاخيرة لا شك انه مبنی علی وجوب الغسل عليها بمجرد انفصال منيها الی رحمها وهو خلاف الاصح الذی هو ظاهر الرواية قال فی التاترخانية فی ظاهر الرواية يشترط الخروج من الفرج الداخل الی الفرج الخارج وفی النصاب وهو الاصح اھ وقد تواردہ عليه العلامة الشامی فی المنحة فقال اقول لا يخفی ان الحبل يتوقف علی انفصال الماء عن مقره لا علی خروجه فالظاهر ان وجوب الغسل مبنی علی الرواية السابقة

ف۱: تطفل ثالث عليه
ف۲: تطفل رابع عليه
ف۳: تطفل خامس عليه
ف۴: تطفل سادس عليه
ف۵: تطفل سابع علی الغنية
ف۶: تطفل ثامن عليها
ف۷: تطفل تاسع عليها
ف۸: مسئلہ

عورت سے کسی نے ران میں جماع کیا اور منی اس کی فرج میں چلی گئی یا کنواری کی فرج میں جماع کیا اور یوں ہی بکارت زائل نہ ہوئی ان دونوں صورتوں میں عورت پر غسل نہیں کہ نہ ادخال ہوا نہ اس کا انزال

فائدہ جلیلہ: مقعد ورحم میں قوت جاذبہ ہے

ابو ہریرہ اولی ووقت جماع سے غسل وہ جب ہو تو کام دیکھا وہ انہیں حمل جنی نماز میں قبل غسل پڑھی ہیں سب مکرر کرلی ہیں کہ ثابت ہوا کہ عورت کو خود بھی انزال ہو گیا تھا ورنہ حمل نہ رہتا

عن محمد تامل اذ ثم رأى الحلبي صرح به فى الغنية رحمه الله تعالى عليه وقد تبعه ايضا فى البحر اذ نقل عنه ما فى شرح الصغيرى ان فيما نظر الا خروج منيها من فرجها الداخل شرط لوجوب الغسل على المفتى به ولم يجز م بزيادة قوله على المفتى به اشار الى ابتنائه على رواية محمد اقول وهذا ما شبه على بعض الانظار فزعمت ان الرواية النادرة لا تشترط الخروج وقد ازالها المحقق وبيناه بما يكفى ويشفى فلا وجه لهذا الحمل اما ما يذكر عن المنصورية انه اعتبر فى منيها الخروج الى فرجها الخارج عند الفقيه ابى جعفر والى فرجها الداخل عند الامامين الحلوانى والسرخسى على ما نقل عنها البرجندى فاقول متوغل فى الاغراب مثل ذلك الكتاب الا ترى ان الامام الحلوانى هو القائل لتلك الرواية عن محمد لا يؤخذ بهذه الرواية فان النساء يقلن ان منى المرأة يخرج من الداخل كمنى الرجل وهو جواب ظاهر الرواية كما فى الحلية عن الذخيرة عنه رحمه الله تعالى فكيف ينسب اليه هذا فان قلت فما الحبل ما معناه قلت معناه ظاهر ان شاء الله تعالى فان بالحبل يثبت انزالها والغالب فى الانزال الخروج والغالب كالمحقق فى الفقه فلا يتقيد بنفى التوقف على الخروج بمعنى لولاه لم يكن فان قلت بل الحبل دليل عدم الخروج لان الانعقاد لا يكون الا انهن حين يحبلن يمسكن ماء الرجل فلا يبرز منه الا شيء قليلا قلت الانزال يقتضى الخروج والانعقاد يكون بجزء من الماء لا بكله الا ترى انهن حين يحبلن ويبرز منهن شيء من ماء الرجل بل يصاولا يمسك منه الا جزء قدره الله تعالى ان يتكون منه الزرع بل قد لا يبرز به الا حين ينزلن تبعا لما ثم انه يجوز الحبل على خروج البيضة الى رحم الرجل مع ضعف دلالة الحبل على الامساك لبعض هذا ما ظهر لى ثم رأيت العلامة ط رحمه الله تعالى جنح الى بعض ما ذكرته فقال قلت والنظر لا يتم الا اذا كانت البكارة تمنع خروج المنى والامر بخلافه لخروج الحيض من ذلك المحل فاذا كان الغالب فى تلك الحالة النزول وقد ظهر الحبل وهو اكبر دليل عليه اعتبروه واقاموا اللازم مقام الملزوم وهو من فقه مواقع الفقه لا يستبعد ذلك العلام فقد افاد واجاد عليه رحمة الجواد اقول غير ان فى قوله خصوصا حزازة ظاهرة لان الكلام ههنا فى اغلبية الخروج عند الانزال والاغلبية فيما نحن فيه اصل الحبل بل المزية لصوغه المقتضى من وجوب الامساك فى الحبل للانعقاد ثم المستفاد من كلامه ان مراده اغلبية الانزال فى حالة الجماع وعليه يستقيم قوله خصوصا فان دلالة الحبل على الانزال اظهر وازهر ولكن لو كان الاغلب انزالها بالجماع لوجب الحكم عليها بالغسل وان لم يظهر الحبل لان الغالب كالمحقق بل الاغلب فى النساء عدم الانزال بكل جماع الا احيانا كما صرح به اهل المعرفة بهذا الشان حتى قالوا انها كلما جومعت انزلت لهلكت سريعا هذا الكلام مع الغنية اما الحلية فنقل فيها كلام المحقق ثم نازعه بقوله معوجود المنى شرعا فيمن احتلمت ثم استيقظت وتذكرت لذة انزال مناما ولم تجد بللا لمسا ولا رؤية ممنوعة لان ما يتذكر وجوده فى نفس الامر فى النوم انما يكون محقق الوجود شرعا اذا وجد فى اليقظة ما يشهد بذلك وليس الشاهد لتحقق وجود المنى منها مناما الا علمها بوجوده فى الفرج الخارج يقظة بلمس او بصر فاذا فقد فقد ظهر عدم وجوده وان المرئى لها فى المنام كان خيالا وهذه الصورة فيما يظهر هى محل الخلاف فظاهر الرواية لا يجب الغسل وعن محمد نعم ولا شك فى ضعفها كيف

ف: تطفل على الفتح والبحر والمنحة
ف: تطفل آخر عليهم
ف: معروضة على العلامة ط
ف: معروضة اخرى عليه

لا وهي مخالفة لظاهر النص وكذا القياس الصحيح على امثال ذلك من البول والحيض ونحوهما فان الشارع لم يعتبر هذه الاشياء موجودة الا اذا برزت من الفرج الداخل الى الفرج الخارج كذا هذا اھ **اقول** ف۱ والجواب ما اذناك مرارا ان تذكر الاحتلام دليل اعتبره الشرع لاسيما مع تذكر لذة الانزال ومن ثم نشأ الفرق بين الاحكام في التذكر وعدمه فلو لم يكن دليلا على نزول المني كان احتمال المني احتمالا على احتمال في من تذكر ورأى بللا يعلم انه ليس منيا بل ولا يعلم ايضا انه مابلة ناشئة عن شهوة انما يسوغه لتردده بين مذي وودي ومعلوم ان الاحتمال على الاحتمال لا يعبؤ به فكان كمن رآها ولم يتذكر مع اجماعهم على الفرق بينهما فما هو الا لان التذكر دليل خروج المني فترقى به عن الاحتمال على الاحتمال الى الاحتمال فوجب احتياطا لان الاحتمال معتبر في محل الاحتياط قولكم انما يكون محقق الوجود شرعا الخ **اقول** ف۲ ما قام عليه دليل شرعي فقد تحقق وجوده شرعا ولا يحتاج الى شاهد من لمس او بصر الا ترى ان المولج المكسل قام فيه الدليل الشرعي على انزاله فاعتبر موجودا شرعا مع عدم شهادة لمس ولا بصر نعم يحتاج الحكم بالدليل الى عدم المعارض وعدم وجدان الرجل المحتلم معارض لدلالة التذكر بخلاف المرأة كما بينا نعم ودلالة الايلاج يقظة اعظم واقوى من دلالة الاحتلام فلم يقم لها هذا المعارض لاحتمالات بعيدة لم تكن تحمل لولا غاية ما في هذا الدليل من عظم القوة بخلاف تذكر الحلم قولكم مخالفة لظاهر النص **اقول** ف۳ لو وجبت من دون دليل على الخروج لخالفت واذ قد بنيت الامر على الدليل وقد اعترفتم انه لاشك في الاتفاق على وجوب الغسل بوجود المني في احتلامها وفي ان المراد بالرؤية العلم بوجوده لا رؤية البصر فما فهم الخلاف قولكم والقياس الصحيح **اقول** ف۴ ما اذن المناط في المقيس عليها تعلق العلم بنفسها اصالة ام اعم والثاني حاصل ههنا كما علمت والاول غير مسلم في المقيس عليها ففي ف۵ الاشباه ذكر عن محمد رحمه الله تعالى انه اذا دخل بيت الخلاء وجلس للاستراحة وشك هل خرج منه او لا كان محدثا وان ف۶ جلس للوضوء ومعه ماء ثم شك هل توضأ ام لا كان متوضيا عملا بالغالب فيهما اھ وقد جزم بالفرع في الفتح فقال شك في الوضوء او الحدث وتيقن سبق احدهما بنى على السابق الا ان تأيد اللاحق فعن محمد علم المتوضئ دخوله الخلاء للحاجة وشك في قضائها قبل خروجه عليه الوضوء ثم ذكر مسألة الوضوء ثم قال وهذا يؤيد ما ذكرناه من الوجه في وجوب وضوء المفضاة اھ اي اذا ف۷ خرج لها ريح لا تعلم هل هي من القبل او الدبر تجعل من الدبر لانه الغالب فيجب عليها الوضوء في رواية هشام عن محمد وبه اخذ الامام ابو حفص الكبير ومال المحقق الى ترجيحه بما علمت خلافا لما في الهداية وغيرها انها انما يستحب لها الوضوء لعدم التيقن بكونها من الدبر فهذا بول مثلا اعتبر موجودا شرعا مع عدم احاطة العلم به عينا وفي الدر المختار النفاس دم فلو لم تره ف۸ بان خرج الولد جافا

ف۱: تطفل ۳۱۹ علی الحلیۃ۔
ف۲: تطفل ۳۲۰ آخر علیہا۔
ف۳: تطفل ۳۲۱ ثالث علیہا۔
ف۴: تطفل ۳۲۲ رابع علیہا۔
ف۵: مسئلہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بلادم ش) هل تكون نفساء المعتمد نعم اه وفی المراقی من الوضوء قال ابو حنیفة رضی الله تعالی عنه علیها الغسل احتیاطا
لعدم خلوه عن قلیل دم ظاهرا وصححه فی الفتاوی وبه افتی الصدر الشهید رحمه الله تعالی اه وفی حاشیتها
للعلامة ط من النفاس اکثر المشایخ علی قول الامام رضی الله تعالی عنه اه فهذا فی النفاس ثم **اقول** فی قوله رحمه الله
تعالی مشیرا الی البول والحیض ونحوهما انها لا تعتبر الا اذا برزت من الفرج الداخل الی الفرج الخارج تسامح ظاهر بالنظر
الی البول فانه لا یخرج من الفرج الداخل بل من ثقبة فی الفرج الخارج فوق مدخل الذکر فکان الاولی اسقاط قوله
من الفرج الداخل ثم اورد فی الحلیة کلام الاختیار کما قدمنا عنه قال ویطرقه ان الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین و
هو هنا مفقود اه **اقول** بل موجود کما علمت قال وکون الظاهر فی الاحتلام الخروج ممنوع بل قد وقد اه **اقول**
ان اراد التساوی فغیر صحیح والا لبطل دلالة التذکر علی ان هذا للتردد بین المذی والودی منی وان اراد ان الخروج
قد یتخلف فنعم ولا یقدح فی الظهور قال ثم لم یظهر من الشارع اعتبار هذا الاحتمال بل قید الشارع وجوب الغسل
علیها بعلمها وجوده ولم یطلق لها فی الجواب کما اطلقت (ای ام سلیم رضی الله تعالی عنها) فی السؤال فانعم النظر تجده
تحقیقا لا غبار علیه ان شاء الله تعالی اه **اقول** اما الاحتمال الذی ابداه فی الاختیار وهو العود حین الاستلقاء
فقد عرفت الکلام علیه وان لا حاجة الیه وان العلم بالوجود متحقق احتیاطا کما اسلفنا والحمد لله فهذا منتهی الکلام فی
مسألة المرأة ولا اقول ان الذی وجهتها به یوجب التعویل علی الروایة النادرة انما اقول ان الرد علی کلام المحقق غیر یسیر
اما التعویل فعلی ما حکم به ائمتنا فی ظاهر الروایة ونص علی انه الاصح وانه الصحیح وبه یؤخذ وعلیه الفتوی ائمة الدرایة
فسقط معه للبحث مجال وانما علینا اتباع ما رجحوه وما صححوه کما لو افتونا فی حیاتهم اعاد الله علینا من برکاتهم ومع ذلک
ان تنزه احد فهو خیر له عند ربه والله سبحنه وتعالی اعلم **صورت استثنا پر کلام** اسکے بیان کو تین تنبیہیں اور
اضافہ کریں **تنبیہ ثالث عشر** احتلام یاد نہ ہونیکی حالت میں طرفین رضی اللہ تعالی عنہما کے نزدیک احتمال منی پر وجوب غسل کا حکم ظاہر الروایۃ
میں مطلق ہے اور تمام متون اسی پر ہیں مگر نوادر ہشام میں محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالی عنہ سے وہ قید مروی ہوئی کہ اگر سونے سے
کچھ پہلے شہوت تھی جاگ کر یہ تری دیکھی جسکے منی یا مذی ہونے میں شک ہے تو غسل واجب ہوگا تبیین الحقائق میں ہے ذکر ہشام فی نوادرہ
عن محمد اذا استیقظ فوجد بللا فی احلیله ولم یتذکر الحلم فان کان ذکرہ قبل النوم منتشرا فلا غسل علیه وان کان غیر
منتشر فعلیه الغسل فتح القدیر میں ہے روی عن محمد فی مستیقظ وجد ماء ولم یتذکر احتلاما ان کان ذکرہ منتشرا
قبل النوم لا یجب والا یجب اور اوسکی وجہ یہ افادہ فرماتے ہیں کہ شہوت خروج مذی کی باعث ہے تو پیش از خواب تمام شہوت بتائیگا
کہ یہ مشکوک تری مذی ہے اور مذی سے غسل واجب نہیں ہوتا بخلاف اسکے کہ سونے سے پہلے شہوت نہ ہو تو اب سبب مذی بیداری میں

ف ۲ تطفل ۲۲۲ خامس عشر علی الحلیۃ
تطفل ۲۲۳ سادس عشر علیہا

نہ تھا اور نیند مظنہ احتلام ہو لہذا اسے منی ٹھہرائیں گے اور رقت وغیرہ سے مذی کا اشتباہ معتبر نہ رکھیں گے کہ منی بھی گرمی پہنچ کر رقیق ہوجاتی ہو غرضکہ فیہ من ہو ان کان منتشرا عند النوم فعلیہ الوضوء لاغیر لانہ وجد سبب خروج المذی فیعتقد کونہ منہ ویحال بما الیہ الا اذا کان اکبر رأیہ انہ منی رق فحینئذ یلزمہ الغسل اھ والحال فی الحلیۃ فی بیانہ بما حاصلہ ان النوم مظنۃ للمنی والانتشار للمذی وقد سبق والسبق سبب الترجیح مع ان الاصل براءۃ الذمۃ وعدم التغیر فی المنی قال ولا یدفعہما عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الرجل یجد البلل ولا یذکر احتلاما قال یغتسل وعن الرجل یری انہ قد احتلم ولم یجد بللا قال لا غسل علیہ فان الظاہر ان المراد بالبلل المذکور المنی بالاجماع علی ان فی سندہ عبد اللہ العمری ضعیف اھ مختصرا اقول الحدیث قد احتج بہ اصحابنا لامام المذہب ومحررہ فی ایجابہما الغسل بالمذی اذا لم یتذکر حلما کما تقدم وقدمنا عن البدائع انہ نص فی الباب ولا یمکن حملہ علی المنی وان للامامین اطلاق الحدیث ثم العمری انما ضعفہ یحیی القطان من قبل حفظہ وقال النسائی وغیرہ لیس بالقوی اقول وبون بین بینہ وبین لیس بقوی وقال ابن معین لیس بہ باس یکتب حدیثہ قیل لہ کیف حالہ فی نافع قال صالح ثقۃ وقال احمد صالح لا باس بہ وقال ابن عدی فی نفسہ صدوق وقال ایضا لا باس بہ وقال یعقوب بن شیبۃ صدوق ثقۃ فی حدیثہ اضطراب وقال الذہبی صدوق فی حفظہ شیئ وہذا مسلم قد اخرج لہ فی صحیحہ وبالجملۃ لیس ممن یسقط حدیثہ ولا عبرۃ بما تعود بہ ابن حبان من عبارۃ واحدۃ یذکرہا فی کل من یرید بل لا یبعد حدیثہ عن درجۃ الحسن ان شاء اللہ تعالٰی لاجرم ان سکت ابوداود علیہ اما الجواب عنہ فاقول ظاہر ان السؤال عن بلل ینشؤ بسبب النوم ولذا قال ولم یذکر احتلاما ای یجد المسبب ولا یذکر السبب قال یغتسل ثم سئل ویذکر السبب ولا یجد المسبب قال لا غسل علیہ وحینئذ بمعزل عنہ ما نحن فیہ ثم انہ رحمہ اللہ تعالٰی اعترض اولا علی عبارۃ المسألۃ حیث ارسل فیہا البلل قال ولا شک ان المنی غیر مراد لاجرم ان ذکر المصنف انہ لو تیقن انہ منی فعلیہ الغسل اھ وقد قدمنا الجواب عنہ ان المراد بلل لا یدری امنی ہو ام مذی قال فی الخانیۃ فی تصویر المسألۃ استیقظ فوجد علی طرف احلیلہ بلۃ لا یدری انہا منی او مذی الخ ولفظ الغیاثیۃ ذکر ہشام عن محمد فی نوادرہ انہ اذا وجد البلل فی طرف احلیلہ شبیہ المذی ولم یذکر حلما الخ اقول ونص الہندیۃ عن المحیط والحلیۃ عن الذخیرۃ کلیہما عن القاضی الامام ابی علی النسفی عن ہشام عن محمد اذا استیقظ فوجد البلل فی احلیلہ الخ فاذا کان ہذا لفظ محمد فلا معنی للاعتراض علیہ وانما کان سبیلہ بیان المراد کما فعل فقیہ النفس وغیرہ من الامجاد ثم اعترض علی ما استشہد بہ من عبارۃ المنیۃ لو تیقن انہ منی بانہ یفید بمفہومہ ان لو لم یتیقن لا غسل فیفید ان لو کان اکبر

ف ۱: تطفل ۳۳۹ علی الحلیۃ
ف ۲: تضعیف عبد اللہ العمری المکبر
ف ۳: تطفل ۳۴۰ اخری علیہا
ف ۴: تطفل ۳۴۱ ثالث علیہا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

رأيه انه منى لا يجب لكنه يجب كما صرح به قاضی خان فی فتاویه اھ اقول الكبر الرأسی فی الفقهيات ملتحق باليقين بل ربما اطلقوا عليه اليقين هذا واعترض ثانيا على دليل المسألة بما حاصله منع ان الانتشار مظنة الامذاء الا اذا كان الرجل مذاء قال اما اذا لم يكن فينفرد النوم مظنة اھ مختصرا اقول ان اراد المظنة المصطلحة فقد منا ان النوم ايضا ليس مظنة للامناء فالمراد السبب مطلقا ولو لا مطلقا وبهذا المعنى لا شك ان الانتشار مظنة الامذاء وان ابتغيت التحقيق فاقول دونك مشرعا اعطيتك من قبل به يظهر تعليل المسألة والجواب عن ايراد الحلية معا فان النوم سبب ضعيف للامناء وانما كان يتقوى باحد شيئين تذكر الاحتلام او ان يحدث بلة لا تنبعث الا عن شهوة وقد انتفيا ههنا اما الحلم فلعدم التذكر واما البلة فلانعقاد سببها قبل النوم فلم تدل على احداثه انتشارا اشد مما يورث خروج بلة عن شهوة فلم يبق الا محض النوم وكان سببا ضعيفا فتقاعد ان ينهض موجبا فهما مظنتين ترجيح الانتشار بالسبق وعند عدمه افراد النوم بالمظنية كله بمعزل عن التحقيق والله سبحنه ولى التوفيق وثالثا تكلم عن قبولها قائلا ان تم تقييد وجوب الغسل بالانتشار لاحدى الاحوال فكذا فی باقيها والا فالكل على الاطلاق اھ

اقول ان كان هذا الطعن لهمن الايراد فقد علمت الجواب عنه وان كان لان الروايات الظاهرة والمتون مطلقة فلا غرو فی القول بقيد ذكر عن احد ائمة المذهب الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم وتلقاه الجلة الفحول بالتسليم والقبول حتى ان المحقق الشرنبلالی ادخله فی متنه نور الايضاح ونعما فعل وقصد المدقق العلائی تكميل متن التنوير بزيادة هذا الاستثناء وجعله الشامی اصلاح المتن اقول ومع ذا العجاب التنوير غير مستنير ان المتون لم توضع الا لنقل ما فی الروايات الظاهرة من المذهب وههنا تم بيان ان لا قصور فی عبارة المتن اصلا ولا حاجة لها الى تتمة من الاستثناء ات الثلثة هذا وقد قال الامام شمس الائمة الحلوانی ان هذه المسألة يكثر وقوعها والناس عنها غافلون فيجب ان تحفظ كما فی المحيط والخانية والمنية والغياثية والهندية وغيرها وهكذا اوصى بحفظها فی الذخيرة كما نقل عنها فی الحلية وقد قال فی الغنية فی مسألة عفو بول انتضح كرؤس الابر اذ قيدته رواية مذكورة فی الحلية وغيرها عن النهاية عن المحبوبی عن البقالی عن المعلى عن ابی يوسف بان يكون بحيث لا يرى اثره فان كان يرى فلا بد من غسله ما نصه التقييد بعدم ادراك الطرف ذكره المعلى فی النوادر عن ابی يوسف واذا صرح بعض الائمة بقيد لم يرد عن غيره منهم تصريح بخلافه يجب ان يعتبر اھ وبالجملة لا وجه للعدول مع اتفاق الفحول على تلقيه بالقبول تنبيه رابع عشر اقول جس طرح یہ استثناء احتلام یاد ہونے کی کسی صورت سے متعلق نہ یاد نہ ہونے کی حالت میں صورت سوم یعنی علم منی سے اوسے تعلق نہ شکل ششم یعنی علم عدم منی میں اوسکی کچھ حاجت کہ اس صورت میں خود ہی غسل کی ضرورت نہیں یونہیں

ف۱: تطفل رابع علیہا
ف۲: تطفل خامس علیہا
ف۳: تطفل سادس علیہا
ف۴: تطفل سابع علیہا
ف۵: معروضۃ علی العلامۃ الشامی
ف۶: فائدہ

شکل چہارم کی صورت احتمال منی و ودی سے بھی اوسے کچھ علاقہ نہیں کہ نیند سے پہلے شہوت و انتشار تو دلیل مذی ہوتے جب معلوم ہو کہ یہ تری مذی نہیں تو اونکا ہونا نہ ہونا یکساں ہوا اور بوجہ احتمال منی مطلقاً غسل واجب ہا ولقد احسن العلامۃ ط اذ قال یجب الغسل عندھما لا عند ابی یوسف فیما اذا شک انہ منی او مذی ولم یکن ذکرہ منتشرا او منی او ودی ولم یتذکر الاحتلام فیھما اھ فنفصل ھذہ عن الثنیا وخصہ بالاولی اما ما فی البحر من بیانہ اولا صورتی الخلاف بین الثانی والطرفین مطلقا ثم قولہ بعد ذکر صورۃ الثنیا ھذہ تقیید للخلاف المتقدم بین ابی یوسف وصاحبیہ بما اذا لم یکن ذکرہ منتشرا اھ فرأیتنی کتبت علی ھامشہ ۱ اقول[۳۴۳] ای الصورۃ الواحدۃ من صورتی الخلاف وھی ما اذا شک فی المنی والمذی اما اذا شک فی المنی والودی فلا دخل فیہ للانتشار قبل النوم اھ فاعرف ولا تزل اب رہی شکل چہارم کی وہ صورت جسمین منی و مذی مشکوک ہوا اور شکل پنجم جسمین مذی کا علم ہو عامہ کتب مین اوسے صورت اولی یعنی حالت شک سے متعلق فرمایا ہے کما مر عن الخانیۃ وغیرھا ۱ اقول[۳۴۴] مگر اوس سے متعلق کرنا ہی صورت ثانیہ یعنی علم مذی سے بدرجہ اولٰے تعلق بتاتا ہے کہ احتلام یاد نہونے کی حالت مین جبکہ سوتے وقت شہوت ہونے سے صرف احتمال مذی پر مذی ٹھہرایا اور احتمال منی کا لحاظ نہ فرمایا تو جہاں مذی کا علم ہے بروجہ اولی مذی ہی قرار پائیگی اور غسل واجب نہ ہوگا کتب مین حالت اولٰے کے ساتھ اوسکی تخصیص فریق اول کے طور پر تو ظاہر کہ اونکے نزدیک علم مذی کی صورت مین خود ہی غسل نہ تھا کسی استثنا کی کیا حاجت اور فریق دوم نے صورت خفا پر تنصیص فرمائی کہ بحال احتمال منی بھی صرف احتمال مذی سے مذی ٹھہرنا معلوم ہو جائے دوسری صورت کا حکم اوس سے خود روشن ہو جائیگا لاجرم حلیہ مین فرمایا یکون الغسل اذا وجد البلۃ التی ھی مذی بطریق الشک او فی غالب الرأی او الیقین بشرط کونہ غیر ذاکر للاحتلام و کان منتشر الذکر قبیل النوم اھ تنبیہ خامس عشر عامہ کتب مثل فتاوی امام قاضی خان و ذخیرہ و محیط برہانی و تبیین الحقائق و فتح القدیر و جوہرہ نیرہ و خزانۃ المفتین و مجتبی و غیاثیہ و بحر الرائق و جامع الرموز و شرح نقایہ برجندی و عالمگیریہ و رحمانیہ و نور الایضاح و مراقی الفلاح وغیرہا مین یہ استثنا یونہی مذکور ہے مگر منیہ مین اس استثنا مین ایک استثنا بتایا اور اوسے محیط و ذخیرہ اور درمختار و مجمع الانہر مین جواہر کی طرف نسبت فرمایا وہ یہ کہ اس استثنا کا حکم صرف اوس صورت سے خاص ہے کہ آدمی کھڑا یا بیٹھا سویا ہو اور اگر لیٹ کر سویا تو مطلقاً صورت مذکورہ مین غسل واجب ہوگا اگرچہ سونے سے پہلے ذکر قائم اور شہوت حاصل ہو منیہ مین ہے ھذا اذا نام قائما او قاعدا اما اذا نام مضطجعا او تیقن انہ منی فعلیہ الغسل وھذا مذکور فی المحیط والذخیرۃ قال شمس الائمۃ الحلوانی ھذہ مسألۃ یکثر وقوعھا والناس عنھا غافلون اھ وتبعہ مسکین فی شرح الکنز فعزاہ لھما مگر اولا[ف۱] اسکا پتا نہ ذخیرہ مین ہے نہ محیط مین اسی لئے صاحب منیہ رحمہ اللہ تعالٰی کو یہ اشتباہ کیونکر ہوا قال الشامی ذکر فی الحلیۃ انہ راجع الذخیرۃ والمحیط البرھانی فلم یر تقیید عدم الغسل بما اذا نام قائما او قاعدا اھ اقول[۳۴۵] رحم[ف۲] اللہ السید متی راجع العلامۃ الحلبی المحیط البرھانی وھو

ف۱: تطفل ۲۴۳ علی البنایۃ وشرح الکنز لمسکین

ف۲: معروضۃ ۲۴۴ علی العلامۃ الشامی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

قد صرح فی عدۃ مواضع من الحلیۃ انہ لم یقف علیہ وھکذا صرح ھھنا ایضا حیث یقول اسلفت فی شرح خطبۃ الکتاب ان الظاھر ان مراد المصنف بالمحیط المحیط حسب الرضی لا الذخیرۃ وانی لم اقف علیہ نفسہ وراجعت محیط الامام رضی الدین السرخسی فلم ار لھذہ المسألۃ فیہ ذکرا اما الذخیرۃ فراجعتھا فرأیتہ اشار الیھا بما لفظہ قال القاضی الامام ابوعلی النسفی ذکر ھشام فی نوادرہ عن محمد اذا استیقظ فوجد البلل فی احلیلہ ولم یتذکر حلما اذا کان قبل النوم منتشرا لاغسل علیہ وان کان قبل النوم ساکنا کان علیہ الغسل قال ویبنغی ان یحفظ ھذا فان البلوی کثیر فیھا والناس عنھا غافلون انتھی اھ نعم لیس ھو فی المحیط البرھانی ایضا فقد نقل عنہ فی الھندیۃ بعین لفظ الذخیرۃ غیر انہ زاد بعد قولہ لاغسل علیہ الا ان یتیقن انہ منی وقال قال شمس الائمۃ الحلوانی ھذہ المسألۃ یکثر وقوعھا والناس عنھا غافلون فیجب ان تحفظ اھ وھکذا نقل عن المحیط فی شرح النقایۃ للبرجندی والرحمانیۃ الا انھما ترکا ذکر الامام ابی علی النسفی والبرجندی قول شمس الائمۃ ایضا ومعلوم[ف۱] ان المحیط اذا اطلق فی المتداولات کان المراد ھو المحیط البرھانی کما یعرفہ من لہ عنایۃ بخدمۃ الفقہ الحنفی وقال الامام ابن امیر الحاج فی الحلیۃ المحیط البرھانی ھو المراد من الطلاقہ لغیر واحد کصاحب الخلاصۃ والنھایۃ لا محیط الامام رضی الدین السرخسی اھ ثم الھندیۃ قد افصحت بمرادھا فانھا اذا اثرت عن البرھانی اطلقت واذا نقلت عن المحیط الرضوی قالت کذا فی محیط السرخسی **ثانیا**

اقول بلکہ[ف۲] محیط میں ہے تو اسکا رد ہے اوسمین صریح تصریح ہے کہ کھڑے بیٹھے چلتے لیٹے ہر طرح سونے کا تری دیکھنے میں ایک ہی حکم ہے

ففی[ف۳] الھندیۃ اذا نام الرجل قاعدا او قائما او ماشیا ثم استیقظ ووجد بللا فھذا وما لونام مضطجعا سواء کذا فی المحیط اھ **ثالثا اقول** منتہائے[ف۴] مسئلہ امام محمد ہی رضی اللہ تعالی عنہ اور انکے لفظ کریم ذخیرہ ومحیط وتبیین وفتح القدیر وغیرہا سے سُن چکے اونمیں اس نئے استثنا کا کہیں نشان نہیں **رابعا اقول** سونے[ف۵] کی طبعی وعادی وضع وہی لیٹ کر سونا ہے اور کھڑے بیٹھے چلتے سونا اتفاقی تو اگر لیٹ کر سونے میں بحال شہوت سابقہ علم یا احتمال مذی سے غسل نہ آتا اور دیگر اوضاع پر آتا اور علما مطلق بیان فرماتے کہ سونے سے پہلے شہوت ہونے میں غسل نہیں تو بعید نہ تھا کہ نادر صورتوں کا لحاظ نہ فرمایا نہ کہ خود لیٹ کر سونا ہی کہ اصل وضع خواب معروف ومعتاد ومتبادر الی الفہم ہے اس حکم سے مستثنے ہو پھر ائمہ کرام اور خود محرر مذہب رحمہم اللہ تعالی اوسکا استثنا چھوڑ جائیں یہ کس درجہ بعید و دور از کار ہے **خامسا اقول** امام شمس[ف۶] الائمہ حلوانی کا ارشاد کہ کتب کثیرہ اور خود منیہ میں اس تازہ استثنا کے ساتھ مذکور کہ یہ مسئلہ بکثرت واقع ہوتا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں تو اسکا حفظ کر رکھنا واجب ہے صاف بتا رہا ہے کہ اسکا تعلق صرف اوس صورت خواب سے ہرگز نہیں جو نادر الوقوع ہے سادساً اس تفرقہ پر کوئی دلیل بھی نہیں لما ما ابدا ہ فی الغنیۃ اذ قال عدم الغسل فیما اذا کان منتشرا انما ھو اذا نام قائما او قاعدا لعدم الاستغراق

ف۱: فائدہ: المحیط اذا اطلق فی الکتب المتداولۃ فالمراد بہ المحیط البرھانی لا المحیط السرخسی الرضوی۔

ف۲: تطفل علی الحلیۃ والمسکین۔

ف۳: مسئلہ: کھڑے بیٹھے چلتے لیٹے کسی طرح سو کر تری دیکھنے کے مسائل میں برابر ہے۔

ف۴: تطفل ثالث علیہم۔

ف۵: تطفل رابع علیہم۔

ف۶: تطفل خامس علیہم۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فی النوم عادۃ فلم یعارض سببیۃ الانتشار سبب اٰخر فحصل علی انہ ھو السبب وانما یتسبب عنہ المذی لا المنی والاضطجاع سبب الاسترخاء والاستغراق فی النوم الذی ھو سبب الاحتلام فعارض الانتشار فی السببیۃ فحکم بسببیتہ للاحتلام وان البلل منی رعی احتیاطا اھ وتبعہ السید ان ط وش ف۱ اقول لا تنتھض والتحقیق فان النوم کیفما کان لیس سببا قویا للاحتلام کما بیناہ وانما ینتھض موجبا اذا اعتضد بسبب وسیط او قریب والاضطجاع لا یسلب انعقاد سبب المذی قبل النوم بل لم یکن خروجہ ما ھیأہ ھو للخروج لتمام الاسترخاء فلم یثبت ان النوم احدث تلک البلۃ التی لا تنبعث الاعن شھوۃ فلم یبق الا مجرد المنام وھو ولو مضطجعا لیس سببا قویا للاحتلام ھذا علی طریقتنا واما علی طریقۃ الحلیۃ فلان الانتشار قد استولی علی المسبب بالسبق فلا وجہ لقطع النسبۃ عنہ الا بتذکر حلم او علم منی ولم یعھد الشرع ھھنا فارقا بین نوم ونوم حتی یسقط الترجیح بالسبق لبعض الاوضاع دون بعض لاجرم امام محقق ابن امیر الحاج نے حلیہ میں اس تفرقہ سے صاف انکار فرمایا حیث قال التفرقۃ غیر ظاھر الوجہ فلاجرم ان قال فی الخانیۃ اذا نام الرجل قائما او قاعدا او ماشیا فوجد منیا کان علیہ الغسل فی قول ابی حنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ تعالٰی بمنزلۃ ما لو نام مضطجعا اھ فاطلق فی الکل فان تم تقیید وجوب الغسل بالانتشار لاحدی الاحوال المذکورۃ فکذا فی باقیھا والا فالکل علی الاطلاق اذ لا یظھر بینھا فی ذلک افتراق اھ ورجح العلامتان ط وش ف۲ اثرا انکار الحلیۃ ھذا فی حواشی المراقی والدر واقراہ اقول غیر ان فی نقل ط وقع ھھنا اخلال یوھم من لم یطالع الحلیۃ انہ انما انکر التفرقۃ انکر نفس الثنیا وحکم بوجوب الغسل علی الاطلاق حیث قال تبعا قول الشرنبلالی اذا لم یکن ذکرہ منتشرا قبل النوم ما نصہ لم یفصل بین النوم مضطجعا وغیرہ کغیرہ وقال ابن امیر حاج التفرقۃ غیر ظاھرۃ الوجہ فالکل علی الاطلاق اذ لا یظھر بینھما افتراق اھ فان المراد بالکل اوضاع النوم المذکورۃ وبالاطلاق فی کلام الحلیۃ وجوب الغسل سواء کان منتشرا قبلہ اولا وھو لم یجزم بھذا الاطلاق بل بناہ علی ان لا یتم تقیید المسألۃ بما مر والا فالکل علی التقیید کما لا یخفی وما قدمنا من الایراد لم یجزم بہ ایضا انما قال لو قال قائل کذا لاحتاج الی الجواب اھ فلیتنبہ لذلک وباللہ التوفیق ثم ان المحقق الحلبی فی الغنیۃ بعد ذکر مسألۃ الثنیا قال وھی تؤید قولھما فی وجوب الغسل اذا تیقن انہ مذی ولم یتذکر الاحتلام اھ ف۳ اقول انما ھی عن محمد وانما تبتنی علی قولھما فکیف یؤید الشیئ بنفسہ ھذا

وقد خرجت العجالۃ فی صورۃ رسالۃ فلنسمھا **الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل**

حامدین للہ علی ما علم ومصلین علی ھذا الحبیب الاکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وبارک وسلم

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

ف۱: تطفل ۲۲۳ علی الغنیۃ وط وش

ف۲: معروضۃ ۲۲۴ علی العلامتین ط وش

ف۳: تطفل ۲۲۵ علی الغنیۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | مسئلہ ۱۷: ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ | نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو وغسل میں پانی کی کیا مقدار شرعاً معین ہے بینوا توجروا

فتوی ضمنی بارق النور فی مقادیر ماء الطھور ۱۳۲۶

بارق النور

فائدہ: مثقال و درہم و استار و رطل و مُد و صاع کا بیان

الجواب

ہم قبل بیان احادیث صاع و مُد و رطل کی مقادیر بیان کریں کہ فہم معنے آسان ہو صاع ایک پیمانہ ہے چار مُد کا اور مُد کہ اوسی کو مَن بھی کہتے ہیں ہمارے نزدیک دو۲ رطل ہے اور ایک رطل شرعی یہاں کے روپے سے چھتیس۳۶ روپے بھر کہ رطل بیس۲۰ استار ہے اور استار ساڑھے چار مثقال اور مثقال ساڑھے چار ماشے اور یہ انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے یعنی ڈھائی مثقال تو رطل شرعی کہ نوے۹۰ مثقال ہوا ڈھائی پر تقسیم کیے سے چھتیس۳۶ آئے تو صاع کہ ہمارے نزدیک آٹھ رطل ہے ایکسو اٹھاسی۱۸۸ روپے بھر ہوا یعنی رامپور کے سیر سے کہ چھیانوے۹۶ روپے بھر کا ہے پورا تین سیر اور مُد تین پاؤ۔ اور امام ابو یوسف و ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک صاع پانچ رطل اور ایک ثلث رطل کا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ چار مُد کا ایک صاع ہے تو اونکے نزدیک مُد ایک رطل اور ایک ثلث رطل ہوا یعنی رامپوری سیر سے آدھ سیر اور صاع دو سیر۔ اس بحث کی زیادہ تحقیق فتاوائے فقیر سے کتاب الصوم وغیرہ میں ہے اب حدیثیں سُنیے صحیحین میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل بالصاع الی خمسۃ امداد ویتوضأ بالمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک صاع سے پانچ مُد پانی تک سے نہاتے اور ایک مُد پانی سے وضو فرماتے صحیح مسلم و مسند احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ و شرح معانی الآثار امام طحاوی میں حضرت سفینہ اور مسند احمد و سنن ابی داود و ابن ماجہ و طحاوی میں بسند صحیح حضرت جابر بن عبداللہ نیز انھیں کتب میں بطرق کثیرہ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ بالمد ویغتسل بالصاع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مُد سے وضو اور ایک صاع سے غسل فرماتے اکثر احادیث اسی طرف ہیں اور انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث امام طحاوی کے یہاں یوں ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ من مد فیسبغ الوضوء وعسی ان یفضل منہ الحدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مُد سے تمام و کمال وضو وسعت و فراغت کے ساتھ فرما لیتے اور قریب تھا کہ کچھ پانی بچ بھی رہتا اور ابو یعلی و طبرانی و بیہقی نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند ضعیف روایت کیا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ بنصف مد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نصف مُد سے وضو فرمایا سنن ابی داود و نسائی میں ام عمارہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ فاتی باناء فیہ ماء قدر ثلثی المد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وضو فرمانا چاہا تو ایک برتن حاضر لایا گیا جس میں دو تہائی مُد کے قدر پانی تھا نسائی کے لفظ یہ ہیں فاتی بماء فی اناء قدر ثلثی المد ایک برتن میں کہ دو ثلث مُد کے قدر تھا پانی حاضر کیا گیا ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم کی صحاح میں عبداللہ بن زید رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے ہے ان رأى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ بثلث مد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک تہائی مُد سے وضو فرمایا **اقول** احادیث سے ثابت ہے کہ وضو میں عادت کریمہ تثلیث تھی یعنی ہر عضو تین بار دُھونا اور کبھی دو دو بار بھی اعضاء دھوئے رواہ البخاری عن عبد اللہ بن زید وابوداود والترمذی وصححہ وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ مرتین مرتین اور کبھی ایک ہی ایکبار دھونے پر قناعت فرمائی رواہ البخاری والدارمی وابوداود والنسائی والطحاوی وابن خزیمۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال توضأ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرۃ مرۃ وبمثلہ رواہ الطحاوی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وروی ایضا عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ مرۃ مرۃ وعن ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ ثلثا ثلثا ورأیتہ غسل مرۃ مرۃ غالباً جب ایک ایک بار اعضاء کریمہ دھوئے تہائی مُد پانی خرچ ہوا اور دو دو بار میں دو تہائی اور تین تین بار دھونے میں پورا مُد خرچ ہوتا تھا فان قلت لیس فی حدیث ام عمارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ بثلثی مد انما فیہ اتی بماء فی اناء قدر ثلثی مد **قلت**[۲۶۴] لیس غرضہا منہ الا بیان قدر ما توضأ بہ والا کان ذکر قدر الماء او الاناء فضلا لا طائل تحتہ علی انہا لم تذکر طلبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادۃ فافاد فحواہ انہ اجتزأ بہ ولعل ھذا ھو الباعث للعلامۃ الزرقانی اذ یقول فی شرح المواھب لابی داود عن ام عمارۃ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ بثلثی مد اھ والا فلفظ ابی داود ما قدسقتہ لک بالجملہ وضو میں کم سے کم تہائی مُد اور زیادہ سے زیادہ ایک مُد کی حدیثیں آئی ہیں اور حدیث ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا وضأت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی اناء نحو من ھذا الاناء وھی تشیر الی رکوۃ تأخذ مدا ومدا وثلثا رواہ سعید بن منصور فی سننہ وفی لفظ لبعضہم یکون مدا ومدا وربعا واصل الحدیث عنہا فی السنن الاربعۃ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس برتن سے وضو فرمایا جس میں ایک مُد یا سوا مُد اور دوسری روایت میں ہے ایک یا تہائی مُد پانی تھا تو یہ مشکوک ہے اور شک سے زیادت ثابت نہیں ہوتی ہاں صحیحین وسنن ابی داود ونسائی وطحاوی میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث یوں ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتوضأ بمکوک ویغتسل بخمسۃ مکاکی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مکوک سے وضو اور پانچ سے غسل فرماتے مکوک[۲] تین کیلہ ہے اور کیلہ نصف صاع تو مکوک ڈیڑھ صاع ہوا کما فی الصحاح والقاموس وغیرہما فی اقاویل اخر اور ایک صاع کو بھی کہتے ہیں بعض علما نے حدیث میں یہی مراد لی تو وضو کے لیے چار مُد ہو جائینگے مگر راجح یہی ہے کہ یہاں مکوک سے مُد مراد ہے جیسا کہ خود انہیں کی دیگر روایات میں تصریح ہے والروایات تفسر بعضہا بعضا امام طحاوی نے فرمایا احتمل ان یکون اراد بالمکوک المد لانہم کانوا یسمون المد مکوکا نہایۃ ابن اثیر جزری میں ہے اراد بالمکوک المد وقیل الصاع والاول اشبہ لانہ جاء فی حدیث اخر مفسرا بالمد والمکوک اسم للمکیال ویختلف مقدارہ باختلاف اصطلاح الناس علیہ فی البلاد رہا غسل تو اس میں کمی کی جانب یہ حدیث ہے کہ صحیح مسلم میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے انہا کانت تغتسل ھی والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی اناء واحد

[Margin:] لہ ھکذا عزاہ لہم الزرقانی فی شرح المواھب وقد احتج واقتصر علی الضبط قال وثلث لا فراداہ ونقلہ البعض عن ابن خزیمۃ وحبان ... وان الحافظ ابن حجر قال فی الثلث العبرۃ ... ھکذا قال واللہ تعالیٰ اعلم اھ منہ

[Margin:] ۲ م ایک حدیث ... تین ثلثی مد بالتثنیۃ ... ۱۲ منہ

فائدہ ۲ — مکوک وکیلہ کا بیان

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک برتن میں کہ تین مُد یا اسکے قریب کی گنجائش رکھتا نہا لیتے اسکے ایک معنی یہ ہوتے ہیں کہ دونوں کا غسل اوسی تین مُد پانی سے ہوجاتا تو ایک غسل کو ڈیڑھ ہی مُد رہا مگر علمانے اسے بعید جانکر تین توجیہیں فرمائیں اوّل یہ کہ یہ ہر ایک کے جداگانہ غسل کا بیان ہے کہ حضور اوسی ایک برتن سے جو تین مُد کی قدر تھا غسل فرما لیتے اور یونہی میں بھی ذکرہ الامام القاضی عیاض فانقلت فعلی ھذا یضیع قولھا فی اناء واحد فانما قصدھا بہ افادۃ اجتماعھا معہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الغسل من اناء واحد کما افصحت بہ فی الروایۃ الاخری کنت اغتسل انا ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اناء واحد تختلف ایدینا فیہ من الجنابۃ رواہ الشیخان وفی اخری لمسلم من اناء بینی وبینہ واحد فیبادرنی حتی اقول دع لی وللنسائی من اناء واحد یبادرنی وابادرہ حتی یقول دعی لی وانا اقول دع لی قلت لا یلزم ان لا ترید بھذا اللفظ کلما تکلمت بہ الا ھذہ الافادۃ فقد ترید ھھنا ان ذلک الاناء الواحد کان یکفیہ اذا اغتسل ولا یطلب زیادۃ ماء وکذلک انا اذا اغتسلت دوم یہاں مُد سے صاع مراد ہے قالہ ایضا صرفا لہ الی وفاق حدیث الفرق الاتی فانہ ثلثۃ اصع واقرہ النووی اقول یہ اسکا محتاج ہے کہ مُد بمعنی صاع زبان عرب میں آتا ہو اور اسمیں سخت تامل ہے صحاح وصراح ومختار وقاموس وتاج العروس لغات عرب مجمع البحار ونہایہ ومختصر السیوطی لغات حدیث وطلبۃ الطلبہ ومصباح المنیر لغات فقہ میں فقیر نے اسکا پتا نہ پایا اور بالفرض کہیں شاذ و نادر ورود ہو بھی تو اوسپر حمل تجوز بے قرینہ سے کچھ بہتر نہیں اما جعل امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز المد بثلثۃ امداد فحادث لا یحمل علیہ کلام ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سوم یہ کہ حدیث میں زیادہ کا انکار نہیں حضور وام المؤمنین صاع تین مُد سے نہائے ہوں اور جب پانی ہوچکا اور زیادہ فرما لیا ہو ابداہ الامام النووی حیث قال یجوز ان یکون وقع ھذا فی بعض الاحوال وزادہ لما فرغ اقول یہ بھی بعید ہے کہ اس تقدیر پر ذکر مقدار عبث وبیکار ہوا جاتا ہے تو قریب تر وہی توجیہ اول ہے وانا اقول لو حمل علی الاشتراک لم یمتنع فقد قدمنا روایۃ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ بنصف مُد وروی عن الامام محمد رحمہ اللہ تعالٰی انہ قال ان المغتسل لا یمکن ان یعم جسدہ باقل من مد ذکرہ العینی فی العمدۃ فافاد امکان تعمیم الجسد بمد فکان المجموع مدا ونصفا واللہ تعالٰی اعلم اور جانب زیادت ہیں اوس قول کی تضعیف تو اوپر گزری کہ مکوک سے صاع مراد ہے جس سے غسل کے لیے پانچ صاع ہوجائیں ہاں موطائے مالک وصحیح مسلم وسنن ابی داود میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یغتسل من اناء واحد ھو الفرق من الجنابۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک فَرَق سے غسل فرماتے فَرَق میں اختلاف ہے اکثر تین صاع کہتے ہیں اور بعض دو صاع ففی الحدیث عند مسلم قال سفین والفرق ثلثۃ اصع وکذلک ھو نص

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الامام الطحاوی وقال النووی کذا قاله الجماهیر ام قال العینی وقیل صاعان اھ وقال الامام نجم الدین النسفی فی طلبۃ الطلبۃ ھو اناء یاخذ ستۃ عشر رطلا اھ وھکذا فی نھایۃ ابن الاثیر وصحاح الجوھری وکذا نقلہ فی الطلبۃ عن القتبی ونقل عن شرح الغریبین انہ اثنا عشر مدا اھ وقال ابو داود سمعت احمد بن حنبل یقول الفرق ستۃ عشر رطلا ونقل الحافظ فی الفتح عن ابی عبد اللّٰہ الاتفاق علیہ وعلی انہ ثلثۃ اصع قال لعلہ یرید اتفاق اھل اللغۃ اھ

اقول ویتراأی لی ان لا خلف فان ستۃ عشر رطلا صاعان بالعراق وثلثۃ اصوع بالحجاز۔ امام نووی اس حدیث سے یہ جواب دیتے ہیں کہ پورے فَرَق سے تنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا غسل فرمانا مراد نہیں کہ یہی حدیث صحیح بخاری میں یوں ہے کنت اغتسل انا والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اناء واحد من قدح یقال لہ الفرق میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک برتن سے نہاتے وہ ایک قدح تھا جسے فَرَق کہتے۔ **اقول** یہ لفظ اجتماع میں نص نہیں کما قدمنا فلا ینبغی الجزم بان الانفراد غیر مراد بل لقائل ان یقول مخرج الحدیث الزھری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا فروی عن الزھری مالک ومن طریقہ مسلم وابو داود باللفظ الاول وابن ابی ذئب عند البخاری والطحاوی باللفظ الثانی تابعہ معمر وابن جریج عند النسائی وجعفر بن برقان عند الطحاوی وروی عنہ اللیث عند النسائی وسفین بن عیینۃ عندہ وعند مسلم بلفظ کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل فی القدح وھو الفرق وکنت اغتسل انا وھو فی الاناء الواحد ولفظ سفین من اناء واحد فیشبہ ان تکون ام المؤمنین رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا انت بحدیثین اغتسالہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم من الفرق واغتسالھما من اناء واحد فاقتصر منھما مالک علی الحدیث الاول وجمع بینھما ابن ابی ذئب ومتابعوہ واتی بھما سفین واللیث مفصلین واللّٰہ تعالٰی اعلم۔ امام طحاوی فرماتے ہیں حدیث میں صرف برتن کا ذکر ہے کہ اس ظرف سے نہاتے بھرا ہونا مذکور نہیں۔

اقول صرف برتن کا ذکر قلیل الجدوی ہے اس سے ظاہر مفاد وہی مقدار آب کا ارشاد ہے خصوصًا حدیث لیث وسفین میں لفظ فی سے تعبیر کہ ایک قدح میں غسل فرماتے اذ من المعلوم ان لیس المراد الظرفیۃ اور حدیث مالک میں لفظ واحد کی زیادت اذ من المعلوم ان لیس المراد نفی الغسل من غیرہ قط بہرحال اسقدر ضرور ہے کہ حدیث اس معنی میں نص صریح نہیں زیادت کا صریح نص او سیقدر ہے جو حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ میں گزرا کہ پانچ مُد سے غسل فرماتے اور پھر بھی اکثر و اشہر وہی وضو میں ایک مُد اور غسل میں ایک صاع ہے اور احادیث کے ارشادات قولیہ تو خاص اسی طرف ہیں امام احمد و ابوبکر بن ابی شیبہ و عبد بن حمید و اثرم و حاکم و بیہقی جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں یجزئ من الغسل الصاع ومن الوضوء المد غسل میں ایک صاع اور وضو میں ایک مُد کفایت کرتا ہے۔ ابن ماجہ سنن میں حضرت

ف: تعقب ثالث علی الامام النووی

ف: تطفل ما علی الامام السید الاجل الطحاوی

ف: رد علی الشوکانی اذ زعم انہ لم یخرجہ ابو داود بل لفظہ ... اقول ... ابو داود ... ابن ماجۃ وان اللفظ ... اصلا

ف: کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل بالصاع ویتوضأ بالمد

ف: رضی اللہ تعالٰی عنہم

عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں یجزئ من الوضوء مد ومن
الغسل صاع وضو میں ایک مُد غسل میں ایک صاع کافی ہے طبرانی معجم اوسط میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں فذکر مثل حدیث عقیل غیر انہ قال فی مکان من فی الموضعین امام
احمد انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں یکفی احدکم مد من الوضوء تم میں ایک
شخص کے وضو کو ایک مُد بہت ہے ابونعیم معرفۃ الصحابہ میں ام سعد بنت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الوضوء مد والغسل صاع وضو ایک مُد اور غسل ایک صاع ہے اقول آب
یہاں چند امر تنقیح طلب ہیں امر اول صاع اور مُد باعتبار وزن مراد ہیں یعنی دو اور آٹھ رطل وزن کا پانی ہو کہ رامپور کے سیر سے وضو
میں تین پاؤ اور غسل میں تین سیر پانی ہوا اور امام ابویوسف و ائمہ ثلٰثہ کے طور پر وضو میں آدھ سیر اور غسل میں دو سیر اور جانب کمی وضو
میں پونے تین چھٹانک سے بھی کم اور غسل میں ڈیڑھ ہی سیر یا باعتبار کیل و پیمانہ یعنی اتنا پانی کہ ناج کے پیمانہ مُد یا صاع کو بھر دے
ظاہر ہے کہ پانی ناج سے بھاری ہے تو پیمانہ بھر پانی اوس پیمانے کے رطلوں سے وزن میں زائد ہوگا کلمات ائمہ میں معنی دوم کی تصریح
ہے اور اسی طرف بعض روایات احادیث ناظر امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں باب الغسل بالصاع ای
بالماء قدر ملء الصاع امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں المراد من الروایتین ان الاغتسال
وقع بملء الصاع من الماء امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں ای بالماء الذی ہو قدر ملء الصاع نیز عمدۃ القاری
میں حدیث طحاوی مجاہد سے باین الفاظ ذکر کی قال دخلنا علی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فاستسقی بعضنا فاتی بعس قالت عائشۃ کان
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل بملء ھذا قال مجاھد فحزرتہ فیما احزر ثمانیۃ ارطال تسعۃ ارطال عشرۃ ارطال قال واخرجہ النسائی فقال
حزرتہ ثمانیۃ ارطال ای من وزن الماء اقول ظاہر ہے کہ پیمانے ناج کے لیے ہوتے ہیں پانی کیل نہیں کہ اوس کے لیے کوئی مُد و صاع جدا موضوع
ہوں بل نص علماؤنا انہ قیمی فاذن لاھو مکیل ولا موزون تو اندازہ نہ بتایا گیا مگر اونہیں مد و صاع سے جو ناج کے لیے تھے
اور کسی برتن سے پانی کا اندازہ بتایا جائے تو اوس سے یہی مفہوم ہوگا کہ اس بھر پانی نہ یہ کہ اس برتن میں جتنا ناج آئے اوسکے
وزن کے برابر پانی وھذا ظاھر جدا فاندفع ما وقع للعلامۃ علی القاری فی المرقاۃ شرح المشکوۃ حیث قال تحت حدیث
انس کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ بالمد ویغتسل بالصاع المراد بالمد والصاع وزنا لا کیلا اھ فھذا
قیلہ من قبلہ لم یستند فیہ لدلیل ولا قیل لاحد قبلہ واسمعناک نصوص العلماء والحجۃ الزھراء فان قلت الیس
قد قال انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ برطلین ویغتسل بالصاع
رواہ الامام الطحاوی والرطل من الوزن قلت المراد بالرطلین ھو المد بدلیل حدیثہ المذکور سابقا فالاحادیث

ف ۱: تطفل ۳۶ علی العلامۃ علی القاری
ف ۲: تطفل ۳۶ اٰخر علیہ

یفسر بعضہا بعضا بل قد اخرج الامام الطحاوی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ بالمد وھو رطلان فاتضح المراد وبھذا استدل ائمتنا علی ان الصاع ثمانیۃ ارطال ولذا قال الامام الطحاوی بعد اخراجہ الحدیث الذی تمسکت بہ فی السؤال فھذا انس قد اخبران مد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رطلان والصاع اربعۃ امداد فاذا ثبت ان المد رطلان ثبت ان الصاع ثمانیۃ ارطال اھ فقد جعل معنی قولہ توضأ برطلین توضأ بالمد وھو رطلان کما افصح بہ فی الروایۃ الاخری علی ان الرطل مکیال ایضا کما نص علیہ فی المصباح المنیر واللہ تعالٰی اعلم اھ دوم غسل میں کہ ایک صاع پانی ہے اوس سے مراد مع اوس وضو کے ہے جو غسل میں کیا جاتا ہے یا وضو سے جدا امام اجل طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے معنی دوم پر تنصیص فرمائی اور وہ جو اکثر احادیث میں ایک صاع اور حدیث انس میں پانچ مُد ہے اوس میں یہ تطبیق دی کہ ایک مُد وضو کا اور ایک صاع بقیہ غسل کا یوں غسل میں پانچ مُد ہوگئے حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ یغتسل بخمس مکاکی روایت کرکے فرماتے ہیں یکون الذی کان یتوضأ بہ مدا ویکون الذی یغتسل بہ خمسۃ مکاکی یغتسل باربعۃ منھا وھی اربعۃ امداد وھی صاع ویتوضأ بالاٰخر وھو مد فجمع فی ھذا الحدیث ما کان یتوضأ بہ للجنابۃ وما کان یغتسل بہ لھا وافرد فی حدیث عتبۃ (یعنی الذی فیہ الوضوء بمد والغسل بصاع) ما کان یغتسل بہ لھا خاصۃ دون ما کان یتوضأ بہ اھ **اقول** [۱] لکن حدیث یغتسل بالصاع الی خمسۃ امداد لیس فی التوزیع بل فی التنویع کما لایخفی ای ان الغسل نفسہ کان تارۃ باربعۃ وتارۃ بخمسۃ سواء ارید بہ اسالۃ الماء علی سائر البدن وحدھا او مع الوضوء اھ سوم یہ صاع کس ناج کا تھا ظاہر ہے کہ ناج ہلکے بھاری ہیں جس پیمانہ میں تین سیر جَو آئیں گے گیہوں تین سیر سے زیادہ آئیں گے اور ماش ورمی بزائد ابوشجاع ثلجی نے صدقۂ فطر میں ماش یا مسور کا پیمانہ لیا کہ انکے دانے یکساں ہوتے ہیں تو انکا کیل و وزن برابر رہیگا بخلاف گندم یا جَو کہ ان میں بعض کے دانے ہلکے بعض کے بھاری ہوتے ہیں تو دو قسم کے گیہوں اگرچہ ایک ہی پیمانے سے لیں وزن میں مختلف ہوسکتے ہیں اور اسی طرح جَو۔ درمختار میں اسی پر اقتصار کیا اور امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں فرمایا کہ احوط کھرے گیہوں کا صاع ہے اور علامہ شامی نے ردالمحتار میں جَو کا صاع احوط بتایا اور محشی زیلعی السید محمد امین میر غنی سے نقل کیا ان الذی علیہ مشایخنا بالحرم الشریف المکی ومن قبلھم من مشایخھم وبہ کانوا یفتون تقدیرہ بثمانیۃ ارطال من الشعیر یعنی حرم مکہ معظمہ میں ہمارے مشایخ اور اون سے پہلے اونکے مشایخ اسپر ہیں کہ آٹھ رطل جَو سے صاع کا اندازہ کیا جائے اور یہ اکابر اسی پر فتوے دیتے تھے **اقول** [۲] ظاہر ہے کہ صاع اوس ناج کا تھا جو اوس زمان برکت نشان میں عام طعام تھا اور معلوم ہے کہ وہاں عام طعام جَو تھا گیہوں کی کثرت زمانۂ امیر معویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہوئی حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے لما کثر الطعام فی زمن معویۃ جعلوہ مدین من حنطۃ شرح صحیح مسلم امام نووی میں ہے الطعام فی عرف اھل الحجاز اسم للحنطۃ خاصۃ صحیح ابن خزیمہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے قال لم تکن الصدقۃ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ: زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ صدقۂ فطر و فدیۂ روزہ و نماز و کفارۂ قسم وغیرہ میں [illegible]

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الا التمر والزبيب والشعير ولم تكن الحنطة صحیح بخاری شریف میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کان طعامنا یومئذ الشعیر الخ اور اس سے قطع نظر بھی ہو تو شک نہیں کہ مد وصاع کا اطلاق مد وصاع شعیر کو بھی شامل تو اوس پر عمل ضرور اتباع حدیث کی حد میں داخل۔ فقیر نے ۲ ماہ مبارک رمضان ۱۳۰۰ھ کو نیم صاع شعیری کا تجربہ کیا جو ٹھیک چار رطل جو کا پیمانہ تھا اوس میں گیہوں برابر ہموار سطح بھر کر تولے تو تین رطل کم پانچ رطل آئے یعنی ایکسو چوالیس روپے بھر جو کی جگہ ایکسو چھہتر روپے آٹھ آنے بھر گیہوں کہ بریلی کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر ہوئے یہ محفوظ رکھنا چاہیے کہ صدقہ فطر وکفارات و فدیہ صوم و صلاۃ میں اسی اندازہ سے گیہوں ادا کرنا احوط وانفع للفقراء ہے اگرچہ اصل مذہب پر بریلی کی تول سے چھ روپے بھر کم ڈیڑھ سیر گیہوں ہیں پھر اوسی پیمانے میں پانی بھر کر وزن کیا تو دوسو چودہ روپے بھر ایک دوانی کم آیا کہ کچھ کم چھ رطل ہوا تو تنہا [ف۱] وضو کا پانی رامپوری سیر سے تقریباً آدھ پاؤ سیر ہوا اور باقی غسل کا قریب ساڑھے چار سیر کے اور مجموع غسل کا چھٹانک اوپر ساڑھے پانسیر سے کچھ زیادہ۔ یہ بحمد اللہ تعالٰی قریب قیاس ہے بخلاف اسکے اگر تنقیحات مذکورہ نہ مانی جائیں تو مجموع غسل کا پانی صرف تین سیر رہتا ہے اور امام ابویوسف کے طور پر دو ہی سیر اوسی میں وضو اوسی میں غسل اور ہر عضو پر تین تین بار پانی کا بہنا یہ سخت دشوار بلکہ بہت دور از کار ہے [ف۲] **فائدہ** اون پانیوں کے بیان میں جو اس حساب سے جدا ہیں (۱) آب استنجا۔ ہمارے [ف۳] علما نے وضو کی تقسیم یوں فرمائی ہے کہ آدمی موزوں پر مسح کرے اور استنجے کی حاجت نہ ہو تو نیم مد پانی کافی ہے اور موزے اور استنجا دونوں ہوں یا دونوں نہ ہوں تو ایک مد اور موزے نہ ہوں اور استنجا کرنا ہو تو ڈیڑھ مد حلیہ میں ہے روی الحسن عن ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه فی الوضوء ان کان متخففا ولا یستنجی کفاہ رطل لغسل الوجه والیدین ومسح الراس والخفین وان کان یستنجی کفاہ رطلان رطل للاستنجاء ورطل للباقی وان لم یکن متخففا ویستنجی کفاہ ثلثة ارطال رطل للاستنجاء ورطل للقدمین ورطل للباقی (۲) ظاہر ہے کہ اگر بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ ہو جیسے حاجت غسل میں ران وغیرہ پر منی تو اوسکی تطہیر کا پانی اس حساب میں نہیں اور یہیں سے ظاہر کہ بعد جماع اگر کپڑا نہ ملے تو پانی کہ آب استنجے کو درکار ہوگا معمول سے بہت زائد ہوگا (۳) پیش از استنجا تین [ف۴] بار دونوں ہاتھ کلائیوں تک دھونا مطلقاً سنت ہے اگرچہ سوتے سے نہ جاگا ہو یہ اوس سنت سے جدا ہے کہ وضو کی ابتدا میں تین بار ہاتھ دھوئے جاتے ہیں سنت یوں ہے کہ تین بار ہاتھ دھو کر استنجا کرے پھر آغاز وضو میں بار دیگر تین بار دھوئے پھر [ف۵] مونھ دھونے کے بعد جو ہاتھ کہنیوں تک دھوئیگا اوس میں بھی ناخن دست سے کہنیوں کے اوپر تک دھوئے تو دونوں کف دست تین مرتبہ دھوئے جائیں گے ہر مرتبہ تین تین بار۔ اخیر کے دونوں داخل حساب وضو ہیں اور اول خارج ہاں اگر استنجا کرنا نہ ہو تو دو ہی مرتبہ تین تین بار دھونا رہیگا درمختار میں ہے (سنته البداءة بغسل الیدین) الطاهرتین ثلثا قبل الاستنجاء وبعده وقیده بالاستیقاظ اتفاقی (الی الرسغین وهو) سنة (ینوب عن الفرض) ویسن غسلهما ایضا مع الذراعین اھ ملتقطا ردالمحتار میں ہے خص المصنف بالمستیقظ تبرکا بلفظ الحدیث والسنة تشمل المستیقظ

مسئلہ ۱: تنہا وضو کا مسنون پانی رامپوری سیر سے تقریباً آدھ پاؤ سیر اور باقی غسل کا ساڑھے چار سیر سے... اور مجموع غسل کا چھٹانک اوپر ساڑھے پانسیر سے کچھ زیادہ

فائدہ ۲: اون پانیوں کا بیان جو اس حساب کے علاوہ ہیں

مسئلہ ۳: حالت وضو پر مسنون پانی کے اختلاف...

مسئلہ ۴: استنجے سے پہلے تین بار دونوں ہاتھ کلائیوں تک دھونا سنت ہے اگرچہ سوتے سے نہ جاگا ہو

مسئلہ ۵: وضو کی ابتدا میں جو دونوں ہاتھ کلائیوں تک تین بار دھوئے جاتے ہیں... پھر جو ہاتھ دھوئے... دونوں کف دست... کہنیوں سے اوپر تک تین تین بار دھوئے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وغیرہ وعلیہ الاکثرون اھ وفی النھر الاصح الذی علیہ الاکثر انہ سنۃ مطلقا لکنہ عند توھم النجاسۃ سنۃ مؤکدۃ کما اذا نام لاعن استنجاء اوکان علی بدنہ نجاسۃ وغیر مؤکدۃ عند عدم توھمھا کما اذا نام لاعن شیئ من ذلک اولم یکن مستیقظا عن نوم اھ ونحوہ فی البحر اھ **اقول** ۳۲۹ ووجھہ ان النجاسۃ اذا کانت محققۃ کمن نام غیر مستنج واصابۃ الید فی النوم غیر معلومۃ کانت النجاسۃ متوھمۃ اما اذا لم تکن نفسھا محققۃ فالتنجس یکون توھما علی توھم فلا یورث تاکد الاستنان فان قلت الیس ان النوم مظنۃ الانتشار والانتشار مظنۃ الامذاء او النقض کالمتحقق فالنوم مطلقا محل التوھم **قلت** ۳۳۰ بینا فی رسالتنا الاحکام والعلل ان الانتشار لیس مظنۃ الامذاء بمعنی المفضو الیہ غالبا وقد نص علیہ فی الحلیۃ فان قلت انما علق فی الحدیث الحکم علی مطلق النوم وعللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بقولہ فانہ لا یدری این باتت یدہ والنوم لاعن استنجاء ان ارید بہ نفیہ مطلقا فمثلہ بعید عن ذوی النظافۃ فضلا عن الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنھم وھم المخاطبون اولا بقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا استیقظ احدکم من نومہ وان ارید خصوص الاستنجاء بالماء فالصحیح المعتمد ان الاستنجاء بالحجر طھر اذا لم تتجاوز النجاسۃ المخرج اکثر من قدر الدرھم کما بینتہ فیما علقتہ علی رد المحتار فلا یظھر فرق بین الاستنجاء بالماء وترکہ فی ایراث التوھم وعدمہ **قلت** ۳۳۱ الحدیث لافادۃ الاستنان اما تاکدہ عند تحقق النجاسۃ فی البدن فبالفحوی فان قلت ھذا البحر قائلا فی البحر اعلم ان الابتداء بغسل الیدین واجب اذا کانت النجاسۃ محققۃ فیھما وسنۃ عند ابتداء الوضوء وسنۃ مؤکدۃ عند توھم النجاسۃ کما اذا استیقظ من النوم اھ فھذا نص فی کون کل نوم موجب تاکد الاستنان **قلت** ۳۳۲ ف ۲۰ نعم ارسل ھنا ما ابان تقییدہ بعد اسطر اذ یقول ثم بما قررناہ ان ما فی شرح المجمع من ان السنۃ فی غسل الیدین للمستیقظ مقیدۃ بان یکون نام غیر مستنج اوکان علی بدنہ نجاسۃ حتی لو لم یکن کذلک لا یسن فی حقہ ضعیف اوالمراد نفی السنۃ المؤکدۃ لا اصلھا اھ والجواب قال فی الحلیۃ ھو مع الاستیقاظ اذا توھم النجاسۃ آکد اھ فلم یجعل کل نوم محل توھم **اقول** ۳۳۳ وھو معنی قول الفتح قیل سنۃ مطلقا للمستیقظ وغیرہ وھو الاولی نعم مع الاستیقاظ وتوھم النجاسۃ السنۃ آکد اھ فاراد بالواو الاجتماع لترتب الحکم لا لمجرد التشریک فی ترتیبہ وان کان کلامہ مطلقا فی المستیقظ وغیرہ والتوھم غیر مختص بالمستیقظ علی ان السنن الغیر المؤکدۃ بعضھا آکد من بعض فافھم (۳۴) **اقول** ۳۳۴

ف ۲۱ اگرچہ مسواک ہمارے نزدیک سنتِ وضو ہے خلافا للامام الشافعی رضی اللہ تعالی عنہ فعندہ سنۃ الصلاۃ کما فی البحر وغیرہ ولہذا جو ایک وضو سے چند نمازیں پڑھے ہر نماز کے لیے مسواک کرنا مطلوب نہیں جب تک منہ میں کسی وجہ سے تغیر نہ آگیا ہو کہ اب اس رفع تغیر کے لیے مستقل سنت ہوگی ہاں وضو بے مسواک کرلیا ہو تو اب پیش از نماز کرلے کما فی الدر وغیرہ مگر اوس کے وقت ف ۲۲ میں ہمارے

یہاں اختلاف ہے بدائع وغیرہ معتمدات میں قبل وضو فرمایا اور مبسوط وغیرہ معتبرات میں وقت مضمضہ یعنی وضو میں کُلّی کرتے وقت سلیہ میں ہے وقت استعمالہ علی مافی روضۃ الناطفی والبدائع ونقلہ الزاهدی عن کفایۃ البیہقی والوسیلۃ والشفا قبل الوضوء وربما یشهد له مافی صحیح مسلم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ تسوک وتوضأ ثم قام فصلی وفی سنن ابی داود عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایرقد من لیل ولا نہار فیستیقظ الا تسوک قبل ان یتوضأ وفی المحیط وتحفۃ الفقہاء وزاد الفقہاء ومبسوط شیخ الاسلام عند المضمضۃ تکمیلا للانقاء واخرج الطبرانی عن ابی ایوب قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا توضأ استنشق ثلثا وتمضمض وادخل اصبعہ فی فمہ وھذا ربما یدل علی ان وقت الاستیاک حالۃ المضمضۃ فان الاستیاک بالاصبع بدل عن الاستیاک بالسواک والاصل کون الاشتغال بالبدل وقت الاشتغال بالاصل اھ مختصرا **اقول** ھکذا فی نسختی الحلیۃ عن ایوب فان کان عن ابی ایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ واسقط الناسخ والا فمرسل والظاہر الاول فان للطبرانی حدیثا عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فی صفۃ الوضوء لکن لفظہ کما فی نصب الرایۃ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا توضأ تمضمض واستنشق وادخل اصابعہ من تحت لحیتہ فخللہا ام فاللہ تعالٰی اعلم وعلی کل لایخلو عن ابعاد النجعۃ فقد اخرج الامام احمد فی مسندہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ انہ دعا بکوز من ماء فغسل وجہہ وکفیہ ثلثا وتمضمض ثلثا فادخل بعض اصابعہ فی فیہ وقال فی اخرہ ھکذا کان وضوء نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونحوہ عند عبد بن حمید عن ابی مطر عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ثم **اقول** لیس نصا فی کونہ بدلا عن السواک فقد تدخل الاصبع فی الفم لاستخراج النخاع مثلا واشار الیہ المحقق بقولہ ربما یدل علی انی **اقول** معلوم ضرورۃ شدۃ حبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للسواک وانما فعل ھذا مرۃ بیانا للجواز فلیکن کونہ عند المضمضۃ ایضا لذلک ای من لم یستک بعود مثلا ولا سواک عندہ الان فلیستک بالاصابع حین المضمضۃ وبھذا تضعف الدلالۃ نعم روی ابو عبید فی کتاب الطهور عن امیر المؤمنین عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ کان اذا توضأ یسوک فاہ باصبعہ لکن **اقول** معترک عظیم فی دلالۃ کان یفعل علی الاستمرار بل علی التکرار ولی فیہا رسالۃ سمیتہا التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل فان اخترنا ان لا لم یدل علی الاستناد او نعم فما کان عثمٰن لیواظب علی ترک السواک فی محلہ مع انہم الائمۃ الاعلام العاضون بنواجذہم علی سنن سید الانام علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام فاذن ینفسح فی الذہن واللہ اعلم ان السنۃ السواک قبل الوضوء وان العلاج باصبعہ عند المضمضۃ لکنی لا اجترئ علی القول بھذا لانی لم اجد احدا من ائمتنا مال الیہ فان قلت ما حملک علی التقیید بقولک ولا سواک عندہ الان مع ان ابن عدی والدارقطنی والبیہقی والضیاء فی المختارۃ رووا عن

ع: ھکذا فی نسختی الحلیۃ بالواو والذی فی صحیح مسلم رجع فتسوک وتوضأ ثم قام فصلی والظاہر انہ سقط الالف المراد ام

ف: تطفل ۱۵۱ علی الحلیۃ

ف: تطفل ۲۵۲ آخر علیہا

انس بسند قال الضیاء لا ادری به باسا اھ وقد ضعفه ابن عدی والبیہقی وقال البخاری فـ۱ فی راویه عن انس عبد الحکم القسملی منکر الحدیث وقال فی التقریب ضعیف انه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یجزئ من السواک الاصابع ورواہ البیہقی بطریق اخر وقال غیر محفوظ ونحوہ للطبرانی وابن عدی وابی نعیم عن ام المؤمنین الصدیقة رضی الله تعالٰی عنہا **قلت** روی ابونعیم فی کتاب السواک عن عمرو بن عوف المزنی رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الاصابع تجزئ مجزی السواک اذا لم یکن سواک وقد اجتزء علماؤنا فـ۲ علی هذا التقیید قال فی الحلیة لایقوم الاصبع مقام السواک عند وجودہ فان لم یوجد یقوم مقامه ذکرہ فی الکافی وغیرہ یعنی ینال ثوابه کما ذکرہ فی الخلاصة اھ وفی الغنیة لاتقوم الاصبع مقام العود عند وجودہ وتجویز بعض الشافعیة اصبع الغیر دون اصبع نفسه تحکم بلادلیل اھ وفی الہندیة عن المحیط والظہیریة لاتقوم الاصبع مقام الخشبة فان لم توجد فحینئذ تقوم الاصبع من یمینه مقام الخشبة اھ وفی الدر عند فقدہ او فقد اسنانه تقوم الخرقة الخشنة او الاصبع مقامه کما یقوم العلک مقامه للمرأۃ مع القدرۃ علیه اھ وھو ماخوذ من البحر وزاد فیه تقوم فی تحصیل الثواب لاعند وجودہ اھ امام زیلعی نے قول دوم اختیار فرمایا کما سیاتی نقلہ اور امام ابن امیر الحاج کے کلام سے اوسکی ترجیح مستفاد حیث قال فی اداب الوضوء تحت قول المنیة وان یستاک بالمسواک ان کان والا فبالاصبع کون الادب فی فعله ان یکون فی حالة المضمضة علی قول بعض المشائخ اھ جسکا مفاد یہ ہے کہ اکثر علما قول اول پر ہیں۔ علامہ حسن شرنبلالی شرح وہبانیہ میں فرماتے ہیں قوله واعتاقه بعض الائمة ینکر مفهومه ان اکثر الائمة یجوزہ اور یہ کہ قول دوم نامعتمد ہے رد المحتار باب صفة الصلاۃ میں ہے قوله لاباس به عند البعض اشار بہذا الی ان ھذا القول خلاف المعتمد اور بحر الرائق میں دوم کو قول اکثر بتایا اور بہتر ٹھہرایا اور اوسی کے اتباع سے در مختار میں تضعیف اول کی طرف اشارہ کیا نہایہ وعنایہ وفتح میں دوم پر اقتصار فرمایا نہایہ وہندیہ میں ہے الاستیاک ھو وقت المضمضة عنایہ میں ہے یستاک عرضا لاطولا عند المضمضة فتح القدیر میں ہے قوله والسواک ای الاستیاک عند المضمضة بحر میں ہے اختلف فی وقته ففی النہایة وفتح القدیر انه عند المضمضة وفی البدائع والمجتبی قبل الوضوء والاکثر علی الاول وھو الاولی لانه الاکمل فی الانقاء شرح نقایہ برجندی میں ہے وعلیه الاکثرون **اقول** وبالله التوفیق اولا فـ۵ یہ معلوم ہو کہ دربارۂ سواک کلمات علما مختلف ہیں کہ سنت ہے یا مستحب عامہ متون میں سنت ہونے کی تصریح فرمائی اور اسی پر اکثر ہیں صغیری میں اسی کو اصح کہا جوہرہ نیرہ ودرمختار میں سنت مؤکدہ ہونے پر جزم کیا لیکن ہدایہ واختیار میں استحباب کو اصح اور تبیین وخیر مطلوب میں صحیح بتایا فتح میں اسی کو حق ٹھہرایا حلیہ وبحر نے اونکا اتباع کیا علامہ ابراہیم حلبی فرماتے ہیں قد عدہ القدوری والاکثرون من السنن وھو الاصح رد المحتار میں ہے وعلیه المتون در مختار میں ہے السواک سنة مؤکدۃ کما فی الجوہرۃ ہدایہ میں ہے الاصح انه مستحب امام زیلعی فرماتے ہیں الصحیح انہما مستحبان یعنی السواک والتسمیة

ف۱: تضعیف عبد الحکم القسملی

ف۳: ھذا قول بعض المشائخ مفادہ ان الاکثر علی خلافه

ف۴: نسبة قول الی البعض تفید انه خلاف المعتمد

ف۵: مسئلہ

لانھما لیسا من خصائص الوضوء محقق علی الاطلاق فرماتے ہیں الحق انہ من مستحبات الوضوء امام ابن امیر الحاج بعد ذکر احادیث فرماتے ہیں ھذا عند التحقیق انما یفید الاستحباب فلاجرم ان قال فی خیرمطلوب ھو الصحیح وفی الاختیار قالوا والاصح انہ مستحب علامہ خیر الدین رملی قول بحر دربارۂ استحباب نقلا عن الفتح ھو الحق پر قول صغیری دربارہ سنیت ھو الاصح نقل کرکے فرماتے ہیں فقد علم بذلک اختلاف التصحیح اھ کما فی المنحۃ اقول [391] جب تصحیح مختلف ہو تو متون پر عمل لازم کما نصوا علیہ قول سنیت کی ایک وجہ ترجیح یہ ہوئی وجہ دوم [392] خود امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سنیت پر نص ہے امام عینی فرماتے ہیں المنقول عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ علی ماذکرہ صاحب المفید ان السواک من سنن الدین اھ نقلہ الشلبی علی الکنز بلکہ ہمارے صاحب مذہب کے تلمیذ جلیل امام الفقہاء امام المحدثین امام الاولیاء سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا اگر کسی بستی کے لوگ سنت مسواک کے ترک پر اتفاق کریں تو ہم ان پر اسی طرح جہاد کریں گے جیسا مرتدوں پر کرتے ہیں تاکہ لوگ اس سنت کے ترک پر جرأت نہ کریں فتاوٰی حجہ میں ہے قال عبد اللہ بن المبارک لو ان اھل قریۃ اجتمعوا علی ترک سنۃ السواک نقاتلھم کما نقاتل المرتدین کیلا یجترئ الناس علی ترک سنۃ السواک وھو من احکام الاسلام حلیہ میں اسے نقل کرکے فرمایا وھذا یفید انہ من سنن الدین کما حکاہ قولا فی المفید ولیس ببعید وجہ سوم [393] یہی اقوی من حیث الدلیل ہے کہ احادیث متوافرہ اس کی تاکید اور اس میں قولاً وفعلاً اہتمام شدید پر ناطق جنسے کتب احادیث مملو ہیں بلکہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اس پر مواظبت مداومت گویا ضروریات وبدیہیات سے ہے ہر شخص کہ احوال قدسیہ پر مطلع ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس پر مداومت فرمانا جانتا ہے خود ہدایہ میں فرمایا والسواک لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یواظب علیہ تبیین میں فرمایا وقد واظب علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسی طرح کافی امام نسفی وغیرہ میں ہے وسیرد علیک بقیۃ الکلام فی اتمام تقریب المرام بعون الملک العلام ثانیاً سنیت کو مواظبت درکار اب ہم وضو میں کلی کے وقت احادیث کو دیکھتے ہیں تو ہرگز اس وقت مسواک پر مواظبت ثابت نہیں ہوتی خود امام محقق علی الاطلاق کو اس کا اعتراف ہے اور اسی بنا پر قول استحباب اختیار فرمایا۔ فتح میں فرماتے ہیں المطلوب مواظبتہ علیہ الصلاۃ والسلام عند الوضوء ولم اعلم حدیثا صریحا فیہ اقول بلکہ مواظبت درکنار چوبیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صفت وضو قولاً و فعلاً نقل فرمائی [1] امیر المومنین عثمٰن غنی [2] امیر المومنین مولٰی علی [3] عبداللہ بن عباس [4] عبداللہ بن زید بن عاصم [5] مغیرہ بن شعبہ [6] مقدام بن معدی کرب [7] ابو مالک اشعری [8] ابو بکرہ نفیع بن الحارث [9] ابو ہریرہ [10] وائل بن حجر [11] نفیر بن مالک حضرمی [12] ابو امامہ باہلی [13] انس بن مالک [14] ابو ایوب انصاری [15] کعب بن عمرو یامی [16] عبداللہ بن ابی اوفی [17] براء بن عازب [18] قیس بن عائذ [19] ام المومنین صدیقہ [20] ربیع بنت معوذ بن عفراء [21] عبداللہ بن انیس [22] عبداللہ بن عمرو بن عاص [23] امیر معویہ [24] رجل من الصحابۃ لم یسم رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اول کے بیس علامہ محدث جلیل زیلعی نے ذکر کیے اور ان کے بعد کے

دو امام محقق علی الاطلاق نے زیادہ فرمائے اخیر کے دو اس فقیر غفرلہ نے بڑھائے اور انکے پچیسوین امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ ہین مگر اونسے خود اونکے وضو کی صفت مروی ہے اگرچہ وہ بھی حکم مرفوع مین ہے رواہ سعید بن منصور فی سننہ عن الاسود بن الاسود بن یزید قال بعثنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ الی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ الحدیث والحدیث قبلہ رواہ ابو بکر بن ابی شیبۃ والعدنی والخطیب عن رجل من الانصار ان رجلا قال الا اریکم کیف کان وضوء رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قالوا بلی الحدیث وحدیث معویۃ رضی اللہ تعالی عنہ عند ابن عساکر ان پچیسوں صحابہ کی بہت کثیر التعداد حدیثیں اسوقت فقیر کے پیش نظر ہین انمین کہین وضو یا کلی کرتے مین مسواک فرمانے کا اصلا ذکر نہین جنھون نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا طریقہ وضو زبان سے بتایا اونھون نے مسواک کا ذکر نہ کیا جنھون نے اسی لیے وضو کرکے دکھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا طریقہ مسنونہ بتائین اونھون نے مسواک کی علی الخصوص امیر المؤمنین ذوالنورین و امیر المؤمنین مرتضی رضی اللہ تعالی عنہما کہ دونوں حضرات سے بوجوہ کثیرہ بارہا بکثرت حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا وضو کرکے دکھانا مروی ہوا کسی بار مین مسواک کا ذکر نہین عثمن غنی سے راوی آپکے مولے حمران عند احمد والبخاری ومسلم وابی داود والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ والبزار وابی یعلی والعدنی وابن حبان والدارقطنی وابن بشران فی امالیہ وابی نعیم فی الحلیۃ ابن الجارود عند الامام الطحاوی وابن حبان والبغوی فی مسند عثمن وسعید بن منصور ابو وائل شقیق بن سلمہ عند عبدالرزاق وابن منیع والدارمی وابی داود وابن خزیمۃ والدارقطنی ابو دارہ عند احمد والدارقطنی والضیاء عبدالرحمن سلمانی عند البغوی فیہ عبداللہ بن جعفر ابو علقمہ کلاھما عند الدارقطنی عبداللہ بن ابی ملیکہ عند ابی داود ابو مالک دمشقی عند سعید بن منصور قال حدثنا ابو النضر سالم عند ابن منیع والحارث وابی یعلی ولم یلق عثمن علی مرتضی سے راوی عبد خیر عند عبدالرزاق وابی بکر بن ابی شیبۃ وسعید بن منصور والدارمی وابی داود والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والطحاوی وابن منیع وابن خزیمۃ وابی یعلی وابن الجارود وابن حبان والدارقطنی والضیاء ابو حیہ عند عبدالرزاق وابن ابی شیبۃ واحمد وابی داود والترمذی والنسائی وابی یعلی والطحاوی والہروی فی مسند علی والضیاء سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ عند النسائی والطحاوی وابن جریر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما عند احمد وابی داود وابی یعلی وابن خزیمۃ والطحاوی وابن حبان والضیاء زر بن حبیش عند احمد وابی داود وسمویہ والضیاء ابو الغریف عند احمد وابی یعلی ابو مطر عند عبد بن حمید یونہین عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہم سے بھی احادیث کثیرہ بطرق عدیدہ مروی ہوئین سب کی تفصیل باعث تطویل ان تمام احادیث کا ترک ذکر مسواک پر اتفاق تو یہ بتارہا ہے کہ اسوقت مسواک فرمانا ہی معتاد نہ تھا ورنہ کوئی تو ذکر کرتا **اقول** [۳۹۹] بلکہ صدہا احادیث متعلق وضو و مسواک اسوقت سامنے ہین

کسی ایک حدیث میں صریح سے اصلا مسواک کے لیے وقت مضمضہ یا داخل وضو ہونے کا پتا نہیں چلتا جن بعض سے اشتباہ ہوا اوس سے دفع شبہہ کریں حدیث اول محقق علی الاطلاق نے صرف ایک حدیث پائی جس سے اسپر استدلال ہو سکے حیث قال بعد ذکر الاحادیث وفی الصحیحین قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک مع کل صلاۃ او عند کل صلوۃ وعند النسائی فی روایۃ عند کل وضوء رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ وصححھا الحاکم وذکرھا البخاری تعلیقا ولا دلالۃ فی شیئ علی کونہ فی الوضوء الا ھذہ وغایۃ ما یفید الندب وھو لا یستلزم سوی الاستحباب اذ یکفیہ اذ الندب لشیئ ان یتعبد بہ احیانا ولا سنۃ دون المواظبۃ اونھیں کا اتباع اونکے تلمیذ محقق حلبی نے حلیہ میں کیا اقول اولا احادیث ف۱ میں مشہور و مستفیض بیان ذکر نماز ہے یعنی لفظ عند کل صلاۃ یا مع کل صلاۃ رواہ مالک واحمد والستۃ عن ابی ھریرۃ واحمد وابو داود والنسائی والترمذی والضیاء عن زید بن خالد واحمد بسند جید عن ام المؤمنین زینب بنت جحش وکابن ابی خیثمۃ وابن جریر عن ام المؤمنین ام حبیبۃ والبزار وسمویہ عن انس وھما والطبرانی وابو یعلی والبغوی والحاکم عن سیدنا العباس واحمد والبغوی والطبرانی وابو نعیم والباوردی وابن قانع والضیاء عن تمام بن العباس واحمد والباوردی عن تمام بن قثم وصوبوا کونہ عن العباس وعثمن بن سعید الدارمی فی الرد علی الجھمیۃ والدارقطنی فی احادیث النزول عن امیر المؤمنین علی والطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس وفی الاوسط کالخطیب عن ابن عمر وابو نعیم فی السواک عن ابن عمرو وسعید بن منصور عن مکحول وابو بکر بن ابی شیبۃ عن حسان بن عطیۃ کلاھما مرسل اور بعض میں ذکر وضو ہے یعنی مع کل وضوء یا عند کل وضوء رواہ الائمۃ مالک والشافعی واحمد والنسائی وابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم والبیھقی عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الاوسط بسند حسن عن علی وفی الکبیر عن تمام بن العباس وابن جریر عن زید بن خالد رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین جب روایات متواترہ میں عند کل صلاۃ یا مع کل صلاۃ آنے سے ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے نزدیک نماز سے اتصال بھی ثابت نہ ہوا بلکہ اتصال حقیقی اصلا کسی کا قول نہیں حتی کہ شافعیہ جو اوسے سنن نماز سے مانتے ہیں تو بعض روایات میں عند کل وضوء آنے سے داخل وضو ہونا کیونکر رنگ ثبوت پائیگا فلیست ف۳ عند لجعل مدخولھا ظرفا للموصوف بھا بحیث یقع فیہ انما مفادھا القرب والحضور حسا او معنی فلا تقول زید عند الدار اذا کان فیھا بل اذا کان قریبا منھا والقرب المفھوم ھو العرفی دون الحقیقی ولہ عرض عریض الا تری الی قولہ تعالی عند سدرۃ المنتھی عندھا جنۃ الماوی مع ان السدرۃ فی السماء السادسۃ کما فی صحیح مسلم عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ والجنۃ فوق السموت وبما قررنا ظھر ضعف ما وقع فی عمدۃ القاری تحت الحدیث فیہ اباحۃ السواک فی المسجد لان عند یقتضی الظرفیۃ حقیقۃ فیقتضی

استحبابه فی کل صلاۃ وعند بعض المالکیۃ کراهتہ فی المسجد لاستقذارہ والمسجد ینزہ عنہ اھ **اقول اولاً** حقیقۃ الظرفیۃ غیر معقولۃ فی الصلاۃ ولاھی مفاد عند کما علمت **وثانیاً** قد قال الامام العینی نفسہ قبل ھذا بورقۃ مانصہ فان قلت کیف التوفیق بین روایۃ عند کل وضوء وروایۃ عند کل صلاۃ قلت السواک الواقع عند الوضوء واقع للصلاۃ لان الوضوء شرع لھا اھ **وثالثاً** کیف یباح الاستیاک فی المسجد مع حرمۃ المضمضۃ والتفل فیہ والسواک یستعمل مبلولا ویستخرج الرطوبات فلا یؤمن ان یقطر منھا شیئ وکل ذلک لایجوز فی المسجد الا ان یکون فی اناء او موضع فیہ معد لذلک من حین البناء کما بیناہ فی فتاونا **ورابعاً** ماذکرہ لیس قول بعض المالکیۃ بل قول امام دار الھجرۃ نفسہ حکاہ عنہ القرطبی فی المفھم کما فی المواھب اللدنیۃ **ثانیاً** عند الوضوء میں خصوصیت وقت مضمضہ بھی نہیں تو حدیث اگر بوجہ عدم افادہ مواظبت سنیت ثابت نہ کریگی بوجہ عدم تعیین وقت استحباب عند المضمضہ بھی نہ بتائیگی فافہم **حدیث دوم** طبرانی اوسط میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان العبد اذا غسل رجلیہ خرجت خطایاہ واذا غسل وجھہ وتمضمض وتشوص واستنشق ومسح براسہ خرجت خطایا سمعہ وبصرہ ولسانہ واذا غسل ذراعیہ وقدمیہ کان کیوم ولدتہ امہ بیشک بندہ جب اپنے پاؤں دھوتا ہے اوسکے گناہ دُور ہوجاتے ہیں اور جب منہ دھوتا اور کُلّی کرتا دھوتا مانجھتا پانی سونگھتا سر کا مسح کرتا ہے اسکے کان آنکھ زبان کے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب کلائیاں اور پاؤں دھوتا ہے ایسا ہوجاتا ہے جیسا اپنی ماں سے پیدا ہوتے وقت تھا **اقول اولاً** شوص دھونا اور پاک کرنا ہے کما فی الصحاح وقال الرازی الشوص الغسل والتنظیف اھ وفی القاموس الدلک بالید ومضغ السواک والاستنان بہ او الاستیاک ووجع الضرس والبطن والغسل والتنقیۃ **ثانیاً** حدیث میں افعال بترتیب نہیں تو ممکن کہ مسواک سب سے پہلے ہو اور یہی حدیث کہ امام احمد نے بسند حسن مرتباً روایت کی اوس میں ذکر شوص نہیں اوسکے لفظ یہ ہیں عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال ایما رجل قام الی وضوئہ یرید الصلاۃ ثم غسل کفیہ نزلت کل خطیئۃ من کفیہ مع اول قطرۃ فاذا مضمض واستنشق واستنثر نزل کل خطیئۃ من لسانہ وشفتیہ مع اول قطرۃ فاذا غسل وجھہ نزلت کل خطیئۃ من سمعہ وبصرہ مع اول قطرۃ فاذا غسل یدیہ الی المرفقین ورجلیہ الی الکعبین سلم من کل ذنب کھیأتہ یوم ولدتہ امہ جب آدمی نماز کے ارادہ سے وضو کو اوٹھے پھر ہاتھ دھوئے تو ہاتھ کے سب گناہ پہلے قطرہ کے ساتھ نکل جائیں پھر جب کُلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور صاف کرے زبان ولب کے سب گناہ پہلی بوند کے ساتھ ٹپک جائیں پھر جب منہ دھوئے آنکھ کان کے سب گناہ پہلے قطرہ کے ساتھ اوتر جائیں پھر جب کہنیوں تک ہاتھ اور گٹوں تک پاؤں دھوئے سب گناہوں سے ایسا خالص ہوجائے جیسا جس دن

ف۱: تطفل۲۵۵ علی الامام العینی

ف۲: تطفل۲۵۶ آخر علیہ

ف۳: تطفل۲۵۷ ثالث علیہ

ف۴: تطفل۲۵۸ رابع علیہ

ف۵: تطفل۲۵۹ علی الغنیۃ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا **فائدہ** یہ نفیس وعظیم بشارت کرامت محبوب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر رب عزوجل کا عظیم فضل اور نمازیوں کے لیے کمال تہنیت اور بے نمازوں پر سخت حسرت ہے بکثرت احادیث صحیحہ معتبرہ میں وارد ہوئی اس معنی کی حدیثیں حدیث ابوامامہ کے علاوہ صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین عثمٰن غنی و ابوہریرہ و عمرو بن عبسہ اور مالک و احمد و نسائی و ابن ماجہ و حاکم کے یہاں عبداللہ صنابحی اور طحاوی و معجم کبیر طبرانی میں عباد و ثعلبہ اور مسند احمد میں مرہ بن کعب و مسند ابی یعلٰی میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہیں انہیں حدیث صنابحی و حدیث عمرو سب سے اتم ہیں کہ انہیں ناک کے گناہوں کا بھی ذکر ہے اور مسح سر کرنے سے سر کے گناہ نکل جانے کا بھی ففی الاول اذا استنثر خرجت الخطایا من انفه ثم قال بعد ذکر الوجه والیدین فاذا مسح راسه خرجت الخطایا من راسه حتی تخرج من اذنیه وفی الثانی مامنکم رجل یقرب وضوءه فیتمضمض ویستنشق ویستنثر الا خرجت خطایا وجهه من فیه وخیاشیمه ثم قال بعد ذکر الوجه والیدین ثم یمسح راسه الاخرت خطایا راسه من اطراف شعره مع الماء بہت علما فرماتے ہیں یہاں گناہوں سے صغائر مراد ہیں **اقول** تحقیق یہ ہے کہ کبائر بھی دُھلتے ہیں اگرچہ زائل نہ ہوں یہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیرہ اکابر اولیائے کرام قدست اسرارہم کا مشاہدہ ہے جسے فقیر نے رسالہ **الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل**[۱۳۲۰ھ] میں ذکر کیا اور کرم مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحر بے پایاں ہے حدث عن البحر ولا حرج والحمد للہ رب العٰلمین اور بات وہ ہے جو خود مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ بشارت بیان کرکے ارشاد فرمائی کہ لا تغتروا اس پر مغرور نہ ہونا رواہ البخاری عن عثمٰن ذی النورین رضی اللہ تعالٰی عنہم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل **حدیث سوم** سنن بیہقی میں ہے عن عبداللہ بن المثنی قال حدثنی بعض اھل بیتی عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رجلا من الانصار من بنی عمرو بن عوف قال یارسول اللہ انك رغبتنا فی السواك فهل دون ذلك من شیئ قال اصبعك سواك عند وضوئك تمر بها علی اسنانك انه لا عمل لمن لا نیة له ولا اجر لمن لا خشیة له ایک انصاری نے عرض کی یارسول اللہ حضور نے مسواک کی ہمیں ترغیب فرمائی کیا اس کے سوا بھی کوئی صورت ہے فرمایا وضو کے وقت تیری انگلی مسواک ہے کہ اپنے دانتوں پر پھیرے بیشک بے نیت کے کوئی عمل نہیں اور بے خوف الٰہی کے ثواب نہیں **اقول** اولا یہ حدیث ضعیف ہے لما تری من الجھالة فی سندہ وقد ضعفه البیہقی ثانیا وثالثا لفظ عند وضوئك میں وہی مباحث ہیں کہ گزرے **حدیث چہارم** ایک حدیث مرسل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الوضوء شطر الایمان والسواك شطر الوضوء رواہ ابوبکر بن ابی شیبة عن حسان بن عطیة و رستة فی کتاب الایمان عنه بلفظ السواك نصف الوضوء والوضوء نصف الایمان مسواک نصف وضو ہے اور وضو نصف ایمان **اقول** یعنی ایمان بے وضو کامل نہیں ہوتا اور وضو بے مسواک۔ اس سے مسواک کا

والضیاء وھو معنی ... الطبرانی فی الاوسط ... [illegible]
مالك والشافعی والترمذی والطحاوی ... احمد وابوبکر بن ابی شیبة ... والامام الطحاوی

استحبابہ فی کل صلاۃ وعند بعض المالکیۃ کراھتہ فی المسجد لاستقذارہ والمسجد ینزہ عنہ اھ **اقول اولا**
حقیقۃ الظرفیۃ غیر معقولۃ فی الصلاۃ ولا ھی مفاد عند کما علمت **وثانیا** قد قال الامام العینی نفسہ قبل ھذا
بورقۃ مانصہ فان قلت کیف التوفیق بین روایۃ عند کل وضوء وروایۃ عند کل صلاۃ قلت السواک الواقع عند
الوضوء واقع للصلاۃ لان الوضوء شرع لھا اھ **وثالثا** کیف یبلغ الاستیاک فی المسجد مع حرمۃ المضمضۃ والتفل
فیہ والسواک یستعمل مبلولا ویستخرج الرطوبات فلا یؤمن ان یقطر منھا شیئ وکل ذلک لا یجوز فی المسجد الا ان یکون
فی اناء او موضع فیہ معد لذلک من حین البناء کما بیناہ فی فتاوٰنا **ورابعا** ماذکرہ لیس قول بعض المالکیۃ
بل قول امام دار الھجرۃ نفسہ حکاہ عنہ القرطبی فی المفھم کما فی المواھب اللدنیۃ **ثانیا** عند الوضوء میں
خصوصیت وقت مضمضہ بھی نہیں تو حدیث اگر بوجہ عدم افادہ مواظبت سنیت ثابت نہ کریگی بوجہ عدم تعیین وقت استحباب عند المضمضہ
بھی نہ بتائیگی فافہم **حدیث دوم** طبرانی اوسط میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
فرماتے ہیں ان العبد اذا غسل رجلیہ خرجت خطایاہ واذا غسل وجھہ وتمضمض وتشوص واستنشق ومسح
براسہ خرجت خطایا سمعہ وبصرہ ولسانہ واذا غسل ذراعیہ وقدمیہ کان کیوم ولدتہ امہ بیشک بندہ جب
اپنے پاؤں دھوتا ہے اوسکے گناہ دُور ہوجاتے ہیں اور جب منہ دھوتا اور کُلی کرتا دھوتا مانجھتا پانی سونگھتا سر کا مسح کرتا ہے اوسکے کان آنکھ زبان
کے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب کلائیاں اور پاؤں دھوتا ہے ایسا ہوجاتا ہے جیسا اپنی ماں سے پیدا ہوتے وقت تھا **اقول اولا**
شوص دھونا اور پاک کرنا ہے کما فی الصحاح وقال الرازی الشوص الغسل والتنظیف اھ وفی القاموس الدلک بالید
ومضغ السواک والاستنان بہ او الاستیاک ووجع الضرس والبطن والغسل والتنقیۃ **ثانیا** حدیث میں افعال
بترتیب نہیں تو ممکن کہ مسواک سب سے پہلے ہو اور یہی حدیث کہ امام احمد نے بسند حسن مرتباً روایت کی اوسمیں ذکر شوص نہیں
اوسکے لفظ یہ ہیں عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ایما رجل قام الی
وضوئہ یرید الصلاۃ ثم غسل کفیہ نزلت کل خطیئۃ من کفیہ مع اول قطرۃ فاذا مضمض واستنشق واستنثر نزلت
کل خطیئۃ من لسانہ وشفتیہ مع اول قطرۃ فاذا غسل وجھہ نزلت کل خطیئۃ من سمعہ وبصرہ مع اول قطرۃ
فاذا غسل یدیہ الی المرفقین ورجلیہ الی الکعبین سلم من کل ذنب کھیأتہ یوم ولدتہ امہ جب آدمی نماز کے ارادے
سے وضو کو اوٹھے پھر ہاتھ دھوئے تو ہاتھ کے سب گناہ پہلے قطرہ کے ساتھ نکل جائیں پھر جب کُلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے
اور صاف کرے زبان ولب کے سب گناہ پہلی بوند کے ساتھ ٹپک جائیں پھر جب منہ دھوئے آنکھ کان کے سب گناہ پہلے قطرہ
کے ساتھ اوتر جائیں پھر جب کہنیوں تک ہاتھ اور گٹوں تک پاؤں دھوئے سب گناہوں سے ایسا خالص ہوجائے جیسا جس دن

ف۱: تطفل ۲۹۹ علی الامام العینی
ف۲: تطفل ۳۰۰ اخر علیہ
ف۳: تطفل ۳۰۱ ثالث علیہ
ف۴: تطفل رابع علیہ
تطفل ۳۰۲ علی اللغۃ

ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا **فائدہ** یہ نفیس و عظیم بشارت کرامت محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ربِّ عزّ وجل کا عظیم فضل اور نمازیوں کے لیے کمال تہنیت اور بے نمازوں پر سخت حسرت ہے بکثرت احادیث صحیحہ معتبرہ میں وارد ہوئی اس معنی کی حدیثیں حدیث ابوامامہ کے علاوہ صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین عثمٰن غنی و ابوہریرہ و عمرو بن عبسہ اور مالک و احمد و نسائی و ابن ماجہ و حاکم کے یہاں عبداللہ صنابحی اور طحاوی و معجم کبیر طبرانی میں عبادہ و ثعلبہ اور مسند احمد میں مرہ بن کعب و مسند مسدد و ابی یعلٰی میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہیں انہیں حدیث صنابحی و حدیث عمرو سب سے اتم ہیں کہ انہیں ناک کے گناہوں کا بھی ذکر ہے اور مسح سر کرنے سے سر کے گناہ نکل جانے کا بھی ففی الاول اذا استنثر خرجت الخطایا من انفہ ثم قال بعد ذکر الوجہ والیدین فاذا مسح راسہ خرجت الخطایا من راسہ حتی تخرج من اذنیہ وفی الثانی مامنکم رجل یقرب وضوءہ فیتمضمض ویستنشق ویستنثر الا خرجت خطایا وجہہ من فیہ وخیاشیمہ ثم قال بعد ذکر الوجہ والیدین ثم یمسح راسہ الا خرجت خطایا راسہ من اطراف شعرہ مع الماء بہت علما فرماتے ہیں یہاں گناہوں سے صغائر مراد ہیں **اقول** تحقیق یہ ہے کہ کبائر بھی دُھلتے ہیں اگرچہ زائل نہ ہوں جیسے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیرہ اکابر اولیائے کرام قدست اسرارہم کا مشاہدہ ہے جسے فقیر نے رسالہ **الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل** ۱۳۲۰ھ میں ذکر کیا اور کرم مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحر بے پایاں ہے حدث عن البحر ولا حرج والحمد للہ رب العلمین اور بات وہ ہے جو خود مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ بشارت بیان کرکے ارشاد فرمائی کہ لا تغتروا اس پر مغرور نہ ہونا رواہ البخاری عن عثمٰن ذی النورین رضی اللہ تعالٰی عنہم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل **حدیث سوم** سنن بیہقی میں ہے عن عبداللہ بن المثنی قال حدثنی بعض اھل بیتی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رجلا من الانصار من بنی عمرو بن عوف قال یارسول اللہ انک رغبتنا فی السواک فھل دون ذلک من شیئ قال اصبعک سواک عند وضوئک تمر بھا علی اسنانک انہ لا عمل لمن لا نیۃ لہ ولا اجر لمن لا خشیۃ لہ ایک انصاری نے عرض کی یارسول اللہ حضور نے مسواک کی ہمیں ترغیب فرمائی کیا اسکے سوا بھی کوئی صورت ہے فرمایا وضو کے وقت تیری انگلی مسواک ہے کہ اپنے دانتوں پر پھیرے بیشک بے نیت کے کوئی عمل نہیں اور بے خوف الٰہی کے ثواب نہیں **اقول** اولا یہ حدیث ضعیف ہے لما تری من الجھالۃ فی سندہ وقد ضعفہ البیہقی ثانیا و ثالثا لفظ عند وضوئک میں وہی مباحث ہیں کہ گزرے **حدیث چہارم** ایک حدیث مرسل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الوضوء شطر الایمان والسواک شطر الوضوء رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ عن حسان بن عطیۃ و رستۃ فی کتاب الایمان عنہ بلفظ السواک نصف الوضوء والوضوء نصف الایمان مسواک نصف وضو ہے اور وضو نصف ایمان **اقول** یعنی ایمان بے وضو کامل نہیں ہوتا اور وضو بے مسواک۔ اس سے مسواک کا

ف: وضو سے گناہ دھلنے کی حدیثیں

۱ و رواہ ایضا احمد وابن ماجۃ ۱۲ منہ

۲ و رواہ ایضا مالک والشافعی والترمذی والطحاوی ۱۲ منہ

۳ و رواہ ایضا احمد وابوبکر بن ابی شیبۃ والامام الطحاوی

والضیاء وھو منا الطبرانی فی الاوسط مختصرا و ابن خزیمۃ بسند صحیح ۱۲ منہ

داخلِ وضو ہونا ثابت نہیں ہے تاجسطرح وضو داخلِ نماز نہیں یونہی جو تکمیل ہونا مفہوم ہوتا ہے وہ ہر سنت کے لیے حاصل ہے قبلیہ ہو خواہ بعدیہ جسطرح صبح وظہر کی سنتیں فرضوں کی مکمل ہیں واللہ تعالی اعلم ثالثاً اقول جب محقق ہولیا کہ مسواک سنت ہے اور ہمارے علما اوسے سنتِ وضو مانتے اور شافعیہ کے ساتھ اپنا خلاف یونہی نقل فرماتے ہیں کہ اونکے نزدیک سنتِ نماز ہے اور ہمارے نزدیک سنتِ وضو اور متون تو سب قاطبۃً یک زبان تصریح فرمارہے ہیں کہ مسواک سننِ وضو سے ہے تو اوس سے عدول کی کیا وجہ ہے سنتِ وضو تھی قبلیہ ہوتی ہے یا بعدیہ یا داخلہ جیسے رکوع میں تسویۂ ظہر۔ مگر روشن بیان سے ثابت ہوا کہ مسواک وضو کی سنتِ داخلہ نہیں کہ سنیت کیلئے مواظبت نہیں اور وضو کرتے میں مسواک فرمانے پر مداومت درکنار اصلاً ثبوت ہی نہیں اور سنت بعدیہ نہ کوئی مانتا ہے نہ اوسکا محل ہے کہ مسواک سے خون نکلے تو وضو بھی جاسئے بحر الرائق میں ہے وعللہ السراج الھندی فی شرح الھدایۃ بانہ اذا استاک للصلٰوۃ ربما یخرج منہ دم وھو نجس بالاجماع وان لم یکن ناقضا عند الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ لاجرم ثابت ہوا کہ سنت قبلیہ ہے اور یہی مطلوب تھا اور خود حدیث صحیح مسلم اسکی طرف ناظر اور حدیث سنن ابی داود اسمیں نص کما تقدم اما تعلیل التبیین عدم استنانہ فی الوضوء بانہ لایختص بہ اقول اولاً لایلزم لسنۃ الشیئ الاختصاص بہ الا ترٰی ان ترک اللغو سنۃ مطلقا ویتأکد استنانہ للصائم والمحرم والمعتکف والتسمیۃ کما لاتختص بالوضوء لاتختص بالاکل ولا یسوغ انکار انھا سنۃ للاکل وثانیا اذا واظب النبی صلی اللہ علیہ وسلم علٰی شیئ فی شیئین فھل یکون ذلک سنۃ فیھما او فی احدھما او لا فی شیئ منھما الثالث باطل والا تخلف المحدود مع صدق الحد وکذا الثانی مع علاوۃ الترجیح بلا مرجح فتعین الاول وثبت ان الاختصاص لایلزم الاستنان اما ما فی عمدۃ القاری اختلف العلماء فیہ فقال بعضھم انہ من سنۃ الوضوء وقال اٰخرون انہ من سنۃ الصلٰوۃ وقال اٰخرون انہ من سنۃ الدین وھو الاقوی نقل ذلک عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اھ ذکرہ فی باب السواک من ابواب الوضوء وزاد فی باب السواک یوم الجمعۃ ان المنقول عن ابی حنیفۃ انہ من سنن الدین فحینئذ یستوی فیہ کل الاحوال اھ اقول یؤیدہ حدیث الدیلمی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم السواک سنۃ فاستاکوا ای وقت شئتم ولکن اولاً لا کونہ سنۃ فی الوضوء ینفی کونہ من سنن الدین بل یقررہ ولا کونہ سنۃ مستقلۃ ینافی کونہ من سنن الوضوء کما قررنا الا ترٰی ان الماثور عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ من سنن الدین واطبقت حملۃ عرش مذھبہ المتین المتون انہ من سنن الوضوء ونصھا عین نصہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وثانیا ھذا الامام العینی نفسہ ناص قبل ھذا بنحو ورقۃ ان باب السواک من احکام الوضوء عند الاکثرین اھ فلم نعدل عن قول الاکثرین وعن اطباق المتون لروایۃ عن الامام لا تنافیہ اصلا وثالثا العجب من ھذا قولہ رحمہ اللہ تعالٰی فی شرح قول الکنز وسنتہ غسل یدیہ الی رسغیہ ابتداء

ف۱: تطفل علی الامام الزیلعی

ف۲: تطفل آخر علیہ

ف۳: تطفل

ف: التحور

ف۴: تطفل علی الامام العینی

ف۵: تطفل آخر علیہ

تطفل ثالث علیہ

کالتسمیۃ والسواک اذ قال الامام الزیلعی قولہ والسواک یحتمل وجہین احدھما ان یکون مجرورا عطفا علی التسمیۃ والثانی ان یکون مرفوعا عطفا علی الغسل والاول اظہر لان السنۃ ان یستاک عند ابتداء الوضوء ام نصہ بل الاظہر ھو الثانی لان المنقول عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ علی ماذکرہ صاحب المفید ان السواک من سنن الدین فحینئذ یستوی فیہ کل الاحوال اھ اقول کونہ من سنن الدین کان یقابل عندکم کونہ من سنن الوضوء فما یغنی الرفع مع کونہ عطفا علی خبر سنتہ ای سنۃ الوضوء وبوجہ اٰخر ما المراد باستواء الاحوال نفی ان یختص بہ حال بحیث تفقد السنیۃ فی غیرہ ام نفی التشکیک بحسب الاحوال بحیث لایکون التصدیق ببعضہا ازید من بعض علی الاول لاوجہ لاستظہار الثانی فلو کان سنۃ فی ابتداء الوضوء ای اشد طلبا فی ھذا الوقت والصق بہ لم ینتف استنانہ فی غیر الوضوء وعلی الثانی لاوجہ للثانی ولا للاول فضلا عن کون احدھما اظہر من الاٰخر والعجب من البحر صاحب البحر انہ جعل الاولی کون وقتہ عند المضمضۃ لاقبل الوضوء وتبع الزیلعی فی ان الجر اظہر لیفید ان الابتداء بہ سنۃ نبہ علیہ اخوہ فی النہر رحمہم اللہ تعالٰی جمیعا اما تعلیل الفتح ان لاسنیۃ دون المواظبۃ ولم تثبت عند الوضوء اقول الدلیل اعم من الدعوی فان المقصود نفی الاستنان للوضوء والدلیل نفی کونہ من السنن الداخلۃ فیہ فلم لایختار کونہ سنۃ قبلیۃ للوضوء بالجملہ بحکم متون واحادیث اظہر وہی مختار بدائع و زیلعی وحلیہ ہے کہ مسواک وضو کی سنت قبلیہ ہے ہاں سنت مؤکدہ اوسیوقت ہے جبکہ مونھ میں تغیر ہو اس تحقیق پر جبکہ مسواک وضو کی سنت ہے مگر وضو میں نہیں بلکہ اوس سے پہلے ہے تو جو پانی کہ مسواک میں صرف ہوگا اس حساب سے خارج ہے سنت یہ ہے کہ مسواک کرنے سے پہلے دھولی جائے اور فراغ کے بعد دھو کر رکھی جائے اور کم از کم اوپر کے دانتوں اور نیچے کے دانتوں میں تین تین بار تین پانیوں سے کیجائے درمختار میں ہے اقلہ ثلاث فی الاعالی وثلاث فی الاسافل بمیاہ ثلثۃ صغیری میں ہے یغسلہ عند الاستیاک وعند الفراغ منہ (۵) اسقدر تو درکار ہی ہے اور اسکے ساتھ اگر مونھ میں کوئی تغیر رائحہ ہو تو جتنی بار مسواک و کلیوں سے اوسکا ازالہ ہو لازم ہے اسکے لیے کوئی حد مقرر نہیں بدبودار کثیف بے احتیاطی کا حقہ پینے والوں کو اسکا خیال سخت ضروری ہے اور اونسے زیادہ سگرٹ والے کہ اوسکی بدبو مرکب تمباکو سے سخت تر اور زیادہ دیرپا ہے اور ان سب سے زائد اشد ضرورت تمباکو کھانیوالوں کو ہے جنکی مونھ میں اوسکا جرم دبا رہتا اور مونھ کو اپنی بدبو سے بسا دیتا ہے یہ سب لوگ ہانتک مسواک و کلیاں کریں کہ مونھ بالکل صاف ہو جائے اور بو کا اصلا نشان نہ رہے اور اسکا امتحان یون ہے کہ ہاتھ اپنے مونھ کے قریب لیجا کر مونھ کھولکر زور سے دو تین بار حلق سے پوری سانس ہاتھ پر لیں اور معاً سونگھیں بغیر اسکے اندر کی بدبو خود کم محسوس ہوتی ہے اور جب مونھ میں بدبو ہو تو مسجد میں جانا حرام نماز میں داخل ہونا

منح واللہ الہادی (۶) یوہیں جسے ترکھانسی ہو اور بلغم کثیر ولزج کہ بمشکل بتدریج جدا ہو اور معلوم ہو کہ مسواک کی تکرار اور کلیوں غراروں کا اکثار اوسکے خروج پر معین تو اسکے لیے بھی حد نہیں باندھ سکتے (۷) یہی حال زکام کا ہے جبکہ ریزش زیادہ اور لزوجت دار ہو اوسکے تصفیہ اور بار بار ہاتھ دھونے میں جو پانی صرف ہو وہ بھی جدا اور نامعین المقدار ہے (۸) پانوں کی کثرت سے عادی ف۱ خصوصاً جبکہ دانتوں میں فضا ہو تجربہ سے جانتے ہیں کہ چھالیا کے باریک ریزے اور پان کے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اسطرح مونھ کے اطراف واکناف میں جاگیر ہوتے ہیں کہ تین بلکہ کبھی دس بارہ کلیاں بھی اونکے تصفیہ تام کو کافی نہیں ہوتیں نہ خلال اونھیں نکال سکتا ہے نہ مسواک سوا کلیوں کے کہ پانی منافذ میں داخل ہوتا اور جنبشیں دینے سے اون جمے ہوئے باریک ذرّوں کو بتدریج چھڑا چھڑا کر لاتا ہے اسکی بھی کوئی تحدید نہیں ہو سکتی اور یہ کامل تصفیہ بھی بہت مؤکد ہے متعدد ف۲ احادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جب بندہ نماز کو کھڑا ہوتا ہے فرشتہ اپنا مونھ اسکے مونھ پر رکھتا ہے یہ جو کچھ پڑھتا ہے اسکے مونھ سے نکلکر فرشتہ کے مونھ میں جاتا ہے اوسوقت اگر کھانیکی کوئی شے اسکے دانتوں میں ہوتی ہے ملئکہ کو اوس سے ایسی سخت ایذا ہوتی ہے کہ اور شے سے نہیں ہوتی البیھقی فی الشعب وتمام فی فوائدہ والدیلمی فی مسند الفردوس والضیاء فی المختارۃ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا قام احدکم یصلی من اللیل فلیستک فان احدکم اذا قرأ فی صلاتہ وضع ملك فاہ علی فیہ ولا یخرج من فیہ شیئ الا دخل فم الملك وللطبرانی فی الکبیر عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لیس شیئ اشد علی الملکین من ان یریا بین اسنان صاحبھما طعاما وھو قائم یصلی وفی الباب عند ابن المبارك فی الزھد عن ابی عبد الرحمٰن السلمی عن امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والدیلمی عن عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنھما عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابن نصر فی الصلاۃ عن الزھری عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرسلا والاٰجری فی اخلاق حملۃ القراٰن عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ موقوفا **تنبیہ** ف۳ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حسن بن زیاد کی روایت کہ مستثنے پانیوں سے آب دل کے نیچے گزری جسکا حاصل یہ تھا کہ ایک طل پانی سے استنجا اور ایک طل مونھ اور دونوں ہاتھ اور ایک طل دونوں پاؤں کے لیے اور اسی کو علامہ شرف بخاری رحمہ الباری نے مقدمۃ الصلاۃ میں ذکر فرمایا کہ ؎

در وضو آب یکمن و نیم ست | غسل را چار من ز تعلیم ست
در وضو کن بہ نیمن استنجا | دار مر دست و روئے نیمن را
پس بدان نیم من کہ مے ماند | پائے شوید ہر آنکہ مے داند

ف۱: مسئلہ پان کے عادی کو کلیوں میں کتنی احتیاط لازم۔

ف۲: مسئلہ نماز میں مونھ کی کمال صفائی کا لحاظ لازم ہے ورنہ فرشتوں کو سخت ایذا ہوتی ہے۔

ف۳: مسئلہ

اقول وباللہ التوفیق اس سے ظاہر یہ ہے واللہ تعالی اعلم کہ وضو میں صرف غرض غسل کا حساب بتایا ہے کہ جتنا پانی دونوں پاؤں کے لیے رکھا ہے اوسیقدر مونھ اور دونوں ہاتھوں کے لیے آدمی تو اسی میں قدرے بُعد ہے۔ پاؤں کی ساخت اگر عالم کبیر میں شتر کی نظیر ہے جسکے سبب اوسکے تمام اطراف پر گزرنے کے لیے پانی زیادہ درکار ہے تو شک نہیں کہ ناخنِ دست سے کہنی کے اوپر تک ہاتھ کی مساحت پاؤں سے بہت زائد ہے تو غایت یہ کہ ہاتھ کے برابر پاؤں پر صرف ہو نہ کہ مونھ اور دونوں ہاتھ کے مجموعہ کے برابر پاؤں پر ولہذا احادیث میں ہاتھوں اور پاؤں پر برابر صرف کا ذکر آیا بخاری و نسائی و ابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی انہ توضأ فغسل وجھہ اخذ غرفۃ من ماء فتمضمض بھا واستنشق ثم اخذ غرفۃ من ماء فجعل بھا ھکذا اضافھا الی یدہ الاخری فغسل بھا وجھہ ثم اخذ غرفۃ من ماء فغسل بھا یدہ الیمنی ثم اخذ غرفۃ من ماء فغسل بھا یدہ الیسری ثم مسح براسہ ثم اخذ غرفۃ من ماء فرش علی رجلہ الیمنی حتی غسلھا ثم اخذ غرفۃ اخری فغسل بھا رجلہ الیسری ثم قال ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یتوضأ اور اگر اس سے قطع نظر کیجیے تو دونوں ہاتھ کلائیوں تک دھونا کُلّی کرنا ناک میں ڈالنا مونھ دھونا دونوں ہاتھ ناخنِ دست سے کہنیوں کے اوپر تک دھونا اس تمام مجموعہ کے برابر صرف دونوں پاؤں پر صرف ہونا غایت استبعاد میں ہے تو ظاہر یہی ہے کہ ابتدائی سنتیں یعنی کلائیوں تک ہاتھ تین بار دھونا تین کلیاں تین بار ناک میں پانی یہ سب بھی اس حسابِ یک ثلث سے خارج ہو عجب نہیں کہ حدیث رُبیّع رضی اللہ تعالی عنہا جسمیں پورا وضو مع سنن مذکور ہوا اور وضو کا برتن بھی دکھایا اور راوی نے اوسکا تخمینہ ایک مُد اور تہائی تک کیا اوسکا منشا یہی ہو کہ سنن قبلیہ کے لیے ثلث مُد بڑھ گیا مگر احادیث مطلقہ سے متبادر وضو مع السنن ہے واللہ تعالی اعلم

امر چہارم (ف۱) کیا پانی کی یہ مقداریں کہ مذکور ہوئیں حد محدود ہیں کہ انسے کم و بیش ممنوع۔ ائمہ دین وعلمائے معتمدین مثل امام ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم اور امام محمود بدر عینی شرح صحیح بخاری اور امام محمد بن امیر الحاج شرح منیہ اور ملا علی قاری شرح مشکوۃ میں اجماع امت نقل فرماتے ہیں کہ ان مقادیر پر حصر نہیں مقصود یہ ہے کہ پانی بلا وجہ محض زیادہ خرج نہ ہو نہ ادائے سنت میں تقصیر رہے پھر کسیقدر ہو کچھ بندش نہیں حدیث و ظاہر الروایہ میں جو مقادیر مد و چار مد آئیں انسے مراد ادنی قدر سنت ہے حلیہ میں ہے ثم اعلم انہ نقل غیر واحد اجماع المسلمین علی ان الماء الذی یجزئ فی الوضوء والغسل غیر مقدر بمقدار بعینہ بل یکفی فیہ القلیل والکثیر اذا وجد شرط الغسل وھو جریان الماء علی الاعضاء وما فی ظاھر الروایۃ من ان ادنی مایکفی فی الغسل صاع وفی الوضوء مد للحدیث المتفق علیہ لیس بتقدیر لازم بل ھو بیان ادنی قدر الماء المسنون فی الوضوء والغسل السابغین اوسی میں ہمارے مشائخ کرام سے ہے من اسبغ الوضوء والغسل بدون ذلک اجزأہ وان لم یکفہ زاد علیہ بلکہ (ف۲) ہمارے علما نے تصریح فرمائی

ف۱: مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وضو و غسل میں پانی کی کوئی تعداد مقرر نہیں۔
ف۲: مسئلہ غسل میں ایک صاع سے زیادہ خرچ کرنا افضل ہے جبتک حد اسراف تک نہ پہنچے، یا وسوسہ کی حالت۔

کہ غسل میں ایک صاع سے زیادت افضل ہے فتاوٰی خلاصہ میں ہے الافضل ان لایقتصر علی الصاع فی الغسل بل یغتسل بازید منہ بعد ان لایؤدی الی الوسواس فان ادی لایستعمل الاقدر الحاجۃ اس عبارت میں تصریح ہے کہ قدر حاجت سے زیادہ خرچ کرنا مستحب ہے جبکہ حد وسوسہ تک نہ پہنچے ہاں وسوسہ کا قدم درمیان ہو تو حاجت سے زیادہ صرف نہ کرے۔ اقول وباللہ التوفیق (ف۱) مراتب پانچ ہیں ضرورت حاجت منفعت زینت فضول **ضرورت** یہ کہ اوسکے بغیر گزر نہ ہوسکے جیسے مکان میں مُحرّیتن خلہ وہ سوراخ جسمیں آدمی بزور سماسکے۔ کھانے میں لقیمات یقمن صلبہ چھوٹے چھوٹے چند لقمے کہ سدرمق کریں ادائے فرائض کی طاقت دیں لباس میں خرقۃ تواری عورتہ اتنا ٹکڑا کہ سترعورت کرے **حاجت** یہ کہ بے اوسکے ضرر ہو جیسے مکان اتنا کہ گرمی جاڑے برسات کی تکلیفوں سے بچا سکے کھانا اتنا جس سے ادائے واجبات وسنن کی قوت ملے کپڑا اتنا کہ جاڑا روکے اتنا بدن ڈھکے جسکا کھولنا نماز و مجمع ناس میں خلاف ادب تہذیب ہے مثلاً خالی (ف۲) پاجامے سے نماز مکروہ تحریمی ہے ابوداود والحاکم عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی ان یصلی الرجل فی سراویل ولیس علیہ رداء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ آدمی بے چادر اوڑھے صرف پاجامے میں نماز پڑھے مسند احمد و صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لایصلین احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقیہ منہ شیئ ہرگز کوئی ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے کہ دونوں شانے کھلے ہوں ولفظ البخاری عاتقہ بالافراد فتاوٰی خلاصہ میں ہے لوصلی مع السراویل والقمیص عندہ یکرہ یونہیں تنہا (ف۳) پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ خفیف الحرکات ہے۔ یہ مسئلہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ آجکل اکثر لوگوں میں اسکی بے پرواہی پھیلی ہے خصوصاً وہ جنکے مکان سرِ راہ ہیں فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے لاتقبل شہادۃ من یمشی فی الطریق بسراویل وحدہ لیس علیہ غیرہ کذا فی النہایۃ **منفعت** یہ کہ بغیر اوسکے ضرر تو موجود نہیں مگر اوسکا ہونا اصل مقصود میں نافع و مفید ہے جیسے مکان میں بلندی و وسعت کھانے میں سرکہ چٹنی سیری لباس نماز میں عمامہ **زینت** یہ کہ مقصود سے محض بالائی زائد بات ہے جس سے ایک معمولی افزائش حسن خوشنمائی کے سوا اور نفع وتائید غرض نہیں جیسے مکان کے درون میں محرابیں کھانے میں رنگتیں کہ قورمہ خوب سرخ ہو فرنی نہایت سفید براق ہو کپڑے میں بخیہ باریک ہو قطع میں کج نہ ہو **فضول** یہ کہ بے منفعت چیز میں حد سے زیادہ توسع و تدقیق جیسے مکان میں سونے چاندی کے کلس دیواروں پر قیمتی غلاف کھانا کھائے پر میوے شیرینیاں پائچے گٹوں سے نیچے اوّل مرتبہ فرض میں ہے دوم واجب و سنن مؤکدہ سوم و چہارم سنن غیر مؤکدہ سے مستحبات و آداب زائدہ تک پنجم باختلاف مراتب مباح و مکروہ تنزیہی و تحریمی سے حرام تک قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح ثم السید الحموی فی الغمز قاعدۃ الضرر یزال ھھنا خمسۃ مراتب ضرورۃ وحاجۃ ومنفعۃ وزینۃ

ف۱: چیزوں کے پانچ مرتبے ہیں ضرورت، حاجت، منفعت، زینت، فضول، اور انکی تحقیق اور مکان وطعام ولباس وطہارت میں انکی مثالیں۔

ف۲: خالی پاجامہ سے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

ف۳: تنہا پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ ہے۔

وفضول فالضرورۃ بلوغہ حدا ان لم یتناول الممنوع ھلک اوقارب وھذا یبیح تناول الحرام والحاجۃ کالجائع الذی لولم یجد مایاکلہ لم یھلک غیر انہ یکون فی جھد ومشقۃ وھذا لایبیح الحرام ویبیح الفطر فی الصوم والمنفعۃ کالذی یشتھی خبز البر ولحم الغنم والطعام الدسم والزینۃ کالمشتھی للحلوی والسکر والفضول التوسع باکل الحرام والشبھۃ اھ **اقول** تکلم رحمہ اللہ تعالٰی فی مادۃ واحدۃ بخصوصھا وقنع عن التعریفات بالامثلۃ احالۃ علی فھم السامع وفی جعل الحلوی والسکر من الزینۃ تامل فان فی الحلوی منافع لیست فی غیرھا وقد کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحب الحلواء والعسل کما اخرجہ الستۃ عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا وماکان لیحب مالامنفعۃ فیہ وقد نھاہ ربہ تبارک وتعالٰی عن زھرۃ الحیوۃ الدنیا فلولم تکن الازینۃ لما احبھا ولعل ماذکر العبد الضعیف امکن وامتن انھیں مراتب کو طہارت میں لحاظ کیجئے تو جس عضو کا جتنا دھونا فرض ہے اوس کے ذرے ذرے پر ایکبار پانی تقاطر کے ساتھ اگرچہ خفیف بہ جانا مرتبہ ضرورت میں ہے کہ بے اسکے طہارت ناممکن اور تثلیث مرتبہ حاجت میں ہے یونہیں وضو میں مونھ دھونے سے پہلے کی سنن ثلاث کہ یہ چاروں مؤکدات ہیں اور انکے ترک میں ضرر من زاد اونقص فقد تعدی وظلم اور ہر بار پانی بفراغت بہنا جس سے کمال تثلیث میں کوئی شبہہ گزرے اور ہر ہر ذرہ عضو پر غور وتامل کی حاجت نہ پڑے یہ منفعت ہے اور غرہ وتحجیل کی اطالت زینت اور کسی عضو کو قصدا چار بار دھونا فضول۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان امتی یدعون یوم القیمۃ غرا محجلین من اثار الوضوء فمن استطاع منکم ان یطیل غرتہ فلیفعل رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی لفظ لمسلم عنہ انتم الغر المحجلون یوم القیمۃ من اسباغ الوضوء فمن استطاع منکم فلیطل غرتہ وتحجیلہ یعنی میری اُمت کے چہرے اور چاروں ہاتھ پاؤں روز قیامت وضو کے نور سے روشن ومنور ہونگے تو تم میں جس سے ہوسکے اوسے چاہیے کہ اپنے اس نور کو زیادہ کرے۔ یعنی چہرہ کے اطراف میں جو حدیں شرعاً مقرر ہیں اوس سے کچھ زیادہ دھوئے اور ہاتھ نصف بازو اور پاؤں نیم ساق تک۔ درمختار میں ہے من الاداب اطالۃ غرتہ وتحجیلہ ردالمحتار میں ہے فی البحر اطالۃ الغرۃ بالزیادۃ علی الحد المحدود وفی الحلیۃ التحجیل فی الیدین والرجلین وھل لہ حد لم اقف فیہ علی شیئ لاصحابنا ونقل النووی اختلاف الشافعیۃ علی ثلثۃ اقوال الاول الزیادۃ بلاتوقیت الثانی الی نصف العضد والساق الثالث الی المنکب والرکبتین قال والاحادیث تقتضی ذلک کلہ اھ ونقل ط الثانی عن شرح الشرعۃ مقتصرا علیہ اھ درمختار مکروہات وضو میں ہے والاسراف ومنہ الزیادۃ علی الثلاث اوسی میں ہے لوزاد (ای علی التثلیث) لطمانینۃ القلب لاباس بہ ردالمحتار میں ہے لانہ امر بترک مایریبہ الی مالایریبہ وینبغی ان یقید ھذا بغیر

ف۱: تطفل ۲۷۶ علی الفتح والحموی

ف۲: مسئلہ وضو میں غرہ وتحجیل کا بڑھانا مستحب ہے اور اسکے معنی کا بیان

الموسوس اما ھو فیلزمہ قطع مادۃ الوسواس عنہ وعدم التفاتہ الی التشکیک لانہ فعل الشیطان وقد امرنا بمعاداتہ ومخالفتہ (حتٰی) اور شک نہیں کہ صرف ایک صاع سے غسل میں سر سے پاؤں تک بفراغ خاطر تثلیث کا حصول دشوار لہذا ہمارے علماء نے اطمینان قلب کے لیے صاع سے زیادت کو افضل فرمایا لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبک الی ما لا یریبک فان الصدق طمانینۃ وان الکذب ریبۃ رواہ الائمۃ احمد والترمذی وابن حبان بسند جید عن الحسن المجتبی ریحانۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ ثم علیہ وسلم وھو عند ابن قانع عنہ بلفظ فان الصدق ینجی اور یہ ضرور فوق الحاجۃ ہے کہ منفعت پہلو ہیں میل کا چھڑانا داخل زینت اور وسمیں جو زیادت ہو وہ بھی فوق الحاجۃ۔ یہ معنے ہیں قول خلاصہ کے کہ غیر موسوس کو حاجت سے زیادہ صرف کرنا افضل ہے **اقول**[۲۶۷] وبما ف۱ وفقنی المولی تبارک وتعالٰی من ھذا التقریر المنیر ظہر الجواب عما اوردہ الامام ابن امیر الحاج اذ قال بعد نقل ما قدمنا عن الخلاصۃ لایعری اطلاق الافضلیۃ المذکورۃ من نظر کما لا یخفی علی المتامل اھ وللہ الحمد **تنبیہ** ما ذکرت ان تثلیث الغسل بالطمانینۃ عسیر بالصاع شیئ تشھد لہ التجربۃ والبشر انا وانت وقد استبعدہ ریحانۃ من ریاحین المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم اعنی السید الامام الاجل محمد الباقر رضی اللہ تعالٰی عنہ اخرج البخاری (وعزاہ ف۲ فی الحلیۃ لھما ولم ارہ لمسلم ولا عزاہ الیہ فی العمدۃ ولا الارشاد) عن ابی اسحٰق حدثنا ابو جعفر انہ کان عند جابر بن عبد اللہ ھو وابوہ رضی اللہ تعالٰی عنہم وعندہ قوم فسألوہ عن الغسل فقال یکفیک صاع فقال رجل ما یکفینی فقال جابر کان یکفی من ھو اوفی منک شعرا وخیرا منک ثم امنا فی ثوب قال فی العمدۃ فی مسند اسحٰق بن راھویہ ان متولی السؤال ھو ابو جعفر وقولہ قال رجل المراد بہ الحسن بن محمد بن علی بن ابی طالب الذی یعرف ابوہ بابن الحنفیۃ اھ وتبعہ القسطلانی **اقول**[۲۶۹] ف۳ حدیث الحسن بن محمد علی ما فی الصحیحین ھکذا عن ابی جعفر قال لی جابر اتانی ابن عمک یعرض بالحسن بن محمد بن الحنفیۃ قال کیف الغسل من الجنابۃ فقلت کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاخذ ثلث اکف فیفیضھا علی راسہ ثم یفیض علی سائر جسدہ فقال لی الحسن انی رجل کثیر الشعر فقلت کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر منک شعرا ھذا لفظ خ ونحوہ عند م وفیہ قال جابر فقلت لہ یا ابن اخی کان شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر من شعرک واطیب وھو نص فی ان محمدا لم یشھد مخاطبۃ جابر والحسن وانما حکاھا لہ جابر بخلاف حدیث الباب وفی الکلام ایضا نوع تفاوت بل الرجل القائل ھو الامام ابو جعفر نفسہ او من قال منھم مع تسلیم الباقین اخرج النسائی عن ابی اسحٰق عن ابی جعفر

ف۱: تطفل[۲۶۷] علی الحلیۃ

ف۲: تطفل[۲۶۸] آخر علیھا

ف۳: تطفل[۲۶۹] علی الامام العینی والقسطلانی

قال تماريناً في الغسل عند جابر بن عبد الله رضي الله تعالٰى عنهما فقال جابر يكفي من الغسل من الجنابة صاع من ماء قلنا ما يكفي صاع ولا صاعان قال جابر قد كان يكفي من كان خيراً منكم واكثر شعراً صلى الله تعالٰى عليه وسلم قال في الحلية يشعر ايضاً بان هذا التقدير ليس بلازم في كل حالة لكل واحد ومن ثمه قال الشيخ عز الدين بن عبد السلام هذا في حق من يشبه جسده جسد النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم انتهى يعني في الحجم ولعل انكار جابر ورده على القائل لظهور ان جسد القائل كان نحو جسد رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم مع فهم جابر عنه الشك في كون ذلك كافياً له اما لوسوسة او غيرها فاتى برد عنيف ليكون اقلع لذلك السبب من النفس واجمع في التأسي به صلى الله تعالٰى عليه وسلم في ذلك هذا التوجيه الذي وفقنا الله اولى من قول غير واحد من المشايخ ان ما في ظاهر الرواية (اي ما تقدم من الصاع والمد ادنى ما يكفي) بيان لمقدار الكفاية ثم يردفونه بقولهم حتى ان من اسبغ الوضوء والغسل بدون ذلك اجزأه وان لم يكفه زاد عليه وكذا الكلام فيما روى الحسن عن ابي حنيفة (اي ما تقدم من رطل ورطلين وثلثة في الاحوال) في الوضوء اھ كلامه الشريف مزيناً بما بين الاهلة **اقول اولاً**[۲۲۲] [ف۱] نظر رحمه الله تعالٰى الى لفظ البخاري قال رجل ولو كان متذكراً ما في النسائي من قول الامام الباقر رضي الله تعالٰى عنه قلنا لم يرض بذكر الوسوسة فحاشا محمد الباقر عنها **وثانياً**[۲۲۳] [ف۲] لو كانت على ذكر منه لم يذكر قوله لظهور ان جسد القائل الخ فان ذلك ان فرض مستقيماً ففي جسد بعضهم كالامام الباقر لا كلهم والقائلون القوم لقوله قلنا وقول جابر من كان خيراً منكم وان تولى التكلم احدهم **وثالثاً**[۲۲۴] [ف۳] لا يقتصر الامر على المقاربة في الحجم وحده بل يختلف[ف۴] باختلاف بدنين نعومة وخشونة ورطوبة ويبوسة وكون الشخص اجرد او اشعر وكث اللحية او خفيفها وتام الوفرة او محلوقها الى غير ذلك من الاسباب بل يختلف لشخص واحد باختلاف الفصول والبلدان والعمر والمزاج وغير ذلك **ورابعاً**[۲۲۵] [ف۵] به ظهر ان لو فرض لهم مداناة في الحجم كان من المحال العادي المداناة في جميع اسباب الاختلاف بل هو محال قطعاً فمن اعظمها النعومة ومن يدانيه كبدن هذا القمر الزاهر صلى الله تعالٰى عليه وسلم **وخامساً**[۲۲۶] [ف۶] لقي الامام الباقر سيدنا جابراً رضي الله تعالٰى عنهما انما كان بعد ما صار بصيراً فكيف يعرف حجم ابدانهم **وسادساً**[۲۲۷] [ف۷] كلام جابر نفسه يدل انه انما بناه على كثرة شعر الراس وقلته **وسابعاً**[۲۲۸] [ف۸] يريد رحمه الله تعالٰى الاخذ على المشايخ انهم حملوا ظاهر الرواية على ادنى ما به الكفاية ثم عادوا عليها بالنقض بقولهم من اسبغ بدونه اجزأه مع انه هو الناقل لفظ الظاهر ما تقدم ان ادنى ما يكفي في الغسل صاع وفي الوضوء مد فلا محمل لها الا ما ذكروا ابداً

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وما غيروا **وثامنًا** لا يجوز ان يكون مراد الظاهر والمشايخ تقديرهذا لشخص واحد في الدنيا يكون اضأل الناس واقصرهم واهزلهم واصغرهم حتى لا يمكن لغيره ان يغتسل في قدر ما يكفيه وانما هي متمسكة في ذلك بالحديث كما ذكرتم وتقدم ولا يسبق الى وهم انهم لا يفرقون بين قصير صغير ضئيل اجرد امرد محلوق الراس وطويل كبير عبل اشعر كث اللحية وافى الوفرة فيحكموا ان هذا هو ادنى ما يكفي كلا منهما فاذن لم يريدوا الا رجلا سويا معتدل الخلق متوسط الاحوال وحينئذ لا يكون ما ارد فوا به مناقضا لظاهر الرواية ولا مغايرا للتوجيه الذي نحوتم اليه وبالجملة ارى فهمي القاصر متقاعدا عن دراك مرام هذا الكلام وبعد اللتيا والتي انما بغيتي ان هذا الامام رحمه الله تعالى جعل الحديث المذكور مشعرا بعدم التحديد ولا يستقيم الاشعار الا بان يسلم استبعاد الامام الباقر ويجعل رد سيدنا جابر رضي الله تعالى عنهما حذارا ان يكون ذلك عن وسوسة او نحوها وحثا على التأسي مهما امكن لا ايجابا لانه يكفي كلا ما كان يكفيه صلى الله تعالى عليه وسلم وفيه المقصود ثم

اقول اذا كان هذا الاستبعاد في الصاع فما ظنك بما يقتضيه ظاهر حديث الغرفات المار تحت الامر الثالث عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما فانه يفيد استيعاب كل من الوجه واليد والرجل بغرفة واحدة وظاهر ان المراد الاغتراف بالكف بل صرح به قوله اخذ غرفة فاضافها الى يده الاخرى فاذن يعسر جدا استيعاب الوجه بغرفة واحدة فانها لا تزيد على قدر الكف بل لا تبلغه اذ لا بد للاغتراف من تقعير في الكف وعرض الوجه ما بين الاذنين اكبر بكثير من طول الكف فماء قدر كف لا يستوعب الوجه طولا وعرضا بحيث يمر على كل ذرة منه بالسيلان واضافته الى اليد الاخرى لا تزيده قدرا بل لو القى الكفان متلاصقتين لم يبلغ عرض مجموعهما عرض الوجه وان فرق بينهما ووضعتا على الجبينين طولا لم يستوعبهما الماء بحيث ينحدر من جميع مساحة الطولين سيلا الى منتهى سطح الوجه فان امرّ اليد على مسيل الماء وذلك بهما ما لم يبلغه من الوجه كان غسلا لبعض ودهنا لبعض وكل ذلك معلوم مشاهد وامر الذراع والقدم اشد اشكالا اذ لهما اطراف متباينة السموت واحاطة ماء قدر كف بجميع اطراف اليد من الظفر الى المرفق مما لا يعقل والكف نفسه لا تحيط بالذراع في امرار واحد وان امرت على ظهر الذراع ثم اعيدت على البطن او بالعكس لم يصحبها من الماء ما يزيد على قدر الدهن وكذلك في القدم مع ما فيها من الصعود بعد الهبوط لاجل الانسلال الى فوق الكعبين وعمل اليد قد ذكرنا ما فيه ومن ادعى تيسر هذا فليرنا كيف يفعل فبالامتحان يكرم الرجل او يهان وقد استشعر الكرماني في الكواكب الدراري ورود هذا وقنع بان منع ورد اثره الامام العيني والقسطلاني حيث

تطفل ۱۴۸ ثامن عليهم

الاشكال في حديث البخاري والكلام عليه بحسب الاستطاعة

قال قال الكرمانى فان قلت لايمكن غسل الرجل بغرفة واحدة قلت ممنوع ولعل الغرض من ذكره على هذا الوجه بيان تقليل الماء فى العضو الذى هو مظنة الاسراف فيه اھ اقول[۲۳۲] وف[۱] مجرد المنع فى امثال الواضحات لايسمع ولاينفع وحمله المحقق فى الفتح على تجديد الماء لكل عضو فقال وما فى حديث ابن عباس فاخذ غرفة من ماء الى اخر ما تقدم يجب صرفه الى ان المراد تجديد الماء بقرينة قوله بعد ذلك ثم اخذ غرفة من ماء فغسل بها يده اليمنى ثم اخذ غرفة من ماء فغسل بها يده اليسرى ومعلوم ان لكل من اليدين ثلث غرفات لاغرفة واحدة فكان المراد اخذ ماء لليمنى ثم ماء لليسرى اذ ليس يحكى الفرائض فقد حكى السنن من المضمضة وغيرها ولو كان لكان المراد ان ذلك ادنى ما يمكن اقامة المضمضة به كما ان ذلك ادنى ما يقام فرض اليد به لان المحكى انما هو وضوءه الذى كان عليه ليتبعه المحكى لهم اھ وتبعه المحقق الحلبى فى الغنية قلت[۲۳۳] ومطمح نظره رحمه الله تعالى سلخ الغرفة عن الوحدة مستندا الى ان المحكى الوضوء المسنون بدليل ذكر المضمضة والاستنشاق والمسنون التثليث فكيف يراد الوحدة وانما معناه اخذ لكل عمل ماء جديدا او هو اعم من اخذه مرة او مرارا فيكون معنى قوله غرفة من ماء فتمضمض بها واستنشق ان اخذ لهما ماء جديدا ولو مرارا فلا يدل على انهما بماء واحد كما يقوله الامام الشافعى رضى الله تعالى عنه فهذا مراده وهو قد ينفعنا فيما نحن فيه وان كان كلامه فى مسألة اخرى اقول[۲۳۴] لكن ف[۲] فيه بعد لايخفى والمحقق عارف به ولذا قال يجب صرفه لكن الشان فى ثبوت الوجوب وما استند به سيأتى الكلام عليه على[۲۳۵] ان الحديث ف[۳] رواه ابن ماجة عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما وهذا هو مخرج الحديث رواه البخارى عن سليمن بن بلال عن زيد والنسائى عن ابن عجلان عن زيد مطولا وقال ابن ماجة حدثنا عبد الله بن الجراح وابو بكر بن خلاد الباهلى ثنا عبد العزيز بن محمد عن زيد فاخرجه مقتصرا على قوله ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مضمض واستنشق من غرفة واحدة ومن هذا الطريق اخرجه النسائى فقال اخبرنا الهيثم بن ايوب الطالقانى قال عبد العزيز بن محمد قال ثنا زيد وفيه رايت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم توضا فغسل يديه ثم تمضمض واستنشق من غرفة واحدة الحديث فهذا لايقبل الانسلاخ عن الوحدة وكان فى الجواب ما افاده اخرا بقوله ولو كان لكان الخ مع ما قدم من احاديث ناطقة بالمذهب زاد تلميذه المحقق فى الحلية حدثنا اخر رواه البزار بسند حسن وانا اقول[۲۳۶] وبالله التوفيق للعبد الضعيف فى الحديث وجهان الاول حمل الغرفة على المرة اى غسل كل عضو مرة مرة وبهذا انحل العقد بمرة ولا نسلم ان ذكر المضمضة والاستنشاق

ف[۱]: تطفل ۲۳۲ على الامام العينى والكرمانى
ف[۲]: تطفل ۲۳۳ على المحقق والغنية
ف[۳]: تطفل ۲۳۴ اخر عليهما

يستلزم استيعاب جميع السنن لم لا يجوز ان يكون هذا بيانا للجواز الاقتصار على مرة فى الفرائض والسنن ومافيه من البعد اللفظى يقربه جمع طرق الحديث فلعبد الرزاق عن عطاء بن يسار عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما انه توضأ فغسل كل عضو منه غسلة واحدة ثم ذكر ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم كان يفعله ولسعيد بن منصور فى سننه بلفظ توضأ النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فادخل يده فى الاناء فمضمض واستنشق مرة واحدة ثم ادخل يده فصب على وجهه مرة وصب على يده مرة مرة ومسح براسه واذنيه مرة ثم اخذ ملأ كفه من ماء فرش على قدميه وهو منتعل اھ وسيأتى تفسير هذا الرش فى الحديث بل روى البخارى قال حدثنا محمد بن يوسف ثنا سفين عن زيد بلفظ توضأ النبى صلى الله تعالى عليه وسلم مرة مرة وقال ابوداود حدثنا مسدد ثنا يحيى عن سفين ثنى زيد وقال النسائى اخبرنا محمد بن مثنى ثنا يحيى عن سفين ثنا زيد وقال الامام الاجل الطحاوى حدثنا ابن مرزوق ثنا ابو عاصم عن سفين عن زيد ولفظ الاولين فيه الا اخبركم بوضوء رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فتوضا مرة مرة وبمعناه لفظ الطحاوى وللنسائى من طريق ابن عجلان المذكور بعد ما مر وغسل وجهه وغسل يديه مرة مرة ومسح براسه واذنيه مرة الحديث وفى هذا والذى مر عن سعيد بن منصور ابانه ما ذكرته من ان ذكر للمضمضة والاستنشاق لا يستلزم استيعاب السنن حتى ينافى ترك التثليث فقد تظافرت الروايات على لفظ مرة والاحاديث يفسر بعضها بعضا فكيف وقد اتحد المخرج **اقول** وقد يشد عضده ان الحديث مطولا عند ابن ابى شيبة بزيادة ثم غرف غرفة فمسح راسه واذنيه الحديث فالغرفة التى كانت توضئ كلا من الوجه واليد والرجل لو استعملت فى الراس لغسلته فانما اراد والله تعالى اعلم المرة مع التجديد ورحم الله اباحاتم اذ قال ما كنا نعرف الحديث حتى نكتبه من ستين وجها وانا اعلم ان الجادة فى روايات الوقائع حمل الاعم على الاخص ولكن لا غرو فى العكس لاجل التصحيح **والثانى** حمل الغرفة على الحفنة اى بكلتا اليدين وربما تطلق عليها فروى البخارى عن ام المؤمنين رضى الله تعالى عنها فيما حكت غسله صلى الله تعالى عليه وسلم ثم يصب على راسه ثلث غرف بيديه ولابى داود عن ثوبان رضى الله تعالى عنه عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم اما المرأة فلا عليها ان لا تنقضه لتغرف على راسها ثلث غرفات بكفيها ويؤيده حديث ابى داود والطحاوى عن محمد بن اسحق عن محمد بن طلحة عن عبيد الله الخولانى عن عبد الله بن عباس عن على رضى الله تعالى عنهم عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم وفيه ثم ادخل يديه جميعا فاخذ حفنة من ماء فضرب بها على رجله وفيها النعل فغسلها بها ثم الاخرى مثل ذلك ولفظ الطحاوى ثم اخذ

بيديه جميعا حفنة من ماء فصك بها على قدمه اليمنى واليسرى كذلك واخرجه ايضا احمد وابو يعلى وابن خزيمة وابن حبان والضياء وهذا معنى ما مر من حديث سعيد بن منصور ان شاء الله تعالى والمعنى الاخر المبهم وقد نسخ اوكان وفي القدمين جوربان تخيينا ن على ما بينه الامام الطحاوي رحمه الله تعالى **اقول** وما ذكر معه من الوجهين فلنعم المحملان هما مثل طريق ابن ماجة حدثنا ابو بكر بن خلاد الباهلي ثنا يحيى بن سعيد القطان عن سفين عن زيد وفيه رايت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم توضأ غرفة غرفة وحديث ابن عساكر عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم توضأ غرفة غرفة وقال لا يقبل الله صلاة الا به فيلوى على الحمل الاول كحديث سعيد بن منصور وابن ماجة والطبراني والدارقطني والبيهقي عن ابن عمر وابن ماجة والدارقطني عن ابي بن كعب والدارقطني في غرائب مالك عن زيد بن ثابت وابي هريرة معا رضي الله تعالى عنهم ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم توضأ مرة مرة وقال هذا وضوء لا يقبل الله صلاة الا به وكذا اليدين والرجلين في حديث ابن عباس غير انه يكدرهما جميعا في الوجه قوله اخذ غرفة من ماء فجعل بها هكذا اضافها الى يده الاخرى فغسل بهما وجهه الا ان يتكلف فيحمل على ان اضاف الغرفة اي الاغتراف الى اليد الاخرى ايضا غير قاصر له على يد واحدة فيرجع الى الاغتراف باليدين ويكون كحديث ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ايضا عن علي كرم الله تعالى وجهه عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ادخل يده اليمنى فافرغ بها على الاخرى ثم غسل كفيه ثم تمضمض واستنثر ثم ادخل يديه في الاناء جميعا فاخذ بهما حفنة من ماء فضرب بها على وجهه ثم الثانية ثم الثالثة مثل ذلك ورواه الطحاوي مختصرا فقال اخذ حفنة من ماء بيديه جميعا فصك بهما وجهه ثم الثانية مثل ذلك ثم الثالثة فذكر الى المضمضة والاستنشاق الاغتراف بكف واحدة فاذا اتى على الوجه اضافه الى اليد الاخرى ايضا فان لم يقبل هذا فقد علمت ان استيعاب الوجه بكف واحدة متعسر بل متعذر **اقول** بل لربما تبقى الحفنة باقية فضلا عن الكف والدليل عليه هذا الحديث الذي ذكرنا تخريجه عن الامام احمد وابي داود وابن خزيمة وابي يعلى والامام الطحاوي وابن حبان والضياء عن ابن عباس عن علي عن النبي صلى الله تعالى عليه وعليهم وسلم حيث قال بعد ذكر غسل الوجه بثلث حفنات كما تقدم ثم اخذ بكفه اليمنى قبضة من ماء فصبها على ناصيته فتركها تستن على وجهه ثم غسل ذراعيه الى المرفقين ثلثا ثلثا الحديث وهذا ايضا معلوم مشاهد وبالجملة لو لم يصرف حديث الغرفة عن ظاهره لرجع الغسل الى الدهن وهو خلاف الرواية والدراية بل الاجماع والرواية الشاذة عن الامام الثاني رحمه الله تعالى

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مؤولة كما في رد المحتار عن الحلية عن الذخيرة وغيرها فاذن لا يبقى الا ان نقول ان لا نقدر على مثل ما فعل ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما تلك المرة فضلا عن فعل صاحب الاعجاز الجليل المروی مراد الجمع الجزيل بالماء القليل عليه من ربه اعلى صلاة واكمل تبجيل وبقرب منه او اغرب منه ما وقع فی سنن سعيد بن منصور عن الامام الاجل ابرهيم النخعی رضی اللہ تعالی عنہ قال لم يكونوا يلطموا وجوههم بالماء وكانوا اشد استبقاء للماء منكم فی الوضوء وكانوا يرون ان ربع المد يجزئ من الوضوء وكانوا اصدق ورعا واسخی نفسا واصدق عند البأس **اقول** فلا ادری كيف اجتزؤا بربع ما جعله النبی صلی اللہ تعالی عليه وسلم مجزئا بل لا يظن بهم انهم قنعوا بالفرائض دون السنن فاذن يكفی لغسل اليدين الى الرسغين وللمضمضة والاستنشاق وغسل الوجه واليدين الى المرفقين والرجلين الى الكعبين كل مرة سدس رطل من الماء وهذا مما لا يعقل ولا يقبل الا بمعجزة نبی او كرامة ولی صلی اللہ تعالی على الانبياء والاولياء وسلم **فان** قلت ما يدريك لعل المراد بالمد المد العمری المساوی لصاع النبی صلی اللہ تعالی عليه وسلم الاربعا فيكون ربع المد ثلثة ارباع المد النبوی صلی اللہ تعالی عليه وسلم **قلت** كلا فان ابرهيم سبق خلافة عمر هذا رضی اللہ تعالی عنہما مات ف[1] سنة خمس او ست وتسعين وامير المؤمنين فی رجب سنة احدی ومائة وخلافته سنتان ونصف رضی اللہ تعالی عنه واللہ تعالی اعلم۔

امر پنجم ۵ ف[2] طہارت میں بے سبب پانی زیادہ خرچ کرنا کیا حکم رکھتا ہے **اقول** ملاحظہ کلمات علما سے اسمیں چار قول معلوم ہوتے ہیں اور تینوں تردد ہیں اور فضل الٰہی سے امید ہے کہ بعد تحقیق وحصول توفیق اختلاف بھی نہ رہے وباللہ التوفیق (۱) مطلقا حرام وناجائز ہے حتی کہ اگر نہر جاری میں وضو کرے یا نہائے اوسوقت بھی بلاوجہ صرف گناہ وناروا ہے یہ قول بعض شافعیہ کا ہے جسے خود شیخ مذہب شافعی سیدنا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں نقل فرما کر ضعیف کر دیا اور وسیط دیگر محققین شافعیہ نے اوسکی تضعیف کی (۲) مکروہ ہے اگرچہ نہر جاری پر ہو اور کراہت صرف تنزیہی ہے اگرچہ گھر میں ہو یعنی گناہ نہیں صرف خلاف سنت ہے حلیہ وبحر الرائق میں اسی کو اوجہ اور امام نووی نے اظہر اور بعض دیگر ائمہ شافعیہ نے صحیح کہا اور حکم آب جاری کو عام ہونے سے قطع نظر کریں تو کلام امام شمس الائمہ حلوانی وعلامہ فقیہ النفس سے بھی اوسکا استفادہ ہوتا ہے ہاں شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں عموم کیطرف صاف اشارہ کیا اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا اجمع العلماء على النهی عن الاسراف فی الماء ولو كان على شاطئ البحر والاظهر انه مكروه كراهة تنزيه وقال بعض اصحابنا الاسراف حرام منیہ وحلیہ میں فرمایا ھـ (د) يسرف فی الماء شـ ای لا يستعمل منه فوق الحاجة الشرعية ھـ وان كان على شط نهر جار شـ ذكر شمس الائمة الحلوانی انه سنة وعليه مشى قاضی خان وهو اوجه كما هو غير خاف فالاسراف يكون مكروها كراهة تنزيه وقد صرح النووی انه الاظهر

ف[1]: تاریخ وفات امام ابراہیم نخعی وامیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہما

ف[2]: مسئلہ: وضو وغسل میں پانی زیادہ خرچ کرنے کا حکم اور اس بارہ میں مصنف کی تحقیق

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وحکی حرمۃ الاسراف عن بعض اھل مذھبہ وعبارۃ بعض المتاخرین منھم والزیادۃ فی الغسل علی الثلث مکروہ علی الصحیح وقیل حرام وقیل خلاف الاولی بحر الرائق میں ہے الاسراف ھو الاستعمال فوق الحاجۃ الشرعیۃ وان کان علی شط نھر وقد ذکر قاضی خان ترکہ من السنن ولعلہ الاوجہ فیکون مکروھا تنزیھا (۳) مطلقا مکروہ تک نہیں نہ تحریمی نہ تنزیہی صرف ایک ادب وامر مستحب کے خلاف ہے بدائع امام ملک العلما ابو بکر مسعود و فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق و منیۃ المصلی وغیرہا میں ترک اسراف کو صرف آداب ومستحبات سے شمار کیا سنت تک نہ کہا اور مستحب کا ترک مکروہ نہیں ہوتا بلکہ سنت کا۔ حلیہ میں ہے قال فی البدائع والادب فیما بین الاسراف والتقتیر اذ الحق بین الغلو والتقصیر قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الامور اوسطھا انتھی وذکر الحلوانی انہ سنۃ فعلی الاول یکون الاسراف غیر مکروہ وعلی الثانی کراھۃ تنزیہ۔ بحر میں ہے فی فتح القدیر ان المندوبات نیف وعشرون ترک الاسراف والتقتیر وکلام الناس الخ فعلی کونہ مندوبا لایکون الاسراف مکروھا وعلی کونہ سنۃ یکون مکروھا تنزیھا۔ غنیہ میں ہے (و) من الاداب (ان لایسرف فی الماء) کان ینبغی ان یعدہ فی المناھی لان ترک الادب لاباس بہ اقول ف۱ ظاہر ہے کہ ترک اسراف کا صرف ایک ادب ہونا اصل مذہب ظاہر الروایۃ ونص صریح محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے امام بخاری نے خلاصہ فصل ثالث فی الوضوء میں ایک جنس سنن آداب وضو میں وضع کی اوس میں فرمایا اما سنن الوضوء فنقول من السنۃ غسل الیدین الی الرسغین ثلثا الخ پھر سنتیں گنا کر فرمایا واما اداب الوضوء فی الاصل من الادب ان لایسرف فی الماء ولا یقتر ویشرب فضل وضوئہ او بعضہ قائما او قاعدا مستقبل القبلۃ الخ اوسی کا بدائع وفتح القدیر ومنیہ وخلاصہ وہندیہ وغیرہا میں اتباع کیا اور اوس سے زائد کس کا اتباع تھا تو اسپر مواخذہ محض بے محل ہے واللہ الموفق (۴) نہر جاری میں اسراف جائز کہ پانی ضائع نہ جائیگا اور اوسکے غیر میں مکروہ تحریمی۔ مدقق علائی نے درمختار میں اسی کو مختار رکھا علامہ مدقق عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں کراہت تحریم ہی کو ظاہر کہا اور یہی امام قاضی خان وامام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما اکابر کا مفاد کلام قرار دیا کہ ترک اسراف کو سنت کہنے سے اونکی مراد سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کا ترک مکروہ تحریمی نیز مقتضائے کلام امام زیلعی کہ مطلق مکروہ سے غالبا مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے۔ اور بحر الرائق میں اسے قضیۂ کلام منتقے بتایا کہ اوس میں اسراف کو منہیات سے شمار فرمایا اور ہر منہی عنہ کم از کم مکروہ تحریمی ہے اقول اور یہی عبارت آئندہ جواہر الفتاوی سے مستفاد لمفہومہا اذ ف۲ المفاہیم معتبرۃ فی الکتب کما فی الدر والغمز والشامی وغیرھا ولقضیۃ دلیلھا ایضا کما لایخفی شرح تنویر میں ہے بل فی القہستانی معزیا للجواھر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع فتامل پھر فرمایا مکروھہ الاسراف فیہ تحریما لو بماء النھر والمملوک لہ اما الموقوف علی من یتطھر بہ ومنہ ماء المدارس فحرام بحر میں ہے صرح الزیلعی بکراھتہ وفی المنتقی انہ من المنھیات فتکون تحریمیۃ منحۃ الخالق میں ہے

ف۱: تطفل۱۹۸ علی الغنیۃ

ف۲: المفاہیم معتبرۃ فی الکتب بالاتفاق

الظاهر انه مکروہ تحریما اذ اطلاق الکراھۃ مصروف الی التحریم فما فی المنتقی سواھی لما فی السراج والمراد بالسنۃ المؤکدۃ لاطلاق النهی عن الاسراف وبه یضعف جعله مندوبا اھ بتوفیق الله تعالٰی بیان تحقیق مقام وتنقیح مرام وتصحیح احکام ونقض اوهام کے لیے بعض تنبیہات نافعہ ذکر کریں۔ **التنبیه الاول** عرض العلامۃ الشامی نور قبرہ السامی بالمحقق صاحب البحر انه تبع قولا لیس لاحد من اهل المذهب حیث قال قوله تحریما الخ نقل ذلك فی الحلیۃ عن بعض المتأخرین من الشافعیۃ وتبعه علیه فی البحر وغیرہ الخ **اقول** لم یتبعه البحر بل استوجه کراھۃ التنزیه ثم نقل عن الزیلعی کراهته وعن المنتقی النهی عنه وافاد ان مقتضاہ کراھۃ التحریم وھذا لیس اختیارا له بل اخبار عما یعطیه کلام المنتقی کما اخبر اولا ان قضیته عد الفتح ترکه من المندوبات عدم کراهته اصلا فلیس فیه میل الیه فضلا عن الاتباع علیه ولاسیما لیس فی کلامه التنصیص بجریان الحکم فی الماء الجاری والاطلاق لایسد ھھنا مسد الافصاح بالتعمیم للفرق المبین بالتضییع وعدمه فکیف یجعل متابعا للقول الاول وعن ھذا ذکرنا کل من قضیۃ کلامه المنع فی القول الرابع دون الاول اذ لاینسب الا الی من یفصح بشمول الحکم النهر ایضا نعم تبعه علیه فی الغنیۃ اذ قال الاسراف مکروہ بل حرام وان کان علی شط نهر جار لقوله تعالٰی ولاتبذر تبذیرا

ام **التنبیه (۲)** کان عرض علی البحر اتی بالتصریح علی الدر فقال ماذکرہ الشارح ھنا قد علمت انه لیس من کلام مشائخ المذهب ام **اقول** والدر ایضا صفی عن ھذا الکدر کدر مکنون وانما اغتر المحشی العلامۃ بقوله لو بماء النهر ولم یفرق بین تعبیری التوضی من النهر وبماء النهر ورأیتنی کتبت ھھنا علی الدر قوله لوبماء النهر **اقول** ای فی الارض لافی النهر واراد تعمیم الماء المباح والمملوك اخراجا للماء الموقوف فلاینافی ماقدمه عن القهستانی عن الجواهر ام ماکتبت علیه ومما اکد الاشتباہ علی العلامۃ المحشی ان المحقق الحلبی فی الحلیۃ نقل مسألۃ الماء الموقوف وماء المدارس عن عبارۃ الشافعی المتأخر فتمامها بعد قوله مکروہ علی الصحیح وقیل حرام وقیل خلاف الاولی ومحل الخلاف مااذا توضأ من نهر او ماء مملوك له فان توضأ من ماء موقوف حرمت الزیادۃ والسرف بلاخلاف لان الزیادۃ غیر مأذون فیها وماء المدارس من ھذا القبیل لانه انما یوقف ویساق لمن یتوضؤ الوضوء الشرعی ولم یقصد اباحتها لغیرہ ذلك ام ثم رأی المسألتین فی عبارتی البحر والدر ورای الحکم فیهما بکراھۃ التحریم فسبق الی خاطرہ انهما تبعا قیل التحریم العام ولیس کذلك فان حرمۃ الاسراف فی الاوقاف مجمع علیها وقد غیرا فی التعبیر بما یبرئهما عن تعمیم التحریم فلم یقولا توضأ من نهر بل قال البحر ھذا اذا کان ماء نهر وقال الدر لوبماء النهر والفرق فی التعبیرین لایخفی علی المتأمل وبیان ذلك علی ما **اقول** ان التوضؤ من النهر وان لم یدل مطابقۃ الا علی التوضی بالاغتراف منه

لکن یدل عرفا علی نفی الواسطۃ فمن ملأ کوزا من نھر واغترف عند التوضی من الکوز لا یقال توضأ من النھر بل من الکوز الاعلی ارادۃ حذف ای بماء ماخوذ من النھر والتوضی من نھر بلا واسطۃ انما یکون فی متعارف الناس بان تدخل النھر او تجلس علی شاطئہ وتغترف منہ بیدک وتتوضأ فیہ فوقوع الغسالۃ فی النھر ھو الطریق المعروف للتوضی من النھر فیدل علیہ دلالۃ التزام للعرف المعھود بخلاف التوضی بماء النھر فلا دلالۃ لہ علی وقوع الغسالۃ فی شیئ اصلا الاتری ان من توضأ فی بیتہ بماء جلب من النھر تقول توضأ بماء النھر لامن النھر ھذا ھو العرف الفاشی والفرق فی الاسراف بین الماء الجاری وغیرہ بانہ تضییع فی غیرہ لا فیہ انما یبتنی علی وقوع الغسالۃ فیہ ولامدخل فیہ للاغتراف فمن ملأ جرۃ من نھر وسکبھا علی الارض من دون نفع فقد ضیع وان افرغ جرۃ عندہ فی نھر لم یضیع والدال علی ھذا المبنی ھو لفظ من نھر لا لفظ بماء النھر کما علمت ففی الاول تکون دلالۃ علی تعمیم التحریم لا فی الثانی ھذا ھو الفارق بین تعبیر ذلک الشافعی وتعبیر البحر والدر وحینئذ یجد الدر معہ الجواھر والملتقی والنھر وغیرھا فلا یکون متبعا القیل فی غیر المذھب **اقول**[۵۵۴] بتحقیقنا ھذا ظھر الجواب عما اخذ بہ الامام المحقق الحلبی فی الحلیۃ علی المشایخ حیث یطلقون ھھنا من مکان فی یقولون توضأ من حوض من نھر من کذا ویریدون وقوع الغسالۃ فیہ قال فی المنیۃ اذا کان الرجال صفوفا یتوضؤن من الحوض الکبیر جاز قال فی الحلیۃ التوضی منہ لا یستلزم البتۃ وقوع الغسالۃ فیہ بخلاف التوضی فیہ ووقوع غسالاتھم فیہ ھو مقصود الافادۃ واطال فی ذلک وکررہ فی مواضع من کتابہ وھو من باب التدنق والمشایخ یتساھلون باکثر من ھذا فکیف وھو المفاد من جھۃ المعتاد **تنبیہ (۳)** علامہ عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں قول سوم کو دوم کی طرف راجع کیا اور اپنے شیخ اکرم واخ اعظم محقق زین رحمہما اللہ تعالٰی کی تقریر سے یہ جواب دیا کہ ترک اسراف کو ادب یا مستحب گننا اسے مقتضی نہیں کہ اسراف مکروہ تنزیہی بھی نہ ہو کہ آخر خلاف مستحب ہے اور خلاف مستحب خلاف اولٰی اور خلاف اولٰی مکروہ تنزیہی قال فی المنحۃ قال فی النھر لا نسلم ان ترک المندوب غیر مکروہ تنزیھا لما فی فتح القدیر من الجنائز والشھادات ان مرجع کراھۃ التنزیہ خلاف الاولی ولاشک ان تارک المندوبات بخلاف الاولی اھ یہی جواب کلام بدائع پر محقق حلبی کی تقریر سے ہوگا۔ علامہ شامی نے یہاں اُسے مقرر رکھا اور ردالمحتار میں صراحۃً اُس کا اتباع کیا حیث قال ما مشی علیہ فی الفتح والبدائع وغیرھما جعل ترکہ مندوبا فیکرہ تنزیھا اھ **اقول**[۵۵۵] وباللہ استعین اوّلاً یہ معلوم کیجئے کہ مکروہ تنزیہی کی تحدید میں کلمات علما مختلف بھی ہیں اور مضطرب بھی فتح القدیر کی طرح نہ ایک کتاب بلکہ بکثرت کتب میں ہے کہ کراہت تنزیہ کا مرجع خلاف اولٰی ہے اس طور پر ہر مستحب کا ترک بھی مکروہ تنزیہی ہونا چاہیے درمختار آخر مکروہات نماز میں ہے یکرہ ترک کل سنۃ ومستحب اور بہت محققین کراہت کے لیے دلیل خاص یا صیغہ نہی کی حاجت جانتے ہیں یعنی جبکہ فعل سے باز رہنے کی

فائدہ: تطفل سابع علی العلامۃ البحر

مکروہ تنزیہی کی تحدید میں علما کا اختلاف اور عبارات میں اضطراب

https://www.facebook.com/darahlesunnat

طلب غیر حتمی پر دال ہو **اقول** ولو قطعی الثبوت فان المدار علی ماذکرنا من حال الطلب کما قد منا تحقیقہ فی الجود الحلو وان قال فی الحلیۃ من صدر الکتاب المنھی خلاف المامور فان کان النھی المتعلق بہ قطعی الثبوت والدلالۃ فحرام وان کان ظنی الثبوت دون الدلالۃ اوبالعکس فمکروہ تحریما وان کان ظنی الثبوت والدلالۃ فمکروہ تنزیھا اھ اور شک نہیں کہ اس تقدیر پر ترک مستحب مکروہ نہ ہوگا مجمع الانہر باب الاذان میں ہے لاکراھۃ فی ترک المندوب اضطراب کے جن صاحب فتح قدس سرہ جا بجا التزام فرمائی کہ خلاف اولٰی مکروہ تنزیہی ہے اوقات مکروہہ نماز میں فرمایا کہ جانب ترک میں مکروہ تنزیہی جانب فعل میں مندوب کے رتبہ میں ہے حیث قال التحریم فی مقابلۃ الفرض فی الرتبۃ وکراھۃ التحریم فی رتبۃ الواجب والتنزیہ برتبۃ المندوب اونھیں نے تحریر الاصول میں تحریر فرمایا کہ مکروہ تنزیہی وہ ہے جس میں صیغہ نہی وارد ہو اور جس میں نہی نہیں وہ خلاف اولٰی ہے اور کراہت تنزیہ کا مرجع خلاف اولٰی کی طرف ہونا ایک اطلاق موسع کی بنا پر ہے حیث قال فی الباب الاول من المقالۃ الثانیۃ من التحریر مسألۃ اطلاق المامور بہ علی المندوب ما نصہ المکروہ منھی اصطلاحا حقیقۃ مجاز لغۃ والمراد تنزیھا ویطلق علی الحرام وخلاف الاولی مما لا صیغۃ فیہ والا فالتنزیھیۃ مرجعھا الیہ جس ف ۳ حلیہ میں وہ فرمایا کہ علی الاول یکون الاسراف غیر مکروہ اوسی کے صدر میں ہے المکروہ تنزیھا مرجعہ الی خلاف الاولی والظاھر انھما متساویان جس ف ۴ غنیہ کے اوقات میں باتباع فتح تصریح فرمائی کہ التنزیھیۃ مقابلۃ المندوب اوسی کے مکروہات صلاۃ میں فرمایا الفعل ان تضمن ترک واجب فھو مکروہ کراھۃ تحریم وان تضمن ترک سنۃ فھو مکروہ کراھۃ تنزیہ ولکن تتفاوت فی الشدۃ والقرب من التحریمیۃ بحسب تاکد السنۃ نیز صدر کتاب میں فرمایا (اعلم ان للصلاۃ سننا) وترکھا یوجب کراھۃ تنزیہ (واداباً) جمع ادب (ولا باس بترکہ ولا کراھۃ (وکراھیۃ) والمراد بھا ما یتضمن ترک سنۃ وھو کراھۃ تنزیہ او ترک واجب ھو کراھۃ التحریم جس ف ۵ بحر کے اوقات میں تھا التنزیہ فی رتبۃ المندوب اوسی کے باب العیدین میں فرمایا لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذلا بد لھا من دلیل خاص فلذا کان المختار عدم کراھۃ الاکل قبل الصلاۃ اھ ای صلاۃ الاضحی اور دربارۂ ترک اسراف اونکا کلام گزرا اوسی کے مکروہات نماز میں ایسی ہی تصریح فرما کر پھر خود اوس پر اشکال وارد کر دیا کہ ہر مستحب خلاف اولٰی ہے اور یہی کراہت تنزیہ کا حاصل حیث قال السنۃ ان کانت غیر مؤکدۃ فترکھا مکروہ تنزیھا وان کان الشیئ مستحبا او مندوبا ولیس بسنۃ فینبغی ان لا یکون ترکہ مکروھا اصلا کما صرحوا بہ انہ یستحب یوم الاضحی ان لا یاکل قالوا ولو اکل فلیس بمکروہ فلم یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ الا انہ یشکل علیہ ما قالوا ان المکروہ تنزیھا خلاف الاولی ولا شک ان ترک المستحب خلاف الاولی اھ اما العلامۃ **الشامی** فاضطراب اقوالہ ھھنا اکثر واوفر ففی ف ۶ مستحبات الوضوء نقل مسألۃ الاکل یوم الاضحی واستظھر ان ترک المستحب لا یکرہ

ف ۱: تطفل ۳۸ علی الحلیۃ
ف ۲: تطفل ۳۹ ما علی الفتح
ف ۳: تطفل ۳۸ علی الحلیۃ
ف ۴: تطفل ۳۹ علی الغنیۃ
ف ۵: تطفل ۴۱ علی البحر
ف ۶: معروضۃ ۲۹۲ علی العلامۃ ش

https://www.facebook.com/darahlesunnat

حیث قال اقول وھذا ھو الظاھر اذ النوافل فعلھا اولی ولا یقال ترکھا مکروہ اھ ثم بعد صفحۃ رجع وقال قد منا ان ترک المندوب مکروہ تنزیھا اھ **وقال** ف۱ فی مکروھات الوضوء المکروہ تنزیھا یرادف خلاف الاولی اھ ورجع آخر مکروھات الصلاۃ فقال الظاھر ان خلاف الاولی اعم فقد لا یکون مکروھا حیث لا دلیل خاص کترک صلاۃ الضحی اھ **وقال** ف۲ فی صدرھا قلت ویعرف ایضا بلا دلیل نھی خاص بان تضمن ترک واجب او سنۃ فالاول مکروہ تحریما والثانی تنزیھا اھ ورجع فی اٰخرھا فقال بعد ما مر وبہ یظھر ان کون ترک المستحب راجعا الی خلاف الاولی لا یلزم منہ ان یکون مکروھا الا بنھی خاص لان الکراھۃ حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل اھ **ثم** ف۳ بعد ورقۃ رجع عن ھذا الرجوع فقال فی مسألۃ استقبال النیرین فی الخلاء الظاھر ان الکراھۃ فیہ تنزیھیۃ مالم یرد نھی خاص اھ **وقال** ف۴ فی المنحۃ عند قول البحر قد صرحوا بان التفات ف۵ البصر یمنۃ ویسرۃ من غیر تحویل الوجہ اصلا غیر مکروہ مطلقا والاولی ترکہ لغیر حاجۃ مانصہ ای فیکون مکروھا تنزیھا کما ھو مرجع خلاف الاولی کما مر وبہ صرح فی النھر وفی الزیلعی وشرح الملتقی للباقانی انہ مباح لانہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان یلاحظ اصحابہ فی صلاتہ بموق عینیہ ولعل المراد عند عدم الحاجۃ فلا ینافی ماھنا اھ ثم رجع عما قریب فقال خلاف الاولی اعم من المکروہ تنزیھا وترک المستحب خلاف الاولی دائما لا مکروہ تنزیھا دائما بل قد یکون مکروھا ان وجد دلیل الکراھۃ والا فلا اھ

اقول ثم ف۶ ومن العجب ان البحر کان صرح فی الالتفات بنفی الکراھۃ مطلقا وان الاولی ترکہ لغیر حاجۃ فکان نصا فی نفی الکراھۃ راسا مع کونہ ترک الاولی فی بعض الصور ففسرہ بضدہ اعنی اثبات الکراھۃ لکونہ ترک الاولی مع نقلہ عن الزیلعی والباقانی انہ مباح وظاھرہ الاباحۃ الخالصۃ بدلیل الاستدلال بالحدیث فلم یتذکر ھنا ما علم ان خلاف الاولی لا یستلزم الکراھۃ مالم یرد نھی با اینہمہ اسمیں شک نہیں کہ فتح القدیر میں محقق علی الاطلاق کی تصریحات اسیطرف ہیں کہ ترک مستحب بھی مکروہ تنزیہی ہو تو اوسکا ف۷ آداب میں گننا نفی کراہت تنزیہ پر کیونکر دلیل ہو خصوصًا اسی بحث کے آخر میں وہ صاف صاف کراہت اسراف کی تصریح بھی فرما چکے حیث قال یکرہ الزیادۃ علی ثلث فی غسل الاعضاء اھ اور خود علامہ صاحب بحر نے بھی اسے اونسے نقل فرمایا تو اوس حمل پر باعث کیا رہا **ثانیًا** ف۸ **اقول** اس سے قطع نظر بھی ہو تو محقق نے انھیں آداب میں یہ افعال بھی شمار فرمائے نزع خاتم علیہ اسمہ تعالی او اسم نبیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حال الاستنجاء وتعاھد ما تحت الخاتم وان لا یلطم وجھہ بالماء والدلک خصوصا فی الشتاء وتجاوز حدود الوجہ والیدین والرجلین لیستیقن غسلھا اور شک نہیں کہ وقت استنجا اوس انگشتری کا جسپر اللہ عزوجل یا نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا نام پاک یا کوئی متبرک لفظ ہو اوتار لینا صرف مستحب ہی نہیں قطعًا سنت ہے اور اوسکا ترک ضرور مکروہ بلکہ اساءت ہے بلکہ ف۹ مطلقًا کچھ لکھا ہو

ف۱: معروضۃ علیہ
ف۲: معروضۃ اخری علیہ
ف۳: معروضۃ ثالثۃ علیہ
ف۴: معروضۃ رابعۃ علیہ
ف۵: مسئلہ
ف۶: معروضۃ خامسۃ علیہ
ف۷: معروضۃ سادسۃ علیہ
ف۸: مسئلہ
ف۹: مسئلہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

حروف ہی کا ادب چاہیے بلکہ ایسی انگوٹھی پہنکر بیت الخلا مین جانا ہی مکروہ ہی ولہذا[ف1] تعویذ لیجانے کی اجازت اوسوقت ہوئی کہ غلاف مشلّ موم جامہ مین ہو اور پھر بھی فرمایا کہ اب بھی بچنا ہی اولے ہی اگرچہ غلاف ہونے سے کراہت نہ رہی رد المحتار[ف2] مین[2] نقلوا عندنا ان للحروف حرمة ولو مقطعة وذکر بعض القراء ان حروف الهجاء قرأن نزل علی هود علیه الصلاة والسلام الخ اوسی مین عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی سے ہی حروف الهجاء قرأن انزلت علی هود علیه الصلاة والسلام کما صرح بذلک الامام القسطلانی فی کتابه الاشارات فی علم القراءات بحر الرائق مین ہی یکرہ ان یدخل الخلاء ومعه خاتم مکتوب علیه اسم اللہ تعالی اوشیئ من القرأن درمختار مین ہی رقیة فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بها والاحتراز افضل یونہین انگشتری[ف3] ڈھیلی ہو تو اوسے جنبش دینی وضو مین سنت ہی اور تنگ ہو کہ بے تحریک پانی نہ پہنچے گا تو فرض۔ خلاصہ مین ہی فی مجموع النوازل تحریک الخاتم سنة ان کان واسعا وفرض ان کان ضیقا بحیث لم یصل الماء تحته یونہین[ف4] وضو مین مونھ پر زور سے چھپا کا مارنا مکروہ اور اوسکا ترک مسنون۔ درمختار مین ہی مکروهه لطم الوجه او غیره بالماء تنزیها۔ بحر مین ہی ان الزیلعی صرح بان لطم الوجه بالماء مکروه فیکون ترکه سنة لا ادبا یونہین[ف6] اعضا کا ملنا بھی مثل غسل سنت وضو بھی ہی درمختار مین ہی ومن السنن الدلک وترک الاسراف وترک لطم الوجه بالماء خلاصہ فصل وضو جنس آخر صفت وضو مین ہی والدلک عندنا سنة رہا اعضا[ف7] مین حدود شرعیہ سے اتنا تجاوز جس سے یقین ہو جائے کہ حدود فرض کا استیعاب ہو لیا اقول[۱۶۱] اگر یقین[ف8] سے یقین فقہی مراد ہو جیسا کہ کتب فقہیہ مین وہی متبادر ہی تو یہ ادب و سنت درکنار خود واجب لابدی ہی ہان یقین کلامی مراد ہو تو ادب کہنا عجب نہین هذا وقد نبه من هذه الافعال الاربعة علی سنیة الاخیرین فی البحر اقول[۱۶۲] والعجب[ف9] ترک الاولین مع نقله ایاهما ایضا عن الفتح فالسکوت یکون اشد ایهاما انهما لم یأثرهما ولا شک ان الثانی مثل الرابع الذی استند فیه البحر الی الخلاصة جعله سنة فکذلک نص فیها علی سنیة الثانی ایضا اما الاول[ف10] فانه الکل واحقها بالتنبیه والبحر نفسه صرح فی الاستنجاء بما سمعت ولکن جل من لا یغیب عن علمه شیئ قط یہان سے واضح ہوا کہ محقق کا اس عبارت مین ترک اسراف کو شمار فرمانا نفی کراہت پر حاکم نہین ہو سکتا اقول[۱۶۳] وکان[ف11] من احسن الاعذار عن المحقق رحمه اللہ تعالی انه تجوز فاطلق الادب علی ما یعم السنن لکنه ههنا قد میز السنن من الاداب کما میز فی الخلاصة واخذ[ف12] علی الکتاب فی جعله التیامن واستیعاب الراس بالمسح مستحبین وقال بعد اقامة الدلیل فالحق ان الکل سنة ومسح الرقبة مستحب اھ ثم قال ومن[ف13] السنن الترتیب بین المضمضة والاستنشاق وعد اشیاء ثم قال الاداب ترک الاسراف والتقتیر الخ فسیاق کلامه رحمه اللہ تعالی ینفی العذر المذکور واللہ تعالی اعلم ثالثا اقول[۱۶۴] عبارت[ف14] بدائع مین بھی کہہ سکتے ہین کہ امام ملک العلماء رحمہ اللہ تعالی نے ترک اسراف کو صرف ادب ہی

نہ فرمایا بلکہ حق بتایا تو اسراف خلاف حق ہوا باطل ہوا اور ماوسکا ادنٰی درجہ کراہت فماذا بعد الحق الا الضلال بلکہ اسراف کو غلو کہا اور دین میں غلو ممنوع لاتغلوا فی دینکم **رابعا اقول** ان تمام تائیدات کے بعد بھی نہر و ردالمحتار کا مطلب کہ قول سوم کو دوم کی طرف راجع کرنا ہی تمام نہیں ہوتا۔ مانا کہ بدائع وفتح کی عبارات نفی کراہت نہ کریں مانا کہ فتح کی رائے میں ترک ادب بھی مکروہ ہو مگر نص امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کیا جواب ہے جسمیں اوسکے ادب ہونیکی تصریح فرمائی اور مستحبات محضہ کے ساتھ اوسکی گنتی آئی اب اگر تحقیق یہ ہے کہ ترک مندوب مکروہ نہیں تو ضرور کلام امام کہ امام کلام ہے نفی کراہت کا اشعار فرمائیگا اس بارہ میں کلمات علما کا اختلاف واضطراب سُن چکے وانا **اقول** وباللہ التوفیق اولا حبُ کراہت میں تناقض نہیں کہ ایک کا رفع دوسرے کے ثبوت کو مستلزم ہو۔ دیکھو مباح سے دونوں مرتفع ہیں تو ترک مستحب مطلقا مستلزم کراہت کیوں ہوا **ثانیا اقول** اگر ترک مستحب موجب کراہت ہو تو ۔۔۔ آدمی جسوقت خالی بیٹھا ہو اور کوئی مطالبہ شرعیہ وسوقت اوسپر لازم نہ ہو لازم کہ اوسوقت لاکھوں مکروہ کا مرتکب ٹھہرے کہ مندوبات بیشمار ہیں اور وہ اوسوقت اون سب کا تارک **ثالثا اقول** کراہت کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ وہ مقابل سنت ہے نہ مقابل مندوب جو بندہ ہو کر بلاوجہ ایسی چیز کا ارتکاب کرے جسے اوسکا مولے مکروہ رکھتا ہے وہ کسی ملامت وسرزنش کا بھی مستحق نہ ہو تو مولی کے نزدیک مکروہ ہونے کا کیا اثر ہوا اور جب فعل پر سرزنش چاہیے تو اسکا مرتبہ جانب ترک میں وہی ہوا جو جانب فعل میں سنت کا ہے کہ اوسکے ترک پر ملامت ہے نہ کہ مندوب کا جسکے ترک۔ پر کچھ نہیں۔ ظاہر ہے کہ کراہت کچھ ہی کی مقتضی ہے اور ترک مستحب پر کچھ نہیں اور کچھ نہیں کچھ ہی کے برابر نہیں ہو سکتا **رابعا اقول** وباللہ التوفیق تحقیق بالغ وتنمیق بازغ یہ ہے کہ فعل مطلوب شرعی کا ترک نادراً ہوگا یا عادۃً اور ہر ایک پر سزا کا استحقاق ہوگا یا سرزنش کا یا کچھ نہیں تو دونوں ترک تین قسم ہوئے اور تین کو تین میں ضرب دیے تو قسمیں عقلی پیدا ہوئیں انمیں تین بداہۃً باطل ہیں ترک عادی پر کچھ نہ ہو اور نادر پر عذاب یا عتاب۔ سوم ترک عادی پر عتاب اور نادر پر عقاب اور دو قسمیں شرعاً وجود نہیں رکھتیں ترک عادی پر عقاب یا عتاب اور نادر پر کچھ نہیں۔ کہ شرعاً مستحب کے ترک نادر پر کچھ نہیں تو عادی پر بھی کچھ نہیں اور سنت کے ترک عادی پر عتاب ہے تو نادر پر بھی ہے کہ وہ حکم سنت ہے اور حکم شی کو شی سے انفکاک نہیں اصول امام فخر الاسلام وامام حسام الدین وامام نسفی میں ہے حکم السنۃ ان یطالب المرء باقامتھا من غیر افتراض ولا وجوب لانھا طریقۃ امرنا باحیائھا فیستحق اللائمۃ بترکھا لاجرم چار قسمیں رہیں (۱) ترک عادی ہو یا نادر مطلقا موجب استحقاق عذاب ہو یہ بحال قطعیت فرض ورنہ واجب ہے (۲) عادی پر عذاب ور نادر پر عتاب۔ یہ سنت مؤکدہ ہے کہ اگر نادر پر بھی عذاب ہو تو اوسمیں اور واجب میں فرق نہ رہیگا اور عادی پر بھی عتاب ہی ہو تو اوسمیں اور سنت غیر مؤکدہ میں تفاوت نہ ہوگا حالانکہ وہ اون دونوں میں برزخ ہے (۳) عادی ہو یا نادر مطلقا مورث عتاب ہو یہ سنت زائدہ ہے (۴) مطلقا عذاب عتاب کچھ نہ ہو یہ مستحب مندوب ادب ہے۔ پھر ازانجا کہ فعل وترک میں تقابل ہے بغرض تعادل واجب ہے کہ ایسی ہی چار قسمیں جانب ترک نکلیں یعنی جسکا ترک مطلوب ہے (۱) اوسکا فعل عادی ہو یا

فائدہ لطیفہ: علی الانصاروش

فائدہ جلیلہ

دربارۂ مکروہ تنزیہی وتحریمی واساءت وخلاف اولٰی مصنف کی تحقیق نفیس فوائد کثیرہ پر مشتمل اور فرض واجب وسنت مؤکدہ وغیرمؤکدہ کے فرق احکام

https://www.facebook.com/darahlesunnat

نادر مطلقا موجب استحقاق عذاب ہو یہ بحال قطعیت حرام ورنہ مکروہ تحریمی ہے (۲) فعل عادی پر عذاب ورنادر پر عتاب یہ اسارت ہے جسکی نسبت علمانے تحقیق فرمائی کہ کراہت تنزیہی سے افحش اور تحریمی سے اخف ہے (۳) مطلقا مورث عتاب ہی ہو یہ کراہت تنزیہی ہے (۴) مطلقا کچھ نہ ہو یہ خلاف اولی ہے تنویر اس تقریر منیر سے چند جلیل فائدے متجلی ہوئے (۱) سنت مؤکدہ کا ترک مطلقا گناہ نہیں بلکہ اُسکے ترک کی عادت گناہ ہے (۲) اسارت کے بارے میں اگرچہ کلمات علما مضطرب ہیں کوئی اوسے کراہت سے کم کہتا ہے کما فی الدر صدر سنن الصلاۃ وبہ نص الامام عبد العزیز فی الکشف و فی التحقیق کوئی زائد کما فی الشامی عن شرح المنار للزین کوئی مساوی کما فی الطحطاوی ثمہ و فی ادراک الفریضۃ عن الحلبی شارح الدر مگر عند التحقیق اوس کا مقابل سنت مؤکدہ ہونا چاہیے کہ جسطرح سنت مؤکدہ واجب وسنت زائدہ میں برزخ ہے یونہیں اسارت کراہت تحریم وکراہت تنزیہ میں کما فی الشامی علمگیریہ^ف۱ میں سراج وہاج سے ہے ان ترک المضمضۃ والاستنشاق اثم علی الصحیح لانہما من سنن الہدی وترکہا یوجب الاساءۃ بخلاف السنن الزوائد فان ترکہا لایوجب الاساءۃ ام اقول^ف۲ قولہ اثم ای ان اعتاد کما ھو معروف فی محلہ فیہ و فی نظائرہ اصول امام فخر الاسلام و امام حسام الدین و امام نسفی میں ہے والسنن نوعان سنۃ الہدی وتارکہا یستوجب اساءۃ وکراھیۃ والزوائد وتارکہا لایستوجب اساءۃ رد المحتار^ف صدر سنن الوضوء میں ہے مطلق السنۃ شامل لقسمیہا وھما السنۃ المؤکدۃ المسماۃ سنۃ الہدی وغیر المؤکدۃ المسماۃ سنۃ الزوائد بحر الرائق سنن نماز مسئلہ رفع یدین للتحریمہ میں ہے انہ من سنن الہدی فھو سنۃ مؤکدۃ (۳) کراہت تنزیہہ مستحب کے مقابل ہے نہ سنت مؤکدہ کے بلکہ سنت غیر مؤکدہ کے مرتبہ میں ہے۔ اوسے مستحب کے مقابل کہنا خلاف تحقیق ہے اور مطلق سنت کے مقابل بتانا بمعنی اعم ہے جبکہ اوسے اسارت کو بھی شامل کرلیا جائے جسطرح کبھی اسارت کو اعم لیکر سنت زائدہ کے مقابل بولتے ہیں جسطرح اطلاق موسع میں خلاف اولی کو مکروہ تنزیہی کہدیتے ہیں (۴) خلاف اولی مستحب کا مقابل ہے اور اپنے معنی خاص پر مکروہ تنزیہی سے بالکل جدا ہاں بمعنی اعم اوسے بھی شامل اور کراہت تنزیہ کا اوسکی طرف مرجع ہونا اسی معنے پر ہے۔ بحر کے اشکال مذکور لیشکل علیہ ما قالوہ ان المکروہ تنزیہا مرجعہ الی خلاف الاولی پر منحۃ الخالق میں فرمایا الکراھۃ لابد لہا من دلیل خاص وبذلک یندفع الاشکال لان المکروہ تنزیہا الذی ثبتت کراھتہ بالدلیل یکون خلاف الاولی ولا یلزم من کون الشیئ خلاف الاولی ان یکون مکروھا تنزیہا مالم یوجد دلیل الکراھۃ۔ (۵) کراہت کے لیے اگرچہ تنزیہی ہو ضرور دلیل کی حاجت ہے کما نص علیہ فی الحدیقۃ الندیۃ وغیرہا وبیناہ فی رشاقۃ الکلام اقول^ف۳ خلاف سنت ہونا خود کراہت پر دلیل شرعی ہے لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من رغب عن سنتی فلیس منی رواہ الشیخان عن انس ولابن ماجۃ عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالی عنہما من لم یعمل بسنتی فلیس منی فما^ف۴ فی العلامۃ الشامی من انما قد تعرف بلا دلیل خاص کأن تضمن ترک واجب وسنۃ لیس کما ینبغی ولا نعنی

ف۱: مسئلہ وضو میں کُلّی یا ناک میں پانی ڈالنے کا ترک مکروہ ہے اور اسکی عادت ڈالے تو گنہگار ہوگا۔ مسئلہ وہ لوگ خوب یاد رکھیں جو کلی ایسی نہیں کرتے کہ حلق تک ہر پرزے کو دھوئیں اور وہ کہ پانی جنکی ناک کے بانسے تک نہیں چڑھتا یہ سب لوگ گنہگار ہیں

ف۲: اور غسل میں ان کا ترک ایسا ہے جیسے وضو میں سرے سے یہ غسل ہوگا نہ نماز

ف۳: سنت مؤکدہ کی سنت مؤکدہ کا نام سنن ہدی اور سنت زائدہ کا سنن زوائد

ف۴: معروضۃ علی العلامۃ ش

بالخاص خصوص النص فی الجزئی المعین اذ لاحاجۃ الیہ قطعا لصحۃ الاحتجاج بالعمومات والقواعد الشرعیۃ الکلیۃ قطعا (۶) یہ نفیس جلیل تفرقے مقتضائے تقسیم عقلی واقتضائے نفس لفظ کراہت قضیۂ تفرقۂ احکام ہیں نہ کہ نری اصطلاح اختیاری کہ جسکا جو چاہا نام رکھ لیا کما قالہ المحقق فی الحلیۃ ان ھذا امر یرجع الی الاصطلاح والتزامہ لیس بلازم اھ ونقل قبیلہ عن اللامشی فی حد المکروہ ھو مایکون ترکہ اولی من فعلہ وتحصیلہ اھ ثم قال اعلم ان المکروہ تنزیھا مرجعہ الی ماھو خلاف الاولی والظاہر انھما متساویان کما اشار الیہ اللامشی اھ وتبعہ فی رد المحتار (۷) مشہور احکام خمسہ ہیں واجب مندوب مکروہ حرام مباح وبہ بدء فی مسلم الثبوت یہ مذہب شافعیہ سے الیق ہے کہ ان کے یہاں واجب فرض میں فرق نہیں والیہ اشار تبعا للتحریر فی التحریر بقولہ بعدہ والحنفیۃ لاحظوا حال الدال الخ اور بعض نے برعایت مذہب حنفی فرض وواجب اور حرام ومکروہ تحریمی کو تقسیم میں جدا جدا اخذ کرکے سات قرار دیے وبہ ثنی فی المسلم بعض نے فرض واجب سنت نفل حرام مکروہ مباح یوں سات گنے وعلیہ مشی فی التنقیح وتبعہ المولی خسرو فی مرقاۃ الوصول والعلامۃ الشمس محمد بن حمزۃ الفناری فی فصول البدائع بعض نے سنت میں سنت ہدی وسنت زائدہ اور مکروہ میں تحریمی وتنزیہی قسمین کرکے نو شمار کیے کما نص علیہ الفناری فی اٰخر کلامہ ویشیر الیہ کلام التوضیح اقول تقسیم اول میں کمال اجمال اور مذہب شافعی سے الیق ہونے کے علاوہ صحت مقابلہ اسپر مبنی کہ ہر مندوب کا ترک مکروہ ہو وقد علمت انہ خلاف التحقیق نیز سنت و مندوب میں فرق نہ کرنا مذہب حنفی وشافعی کسی کے مطابق نہیں۔ یہی دونوں کی تقسیم دوم میں بھی ہیں سوم وچہارم میں عدم مقابلہ بدیہی کہ سوم میں جانب فعل چار چیزیں ہیں اور جانب ترک دو۔ چہارم میں جانب فعل پانچ ہیں اور جانب ترک تین۔ پھر جانب ترک بسط اقسام کرکے تصحیح مقابلہ کیجیے تو اوسی مقابلہ نفل وکراہت سے چارہ نہیں مگر بتوفیق اللہ تعالٰی تحقیق فقیر سب خللوں سے پاک ہے اوس نے ظاہر کیا کہ بلکہ احکام گیارہ ہیں پانچ جانب فعل میں متنازل فرض واجب سنت مؤکدہ غیر مؤکدہ مستحب اور پانچ جانب ترک میں متصاعد خلاف اولٰی مکروہ تنزیہی اساءت مکروہ تحریمی حرام جنہیں میزان مقابلہ اپنے کمال اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنے نظیر کا مقابل ہے اور سب کے بیچ میں گیارھواں مباح خالص۔ اس تقریر منیر کو حفظ کرلیجیے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملیگی اور ہزارہا مسائل میں کام دیگی اور صدہا عقدوں کو حل کریگی کلمات اس کے موافق مخالف سب طرح کے ملیں گے مگر بحمد اللہ تعالٰی حق اس سے متجاوز نہیں فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کیجاتی ضرور ارشاد فرماتے کہ یہ عطر مذہب ومنقح مذہب ہے والحمد للہ رب العلمین اس تحقیق انیق کے بعد قول سوم ہرگز دوم کی طرف راجع ہوکر منتفی نہیں بلکہ وہی من حیث الروایۃ سب سے اقوی ہے کہ خاص نص ظاہر الروایۃ کا مقتضی ہے **تنبیہ** علامہ عمر نے جبکہ قول چہارم اختیار فرمایا امام اجل قاضی خان وغیرہ کا ترک اسراف کو سنت فرمانا بھی اسی طرف راجع کرنا چاہا کہ سنت سے مراد مؤکدہ ہے اور اوسکا ترک مکروہ تحریمی

ف۱: تطفل علی الحلیۃ
ف۲: احکام شرعیہ ... گیارہ ہیں
ف۳: تطفل علی المشہور
ف۴: تطفل آخر علیہ
ف۵: معروضۃ اخری علی مسلم الثبوت
ف۶: تطفل علی التوضیح والمولی خسرو
ف۷: تطفل علی الشمس الفناری
ف۸: تطفل آخر علی ھؤلاء الثلثۃ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اقول اقوال بعض متاخرین میں اسکی تائیدوں کا پتا چلیگا بحر الرائق آخر مکروہات الصلاۃ پھر ردالمحتار میں ہے السنۃ اذا کانت
مؤکدۃ قویۃ لایبعد ان یکون ترکہا مکروہا کراہۃ تحریم کترک الواجب ابوالسعود علی مسکین پھر طحطاوی علی الدر المختار
صدر مکروہات نماز میں ہے الفعل اذا کان واجبا اوما فی حکمہ من سنۃ الھدی ونحوھا فالترک یکرہ تحریما وان کانت
سنۃ زائدۃ اوما فی حکمھا من الادب ونحوہ یکرہ تنزیہا اھ **اقول اولا** تبع القہستانی فانہ ذکرہ ثم لم
ینقلہ عن احد بل زعم ان کلامھم یدل علیہ فما کان للسید الازہری ان یسوقہ مساق المنقول **وثانیا**
لابد ان ترى ماذا اراد بنحوھا فالحکم لایسلم لہ فی السنۃ المؤکدۃ مالم یتعود بالترک ففیم یثبت بعدھا وھل ترى قائلا
بہ احدا کشف بزدوی وتحقیق علی الحسامی بحث عزیمت رخصت میں اصول امام ابوالیسر صدرالاسلام بزدوی سے ہے حکم
السنۃ ان یندب الی تحصیلھا ویلام علی ترکھا مع لحوق اثم یسیر درمختار صدر حظر میں ہے یاثم بترک الواجب ومثلہ
السنۃ المؤکدۃ مگر صحیح وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے کہ سنت مؤکدہ کا ایک آدھ بار ترک گناہ نہیں ہاں برا ہے اور عادت کے
بعد گناہ وناروا ہے **اقول** وھذا ان شاء اللہ تعالی سر قول الامام الاجل فخر الاسلام ان تارک السنۃ المؤکدۃ
یستوجب اساءۃ ای بنفس الترک وکراھۃ ای تحریمیۃ ای عند الاعتیاد اذ ھو المحل عند الاطلاق ولھذا
قال الامام عبدالعزیز فی شرحہ ان الاساءۃ دون الکراھۃ واکتفی فی السنۃ الزائدۃ بنفی الاساءۃ لان نفی
الادنی یدل علی نفی الاعلی بالاولی وحیث ان الکراھۃ التنزیھیۃ ادنی من الاساءۃ فنفی الاعلی لایستلزم نفی
الادنی ولذا ذکر توجہ اللائمۃ حکم ترک مطلق السنۃ ثم قسمھا قسمین وفرق بلزوم الاساءۃ وعدمہ فتحصل
ان المؤکدۃ وغیرھا تشترکان فی توجہ الملام علی الترک وتفترقان فی ان ترک المؤکدۃ اساءۃ وبعد التعود کراھۃ
تحریم ولیس فی ترک غیرھا الا کراھۃ التنزیہ ولعمری ان اشارات ھذا الامام الھمام ادق من ھذا حتی لقبوہ
ابا العسر واخاہ الامام صدر الاسلام ابا الیسر جہاں جہاں کلمات علما میں اوس پر حکم اثم ہے اوس سے مراد بحال اعتیاد ہے تا
اوس میں اور واجب میں فرق نہ رہے **اقول** والفرق بتشکیک الاثم کما لجأ الیہ فی البحر لایجدی لان التشکیک حاصل
فی الواجبات انفسہا اور جب اوسکا مطلق ترک گناہ نہیں تو مکروہ تحریمی بے عادت نہیں ہوسکتا کہ ہر مکروہ تحریمی گناہ و
معصیت صغیرہ ہے ردالمحتار صدر واجبات صلاۃ میں ہے صرح العلامۃ ابن نجیم فی رسالتہ المؤلفۃ فی بیان المعاصی بان کل
مکروہ تحریما من الصغائر منیہ میں ہے لایترک رفع الیدین ولو اعتاد یاثم غنیہ میں ہے لانہ سنۃ مؤکدۃ اما لو ترکہ بعض
الاحیان من غیر اعتیاد لایأثم وھذا مطرد فی جمیع السنن المؤکدۃ حلیہ میں کلام مذکور امام ابوالیسر کی طرف اشارہ کرکے
فرمایا وھو حسن لکن بعد وجود الدلیل الدال علی لحوق الاثم لتارک السنۃ بمجرد الترک لھا ولیس ذلک بالسھل

ف ۱: تطفل ۳۰ علی النہر
ف ۲: مسئلہ
ف ۳: معروضۃ ۳۴۱ علی السید ابی السعود
ف ۴: معروضۃ ۳۴۲ علی القہستانی والسید
ف ۵: تطفل ۳۲ علی البحر
ف ۶: مسئلہ

الواضح رد المحتار سنن صلاۃ میں نہر الفائق سے بحوالہ کشف کبیر کلام امام ابی الیسر نقل کرکے فرمایا فی شرح التحریر المراد الترک بلا عذر
علی سبیل الاصرار وفی شرح الکیدانیۃ عن الکشف قال محمد فی المصرین علی ترک السنۃ بالقتال وابو یوسف بالتادیب
اھ فیتعین حمل الترک علی الاصرار توفیقا بین کلامہم اوسی میں ہے کونہ سنۃ مؤکدۃ لایستلزم الاثم بترکہ مرۃ واحدۃ
بلاعذر فیتعین تقیید الترک بالاعتیاد اوسی کے سنن وضو میں دربارۂ نیت ہے یاثم بترکھا اثما یسیرا کما قدمنا عن
الکشف والمراد الترک بلا عذر علی سبیل الاصرار کما قدمنا عن شرح التحریر وذلک لانھا سنۃ مؤکدۃ کما حققہ فی
الفتح فتح القدیر میں ہے حکی فی الخلاصۃ خلافا فی ترکہ (ای ترک رفع الیدین عند التحریمۃ) قیل یاثم وقیل لا قال والمختار
ان اعتادہ اثم لا ان کان احیانا اھ قلت وینبغی ان یحمل شقی ھذا القول محل القولین فلا اختلاف ولا اثم لنفس الترک
بل لان اعتیادہ للاستخفاف والا فمشکل او یکون واجبا درمختار میں ہے الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال وقیل واجبۃ و
علیہ العامۃ ثمرتہ تظہر فی الاثم بترکھا مرۃ اوسی کے سنن وضو میں ہے وتثلیث الغسل المستوعب ولا عبرۃ للغرفات ولو
اکتفی بمرۃ ان اعتادہ اثم والا لا خلاصہ میں ہے ان توضأ مرۃ مرۃ ان فعل لعزۃ الماء او لعذر البرد او لحاجۃ لایکرہ وکذا
ان فعلہ احیانا اما اذا اتخذ ذلک عادۃ یکرہ اھ **اقول** ای تحریما لانہ سنۃ مؤکدۃ وھی محل الاطلاق والمنفیۃ
عن فعلہ احیانا ما من دون عذر اسکے نظائر کثیر وافر ہیں فلا نظر الی ما وقع فی البحر صدر سنن الصلاۃ وقد ردہ فی رد المحتار
ببعض ما ذکرنا ھنا وباللہ التوفیق خوبتر یہ ہے کہ جب ہمارے مشائخ عراق نے جماعت کو واجب اور مشائخ خراسان نے سنت مؤکدہ فرمایا
اور مفید میں یوں تطبیق دی کہ واجب ہے اور اوسکا ثبوت سنت سے خود علامہ عمر نے نہر میں اسے نقل کرکے فرمایا ھذا یقتضی الاتفاق
علی ان ترکھا مرۃ بلا عذر یوجب اثما مع انہ قول العراقیین والخراسانیون علی انہ یاثم اذا اعتاد الترک کما فی القنیۃ اھ فائدہ
اس مسئلہ پر باقی کلام اور سنت کی تعریف واقسام اور سنت غیر مؤکدہ کی تحقیق احکام اور اوسکا مستحب سے فرق اور مکروہ تحریمی وتنزیہی
کی بحث جلیل اور یہ کہ مکروہ تنزیہی اصلا گناہ نہیں اور یہ کہ تحریمی مطلقا گناہ ہے اور یہ کہ وہ بے اصرار ہرگز کبیرہ نہیں اور ان مسائل میں
فاضل لکھنوی کی لغزشوں کا بیان یہ سب ہمارے رسالہ **بسط الیدین فی السنۃ والمستحب والمکروھین**
میں ہے وباللہ التوفیق **تنبیہ ۵** جبکہ علامہ عمر نے کراہت تحریم کا استظہار کیا علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں تو اونکا کلام مقرر رکھا
مگر ردالمحتار میں رائے جانب کراہت تنزیہ گئی لہذا دلائل تحریم کا جواب دینا چاہا علامہ عمر نے تین دلیلیں پیش فرمائی تھیں (۱) کلام امام
زیلعی میں کراہت کو مطلق رکھنا (۲) اسراف سے نہی کی حدیثوں کا مطلق یعنی بے قرینۂ صارفہ ہونا (۳) منتقی میں اوسے منہیات
سے گننا علامہ شامی نے **اول** کا یہ جواب دیا کہ مطلق کراہت ہمیشہ تحریم پر محمول نہیں کما ذکرنا انفا اھ واشار بہ الی ما قدمہ قبل ھذا
بصفحۃ عن البحر ان المکروہ نوعان احدھما ما کرہ تحریما وھو المحمل عند اطلاقہم الکراھۃ کما فی زکاۃ فتح القدیر ثانیھما المکروہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

تنزیہا وکثیرا مایطلقونہ کما فی شرح المنیۃ **اقول** اسمین کلام نہیں کہ فقہا بارہا کراہت مطلق بولتے اور اوس سے خاص مکروہ تنزیہی یا تنزیہی وتحریمی دونوں کو عام مراد لیتے ہیں مگر یہ وہاں ہے کہ ارادۂ کراہت تحریم سے کوئی صارف موجود ہو مثلاً دلیل سے ثابت یا خارج سے معلوم ہو کہ جسے یہاں مطلق مکروہ کہا مکروہ تحریمی نہیں یا جو افعال یہاں گنے اون میں مکروہ تنزیہی بھی ہیں عما یفعلونہ فی مکروھات الصلاۃ بے قیام دلیل ہمارے مذہب میں اصل وہی ارادۂ کراہت تحریم ہے کما مر عن نص المحقق علی الاطلاق وکتب المذھب طافحۃ بذلک تو کراہت تنزیہ کی طرف پھیرنا ہی محتاج دلیل ہو ورنہ استدلال نہ تمام ہے اب یہ جواب دلیل دوم کے جواب سے محتاج تکمیل ہوا اور اوسکی تضعیف سے اسکی تضعیف بھی جلوہ نما دوم سے یہ جواب دیا کہ صارف موجود ہے مثلاً جس نے آب نہر سے وضو میں اسراف کیا اگر اوسے سنت نہ جانا تو ایسا ہوا کہ نہر سے کوئی برتن بھر کر اوسی میں اولٹ دیا اسمین کیا محذور ہے سوا اسکے کہ ایک عبث بات ہے **اقول** اسکا مبنی اوسی خیال پر ہے کہ علامہ نے قول اول و چہارم کو ایک سمجھا ہے ورنہ قول چہارم میں لب نہر اسراف کی تحریم کہاں اور ما ورا میں کہ پانی کی اضاعت ہے صارف کیا وقد قدمنا یکفی ویشفی ومنہ تعلم ما فی تعبیرہ بالوضوء بماء النھر اما استنادہ الی ان حدیث فمن زاد علی ھذا او نقص فقد تعدی وظلم محمول علی الاعتقاد عندنا کما فی الھدایۃ وغیرھا وقال فی البدائع انہ الصحیح حتی لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنۃ لا یلحقہ الوعید قال وقد منا انہ صریح فی عدم کراھۃ ذلک یعنی کراھۃ تحریم ام **فاقول** لا یفید ما قصدہ من قصر الحکم علی کراھۃ التنزیہ مطلقا لما لم یعتقد خلاف السنۃ کیف ولو کان ترک الاسراف سنۃ مؤکدۃ کما یقولہ النھر کان تعودہ مکروھا تحریما وقوعہ احیانا تنزیھا والحدیث حاکم علی من زاد مطلقا ای ولو مرۃ بانہ ظلم فلزم تاویلہ بما یجعل الزیادۃ ممنوعۃ مطلقا فحملوہ علی ذلک فمن زاد او نقص مرۃ ولم یعتقد لم یلحقہ الوعید الا تری انھم ھم الناصون بان من غسل الاعضاء مرۃ ان اعتاد اثم کما قدمنا عن الدر ومعناہ عن الخلاصۃ وقد صرح بہ فی الحلیۃ وغیرما کتاب ثم العجب انی رأیت العلامۃ نفسہ قد صرح بھذا فی سنن الوضوء فقال لا یخفی ان التثلیث حیث کان سنۃ مؤکدۃ واصر علی ترکہ یاثم وان کان یعتقدہ سنۃ واما حملھم الوعید فی الحدیث علی عدم رؤیۃ الثلث سنۃ کما یاتی فذلک فی الترک ولو مرۃ بدلیل ما قلنا قال وبہ اندفع ما فی البحر من ترجیح القول بعدم الاثم لو اقتصر علی مرۃ بانہ لو اثم بنفس الترک لما احتیج الی ھذا الحمل ام واقرہ فی النھر وغیرہ وذلک لانہ مع عدم الاصرار یحتاج الیہ فتدبر ام وقال بعیدہ صریح ما فی البدائع انہ لا کراھۃ فی الزیادۃ والنقصان مع اعتقاد سنیۃ الثلث وھو مخالف لما مر من انہ لو اکتفی بمرۃ واعتادہ اثم ولما سیاتی ان الاسراف مکروہ تحریما ولھذا فرع فی الفتح وغیرہ علی القول بحمل الوعید علی الاعتقاد بقولہ فلو زاد لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینۃ القلب عند الشک او نقص لحاجۃ لا باس بہ فان مفادہ ھذا التفریع انہ لو زاد او نقص بلا غرض

ف ۲۱۹: معروضۃ علی العلامۃ ش.

ف ۲: اگرچہ فقہا اکثر مکروہ تنزیہی یا تنزیہی وتحریمی دونوں سے عام پر اطلاق کراہت فرماتے ہیں مگر اصل یہی ہے کہ ادنیٰ سے مطلق سے مراد کراہت تحریمی ہے جبتک دلیل سے اسکا خلاف نہ ثابت ہو۔

ف ۳: معروضۃ ۲۲۰ اخری علیہ

ف ۴: معروضۃ ۲۲۱ ثالثۃ علیہ

ف ۵: معروضۃ ۲۲۲ رابعۃ علیہ

ف ۶: معروضۃ ۲۲۳ خامسۃ علیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

صحیح یکرہ وان اعتقد سنیۃ الثلث وبہ صرح فی الحلیۃ فیحتاج الی التوفیق بین ما فی البدائع وغیرہ ویمکن بما قدمنا انہ اذا فعل ذلک مرۃ لایکرہ مالم یعتقدہ سنۃ وان اعتادہ یکرہ وان اعتقد الثلث الا اذا کان لغرض صحیح اھ ولکن سبحٰن من لاینسٰی **اقول** وانت تعلم ان الکراھیۃ المنفیۃ فیما اذا نقص مرۃ ھی التحریمیۃ کما قدمنا لان ترک السنۃ المؤکدۃ مرۃ واحدۃ ایضا مکروہ ولو لم یکن تحریما وعلی التعود یحمل التفریع المذکور فی الفتح والکافی والبحر وعامۃ الکتب فان نفی الباس یستعمل فی کراھۃ التنزیہ کما نصوا علیہ فاثباتہ المستفاد ھٰھنا بالمفھوم المخالف یفید کراھۃ التحریم ھذا الکلام معہ رحمہ اللہ تعالٰی بما قرر نفسہ وعند العبد الضعیف منشؤ اخر لحمل العلماء الحدیث علی الاعتقاد کما سیاتی ان شاء اللہ تعالٰی **سوم** سے یہ جواب دیا کہ مکروہ تنزیہی بھی حقیقۃً اصطلاحاً منہی عنہ ہے اگرچہ لغۃً اُسے منہی عنہ کہنا مجاز ہے کما فی التحریر **اقول اوّلا** رحمہ اللہ العلامۃ یہاں تحریر میں اصطلاح سے امام محقق علی الاطلاق کی مراد اصطلاح نحویان ہے نہ کہ اصطلاح شرع یا فقہ یعنی جبکہ مکروہ تنزیہی میں صیغۂ نہی اور بعض مندوبات میں صیغۂ امر ہوتا ہے اور نحوی صیغہ ہی کو دیکھتے ہیں اختلاف معانی سے اُنہیں بحث نہیں کہ یہاں فعل یا ترک کی طلب حتمی ہے یا غیر حتمی تو اُنکی اصطلاح میں حقیقۃً مندوب مامور بہ ہوگا اور مکروہ تنزیہی منہی عنہ مگر لغۃً انکو مامور بہ و منہی کہنا مجاز ہے کہ لغت میں مامور بہ واجب اور منہی عنہ ناجائز سے خاص ہے اور یہی عرف شرع و اصطلاح فقہ ہے تو نحویوں کے طور پر لا تفعل کا صیغہ ہونے سے فقہاً کیونکر منہیات میں داخل ہونے لگا تحریر کی عبارت محل مذکور سابقاً سے ملخصاً یہ ہے مسئلہ اختلف فی لفظ المامور بہ فی المندوب قیل عن المحققین حقیقۃ والحنفیۃ وجمع من الشافعیۃ مجاز ویجب کون مراد المثبت ان الصیغۃ فی الندب یطلق علیہا لفظ امر حقیقۃ بناء علی عرف النحاۃ فی ان الامر للصیغۃ المقابلۃ للماضی والخبر مستعمل فی الایجاب وغیرہ فالمندوب مامور بہ حقیقۃ والنافی علی ما ثبت ان الامر خاص فی الوجوب والاول (ای نفی الحقیقۃ) اوجہ لابتنائہ علی الثابت لغۃ وابتناء الاول علی الاصطلاح (للنحویین) ومثل ھذہ المکروہ (تنزیھا) منھی (عنہ) اصطلاحا (نحویا) حقیقۃ مجاز لغۃ (لان النھی فی الاصطلاح یقال علی لا تفعل استعلاء سواء کان للمنع الحتم اولا اما فی اللغۃ فیمتنع ان یقال حقیقۃ نھی عن کذا الا اذا منع منہ) اھ مزیدا ما بین الاھلۃ من شرحہ التقریر والتحبیر لتلمیذ المحقق ابن امیر الحاج رحمہما اللہ تعالٰی **ثانیا اقول** اگر مکروہ تنزیہی شرعاً حقیقۃً منہی عنہ ہوتا واجب الاحتراز ہوتا لقولہ تعالٰی وما نھٰکم عنہ فانتھوا[1] تو مکروہ تنزیہی نہ رہتا بلکہ حرام یا تحریمی ہوتا اور ہم نے اپنے رسالہ جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ میں دلائل قاہرہ قائم کیے ہیں کہ وہ ہرگز شرعاً منہی عنہ نہیں **ثالثًا** خود علامہ شامی کو جابجا اسکا اعتراف ہے کلام حلیہ الظاہر ان السنۃ فعل المغرب فورا وبعدہ مباح الی اشتباک النجوم نقل کرکے فرمایا الظاہر انہ اراد بالمباح مالا یمنع فلاینافی کراھۃ التنزیہ آخر کتاب الاشربہ میں سید علامہ ابو السعود سے نقل کیا المکروہ تنزیھا یجامع الاباحۃ اھ **رابعاً و خامسًا اقول** عجب تر یہ کہ

[1] ۵۹/۷

ف۱: معروضۃ سادسۃ علیہ

ف۲: مکروہ تنزیہی لغۃً و شرعاً منہی عنہ نہیں صرف اصطلاح نحو پر منہی عنہ ہے

ف۳: معروضۃ سابعۃ علیہ

ف۴: معروضۃ ثامنۃ علیہ

ف۵: معروضۃ تاسعۃ علیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

صدر حظر میں ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع بتایا کہ مکروہ تنزیہی ممنوع نہیں ف۱ ثم ادعی تبعا لزلۃ وقعت فی التلویح واقمنا فی رسالتنا بسط الیدین الدلائل الساطعۃ علی بطلانہا ونقلنا مائۃ نص من ائمتنا وکتب مذہبنا متونا وشروحا وفتاوی منہا کتب نفس الشامی کرد المحتار ونسمات الاسحار علی خلافہا ان المکروہ تحریما ایضا غیر ممنوع عند الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما وسبحٰن اللہ ای عجب اعجب من ھذا ان یکون المکروہ تنزیھا منھیا عنہ والمکروہ تحریما غیر ممنوع سادسا عجب تر یہ کہ جب شارح نے جواہر سے آب جاری میں اسراف جائز ہونا نقل فرمایا علامہ محشی نے قول کراہت کے خلاف دیکھ کر اوسکی یہ تاویل فرمائی کہ جائز سے مراد غیر ممنوع ہے ففی الحلیۃ عن اصول ابن الحاجب انہ قد یطلق ویراد بہ مالا یمتنع شرعا وھو یشمل المباح والمکروہ والمندوب والواجب یعنی اب کراہت کے خلاف نہ ہوگا کہ مکروہ تنزیہی بھی شرعاً ممنوع نہیں **اقول** ف۲ یہ ایک تو اوس دعوے کا رد ہوگیا کہ مکروہ تنزیہی بھی حقیقۃً منہی عنہ ہے سابعا اصل تحقیق علامہ محشی کے خلاف خود قول صاحب نہر کی تسلیم ہوگئی خود علامہ نے جابجا تصریح فرمائی کہ کتب میں مفہوم مخالف معتبر ہے جب عبارت جواہر کے معنے یہ ٹھہرے کہ جاری پانی میں ممنوع نہیں صرف مکروہ تنزیہی ہے تو صاف مستفاد ہوا کہ آب غیر جاری میں ممنوع ومکروہ تحریمی ہے اور یہی مدعائے صاحب نہر تھا بالجملہ نہر کی کسی دلیل کا جواب نہ ہوا۔ رہا یہ کہ پھر آخر حکم منقح کیا ہے اسکے لیے اولاً تحقیق معنی اسراف کی طرف عود کریں پھر تنقیح حکم وباللہ التوفیق **تنبیہ** ف۳ اسراف بلاشبہہ ممنوع وناجائز ہے قال اللہ تعالٰی ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین ۝ بیہودہ صرف نہ کرو بیشک اللہ تعالٰی بیہودہ صرف کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا قال اللہ تعالٰی ولا تبذر تبذیرا ۝ ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین وکان الشیطٰن لربہ کفورا ۝ مال بیجا نہ اڑا بیشک بیجا اڑانیوالے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا **اقول** ف۴ اسراف کی تفسیر میں کلمات متعدد وجہ پر آئے (۱) غیر حق میں صرف کرنا۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمائی الفریابی وسعید بن منصور وابوبکر بن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب المفرد وابناء جریر والمنذر وابی حاتم والطبرانی والحاکم وصححہ والبیہقی فی شعب الایمان واللفظ لابن جریر کلھم عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی قولہ تعالٰی ولا تبذر تبذیرا قال التبذیر فی غیر الحق وھو الاسراف (۲) اسی کے قریب ہے وہ کہ تاج العروس میں بعض سے نقل کیا وضع الشیئ فی غیر موضعہ یعنی بیجا خرچ کرنا ابن ابی حاتم نے امام مجاہد تلمیذ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی لو انفقت مثل ابی قبیس ذھبا فی طاعۃ اللہ لم یکن اسرافا ولو انفقت صاعا فی معصیۃ اللہ کان اسرافا اگر تو ابوقبیس برابر سونا طاعت الٰہی میں خرچ کردے تو اسراف نہیں اور اگر ایک صاع جو گناہ میں خرچ کرے تو اسراف ہے۔ کسی نے حاتم کی کثرت داد ودہش پر کہا لا خیر فی سرف اسراف میں خیر نہیں۔ اوس نے جواب دیا لا سرف فی خیر خیر میں اسراف نہیں **اقول** ف۵ حاتم کا مقصود تو خدا نہ تھا نام تھا کما نص علیہ فی الحدیث تو اوسکی ساری داد ودہش اسراف ہی تھی مگر سخائے خیر میں بھی

ف۱: معروضۃ ۳۲۸ عاشرۃ علیہ
ف۲: المعروضۃ ۳۲۹ الحادیۃ عشرۃ علیہ
ف۳: المعروضۃ ۳۳۰ الثانیۃ عشرۃ علیہ
ف۴: اسراف کے معنی کی تفصیل وتحقیق

https://www.facebook.com/darahlesunnat

شرعِ مطہر اعتدال کا حکم فرماتی ہے قال اللہ تعالٰی ولا تجعل یدک مغلولۃ الٰی عنقک ولا تبسطہا کل البسط فتقعد ملوما محسورا○ وقال تعالٰی والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذٰلک قواما○ آیہ کریمہ واٰتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا کی شانِ نزول میں ثابت بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قصہ معلوم و معروف ہے رواہا ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن جریج اور دہر صحاح کی حدیث جلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تصدق کا حکم فرمایا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خوش ہوئے کہ اگر میں کبھی ابوبکر صدیق پر سبقت لیجاؤنگا تو وہ یہی بار ہے کہ میرے پاس مال بسیار ہے اپنے جملہ اموال سے نصف حاضر خدمت اقدس لائے حضور نے فرمایا اہل وعیال کے لیے کیا رکھا عرض کی اتنا ہی۔ اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر ہوئے اور اپنا کُل مال حاضر لائے گھر میں کچھ نہ چھوڑا ارشاد ہوا اہل وعیال کے لیے کیا رکھا عرض کی اللہ اور اللہ کا رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اسپر حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں میں وہی فرق ہے جو تمھارے ان جوابوں میں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ عام کیلیے وہی حکم میانہ روی ہے اور صدّیق توکل وکمال تبتّل والوں کی شان بڑی ہے (۲) حکم الٰہی کی حد سے بڑھنا۔ یہ تفسیر ایاس بن معٰویہ بن قرہ تابعی ابن تابعی ابن صحابی کی ہے ابن جریر وابو الشیخ عن سفین بن حسین عن ابی بشر قال اطاف الناس بایاس بن معٰویۃ فقالوا ما السرف قال ما تجاوزت بہ امر اللہ فہو سرف اور اسیکی مثل اہل لغت سے ابن الاعرابی کی تفسیر ہے کما سیأتی عن التفسیر الکبیر تعریفات السید میں ہے الاسراف تجاوز الحد فی النفقۃ اقول یہ تفسیر محل ہے حکم الٰہی وضو میں کہنیوں تک ہاتھ گٹّوں تک پاؤں دھونا ہے مگر اس سے تجاوز اسراف نہیں بلکہ نیم بازو و نیم ساق تک بڑھانا مستحب ہے جیسا کہ احادیث سے گزرا تو امر سے مراد تشریع لینی چاہیے یعنی حد اجازت سے تجاوز اور اب یہ تفسیر ایک تفسیر تبذیر کیطرف عود کریگی (۳) ایسی بات میں خرچ کرنا جو شرع مطہر یا مروت کے خلاف ہو اول حرام ہے اور ثانی مکروہ تنزیہی طریقہ محمدیہ میں ہے الاسراف والتبذیر ملکۃ بذل المال حیث یجب امساکہ بحکم الشرع او المروءۃ وھی رغبۃ صادقۃ للنفس فی الافادۃ بقدر ما یمکن وھما فی مخالفۃ الشرع حرامان وفی مخالفۃ المروءۃ مکروھان تنزیہا اھ اقول وزادہ ملکۃ لیجعلہما من منکرات القلب لانہ فی تعدیدھا ومثل الشارح العلامۃ سیدی عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی مخالفۃ للمروءۃ بدفعہ للاجانب والتصدق علیہم وترک الاقارب والجیران المحاویج اھ اقول اخرج الطبرانی بسند صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا امۃ محمد والذی بعثنی بالحق لا یقبل اللہ صدقۃ من رجل ولہ قرابۃ محتاجون الی صلتہ ویصرفہا الی غیرہم والذی نفسی بیدہ لا ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ اھ فہو خلاف الشرع لا مجرد خلاف المروءۃ واللہ تعالٰی اعلم وانا اقول وباللہ التوفیق آدمی کے پاس جو مال زائد بچا اور اوس نے ایک فضول کام میں اوٹھا دیا جیسے بے مصلحت شرعی مکان کی زینت و آرائش میں مبالغہ اس سے اوسے تو کوئی نفع ہوا نہیں اور اپنے غریب مسلمان بھائیوں کو

فرمایا ھو فی النار یا الٰی النار رواہ الطبرانی فی الکبیر وابو الشیخ فی الثواب والحاکم وقال صحیح الاسناد اگرچہ یہ اونہیں تاکید اسیلئے تھی کہ وہ اصحابِ صفّہ سے تھے اور ان حضرات کرام کا

دیتا تو اونکو کیسا نفع پہنچتا تو اس حرکت سے ظاہر ہوا کہ اس نے اپنی بے معنی خواہش کو اونکی حاجت پر مقدم رکھا اور یہ خلاف مروت ہے (۴) طاعت الٰہی کے غیر میں اوٹھانا قاموس میں ہے الاسراف التبذیر او ما انفق فی غیر طاعۃ اھ رد المحتار میں اسکی نقل پر اقتصار فرمایا اقول ۱۹۴ ف ظاہر ہے کہ مباحات نہ طاعت ہیں نہ اونمیں خرچ اسراف مگر یہ کہ غیر طاعت سے خلاف طاعت مراد لیں تو مثل تفسیر دوم ہوگی اور اب علامہ شامی کا یہ فرمانا کہ لایلزم من کونہ غیر طاعۃ ان یکون حراما نعم اذا اعتقد سنیتہ (ای سنیۃ الزیادۃ علی الثلث فی الوضوء) یکون منھیا عنہ ویکون ترکہ سنۃ مؤکدۃ صحیح نہ رہیگا (۵) حاجت شرعیہ سے زیادہ استعمال کرنا کما تقدم فی صدر البحث عن الحلیۃ والبحر وتبعھما العلامۃ الشامی اقول ۱۹۵ ف۲ اولا مراتب خمسہ کہ ہم اوپر بیان کر آئے اونمیں حاجت کے بعد منفعت پھر زینت ہے اور شک نہیں کہ انمیں خرچ بھی اسراف نہیں جبتک حد اعتدال سے متجاوز نہ ہو قال اللہ تعالی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق اے نبی تم فرمادو کہ اللہ کی وہ زینت جو اوس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور پاکیزہ رزق کس نے حرام کیے ہیں۔ مگر یہ تاویل کریں کہ حاجت سے ہر کارآمد بات مراد ہے ثانیا ۱۹۶ ف۳ شرعیہ کی قید بھی مانع جامعیت ہے کہ حاجت دنیویہ میں بھی زیادہ اوڑانا اسراف ہے مگر یہ کہ شرعیہ سے مراد مشروعہ لیں یعنی جو حاجت خلاف شرع نہ ہو تو یہ اوس قول پر مبنی ہوجائیگا جسمیں اسراف وتبذیر میں حاجت جائزہ وناجائزہ سے فرق کیا ہے اگر کہیے ان علما کا یہ کلام دربارۂ وضو ہے اوسمیں تو جو زیادت ہوگی حاجت شرعیہ دینیہ ہی سے زائد ہوگی اقول ۱۹۷ اب مطلقاً حکم ممانعت مسلم نہ ہوگا مثلاً میل چھڑانے یا شدت گرما میں ٹھنڈ کی نیت سے زیادت کی تو اسراف نہیں کہہ سکتے کہ غرض صحیح جائز میں خرچ ہے۔ شاید اسی لیے علامہ طحطاوی نے لفظ شرعیہ کم فرماکر اتنا ہی کہا الاسراف ھو الزیادۃ علی قدر الحاجۃ اقول ۱۹۸ مگر یہ تعریف اگر مطلق اسراف کی ہو تو جامعیت میں ایک اور خلل ہوگا کہ قدر حاجت سے زیادت کے لیے وجود حاجت درکار اور جہاں حاجت ہی نہ ہو اسراف اور زائد ہے ہاں حلیہ کے اتباع کیطرح خاص اسراف فی الوضو کا بیان ہو تو یہ خلل نہ ہوگا (۶) غیر طاعت میں یا بلا حاجت خرچ کرنا۔ نہایۂ ابن اثیر و مجمع بحار الانوار میں ہے الاسراف والتبذیر فی النفقۃ لغیر حاجۃ او فی غیر طاعۃ اللہ تعالی یہ تعریف گویا چہارم و پنجم کی جامع ہے اقول ۱۹۹ ف اولا طاعت میں وہی تاویل لازم جو چہارم میں گزری ثانیا ف۵ حاجت میں وہی تاویل ضرور جو پنجم میں مذکور ہوئی (۷) دینے میں حق کی حد سے کمی یا بیشی۔ تفسیر ابن جریر میں ہے الاسراف فی کلام العرب الاخطاء باصابۃ الحق فی العطیۃ اما بتجاوز حدہ فی الزیادۃ واما بتقصیر عن حدہ الواجب اقول ۲۰۰ ف یہ عطا کے ساتھ خاص ہے اور اسراف کچھ لینے دینے ہی میں نہیں اپنے خرچ کرنے میں بھی ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں فی الوضوء اسراف وفی کل شیئ اسراف وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے اور ہر کام میں اسراف کو دخل ہے رواہ سعید بن منصور عن یحیی بن ابی عمرو السیبانی التقتصر سلا (۸) ذلیل غرض میں کثیر مال اوٹھا دینا۔ تعریفات السید میں ہے الاسراف انفاق المال الکثیر فی الغرض الخسیس اھ وقد سبق ھھنا واقتصر علیہ فی المسرف اقول ۲۰۱ ف یہ بھی جامع

ف۱ معروضۃ علی العلامۃ ش بل والقاموس ایضا

ف۲ تطفل علی الحلیۃ والبحر وش

ف۳ تطفل اخر علیھم

ف۴ تطفل

ف۵ تطفل اخر علیھما

ف۶ تطفل علی ابن جریر

ف۷ تطفل علی العلامۃ السید الشریف

نہین بے غرض محض تھوڑا مال ضائع کردینا بھی اسراف ہے (۹) حرام مین سے کچھ حلال کو اعتدال سے زیادہ کھانا حکاہ السید

قیل اقول یہ کھانے سے خاص ہے (۱۰) لائق وپسندیدہ بات مین قدر لائق سے زیادہ اوٹھادینا تعریفات علامہ شریف

مین ہے الاسراف صرف الشیئ فیما ینبغی زائدا علی ماینبغی بخلاف التبذیر فانہ صرف الشیئ فیما لا ینبغی اقول

ینبغی کا اطلاق کم از کم مستحب پر آتا ہے اور اسراف مباح خالص مین اوس سے بھی زیادہ ہے مگر یہ کہ جو کچھ لاینبغی نہین سب کو ینبغی

مان لین کہ مباح کامون کو بھی شامل ہوجائے ولیس ببعید اور عبث محض اگرچہ بعض جگہ مباح بمعنی غیر ممنوع ہو مگر زیر لاینبغی داخل

ہے تو اوسمین جو کچھ اوٹھیگا اس تفسیر پر داخل تبذیر ہوگا (۱۱) بیفائدہ خرچ کرنا قاموس مین ہے ذھب ماء الحوض سرفا فاض من

نواحیہ تاج العروس مین ہے قال شمر سرف الماء ماذھب منہ فی غیر سقی ولا نفع یقال اروت البئر النخیل وذھب بقیۃ

الماء سرفا تفسیر کبیر وتفسیر نیشاپوری مین ہے اعلم ان لاھل اللغۃ فی تفسیر الاسراف قولین الاول قال ابن الاعرابی السرف

تجاوز ما حد لک الثانی قال شمر سرف المال ماذھب منہ فی غیر منفعۃ اقول منفعت کے بعد بھی اگرچہ ایک تبرزینت ہی

مگر ایک معنی پر زینت بھی بیفائدہ نہین۔ ہمارے کلام کا ناظر خیال کرسکتا ہے کہ ان تمام تعریفات مین سب سے جامع ونافع و واضح تر تعریف

اول ہے اور کیون نہ ہو کہ یہ اوس عبد اللہ کی تعریف ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علم کی گٹھری فرماتے اور جو خلفائے اربعہ

رضی اللہ تعالی عنہم کے بعد تمام جہان سے علم مین زائد ہے اور جو ابو حنیفہ جیسے امام الائمہ کا مورث علم ہے رضی اللہ تعالی عنہ وعنہم

اجمعین تبذیر کے باب مین علما کے دو قول ہین (۱) وہ اور اسراف دونون کے معنی ناحق صرف کرنا ہین اقول یہی صحیح ہے

کہ یہی قول حضرت عبد اللہ بن مسعود وحضرت عبد اللہ بن عباس وعامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کا ہے قول اول کی حدیث مین

اسکی تصریح گزری اور وہی حدیث بطریق آخر ابن جریر نے یون روایت کی کنا اصحاب محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نتحدث

ان التبذیر النفقۃ فی غیر حقہ سعید بن منصور سنن اور بخاری ادب مفرد اور ابن جریر وابن منذر تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان

مین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی المبذر المنفق فی غیر حقہ ابن جریر کی ایک روایت اونسے یہ ہے التنفق

فی الباطل فان المبذر ھو المسرف فی غیر حق وقال مجاھد لو انفق انسان مالہ کلہ فی الحق ما کان تبذیرا ولو انفق مدا

فی الباطل کان تبذیرا نیز قتادہ سے راوی التبذیر النفقۃ فی معصیۃ اللہ تعالی وفی غیر الحق وفی الفساد نہایہ ومختصر امام

سیوطی مین ہے المباذر والمبذر المسرف فی النفقۃ نیز مختصر مین ہے الاسراف التبذیر قاموس مین ہے بذرہ تبذیرا خربہ وفرقہ

اسرافا تعریفات السید مین ہے التبذیر تفریق المال علی وجہ الاسراف اسیطرح مختار الصحاح مین اسراف کو تبذیر اور تبذیر کو

اسراف سے تفسیر کیا (۲) اونمین فرق ہے تبذیر خاص معاصی مین مال برباد کرنیکا نام ہے ابن جریر عبد الرحمن بن زید بن اسلم مولائے

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی لاتبذر تبذیرا لا تعط فی المعاصی اقول اس تقدیر پر اسراف تبذیر سے

ف ۱ معروضۃ علی من نقل عنہم السید
ه وقع ھنا فی نسخۃ تفسیر النیسابوری المطبوعۃ بمصر تحریف العینیۃ
ماب النور منہ
ه ھکذا ھو المال باللام فی کلا التفسیرین وقضیۃ التاج انہ الماء بالھمزۃ ۱۲ منہ
ف ۲ تبذیر و اسراف کے معنی مین فرق کی بحث

عام ہوگا کہ ناحق صرف کرنا عبث میں صرف کو بھی شامل اور عبث مطلقاً گناہ نہیں تو از انجا کہ اسراف ناجائز ہے یہ صرف معصیت ہوگا مگر جسمیں صرف کیا وہ خود معصیت نہ تھا اور عبارت لا تعطی فی المعاصی کا ظاہر یہی ہے کہ وہ کام خود ہی معصیت ہو بالجملہ تبذیر کے مقصود وحکم دونوں معصیت ہیں اور اسراف کو صرف حکم میں معصیت لازم وھذا ھو المشتھر الیوم ووقع فی التاج عن شیخہ عن ائمۃ الاشتقاق ان التبذیر یفضل الاسراف فی عرف اللغۃ اھ وبہ صرح العلامۃ الشھاب فی عنایۃ القاضی ومفادہ ان التبذیر اعم ولعلہ یفسرہ بعض نے یون فرق کیا کہ مقدار میں حد سے تجاوز اسراف ہے اور بے موقع بات میں صرف کرنا تبذیر دونوں بُرے ہیں اور تبذیر بدتر۔ قال الخفاجی وفرق بینھما علی ما نقل فی الکشف بان الاسراف تجاوز فی الکمیۃ وھو جھل بمقادیر الحقوق والتبذیر تجاوز فی موقع الحق وھو جھل بالکیفیۃ وبمواقعھا وکلاھما مذموم والثانی ادخل فی الذم اھ اس تقدیر پر دونوں متباین ہونگے **اقول** اگرچہ مقدار سے زیادہ صرف بھی بے موقع بات میں صرف ہے کہ وہ مصرف اس زیادت کا موقع ومحل نہ تھا ورنہ اسراف ہی نہ ہوتا مگر بے موقع سے مراد یہ ہے کہ سرے سے وہ محل اصلا مصرف نہ ہو بالجملہ احاطہ کلمات سے روشن ہوا کہ وہ قطب جن پر ممانعت کے افلاک دورہ کرتے ہیں دو ہیں ایک مقصد معصیت دوسرا بیکار اضاعت اور حکم دونوں کا منع وکراہت **اقول** معصیت تو خود معصیت ہی ہے ولہذا اوسمیں منع مال ضائع کرنے پر موقوف نہیں اور غیر معصیت میں جبکہ وہ فعل فی نفسہ گناہ نہیں لاجرم ممانعت میں اضاعت ملحوظ ولہذا عام تفسیرات میں لفظ انفاق ماخوذ کہ مفید خرچ واستہلاک ہے کہ اہم بالافادہ یہی ہے معاصی میں صرف معصیت ہونا تو بدیہی ہے زید نے سونے چاندی کے کڑے اپنے ہاتھوں میں ڈالے یہ اسراف ہوا کہ فعل خود گناہ ہے اگرچہ تھوڑی دیر پہننے سے کڑے خرچ نہ ہوجائینگے اور بلاوجہ محض اپنی جیب میں ڈالے پھرتا ہے تو اسراف نہیں کہ نہ فعل گناہ ہے نہ مال ضائع ہوا اور اگر دریا میں پھینک دیے تو اسراف ہوا کہ مال کی اضاعت ہوئی اور اضاعت کی ممانعت پر حدیث صحیح ناطق صحیح بخاری وصحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ تعالی کرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال بیشک اللہ تعالی تمھارے لیے مکروہ رکھتا ہے فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت یہ تحقیق معنی اسراف ہے جسے محفوظ وملحوظ رکھنا چاہیے کہ آئندہ انکشاف احکام اسی پر موقوف وباللہ التوفیق **فائدہ** یہان سے ظاہر ہوا کہ وضو وغسل میں تین بار سے زیادہ پانی ڈالنا جبکہ کسی غرض صحیح سے ہو ہرگز اسراف نہیں کہ جائز غرض میں خرچ کرنا نہ خود معصیت ہے نہ بیکار اضاعت۔ اسکی بہت مثالیں اون پانیون میں ملین گی جنکو ہمنے آب مغسول سے مستثنی بتایا نیز تبرید وتنظیف کی دو مثالین ابھی گزرین اور انکے سوا علمائے کرام نے دو صورتین اور ارشاد فرمائی ہین جنمین غرض صحیح ہونے کے سبب اسراف نہ ہوا (۱) ایک وضو علی الوضو کی نیت کرے کہ نور علی نور ہے (۲) اگر وضو کرتے میں کسی عضو کی تثلیث میں شک واقع ہو تو کم پر بنا کرکے تثلیث کامل کرلے مثلاً شک ہوا کہ مونھ یا ہاتھ یا پاؤن شاید دو ہی بار دھویا تو ایکبار اور دھولے اگرچہ واقع میں یہ چوتھی بار ہو اور ایکبار کا خیال ہوا

مسئلہ ۱: اسراف کرنا ناجائز وگناہ ہے صرف دو صورتوں میں ہوتا ہے ایک یہ کہ کسی گناہ میں صرف واستعمال کریں دوسرے بیکار محض مال ضائع کریں

مسئلہ ۲: ادائے صحیح غرض وضو کا بیان جنکے لیے وضو وغسل میں تین تین بار سے زیادہ اعضا کا دھونا داخل اسراف نہیں بلکہ محمود ومستحب ہے

تو دوبارا اور یہ شک پڑا کر دھویا ہی نہیں تو تین بار دھوئے اگرچہ واقع کے لحاظ سے چھ بار ہوجائے یہ اسراف نہیں کہ اطمینان قلب حاصل کرنا غرض صحیح ہے۔ ہم امر چہارم میں ارشاد اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیان کر آئے کہ دع ما یریبک الی مالا یریبک شک کی بات چھوڑ کر وہ کر جسمیں شک نہ ہو کافی امام حافظ الدین نسفی میں ہے ھذا (ای وعید الحدیث من زاد علی ھذا او نقص فقد تعدی وظلم) اذا زاد معتقدا ان السنۃ ھذا فاما لو زاد لطمانینۃ القلب عند الشک او بنیۃ وضوء اٰخر فلا باس بہ لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر بترک ما یریبہ الی مالا یریبہ فتح القدیر میں قول ہدایہ الوعید لعدم رؤیتہ سنۃ کے تحت میں ہے فلو راٰہ وزاد لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینۃ القلب عند الشک او نقص لحاجۃ لاباس بہ عنایہ میں ہے اذا زاد لطمانینۃ القلب عند الشک او بنیۃ وضوء اٰخر فلا باس بہ فان الوضوء علی الوضوء نور علی نور وقد امر بترک ما یریبہ الی مالا یریبہ حلیہ میں ہے الوعید علی الاعتقاد المذکور دون نفس الفعل وعلی ھذا مشی فی الھدایۃ ومحیط رضی الدین والبدائع ونص فی البدائع انہ الصحیح لان من لم یر سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد ابتدع فیلحقہ الوعید وان کانت الزیادۃ علی الثلاث لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینۃ القلب عند الشک فلا یلحقہ الوعید وھو ظاھر وھل لو زاد علی الثلث من غیر قصد لشیئ مما ذکر یکرہ الظاھر نعم لانہ اسراف اسیطرح نہایہ ومعراج الدرایہ ومبسوط وسراج وہاج وبرجندی ودر مختار وعالمگیری وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے مگر بعض متأخرین شراح کو ان صورتوں میں کلام واقع ہوا صورت اولٰی میں تین وجہ سے وجہ اول وضو عبادت مقصودہ نہیں بلکہ نماز وغیرہ کے لیے وسیلہ ہے ہمارے علما کا اسپر اتفاق ہے تو جبتک اوس سے کوئی فعل مقصود مثل نماز یا سجدۂ تلاوت یا مس مصحف واقع نہ ہولے اوسکی تجدید مشروع نہ ہونی چاہیے کہ اسراف محض ہوگی یہ اعتراض محقق ابرہیم حلبی کا ہے خلاصہ میں اعضائے وضو چار بار دھونے کی کراہت میں دو قول نقل کر کے فرمایا تھا ھذا اذا لم یفرغ من الوضوء فان فرغ ثم استانف الوضوء لایکرہ بالاتفاق بعینہ اسیطرح تاتارخانیہ میں امام ناطفی سے ہے کافی شرح اس سے ثابت کہ ایک وضو سے فارغ ہو کر معاً بہ نیت وضو علی الوضو دوسرا وضو شروع کر دینا ہمارے یہاں بالاتفاق جائز ہے اور کسی کے نزدیک مکروہ نہیں اسپر علامہ حلبی نے وہ اشکال قائم کیا اور علامہ علی قاری نے مرقاۃ باب سنن الوضو فصل ثانی میں زیر حدیث من زاد علی ھذا فقد اساء وتعدی اونکی تبعیت کی اقول اولاً جب ائمہ ثقات نے ہمارے علما کا اتفاق نقل کیا اور دوسری جگہ سے خلاف ثابت نہیں تو بحث کی کیا گنجائش ثانیاً عبادت غیر مقصودہ بالذات ہونے پر اتفاق سے یہ لازم نہیں کہ وہ وسیلہ ہی ہو کر جائز ہو بلکہ فی نفسہٖ بھی ایک نوع مقصودیت سے حظ رکھتا ہے ولہذا اجماع ہے کہ ہر وقت باوضو رہنا ہر حدث کے بعد معاً وضو کرنا مستحب ہے فتاوٰے قاضی خان وخزانۃ المفتین وفتاوٰے ہندیہ وغیرہا میں وضوئے مستحب کے شمار میں ہے ومنہا المحافظۃ علی الوضوء وتفسیرہ ان یتوضأ کلما احدث لیکون علی الوضوء فی الاوقات کلہا بلکہ امام رکن الاسلام محمد بن ابی بکر

مسئلہ ۱: بعض نسخ فتاوٰی کردری میں وضو پر وضو مستحب ہے اگرچہ پہلے وضو سے کوئی نماز یا سجدۂ تلاوت وغیرہ کوئی فعل جسکے لیے باوضو ہونا شرط ہے ادا نہ کیا ہو اور بعض میں ہے کہ تجدید مکروہ ہے جبتک پہلے وضو سے کچھ ادا نہ کر لے اور یہی بعض متأخرین نے اختیار کیا اس کی تحقیق کہ ہمارے ائمہ کا کلام اور نیز احادیث خیر الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام مطلقاً تجدید وضو کو مستحب فرماتی ہیں اور ان قیدوں کا کوئی ثبوت ظاہر نہیں

مسئلہ ۲: ہر وقت باوضو رہنا مستحب ہے اور اوسکے فضائل

ف ۲: تطفل ۳۲ علی الغنیۃ وعلی القاری

ف ۳: تطفل ۳۳ اٰخر علیہما

شرعۃ الاسلام میں اوسے اسلام کی سنتوں سے بتایا فرماتے ہیں المحافظۃ علی الوضوء سنۃ الاسلام۔ اھ اُ کلی شرح مفاتیح الجنان ومصابیح الجنان میں بستان العارفین امام فقیہ ابو اللیث سے ہے بلغنا ان اللہ تعالٰی قال لموسٰی علیہ الصلاۃ والسلام یا موسٰی اذا اصابتك مصیبۃ وانت علی غیر وضوء فلا تلومن الا نفسك یعنی ہمکو حدیث پہنچی کہ اللہ عزوجل نے موسٰی علیہ الصلاۃ والسلام سے فرمایا اے موسٰی اگر بے وضو ہونیکی حالت میں تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو خود اپنے آپکو ملامت کرنا۔ اوسی میں کتاب خالصۃ الحقائق ابو القاسم محمود بن احمد فارابی سے ہے قال بعض اہل المعرفۃ من داوم علی الوضوء اکرمہ اللہ تعالٰی بسبع خصال الخ یعنی بعض عارفین نے فرمایا جو ہمیشہ باوضو رہے اللہ تعالٰی اوسے سات فضیلتوں سے مشرف فرمائے ملٰئکہ اوسکی صحبت میں رغبت کریں قلم اوسکی نیکیاں لکھتا رہے اوسکے اعضا تسبیح کریں اوس سے تکبیرہ اولٰی فوت نہ ہو جب سوئے اللہ تعالٰی کچھ فرشتے بھیجے کہ جن وانس کے شر سے اوسکی حفاظت کریں سکرات موت اوسپر آسان ہو جبتک باوضو ہو امانِ الٰہی میں رہے اوسیمیں بحوالہ مقدمہ غزنویہ وخالصۃ الحقائق انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے من احدث ولم یتوضأ فقد جفانی جسے حدث ہو اور وضو نہ کرے اوس نے میر ا کمال ادب جیسا چاہیے ملحوظ نہ رکھا اقول مگر ظاہرا یہ حدیث بے اصل ہے تشہد بہ قریحۃ من نظر فیہ بتمامہ وایضا لو صح لوجبت استدامۃ الوضوء ولا قائل بہ واللہ تعالٰی اعلم ثالثًا وہ تنظیف ہے اور دین کی بنا نظافت پر ہے اور شک نہیں کہ تجدید موجب تنظیف مزید۔ ولہٰذا جمعہ وعیدین وعرفہ واحرام ووقوف عرفات ووقوف مزدلفہ وحاضری حرم وحاضری سرکار اعظم ودخول منٰی ورمی جمار ہر سہ روز وشب برات وشب قدر وشب عرفہ وحاضری مجلس میلاد مبارک وغیرہا کے غسل مستحب ہوئے درمختار میں قول ماتن سن لصلاۃ جمعۃ وعید الخ کے بعد ہے وکذا الدخول المدینۃ ولحضور مجمع الناس الخ ان سب میں نماز کے لیے وسیلہ ہونا کہاں کہ جنابت نہیں رابعًا اگر صرف وسیلہ ہی ہو کر مشروع ہوتا تو ایکبار کوئی فعل مقصود کر لینے کے بعد بھی تجدید مکروہ ہی رہتی کہ پہلا وضو جبتک باقی ہے وسیلہ باقی ہے تو دوبارہ کرنا تحصیل حاصل وبیکار واسراف ہے خامسًا بلکہ چاہیے تھا کہ شرع مطہر وضو میں تثلیث ہی مسنون نہ فرماتی کہ وسیلہ تو ایکبار دھونے سے حاصل ہوگیا اب دوبارہ سہ بارہ کس لیے سادسًا رزین نے عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ مرتین مرتین وقال ھو نور علی نور یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وضو میں اعضائے کریمہ دو دو بار دھوئے اور فرمایا یہ نور پر نور ہے ایک ہی بار کے دھونے میں نور حاصل تھا پھر دوبارہ اور سہ بارہ نور پر نور لینا فضول نہ ہوا تو اسپر اور زیادت کیوں فضول ہوگی حالانکہ انھیں رزین کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الوضوء علی الوضوء نور علی نور وضو پر وضو نور پر نور ہے سابعًا ابوداود وترمذی وابن ماجہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من توضأ

علی طھر کتب لہ عشر حسنات جو باوضو وضو کرے اوسکے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں مناوی نے تیسیر میں کہا ای عشر وضوءات یعنی دس بار وضو کرنے کا ثواب لکھا جائے ظاہر ہے کہ حدیثوں میں فصل نماز وغیرہ کی قید نہیں تو مشائخ کرام کا اتفاق اور حدیث کریم کا اطلاق دونوں متوافق ہیں اسی بنا پر سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالی نے یہاں محقق حلبی کا خلاف فرمایا ردالمحتار میں ہے لکن ذکر سیدی عبدالغنی النابلسی ان المفہوم من اطلاق الحدیث مشروعیتہ ولو بلا فصل بصلاۃ او مجلس اخر ولا اسراف فیما ھو مشروع اما لو کررہ ثالثا اور ابعا فیشترط لمشروعیتہ الفصل بما ذکر والا کان اسرافا محضا اھ فتامل اھ **اقول** لکن اطلاق الحدیثین یشمل الثالث والرابع ایضا وایضا اذ لم یکن اسرافا فی الثانی لم یکن فی الثالث والرابع وکان المولی النابلسی قدس سرہ القدسی نظر الی لفظ الوضوء علی الوضوء فہما وضوان فحسب وکذلک من توضأ علی طھر **اقول** وھھنا لا یخفی فقولہ تعالی وھنا علی وھن لا یدل ان ھناک وھنین فقط وکان الشامی الی ھذا اشار بقولہ تأمل تأمل وسیأتی ملخص کلام العارف مع الکلام علیہ قریبا ان شاء اللہ تعالی **ثامنا اقول** حل یہ ہے کہ جو وضو فرض ہے وہ وسیلہ ہے کہ شرط صحت یا جواز ہے اور شروط وسائل ہوتے ہیں مگر جو وضو مستحب ہے وہ صرف ترتب ثواب کے لیے مقرر فرمایا جاتا ہے تو قصد ذاتی سے خالی نہیں اگرچہ اوس سے عمل مستحب فیہ میں حسن بڑھے کہ مستحب کی یہی شان ہے کہ وہ اکمال سنن کے لیے ہوتا ہے اور سنن اکمال واجب اور واجب اکمال فرض **اقول** اور فرض اکمال ایمان کے لیے اس سے اونکا غیر مقصود ہونا لازم نہیں آتا خلاصہ وبزازیہ وخزانۃ المفتین میں ہے الواجبات اکمال الفرائض والسنن اکمال الواجبات والاداب اکمال السنن درمختار باب ادراک الفریضہ میں ہے یاتی بالسنۃ مطلقا ولو صلی منفردا علی الاصح لکونہا مکملات اوسکی بحث تراویح میں ہے ھی عشرون رکعۃ حکمتہ مساواۃ المکمل للمکمل ولہذا ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ وضوئے بے نیت پر ثواب نہیں بحر الرائق میں ہے اعلم ان النیۃ لیست شرطا فی کون الوضوء مفتاحا للصلاۃ قیدنا بقولنا فی کونہ مفتاحا لانہا شرط فی کونہ سببا للثواب علی الاصح اور مستحب پر ثواب ہے تو وضوئے مستحب محتاج نیت ہوا اور وسائل محضہ محتاج نیت نہیں ہوتے فتح القدیر وبحر الرائق میں ہے اذا لم ینو حتی لم یقع عبادۃ سببا للثواب فہل یقع الشرط المعتبر للصلاۃ حتی تصح بہ اولا قلنا نعم لان الشرط مقصود التحصیل لغیرہ لا لذاتہ فکیف حصل حصل المقصود وصار کستر العورۃ وباقی شروط الصلاۃ لا یفتقر اعتبارھا الی ان تنوی تو ثابت ہوا کہ وضوئے مستحب وسیلہ نہیں وھو المقصود والحمد للہ الودود **تاسعا** محقق حلبی کا یہ استناد کہ اکیلا سجدہ (یعنی سجدۂ تلاوت وسجدۂ شکر کے سوا محض سجدۂ بے سبب) جبکہ عبادت مقصودہ نہ تھا تو علماء نے اوسپر حکم کراہت یا تو وضوئے جدید کی کراہت بدرجہ اولے **اقول** خود محقق رحمہ اللہ نے آخر غنیہ میں

ف: تطفل ۲۹۴ علی المولی النابلسی

ف: تطفل ۲۹۵ علی الغنیۃ سابعا و القاری

ف: مصنف کی تحقیق کہ جو وضو یا غسل مستحب ہے وہ وسیلہ محضہ نہیں بلکہ خود بھی مقصود ہے

ف: مستحب سنت کی تکمیل ہے سنت واجب کی واجب فرض کی فرض ایمان کی

ف: مسئلہ ۵ وضوئے مستحب بلانیت ادا نہ ہوگا

ف: مسئلہ ۶ سجدۂ بے سبب کا حکم

ف: تطفل ۲۹۶ ثالثا علیہا

سجدہ نماز وسہو وتلاوت ونذر وشکر پانچ سجدے ذکر کرکے فرمایا اما بغیر سبب فلیس بقربۃ ولا مکروہ یعنی سجدۂ بے سبب
میں نہ ثواب نہ کراہت نقلہ عن المجتبی مقرا علیہ ونقلہ عن الغنیۃ فی رد المحتار ایضا واقرہ ھھنا واعتمد ذلک ثمہ الا
ان یحمل ماھھنا علی کراھۃ التنزیہ وما ثم علی نفی المأثم ای کراھۃ التحریم فیتوافقان لکن یحتاج[۵۲۴] الحکم بکراھتہ ولو
تنزیھا الی دلیل یفیدہ شرعا کما تقدم وھو لم یستند ھھنا الی نقل فاللہ تعالٰی اعلم عاشرا اقول[۵۲۵] وباللہ التوفیق (ف۱)
سجدہ سب سے زیادہ خاص حاضری دربار ملک الملوک عزجلالہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اقرب مایکون العبد
من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں بندہ اپنے رب سے قریب ہوتا ہے تو اوس میں دعا بکثرت کرو
رواہ مسلم وابوداود والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور دربار شاہی میں بے اذن حاضری جرأت ہے اور
سجدۂ بے سبب کے لیے اذن معلوم نہیں ولہذا شافعیہ کے نزدیک حرام ہے کما صرح بہ الامام الاردبیلی الشافعی فی الانوار
اس بنا پر اگر سجدۂ بے سبب مکروہ ہو تو وضو کا اوسپر قیاس محض بلا جامع ہے رہا علامہ شامی کا اوسکی تائید میں فرمانا کہ یہ ابن عماد
میں ہے قال فی شرح المصابیح انما یستحب الوضوء اذا صلی بالوضوء الاول صلاۃ کذا فی الشرعۃ والقنیۃ اھ وکذا
ماقالہ المناوی فی شرح الجامع الصغیر حدیث من توضأ علی طھر ان المراد الوضوء الذی صلی بہ فرضا اونفلا
کما بینہ فعل راوی الخبر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فمن لم یصل بہ شیئا لایسن لہ تجدیدہ اھ ومقتضی ھذا
کراھتہ وان تبدل المجلس مالم یؤد بہ صلاۃ او نحوھا اھ اقول[۵۲۶] شرعۃ الاسلام میں اسکا پتا نہیں اوس میں صرف اسقدر ہے
التطھر لکل صلاۃ سنۃ النبی علیہ الصلاۃ والسلام ہاں سید علی زادہ نے اوسکی شرح میں مضمون مذکور شرح مصابیح سے
نقل کیا اور اوس سے پہلے صاف تعمیم کا حکم دیا حیث قال فالمؤمن ینبغی ان یجدد الوضوء فی کل وقت وان کان علی طھر
قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من توضأ علی طھر کتب لہ عشر حسنات وقال فی شرح المصابیح تجدید الوضوء فی
کل وقت انما یستحب اذا صلی بالوضوء الاول صلاۃ والا فلا اھ قلت[۵۲۷] وبہ ظھر ان قولہ کذا فی الشرعۃ ای شرحھا
اشارۃ الی قولہ قال فی شرح المصابیح لاداخل تحت قال بہرحال اولا (ف۲) قنیہ کا حال ضعف معلوم ہے اور شرح شرعہ بھی مبسوط ونہایہ
وعنایہ ومعراج الدرایہ وکافی وفتح القدیر وحلیہ وسراج وخلاصہ وناطفی میں کسی کے معارض نہیں ہوسکتی نہ کہ اونکا اور اونکے ساتھ
اور کتب کثیرہ سب کے مجموع کا معارضہ کرے پھر اعتبار منقول عنہ کا ہے اور شرح مصابیح (ف۳) شروح حدیث سے ہے معتمدات فقہ کا مقابلہ
نہ کریگی نہ کہ مذہب کا اتفاق علامہ مصطفٰی رحمتی نے شرح مشارق ابن ملک کے نص صریح کو اسی بنا پر رد کیا اور اوسے اطلاقات کتب
مذہب کے مقابل معارضہ کے قابل نہ مانا اور خود علامہ شامی نے اوسے نقل کرکے مقرر رکھا حیث قال علی قولہ لکن فی شرح
المشارق لابن ملک لو وطئھا وھی نائمۃ لایحلھا للاول لعدم ذوق العسیلۃ فیہ ان ھذا الکتاب لیس موضوعا لنقل

ف۱: تطفل ۲۹ تاسع علیہ

ف۲: معروضۃ ۱۳ علی العلامۃ ش

ف۳:

المذهب والطلاق المتون والشروح بوده وذوق الغسيلة للنائمة موجه حكما الايرى ان النائم اذا وجد البلل يجب عليه الغسل وكذا المغمى عليه الخ **ثانیاً**[ف۱] ۵۲۸ علامہ مناوی شافعی ہیں فقہ میں اونکا کلام نصوص فقہ حنفی کے خلاف کیا قابل ذکر **ثالثاً**[ف۲] ۵۲۹ وہی مناوی اسی جامع صغیر کی شرح تیسیر میں کہ شرح کبیر کی تلخیص ہے اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں فتجدید الوضوء سنۃ مؤکدۃ اذا صلی بالاول صلاۃ ۵۳۰ ما معلوم ہوا کہ لا یسن سے اونکی مراد نفی سنت مؤکدہ ہے و صاحب الدار ادری اور اوسکی نفی مقتضی کراہت نہیں کما لایخفی **وجہ دوم** ایک جلسہ[ف۳] میں وضو کی تکرار مکروہ ہے سراج وہاج میں اسے اسراف کہا تو قبل تبدل مجلس وضو علی الوضو کی نیت کیونکر کرسکتا ہے۔ یہ شبہہ بحر الرائق کا ہے کہ اوسی عبارت خلاصہ پر وارد فرمایا **اقول** ۵۳۱ جنس مسئلہ پر عبارت[ف۴] سراج سے اعتراض فرمایا وہ خود سراج کا بھی مسئلہ ہے ہندیہ میں ہے ونزاد علی الثلث لطمانينة القلب عند الشك او بنية وضوء اخر فلا باس به هكذا في النهاية والسراج الوهاج کیا کلام سراج خود اپنے مناقض ہے اور اگر ہے تو اونکا وہ کلام احق بالقبول ہوگا جو عامہ اکابر نقول کے موافق ہے یا وہ کہ اون سب کے اور خود اپنے بھی مخالف ہے لاجرم صاحب بحر کے برادر و تلمیذ نے نہر الفائق میں ظاہر کردیا کہ سراج نے ایک مجلس میں چند بار وضو کو مکروہ کہا ہے دو بار میں حرج نہیں تو اعتراض نہ رہا سراج وہاج کی عبارت یہ ہے لو تكرر الوضوء في مجلس واحد مرارا لم يستحب بل يكره لما فيه من الاسراف اھ وهذا هو ملخذ ما قدمنا عن المولى النابلسي رحمه الله تعالى **اقول**[ف۵] ۵۳۱ وباللہ التوفیق وضوئے جدید میں کوئی غرض صحیح مقبول شرع ہے یا نہیں اگر نہیں تو واجب کہ مطلقاً تجدید مکروہ و ممنوع ہو اگرچہ ایک ہی بار اگرچہ مجلس بدلکر اگرچہ ایک نماز پڑھکر کہ بیکار بہانا ہی اسراف ہے اور اسراف ناجائز اور اگر غرض صحیح ہے مثلاً زیادت نظافت تو وہ غرض زیادت قبول کرتی ہے یا نہیں اگر نہیں تو ایک ہی بار کی اجازت چاہیے اگرچہ مجلس بدل جائے کہ تبدل مجلس نامتزاید کو متزاید نہ کردیگا وہ کونسی غرض شرعی ہے کہ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے تو قابل زیادت نہیں اور یہاں سے اوٹھکر ایک قدم ہٹکر بیٹھ جائے تو از سر نو زیادت پائے اور اگر ہاں تو کیا وجہ ہے کہ مجلس میں دوبارہ تکرار کی اجازت نہ ہو یا جگہ بدلنے کو اسباب میں کوئی دخل نظر نہیں آتا تو قدم قدم ہٹکر سو بار تکرار کی اجازت اور بے ہٹے ایکبار سے زیادہ کی ممانعت کوئی وجہ نہیں رکھتی احادیث بیشک مطلق ہیں اور ہمارے ائمہ کا متفق علیہ مسئلہ بھی یقیناً مطلق اور ایک و متعدد کا تفرقہ ناموجہ واللہ سبحنہ و تعالی اعلم و اشار في الدر الى الجواب بوجه اخر فقال لعل كراهة تكراره في مجلس تنزيهية اھ اى فلا يخالف قولهم لو زاد بنية وضوء اخر فلا باس به لان البأس غالب استعمالها في كراهة التنزيه **اقول** ۵۳۲ ويبتنى على ما اختاره ان الاسراف مكروه تحريما لان المستثنى اذا ثبتت فيه كراهة التنزيه فلو لم تكن في المستثنى منه الا هي لم يصح الثنيا فان قلت معنا مسألة الزيادة للطمانينة عند الشك وقد حكموا عليهما بحكم واحد وهو لا باس به وهذه الزيادة مطلوبة قطعا لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم دع ما يريبك فكيف يحمل على كراهة التنزيه **قلت** ۵۳۳ المعنى لا يمنع شرعا فيشمل المكروه تنزيها

---

1. ف۱: معروضۃ ۳۵۱ اخرٰی علیہ
2. ف۲: معروضۃ ۳۵۲ ثالثۃ علیہ
3. ف۳: مسئلہ: بعض نے فرمایا ایک جلسہ میں دو بار وضو مکروہ ہے، بعض نے فرمایا دو بار تک مستحب ہے زائد مکروہ ہے، اور مصنف کی تحقیق کہ احادیث و کلمات ائمہ مطلق ہیں اور ان تحدیدوں کا ثبوت ظاہر نہیں
4. ف۴: تطفل ۳۵۴ علی البحر
5. ف۵: تطفل ۳۵۵ علی السراج الوہاج والنہر والبحر

والمستحب هٰذا ورده فی رد المحتار اخذا من ط بانه صرح الطحطاوی بانه نور علی نور قال رحمہ اللہ تنبیہ اشارۃ الی انه مندوب فکلمۃ لاباس وان کان الغالب استعمالها فیما ترکه اولی لکنها قد تستعمل فی المندوب کما فی البحر من الجنائز والجهاد اھ اقول[533] الندب لاینافی الکراهة فلایبعد ان یکون مندوبا فی نفسه لما فیه من الفضیلة لکن ترکه فی مجلس واحد اولی قال فی الحلیة النفل لاینافی عدم الاولویة اھ ذکره فی صفة الصلاۃ فی مسألة القراءۃ فی الاخریین وقال السید ط فی حواشی المراقی الکراهة لاتنافی الثواب افاده العلامۃ نوح اھ قاله فی فصل اللاحق بالامامة فی مسألة الاقتداء بالمخالف نعم یرد علیه ماذکرنا ان لااثر للمجلس فیما هنا واللہ تعالٰی اعلم وجہ سوم یہ سب کچھ سہی پھر تجدید وضو تو بعد تکمیل وضوئے اول ہے اثنائے وضو میں تجدید کیسی۔ یہ اعتراض علامہ علی قاری کا ہے کہ مرقاۃ موضع مذکور میں اصل مسئلہ دائرہ یعنی بہ نیت وضو علی الوضو تین بار سے زیادہ اعضا دھونے پر ایراد کیا والی هذا اشار ط اذ قال علی قول الدر لقصد الوضوء علی الوضوء ظاهره ان نیة وضوء اٰخر متحققة فی الغرفة الرابعة او الخامسة والکراهة والحدیث یدل علی غیر هذا اھ قلت[535] وکانه الی هذا نظر العلامة البحر فزاد علی خلاف سائر المعتمدات قید الفراغ من الاول وعزاه لاکثر شروح الهدایة مع عدمه فیما اظنه منه رحمه اللہ تعالٰی انه هو المحمل المتعین لکلامهم فقال وعلی الاقوال کلها لو زاد لطمانینة القلب عند الشك او بنیة وضوء اٰخر بعد الفراغ من الاول فلا باس به لانه نور علی نور وکذا ان نقص لحاجة لاباس به کذا فی المبسوط واکثر شروح الهدایة اھ ثم بعد هذا الحمل البعید من کلامهم کل البعد تکلم فیه باتحاد المجلس کما تقدم قال الا ان یحمل علی ما اذا اختلف المجلس وهو بعید کما لایخفی اھ اقول[536] رحمك اللہ ورحمنا بك اولیس ما حملتم علیه لبعید افاین الزیادة علی الثلث فی الغسلات من التجدید بعد انهاء الوضوء الاول یہ اعتراض ضرور محتاج توجیہ ہے وانا اقول[537] وباللہ استعین شے کے اسباب شروط ہوں یا احکام وآثار اوسکا ذکر اگرچہ مطلق ہو اون سب کی طرف اشعار کرے سبب و مشروط کا وجود بے سبب و شرط نہ ہوگا خواہ عقلیا فعقلیا او شرعیا فشرعیا کالصلاۃ الظهر قبل الزوال او بدون نیة نہ شے اپنے احکام وآثار سے خالی ہوگی کہ یہ دونوں فریق دو طرف تقدم وتاخر ذاتی میں لوازم وجود شے ہیں والشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمه تبیین الحقائق مسئلہ ذکاۃ الجنین میں ہے ای اذا جرحه وکلوه وهذا مثل مایروی انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذن فی اکل لحم الخیل ای اذا ذبح لان الشیئ اذا عرف شرطه وذکر مطلقا ینصرف الیها کقوله تعالٰی اقم الصلاة ای بشروطها اب وضو دو قسم ہے واجب ومندوب۔ واجب کا سبب معلوم ہے کہ اوس چیز کا ارادہ جو بغیر اسکے حلال نہ ہو جیسے نماز یا سجدہ یا مصحف کریم کو ہاتھ لگانا اور مندوب کے اسباب کثیر ہیں ازانجملہ (۱) قہقہہ سے ہنسنا (۲) غیبت کرنا (۳) چغلی کھانا (۴) کسی کو گالی دینا (۵) کوئی فحش لفظ زبان سے نکالنا (۶) جھوٹی بات صادر ہونا (۷) حمد ونعت منقبت نصیحت کے علاوہ کوئی دنیوی شعر پڑھنا (۸) غصہ آنا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

(۹) غیر عورت کے حُسن پر نظر (۱۰) کسی کافر سے بدن چھو جانا اگرچہ کلمہ پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو جیسے قادیانی یا چکڑالوی یا نیچری یا آجکل کے تبرائی رافضی یا کذابی یا بہائی یا شیطانی یا خواتمی وہابی جنکے عقائد کفر کا بیان حسام الحرمین میں ہے یا اگرچہ غیر مقلد خواہ بظاہر مقلد وہابیہ کہ اون عقائد ارتداد پر مطلع ہو کر اونکو عالم دین وعمدہ مسلمین کہتے یا اللہ و رسول کے مقابل اللہ و رسول کو گالیان دینے والون کی حمایت کرتے ہین جل جلالہ وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم یا جھوٹے متصوف کہ حلول واتحاد کے قائل یا شریعت مطہرہ کے صراحۃً منکر و مبطل ہین ان دسون طائفون اور انکے امثال سے مصافحہ کرنا تو خود ہی حرام قطعی وگناہ کبیرہ ہے اگر بلاقصد بھی انکے بدن سے

حکم شرعی بیان کرنے کو گالیان دینا کہتا اور بہت سخت بُرا مانتا ہے اور آزا نجا کہ اون صریح ارتدادون کی حمایت سے قطعاً عاجز ہے با وصف ہزارون تقاضو کے اونکا نام زبان پر نہین لاتا اور براہ گریز خدا و رسول کی جناب مین اون صریح گالیون کو بالائے طاق رکھکر سہل اختلاف مسئلۂ عطائے بعض علوم غیبیہ کیطرف بحث کو پھیرنا چاہتا ہے پھر اسمین بھی افترا و اختراع سے کام لیتا ہے اور اصل مقصود صرف اتنا کہ وہ قہر عظیم والی دشنامہائے خدا و رسول بھول مین پڑ جائین اور بات این و آن کیطرف منتقل ہو اس چالاکی کا موجد امرتسر کے پرچہ اہلحدیث کا ایڈیٹر ہے دیکھو چابک لیث و ظفر الدین الطیب و رکین کش پنجہ پیچ وغیرہا یہ چالاک پرچہ ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۲۶ھ حسام الحرمین کا ذکر مونھ پر لایا مگر یون کہ براہ عیاری اوسکے تمام مقاصد سے دامن بچا کر دو بالائی باتون امکان کذب و علم غیب کو اوسکا مبنائے بحث ٹھہرایا پھر انہین بھی امکان کذب کو الگ چھوڑ کر صرف علم غیب مین اپنی بعض فاحشہ جہالتین دکھائین جنکا رد بارہا ہو چکا اسی پرچہ کے رد مین چابک لیث بر اہل حدیث دو مجلد مین ہے پھر ۱۳ جولائی و ۲۰ اگست ۱۹۰۹ء کے پرچون مین وہی انداز کہ اللہ و رسول کی جناب مین گالیان شیر مادر۔ قاہر مناظرون کے جواب سے گنگ و کر۔ اور اغوائے عوام کو مناظرہ کا نام زبان پر آسکے رد مین ظفر الدین الطیب چھاپ کر بھیجدیا اونتالیس ات بعد پرچہ ۲۹ رمضان مین اوسکے دیکھنے کا اقرار تو کیا مگر چال وہی کہ اوسکے تمام اعتراضات سے ایک کا بھی جواب دیا اور ایک بالائی لطیفہ جو لفظ تردید کے متعلق لکھا تھا صرف اوسکے ذکر پر اکتفا کیا کہ میری اُردو دانی پر بھی اعتراض ہے۔ ای سبحن اللہ اور وہ جو آپکے دعوے ایمان پر قاہر اعتراض ہین وہ کیا ہوئے وہ جو ثابت کیا تھا کہ تمنے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر جیتا افترا اوٹھایا اور اوسپر تمہاری حدیث دانی سے بارہ سوال تھے وہ کدھر گئے۔ خیر اسکے جواب مین رسالہ کین کش پنجہ پیچ بر ایڈیٹر اے لیچ رجسٹری شدہ بھیجا آج پچپن دن ہوئے اوسکا بھی ذکر غائب۔ مگر بکمال حیا بعد کے بعض پرچون مین وہی رٹ موجود خدا جانے ان صاحبون کے نزدیک مناظرہ کس شے کا نام ہے۔ انکے سیکھنکر بھی چال ایک گمنام صاحب چاندپوری دیوبندی در بھنگی چلے۔ دشنامی اکابر جنکے رد مین پینتیس سال سے بکثرت رسائل آستانۂ علیہ رضویہ سے شائع ہو رہے ہین اور انکو خود اقرار ہے کہ آجتک ایک پرچہ کا جواب دے سکے بلکہ بڑے بڑون نے مناظرہ سے عجز کا صاف صاف اقرار کیا بلکہ لکھ دیا (دیکھو رسالہ دفع زیغ و رسالہ البطش غیب) اب ونکی حمایت مین بجھے ہوئے مناظرے یونہین چھوڑ کر یہ در بھنگی صاحب سوال علی السوال لیکر چلے اور ایک ہیمنے رسالہ بنام اسکات المعتدی چھاپا اور بعنایت الٰہی خود بھی اس سلسلے مین صاف اقرار کر دیا کہ اونکے تمام اکابر آجتک لاجواب ہین۔ یہ رسالہ یہان ۹ شعبان کو پہنچا اور ۲۰ شعبان کو اوسکا رد ظفر الدین الطیب چھپا ہوا طیار تھا کہ اوسی دن جلسۂ رسالہ اہلسنت مین شائع کر دیا اور ۱۲ شعبان کو انکے سرآمد کے پاس رجسٹری شدہ اور اتباع کے یہان نام بنام بھیجدیا سنا کہ رات کے بعد در بھنگی صاحب بولے تو یہ بولے کہ رسالہ کسی کو بھیجا ہی نہین در ایک خط اوسی چالاکی پر مشتمل بھیجا کہ صرف دو مسئلہ امکان کذب و علم غیب مین اختلاف ہے وبس یعنی وہ شدید شدید گالیان کہ انکے اکابر نے اللہ و رسول کو لکھ لکھکر چھاپین اصلاً کوئی قابل پرواہ بات نہین اس خط کے جواب مین معاً دو رسالے تصنیف ہو کر رجسٹری شدہ اونکے پاس روانہ ہوئے اول بارش سنگی دوسرا پیکان جانگداز بر جان مکذبان بے نیاز اس دوسرے مین گریز والے صاحبون کی وہ ہوس بھی پوری کر دی یعنی مسئلۂ امکان کذب و علم غیب ہی مین مناظرہ تازہ کر دیا۔ رجسٹری رسید طلب تھی ڈاک کی رسید تو آئی مگر آج پچاس دن ہوئے وہ بھی سو رہے حالانکہ اونکو صرف دس دن کی مہلت تھی مسلمانو للہ انصاف یہ ان مدعیان دین و دیانت کی حالت ہے موںھ بھر بھر کر اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو سخت سخت گالیان دین پھر جب مسلمان اوسپر مواخذہ کرین جواب نہ دین۔ سوالات جائین جواب غائب۔ رسائل جائین جواب غائب۔ رجسٹریان جائین جواب غائب۔ مناظرہ سے اپنا عجز صاف صاف لکھدین کہدین اپنے اکابر کا لاجواب ہونا قبول کرین چھاپ دین اور پھر عوام کے بہکانے کو مناظرہ مناظرہ کی پکار۔ آوس پکار پر جو گرفت ہو اوسکے جواب سے پھر فرار اور وہی پکار اس بیحیائی کی کوئی حد ہے سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت جب تجھے حیا نہ ہو تو جو چاہے کر۔ بیحیا باش ہر چہ خواہی کن۔ ہان ہان ای اللہ و رسول عز جلالہ و صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو گالیان دینے والو کہ مسلمان اللہ و رسول سے معاذ اللہ ایسے بے علاقہ ہو گئے کہ تم اونھین گالیان لکھ لکھکر چھاپو اور وہ بے پرواہی کر کے ٹال دین۔ نہین نہین ضرور تمھین دو باتون سے ایک تو نی ہوگی یا تو خدا توفیق دے اون گالیون سے صراحۃً توبہ کرو جس طرح اونکی اشاعت کی اوسی طرح صاف صاف اپنی توبہ اور اپنے حکم دشنام کا اعتراف چھاپو یا اون تمام رسائل و کتب کا جواب و جواب دو جواب دو۔ آسکے سوا تمہارے حیلے حوالے ٹالے بالے ہرگز نہ سُنے جائینگے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ○ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۱۲ عبدہ محمد ظفر الدین القادری غفر لہ ان تمام مزخرفات کا رد کافی وشافی کتاب مستطاب المعتمد المستند و کتاب جواب حسام الحرمین و کتاب کامل النصاب تمہید ایمان بآیات قرآن ظفر الدین الجید ظفر الدین الطیب وغیرہا مین ملاحظہ ہو سواقفہ چکڑالویہ کے کہ تالیف المعتمد المستند تک اسکا کوئی تذکرہ ان بلاد مین نہ آیا تھا یہ کتابین بریلی مطبع اہلسنت و جماعت کے پتے سے مولوی حکیم حسنین رضا خان صاحب سلمہ سے مل سکتی ہین المعتمد المستند عربی بارہ زن مین ۲۰۰ صفحہ مین ہے قیمت (عہ) تمہید ایمان بآیات قرآن مین صرف آیات قرآنیہ سے بتایا ہے کہ ایمان کے یہ معنی ہین اللہ و رسول جل و علا کی تعظیم و محبت ایسی ہو تو مسلمان ہے اللہ و رسول کو گالیان دینا کفر ہے۔ ایسون کے کفر مین جو خود یہ لوگ و آجکل کے بعض آزاد خیال والے حیلے حوالے نکالتے ہین نہایت سلیس و مہذب بیان مین قرآن مجید سے اونکا جواب ہے یہ وہ کتاب ہے جسکا دیکھنا ہر مسلمان کو نہایت ضروری ہے حسام الحرمین اکابر علمائے حرمین شریفین کی مُہری تصدیقات فتاوے ہین جنمین ان دشنام دہندون کا حکم شرعی بیان ہے اوسکا مطالعہ پکا مسلمان بناتا ہے دونون کا مجموعہ ۵ اجزا ہدیہ ۲ صرف۔ ار اور یکم محرم ۱۳۲۸ھ سے ۱۲ ربیع الاول تک آٹھ ہی آگئے ظفر الدین الجید و ظفر الدین الطیب۔ اون دشنامیون کے فرار و عیاریون کے اظہار مین۔ حجم سواوہ جز قیمت (ار) مسلمان اپنا دینی فائدہ حاصل کرین و باللہ التوفیق ۱۲ سید عبد الرحمن عفا عنہ

۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بدن چھوجائے تو وضو کا اعادہ مستحب ہے (۱۱) ناخن سے گھنی جگہ اپنے ہاتھ کا کوئی حصہ اگرچہ کھجانے میں اگرچہ بھولے سے بلاحائل اپنے ذکر کو لگ جانا (۱۲) ہتھیلی یا کسی اونگلی کا پیٹ اپنے یا پرائے ستر غلیظ یعنی ذکر یا فرج یا دبر کو بے حائل چھوجانا اگرچہ وہ دوسرا آدمی کتنا ہی چھوٹا بچہ یا مردہ ہو (۱۳) نامحرم عورت کے کسی حصہ جلد سے اپنا کوئی حصہ جلد بے حائل چھوجانا اگرچہ اپنی زوجہ ہو اگرچہ عورت مردہ یا بڑھیا ہو اگرچہ نہ قصد ہو نہ شہوت جاہے نہ لذت پائے جبکہ وہ عورت بہت صغیرہ چار پانچ برس کی بچی ہو (۱۴) اگر اوس چھوجانے سے لذت آئی تو نامحرم کی بھی قید نہیں نہ جلد کی خصوصیت نہ بے حائل کی ضرورت مثلاً رقیق یا متوسط حائل کے اوپر سے اپنی بہن یا بیٹی کے بال سے مس ہوجانے پر اتفاقاً لذت کا آجانا جبکہ عورت قابل لذت ہو اور حائل بہت بھاری مثل رضائی وغیرہ کے نہ ہو (۱۵) نامحرم عورت قابل لذت کو بقصد شہوت چھونا اگرچہ حائل کتنا ہی بھاری ہو اگرچہ اپنی زوجہ ہو اگرچہ لذت نہ پائے مثلاً لحاف کے اوپر سے اوسکے بالوں پر ہاتھ رکھنا اور انکے سوا اور بہت صورتیں ہیں اور ایک اصل کلی یہ ہے کہ جس بات سے کسی امام مجتہد کے مذہب میں وضو جاتا رہتا ہو اوسکے وقوع سے ہمارے مذہب میں اعادۂ وضو مستحب ہے درمختار میں ہے الوضوء مندوب فی نیف وثلثین موضعا ذکرتها فی الخزائن منها بعد کذب وغیبۃ وقہقہۃ وشعر واکل جزور وبعد کل خطیئۃ وللخروج من خلاف العلماء اھ **اقول** والحقت النمیمۃ لانها کالغیبۃ واشد ثم رایتها فی میزان الامام الشعرانی وغیرہ والحقت الفحش لانه اخ من الشعر وهو داخل فی قوله کل خطیئۃ والشتم لانه اخبث واشنع ثم رایت التصریح به فی انوار الشافعیۃ رد المحتار میں ہے منها الغضب ونظر لمحاسن امرأۃ وبعد کذب وغیبۃ لانهما من النجاسات المعنویۃ ولذا یخرج من الکاذب نتن یتباعد منه الملک الحافظ کما فی الحدیث وکذا اخبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ریح منتنۃ بانها ریح الذین یغتابون الناس والمؤمنین ولا لف ذٰلک منا وامتلاء انوفنا منها لا تظهر لنا کالساکن فی محلۃ الدباغین وقہقہۃ لانها لما کانت فی الصلٰوۃ جنایۃ تنقض الوضوء اوجبت نقصان الطهارۃ خارجها فکان الوضوء منها مستحبا کما ذکرہ سیدی عبد الغنی النابلسی فی نهایۃ المراد علی ہدیۃ ابن العماد وشعر ای قبیح وللخروج من خلاف العلماء کمس ذکرہ وامرأۃ اھ ملتقطا میزان امام شعرانی قدس سرہ الربانی میں ہے سمعت سیدی علیا الخواص رحمه اللہ تعالٰی یقول وجه من نقض الطهارۃ بالقہقہۃ او نوم الممکن مقعدہ او مس ابط فیه صنان او مس ابرص او اجذم او کافر او صلیب او غیر ذٰلک مما وردت فیه الاخبار الاخذ بالاحتیاط قال وجمیع النواقض متولدۃ من الاکل ولیس لنا ناقض من غیر الاکل ابدا فلولا الاکل والشرب ما اشتهینا المس النساء ولا تکلمنا بغیبۃ ولا نمیمۃ اھ بالالتقاط کتاب الانوار امام یوسف اردبیلی میں ہے لا ینتقض بالکلام والشتم والغیبۃ والنمیمۃ والغضب ویستحب فی الکل للخلاف فتح المعین بشرح قرۃ العین للعلامۃ زین الشافعی تلمیذ ابن حجر المکی میں ہے یندب الوضوء من لمس یهودی ونظر بشهوۃ ولو الی محرم وتلفظ بمعصیۃ وغضب رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ میں ہے اتفقوا علی ان من مس فرجه بعضو غیر یدہ لا ینتقض وضوءہ واختلفوا فیمن مس ذکرہ بیدہ فقال ابو حنیفۃ لا ینتقض مطلقا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

والشافعی ینتقض بالمس بباطن کفہ دون ظاہرہ من غیر حائل بشہوۃ او بغیرہا والمشہور عند احمد انہ ینتقض بباطن کفہ
وبظاہرہ میزان میں ہے وجہ من نقض الطہارۃ بلمس الذکر بظہر الکف او بالید الی المرفق ہو الاحتیاط لکون الید تطلق علی ذلک
کما فی حدیث اذا افضی احدکم بیدہ الی فرجہ ولیس بینہما ستر ولا حجاب فلیتوضأ انوار ائمہ شافعیہ میں ہے اسباب الحدث اربعۃ
الرابع مس فرج ادمی بالراحۃ وبطن اصبع قبلا کان او دبرا ناسیا او عامدا من ذکر او انثی صغیر او کبیر حی او میت من نفسہ او غیرہ
ولو مس برؤس الاصابع او بما بینہما لا یلی بطن الکف او بحرف الکفین او مس انثییہ او الیتیہ او عجانہ او عانتہ لم ینتقض
انوار میں ہے الثالث لمس بشرۃ المرأۃ الکبیرۃ الاجنبیۃ بلا حائل فان لمس شعرا او سنا او ظفرا او بالشعر او السن او الظفر او صغیرۃ
لا تشتہی او محرما بنسب او رضاع او مصاہرۃ او کبیرۃ اجنبیۃ مع حائل وان رق ولو بشہوۃ لم ینتقض ولو لمس امرأتہ او امتہ او
میتۃ او عجوزۃ فانیۃ او بلا شہوۃ او بلا قصد انتقض واذا کانت المرأۃ فوق سبع سنین فلا شک فی انتقاض الوضوء بلمسہا واما
اذا کانت دون ست سنین فاصحابنا خرجوا علی قولین المذہب انہ لا ینتقض عشماویہ او سکی شرح جواہر زکیہ للعلامۃ احمد المالکی میں ہے
(و) ینتقض الوضوء (لمس) اجنبیۃ یلتذ بمثلہا عادۃ ولو ظفرہا او شعرہا او فوق حائل خفیف قیل والکثیف (وان لم یقصد اللذۃ
ولم یجدہا فلا وضوء علیہ) حاشیہ علامہ صفتی میں ہے قولہ لمس اجنبیۃ ہذا ضعیف والمعتمد ان وجود اللذۃ بالمحرم ناقض لا فرق
بین المحرم وغیرہا الا فی القصد وحدہ بدون وجدان ففی الاجنبیۃ ناقض وفی المحرم غیر ناقض قولہ عادۃ ای عادۃ الناس للتلذذ
وحدہ فخرج بہ صغیرۃ لا تشتہی کبنت خمس وعجوز مسنۃ انقطع منہا ارب الرجال بالکلیۃ قولہ والکثیف قال الشیخ فی
حاشیۃ ابی الحسن المعتمد ان الاقسام ثلثۃ خفیف جدا وکثیف لا جدا کالقباء وجد کالطراحۃ فالاولان حکمہما النقض
علی الراجح ولما الاخیر فالنقض فی القصد دون الوجدان مستحب وضو اور بھی ہیں مگر یہاں وہی اکثر ذکر کیے جنکا وضو میں وقوع عادۃً بعید نہ ہو
ولہذا کفار کی وہ قسمیں بیان کرنی ہوئیں جو بغلط مدعی اسلام ہیں کہ انمیں بہتیرے نماز پڑھتے وضو کرتے مسجدوں میں آتے ہیں تو وضو کرتے میں انسے بدن
چھو جانا بعید نہیں یونہیں کبھی وضو کرتے میں پانی کم ہوجاتا اور آدمی اپنی کنیز یا خادمہ یا زوجہ وغیرہا سے مانگتا اور لینے میں ہاتھ سے ہاتھ لگ جاتا ہے وغیر ذلک۔ کامل
احتیاط والے کو ان مسائل پر اطلاع نہایت مناسب ہے۔ آب نے فصل نماز وغیرہ عبادات مقصودہ یا بے تبدل مجلس اعادۂ وضو کی کراہت اگر ہوگی بھی تو
وہاں کہ اعادہ کے لیے کوئی سبب خاص نہ ہو ورنہ بعد وجود سبب وہ بیوجہ نہیں کہ اسراف ہو اور اگر مواضع خلاف میں نزاع عود بھی کرے کہ رعایت خلاف
وہیں مستحب ہے کہ اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آئے کما فی رد المحتار وغیرہ تو پہلی نو دس صورتیں کہ گویا حدث معنوی ونجاست باطنی مانی گئیں اثنائے
وضو میں انکا وقوع کیا نادر ہے اور شک نہیں کہ دربارۂ نقض ونقص وضو بعض وضو کا حکم ایک ہی ہے جسطرح وضوئے کامل پر کوئی ناقض طاری ہونے
سے پورا وضو جاتا رہتا ہے اور خلال وضو میں اوسکے وقوع سے جتنا وضو ہو چکا ہے اوتنا ٹوٹ جاتا ہے یونہیں یہ اشیا جنسے طہارت ناقص ہوتی ہے
ہے جب کامل وضو پر واقع ہوں تو پورے وضو کا اعادہ مستحب ہوگا اور اثنائے وضو میں ہوں تو جتنا کر چکا ہے اوسقدر کا۔ اور بہرحال یہ وضوئے آخر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یا ضو علی الوضوء سے خارج نہ ہوگا کہ وضوئے اول منتقض نہ ہوا۔ اس تقریر پر نہ صرف یہی وجہ اخیر بلکہ تینوں وجہیں مندفع ہوگئیں ولہ الحمد صورت ثانیہ یعنی شک میں فقیر نے نہ دیکھا کہ کسی کو شک ہو سوا ملا علی قاری کے کہ انہوں نے شک کو یکسر ساقط اللحاظ کیا اور اوسکے اعتبار کو وسوسہ کی طرف منہی مانا مرقاۃ میں فرمایا قلت اما قولہ (ای قول الامام النسفی فی الکافی) لطمانینۃ القلب عند الشک ففیہ ان الشک بعد التثلیث لا وجہ لہ وان وقع بعدہ فلا نہایۃ لہ وھو الوسوسۃ ولھذا اخذ ابن المبارک بظاھرہ فقال لا امن اذا زاد علی الثلث انہ یاثم وقال احمد واسحق لا یزید علیہا الا مبتلی ای بالجنون لمظنۃ انہ بالزیادۃ یحتاط لدینہ قال ابن حجر ولقد شاھدنا من الموسوسین من یغسل یدہ فوق المئین وھو مع ذلک یعتقد ان حدثہ ھو الیقین قال واما قولہ (ای الامام النسفی) لانہ امر بترک ما یریبہ ففیہ ان غسل المرۃ الاخری مما یریبہ فینبغی ترکہ الی ما لا یریبہ وھو ما عینہ الشارع لیتخلص عن الریبۃ والوسوسۃ اھ **اقول** اولاً شک کے لیے منشا صحیح ہوتا ہے مثل سہو وغفلت بخلاف وسوسہ۔ اول باشبہہ شرعاً معتبر اور فقہ میں صدہا مسائل اوسپر متفرع۔ اگر اوسے ساقط اللحاظ کریں تو شک کا باب ہی مرتفع ہو جائیگا اور ایک جم غفیر مسائل واحکام سے جنپر اطباق واتفاق ائمہ ہے انکار کرنا ہوگا **ثانیاً** حدیث دع ما یریبک الی ما لا یریبک کا صریح ارشاد طرح مشکوک واخذ متیقن ہے کہ مشکوک میں ریب ہے اور متیقن بلاریب یہ کہ شک کا کچھ لحاظ نہ کرو اور امر مشکوک ہی پر قانع رہ کہ یہ ما لا یریبک نہ ہوا بلکہ یریبک **ثالثاً** صحیح مسلم شریف میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا شک احدکم فی صلٰوتہ فلم یدر کم صلی ثلثا او اربعا فلیطرح الشک ولیبن علی ما استیقن ثم یسجد سجدتین قبل ان یسلم فان کان صلی خمسا شفعن لہ صلٰوتہ وان کان صلی تماما لاربع کانتا ترغیما للشیطن جب تم میں کسی کو اپنی نماز میں شک پڑے یہ نہ جانے کہ تین رکعتیں پڑھیں یا چار تو جتنی بات مشکوک ہے اوسے چھوڑ دے اور جسقدر پر یقین ہے اوسپر بنائے کار رکھے (یعنی صورت مذکورہ میں تین ہی رکعتیں سمجھے کہ اسقدر پر یقین ہے اور چوتھی میں شک ہے تو چار نہ سمجھے لہذا ایک رکعت اور پڑھکر) سلام سے پہلے سجدۂ سہو کرلے اب اگر واقع میں اوسکی پانچ رکعتیں ہوئیں تو یہ دونوں سجدے (گویا ایک رکعت کے قائم مقام ہوکر) اوسکی نماز کا دوگانہ پورا کردینگے (ایک رکعت اکیلی نہ رہیگی جو شرعاً باطل ہے بلکہ ان سجدوں سے ملکر گویا ایک نفل دوگانہ جداگانہ ہوجائیگا) اور اگر واقع میں چار ہی ہوئیں تو یہ دونوں سجدے شیطان کی ذلت وخواری ہونگے (کہ اوس نے شک ڈالکر نماز باطل کرنی چاہی تھی اوسکی نہ چلی اور مصطفٰے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی رحمت سے نماز پوری کی پوری رہی) یہ اس مطلب کا خاص جزئیہ خود حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ارشاد اقدس سے ہے **رابعاً** مسند احمد میں سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں من صلی صلٰوۃ یشک فی النقصان فلیصل حتی یشک فی الزیادۃ جسے نماز میں کامل وناقص کا شک ہو وہ اتنی پڑھے کہ کامل وزائد میں شک ہو جائے۔ مثلاً تین اور چار میں شبہہ تھا تو یہ تمامی ونقصان میں شک ہے اسے حکم ہے کہ ایک رکعت اور پڑھے اب چار اور پانچ میں شبہہ ہو جائیگا کہ تمامی وزیادت میں شک ہے۔ یہ حدیث سے تو اوس مطلب کی دوسری تصریح ہے ہی مگر دکھانا یہ ہے کہ اسکی شرح میں خود ملا علی

تطفل تاسع علی القاری

تطفل عاشر علیہ

تطفل حادی عشر علیہ

تطفل ثانی عشر علیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فرماتے ہیں لیبن علی الاقل المتیقن فان زیادۃ الطاعۃ خیر من نقصانہا یعنی کم پر بنا رکھے جتنی یقیناً ادا کی ہیں کہ اگر واقع میں کامل ہوچکی تھیں اور ایک رکعت بڑھ گئی تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک رکعت کم رہ جائے طاعت کی افزونی اوسکی کمی سے افضل ہے۔ معلوم نہیں یہ حکم وضو میں کیوں نہ فرمایا حالانکہ اوسکی بیشی نماز میں رکعت بڑھا دینے کے برابر نہیں ہوسکتی خامساً ف۱ وہ جو فرمایا تثلیث کے بعد شک کی کوئی وجہ نہیں اس سے مراد علم الٰہی میں تثلیث ہولینا ہے یا علم متوضی میں۔ بر تقدیر ثانی بیشک شک کی کوئی وجہ نہیں مگر وہ ہرگز مراد نہیں کہ کلام شک میں ہے نہ علم میں اور بر تقدیر اول علم الٰہی شک عبد کا کیا منافی۔ بندہ اوسپر مکلّف ہے جو اوسکے علم میں ہے نہ اوسپر جو علم الٰہی میں ہے جسکے علم کیطرف اسے کوئی سبیل نہیں وسادساً ف۲ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم غسل میں سر انور پر تین بار پانی ڈالتے اور اسیکا حکم مردوں عورتوں سب کو فرمایا خاص عورتوں کے باب میں بھی یہی حکم بالتصریح ارشاد ہوا ہے صحیح مسلم و سنن اربعہ میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ہے میں نے عرض کی یارسول اللہ میں سر گندھواتی ہوں کیا نہاتے میں کھول دیا کروں فرمایا انما یکفیك ان تحثی علی راسك ثلث حثیات سر پر تین لپ پانی ڈال لیا کر یہی کافی ہے۔ آخر لمعہ چہارم میں حدیث ابی داود ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ سے گزری کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا اما المرأۃ فلا علیہا ان لا تنقضہ لتغرف علی راسہا ثلث غرفات بکفیہا عورت کو کچھ ضرور نہیں کہ اپنا گندھا سر کھولے بس تین لپ پانی ڈال لے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے طریقہ غسل میں روایت فرماتی ہیں ثم یصب علی راسہ ثلث غرفات بیدیہ پھر سر مبارک پر تین لپ پانی ڈالتے تھے رواہ عنہا رضی اللہ تعالی عنہا اور خود اپنا فرماتی ہیں لقد کنت اغتسل انا و رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من اناء واحد وما ازید علی ان افرغ علی راسی ثلث افراغات میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ایک برتن سے نہایا کرتے اور میں اپنے سر پر تین ہی بار پانی ڈالتی یعنی جعد مبارک نہ کھولتیں رواہ احمد و مسلم ف۳ یہی ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یتوضأ وضوءہ للصلاۃ ثم یفیض علی راسہ ثلث مرار ونحن نفیض علی رؤسنا خمسا من اجل الضفر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نماز کا سا وضو کرکے سر اقدس پر تین بار پانی بہاتے تھے اور ہم بیبیاں سر گندھے ہونے کی وجہ سے اپنے سروں پر پانچ بار پانی بہاتی ہیں رواہ ابو داود۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ امہات المؤمنین کا یہ فعل وسوسہ تھا حاشا بلکہ وہی طمینان قلب جسے علمائے کرام بیان فرمارہے ہیں سابعاً ف۴ دھو کا محل صورتیں تین ہیں ایک یہ کہ متوضی جانتا ہے کہ میں نے تین بار دھو لیا ہر بار بالاستیعاب پھر اوسکا دل مطمئن نہ ہوا اور چوتھی بار اور بہانا چاہے دوم یاد نہیں کہ تین بار پانی ڈالا یا دو بار سوم تثلیث تو معلوم ہے مگر ہر بار استیعاب میں شک ہے۔ ملا علی صورت اولی سمجھے ہیں جب تو فرماتے ہیں کہ تین پورے ہونے کے بعد شک کے کیا معنے۔ اپنا شک چھوڑے اور جو عدد شارع صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مقرر فرمایا اوسپر قانع رہے۔ اس صورت پر انکا انکار بیشک صحیح ہے مگر یہ ہرگز مراد علما نہیں انکا کلام صورت شک میں ہے اور یہ صورت صورت علم ہے اور وسوسہ مردود و نامعتبر ہے۔ شک کی صورت دو صورت اخیر ہیں وہی مراد ائمہ ہیں اور ان پر قاری کا کوئی اعتراض وارد نہیں انہیں ف۵ اطمینان قلب ضرور مطلوب شرع ہے جیسے امہات المؤمنین کا پانچ بار پانی ڈالنا صورت اخیرہ ہے وباللہ التوفیق بالجملہ جس مسئلہ پر ہمارے علما کے کلمات

ف۱: تطفل ثالث عشر علیہ

ف۲: تطفل رابع عشر علیہ

ف۳: مسئلہ عورت کے بال گندھے ہوں اور تین بار سر پر پانی بہانے سے تثلیث میں شبہ رہے تو پانچ بار بہا سکتی ہے۔

ف۴: تطفل خامس عشر علیہ

مستظہر ہوں اپنے فہم سے اوس پر اعتراض آسان نہیں مستر نہیں ہی کی لغزش نظر ثابت تھی ہو اگرچہ غنیہ و بحر و قاری جیسے ماہرین ہوں والحمد للہ رب العلمین

تنبیہ الحمد للہ کلام اپنے منتہی کو پہنچا اور اسراف کے معنے و حکم بھی بروجہ کامل انکشاف پایا اب بتوفیق اللہ تعالیٰ تحقیق حکم کی طرف باگ پھیریں **اقول** انصافاً چاروں قول میں کوئی ایسا نہیں جسے مطروح و ناقابل التفات سمجھے **قول سوم** کی عظمت تو محتاج بیان نہیں بدائع و فتح و خلاصہ کی وقعت درکنار خود ظاہر الروایۃ میں محرر المذہب کا نص ہے **قول دوم** کے ساتھ حلیہ و بحر کا اوبہ کہنا ہے کہ الفاظ فتوی سے ہے اور امام ابوزکریا نووی کا استظہار پر نظر کیجیے تو گویا اوسی پر اجماع کا پتا چلتا ہے کہ اونھوں نے اسراف سے نہی پر اجماع علما نقل فرما کر نہی سے کراہت تنزیہ مراد ہونے کو اظہر بتایا **قول چہارم** جسے علامہ شامی نے خارج از مذہب گمان فرمایا تھا اوسکی تحقیق سن چکے اور یہ کہ یہی مختار در مختار و نہر الفائق و مفاد منتقی و جواہر الفتاوی و تبیین الحقائق ہے بلکہ زبدہ و مجمع سے مستفاد کہ نہیں بھی کراہت مطلق ہے جامع الرموز میں ہے تکرہ الزیادۃ علی الثلث کما فی الزیلعی طحطاوی علی المراقی میں ہے فی فتاوی الحجۃ یکرہ صب الماء فی الوضوء زیادۃ علی العدد المسنون والقدر المعہود لما ورد فی الخبر شرار امتی الذین یسرفون فی صب الماء بلکہ علامہ طحطاوی نے اوس پر اتفاق بتایا قول در الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع پر لکھتے ہیں ای لانہ یعود الیہ ثانیا فلو لخرج الماء خارج یکرہ اتفاقا ام وعن الظاہر ان ہذہ الکراہۃ مذکورۃ فی مقابلۃ الجائز فتکون تحریمیۃ اور ہماری تقریرات سابقہ سے اوسکو دلائل کی قوت ظاہر ہاں **قول اول** بعض شافعیہ سے منقول تھا مگر علامہ محقق ابراہیم حلبی کتب حنفیہ میں اوس پر جزم فرمایا کما سمعت پھر علامہ ابراہیم حلبی و علامہ سید احمد مصری نے حواشی در میں اوسی پر اعتماد کیا اور اوسکے خلاف کو ضعیف بتایا در مختار میں قول مذکور جواہر نقل فرمایا الاسراف فی الماء الجاری جائز علامہ طحطاوی اوس پر فرماتے ہیں ضعیف بل ہو مکروہ سواء کان فی وسط الماء او فی ضفتہ حیث کان لغیر حاجۃ حلبی نیز دونوں محشیوں میں بحوالہ مطلع ان الاسراف مکروہ غیر ہما الاثمۃ بالکتاب شرعۃ الاسلام میں ہے ہو حرام وان کان فی شط النہر اور اوسکے مستم نص حدیث ہے **حدیث اول** امام احمد و ابن ماجہ و ابو یعلی اور بیہقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مر بسعد وہو یتوضأ فقال ماہذا السرف فقال افی الوضوء اسراف قال نعم وان کنت علی نہر جار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر گزرے وہ وضو کر رہے تھے ارشاد فرمایا یہ اسراف کیسا۔ عرض کی کیا وضو میں اسراف ہے فرمایا ہاں اگرچہ تم نہر رواں پر ہو **اقول** اتمام تقریب کہ حدیث نے نہر جاری میں بھی اسراف ثابت فرمایا اور اسراف شرع میں مذموم ہی ہو کر آیا ہے آیہ کریمہ لا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین ○ مطلق ہے تو یہ اسراف بھی مذموم و ممنوع ہی ہوگا بلکہ خود اسراف فی الوضوء میں بھی صیغہ نہی وارد اور نہی حقیقۃً مفید تحریم **حدیث ۲** سنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رأی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلا یتوضأ فقال لا تسرف لا تسرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا اسراف نہ کر اسراف نہ کر **حدیث ۳** سعید بن منصور سنن اور حاکم کُنٰی اور ابن عساکر تاریخ میں ابن شہاب زہری سے مرسلاً راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا یا عبداللہ لا تسرف اللہ کے بندے اسراف نہ کر اونھوں نے عرض کی یا نبی اللہ وفی الوضوء اسراف قال نعم (زاد الاخیران) وفی کل شیئ اسراف یا رسول اللہ کیا وضو میں بھی اسراف ہے فرمایا ہاں اور ہر شے میں اسراف کو دخل ہے **حدیث ۴** مرسل یحیی بن

ابی عمرو کر بیان معانی اسراف میں گزری فی الوضوء اسراف وفی کل شیئ اسراف وضو میں اسراف ہے اور ہر شے میں اسراف ہے۔ **حدیث ۵**
ترمذی وابن ماجہ وحاکم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان للوضوء شیطانا یقال
لہ الولھان فاتقوا وسواس الماء بیشک وضو کے لیے ایک شیطان ہے جس کا نام وَلَہان ہے تو پانی کے وسواس سے بچو۔ **حدیث ۶** مسند امام
وسنن ابی داود وابن ماجہ وصحیح ابن حبان ومستدرک حاکم میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں
انہ سیکون فی ھذہ الامۃ قوم یعتدون فی الطھور والدعاء بیشک عنقریب اس امت میں وہ لوگ ہوں گے کہ طہارت و دعا میں حد سے
بڑھیں گے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ جو اللہ تعالٰی کی باندھی حدوں سے بڑھے بیشک اس نے
اپنی جان پر ظلم کیا۔ **حدیث ۷** ابو نعیم حلیہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی لاخیر فی صب الماء الکثیر فی الوضوء وانہ من الشیطان
وضو میں بہت سا پانی بہکانے میں کچھ خیر نہیں اور وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ نفی خیر (ف۱) اپنے معنی لغوی پر اگرچہ مباح سے بھی ممکن کہ جب مباح میں نہ برابر
ہیں تو کسی میں نہ خیر نہ شر ولہذا علامہ عمر نے نہر الفائق میں مسئلہ (ف۲) کراہت کلام بعد طلوع فجر تا طلوع شمس وبعد نماز عشا (ف۳) میں فرمایا المراد ما لیس بخیر
وانما یتحقق فی کلام ھو عبادۃ اذ المباح لاخیر فیہ کما لا اثم فیہ فیکرہ فی ھذہ الاوقات کما نقلہ السید ابو السعود فی فتح
اللہ المعین **اقول** (۱) مگر نظر دقیق لیس بخیر اور لاخیر فیہ میں فرق کرتی ہے مباح صرف نہ خیر نہ شر مگر اس کے فعل پر مؤاخذہ نہیں اور مؤاخذہ نہ ہونا
خود خیر کثیر ونفع عظیم ہے تو لاخیر فیہ وہیں اطلاق ہوگا جہاں شر حاصل ہو (ف۴) فاصاب رحمہ اللہ تعالٰی فی قولہ المراد ما لیس بخیر وتسامح فی قولہ
لاخیر فیہ لحق العبارۃ للمباح لیس بخیر کما انہ لیس بشر ولہذا جبکہ ہدایہ میں فرمایا لاخیر فی السلم فی اللحم محقق علی الاطلاق نے فتح میں (ف) کہا
ھذہ العبارۃ تاکید فی نفی الجواز **اقول** (۲) رب عزوجل فرماتا ہے لاخیر فی کثیر من نجوٰھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین
الناس ہر معروف کو استثنا فرمالیا اور ہر طاعت معروف ہے تو باقی نہ رہے مگر مباح یا معاصی تو اگر لاخیر فیہ مباح کو بھی شامل ہوتا فی کثیر
نہ فرماتا بلکہ فی شیئ من نجوٰھم لاجرم وہ معصیت کے ساتھ خاص ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ **حدیث ۸** حدیث صحیح جس کی طرف (ف) بارہا اشارہ گزرا احمد وسعید بن منصور وابن ابی شیبہ وابوداود
ونسائی وابن ماجہ وطحاوی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ایک اعرابی نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں
حاضر ہو کر وضو کو پوچھا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں وضو کرکے دکھایا جس میں ہر عضو تین تین بار دھویا پھر فرمایا ھکذا الوضوء فمن
زاد علی ھذا او نقص فقد اساء وظلم او ظلم واساء ھذا لفظ د وقد ادرجہ مطولا مع ذکر صفۃ الوضوء ومثلہ لفظ الامام الطحاوی ومقتصرا علی قولہ
وظلم عن حم وش ولفظ س ق فمن زاد علی ھذا فقد اساء وتعدی وظلم ولفظ سعید وابی بکر فمن زاد او نقص فقد تعدی وظلم وضو اسی طرح ہے جس نے
اس پر بڑھایا یا گھٹایا اس نے برا کیا اور حد سے بڑھا اور ظلم کیا۔ یہ تمام احادیث مطلق ہیں اور مذہب اول وچہارم کی مؤید بالجملہ نہیں کوئی مذہب مطلق رد و
مطروح نہیں لہذا راہ یہ ہے کہ بتوفیق الٰہی جانب توفیق چلیے **فاقول** (۳) وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق تقدیر شرعی سے زیادہ
پانی ڈالنا سہوا ہوگا یا بحال شک یا دیدہ و دانستہ۔ اول یہ کہ تین بار استیعاباً دھولیا تھا اور یاد رہا کہ دو ہی بار دھویا ہے۔ اور دوم یہ کہ تثلیث دھولیا

ف۱: تحقیق معنی لاخیر فیہ

ف۴: تطفل ۲۹ علی النھر ومن تبعہ

ف: مسئلہ مصنف کی تحقیق منفرد

میں ہیں شبہہ ہوگیا یہ دونوں صورتیں یقیناً ممانعت سے خارج ہیں لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رفع عن امتی الخطأ والنسیان وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبک اور دیدہ و دانستہ کسی غرض صحیح وجائز کے لیے ہوگیا یا غرض فاسد وممنوع کے لیے یا محض بلاوجہ برتقدیر اول کسی طرح اسراف نہیں ہوسکتا نہ اوس سے منع کی کوئی وجہ عام ازینکہ وہ غرض غرض مطلوب شرعی ہو جیسے مونھ سے ازالۂ بدبو یا پان چھالیہ کے ریزوں کا اخراج یا حسب بیان ثالث بقصد وضو علی الوضو کی نیت یا غرض صحیح جسمانی جیسے میل کا ازالہ یا شدت گرما میں تحصیل تبرید وتراوت رہیں مگر دو صورتیں اور یہی ان اقوال اربعہ میں زیر بحث ہیں تحقیق معنی اسراف میں ہمارا بیان یاد کیجیے یہی دو قطب ہیں جن پر اوسکا فلک دورہ کرتا ہے اور یہ بھی اوسی تقریر پر نظر ڈالے سے واضح ہوگا کہ ان صورتوں میں کی اول یعنی غرض فاسد و ناروا کے لیے تقدیر شرعی پر زیادت مطلقاً ممنوع وناجائز ہے اگرچہ پانی اصلاً ضائع نہ ہو **قول اول** کا یہی محمل ہے اور ضرور حق صریح بلکہ مجمع علیہ ہے اور اسی پر حمل کے لیے ہمارے علمانے حدیث ہشتم کو بصورت فساد اعتقاد پر محمول فرمایا یعنی جبکہ جانے کہ تقدیر شرعی سے زیادہ ہی میں سنت حاصل ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اس نیت فاسدہ سے نہر نہیں سمندر میں اگر سہ بار بلکہ ایک لٹا ندزیادہ ڈالنا اسراف و گناہ وناجائز ہوگا کہ اصل گناہ اوس نیت میں ہے گناہ کی نیت سے جو کچھ کریگا سب گناہ ہوگا۔ رہی صورت اخیرہ کہ محض بلاوجہ زیادت ہو اوپر واضح ہولیا کہ یہاں تحقق اسراف حصول ممانعت اضاعت پر موقوف ہے تو اس صورت میں دیکھنا ہوگا کہ پانی ضائع ہوا یا نہیں اگر بہا مثلاً زمین پر بہ گیا اور کسی مصرف میں کام نہ آیا تو ضرور اسراف ناروا ہے اور یہی محمل **قول چہارم** ہے اور یقیناً صواب صحیح بلکہ متفق علیہ ہے کون کہیگا کہ بیکار پانی ضائع کرنا جائز وروا ہے۔ باقی رہی ایک شکل کہ زیادت ہو تو بلاوجہ مگر پانی ضائع نہ ہو مثلاً بلاوجہ محض چوتھی بار پانی اس طرح ڈالے کہ نہر میں گرے یا کسی پیڑ کے تھالے میں جسے پانی کی حاجت ہے یا کسی برتن میں جسکا پانی اسپ وگاؤ وغیرہ جانوروں کو پلایا جائیگا یا گارا بنانے کے لیے تغار میں پڑیگا یا زمین ہی پر گرا مگر موسم گرما ہے چھڑکاؤ کی حاجت ہے یا پہلے سے ریتا اوڑتا ہے اوسکے دبانے کی ضرورت ہے اور نہیں کے مثل اور اغراض صحیحہ جنکے سبب پانی ضائع نہ جائے۔ یہ غرضیں اگرچہ صحیح وروا ہیں جنکی سبب اضاعت نہ ہوگی مگر اعضا پر پانی مثلاً چوتھی بار ڈالنا محض بے وجہ ہی رہا کہ یہ غرضیں تو برتن میں ڈالنا یا زمین پر بہانا چاہتی ہیں عضو پر ڈالکر گرانے کو انہیں کیا دخل تھا لاجرم وہ عبث محض ہوا مگر پانی ضائع نہ گیا تو اسراف کی کوئی صورت متحقق نہ ہوئی اور اسکے ممنوع وناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں یہی **قول دوم وسوم** کا محمل ہے اور قطعاً مقبول بے خلل ہے بلکہ اتفاق وانطباق کا محل ہے۔ اب یہ باقی رہا کہ ان دونوں قولوں پر نظر وہ ایک مقدمہ کی تقدیم چاہتی ہے **فاقول** وباللہ التوفیق **فائدہ** تحقیق معنی وحکم عبث میں تتبع کلمات علما سے اوسکی تعریف چند حدیدہ پر ملیگی (۱) جس فعل میں غرض غیر صحیح ہو وہ عبث ہے اور اصلاً غرض نہ ہو تو سفہ یہ تفسیر امام بدرالدین کردری کی ہے امام نسفی نے مستصفی پھر علامہ حلبی نے غنیہ میں اسی طرح انسے نقل فرماکر اوسپر اعتماد کیا اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمن اور دیگر شراح نے شروح ہدایہ وغیرہا میں اسی کو اختیار فرمایا غنیہ حلبیہ میں ہے فی المستصفی قال الامام بدرالدین یعنی الکردری العبث الفعل الذی فیہ غرض غیر صحیح والسفہ مالاغرض فیہ اصلاً غنیہ شرنبلالیہ میں ہے فی البرہان ہو فعل لغرض غیر صحیح فتح میں ہے العبث الفعل لغرض غیر صحیح (۲) جس میں

https://www.facebook.com/darahlesunnat

غرض غیر شرعی ہو **اقول** یہ اول سے اعم ہے کہ ہر غرض غیر صحیح غیر شرعی ہے اور ضرور نہیں کہ ہر غرض غیر شرعی غیر صحیح ہو جیسے ٹھنڈک کے لیے زیادہ پانی ڈالنا کہ غرض صحیح ہے مگر شرعی نہیں۔ علامہ اکمل اور ان کی تبعیت سے حلیہ و بحر نے امام بدرالدین سے اسی طرح نقل کیا عنایہ میں ہے قال بدرالدین الکردری العبث الفعل الذی فیہ غرض لکنہ لیس بشرعی والسفہ مالا غرض فیہ اصلا (۳) جس میں غرض صحیح نہ ہو **اقول** یہ اون دونوں سے اعم ہے کہ اصلا عدم غرض کو بھی شامل یہ تفسیر امام حمیدالدین کی ہے عنایہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے وقال حمیدالدین العبث کل عمل لیس فیہ غرض صحیح مفردات راغب میں ہے یقال لما لیس لہ غرض صحیح عبث تفسیر غرائب الفرقان میں ہے ھو الفعل الذی لاغایۃ لہ صحیحۃ (۴) غرض شرعی نہ ہو **اقول** یہ اول ثانی ثالث سب سے اعم مطلقا ہے کہ انتفائے غرض صحیح انتفائے غرض شرعی کو مستلزم ہے اور عکس نہیں اور انتفائے غرض شرعی انتفائے مطلق غرض سے بھی حاصل امام نسفی اپنی وافی کی شرح کافی میں فرماتے ہیں العبث مالا غرض فیہ شرعا فانما کرہ لانہ غیر مفید (۵) جس میں فاعل کے لیے کوئی غرض صحیح نہ ہو **اقول** یہ ۲ و ۳ سے اعم مطلقا ہے کہ ممکن کہ فعل غرض صحیح رکھتا ہو اور فاعل بے غرض یا غرض غیر صحیح کے لیے کرے اور ۴ وجہ سے اعم من وجہ کہ غرض فاسد میں تینوں صادق اور غرض صحیح غیر شرعی مقصود فاعل ہو تو وہ صادق خامس منتفی اور غرض شرعی غیر مقصود فاعل ہے تو بالعکس۔ تعریفات السید میں ہے وقیل مالیس فیہ غرض صحیح لفاعلہ **اقول** اشار الی ضعفہ وسیاتیک ان شاء اللہ تعالی انہ الحق (۶) بیفائدہ کام۔ بحرالرائق میں نہایہ امام سغناقی سے ہے مالیس بمفید فھو العبث امام سیوطی کی دُرِّ نثیر میں ہے عبثا ای لا لمنفعۃ مراقی الفلاح میں ہے العبث عمل لافائدۃ فیہ ولاحکمۃ تقتضیہ جلالین میں ہے عبثا لالحکمۃ غنیہ میں ہے الفرقعۃ فعل لافائدۃ فیہ فکان کالعبث **اقول** عبدالملک بن جریج تابعی نے کہ عبث کو باطل سے تفسیر کیا اسی معنے کی طرف مشیر ہے فان الشیئ اذا خلا عن الثمرۃ بطل تفسیر ابن جریر میں ان سے مروی عبثا قال باطلا (۷) جس میں فائدہ معتدبہا نہ ہو۔ تاج العروس میں ہے قیل العبث مالا فائدۃ فیہ یعتد بھا **اقول** اسی طرف کلام علامہ ابوالسعود ناظم کہ ارشاد العقل میں فرمایا عبثا بغیر حکمۃ بالغۃ ام فافھم (۸) اوس کام کے قابل فائدہ ہو یعنی اوس میں جتنی محنت ہو نفع اوس سے کم ہو **اقول** اسے ہفتم سے عموم خصوص من وجہ ہے کہ اگر کام نہایت سہل ہے جس میں کوئی محنت معتدبہا نہیں تو فائدہ غیر معتدبہا اوسکے قابل ہوگا اس تقدیر پر ہفتم صادق ہوگا نہ ہشتم اور اگر فائدہ فی نفسہا معتدبہا ہے مگر اوس کام کے لائق نہیں تو ہشتم صادق ہوگا نہ ہفتم علامہ شہاب کی عنایۃ القاضی میں ہے العبث کاللعب ماخلا عن الفائدۃ مطلقا او عن الفائدۃ المعتد بھا او عما یقاوم الفعل کما ذکرہ الاصولیون **اقول** مقابلہ مشعر مغایرت ہے یوں یہ قول اضعف الاقوال ہوگا کہ خاص مشقت طلب کاموں سے خاص رہیگا ہاں اگر معتدبہ سے معتدبہ بنظر فعل مراد لیں تو ہفتم و ہشتم ایک ہو جائیں گے اور اعتراض نہ رہیگا اور کہہ سکتے ہیں کہ تغییر تعبیر مجوز مقابلہ ہے (۹) وہ کام جسکا فائدہ معلوم نہ ہو **اقول** اولا مراد عدم علم فاعل ہے تو حکیم کے دقیق کام جنکا فائدہ عام لوگوں کی فہم سے ورا ہو عبث نہیں ہو سکتے **ثانیا** حکمت وغایت میں فرق ہے احکام تعبدیہ غیر معقولۃ المعنے کی حکمت ہمیں معلوم نہیں نہ فائدہ معلوم ہے کہ اسلام کیوں بنا دین **ثالثا** عدم علم مستلزم عدم نہیں تو یہ تفسیر اون

تینوں سے اعم ہے۔ تعریفات السید میں ہے العبث ارتکاب امر غیر معلوم الفائدۃ **اقول** مگر علم بے قصد کیا مفید بلکہ اوسکی شناعت اور مزید تو یہ جامع نہیں (۱۰) وہ کام جس سے فائدہ مقصود نہ ہو **اقول** یہ تینوں سے بھی اعم کہ عدم علم عدم قصد کو مستلزم ولا عکس تاج العروس میں ہے وقیل ما لا یقصد به فائدۃ ام **اقول** او ماکی تزییفه وستسمع بعونه تعالی انه هو الصحیح (۱۱) بے لذت کام عبث ہے اور لذت ہو تو لعب۔ جوہری میں ہے العبث کل فعل لا لذۃ فیه فاما الذی فیه لذۃ فهو لعب **اقول** یہ اپنے اس رسالہ پر یہی البطلان ہے نہ ہر بے لذت کام عبث جیسے دوا کے تلخ پینا نہ ہر لذت والا لعب جیسے درود شریف ونعت مقدس کا ورد تو بعض تعریفات مذکورہ سے اوسے مقید کرنا لازم مثلاً یہ کہ جس فعل میں غرض صحیح نہ ہو (۱۲) عبث ولعب ایک شے ہیں۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے ہے اور کثرت اقوال بھی اسیطرف ہیں ابن جریر اوس جناب مشرف بہ تشریف اللھم علمه الکتاب سے راوی تعبثون تلعبون بعینہ اسیطرح اونکے تلمیذ ضحاک سے روایت کیا۔ نہایہ اثیریہ ومختار الصحاح میں ہے العبث اللعب اسیطرح سمین وحلبی میں ہے وسیاتی مصباح المنیر وقاموس میں ہے عبث کفرح لعب تاج العروس میں ہے عابث لاعب بما لا یعنیه ولیس من باله صراح میں ہے عبث بازی کردن شرح غرر میں ہے عبثه ای لعبه مفردات راغب میں ہے العبث ان یخلط بعمله لعبا الخ **اقول** وانما صار عبثا المخلط لا لذاته فالعبث حقیقۃ ما خلط لا ما خلط به طحطاوی علی الدر میں ہے العبث اللعب وقیل ما لا لذۃ فیه واللعب ما فیه لذۃ تفسیر ابن جریر میں ہے عبثا لعبا وباطلا یہ بارہ تعریفیں ہیں اور بعونہ تعالی بعد تنقیح سب کا مآل ایک اگرچہ ۹ والاکی عبارات میں تقصیر واقع ہوئی اسکی تحقیق چند امور سے ظاہر **فاقول** وباللہ التوفیق **اولا** لعب ولہو وہزل ولغو وباطل وعبث سب کا محصل متقارب ہے کہ بے غرض نامفید پہ بینکے گرد دورہ کرتا ہے نہایہ ابن اثیر میں ہے یقال لکل من عمل عملا لا یجدی علیه نفعا انما انت لاعب علامہ خفاجی سے گزرا العبث کا للعب ما خلا عن الفائدۃ تعریفات علامہ شریف میں ہے اللعب هو فعل الصبیان یعقب التعب من غیر فائدۃ ام **اقول** وتعقیب التعب خرج نظر الی الغالب لیس شرطا لازما کما لا یخفی اصول امام فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ میں ہے اما الهزل فتفسیرہ اللعب هو ان یراد بالشیء ما لم یوضع له وضد الجد اوسکی شرح کشف الاسرار میں ہے لیس المراد من الوضع هنا وضع اللغۃ لا غیر بل وضع العقل او الشرع فان الکلام موضوع عقلا لافادۃ معناہ حقیقۃ کان او مجازا والتصرف الشرعی موضوع لافادۃ حکمه فاذا ارید بالکلام غیر موضوعه العقلی وهو عدم افادۃ معناہ اصلا وارید بالتصرف غیر موضوعه الشرعی وهو عدم افادته الحکم اصلا فهو الهزل ولهذا فسر الشیخ باللعب اذ اللعب ما لا یفید فائدۃ اصلا وهو معنی ما نقل عن الشیخ ابی منصور رحمه اللہ تعالی ان الهزل ما لا یراد به معنی تو تفسیر ۶ و ۱۲ کا حاصل ایک ہے ولہذا مصباح میں عبث من باب تعب لعب وعمل ما لا فائدۃ فیه اور منتخب میں عبث بفتحتین بازی وبیفائدہ بطور عطف تفسیری لکھا **ثانیا اقول** جسطرح عاقل سے کوئی فعل اختیاری صادر نہ ہوگا جبتک تصور بوجہ ما وتصدیق بفائدہ ما نہ ہو یونہیں انسان کے ہوش وحواس جبتک حاضر ہیں بے کسی شغل کے نہیں رہتا

ف: تطفل اخر علیہ

ف: معروضۃ علی السید مرتضی

ف: تطفل علی الجوہری

ف: مصنف کی تحقیق کہ عبث کیا ہے اور تعریفات عبث کی تنقیح اور سب کا ایک ہو جانا اور جامع تعریف

ف: لعب ولہو وہزل ولغو وباطل وعبث سب کا متقارب ہونا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

خواہ عقلی ہو جیسے کسی قسم کا تصور یا عملی جیسے جوارح سے کوئی حرکت تو کسی قسم کا شغل ہو نفس کے لیے اوسمیں اپنی عادت کا حصول اور اپنے مقتضٰے کا تیسیر ہے اور یہ خود اوسکے لیے ایک نوع نفع ہے اگرچہ دین و دنیا میں سوا ایک عادت جینے کی تحصیل کے اور کوئی ثمرہ و نفع اوسپر مترتب ہو یا نہ ہو جینے کوئی فعل اختیاری فاعل کے لیے اصلا فائدہ سے عاری محض ہو گا ہاں یہ ممکن کہ وہ فائدہ قضیۂ شرع بلکہ قضیۂ مرضیۂ عقل سلیم کے نزدیک بھی مثل لا فائدہ محض غیر معتد بہا ہو بلکہ ممکن کہ اوسکا مآل ضرر بحت ہو جیسے کفار کی عبادات شاقہ عاملۃ ناصبۃ o تصلی نارا حامیۃ o عمل کریں مشقت جھیلیں اور نتیجہ یہ کہ بھڑکتی آگ میں غرق ہونگے تو یہ سے مقصود وہی ہے ہے ثالثًا یہ بھی ظاہر کہ کوہ کندن وکاہ برآوردن ہر عاقل کے نزدیک حرکت عبث ہے تو مقدار فائدہ و فعل میں اگرچہ تساوی درکار نہیں تفاوت فاحش بھی نہ ہونا ضرور ہے یہی مراد اور معتد بہ بنظر فعل ہونے سے یہی مفہوم کا مفاد۔ فائدہ کا فی نفسہا کوئی امر عظیم مہتم بالشان ہونا ہرگز ضرور نہیں بلکہ جیسا کام اوسی کے قابل فائدہ معتد بہا تمام وھذا ما کنا اشرنا الیہ رابعًا لذت لعب شرع کریم و عقل سلیم کے نزدیک فائدہ معتد بہا نہیں مگر جبکہ لہو مباح ہو اور تعب کے بعد اوس سے ترویح قلب مقصود ہو اب وہ عبث نہ رہیگا نہ حقیقۃً لعب اگرچہ صورت لعب ہو ولہذا احادیث میں ہے حضور سید اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں الھوا والعبوا فانی اکرہ ان یری فی دینکم غلظۃ۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن المطلب بن عبد اللہ المخزومی رضی اللہ تعالی عنہ امام ابن حجر مکی کف الرعاع پھر سیدی عارف باللہ حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں اللھو المباح ماذون فیہ منہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وانہ فی بعض الاحوال قد لا ینافی الکمال وقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الھوا والعبوا دلیل لطلب ترویح النفوس اذا سئمت بجلاء اذا صدئت باللھو واللعب المباح تو ابھی ان تفاسیر سے جدا نہیں کہ لعب میں بوجہ لذت فائدہ معتد بہا ہوا نہ عبث بسبب عدم لذت فائدہ نامعتبر و منتفی خامسًا بلاشبہ فاعل سے دفع عبث کے لیے صرف فعل فی نفسہ مفید ہونا کافی نہیں بلکہ ضرور ہے کہ یہ بھی اوس سے فائدہ معتد بہا بمعنی مذکور کا قصد کرے ورنہ اس نے اگر کسی قصد فضول وبیہودہ سے کیا تو اسپر الزام عبث ضرور لازم فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی اور قصد کے لیے علم درکار کہ مجہول کا ارادہ نہیں ہو سکتا زید سر راہ بیٹھا تھا ایک کھاتا پیتا ناشناسا گھوڑے پر سوار جا رہا تھا اس نے ہزار روپے اوٹھا کر اوسے دیدیے کہ نہ صدقہ نہ صلہ رحم نہ محتاج کی اعانت نہ دوست کی امداد کوئی نیت صالحہ نہ تھی نہ ریا یا نام وغیرہ کسی مقصد بد کا محل تھا تو اوسے ضرور حرکت عبث کہیں گے اگرچہ واقع میں وہ اسکا کوئی ذی رحم ہو جسے یہ نہ پہچانتا تھا مقاصد شرعیہ پر نظر کرنے سے یہ حکم خوب منجلی ہوتا ہے رب عزوجل فرماتا ہے وما اتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربو عند اللہ وما اتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المضعفون o جو زیادتی تم دو کہ لوگوں کے مال میں زیادت ہو وہ خدا کے نزدیک نہ بڑھیگی اور جو صدقہ دو خدا کی رضا چاہتے تو انھیں لوگوں کے دونے ہیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں الم تر الی الرجل یقول للرجل لا مولنک فیعطیہ فھذا لا یربو عند اللہ لانہ یعطیہ لغیر اللہ لیثری مالہ کیا تو نے نہ دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے میں تجھے مالدار کردونگا پھر اوسے دیتا ہے تو یہ دینا خدا کے یہاں نہ بڑھیگا کہ اوس نے غیر خدا کے لیے صرف اس نیت سے دیا کہ اسکا مال بڑھا دوں۔ امام ابراہیم

نفی فرماتے ہیں کان ھذا فی الجاھلیۃ یعطی احدھم ذا القرابۃ للمال یکثر بہ مالہ یہ زمانہ جاہلیت میں تھا اپنے عزیز کا مال بڑھانے
کو اوسے مال دیا کرتے رواھا ابن جریر دیکھو فعل فی نفسہ مثمر ثمرہ شرعیہ ہونے کا صالح فائدہ شرعیہ یعنی صلہ رحم و مواسات پر مشتمل تھا
مگر جبکہ اس نے اوسکا قصد نہ کیا بے ثمر رہا تو حاصل یہ ٹھہرا کہ دفع عبث کو فائدہ معتد بہا بنظر فعل معلومہ مقصودہ للفاعل درکار ہے تو ان تفاسیر کا
وہی محمل ہے ۹ و ۱۰ امین ملحوظ تھا مفردات راغب میں ہے لعب فلان اذا کان فعلہ غیر قاصد بہ مقصدا صحیحا سادسًا غرض
وہی فائدہ مقصودہ ہے اور صحیح یہی کہ معتد بہا ہو تو ۳ و ۵ بھی اسی معنی کو ادا کر رہی ہیں اور غرض میں جبکہ قصد ملحوظ ہے تو تعریف سوم و دہم اوضح
واخصر تعریفات ہیں اور یہیں سے واضح ہوا کہ قول سمین وجعل العبث اللعب مالا فائدۃ فیہ وکل مالیس فیہ غرض صحیح میں سب عطف
تفسیری ہیں سابعًا ہم بیان کر آئے کہ فعل اختیاری بے غرض محض صادر نہ ہوگا تو جب بے غرض صحیح ہے ضرور لغرض غیر صحیح ہے تو ۱ و ۳ کا
مفاد واحد ہے اور اس تقدیر پر سفہ کا مصداق افعال جنون ہونگے ثامنًا شرعی سے اگر مقبول شرع مراد لیں تو وہی حاصل غرض صحیح ہے کہ
ہر غرض صحیح کو اگرچہ مطلوب فی الشرع نہ ہو شرع قبول فرماتی ہے جبکہ اپنے اقوی سے معارض نہ ہو اور ہنگام معارضہ عدم قبول قبول فی نفسہ
کا منافی نہیں جیسے حدیث آحاد و قیاس کہ بجائے خود حجت شرعیہ ہیں اور معارضہ کتاب کے وقت نامقبول امام نسفی کا عدم غرض شرعی
سے تعریف فرما کر تعلیل کراہت میں لانہ غیر مفید فرمانا اسکی طرف مشعر ہو سکتا ہے اس تقدیر پر ۲ اول اور ۱۰ ہم سوم کی طرف عائد اور
ظاہر ہوا کہ بارہ کی بارہ تعریفوں کا حاصل واحد **اقول** مگر غرض شرعی سے متبادر تر غرض مطلوب فی الشرع ہے اب یہ تخصیص بحسب مقام ہوگی
کہ اونکا کلام عبث فی الصلاۃ میں ہے تو وہاں غرض مطلوب شرع ہی غرض صحیح ہے نہ غیر۔ آخر نہ دیکھا کہ مٹی سے بچانے کے لیے دامن اوٹھانا
غرض صحیح ہے اور نماز میں مکروہ کہ غرض مطلوب شرعی نہیں اور پیشانی سے پسینہ پوچھنا باآنکہ غرض مطلوب فی الشرع نہیں نماز میں بلا کراہت
روا جبکہ ایذا دے اور شغل خاطر کا باعث ہو کہ اب اوسکا ازالہ غرض مطلوب شرع ہو گیا عنایہ ونہایہ وبحر وغیرہا میں ہے کل عمل یفید المصلی
لاباس بہ لما روی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرق فی صلاتہ لیلۃ فسلت العرق عن جبینہ ای مسحہ لانہ کان یؤذیہ
فکان مفیدا او اذا قام من سجودہ فی الصیف نفض ثوبہ یمنۃ ویسرۃ کیلا تبقی صورۃ حاشیہ سعدی افندی میں ہے یعنی حکایۃ
صورۃ الالیۃ ردالمحتار میں ہے فلیس نفضہ للتراب فلا یرد ما فی البحر عن الحلیۃ انہ اذا کان یکرہ رفع الثوب کیلا یتترب لا یکون
نفضہ من التراب عملا مفیدا اھ ورأیتنی کتبت علیہ **اقول** الذی فی الحلیۃ ھکذا ثم فی الخلاصۃ والنہایۃ وحاصلہ
ان کل عمل مفید للمصلی فلا باس بفعلہ کسلت العرق عن جبینہ ونفض ثوبہ من التراب ومالیس بمفید یکرہ للمصلی
الاشتغال بہ اھ واعترض علیہ بثلثۃ وجوہ فقال قلت لکن اذا کان یکرہ رفع الثوب کیلا یتترب کما تقدم وانہ قد وقع
الخلاف فی انہ یکرہ مسح التراب عن جبہتہ فی الصلاۃ کما سنذکرہ وانہ قد وقع الندب الی تتریب الوجہ فی السجود
فضلا عن الثوب فکون نفض الثوب من التراب عملا مفیدا او انہ لاباس بہ مطلقا فیہ نظر ظاہر اھ وانت تعلم ان اعتراضہ

اخیر التحیات کے ختم سے پہلے مکروہ ہے اور اوسکے بعد سلام سے پہلے حرج نہیں اور (دیکھو صفحہ ۲۰۳)

علے مانقل عن الخلاصۃ والنہایۃ صحیح الی الغایۃ للتصریح فیہ ان النفض من التراب اقول وانما قید بقولہ مطلقا لان الثوب ان کان مما یفسدہ التراب کان یکون من الحریر المخلوط للرجل او الخالص للمرأۃ وکان فی التراب نداوۃ فلولم یغسل لبقی متلوثا ولوغسل فسد فحینئذ ینبغی ان لایاتی التوقی فان الضرورات تبیح المحظورات واللہ تعالٰی اعلم ولکن الشان ان لیس لفظ التراب لا فی الخلاصۃ ولا فی النہایۃ فنص نسختی الخلاصۃ ولایعبث بشیئ من جسدہ وثیابہ والحاصل ان کل عمل ہو مفید لاباس بہ للمصلی وقد صح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ سلت العرق عن جبینہ وکان اذا قام من سجودہ نفض ثوبہ یمنۃ ویسرۃ ومالیس بمفید یکرہ کاللعب ونحوہ اھ ونص النہایۃ علی مانقل فی البحر مثل مااثرتہ عن العنایۃ بمعناہ وقد صرح فیہ بالمراد اذ قال کیلا یبقی صورۃ ولا تجہ علیہ لشیئ من الایرادات نعم ان الامام الحلبی ثقۃ حجۃ امین فی النقل فالظاہر انہ وقع ہکذا فی نسختیہ للخلاصۃ والنہایۃ ولکن العجب من البحر نقل عبارۃ النہایۃ مصرحۃ بالصواب ثم عقبہا بالاعتراضات الواردۃ علی لفظ من التراب واقرہا کانہ لیس عنہا جواب یہ نہایت کلام ہے تحقیق معنی عبث میں اب تنقیح حکم کی طرف چلیے وباسم التوفیق اقول بیان سابق سے واضح ہوا کہ عبث کا مناط فعل میں فائدہ معتد بہا مقصود نہ ہونے پر ہے اور وہ اپنے عموم سے قصد مضر وارادۂ شر کو بھی شامل تو بظاہر مثل اسراف اوسکی بھی دو صورتیں ایک فعل بقصد شنیع دوسری یہ کہ نہ کوئی بری نیت ہو نہ اچھی رب عزوجل نے فرمایا افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لاترجعون ۝ کیا اس گمان میں ہو کہ ہمنے تمھیں عبث بنایا اور تم ہماری طرف نہ پلٹو گے۔ علماء نے اس آیۂ کریمہ میں عبث کو معنی دوم پر لیا یعنی کیا ہمنے تمکو بیکار بنایا تمھاری آفرینش میں کوئی حکمت نہ تھی یونہی بیمعنے پیدا ہوئے بیہودہ مرجاؤ گے نہ حساب کتاب عذاب ثواب جیسے وہ خبیث کہا کرتے تھے ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی ومانحن بمبعوثین اسپر رد کو یہ آیت اتری کما تقدم بعض نقولہ وزعم العلامۃ الخفاجی بعد ماذکر فی العبث ثلث عبارات تقدمت والظاہر ان المراد (ای فی ہذہ الکریمۃ) الاول اھ اقول ولا علمت ان الکل واحد وثانیا ان ابقینا التغایر فالظاہر الاخیران لان فی الہمزۃ انکار ماحسبوہ لایجاب ماسلبوہ ولیس المراد اثبات فائدۃ ما ولو غیر معتد بہا ولہذا قال فی الارشاد بغیر حکمۃ بالغۃ واطلق الجلال لان حکم اللہ تعالٰی کلہا بالغۃ علی ان الحکمۃ نفسہا یستحیل ان لایعتد بہا اور سیدنا ہود علی نبینا الکریم وعلیہ الصلاۃ والتسلیم نے اپنی قوم عاد سے فرمایا اتبنون بکل ریع ایۃ تعبثون ۝ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون ۝ کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو عبث کرتے یا عبث کے لیے اور کارخانے بناتے ہو گویا تمھیں ہمیشہ رہنا ہے۔ اس آیۂ کریمہ میں بعض نے کہا راستوں میں مسافروں کے لیے بے حاجت بھی جگہ جگہ علامتیں قائم کرتے تھے ذکرہ فی الکبیر وتبعہ البیضاوی وابو السعود والجمل قال فی الانوار (ایۃ) علما للمارۃ (تعبثون) ببنائہا اذکانوا یہتدون بالنجوم فی اسفارہم فلا یحتاجون الیہا اھ واورد ان لانجوم بالنہار وقد یحدث باللیل من الغیوم مایستر النجوم واجاب فی العنایۃ بانہم لایحتاجون الیہا غالبا اذ الغیم نادر لاسیما

فی دیار العرب اھ **اقول اولا** (ف۱) لم یحجب عن النھار وانما بہ اکثر الاسفار **وثانیا** (ف۲) ان سلم الندور فعل مایحتاج الیہ ولو احیانا لایعد عبثا قال مع انہ لو احتیج الیھا لم یحتج الی ان یجعل فی کل ریع فان کثرتھا عبث اھ **اقول** (ف۳) ھذا منزع اٰخر فلا یرفع الایراد عن القاضی قال وقال الفاضل الیمنی ان اماکنھا المرتفعۃ تغنی عنھا فھی عبث اھ **اقول اولا** (ف۴) ارتفاع الاماکن لایبلغ بحیث یراھا القاصد من ای مکان بعید تقصد **وثانیا** (ف۵) ھو منزع ثالث وکلامنا فی کلام الانوار وبالجملۃ ھو وجہ زیف ولا اعلم لہ سندا من السلف ولقد احسن النیسابوری اذ اسقطہ من تلخیص الکبیر **اقول** (ف۶) وتعبیری اذ قلت یبنون من دون حاجۃ ایضا احسن من تعبیر الکبیر ومن تبعہ کما تری۔ امام مجاہد وسعید بن جبیر نے فرمایا جگہ جگہ کبوتروں کی کابکیں بناتے ہیں۔ رواہ عن الاول ابن جریر فی (ایۃ) وھو والفریابی وسعید بن منصور وابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید وابنا المنذر وابی حاتم فی (مصانع) عزاہ للثانی فی المعالم۔ ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی دوم ہوگا یعنی لغو ولہو۔ بعض نے کہا ہر جگہ اونچے اونچے محل تکبر وتفاخر کے لیے بناتے ذکرہ الکبیر ومن بعدہ وللفریابی وابنا حمید وجریر والمنذر وابی حاتم عن مجاھد وتتخذون مصانع قال قصورا مشیدۃ وبنیانا مخلدا ولابن جریر عنہ قال ایۃ بنیان۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منقول ہوا جو راستے سیدنا ہود علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف جاتے اونپر محل بنائے تھے کہ اونمیں بیٹھ کر خدمت رسالت میں حاضر ہونے والوں سے تمسخر کرتے ذکرہ فی مفاتیح الغیب ورغائب الفرقان یا سر راہ بناتے ہر راہگیر سے ہنستے ذکرہ البغوی والبیضاوی وابو السعود واقتصر علیہ الجلال ملتزما الاقتصار علی اصح الاقوال ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی اول ہوگا یعنی قصد شر وارادۂ ضرر۔ بالجملہ دونوں معنے کا پتا قرآن عظیم سے چلتا ہے اگرچہ متعارف غالب یہی ہیں اوسکا استعمال معنی دوم ہی میں ہے بیہودہ وبیمعنے کام ہی کو عبث کہتے ہیں نہ کہ معاصی وظلم وغصب وزنا وربا وغیرہا کو۔

اذا تقرر ھذا **فاقول** ظھر ان لاعتب علی الامام الجلیل صاحب الھدایۃ رحمہ اللہ تعالٰی اذ یقول ان العبث خارج الصلاۃ حرام فما ظنک فی الصلاۃ اھ وقد اقرہ فی العنایۃ والفتح وتبعہ فی الدرر والغنیۃ ولفظ مولی خسرو انہ خارج الصلاۃ منھی عنہ فما ظنک فیھا اھ والمحقق الحلبی العبث حرام خارج الصلاۃ ففی الصلاۃ اولی اھ فان قلت اطلقوا وانما ھو حکم القسم الاول **قلت** (ف۷) اصل الکلام فی الصلاۃ وکل عبث فیھا من القسم الاول فتعین مرادا وکان اللام للعھد فحصل التفصی عما اورد (ف۸) السروجی فی الغایۃ وتبعہ فی البحر والشرنبلالی فی الغنیۃ وش ان العبث خارجھا بثوبہ او بدنہ خلاف الاولی ولا یحرم قال والحدیث (ان اللہ کرہ لکم ثلثا العبث فی الصلاۃ والرفث فی الصیام والضحک فی المقابر رواہ القضاعی عن یحیی بن ابی کثیر مرسلا) قید بکونہ فی الصلاۃ اھ ظاہر ہے کہ معنی اول پر عبث ممنوع وناجائز ہوگا نہ دوم پر اور یہاں ہمارا کلام قسم دوم میں ہے یعنی جہاں نہ قصد معصیت نہ پائی گئی اضاعت بس **اقول** (ف۹) لک ان تقول ان فی النظر الدقیق لاحکم علی العبث فی نفسہ بالحظر والتحریم اصلا وما کان الا لانضمام ضمیمۃ ذمیمۃ فانما مرجعہ الیھا دونہ وتحقیق ذلک انا اذا رأینا الھ تظافر الکلمات علی ان مناط العبث

ف۱: معروضۃ ثالثۃ علیہ
ف۲: معروضۃ رابعۃ علیہ
ف۳: معروضۃ خامسۃ علیہ
ف۴: معروضۃ سادسۃ علیہ وعلی الفاضل الیمنی
ف۵: معروضۃ سابعۃ علیہما
ف۶: تطفل علی الامام الرازی والبیضاوی وابی السعود
ف۷: تطفل علی السروجی والبحر والشرنبلالی و ش
ف۸: تحقیق المصنف ان فی تقسیم الشئ بحسب الحکم لایکون حکم القسم حکم المقسم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

علی عدم قصد الفائدۃ بالفعل وھذہ حقیقۃ یتحصل بنقیضہا اولیس قصد المضر او عدم قصد ضد منقوماتہا ولا مما یتوقف علیہ وجودھا کسبب وشرط فیعم من محصلاتہا فاذن لیس قصد مضر الامن جہاوراتھا وماکان المجاور یکون حکما له لا لصاحبہ الا تری ان البیع یحرم بشرط فاسد وبعد اذان الجمعۃ واذا سئلت عن حکم البیع قلت مشروع بالکتاب والسنۃ والاجماع الامۃ کما ذکرہ فی غایۃ البیان وغیرھا والصلاۃ تکرہ فی ثیاب الحریر للرجل وفی الارض المغصوبۃ ولا یمنعك ذلك ان تقول اذا سئلت عن حکمہا ان الصلاۃ خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر منہا فلیستکثر کما رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن المصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم والصلاۃ یؤاخذ علی المعصیۃ من حیث قصد الشر لا من حیث عدم قصد الخیر وھو انما کانت عبثا من ھذہ الحیثیۃ لا من تلك فلیس الحظر حکم العبث اصلا۔ اسکا حکم وہی ہے جو یہی غایۃ سروجی وبحر الرائق وغنیۃ شرنبلالی ورد المحتار سے منقول ہوا کہ خلاف اولی ہے اور یہی مفاد درمختار ہے حیث قال کرہ عبثہ للنہی الا لحاجۃ ولا باس بہ خارج الصلاۃ اھ فان لا باس لما ترکہ اولی اور یہی وہ ہے جو **قول سوم** میں رشاد ہوا کہ پانی میں اسراف نہ کرنا آداب سے ہے۔

ف[1] اسلنا فی الحلیۃ فی مسئلۃ فرقعۃ الاصابع ھل یکرہ خارج الصلاۃ فی النوازل یکرہ والظاہر ان المراد کراھۃ تنزیہ حیث لا یکون لغرض صحیح اما لغرض صحیح ولو اراحۃ الاصابع فلا اھ وفی تشبیکہا بعد ذکر النہی عنہ فی الصلاۃ وفی السعی الیہا والمنتظرھا لکنہا ھی قالفرقعۃ مما تصح فیما وراء ھذہ الاحوال حیث لا یکون عبثا علی الاباحۃ من غیر کراھۃ وان کان علی سبیل العبث یکرہ تنزیہا اھ وتبعہ فیہما ش والبحر فی الاولی وزاد ان المسلم یکرہ فیہما خارجہا نہی انہ تکرہ تحریمیۃ کما اسلفناہ قریبا وھو یدیہ ما تقدم انہ ان لم یکن الدلیل نہیا بل کان مقیدا للترک الغیر الجازم فھی تنزیہیۃ اھ وعقب الثانیۃ بقولہ وقد قدمنا عن الہدایۃ ان العبث خارج الصلاۃ حرام وحملناہ علی کراھۃ التحریم فینبغی ان یکون العبث خارجہا لغیر حاجۃ کذلک اھ **فاقول** دعوی کراھۃ التنزیہ مبتنیۃ علی عدم الفرق بین خلاف الاولی وکراھۃ التنزیہ وزعم ان ترک کل مستحب مکروہ کما قدمنا فی التنبیہ الثالث عن الحلبیتین المکروہ تنزیہا مرجعہ خلاف الاولی والظاہر انہما متساویان وعن البحران التنزیہ فی رتبۃ المندوب وعن ش ان ترک المندوب مکروہ تنزیہا وقد علمت ما ھو التحقیق وباللہ التوفیق اما ما عقب بہ الثانیۃ **فاقول** اولا العجب والغریب مع انہ اسلف الان ان لیس خارجہا نہی فلا تحریمیۃ **و ثانیا** ف[2] حققنا ان کلام الہدایۃ فی القسم الاول من العبث فاجراؤہ فی الثانی غیر سدید ہم اوپر بیان کر آئے کہ کراہت تنزیہی کے لیے بھی نہی و دلیل خاص کی حاجت ہے اور مطلق کوئی فعل کسی کسی فائدہ غیر معتد بہا کے لیے کرنے سے شرع مبین کو کسی نہی معروف ہو کہ کراہت تنزیہ ہو ہاں خلاف اولی ہونا ظاہر کہ ہر وقت اولٰی یہی ہے کہ انسان فائدہ معتد بہا کی طرف متوجہ ہو یہی حدیث صحیح حسن من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ انسان کے اسلام کی خوبی سے ہے یہ بات کہ غیر مہم کام میں مشغول نہ ہو لایعنی بات ترک کرے رواہ الترمذی وابن ماجۃ والبیہقی فی الشعب عن ابی ہریرۃ

ف: مسئلہ

ف: تطفل

والحاکم فی الکنی عن ابی بکر الصدیق و فی تاریخہ عن علی المرتضی واحمد والطبرانی فی الکبیر عن السید ابن السید الحسین بن علی والشیرازی فی الالقاب عن ابی ذر والطبرانی فی الصغیر عن زید بن ثابت وابن عساکر عن الحارث بن ہشام رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حسنہ النووی وصححہ ابن عبد البر والہیثمی **اقول** اسکا مفاد یہی اوسیقدر کہ حسن اسلام سب محسنات سے ہے اور محسنات میں سب مستحسنات بھی نہ کہ ہر غیر مہم سے نہی ورنہ غیر مہم تو بیکار سے بھی اعم ہے تو سوا مہمات کے سب زیر نہی آکر مباحات سراسر مرتفع ہو جائیں گے لاجرم امام ابن حجر مکی شرح اربعین نووی میں فرماتے ہیں الذی یعنی الانسان من الامور ما یتعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ مما یشبعہ من جوع ویرویہ من عطش ویستر عورتہ ویعف فرجہ ونحو ذلک مما یدفع الضرورۃ دون ما فیہ تلذذ واستمتاع واستکثار وسلامتہ فی معادہ ابن عطیہ مالکی کی شرح اربعین میں ہے ما لا یعنیہ ہو ما لا تدعو الحاجۃ الیہ مما لا یعود علیہ منہ نفع اخروی والذی یعنیہ ما یدفع الضرورۃ دون ما فیہ تلذذ وتنعم وقال الشیخ یوسف بن عمر ما لا یعنیہ ہو ما یخاف فیہ فوات الاجر والذی یعنیہ ہو الذی لا یخاف فیہ فوات ذلک اھ مختصرا علامہ احمد بن حجازی کی شرح اربعین میں ہے الذی یعنی الانسان ما یتعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ وسلامتہ فی معادہ ومما لا یعنیہ التوسع فی الدنیا وطلب المناصب والریاسۃ اھ ملخصا تیسیر میں ہے الذی یعنیہ ما تعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ دون ما زاد وقال الغزالی حد ما لا یعنی ہو الذی لو ترک لم یفت بہ ثواب ولم ینجر بہ ضرر مرقاۃ میں ہے حقیقۃ ما لا یعنیہ ما لا یحتاج الیہ فی ضرورۃ دینہ ودنیاہ ولا ینفعہ فی مرضاۃ مولاہ بان یکون عیشہ بدونہ ممکنا وہو فی استقامۃ حالہ بغیرہ متمکنا قال الغزالی وحد ما لا یعنیک ان تتکلم بکل ما لو سکت عنہ لم تأثم ولم تتضرر فی حال ولا مال ومثالہ ان تجلس مع قوم فتحکی معہم اسفارک وما رأیت فیہا من جبال وانہار وما وقع لک من الوقائع وما استحسنتہ من الاطعمۃ والثیاب وما تعجبت منہ من مشایخ البلاد ووقائعہم فہذہ امور لو سکت عنہا لم تأثم ولم تتضرر واذا بالغت فی الاجتہاد حتی لم یمتزج بحکایتک زیادۃ ولا نقصان ولا تزکیۃ نفس من حیث التفاخر بمشاہدۃ الاحوال العظیمۃ ولا اغتیاب لشخص ولا مذمۃ لشیئ مما خلقہ اللہ تعالٰی فانت مع ذلک کلہ مضیع زمانک وانما تحاسب علی عمل لسانک اذ تستبدل الذی ہو ادنی بالذی ہو خیر لانک لو صرفت زمان الکلام فی الذکر والفکر ربما ینفتح لک من نفحات رحمۃ اللہ تعالٰی ما یعظم جدواہ ولو سبحت اللہ تعالٰی بنی لک بہا قصر فی الجنۃ ومن قدر علی ان یاخذ کنزا من الکنوز فاخذ بدلہ مدرۃ لا ینتفع بہا کان خاسرا خسرانا مبینا وہذا علی فرض السلامۃ من الوقوع فی کلام المعصیۃ وانی تسلم من الآفات التی ذکرناہا اھ ان سب نفیس کلاموں کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی امت کو لایعنی باتیں چھوڑنے کی طرف ارشاد فرماتے ہیں جتنی بات آدمی کے دین میں نافع اور ثواب الٰہی کی باعث ہو یا دنیا میں ضرورت کے لائق ہو جیسے بھوک پیاس کا ازالہ بدن ڈھانکنا پارسائی حاصل کرنا اسیقدر امر مہم ہے اور اس سے زائد جو کچھ ہو جیسے دنیا کی لذیذ نعمتیں منصب یا ستین غرض

جملہ افعال واقوال واحوال جنکے بغیر زندگانی ممکن ہو اور اونکے ترک مین نہ ثواب کا فوت نہ اب یا آئندہ کسی ضرر کا خوف وہ سب لایعنی وقابل ترک ہین مثلاً لوگون کے سامنے اپنے سفر کی حکایتین کرنا کہ اتنے شہر اور پہاڑ اور دریا دیکھے یہ یہ معاملے پیش آئے فلان فلان کھانے اور لباس عمدہ پائے ایسے ایسے مشائخ سے ملنا ہوا یہ سب باتین اگر تو نہ بیان کرتا تو نہ گناہ تھا نہ ضرر ہوتا اور اگر تو کامل کوشش کرے کہ تیرے کلام مین قصے وحکایت سے کچھ کمی بیشی نہ ہونے پائے نہ اس تفاخر سے نفس کی تعریف نکلے کہ ہمنے ایسے ایسے عظیم حال دیکھے نہ اونمین کسی شخص کی غیبت ہو نہ اللہ تعالٰی کی بنائی ہوئی کسی چیز کی مذمت ہو تو اتنی احتیاطون کے بعد بھی اوس کلام کا حاصل یہ ہوگا کہ تو نے اوتنی دیر اپنا وقت ضائع کیا اور تیری زبان سے اوس کا حساب ہوگا تو خیر کے عوض ادنے بات اختیار کر رہا ہے اسلیے کہ جتنی دیر تو نے یہ باتین کہین اگر اتنا وقت اللہ عزوجل کی یاد اور اوسکی نعمتون صنعتون کی فکر مین صرف کرتا تو غالباً رحمت الٰہی کے فیوض سے تجھ پر وہ کھلتا جو بڑا نفع دیتا اور تسبیح الٰہی کرتا تو تیرے لیے جنت مین محل چُنا جاتا اور جو ایک خزانہ لے سکتا ہو وہ ایک ٹھیکرا لیکر اپنے پر بس کرے تو صریح زیانکار ہوا اور یہ سب بھی اوس تقدیر پر ہے کہ کلام معصیت سے بچ جائے اور وہ آفتین جو ہمنے ذکر کین اون سے بچنا کہان ہوتا ہے۔ ظاہر ہوا کہ لایعنی جملہ مباحات کو شامل ہے نہ کہ مطلقاً مکروہ ہو ہان مثلاً چار بار پانی ڈالنے کی عادت کرلے تو غالباً اسپر باعث نہ ہوگا مگر وسوسہ اور کم از کم اتنا ضرور ہوگا کہ دیکھنے والے اسے موسوس جانینگے اور بلاضرورت تشنیع محل تہمت مین پڑنا ضرور مکروہ ہے فیذکر عنہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم وفی الباب عن امیر المؤمنین الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ منشأ **اقول دوم** ہے۔ بالجملہ **حاصل حکم** یہ نکلا کہ بے حاجت زیادت اگر باعتقاد سنیت ہو مطلقاً ناجائز وگناہ ہے اگرچہ دریا مین ہو اور اگر پانی ضائع جائے تو جب بھی مطلقاً ممنوع ومکروہ تحریمی اگرچہ اعتقاد سنیت نہ ہو اور اگر نہ فساد عقیدت نہ اضاعت تو خلاف ادب ہے مگر عادت کرلے تو مکروہ تنزیہی یہ ہے بحمد اللہ تعالٰی فقہ جامع وفکر نافع وتحقیق بالغ ونور بازغ وکمال توفیق وجمال تطبیق وحسن تحقیق وسطر تدقیق وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العٰلمین **اقول** اس تنقیح جلیل سے چند فائدے روشن ہوئے **اولاً** اصل حکم وہی ہے جو امام محرر المذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتاب اصل مین ارشاد فرمایا کہ بقیہ احکام کے مناط عقیدت اضاعت عادت ہین اور وہ نفس فعل سے زائد فی نفسہ اوسکا حکم اوسیقدر کہ قول سوم مین مذکور ہوا **ثانیاً** دوم وسوم مین اوس زیادت کو اسراف سے تعبیر فرمانا محض بنظر صورت ہے ورنہ جب معصیت نہ اضاعت تو حقیقۃً اسراف نہار نہین **ثالثاً** دربارۂ زیادت منع واجازت مین عادت ندب کو دخل نہین کہ فساد عقیدت یا پانی کی اضاعت ہو تو ایکبار بھی جائز نہین اور ان دونون سے بری ہو تو بارہا بھی گناہ ومعصیت نہین کراہت تنزیہی جدا بات ہے ہان بارۂ نقص تفصیل ہے کہ بے ضرورت تین بار سے کم دھونے کی عادت مکروہ تحریمی اور احیاناً ہو تو بے فساد عقیدت صرف مکروہ تنزیہی ورنہ تحریمی کہ تثلیث سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کے ترک کا یہی حکم بخلاف عادت کہ ترک تثلیث نہین بلکہ تثلیث پوری کرکے زیادت ہے وبہ ظہر ضعف ما عن العلامۃ ش فی التنبیہ الخامس من التوفیق بین نفی البدائع الکراھۃ ای التحریمیۃ عن الزیادۃ علی الثلاث والنقص عنھا عند عدم الاعتقاد مع اشعار الفتح وغیرہ بثبوتھا اذا زاد او نقص لغیر حاجۃ بان حمل الاول اذا فعلہ مرۃ

حدیث وائمہ کی جلیل نصیحت - لایعنی باتون کامون کے ترک کی ہدایت - اور لایعنی کے معنے کا بیان

https://www.facebook.com/darahlesunnat

والثانی علی الاعتیاد فهذا مسلم فی النقص ممنوع فی الزیادة لما علمت الاستناد الی مفهوم تفریع الفتح وغیرہ المارثمہ وقد تمسک به ایضا العلامة[۱] علی ان کراهة الاسراف کراهة تحریم حیث قال اقول یاثم بالاسراف ولو اعتقد سنیة الثلاث فقط فلذا قالوا فی المفهوم (ای بیان مفهوم قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فی الحدیث حمله علی الاعتقاد) حتی لو رأی سنیة العدد وزاد لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمأنينة القلب او نقص لحاجة فلا باس به (ای فافاد وان لو زاد لا لغرض کان فیه باس) ولو کان کما ذکر (ان لا باس الا فی الاعتقاد) لا تکرہ الزیادة مطلقا ام مزید المنابین الاهلة وهذا هو منزع کلام ش بیدانه حمله علی التحرید والحلق ط اقول الاطلاق مستندات کما علمت لما تفصیل ش ان الاسراف یکرہ تنزیها احیانا وتحریما ان تعود فلا اعلم من صرح به وکانه اخذه من جعل النهر ترکه سنة کما ذکرنا مع خلا المنزع لما ذکر من الحمل فاقول هم الفسهم فی اهانة للمفهوم وشرح لو طهم الحکم بالاعتقاد فذکروا تصویرا لا یکون فیه الزیادة والنقص لاجل الاعتقاد بل لغرض اخر لان العاقل لا بد لفعله من غرض فاذا لم یکن للشرع علی ما اعتقد فلیکن بما ذکروا فلا یدل علی ادارة الامر علی هذا التصویر ولا یخالف الشرح المشروح فان المشروح ناطه بالاعتقاد وصرح ان زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنة لا یلحقه الوعید کما تقدم عن البدائع وهذا ینوطه بشیئ اخر غیرہ و بالجملة لا نسلم ان لشرح المفهوم مفهوما اخر وان سلم فمفهوم معارض لمنطوق البدائع وغیرها والمنطوق مقدم فافهم.

رابعا[۲] جب کہ حدیث نے بے قید حال ومکان زیادت ونقص پر حکم اساءت وظلم وتعدی ارشاد فرمایا اور زیادت میں تعدی خاص مکان اضاعت میں ہے اور نقص میں خاص بحال عادت لہذا ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے حدیث کو ایک منشا ونیت یعنی اعتقاد سنیت پر حمل فرمایا جس سے بے قید حال ومکان مطلقا حکم تعدی واساءت ہو خامسا بدائع وغیرہ کی تصریح کہ اگر بے اعتقاد سنیت نقص وزیادت ہو تو وعید نہیں صحیح ونجیح ہے کہ عادت نقص یا اضاعت زیادت میں لحوق وعید اس ضم ضمیمہ پر ہے تو فعل بجائے خود اپنے منشا وغایت مقصود ونیت میں مواخذہ سے پاک ہے کما علمت هکذا ینبغی التحقیق واللّٰه تعالٰی ولی التوفیق الحمد للّٰه اس مرتنجم اعنی حکم اسراف آب کا بیان ایسی وجہ جلیل وجمیل پر واقع ہوا کہ خود ہی ایک مستقل نفیس رسالہ ہونے اور تاریخی نام برکات السماء فی حکم اسراف الماء رکھنے کے قابل والحمد للّٰه علی نعمه الجلائل وصلی اللّٰه تعالٰی علی سید الاواخر والاوائل وآله وصحبه الکرام الافاضل.

فائدہ[۴] مہمہ وضو میں پانی زیادہ نہ خرچ ہونے کے لیے چند امور کا لحاظ رکھیں (۱) وضو[۵] دیکھ دیکھ کر ہوشیاری واحتیاط کے ساتھ کریں عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ وضو بہت جلد کرنا چاہیے اور اسی معنے پر کہتے ہیں کہ وضو جوانوں کا سا اور نماز بوڑھوں کی سی یہ غلط ہے بلکہ وضو میں بھی دونوں ترک عجلت مطلوب ہیں تو ہر وشامی شمار آداب وضو میں ہے والتاٴنی علمگیریہ میں معراج الدرایہ سے ہے لا یستعجل فی الوضوء اقول ظاہر ہے کہ جس شے کے لیے شرع نے ایک حد باندھی ہے کہ اس سے نہ کمی چاہیے نہ بیشی تو اس فعل کو باحتیاط بجالانے ہی میں حد کا لحاظ نہ ہو سکیگا نہ کہ لپ جھپ اتنا پت شتاب میں (۲) بعض لوگ چلو لینے میں پانی ایسا ڈالتے ہیں کہ ابل جاتا ہے حالانکہ جو گرا بیکار گیا اس سے احتیاط چاہیے

ف۱: معروضة ۳۸۴ اخری علیه
ف۲: معروضة ۳۸۵
ف۳: معروضة ۳۸۶
ف۴: فائدہ
ف۵: مسئلہ

(۳) [۶۲۵] ہر چلو بھرا ہونا ضرور نہیں بلکہ جس کام کے لیے لیں اوسکا اندازہ رکھیں مثلاً ناک میں نرم بانسے تک پانی چڑھانے کو پورا چلو کیا ضرور نصف بھی کافی ہے بلکہ بھرا چلو کُلی کے لیے بھی درکار نہیں (۴) [۶۲۶] لوٹے کی ٹونٹی متوسط معتدل چاہیے نہ ایسی تنگ کہ پانی بدیر دے نہ فراخ کہ حاجت سے زیادہ گرائے۔ اسکا فرق یوں معلوم ہو سکتا ہے کہ کٹوروں میں پانی لے لیکر وضو کیجیے تو بہت خرچ ہوگا یونہیں فراخ ٹونٹی سے بہانا زیادہ خرچ کا باعث ہے اگر لوٹا ایسا ہو تو احتیاط کرے پوری دھار نہ گرائے بلکہ باریک (۵) [۶۲۷] بہت بھاری برتن سے وضو نہ کرے خصوصاً کمزور کہ پورا قابو نہ ہونے کے باعث پانی بے احتیاط گریگا (۶) ف۱ اعضا دھونے سے پہلے اون پر بھیگا ہاتھ پھیر لے کہ پانی جلد دوڑتا ہے اور تھوڑا بہت کا کام دیتا ہے خصوصاً موسم سرما میں اسکی زیادہ حاجت ہے کہ اعضا میں خشکی ہوتی ہے بہتی دھار بیچ بیچ میں جگہ خالی چھوڑ جاتی ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے بحر الرائق میں ہے عن خلف بن ایوب انہ قال ینبغی للمتوضئ فی الشتاء ان یبل اعضاءہ بالماء شبہ الدھن ثم یسیل الماء علیھا لان الماء یتجافی عن الاعضاء فی الشتاء کذا فی البدائع ثم فتح القدیر میں ہے الاداب امرار الید علی الاعضاء المغسولۃ والتانی والدلک خصوصا فی الشتاء اھ واعترضہ فی البحر بانہ ذکر الدلک من المندوبات وفی الخلاصۃ انہ سنۃ عند نا اھ وقدمنا فی التنبیہ الثالث وقال العلامۃ ش فی المنحۃ قولہ ذکر الدلک الخ یمکن ان یجاب عنہ بان مرادہ امرار الید المبلولۃ علی الاعضاء المغسولۃ لما قدمہ الشارح عند الکلام علی غسل الوجہ عن خلف بن ایوب (ای ما نقلناہ انفا قال) لکن کان ینبغی تقییدہ بالشتاء تامل اھ اقول اولا ف۲ ان اراد انہ لایندب الیہ الا فی الشتاء فممنوع لان الماء وان کان لایتجافی عن الاعضاء فی غیر الشتاء فلا شک ان البل قبل الغسل ینفع فی کل زمان فانہ یسھل مرور الماء ویقلل المصروف منہ کما ھو مجرب مشاھد فالنقل عن الامام خلف فی الشتاء لاینفیہ فی غیرہ انما یقتضی ان الحاجۃ الیہ فی الشتاء اشد وھذا قد صرح بہ المحقق حیث قال خصوصا فی الشتاء وثانیا امرار الید علی الاعضاء المغسولۃ قد افرزہ المحقق عن الدلک کما سمعت فکیف یحمل علیہ لکن التحقیق ما اقول ان الامرار المذکور لہ ثلثۃ محتملات الاول الامرار بعد الغسل اعنی ف۳ ما انحدر الماء لنشف الباقی کیلا یتر شش علی الثیاب والثانی مع الغسل ای حین کون الماء بعد مارا علی الاعضاء وھو عین الدلک المطلوب قال فی البحر خلف ما قدم عن خلف الدلک لیس من مفھومہ (ای الغسل بالفتح) وانما ھو مندوب وذکر فی الخلاصۃ انہ سنۃ وحدہ امرار الید علی الاعضاء المغسولۃ اھ والثالث قبل الغسل ویحتاج الی التقیید بالمبلولۃ والتجوز فی المغسولۃ بمعنی ما سیغسل وما اریدبہ ان یغسل ثم قد یمکن ان یراد بالدلک الثالث کما زعم العلامۃ ش وبالامرار الاول فلا ھو ینافی الافراز ولا یلزم عد الثانی من المندوبات خلافا لما ھو المذھب المذکور فی الخلاصۃ ومن القرینۃ علیہ ان المحقق بحث فی کون الدلک خارجا عن حقیقۃ الغسل ومال الی ان المقصود بشرعیۃ الغسل لایحصل الا بہ وقد اجاب عنہ فی الغنیۃ بما کفی وشفی فیبعد ان یدخلہ ھھنا فی مجرد الادب ناز لا عن الاستنان ایضا خلفۃ عن الاعتراض وقد یؤیدہ ایضا لفظۃ خصوصا فی الشتاء لان الثانی مصرح باستنانہ مطلقا وانما قیدوا

ف۱: مسئلہ: مستحب ہے کہ اعضائے وضو پر پہلے بھیگا ہاتھ پھیر لے خصوصاً جاڑے میں۔

ف۲: معروضۃ ثالثۃ علی العلامۃ ش۔

ف۳: مسئلہ: ہر عضو دھو کر اوس پر ہاتھ پھیر دینا چاہیے کہ پانی کی بوندیں ٹپکنا موقوف ہو جائیں کہ بدن یا کپڑے پر نہ ٹپکیں۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بالشتاء الثالث فھذا غایۃ توجیہ ما فی المنحۃ وبہ یندفع ایراد البحر وان کان المتبادر رمز الدر للدلک ھو الثانی ولذا مشی علیہ فی البحر واقتفینا اثرہ فیما مر بل مشی علیہ ش نفسہ فی رد المحتار واعترض علی الفتح بما اعترض فی البحر قائلا لکن قدمنا ان الدلک سنۃ قال ولعل المراد بما قبلہ (ای امرار الید) امرارھا علیہ مبلولۃ قبل الغسل تأمل ام اقول[۱۳۲] ف۱ قد علمت ان ھذا اضعف الاحتمالات واذا کان ھذا مرادہ فحمل الدلک علیہ یکون تکرارا بلا شک فان قلت ذکر المحقق بعدہ من الاداب حفظ ثیابہ من المتقاطر فحمل الامرار علی الاول یتکرر مع ھذا قلت[۱۳۳] امرار الید وان کان معلولا بالحفظ تعلیل الفعل بغایتہ فلیس علۃ کافیۃ لحصولہ بحیث لایحتاج بعدہ فی الحفظ الی احتراس سواہ فلا یکون ذکرہ مغنیا عن ذکر الحفظ ثم اقول[۱۳۴] ف۲ عجبا للبحر جزم ھھنا بندب الدلک ونسب الاستنان للخلاصۃ کغیر المرتضی لہ واعترض ثمہ علی المحقق بان فی الخلاصۃ انہ سنۃ عندنا

(۷) کلائیوں پر بال ہوں تو ترشوا دیں کہ ان کا ہونا پانی زیادہ چاہتا ہے اور مونڈنے سے سخت ہوجاتے ہیں اور تراشنا مشین سے بہتر کہ خوب صاف کردیتی ہے اور سب سے احسن و افضل نورہ ہے کہ ان اعضا میں یہی سنت سے ثابت ف۳ ابن ماجہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا اطلی بدأ بعورتہ فطلاھا بالنورۃ وسائر جسدہ اھلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب نورہ کا استعمال فرماتے تو ستر مقدس پر اپنے دست مبارک سے لگاتے اور باقی بدن منور پر ازواج مطہرات لگا دیتیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہن وبارک وسلم اور ایسا نہ کریں تو دھونے سے پہلے پانی سے خوب بھگولیں کہ سب بال بچھ جائیں ورنہ کھڑے بال کی جڑ میں پانی گزر گیا اور نوک سے نہ بہا تو وضو نہ ہوگا

(۸)[۱۳۵] دست و پا پر اگر لوٹے سے دھار ڈالیں تو ناخنوں سے کہنیوں یا گٹوں کے اوپر تک علی الاتصال و تا مقدور ایکبار میں ہر جگہ پر ایک ہی بار گرے پانی جبکہ گرتا ہے اور ہاتھ کی روانی میں دیر ہوگی تو ایک جگہ پر مکرر گرے گا

(۹)[۱۳۶] بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ ناخن سے کہنی یا گٹے تک بہاتے لائے پھر دوبارہ سہ بارہ کے لیے جو ناخن کیطرف لیگئے تو ہاتھ نہ روکا بلکہ دھار جاری رکھی ایسا کریں کہ تثلیث کے عوض پانچ بار ہوجائیگا بلکہ ہر بار کہنی یا گٹے تک لا کر دھار روک لیں اور رکا ہوا ہاتھ ناخنوں تک لیجاکر وہاں سے پھر اجرا کریں کہ سنت یہی ہے کہ ف۴ ناخن سے کہنیوں گٹوں تک علی ہے نہ اسکا عکس کما نص علیہ فی الحلیۃ وغیرھا

(۱۰) قول جامع یہ ہے کہ سلیقہ سے کام لیں سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے قد یرفق بالقلیل فیکفی ویخرق بالکثیر فلا یکفی ذکرہ الامام النووی فی شرح مسلم واوردہ الامام العینی فی شرح البخاری بلفظ قد یرفق الفقیہ بالقلیل فیکفی ویخرق الاخرق ولا یکفی یعنی سلیقہ سے اٹھاؤ تو تھوڑا بھی کافی ہوجاتا ہے اور بدسلیقگی برتو تو بہت بھی کفایت نہیں کرتا

فائدہ ف۵ اوپر حدیث گزری کہ ولہان نام شیطان وضو میں وسوسہ ڈالتا ہے اس کے وسوسے سے بچو۔ دفع وسوسہ کے لیے بہترین تدبیر ان باتوں کا التزام ہے

(۱) رجوع الی اللہ و اعوذ و لاحول و سورۂ ناس کی قراءت اور اٰمَنْتُ بِاللہِ وَرَسُوْلِہٖ کہنا اور ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○ کہ اسے فورا وسوسہ دفع ہوجاتا ہے اور سُبْحٰنَ الْمَلِکِ الْخَلَّاقِ اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ وَّمَا ذٰلِکَ عَلَی اللہِ بِعَزِیْزٍ ○ کی کثرت اسے جڑ سے قطع کردیتی ہے حدیث میں ہے ایک صاحب نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر وسوسہ کی شکایت کی

ف۱: معروضۃ علی ش
ف۲: تطفل علی البحر
ف۳: مسئلہ: ہاتھ پاؤں یا سینہ پر اگر بال ہوں تو ان کو نورہ سے صاف کرنا بہتر ہے
ف۴: مسئلہ: بال ہوں تو ناخنوں سے کہنیوں ...
ف۵: فائدہ جلیلہ: دفع وسوسہ کی تدابیر

کہ نماز مین پیتا نہین چاہتا دو پڑھین یا تین ۳ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا اذا وجدت ذلک فارفع اصبعک السبابۃ الیمنی
فالطعنہ فی فخذک الیسری وقل بسم اللہ فانہا سکین الشیطان جب تو ایسا پائے تو اپنی دہنی انگشت شہادت اوٹھا کر اپنی بائین ران مین
مار اور بسم اللہ کہہ کہ وہ شیطان کے حق مین چھری ہے رواہ البزار والطبرانی عن والد ابی الملیح ورواہ ایضا الحکیم الترمذی (۲) وسوسہ کی
نہ سننا اوسپر عمل نہ کرنا اوسکے خلاف کرنا۔ اس بلائے عظیم کی عادت ہے کہ جسقدر اسپر عمل ہو اوسیقدر بڑھے اور جب قصداً اوسکا خلاف کیا جائے
تو بتوفیقہٖ تعالی تھوڑی مدت مین بالکل دفع ہوجائے عبداللہ بن مُرّہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہین ما وسوسۃ باولع ممن یراھا تعمل
فیہ شیطان جسے دیکھتا ہے کہ میرا وسوسہ اسمین کارگر ہوتا ہے سب سے زیادہ اوسی کے پیچھے پڑتا ہے رواہ ابن ابی شیبۃ امام ابن حجر مکی اپنے فتاوی
مین فرماتے ہین مجھسے بعض ثقہ لوگون نے بیان کیا کہ دو وسوسۂ والون کو نہانے کی ضرورت ہوئی دریائے نیل پر گئے طلوع صبح کے بعد پہنچے ایک
نے دوسرے سے کہا تو اوتر کر غوطے لگا۔ مین گنتا جاؤنگا اور تجھے بتاؤنگا کہ پانی تیرے سارے سر کو پہنچا یا نہین وہ اوترا اور غوطے لگانا شروع کیے
اور یہ کہتا ہے کہ ابھی تھوڑی سی جگہ تیرے سر مین باقی ہے وہان پانی نہ پہنچا ایک صبح سے دوپہر ہوگیا آخر تھک کر باہر آیا اور دل مین شک ہے کہ غسل
اوترا یا نہین پھر اس نے اوس دوسرے سے کہا اب تو اوتر مین گنونگا اوس نے ڈبکیان لگائین اور یہ کہتا جاتا ہے کہ ابھی سارے سر کو پانی نہ پہنچا یہانتک
کہ دوپہر سے شام ہوگئی مجبور وہ بھی دریا سے نکل آیا اور دل مین شبہہ کا شبہہ ہی رہا دن بھر کی نمازین کھوئین اور غسل اوترنے پر یقین نہ ہونا تھا نہ ہوا
والعیاذ باللہ تعالی ذکرہ فی الحدیقۃ الندیۃ یہ وسوسہ ماننے کا نتیجہ تھا اور صالحین مین سے ایک صاحب فرماتے ہین مجھے دربارۂ طہارت وسوسہ تھا
رستہ کی کیچڑ اگر کپڑے مین لگ جاتی اوسے دھوتا حالانکہ شرعاً جبتک خاص اوس جگہ نجاست کا ہونا ثابت و متحقق نہ ہو حکم طہارت ہے ایک دن نماز
صبح کے لیے جاتا تھا راہ کی کیچڑ لگ گئی مین نے دھونا چاہا اور خیال آیا کہ دھوتا ہون تو جماعت جاتی ہے ناگاہ اللہ عزوجل نے مجھے ہدایت فرمائی
میرے دل مین ڈالا کہ اس کیچڑ مین لوٹ اور سب کپڑے سان لے اور یونہین نماز مین شریک ہوجا مین نے ایسا ہی کیا پھر وسوسہ نہ ہوا ذکرہ
فی الطریقۃ المحمدیۃ یہ اوسکی مخالفت کی برکت تھی۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث مین ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین
ان احدکم اذا کان فی المسجد جاء الشیطان فابس بہ کما یبس الرجل بدابتہ فان اسکن لہ وثقہ او الجمہ جب تم مین کوئی
مسجد مین ہوتا ہے شیطان آکر اوسکے بدن پر ہاتھ پھیرتا ہے جیسے تم مین کوئی اپنے گھوڑے کو رام کرنے کے لیے اوسپر ہاتھ پھیرتا ہے پس اگر وہ شخص
ٹھہر رہا یعنی اوسکے وسوسہ سے فوراً الگ نہ ہوگیا تو اوسے باندھ لیتا یا لگام دیدیتا ہے ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس حدیث کو روایت
کرکے فرمایا وانتم ترون ذلک اما الموثوق فتراہ ما ئلا کذا لا یذکر اللہ واما الملجم ففاتح فاہ لا یذکر اللہ عزوجل یعنی حدیث کی
تصدیق تم آنکھون دیکھ رہے ہو وہ جو بندھا ہوا ہے اوسے تو دیکھیگا یون جھکا ہوا کہ ذکر الہی نہین کرتا اور وہ جو لگام دیا ہوا ہے وہ مونہ کھولے ہے
اللہ تعالی کا ذکر نہین کرتا رواہ الامام احمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین اذا وجد احدکم فی بطنہ شیئاً فاشکل علیہ
اخرج منہ شیئ ام لا فلا یخرجن من المسجد حتی یسمع صوتا او یجد ریحا رواہ مسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ ولاحمد والترمذی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وابن ماجة والخطيب عنه مختصرا بلفظ لا وضوء الا من صوت او ريح ولاحمد والشيخين وابی داود والنسائی وابن ماجة

وخزيمة وحبان عن عباد بن تميم عن عمه عبد الله بن زيد بن عاصم قال شكی الی النبی صلی الله تعالی عليه وسلم الرجل يخيل اليه

انه يجد الشیٔ فی الصلٰوة قال لا تنصرف حتی تسمع صوتا او تجد ريحا ولاحمد وابی يعلی عن ابی سعيد عن النبی صلی الله تعالی

عليه وسلم ان الشيطان ليأتی احدكم وهو فی صلٰوته فيأخذ بشعرة من دبره فيمدها فيری انه قد احدث فلا ينصرف حتی

يسمع صوتا او يجد ريحا ورواه عنه سعيد بن منصور مختصرا نحو المرفوع من حديث عباد وللبزار عن ابن عباس عن النبی

صلی الله تعالی عليه وسلم ياتی احدكم الشيطان فی الصلٰوة فينفخ فی مقعدته فيخيل انه احدث ولم يحدث فاذا وجد ذلك

فلا ينصرف حتی يسمع صوتا او يجد ريحا ورواه عنه الطبرانی فی الكبير مختصرا بلفظ من خيل له فی صلٰوته انه قد احدث

فلا ينصرفن حتی يسمع صوتا او يجد ريحا ولعبد الرزاق وابن ابی الدنيا عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالی عنه قال

ان الشيطان يطيف باحدكم فی الصلٰوة ليقطع عليه صلٰوته فاذا اعياه ان ينصرف نفخ فی دبره يريه انه قد احدث فلا ينصرفن

احدكم حتی يجد ريحا او يسمع صوتا وفی رواية اخری عنه رضی الله تعالی عنه حتی انه ياتی احدكم وهو فی الصلٰوة فينفخ فی

دبره ويبل احليله ثم يقول قد احدثت فلا ينصرفن احدكم حتی يجد ريحا او يسمع صوتا او يجد بللا ولعبد الرزاق وابن ابی شيبة

فی مصنفيهما وابن ابی داود فی كتاب الوسوسة عن ابرهيم النخعی قال كان يقال ان الشيطان يجری فی الاحليل وفی الدبر

فيری الرجل انه قد احدث فلا ينصرفن احدكم حتی يسمع صوتا او يجد ريحا او يری بللا **قلت** ذكر هذين الاثرين الامام الجليل

الجلال السيوطی فی لقط المرجان مقتصرا عليهما هو وصاحبه البدر فی اصله آكام المرجان مع ثبوته فی المرفوع كما علمت وقال

عامر الشعبی من اجلاء علماء التابعين ان للشيطان بزقة يعنی بها طرف الاحليل ذكره العارف فی الحديقة الندية ان حديثون كا

حاصل یہ ہے کہ شیطان نماز میں دھوکا دینے کے لیے کبھی انسان کی شرمگاہ پر لگ کے سے تھوک بناتا ہے کہ اوسے قطرہ آنیکا گمان ہوتا ہے کبھی پیچھے

پھونکتا یا بال کھینچتا ہے کہ ریح خارج ہونیکا خیال گزرتا ہے اسپر حکم ہوا کہ نماز سے نہ پھرو جبتک تری یا آواز یا بو نہ پاؤ یعنی جبتک وقوع حدث پر یقین

نہ ہو لے۔ ہمارے امام اعظم کے شاگرد جلیل سیدنا عبداللہ بن مبارک فرماتے ہین اذا شك فی الحدث فانه لا يجب عليه الوضوء حتی يستيقن

استيقانا يقدر ان يحلف عليه یعنی یقین ایسا درکار ہے جسپر قسم کھا سکے کہ ضرور حدث ہوا اور جب قسم کھاتے ہچکچائے تو معلوم ہوا کہ معلوم نہین

مشکوک ہے اور شک کا اعتبار نہین کہ طہارت پر یقین تھا اور یقین شک سے نہین جاتا علقه عنه الترمذی فی باب الوضوء من الريح

ف ۲ اسی لیے سنت ہوا کہ وضو کے بعد ایک چھینٹا رومالی یا تہ بند ہو تو اوسکے اندرونی حصے پر جو بدن کے قریب ہے دے لیا کرین ثم ليقل هو من

الماء پھر اگر قطرہ کا شبہہ ہو تو خیال کرلین کہ پانی جو چھڑکا تھا اوسکا اثر ہے حدیث مین ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین اذا توضأت

فانتضح جب تو وضو کرے تو چھینٹا دے لے رواه ابن ماجة عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه بلکہ ارشاد فرماتے ہین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ والسواک واستنشاق الماء وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانۃ وانتقاص الماء قال الراوی ونسیت العاشرۃ الا ان تکون المضمضۃ دس باتین قدیم سے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت میں لبین کترنا داڑھی بڑھانا مسواک کرنا وضو وغسل میں پانی سونگھ کر اوپر چڑھانا ناخن ترشنا اونگلیون کے جوڑ (یعنی جہان جہان میل جمع ہونیکا محل ہے اوسے) دھونا بغل اور زیر ناف بالون سے صاف کرنا شرمگاہ پر پانی ڈالنا۔ راوی نے کہا دسوین مین بھول گیا شاید کلی ہو۔ رواہ احمد ومسلم والاربعۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالی عنہا شرمگاہ پر پانی ڈالنے کی علما نے دو تفسیرین کین ایک استنجا رواہ مسلم عن وکیع دوسرے وہی چھینٹا اور اسکے مؤید ہے کہ ایک روایت مین بجائے انتقاص الماء لفظ والانتضاح آیا ہے جمہور علما نے فرمایا انتضاح وہی چھینٹا ہے ذکرہ الامام النووی اور یہین سے ظاہر ہوا کہ یہ چھینٹا خاص اہل وسوسہ ہی کے لیے نہین بلکہ سب کیلیے سنت ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے وسوسہ کو کیا علاقہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطن ابوداود نسائی ابن ماجہ حکم بن سفین یا سفین بن حکم رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی قال کان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا بال توضأ ونضح فرجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب پیشاب فرماتے وضو فرماتے اور شرمگاہ اقدس پر چھینٹا دیتے ابن ماجہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی قال توضأ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فنضح فرجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے وضو فرماکر ستر مبارک پر چھینٹا دیا احمد وابن ماجہ ودارقطنی وحاکم وحارث بن ابی اسامہ حضرت محبوب ابن المحبوب سیدنا ابن سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہما وہ اپنے والد ماجد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین اتانی جبریل فی اول ما اوحی الی فعلمنی الوضوء والصلاۃ فلما فرغ الوضوء اخذ غرفۃ من الماء فنضح بہا فرجہ یعنی اول اول جو مجھپر وحی اوتری ہے جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے حاضر ہوکر مجھے وضو ونماز کی تعلیم دی جبریل نے وضو خود کرکے دکھایا جب وضو کر چکے ایک چلو پانی لیکر اپنی اوس صورت مثالیہ کے موضع شرمگاہ پر چھڑک دیا اور لفظ ق علمنی جبرئیل الوضوء وامرنی ان انضح تحت ثوبی لما یخرج من البول بعد الوضوء ترمذی ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین جاءنی جبریل فقال یا محمد اذا توضأت فانتضح جبریل نے حاضر ہوکر مجھسے عرض کی یا رسول اللہ جب حضور وضو فرمائین چھینٹا دے لیا کرین۔ جبریل کا اپنی صورت مثالیہ کے ستر پر چھڑکنا حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حضور طریقہ وضو عرض کرنے کے لیے تھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا فعل تعلیم امت کے لیے مرقاۃ مین ہے نضح فرجہ ای رش ازارہ بقلیل من الماء او سراویلہ بہ لدفع الوسوسۃ تعلیما للامۃ معہذا اوسمین اقویا کے لیے جنکو برودت مثانہ کا عارضہ نہ ہوا ایک نفع اور بھی ہے کہ شرمگاہ پر سرد پانی پڑنے سے اوسمین تکاثف استمساک پیدا ہوکر قطرہ موقوف ہوجاتا ہے کما ارشد الیہ حدیث زید رضی اللہ تعالی عنہ عنہ **ق اقول** مگر یہان اولا یہ ملحوظ رہے کہ مقصود نفی وسوسہ ہے نہ ابطال حقیقت تو جسے قطرہ اوترنے کا یقین ہوجائے وہ پانی پر حوالہ نہین کرسکتا یونہین جسے معاذ اللہ سلس البول کا عارضہ ہو اوسے یہ چھینٹا مفید نہین بلکہ بسا اوقات مضر ہے کہ پانی کی تری سے

وجدتہ فعل ہو من الماء قال محمد وبہذا ناخذ اذا کان کثرۃ ذلک من الانسان وہو قول ابی حنیفۃ یعنی سیدنا امام اعظم حماد بن سلیمن وہ سعید بن جبیر سے وہ عبداللہ بن

https://www.facebook.com/darahlesunnat

نجاست بڑھ جائیگی **ثانیاً** سفید کپڑا پانی پڑنے سے بدن سے چپک کر بجا بلی لاتا ہے اسکا خیال فرض ہے **ثالثاً** یہ حیلہ اوسی وقت تک نافع ہے کہ چھڑکا ہوا پانی خشک ہو گیا ہو ورنہ اوسپر حوالہ نہ کرسکینگے وجیز امام کردری میں ہے رأی البلۃ بعد الوضوء سائلا من ذکرہ یعید الوضوء وان کان یعرض کثیرا ولا یعلم انہ بول اوماء لا یلتفت الیہ وینضح فرجہ وازارہ بالماء قطعا للوسوسۃ واذا بعد عہدہ عن الوضوء وعلم انہ بول لا تنفعہ الحیلۃ اسیطرح خلاصہ وخزانۃ المفتین میں ہے ولفظہما وینبغی ان ینضح فرجہ وازارہ الخ **فائدہ** ف۱ یہنے زیر امر سوم اٹھیانی کنائے تھے جو آب وضو کے شمار سے جدا ہیں یہ ادنکا نوان ہوا اون دیار میں رواج ایسے لوٹوں کا ہے جنمین جانب پشت بغرض گرفت دستے لگے ہوتے ہیں یہان بھی ایسے لوٹے دیکھے گئے علما ف۲ فرماتے ہیں ادب یہ ہے کہ پانی ڈالتے میں لوٹے کے موںھ پر ہاتھ نہ رکھے بلکہ دستہ پر۔ اور جب بھیگے ہاتھ سے دستہ چھوا جائیگا تو مستحب ف۳ ہوا کہ وضو سے پہلے اوسے تین بار دھولے یہ دسوان پانی ہوا تلک عشرۃ کاملۃ فتح القدیر و بحر الرائق ورد المحتار آداب وضو میں ہے کون آنیتہ ف۴ من خزف وان یغسل عروۃ الابریق ثلثا ووضع یدہ حالۃ الغسل علی عروتہ لا رأسہ (۴) اگر شیطان ف۵ حیلہ سے بھی نہ ماننے اور وسوسہ ڈالے ہی جائے کہ تیرے وضو میں غلطی رہی یا تیری نماز ٹھیک نہ ہوئی تو سیدھا جواب یہ ہے کہ خبیث تو جھوٹا ہے ابن حبان و حاکم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا جاء احدکم الشیطان فقال انک احدثت فلیقل انک کذبت و لابن حبان فلیقل فی نفسہ جب تم میں کسی کے پاس شیطان آکر وسوسہ ڈالے کہ تیرا وضو جاتا رہا تو فوراً اوسے جواب دے کہ تو جھوٹا ہے (اور اگر مثلاً نماز میں ہے تو) دلمیں یہی کہہ لے مطلب یہ ہے کہ وسوسہ کی طرف التفات نہ کرے **اقول** ۱۴۳ حالتیں تین ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ عدو کا وسوسہ مان لیا اوسپر عمل کیا یہ تو اوس ملعون کی عین مراد ہے اور جب ماننے لگا تو وہ کیا ایک ہی بار وسوسہ ڈالکر تھک رہیگا حاشا وہ ملعون آٹھ پہر اسکی تاک میں ہے جتنا بتنا یہ مانتا جائیگا وہ اسکا سلسلہ بڑھاتا رہیگا یہانتک کہ نتیجہ وہی ہوگا کہ دو دو پہر کامل دریا میں غوطے لگائے اور سر نہ دھلا دوسرے یہ کہ مانے تو نہیں مگر اوسکے ساتھ نزاع و بحث میں مصروف ہو جائے یہ بھی اوسکے مقصد ناپاک کا حصول ہے کہ اوسکی غرض تو یہی تھی کہ یہ اپنی عبادت سے غافل ہو کر کسی دوسرے جھگڑے میں پڑ جائے اور پھر اس حیص بیص میں ممکن ہے کہ وہی خبیث غالب آئے اور صورت ثانیہ صورت اولی کیطرف عود کر جائے والعیاذ باللہ تعالی لہذا نجات اسی تیسری صورت میں ہے جو ہمارے نبی کریم حکیم علیم رؤف رحیم علیہ وعلی آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم نے تعلیم فرمائی کہ فوراً اتنا کہکر الگ ہو جائے کہ تو جھوٹا ہے **اقول** ۱۴۴ یعنی یہ نہیں کہ صرف اس معنے کا تصور کر لیا کہ یہ کافی نہ ہوگا بلکہ دلمیں جمالے کہ ملعون جھوٹا ہے پھر اوسکی طرف التفات اور اوس سے بحث و ردو ملت کی کیا حاجت شاید اسی لیے لفظ فی نفسہ زیادہ فرمایا **تنبیہ ضروری** ف۶ **سخت ضروری اشد ضروری اقول** ۱۴۵ ہمارے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جوامع الکلم عطا فرمائے گئے مختصر لفظ فرمائیں اور معانی کثیرہ پر مشتمل ہوں۔ شیطان دو قسم ہیں شیاطین الجن کہ ابلیس لعین اور اوسکی اولاد طاعین ہیں اعاذنا اللہ والمسلمین من شرہم وشر الشیطین اجمعین دوسرے شیاطین الانس کہ کفار و مبتدعین کے داعی و منادی ہیں لعنہم اللہ وخذلہم ابدا ونصرنا علیہم نصرا مؤبدا آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی وسلم علیہ وعلیہم اجمعین آمین ہمارا رب عزوجل فرماتا ہے وکذالک

جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا یونہی ہمنے ہر نبی کا دشمن کیا شیطان آدمیون اور شیطان جنون کو کہ آپس مین ایک دوسرے کے دلمین بناوٹ کی بات ڈالتے ہین دھوکا دینے کے لیے۔ حدیث مین ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا اللہ کی پناہ مانگ شیطان آدمیون اور شیطان جنون کے شر سے عرض کی کیا آدمیون مین بھی شیطان ہین فرمایا ہان رواہ احمد وابن ابی حاتم والطبرانی عن ابی امامۃ واحمد وابن مردویہ والبیہقی فی الشعب عن ابی ذر رضی اللہ تعالی عنہما اوسی مین فرمایا کہ آدمی شیطان جن شیطان سے سخت ہوتا ہے رواہ ابن جریر عن عبد الرحمن بن زید **اقول** آیہ کریمہ مین شیاطین الانس کی تقدیم بھی اسطرف مشیر اس حدیث کریم نے کہ جب شیطان وسوسہ ڈالنا چاہے کہکر الگ ہو جاؤ کہ تو جھوٹا ہے دونون قسم کے شیطانون کا علاج فرمادیا شیطان آدمی ہو خواہ جن اوسکا قابو اوسی وقت تک چلتا ہے جب اوسکی سنیے اور ننگا تار کر ہاتھ پر دھر دے کہ تو جھوٹا ہے تو خبیث اپنا سا منھ لیکر رہ جاتا ہے آجکل ہمارے عوام بھائیون کی **سخت جہالت** یہ ہے کہ کسی آریہ نے اشتہار دیا کہ اسلام کے فلان مضمون کے رد مین فلان وقت لکچر دیا جائیگا یہ سننے کے لیے دوڑے جاتے ہین کسی **پادری** نے اعلان کیا کہ نصرانیت کے فلان مضمون کے ثبوت مین فلان وقت ندا ہوگی یہ سننے کے لیے دوڑے جاتے ہین **بھائیو** تم اپنے نفع نقصان کو زیادہ جانتے ہو یا تمہارا رب عزوجل تمہارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اونکا حکم تو یہ ہے کہ شیطان تمہارے پاس وسوسہ ڈالنے آئے تو سیدھا جواب دیدو کہ تو جھوٹا ہے نہ یہ کہ تم آپ دوڑ دوڑ کے اونکے پاس جاؤ اور اپنے رب جل جلالہ اپنے قرآن اپنے نبی کی شان مین کلمات ملعونہ سنو **اقول** یہ آیت جو ابھی تلاوت ہوئی اسیکے متصل اور اسکے متصل کی آیات کریمہ تلاوت کرتے جاؤ دیکھو قرآن عظیم تمہاری اس حرکت کی کیسی کیسی شناعتین بتاتا اور اون ناپاک لکچرون نداؤن کی نسبت تمہین کیا کیا ہدایت فرماتا ہے آیہ کریمہ مذکورہ کے تتمہ مین ارشاد ہوتا ہے ولو شاء ربک ما فعلوہ فذرہم وما یفترون ○ اور تیرا رب چاہتا تو وہ یہ دھوکے بناوٹ کی باتین نہ بناتے پھرتے تو تو اونھین اور اونکے بہتانون کو یکلخت چھوڑ دے۔ دیکھو اونھین اور اونکی باتون کو چھوڑنے کا حکم فرمایا یا اونکے پاس سننے کے لیے دوڑنے کا۔ آگے سنیے اسکے بعد کی آیت مین فرماتا ہے ولتصغی الیہ افئدۃ الذین لا یؤمنون بالآخرۃ ولیرضوہ ولیقترفوا ما ہم مقترفون ○ اور اسلیے کہ اونکے دل اوسکی طرف کان لگائین جنھین آخرت پر ایمان نہین اور اوسے پسند کرین اور جو کچھ ناپاکیان وہ کر رہے ہین یہ بھی کرنے لگین۔ دیکھو اونکی باتون کی طرف کان لگانا اونکا کام بتایا جو آخرت پر ایمان نہین رکھتے اور اوسکا نتیجہ یہ فرمایا کہ وہ ملعون باتین انپر اثر کر جائین اور یہ بھی اون جیسے ہوجائین والعیاذ باللہ تعالی لوگ اپنی جہالت سے گمان کرتے ہین کہ ہم اپنے دل سے مسلمان ہین ہمپر اونکا کیا اثر ہوگا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین من سمع بالدجال فلینأ منہ فواللہ ان الرجل لیاتیہ وہو یحسب انہ مؤمن فیتبعہ مما یبعث بہ من الشبہات جو دجال کی خبر سنے اوسپر واجب ہے کہ اوس سے دور بھاگے کہ خدا کی قسم آدمی اوسکے پاس جائیگا اور یہ خیال کریگا کہ مین تو مسلمان ہون یعنی مجھے اوس سے کیا نقصان پہنچیگا وہان اوسکے دھوکون مین پڑکر اوسکا پیرو ہوجائیگا رواہ ابوداود عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ وعن الصحابۃ جمیعا کیا دجال ایک وہی دجال خبیث کو سمجھتے ہو جو آنیوالا ہے حاشا تمام گمراہون کے داعی منادی سب دجال ہین اور سب سے دور بھاگنے ہی کا حکم فرمایا اور اونمین

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یہی اندیشہ بتایا ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہین یکون فی اٰخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا
انتم ولا اٰباؤکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم آخر زمانے مین دجال کذاب لوگ ہونگے کہ وہ باتین تمھارے پاس لائین گے جو نہ تمنے سُنین
نہ تمھارے باپ دادانے تو اونسے دور رہو اور اونھین اپنے سے دُور رکھو کہین وہ تمھین گمراہ نہ کردین کہین وہ تمھین فتنہ مین نہ ڈالدین رواہ
مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سُنیے اسکے بعد کی آیات مین فرماتا ہو افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم الکتٰب مفصلا
والذین اٰتینٰھم الکتٰب یعلمون انہ منزل من ربک بالحق فلا تکونن من الممترین ۝ وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل
لکلمٰتہ وھو السمیع العلیم ۝ وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ھم
الا یخرصون ۝ ان ربک ھو اعلم من یضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین ۝ تو کیا اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنیوالا ڈھونڈھون حالانکہ
اوس نے مفصل کتاب تمھاری طرف اوتاری اور اہل کتاب خوب جانتے ہین کہ وہ تیرے رب کے پاس سے حق کے ساتھ اوتری تو خبردار تو شک کرنا
اور تیرے رب کی باتین سچ اور انصاف مین کامل ہین کوئی اوسکی باتون کا بدلنے والا نہین اور وہ شنوا ودانا ہو اور زمین والون مین زیادہ وہ
ہین کہ تو اونکی پیروی کرے تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکادین وہ تو گمان کے پیرو ہین اور نری اٹکلین دوڑاتے ہین بیشک تیرا رب خوب جانتا ہو کہ کون
اوسکی راہ سے بہکیگا اور وہ خوب جانتا ہو ہدایت پانیوالون کو۔ یہ تمام آیات کریمہ انھین مطالب کے سلسلۂ بیان مین ہین گویا ارشاد ہوتا ہو تم جو
اون شیطان آدمیون کی باتین سُننے جاؤ کیا تمھین یہ تلاش ہو کہ دیکھین اس مذہبی اختلاف مین یہ لکچرار یا یہ مناظر کیا فیصلہ کرتا ہے
ارے خدا سے بہتر فیصلہ کسکا۔ اوس نے مفصل کتاب قرآن عظیم تمھین عطا فرمادی اوسکے بعد تمکو کسی لکچر ندا کی کیا حاجت ہو لکچر والے جو کسی کتاب
دینی کا نام نہین لیتے کس گنتی شمار مین ہین یہ کتاب والے دلمین خوب جانتے ہین کہ قرآن حق ہو تعصب کی پٹی آنکھون پر بندھی ہو کہ ہٹ دھرمی
سے مکرے جاتے ہین تو تجھے کیون شک پیدا ہو کہ اونکی سننا چاہے تیرے رب کا کلام صدق و عدل مین بھرپور ہو کل تک جو اوسپر تجھے کامل یقین تھا
آج کیا اوسمین فرق آیا کہ اوسپر اعتراض سُننا چاہتا ہو کیا خدا کی باتین کوئی بدل سکتا ہو۔ یہ نہ سمجھنا کہ میرا کوئی مقال کوئی خیال خدا سے چھپ رہیگا
وہ سُنتا جانتا ہو۔ دیکھ اگر تو نے اونکی سُنی تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکادین گے کیا یہ خیال کرتا ہو کہ انکا علم دیکھون کہانتک ہے۔ یہ کیا کہتے
ہین۔ ارے اونکے پاس علم کہان وہ تو اپنے ناد اوہام کے پیچھے لگے ہوئے ہین اور نری اٹکلین دوڑاتے ہین جنکا تھل نہ بیڑا جب اللہ واحد قہار کی گواہی
ہو کہ اونکے پاس نری مہمل اٹکلون کے سوا کچھ نہین تو اونکو سُننے کے کیا معنے سُننے سے پہلے وہی کہدے جو تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے تعلیم فرمایا کہ کذبت شیطان تو جھوٹا ہو اور اس گھمنڈ مین نہ رہنا کہ مجھکو کیا گمراہ کرینگے مین تو راہ پر ہون تیرا رب خوب جانتا ہو کہ کون اوسکی
راہ سے بہکیگا اور کون راہ پر ہو تو پورا راہ پر ہوتا تو بیراہون کی سُننے ہی کیون جاتا حالانکہ تیرا رب فرماچکا ذرھم وما یفترون ۝ چھوڑ دے
اونھین اور اونکے بہتانون کو تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماچکے ایاکم وایاھم اونسے دور ہو اور اونکو اپنے سے دُور کرو کہین وہ تمکو
بہکا نہ دین کہین وہ تمکو فتنے مین نہ ڈالدین بھائیو ایک سہل سی بات ہو اسے غور فرمالو۔ تم اپنے رب عزوجل اپنے قرآن اپنے نبی پر سچا ایمان رکھتے ہو

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یامعاذ اللہ کچھ شک ہو اوسے اسلام سے کیا علاقہ وہ ناحق اپنے آپ کو مسلمان کہکر مسلمانوں کو کیوں بدنام کرے اور اگر سچا ایمان ہے تو اب غور فرمائیے کہ اونکے لکچروں نداؤں میں آپکے ربؑ و قرآن و نبی و ایمان کی تعریف ہوگی یا مذمت۔ ظاہر ہے کہ دوسری ہی صورت ہوگی اور اسی لیے تمکو بلاتے ہیں کہ تمہارے مونہہ پر تمہارے خداؑ و نبی و قرآن و دین کی توہین و تکذیب کریں اب فیصلہ غور کرلیجیے ایک شریر نے زید کے نام اشتہار دیا کہ فلاں وقت فلاں مقام پر میں بیان کرونگا کہ تیرا باپ ولد الحرام اور تیری ماں زانیہ تھی للہ انصاف کیا کوئی غیرت والا حمیت والا انسانیت والا جبکہ اوسے اس بیان سے روک دینے باز رکھنے پر قادر نہ ہو اوسے سُننے جائیگا حاشاللہ کسی بھنگی چمار سے بھی یہ نہ ہو سکیگا پھر ایمان کے دل پر ہاتھ رکھ دیکھو کہ اللہؑ و رسول و قرآن عظیم کی توہین تکذیب مذمت سخت تر ہے یا ماں باپ کی گالی۔ ایمان رکھتے ہو تو اسے اوس سے کچھ نسبت نہ جانوگے۔ پھر کونسے کلیجے سے اون جگر شگاف ناپاک ملعون بہتانوں افتراؤں شیطانی اگلوں ڈھکوسلوں کو سُننے جاتے ہو بلکہ حقیقۃً فقط انصافاً وہ جو کچھ بکتے اور اللہؑ و رسول و قرآن عظیم کی تحقیر کرتے ہیں اس سب کے باعث یہ سننے والے ہیں اگر مسلمان اپنا ایمان سنبھالیں اپنے ربؑ و قرآن و رسول کی عزت عظمت پیش نظر رکھیں اور ایکا کرلیں کہ وہ خبیث لکچر گندی ندائیں سننے کوئی نہ جائیگا جو وہاں موجود ہو وہ بھی فوراً وہی مبارک ارشاد کا کلمہ کہکر کہ تو جھوٹا ہے چلا جائیگا تو کیا وہ دیواروں پتھروں سے اپنا سر پھوڑیں گے تو تم سُن سُن کر کہلواتے ہو نہ تم سُنو نہ وہ کہیں پھر انصاف کیجیے کہ اوس کہنے کا وبال کس پر ہوا علما فرماتے ہیں ہٹے کٹے جوان تندرست جو بھیک مانگنے کے عادی ہوتے اور اسی کو اپنا پیشہ کر لیتے ہیں اونھیں دینا ناجائز ہے کہ اسمیں گناہ پر شہ دینی ہے لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور محنت مزدوری کریں بھائیو جب اسمیں گناہ کی امداد ہے تو اوسمیں تو کفر کی مدد ہے والعیاذ باللہ تعالی قرآن عظیم کی نص قطعی نے ایسی جگہ سے فوراً ہٹ جانا فرض کر دیا اور وہاں ٹھہرنا فقط حرام ہی فرمایا بلکہ سنو تو کیا ارشاد کیا۔ رب عزوجل فرماتا ہے وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہٖ انکم اذا مثلھم ان اللہ جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جھنم جمیعا۝ یعنی بیشک اللہ تم پر قرآن میں حکم اوتار چکا کہ جب تم سُنو کہ خدا کی آیتوں سے انکار ہوتا اور اونکی ہنسی کیجاتی ہے تو اون لوگوں کے پاس نہ بیٹھو جبتک وہ اور باتوں میں مشغول نہ ہوں اور تمنے نہ مانا اور جسوقت وہ آیات اللہ پر اعتراض کر رہے ہیں وہاں بیٹھے تو جب تو تم بھی اونھیں جیسے ہو بیشک اللہ تعالی منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکھٹا کریگا آہ آہ حرام تو ہر گناہ ہے یہاں تو اللہ واحد قہار یہ فرما رہا ہے کہ وہاں ٹھہرے تو تم بھی اونھیں جیسے ہو مسلمانو کیا قرآن عظیم کی یہ آیات تمنے منسوخ کر دیں یا اللہ عزوجل کی اس سخت وعید کو سچا نہ سمجھے یا کافروں جیسا ہونا قبول کر لیا اور جب کچھ نہیں تو اون جمگھٹوں کے کیا معنے ہیں جو آریوں پادریوں کے لکچروں نداؤں پر ہوتے ہیں اون جلسوں میں شرکت کیوں ہے جو خداؑ و رسول و قرآن پر اعتراضوں کے لیے جاتے ہیں بھائیو میں نہیں کہتا قرآن فرماتا ہے کہ انکم اذا مثلھم اون لکچروں پر جمگھٹ والے اون جلسوں میں شرکت والے سب انھیں کافروں کے مثل ہیں وہ علانیہ بک کر کافر ہوئے یہ زبان سے کلمہ پڑھیں اور دلمیں خداؑ و رسول و قرآن کی اتنی عزت نہیں کہ جہاں اونکی توہین ہوتی ہو وہاں سے بچیں تو یہ منافق ہوئے جب تو فرمایا کہ اللہ اونھیں اور انھیں سب کو جہنم میں

عہ جل وعلا وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہ جل وعلا وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہ جل وعلا وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہ جل وعلا وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہ جل وعلا وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہ جل وعلا وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہ جل وعلا وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم ۱۲ منہ

اکھٹا کر چکا کہ اب یہاں تم لکھ دو اور تم سنو فقہ وانک انت العزیز الکریم ○ آئی اسلامی کلمہ پڑھنے والوں کی آنکھیں کھول ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم مسلمان اگر قرآن عظیم کی اس نصیحت پر عمل کریں تو ابھی ابھی دیکھیں کہ اعدا ء اللہ کے سب بازار ٹھنڈے ہوئے جاتے ہیں ملک میں اُنکے شور وشر کا نشان نہ رہیگا جہنم کے کُندے شیطان کے بندے آپس ہی میں ٹکرا ٹکرا کر سر پھوڑیں گے اللہ و رسول و قرآن عظیم کی توہینوں سے مسلمانوں کا کلیجا پکانا چھوڑیں گے اور اپنے گھر بیٹھکر بکے بھی تو مسلمانوں کے کان تو ٹھنڈے رہیں گے ای رب میرے توفیق دے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین خیر بات دُور پہنچی اور بحمد اللہ تعالٰی بہت نافع وضروری تھی۔ کہنا یہ تھا کہ وسوسہ شیطان کا تیسرا علاج یہ ہے کہ ضبیث توجہ ٹا ہے امام ابوحازم کہ اجلہ ائمہ تابعین سے ہیں اُنکے پاس ایک شخص آکر شاکی ہوا کہ شیطان مجھے وسوسے میں ڈالتا ہے اور سب سے زیادہ سخت مجھ پر یہ گزرتا ہے کہ آکر کہتا ہے تو نے اپنی عورت کو طلاق دیدی امام نے فوراً فرمایا کیا تو نے میرے پاس آکر میرے سامنے اپنی عورت کو طلاق نہ دی وہ گھبرا کر بولا خدا کی قسم میں نے کبھی آپ کے پاس اوسے طلاق نہ دی فرمایا جس طرح میرے آگے قسم کھائی شیطان سے کیوں نہیں قسم کھا کر کہتا کہ وہ تیرا پیچھا چھوڑے اخرجہ ابو بکر بن ابی داود فی کتاب الوسوسۃ (۴) وسوسہ کا اتباع اپنے حول وقوت پر نظر سے ہوتا ہے ابلیس خیال ڈالتا ہے کہ تو نے یہ عمل کامل نہ کیا اسمیں فلاں نقص رہ گیا یہ اوسکی تکمیل کے خیال میں پڑتا ہے حالانکہ جتنا رخصت شرعیہ کے مطابق ہو گیا وہ بھی کامل وکافی ہے اکملیت کے درجات اکملوں کے لائق ہیں دشمن سے کہہ کہ اپنی دلسوزی اوٹھا رکھے تو اتنا ہی ہو سکتا ہے ناقص ہے تو میں خود ناقص ہوں اپنے لائق میں بجا لایا میرا مولٰی کریم ہے میرے عجز وضعف پر رحم فرما کر اتنا ہی قبول فرمالیگا اوسکی عظمت کے لائق کون بجا لاسکتا ہے ○

بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش ٭ عذر بدرگاہ خدا آورد ٭ ورنہ سزاوار خداوندیش ٭ کس نتواند کہ بجا آورد

علامہ محمد زرقانی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں قال فی النصائح الوسوسۃ من آفات الطھارۃ واصلھا جھل بالسنۃ او خبال فی العقل ومتبعھا متکبر مدل بنفسہ سیئ الظن بعبادۃ اللہ تعالٰی معتمد علی عملہ معجب بہ وبقوتہ وعلاجھا بالتلھی عنھا الخ مولٰنا شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں۔

دردفع آن خاطر تکلف نمیبود بے آن نروند و ہم بر رخصت عمل کنند و اگر شیطان بسیار مزاحمت ہد و گوید کہ این عمل کہ تو کردی ناقص و نادرست ست پذیرائے درگاہ حق سے نے برغم او بگوید کہ تو برو از دست من زیادہ برین نمی آید و مولائے من کریم ست تعالٰی از من ہمین قدر پذیرد و فضل و رحمت وی واسع ست (۵) آخر الدواء الکی واخر الحیل السیف یوں بھی نہ گزرے تو کہے فرض کردم کہ میرا وضو نہ ہوا میری نماز نہ سہی مگر مجھے تیرے زعم کے مطابق بے وضو یا ظہر کی تین رکعت پڑھنی گوارا ہے اور ای ملعون تیری اطاعت قبول نہیں جب یوں دلمیں ٹھان لی وسوسہ کی جڑ کٹ جائیگی اور بعونہ تعالٰی دشمن ذلیل وخوار پسپا ہو گا یہی معنے ہیں اوس ارشاد امام اجل مجاہد تلمیذ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم کے کہ فرماتے لان اصلی وقد خرج منی شیئ احب الی من ان اطیع الشیطان

مجھے بے وضو پڑھو یعنی اس سے زیادہ پسند ہے کہ شیطان کی اطاعت کروں ذکرہ فی الحدیقۃ الندیۃ امام اجل قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ایک شخص نے شکایت کی کہ نماز میں مجھے بہت سہو ہوتا ہے سخت پریشان ہوتا ہوں فرمایا امض فی صلاتک فانہ لن یذھب ذلک عنک حتی تنصرف وانت تقول ما اتممت صلاتی اپنی نماز پڑھے جا کہ یہ شبہے دفع نہ ہونگے جبتک تو یہ نہ کہے کہ ہاں میں نے نماز پوری نہ کی یعنی یونہیں سہی مگر میں تیری نہیں سنتا رواہ امام دار الہجرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی مؤطاہ مرقاۃ میں ہے المعنی لا تذھب عنک تلک الخطرات الشیطانیۃ حتی تفرغ من الصلاۃ وانت تقول للشیطان صدقت ما اتممت صلاتی لکن ما اقبل قولک ولا اتمھا ارغاما لک ونقضا لما اردتہ منی وھذا اصل عظیم لدفع الوساوس وقمع ھواجس الشیطان فی سائر الطاعات والحاصل ان الخلاص من الشیطان انما ھو بعون الرحمن والاعتصام بظواھر الشریعۃ وعدم الالتفات الی الخطرات والوساوس الذمیمۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم الحمد للہ یہ فتوے لاحول شریف پر تمام ہوا اس سوال کے متعلق کسی کتاب میں چند سطروں سے زائد نہ تھا خیال تھا کہ دو تین ورق لکھدیے جائیں گے ولہذا ابتدا میں خطبہ بھی نہ لکھا مگر بہ فیض بارگاہ عالم پناہ سید العلمین **محمد رسول اللہ** صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جوش پر آیا فتوے ایک مبسوط رسالہ ہوگیا عظیم وجلیل فوائد جزیل پر مشتمل جو اسکے غیر میں نہ ملیں گے والحمد للہ رب العلمین بلکہ متعدد جگہ قلم روک لیا کہ طول زائد ہوتا اور بیچ کے مضامین سے ایک مستقل رسالہ بسط الیدین جسکا ذکر اوپر گزرا جدا کرلیا لہذا مناسب کہ اسکا تاریخی نام **بارق النور فی مقادیر ماء الطہور** ۱۳۲۷ھ ہو اور خطبہ کہ سابقا نہ ہوا لاحقا مسطور ہو کہ النھایۃ ھی الرجوع الی البدایۃ اول باخر نسبتے دارد فالحمد للہ الذی انزل من السماء ماء طھورا لیذھب عنا الرجس ویطھرنا بہ تطھیرا ووضع المیزان وقدر کل شیئ تقدیرا کی نختار العدل ونجتنب طرفیہ اسرافا وتقتیرا واطھر الصلاۃ واطیب السلام علی من ارسل بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا فطھرنا بمیاہ فیضہ الھامر الماطر کثیرا اغزیرا واذھب عنا ارجاس الکفر وانجاس الضلال بسحاب فضلہ المنھل ابدا کل حین وان ھلا کبیرا فصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا امین مذا ولاجل العجل اذ کان تمیقہ وطبع الفتاوی جاریا والطبع مشغول بشیون اھم عظیمۃ الاخطار مع ھجوم الھموم وجمود الذھن وخمود الافکار بقی خبایا المرام فی زوایا الکلام لاسیما اثنان **الاول** حدیث الغرفۃ وقد علمت ما فیہ من الاشکال فلو ارسلت الغرفۃ علی الجبھۃ کما ھو السنۃ فی فتاوی الامام قاضی خان وخزانۃ المفتین ان اراد غسل وجھہ یضع الماء علی جبینہ حتی ینحدر الماء الی اسفل الذقن ولا یضع علی خدہ ولا علی انفہ ولا یضرب علی جبینہ ضربا عنیفا اھ فمعلوم قطعا ان الماء لا یستوعب جمیع اجزاء الوجہ وان استقبل الماء فی مسیلہ فاخذہ بالید وامرھا علی اطراف الوجہ لم یکن غسلا کما قدمت من قبل نفسی لوضوحہ بشھادۃ العقل والتجربۃ ثم رأیتہ منصوصا علیہ فی الخلاصۃ والخزانۃ اذ یقولان الغسل مرۃ فریضۃ عند نا وان توضأ

مرۃ سابغۃ جاز وتفسیر السبوغ ان یصل الماء الی العضو ویسیل ویتقاطر منہ قطرات اما اذا افاض الماء علی راس العضو فقبل ان یصل الی المرفق اوالکعب یمسک الماء ویمد بکفہ الی اخر العضو لایکون سبوغا اھ ھذا لفظ الخلاصۃ ولفظ خزانۃ المفتین الغسل مرۃ سابغۃ فریضۃ ثم ذکر مثلہ وزیادۃ **والثانی** روایۃ الحسن فی توزیع الماء علی الاعضاء وما استظہرت فی توجیہہ قبیل الامر الرابع فیعکرہ بعدان یما سبوا سنۃ الاستنجاء ویترکوا ھذہ السنن التی کانہا للوضوء من الاجزاء لاسیما ولفظ الخلاصۃ فی اخر فصل الغسل والحاصل ان الرطل للاستنجاء والرطل للقدمین والرطل لسائر الاعضاء اھ ولفظ وجیز الکردری فی صید رفصل الوضوء رطل للاستنجاء واخر لغسل الرجل واخر لبقیۃ الاعضاء اھ فہذا ظاہر فی شمول الفم والانف فکذا الید ان الی الرسغین علی انک علمت بعد التسویۃ بین مجموع نفس الوجہ والیدین وبین القدمین فلیتامل لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا وصلی اللہ تعالی علی اعظم الانبیاء قدرا وفخرا وعلی الہ وصحبہ واولیائہ وحزبہ اولی واخری وبارک وسلم واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل شانہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۸ از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان مبارک ۱۳۱۱ھ وبار دوم از ملک بنگال ضلع نواکھالی مقام ہتیا مرسلہ مولوی عباس علی عرف مولوی عبدالسلام صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت جنابت میں ہاتھ دھوکر کلی کرکے کھانا کھانا کراہت رکھتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

نہ۔ اور بغیر اسکے مکروہ۔ اور افضل تو یہ ہے کہ غسل ہی کرلے ورنہ وضو کہ جہاں جنب ہوتا ہے ملئکہ رحمت اوس مکان میں نہیں آتے کما نطقت بہ الاحادیث درمختار میں ہے لاباس باکل وشرب بعد مضمضۃ وغسل ید اما قبلہما فیکرہ للجنب اھ ملخصا درمختار میں حاشیہ علامہ حلبی سے ہے وضوء الجنب لہذہ الاشیاء مستحب کوضوء المحدث امام طحاوی شرح معانی الآثار میں مالک بن عبادہ غافقی رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی کہ انہوں نے حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حاجت غسل میں کھانا تناول فرمایا انہوں نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے سامنے اسکا ذکر کیا فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کو اعتبار نہ آیا انہیں کھینچتے ہوئے بارگاہ انور میں حاضر لائے اور عرض کی یارسول اللہ یہ کہتے ہیں کہ حضور نے بحال جنابت کھانا تناول کیا۔ فرمایا نعم اذا توضأت اکلت وشربت ولکنی لا اصلی ولا اقرء حتی اغتسل ہاں جب میں وضو فرمالوں تو کھاتا پیتا ہوں مگر نماز و قرآن بے نہائے نہیں پڑھتا واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۹ غرہ شعبان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ حالت ناپاکی میں مسجد میں جانا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

https://www.facebook.com/darahlesunnat

حرام ہے مگر بضرورت شدیدہ کہ نہانے کی ضرورت ہے اور ڈول رسّی اندر رکھا ہے اور یہ اوسکے سوا کوئی سامان کر نہیں سکتا نہ کوئی اندر سے لانیوالا ہے یا کسی دشمن سے خائف ہے اور مسجد کے سوا جائے پناہ نہیں یا ہو نہانے کی مہلت نہیں ایسی حالتوں میں تیمم کرکے جاسکتا ہے صورت اولےٰ میں صرف اتنی دیر کے لیے کہ ڈول رسّی لے آئے اور صورت ثانیہ میں جبتک وہ خوف باقی ہے **اقول** بلکہ صورت ثانیہ میں اگر دشمن سر پر آگیا تیمم کی بھی مہلت نہیں تو بے تیمم چلا جائے اور کواڑ بند کرنے کے بعد تیمم کرلے فان الحقین اذا اجتمعا قدم حق العبد لفقرہ وغنی المولیٰ تعرف اس ضرورت کے لیے کہ گرم پانی سقائے میں ہے اور سقایہ مسجد کے اندر ہے باہر تازہ پانی موجود ہے گرم پانی لینے کو بے غسل مسجد میں جانا جائز نہیں مگر وہی ضرورت کی حالت میں کہ اگر تازہ پانی سے نہائیگا تو صحیح تجربے یا طبیب حاذق مسلم غیر فاسق کے بتانے سے معلوم ہے کہ بیمار ہوجائیگا یا مرض بڑھ جائیگا اور باہر کہیں گرم پانی کا سامان نہیں کرسکتا نہ اندر سے کوئی لادینے والا ہے تو تیمم کرکے اندر جاکر لاسکتا ہے

والله سبحانه وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰ جمادی الاخرہ سنہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان کو نہانے کی حاجت ہو اوس حالت میں مسجد کے لوٹے وغیرہ کو ناپاک ہاتھ سے چھونا جائز ہے یا نہیں

الجواب

ہاتھ پر اگر کوئی نجاست لگی ہے کہ ہاتھ سے چھوٹ کر لگ جائیگی تو چھونا جائز نہیں اگرچہ لوٹا مسجد کا ہو یا کسی دوسرے شخص کا بلکہ خود اپنی ملک ہو کہ بلاضرورت پاک شے کو ناپاک کرنا ناجائز و گناہ ہے بحر الرائق سے فارستعمل میں بدائع سے ہے تنجیس الطاہر حرام اور اگر کوئی نجاست نہیں صرف نہانے کی حاجت ہے تو جائز ہے اگرچہ ہاتھ یا لوٹا تر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱ از پیلی بھیت محلہ پنجابیاں مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب سنہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں اول یہ کہ سوا مصحف خاص کے کہ جسکے چھونے کی جنب و محدث کے حق میں شریعت سے ممانعت صریح واقع ہوئی ہے بعض مصاحف اس قسم کے رائج ہوئے ہیں کہ اونمیں علاوہ نظم قرآن شریف کے دیگر مضامین بھی شامل ہوتے ہیں چنانچہ بعض قسم اوسکی مترجم ہیں کہ بین السطور ترجمہ فارسی یا اُردو کا ہوتا ہے۔ اور بعض مترجم کے حواشی پر کچھ کچھ فوائد بھی متعلق ترجمہ کے ثبت ہوتے ہیں بلکہ بعض میں فوائد متعلق قرات اور رسم خط وغیرہ بھی درج ہوتے ہیں اور بعض اقسام مترجم کے حاشیوں پر کوئی کوئی تفسیر بھی چڑھی ہوتی ہے بعض پر عربی مثل جلالین وغیرہ کے اور بعض میں فارسی اور اُردو مثل حسینی وغیرہ کے چڑھائے ہیں علی ہذا القیاس اس قسم کے مصاحف کے مس کرنیکا حکم بھی حق جنب و محدث کے حرام ہے یا مکروہ اور بصورت کراہت تحریمی ہوگی یا تنزیہی یا جائز بلاکراہت ہے بینوا توجروا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الجواب

مصحف کو مصحف چھونا مطلقاً حرام ہے خواہ اوسمین صرف نظم قرآن عظیم مکتوب ہو یا اوسکے ساتھ ترجمہ و تفسیر و رسم خط وغیرہا بھی کہ انکے لکھنے سے نام مصحف زائل نہ ہوگا آخر اوسے قرآن مجید ہی کہا جائیگا ترجمہ یا تفسیر یا اور کوئی نام نہ رکھا جائیگا یہ زوائد قرآن عظیم کے توابع ہیں اور مصحف شریف سے جدا نہیں ولہذا ف۱ حاشیہ مصحف کی بیاض سادہ کو چھونا بھی ناجائز ہوا بلکہ پٹھون کو بھی بلکہ چولی پر سے بھی بلکہ ترجمہ ف۲ کا چھونا خود بھی ممنوع ہے اگرچہ قرآن مجید سے جدا لکھا ہو ہندیہ مین ہے منہا حرمۃ مس المصحف لایجوز لہما وللجنب والمحدث مس المصحف الا بغلاف متجاف عنہ کالخریطۃ والجلد الغیر المشرز لا بما ہو متصل بہ ہو الصحیح ہکذا فی الہدایۃ و علیہ الفتوی کذا فی الجوہرۃ النیرۃ والصحیح منع مس حواشی المصحف والبیاض الذی لا کتابۃ علیہ ہکذا فی التبیین اوسی مین ہے لو کان القراٰن مکتوبا بالفارسیۃ یکرہ لہم مسہ عند ابی حنیفۃ وہکذا عندہما علی الصحیح ہکذا فی الخلاصۃ درمختار مین ہے ولو مکتوبا بالفارسیۃ فی الاصح الا بغلافہ المنفصل ردالمحتار مین ہے دون المتصل کالجلد المشرز ہو الصحیح وعلیہ الفتوی لان الجلد تبع سراج اوسی مین ہے ف۳ فی السراج عن الایضاح ان کتب التفسیر لایجوز مس موضع القراٰن منہا ولہ ان یمس غیرہ وکذا کتب الفقہ اذا کان فیہا شیئ من القراٰن بخلاف المصحف فان الکل فیہ تبع للقراٰن اھ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم	مسئلہ ۲۲	۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ	نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ مین کہ جنب کو کلام اللہ شریف کی پوری آیت پڑھنی ناجائز ہے یا آیت سے کم بھی مثلاً کسی مہم کام کے لیے حسبنا اللہ ونعم الوکیل یا کسی تکلیف پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ سکتا ہے کہ یہ پوری آیتین نہین آیتون کی ٹکڑے ہین یا اسقدر کی بھی اجازت نہین بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد المن انزل کتابہ فقدس جنابہ فحرم قرائتہ حال الجنابۃ والصلوۃ والسلام علی من اتانا خطابہ وطہر رحابہ وعلی الاٰل والصحابۃ ولنا الاجابۃ

اولاً یہ معلوم رہے کہ قرآن عظیم کی وہ آیات جو ذکر و ثنا و مناجات و دعا ہون اگرچہ پوری آیت ہو جیسے آیۃ الکرسی بلکہ متعدد آیات کاملہ جیسے سورۂ حشر شریف کی اخیر تین آیتین ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو عالم الغیب والشہادۃ سے آخر سورت تک بلکہ پوری سورت جیسے الحمد شریف بہ نیت ذکر و دعا بے نیت تلاوت پڑھنا جنب و حائض و نفسا سب کو جائز ہے اسی لیے کھانے یا سبق کی ابتدا مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ سکتے ہین اگرچہ یہ ایک آیت مستقلہ ہے کہ اس سے مقصود تبرک و استفتاح ہوتا ہے نہ تلاوت تو حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہ کسی مہم یا مصیبت پر بہ نیت ذکر و دعا نہ بہ نیت تلاوت قرآن پڑھے جاتے ہین اگر پوری آیت بھی ہوتی تو مضایقہ نہ تھا جسطرح کسی چیز کے گمنے پر عسی ربنا ان یبدلنا خیرا منہا انا الی ربنا راغبون کہنا۔ بحر مین بعد ذکر مسائل ممانعت ہے ہذا کلہ اذا

مسئلہ ۱: بے وضو آیت کریمہ چھونا تو خود ہی حرام ہے اگرچہ آیت کسی اور کتاب مین لکھی ہو مگر قرآن مجید کے سادہ حاشیہ بلکہ پٹھون بلکہ چولی کا بھی چھونا حرام ہے ہان جزدان مین ہو تو جزدان کے ہاتھ لگا سکتا ہے

ف ۲: مسئلہ

ف ۳: مسئلہ: جو آیت بلکہ پوری سورت فاتحہ ذکر و ثنا و دعا ہو جنب و حائض ... قرآن مجید نہ پڑھنا مگر نیت تلاوت کی نیت سے نہ پڑھ سکتے ہین جیسے الحمد و آیۃ الکرسی

ف ۴: مسئلہ: کتب تفسیر و حدیث و فقہ مین جہان آیت لکھی ہو ... اسکا چھونا ... افضل یہ ہے کہ بے وضو ...

قرأ على قصد انه قرآن اما اذا قرأه على قصد الثناء او افتتاح امر لا يمنع فی اصح الروايات وفی التسمية اتفاق انه لا يمنع اذا كان على قصد الثناء او افتتاح امر كذا فی الخلاصة وفی العيون لابی الليث ولو انه قرأ الفاتحة على سبيل الدعاء او شيئا من الايات التی فيها معنى الدعاء ولم يرد به القراءة فلا باس به ام واختاره الحلوانی وذكر فی غاية البيان انه المختار ہاں آیۃ الکرسی یا سورۂ فاتحہ اور انکے مثل ایسی قرات کہ سننے والا جسے قرآن سمجھے ان عوام کے سامنے جنکو اسکا جنب ہونا معلوم ہو بآواز بہ نیت ثنا و دعا بھی پڑھنا مناسب نہیں کہ کہیں وہ بحال جنابت تلاوت جائز نہ سمجھ لیں یا اسکا عدم جواز جانتے ہوں تو اسپر گناہ کی تہمت رکھیں وهذا معنى ما قال الامام الفقيه ابو جعفر الهندوانی لا افتی بهذا وان روی عن ابی حنيفة ام قاله فی الفاتحة قال الشيخ اسمعيل بن عبد الغنی النابلسی والد السيد العارف عبد الغنی النابلسی فی حاشيته على الدرر لم يرد الهندوانی رد هذه الرواية بل قال ذلك لما يتبادر الى ذهن من سمعه من الجنب من غير اطلاع على نيته قائله من جوازه منه وكم من قول صحيح لا يفتى به خوفا من محذور اخر ولم يقل لا اعمل به كيف وهو مروی عن ابی حنيفة رحمه الله تعالى ام **اقول** وقيدت بالجهر وكونه عند من يعلم من العوام انه جنب لان المحذور انما يتوقع فيه وهذا محمل حسن جدا وما بحث البحر تبعا للحلية فی جوابه ومما احلى قول الشيخ اسمعيل انه مروی عن الامام وكيف يرد ما قالت حذام **ثانیا** [ف۱] آیت طویلہ کا پارہ کہ ایک آیت کے برابر ہو جس سے نماز میں فرض قرات مذہب سیدنا امام اعظم کی روایت مصححہ امام قدوری و امام زیلعی پر ادا ہو جائے جسکے پڑھنے والے کو عرفاً تالی قرآن کہیں جنب کو بہ نیت قرآن اوس سے ممانعت محل منازعت ہونی نہ چاہیے **اقول** [۱۴۸] كيف وهو قران حقيقة وعرفا فيشمله قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يقرء الجنب ولا الحائض شيئا من القران رواه الترمذی وابن ماجة وحسنه المنذری وصححه النووی كما فی الحلية قطعاً کون کہہ سکتا ہے کہ آیۂ مداینت کے اول سے یا یها الذين امنوا یا آخر سے لفظ عليم چھوڑ کر ایک صفحہ بھر سے زائد کلام اللہ بہ نیت کلام اللہ پڑھنے کی جنب کو اجازت ہے ردالمحتار میں ہے لو كانت طويلة كان بعضها كاية لانها تعدل ثلث ايات ذكره فی الحلية عن شرح الجامع لفخر الاسلام ام **اقول** [۱۵۱] ذهب قدس سره الى مصطلح الفقهاء ان الطويلة هی التی يتأدى بها واجب ضم السورة وهی التی تعدل ثلث ايات ولكن [ف۲] ارادة هذا المعنى غير لازم ههنا اذ المناط كون المقروء قدر ما يتأدى به فرض القراءة عند الامام وهو الذی يعدل اية فلو كانت اية تعدل ايتين عدل نصفها اية فينبغی ان يدخل تحت النهی قطعا وقس عليه وكيف [۱۵۲] [ف۳] يستقيم ان لا يجوز تلاوة ثلث اية تعدل ثلث ايات لكونه يعدل اية ويجوز تلاوة اية تعدل ايتين بترك حرف منها مع انه يقرب قدر ايتين فتبصر ہاں جو پارۂ [ف۴] آیت ایسا قلیل ہو کہ عرفاً اوسکے پڑھنے کو قرات قرآن نہ سمجھیں اوس سے فرض قرات یک آیت ادا نہ ہوا اوتنے کو بہ نیت قرآن پڑھنے میں اختلاف ہے امام کرخی منع فرماتے ہیں امام ملک العلماء نے بدائع اور امام قاضی خان نے شرح جامع صغیر اور امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے کتاب التجنيس والمزيد اور امام عبد الرشید ولوالجی نے

ف۱: مسئلہ: کسی آیت کا اتنا ٹکڑا کہ ایک چھوٹی آیت کے برابر ہو بہ نیت قرآن پڑھنا جنب و حائض کو بالاتفاق ممنوع ہے۔

ف۲: تطفل ۲۹۵ علی الامام الجلیل فخر الاسلام ثم الحلیۃ و ش۔

ف۳: تطفل ۲۹۶ آخر علیہم۔

ف۴: مسئلہ: صحیح یہ ہے کہ بہ نیت قرآن ایک حرف کی بھی جنب و حائض کو اجازت نہیں۔

اپنے مختارات میں اسکی تصحیح فرمائی ہدایہ وکافی وغیرہما میں اسی کو قوی کہا درمختار میں اسی کو مختار کہا حلیہ وبحر میں اسی کو ترجیح دی تحفہ و بدائع میں اسی کو قول عامہ مشائخ بتایا اور امام طحاوی اسی طرف گئے ہیں خلاصہ کی فصل حادی عشر فی القراءۃ میں اسکی تصحیح کی امام فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر اور امام رضی الدین سرخسی نے محیط پھر محقق علی الاطلاق نے فتح میں اسکی توجیہ کی اور زاہدی نے اسکو اکثر کی طرف نسبت کیا غرض یہ دو قول مرجح ہیں **اقول** اور اول یعنی ممانعت ہی بوجوہ اقوی ہے **اولا** اکثر تصحیحات اوسی طرف ہیں **ثانیا** اوس کے مصححین کی جلالت قدر جنہیں امام فقیہ النفس جیسے اکابر ہیں جنکی نسبت تصریح ہے کہ اونکی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے **ثالثا** اوسی میں احتیاط زیادہ اور وہی قرآن عظیم کی تعظیم تام سے اقرب **رابعا** اکثر ائمہ اوسی طرف ہیں اور قاعدہ ہے کہ العمل بما علیہ الاکثر اور زاہدی کی نقل امام اجل علاء الدین صاحب تحفۃ الفقہاء و امام اجل ملک العلماء صاحب بدائع کی نقل کے معارض نہیں ہوسکتی **خامسا** اطلاق احادیث بھی اوسی طرف ہے کہ فرمایا جنب وحائض قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں **سادسا** خاص جزئیہ کی تصریح میں امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ کا ارشاد موجود کہ فرماتے ہیں اقرؤا القران مالم یصب احدکم جنابۃ فان اصابہ فلا ولا حرفا واحدا قرآن پڑھو جبتک تمہیں نہانے کی حاجت نہ ہو اور جب حاجت غسل ہو تو قرآن کا ایک حرف بھی نہ پڑھو رواہ الدارقطنی وقال ھو صحیح عن علی رضی اللہ تعالی عنہ **سابعا** وہی ظاہر الروایۃ کا مفاد ہے امام قاضی خان شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں لم یفصل فی الکتاب بین الایۃ ومادونہا وھو الصحیح اھ بخلاف قول دوم کہ روایت نوادر ہے رواھا ابن سماعۃ عن الامام رضی اللہ تعالی عنہ کما ذکرہ الزاھدی **ثامنا** قوت دلیل بھی اسی طرف ہے تو اسی پر اعتماد واجب ویظہر ذلک بالکلام علی ما استدل لہ للامام الطحاوی فاعلم انہ وجہہ رضی الدین فی محیطہ والامام فخر الاسلام فی شرح الجامع الصغیر بان النظم والمعنی یقصر فیما دون الایۃ ویجری مثلہ فی محاورات الناس وکلامہم فتمکنت فیہ شبہۃ عدم القران ولہذا لاتجوز الصلاۃ بہ اھ **اقول اولا** ف لیس فی القاصر الی قصور النظم والمعنی فیما دون الایۃ فبعض ایۃ ربما یکون جملۃ تامۃ مستقلۃ بالافادۃ کقولہ تعالی واصبر وایۃ تامۃ لاتکون کذلک کقولہ تعالی اذا جاء نصر اللہ والفتح ۝ ھذا فی المعنی والنظم یتبعہ وان ارید القصر بمعنی انہ لیس لاعجاز قصر سورۃ لا لکل ایۃ فلیتنبہ ما ورد بہ التحدی قولہ تعالی فاتوا بسورۃ من مثلہ **وثانیا** ف رب ایۃ تامۃ تجری الفاظہا علی الالسنۃ فی محاورات الناس کقولہ تعالی ثم نظر ۝ وقولہ تعالی لم یلد ۝ وقولہ تعالی ولم یولد ۝ علی انہما ایتان وقولہ تعالی مدھامتان ۝ **وثالثا** ف جریانہ فی محاورات الناس انما یورث الاشتباہ علی السامع انہ یجری علی لسانہ نفسہ بما وافق لفظہ نظم القران او قصد قراءۃ القران فتمکن الشبہۃ عند السامع اما ھو فالانسان علی نفسہ بصیرۃ فاذا قصد التلاوۃ فلا معنی للاشتباہ عندہ وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی والاشتباہ عند السامع لاینفی ما یعلمہ من نفسہ وکانہ لاجل ھذا عدل المحقق علی الاطلاق فی الفتح عن ھذا التقریر واقتصر علی ما حط علیہ

ف۱: تطفل ثالث علی خادم الامام فخر الاسلام وعلی الامام رضی الدین السرخسی

ف۲: تطفل رابع علیہما ثم علی السرخسی

ف۳: تطفل خامس علیہما وسادس علی السرخسی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

كلامهما اخرا وهو عدم جواز الصلاۃ به حیث قال وجهه ان مادون الاٰیة لایعد به قارئا قال تعالٰی فاقرء وا ما تیسر من القراٰن کما قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لایقرء الجنب القراٰن فکما لایعد قارئا بمادون الاٰیة حتی لاتجوز بها الصلاۃ کذا لایعد بها قارئا فلایحرم علی الجنب والحائض اھ وردہ المحقق الحلبی فی الحلیة تبعا للامام النسفی فی الکافی باطلاق الحدیث من دون فصل بین قلیل وکثیر قال وهو تعلیل فی مقابلة النص فیرد ولان شیأ نکرۃ فی موضع النفی فتعم ومادون الاٰیة قراٰن فیمتنع کالاٰیة اھ وتبعهما البحر ثم ش ورأیتنی علقت علیه مانصه ۲۵۳ اقول ف۱ المحقق لایقیس المسألة علی المسألة بل یرید ان الاحادیث انما حرمت علی الجنب قراءۃ القراٰن وقد علمنا ان قراءۃ مادون الاٰیة لاتعد قراءۃ القراٰن شرعا والا لجازت به الصلاۃ لان قوله تعالٰی فاقرء وا ما تیسر من القراٰن قد فرض القراءۃ من دون فصل بین قلیل وکثیر مع تاکید الاطلاق بما تیسر وحینئذ لاحجة لکم فی اطلاق الاحادیث فافهم اھ ثم لماقال الدر لوقصد التعلیم ولقن کلمة کلمة حل فی الاصح وکتب علیه ش هذا علی قول الکرخی وعلی قول الطحاوی تعلم نصف اٰیة نهایة وغیرها ونظر فیه فی البحر بان الکرخی قال باستواء الاٰیة ومادونها فی المنع واجاب فی النهر بان مرادہ بمادونها مابه یسمی قارئا وبالتعلیم کلمة کلمة لایعد قارئا اھ کتبت علیه جزء ۱۲ ۲۵۴ اقول ف۲ هذا یؤید کلام المحقق فانکم ایضا تنظرون ههنا الی ان الاحادیث لم تفصل بین القلیل والکثیر وانما مفزعکم فیه الی ان من قرء کلمة لایعد قارئا مع ان تلک الکلمة ایضا بعض القراٰن قطعا فکذلک هم یقولون ان من قرء مادون الاٰیة لایعد قارئا ایضا والالکان ممتثلا لقوله تعالٰی فاقرء وا ما تیسر منه ولزم جواز الصلاۃ بمادون الاٰیة بالمعنی المذکور وهو خلاف ما اجمعنا علیه اھ ثم لماقال ش ینبغی مالو کانت الکلمة اٰیة کص وق نقل نوح افندی عن بعضهم انه ینبغی الجواز اقول وینبغی عدمه فی مدهامتان تامل اھ کتبت علیه جزء ۱۲ ۲۵۵ اقول ف۳ ووجهه علی ذلک ظاهر فانه لایعد بهذا قارئا والا لجازت الصلاۃ به وبه یظهر وجه مابحث العلامة المحشی فی مدهامتان فانه تجوز به الصلاۃ عند الامام علی ما مشی علیه ملک العلماء فی البدائع والامام الاسبیجابی فی شرح المختصر وشرح الجامع الصغیر من دون حکایة خلاف فیه علی مذهب الامام رضی اللہ تعالٰی عنه وکل ذلک یؤید ماقدمنا فی تقریر کلام المحقق اھ ما علقت علیه وهذا کله کلام معهم علی ما قرروا وانا ۲۵۶ اقول ف۴ وباللہ التوفیق انما توجه هذا علی کلام النهر وش لانهما حملا مذهب الکرخی علی ما اٰل به الی قول الطحاوی فانا اثبتنا عرش التحقیق ان ما یعد به قارئا لایجوز وان قل ولو بعض اٰیة وقد شهد به کلام اولٰئک الاعلام الثلثة الموجهین قول ابی جعفر کما سمعت وهذا فخر الاسلام المختار قوله مصرحا بعدم جواز بعض اٰیة طویلة یکون کاٰیة فان کان ابو الحسن ایضا انما یمنع الا ما یعد به قارئا لم یبق الخلاف فالصحیح مانص علیه فی الحلیة وتبعه البحر ان منع الکرخی مبنی علی اصل فتار رساله وفروضة الطلاقه بعد ان تکون القراءۃ بقصد القراٰن وقد بسمعت

ف۱: تطفل ۱۹ علی الحلیة والبحر وش.

ف۲: تطفل ۲۰ علی النهر وش.

ف۳: معروضة ۳۹ اخری علی العلامة ش.

ف۴: تطفل ۲۱ اٰخر علی النهر وثالث علی ش.

https://www.facebook.com/darahlesunnat

نص امير المؤمنين المرتضى رضي الله تعالى عنه ولا حرفا واحدا قال في الحلية المذكور في النهاية وغيرها اذا حاضت المعلمة فينبغي لها ان تعلم الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين على قول الكرخي وعلى قول الطحاوي تعلم نصف اية انتهى قال قلت وفي التفريع المذكور على قول الكرخي نظر فانه قائل باستواء الاية وما دونها في المنع اذا كان بقصد القران كما تقدم فهي حينئذ عنده ممنوعة من ذكر الكلمة بقصد القران لصدق ما دون الاية عليها وهذا اذا لم تكن الكلمة اية فان كانت فحدها امتناع المنع اظهر فان قلت لعل مراد هذا القائل التعليم المذكور بنية غير قراءة القران قلت فالظاهر ان الكرخي حينئذ ليس يشترط ان يكون ذلك كلمة كلمة بل يجيزه ولو اكثر من نصف اية بعد ان لا يكون اية تامة نعم لعل التقييد بالكلمة لكونه الغالب في التعليم او لان الضرورة تندفع فلا حاجة الى فتح باب المزيد عليه اه اقول[222] وعله (ف١) ما ثالث مثل الاول او احسن وهو ان المركب من كلمتين ربما لا تتجرد فيه نية غير القران كقوله تعالى انا الله وقوله تعالى فاعبدني وقوله تعالى عصى ادم فان من قاله في غير التلاوة فقد غوى بخلاف المفردات القرانية فليس شيئ منها بحيث يتعين للقرانية ولا يصلح للدخول في مجاري المحاورات الانسانية فذكر ما هو اعم واكفى ولا يحتاج الى ادراك المعنى والتامل فيه اصلا حتى للجهال لا سيما النساء المخدرات في الحجال وهذا كما ترى كلام حسن من الحسن بمكان غير اني اقول[222] (ف١) لا وجه لقوله بعد ان لا يكون اية (كما افاده في الحلية) فان ما كان بنية غير القران لا يتقيد بما دون اية كما تقدم وكل من اية وما دونها قد يصلح لنية غيره وقد لا كاية الكرسي والابعاض التي تلونا فما صلح صح ولو اية وما لا فلا ولو دونها وما بحث في الفاتحة وعدم تغيرها بنية الثناء والدعاء ان الخصوصية القرانية لازمة لها قطعا كيف لا وهو معجز يقع به التحدي فلا يجري في كل اية كما لا يخفى فلا ادري ما الحامل له على التقييد بها مع انه هو الناقل[223] (ف٢) عن الخلاصة معتمدا عليه جواز مثل ثم نظر ولم يولد ثم بحثه في مثل الفاتحة وان كان له تمام مسلك فما كان لبحث ان يقضي على النص ثم (ف٣) ما ذكره ههنا سؤالا وترجيا ان مراد الكرخي في التعليم ما اذا نوى غير القران قد جزم به من قبل قائلا ينبغي ان يشترط فيه (اى في التعليم) ايضا عدم نية القران لما سنذكره عن قريب معنى واثرا اه وقال عند قول الماتن لا يكره التهجي بالقران والتعليم للصبيان حرفا حرفا هذا فيما يظهر اذا لم ينو به القران اما اذا نواه به فانه يكره اه اقول[224] وهذا هو الحق الناصع فمجرد نية التعليم غير مغير فان التعليم شيئ الا القراءة على غيره ليحصل له العلم به فاذا قرأ ونوى تعليم القران فقد اراد قراءة القران ليلقيه ويلقنه فنية التعليم لا تغيره بل تقرره فما (ف٤) وقع في الدر المختار من عد نية التعليم في نيات غير القران ليس في محله فليتنبه فان قلت نية التعليم ان لم تكن مغيرة فما بال فتح المصلي على غير امامه يفسد صلاته وما هو الا للتعليم وقراءة القران لا تفسد الصلاة قلت[225] ليس الفساد لان القران تغير بنية الفتح بل لان (ف٥) الفتح على غير الامام ليس من اعمال الصلاة وهو عمل كثير فيفسد الا ترى (ف٦) ان المصلي ان قيل له اقرأ اية كذا فقرأ امتثالا لامره فسدت صلاته مع انه لم يقرأ

ف١: تطفل على الحلية
ف٢: تطفل آخر عليها
ف٣: مسئلة
ف٤: تطفل على الدر المختار
ف٥: مسئلة
ف٦: مسئلة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الا القرأن وبالله التوفيق بقی الکلام علی توجیه الامام ابن الهمام وما ذکرناه من تقریر المرام فلنعم الجواب عنه ما نقله فی الحلیة بعد الجواب الاول المذکور اذ قال مع انه قد یجیب ایضا بالاخذ بالاحتیاط فیهما وهو عدم الجواز فی الصلاۃ والمنع للجنب اھ اقول تقریرہ ان الامام وصاحبیه رضی الله تعالی عنهم اختلفوا فی فرض القراءة فقالا ثلث قصار او اٰیة طویلة ای ما یعدل ثلثا لانه لایسمی فی العرف قارئا بدونه وقال بل اٰیة ای اذا لم تکن مما یجری فی تحاور الناس ویشبه تکلمهم فیما بینهم کثم نظر فانها اذا کانت کذلک یعد قارئا عرفا بخلاف ما دون الاٰیة بالمعنی الذی اعطینا من قبل فهو وان کان به قارئا حقیقة لایعد قارئا عرفا فتطرقت الشبهة فی براءة الذمة من قبل العرف هکذا اقررہ هذا المحقق لنفسه وقال قوله تعالی ما تیسر مقتضاه الجواز بدون الاٰیة وهو قول ابن عباس فانه قال اقرأ ما تیسر معك من القراٰن ولیس شیئ من القراٰن بقلیل الا ان ما دون الاٰیة خارج من النص اذ المطلق ینصرف الی الکامل فی الماهیة ولا یجزم بکونه قارئا عرفا به فلم یخرج عن عهدة ما لزمه بیقین اذ لم یجزم بکونه من افرادہ فلم تبرء به الذمة خصوصا والموضع موضع الاحتیاط بخلاف الاٰیة اذ یطلق علیه قارئا بها فالخلاف (ای بین الامام وصاحبیه) مبنی علی الخلاف فی قیام العرف فی عدہ قارئا بالقصیرة قالا لا وهو یمنع وفی الاسرار ما قالاہ احتیاط فان قوله لم یلد ثم نظر لایتعارف قراٰنا وهو قراٰن حقیقة فمن حیث الحقیقة حرم علی الحائض والجنب ومن حیث العرف لم تجز الصلاۃ به احتیاطا فیهما اھ مختصرا فعدم تناول الاطلاق ما دون الاٰیة فی قوله تعالی فاقرؤا ما تیسر من القراٰن لایستلزم عدم تناوله له فی قوله صلی الله تعالی علیه وسلم لایقرء الجنب ولا الحائض شیئا من القراٰن بل قضیة الدلیل هو التناول ههنا والخروج ثمه ثم اقول لایخفی علیك ان لو بنی الامر ههنا علی ما یعد به قارئا عرفا لزم ان یحل عند الصاحبین للجنب والحائض قراءة ما دون ثلث اٰیات بنیة القراٰن ولا قائل به فتحقق ان قول الکرخی هو الارجح روایة ودرایة والحمد لله ولی الهدایة ولکن العجب من المحقق الحلبی کتبت هذا ثم رأیت فی غنیته مال الی ما قلت ان لا قائل به حیث قال وینبغی ان تقیید الاٰیة بالقصیرة التی لیس ما دونها مقدار ثلث اٰیات قصار فانه اذا قرأ مقدار سورة الکوثر یعد قارئا وان کان دون اٰیة حتی جازت به الصلاۃ واما ما علی وجه الدعاء والثناء فلانه لیس بقراٰن لان الاعمال بالنیات والالفاظ المحتملة فتعتبر النیة ولذا لو قرأ ذلك فی الصلاۃ بنیة الدعاء والثناء لاتصح به الصلاۃ اھ اقول اولا وقد بحثه علی خلاف المنصوص فی شرح الجامع الصغیر للامام فخر الاسلام فانه اعتبر کون بعضها کاٰیة لا کثلث کما تقدم وثانیا عدل عن قول الامام الی قولهما فی افتراض ثلث فان راعی الاحتیاط لما مر عن الاسرار ان ما قالاہ احتیاط فتقدم عن الاسرار نفسه ان ذلك فی الصلاۃ اما فی مسألة الجنب فالاحتیاط فی المنع وقد نقله هکذا فی الغنیة وثالثا ما ذکر من عدم الاجزاء اذا قرأ فی الصلاۃ بنیة الثناء خلاف المنصوص ایضا ففی البحر عن التوشیح عن الامام الناصحی اذا قرأ الفاتحة فی الاولیین

ف ۱ تطفل علی الفتح

ف ۲ تطفل علی الغنیة

ف ۳ تطفل اٰخر علیهما

ف ۴ تطفل ثالث علیها

ف ۵ مسئلہ نماز میں سورہ فاتحہ یا سورت پڑھی اور قراءت کی نیت نہ کی دعا و ثنا کی نیت کی جب بھی نماز ہو جائیگی

بنیۃ الدعاء نصوا علی انھا مجزئۃ اھ وعن التجنیس اذا قرأ فی الصلاۃ فاتحۃ الکتاب علی قصد الثناء جازت صلاتہ لانہ وجد القراءۃ فی محلھا فلا یتغیر حکمھا بقصدہ اھ ومثلہ فی الذخیرۃ نقل فی البحر عن القنیۃ انھا ذکرت فیہ خلافا ورقمت لشرح شمس الائمۃ انھا لاتنوب عن القراءۃ اھ وانت تعلم ان القنیۃ لاتعارض المعتمدات والزاھدی غیر موثوق بہ فی نقلہ ایضا کما نصوا علیہ واللہ تعالٰی اعلم تنبیہ عیون امام فقیہ ابو اللیث کی عبارت کہ صدر کلام میں گزری جسمیں فرمایا تھا کہ فاتحہ وغیرہ آیات دعا بنیت دعا پڑھنے میں حرج نہیں نہر الفائق میں اوس سے یہ استنباط فرمایا کہ یہ حکم صرف اونھیں آیات سے خاص ہے جنمیں معنی دعا و ثنا ہوں ورنہ مثلا سورۂ لہب وغیرہا اگر بہ نیت غیر قرآن پڑھے تو ظاہرا روا نہ ہونا چاہیے حیث قال ظاھر التقیید بالایات التی فیھا معنی الدعاء یفھم ان ما لیس کذلک کسورۃ ابی لھب لایؤثر فیھا قصد غیر القرانیۃ لکنہ لم ار التصریح بہ فی کلامھم علامہ شامی نے منحۃ الخالق ورد المحتار میں اسکی تائید فرمائی کہ قد صرحوا بان مفاھیم الکتب حجۃ اھ ولفظ المنحۃ للمفھوم معتبر وسلم یصرح بخلافہ اھ اقول[۱] اولا[ف۱] خلاصہ و بزازیہ و بحر میں ہے وھذا لفظ الوجیز اما اذا قصد الثناء او افتتاح امر لا فی الصحیح در مختار میں ہے فلو قصد الدعاء او الثناء او افتتاح امر حل یہاں تو کہہ سکتے ہیں کہ بعد تخفیف افتتاح کا حاصل دعا و ثنا سے جدا نہ ہوگا مگر خلاصہ و حلیہ و بحر میں ہے و حرمۃ قراءۃ القران (ای من احکام الحیض) الا اذا کانت اٰیۃ قصیرۃ تجری علی اللسان عند الکلام کقولہ ثم نظر اولم یولد اھ یعنی جبکہ قرأت قرآن کی نیت نہ ہو اور اپنے کلام میں پوری آیت سے موافقت واقع ہوجائے مثلا زید کی حکایت حال میں کہا ثم نظر یا کسی نے ہندہ کے حمل کو پوچھا کہ پیدا ہوا کہا ما وضع ولم یولد بعد تو اسمیں حرج نہیں۔ اگرچہ ثم نظر بالاتفاق اور ولم یولد علی الخلاف پوری آیتیں ہیں اسلیے کہ بہ نیت قرآن نہ کہی گئیں یہاں سے صراحۃً ظاہر کہ جواز کے لیے عدم نیت قرآن کافی ہے خاص نیت دعا یا ثنا ضرور نہیں کہ ان صورتوں میں دعا و ثنا کہاں یونہیں اگر نقل حدیث میں کہا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اسکے جواز میں بھی شبہہ نہیں اگرچہ محمد رسول اللہ ضرور قرآن عظیم ہے اور یہاں نام اقدس مقصود ہے کہ دعا و ثنا لاجرم بحر سے گزرا ھذا کلہ اذا قرأ علی قصد انہ قران اسیطرح خلاصہ میں ہے تنویر میں ہے یحرم قراءۃ قران بقصدہ ثانیا[۲][ف۲] عیون کا اتنا مفاد مسلم کہ آیات دعا میں نیت دعا دکار ہے نہ یہ کہ نیت دعا ہی پر مدار ہے وذلک انہ تصوین لنیۃ غیر القران وھی فی ایات الدعاء بنیۃ الدعاء فیفید ان الجواز بنیۃ الدعاء مقصور علی ایات الدعاء لا قصر الجواز مطلقا علی نیۃ الدعاء کان تقول لو قرأ التسمیۃ بنیۃ الافتتاح ولم یرد القراءۃ فلا باس بہ لایدل علی قصر الحکم فی جمیع القران علی نیۃ الافتتاح لکنی اقول[۳] وباللہ التوفیق تحقیق[ف۳] مقام یہ ہے کہ یہاں دو صورتیں ہیں عدم نیت و اعدام نیت۔ عدم نیت یہ کہ بعض الفاظ اتفاقاً موافق نظم قرآن زبان سے اپنے کلام میں ادا ہوجائیں جیسے صور مذکورہ میں ثم نظر اور ولم یولد کہ انکے تکلم کے وقت متکلم کا خیال بھی نہیں جاتا کہ یہ الفاظ آیات قرآنیہ ہیں یہاں قرآن عظیم کی طرف قصد سرے سے پایا ہی نہ گیا اور اعدام نیت

ف۱: تطفل ۴۲۱ علی النھر و ش۔

ف۲: تطفل ۴۲۲ اخر علیھما۔

ف۳: مسئلہ قرأت جنب کی صورتوں میں مصنف کی تحقیق نفیس جلیل

یہ کہ آیات قرآنیہ کی طرف التفات کرے اور بالقصد اونھیں نیت قرآن سے پھیر کر غیر قرآن کا ارادہ کرے آیۃ الکرسی یا سورۂ فاتحہ یا سورۂ تحیت وغیرہا ہر کلام طویل میں یہی صورت متحقق ہوسکتی ہے نا ممکن ہے کہ بلا قصد زبان سے تین آیت کے برابر کلام نکل جائے جو بالکل نظم قرآنی کے موافق ہو کہ اسقدر سے تحدی فرمائی گئی ہے تو کوئی اوتنے پر کیونکر قادر ہوسکتا ہے نہیں بلکہ یقینا الفاظ قرآنیہ ہی کا قصد کریگا پھر اونکو بالارادہ نیت قرآن سے نیت غیر کی طرف پھیریگا اور موجودات حقیقیہ اعتبار معتبر کے تابع نہیں ہوتے نہ باوجود علم قصداً تبدیل نیت سے علم منتفی ہو اگر کوئی شخص شہد کو جانکر اس نیت سے کھائے کہ یہ شہد نہیں نمک ہے تو نہ وہ واقعی نمک ہوجائیگا نہ اسکا علم کہ وہ واقع میں شہد ہے زوال پائیگا یونہیں جب اس نے نظم قرآنی کی طرف قصد کیا اور اوسے ادا کرنا چاہا تو باوصف علم حقیقت اسکا یہ خیال کرلینا کہ میں یہ قرآن نہیں پڑھتا کچھ اور پڑھتا ہوں نہ قرآن عظیم کو اوسکی حقیقت سے متغیر ہوسکتا ہے نہ یہ دیدہ و دانستہ اوس تبدیل خیال سے کچھ نفع پاسکتا ہے تو کیونکر ممکن کہ تعظیم قرآن عظیم کے لیے جو حکم شرع مطہر نے اسے دیا یہ دانستہ نیت پھیر کر اوسے ساقط کردے **اقول** (ف۱) وبہ

استبان ضعف ما اجاب بہ العلامۃ اسمعیل فی حواشی الدرر عن بحث الحلیۃ فی قراءۃ الفاتحۃ بنیۃ الدعاء اذ قال المحقق ان ھذا قرآن حقیقۃ وحکما لفظا ومعنی کیف لا وھو معجز یقع بہ التحدی وتغییر المشروع فی مثلہ بالقصد المجرد مردود علی ان الخصوصیۃ القرآنیۃ فیہ لازمۃ قطعا ولیس فی قدرۃ المتکلم اسقاطہا عنہ مع ما ھو علیہ من النظم الخاص اھ فاجاب العلامۃ النابلسی وتبعہ فی المنحۃ بانہ اذا لم یرد بہا القرآن فات ما فیہ من المزایا التی یعجز عن الاتیان بہا جمیع المخلوقات اذ المعتبر فیہا القصد اما تفصیلا وھو من البلیغ او اجمالا وذلک بحکایۃ کلامہ وکلاھما منتف حینئذ کما لا یخفی اھ ولعمری ان فی حکایتہ غنی عن نکایتہ ولیت شعری کیف تفوت المزایا الثابتۃ اللازمۃ الواقعیۃ بمجرد صرف القارئ النیۃ عن نسبتہ الی متکلمہ مع بقاء الکلام علی نظمہ وقد کان نبہ علیہ المحقق فی بحثہ فلم یلتفت الیہ العلامۃ واعاد الکلام من دون جواب ولا المام **واقول** (ف۲) فی الحل وجود للمزایا بثبوتہا الواقعی وظہورہا بالعلم تفصیلا او اجمالا کما وصفتم وبہما یتم امر التحدی وکلاھما حاصل حینئذ اذ ما قصد الا اخذ الا ما ھو قرآن وما احدث الا صرف النیۃ والصرف لا یبعد العلم والا لم ینتف بالصرف **وایضا** (ف۳) لو فات المزایا المعجزۃ للخلق بصرف القصد لوجب فوت عجزھم بہ وھو باطل بداھۃ **وکذا** ما اجاب النھر وتبعہ فی رد المحتار بان کونہ قرآنا فی الاصل لا یمنع من اخراجہ عن القرآنیۃ بالقصد اھ وقد کان انی المحقق علی ھذا ایضا کما سمعت اما نحن فقد (ف۴) اوضحنا باحسن وجہ ان لا اثر للقصد فی تغییر الحقائق **وکذا** ما تقدم من تمسک الغنیۃ ان ما علی وجہ الدعاء لیس بقرآن لان الاعمال بالنیات الخ **اقول** (ف۵) نعم لا یثاب ثواب التلاوۃ بمن نواہ دعاء لکن القرآن کیف ینسلخ عن القرآنیۃ مع بقاء النظم المتحدی بہ واذ القصد الی الاخذ منہ فبمجرد صرف النیۃ کیف یزیل التعظیم الواجب علیہ فان صرفہا عن شیئ مع العلم بہ ان کان لہ اثر ففی حرمان الصارف عما ھو لہ دون اسقاط ما ھو

ف۱: تطفل ۱۱۲ علی السید اسمعیل محشی الدرر والعلامۃ

ف۲: تطفل ۱۱۳ اخر علیہما

ف۳: تطفل ۱۱۴ ثالث علیہما

ف۴: تطفل ۱۱۵ علی النھر وابن عابدین

ف۵: تطفل ۱۱۶ علی الغنیۃ

علیہ وبالجملۃ لیس فی شیئ من ھذہ مایغنی من جوع **ثم اقول**[۴۷۸] ف۱ عسالک ایقنت مما القیت علیک ان الذی اطھو ان یعد الی القرآن فیاخذ من نظمہ و یقرأہ علی نیۃ غیرہ سواء کان قدرما وقع بہ التحدی اولا فان القلیل والکثیر من الکلام العزیز سواء فی وجوب الادب والتعظیم اما سمعت الی قول حبر الامۃ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما لیس شیئ من القرآن بقلیل فتخصیص المحقق الکلام بما تحدی بہ لیس فی محلہ ولا[۴۷۹] ف۲ یتوقف علیہ کونہ قرآنا حقیقۃ وحکما ولفظا ومعنی کما یوھمہ کلامہ نعم لزوم الخصوصیۃ القرآنیۃ یختص بذلک لاستحالۃ جریانہ علی اللسان اتفاقا دون مادونہ کما علم من موافقات الفرقان والفاروق رضی اللہ تعالی عنہ وقولہ عند سماع ایۃ اطوار الخلق فتبٰرک اللہ احسن الخالقین فنزل کذلک لکن اسمعناک ان لاحاجۃ الیہ بعد تعمد الاخذ من القرآن العظیم فھو بما فی نفسہ علیم فافھم وتثبت

تو واجب تھا کہ سورۂ فاتحہ وآیۃ الکرسی بالائے سر فقط الحمد للہ یا سبحٰن اللہ یا لا الٰہ الا اللہ بھی جنب کو جائز نہ ہو جبکہ اونھین اخذ عن القرآن کا قصد کرے اگرچہ نیت قرآن سے پھیر کر غیر قرآن کی کرلے مگر[۱] شرع مطہر نے لحاظ فرمایا کہ مسلمان ہر وقت ہر حال مین اپنے رب جل وعلا کے ذکر وثنا اور اوس سے سوال ودعا کا محتاج ہے اور ثنائے الٰہی وہی اتم واکمل ہے جو خود اوس نے اپنے نفس کریم پر کی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عرض کرتے ہین لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک الٰہی مین تیری تعریف نہین کرسکتا تو ویسا ہے جیسی تو نے خود اپنی ثنا کی یونہین جو دعائین قرآن عظیم نے تعلیم فرمائین بندہ اونکی مثل کہان سے لاسکتا ہے رحمت شریعت نے نہ چاہا کہ بندہ ان خزائن بے مثال سے روکا جائے علی الخصوص حیض ونفاس والیان جنکی تہائی عمر انھین عوارض مین گزرتی ہے لہذا یہان بہ تبدیل نیت اجازت عطا فرمائی جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بہ نیت افتتاح کہنے کے جواز پر اجماع علما نے ظاہر کردیا اسکی[۲] نظیر ہے ف۳ کہ نماز مین کسی کلام سے اگرچہ آیت یا ذکر الٰہی ہو ایسے معنی کا افادہ جو اعمال نماز سے باہر ہے مفسد نماز ہے مثلاً کسی خوشی کی خبر کے جواب مین کہا الحمد للہ رب العلمین یا خبر غم کے جواب مین انا للہ وانا الیہ راجعون یا کسی نے پوچھا فلان شخص کیسا ہے اوسکی خوبی بتانے کو کہا سبحٰن اللہ نماز جاتی رہیگی مگر کسی شخص نے آواز دی اور اس نے یہ جتانے کو کہ مین نماز پڑھتا ہون لا الٰہ الا اللہ یا سبحٰن اللہ یا اسکے مثل ذکر یا قرآن عظیم سے کچھ کہا نماز نہ جائیگی کہ شرع مطہر نے اس حاجت کے دفع کو اتنے کی اجازت عطا فرمادی ہے درمختار مین ہے

یفسدھا جواب خبر سوء بالاسترجاع اھ[۳] سی مین ہے اراد اعلامہ بانہ فی الصلٰوۃ لاتفسد اتفاقا ابن ملک وملتقی ہدایہ مین ہے لو اجاب رجلا فی الصلٰوۃ بلا الٰہ الا اللہ فھذا کلام مفسد وان اراد اعلامہ انہ فی الصلٰوۃ لم تفسد بالاجماع لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا نابت احدکم نائبۃ فی الصلٰوۃ فلیسبح اھ[۴] **اقول** ف فبھذا ظھر الجواب عن بحث الحلیۃ وللہ الحمد ومحصلہ ان ذلک مستثنی بالاذن الشرعی کما استثنی بہ قصد الاعلام بانہ فی الصلٰوۃ مع تحقق المعنی المفسد قطعا وھو افادۃ معنی لیس من اعمال الصلٰوۃ فافھم وتثبت اور[۵] جب حاجت اکملیت ذکر ودعا کا لحاظ فرمایا تو حاجت تعلیم قرآن تو اوس سے اہم ہے

ف۱: تطفل ۴۷۸ علی الحلیۃ

ف۲: تطفل ۴۷۹ اخر علیہا

ف۳: مسئلہ نماز مین اگر کسی آیت یا ذکر الٰہی سے کسی شخص کو خطاب یا بات کا جواب چاہا جیسے مثلاً قصداً کسی خوشی کی خبر پر الحمد للہ یا غم کی خبر پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا نماز جاتی رہی اگر کسی نے پکارا اور یہ جتانے کو کہ مین نماز پڑھتا ہون سبحٰن اللہ یا لا الٰہ الا اللہ وغیرہ کہا نماز نہ جائیگی

خصوصاً حائض کے لیے کہ اوسکا زمانہ ممتد ہے حتی ان مالکا اباح لها التلاوۃ لهذا وبه فرق بينها وبين الجنب مگر یہ حاجت ایک ایک کلمہ سکھانے سے پوری ہوجاتی ہے اور شک نہیں کہ وہ بہ نسبت مرکبات صورت نظم قرآنی سے دور تر ہے لہذا اسیقدر کی اجازت ہوئی وقد اشار الامام الفقیه ابو اللیث فی شرح الجامع الصغیر الی ان اباحة التعلیم لاجل العذر کما فی الحلیة وعبر فی محیط السرخسی بالعذر والضرورۃ کما فیها ایضا **اقول** وبما قررت وذکرت من حدیث اعلام الصلاۃ مع عدم الضرورۃ بالمعنی الحقیقی ومن اعتبار الشرع حاجة الجنب فی الدعاء مع تمکنه من الاغتسال بل ومن الدعاء بالفاظ اُخر بخلاف التعلیم ینفتح الجواب عن ایرادی الحلیة علی مسألة التعلیم بقوله لایخفی مافیه بالنسبة الی الجنب ثم ما فی کون هذا الاحتیاج مبیحا لذلك اھ فافهم واعلم والله اعلم ظاہر ہے کہ انکے ماورا مثل قصص وغیرہا میں نہ تو حاجت ہے نہ وہ دعا و ثنا کے معنے میں کہ اونسے ملحق ہوسکیں تو بعد قصد قرآن پھر تبدیل نیت وہی شہد کو دستہ نمک ٹھہرا کر کھانا ہوگا تو حکم ممانعت ہی چاہیے جبتک شرع سے اجازت ثابت نہ ہوا ور وہ کہیں ثابت نہیں مع ہذا اگر مطلقاً تبدیل نیت کی اجازت ہو تو جو کلام طویل قرآن عظیم نے اپنے محبوبوں مقبولوں یا دشمنوں سے نقل فرمائے اور دُور تک ونکا سلسلہ چلا گیا ہے جیسے سورۂ نوح علیہ الصلاۃ والسلام میں قال چھوڑ کر رب انی دعوت قومی لیلا ونهارا ○ سے لتسلکوا منها سبلا فجاجا ○ تک سولہ آیتیں متواتر اور سورۂ جن میں انا سمعنا قرآنا عجبا ○ سے واما القاسطون فکانوا لجهنم حطبا ○ تک پندرہ آیتیں اور سورۂ لقمان میں یٰبُنَیَّ انها ان تك سے ان انکر الاصوات لصوت الحمیر ○ تک چار طویل آیتیں کہ ہر ایک تین آیت کی مقدار سے زائد ہے اور سورۂ اسراء میں وقالوا چھوڑ کر لن نومن سے کتٰبا نقرؤه تک اس نیت سے کہ یہ نوح ولقمان وجن وکفار کے کلام ہیں پڑھ سکے بلکہ تمام سورۂ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام شروع سورت کے اذ قال یوسف لابیه سے گیارھویں رکوع کے اواخر والحقنی بالصلحین ○ تک جسکی مقدار نصف پارۂ قرآن عظیم سے بھی زائد ہے بحال جنابت بہ نیت حکایت قصہ پڑھ جائے اور جائز ہو صرف بیچ بیچ میں سے چند جملے جو قرآنیت کے لیے متعین ہیں ترک کردے یعنی رکوع دوم میں واوحینا الیه لتنبئنهم نصف آیت سوم میں وکذلك مکنا سے نجزی المحسنین ○ تک کچھ کم دو آیتیں پھر کذلك لنصرف نصف آیت ہفتم میں وکذلك مکنا ایک آیت ہشتم میں وانه لذو علم لما علمنه تہائی آیت نہم میں کذلك کدنا لیوسف اور نرفع درجت من نشاء چہارم آیت وبس جسکی مقدار چورانوے آیت طویل ہوئی یہ کسقدر مستبعد اور قرآن عظیم کے ادب سے جدا و بعید ہے تو سوا اون صور استثنا کے مطلقاً ممانعت چاہیے اور حاصل حکم یہ ٹھہرا کہ بہ نیت قرآن ایک حرف بھی روا نہیں اور جو الفاظ اپنے کلام میں زبان پر آجائیں اور بے قصد موافقت اتفاقاً کلمات قرآنیہ سے متفق ہوجائیں زیر حکم نہیں اور قرآن عظیم کا خیال کرکے بے نیت قرآن ادا کرنا چاہے تو صرف دو صورتوں میں اجازت ایک کہ آیات دعا و ثنا بہ نیت دعا و ثنا پڑھے دوسرے یہ کہ بحاجت تعلیم ایک ایک کلمہ مثلاً اس نیت سے کہ یہ زبان عرب کے الفاظ مفردہ ہیں کہتا جائے اور ہر دو لفظ میں فصل کرے متواتر نہ کہے کہ عبارت منتظم ہوجائے

ف۱: تطفل رابع و خامس علیهما

ف۲: مسئلہ ان مسائل کا خلاصہ عظیم جامع منیع

https://www.facebook.com/darahlesunnat

عما انصوا علیہ انکے سوا کسی صورت مین اجازت نہین ھذا ما ظہر لی وارجو ان یکون صوابا و باللہ التوفیق وللہ الحمد ابدا۔

تنبیہ ۲ اقول (۱۵۳) تمام کتب (ف۱) مین آیات ثنا کو مطلق چھوڑا اور اوسمین ایک قید ضروری ہے کہ ضروری یعنی بدیہی ہونے کے سبب علمانے ذکر نہ فرمائی وہ آیات ثنا جنمین رب عزوجل نے بصیغہ متکلم اپنی حمد فرمائی جیسے وانی لغفار لمن تاب اونکو بہ نیت ثنا بھی پڑھنا حرام ہے کہ وہ قرآنیت کے لیے متعین ہین بندہ اونمین ہین انشائے ثنا کی نیت کرسکتا ہے جنمین ثنا بصیغہ غیبت یا خطاب ہے تنبیہ ۳ اقول (۱۵۴) یہان ایک اور نکتہ ہے بعض آیتین یا سورتین ایسی ہی دعاو ثنا ہین کہ بندہ اونکی انشا کرسکتا ہے بلکہ بندہ کو اسی لیے تعلیم فرمائی گئی ہین مگر اونکے آغاز مین لفظ قل ہے جیسے تینون قل اور کریمہ قل اللھم ملک الملک انمین سے یہ لفظ چھوڑ کر پڑھے کہ اگر اوس سے امر الٰہی مراد لیتا ہے تو وہ عین قرآنیت ہے اور اگر یوں تاویل کرے کہ خود اپنے نفس کی طرف خطاب کرکے کہتا ہے قل اسطرح کہہ۔ یون ثنا و دعا کر۔ تو یہ امر بدعا و ثنا ہوا نہ دعا و ثنا اور شرع سے اجازت اسکی ثابت ہوئی ہے نہ اوسکی تنبیہ ۴ اقول (۱۵۵) یوہین وہ ادعیہ (ف۳) و اذکار جنمین حروف مقطعات ہین مثلاً صبح و شام (ف۴) کی دعاؤن مین آیۃ الکرسی کے ساتھ سورۂ غافر کا آغاز حٰمٓ ۝ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ۝ تک پڑھنے کو حدیث مین ارشاد ہوا ہے کہ جو صبح پڑھے شام تک ہر بلا سے محفوظ رہے اور شام پڑھے تو صبح تک رواہ الترمذی والبزار وابن مردویہ والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحال جنابت اسے نہین پڑھ سکتا کہ حروف مقطعات کے معنے اللہ و رسول ہی جانتے ہین جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا معلوم کہ وہ ایسا کلام ہو جسکے ساتھ غیر خدا بے حکایت کلام الٰہی تکلم نہ کرسکتا ہو۔ مع ھذا اجازت صرف دعا و ثنا کی ہے کیا معلوم کہ انکے معنے مین کچھ اور بھی ہو واللہ تعالٰی اعلم تنبیہ ۵ اقول (۱۵۶) ہماری اوس تقریر سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوگیا کہ جن آیات (ف۵) مین بندہ دعا و ثنا کی نیت نہین کرسکتا بحال جنابت و حیض اونھین بطور عمل بھی نہین پڑھ سکتا مثلاً تفریق اعدا کے لیے سورۂ تبت نہ کہ سورۂ کوثر کہ بوجہ ضمائر متکلم انا اعطینا قرآنیت کے لیے متعین ہے عمل مین تین نیتین ہوتی ہین یا تو (۱) دعا جیسے حزب البحر حرز یمانی یا (۲) اللہ عزوجل کے نام و کلام سے کسی مطلب خاص مین استعانت جیسے عمل سورۂ یٰس و سورۂ مزمل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا (۳) اعداد معینہ خواہ ایام مقدرہ تک اس غرض سے اوسکی تکرار کہ عمل مین آجائے حاکم ہوجائے اوسکے موکلات تابع ہوجائین اس تیسری نیت والے تو بحال جنابت کیا معنے بے وضو پڑھنا بھی روا نہین رکھتے اور اگر بالفرض کوئی جرأت کرے بھی تو اس (ف۶) نیت سے وہ آیت و سورت بھی جائز نہین ہوسکتی جسمین صرف معنی دعا و ثنا ہی ہے کہ اولاً یہ نیت نیت دعا و ثنا نہین ثانیاً اسمین خود آیت و سورت ہی کی تکرار مقصود ہوتی ہے کہ اوسکے خدام مطیع ہون تو نیت قرآنیت اوسمین لازم ہے رہین پہلی دو نیتین جب وہ آیات معنی دعا سے خالی ہین تو نیت اولٰی ناممکن اور نیت ثانیہ عین نیت قرآن ہے اور بقصد قرآن اوسے ایک حرف بھی روا نہین تنبیہ ۶ یہی حکم دم کرنے کے لیے پڑھنے (ف۷) کا ہے کہ طلب شفا کی نیت تغیر قرآن نہین کرسکتی آخر قرآن ہی سے تو شفا چاہ رہا ہے کون کہیگا کہ افحسبتم (ف۸) انما خلقنٰکم

عبثاً تا آخر سورت مصروع ومجنون کے کان میں جنب پڑھ سکتا ہے ہاں جس آیت یا سورت میں خالص معنی دعا وثنا بصیغہ غیبت خطاب ہوں اور اسکے اول میں قُل بھی نہ ہو نہ اوس میں حروف مقطعات ہوں اور اوس سے قرآن عظیم کی نیت بھی نہ کرے بلکہ دعا وثنا کی برکت سے طلب شفا کرنے کے لیے اوس پر دم کرے تو روا ہے **تنبیہ** علمت مما القیت علیك ان التغییر بنیۃ الدعاء والثناء دون نیۃ الاستشفاء ووقع فی ش نقلا عن سیدی عبد الغنی قدس سرہ ما یوھم خلافہ اذ قال الھیکل والحمائلی المشتمل علی الآیات القرانیۃ اذا کان غلافہ منفصلا عنہ کالمشمع ونحوہ جاز دخول الخلاء بہ ومسہ وحملہ للجنب ویستفاد منہ ان ما کتب من الآیات بنیۃ الدعاء والثناء لا یخرج عن کونہ قرانا بخلاف قراءتہ بھذہ النیۃ فالنیۃ تعمل فی تغییر المنطوق لا المکتوب اھ ومبناہ کما تری علی فھم ان نیۃ الاستشفاء مغیرۃ کنیۃ الدعاء ولم تعمل فی المکتوب فکذلك نیۃ الدعاء او نقول الاستشفاء من باب الدعاء فنیتہ نیتہ **واقول** لیس الامر کذا فمعنی القراءۃ بنیۃ الدعاء ان یکون الکلام نفسہ دعاء فیرید بہ انشاءہ لا تلاوۃ الکلام العزیز والاستشفاء دعاء معنوی لا یجعل اللفظ بمعنی الدعاء فلیس ھو من بابہ ولا تغییر ایضا فان الذی یقرء او یکتب مستشفیا متبرکا فانما یرید التبرك والاستشفاء بالکلام العزیز لا انہ یخرجہ عن القرانیۃ ثم یستشفی بغیر القران ولو کانت تغیر لجاز ان یقرأ الجنب القران کلہ بنیۃ الشفاء فان القران من اولہ الی اخرہ نور وھدی وشفاء وھذا لا یسوغ ان یقول بہ احد وبالجملۃ فالمنوی فی الرقیۃ ھو القران نفسہ لا غیرہ الا تری ان بعض الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنھم لما رقی السلیم بالفاتحۃ علی شاء وجاء بھا الی اصحابہ کرھوا ذلك وقالوا اخذت علی کتاب اللہ اجرا حتی قدموا المدینۃ فقالوا یا رسول اللہ اخذ علی کتاب اللہ اجرا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ کما فی الجامع الصحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما فلم یخرج الاسترقاء بالفاتحۃ عن کونھا کتاب اللہ مع انھا تصلح للدعاء والثناء فکیف بما لا یصلح لھما اما ما افاد من ان النیۃ لا تعمل فی المکتوب **فاقول** نعم ما کتب قرانا ولو فاتحۃ لا یصح للجنب ان یقول فی نفسہ لیس ھذا قرانا بل دعاء او یقول لا ارید بہ قرانا بل دعاء وثناء ثم یمسہ اذ لا مدخل لارادتہ فی جوھرہ فی ھذہ الکسوۃ التی قد تم امرھا اما ان ینشیٔ کتابۃ مثلھا وینوی الدعاء والثناء **فاقول** قضیۃ ما قدمت من التحقیق المنیر ان لا اذن ورد للحاجۃ ولا حاجۃ فی الدعاء والثناء الی الکتابۃ وما ورد علی خلاف القیاس لا یتعداہ وبہ یظھر انہ لا یؤذن فی کتابۃ الرقی بالآیات وان تمحضت للدعاء والثناء ونواھما فلیراجع ولیحرر واللہ سبحنہ وتعالی اعلم **تنبیہ مہم** یہ کہ ہمنے سلسلہ کلام میں اوپر ذکر کیا کہ غیر تلاوت میں اپنی طرف سے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف نافرمانی وگناہ کی نسبت حرام ہے ائمہ دین نے اسکی تصریح فرمائی بلکہ ایک جماعت علمائے کرام نے اوسے کفر بتایا مولی کو شایاں ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبارت سے تعبیر فرمائے فرمائے دوسرا کہے تو اوسکی

زبان گُدّی کے پیچھے سے کھینچی جائے ﷲ المثل الاعلیٰ بلا تشبیہ یوں خیال کرو کہ زید نے اپنے بیٹے عمرو کو اوس کی کسی لغزش یا بھول پر متنبہ کرنے ادب سکھانے حزم و عزم و احتیاط اتم سکھانے کے لیے مثلاً بیہودہ نالائق احمق وغیرہا الفاظ سے تعبیر کیا باپ کو اسکا اختیار تھا اب کیا عمرو کا بیٹا بکر یا غلام خالد انھیں الفاظ کو سند بنا کر اپنے باپ اور آقا عمرو کو یہ الفاظ کہہ سکتا ہے حاشا اگر کہیگا سخت گستاخ مردود و ناسزا و مستحق عذاب و تعزیر و سزا ہوگا جب یہاں یہ حالت ہے تو اللہ عزوجل کی ریس کرکے انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں ایسے لفظ کا بکنے والا کیونکر سخت شدید و مدید عذاب جہنم و غضب الٰہی کا مستحق نہ ہوگا والعیاذ باللہ تعالیٰ امام ابو عبداللہ قرطبی تفسیر میں زیر قولہ تعالیٰ وطفقا یخصفٰن علیہما من ورق الجنۃ فرماتے ہیں قال القاضی ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ لا یجوز لاحد منا الیوم ان یخبر بذٰلک عن اٰدم علیہ الصلاۃ والسلام الا اذا ذکرناہ فی اثناء قولہ تعالیٰ عنہ او قول نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاما ان نبتدئ بہ من قبل انفسنا فلیس بجائز لنا فی اٰبائنا الادنین الینا المماثلین لنا فکیف بابینا الاقدم الاعظم الاکبر النبی المقدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین امام ابو عبداللہ محمد عبدری ابن الحاج مدخل میں فرماتے ہیں قد قال علماؤنا رحمہم اللہ تعالیٰ ان من قال عن نبی من الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام فی غیر التلاوۃ والحدیث انہ عصٰی او خالف فقد کفر نعوذ باللہ من ذٰلک ایسے امور میں سخت احتیاط فرض ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کا حسن ادب عطا فرمائے آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علٰی سیدنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

باب المیاہ

مسئلہ ۲۳ ۲۷ صفر ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بقیہ آبِ وضو سے کہ برتن میں رہ جائے وضو جائز ہے یا نہیں اور اگر بہلا وضو کرنے میں کچھ پانی ہاتھ سے اوس میں گر پڑا تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ف۱ بقیہ آبِ وضو کہ برتن میں رہ جاتا ہے ماءِ مستعمل نہیں بلکہ وہ پانی ہے جو استعمال سے بچ رہا اوس سے وضو میں کوئی حرج نہیں ف۲ اور ماءِ مستعمل اگر غیر مستعمل میں ملجائے تو مذہب صحیح میں اوس سے وضو جائز ہے جبتک ماءِ مستعمل غیر مستعمل سے زائد نہ ہو جائے اگرچہ مستعمل پانی دھار بندھ کر گرا ہو اور بعض نے کہا اس صورت میں بھی مستعمل فاسد کردیگا اور وضو جائز نہ ہوگا اگرچہ غیر مستعمل زائد ہو مگر ترجیح مذہب اول کو ہے فی فتاوی الخلاصۃ جنب اغتسل فانتضح من غسلہ شیئ فی انائہ لم یفسد علیہ الماء اما اذا کان یسیل منہ سیلا افسدہ وکذا حوض الحمام علی ھذا وعلی قول محمد لایفسدہ مالم یغلب علیہ یعنی لایخرجہ من الطھوریۃ وفی الدر المختار یرفع الحدث بماء مطلق او بماء مغلوب بمستعمل

ف۱ مسئلہ وضو سے جو پانی برتن میں بچ رہا وہ مستعمل نہیں

ف۲ مسئلہ وضو یا غسل میں اگر کسی عضو کا پانی دھار بندھ کر

مسئلہ برتن میں گر جائے تو پانی قابل طہارت رہیگا جبکہ اتنا گر کر برتن کے پانی سے زائد نہ ہو گیا ہو اور وضو وغسل ہو سکیگا

بالاجزاء فان للمطلق اکثر من النصف جاز التطہیر بالکل والا فلا علی ما حققہ فی البحر والنھر والنھایۃ ملتقطا واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم

مسئلہ ۲۴ از غازی آباد ضلع میرٹھ محلہ باغ - مرسلہ حامد حسن صاحب ۹ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

استنجے یعنی پیشاب پاخانے کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں اور وضو کی حرمت میں اس سبب سے کچھ فرق تو نہیں آتا کیا - بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے اور اس میں حرمت وضو کا کچھ خلاف نہیں کہ یہ پانی استعمال میں نہ آیا کما لا یخفی واللہ تعالی اعلم بالصواب

مسئلہ ۲۵ ۲۰ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پانی بارش کا جو خاص شہر میں برستا ہے اور نالی وغیرہ دھوکر باہر چلا جاتا ہے پاک ہے یا نہیں اور اس سے وضو درست ہے یا نہیں اور اس پانی کو جاری کہیں گے یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

جس وقت بارش ہو رہی ہے اور وہ پانی بہ رہا ہے ضرور ماء جاری ہے اور وہ ہرگز ناپاک نہیں ہو سکتا جب تک نجاست کی کوئی صفت مثلا بو یا رنگت اس میں ظاہر نہ ہو صرف نجاستوں پر اوس کا گزرتا ہوا جانا اوس کی نجاست کا موجب نہیں فان الماء الجاری یطھر بعضہ بعضا رہا اوس سے وضو اگر کسی نجاست مرئیہ کے اجزا اوس میں ایسے بہتے جاتے ہیں کہ جو حصہ پانی کا اوس سے لیا جائے ایک دو ذرہ اس میں بھی آئیگا جب تو یقینا حرام و ناجائز ہے وضو نہ ہوگا اور بدن ناپاک ہو جائیگا کہ حکم طہارت بوجہ جریان تھا جب پانی برتن یا چلو میں لیا جریان منقطع ہوا اور نجاست کا ذرہ موجود ہے اب پانی نجس ہو گیا اور اگر ایسا نہیں جب بھی بلا ضرورت اوس سے احتراز چاہیے کہ نالیوں کا پانی غالبا اجزائے نجاست سے خالی نہیں ہوتا اور عام طبائع میں اوس کا استقذار یعنی اوس سے تنفر اوس سے گھن کرنا اوسے ناپسند رکھنا ہے اور ایسے امر سے شرعا احتراز مطلوب احادیث میں ہے ایاک وما یسوء الاذن ایاک وما یعتذر منہ بشروا ولا تنفروا اور اگر بارش ہو چکی اور پانی ٹھہر گیا اور اب اوس میں بعض اجزائے نجاست ظاہر ہیں یا نالی کے پیٹ میں نجاست کی رنگت یا بو تھی اور بارش اتنی نہ ہوئی کہ اوسے بالکل صاف کر دیتی انقطاع کے بعد وہ رنگ یا بو ہنوز باقی ہے تو اب پانی ناپاک ہے اور اگر نالی صاف تھی یا مینہ نے بالکل صاف کر دی اور پانی میں بھی کوئی جزء نجاست محسوس نہیں تو پاک ہے - واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۲۶ ۱۱ صفر ۱۳۰۹ھ

جناب مولوی صاحب قبلہ ایک حوض ساڑھے سات گز لنبا اور ساڑھے سات گز چوڑا اور ڈیڑھ گز گہرا اگر اوس میں چار برس کا بچہ موت دے تو ناپاک ہو گیا یا پاک رہا - خاکسار عزیز اللہ

الجواب

فائدہ: استنجے کے بعد بچا ہوا پانی برتن میں ہو تو اس سے وضو جائز ہے

مسئلہ: بارش کا پانی اگر شہر کی نالیاں دھوکر بہتا ہو تو اس کا کیا حکم ہے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

پاک ہے اگر اسکی مساحت دہ در دہ یعنی سَو ہاتھ کر دو نے سے بھی پچیس[25] ہاتھ زائد ہے والعبرۃ بذراع الکرباس تیسیرا والسلام واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷ ۲۹ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک حوض دہ در دہ ہے سنیوں میں یا شیعوں میں اور اوسمیں کُتّا یا سوئر پانی پی گیا ہو آیا اوس سے وضو یا پینا چاہیے یا نہیں یا پیشاب پاخانہ پھر گیا ہو پاک رہا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

امرِ آب میں ہمارے ائمۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب تمام مذاہب سے زیادہ احتیاط کا ہے آبِ جاری تو بالاجماع نجس نہیں ہوتا جبتک نجاست سے اوسکا رنگ یا بُو یا مزہ نہ بدلے یا ایک قول پر اوسکا نصف یا اکثر نجاست مرئیہ پر ہوکر گزرے اور غیر جاری میں ہمارے ائمۂ ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ظاہر الروایۃ کا محصل یہ ہے کہ اگر بیان نجاست پڑی ہے اور ظن غالب ہے کہ اسجگہ وضو کیجیے تو اوتنی دور کا پانی فوراً زیر وزبر نہ ہوسکے گا تو وہاں تکا پانی ناپاک ہوا اوس سے وضو وغیرہ سب جائز ہے فی رد المحتار قال فی البدائع والمحیط اتفقت الروایۃ عن اصحابنا المتقدمین انه یعتبر بالتحریك وهو ان یرتفع وینخفض من ساعته لا بعد المکث ولا یعتبر اصل الحرکة وفی التتارخانیة انه المروی عن ائمتنا الثلثة فی الکتب المشهورة اھ وهل المعتبر حرکة الغسل او الوضوء او الید روایات ثانیها اصح لانه الوسط کما فی المحیط والحاوی القدسی وتمامه فی الحلیة وغیرها الخ وفی الدر المختار والمعتبر اکبر رای المبتلی به فان غلب علی ظنه عدم خلوص النجاسة الی الجانب الاٰخر جاز والا لا هذا ظاهر الروایة وهو الاصح کما فی الخانیة وغیرها وحقق فی البحر انه المذهب اھ ملخصا پھر ائمۂ متاخرین نے اوسے دہ در دہ سے اندازہ فرمایا اور تیسیراً آبِ جاری کے حکم میں قرار دیا کہ جمیع جوانب سے وضو وغیرہ روا جبتک پانی نجاست کا اثر نہ لیلے فی الدر المختار لکن فی النهر وانت خبیر بان اعتبار العشر اضبط ولا سیما فی حق من لا رای له من العوام فلذا افتی به المتاخرون الاعلام الخ وفی رد المحتار ذکر بعض المحشین عن شیخ الاسلام العلامة سعد الدین الدیری فی رسالته القول الراقی انه حقق فیها ما اختاره اصحاب المتون من اعتبار العشر ورد فیها علی من قال بخلافه ردا بلیغا واورد نحو مائة نقل ناطقة بالصواب ولا یخفی ان المتاخرین الذین افتوا بالعشر کصاحب الهدایة وقاضی خان وغیرهما من اهل الترجیح هم اعلم بالمذهب منا فعلینا اتباعهم ویؤیده ما قدمه الشارح فی رسم المفتی واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوه وصححوه کما لو افتونا فی حیاتهم اھ وفیه قال فی الفتح وعن ابی یوسف انه کالجاری لا یتنجس الا بالتغیر وهو الذی ینبغی تصحیحه فینبغی عدم الفرق بین المرئیة وغیرها لان الدلیل انما یقتضی عند الکثرة عدم التنجس الا بالتغیر من غیر فصل اھ وفی مراقی الفلاح وبه اخذ مشایخ بلخ توسعة علی الناس والتقدیر بالعشر هو المفتی به اھ وفی حاشیته للعلامة الطحطاوی لا فرق بین موضع الوقوع وغیره وبین نجاسة ونجاسة وینبغی تصحیحه کما فی الفتح وهو المختار کما قاله العلامة قاسم وعلیه الفتوی کما فی النصاب اھ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

ف ۱ مسئلہ سات سو بیس ہاتھ کا حوض ہے کہ جس میں کسی نے پیشاب کر دیا تو پاک رہے گا

ف ۲ مسئلہ وہ دہ در دہ نجاست سے اصلاً ناپاک نہیں ہوتا جبتک خاص نجاست کے سبب اوسکا رنگ یا مزہ یا بُو بدل نہ جائے

رسالہ الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل ۱۳۲۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم | مسئلہ ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۴ھ | نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آب مستعمل کی کیا تعریف ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد لمن جعل الطہور غاسل آثامنا فطہر ارواحنا بالصلاۃ للہ وعلی اجسامنا فیالہ من منۃ وافضل الصلاۃ وازکی السلام علی مزیل طہرنا من الانجاس وادام دیم نعمہ علینا حتی نقانا من الادناس وعلی اٰلہ وصحبہ واہل السنۃ جمیعًا امین۔

اقول فـــ وباللہ التوفیق ماءِ مستعمل وہ قلیل پانی ہے جس نے یا تو تطہیر نجاست حکمیہ سے کسی واجب کو ساقط کیا یعنی انسان کے کسی ایسے پارہ جسم کو مس کیا جسکی تطہیر وضو یا غسل سے بالفعل لازم تھی یا ظاہر بدن پر اوس کا استعمال خود کار ثواب تھا اور استعمال کرنیوالے نے اپنے بدن پر اوسی امر ثواب کی نیت سے استعمال کیا اور یوں اسقاط واجب تطہیر یا اقامت قربت کر کے عضو سے جدا ہوا اگرچہ ہنوز کسی جگہ مستقر نہ ہوا بلکہ روانی میں ہے اور بعض نے زوال حرکت وحصول استقرار کی بھی شرط لگائی یہ بعونہ تعالٰی دونوں مذہب پر حد جامع مانع ہے کہ ان سطروں کے سوا کہیں نہ ملیگی اب فوائد قیود سُنیے (۱) آب کثیر یعنی دَہ دردَہ یا جاری پانی میں محدث وضو یا جنب غسل کرے یا کوئی نجاست ہی دھوئی جائے تو پانی نہ نجس ہوگا نہ مستعمل لہٰذا قلیل کی قید ضرور ہے (۲) فــ۲ محدث نے تمام یا بعض اعضائے وضو دھوئے اگرچہ بے نیت وضو محض ٹھنڈ یا میل وغیرہ جدا کرنے کے لیے یا اوس نے اصلاً کوئی فعل نہ کیا نہ اوس کا قصد تھا بلکہ کسی دوسرے نے اوسپر پانی ڈالدیا جو اوسکے کسی ایسے عضو پر گزرا جس کا وضو یا غسل میں پاک کرنا ہنوز اوسپر فرض تھا مثلاً محدث کے ہاتھ یا جنب کی پیٹھ پر تو ان سب صورتوں میں شکل اول کے سبب پانی مستعمل ہو گیا کہ اس نے محل نجاست حکمیہ سے مس کر کے اوتنے ٹکڑے کی تطہیر واجب کو ذمہ مکلف سے ساقط کر دیا اگرچہ پچھلی صورتوں میں ہنوز حکم تطہیر دیگر اعضا میں باقی ہے اور پہلی میں نے تو یعنی جبکہ تمام اعضا دھولیے فرض تطہیر پورا ہی ذمہ سے اوتر گیا تنبیہ فــ۳ پانی کی گولی یا بڑے مٹکے کے سوا کہیں نہیں وہ برتن جھکانے کے قابل نہیں چھوٹا برتن مثلاً کٹورا ایک ہی پاس تھا وہ اوسی برتن میں گر کر ڈوب گیا کوئی بچہ یا باوضو آدمی ایسا نہیں جس سے کٹورا نکلوائے اب بمجبوری محدث خود ہی ہاتھ ڈالکر نکالیگا یا چھوٹا برتن سرے سے ہے ہی نہیں تو ناچار چُلّو لے کر ہاتھ دھوئیگا ان دونوں صورتوں میں بھی اگرچہ شکل اول یعنی اسقاط واجب تطہیر پائی گئی مگر یہ ضرورۃً معاف رکھی گئی ہیں بے ضرورت ایسا کریگا تو پانی کل یا بعض بالاتفاق مستعمل ہوجائیگا اگرچہ ایک قول پر قابل وضو رہے۔ بیان فـ۴ اوس کا یہ ہے کہ محدث یعنی بے وضو یا حاجت غسل والے کا وہ عضو جسپر سے ہنوز حکم تطہیر ساقط نہ ہوا اگرچہ کتنا ہی کم ہو مثلاً پورا یا ناخن اگر قلیل پانی سے مس کرے تو ہمارے علما کو اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ سارا پانی مستعمل ہو جاتا ہے اور قابل وضو وغسل نہیں رہتا اور بعض کے نزدیک صرف اوتنا مستعمل ہوا جسقدر اوس

https://www.facebook.com/darahlesunnat

پارۂ بدن سے ملا باقی آس پاس کا پانی جو اوس عضو کی محاذات میں ہو اور اوس سے مس نہ ہوا مستعل نہ ہوا یونہیں وہ تمام پانی کہ صرف عضو کے پہنچنے کی جگہ سے نیچے ہو اوسپر بھی حکم استعمال نہ آیا۔ اس قول پر مٹکے یا گگری میں کہنی تک ہاتھ ڈالنے سے بھی پانی قابل طہارت رہیگا کہ ظاہر ہو کہ جو پانی ہاتھ کے آس پاس اور اوس سے نیچے رہا وہ اوس حصے سے بہت زائد ہو جس نے ہاتھ سے مس کیا اور جب غیر مستعمل پانی مستعمل سے زائد ہو تو پانی قابل وضو و غسل رہتا ہو مثلاً لگن میں وضو کیا اور وہ پانی ایک گھڑے بھر آب غیر مستعمل میں ڈال دیا تو یہ مجموع قابل وضو ہو کہ مستعمل نامستعمل سے کم ہو اسی پر قیاس کر کے ان بعض نے ہاتھ ڈالنے کا حکم رکھا کہ مستعمل تو اوتنا ہی ہوا جتنا ہاتھ کو لگا باقی کہ الگ ہا اوسپر غالب ہو اور فریق اول نے فرمایا کہ پانی ایک متصل جسم ہو اوسکے بعض سے ملنا کل سے ملنا ہو لہذا ناخن کی نوک یا پورے کا کنارہ لگ جانے سے بھی کل مٹکا مستعمل ہو جائیگا۔ یہ دو قول ہیں اور فریق اول ہی کا قول احتیاط ہو بہرحال تنے میں فریقین متفق ہیں کہ بے ضرورت چُلّو لینے یا ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل ہو جائیگا اگرچہ بعض تو ہماری تعریف اس قول پر بھی ہر طرح جامع مانع ہی (۴) باوضو آدمی نے بہ نیت ثواب دوبارہ وضو کیا (۴) سمجھ وال نابالغ نے وضو بقصد وضو کیا (۵) حائض و نفسا کو جبتک حیض و نفاس باقی ہی وضو و غسل کا حکم نہیں مگر اونہیں مستحب ہو کہ نماز پنجگانہ کے وقت اور اشراق و چاشت و تہجد کی عادت رکھتی ہوتو ان وقتوں میں بھی وضو کر کے کچھ دیر یاد الٰہی کر لیا کرے کہ عبادت کی عادت باقی رہے۔ اونھوں نے یہ وضو کیا (۶) پاک آدمی نے ادائے سنت کو جیسے یا عیدین یا عرفے یا احرام یا اور اوقات مسنونہ کا غسل یا میت کو غسل دینے کا وضو یا غسل کیا (۷) باوضو نے کھانا کھانے کو یا کھانا کھا کر بہ نیت ادائے سنت ہاتھ دھوئے یا کلی کی (۸) وضوئے فرض یا نفل میں جو پانی کلی یا ناک میں پہنچانے میں صرف ہوا (۹) کچھ اعضا دھو لیے تھے خشک ہو گئے سنت موالات کی نیت سے اونہیں پھر دھویا ان سب صورتوں میں شکل دوم کے سبب مستعمل ہو جائیگا کہ اگرچہ اسقاط واجب نہ کیا اقامت قربت کی نیت کو نہلا کر غسل کرنا بھی مستحب ہی کما فی الدر وغیرہ (۱۰) میت کے بارے میں علما مختلف ہیں جمہور کے نزدیک موت نجاست حقیقیہ ہو اس تقدیر پر تو وہ پانی کہ غسل میت میں صرف ہو ماءِ مستعمل نہیں بلکہ ناپاک ہو اور بعض کے نزدیک نجاست حکمیہ ہو بحر الرائق وغیرہ میں اسی کو اصح کہا اس تقدیر پر وہ پانی بھی ماءِ مستعمل ہو اور ہماری تعریف کی شق اول میں داخل کہ اوس نے بھی اسقاط واجب کیا اقول لہذا ہم نے انسان کا پارۂ جسم کہا نہ مکلف کا کہ میت مکلف نہیں اور تطہیر لازم تھی نہ یہ کہ اوسکے ذمے پر لازم تھی کہ یہ تطہیر میت کے ذمے پر نہیں احیا پر لازم ہی (۱۱) یونہیں غسل میت کا دوسرا اور تیسرا پانی بھی آب مستعمل ہوگا کہ اگرچہ پہلے پانی سے اسقاط واجب ہو گیا مگر غسل میت میں تثلیث بھی قربت مطلوبہ فی الشرع ہو اقول ولہذا ہم نے شق دوم میں بھی بدن انسان مطلق رکھا (۱۲) وضو علی الوضو کی نیت سے دوسرے کو کہا مجھے وضو کرا دے اوس نے بے نیت ثواب اسکے اعضائے وضو دھو دیے پانی مستعمل ہو گیا کہ جب اسکے امر سے ہو اور اسکی نیت قربت کی ہی تو وہ اسی کا استعمال قرار پائیگا الا تری انہ لو فعل ذلک محدث لدی فقد اتی بالمامور بہ مع انہ امر فاغسلوا وامسحوا لا انما کان علیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

(۱۳) باوضو آدمی نے اعضا ٹھنڈے کرنے یا میل دھونے کو وضو بے نیت وضو علی الوضو کیا پانی مستعمل نہ ہوگا کہ اب نہ اسقاط واجب ہے نہ اقامت قربت (۱۴) معلوم تھا کہ عضو تین بار دھوچکا ہوں اور ہنوز پانی خشک بھی نہ ہوا تھا بلا وجہ چوتھی بار اور ڈالا یہ بھی قربت نہیں بلکہ خلاف ادب ہے (۱۵) ہاں اگر شک ہو کہ دو بار دھویا یا تین بار یوں تیقن تثلیث کے لیے پانی پھر ڈالا تو مستعمل ہو جائیگا اگرچہ واقع میں چوتھی بار ہو (۱۶) جسے حاجت غسل نہیں اوس نے اعضائے وضو کے سوا مثلاً پیٹھ یا ران دھوئی (۱۷) باوضو نے کھانا کھانے کو یا کھانے سے بعد یا ویسے ہی ہاتھ مونہ صاف کرنے کو ہاتھ دھوئے کلّی کی اور ادائے سنت کی نیت نہ تھی مستعمل نہ ہوگا کہ حدث و قربت نہیں (۱۸) باوضو نے صرف کسی کو وضو سکھانے کی نیت سے وضو کیا مستعمل نہ ہوا کہ تعلیم وضو اگرچہ قربت ہے مگر وضو سکھانے کو وضو کرنا فی نفسہ قربت نہیں سکھانا قربت ہے اور وہ زبان سے بھی ممکن ولہذا ہمنے قید لگائی کہ وہ استعمال خود کارِ ثواب تھا یعنی فعل فی نفسہ مطلوب فی الشرع ولو مقصود الغیرہ کالوضوء (۱۹) کوئی پاک کپڑا وغیرہ دھویا (۲۰ و ۲۱) کسی جانور یا نابالغ بچے کو نہلایا اور اونکے بدن پر نجاست نہ تھی اگرچہ وہ جانور غیر ماکول اللحم ہو جیسے بلّی یا چوہا حتی کہ مذہب راجح میں کتّا بھی جبکہ پانی اونکے لعاب سے جدا رہا اگرچہ یہ نہلانا اونکے دفع مرض یا شدت گرما میں ٹھنڈ پہنچانے کو بہ نیت ثواب ہو مستعمل نہ ہوگا اقول کپڑا برتن جانور اور اونکے امثال تو بدن انسان کی قید سے خارج ہوئے اور نابالغ کو نہلانا مثل وضوئے تعلیم خود قربت نہیں کہ بچوں کے نہلانے کا کوئی خاص حکم شرع میں نہ آیا ہاں اونھیں بلکہ ہر مسلمان و جاندار کو نفع و آرام پہنچانے کی ترغیب ہے یہ امور عادیہ اوس حکم کی نیت سے کلیہ محمودہ کے نیچے آکر قربت ہو سکتے ہیں مگر موجب استعمال وہی فعل ہے جو بذات خود قربت مطلوب شرع ہو (۲۲) حائض و نفسا نے قبل انقطاع دم بے نیت قربت غسل کیا پانی مستعمل نہ ہوگا کہ اس نے اگرچہ انسان کے جسم کو مس کیا جسکی تطہیر غسل سے واجب ہوگی مگر ابھی لازم نہیں بعد انقطاع لزوم ہوگا اقول لہذا ہمنے بالفعل کی قید لگائی (۲۳) ناسمجھ بچے نے وضو کیا جس طرح دو تین سال کے اطفال ماں باپ کو دیکھکر بطور نقل و حکایت افعال وضو و نماز کرنے لگتے ہیں پانی مستعمل نہ ہوگا کہ نہ قربت نہ حدث (۲۴) وضو کرنے میں پانی جبتک اوسی عضو پر بہ رہا ہے حکم استعمال نہ دیا جائیگا ورنہ وضو محال ہو جائے بلکہ جب اوس عضو سے جدا ہوگا اوسوقت مستعمل کہا جائیگا اگرچہ ہنوز کہیں مستقر نہ ہوا ہو مثلاً مونہ دھونے میں کلائی پر پانی لیا اور وہی پانی کہ مونہ سے جدا ہو کر آیا کلائی پر بہالیا جمہور کے نزدیک کافی نہ ہوگا کہ مونہ سے منفصل ہوتے ہی حکم استعمال ہو گیا ہاں جن بعض کے یہاں استقرار شرط ہے اونکے نزدیک کافی ہے کہ ابھی مستعمل نہ ہوا اور غسل میں سارا بدن عضو واحد ہے تو سر کا پانی کہ پاؤں تک بہتا جائے جس جس جگہ گزرا سب کو پاک کرتا جائیگا (۲۵) اقول نجاست میں حکمیہ کی تقیید کا فائدہ ظاہر ہے کہ جو پانی نجاست حقیقیہ کے ازالہ میں صرف ہو ہمارے نزدیک مطلقاً ناپاک ہو جائیگا نہ کہ مستعمل (۲۶) اقول ہمنے پانی کو مطلق رکھا اور خود رفع نجاست حکمیہ و اقامت قربت کی تصریح ہے کہ [illegible]ئے مذکورہ سے واضح کہ پانی سے ماسوائے مطلق مراد ہے تو شوربے یا دودھ کی لسی یا نبیذ تمر سے اگر وضو کرے وہ مستعمل

نہ ہونگے کہ اونسے وضو ہی نہ ہوگا تو مستعمل کیا ہون (۲۷) خود نفس جنس یعنی پانی نے دودھ سرکہ گلاب کیوڑے وغیرہا کو خارج کردیا کہ انسے وضو کرے تو مستعمل نہ ہونگے اگرچہ بے وضو ہو اگرچہ جنب ہو اگرچہ نیت قربت کرے کہ غیر آب ف۱ نجاست حکمیہ سے اصلا تطہیر نہین کرسکتا تنبیہ اگر کہیے ۲۶، ۲۷ کا ثمرہ کیا ہے کہ مستعمل ہونے سے ہمارے نزدیک شی نجس نہین ہوجاتی صرف نجاست حکمیہ دُور کرنے کے قابل نہین رہتی یہ قابلیت ان اشیا مین پہلے بھی نہ تھی تو انکو مستعمل نہ ماننے کا فائدہ کیا ہوا اقول اولا تو یہی فائدہ بہت تھا کہ مستعمل نہ ہونے سے انکی طہارت متفق علیہ رہیگی کہ مستعمل کی طہارت مین ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے اگرچہ صحیح طہارت ہے ثانیا ف۲ مستعمل اگرچہ طاہر ہے مگر قذر ہے مسجد مین اوسکا ڈالنا ناجائز ہے ان اشیا کو مستعمل نہ بتانے سے یہ معلوم ہوا کہ مثلا جس ف۳ گلاب سے کسی نے وضو کیا اوسے مسجد مین چھڑک سکتے ہین کہ وہ مستعمل نہ ہوا بالجملہ یہ وہ نفیس وجلیل جامع ومانع وشافی ونافع تعریف ماء مستعمل ہے کہ بفضل الٰہی خدمت کلمات علمائے کرام سے اس فقیر پر القا ہوئی وللہ الحمد بسہولت حفظ کے لیے فقیر اوسے نظم کرتا اور برادران دینی سے دعائے عفو وعافیت کی طمع رکھتا ہے ؎

ملائے مستعمل کہ طاہر نامطہر وصف اوست	جامع ومانع حد او از رضا دو حرف شد	مطلقے کو واجب شستن زحدثے کاستہ یا
بر بشر در قربت مطلوبہ عیناً صرف شد	راکدے ف۴ کانیسان جدا شد از بدن مستعمل ست	لیک نزد بعض چون قائم بجا یا ظرف شد

دو شعر اخیر مین وہ تمام تفاصیل آگئین جو یہانتک مذکور ہوئین اور یہ بھی کہ راجح قول اول ہے یعنی بدن سے جدا ہوتے ہی مستعمل کا حکم دیاجائیگا کسی جگہ مستقر ہونا شرط نہین۔ اب عبارات علما اور بعض مسائل مذکورہ مین اپنی تحقیق مفرد ذکر کرین وباللہ التوفیق تنویر الابصار ودرمختار وردالمحتار مین ہے لا یجوز بماء استعمل لاجل قربۃ ای ثواب ولو من ممیز (اذا توضأ یرید به التطهیر کما فی الخانیة وظاهرہ انه لو لم یرد به ذلك لم یصر مستعملا) او حائض لعادۃ عبادۃ (قال فی النهر قالوا بوضوء الحائض یصیر مستعملا لانه یستحب لها الوضوء لکل فریضة وان تجلس فی مصلاها قدرها کیلا تنسی عادتها وینبغی ان لو توضأت لتهجد عادی او صلاۃ ضحی ان یصیر مستعملا اھ واقرہ الرملی وغیرہ ووجهه ظاهر فلذا جزم به الشارح فاطلق العبادۃ تبعا للجامع الفتاوی) او غسل میت (وکون غسالته مستعملة هو الاصح بحر اقول قول العامة واعتمدہ البدائع ان نجاسة المیت نجاسة خبث لانه حیوان دموی ویجوز عطفه علی ممیز ای ولو من اجل غسل میت لانه یندب الوضوء من غسل المیت) او ید لاکل او منه بنیة السنة (قید به فی البحر اخذا من قول المحیط لانه اقام به قربة لانه سنة اھ فی النهر وعلیه ینبغی اشتراطه فی کل سنة کغسل فم وانف اھ قال الرملی ولا تردد فیه حتی لو لم یکن جنبا وقصد بغسل الفم والانف مجرد التنظیف لا لاقامة القربة لا یصیر مستعملا) او لرفع حدث کوضوء محدث ولو للتبرد فلو توضأ متوضئ لتبرد او تعلیم او لطین بیدہ لم یصر مستعملا اتفاقا (اورد ان تعلیم الوضوء قربة واجاب البحر وتبعه النهر وغیرہ ان التوضی نفسه لیس قربة بل التعلیم وهو خارج عنه ولذا یحصل بالقول) کزیادۃ علی الثلث بلا نیة

ف۱ مسئلہ: آب مطلق کے سوا دودھ گلاب کیوڑے وغیرہ کسی چیز سے وضو وغسل نہیں ہوسکتا

ف۲ مسئلہ

ف۳ فائدہ جلیلہ مسائل: وضو یا غسل کا پانی مسجد میں ڈالنا حرام ہے اور گلاب سے وضو کیا ہو تو وہ گلاب مسجد میں چھڑک سکتے ہیں

ف۴ یعنی آب مستعمل کہ جدا شد

قربۃ (ان اراد الزیادۃ علی الوضوء الاول وفیہ اختلاف المشایخ اما لو اراد بھا ابتداء الوضوء صار مستعملا بدائع ای اذا کان بعد الفراغ من الوضوء الاول والا لکان بدعۃ کما مر فلا یصیر مستعملا وھذا ایضا اذا اختلف المجلس والا فلا لانہ مکروہ بحر لکن قدمنا ان المکروہ تکرارہ فی مجلس مرارا) وکغسل نحو فخذ (مما لیس من اعضاء الوضوء وھو محدث لاجنب) او ثوب طاھر (ونحوہ من الجامدات کقدور وثمار قھستانی) او دابۃ توکل (بحر عن المبتغی قال سیدی عبد الغنی وغیرھا کذلک لانھا لا تنجس الماء ولا تسلب طھوریتہ کحمار وفارۃ وسباع بھائم لم یصل الماء الی فمھا اھ وذکر الرحمتی نحوہ) او لاسقاط فرض بان یغسل بعض اعضائہ (التی یجب غسلھا احترازا عن غسل المحدث نحو الفخذ) او یدخل یدہ او رجلہ فی حب لغیر اغتراف ونحوہ (بل لتبرد او غسل یدہ من طین او عجین فلو قصد الاغتراف ونحوہ کاستخراج کوز لم یصر مستعملا للضرورۃ) فانہ یصیر مستعملا اذا انفصل عن عضو وان لم یستقر فی شیئ علی المذھب وقیل اذا استقر (فی مکان من ارض او کف او ثوب ویسکن عن التحرک وھذا قول طائفۃ من مشایخ بلخ واختارہ فخر الاسلام وغیرہ وفی الخلاصۃ وغیرھا انہ المختار الا ان العامۃ علی الاول وھو الاصح واثر الخلاف یظھر فیما لو انفصل فسقط علی انسان فاجراہ علیہ صح علی الثانی لا الاول نھر وقدمنا ان اعضاء الغسل کعضو واحد فلو انفصل منہ فسقط علی عضو اٰخر من اعضاء الغسل فاجراہ علیہ صح علی القولین اھ ملتقطا وفی الھندیۃ عن التتارخانیۃ لو توضأ بالخل او ماء الورد لا یصیر مستعملا عند الکل اھ **تنبیہ**[ف۱] قال فی المنیۃ بعد ما عرف المستعمل بماء ازیل بہ حدث او استعمل فی البدن علی وجہ القربۃ ما نصہ امرأۃ غسلت القدر او القصاع لا یصیر الماء مستعملا اھ **اقول**[ف۲] وھو کما تری مطلق یشمل ما اذا نوت بہ اقامۃ سنۃ لا جرم ان قال فی الغنیۃ قولہ فی البدن احترازعما اذا استعمل فی غیرہ من ثوب ونحوہ بنیۃ القربۃ فانہ لا یصیر مستعملا ویتفرع علی ما ذکرنا امرأۃ غسلت القدر او القصاع الخ لکن قال فی الحلیۃ اما القدر والقصاع ونحوھما من الاعیان الطاھرات کالبقول والثمار والثیاب والاحجار فلان الجمادات لا یلحقھا حکم العبادۃ اما لو نوت بذلک قربۃ بان غسلتھما من الطعام بقصد اقامۃ السنۃ کان ذلک الماء مستعملا اھ **اقول اولا**[ف۳] فیہ بعد ولم یعزہ لاحد وقد قید فی مختصر القدوری والھدایۃ والمنیۃ وغیرھا الاستعمال لقربۃ بکونہ فی البدن واقر علیہ ھذا المحقق ومفاھیم الکتب حجۃ ولذا جعلہ فی الغنیۃ احترازا ومثلہ فی الجوھرۃ النیرۃ حیث قال قولہ فی البدن قید بہ لانہ ما کان من غسالۃ الجمادات کالقدور والقصاع والجارۃ لا یکون مستعملا الخ **وثانیا**[ف۴] تراھم عن اٰخرھم یرسلون مسائل الاستعمال فی غیر بدن الانسان ارسالا غیر جانحین الی تقییدھا بعدم نیۃ القربۃ کمسألۃ غسل الدابۃ المذکورۃ فی المبتغی والفتح والبحر والدر والتتارخانیۃ وغیرھا ومسألۃ الثوب ومسألۃ الاحجار ومسألۃ الثمار ومسألۃ القدور والقصاع ھذہ وغیرھا فاطباقھم علی الاطلاق مما یؤذن باتفاقھم علی تقییدھا

ف۱: مسئلہ ...

ف۲: تطفل ... علی الحلیۃ

ف۳: تطفل علی المعترض

ف۴: باوضو نے ... کے لیے ہاتھ یا ... دھویا پانی مستعمل ہوگا اگرچہ انفصال قربت سے ہو

ببدن الانسان فان کل ذلک یحتمل نیة القربة کغسل ثوب ابویه من الوسخ والثمار من الغبار لاکلهما واحجار فرش المسجد للتنظیف الی غیر ذلك فما من مباح الا ویمکن جعله قربة بنیة محمودة کما لایخفی علی عالم علم النیات وثالثا[ف۱] هذا التقیید هو القضیة للدلیل الذی جعل به اقامة القربة مغیر الماء عن وصف الطهوریة اعنی حمله الاٰثام من البدن المستعمل فیه[ف۲] فی الهدایة قال محمد رحمه الله تعالی لایصیر مستعملا الا باقامة القربة لان الاستعمال بانتقال نجاسة الاٰثام الیه وانها تزول بالقرب وابو یوسف رحمه الله تعالی یقول اسقاط الفرض مؤثر ایضا فیثبت الفساد بالامرین اھ وفی العنایة التغیر عندهما (ای تغیر الماء وتدنسه عند الشیخین رضی الله تعالی عنهما) انما یکون بزوال نجاسة حکمیة عن المحل وانتقالها الی الماء وقد انتقلت الی الماء فی الحالین (ای حال اقامة القربة وحال اسقاط الواجب) کما تقدم من اعتبارها بالنجاسة الحقیقیة فیثبت فساد الماء بالامرین جمیعا اھ موضحا ومثله فی البحر عن المحیط حیث قال تغیر الماء عند محمد باعتبار اقامة القربة به وعندهما باعتبار انه تحول الیه نجاسة حکمیة وفی الحالین تحول الی الماء نجاسة حکمیة فاوجب تغیره اھ وفی التبیین سببه اقامة القربة او ازالة الحدث به عند ابی حنیفة وابی یوسف وعند محمد رضی الله تعالی عنهم اقامة القربة لاغیر والاول اصح لان الاستعمال بانتقال نجاسة الحدث او نجاسة الاٰثام الیه اھ وقال فی الکافی فی سؤر الکلب نجس لقوله صلی الله تعالی علیه وسلم یغسل الاناء من ولوغ الکلب ثلثا لایقال جاز ان یؤمر بالغسل تعبدا کما امر المحدث بالوضوء لان الغسل تعبدا لم یشرع الا فی طهارة الصلاة فانه یقع لله تعالی عبادة والجمادات لایلحقها حکم العبادات لانها باعتبار نجاسة الاٰثام والجمادات لیست باهل لها لایقال[ف۳] الحجر الذی استعمل فی رمی الجمار یغسل ویرمی ثانیا لاقامة القربة به لان الحجر آلة الرمی وقد تتغیر الاٰلة بنقل نجاسة الاٰثام الیها کمال الزکوة والماء المستعمل اھ باختصار **اقول** وبمباحثنا هذه ظهر ولله الحمد ان مطلق الوقایة والنقایة والکنز والغرر والاصلاح والملتقی والتنویر محمول علی مقید الکتاب والهدایة للنیة ومما یؤیده ان اطباقهم علی اشتراط الانفصال عن العضو للحکم بالاستعمال وانما وقع[ف۴] المقال فی اشتراط القرار بعد الانفصال فشرطه بعض المشایخ وبه جزم فی الکنز مخالفا للکافی واختاره الامام فخر الاسلام وغیره فی شروح الجامع الصغیر وهو مذهب الامام ابی حفص الکبیر والامام ظهیر الدین المرغینانی وقال فی الخلاصة هو المختار ورجحه الاتقانی فی غایة البیان زاعما ان فی عدم اشتراطه حرجا کما بینه مع جوابه فی البحر والمذهب عندنا ان حکم الاستعمال بمجرد الانفصال وصححه فی الهدایة وکثیر من الکتب واعتمده فی الکافی وضعف خلافه وعلیه المحققون کما فی الفتح والعامة کما فی البحر بل فی المحیطات القائل باشتراط الاستقرار الامام سفین الثوری رحمه الله تعالی دون اهل المذهب وقد تکفل فی الفتح والبحر برد ما تعلقوا به واشار الیه فی الدرر وبالجملة المذکور فی کلام الفریقین هو الانفصال عن العضو المؤذن بان للماء استعماله فی البدن لاغیر والله تعالی اعلم ورابعا[ف۵]

[ف۱]: تطفل ۳ ثالث علیہما

[ف۲]: مسئلہ جس پانی سے قربت مطہرہ شرعیہ کی اقامت کی جائے وہ انسان کے گناہ دھوتا ہے گناہوں کی نجاست حکمیہ اس کی طرف منتقل ہوتی ہے لہذا مستعمل ہو جاتا ہے۔

[ف۳]: مسئلہ حج میں جو کنکریاں ماری جاتی ہیں وہ بھی گناہ دھوتی ہیں اور اس نجاست حکمیہ سے ملوث ہو جاتی ہیں۔

[ف۴]: مسئلہ محقق مذہب یہ ہے کہ پانی عضو سے جدا ہوتے ہی مستعمل ہو جائے گا۔

[ف۵]: تطفل ۵ رابع علیہما

محل نظر كون غسل الاوانى بالماء لمجرد اثر الطعام قربة مطلوبة بعينها بل المطلوب هو التنظيف وربما يحصل بلحس وبخرقة وبغير ماء مطلق والاول اقرب الى التواضع والتأدب بأداب السنة فاخرج الامام مسلم فى صحيحه عن جابر رضى الله تعالى عنه ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم امر بلعق الاصابع والصحفة وقال انكم لا تدرون فى ايه البركة وله كاحمد وابى داود والترمذى والنسائى عن انس رضى الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم امرنا ان نسلت القصعة قال فانكم لا تدرون فى اى طعامكم البركة وللامام احمد والترمذى وابن ماجة عن نبيشة الخير الهذلى رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من اكل فى قصعة ثم لحسها استغفرت له القصعة زاد الامام الحكيم الترمذى عن انس رضى الله تعالى عنه وصلت عليه وزاد الديلمى عنه فتقول اللهم اعتقه من النار كما اعتقنى من الشيطان وللحاكم وابن حبان فى صحيحيهما والبيهقى فى الشعب عن جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنهما فى حديث يرفعه الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يرفع القصعة حتى يلعقها او يلعقها فان فى اخر الطعام البركة وللحسن بن سفين عن رائطة عن ابيها رضى الله تعالى عنها عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم لأن العق القصعة احب الى من ان اتصدق بمثلها طعاما وللطبرانى فى الكبير عن العرباض بن سارية رضى الله تعالى عنه عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم من لعق الصحفة ولعق اصابعه اشبعه الله تعالى فى الدنيا والاخرة وخصوص الغسل بالماء من الامور العادية الشائعة بين المؤمنين والكفار فاذن سنة التنظيف اى التنظيف لانه سنة ادخله بنيته تحت عام محمود فكان كمتوضئ توضأ للتعليم **ثم اقول** تحقيق المقام على ما علمنى الملك العلام ان ليس كل ما جعل قربة مغيرا للماء عن الطهورية بل يجب ان يكون الفعل المخصوص الذى يحصل بالماء اولا وبالذات قربة مطلوبة فى الشرع بخصوصه ومرجعه الى ان تكون القربة المطلوبة عينا لا تقوم الا بالماء اذ لو جاز ان تحصل بدونه لكان لتحققها موارد منها ما يحصل بالماء ومنها غيره فما يحصل بالماء اولا وبالذات لا يكون مطلوبا بعينه بل لحصول المطلوب بعينه فيتحصل ان يكون نفس انفاق الماء فى ذلك الفعل مطلوبا فى الشرع عينا اذ المطلوب عينا لما لم يحصل الا به كان ايضا مطلوبا عينا كالمضمضة والاستنشاق فى الوضوء والتثليث فيه وفى الغسل ولو للميت **ولعلك** تظن ان هذه فائدة لم تعرف الا من قبل العلامة صاحب البحر وتبعه عليه اخوه فى النهر **اقول** كلا بل المسألة اعنى وضوء المتوضئ للتعليم منصوص عليها فى المبتغى والفتح وغيرهما من كتب المذهب وقد نص فى الدر انها متفق عليها ولا شك انها صريحة فى تلك الافادة فان التعليم قربة مطلوبة قطعا وقد نواه بهذا التوضى وهو فى هذا الخصوص ايضا متبع للسنة الماضية ان البيان بالفعل اقوى من البيان بالقول ومع ذلك اجمعوا انه لا يصير مستعملا فكان اجماعا ان ليس كل قربة تغير الماء بل التى لا تقوم الا بالماء اذ لا فارق فى التوضى بنية التعليم وبنية الوضوء على الوضوء

الا هذا انہ لا بد ان تکون التی تتوقف علی الماء قربۃ مطلوبۃ بعینھا والا لعاد الفرق ضائعا اذ لا شک ان الوضوء للتعلیم یحصل لقربۃ مطلوبۃ شرعا فیکون قربۃ وھو لا یقوم الا بالماء لکن الشرع لم یطلبہ عینا انما طلب التعلیم وھو لا یتوقف علی انفاق الماء فاستقر عرش التحقیق علی ما افاد البحر وظھر ان الصواب فی فرع القدر والقصاع مع الغنیۃ فلذا عولنا علیہ **اقول** ومما یؤیدہ اطلاقھم قاطبۃ مسألۃ التوضی والاغتسال للتبرد مع ان التبرد ربما یکون لجمع الخاطر للعبادۃ والتقوی علی مطالعۃ کتب العلم وھو لا شک اذن من القرب فکل مباح فعلہ العبد المؤمن بنیۃ خیر خیر غیر انہ لم یطلب عینا فی الشرع وان ساغ ان یصیر وسیلۃ الی مطلوب **واعظم منہ** مسألۃ الاغتسال لازالۃ الدرن فھو مطلوب عینا فی الشرع فانما بنی الدین علی النظافۃ وقد کانت ھذہ حکمۃ الامر بالاغتسال یوم الجمعۃ کما افصحت بہ الاحادیث بید ان ازالۃ الوسخ لا یتوقف علی الماء فلم یکن مما طلب فیہ الشرع انفاق الماء عینا بخلاف غسل الجمعۃ والعیدین وعرفۃ والاحرام فان من اغتسل فیھا بماء تمر او نبیذ تمر مثلا لم یکن اٰتیا بالسنۃ قطعا وان زال بہ الوسخ والدرن وذلک ان الحکم یکون لحکمۃ ولکن العباد مامورون باتباع الحکم دون الحکمۃ کما قد عرف فی موضعہ وھنا لک تم الرد علی مسألۃ القصعۃ والقدر وتبین وللہ الحمد ان المراد بالقربۃ ھھنا ھی المتعلقۃ بظاھر بدن الانسان مما ادار الشرع فیما اقامۃ نفس القربۃ المطلوبۃ ولو ندبا علی امساس الماء عینا ولو مسیھا بشرۃ بشر ولو میتا فزال الابھام واتضح المرام وظھرت فی الفروع کلھا الاحکام والحمد للہ ولی الانعام **والاٰن** عسی ان تقوم تقول اٰل الامر الی ان الماء انما یصیر مستعملا اذا انفق فیما کان انفاقہ فیہ مطلوبا فی الشرع عینا فما الفارق فیہ وفیما اذا انفق فی قربۃ مطلوبۃ شرعا من دون توقف علی الماء خصوصا کیف وانما المغیر تحول نجاسۃ حکمیۃ ومنھا نجاسۃ الاٰثام وھی تزول کلا او بعضا بکل قربۃ لعموم قولہ تعالٰی ان الحسنٰت یذھبن السیاٰت ذلک ذکرٰی للذاکرین ○ **اقول** نعم ولوجہ اللہ الحمد ابدا تزول الاٰثام باذن اللہ بکل قربۃ رحمۃ منہ جلت اٰلاؤہ بھذہ الامۃ المبارکۃ المرحومۃ دنیا واخرٰی بنبیھا الکریم الرؤف الرحیم المرسل رحمۃ والمبعوث نعمۃ افضل صلوات ربہ واجل تسلیماتہ وازکی برکاتہ وادوم تحیاتہ علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ وامتہ ابدا ولکن الزوال بقربۃ لا یوجب التحول الی اٰلتھا التی اقیمت بھا وما علمنا ذلک الا فی اٰلۃ عینھا الشرع کالمال فی الزکوٰۃ والماء فی الطھر لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الصدقات انما ھی اوساخ الناس رواہ احمد ومسلم عن عبد المطلب بن ربیعۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من توضأ فاحسن الوضوء خرجت خطایاہ من جسدہ حتی تخرج من تحت اظفارہ رواہ الشیخان عن امیر المؤمنین عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن فغسل وجھہ خرج من وجھہ کل خطیئۃ نظر الیھا بعینیہ مع الماء او مع اٰخر قطر الماء فاذا غسل یدیہ خرج من یدیہ کل خطیئۃ

کے لیے ہیں اور ستھرے ستھروں کے لیے ستھرے اور ستھریاں ان گندوں کی باتوں سے پاک ہیں والحمد للہ ۱۲

كان بطشتها يداه مع الماء او مع اٰخر قطر الماء فاذا غسل رجليه خرج كل خطيئة مشتها رجلاه مع الماء او مع اٰخر قطر الماء حتى يخرج نقيا من الذنوب رواه مسلم عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه والاحاديث كثير شهير فى هذا المعنى واصحاب المشاهدة الحقة اعاد الله علينا من بركاتهم فى الدنيا والاخرة يشاهدون ماء الوضوء يخرج من اعضاء الناس متلوثا بالاٰثام متلونا بالوانها البشعة وعن هذا حكم امام اهل الشهود ابوحنيفة رضى الله تعالى عنه ان الماء المستعمل نجاسة مغلظة لانه كان يراه متلطخا بتلك القاذورات فما كان يسعه الا الحكم بهذا وكيف يرد الانسان امرا يراه بالعيان قال الامام العارف بالله سيدى عبد الوهاب الشعرانى قدس سره الربانى وكان من كبار العلماء الشافعية فى ميزان الشريعة الكبرى سمعت سيدى عليا الخواص رضى الله تعالى عنه (وكان ايضا شافعيا كما سياتى) يقول مدارك الامام ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه دقيقة لا يكاد يطلع عليها الا اهل الكشف من اكابر الاولياء قال وكان الامام ابو حنيفة اذا رأى ماء الميضأة يعرف سائر الذنوب التى خرت فيه من كبائر وصغائر ومكروهات فلهذا جعل ماء الطهارة اذا تطهر به المكلف له ثلثة احوال احدها انه كالنجاسة المغلظة لاحتمال ان يكون المكلف ارتكب كبيرة الثانى كالنجاسة المتوسطة لاحتمال ان يكون ارتكب صغيرة الثالث طاهر غير مطهر لاحتمال ان يكون ارتكب مكروها وفهم جماعة من مقلديه ان هذه الثلثة اقوال فى حال واحد والحال انها فى احوال بحسب حصر الذنوب فى ثلثة اقسام كما ذكرنا اھ وفيه ايضا رضى الله عن الامام ابى حنيفة ورحم اصحابه حيث قسموا النجاسة الى مغلظة ومخففة لان المعاصى لا تخرج عن كونها كبائر او صغائر وسمعت سيدى عليا الخواص رحمه الله تعالى لو كشف للعبد لرأى الماء الذى يتطهر منه الناس فى غاية القذارة والنتن فكانت نفسه لا تطيب باستعماله كما لا تطيب باستعمال ماء قليل مات فيه كلب او هرة قلت له فاذن كان الامام ابوحنيفة وابو يوسف من اهل الكشف حيث قالا بنجاسة الماء المستعمل قال نعم كان ابوحنيفة وصاحبه من اعظم اهل الكشف فكان اذا رأى الماء الذى يتوضأ منه الناس يعرف اعيان تلك الخطايا التى خرت فى الماء ويميز غسالة الكبائر عن الصغائر والصغائر عن المكروهات والمكروهات عن خلاف الاولى كالامور المجسدة حسا على حد سواء قال وقد بلغنا انه دخل مطهرة جامع الكوفة فرأى شابا يتوضأ فنظر فى الماء المتقاطر منه فقال يا ولدى تب عن عقوق الوالدين فقال تبت الى الله عن ذلك ورأى غسالة شخص اٰخر فقال له يا اخى تب من الزنا فقال تبت ورأى غسالة اٰخر فقال تب من شرب الخمر وسماع اٰلات اللهو فقال تبت اھ وفيه ايضا رحم الله تعالى مقلدى الامام ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه حيث منعوا الطهارة من ماء المطاهر التى لم تستبحر لما يخر فيها من خطايا المتوضئين وامروا اتباعهم بالوضوء من الانهار او الاٰبار او البرك الكبيرة وكان سيدى على الخواص رحمه الله تعالى مع كونه شافعيا لا يتوضأ من مطاهر المساجد فى اكثر اوقاته ويقول ان ماء هذه المطاهر لا ينعش جسد

https://www.facebook.com/darahlesunnat

امثالنا لتقذرها بالخطايا التي خرت فيها وكان يميز بين غسالات الذنوب ويعرف غسالة الحرام من المكروه من خلاف الاولى ودخلت معه مرة ميضأة المدرسة الازهرية فاراد ان يستنجي من المغطس فنظر ورجع فقلت لم قال رأيت فيه غسالة ذنب كبير غيرته في هذا الوقت وكنت انا رأيت الذي دخل قبل الشيخ وخرج فلتبعته واخبرته الخبر فقال صدق الشيخ قد وقعت في زنا ثم جاء الى الشيخ وتاب هذا امر شاهدته من الشيخ اه كله ملتقطا وسقته ههنا الجميل فائدته وجليل عائدته وليس ما عينته انت الله لقربة في معنى ما عينه الشارع فلا يلحق اقول بل الدليل ناهض على عدم الالتحاق الا ترى ان ارواء الظمأن قربة مطلوبة قطعا وقد ورد فيه خصوصا انه محاء للذنوب اخرج الخطيب عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا كثرت ذنوبك فاسق الماء على الماء تتناثر كما يتناثر الورق من الشجر في الريح العاصف اھ فاذا استقيت له الماء من بئر او سكبت من اناء واعطيته اياه فقد اتممت به قربة فلو تحولت نجاسة الاثام اليه لصار نجسا حراما شربه عند الامام وقد زال بالاجماع مكروه الشرب فيعود الاحسان اساءة والقربة على نفسها بالنقض وهو باطل اجماعا فما ذلك الا لان الشرع انما طلب منك ان تهيئ له ما يرويه ولم يعين له الماء بخصوصه بحيث لا يجزئ غيره بل لو سقيته لبنا خالصا او ممزوجا بماء او ماء الورد او جلابا بثلج ولوزو ماء الكاذي وامثال ذلك لكان ازجى واجود واتممت القربة وازين والله يحب المحسنين. وقد اختتمت تشييد اركان ما نحونا اليه في مسألة القدور والقصاع هذا كله ما ظهر لي وارجو ان قد زهر الامر وزال القناع والحمد لله رب العلمين تنبيه عامة الكتب في بيان الشق الاول من الماء المستعمل على التعبير بما استعمل في رفع حدث وعليه المتون كالقدوري والهداية والوقاية والنقاية والاصلاح والكنز والغرر والملتقى واعترضهم المحقق على الاطلاق في الفتح بان الحدث لا يتجزء ثبوتا اھ اي على القول الصحيح المعتمد فما بقيت ذرة مما لحقه حكم الحدث بقي الحدث في كل ما كان لحقه حتى لو ان محدثا او جنبا تطهر وبقيت لمعة خفيفة في رجله مثلا لم يحل له مس المصحف بيده ولا بكمه ولا للجنب التلاوة كل ذلك على ما هو المختار للفتوى فهذا الماء لم يرفع الحدث ولو لم ينو لم تكن قربة الضائع انه مستعمل قطعا بفروع كثيرة منصوصة عن صاحب المذهب رضي الله تعالى عنه في ادخال المحدث بعض اعضائه في الماء لغير ضرورة الاغتراف على ما فصلت في الفتح والحلية والبحر وغيرها وللتفصي عن هذا اقر المحقق ان صيرورة الماء مستعملا باحد ثلث رفع الحدث والتقرب وسقوط الفرض عن العضو قال وعليه تجري فروع ادخال اليد والرجل الماء القليل لا لحاجة ولا تلازم بين سقوط الفرض وارتفاع الحدث فسقوط الفرض عن اليد مثلا يقتضي ان لا يجب اعادة غسلها مع بقية الاعضاء ويكون ارتفاع الحدث موقوفا على غسل الباقي وسقوط الفرض هو الاصل في الاستعمال لما عرف ان اصله مال الزكوة والثابت فيه ليس الا سقوط الفرض حيث جعل به دنسا شرعا على ما ذكرناه اھ وتبعه تلميذه المحقق

فی الحلیۃ ثم البحر فی البحر ثم تلمیذہ العلامۃ الغزی حتی جعلہ متنا واقرہ علیہ المدقق فی الدر واعتمدہ العارف باللہ سیدی عبدالغنی النابلسی فی شرح ہدیۃ ابن العماد وزعم العلامۃ ش ان ہذا السبب الثالث زادہ فی الفتح **اقول** ولیس کذا بل ہو منصوص علیہ من صاحب المذہب رضی اللہ تعالی عنہ ففی الفتح عن کتاب الحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ ان غمس جنب او غیر متوضئ یدیہ الی المرفقین او احدی رجلیہ فی اجانۃ لم یجز الوضوء منہ لانہ سقط فرضہ عنہ اھ وقدمنا عن الہدایۃ فی تعلیل قول ابی یوسف ای والامام رضی اللہ تعالی عنہما ان اسقاط الفرض مؤثر ایضا فیثبت الفساد بالامرین اھ نعم المزید من المحقق ہو تثلیث السبب ولیس بذاک فان سقوط الفرض اعم مطلقا من رفع الحدث ففیہ غنیۃ عنہ اما ما فی منحۃ الخالق انہ قد یرتفع الحدث ولا یسقط الفرض کوضوء الصبی العاقل لما مر من صیرورۃ مائہ مستعملا مع انہ لا فرض علیہ اھ **فاقول** لیس بشیئ فان حکم الحدث انما یلحق المکلف وقد نصوا ان مراھقا جامع او مراھقۃ جومعت انما یؤمر بالغسل تخلقا واعتیادا کما فی الخانیۃ والغنیۃ وغیرہما وفی الدر یؤمر بہ ابن عشر تادیبا فحیث لم یسقط الفرض لانعدام الافتراض لم یرتفع الحدث ایضا لانعدام الحکم بہ اما صیرورتہ مستعملا فلیس لرفعہ حدثا والا صار مستعملا من کل صبی ولو لم یعقل وہو خلاف المنصوص بل لکونہ قربۃ معتبرۃ اذا نواہا ولذا قیدوہ بالعاقل لان غیرہ لا نیۃ لہ والذی مر ان ارادبہ ما مر فی البحر فہو قولہ فی الخلاصۃ اذا توضأ الصبی فی طست ھل یصیر الماء مستعملا المختار انہ یصیر اذا کان عاقلا اھ فہذا التقیید یفید ما قلنا وقد قال فی الغنیۃ ان ادخل الصبی یدہ فی الماء وعلم ان لیس بہا نجس یجوز التوضؤ بہ وان شک فی طہارتہا یستحب ان لا یتوضأ بہ وان توضأ جاز ہذا اذا لم یتوضأ الصبی بہ فان توضأ بہ ناویا اختلف فیہ المتأخرون والمختار انہ یصیر مستعملا اذا کان عاقلا لانہ نوی قربۃ معتبرۃ اھ وان اراد بہ ما مر فی نفس المنحۃ قبیل ہذا بسطور فہو اصرح وابین حیث قال نقلا عن الخانیۃ الصبی العاقل اذا توضأ یرید بہ التطہیر ینبغی ان یصیر الماء مستعملا لانہ نوی قربۃ معتبرۃ اھ ثم افاد بنفسہ ان قولہ یرید بہ التطہیر یشیر الی انہ ان لم یرد بہ التطہیر لا یصیر مستعملا اھ ولکن بحسن من لا ینسی ثم قال فی المنحۃ بقی ھل بین سقوط الفرض والقربۃ تلازم ام لا الخ **اقول** مرادہ ھل القربۃ تلزم سقوط الفرض ام لا فان التلازم یکون من الجانبین ولا یتوہم عاقل ان سقوط الفرض یلزم القربۃ فان الاستنشاق فی الوضوء والمضمضۃ فیہ وللطعام ومنہ والوضوء علی الوضوء وامثالہا کل ذلک قرب ولا سقوط لفرض ولکن تسامح فی العبارۃ وظن انہ تبع فیہ الفتح والبحر حیث قالا لا تلازم بین سقوط الفرض وارتفاع الحدث قال فی المنحۃ المراد نفی التلازم من احد الجانبین وہو جانب سقوط الفرض الخ **اقول** لیس کذلک بل التلازم ہو اللزوم من الجانبین فسلبہ یصدق بانتفاء اللزوم من احد الجانبین وہو المراد للفاضلین العلامتین

ف ۱ معروضۃ علی العلامۃ ش

معروضۃ اخری علیہ

ف ۳ مسئلہ

ف ۴ معروضۃ ثالثۃ علیہ

ف ۵ مسئلہ

معروضۃ رابعۃ علیہ

ف ۶ تحقیق ان بین سقوط الفرض والقربۃ عموما

ف ۸ معروضۃ خامسۃ علیہ

ف ۹ معروضۃ سادسۃ علیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وتفسيرہ باللزوم من احد الجانبين مفسد للمعنی اذ بورود السلب علیه یکون الحاصل نفی اللزوم من کلا الجانبين وليس صحيحا ولا مرادا وعلی کل فهذا السؤال مما یهمنا النظر فیه اذ لو ظهر لزوم القربة لسقوط الفرض سقط سقوط الفرض ایضا کما ارتفع رفع الحدث ودار حکم الاستعمال علی القربة وحدها کما نسبوه الی الامام محمد وان کان التحقیق انهم یخالف شیخیه فی ذلك کما بینه فی الفتح والبحر فرأینا العلامة صاحب المنحة فاذا هو اجاب عما سأل فقال ان قلنا ان اسقاط الفرض لا ثواب فیه فلا وان قلنا فیه ثواب فنعم قال العلامة المحقق نوح افندی والذی یقتضیه النظر الصحیح ان الراجح هو الاول لان الثواب فی الوضوء المقصود وهو شرعا عبارة عن غسل الاعضاء الثلثة ومسح الراس فغسل عضو منها لیس بوضوء شرعی فکیف یثاب علیه اللّٰهم الا ان یقال انه یثاب علی غسل کل عضو منها ثوابا موقوفا علی الاتمام فان اتمه اثیب علی غسل کل عضو منها والا فلا ویدل علیه ما اخرجه مسلم عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن الی اخر الحدیث الذی قدمنا اھ **اقول اولا** لا معنی للزوم القربة سقوط الفرض وان قلنا بثبوت الثواب فی اسقاط الفرض اذ لا ثواب الا بالنیة وسقوط الفرض لا یتوقف علیها فالحوان بینهما عموم من وجه مطلقا ولو نظر رحمه اللّٰه تعالٰی الی الفرق ما بین تعبیریه بالسقوط والاسقاط لتنبه لان الثواب ان کان لم یکن الا بالقصد المدلول علیه بالاسقاط والسقوط لا یتوقف علیه **وثانیا** للعبد الضعیف کلام فی توقف الثواب فی الطهارة علی الاتمام بل الثواب منوط بنیة الامتثال کما قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی فمن جلس یتوضأ ممتثلا لامر ربه ثم عرض له فی اثنائه ما منعه عن اتمامه فکیف یقال لا یثاب علی ما فعل واللّٰه لا یضیع اجر المحسنین نعم من نوی من بدء الامر انه لا یأتی الا بالبعض فهذا الذی یرد علیه انه لم یقصد الوضوء الشرعی بل هو عابث بقصد ما لا یعتبر شرعا والعابث لا یثاب بخلاف من قدمنا وصفه ویتراءی لی ان مثل ذلك العابث من قصد الوضوء الشرعی واتی ببعض الاعمال ثم قطعه من دون عذر فان اللّٰه تعالٰی سمی القطع ابطالا اذ یقول عز من قائل ولا تبطلوا اعمالکم والباطل لا حکم له واللّٰه تعالٰی اعلم **وثالثا** محو الخطایا ان لم یکن ثوابا فلا ذکر له فی الحدیث اصلا وان کان فالحدیث حاکم بترتب ثواب کل فعل عند وقوعه ولا دلالة فیه علی توقف الاثابة الی ان یتم وبالجملة فلا اغناء لاحد من القربة والسقوط عن الاخر بخلاف الرفع والسقوط فلا وجه للتثلیث ثم رأیت العلامة ش اشار الی هذا فی رد المحتار حیث قال رفع الحدث لا یتحقق الا فی ضمن القربة او اسقاط الفرض او فی ضمنهما فیستغنی بهما عنه اھ **اقول** لم یظهر لی کیف یتحقق رفع الحدث فی ضمن القربة من دون سقوط الفرض حتی یصح هذا التثلیث الاخر الذی ذکرہ هذا العلامة

بل كلما رفع الحدث لزم منه سقوط الفرض كما اعترف به فی المنحة فآن جنح الى ما قدمنا عنه من مسألة وضوء الصبی العاقل أی اذا توضأ ناویا فقد تحقق رفع الحدث فی ضمن القربة من دون سقوط فرض **فاقول** اولا قد علمت بطلانه **وثانیا** ان سلم هذا یلزم ان یتحقق رفع الحدث من دون قربة ولا سقوط فرض اذا توضأ الصبی غیر ناو لان رفع الحدث لا یفتقر الی النیة والقربة لا توجد بدونها فحینئذ ینهدم اصل المرام ویعود التثلیث الذی ذكر المحقق فالصواب ما ذكرت ان رفع الحدث یلزمه سقوط الفرض ففیه غنیة عنه **ثم اقول** لو ان المحقق علی الاطلاق حانت منه التفاتة هنا الی كلام مشروحه الهدایة لما جنح الی تثلیث السبب ولظهر له الجواب ایضا عما اعترض به كلام العامة والمتون وذلك ان الامام صاحب الهدایة قدس سرہ عبر فی المسألة بما ازیل به حدث او استعمل قربة وقال فی الدلیل اسقاط الفرض مؤثر ایضا فیثبت الفساد بالامرین فافاد ان المراد بزوال الحدث هو سقوط الفرض وان مؤداهما هھنا واحد ولا شك ان سقوط الفرض عن عضو دون عضو بل عن بعض عضو دون بعضه الاخر ثابت متحقق وان لم یترتب علیه احكام ارتفاع الحدث وهو كما قدمت الاشارة الیه فی بیان الفروع یشمل ما اذا تطهر كاملا او غسل شیئا من اعضائه بل عضوه فلا تثلیث ولا اعتراض بعدم التجزی وتحقیقه ما افادہ فی المنحة نقلا عن العلامة نوح افندی فی حواشی الدرر نقلا عن الشیخ قاسم فی حواشی المجمع ان الحدث یقال بمعنیین المانعیة الشرعیة عما لا یحل بدون الطهارة وهذا لا یتجزی بلا خلاف عن ابی حنیفة وصاحبیه وبمعنی النجاسة الحكمیة وهذا یتجزء ثبوتا وارتفاعا بلا خلاف عند ابی حنیفة واصحابه وصیرورة الماء مستعملا بازالة الثانیة ففی مسألة البئر سقط الفرض عن الرجلین بلا خلاف والماء الذی اسقط الفرض صار مستعملا بلا خلاف علی الصحیح اھ قال العلامة نوح هذا هو التحقیق فخذہ فانه بالاخذ حقیق اھ **اقول** بل اختار فی غایة البیان ثم النهر ثم الدر ان حقیقة الحدث هو المعنی الثانی قال فی البحر تبعا للفتح الحدث مانعیة شرعیة قائمة بالاعضاء الی غایة استعمال المزیل اھ وقال فی النهر وتبعه الدر هذا تعریف بالحكم وعرفه فی غایة البیان بانه وصف شرعی یحل فی الاعضاء یزیل الطهارة قال وحكمه المانعیة لما جعلت الطهارة شرطا له الخ ونظر فیه ش نقلا عن حاشیة الشیخ خلیل الفتال عازیا لبعض الفضلاء بان حكم الشیئ ما كان اثرا خارجا عنه مترتبا علیه والمانعیة المذكورة لیست كذلك وانما حكم الحدث عدم صحة الصلاة معه وحرمة مس المصحف ونحو ذلك فالتعریف بالحكم كان یقال الحدث ما لا تصح الصلاة معه تأمل اھ وقال ش علی ان التعریف بالحكم مستعمل عند الفقهاء لان الاحكام محل مواقع انظارهم اھ وقد اشار الیه ط وقال علی قوله مانعیة ای كونه مانعا من الصلاة ومس المصحف والاظهر ان یقال مانع شرعی اھ **اقول** وبالله التوفیق كلام المعترضین علی

البحر كله بمعزل عن غوص القعر فان مبناه ط على ان تعريف البحر غير تعريف الغاية ولا دليل عليه فان المانعية بمعنى الحال فضلا عن كونه ممالا قيام له بموضوع لعدم كونه من الصفات المنضمة لا قيام لها بالاعضاء اصلا فانها غير مانعة حتى تكون لها مانعية وبمعنى النسبة اى شئ له انتساب الى مانع شرعى صادق قطعا على ذلك الوصف الشرعى الذى يحل بالاعضاء فيزيل طهرها لان المانع هو الخطاب الشرعى والمنتسب اليه ما لاجله ورد الخطاب وهى النجاسة الحكمية وهى بعينها ذلك الوصف القائم بالاعضاء فرجع التعريف الى تعريف الغاية فلا خلاف ولا خلف الا ترى ان تلميذ المحقق على الاطلاق عنى المحقق الحلبى عرف الحدث فى الحلية بانه الوصف الحكمى الذى اعتبر الشارع قيامه بالاعضاء مسببا عن الجنابة والحيض والنفاس والبول والغائط وغيرهما من نواقض الوضوء ومنع من قربان الصلاة وما فى معناها معه حال قيامه بمن قام به الى غاية استعمال ما يعتبر به زائلا اه وهو كما ترى ليس الا بسطا لما اجمله شيخه المحقق وما هو الا عين ما عرف به فى الغاية ولو قال مانع شرعى كما استظهره العلامة ط لكان ايضا مرجعه الى ذلك لان ذلك الوصف الشرعى وهى النجاسة مانع شرعى بمعنى ما لاجله المنع واستعمال المانع بهذا المعنى شائع ذائع غير ان المحقق (ف۱) ابقاه على حقيقته فاتى بالنسبة فلا وجه جيما للاستظهار ثم (ف۲) من اوضح دليل عليه ان البحر مغترف فى هذا الحد من مناهل فتح القدير كما ذكره فى رد المحتار وقد قال المحقق فى الفتح مستدلا لرواية الحسن وابى يوسف عن الامام الاعظم ان الماء المستعمل نجس مغلظا ومخففا ما نصه وجه رواية النجاسة قياس اصله الماء المستعمل فى النجاسة الحقيقية والفرع المستعمل فى الحكمية بجامع الاستعمال فى النجاسة بناء على الغاء وصف الحقيقى فى ثبوت النجاسة وذلك لان (ف۳) معنى الحقيقى ليس الا كون النجاسة موصوفا بها جسم مستقل بنفسه عن المكلف لا ان وصف النجاسة حقيقة لا تقوم الا بجسم كذلك وفى غيره مجاز بل معناه الحقيقى واحد فى ذلك الجسم وفى الحدث لانه ليس المتحقق لنا من معناها سوى انها اعتبار شرعى منع الشارع من قربان الصلاة والسجود حال قيامه لمن قام به الى غاية استعمال الماء فيه فاذا استعمله قطع ذلك الاعتبار كل ذلك ابتلاء للطاعة فاما ان هناك وصفا حقيقيا عقليا او محسوسا فلا ومن ادعاه لا يقدر فى اثباته على غير الدعوى ويدل على انه اعتبار اختلافه باختلاف (ف۴) الشرائع الا ترى ان الخمر محكوم بنجاسته فى شرعنا وبطهارته فى غيرها فعلم انها ليست سوى اعتبار شرعى الزم معه كذا الى غاية كذا ابتلاء وفى هذا لا تفاوت بين الدم والحدث فانه ايضا ليس الا نفس ذلك الاعتبار اھ فهذا نص صريح فى ان تلك المانعية الشرعية المغياة الى استعمال المزيل ليست الا النجاسة الحكمية فاتحد التعريفان[432] **ثم اقول** (ف۵) التعريف بالحكم ان اريد به ان يجعل الحكم نفس المعرَّف بحيث يحمل هو على المعرَّف فنعم يسقط ايراد النهر والدر فان المانعية بالمعنى المذكور وهى النجاسة الحكمية ليست اثرا مترتبا على الحدث بمعنى الوصف الشرعى بل هى هو كما عرفت[433] وح لا يستقيم

ف۱: معروضة على العلامة ط

ف۲: تطفل اخرى عليهم

ف۳: تحقيق نفيس للمحقق على الاطلاق فى معنى النجاسة الحكمية

ف۴: معروضة على الشيخين خليل الفتال والعلامة ش

ف۵: التعريف بالحكم معنيان

ایضا قول المجیب ان التعریف بالحکم کان یقال هو ما لا تصح الصلاة معه فان ما لا تصح لیس حکما بل الحکم کما اعترف عدم الصحة ولم یعرف به وانما یکون تعریفا بالحکم لو قیل الحدث عدم صحة الصلاة ویتکدر[٤٣٤] ایضا جواب ط و ش بانه مستعمل عند الفقهاء فان المستعمل عندهم ذکر الحکم فی التعریف لا حمل الاثر علی المؤثر وان ارید به ان یمیز المحدود بذریعة الحکم بان یعطی[به] انه الذی یؤثر هذا الاثر فنعم یستقیم تمثیل المجیب التعریف بالحکم بما ذکر لکن یسقط اصل جوا بان المانعیة لیست حکما فان التعریف بالحکم لیس اذن ان یکون المحمول عین الحکم بل ما ذکر فیه الحکم وهو حاصل فی التعریف المذکور قطعا لاشتماله علی منع المکلف من اشیاء مخصوصة ما دام ذلک الوصف قائما به اتینا[٤٣٥] علی الایراد وهو علی هذا اشد سقوطا وابین غلطا فان الذی اختاره المورد دون ﷲ ایضا عن التعریف بالحکم لذکرهم فیه زوال الطهارة وما هو الا الاثر المترتب علی ذلک الوصف الشرعی واذن یکفی جوابا عن کلا الحدین ما ذکر ط و ش **وبالجملة** فایقاع التغایر بین الحدین لا داعی له وایراد النهر والدر لا صحة له وجواب الفتال عن بعض الفضلاء لا یخلو عن خلط وغلط بقی الکلام علی المعنی الاول الذی ذکره العلامة قاسم وکیف تباینه للمعنی الثانی **فاقول**[٤٣٦] ف[١] المانع الشرعی ای ما لاجله المنع هی النجاسة الحکمیة والمتنسب الیها تلبس المکلف بها والفرق بینهما ان النجاسة وصف شرعی یحل بسطوح الاعضاء الظاهرة حلول سریان والسطح ممتد منقسم فتنقسم النجاسة بانقسامها فتقبل التجزی ثبوتا ورفعا اما رفعا فظاهر فانه اذا غسل الید مثلا زالت النجاسة عنها ولذا سقط عنها فرض التطهیر مع بقاء النجاسة فی سائر الاعضاء التی حلتها واما ثبوتا فلان الحدث الاصغر انما یحل اربعة اعضاء والاکبر البدن کله وسنعود الی الکلام فی هذا عن قریب ان شاء ﷲ تعالی اما تلبس المکلف بها ای اصطحابه لها فوصف للمکلف یحدث بحلول النجاسة فی ای جزء من اجزاء بدنه ویبقی ببقائها فی ای شیئ منها فان زادت النجاسة لم یزد وان نقصت لم ینتقص بل اذا حدثت حدث ومهما بقیت ولو کاقل قلیل بقی کملا واذا زالت بالکلیة زال وکان نظیرهما الحرکة بمعنی القطع وبمعنی التوسط فالاول متجزئة لانطباقها علی المسافة المتجزئة والثانیة لا جزء لها بل تحدث بحدوث اول جزء من اجزاء الاولی وتبقی بحالها ما دام المتحرک بین الغایتین فاذا سکن زالت دفعا **فانقلت**[بین] لا یحل کلام البحر علی هذا کی یثبت التغایر بین الحدین کما فهم النهر والدر ویوافق لما اعترض به تبعا للفتح کلام العامة والمتون ان الحدث لا یتجزی **قلت**[٤٣٧] یاباه قوله قائمة بالاعضاء فان التلبس الذی لا تجزی له انما یقوم بالمکلف نفسه لا بالاعضاء والذی یقوم بها یتجزی بتجزیها کما عرفت اما مخالفته لما ذکر من عدم التجزی **فاقول**[ف٢] لا غرو فهو القائل فی باب شروط الصلاة متصلا بهذا التعریف بلا فصل ما نصه والخبث عین مستقذرة شرعا وقدم الحدث لقوته لان قلیله مانع بخلاف قلیل الخبث اه فقد افصح بتجزی

ف ١: تحقیق الفرق بین معنیی الحدث وتجزی احدهما دون الاخر

ف ٢: تطفل (١٥٩) اخر علی الفتح والبحر

الحدث وقال متبوعه المحقق على الاطلاق فی الفتح كلمتهم متفقة على ان الخف اعتبر شرعا مانعا سراية الحدث الى القدم فتبقى القدم على طهارتها ويحل الحدث بالخف فيزال بالمسح اھ فهذا نص صريح على تجزی الحدث واعتراف بالطباق كلمتهم عليه وهو كذلك لمن نظر كلامهم فی مسائل مسح الخفين وغيرها ايقن بانهم جميعا قائلون بتجزيه وانما الذی لا يتجزی هو تلبس المكلف بالمنع الشرعی فظهر طهور النهار ان لا ايراد على المتون والعامة وتثليث السبب كلام كان فی غير محله ولا حاجة الى ما تجشم البحر جوابا عن المتون بقوله الا ان يقال ان الحدث زال عن العضو زوالا موقوفا ثم ضعفه بقوله لكن المعلل به فی كتاب الحسن عن ابی حنيفة اسقاط الفرض لا ازالة الحدث اھ **اقول** بل لا وجه لا ازالة الحدث بالمعنی الذی لا يتجزی اعنی تلبس المكلف بالمانع الشرعی لا قيام له بعضو حتی يزول عنه منجزا او موقوفا ثم تعليل الامام فی هذا الكلام باسقاط الفرض لا ينافی تعليله فی كلام اخر برفع الحدث على ما قررنا لك بارشاد الهداية ان مؤداهما واحد وقد قال فی الخلاصة والتبيين والفتح وغيرها الماء بماذا يصير مستعملا قال ابو حنيفة وابو يوسف اذا ازيل به حدث او تقرب به الخ وبالله التوفيق ثم جنح المحقق فی آخر كلامه الذی اثرنا عنه الى ان سقوط الفرض هو الاصل فی الاستعمال اعتمده فی البحر ثم الدر وآشار الى الرد عليه العلامة ش بان نقل اولا عن الفتح نفسه ان المعلوم من جهة الشارع ان الآلة التی تسقط الفرض وتقام بها القربة تتدنس الخ وايضا عنه ما نصه والذی نعقله ان كلا من التقرب والاسقاط مؤثر فی التغير الا ترى انه انفرد وصف التقرب فی صدقة التطوع واثر التغير حتی حرمت على النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فعرفنا ان كلا اثر تغيرا شرعيا اھ ثم قال بعد نقلهما مقتضاه ان القربة اصل ايضا فالمؤثر فی الاستعمال اصلان اھ

اقول كلام المحقق من اوله الى اخره طافح باثبات الاصالة بهذا المعنی ای ما يبتنی عليه الحكم بتدنس الماء للقربة والاسقاط جميعا بل هو الذی ثلث واقام اصولا ثلثة وما كان ليقرر هذا كله ثم فی طی نفس الكلام يحصر الاصالة فی شیء واحد وانما منشؤ كلامه انه رحمه الله تعالیٰ نقل عنهم ان الاستعمال عند الشيخين باحد شيئين رفع الحدث والتقرب وعند محمد بالتقرب وحده وحمل رفع الحدث على المعنی الذی لا يتجزی فتطرق الايراد بالفروع التی حكم فيها باستعمال الماء مع بقاء الحدث فقرر ان اسقاط الفرض ايضا مؤثر واستدل عليه بكلام الامام فی كتاب الحسن وبان الاصل الذی عرفنا به هذا الحكم هو مال الزكاة والثابت فيه ليس الا سقوط الفرض ای وان اثبتناه ايضا بالتقرب بدليل آخر فالاصل الذی ارشدنا اولا الى هذا الحكم هو سقوط الفرض فكيف يعزل النظر عنه بل يجب القول به وهذا لا ينافی ان الاصول اثنان بل ثلثة يتقدم هذا المعنی فی ذهن من جمع اول كلامه باخره حيث يقول المعلوم من جهة الشارع ان آلة تسقط الفرض وتقام بها القربة تتدنس اصله مال الزكاة تدنس باسقاط الفرض حتی جعل من الاوساخ فی لفظه صلی الله تعالیٰ

ف۱: تطفل ۳۵۲ اخر على البحر
ف۲: تطفل ۳۵۳ ثالث عليه
ف۳: تطفل ۳۵۴ رابع عليه
ف۴: بحث قول المحقق ان سقوط الفرض هو الاصل فی الاستعمال
ف۵: معروضة ۳۵۵ على العلامة ش

عليه وسلم الخ فافصح ان كلا الامرين مغير واقتصر في الزكوة على الاسقاط ثم قال في بيان سبب ثبوت الاستعمال انه عند ابي حنيفة وابي يوسف كل من رفع الحدث والتقرب وعند محمد التقرب وعند زفر الرفع لايقال ماذكر لاينتهض على زفر اذ يقول بمجرد القربة لايدنس بل بالاسقاط فان المال لم يتدنس بمجرد التقرب به ولذا جاز للهاشمي صدقة التطوع بل مقتضاه ان لايصير مستعملا الا بالاسقاط مع التقرب فان الاصل اعني مال الزكاة لاينفرد فيه الاسقاط عنه اذ لاتجوز الزكاة الا بنية وليس هو قول واحد من الثلثة (يريد اصحاب الاقوال الثلثة الشيخين ومحمدا وزفر) لانا نقول غاية الامر ثبوت الحكم في الاصل مع المجموع وهو لايستلزم ان المؤثر المجموع بل ذلك دائر مع عقلية المناسب الحكم فان عقل استقلال كل حكم به او المجموع حكم به والذي نعقله ان كلا مؤثر الى اخر ماتقدم ثم قال في الخلاصة ان الماء بماذا يصير مستعملا (فذكر المذهبين كما نقلنا ثم قال) هذا يشكل على قول المشائخ ان الحدث لايتجزأ والمخلص ان صيرورة الماء مستعملا باحد ثلثة رفع الحدث والتقرب وسقوط الفرض وهو الاصل لما عرف ان اصله مال الزكاة والثابت فيه ليس الا سقوط الفرض **اقول** اي وان كان الموجود فيه الامران لكن هذا اقوى وفيه المقنع فلايثبت به الا السببية هذا وان استفيد سببية الاخر بدليل حرمة صدقة التطوع عليه صلى الله تعالى عليه وسلم كما قدم فتاثير اسقاط الفرض هو اول ماثبت بالاصل الاعظم فلامساغ لاسقاطه قال) والمفيد لاعتبار الاسقاط مؤثرا صريح تعليل ابي حنيفة انه سقط فرضه عنه ام ملتقطا وعليك بتلطيف القريحة هذا وقرره العلامة ط تبعا للبحر بوجه اخر حيث قال تحت قول الدر اسقاط فرض هو الاصل في الاستعمال كما نبه عليه الكمال مانصه وهو موجود في رفع الحدث حقيقة وفي القربة حكما لكونها بمنزلة الاسقاط ثانيا وقد مر اه وما مر هو قوله انما استعمل الماء بالقربة كالوضوء على الوضوء لانه لما نوى القربة فقد ازداد طهارة على طهارة فلا تكون طهارة جديدة الا بازالة النجاسة الحكمية حكما فصارت الطهارة على الطهارة وعلى الحدث سواء افاده صاحب البحر اه **اقول** نقله عن معراج الدراية واقره وفيه بعد لايخفى فان النجاسة لاسيما الحكمية الاعتبار شرعي والاعتبار الصحيح لايكون الا عن منشأ صحيح وبدونه اختراع يجل شان الشرع عنه وقد زال ذلك بالطهر فلا يعود الا بحدث جديد **وبعبارة اخرى** هل اعتبر الشرع هنا شيئا في الطهر يزول بالماء الثاني فيحصل طهر جديد ام لا على الثاني عاد السؤال اذ لانجاسة حقيقة ولا اعتبارا وعلى الاول ما حقيقة النجاسة الحكمية الا ذلك الاعتبار الشرعي فلا معنى لتحقق الحكمية حكما لاحقيقة **وبعبارة اخصر** ما الحكمية الا اعتبار الشرع فالحكمية حكما اعتبار الشرع انه اعتبر وما اعتبر اذ لو اعتبر لتحققت وبالجملة فما مآل الجواب الا فرضها هنالك فرضا باطلا ولامساغ له **وانا** انبئك ان ما افاده انما هو تجشم مستغنى عنه وذلك لان المعراج انما احتاج اليه

ف۱: تطفل ۱۵۲ على معراج الدراية والبحر والنهر و ط.

ف۲: تطفل ۱۵۳ آخر عليهم.

https://www.facebook.com/darahlesunnat

جوابا عن سؤال نصبه بقوله فان قيل المتوضئ ليس على اعضائه نجاسة لاحقيقية ولا حكمية فكيف يصير الماء مستعملا بنية القربة فاجاب بقوله لما نوى القربة فقد ازداد الخ اقول اولا يعود السائل يمنع ازدياد الطهارة وانما ازداد نظافة لانها تقبل التشكيك دون الطهارة ولذا قلنا بعدم تجزى الحدث والى ازدياد النظافة يشير الحديث المشهور الوضوء على الوضوء نور على نور اخرجه رزين وان قال العراقي والمنذرى لم نقف عليه كما في التيسير وثانيا لامساغ للسؤال راسا فان مبناه على حصر النجاسة الحكمية في الحدث وليس كذا بل منها المعاصى كما تقدمت النصوص عليه والماء لاو ان كان كما يزيل الحدث يغسل من اثر المعاصى ايضا بشرط النية ولكن لا يجب ان يزيلها كلا والا لكفى الوضوء عن التوبة وصار كل من توضأ مرة ولو بعد الف كبيرة كمن لا ذنب له وهو باطل قطعا فهذه نجاسة حكمية باقية بعد التطهر في عامة المكلفين فاين مثار السؤال بل قدمنا ان المكروهات ايضا تغير الماء فهذا اطم واعم اما المعصومون صلوات الله تعالٰى وسلامه عليهم فاقول لانسلم في مائهم الاول ايضا انه مستعمل في حقنا بل طاهر طهور مطهر لنا فضلا عن الثاني واذا اعتقدنا الطهارة في فضلاته صلى الله تعالٰى عليه وسلم فما ظنك بوضوئه فالاستدلال على طهارة الماء المستعمل بان اصحابه صلى الله تعالٰى عليه وسلم بادروا الى وضوئه فمسحوا به وجوههم كما في العناية وغيرها مع ضعفه لوجوه ذكرها في البحر عن العلامة الهندى ليس في محله عندى نعم يعتبر مستعملا في حقهم شرعا فلا يرد على الحد نقضا كما اعتبرت فضلاتهم نواقض لعظم رفعة شأنهم ونزاهة مكانهم صلوات الله تعالٰى وسلامه عليهم

تنبيه اختلفوا في الحدث الاصغر هل يحل كالاكبر بظاهر البدن كله وانما جعل الشرع الوضوء رافعا له تخفيفا ام لا الا بالاعضاء الاربعة ويبتنى عليه الخلاف فيما اذا غسل المحدث نحو فخذه فيصير الماء مستعملا على الاول دون الثانى وبالعدم جزم في كثير من المتداولات ونص في الخلاصة انه الاصح فكان ترجيحا للقول الثانى ولذا عوّل عليه وفي المنحة عن النهر وكان الراجح هو الثانى ولذا لم يصر الماء مستعملا بخلافه على الاول اھ والظاهر ان كان مشددة فيعطى ترددا في ترجيحه اقول وقد يجوز ان يقول قائل ربما يشهد للاول اولا حديث اذا تطهر احدكم فذكر اسم الله عليه فانه يطهر جسده كله فان لم يذكر اسم الله تعالٰى على طهوره لم يطهر الا ما مر عليه الماء رواه الدارقطنى والبيهقى في سننه والشيرازى في الالقاب عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالٰى عنه قال البيهقى بعد ما ساقه بطريق يحيى بن هاشم السمسار ثنا الاعمش عن شقيق بن سلمة عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالٰى عنه قال سمعت رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم يقول فذكره هذا ضعيف لا اعلم رواه عن الاعمش غير يحيى بن هاشم وهو متروك الحديث ورماه ابن عدى بالوضع اھ وكذبه ابن معين وصالح جزرة وقال النسائى متروك وبه اعله المحقق في الفتح حين كلامه على وجوب التسمية في الوضوء تبعا

للبیہقی اقول[۵۱] بل لہ طرق ترفعہ عن الوھن فقد رواہ الدارقطنی والبیہقی ایضا عن ابن عمر وھما وابو الشیخ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہم ولفظہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من توضأ وذکر اسم اللہ علی وضوئہ تطھر جسدہ کلہ ومن توضأ ولم یذکر اسم اللہ علی وضوئہ لم یتطھر الا موضع الوضوء ورواہ عبد الرزاق فی مصنفہ عن الحسن الضبعی الکوفی مرسلا ینمیہ الی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من ذکر اللہ عند الوضوء طھر جسدہ کلہ فان لم یذکر اسم اللہ لم یطھر منہ الا ما اصاب الماء واخرج ابو بکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ انہ قال اذا توضأ العبد فذکر اسم اللہ طھر جسدہ کلہ وان لم یذکر لم یطھر الا ما اصابہ الماء وروی سعید بن منصور فی سننہ عن مکحول قال اذا تطھر الرجل وذکر اسم اللہ طھر جسدہ کلہ واذا لم یذکر اسم اللہ حین یتوضأ لم یطھر منہ الا مکان الوضوء ومع ھذہ الطرق یستحیل الحکم بالسقوط بل ربما یرتقی عن الضعف لاجرم ان صرح فی المرقاۃ لحدیث الدارقطنی ان سندہ حسن وثانیا[۵۲] نقل العلامۃ الزیلعی المحدث جمال الدین عبد اللہ تلمیذ الامام الزیلعی الفقیہ فخر الدین عثمٰن شارح الکنز فی نصب الرایۃ تحت حدیث لا وضوء لمن لم یسم اللہ تعالی عن الامام ابن الجوزی ابی الفرج الحنبلی انہ قال محتجا علینا فی ایجابھم التسمیۃ للوضوء ان المحدث (ای بالحدث الاصغر اذ فیہ الکلام ویکون ھو المراد عند الاطلاق کما فی الحلیۃ) لا یجوز لہ مس المصحف بصدرہ اھ واقرہ علیہ قلت[۵۳] ویؤیدہ ما فی الفتح ثم البحر وحاشیۃ الشلبی علی التبیین قال فی بعض الاخوان ھل یجوز مس المصحف بمندیل ھو لابسہ علی عنقہ قلت لا اعلم فیہ منقولا والذی یظھر انہ ان کان بطرفہ وھو یتحرک بحرکتہ ینبغی ان لا یجوز وان کان لا یتحرک بحرکتہ ینبغی ان یجوز لاعتبارھم ایاہ فی الاول تابعا لہ کبدنہ دون الثانی اھ فان المراد المحدث بالحدث الاصغر اذ قد نقل قبلہ باسطر عن الفتاوی لا یجوز للجنب والحائض ان یمسا المصحف بکمھما او ببعض ثیابھما لان الثیاب بمنزلۃ بدنھما اھ فقولہ ببعض ثیابھما کان یشمل مندیلا ھو لابسہ فلم یقول لا اعلم فیہ المنقول انیسی ما نقلہ انفا وھو بمرأی منہ اقول[۵۴] لکن رأیت فی التبیین قال بعد قولہ منع الحدث مس القرآن ومنع من القراءۃ والمس الجنابۃ والنفاس کالحیض ما نصہ ولا یجوز لھم مس المصحف بالثیاب التی یلبسونھا لانھا بمنزلۃ البدن ولھذا لو حلف لا یجلس علی الارض فجلس علیھا وثیابہ حائلۃ بینہ وبینھا وھو لابسھا یحنث ولو قام فی الصلاۃ علی النجاسۃ وفی رجلیہ نعلان او جوربان لا تصح صلاتہ بخلاف المنفصل عنہ اھ فھذا ظاھر فی رجوع الضمیر الی المحدث ومن معہ جمیعا فھذا النقل وللہ الحمد وبالجملۃ المقصود انہ اذا منع مسہ بما علی عنقہ وصدرہ فکیف بھما فدل علی حلول الحدث جمیع البدن ثم رأیت المسألۃ منصوصا علیھا فی الھندیۃ عن الزاھدی حیث قال

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اختلفوا فی مس المصحف بما علی اعضاء الطھارۃ وبما غسل من الاعضاء قبل اکمال الوضوء والمنع اصح **وثالثا**
تقرر عند العرفاء ان لاحدث صغیرا ولا کبیرا الا ماتولد من اکل حتی القھقھۃ فی الصلاۃ فان تلک الغفلۃ الشدیدۃ
فی عین الحضرۃ لاتکون الا من شبع ای شبع اذا الجائع ربما لایکثر لہ سن فضلا عن القھقھۃ خلفۃ عن کونھا فی الصلاۃ
ولا شک ان نفع الاکل یعم البدن وکذا نفع الخارج والراحۃ الحاصلۃ بہ فدخول الطعام یولد الغفلۃ وخروجہ
المؤذی یحققھا وبالغفلۃ موت القلب والقلب رئیس فانہ للمضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد
الجسد کلہ والماء ینعش ویذھب الغفلۃ کما ھو مشاھد فی المغشی علیہ **قلت** فکما ان سبب الموت عم البدن
کان ینبغی ان یعمہ ایضا سبب الحیاۃ وبہ اتی الشرع فی الحدث الاکبر لکن الاصغر یتکرر کثیرا فلو امروا کلما احدثوا
ان یغتسلوا لوقعوا فی الحرج والحرج مدفوع فاقامت الشریعۃ السمحۃ السھلۃ مقام الغسل غسل الاطراف اذ من سنتہ
کرمہ تعالی ان اذا اصلح الاول والاخر تجاوز عن الوسط وجعلہ مغمورا فیھما ثم کان من الاطراف الراس وغسلہ کل
یوم مرارا ایضا کان یورث البؤس والباس فابدل فیہ الغسل بالمسح رحمۃ من الذی یقول عز من قائل یرید اللہ بکم
الیسر ولا یرید بکم العسر فقضیۃ ھذا ان الحدث ولو اصغر یحل البدن کلہ **اقول** وبہ تبین ان ماصرح بہ غیر
واحد من مشایخنا وغیرھم ان غسل غیر المصاب فی الحدث امر تعبدی کما فی الھدایۃ وغیرھا وقدمناہ عن الکافی
وکذلک الاقتصار علی الاربعۃ فی الوضوء کما فیھا وفی الحلیۃ وغیرھا وبہ قال امام الحرمین واختارہ الامام عزالدین
بن عبدالسلام کلاھما من الشافعیۃ فان کل ذلک فی علم الحقائق احکام معقولۃ المعنی واللہ تعالی اعلم ھذا التقریر
اسئلۃ ظھرت لی واتیت بھا کیلا تعن لقاصر مثلی ولا یتفرغ للتدبر فیحتاج لکشفھا **اقول** فی الجواب عن **الاول**
المراد نجاسۃ الاثام اذ لو ارید نجاسۃ الحدث لزم ان من لم یسلم لم یتم طھرہ وھو مذھب الظاھریۃ وروایۃ عن
الامام احمد رضی اللہ تعالی عنہ ولم یقل بہ احد من علمائنا وبقاء نجاسۃ الاثام فیما عدا اعضاء الطھر بل وفیھا ایضا کما
قدمنا لاینافی صحۃ الطھارۃ والصلاۃ وبہ ظھر الجواب عن استدلال ابی الفرج بالحدیث **وعن الثانی** ان المنع للحدث
بالمعنی الثانی الغیر المتجزی لقولہ تعالی لایمسہ الا المطھرون وقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لایمس القرآن الا طاھر وھو
لایکون طاھرا ما بقیت لمعۃ وان خفت فمنع المس انما یقتضی تلبس المکلف بنجاسۃ حکمیۃ لاتلبس خصوص العضو الممسوس
بہ الا تری انہ لایجوز مسہ بید قد غسلھا ما لم یستکمل الوضوء الا تری انھم منعوا المس بما علیہ من الثیاب ولا نجاسۃ فیھا
حقیقیۃ ولا حکمیۃ انما المنع لانھا تبع لبدن شخص محدث فلان یمنع بنفس بدنہ اولی وان کان بدنا لم یحلہ الحدث
ھذا علی الاصح اما علی قول من یقول ان المنع للمعنی الاول ای لقیام النجاسۃ الحکمیۃ بالممسوس بہ فالمسألۃ ممنوعۃ

من رأسها بل هو قائل بجواز مسه بغير اعضاء الطهارة كما مر عن الهندية وان منع المس بالثياب فبثوب تابع لما فيه الحدث كالكم ليد لم تغسل لا مطلقا اكما لا يخفى **وعن الثالث** نعم ذلك تخفيف من ربكم ورحمة لكنه يحتمل وجهين الاول ان يعتبر الشرع حلول الحدث بكل البدن ثم يجعل تطهير الاعضاء الاربعة تطهير الكل والثاني ان الشارع لما رأى فيه الحرج اسقط اعتبار ما الا في الاعضاء الاربعة ولكل منهما نظير في الشرع فنظير الاول التيمم جعل فيه مسح عضوين مطهرا للاربع بالاتفاق ونظير الثاني العين كان في غسلها حرج فلم يجعلها الشرع محل حلول حدث اصلا او انه حل وسقط الغسل للحرج فلو غسل عينيه لا يصير الماء مستعملا بالوفاق وعند الاحتمال ينقطع الاستدلال بل **اقول** لو تأملت لرجحت الثاني اذ عدم الاعتبار اولى من الاعتبار ثم الاهدار والقياس على العين بجامع الحرج واضح صحيح بخلاف التيمم فان اصل الواجب ثم الوضوء والتيمم خلف ولم يزعم ههنا احد ان اصل الواجب بكل حدث هو الغسل والوضوء خلف بل لم يقل احد ان الغسل عزيمة والوضوء رخصة وهؤلاء سادتنا العرفاء الكرام اعاد الله تعالى علينا بركاتهم في الدارين رأيناهم يأخذون انفسهم في كل نقير وقطمير بالعزائم ولا يرضون لهم التنزل الى الرخص ثم لم ينقل عن احد منهم انه الزم نفسه الغسل عند كل حدث مكان الوضوء ولو التزمه الآن احد لكان متعمقا مشددا متنطعا فظهر انه من الباب الثاني دون الاول **على** ان ذلك طور وراء الطور الذي نتكلم فيه والاحكام لا تخلو عن الحكم لكن لا نذر عليها الا ترى ان من اشتغل في لهو ولعب ومزاح وقهقهة خارج الصلاة فلا شك انه غافل في تلك الساعات عن ربه عزوجل لا سيما الذي قهقه في صلاة الجنازة مع ان في ذكر الموت شغلا شاغلا ولم يجعل الشرع شيئا من ذلك حدثا وكذا لم يجعل الاكل وهو الاصل ولا النوم الذي هو اخ الموت ما لم يظن خروج شيء بان لم يكن متمكنا فعلينا اتباع ما رجحوه وصححوه كما لو افتونا في حياتهم والله تعالى اعلم باحكامه **تنبيه** معلوم ان افادة قربة او رفع حدث او اسقاط فرض او ازالة نجاسة حكمية بايها عبرت كل ذلك يشمل المسح المفروض مطلقا والمسنون بشرط النية فيجب ان تصير البلة مستعملة اذا انفصلت من رأس او خف او جبيرة او اذن مثلا ولذا عولنا عليه وصرحنا بعمومه المسح لكن قال الامام فقيه النفس في الخانية لو ادخل المحدث رأسه في الاناء يريد به المسح لا يصير الماء مستعملا في قول ابي يوسف رحمه الله تعالى قال انما يتنجس الماء في كل شيء يغسل اما ما يمسح فلا يصير الماء مستعملا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وان اراد به المسح وقال محمد رحمه الله تعالى اذا كان على رأسه جبائر فغمسها في الماء او غمس رأسه في الاناء لايجوز ويصير الماء مستعملا اهـ وقد قدم قول ابي يوسف رحمه الله تعالى فكان هو الاظهر الاشهر كما افاد في خطبته فكان هو المعتمد كما في ط وش بل هو المحكي عن محمد ايضا فيه مع ابي يوسف رحمهما الله تعالى فلا خلاف قال في الحلية ولو ادخل رأسه الاناء او خفه او جبيرته وهو محدث قال ابو يوسف رحمه الله تعالى يجزئه المسح ولا يصير الماء مستعملا سواء نوى او لم ينو وقال محمد رحمه الله تعالى ان لم ينو يجزئه ولا يصير مستعملا وان نوى المسح اختلف المشائخ على قوله قال بعضهم لا يجزئه ويصير الماء مستعملا والصحيح انه يجزئه ولا يصير الماء مستعملا كذا في البدائع فعلم بهذا ان ما في الجمع (**قلت** اي والخانية والفتح وغيرهما) من الخلاف في هذه المسألة على غير الصحيح بل الصحيح ان لا خلاف وعلم ايضا انه لا فرق بين الرأس والخف والجبيرة خلافا لما ذكره ابن الملك اهـ ولخصه في الدر فقال لم يصر الماء مستعملا وان نوى اتفاقا على الصحيح اهـ **اقول** ولا يهولنك هذا فليس معناه ان المسح لا يفيد الاستعمال كيف وكلامهم طافح باسبابه مطلق يعم الغسل والمسح بل المسألة عينها منصوصة على لسان الكبراء ومنهم فقيه النفس اذ يقول توضأ ثم مسح الخف ببلة بقيت على كفه بعد الغسل جاز ولو مسح برأسه ثم مسح الخف ببلة بقيت على الكف بعد المسح لا يجوز لانه مسح الخف ببلة مستعملة بخلاف الاول اهـ واقره في الفتح وغيره وفي الخانية ايضا الاستيعاب في مسح الرأس سنة وصورة ذلك ان يضع اصابع يديه على مقدم رأسه وكفيه على فوديه ويمدهما الى قفاه فيجوز واشار بعضهم الى طريق اخر احترازا عن استعمال الماء المستعمل الا ان ذلك لا يمكن الا بكلفة ومشقة فيجوز الاول ولا يصير الماء مستعملا ضرورة اقامة السنة اهـ اي لما علم ان الماء اذا علا العضو يصير مستعملا وفي الفتح من مسح الرأس لو مسح باصبع واحدة مدها قدر الفرض جاز عنده وعند زفر لا يجوز وعللوه بان البلة صارت مستعملة وهو مشكل بان الماء لا يصير مستعملا قبل الانفصال وما قيل الاصل ثبوت الاستعمال بنفس الملاقاة لكنه سقط في المغسول للحرج اللازم بالزام اصابة كل جزء باسالة غير المسال على الجزء الآخر واخرج في المسح لانه يحصل بمجرد الاصابة فبقي على الاصل دفع بانه مناقض لما علل به لابي يوسف رحمه الله تعالى في مسألة ادخال الرأس الاناء فان الماء طهور عنده فقالوا المسح يحصل بالاصابة والماء انما يأخذ حكم الاستعمال بعد الانفصال والملصق بالرأس لم يزايل العضو حتى عدل بعض المتأخرين الى التعليل بلزوم انفصال بلة الاصبع بواسطة المد فيصير مستعملا لذلك اهـ وبالجملة فالنقول في الباب كثيرة بثيرة وفي الكتب شهيرة وان كان للعبد في مسألة الاصبع ابحاث غزيرة فليس وجه مسألة الاناء ما توهم بل ما نقلناه آنفا عن الفتح وقد ذكره في موضع آخر بقوله ان الماء لا يعطى له حكم الاستعمال الا بعد الانفصال والذي لاقى الرأس من اجزائه لصق به فطهره وغيره لم يلاقه فلم يستعمل اهـ فمعنى قولهم فيهما لا يصير الماء مستعملا اي ما بقي في الاناء وهو المراد بقول الخانية عن الامام ابي يوسف انما يتنجس الماء فيما يغسل لا فيما يمسح اي ماء الاناء بادخالها ووظيفته الغسل دون المسح فزال الوهم وفيه المرعى **اقول** وان كان في قصر حكم الالتقاء على ما لصق بالرأس تأمل ظاهر فكانت هذا هو مراد المحقق اذ قال بعد ذكره وفيه نظر اهـ **اقول** وظهر لي ان سبيل المسألة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

سبيل الخلف فالملتقى للاول وتصحيح هذا بل تصحيح الوفاق فيما مر يا يعطى ترجيح عدم الفرق الا ان يفرق بين الغسل والمسح فلا يصير بكل الماء مستعملا حكما بالاتفاق بخلاف الغسل ويحتاج لوجه فليتدبر والله تعالى اعلم **تنبيه** اعلم ان مسألة الاصبع للمانع تركها المحقق فى الفتح غير مبينة ذكر له ثلث تعليلات ورد الجميع **فالاول** التعليل بالاستعمال وقد علمت ردّه وقد عدل اليه بعض المتأخرين لاصلاح هذه والاول معا بان هذا كله يستلزم ان مد اصبعين لا يجوز وقد صرح به وكذا الثلاث على القول بالربع وهو قول ابى حنيفة وابى يوسف رحمهما الله تعالى لكن المراد فى مد الثلاث الا الجواز اهـ واعترضه فى النهر بقول البدائع لو وضع ثلثة اصابع ولم يمدها جاز على رواية الثلاث لا الربع ولو مسح بها منصوبة غير موضوعة ولا ممدودة فلا وفى لو مدها حتى بلغ القدر المفروض لم يجز عند علمائنا الثلثة خلافا لزفر اهـ قال وقد وقفت على المنقول اى ان عدم الجواز قول ائمتنا الثلثة فكيف يقول المحقق المراد فيه الا الجواز وهو عجيب من مثله كما نبه عليه فى المنحة فان الضمير فى مدها للمنصوبة وكلام الفتح فى الموضوعة **اقول** كان النهر نظر الى ان الصور ثلث اصابع موضوعة ومنصوبة والكل ممدودة اولا وقد ذكر فى البدائع اولا صورتى عدم المد ثم قال فلو مدها فليكن الضمير الى ثلث اصابع مطلقة موضوعة او منصوبة ليستوعب كلا من الصور لكن الشان انه مدرج طفر النقل فيضر احتمال العود الى المنصوبة لاسيما وهى الاقرب وقد كشف المراد فى الحلية حيث قال فروع مسح بثلث اصابع منصوبة لم يجز ولو مدها حتى بلغ المفروض لم يجز عند علمائنا الثلثة ولو وضعها ولم يمدها جاز على رواية الربع ذكره فى التحفة والمحيط والبدائع اهـ **اقول** على ان ما عدل اليه بعض المتأخرين لا اعرف له محصلا فان المراد ان كان الانفصال عن الاصبع فلا يفيد الاستعمال لانها آلة وانما يفيده الانفصال عن المحل او عن الرأس كله فظاهر الغلط او عن موضعه الذى اصابه الاصبع اولا فنعم ولم يشف غليلا بل كان نظير الماء عدل عنه للحكم بحصول الاستعمال مع كون الماء مترددا بعد على نفس العضو غير منفصل عنه وهو باطل اجماعا نص فى الخلاصة ثم البحر فيما اذا مسح باطراف اصابعه ومدها حتى بلغ المفروض انه يجوز سواء كان الماء متقاطرا او لا قال وهو الصحيح قال ش قال الشيخ اسمعيل ونحوه فى الواقعات والفيض اهـ اى على خلاف ما فى المحيط انه انما يجوز اذا كان متقاطرا لان الماء ينزل من اصابعه الى اطرافها فمده كاخذ جديد **والثانى** ما اختاره شمس الائمة ان المنع فى مد الاصبع ولا اثنتين غير معلل باستعمال البلة بل لانه لو مسح باصبعين فى التيمم لا يجوز مع عدم شئ يصير مستعملا خصوصا اذا تيمم على الحجر الصلد بل لانا مامورون بالمسح باليد والاصبعان لا تسمى يدا بخلاف الثلث لانها اكثر ما هو الاصل فيها اهـ اى فى اليد وهى الاصابع ولذا يجب بقطعها ارش اليد كاملا وردّه المحقق بعد استحسانه بانه يقتضى تعيين الاصابة باليد وهو منتف بمسألة المطر وقد يدفع بان المراد تعينها او ما يقوم مقامها من الآلات عند قصد الاسقاط بالفعل اختيارا

تطفل على النهر

تطفل ۲۸۸ على بعض من نقل عنه المحقق وعلى الطحطاوى

غیر ان لا نرم کون تلك الالة تقدر بثلث اصابع حتی لو کان عود الا یبلغ ذلك القدر قلنا بعدم جوازہ اھ **اقول**
وحاصله ان الید غیر لازمة ولکن اذا وقع بها لم یجز الا بما ینطلق علیه اسمها ولکن لقائل ان یقول **اولا**
مسألة المطر تفیدنا ان مقصود الشرع اصابة البلل القدر المفروض کیفما کان ولا نظر الی الالة ولا الفعل
القصدی اصلا وقد قرر مشایخنا ان ذکر الید المقدرة فی قوله تعالی وامسحوا برءوسکم ای بایدیکم برءوسکم
لتقدیر المحل دون الالة کما حققه الامام صدر الشریعة وابن الساعاتی والمحقق نفسه فی الفتح فلیتأمل
وثانیا جمعوا ان لو مسح باطراف اصابعه والماء متقاطر جاز فظهر ان تعیین الالة ملغاة ههنا راسا وان القیاس علی التیمم
مع الفارق **والثالث** ما ابداہ بقوله قد یقال عدم الجواز بالاصبع بناء علی ان البلة تتلاشی وتفرغ قبل بلوغ قدر الفرض
بخلاف الاصبعین فان الماء ینحمل بین اصبعین مضمومتین فضل زیادة یحتمل الامتداد الی قدر الفرض وهذا امر مشاهد او مظنون
فوجب اثبات الحکم باعتبارہ فعلی الاکتفاء بثلث اصابع یجوز بالاصبعین لان ما بینهما من الماء یمتد قدر اصبع وعلی
اعتبار الربع لا یجوز لان ما بینهما مما لا یغلب علی الظن ان یبلغ الربع اھ **اقول** اٰخر کلامه یشهد ان مرادہ بقوله یحتمل الامتداد
الی قدر الفرض هو قدرها علی القول باجزاء ثلث فکان الاولی التعبیر به دفعا للوهم ثم ان المحقق ردہ بقوله الا ان هذا یعکر علیه عدم
جواز التیمم باصبعین اھ **اقول** ای فلیس ثم شیئ یفرغ و یتلاشی اذ لا حاجة الی اثر غبار علی الید فان کان فضل غیر ملتفت الیه
شرعا فکان معدوما حکما وان لم یکن فاظهر العدم حقیقة و حکما وهذا معنی قول شمس الائمة منصوصا اذا تیمم علی الحجر الصلد
فهذا کلام اوردہ المحقق ولم یفصل القول فیه فصلا **اقول** ویرد ایضا علی ما ابداہ ان فناء البلل غیر مطرد لما سمعت من تصحیح الخلاصة
الجواز فی مد الاطراف وان لم یکن الماء متقاطرا مع ان حکم المسألة مطلق ویظهر لی والله تعالی اعلم انه لا مخلص الا ان یقال
ان المراد بعدم الاجزاء ما اذا کانت البلة خفیفة تفنی باول وضع او قلیل مد حتی لا تبقی الا اندیة لا تنفصل عن الید فتبل
الراس لعله هو الاکثر وقوعا وتصحیح الخلاصة ما اذا کانت کثیرة تبقی الی بلوغ القدر المفروض بحیث تنفصل فی کل محل و تصیب
وهذا هو مراد المحیط بالتقاطر فتتفق الکلمات وانت اذا نظرت الی الوجه الذی عنت بهذا التفصیل کیف لا یمنعن اجزاء الندا فی
الصورة الاولی ولا لا اهدار البلة فی الصورة الثانیة فلیکن التوفیق وبالله التوفیق اما حدیث التیمم **فاقول** لا بد فیه
من قصد المکلف وفعله الاختیاری فیکون لتقدیر الامام شمس الائمة فیه مساغ الا تری انهم صرحوا ان لو تیمم باصبع او
اصبعین وکرر مرارا لم یجز کما فی البحر عن السراج مع انه لا یفسد ولو مسح راسه باصبع واحد وکررہ جاز فضم الیه اجماعا فلا یطلب
موافقة ما هنا لما فی التیمم حتی یعکر علیه اذ لا تعین للالة ههنا اصلا بخلاف التیمم وفی ذلك ایضا فی الطریق المعتاد فی التیمم
بالید والا فقد نص فی الحلیة ان لو تمعك فی التراب یجزئه ان اصاب وجهه وذراعیه وکفیه لانه اتی بالمفروض وزیادة اھ الاولی

ای یجزیہ ان نوی کما لا یخفی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹ رجب ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بے وضو یا جنب کا ہاتھ یا انگلی یا ناخن وغیرہ لوٹے یا گھڑے میں پڑ جائے تو پانی وضو کے قابل رہتا ہے یا نہیں بعض لوگ کہتے ہیں اس سے پانی مکروہ ہوجاتا ہے اور اگر قابل وضو نہ رہے تو کس طرح قابل کیا جاسکتا ہے بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل الذکر الملقی علی السید الطیب الطہور الانقی المرقی فی ربہ لیلۃ الاسراء علیہ من ربہ الصلوۃ الزہراء وعلی الہ وصحبہ وامتہ وحزبہ الی یوم اللقاء اٰمین راجح ومعتمد یہ ہے کہ مکلف پر جس عضو کا دھونا کسی نجاست حکمیہ مثل حدث وجنابت وانقطاع حیض ونفاس کے سبب بالفعل واجب ہے وہ عضو یا اوس کا کوئی حصہ اگرچہ ناخن یا ناخن کا کنارہ آب غیر کثیر میں کہ نہ جاری ہے نہ دہ در دہ بے ضرورت پڑجانا پانی کو قابل وضو وغسل نہیں رکھتا یعنی پانی مستعمل ہوجاتا ہے کہ خود پاک ہے اور نجاست حکمیہ سے تطہیر نہیں کرسکتا اگرچہ نجاست حقیقیہ اوس سے دھوسکتے ہیں یہی قول نجیح ورجیح ہے عامہ کتب میں اسکی تصریح ہے اور یہ خود ہمارے ائمہ ثلثہ امام اعظم وامام ابو یوسف وامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منصوص ومروی آیا اکابر مشایخ مثل امام عبداللہ جرجانی وامام ابوالحسین قدوری وامام ملک العلماء ابوبکر کاشانی وامام فقیہ النفس فخر الدین خان قاضی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے اُسے ہمارے ائمہ کا مذہب متفق علیہ بتایا فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی ایک تحریر میں اوس پر ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے سوا چالیس ائمہ کے نصوص نقل کیے اور بعض علمائے متاخرین رحمہم اللہ تعالٰی کو جو اسمیں شبہات واقع ہوئے اونکے جواب دیے یہاں اولاً فوائد قیود اور اونکے متعلق مسائل ذکر کریں ثانیاً تمام جواب ثالثاً تحقیق مقام وابانت صواب اور اوسکے لیے اپنی تحریر مذکور سے رفع حجاب وباللہ التوفیق فی کل باب والحمد للہ الکریم الوہاب **فوائد قیود** ومسائل مورود **فائدہ** [illegible] بالغ اگرچہ ایکدن کم پندرہ برس کا جبکہ آثار بلوغ مثل احتلام وحیض ہنوز شروع نہ ہوئے ہوں اوسکا پاک بدن جسپر کوئی نجا[ست] [illegible] نہو اگرچہ تمام وکمال آب قلیل میں ڈوب جائے اُسے قابلیت وضو وغسل سے خارج نہ کریگا لعدم الحدث اگرچہ بحال احتمال نجا[ست] [illegible] جیسے نا سمجھ بچوں میں ہی بچنا افضل ہے ہاں بہ نیت قربت سمجھوال بچہ سے واقع ہو تو مستعمل کردیگا لانہ من اھلھا وقد بینا المسألۃ فی الطرس المعدل وجیز امام کردری میں ہے ادخل صبی یدہ فی الاناء ان علم طہارتھا بان کان لہ رقیب یحفظہ او غسل یدہ فہو طاہر وان علم نجاستہ فنجس وان شک فالمستحب ان یتوضأ بغیرہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبک الٰی

رسالہ النمیقۃ الانقی فی فرق الملاقی والملقی ۱۳۲۷

فائدہ ۲: ہمنے مکلف کی قید لگائی اسی لیے لما فی ردالمحتار ان وضوء الصبی العاقل مستعمل وغیر العاقل لا۔

اقول ۳: قول بعض پر کہ موت[۱] نجاست حکمیہ ہے اگر میت کا ہاتھ یا پاؤں مثلاً آب قلیل میں قبل غسل پڑ جائے اگرچہ بے نیت غسل تو پانی کو مستعمل کر دیگا کہ زوال نجاست کے لیے نیت کی حاجت نہیں اگرچہ[۲] احیاء پر سے اس فرض کفایہ کے سقوط کو انکی جانب سے وقوع فعل قصدی لازم ہے ولہذا اگر میت دریا میں ملے تو جب تک احیاء اپنے قصد سے اسے پانی میں جنبش نہ دیں ان پر سے فرض ادا نہ ہوگا مگر میت کے سب بدن پر پانی گزر گیا تو اسے طہارت حاصل ہوگئی یوں ہی بے غسل دیے اس پر نماز جنازہ جائز ہے اور خاص غسل میت کی نیت تو احیاء پر بھی ضرور نہیں اپنا قصدی فعل کافی ہے یہی اس مسئلہ میں توفیق و تحقیق ہے درمختار میں ہے: ان غسل المیت بغیر نیۃ اجزأہ الطہارۃ لا لاسقاط الفرض عن ذمۃ المکلفین ولذا قال لو وجد میت فی الماء فلابد من غسلہ ثلثا لانا امرنا بالغسل فیحرکہ فی الماء بنیۃ الغسل ثلثا فتح وتعلیلہ یفید انہم لو صلوا علیہ بلا اعادۃ غسلہ صح وان لم یسقط وجوبہ عنھم فتدبر عنایہ میں ہے الماء مزیل بطبعہ فکما لا تجب النیۃ فی غسل الحی فکذا لا تجب فی غسل المیت ولہذا قال فی فتاوی قاضی خان میت غسلہ اھلہ من غیر نیۃ الغسل اجزأھم ذلک ردالمحتار میں ہے وصرح فی التجرید والاسبیجابی والمفتاح بعدم اشتراطھا ایضا اسی میں ہے قال فی التجنیس لابد من النیۃ فی غسلہ فی الظاھر وفی الخانیۃ اذا جری الماء علی المیت او اصابہ المطر عن ابی یوسف انہ ینوب عن الغسل لانا امرنا بالغسل وذلک لیس بغسل وفی النہایۃ والکفایۃ وغیرھما لابد منہ الا ان یحرکہ بنیۃ الغسل اھ ثم نقل توفیق الفتح باستظہار ان اشتراطھا لاسقاط وجوبہ عن المکلف لا لتحصیل طہارتہ ھو وشرط صحۃ الصلاۃ علیہ اھ ثم منازعۃ الغنیۃ لہ بان ما مر عن ابی یوسف یفید ان الفرض فعل الغسل منا حتی لو غسلہ[۳] لتعلیم الغیر کفی ولیس فیہ ما یفید اشتراط النیۃ لاسقاط الوجوب بحیث یستحق العقاب بترکہا وقد تقرر فی الاصول ان ما وجب لغیرہ من الافعال الحسیۃ یشترط وجودہ لا ایجادہ کالسعی والطہارۃ نعم لاینال ثواب العبادۃ بدونہا اھ قال واقرہ الباقانی وایدہ بما فی المحیط لو وجد المیت فی الماء لابد من غسلہ لان الخطاب یتوجہ الی بنی اٰدم ولم یوجد منہم فعل اھ فتلخص انہ لابد فی اسقاط الفرض من الفعل واما النیۃ فشرط لتحصیل الثواب ولذا صح تغسیل الذمیۃ زوجہا المسلم مع ان النیۃ شرطہا الاسلام فیسقط الفرض عنا بفعلنا بدون نیۃ وھو المتبادر من قول الخانیۃ اجزأھم ذلک اھ **اقول[۴]** ھذا کلہ علی المتبادر من ارادۃ النیۃ الشرعیۃ اما لو حملت علی قصد الفعل ارتفع النزاع فان المامور بہ المکلف لا یکون الا فعلہ الاختیاری فما وقع عنہ من دون قصد منہ لا یخرجہ عن عہدۃ ایجاب الفعل وغسل المیت لہ وجہان وجہ الی الشرطیۃ وھو لصحۃ الصلاۃ علیہ بدون الطہارۃ وھذا ما یکفی فیہ وجودہ لا ایجادہ کطہارۃ الحی ووجہ الی الفرضیۃ علینا والتکلیف

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الا بفعل تو قع قصدا او لو لم تقصد العبادۃ للامور بہا و ھذا معنی قول ابی یوسف لانا امرنا بالغسل و قول المحیط ان الخطاب یتوجہ الی ابن آدم و بھذا اتفق الکلمات و یظہر ما فی کلام الغنیۃ و للہ الحمد اسی لیے ہمنے مکلف پر جس عضو کا دھونا واجب کہا نہ مکلف کا عضو کہ میت مکلف نہیں **فائدہ ۳** عورت ابھی حیض یا نفاس میں ہے خون منقطع نہوا اس حالت میں اگر اوسکا ہاتھ یا کوئی عضو پانی میں پڑ جائے مستعمل نہ ہوگا کہ ہنوز اوس پر غسل کا حکم نہیں والمسألۃ فی الخانیۃ والخلاصۃ والبحر وغیرہا اسیلیے ہمنے بالفعل کی قید ذکر کی **فائدہ ۴** جس عضو کا جہانتک پانی میں ڈالنا بضرورت ہو اوتنا معاف ہے پانی کو مستعمل نکریگا مثلاً (۱) پانی لگن یا چھوٹے حوض میں ہے کہ دہ در دہ نہیں اور کوئی برتن نہیں جس سے نکالکر وضو کرے تو چلو لینے کے لیے اوس میں ہاتھ ڈالنے سے مستعمل نہوگا (۲) اسی صورت میں اگر ہاتھ مثلاً کہنی یا نصف کلائی تک ڈالکر چلو لیا یعنی جسقدر کے ادخال کی چلو میں حاجت نہ تھی مستعمل ہو جائیگا کہ زیادت بے ضرورت واقع ہوئی (۳) گھڑے یا مٹکے میں کٹورا ڈوب گیا اوسکے نکالنے کو جتنا ہاتھ ڈالنا ہو مستعمل نکریگا اگرچہ بانہہ تک ہو کہ ضرورت ہے (۴) برتن میں پلنگ پر گیا پانی مستعمل ہو گیا کہ اسکی ضرورت نہ تھی (۵) کوئیں یا حوض میں ٹھنڈ لینے کو غوطہ مارا یا صرف ہاتھ یا پاؤں ڈالا مستعمل ہو گیا کہ بیضرورت نہیں (۶) برتن یا حوض میں ہاتھ ڈالا تو تھا چلو لینے کو پھر اوسمیں ہاتھ دھونے کی نیت کر لی مستعمل ہو گیا کہ حوض میں دھونا بضرورت نہ تھا صرف چلو لینے کی حاجت تھی (۷) کوئیں سے ڈول نکالنے گھسا اور وہاں غسل یا وضو کی نیت کر لی بالاتفاق مستعمل ہو گیا اگرچہ امام محمد نے ڈول نکالنے کے لیے اجازت دی تھی کہ قصد طہارت کی ضرورت نہ تھی وقد نص علیہ فی فتح القدیر حیث قال لو ادخل المحدث والجنب او الحائض التی طہرت الید فی الماء للاغتراف لا یصیر مستعملا للحاجۃ بخلاف ما لو ادخل المحدث رجلہ او رأسہ حیث یفسد الماء لعدم الضرورۃ وفی کتاب الحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ ان غمس جنب او غیر متوضئ یدیہ الی المرفقین او احدی رجلیہ فی اجانۃ لم یجز الوضوء منہ لانہ سقط فرضہ عنہ وذلک لان الضرورۃ انما تتحقق فی الادخال الی المرفقین حتی لو تحققت بان وقع الکوز فی الجب فادخل یدہ الی المرفق لاخراجہ لا یصیر مستعملا نص علیہ فی الخلاصۃ بخلاف ما لو ادخل یدہ للتبرد لعدم الضرورۃ ثم ادخال مجرد الکف انما لا یصیر مستعملا اذا لم یرد الغسل فیہ بل اراد رفع الماء فی المبتغی وغیرہ بتبرد یصیر مستعملا لکن والا فلا اھ باختصار درمختار میں یہ قول شارح محدث انغمس فی بئر لدلو ولم ینو فرمایا الا اذا نوی الاغتسال فلو نواہ معہ صار مستعملا بالاتفاق الا فی قول زفر سراج والمراد لم ینو بعد انغماسہ فلا ینافی قولہ لدلو افادہ ط و لہذا ہمنے بیضرورت کی قید لگائی۔

فائدہ ۵ امام ابو یوسف سے روایت معروفہ یہ ہے کہ عضو کا ٹکڑا ڈوب جانے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا جبتک کل عضو نہ ڈوبے مثلاً انگلیاں پانی میں ڈالیں تو مستعمل نہ ہوگا کف دست کے ڈوبنے سے حکم استعمال پایا جائیگا اور صحیح یہ ہے کہ بیضرورت کتنا ہی ٹکڑا مستعمل کردیگا فتح القدیر میں ہے لو ادخل الجنب فی البئر غیر الید والرجل من الجسد افسدہ لان الحاجۃ فیہما وقولنا من الجسد

https://www.facebook.com/darahlesunnat

صار الكل مستعملا وحكما وقد قال فى البحران هذه العبارة كشفت اللبس واوضحت كل تخمين وحدس معلوم ان محمدا لم يقل قط بالتنجيس فكيف تحمل عليه **وبه** ظهر الجواب عما اراد به البحر فى البحر والرسالة دفع الاستبعاد عن هذا الحمل بان المحقق فى الفتح حمل فروعا فى الخانية على نجاسة المستعمل وقال لا يفتى بمثل هذه الفروع اھ زاد فى الرسالة ان تلميذه فى الحلية حمل عليها فرعى الاجناس والطحلب المذكورين فى الخلاصة والمنية قال فحمل فروعا كثيرة على هذا القول اھ **فهل** بعض فروع وردت متفرقة فى غضون بعض الفتاوى كهذه الفروع الوافرة المتكاثرة المتواترة الثابتة الدائرة فى عامة الشروح والفتاوى مع عدة من المتون من دون نكير ولا انجلاء الظنون **ام** هى كهذه فى الكتب الظاهرة **ام** هى مذيلات بالتصحيحات المتظافرة **ام** هى منصوص عليها من جميع ائمة المذهب الحنفى **ام** هى مزينة بتصريح الاتفاق وبانها قولنا جميعا وبانها مذهب اصحابنا فاين ذى من تى **ام** هل لها محمل غير هذا فكيف يقاس على المتعين ما له سبيل واضح متبين **السادس والعشرون** كلام العلامة على حديث لا يبولن احدكم فى الماء الدائم قدمنا الكلام عليه واقول الكلام شيخ المحقق على الاطلاق حيث يقول اما قوله صلى الله تعالى عليه وسلم (وذكر الحديث) فغاية ما يفيد نهى الاغتسال كراهة التحريم ويجوز كونها كيلا تسلب الطهورية فيستعمله من لا علم له بذلك فى رفع الحدث ويصلى ولا فرق بين هذا وبين كونه يتنجس فيستعمله من لا علم له بحاله فى لزوم المحذور وهو الصلاة مع المنافى فيصلح كون كل منهما مثيرا للنهى المذكور اھ ودفع البحر اياه ببحث البدائع [illegible] الصحيح بما ليس بسديد كما علمت من ما حديث المستيقظ **فاقول** ليس من بحثنا فى هذا الباب الا [illegible] انه احتمال النجاسة العينية بل هو الظاهر من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم فانه لا يدرى اين باتت يده والعلامة عدل عن هذا الجواب الواضح الى ثلثة لا يستقيم منها شئ **فاولا** دعوى الخصوص لا دليل عليه **وثانيا** كيف يجعل تعبديا غير معقول المعنى مع الارشاد الى المعنى فى نفس الحديث فانه لا يدرى اين باتت يده **وثالثا** ما عن اصحاب عبد الله رضى الله تعالى عنهم يجوز ان يكون لان اباهريرة رضى الله تعالى عنه كان يرسله ارسالا فاشاروا الى تخصيص مواضع الضرورة كما هو الحكم المصرح به عندنا اذا كان الماء فى حب لا انية يغترف بها **السابع والعشرون** قوله رحمه الله تعالى فى تكرار الاستعمال الظاهر عدم اعتبار هذا المعنى فى النجس فكيف بالطاهر غير مطهر ولا [illegible] الا ترى ان نجاسة تصيب الثوب والبدن فى مواضع متفرقة تجمع فان بلغت حد المنع منعت وما ترى من عدم جمع الواقعة فى الماء الكثير فان الوقوع فى عشرة مواضع منه كالوقوع فى موضع فليس لعدم الجمع بل لعدم البلوغ الى الحد المانع حتى

له اى اورده على نفسه والزم منه ما لم يقل به

ف: تطفل على البحر

ف: تطفل على البحر

ف: تطفل على العلامة

ف: تطفل على العلامة

دم بیشتر ہے اور حضور کے ارشاد والا سے کہ سوا میری زیارت کے اور
کوئی قصد نہ ہو موافق تر اور متاخرین نے ہر چند نیت مسجد اقدس کو بھی مناسب
سمجھا اور اسے حضور کے لیے اخلاص نیت کے منافی نہ جانا کہ اگر مسجد کا قصد
ہے تو وہ کس کی وجہ سے ہے وہاں بھی حضور ہی کا جلوہ ہے اور انہیں
کی مسجد کہلاتی ہے انہیں سے علاقہ رکھتی ہے مگر کوئی پیشوائے دین اہل حق
وتحقیق سے اس کا قائل نہ ہوا کہ سفر میں صرف قصد مسجد رکھیں اور زیارت شریف
اسکے طفیل میں ہو اور کیسے کوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف ارشاد
پسند کرے گا یا حضور کے پاس حاضری کو دوسرے امر کا تابع و طفیلی ٹھہرائے گا انا
للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ٥

حدیث ثالث: دارقطنی بیہقی طبرانی ابویعلی ابن عدی ابن عساکر عقیلی
سعید بن منصور اور حافظ ابن النجار بغدادی کتاب الدرۃ
الثمینۃ فی اخبار المدینۃ اور حافظ ابن جوزی مثیر العزم الساکن میں سیدنا عبداللہ
بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
من حج فزار قبری بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی جس نے حج کیا پھر میری
قبر کریم کی زیارت کی بعد میری وفات کے گویا وہ میرے جمال جہاں افروز
کے ... سے مشرف ہوا میری حیات میں اور بیہقی و ابن النجار نے لفظ
وصحبنی زیادہ کیا یعنی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور میری
شرف صحبت سے فیض یاب ہوا ہاں اے زائران آستان مصطفوی و خاکبوسان
عتبہ علیہ نبوی صلوات اللہ وسلامہ علیہ طوبے و تہنیت تم پر فدا ہے، اور
آسمانوں سے تمہیں مبارکباد کی پیہم صدا تمہارے آقا و مولی صلے اللہ تعالے
علیہ وسلم تمہاری نسبت فرماتے ہیں گویا ہمیں ہمارے حیات ظاہری میں دیکھا

اور یقین جان کہ کیسا ہی سخت نافرمانبردار غلام ہو جب اپنے کریم و رحیم
مولیٰ کا دامن پکڑ کر مچل جاتا ہے کہ میں تو بے عفو کیے نہ مانوں گا تو اسے
رحم ہی آجاتا ہے اور اس کی خطاؤں سے درگذر فرماتا ہے پھر جب حق
تبارک و تعالیٰ تو ارحم الراحمین و اکرم الاکرمین ہے جل جلالہ و لا الہ الا ہو
جب صفا و مروہ کے درمیان دوڑے اور سات پھیرے کرے خیال کر اس
وقت میں نے اس بندۂ مطیع فرمانبردار جاں نثار کی سی صورت بنائی ہے جو
اپنے مولیٰ کی خدمت میں نہایت سرگرم ہے ایک دم پاؤں اس کا زمین سے
نہیں لگتا کبھی آتا ہے کبھی جاتا ہے یا مثل اس فقیر بینوا کے جسے اس کی
محتاجی نے بیتاب کر رکھا ہے دروازۂ کریم پر آتا ہے اور اس کی صفت و
ثنا کرکے سوال کرتا ہے مگر اسے نہیں کھلتا میرے حق میں کیا حکم ہوا لوٹ
جاتا ہے پھر بیقراری اس کی اسے واپس لاتی ہے اور دیر تک اسی حالت
میں رہتا ہے یا مثل اس عاشق جان سوختہ کے جو کوچۂ محبوب میں سرگرداں
پھر رہا ہے جمال جاناں نظر نہیں آتا اور دل کی بے چینی اسے ایک دم
قرار نہیں لینے دیتی اور تصور کر ایک دن میزان کھڑی کی جائے گی ایک پلہ
میں نیکیاں دوسرے پلہ میں گناہ رکھے جائیں گے تو اس پریشانی میں کہ
دیکھیے کونسا پلہ غالب ہوتا ہے مضطرب پھرتا ہوگا کہ کبھی اس پلہ پر جائے
گا کبھی اس پہ اور حالت خوف و رجا دل کو زیر و زبر کر رہی ہو گی **جب**
نویں رات منیٰ میں سوئے اور صبح کو عرفات جانے کا قصد ہو یاد کر ایسے
ہی روز خواب مرگ سے اٹھ کر میدان محشر میں جانا ہوگا اور یہی خلق کا
اژدحام اور امید و بیم کا عالم ہوگا **جب** عرفات میں وقوف کرے تو
لوگوں کا اطراف و اکناف سے آکر ایک زمین میں جمع ہونا اور ہر ایک

https://www.facebook.com/darahlesunnat

يفيد الاستعمال بادخال بعض عضو وهو يوافق المروى عن ابى يوسف فى الطاهر اذا ادخل رأسه فى الاناء وابتل بعض
رأسه انه يصير مستعملا اما الرواية المعروفة عن ابى يوسف انه لا يصير مستعملا ببعض العضو اور یہیں سے
کچھ پہلے ہے ان كان اصبعا او اكثر دون الكف لا يضر ومع الكف يضر بخلافه ذكره فى الخلاصة ولا يخلو من حاجة
الى تأمل وجهه وجیز امام کردری میں ہے المعروف عن الامام الثانى عدم الفساد ما لم يصر عضوا تاما والفساد
هو الظاهر اھ **اقول** الحق ان المناط الحاجة فحيث كانت تندفع ببعض العضو فادخل كله يصير
مستعملا ولعل هذا هو محمل تلك الرواية ان ادخال الاصابع للاغتراف لا يفسد بخلاف الكف ولهذا
قال فى الخانية من باب الوضوء ان لم تكن معه انية صغيرة فانه يغترف من التور باصابع يده اليسرى مضمومة
لا بالكف ولہذا ہمنے حکم عام رکھا باقی فوائد ہمارے رسالہ الطرس المعدل سے ظاہر ہیں آب مستعمل قابل وضو کرنے کے دو طریقے ہیں
ایک یہ کہ اپنی مقدار سے زائد آب طاہر مطہر میں ملا دیا جائے سب قابل وضو ہو جائیگا درمختار میں ہے غلبة المخالط لو مماثلا
كمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اكثر من النصف جاز التطهير بالكل والا لا دوسرے یہ کہ اوس میں طاہر مطہر پانی ڈالتے
رہیں یہانتک کہ اوس کا برتن بھر کر اوبلے اور بہنا شروع ہو سب طاہر مطہر ہو جائیگا کہ اسطرح پاک پانی کے ساتھ بہانے سے ناپاک پانی
پاک ہو جاتا ہے تو غیر مطہر کا مطہر ہو جانا بدرجہ اولی درمختار میں ہے المختار طهارة المتنجس بمجرد جريانه ردالمحتار میں ہے بمجرد جريانه بان يدخل
من جانب ويخرج من اخر حال دخوله وان قل الخارج بحر ولا يلزم ان يكون ممتلئا اول وقت الدخول لانه اذا كان ناقصا
فدخل الماء حتى امتلأ وخرج بعضه طهر ايضا كما حققه فى الحلية بدائع میں ہے وعلى هذا حوض الحمام او الاوانى اذا
تنجس شامی میں ہے مقتضاه انه على القول الصحيح تطهر الاوانى ايضا بمجرد الجريان وقد علل فى البدائع هذا القول بانه
صار ماء جاريا فانتفى الحكم ولله الحمد اھ وتمامه فيه بعض لوگوں کا کہنا کہ اس سے پانی مکروہ ہوجاتا ہے اگر پینے کے حق میں مراد تو
مذہب صحیح پر مبنی ہے کہ آب مستعمل طاہر ہے مطہر نہیں اوس سے وضو نہ ہوگا اور پینا مکروہ حلیہ پھر شامی میں ہے بلعه اياه مكروه
درمختار میں ہے هو طاهر ولو من جنب وهو الظاهر لكن يكره شربه والعجن به تنزيها للاستقذار وعلى رواية نجاسته
تحريما اور اگر وضو کے حق میں مقصود یعنی اوس سے وضو ہو جائیگا مگر مکروہ تو مذہب غیر صحیح پر مبنی ہے صحیح یہی ہے کہ اس سے پانی مستعمل
ہو جائیگا اور اوس سے وضو صحیح نہ ہوگا نہ یہ کہ صرف کراہت ہو کما ستحققه بتوفيق الله تعالى وقد آن اوانه بتوفيقه
عز شانه **تحقيق المقام** بفضل الملك العلام **اقول** وبالله التوفيق ان الفروع متوافرة
والنقول عن ائمتنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم وعمن بعدهم متظافرة ونصوص معتمدات الشروح والفتاوى
متواترة شاهدات على ان المحدث اذا ادخل عضوه قبل غسله فى ماء قليل فانه يجعل الماء مستعملا الا اذا كان

https://www.facebook.com/darahlesunnat

عن ضرورة فعفی **قال فی** الفتح بعد اقامة البينة علی ان رفع الحدث ايضا مغير للماء ان لم تكن معه نية قربة ما نصه
وبهذا يبعد قول محمد انه القربة فقط الا ان يمنع كونه مذهبه كما قال شمس الائمة قال لانه ليس بمروی عنه والصحيح
عنده ان ازالة الحدث بالماء مفسد له ومثله عن الجرجانی وما استدلوا به عليه من مسألة المنغمس لطلب الدلو حيث
قال محمد الرجل طاهر والماء طاهر اجابوا بان الازالة عنده مفسدة الا عند الضرورة والحاجة كقولنا جميعا لو ادخل
المحدث او الجنب او الحائض التی طهرت اليد فی الماء للاغتراف لا يصير مستعملا للحاجة بخلاف ما لو ادخل
رجله او رأسه حيث يفسد الماء لعدم الضرورة وفی كتاب الحسن عن ابی حنيفة ان غمس جنب او غير متوضئ يديه
الی المرفقين او احدی رجليه فی اجانة لم يجز الوضوء منه لانه سقط فرضه عنه وذلك لان الضرورة لم تتحقق فی ادخال الی
المرفقين حتی لو تحققت بان وقع الكوز فی الحب فادخل يده الی المرفق لاخراجه لا يصير مستعملا نص عليه فی الخلاصة
قال بخلاف ما لو ادخل يده للتبرد يصير مستعملا لعدم الضرورة اه **وفی** التبيين نحوه وزاد تعليل محمد فی مسألة
البئر ان وقوع الدلو فی البئر يكثر والجنابة تكثر ايضا فلو اغتسلوا لاخراج الدلو كلما وقع يحرجون اه **وفی**
الخانية اتفق اصحابنا رحمهم الله تعالی فی الروايات الظاهرة علی ان الماء المستعمل فی البدن لا يبقی طهورا واختلفوا
هل يصير مستعملا لسقوط الفرض اذا قصد التبرد او اخراج الدلو من البئر قال ابو حنيفة وابو يوسف رحمهما الله تعالی
يصير مستعملا وقال محمد رحمه الله تعالی فی المشهور عنه لا اه ای للضرورة كما مر انها الاهم فلم يعتبر الضرورة هنا
لندرة الاحتياج الی الانغماس بخلاف الاحتياج الی الاغتراف باليد اه ش والتعليل بالضرورة مقصور علی نحو طلب الدلو
اما التبرد فلما اشتهر عن محمد من القصر علی القربة وشیء عليه فی الخانية فلذا ذكره وتبعه البحر والنهر والدر **اقول**
وهذا عجب بعد مشيهم علی ان الصحيح عن محمد لا يقصر التغير علی التقرب قال ش قدمنا ان الثلثة اولا فی الصحيح عنده فلذا
اقتصر فی الهداية علی قوله لطلب الدلو اه **اقول** الهداية ايضا من الماشين كالخانية وكثيرين علی ان محمدا لا يجعل
السبب الا التقرب وقد ذكرناه فی الطرس المعدل فليس اقتصاره علی ذكر الطلب لما ذكر **وفيها** من فصل ما يقع فی البئر المحدث
اذا اغتسل للطاهر ايضا ولم يغسل عضوا لما اشار اليه الحاكم رحمه الله تعالی فی المختصر الی انه يصير مستعملا اه **وفی** وجيز الامام
الكردری ادخل الجنب او الحائض فيه (ای فی الماء) يده للاغتراف او رفع الكوز عنه لا يفسده للضرورة بخلاف ادخاله
للتبرد **وفی** الكافی انما لم يحكم محمد باستعمال الماء فی مسألة البئر للضرورة فانهم لو جاوبهم بطلب الدلو لا يمكنهم
ان يكلفوه بالاغتسال اولا اه **وفی** الخلاصة معزيا للاصل ونحوه فی الخانية وعنهما فی الغنية واللفظ
لفقيه النفس محدث ادخل يده للاغتراف لا يفسد الماء وكذا اذا ادخل يده فی الحب الی المرفق لاخراج الكوز ويده

رجليه في البئر لطلب الدلو لمكان الضرورة ولو للتبرد يصير مستعملا لانعدام الضرورة اھ **وفي** الحلية قال القدوري كان شيخنا ابو عبدالله يقول الصحيح عندي من مذهب اصحابنا ان ازالة الحدث توجب استعمال الماء ولا معنى لهذا الخلاف اذ لانص فيه وانما لم يأخذ الماء حكم الاستعمال في مسألة طلب الدلو لمكان الضرورة اذ الحاجة الى الانغماس في البئر لطلب الدلو مما يكثر ولو احتيج الى نزح كل الماء كل مرة لحرج حرجا عظيما فصار كالمحدث اذا غرف الماء بكفه لايصير مستعملا بلا خلاف وان وجد اسقاط الفرض لمكان الضرورة اھ **وفي** البرهان شرح مواهب الرحمن ثم غنية ذوي الاحكام للشرنبلالي معناه **وفي** شرح الوهبانية للعلامة ابن الشحنة اعتبار الضرورة في مثل ذلك مذكور في الصغرى وغيرها اھ **وفي** النهاية ثم الهندية لو انغمس للاغتسال للصلاة يفسد الماء بالاتفاق اھ ونحوه **في** العناية وغيرها **وفي** فوائد الامام ظهير الدين ابي بكر محمد بن احمد بن عمر على شرح الجامع الصغير للامام الصدر الشهيد حسام الدين عمر بن عبد العزيز رحمهما الله تعالى لو ادخل رجله في البئر ولم ينوبه الاستعمال ذكر شيخ الاسلام المعروف بخواهر زاده رحمه الله تعالى ان الماء يصير مستعملا عند محمد رضي الله تعالى عنه وذكر شمس الائمة الحلواني رحمه الله تعالى انه لايصير مستعملا لان الرجل في البئر بمنزلة اليد في الانية فعلى هذا التعليل اذا ادخل الرجل في الاناء يصير مستعملا لعدم الضرورة اھ

قلت وحاصل قول الامام الحلواني ان اليد لما لاتبلغ قعر البئر فمست الحاجة الى الرجل هذا هو الذي يعطيه نص قوله كما لا احتمال فيه لغيره واستثناء موضع الضرورة معلوم من اقوالهم بالضرورة فقول العلامة ابن الشحنة في زهر الروض بعد نقله يمكن دفع التعارض بحمل ما قاله خواهر زاده على ما اذا لم يكن موضع ضرورة وما قاله الحلواني على موضع الضرورة اھ تردد في موضع الجزم وشك في محل اليقين **وفي** متن الملتقى لو انغمس جنب في البئر بلانية فقيل الماء والرجل نجسان عند الامام والاصح ان الرجل طاهر والماء مستعمل عنده اھ **وفي** شرحه مجمع الانهر لو قال انغمس محدث لكان اولى انما قال بلانية لانه لو انغمس للاغتسال فسد الماء عند الكل اھ **وفي** النهر الفائق في تعليل قول محمد في مسألة جحط اما طهارة الرجل فلان محمدا لايشترط الصب واما الماء فللضرورة اھ نقله السيد الازهري على الكنز **وفي** الدر اسقاط فرض هو الاصل بان يدخل يده او رجله في الحب لغير اغتراف ونحوه فانه يصير مستعملا لسقوط الفرض اتفاقا اھ ولو استرسلنا في سرد الفروع لاعيانا ولكن نرد البحر ونكثر الاغتراف منه لان الكلام سيدور رحاه فنقول **في** البحر من الماء المستعمل ذكر ابو بكر الرازي انه يصير مستعملا عند محمد باقامة القربة لاغير استدلالا

تنبیہ

تطفل ۱۳ على العلامة ابن الشحنة

بمسألة الجنب اذا انغمس فی البئر لطلب الدلو قال شمس[٢٩] الائمة السرخسی جوابه انما لم یصر مستعملا للضرورة واقرہ علیه العلامة ابن الهمام والامام الزیلعی اھ **وفیه** واعلم ان ھذا وامثاله کقولهم فیمن ادخل یدیه الی المرفقین و احد رجلیه فی اجانة یصیر الماء مستعملا یفید ان الماء یصیر مستعملا بواحد من ثلثة ازالة حدث اقامة قربة اسقاط فرض فکان الاولی ذکر ھذا السبب الثالث اھ **وفیه**[٣٠] ذکر شمس الائمة السرخسی فی المبسوط (ای شرحه) ان فی الاصل (ای فی مبسوط الامام محمد رحمه الله تعالی) اذا اغتسل الطاھر فی البئر افسدہ اھ ای اذا نوی القربة کما لایخفی

وفیه مسألة البئر جحط وصورتھا جنب انغمس فی البئر للدلو او للتبرد ولانجاسة علی بدنه فعند محمد الرجل طاھر والماء طھور وجه قول محمد علی ما ھو الصحیح عنده ان الماء لایصیر مستعملا وان ازیل به حدث للضرورة اھ **وفیه** قال الخبازی[٣١] فی حاشیة الهدایة قال القدوری رحمه الله تعالی کان شیخنا ابو عبدالله الجرجانی یقول الصحیح عندی من مذھب اصحابنا الی اخر ما قدمنا عن الحلیة غیر انه قال لو احتاجوا الی الغسل عند نزح ماء البئر کل مرة لحرجوا الخ وزاد فی اخرہ بخلاف ما اذا ادخل غیر الید فیه صار الماء مستعملا اھ **وفیه** عن ابی حنیفة ان الرجل طاھر لان الماء لا یعطی له حکم الاستعمال قبل الانفصال من العضو قال الزیلعی الهندی وغیرھما تبعا للهدایة وھذه الروایة اوفق الروایات

وفی فتح القدیر وشرح المجمع انها الروایة المصححة اھ فعلم[٣٢] بما قررناہ ان المذھب المختار فی ھذہ المسألة ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور اھ **وفیه** وان انغمس للاغتسال صار مستعملا اتفاقا وحکم الحدث حکم الجنابة ذکرہ فی البدائع[٣٣] اھ **وفیه** وکذا الحائض والنفساء بعد الانقطاع اما قبل الانقطاع فهما کالطاھر اذا انغمس للتبرد لایصیر الماء مستعملا کذا فی فتاوی قاضی خان والخلاصة اھ **وفیه**[٣٤] قال القاضی الاسبیجابی فی شرح مختصر الطحاوی جنب اغتسل فی بئر ثم فی بئر الی عشرة قال محمد یخرج من الثالثة طاھرا ثم ان کان علی بدنه عین نجاسة تنجست المیاه کلها (یرید الثلثة) وان لم تکن صارت المیاه (الثلثة) کلها مستعملة ثم بعد الثالثة ان وجدت منه النیة یصیر مستعملا وان لم توجد لا اھ ومثله فی خزانة[٣٥] المفتین مع التصریح بتصحیح قول محمد المذکور ورأیت ایضا فیه التصریح بارادة الثلثة کما زدته توضیحا وکذلک فی الوضوء اھ ثم رأیت فی المنحة[٣٦] عن السراج الوهاج ایضا التصریح باستعمال ثلث دون ما بعدها الا بالنیة وھو ظاھر **وفیه** من ابحاث الماء المقید صرحوا بان الجنب اذا نزل فی البئر بقصد الاغتسال یفسد الماء عند الکل صرح به الاکمل وصاحب معراج[٣٧] الدرایة وغیرھما اھ **وفیه** وکذا صرحوا ان الماء یفسد اذا ادخل الکف فیه ممن صرح به صاحب المبتغی[٣٨] بالغین المعجمة اھ **وفیه** قال الاسبیجابی[٣٩] والولوالجی

فی فتاواہ جنب اغتسل فی بئر ثم بئر الی اٰخر ما تقدم اھ **وفیہ** قال الامام القاضی ابو زید الدبوسی فی الاسرار ان محمدا یقول لما اغتسل فی الماء القلیل صار الکل مستعملا حکما اھ فھذہ العبارۃ کشفت اللبس واوضحت کل تخمین وحدس اھ ولنقتصر علی ھذا القدر خاتمین بما اعترف البحر انہ کشف اللبس وازاح الحدس فھی کما تری نصوص صرائح تفید ان ملاقاۃ الماء القلیل العضو علیہ حدث یجعلہ مستعملا سواء ورد الماء علی العضو او العضو علی الماء علی سبیل النجاسۃ الحقیقیۃ فالماء نجس سواء وردت ھی علی الماء او الماء علیہا وبالجملۃ کانت الفروع تأتی علی ھذہ السنن المطبوع والاقوال تنسج علی ھذا المنوال الی ان جاء الدور تبارھۃ الامام المحقق علی الاطلاق ثم دارت مسألۃ التوضی فی الفساقی الصغار بین الحذاق فافتی العلامۃ زین الدین قاسم بن قطلوبغا بالجواز والف رسالۃ سماھا رفع الاشتباہ عن مسألۃ المیاہ وخالفہ تلمیذہ العلامۃ عبد البر بن الشحنۃ وصنف رسالۃ سماھا زھر الروض فی مسألۃ الحوض والامام ابن الھمام فی الحلیۃ ایضا میل الی شیئ مما اعتمدہ العلامۃ قاسم وھم جمیعا من جلۃ اصحاب الامام ابن الھمام علیھم رحمۃ الملک المنعام ثم جاء المحقق زین بن نجیم صاحب البحر رحمہ اللہ تعالٰی فانتصر الزین للزین ونمق رسالۃ سماھا الخیر الباقی فی جواز الوضوء من الفساقی ثم تتابع المتاخرون علی اتباعہ کالنھر والمنح والدر وذکر فی الخزائن ان لہ رسالۃ فیہ والعلامۃ الباقانی والشیخ اسمعیل النابلسی وولدہ العارف باللہ سیدی عبد الغنی ومحشی الاشباہ شرف الدین الغزی فیما ذکرہ المدقق العلائی بلاغا وکذا بعض مشایخ الشامی والسادات الثلثۃ ابو السعود الازھری وطوش ومیلا مع تردد والیہ یمیل کلام العلامۃ نوح افندی ووافق العلامۃ ابن الشحنۃ منھم العلامۃ ابن الشلبی وبرافقہ المحقق علی المقدسی والعلامۃ حسن الشرنبلالی **قلت** والیہ یرشد کلام المحقق فی الفتح وقد علمت انھا الجادۃ المسلوکۃ الی زمن العلامۃ قاسم والمروی عن جمیع اصحابنا وعن ائمتنا الثلثۃ عینا ولم یخالفھا احد ممن تقدمہ غیر الامام صاحب البدائع فی عبارۃ تعلیلا ما عند ذکر الاحکام فھو مع الجمھور ولکن **لقد قصر ناصر مقتصر** ھؤلاء المتاخرین فی خلو ما الوا الیہ اما ما نسب الی العلامۃ قاری الھدایۃ فلا یتم کما ستعرف ان شاء اللہ **تعالٰی** وبالجملۃ فالمسألۃ ذات معترک عظیم وللرسائل الثلث جمیعا بحمد اللہ تعالٰی عندی وھا انا الخص ھا لک معما لھا وعلیھا اجمالا مفصلا وباللہ التوفیق فلنوزع الکلام علی اربعۃ فصول **الفصل الاول فی کلام العلامۃ قاسم** رسالتہ رحمہ اللہ تعالٰی نحو کراسۃ اطال فیھا الکلام فی حد الماء الکثیر وحقق ان جمیع جوانبہ سواء فی جواز الطھارۃ سواء کانت النجاسۃ مرئیۃ اولا واکثر من الرد علی شرح المختار فی التحفۃ والبدائع حتی تجاوز الی المؤاخذات اللفظیۃ ولسنا الاٰن بصدد ذٰلک وانما یتعلق منھا بغرضنا نحو ورقۃ فی اٰخرھا ذکر فیھا الماء المستعمل وانہ لا یغیر للماء ما لم یغلب علیہ واختار التسویۃ فی ذٰلک بین الملقی والملاقی

مسئلہ: دہ دردہ پانی کی سب جوانب یکساں ہیں نجاست

تنقیح

تحقیقات ...
بھی خاص اوس ...
رضوی ...

اى كما ان الماء المستعمل لو القى فى حوض او جرة وكان ماء الجرة اكثر منه جاز الطهارة به على ما هو الصحيح المعتمد وعليه عامة العلماء وكذلك ان ادخل المحدث او الجنب يده مثلا فى جرة لم تتغير اوصافها لان المستعمل منه ما لاقى بدنه وهو اقل بالنسبة الى الباقى واحتج على ذلك بثلثة اشياء **الاول** كلام البدائع حيث قال فى الكلام على حديث لا يبولن احدكم فى الماء الدائم (اى حين استدل به للامام على نجاسة الماء المستعمل) لا يقال انه نهى (اى عن الاغتسال فيه) لان المستعمل نجس بل لما فيه من اخراج الماء من ان يكون مطهرا من غير ضرورة وذلك حرام لانا نقول الماء القليل انما يخرج عن كونه مطهرا باختلاط غير المطهر به اذا كان غير المطهر غالبا كماء الورد واللبن ونحو ذلك فاما ان يكون مغلوبا فلا وههنا الماء المستعمل ما يلاقى البدن ولا شك ان ذلك اقل من غير المستعمل فكيف يخرج به من ان يكون مطهرا انتهى **قلت** وتمامه فاما ملاقاة النجس الطاهر فتوجب تنجيس الطاهر وان لم يغلب على الطاهر لاختلاطه بالطاهر على وجه لا يمكن التمييز بينهما فيحكم بنجاسة الكل اھ قال وقال فى موضع اخر (اى بعد اوراق) فيمن وقع فى البئر فان كان على بدنه نجاسة حكمية بان كان محدثا او جنبا او حائضا او نفساء (اى وقد انقطع عنهما) فعلى قول من لا يجعل هذا الماء مستعملا (**قلت** يريد الامام ابا يوسف رحمه الله تعالى لاشتراطه الصب) لا ينزح شیئ لانه طهور وكذا على قول من جعلها مستعملا وجعل المستعمل طاهرا (يريد محمدا رحمه الله تعالى) لان غير المستعمل اكثر فلا يخرج عن كونه طهورا ما لم يكن المستعمل غالبا عليه كما لو صب اللبن فى البئر بالاجماع او بالت شاة فيها عند محمد رحمه الله تعالى انتهى **قلت** وتمامه واما على قول من جعل هذا الماء مستعملا وجعل الماء المستعمل نجسا (يريد الامام رضى الله تعالى عنه على رواية الحسن بن زياد رحمه الله تعالى عنه نجاسة الماء المستعمل وان كانت رواية عنه رضى الله تعالى عنه فى خصوص المسألة ما سيذكر) ينزح ماء البئر كله كما لو وقعت فيها قطرة من دم او خمر وروى الحسن عن ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه انه ان كان محدثا ينزح اربعون وان كان جنبا ينزح كله وهذه الرواية مشكلة لانه لا يخلو اما ان صار هذا الماء مستعملا او لا فان لم يصر مستعملا لا يجب نزح شیئ لانه بقى طهورا وان صار مستعملا فالماء المستعمل عند الحسن نجس نجاسة غليظة فينبغى ان يجب نزح جميع الماء اھ وانما انقل هذه التمامات لفوائد ستعرفها بعون الله تعالى قال وقال فى موضع اخر (اى قبل هذا باوراق وبعد الاول بقليل) لو اختلط الماء المستعمل بالماء القليل قال بعضهم لا يجوز التوضى به وان قل وهذا فاسد اما عند محمد رحمه الله تعالى فلانه طاهر لم يغلب على الماء المطلق فلا يغيره عن صفة الطهورية كاللبن واما عندهما رضى الله تعالى عنهما فلان القليل مما لا يمكن التحرز عنه فيجعل عفوا والكثير عند محمد ما يغلب على الماء المطلق وعندهما ان يستبين موضع القطرة فى الاناء انتهى قال وقد علمت ان الصحيح المفتى به رواية محمد عن ابى حنيفة رحمهما الله تعالى اھ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اى فلا يفسد قليله لان غير المستعمل اكثر **الثانى** قال وقال محمد فى كتاب الآثار بعد رواية حديث
عائشة رضى الله تعالى عنها لا بأس ان يغتسل الرجل مع المرأة بدأت قبله او بدأ قبلها قال اذا عرفت هذا لم
تتأخر عن الحكم بصحة الوضوء من الفساقى الموضوعة فى المدارس عند عدم غلبة الظن بغلبة الماء المستعمل
او وقوع نجاسة فى الصغار منها قال فان قلت اذا تكرر الاستعمال هل يمنع قلت الظاهر عدم اعتبار هذا المعنى
فى النجس فكيف بالطاهر قال قال فى المنتقى (وهو **الثالث**) قوم يتوضؤن صفا على شاطئ النهر جاز
فكذا فى الحوض لان حكم ماء الحوض فى حكم ماء جار انتهى **قلت** اى ان المنع انما يكون لسقوط الغسالة فيها
او لادخال المحدثين ايديهم فيها والكل غير مانع على ما تقرر عندنا **ثم** اتى بآثار بعضها فى الملاقى وبعضها
فى الملقى فقال وقد روى ابن ابى شيبة عن الحسن فى الجنب يدخل يده فى الاناء قبل ان يغسلها قال يتوضؤ به
ان شاء وعن سعيد بن المسيب لا بأس للجنب ان يدخل يده فى الاناء قبل ان يغسلها وعن عائشة بنت سعد انها قالت كان
سعد يأمر الجارية فتناوله الطهور من الحوض فتمس يدها فيها فيقال انها حائض فيقول ان حيضتها وعن عامر
قال كان اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يدخلون ايديهم فى الاناء وهم جنب والنساء حيض لا يرون
بذلك بأسا يعنى قبل ان يغسلوها وعن ابن عباس فى الرجل يغتسل من الجنابة فينضح فى انائه من غسله فقال لا بأس به
وعن الحسن وابراهيم والزهرى وابى جعفر وابن سيرين نحوه قال فان قلت فما محمل حديث لا يبولن احدكم فى الماء الدائم
ولا يغتسلن فيه من الجنابة قلت استدل به الكرخى على عدم جواز التطهير بالمستعمل ولا يطابق عمومه فروعهم
المذكورة فى الماء الكثير فيحمل على الكراهة وبذلك اخبر راوى الخبر فاخرج ابن ابى شيبة عن جابر بن عبد الله
رضى الله تعالى عنهما قال كنا نستحب ان نأخذ من ماء الغدير ونغتسل به فى ناحية قال وما ذكر من الفروع مخالفا
لهذا فبناء على رواية النجاسة كقولهم لو ادخل جنب او محدث او حائض يدها فى الاناء قبل ان يغسلها فالقياس
انه يفسد الماء وفى الاستحسان لا يفسد للاحتياج الى الاغتراف حتى لو ادخل رجله يفسد الماء لانعدام
الحاجة ولو ادخلها فى البئر لم يفسد لانه محتاج الى ذلك فى البئر لطلب الدلو فجعل عفوا ولو ادخل فى الاناء
او البئر بعض جسده سوى اليد والرجل افسده لانه لا حاجة اليه امثال هذا (ثم ذكر مسائل وآثارا لا تتعلق
بما نحن فيه الى ان قال) وعن ابن جريج قال قلت لعطاء أرأيت رجلا توضأ فى ذلك الحوض متكشفا فقال لا
بأس به قد فعله ابن عباس رضى الله تعالى عنهما وقد علم انه يتوضؤ منه الابيض والاسود وفى رواية وكان يسكب
من وضوء الناس فى جوفها قال وكانهم لم يروا الحرج المستيقظ خاصا به وانما نبهت على ان ابن ابى شيبة قد روى

فائدہ ١ مسئلہ عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو یا غسل سے مرد کو ... جائز ہے

٢ كذا بالاصل ولعله ان يدخل الجنب يده ١٢ منه

عن ابی معوية عن الاعمش عن ابراهيم قال كان اصحاب عبد الله رضی الله تعالٰی عنه اذا ذكر عندهم بحث ابی هريرة رضی
الله تعالٰی عنه قالوا كيف يصنع ابو هريرة بالمهراس الذی بالمدينة اه فهذا كل ما اتی به فی هذا الباب فی كتابه رحمه
الله تعالٰی فی رسالته **اقول** وبالله التوفيق الكلام فيه من وجوه **الاول** من العجب استناده رحمه الله تعالٰی
بعبارة المبتغی فليس فيها اثر مما ابتغی لان كلامه فی الحوض الكبير الا ترٰی الٰی قوله ان ماء الحوض فی حكم ماء جار
ومعلوم قطعا ان ذلك انما هو فی الحوض الكبير ذی الماء الكثير اما الصغير فكالاوانی وقد قال العلامة نفسه فی هذه
الرسالة ان ماء الاوانی يتنجس بوقوع النجاسة وان لم يتغير قال وما كان فی غدير او مستنقع وهو نحو ماء الاوانی فهو ملحق بها اذ لا اثر
للمحل اه **الثانی** قدمنا فی نمرة ٣٨ عن المبتغی التصريح بان الماء يفسد بادخال الكف **الثالث** كذلك لا اثر لتأييد
شیء من مقصوده فی عبارة كتاب الآثار فليس ان الرجل يدخل يده فی الاناء قبل الغسل والمرأة ثم يغتسلان منه وفيه كيف
يظن هذا برسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم وام المؤمنين رضی الله تعالٰی عنها وانما مراد محمد رحمه الله تعالٰی نفی قول من
ابطل الوضوء بفضل وضوء المرأة مطلقا او اذا كانت جنبا او حائضا فهما قولان للحنابلة والمالكية ولذا قال بدأ قبله
او بدأت قبلها وترجم له باب غسل الرجل والمرأة من اناء واحد من الجنابة **الرابع** قد اوضحه رضی الله تعالٰی عنه مراده الشريف فی
موطاه المنيف اذ قال باب الرجل يغتسل او يتوضأ بسؤر المرأة اخبرنا مالك حدثنا نافع عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما انه
قال لا بأس بان يغتسل الرجل بفضل وضوء المرأة ما لم تكن جنبا او حائضا قال محمد لا بأس بفضل وضوء المرأة وغسلها
وسؤرها وان كانت جنبا او حائضا بلغنا ان النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم كان يغتسل هو وعائشة من اناء واحد يتنازعان
الغسل جميعا فهو فضل غسل المرأة الجنب وهو قول ابی حنيفة رحمه الله تعالٰی **الخامس** قدمنا عن الائمة ابی بكر الرازی
وشمس الائمة السرخسی والاسبيجابی وابی الحسن الكرخی وابی نصر الدين موسی والزيلعی وابن الهمام وغيرهم الجم الغفير غفر الله تعالٰی لنا بهم
وعن الخلاصة عن نص كتاب الاصل لمحمد وهو الام نصوصه فی الحكم بخصوصه فكيف يحمل هذا الكلام علی خلافه وبالله
التوفيق **السادس** ما ذكر رحمه الله تعالٰی عن ابن عباس والامام الباقر والحسن البصری وابن سيرين وابراهيم النخعی والزهری
رضی الله تعالٰی عنهم لا يمس المقصود لانه فی الملقی والكلام فی الملاقی **السابع** ما ذكر اخرا عن عطاء وابن عباس رضی
الله تعالٰی عنهم فاخره فی الملقی ولا حجة فی اوله فانه ان كان المراد التوضی فی الحوض بحيث تسقط الغسالة فيه كالتوضی
فی الطست فهو من الملقی وان كان المراد التوضی بادخال اليد فيه للاغتراف فقدمنا ان هذا القدر معفو عنه عند عدم النية
وان فرض ان المراد انه يلج الحوض ويتوضأ فيه لم تنهض ايضا حجة اذ ليس فيه بيان قدر الحوض فجاز ان يكون كبيرا **الثامن**
كذلك ما حكی سعد رضی الله تعالٰی عنه فكونه فی الحيض قبل الانقطاع قدمنا عن الخانية والخلاصة وغيرهما انه لا ينجس

الماء اذ ذاك لعدم السببين سقوط الفرض و اقامة القربة **التاسع** ما ذكر عن عامر فظاهر ان لفظة يعني
قبل ان يغسلوها مدرج في الحديث ولا يدرى قول من هو ولا حجة في مجهول **العاشر** ما حكى عن الحسن يعارضه ما في
البدائع عنه في وقوع قليل ماء مستعمل في الماء سئل الحسن البصري عن القليل فقال ومن يملك نشر الماء فهو ما تطاير منه
عند الوضوء وانتشر اشار الى تعذر التحرز عن القليل فكان القليل عفوا ولا تعذر في الكثير فلا يكون عفوا اھ هذا
كلامه في الملقى فكيف في الملاقي **الحادي عشر** ما حكى عن سعيد فعلى تقدير الصحة عنه مذهب تابعي فكيف يحتج به على
المذهب وكفى به جوابا عن سائر الآثار **الثاني عشر** كذلك العبارة الثالثة عن البدائع بمعزل عن المقصود فانها في
الملقى ولا كلام فيه الا ترى الى قوله ثم الكثير عند محمد ما يغلب على الماء المطلق وعندهما ان يستبين مواقع القطر في
الاناء اھ **قلت** والوجه فيه ان الماء طاهر عند محمد فلا يسلبه وصف الطهورية ما لم يغلب عليه ونجس عندهما فيما يقال و
قطر نجس تنجس كل ماء قليل غير ان ما لا يستبين لا يعتبر كرشاش البول قدر رؤس الابر فعفى عنه لعسر التحرز
فاين هذا مما نحن فيه **نعم** جل ما في يدي ما ذكر البدائع في الجدل عن رواية ضعيفة وتعليل قول محمد في مسألة
جحطان المستعمل ما لاقى البدن وهو اقل من غيره **اقول** وبالله التوفيق وهو المستعان على افاضة التحقيق
ليس لنا ومن شاكلتي ان اتكلم بين يدي هذا الامام الهمام ملك العلماء الكرام اعلى الله درجاته في دار السلام وافاض علينا
بركاته على الدوام امين ولكن المذهب قد تقرر والنقل الصحيح الصريح عن الائمة الثلثة رضي الله تعالى عنهم
قد توفر ورأيت هذا الامام الجليل قد وافق الرجلة الفحول في تلك النقول اعني ذكر المنقول وعلمت ان ما يقال في الجدل
او يبدى في الطل لا يقضي على نصوص المذهب بل ربما لا يكون المبدي ايضا اليه يذهب كما هو معلوم عند من خدم
هذا الفن المهذب فجرّني ذلك على ان اقول وهو **الثالث عشر** الامام ملك العلماء قدس سره هو القائل
في بدائعه بعد ما ذكر سقوط حكم الاستعمال في مواضع الضرورة كاليد في الاناء للاغتراف والرجل في البئر لطلب الدلو
ما نصه لو ادخل في الاناء او البئر بعض جسده سوى اليد والرجل فسد الماء لانه لا حاجة اليه وعلى هذا الاصل تخرج
مسألة البئر اذا انغمس الجنب فيها لطلب الدلو لا بنية الاغتسال وليس على بدنه نجاسة حقيقية والجملة فيه ان
المنغمس اما ان يكون طاهرا او لم يكن بان كان على بدنه نجاسة حقيقية او حكمية كالجنابة والحدث وكل وجه على وجهين اما
ان ينغمس لطلب الدلو او التبرد او للاغتسال وفي المسألة حكمان حكم الماء الذي في البئر وحكم الداخل فيها فان كان طاهرا وانغمس
لطلب الدلو او للتبرد لا يصير مستعملا بالاجماع لعدم ازالة الحدث واقامة القربة وان انغمس فيها للاغتسال صار
الماء مستعملا عند اصحابنا الثلثة رضي الله تعالى عنهم لوجود اقامة القربة وعند زفر والشافعي رحمهما الله تعالى

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لا يصير مستعملا لانعدام ازالة الحدث والرجل طاهر في الوجهين جميعا اھ فانظر الى قوله في المسألة حكمان حكم الماء الذي في البئر فهل ترى ان الذي في البئر هو ما لاقى سطح بدنه عند الانغماس كلا بل كل ما في البئر وهو المقصود ببيان حكمه وقد حكم عليه في الصورة الثانية بانه صار مستعملا باجماع ائمتنا الثلثة رضي الله تعالى عنهم وفيهم محمد القائل بطهارته وقد حكم بانه بالانغماس سلب ماء البئر طهوريته فظهر ان حكم الاستعمال يسري في الماء القليل كله سريان حكم النجاسة باجماع اصحابنا رضي الله تعالى عنهم فان السريان على القول بنجاسة الماء المستعمل ظاهر لا خلف فيه وهذا محمد القائل بالطهارة يحكم بالسريان فكان القول به مجمعا عليه فلم يبق لاحد ان يخالف فيه بل قد نطق ان زلات العلماء تشهد هنا على جعل طهارة الماء المستعمل متفقا عليها بين اصحابنا كما قال في البدائع ومشايخ العراق لم يحققوا الخلاف فقالوا انه طاهر غير طهور عند اصحابنا رضي الله تعالى عنهم حتى روي عن القاضي ابي حازم العراقي انه كان يقول انا نرجو ان لا تثبت رواية نجاسة الماء المستعمل عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه وهو اختيار المحققين من مشايخنا بما وراء النهر اھ وذلك لان سوق كلامه ههنا انما هو لاحاطة احكام الماء والرجل في جميع الصور المحتملة هنا وقد التزم في كل صورة بيان الخلاف بين ائمتنا الثلثة ان كان وفصل في شق الطاهر حكم الماء فقال في الاول لا يصير مستعملا بالاجماع وفي الثاني صار مستعملا عند ائمتنا الثلثة خلافا لزفر والشافعي ثم بقي عليه بيان حكم الرجل في المسألتين عند ائمتنا فجمعهما وقال الرجل طاهر في الوجهين جميعا فكما انه يستحيل عند الذوق السليم كون هذا تتمة قول زفر والشافعي فيبقى ساكتا عن بيان حكم الرجل في الوجهين عند ائمتنا رضي الله تعالى عنهم كذلك يبعد ان يكون هذا قول بعض دون بعض منهم اذ لو كان كذلك لبين الخلاف كما بين في سائر الصور ولم يأت به هكذا مرسلا ايهاما للخلاف اعني عدم الخلاف مع وجوده لا سيما مع قرينتي الاجماع والاتفاق في حكم الماء في هذين الوجهين فلا ينقدح في الذهن الا كونه وفاقيا بين اصحابنا كقرينتيه السابقتين وهذا آية انه على القول بطهارة الماء المستعمل حيث لم ينجس الماء فلا يحتمل ان ينجس الطاهر بخلاف ما اذا قيل بنجاسته اذ يتطرق القول بان الماء تنجس فنجس فلا يكون الرجل طاهرا وفاقا فان **قلت** اليس ان حكم الاستعمال انما يعطى بعد الانفصال عن البدن كل شيء وان في الاغتسال فما دام فيه لم يكن مستعملا واذا صار مستعملا ولم يكن فيه فعن هذا يخرج طاهرا مع نجاسة الماء المستعمل عندهما فيما يذكر عنهما **قلت** بلى ولكن انما يتمشى على قول الامام اما عند ابي يوسف فيثبت حكم الاستعمال باول ملاقاة البدن الماء قال في البدائع ابو يوسف يقول ان ملاقاة اول عضو المحدث الماء يوجب صيرورته مستعملا فكذا ملاقاة اول عضو الطاهر الماء على قصد اقامة القربة واذا صار الماء مستعملا باول الملاقاة لا تتحقق طهارة بقية الاعضاء بالماء المستعمل اھ

فكيف يقول الماء مستعمل والرجل طاهر وقد قال في البدائع ان كان على يده نجاسة حكمية فقط فان ادخلها لطلب الدلو والتبرد يخرج من الاول (اى الماء الاول فان المسألة مفروضة في الانغماس في عدة مياه) طاهرا عند ابي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى هو الصحيح لزوال الجنابة بالانغماس مرة واحدة وعند ابي يوسف هو نجس ولا يخرج طاهرا ابدا ام فان حملته على حال الضرورة لقول البدائع اما ابو يوسف فقد ترك اصله عند الضرورة على ما يذكر وروي بشر عنه ان المياه كلها نجسة وهو قياس مذهبه اه دفعه فيه ان ما ههنا ان الماء مستعمل والرجل طاهر عكس ما يقول به الامام الثاني حال الضرورة الا ترى انه مذهبه في مسألة البئر جحط الحاء اى ان الماء طاهر على حاله والرجل لم يطهر كما كان فقال في البدائع ابو يوسف يقول يجب العمل بهذا الاصل اى ما تقدم من ثبوت الحكم باول اللقاء الا عند الضرورة كالجنب والمحدث اذا ادخل يده في الاناء لاغتراف الماء لا يصير مستعملا ولا يزول الحدث الى الماء لمكان الضرورة لان هذا الماء لو صار مستعملا انما يصير مستعملا بازالة الحدث ولو زال الحدث لتنجس ولو تنجس لا يزيل الحدث واذا لم يزل الحدث بقي طاهرا واذا بقي طاهرا يزيل الحدث فيقع الدور فقطعنا الدور من الابتداء فقلنا انه لا يزيل الحدث عنه فبقي هو بحاله والماء على حاله ام وبالجملة لا استقامة لهذا على قول ابي يوسف اصلا الا ان يقال انه مبني على طهارة الماء المستعمل عندهم جميعا وهو قول محمد قد تقواه علماء العلماء وجعله مختار المحققين وان مشى في مواضع كثيرة على نسبة التنجيس الى الشيخين كما اشتهر فعلى هذا تكون المسألة نصا عن ائمتنا الثلثة على سريان حكم الاستعمال الى جميع الماء مع طهارته والله سبحنه وتعالى اعلم **الرابع عشر** ثم قال قدس سره في من انغمس في ثلثة ابار او اكثر عندهما (اى الطرفين رضي الله تعالى عنهما) ان انغمس لطلب الدلو والتبرد فالمياه باقية على حالها وان كان الانغماس للاغتسال فالماء الرابع فصاعدا مستعمل لوجود اقامة القربة اه فانظر على اي شيء حكم بكونه مستعملا الماء الرابع فصاعدا الا خصوص ما لاقى منه سطح البدن **قلت** المعنى جميع المياه من اولها وانما خص الرابع فما فوقه بالذكر فعالتوهم انه يقتصر حكم الاستعمال على المياه الثلثة الاول اذ لا قربة بعد التثليث فالرابع وما بعده الى لا يصير مستعملا لعدم السببين فنبه على بطلانه بان ذلك عند اتحاد المجلس والاسباغ له في باب الابار **قول** لكن يشكل عليه انه رحمه الله تعالى انما ذكر هذا في من كان على بدنه نجاسة حقيقية لان عبارته هكذا ولو لم يكن طاهرا فان كان على بدنه نجاسة حقيقية وهو جنب او لا فانغمس في ثلثة ابار او اكثر من ذلك لا يخرج من الاولى والثانية طاهرا بالاجماع ويخرج من الثالثة طاهرا عند ابي حنيفة ومحمد رضي الله تعالى عنهما والمياه الثلثة نجسة لكن نجاستها على التفاوت على ما ذكرنا وعند ابي يوسف كلها نجسة والرجل نجس سواء انغمس لطلب الدلو او الاغتسال وعندهما ان انغمس

فصل ١ لطف دوم ٢١ عليه

ترقيم

فصل ٢ لطف سوم

لطلب الدلو او التبرد فالمیاہ باقیۃ علی حالہا الخ وکیف تبقی علی حالہا والفرض ان علی بدنہ نجاسۃ حقیقیۃ الا ان
یقال انتہی الکلام علیہما الی قولہ المیاہ کلہا نجسۃ والرجل نجس وقولہ سواء انغمس لطلب الدلو الخ بیان لعدم اقتصار
الحکم عند ابی یوسف علی النجاسۃ الحقیقیۃ بل کذلک الحکمیۃ کما قدمنا ان عند ابی یوسف ہو نجس و الرجل طاہر ابدا
فلما استطرد ہذا ابان خلاف الطرفین فیہ ان ہذا التعمیم لیس عندہما ویکدرہ ان الکلام المستطرد اذن فی
النجاسۃ الحکمیۃ فکیف یقول عندہما ان انغمس لطلب الدلو او التبرد فالمیاہ باقیۃ علی حالہا فان عند الامام
رضی اللہ تعالٰی عنہ یصیر الماء مستعملا بازالۃ الحدث وان لم ینو بل کذلک عند محمد ایضا عند التحقیق وقد قال
فی البدائع فی اٰلہ: قدم فی البئران کان علی بدنہ نجاسۃ حکمیۃ فعلی قول من جعل ہذا الماء مستعملا والمستعمل
نجسا ینزح ماء البئر کلہ کما تقدم فاذا کان ہذا فی الواقع بلا قصد فکیف فی المنغمس قصد التبرد ثم قد اتی
بشق النجاسۃ الحکمیۃ بعد ہذا وصرح فیہ بالحکم الصحیح علی خلاف ما ہنا کما سیأتی وان حمل ما ہنا علی الفرق
فمع بعدہ یاباہ قولہ او التبرد الا ان یقال انہم قد ادخلوہ فیہما کما یأتی فبناء علی ہذا التسامح یصح ہذا الحمل
غیر انا لا نسلم فان زید الاستطراد حتی یشمل الطاہر فمع ان التعمیم المذکور فی قول الامام الثانی سواء انغمس الخ
لم یکن لیشملہ قطعا یعکر علیہ ان الشمول لا یخرج المحدث فکیف یصح اطلاق الحکم بان المیاہ باقیۃ علی حالہا
ولا وجہ لتخصیص الحکم بالطاہر فان الکلام مسوق فی شق وان لم یکن طاہرا وقد قدم حکم الطاہر من قبل وبالجملۃ
فالعبارۃ ہہنا فیما وصل الیہ فہمی القاصر لا تخلو عن قلق وحزازۃ ولعلہا وقع فیہا من قلم الناسخین تغییر وتقدیم وتاخیر
وکم لہ من نظیر وقلیلا ما ترد اللہ تعالٰی اعلم بمراد خواص عبادہ الخامس عشر ثم قال قدس سرہ تحت قولہ المنہ
وان کان علی یدہ نجاسۃ حکمیۃ فقط ما نصہ واما حکم المیاہ فالماء الاول مستعمل عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی
عنہ لوجود ازالۃ الحدث والبواقی علی حالہا لانعدام ما یوجب الاستعمال اصلا (ای لان الصورۃ مفروضۃ فی الانغماس
للتبرد او طلب الدلو فلا نیۃ قربۃ والحدث قد زال بالاول) وعند ابی یوسف ومحمد المیاہ کلہا علی حالہا اما عند
محمد فظاہر لانہ لم یوجد اقامۃ القربۃ بشیئ منہا واما ابو یوسف فقد ترک اصلہ عند الضرورۃ علی ما یذکر ام
فقد افاد ان لو وجدت نیۃ القربۃ لصار الماء مستعملا عند الامام الربانی ایضا بل ہو کذلک فان التحقیق
انہ لا یقصر الاستعمال علی نیۃ القربۃ کما تقدم اقول فہذہ صرائح نصوص المسألۃ عن ائمۃ المذہب رضی اللہ تعالٰی
عنہم اتی بہا ملک العلماء فلا یعارضہا ما وقع منہ فی تعلیل وجدل ما للجدل فظاہر ان العلۃ ان صحت
لزمت صحۃ الحکم ولا عکس لجواز ان تکون ہذہ باطلۃ والحکم معللا بعلۃ اخری وہہنا کذلک فان

تطفل ۵۰۰ علی ملک العلماء
تطفل ۵۰۱ علی ملک العلماء
تطفل ۵۰۲ علی العلامۃ قاسم
صحۃ العلۃ تستلزم صحۃ الحکم ولا عکس

القوا بنجاسة المستعمل مطلقاً بوجوه اخر ذکرت فی البدائع نفسها والهدایة والکافی والتبیین وغیرها وهذا العلامة قاسم قدس سرہ علی ما اوّل العلماء استدلالهم بهذا الحدیث فی رسالته هذه وقد تقدم قوله انه لا یطابق عمومه فرد من المذکورة فی الماء الکثیر فیحمل علی الکراهة النحو وقال قبله حیث رد بعض کلام البدائع قوله اوّلاً قوله روی عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم انه قال لا یبولن احدکم فی الماء الدائم ولا یغتسلن فیه من الجنابة من غیر فصل بین دائم ودائم الخ یقال علیه انظر هل تمکن احدکم مخالفی هذا الحدیث حیث قلتم ومشایخکم انه یتوضؤ من الجانب الاخر فی المرئیة ویتوضؤ من ای جانب کان فی غیر المرئیة کما اذا بال فیه انسان او اغتسل جنب انتم من العاملین به فانه لا عجب ممن یستدل بحدیث هو احد من خالفه وهذا ما اشار الیه بقوله لا یطابق عمومه الخ **اقول** رحمکم الله جاوزتم الحد فی الاخذ والرد **فاوّلاً** ما قالوه انما هو فی الکثیر والکثیر ملحق بالجاری والحدیث فی الدائم **ثانیاً** الکراهة ان ارید بها کراهة التحریم لا یلائم قوله وبذلک اخبر راوی الخبر فلا کنا نستحب الخ ما مر مع انها لا تقید لکم اذ لو لم یتغیر بها الماء لم یکن وجه للنهی عند الآخرین ان الماء الکثیر لعدم تغیره یجوز الاغتسال فیه اجماعاً کما فی البدائع وقد استدلوا علی نجاسة الماء المستعمل وشیخکم المحقق علی الاطلاق علی سلب الطهوریة عنه بهذا النهی المفید لکراهة التحریم وان ارید بها کراهة التنزیه فعدول عن الحقیقة من دون ضرورة ملجئة ولا یلائمها نون التاکید فی قوله صلی الله تعالی علیه وسلم لا یغتسلن وقد دفع العلامة الاکمل فی العنایة کراهة التنزیه بان تقییده بالدائم ینافیه فان الماء الجاری یشارکه فی ذلک المعنی فان البول کما انه لیس بادب فی الماء الدائم فکذلک فی الجاری فلا یکون للتقیید فائدة وکلام الشارع مصون عن ذلک اھ وقد قال فی المجتبی اما البول فیه فمکروه قلیلاً کان او کثیراً دائماً او جاریاً وسمی ابو حنیفة رضی الله تعالی عنه من یبول فی الماء الجاری جاهلاً اھ کما فی ابن الشلبی علی التبیین **اقول** المقرر عندنا ان نصوص الشرع لا نظر فیها الی مفهوم المخالفة فیجوز ان یکون ذکر الدائم نظراً الی الحکم الثانی وهو النهی عن الاغتسال **وثالثاً** هب انهم لم یعملوا فی بعض الصور باطلاقه فلیس من قبیل طرحه او خصص عمومه لدلیل لا یمنع عن التمسک به فی شیئ اخر هذا وکذا عدم استعمال الماء بوقوع محدث فی البئر عند محمد علی تسلیمه لم لا تعللونه بما تقرر عندکم وصرحتم به غیر مرة اذ محمد لا یقول بالاستعمال الا بنیة القربة وای نیة للساقط وانتم المصرحون کما تقدم ان الطاهر ان انغمس فیها للاغتسال صار الماء مستعملاً عند اصحابنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم فلم لا یقول محمد ثم ان غیر المستعمل اکثر فلا یخرج عن کونه طهوراً **السادس عشر** الروایة الصحیحة المعتمدة فی مسألة تحط رابعة لم تشملها الحروف وهی طہر ای ان الرجل طاهر من الحدث والماء طاهر غیر طهور قال فی الهدایة والکافی والتبیین والسراج وغیرها انها اوفق الروایات وفی الدر انه الاصح وفی الفتح وشرح المجمع انها الروایة المصححة وفی البحر انه المذهب المختار وانه الحکم علی الصحیح فانقطعت الشبهة رأساً واستقر بحمد الله عرش التحقیق علی ان لا استعمال شیئ فی الماء القلیل بمجرد النجاسة **السابع عشر** فرق قدس سره فی الحدث والنجاسة حیث تشیع ولا یشیع بان النجس یختلط بالطاهر علی وجه لا یمکن التمییز بینهما فیحکم بنجاسة الکل

تطفل سوم ۲۳ علیہ

تطفل چہارم ۲۴ علیہ

مسئلہ: جس پانی میں پیشاب کرنا مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ دریا میں ہو۔

تطفل ۲۵ علی العلامة الاکمل

تطفل ۲۶ علی العلامة

فائدہ

تطفل ۲۷ علی العلامة ۲۶

تطفل ۲۸ علی العلامة

اقول اوّلاً الوجه قاصر عن المدعی فرب نجس لایختلط ورب نجس یختلط ویمکن التمییز فلم یسر الحکم الی جمیع الماء
القلیل ارأیتم لو وقع فی الغدیر شعرة من خنزیر افلا یتنجس الا قدر ما یدرکه اذ لاشیئ ھنا یختلط فلا یمکن التمییز
ھذا لایقول به احد منا **فان قلت** تنجس بھا ما ولیھا وھو مختلط بسائر الاجزاء بحیث لایمکن التمییز **اقول**
فصبغ نجس القی فی غدیر یلزم ان لایتنجس الا ما ینصبغ به لحصول التمییز باللون **فان قلت** مالم ینصبغ جاور
المنصبغ فسری الحکم الی الکل **اقول** ھذہ طریقة اخری غیر ما سلك الامام ملك العلماء من الحکم بنجاسة الکل لعدم
التمییز لا للسریان بالجوار وسیأتیك الرد علیھا فی ۱۱۵ وقد انکرھا فی البدائع بقوله قد سوی الشرع بین جار النجس و
بتنجیس جار جار النجس الا تری ان النبی صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم حکم بطھارة ما جاور السمن الذی جاور الفأرة وحکم بنجاسة ما جاور
الفأرة وھذا لان جار جار النجس لو حکم بنجاسته لحکم ایضا بنجاسة ما جاوره الی ما لانھایة فیؤدی الی ان قطرة من بول او فأرة لووقعت فی بحر عظیم
ان یتنجس جمیع مائه لاتصال بین اجزائه وذلك فاسد اھ وقد کان سنح لی فی الرد علی ھذا ثلثة اوجه ذکرتھا علی ھامش نسختی
البدائع **اولھا** التقویر فی الجامد فلا سریان **وثانیھا** الشرع جعل الکثیر والجاری لایقبلان النجاسة مالم یتغیر احد
اوصافھما والماء القلیل شیئ واحد ففیه جار الجار جار **وثالثھا** ذکر الشیخ الامام ھذا ابداء الفرق فی حکم الفأرة
والھر والشاة الواقعة فی البئر بنزح عشرین او اربعین او الکل بان الفأرة یجاورھا من الماء عشرون دلوا لصغر جثتھا
فحکم بنجاسة ھذا القدر لان ما وراءه لم یجاور الفأرة بل جاور ما جاور الفأرة والشرع ورد بالاقتصار فکتبت علیه ان
لو فرض عدم التنجس بالفأرة الا القدر عشرین لزم فساد الکل للاختلاط بحیث لایمتاز ثم رأیت العلامة ابن امیر
الحاج ذکر فی الحلیة الوجھین الاولین بعبارة مطنبة مفیدة کما ھو دابه رحمه اللّٰه تعالی فقال فی الاول معلوم ان الماء
لیس بشیئ کثیف یمنع کثافته سریان النجاسة الواقعة فیه من محلھا الذی حلت به الی غیرہ کما فی السمن الجامد لیقع
الاقتصار فی التنجیس علی الجار المتصل دون غیرہ بل ھو مائع رقیق لطیف تعین لطافته ورقة اجزائه مع الاضطراب
العارض له بواسطة الاخذ منه علی سرایة النجاسة الی سائر اجزائه ثم ذکر الثانی بعد کلام اثر الاول **اقول** السمن الجامد
ھل یقبل التنجس بجوار النجس ام لا علی الثانی لم امر صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم بتقویر ما حول الفأرة وسلمتم نجاسته وعلی
الاول اذا فرض ان جار النجس نجس فھلم جرا وجب تنجیس ما یجاور ھذا الماء وبتقویرہ لکونه جار الھذا النجس ومن ھنا ولم یجاور الفأرة فلا
یجدی الفرق باللطافة والکثافة بل لقائل ان یقول انا تنجس السمن لھا فیجاورھذا السمن لیس جار النجس بل جار الجنس وھکذا
الی لاآخر فان فرق بان السمن متنجس لانجس وجار النجس یتنجس لاجار المتنجس لزم ان لایتنجس الماء الذی فیه ھذا السمن
بعد التقویر لانه لاقی متنجسا لانجسا وبه یظھر ما فی کلام ملك العلماء ویطوی ھذا البساط من اوله **فاقول**

وباللّٰہ التوفیق لیس سبب تنجس الطاہر مجاورتہ للنجس الاتری ان لولف ثوب نجس فی ثوب طاہر لم یتنجس الطاہر اذا کانا یابسین بل ولا اذا کانت فی النجس نداوۃ یظہر بہا فی الطاہر مجرد اثرکما فی الدر والشامی وبیناہ فی فتاوٰنا بل ھو اکتساب الطاہر حکم النجاسۃ عند لقاء النجس وذلک یحصل فی الطاہر المائع القلیل بمجرد اللقاء وان کان النجس یابسا لا ابانۃ فیہ وفی الطاہر الغیر المائع بانتقال البلۃ النجسۃ الیہ فلا بد لتنجیسہ من بلۃ تنفصل ثم یختلف الامر باختلاف جرم الطاہر لطافۃ وکثافۃ فالسرایۃ فی اللطیف اکثر منہا فی الکثیف وکذلک قد یختلف باختلاف زمن التجاور اذا عرفت ھذا فالسمن یقور ویلقی منہ قدر ما یظن سرایۃ البلۃ النجسۃ الیہ ویبقی الباقی طاہرا لانہ لم یتنجس لم یکن لمجاورۃ النجس حتی یقال ان السمن الذی بعدہ مجاور لہذا المتنجس بل لسرایۃ البلۃ وقد انتہت فظہر ان استشہاد ملک العلماء بمسألۃ السمن علی التفرقۃ بین الفارۃ وما فوقہا لا وجہ لہ وانما الاولٰی ما تبع الاخبار وما احسن ما قال المحقق رحمہ اللّٰہ تعالٰی فی فتح القدیر فی مسائل البئر من الطریق ان یکون الانسان فی ید النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم کالاعمی فی ید القائد اھ نسأل اللّٰہ تعالٰی حسن التوفیق اٰمین و **ثانیا وھو الثامن عشر** لیس مذھبنا ان النجس اذا وقع فی الماء القلیل لم ینجس منہ الا ما اتصل بہ عینا والباقی باق علی طہارتہ وانما یمتنع استعمال الکل لامتناع استعمال النجس لاختلاطہ بہ بحیث لا یمکن التمییز بل المذھب قطعا شیوع النجاسۃ بتنجس الکل وحینئذ **اقول** ما ذا یشیع من النجاسۃ عینہا ام حکمہا ای یکتسب الماء بمجاورتہ حکمہا الاول باطل قطعا لما علمت ان البخار لا تختلط ایضا قطرۃ من بول مثلا فکیف تختزم بغدیر کبیر غیر کبیر فان قسمۃ الاجسام متناھیۃ عندنا فیستحیل ان یکون فی الصغیر ما یساوی عدۃ حصص الکبیر وللثانی وجہان الانتقال التدریجی ای یکتسب الحکم ما یلیہما من الماء من کل جانب ثم الاجزاء التی تلی ھذہ المیاہ تکتسب من ھذہ ثم وثم الی ان ینتہی الی جمیع الماء ما لم یبلغ حد الکثرۃ ام الثبوت الدفعی بان یتنجس الکل بوقوع النجس معا من دون توسیط وسائط والاول باطل لانا نعلم قطعا ان بوقوع قطرۃ من بول مثلا فی ھذا الطرف من غدیر طولہ مائۃ ذراع وعرضہ ذراع الا نصف اصبع وعمقہ الف ذراع ینتجس الطرف الاقصی واٰخر القعر معا لان الشرع یحکم بتأخر تنجس ذلک الطرف بزمان صالح لانتقال الحکم شیأ فشیا فاذن ثبت ثبوت الحکم للکل معا اصالۃ تبدون توسط ومعلوم من الشرع ان الماء لا یتنجس الا بملاقاۃ النجس وقد انتم ھہنا ان ملاقاۃ النجس الطاہر توجب تنجیس الطاہر وان لم یغلب علی الطاہر فوجب ان الملاقاۃ حصلت لکل الماء دفعۃ بالوسائط ومعلوم قطعا ان اللقاء الحسی ان الوقوع لیس الا للجزء خفیف الاظہر فی نحو الشعرۃ المذکورۃ فثبت انما حین وقعت لاقت جمیع اجزاء الماء القلیل والا لما تنجس الکل معا لعدم السبب فظہر وللّٰہ الحمد ان الماء القلیل فی نظر الشرع کشیئ واحد بسیط وان ملاقاۃ جزء منہ ملاقاۃ للکل فثبت ان المحدث اذا ادخل یدہ مثلا فی الغدیر الغیر الکبیر فبمجرد الادخال لاقاہا الماء کلہ

ف۱: تحقیق المصنف فی سبب تنجس الطاہر بالنجس
ف۲: مسئلہ
ف۳: تطفل ۱۵ علی ملک العلماء
ف۴: تطفل ۱۶ علی العلامۃ قاسم
ف۵: تحقیق المصنف ان تنجس الماء بوقوع النجاسۃ
ف۶: تطفل ۱۷ علی ملک العلماء

فصار جمیعہ مستعملا والحمد للہ علی حسن التفہیم وتواتر الائہ وبالجملۃ لو کان الملاقی یقتصر علی ما اتصل بہ حقیقۃ لم یتنجس بوقوع
الشعرۃ الا قطیرات تحیط بہا لان سبب التنجس لیس الا ملاقاۃ النجس وھی مقصورۃ علی تلک القطیرات لکنہ باطل
قطعا فعلم ان الکل ملاق وانہ لامساغ لان یقال ان غیر الملاقی اکثر من الملاقی وللہ الحمد الدائم الباقی والصلوۃ والسلام علی
المولی الکریم الواقی والہ وصحبہ اجمعین الی یوم التلاقی۔ **ثالثا وھو التاسع عشر** قصر الحکم علی الملاقی یحیل الاستعمال
ویستلزم سلوک المحال اذ لن تلاقی الاجسام الا بالسطوح لاستحالۃ تداخل الاجسام ولن یقع السطح من الجسم فماء
الوضوء والغسل بجملتہ یبقی طھورا لان الذی وقع منہ بدن المحدث سطح والباقی جسم فلا یسلبہ الطھوریۃ لان المستعمل اقل
بکثیر من غیرہ **فان قلت** نعم ھو الحقیقۃ ولکن الشرع المطھر اعتبر کل الجسم المصبوب علی بدن المحدث مستعملا لانہ شیئ واحد
متصل **قلت** فکذا کل ماء قلیل شیئ واحد حکما شرعیا متصل حسا عادیا ولم یکن ذلک فی المصبوب للصب بل القلۃ الاتری
ان ماء الغدیر یتنجس کلہ معا بوقوع قطرۃ من نجس وما ھو الا لانہ شیئ واحد لقاء جزء منہ لقاء الکل کما بینا فبادخال المحدث یدہ فی الاناء
لاقاھا کل ما فی الاناء لا السطح المتصل بہا فقط وفیہ المقصود **فان قلت** المؤثر الاستعمال وھو الصب بعد مستعملا
لکل المصبوب فیصیر کلہ مستعملا **قلت** لادخل لفعل المکلف عندنا انما المؤثر کون الماء القلیل لاقی محدثا شرعا شیئا
واحدا اسقط فرضا او اقام قربۃ وھذا حاصل فی الوجہین **ورابعا وھو العشرون** ماء فی طست اراد المحدث ان یغسل بہ
یدہ فلہ فیہ وجہان ان یصبہ علی یدہ فیرد الماء علی المحدث او یدخل یدہ فی الطست فیرد المحدث علی الماء فان صبہ کلہ علی یدہ یصیر کلہ
مستعملا قطعا باجماع اصحابنا وان کان یکفیہ بعضہ وقد اسرف لکن لامساغ لان یقال انما استعمل قدر ما یکفیہ وفی الفضل یبقی
علی طھوریتہ فکذا اذا ادخل یدہ فی کلہ وغسلہا ھناک وای فرق بینہما وباللہ التوفیق **وخامسا اقول** وباللہ
التوفیق **وھو الحادی والعشرون** الاستعمال مبنیا للمفعول ای صیرورۃ الماء مستعملا لا یمکن ثبوتہ فیما لم یلاق
بدن المحدث وھو سطح الماء الباطن لان الاستعمال انما یسلب الطھوریۃ فلا یثبت الا فیما کان طھورا اذ لا یلحق الا ما کان حیا
ومعلوم ان الطھوریۃ صفۃ جرم الماء قال اللہ عزوجل وانزلنا من السماء ماء طھورا وقال تبارک وتعالی وینزل علیکم
من السماء ماء لیطھرکم بہ لا صفۃ لحد الطرف التی لا وجود لہا الا بالانتزاع علی فرض تماس الاجسام ولا فی الغسل صفۃ
لہ فلا یتجزء لانہ اسالۃ ولا تسیل الا بالجسم ولا فیہ متمیزا عن المسح **وبعبارۃ اخری** محل استعمال الماء عدم صلوحہ
للتوضی بہ او سقوط الصلوح بعد ثبوتہ علی الاول کان الملاقی مستعملا قبل ان یلاقی فان السطح لا یمکن التوضی بہ وعلی
الثانی لا یصیر الملاقی مستعملا ابدا لانہ لم یکن صالحا قط وبہ ظھر وللہ الحمد ان فی مسائل انغماس المحدث والفروع
الکثیرۃ الناطقۃ بصیرورۃ الماء مستعملا بدخول بعض عضو المحدث من دون ضرورۃ فی الکل لمعنی ان الملاقی فی البدن یصیر مستعملا

ف۱: تطفل ۵۱۸ علی ملک العلماء و ۱۴۳ علی العلامۃ ش
ف۲: تطفل ۵۱۹ علی ملک العلماء و ۲۴۳ علی العلامۃ ش
ف۳: تطفل ۵۲۰ علی ملک العلماء و ۳۴۳ علی العلامۃ ش
ف۴: تطفل ۵۲۱ علی المحقق الحلبی

لا بقية ماء البئر او الدلو كما فعله في الحلية محتجا بما وقع في البدائع وتبعه في البحر والبحر في فرضه مضاع لا مساغ له اصلا و فيه ۲۴ ابطال صرائح النصوص الدائرة السائرة في الروايات الظاهرة عن جميع ائمة المذهب رضى الله تعالى عنهم حيث حكموا بان الاستعمال وحصل بالضرورة لا استعمال فان صح تاويل الاثبات بالنفي والنقيض بالنقيض صح هذا و ۲۵ رحم الله البحر حيث صدر منه في البحر الاعتراف بالحق اهذا التاويل البين بتأويل بتبديل الحكم وتحويله حيث عبر عنه تحت بحث بقولهم ان ماء البئر لا يصير مستعملا مطلقا الخ فهذا هو معنى ذلك التاويل حقيقة ولا مساغ لما انصرف اليه ان المستعمل ما تساقط عن الاعضاء وهو مغلوب فان ما تساقط لم يلاق ايضا انما الملاقي سطح وهو لا يقبل الاستعمال **و ۲۶ سادسا وهو الثاني والعشرون** ما ذكر قدس سره على مذهب الامام رضى الله تعالى عنه في وجوب نزح الماء كله يهدم اساس الفرق بين النجاسة العينية والحدث اذ ليس في بدن المحدث ما يختلط بالطاهر على وجه لا يمكن التمييز وانما يتنجس ما يلاقي وقد قصر على ما اتصل ببدنه فكان يجب ان لا يتنجس الا هو اختلاطها جاوره من الماء ويستكثره ما ذكرتم في الفرق بين الفأرة والآدمي انما التنجس من النجس وجار النجس لا جار الجار لكن الامام اوجب نزح الكل فوجب القول بان الملاقي كل الماء واذن كما يتنجس كله عند الامام فيما يروى عنه كذلك تنسلب الطهورية عن كله على مذهبه المعتمد المفتى به لحصول السبب في الكل **وبعبارة اخرى** كما قال قدس سره وانه الحسن الفرق بين المحدث والجنب كذلك نقول هنا ان وقوع المحدث في البئر هل ثبت اللقاء للماء كله اولا على الثاني لم وجب نزح الجميع فقد افدتم ان الجوار لا يتعدى وعلى الاول حصل المقصود وبالجملة ههنا شيأن السبب والحكم السبب متفق عليه هو اللقاء وانما الخلف في الحكم انه التنجس او انسلاب الطهورية فان اقتصر السبب على ما اتصل وجب قصر الحكم عليه اي حكم كان وان شمل السبب جميع الماء ثبت ثبوت السبب في الكل فوجب شمول الحكمين للكل وبالله التوفيق **و ۲۷ سابعا وهو الثالث والعشرون** افدتم ان الفأرة يجاورها من الماء عشرون دلوا لصغر جثتها وفي الدجاجة والسنور المجاورة اكثر لزيادة ضخامة في جثتها والآدمي يجاوره جميع الماء في العادة لعظم جثته اھ وذكرتم انه الفقه الخفي فهذا التصريح منكم بان المحدث الواقع في البئر يجاوره جميع الماء فيجب ان يصير جميعه مستعملا وطاح القول بان المستعمل ما يلاقيه ويوافق من غير فرق ايضا ماء الطست وكثير من الاجانات لا يبلغ عشرين دلوا ولا عشرا ونفس الانسان ليس باصغر من فأرة فاذا ادخل محدث يده في اجانة وجب ان يصير كله مستعملا ولا مساغ ههنا للفرق بين النجاستين العينية والحكمية فان الجوار يحصل بين الجسمين لذاتهما ولا مدخل فيه لوصف قام باحدهما حتى يختلف باختلافه **فان قيل** حقيقة المجاورة ليست

تطفل ۲۱ على الحلية والبحر
تطفل ۲۲ على البحر
تطفل ۲۳ على البحر
تطفل ۲۴ على العلامة
تطفل ۲۶ على العلامة
تطفل على العلامة

الا لما اتصل بالجسم وانما سرى الى عشرين فى الفأرة واربعين فى الهرة والكل فى الآدمى لان الميت تنفصل منه بلات وتتفاوت بتفاوت الجثث قال ملك العلماء فوجب تنجيس جميع الماء اذا انتفخ شیئ من هذه الواقعات او تفسخ لان عند ذلك تخرج البلة منها لرخاوة فيها فتجاور جميع اجزاء الماء وقبل ذلك لا تجاور الا قدر ما ذكرنا لصلابة فيها اھ فالمراد بمجاورة عشرين واربعين والكل مجاورة البلة دون الجثة وانما اوقت الجثة ملاقاة للماء

٨٥١ اقول فاذن ينتقض ما ذكرتم فى وقوع محدث فى البئر على قول الامام بنجاسة الماء المستعمل لعدم بلة هناك تنفصل

٨٥٢ والحق على ما يظهر للعبد الضعيف غفرله ان الماء ان كان شیئا واحدا متصلا حقيقة كما تزعمه الفلاسفة فلا شك ان لقاء بعضه لقاء كله بل لا بعض هناك لعدم التجزی بالفعل وان كان اجزاء متفرقة كما هو عندنا ان تألف الاجسام من جواهر فردة تتجاور ولا تتلاصق لاستحالة اتصال جزئين

٨٥٣ اقول وكل ما تجشمه الفلاسفة وخدمهم من اقامة براهين هندسية وغيرها على استحالة الجزء وقد اوصلها الشيرازى فى شرح الغواية المسماة هداية الحكمة الى اثنى عشر وسماها حججا انما تدل على استحالة الاتصال وامتناع نفس وجود الاجزاء ومبنى الهندسية على توهم خطوط متصلة ولا حاجة لها الى وجودها عينا فضلا عن اتصالها كالهيأة تبتنی على توهم مناطق ومحاور واقطاب ودوائر وان لم يكن لها وجود عينی بل الاولى فان الهندسة تستغنی عن وجودها بوجود المناشی ايضا فلا يرد علينا شیئ من ذلك ولله الحمد وقد اغفل ذلك كثير من المتكلمين فاختاروا فى دفع شبه المتفلسفين وبالله التوفيق بل الجسم عندنا اجزاء متفرقة حقيقة متصلة حسا كما ترى فى الهباء عند دخول الشمس من كوة بل فى الدخان والبخار والغبار فحينئذ لا اتصال حقيقة لشیئ من الماء بشیئ من البدن فلو اعتبرت الحقيقة لم يتنجس الماء بوقوع شیئ من الخبث فظهر ان الشرع المطهر قد اعتبر ههنا الحس ولا شك انه كله فى الحس شیئ واحد كما هو فى الحقيقة عند المتفلسفة وليس له حاجز ينتهی الجوار الحسی بالبلوغ اليه فوجب ان يكون على هذا ايضا القاء بعضه لقاء كله بل لا بعض لعدم التجزی حسا اما الكثير فجعله الشرع لا يتحمل الخبث فلا يضره الجوار الحسی وبه استقر عرش التحقيق على ان الماء الكثير لا يتنجس شیئ منه بوقوع النجاسة ولو مرئية حتى ما حولها ثم ما يليها هكذا ينبغی التحقيق والله تعالى ولى التوفيق وهنا تم الكلام مع الامام الهمام ملك العلماء الكرام نفعنا الله تعالى ببركاته على الدوام وفى دار السلام امين

الرابع والعشرون يمكن الجواب عن الاستناد الى كلام البدائع بما اورده فى البحر ولم يرده وان لم يرده اذ نقل عن اسرار القاضی الامام الدبوسی ما تقدم ان محمدا يقول لما اغتسل فى الماء القليل صار الكل مستعملا حكما ثم قال فهذه العبارة كشف للبس مع

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اوضحت کل تخمین وحدس فانہا افادت ان مقتضی مذھب محمد ان الماء لایصیر مستعملا باختلاط القلیل من الماء المستعمل بہ لان محمد احکم بان الکل صار مستعملا حکما لاحقیقۃ فما فی البدائع محمول علی ان مقتضی مذھب محمد عدم الاستعمال الا انہ یقول بخلافہ اھ قال فی منحۃ الخالق یعنی ان صاحب البدائع نسب الی محمد عدم الاستعمال بناء علی ما اقتضاہ مذھبہ من ان المستعمل لایفسد الماء مالم یغلبہ او یساوہ لکن محمد ا ماقال بذلک الذی اقتضاہ مذھبہ بل قال فی ھذہ الصورۃ انہ صار مستعملا حکما کما صرحت بہ عبارۃ الدبوسی اھ **اقول**[855] ثبوت الاستعمال بالالقاء وحقیقۃ الالقاء لتلک الاجزاء والحکم یثبت لجمیع الماء لان القلیل شیئ واحد فی اعتبار الشریعۃ الغراء کما اسلفنا تحقیقہ وبہ ونورنا[1] طریقہ لا ان الحکم منتف حقیقۃ فیکون اثباتہ مجازفۃ سحیقۃ

الخامس والعشرون

محاولۃ العلامۃ رحمہ اللہ تعالٰی رد جمیع تلک الفروع المتواترۃ الدائرۃ فی عامۃ کتب المذھب المنصوص علیہا عن جمیع ائمۃ المذھب المطبق علیہا سلف المذھب وخلفہ الی روایۃ نجاسۃ الماء المستعمل شیئ عجیب من مثلہ المحقق **فاقول**[858] اولا کیف یسوغ ان ترد بھذہ الکثرۃ و تدور فی جمیع کتب المذھب وتتداولہا الائمۃ والشراح والابنیہ احدانہا تبتنی علی روایۃ ضعیفۃ متروکۃ بل یذکرونہا ویقرونہا ویفرعون علیہا وعند الحاجۃ الیہا یفرعون الیہا فرد جمیع ذلک بعید کل البعد **وثانیا**[859] ھو منصوص علیہ فی الروایۃ الظاھرۃ وما روایۃ التنجیس الا نادرۃ روی ھذہ الحسن و نص علی ذلک محمد فی الاصل **وثالثا**[860] تظافرت علیہ التصحیحات کما قدمنا عن البحر عن الخبازی عن القدوری عن الجرجانی وعن الحلیۃ عن ابی الحسین عن ابی عبداللہ وعن خزانۃ المفتین فی متن الملتقی وعن البحر انہ المذھب المختار فکیف یبتنی علی روایۃ متروکۃ **ورابعا**[861] توافرت فیہ نقول الاتفاق علیہ وانہ مذھب اصحابنا جمیعا کما سبق عن النہایۃ والعنایۃ والھندیۃ ومجمع الانہر والدر المختار وغیرھا وعن البحر عن البدائع وعنہ عن العنایۃ والذخیرۃ وغیرھما وعن الحلیۃ وعن البحر عن الخبازی کلاھما عن ابی الحسین عن الجرجانی وعن شیخکم المحقق انہ قولنا جمیعا فکیف یجوز رجعہ الی روایۃ متروکۃ **وخامسا**[862] اکثروا من عزوہ لمحمد کما مر عن الفوائد الظہیریۃ عن شیخ الاسلام خواھر زادہ وابی بکر الرازی وشمس الائمۃ السرخسی وعن الزیلعی و شیخکم المحقق حیث اطلق وعن البحر عن الاسبیجابی والولوالجی وحیث حکم محمد بسقوط حکم الاستعمال علی الالقاء بالضرورۃ کما سلف عن البحر والنہر والفتح والتبیین والکافی والبرھان والحلیۃ والنوازل والصغری والخبازی والقدوری والجرجانی وشمس الائمۃ الحلوانی وعن البحر عن السرخسی عن نص محمد فی الاصل وعن البحر عن الدبوسی ان محمدا یقول

صار الكل مستعملا حكما وقد قال فی البحر ان هذه العبارة کشفت اللبس واوضحت کل تخمین وحدس ومعلوم ان محمدا لم یقل قط بالتنجیس فکیف تحمل علیه **وبه** ظهر الجواب عما اراده البحر فی البحر والرسالة دفع الاستبعاد عن هذا الحمل بان المحقق فی الفتح حمل فروعا فی الخانیة علی نجاسة المستعمل وقال لا یفتی بمثل هذه الفروع اھ زاد فی الرسالة ان تلمیذه فی الحلیة حمل علیها فروعا فی المجتبی والحاوی المذکورین فی الخلاصة والمنیة قال وحمل فروعا کثیرة علی هذا القول اھ **فهل** بعض فروع وردت متفرقة فی غضون بعض الفتاوی کهذه الفروع الوافرة المتکاثرة المتواترة الثابتة الدائرة فی عامة الشروح والفتاوی مع عدة من المتون من دون نکیر ولا اجمال الظنون **ام** هی کهذه فی الکتب الظاهرة **ام** هی مذیلات بالتصحیحات المتظافرة **ام** هی منصوص علیها من جمیع ائمة المذهب الحنفی **ام** هی مزینة بطراز الاتفاق وبانها قولنا جمیعا وبانها مذهب اصحابنا فاین ذی من تی **ام** هل لها محمل غیر هذا فکیف یقاس علی المتعین ما له سبیل واضح متبین **السادس والعشرون** کلام العلامة علی حدیث لا یبولن احدکم فی الماء الدائم قدمنا الکلام علیه واشرنا الی کلام شیخه المحقق علی الاطلاق حیث یقول اما قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم (وذکر الحدیث) فغایة ما یفید نهی الاغتسال کراهة التحریم ویجوز کونها کیلا تسلب الطهوریة فیستعمله من لا علم له بذلک فی رفع الحدث ویصلی ولا فرق بین هذا وبین کونه یتنجس فیستعمله من لا علم له بحاله فی لزوم المحذور وهو الصلاة مع المنافی فیصلح کون کل منهما مثیرا للنهی المذکور اھ ودفع البحر ایاه ببحث البدائع المذکور دفع للصحیح بما لیس بصحیح کما علمت اما حدیث المستیقظ **فاقول** لیس من بحثنا فی هذا الباب لا احتمال انه لاحتمال النجاسة العینیة بل هو الظاهر من قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فانه لا یدری این باتت یده والعلامة عدل عن هذا الجواب الواضح الی ثلثة لا یستقیم منها شیئ **فاولا** دعوی الخصوص لا دلیل علیه **وثانیا** کیف یجعل تعبدیا غیر معقول المعنی مع ارشاده الی المعنی فی نفس الحدیث فانه لا یدری این باتت یده **وثالثا** ما عن اصحاب عبد اللّٰه رضی اللّٰه تعالٰی عنهم یجوز ان یکون لان ابا هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه کان یرسله ارسالا فاشاروا الی تخصیص مواضع الضرورة کما هو الحکم المصرح به عندنا اذا کان الماء فی حب لا انیة یغترف بها **السابع والعشرون** قوله رحمه اللّٰه تعالٰی فی تکرار الاستعمال الظاهر عدم اعتبار هذا المعنی فی النجس فکیف بالطاهر غیر مطهر ولا ظاهر الا تری ان نجاسة تصیب الثوب او البدن فی مواضع متفرقة تجمع فان بلغت حد المنع منعت وما تراٰی من عدم جمع الواقعة فی الماء الکثیر فان الوقوع فی عشرة مواضع منه کالوقوع فی موضع فلیس لعدم الجمع بل لعدم البلوغ الی الحد المانع حتی

ف۱: تطفل ۱ علی البحر.
ف۲: تطفل ۲ علی البحر.
ف۳: تطفل علی العلامة.
ف۴: تطفل علی العلامة.

الانغماس توقع مقصد اولولم تقصد العبادۃ للامر بھا وھذا معنی قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ان امرنا بالغسل وقول المحیط ان الخطاب
یتوجہ الی بنی اٰدم وبھذا تتفق الکلمات فی یطھر ما فی کلام الغنیۃ وللہ الحمد اسی لیے ہم نے مکلف جس عضو کا دھونا واجب کہا نہ
مکلف کا عضو کہ میت مکلف نہیں **فائدہ ۳:** عورت ابھی حیض یا نفاس میں ہے خون منقطع نہ ہوا اس حالت میں اگر اوس کا ہاتھ
یا کوئی عضو پانی میں پڑجائے مستعمل نہ ہوگا کہ ہنوز اوس پر غسل کا حکم نہیں والمسألۃ فی الخانیۃ والخلاصۃ والبحر وغیرھا اسی لیے ہم نے
بالفعل کی قید ذکر کی **فائدہ ۴:** جس عضو کا جہاں تک پانی میں ڈالنا بضرورت ہو اوتنا معاف ہے پانی کو مستعمل نہ کریگا مثلاً
(۱) پانی لگن یا چھوٹے حوض میں ہے کہ دہ دردہ نہیں اور کوئی برتن نہیں جس سے نکالکر وضو کرے تو چلو لینے کے لیے اوس میں ہاتھ
ڈالنے سے مستعمل نہ ہوگا (۲) اسی صورت میں اگر ہاتھ مثلاً کہنی یا نصف کلائی تک ڈالکر چلو لیا یعنی جسقدر کے ادخال کی چلو میں حاجت
نہ تھی مستعمل ہو جائیگا کہ زیادت بے ضرورت واقع ہوئی (۳) گولی یا مٹکے میں کٹورا ڈوب گیا اوسکے نکالنے کو جتنا ہاتھ ڈالنا ہو مستعمل
نہ کریگا اگرچہ بانہ تک ہو کہ ضرورت ہے (۴) برتن میں پاؤں پڑگیا پانی مستعمل ہوگیا کہ اسکی ضرورت نہ تھی (۵) کوئیں یا حوض میں ٹھنڈ لینے کو
غوطہ مارا یا صرف ہاتھ یا پاؤں ڈالا مستعمل ہوگیا کہ ضرورت نہیں (۶) برتن یا حوض میں ہاتھ ڈالا تو تھا چلو لینے کو پھر اوسمیں ہاتھ
دھونے کی نیت کرلی مستعمل ہوگیا کہ حوض میں دھونا بضرورت نہ تھا صرف چلو لینے کی حاجت تھی (۷) کوئیں سے ڈول نکالنے
گھسا اور وہاں غسل یا وضو کی نیت کرلی بالاتفاق مستعمل ہوگیا اگرچہ امام محمد نے ڈول نکالنے کے لیے اجازت دی تھی کہ قصد طہارت کی
ضرورت نہ تھی وقد نص علیہ فی فتح القدیر حیث قال لو ادخل المحدث والجنب او الحائض التی طھرت الید فی الماء للاغتراف لا یصیر
مستعملا للحاجۃ بخلاف ما لو ادخل المحدث رجلہ او رأسہ حیث [illegible] سد الماء لعدم الضرورۃ وفی کتاب الحسن
عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان غمس جنب او غیر متوضئ یدیہ الی المرفقین او احدی رجلیہ فی اجانۃ لم یجز الوضوء منہ
لانہ سقط فرضہ عنہ وذلک اذ من الضرورۃ لا تتحقق فی الادخال الی المرفقین حتی لو تحققت بان وقع الکوز فی الجب فادخل
یدہ الی المرفق لاخراجہ لا یصیر مستعملا نص علیہ فی الخلاصۃ بخلاف ما لو ادخل یدہ للتبرد لعدم الضرورۃ ثم ادخال
مجرد الکف انما لا یصیر مستعملا اذا لم یرد الغسل فیہ بل اراد رفع الماء فی المبتغی وغیرہ بتبردہ یصیر مستعملا لکان
والافلا اھ باختصار والحمار یہ قول شارح محدث انغمس فی بئر لدلو ولم ینو فرمایا لانہ نوی الاغتسال فلو نواہ صار مستعملا
بالاتفاق الا فی قول زفر سراج والمراد لم ینو بعد انغماسہ فلا ینافی قولہ لدلو افادہ ط ولہذا ہم نے بے ضرورت کی قید لگائی ۔
فائدہ ۵: امام ابو یوسف سے روایت معروفہ یہ ہے کہ عضو کا ٹکڑا ڈوب جانے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا جب تک کل عضو نہ ڈوبے مثلاً
انگلیاں پانی میں ڈالیں تو مستعمل نہ ہوگا کف دست کے ڈوبنے سے حکم استعمال پایا جائیگا اور صحیح یہ ہے کہ بے ضرورت کتنا ہی ٹکڑا ہو
مستعمل کردیگا فتح القدیر میں ہے لو ادخل الجنب فی البئر غیر الید والرجل من الجسد افسدہ لان الحاجۃ فیھما وقولنا من الجسد

متعرض ہوا تھا تا ان کے حج میں کچھ شبہ ڈال دے یا قابو چلے تو کسی معصیت میں آلودہ کر دے حق سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں حکم دیا مردود کو پتھر ماریں کہ خائب و خاسر لوٹ جائے اور امید اس کی ٹوٹ جائے ہم بھی انہیں کا اتباع کرتے ہیں اگر تیرے دل میں اندیشہ گزرے انھوں نے تو شیطان کے پتھر مارے تھے اب شیطان کہاں ہے جس کے میں پتھر ماروں تو سمجھ لے کہ اگر شیطان یہاں موجود نہیں تو یہ وسوسہ تیرے دل میں کس نے ڈالا مستعد ہو کر اسی کے پتھر مار اور اطاعت حکم الٰہی سے ملعون کے دل پر زخم کاری لگا جب ذبح ہدی و اضحیہ کرے اسے بھی اسی طرح امتثال امر ربانی و اقتدائے سنت ابراہیمی سمجھ اور امید رکھ کہ اس کے ہر عضو کے عوض تیرا ہر عضو انشاء اللہ تعالیٰ نار دوزخ سے آزاد ہو گا اور جہد کر کہ آدمی ہو کر ایک جانور سے کم نہ ہو جا جس نے اس کے حکم سے اپنی گردن دے دی اور تجھ سے اس کی مرضی کا کوئی کام نہیں بن پڑتا بعد تمام حج کے ہمیشہ طاعت الٰہی و اجتناب مناہی میں سرگرم رہ کر دلیل قبول حج ہے حیف ہے جو نگاہ خدا کے گھر پر پڑے اب کسی حرام قصد سے اٹھے وا دریغا جن ہاتھوں نے غلاف کعبہ چھوا موقف عرفات میں خدا کی طرف بلند ہوئے اب ان سے امر نامشروع صادر ہو جو لب تلبیہ و بوسۂ حجر سے مشرف ہوئے اب ان سے سخن ناشائستہ نکلے جو پاؤں راہ خدا میں چلے اب ان سے کار ناشائستہ کی طرف جائے جو بدن مجمع اقطاب و ابدال و مجلس ذکر ذوالجلال میں حاضر رہا اب محفل لہو و لعب و مجمع فساق و فجار میں شریک ہو۔ اللھم انا نسئلک التوفیق والھدایۃ والثبات علی امرک فی البدایۃ والنھایۃ فاغفرلنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا واختم لنا بالحسنیٰ واقبض لنا سوا ئجنا انک اکرم مسئول ورحمک

اس نصیب زائد و بہرہ وافر کا مستحق ہو گا یا معنی یہ ہیں واللہ اعلم کہ زیارت قبر شریف سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم حسن خاتمہ و موت علی الایمان کی موجب ہوتی ہے جس کے سبب زائر مستحقان شفاعت میں کہ اہل اسلام میں بالضرور داخل ہوتا ہے اور شیطان اسے راہ ایمان سے پھیر کر حرمان شفاعت کا داغ نہیں لگا سکتا فقیر کہتا ہے عفراللہ لہ اور یہ کچھ ان کے کرم سے بعید نہیں عالم حیات ظاہری میں اس جمال جہاں آرا کے دیدار سے مشرف ہونا مسلمان کو سوء خاتمہ سے بچاتا ہے صحابہ کرام سب کامل الایمان تھے اور ایمان پر دنیا سے گئے اور حضور کی زیارت بعد وفات مثل زیارت زمان حیات ہے پس اگر ہم سرگشتگان وادی معاصی کو جیسے محض اپنے فضل و کرم سے آستاں بوسی کا اذن دیا اور حاضری دربار سے مشرف فرمایا عجب کیا کہ دم نزع بیکسوں کی دستگیری فرمائیں اور پنجۂ دشمن سے نجات دیکر اس ایمان کو جو انھیں کی سرکار سے عطا ہوا ہے سلامت رکھیں وما ذٰلک علی اللہ بعزیز ٥ انہ ذٰلک علی اللہ یسیر ٥ ان اللہ علی کل شیئ قدیر ٥ اور لفظ شفاعتی میں شفاعت کو اپنی طرف سے اضافت فرمانا اس کے اظہار عظمت کے لیے کہ جیسا شفیع عظیم اسی قدر شفاعت بڑی اور نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی افضل نہ ان کی شفاعت سے کسی کی شفاعت اکمل گویا ارشاد ہوتا ہے کہ بہت گنہگاروں کی ملائکہ و انبیاء و علماء و شہداء وغیرہم مقربان خدا شفاعت کریں گے اگرچہ وہ شفاعت بھی درحقیقت ہماری ہی شفاعت ہے کما قال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و انا صاحب شفاعتہم ولا فخر مگر جو ہماری زیارت کو حاضر ہوا اس کو ہماری بارگاہ بیکس پناہ سے ایک علاقہ خاصہ ہے جو غیر کو نہیں کہ جو کریم کے در پر آیا وہ تو اسی کا ہو چکا اور اس پر اس کی دستگیری و

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الا بفعلٍ توقّع قصداً ولو لم تقصد العبادۃ للامر بہا وہذا معنی قول ابی یوسف انّا امرنا بالغسل وقول المحیط ان الخطاب یتوجہ الی ابن آدم وبہذا تتفق الکلمات ویظہر مافی کلام الغنیۃ وللہ الحمد اسی لیے ہمنے مکلف جس عضو کا دھونا واجب کہا نہ مکلف کا عضو کہ میت مکلف نہیں **فائدہ ٣** عورت ابھی حیض یا نفاس میں ہے خون منقطع نہوا اس حالت میں اگر اوسکا ہاتھ یا کوئی عضو پانی میں پڑجائے مستعمل نہوگا کہ ہنوز اوسپر غسل کا حکم نہیں والمسألۃ فی الخانیۃ والخلاصۃ والبحر وغیرہا اسلیے ہمنے بالفعل کی قید ذکر کی **فائدہ ٤** جس عضو کا جہانتک پانی میں ڈالنا بضرورت ہوا اوتنا معاف ہے پانی کو مستعمل نکریگا مثلاً (١) پانی لگن یا چھوٹے حوض میں ہے کہ دہ در دہ نہیں اور کوئی برتن نہیں جس سے نکالکر وضو کرے تو چلو لینے کے لیے اوس میں ہاتھ ڈالنے سے مستعمل نہوگا (٢) اسی صورت میں اگر ہاتھ مثلاً کہنی یا نصف کلائی تک ڈالکر چلو لیا یعنی جسقدر کے ادخال کی چلو میں حاجت نہ تھی مستعمل ہو جائیگا کہ زیادت بےضرورت واقع ہوئی (٣) کولی یا مٹکے میں کٹورا ڈوب گیا اوسکے نکالنے کو جتنا ہاتھ ڈالنا ہو مستعمل نکریگا اگرچہ بانہ تک ہو کہ ضرورت ہے (٤) برتن میں پلیا پڑگیا پانی مستعمل ہوگیا کہ اسکی ضرورت نہ تھی (٥) کوئیں یا حوض میں ٹھنڈ لینے کو غوطہ مارا یا صرف ہاتھ یا پاؤں ڈالا مستعمل ہوگیا کہ بےضرورت ہے (٦) برتن یا حوض میں ہاتھ ڈالا تو تھا چلو لینے کو پھر اوسمیں ہاتھ دھونے کی نیت کرلی مستعمل ہوگیا کہ حوض میں دھونا بضرورت نہ تھا صرف چلو لینے کی حاجت تھی (٧) کوئیں سے ڈول نکالنے گھسا اور وہاں غسل یا وضو کی نیت کرلی بالاتفاق مستعمل ہوگیا اگرچہ امام محمد نے ڈول نکالنے کے لیے اجازت دی تھی کہ قصد طہارت کی ضرورت نہ تھی وقع علیہ فتح القدیر میں ہے لو ادخل المحدث او الجنب او الحائض التی طہرت الید فی الماء للاغتراف لا یصیر مستعملا للحاجۃ بخلاف مالو ادخل المحدث رجلہ او رأسہ حیث یفسد الماء لعدم الضرورۃ وفی کتاب الحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ ان غمس جنب او غیر متوضی یدیہ الی المرفقین او احدی رجلیہ فی اجانۃ لم یجز الوضوء منہ لانہ سقط فرضہ عنہ وذلک اشارۃ الی ان الضرورۃ لم تتحقق فی الادخال الی المرفقین حتی لو تحققت بان وقع الکوز فی الجب فادخل یدہ الی المرفق لاخراجہ لایصیر مستعملا نص علیہ فی الخلاصۃ بخلاف مالو ادخل یدہ للتبرد لعدم الضرورۃ ثم ادخال مجرد الکف انما لا یصیر مستعملا اذا لم یرد الغسل فیہ بل اراد رفع الماء فی المبتغی وغیرہ بتبرد یصیر مستعملا الکائن وان اوالافلا ام باختصار التمارین یہ قول شارح محدث انغمس فی بئر للدلو ولم ینو فرمایا او نوی الاغتسال فلو نواہ صار مستعملا بالاتفاق الا فی قولہ فی سراج والمراد لم ینو بعد انغماسہ فلا ینافی قولہ للدلو افادہ ط ولہذا ہمنے بےضرورت کی قید لگائی۔

فائدہ ٥ امام ابو یوسف سے روایت معروفہ یہ ہے کہ عضو کا ٹکڑا ڈوب جانے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا جبتک پورا عضو نہ ڈوبے مثلاً صرف انگلیاں پانی میں ڈالیں تو مستعمل نہوگا کف دست کے ڈوبنے سے حکم استعمال دیا جائیگا اور صحیح یہ ہے کہ بےضرورت کتنا ہی ٹکڑا ہو مستعمل کردیگا فتح القدیر میں ہے لو ادخل الجنب فی البئر غیر الید والرجل من الجسد افسدہ لان الحاجۃ فیہما وقولنا من الجسد

ملحقہ
الغنیۃ ٢
مسئلہ
حیض و نفاس ابھی منقطع نہ ہوا اس حالت میں عورت کا ہاتھ پانی میں پڑ جائے تو مستعمل نہ ہوگا
مسئلہ ٣
بضرورت پانی میں عضو ڈالنے سے مستعمل نہیں ہوتا بے ضرورت مستعمل کر دیگا
مسئلہ ٤
ہاتھ ڈالا اور ضرورت تھی مگر پانی ہی میں دھونے کی نیت کر لی مستعمل ہو گیا
مسئلہ ٥
جس طرح سارا عضو ڈوبنے سے پانی مستعمل ہوتا ہے یونہی ناخن یا پورے کی حصہ

انقلابِ حنیفیت

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لو بلغت بان غیر المجموع احد اوصافه وما کانت الافراد لتغیره فلا شك فی الجمع واللّٰه تعالٰی اعلم هذا تمام الکلام مع العلامة قاسم رحمه اللّٰه تعالٰی وقد ظهر به الحق السدید، بحیث لاحاجة الی المزید، والحمد للّٰه الحمید المجید۔

الفصل الثانی فی کلام العلامة زین

فی البحر والرسالة کانت قضیة ترتیب الزمان ان نقدم علیه کلام العلامة ابن الشحنة رحمهما اللّٰه تعالٰی لکن اردنا الحاق الموافق بموافقه لم یات رحمه اللّٰه تعالٰی فی رسالته ولا فی بحره بشیئ یزید علی ما اقر العلامة قاسم الاما لامساس له بمحل النزاع افاض اولا فی تحدید الماء الکثیر وان المذهب تفویضه الی رأی المبتلی وان التقدیر بعشر فی عشر انما اختاره المتأخرون تیسیرا علی من لارأی له وانه لایرجع الی اصل شرعی یعتمد علیه ثم تکلم علی صفة الماء المستعمل وان المفتی به انه طاهر طهور۔ ثم اتی علی المسألة فقال وقد قالوا ان الماء المستعمل اذا اختلط بالطهور تعتبر فیه الغلبة فان کان الماء الطهور غالبا یجوز الوضوء بالکل والا لایجوز وممن نص علیه الامام الزیلعی فی شرح الکنز والعلامة سراج الدین الهندی فی شرح الهدایة والمحقق فی فتح القدیر قال وهو باطلاقه یشمل ما اذا استعمل الماء خارجا ثم القی الماء المستعمل واختلط بالطهور او انغمس فی الماء الطهور او توضأ فیه ام اقول ۱: مبنی علی جعل المستعمل هو الاجزاء المتصلة بالبدن فما وراءها طهور اختلط به الماء المستعمل ولیس هکذا بل کله ملاق فکله مستعمل فکیف یشمله الاطلاق قال ویدل علیه ایضا ما فی البدائع وذکر عبارته الثلاث قال فهذا صریح فیما قلنا اقول ۲: لامحل لا یضا فان تلك الدلالة مبتنیة علی ما فی البدائع والا فلا دلالة کما علمت وما فی البدائع قد فرغنا عنه باربع وجه وللّٰه الحمد قال ویدل علیه ایضا ما فی خلاصة الفتاوی جنب اغتسل فانتضح من غسله شیئ فی انائه لم یفسد علیه الماء اما اذا کان یسیل فیه سیلانا افسده وکذا حوض الحمام علی هذا وعلی قول محمد رحمه اللّٰه تعالٰی لایفسده مالم یغلب علیه یعنی لایخرجه عن الطهوریة ام بلفظه اقول ۳: رحمك اللّٰه هذا ملقی والکلام فی الملاقی ثم اورد علی نفسه سؤالا من قبل فروع کثیرة فی کتب مشهورة تخالف ما جنح الیه اورد منها فرع الخانیة لو صب الوضوء فی بئر ولم یکن استنجی به علی قول محمد لایکون نجسا لکن ینزح منها عشرون لیصیر الماء طهورا ام وفرع الخلاصة نحو غیر ان فیه ینزح الاکثر من عشرین دلوا ومن ماء صب فیه عند محمد ام قال فهذا ظاهر فی استعمال الماء بوقوع قلیل من الماء المستعمل فیه علی قول محمد رحمه اللّٰه تعالٰی ام واجاب بانه مبنی علی روایة ضعیفة عن محمد ان الماء یصیر مستعملا بوقوع قلیل من الماء المستعمل لاعلی الصحیح من مذهبه انه لایصیر مستعملا مالم یغلب علیه ام ونقل تصحیحه عن المحیط

تطفل ۱ علی البحر

دقیقة

تطفل ۲ علیه

تطفل ۳ علیه

وعن شرح الهداية للعلامة سراج الدين الهندى ونقل عنه عن التحفة انه المذهب المختار اقول هو كما قال و الفرع عان فى الملتقى فلا يمسان مورد النزاع والاستعمال لا يتوقف على غلبة المستعمل بل عدمه على غلبة المطهر فان تساويا صار الكل مستعملا كما نصوا عليه منهم كما فى البحر اقول واقتصار المحيط والسراج والتحفة والخلاصة وغيرها على ذكر الغلبة لان المساواة الحقيقية نادرة جدا كما قالوه فى انهما افضلية زيد من قول القائل لا افضل منه وفرع[3] محط المذكور فى المتون والشروح وصورتها رجل نزل للطلب الدلو وليس على بدنه نجاسة فعند محمد الماء طاهر غير طهور والرجل طاهر مع ان الماء الذى لاقى بدنه فى البئر اقل من غيره وقد جعله محمد مستعملا لانعدام الضرورة اه واجاب بما مر اقول رحمكم الله ورحمنا بكم اذا اريد بطاء جحط طاهر غير طهور فكيف تجعلونه مبنيا على رواية ضعيفة عن محمد وانتم القائلون فى بحركم بما قررناه ان المذهب المختار فى هذه المسألة ان الرجل طاهر والماء طاهر غير طهور على الصحيح اه نعم المشهور ان طاء للطاهر الطهور كما ذكرتم فى البحر وحينئذ يرد الفرع من قبل ان سقوط حكم الاستعمال لاجل الضرورة قلتم فى البحر عند محمد الرجل طاهر والماء طاهر طهور وجه قول محمد على ما هو الصحيح عنه ان الصب ليس بشرط عنده فكان الرجل طاهرا ولا يصير الماء مستعملا وان ازيل به حدث للضرورة واما على ما خرجه ابو بكر فى الرازى يصير مستعملا لفقد نية القربة اه فان ابيتموها لانها رواية غير مختارة كما قدمنا كانت المختارة اشد الرد وفرع[4] الاسرار وهو كلامه على حدث لا يبولون اذ يقول من قال ان الماء المستعمل طاهر طهور لا يجعل الاغتسال فيه حراما وكذا من قال طاهر غير طهور لان المذهب عنده ان الماء المستعمل انما وقع فى ماء اخر لم يفسده حتى يغلب عليه وقدر ما يلاقى بدن المستعمل يصير مستعملا وذلك القدر من جملة ما يغتسل فيه عادة يكون اقل من ماء فضل عن ملاقاة بدنه فلا يفسده ويبقى طهورا ولا يحرم فيه الاغتسال الا ان محمدا يقول يصير ورته مستعملا بالاغتسال فيه اه ونقله فى البحر بلفظ ان محمدا يقول لما اغتسل فى الماء القليل صار الكل مستعملا حكما اه واجاب عنه ايضا بما مر اقول وسبحن الله صريح منطوق الاسرار ان المذهب اعتبار الغلبة وان قضيته ان لا يصير الكل مستعملا لان الملاقى حقيقة اقل من غيره الا ان محمدا جعل الكل مستعملا حكما فكيف يتوهم انه مبنى على رواية ضعيفة خلاف ذلك المذهب وانما هو تخصيص لقضيته وتخصيص الحكم انما يبتنى على الحكم لا على خلافه وهذا واضح جدا وسر كلام الاسرار قد بيناه وفرع[5] المبتغى بالغين لو ادخل الكف صار مستعملا اه وزاد فى البحر فرع[6] العناية والدراية وغيرهما ان الجنب اذا انزل فى البئر بقصد الاغتسال يفسد الماء عند الكل وفرع الخانية لو ادخل يده او رجله فى الاناء للتبرد يصير الماء مستعملا لانعدام الضرورة وفرع الاسبيجابى والولوالجى فيمن اغتسل فى بئر الى العشرة ولا نجاسة عليه قال محمد

وفرع[1] لتطفل ۱۲۸ و۱۲۹ عليه

ف[2] ۱۳۰ عليه

اقول ۸۸۱ والمراد به استعمال الماء بازاء التصدق وان لم ينو قربة خلافا للخصاف والامام الرازى

اذ قيل لا افضل منه فهو ينفى ان يكون احد افضل منه

وفرع[3] تطفل ۱۳۱ علیه

ولذا قال ... واما على ما ... خرجه الامام الرازى ... فليس ... هذا فى الرواية ... ماتقدم من انه طاهر غير طهور اه منه غفرله

ف[4] تطفل ۱۳۲ عليه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

صار المياه كلها مستعملا وزاد قوله الى اٰخر الفروع ارشادا الى الكثير الباقي قال وهذا صريح في استعمال جميع الماء
عند محمد بالاغتسال فيه اه واجاب عن الكل بانه مبني على رواية ضعيفة عن محمد قائلة بنجاسة الماء المستعمل
ثم استشهد بحمل الفتح فرعا في الخانية عليها وقدمنا ما فيه من ستة اوجه **وفرع** ۹ منية المصلي عن الفقيه
ابي جعفر توضأ في اجمة القصب فان كان لا يخلص بعضه الى بعض يجوز وفي الخلاصة توضأ في اجمة القصب او
ارض فيها فروع متصل بعضها ببعض ان كان عشرا في عشر يجوز قال فمفهومه انه اذا كان اقل لا يجوز التوضي فيه
والاجمة محركة الشجر الكثير الملتف **وفرع** ۱۰ الكتابين الخلاصة والمنية توضأ في حوض فيه ۲۰ على جميع وجه الماء
الطحلب ان كان بحال لو حرك يتحرك يجوز قال ومفهومه انه لو كان لا يتحرك الطحلب بتحريك الماء لا يجوز فان عدم تحركه بتحريك
الماء يدل على انه بحالة من التكاثف والاستمساك لسطح الماء بحيث يمنع انتقال الماء المستعمل الواقع فيه
الى محل اٰخر فيقع الوضوء بماء مستعمل والطحلب نبت اخضر يعلو الماء بعضه على بعض اه وهو ماخوذ من الحلية
قال وهذا كله يدل على ان الماء يصير مستعملا بالوضوء فيه مطلقا اه **واجاب** عنهما بحملهما على نجاسة
الماء المستعمل صرح به شارح المنية العلامة ابن امير الحاج فقال وانما قيد الجواز بعدم الخلوص لانه لو كان
يخلص بعضه الى بعض لا يجوز لكن على القول بنجاسة الماء المستعمل اما على القول بطهارته فيجوز ما لم يغلب على ظنه
ان القدر الذي يغترف منه لاسقاط فرض من مسح او غسل ماء مستعمل او يمازجه مستعمل مساو او غالب اه قال فهذا
صريح فيما قلنا من جواز الوضوء في الفساقي اما مسألة الطحلب فقال شارح المنية ايضا هذا ايضا بناء على نجاسة
الماء المستعمل او مساواته اه وكذا صرح في مسألة ۳ توضأ في حوض انجمد ماؤه قالوا ان كان الجمد رقيقا ينكسر
بالتحريك يجوز اما اذا كان كبيرا قطعا قطعا لا يتحرك بالتحريك لا يجوز فقال هذا ايضا بناء على نجاسة
الماء المستعمل اما على طهارته فالجواب ما ذكرنا في السابقة اه وانت تعلم انه رحمه الله تعالى سلك بفرعي الاجمة
والطحلب مسلكين وذلك ان كلا منهما حكم بعدم جواز الوضوء ان كان ماء الاجمة دون عشر في
عشر او لا يتحرك الطحلب بتحريك الماء فجعله واردا عليه حيث افاده ورد كل الماء مستعملا بالتوضي
فيه اذا كان قليلا هو اجاب بحمله على رواية النجاسة وحكم الحلية بالجواز وان كان قليلا ما دام اكثر بناء على
الطهارة فجعله دليلا له حيث افاد ان الوضوء في الماء القليل لا يفسده ما دام الطهور غالبا على المستعمل واضاف
اليها فرع محمد في الاصحاب في ان لا يصلح ايضا للايراد واقتصر البحر على ايراد الفروع الثلثة تصريحا بالاول وتلويحا بالباقيين فيما هو له
لا فيما هو عليه فقال ثم رايت العلامة ابن امير الحاج قال (فذكر قوله المار) قال ثم قال ايضا واتصال الزرع بالزرع

لایمنع اتصال الماء بالماء وان کان مما یخلص فیجوز علی الروایة المختارة فی طهارة المستعمل بالشرط الذی سلف ای غلبة الطهور علی غیرہ) اھ ثم ذکر ای الحلبی مسائل علی ھذا المنوال وھو صریح فیما قدمناہ من جواز الوضوء بالماء الذی اختلط بہ ماء مستعمل قلیل اھ وقولہ فی الرسالة ھذا صریح فیما قلناہ من جواز الوضوء فی الفساقی اوفق بمقصودہ اذ لا نزاع فی مسألة الاختلاط غیر انہ رحمہ اللہ تعالٰی لما حکم بعدم الفرق بین الملقی والملاقی طفق لا یفرق بینھما فی الحجاج ثم انھی کلامہ فی البحر بایراد حجة لہ اخری عن فتاوی العلامة قارئ الھدایة تجمع تلمیذہ المحقق علی الاطلاق سئل عن فسقیة صغیرة یتوضؤ فیھا الناس وینزل فیھا الماء المستعمل وفی کل یوم ینزل فیھا ماء جدید ھل یجوز الوضوء فیھا اجاب اذا لم یقع فیھا غیر الماء المذکور لا یضر اھ یعنی اذا وقعت فیھا نجاسة تنجست لصغرھا اھ اقول وباللہ التوفیق الایرادات والحجج الاربع کلھا مبنیة علی الذھول عن محل النزاع ان تلک الفروع طرا فی الملقی الا الملاقی اما فرع قارئ الھدایة فظاھر لقول السؤال ینزل فیھا الماء المستعمل وقولہ فی الجواب اذا لم یقع فیھا غیرہ واما فروع الحلیة الثلثة فلان مستند الجوابین والاحتجاج کلام العلامة الحلبی وھو مصرح بانھا جمیعا فی الملقی دون الملاقی الا تری الی قولہ فی الاول لکن لا یخلص بعضہ الی بعض جاز لان الماء حینئذ کثیر ولو کان الماء المستعمل الواقع فیہ نجسا لم یمنع فکیف وھو طاھر وانما قید الجواز الی اخرما نقلتم وقال فی الثانی یمنع انتقال الماء المستعمل الواقع فیہ وقد نقلتموہ وان لم تعزوہ وقال فی الثالث ان کون الجمد ینکسر بتحریک الماء لا یمنع من انتقال الماء المتصل منہ فی الحوض من ذلک المحل الواقع فیہ الخ وکذلک قال فی نظائرہ بل ھذا علی طریق الحلیة مستفاد من نفس الفروع فانھا فی الوضوء فی حوض او غدیر وقد افاد فی الحلیة قبل الفرع الاول بصفحة فی الفرق بین التوضی من حوض وفیہ ان التوضی منہ لا یستلزم البتة وقوع الغسالة فیہ بخلاف التوضی فیہ قال وکون وضوء المتوضئین من موضع وقوع غسالاتھم فیہ ھو مقصود الافادة من التفریع بخلاف کون وضوء المتوضی منہ بحیث تقع غسالاتھم خارجہ جائزا فان ذلک مجمع علیہ لا یتفرع علی قول قوم دون اٰخرین اھ ھذا کلہ علی طریق الحلیة وانا اقول واستعیر الوضوء فی الحوض یحتمل معنیین احدھما ان یغترف منہ بید او اناء ویتوضأ خارجہ بحیث تقع غسالتہ فیہ کقولک توضأت فی الطست وھو الذی اقتصر علیہ المحقق الحلبی والاٰخر ان یغسل اعضاءہ بغمسھا فیہ کما یفعل کثیر من الناس فی الرجلین کقولک غسلت الثوب فی الاجانة وھذا اقرب الی ظرفیة الحوض للوضوء بالضم وان اطلق علی الاول لصیرورة الحوض ظرف الوضوء بالفتح فلا وجہ للقصر علی الاول والماء فی الاول ملقی ای استعمل فی الخارج ثم القی فی الماء المطلق وفی الثانی ملاقی ای ماء مطلق لاقی بدنا ذا حدث فاسقط فرضا او بدنا متقربا فاقام قربة وانت تعلم ان العبارات فی الفروع الثلثة تحتمل الوجھین بید انا لو حملناھا علی الثانی وجدناھا

لم السابق علی ھذین کلام الامام العلامة ابن امیر الحاج وھو قول الروایة المختارة من علمائنا قارئ الھدایة وغیرہ من کلام ابن الھمام والبحر وغیرہ من کلام المصنف ۱۲

تطفل ۱۸ علیہ

تطفل ۱۹ علیہ ۲۰ علیہ

۳ مفاد الوضوء فی الحوض ۴

تطفل ۲۱ علیہ

۵ تطفل علی الحلیة

الی روایۃ ضعیفۃ وھو نجاسۃ المستعمل او صیرورۃ المطلق مستعملا بوقوع المستعمل ولو قلیلا الا اذا ترشش
کالطل فانہ عفو دفعا للحرج وکلتاھما ضعیفۃ مھجورۃ والصحیح المعتمد طھارتہ وعدم تاثیرہ فی المطلق مطلقا مالم یساوہ
او یغلب علیہ والروایات تصان عن مثلہ مھما امکن فظھر ان المراد فی التاترخانیۃ المعنی الثانی اما فھم المحقق واضطرارہ حملھا
علی ضعیف وانت صار الثلثۃ حججا لنا ولا دلیل ناطق علی صرفھا الی الضعیف ومن یفعلہ ینقلب مدعیا بعد ان کان
سائلا فلینور دعواہ ببرھان واین البرھان فی ذلک لان لا اصل فی روایات الائمۃ الاعتماد فمن استند بھا فقد قضی ما علیہ
ومن یرید ردھا الی ما یردھا فلیات بدلیل یلجیٔ الیہ ودعوای ھذہ قد اعترفھا العلامۃ فی البحر والرسالۃ معا اذ حکم بابتناء
تلک الفروع علی روایۃ ضعیفۃ فقال وسیظھر لک صدق ھذہ الدعوی الصادقۃ بالبینۃ العادلۃ فقد اقر انہ
رحمہ اللّٰہ تعالٰی عاد بھذا مدعیا فکیف تسلم بلا دلیل اما ما ذکر فی البینۃ وھو قول المحیط والعلامۃ السراج الھندی
والتحفۃ اذا وقع الماء المستعمل فی البئر عند محمد یجوز التوضؤ بہ مالم یغلب علی الماء وھو الصحیح ولفظ التحفۃ علی المذھب
المختار فاقول [889] رحمہ اللّٰہ الشیخ العلامۃ ما ذکروہ فھو فی الملقی فکیف یدل علی ابتناء ما فی الاسرار والعنایۃ و
الدرایۃ وغیرھا من شروح الھدایۃ وشرح الاسبیجابی وفتاوی الولوالجی وغیرھا علی روایۃ ضعیفۃ مع کونھا فی الملاقی ھنا والی
تم الکلام مع البحر والرسالۃ معا ولم یبق فیھما شیئ غیر حرف واحد فی البحر وھو قولہ رحمہ اللّٰہ تعالٰی لا یعقل فرق بین الصورتین
من جھۃ الحکم یعنی الملقی والملاقی فاقول [890] ای لعمرک فرق وای فرق لان الاستعمال انما یثبت بازالۃ الماء حدثا او
اسقاطہ فرضا او اقامتہ قربۃ وذلک بملاقاتہ بدن المحدث او المتقرب لا بملاقاتہ ما لاقاہ والموجود فی الملاقی الاول
وفی الملقی ھو الثانی ھذا کل ما ذکرہ فی الرسالۃ وھھنا اعنی فی بحث الماء المطلق فی البحر اما ما ذکر فی مسألۃ البئر جحط مفرعا
علی قول الحلیۃ الماء المستعمل ھو الذی لاقی الرجل بقولہ فعلی ھذا قولھم (ای فیمن نزل البئر للاغتسال) صار
الماء مستعملا معناہ صار الماء الملاقی للبدن مستعملا لا جمیع ماء البئر اھ فقد قدمنا الکلام علیہ کلاما شافیا
بتوفیق اللّٰہ تعالٰی تحت الحادی والعشرین من کلامہ مع العلامۃ قاسم وثلثۃ بحوث قبلہ من التاسع عشر فھذہ اربعۃ
واقول خامسا [891] لو صح ھذا لما احتجتم الی حمل تلک الروایات الظاھرۃ الکاثرۃ الوافرۃ علی روایۃ ضعیفۃ
مرجوحۃ نادرۃ وکان یکفیکم ان تقولوا نعم صار مستعملا لکن ما لاقی البدن او الکف وھو مستھلک مغلوب
فلا یضر وسادسا [892] حیث حکموا بسقوط الاستعمال فی ادخال الکف والاغتماس اطبقوا سلفا وخلفا وانتم معھم
علی تعلیلہ بالضرورۃ کما قدمنا عن الفتح والخلاصۃ والتبیین والبزازیۃ والکافی والخانیۃ والغنیۃ والحلیۃ والنھر
والقدوری والجرجانی والبرھان والصغری والفوائد الظھیریۃ وشمس الائمۃ الحلوانی وعن بحرکم وعنکم شمس الائمۃ السرخسی

عہ ذکرھنا عن بعض معاصریہ الفرق بانہ فی الوضوء تشیع الاستعمال فی الجمیع بخلاف فرض الصب لم تشریع وھی عبارۃ لا تخلو عن خفاء فی نفسھا بابہ الخ فکان لما ذکرہ فی الحمساغ فلذا اطوینا ذکرہ وسنعود الیہ ان شاء اللّٰہ تعالٰی فی الفصل الرابع اھ منہ غفرلہ

ف ۱ تنبیہ

ف ۲: تطفل علیھم

ف ۳: تطفل علیھم

ف ۴: تطفل علیھم

ف ۵: تطفل علیھم

وشارح الہدایۃ الخبازی والمحقق حیث اطلق والزاہدی وابی الحسن وابی عبداللہ رحمہم اللہ تعالٰی وقدمنا عن الخلاصۃ عن نص محرر المذہب محمد فی کتاب الاصل وعن الفتح عن کتاب الحسن عن صاحب المذہب الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم ولوکان لایستعمل الا ما التصق بالبدن فای حرج یلحق وای ضرورۃ تمس فان الماء مع ثبوت الاستعمال یبقی طاھرا مطھرا کما کان وسابعا قدمنا عن الامام شمس الائمۃ الکردری ان ادخال المحدث یدہ فی الماء لا لضرورۃ یفسدہ وعنکم عن المبتغی انہ یفسد الماء وعنکم عن المبسوط عن نص محمد فی الاصل اغتسل الطاھر فی البئر افسدہ وعن مجمع الانہر فسد عند الکل وعن الہندیۃ عن النہایۃ یفسد بالاتفاق ولفظ العنایۃ فسد الماء عند الکل وعنکم عن الدرایۃ والعنایۃ وغیرہما یفسد عند الکل فہذا صریح نص محمد فی الروایۃ الظاھرۃ وصرائح نقول الاجماع فی الکتب المعتمدۃ منہا تحکم علی ان الماء کلہ یصیر مستعملا حتی لایبقی صالحا لان یتوضأ بہ اذ لیس الفساد الا خروج الشیئ عما یصلح لہ ولوکان یجوز بہ الوضوء فای شیئ فسد فکیف فسد وثامنا قدمنا عن الفتح عن کتاب الحسن عن صاحب المذہب الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ التصریح بابین لفظ لایقبل تاویلا ولا یرضی تحویلا وھو قولہ رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یجز الوضوء منہ فثبت قطعا ان لامساغ لہذا التاویل وانہ مضاد لصریح نص امام المذہب وجلی نص محمد فی ظاھر الروایۃ بل مصادم اجماع ائمۃ المذہب المنقول فی المعتمدات کما ترون فالحق الناصع ھو المذہب المنصوص علیہ من ائمۃ المذہب فی الکتب الظاھرۃ المطبق علیہ فی الروایات المتواترۃ اعنی ثبوت الاستعمال لجمیع الماء القلیل قلیلا کان او کثیرا بدخول جزء من بدن محدث فیہ لورود ما یخالفہ ولم ار فی کلام احد ما ینازع الا لفظۃ وقعت فی کلام البدائع فی تعلیل جل منہ فاقتفی اثرہ وما کاد یجتمع نصوص صاحب المذہب وتصریح محررہ فی کتاب ظاھر الروایۃ بل مع اجماع ائمۃ المذہب کجرم ان بقیت تلک الکلمۃ لم یعرج علیہا احد فیما نعلم الی عصر الامام المحقق علی الاطلاق حتی اتی تلمیذاہ العلامتان القاسم والحلبی فاثراہا واثرا عاو اثاراہا وجعلہا العلامۃ قاسم نصا مرویا وحکما مرضیا یرد بہ نصوص المذہب المشہورۃ والفروع المتواترۃ فی الکتب المنشورۃ الی روایۃ ضعیفۃ مہجورۃ ولم یات علیہا بروایۃ منقولۃ ماثورۃ ولا دلایۃ مقبولۃ منصورۃ فالمذہب ہو المتبع والحق احق ان یتبع واللہ المستعان وعلیہ التکلان وصلی اللہ تعالٰی علی سید الانس والجان والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ما تعاقب الملوان وبارک وسلم ابدا امین والحمد للہ رب العلمین۔

الفصل الثالث فی کلام العلامۃ ابن الشحنۃ

رحمہ اللہ تعالٰی اکثر من نصف کراسۃ سلک فیہا مسلکا یخالف ما سلکہ شیخہ العلامۃ قاسم خلافا کلیا فانہ کان ادعی تسویۃ الملقی والملاقی فی جواز الوضوء وادعی ھذا تسویتہما فی عدم الجواز ذکر رحمہ اللہ تعالٰی مخاطبا السائل لہذہ المسألۃ ارشدنی اللہ وایاک عن حوض من ثلثۃ اذرع فی مثلہا ھل یجوز الوضوء فیہ ام لا وھل یصیر مستعملا بالتوضی فیہ وذکرت عن المفتی بہ

قوله محمد رضي الله تعالى عنه انه طاهر غير طهور وان المتقاطر من الوضوء قليل لا في طهور الاكثر منه فلا يسلبه وصف الطهورية ❁ والجنب انه يجوز الاغتراف منه والتوضي خارجه لا فيه ❁ اھ ۸۹۵ **اقول** فهذا ظاهر في الملقي وان المراد التوضي فيه بالمعنى الاول اي بحيث تقع الغسالة فيه ❁ وقد كان السائل نبه على الحكم الصحيح فيه ❁ ان المتقاطر طاهر مغلوب لكن اجاب بالمنع وهو خلاف الصحيح كما علمت **والعجب** ان الشيخ سينقل التصحيح خلافه ثم مشى عليه فكان حريا بنا ان نحمل كلامه على التوضي فيه بالمعنى الثاني اي بغمس الاعضاء فيه ومعنى قوله التوضي خارجه ان تكون اعضاء المتوضئ خارج الحوض كي يوافق الصحيح ولا يناقض كلامه نفسه فيما ينقل من التصحيح وكان تخطئه السائل حيث سأل عن الوضوء فيه بغمس الاعضاء ولم يكن بعد محل لذكر قلة المتقاطر ايسر علينا من تطرق امثال الخلل الى كلام العلامة لكنه رحمه الله سيصرح بهذا الظاهر فانسد باب التاويل **ثم** قدم مقدمة في بيان الماء الذي يظهر فيه اثر الاستعمال والذي يظهر فيه قاصدا اثبات ان الحوض المسؤول عنه اعني الصغير مما يتأثر بالاستعمال تأثره بالنجس فقال علم ان الماء الذي يظهر فيه اثر الاستعمال هو الذي يظهر فيه ❁ اثر النجاسة وكل ما لا يظهر فيه ❁ اثر النجاسة لا يظهر فيه اثر الاستعمال ولا فرق ثم حاول ان يرد الى قول محمد القليل واطال الى ان قال فثبت ح ظهور اثر الاستعمال وهو سلب الطهورية عن ماء الحوض الذي سألت عنه وكان حكمه كالاناء والحب والبئر اھ ۸۹۶ **اقول** رحمكم الله كل ما اتيتم به الى هنا انما بين ان القليل الذي تؤثر فيه النجاسة كذا وكذا وليس في شيء منه ما يدل على ان كل قليل يتأثر بالاستعمال كالنجاسة وانما كان المقصود فيه ولم تذكروا فيه ❁ غير قولكم ان كل ما تأثر بها تأثر به ولا فرق وهي القضية الكلية في كلامكم ما الحري القائلة ان كل ما تأثر به تأثر بها فلا كلام فيهما ولا تمس المقصود في اصلا **ثم** ذكر تكميلا لتوضيحه وسرد فيه ❁ **فرع** الخلاصة ان الحوض الصغير قياس الاواني والحباب لا يجوز التوضي فيه ❁ ولو وقعت فيه قطرة خمر تنجس **وفرع** البزازية والخانية والتجنيس اذا نقص الحوض من عشر في عشر لا يتوضؤ فيه ❁ بل يغترف منه ويتوضؤ خارجه ولفظ الخانية لا يجوز فيه ❁ الوضوء ولفظ التجنيس اعلاه عشر في عشر واسفله اقل وهو ممتلئ يجوز التوضي فيه ❁ والاغتسال فيه ❁ وان نقص الماء ولكن يغترف منه ويتوضأ اھ ۸۹۷ **قلت** وفي عكسه عكسه ❁ اي اذا كان اسفله عشر في عشر واعلاه اقل لم يجز الوضوء فيه ممتلئا فاذا نقص وبلغ الكثرة جاز وبه يلغز اي ماء لا يجوز الاغتسال فيه ❁ ما دام كثيرا واذا قل جاز **وفرع** الخانية ❁ خندق طوله مائة ذراع او اكثر في عرض ذراعين قال عامة المشائخ لا يجوز فيه الوضوء ثم حكى عن بعضهم الجواز ان كان ماء لو انبسط يصير عشرا في عشر اھ **قلت** وهو المختار ذكره في عيون المذاهب والظهيرية وصححه في المحيط والاختيار وغيرهما واختار في الفتح القول الآخر وصححه تلميذه الشيخ قاسم لان مدار الكثرة على عدم خلوص النجاسة الى الجانب

يكون تعقيب المسند اليه بضمير الفصل لقصر المسند على المسند اليه فمفاد التقديم الاول انتاثير بالنجاسة مقصور على ما يؤثر فيه الاستعمال اي

كل ما لا يظهر فيه اثر الاستعمال لا يظهر فيه اثر النجاسة ثم ذكر عكسه كليا فافاد انهما شيء واحد وانه لا انفكاك لتاثير عن آخر اھ منه ❁

ولاشك فی غلبۃ الخلوص من جھۃ العرض اھ ش اقول ف١ ٩٩٨ ھذا غیر مسلم اذ لو کان علیہ المدار لما جاز الوضوء فی الماء

الکثیر من الجانب الذی فیہ النجاسۃ ولیس کذلک فعلم ان المدار ھو المقدار اعنی المساحۃ فلاحاجۃ الی العرض

وقد قال المحقق نفسہ قالوا فی غیر المرئیۃ یتوضؤ من جانب الوقوع وفی المرئیۃ لا وعن ابی یوسف انہ کالجاری لا یتنجس الا

بالتغیر وھو الذی ینبغی تصحیحہ لان الدلیل انما یقتضی عند الکثرۃ عدم التنجس الا بالتغیر من غیر فصل وھو ایضا

الحکم المجمع علیہ علی ما قدمناہ من نقل شیخ الاسلام ویوافقہ ما فی المنتقی ان ماء الحوض فی حکم ماء جار اھ والعلامۃ نفسہ

اطال فیہ الکلام فی رسالتہ تلک واحتج بالاحادیث والاثار وقال فی اخرھا فثبت ان ماء الغدیر لا ینجس الا بالتغیر

سواء کان الواقع فیہ مرئیا او غیر مرئی فالجاری اولی اھ وقال قبلہ علی قول صاحب الاختیار ان کانت النجاسۃ مرئیۃ لا یتوضؤ

من موضع الوقوع الخ ما نصہ یقال لہ اذا کان الحکم ھذا فاین الاصل الذی ادعیتہ وھو ان الکثیر لا ینجس وکیف خرج ھذا

عن دلیل الاصل الذی اوردتہ وھو الحدیث الخ وقال علی قول البدائع ان کانت مرئیۃ لا یتوضؤ من الجانب الذی فیہ الجیفۃ ما نصہ کلہ

بخلاف الاصل المذکور والحدیث اھ ثم اقول ف٢ ٩٩٩ بل ادارۃ الامر علیہ یبطل اعتبار العرض فان المناط ان یکون بین النجاسۃ

والماء الذی یرید ان یاخذہ عشرۃ اذرع فاذا وقع النجس فی احد اطراف ذلک الخندق لم یخلص الی الطرف

الاخر طولا وان خلص عرضا فیجوز الاخذ من الطول بعد عشرۃ اذرع وان لم یجز من العرض بل ف٣ ٩٠٠ ھی تبطل اعتبار

المساحۃ راسا اذ المدار علی ھذا علی الفصل فلو ان خندقا طولہ عشرۃ اذرع وعرضہ شبر وقع فی طرف منہ

نجس جاز الوضوء من الطرف الاخر لوجود الفصل المانع للخلوص وھذا لا یقول بہ احد منا ف٤ ٩٠١ ولو وقع النجس

فی الوسط والغدیر عشر فی عشر بل عشر فی عشرین الاصبعا فی الجانبین تنجس کلہ لان الفصل فی کل

جانب اقل من عشر وکذا ف٥ ٩٠٢ اذا کان عشرۃ الاف ذراع فی عشر اذرع ووقع بفصل عشر فی الاطراف ثم کل عشرین فی الاوساط قطرۃ

نجس وجب تنجس الکل من دون تغیر وصف مع کونہ عشرۃ الاف ذراع بل الف الف فالحق ان المدار ھو المقدار

والماء بعدہ کماء جار واللہ تعالی اعلم اقول ف٦ ٩٠٣ ویظھر للعبد الضعیف انہ کان ینبغی ان یجعل ھذا ھو

المقصود بظاھر الروایۃ ان الکثیر ما لا یخلص بعضہ الی بعض واعتبروہ بالارتفاع والانخفاض بتحریک

الوضوء من ساعتہ او الغسل او الاغتراف او التکدر او سرایۃ الصبغ والاول ھو الصحیح ویقرر ان المقصود لیس الا

تحصیل جامع بینہ وبین الجاری قال الامام ملک العلماء فی البدائع عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ فی جاھل بال فی

الماء الجاری ورجل اسفل منہ یتوضؤ بہ قال لا باس بہ وھذا لان الماء الجاری مما لا یخلص بعضہ الی بعض فالماء الذی یتوضؤ بہ

یحتمل انہ نجس ویحتمل انہ طاھر والماء طاھر فی الاصل فلا نحکم بنجاستہ بالشک اھ اقول ف٧ ٩٠٤ معناہ ان البول یستھلک

ف١: تطفل ١٢٨ علی المحقق علی الاطلاق و العلامۃ قاسم

ف٢: تطفل ١٢٩ علیھما

ف٣: تطفل ١٣٠ ثالث علیھما

ف٤: تطفل ١٣١ رابع علیھما

ف٥: تطفل ١٣٢ خامس علیھما

ف: فائدۃ لتنجیس عشرۃ الاف ذراع بخمس وعشرین قطرۃ نجسۃ

ف: الجاری و ... لتخصیص ... منبسط و القلتین و ... تمام مرۃ ...

فی الماء فیصیر کجزء منه لکن لا یطھر لنجاسته عینا فھذا ماء بعضہ نجس غیر انہ ملحق بالجاری اوما اثر بقیته بھذا البعض وھذا معنی قولہ لا یخلص بعضه الی البعض فانذفع ما رد علیه العلامة قاسم فی الرسالة بقوله ھذا مما لا یکاد یفھم ومن نظر تدافع امواج الانھار یجزم بخلاف مقتضی ھذہ العبارات وکانہ ظن ان المراد لا یصل بعضه الی البعض ولو ارید ھذا لم یکن فی تدافع الامواج ما یدفعه فان التموج حین یوصل الماء الاول مکان الثانی ینقل الثانی الی مکان الثالث فلا یثبت وصول الاول الی الثانی بل الی مکانه الاول وبالجملة المقصود حصول ھذا المعنی الملحق ایاہ بالجاری فاذا حصل لحق وصار لا یقبل النجاسة اصلا لا انه یتنجس من موضع النجاسة الی حیث یخلص بعضه الی البعض ویبقی الباقی علی طھارته حتی یجب ان یترک من موضع النجاسة قدر حوض صغیر کما ھی روایة الاملاء وذلک لان الماء یتنجس بالمتنجس تنجسه بالنجس فان صار قدر ما یخلص الیه نجسا کیف یبقی ما بعدہ طاھرا مع اتصاله به واللہ تعالی اعلم ھذا وذکر المسألة فی البدائع فجعل الجواز احکم وعدمه احوط حیث قال اذا کان الماء الراکد له طول بلا عرض کالانھار التی فیھا میاہ راکدة لم یذکر فی ظاھر الروایة وعن ابی نصر محمد بن محمد بن سلام ان کان طول الماء مما لا یخلص بعضه الی بعض یجوز التوضؤ به وعن ابی سلیمٰن الجوزجانی لا وعلی قوله لو وقعت فیه نجاسة ان کان فی احد الطرفین ینجس مقدار عشرة اذرع وان کان فی وسطه ینجس من کل جانب مقدار عشرة اذرع فما ذھب الیه ابو نصر اقرب الی الحکم لان اعتبار العرض یوجب التنجیس واعتبار الطول لا یوجب فلا ینجس بالشک وما قاله ابو سلیمٰن اقرب الی الاحتیاط لان اعتبار الطول ان کان لا یوجب التنجیس فاعتبار العرض یوجب فیحکم بالنجاسة احتیاطا اھ اقول فی کلا التعلیلین نظر بل الطول یوجب الطھارة والعرض لا یوجب تنجیسه لان المدار اذا کان علی الخلوص وعدمه فعدمه من جھة الطول ظاھر ووجودہ من جھة العرض زائل اذ العرض یحصل الخلوص فی العرض وکیف یسری منه الی الطول مع وجود الفصل المانع للخلوص وان شئت فشاھد بما جعلوہ معیار الخلوص وعدمه فانک اذا توضأت فیه یتحرک فی عرضه لا جمیع طوله وکذا الصبغ والتکدیر وللجانب فی البحر بان ھذا وان کان الاوجه الا انھم وسعوا الامر علی الناس وقالوا بالضم ای ضم الطول الی العرض کما اشار الیه فی التجنیس بقوله تیسیرا علی المسلمین اھ واقرہ ش اقول الیسر بالاوجه فضلا عن ان یکون الاوجه فان الاوجه الجواز کما علمت وباللہ التوفیق ھذا ثم ذکر فی الروض

ف۱: تطفل ۴۶ علی العلامة قاسم
ف۲: تطفل ۴۷ آخر علیه
ف۳: تطفل ۴۸ علیه
تنبیھة
ف۴: تطفلان علی الامام ملک العلماء
ف۵: تطفل علی البحر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فرع الخانية حوض كبير فيه مشرعتان كان الماء متصلا بالالواح بمنزلة التابوت لا يجوز فيه الوضوء واتصال ماء المشرعة بالماء الخارج منها لا ينفع كحوض كبير انشعب منه حوض صغير فتوضأ في الصغير لا يجوز وان كان ماء الصغير متصلا بماء الكبير وكذا لا يعتبر اتصال ماء المشرعتين بما تحتهما من الماء ان كانت الالواح مشدودة اهـ اقول انما مبناه فيما يظهر ما تقدم في فرعها الثالث من اشتراط العرض والا فلا شك في حصول المساحة المطلوبة عند اتصال الماء وقد علمت ان اشتراطه خلاف الصحيح الرجيح الوجيه۔

فرع الخانية حوض صغير يدخل الماء من جانب ويخرج من جانب قالوا ان كان اربعا في اربع فما دونه يجوز فيه التوضي وان كان اكثر لا الا في موضع دخول الماء وخروجه لان في الوجه الاول ما يقع فيه من الماء المستعمل لا يستقر فيه بل يخرج كما دخل فكان جاريا وفي الوجه الثاني يستقر فيه الماء ولا يخرج الا بعد زمان والاصح ان هذا التقدير ليس بلازم وانما الاعتماد على ما ذكر من المعنى فينظر فيه ان كان ما وقع فيه من الماء المستعمل يخرج من ساعته ولا يستقر فيه يجوز فيه التوضي والا فلا وذلك يختلف بكثرة الماء الذي يدخل فيه وقوته وضد ذلك اهـ اقول هو خلاف ما عليه الفتوى قال في الدر والمعول بالجاري حوض الحمام لو الماء نازلا والغرف متدارك كحوض صغير يدخله الماء من جانب ويخرج من اخر يجوز التوضي من كل الجوانب مطلقا به يفتى اهـ اي سواء كان اربعا في اربع او اكثر اهـ ش وعليه الفتوى من غير تفصيل هندية عن صدر الشريعة والمجتبى والدراية۔

فرع الخانية بعد سطر وكذا قالوا في عين ماء هي سبع في سبع ينبع الماء من اسفلها ويخرج من منفذها لا يجوز فيه التوضي الا في موضع خروج الماء منها اهـ اقول هو ايضا خلاف الفتوى قال في الدر بعد ما تقدم وكعين هي خمس في خمس ينبع الماء منه به يفتى اهـ قال الشيخ اعني ابن الشحنة وصرح الامام الحصيري في خير مطلوب بان الحاصل ان الشرط عدم استعمال الماء الذي استعمل ووقع منه اهـ قال وهذا المحقق استعماله في الحوض الذي سألت عنه وهذه الفروع صريحة في عين مسألتك اهـ اقول اولا كل هذه الفروع ما عدا الاولين خلاف الصحيح والمفتى به كما علمت وكذا الاولان على محمل نفيده كما سياتي فلا يصح الاحتجاج بهما وثانيا هذه ستة فروع وان عددت فرع البزازية والتجنيس والخانية الاولى كلا بحياله فتسعة وليس في شيء منها ما يفيد دعوى التسوية بين الملقى والملاقي في سلب الطهورية حتى الفرع السادس فرع حوض صغير يدخل فيه الماء ويخرج وذلك لان كلها ما يحتمل الوضوء فيه الا بالمعنى الثاني اعني غمس الاعضاء وقد علمت انه الاقرب الى النظر فيه وقد في الخانية حوض كبير وقعت فيه النجاسة ان كانت النجاسة مرئية لا يجوز الوضوء والاغتسال في ذلك الموضع

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بل ... المانعة حرية بين النجاسة اكثر من الحوض الصغير وان كانت غير مرئية قال بعض مشايخنا ومشايخ بلخ جاز الوضوء في موضع النجاسة ... فليس بخاف ان المراد المعنى الثاني اذ لا معنى لعدم جواز الوضوء خارج الحوض بحيث تقع الغسالة في موضع النجاسة ولا وجه على هذا للفرق بين المرئية وغيرها وهذا كما ترى يشمل الفرع السادس فانه اذا لم يستقر ولم يقع فيه الا من الماء بل يخرج من ساعته بجريان كما ذكر والجاري لا يتأثر بالغمس اذا كان يستقر ولا يخرج الا بعدما كان راكدا وهو صغير فيضره الغمس فليس في الفرع شيء مما يفيد دعواه نعم هو صريحة في دعوانا ان المدار في كله يصير مستعملا اما ما اراد الشيخ فانما يلم اليه تعليل الفرع السادس المذكور في الخانية لزيادته لفظ المستعمل ولو لم يزده لرجع الى ما ذكرنا انه اذا لم يستقر الماء فيه كان جاريا وكذا تعليل الحصيري وقد علمت ما افاده شيخكم المحقق على الاطلاق في فرع في الخانية انه بناء على كون المستعمل نجسا وكذا كثير من اشباه هذا فاما على المختار من رواية انه طاهر غير طهور فلا فلتحفظ ليفرع عليها وايضا بمثل هذه الفروع اه فاذا كان هذا في الفروع فما بالك بالتعليلات وانا اقول دلالة الخانية على استقرار المستعمل يحتمل البناء على احد ضعيفين نجاسة المستعمل وخروج الماء عن الطهورية بوقوع المستعمل وان قل وهو المتعين في كلام الحصيري وكلاهما خلاف الصحيح المعتمد بتصريح اجلة الاكابر حتى الشيخ نفسه في هذه الرسالة نفسها كما سيأتي ان شاء الله تعالى فههنا افسد الشيخ علينا ما اردنا من حمل كلامه عليه من ان المراد الوضوء بالغمس اما الفروع فليس الا اولى بنائه فعمد الى كلمات الائمة فحملها على محمل ضعيف غير مقبول مع صحة الصحيح وبالله التوفيق. ثم عقد رحمه الله تعالى فصلا في تعريف الماء المستعمل وما يصير به مستعملا وما لا وذكر فيه ما قدمنا عن القدوري وعن الجرجاني وعن مبسوط شمس الائمة السرخسي من ان سقوط حكم الاستعمال عند محمد في من دخل البئر للدلو لاجل الضرورة وكذا ادخال الجنب يده في الاناء (اي للاغتراف عند عدم ما يغترف به كما قدمنا) وقال انه لو دخل في البئر ولو ادخل رجله في الاناء او وضع ... مستعملا لعدم الحاجة قال فيا ليت شعري ما جواب المتمسك بهذه المسألة (اي مسألة من دخل البئر للدلو لم يستعمل عند محمد) عن كلام هؤلاء الائمة الاساطين ثم ذكر ما قدمنا عن الفوائد الظهيرية عن شيخ الاسلام خواهر زاده عن محمد قال وهذا النقل صريح عن الامام الثالث نقله مثل خواهر زاده ثم ذكر كلام الكافي المقدم وانه حكى كلام القدوري ولم يتعقبه قال فظهر لك بهذا ان ادخال اليد في الحوض الصغير بقصد التوضي فيه لا سالب عن الماء وصف الطهورية لارتفاع الحدث والقربة بادخال اليد ومنتفع باتفاق علمائنا الاربعة يريد الائمة الثلثة وزفر رضي الله تعالى عنهم واذا تجرد عن القصد المذكور فهو غير مؤثر في قول مردود ثبوته عن محمد رده هؤلاء الاساطين الذين لا يلتفت الى قول غيرهم في المذهب ثم ايد عدم ثبوته عن محمد بان قول الامام قاضي خان في شرح الجامع الصغير

ف ۵ وجهل ... الوضوء بالغسل ... على ... من بعض ... الذوق السليم

ف ۵ وقع ... عند ذلك ... على ...

ف ۶ ... تطفل ... على الشيخ ...

عند الائمة الاربعين ... عن خزانة المفتين اهـ ...

اھ نص فیہ عن اصحابنا قال وذکر المتأخرون فیہا خلافا فانہ حکی ان من علمائنا من قال ان الماء یصیر مستعملا عند محمد برفع الحدث ایضا لانتقال الاٰثام الی الماء ثم لم یصر ماء البئر مستعملا فی مسألۃ الجنب عند محمد لمکان الضرورۃ ثم قال ولعمری انی لاعجب ممن یقول فی مسألتنا ھھنا ان مستندہ فی افتائہ بجواز التوضی فی ھذا الحوض مسألۃ البئر والحال انہ لاجامع بینہما لان تلک فی من تجرد عن النیۃ وھذہ فیمن یتوضأ ما ھذا الا عجیب واللّٰہ الموفق ثم اورد کلام شیخہ فی الفتح الذی ذکرناہ فی التمرۃ الاولی المقولۃ کذا فی الخلاصۃ اھ **اقول** کلہ کلام طیب وعنہ اخذت عبارۃ الفوائد الظہیریۃ غیر ان ما قال فلعمری انی لاعجب فلعمری انی لاعجب واذ قد حقق الشیخ ان الصحیح عن محمد ایضا عدم الفرق بین النیۃ وعدمہا فلم نشؤ ھذا الفارق وانما کان علیہ ان یقول تلک للضرورۃ وھذہ بدونہا **ثم** عقد تذنیبا لیسرد فروع ما یصیر بہا مستعملا وما لا وقدم علیہا تنبیہا فی ان الفتوی فی سبب الاستعمال علی قولہما انہ رفع حدث او التقرب لا علی قول محمد انہ التقرب فقط ونقل تصحیحہ فیہما عن الخلاصۃ والخانیۃ وخزانۃ المفتین والاختیار والبزازیۃ اھ **اقول** اراد التنبیہ علیہ علی تسلیم ان ھذا مذھب محمد والا فلا حاجۃ الیہ بعد ما قد ثبت ان الاول قولہم جمیعا وان الثانی لم یثبت عن الثالث ھذا وفیہ مما یفیدنا فی المسألۃ **فرع** الخلاصۃ وخزانۃ المفتین ادخل یدہ فی الاناء او رجلہ للتبرد یصیر مستعملا لعدم الضرورۃ اھ وقدمناہ عن الخلاصۃ والخانیۃ والبزازیۃ والغنیۃ **وفرع** الخانیۃ قال محمد رحمہ اللّٰہ تعالٰی اذا کان علی ذراعیہ جبائر فغمسہا فی الماء او غمس راسہ فی الاناء لا یجوز ویصیر الماء مستعملا اھ قال انما قدمت ھذا التنبیہ تنبیہا لمن یظن ان الفتوی علی قول محمد رحمہ اللّٰہ تعالٰی فی ذلک لاطلاق اصحاب الکتب ان الفتوی علی قولہ فی الماء المستعمل وانما مرادہم ان الفتوی علی قولہ فی کونہ طاھرا لا فیما یصیر بہ مستعملا علی انہ سیرد علیک فی الفصل الثانی التحقیق ان ھذا (ای طہارتہ) مذھب ابی حنیفۃ ایضا وانما اشتہرت نسبتہ الی محمد لکونہ فی جملۃ من رواہ عن الامام اھ **اقول** ای انہ الجار من رواہ وقد اخذ بہ وھذا اول التصحیحین الموعود بیانہما ثم اتی علی سرد الفروع وفیہا مما یفیدنا **فرع** الخلاصۃ ان ادخال الکف مجردا عنہا لا یصیر مستعملا اذا لم یرد الغسل فیہ بل اراد رفع الماء فان اراد الغسل ان کان اصبعا او اکثر دون الکف لا یضر ومع الکف بخلافہ اھ **قلت** وقدمنا تحقیق ان الانملۃ والظفر والکف سواء **وفرع** الخلاصۃ عن فقہ الامام ابی جعفر اذا کان الذی یدخل یدہ فی الاناء او البئر یا الغاف فان کان صبیا ان علم ان یدہ طاھرۃ بان کان مع الصبی رقیب فی السکۃ یجوز التوضی بذلک الخ **اقول** وبہ فارق البالغ فافاد ان لو ادخل البالغ یدہ فی اناء او بئر لم یجز الوضوء بہ وھذا کنص کتاب الحسن لا یبقی لتاویل البحر مساغا **ثم** عقد الفصل الثانی فی حکم الماء المستعمل ومتی یصیر مستعملا وقال بعدہا بین ما ھو بین بنفسہ ومسلم عند الکل اعنی عدم جواز الوضوء بالماء المستعمل

۱ تطفل ۹۱۱ علیہ

۲ تطفل ۹۱۲ علی البحر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

عند ائمتنا جميعا ما نصه هذا مع عمومه يشهد للفصل الاول قال وكفى بذلك حجة اھ **اقول** ف۱ هذا نظير تمسك
البحر باطلاق فنظر الى اطلاق ان العبرة للغلبة ولم يلاحظ ان الشأن فی قصر الاستعمال على ما التصق بالجلد فقط والشيخ نظر الى
هذا العموم ولم يلاحظ ان الكلام فی تعميم الاستعمال جميع الماء القليل بدخول نحو ظفر من محدث ثم اورد خاتمة فی حكم
ملاقاة الماء الطاهر للماء الطهور فحرر ان العبرة للغلبة ونقل تصحيحه عن التوشيح والتحفة وغيرهما وانه المذهب المختار
قلت وهذا هو ثانی التصحيحين الموعود بيانهما فاعترف ف۲ الشيخ بالحق وتعقب تسوية الملتقى بالملاقی وهو حق ثم نقل فرع الحمامی
ومثله عن شرح القدوری لمختصر الكرخی فی نزح عشرين لو الذی القی الوضوء فی البئر قال فهذا اصرح شیء فی اتفاق الائمة الثلثة
على تأثير الماء المستعمل فی الماء الطهور ولو كان اقل منه وذكر عن شرح الجامع الصغير لقاضی خان ان انتضاح الغسالة فی
الاناء اذا قل لا يفسد الماء وتكلموا فی القليل عن محمد ان كان مثل رؤس الابر فقليل وعن الكرخی ان كان يستبين مواقع القطر
فی الماء فهو كثير وان كان لا يستبين كالطل فقليل قال وهذا رحمه الله اصرح مما تقدم وقد حكى هذا فی الفوائد الظهيرية
وعليه مشی القاضی وروی وحكی عن ابی سليمن انه سئل عن ماء الجنابة اذا وقع وقوعا يستبين فيرى عين القطرة الظاهرة قال
انه ليس بشیء وفی فتاوی قاضی خان خلاف هذا وفی خزانة المفتين جنب اغتسل فانتضح من غسله فی انائه لم يفسد الماء اما اذا
كان يسيل فيه سيلانا افسده قال والتحقيق هنا ان المسألة مبنية على اصل ذكره ائمتنا فی كتاب الايمان ونقلوه الى الرضاع
قال فی الذخيرة حلف لا يشرب لبنا فصب الماء فی اللبن فالاصل فی هذه المسألة واجناسها ان الحالف اذا عقد يمينه
على مائع فاختلط بمائع آخر من خلاف جنسه ان كانت الغلبة للمحلوف عليه (وسقط بقية الكلام من نسختی تحرير الروض)
اقول ف۳ سبحن الله يذكر الشيخ رحمه الله تعالى فی اول الكلام ان الصحيح والمذهب المختار هو اعتبار الغلبة وقد نص فی شرحه
للوهبانية انه الصحيح عن ائمتنا الثلثة رضی الله تعالى عنهم وان عليه الفتوى ثم يعود يحتج بفرعی النزح والانتضاح ويقول انه
اصرح شیء فی اتفاق الائمة الثلثة وهذا امر منه وای مساغ لقولهما بعد ما تبين الحق الصحيح المذهب المختار المفتی به المطبق عليه من ائمتنا الثلثة
رضی الله تعالى عنهم وما قضی ف۴ به من بيان المبنی وهو فرع الحلف فهو اصرح شیء فی ان المدار على الغلبة فان كان اقر فی آخر
كلامه الذاهب من نسختی فهو كر على ما احتج به بالنقض وانه عجب واعجب وسيمكث الشيخ غير بعيد ويعود الى الحق كما سيأتی
بتوفيقه تعالى فلو انه اورد هذا الكلام واحتج بهذين الفرعين هنا وذينك التعليلين ثمه لكان كله كلاما صحيحا
سديدا ولكن الله يفعل ما يريد ثم كتب تتمة قال فيها ان من ادل الدليل على انه لا يجوز التوضی فی هذا الحوض عند
واحد من علمائنا رحمهم الله تعالى ما فی كتاب الاصل لمحمد رضی الله تعالى عنه برواية الامام ابی سليمن الجوزجانی رحمه الله تعالى
عليه عنه فی باب الوضوء والغسل قلت ارأيت جنبا اغتسل فانتضح من غسله شیء فی انائه هل يفسد عليه الماء

ف۱: تطفل على الشيخ ابن الشحنة
ف۲: [illegible]
ف: تنميقة
ف۳: تطفل آخر عليه
ف۴: تطفل آخر عليه

قال لا قلت لم قال لان هذا مما لا يستطاع الامتناع منه قلت ارأيت ان افاض الماء على رأسه او جسده او غسل وجهه فجعل ذلك الماء كله يقطر فی الاناء قال هذا يفسد الماء ولا يجزئه ان يتوضأ او يغتسل به قال وقال فی باب البئر ما ينجسها قلت ارأيت رجلا طاهرا وقع فی بئر فاغتسل فيها قال افسد ماء البئر كله قلت وكذلك لو توضأ فيها قال نعم قلت وكذلك لو استنجى فيها قال نعم قلت فما حال البئر قال عليهم ان ينزحوا ماء البئر كله الا ان يغلبهم الماء قلت ارأيت الرجل هل يجزئه وضوءه ذلك قال لا وسكت عليه ولم يعزه لاحد من شيخيه وهذا شأنه فی المتفق عليه كما صرح به اول الكتاب اھ اقول ف۱ الفرع الاخير فی الملاقی وهو لا شك صحيح والتمسك به صحيح وهو اصرح تصريح اما الاول ففی الملقی ولا محيد من ابتنائه على احد ضعيفين ليس الاصل هذا كتاب المبسوط احد الكتب الستة الظاهرة بل من الكتب النادرة فكيف يعارض به مذهب ائمتنا جميعا الصحيح المختار المفتی به وبالله التوفيق ثم قال رحمه الله تعالی ونقل عصام الدين فی شرح الهداية بعد الكلام على مسألة انغماس الجنب فی البئر هذا مبنی على ان اجزاء الماء الذی عمل واحد بمنزلة شیء واحد فی حكم الاستعمال لانه ينسب الى الجميع عرفا بل لغة ايضا اذ لا يذهب افهام اهل العرف واللغة الى ان المستعمل بعض هذا الماء والباقی ممتزج به الا ترى ان الماء المستعمل عند من يجعله طاهرا غير طهور اذا وقع فی ماء اخر لا يفسده حتى يغلب عليه بهذا قطع فی الاسرار جعله فی التحفة اصح ولو صب ماء كثير على العضو يصير الكل مستعملا عندهم مع ان الملاقی للبشرة مغلوب بناء على ان الكل واحد فی حكم الاستعمال وقد اشير الى هذا المعنى فی الاسرار اھ اقول هذا لعمری لمن الحسن بمكان، تنشط به الاذهان، وتبتهج به النفوس، ولا عطر بعد عروس، وقد وفقنی المولی سبحنه وتعالی، لمعناه فيما مضی، واتقنت بيانه، وشيدت اركانه، وبه ظهر الفرق بين الملاقی والملقی، بحيث لا يعتريه شك يبقی، والعجب ف۲ من الشيخ مشی على التسوية بينهما محتجا بالتعليلين، نقضه بنقل تصحيح الصحيح، عن التحفة والتوشيح، ثم بعد اسطر عاد اليه وجعل فرعی النزح والانتضاح اصرح صريح، ثم نقضه بنقل الاصل الاصيل، عن ذخيرة الامام الجليل، ثم لم يلبث ان عاد اليه بنقل فرع الاصل، ثم نقضه بنقل كلام العصام متصلا به من غير فصل، وبه ختم وانما العبرة للخواتيم ختم الله تعالی لنا على الدين القويم، والصراط المستقيم، وبكل حسنى، وعلى نبينا الكريم واله الكرام الصلوة الزهراء والسلام الاسنی، والحمد لله رب العلمين.

الفصل الرابع فی فوائد شتی وتحقيق حكم الوضوء فی الحوض الصغير

الحمد لله فرغنا عن الرسائل الثلث بل الكتب الخمسة هذه والبحر والبدائع واتينا على جميع ما فيهما والان نذكر ما بقی من الفوائد تكميلا

ف۱: تطفل ۲۲ على ...

ف۲: تطفل ۲۳ عليه

للعوائد وبالله التوفيق (فائدہ) قال المحقق علی المقدسی رحمہ الله تعالٰی فی شرح نظم الکنز رادا علی البحر ما نصہ واما تاویل الکلام بان المراد بصیرورتہ مستعملا صیرورۃ ما لاقی اعضاءہ منہ مستعملا فہذا بعید جدا اذ لا یحتاج الی التنصیص علی ذلک اصلا اھ نقلہ فی منحۃ الخالق من الماء المستعمل واقرہ قلت قدمنا ثمانیۃ ردود علیہ وھذا تاسع وازید لہ عاشرا فاقول ٩٢٤ اذا انغمس احدث فی الماء ثم خرج ینقسم الماء الی خمسۃ اقسام قسم یبقی فی الحوض ولا ینفصل عن الماء بانفصال البدن والثانی یخرج مع البدن فینحدر عنہ بلا مکث والثالث یمکث ویذھب بالتقاطر والرابع بلل یذھب بالنشف والخامس نداوۃ تبقی بعد النشف ایضا ولا تذھب الا بالجفاف بعمل الشمس والهواء ولا شک انہا ایضا اجزاء مائیۃ ولا تداخل فی الاجسام بل لا تلاصق فی الاجزاء کما تقدم فکان کل قسم فوق الاخر منفصلا عنہ وکان تحت الکل ذلک الندی فھو الذی لاقی البدن وھو لا یقبل الانفصال ولا استعمال الا بہ فلا استعمال لتلک عشرۃ کاملۃ فان قلت الامر کما وصفتم ولکنا نعدی الحکم الی ما عدا الاول لتعلقہ بالبدن ولذا انتقل بانتقالہ اقول اولا لا نسلم انہ لتعلقہ بہ والا لکان لہ استمساک علیہ کالمتقاطر بل اندفع بدفعہ وانجر بطبعہ الا تری ان المنغمس ان اندفع بعنف قوی صحبہ ماء کثیر او برفق فقلیل ولو استدرج فی الخروج بحیث لا یحرک الماء حتی الامکان لم یکد یخرج معہ الا ما یزول بالتقاطر مع ان اللقاء کان واحدا فعلم انہ لحرکۃ الدفع یختلف باختلافہا فان قلت اذن لا ریب فی تعلق المتقاطر فنحکم علیہ بالاستعمال وھو لا شک قابل الانفصال فیصح التاویل ولا ینتفی الاستعمال اقول ٩٢٥ ثانیا شان ما انحدر بلا مکث عند الخروج بعد الانغماس شان ما مر فی انحدر فور انغسالہ بالوضوء والغسل فلا یستعمل الا ما یبقی بعدہ متساقطا بالتقاطر وھو خلاف الاجماع وثالثا ٩٢٦ شتان ما التعلق والتلاصق فالتعلق یشمل الاثر والتلاصق یختص بالشعار وھو الفرق بینھما فان قلت ھما ثوبان فیبعد احدھما حاجز للاخر عن التلاقی بخلاف اجزاء الماء فانہ شیئ واحد فلا یحجز بعضہ بعضا بل الکل ملاق اقول ٩٢٧ لذلک ما کنا نبغ فالماء کلہ واحد عند الانغماس فالکل ملاق بلا وسواس (فائدہ) قال العلامۃ الشیخ حسن الشرنبلالی فی شرحہ علی الوھبانیۃ رادا علی البحر نصہ عما ذکر من ان الاستعمال بالجزء الذی لاقی جسدہ دون باقی الماء فیصیر ذلک الجزء مستعملا کما فی کثیر فھو مردود ولیس بان الاستعمال فی الجمیع حکما ولیس الغالب یصب القلیل من الماء فیہ اقول ٩٢٩ لفظ السریان وقع فی غیر موقعہ فانہ یوھم ان المستعمل اولا ما لاقی ثم یسری الحکم الی بقیۃ اجزاء الماء بالتجاور وھو دونہ ویحا بما تقدم ان العبرۃ للغلبۃ ولو سری لسری الی الملقی کما توھم العلامۃ عبد البر فیبطل الفرق ویعود الکلام علی مقصودہ بالنقض وھذا ھو الذی حمل البحر علی قصر الاستعمال علی ما لاقی قبل تقول النھر انما انغمس فیہ وھو قلیل فقد استعمل کلہ معا لان جمیعہ شیئ واحد فلا قصر ولا سریان

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ولقد احسن العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالٰی اذ قررہ بقولہ فی المنحۃ یعنی انہ لما انغمس او ادخل یدہ مثلا صار مستعملا لجمیع ذلک الماء حکما لان المستعمل حقیقۃ ھو ما لاقی جسدہ بخلاف ما اذا صب المستعمل فیہ فان المستعمل حقیقۃ وحکما ھو ذلک الملقی فلا وجہ للحکم علی الملقی فیہ الا باستعمال ما لو یساوی او یغلب علیہ اذ لم یدخل فیہ جسدہ حتی یحکم علیہ بالاستعمال حکما کما یدل علیہ ما فی الاسرار المار وقولھم فی مسألۃ البئر جحط لو انغمس بقصد الاغتسال للصلاۃ صار الماء مستعملا اتفاقا اھ فھذا ھو التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق فائدۃ سبق العلامۃ ابو الاخلاص فی تعبیر الفرق ھکذا بعض معاصری العلامۃ زین فاوردہ وردہ وھذا نصہ فی البحر اذا عرفت ھذا ظہر لک ضعف من یقول فی عصرنا ان الماء المستعمل اذا صب علی الماء المطلق و کان المطلق غالبا یجوز الوضوء بالکل و اذا توضأ فی فسقیۃ صار الکل مستعملا اذ لا معنی للفرق بین المسألتین وما قد یتوھم فی الفرق من ان فی الوضوء یشیع الاستعمال فی الجمیع بخلاف الصب مدفوع بان الشیوع والاختلاط فی الصورتین سواء بل لقائل ان یقول الماء الملقی خارجا اقوی تاثیرا من غیرہ لتعین المستعمل فیہ بالمعاینۃ و التشخیص وتشخص الانفصال اھ وھذا الکلام اقرہ السید ابن ط و ش حتی قال ط بعد ذکر کلام الشرنبلالی وھذا التوھم قد ذکرہ فی البحر واعرض عنہ اما المدقق العلائی فاستدرک علی البحر بکلام الشرنبلالی وقال فراجعہ متأملا اھ

اقول لقول القائل یشیع فی الجمیع ثلثۃ محامل وذلک لان الشیوع ۱ الامتزاج من دون امتیاز فلا یمکن التعیین بل الکل محتمل علی البدلیۃ کھبۃ المشاع والمعنی علیہ انہ اذا توضأ فی الفسقیۃ اختلط ماء وضوئہ بسائرھا بحیث لا یمکن التمییز فای غرفۃ تأخذھا تحتمل ان تکون من المستعمل فیکون حکم الاستعمال شائعا فی جمیع الاجزاء شیوع ھبۃ نصف شائع فی الصغیر و۲ الشیوع السریان ای اذا توضأ فیھا استعمل ما لاقاہ ثم تعدی الحکم منہ الی جارہ وھکذا فصار الکل مستعملا و۳ الشیوع العموم ای ان فی الوضوء یعم الاستعمال الجمیع وانت تعلم ان المعنی الثالث حق صحیح لا غبار علیہ اصلا ولا یمسہ ما فی البحر لان عموم الحکم لعموم السبب فان الکل ملاق کما سبق مرارا والمعنی الثانی ھو ما جنح الیہ العلامۃ الشرنبلالی فی مبادی کلامہ وقد علمت ما لہ وما علیہ والمعنی الاول متلئ بالبطلان کفی ردا علیہ مسألۃ الملقی ولم یرم اثبات الفرق بل ابطالہ والبحر حملہ علی الاول ففسر الشیوع بالاختلاط و حکم انہ فی الصورتین سواء وانما ذلک عند المعنی الاول دون السریان والعموم الا ان یرید بالشیوع سببہ ویفسرہ بالاختلاط فیکون المعنی ان سبب السریان او العموم حاصل وھو الاختلاط سواء فی الصورتین مع تخلف الحکم فی الملقی وفاقا وقد علمت جوابہ علی الحق نعم من زعم السریان یتجہ علیہ ایرادہ ثم **اقول** ما ترقی بہ لا یحصل **فاولا** لیس من شرط الاستعمال رؤیۃ مرورہ علی البدن ولا معاینۃ انفصالہ ولا للمرئیۃ مزیۃ علی غیرہ مع تحقق العلم القطعی بہ ولا یشد الشیئ متشخص بنفسہ فلا یضرہ عدم قدرتنا علی تمییزہ **وثانیا** لیس الاستعمال مقولا بالتشکیک لیکون المرئی اقوی من غیرہ **وثالثا**

فائدہ: للشیوع ثلثۃ معان

تطفل ۲۰۸ علی البحر

و تطفل ۲۰۹ علی ش

انما هو بناء على ما ارتكز فى ذهنه رحمه الله تعالى ان الملاقى هى الاجزاء الملاصقة وليس كذلك بل الكل كما حققنا فكما ان المصبوب كان ممتازا متحيزا متشخصا عاينتاه مر وره على البدن ثم انفصاله عنه كذلك كل الماء فى الفسقية ممتاز متحيز متعين معاين ورود الاعضاء فيه ثم انفصالها منه (**فائدة**) كلام الاسرار المار برمته فى الفصل الثانى وقع اوله موافقا لما وقع فى البدائع من ان المستعمل هى الاجزاء الملاصقة بالبدن واخره نص صريح على ما هو الحق حتى ان اخا صاحب البحر العلامة عمر بن نجيم رحمهم الله تعالى مع اقتفائه فى المسألة اثار البحر انصف فيما نقل عنه هامش البحر حين عقب عبارة الاسرار بقوله فهذه العبارة كشفت اللبس الخ فكتب عليه نعم كشفت اللبس من حيث اخرها الا ان محمدا يقول لما اغتسل بالماء القليل صار الكل مستعملا حكما فلنا صورتان صورة وقوع ماء مستعمل فى غيره فيعتبر غلبة الذى ليس بمستعمل والثانية ماء واحد توضأ به شخص وادخل يده لحاجة صار مستعملا كله حكما كما رأيت اھ نقله فى المنحة واقره ولذا ابيات للبحر الاقتفاع باوله والتحاشى ورده ببنائه على رواية ضعيفة والعبد الضعيف قدم التوفيق بين اوله واخره بحيث جعله كلاما واحدا منتظما والشيخ العلامة عبد البر سلك فى شرح الوهبانية مسلكا اخر فجعل اوله سؤالا واخره جوابا اذ قال والحاصل ان ابا زيد الدبوسى فى كتاب الاسرار اورد ما ذكره فى البدائع على سبيل الالزام من ابى يوسف لمحمد رحمهما الله تعالى وذكر جواب محمد عنه فكشف اللبس وضعف كلام التخمين وحدس فانه قال بعدما ذكر مذاهب علمائنا فى الماء المستعمل والاستدلال لمحمد رحمهم الله تعالى عامة مشايخنا ينصرون قول محمد وروايته عن ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه ثم قال يحتج للقول الاخر (اى نجاسته) بما روى فذكر حديث لا يبولن احدكم ثم قال ومن قال ان الماء المستعمل طاهر طهور لا يجعل الاغتسال فيه حراما الى اخر ما تقدم عن الدبوسى **اقول** هذا التقرير وان لم يكن ظاهرا من سوق عبارة الاسرار بيانه يتوقف على ما ذكر فى البدائع ثم البحر ان اخراج الماء من ان يكون مطهرا من غير ضرورة حرام اھ فيستفاد منه ان اغتسال المحدث فى الماء القليل حرام عند محمد ايضا فكان الالزام لابى يوسف يلزمه بان المستعمل طاهر عنده والطاهر لا يسلب الطهورية ما دام الطهور غالبا كاللبن يقع فيه فلا يصلح تحريم الاغتسال فيه الا ان تقول بقول تحكم بنجاسة الغسالة فتجنبها الكل ويصح الحكم فاجاب محمد بان الكل لكونه قليلا شئ واحد فصار الكل ملاقيا للبدن المحدث فصار الكل مستعملا حكما بخلاف اللبن فليس فيه الا اختلاط طاهر بطهور وليس سبب الاستعمال فلا يسلبه الطهورية ما دام الماء غالبا عليه

قلت وما ذكر العلماء لم يجعله الزاما من ابى يوسف لمحمد بل دفع احتجاج ورد على استدلال ابى يوسف بالحديث كما تقدم نقله فى صدر الفصل الاول لكن وجهته هو مولها وبالجملة اولا على كلا الوجهين تأييد لرواية ضعيفة وكفى باخره جوابا عنه والاولى ما فعل العبد الضعيف كما علمت ولله الحمد (فائدة) [illegible] من كلام الشيخ ابن الشحنة فى الشرح على مسألة محدث وقع فى بئر ما نصه والذى تحرر عندى ان هذه المسألة فيها اضطراب فى اصول ائمتنا فيه

قوله تطفل ١ على الشيخ [illegible] ١٢ منه

قوله تطفل ٢ على الشيخ ابن الشحنة ١٢ منه

قوله كذا [illegible] المنحة وصوابه ابيا [illegible] ١٢

[illegible] ١٢ منه

والتحقيق نزح الجميع عند الامام على القول بنجاسة الماء المستعمل وقيل ربعون عنده وتحقيق مذهب محمد انه يسلبه الطهورية وهو الصحيح عن الامام والثانى وعليه الفتوى فينزح منه عشرون ليصير طهورا وهذا على القول بعدم اعتبار الضرورة اما لو اعتبرت لايصير مستعملا فى كل موضع تتحقق الضرورة فى الانغماس فى الماء او ادخال اليد فيه واعتبار الضرورة فى مثل ذلك مذكور فى الصغرى وغيرها فلا تغتر بما ذكره شيخنا العلامة زين الدين قاسم تغمده الله تعالٰى برحمته فى رسالته المسماة برفع الاشتباه فانه خالف فيها صريح المنقول عن ائمتنا واستند الى كلام وقع فى البدائع على سبيل البحث وتبعه (يعنى القاسم) على ذلك بعض من ينتحل مذهب الحنفية ممن لا رسوخ له فى فقههم وكتب فيه كتابة مشتملة على خلط وخبط ومخالفة النصوص المنقولة عن محمد رحمه الله تعالٰى وقد بينت ذلك فى مقدمة كتبتها حققت فيها المذهب فى هذه المسألة (ثم قال والحاصل ان ابا يزيد الدبوسى الخ ما قدمنا عنه انفا ثم قال) وفى البدائع ايضا التصريح بان الطاهر اذا انغمس فى البئر للاغتسال صار مستعملا عند اصحابنا الثلثة رضى الله تعالٰى عنهم وصرح فى فتاوى قاضى خان بان ادخال اليد فى الاناء للغسل يفسد الماء عند ائمتنا الثلثة وتكفل بايضاح هذا وتحريره رسالتى زهر الروض اھ اقول ۹۳۲ هو كلام عليه الخمص فيه مقاصر رسالته و خلصه مما خلط به فى زهر الروض من تسوية الملقى والملاقى فى عدم الجواز الحصن بنزح عشرين والتحقيق عنده على مذهبه المعتمد لا نزح اصلا ما لم يساو او يغلب لان الطهور لا يطهر (فائدة) قال فى الدر ان الا طلق اكثر من النصف جاز التطهير بالكل والا لا وهذا يعم الملقى والملاقى ففى القهستانى يجوز التوضى ما لم يعلم تساوى المستعمل على ما حققه فى البحر والنهر والمنح قلت لكن الشرنبلالى فى شرح الوهبانية فرق بينهما فراجعه متأملا اھ وذكر ش عند قوله حققه فى البحر استدلاله على ذلك باطلاقهم المفيد للعموم وبقول البدائع وفتوى قاضى خان الآتية المذكورة قال وقد استدل فى البحر بعبارات اخر تدل الى ما ذكرنا فلذا اقتصرنا على ما ذكرنا ورأيتنى كتبت فى جد الممتار على قوله المفيد للعموم ما نصه اقول نعم يفيد على فرض ان المستعمل فى الملاقى هو السطح الملاصق من الماء بجسد المحدث لا غير وهو اول النزاع وانا اقول لو كان كذلك لا ارتفع المستعمل من صفحة الدنيا لانك اذا صببت الماء على يدك مثلا وفا غمايلاقى يدك سطح من الماء وسائر جرمه منفصل عنها كما ان التلاقى يكون بسطح من يدك وسائر جرمها لم يمسه الماء والجسد ابدا يكون اكبر من السطح فتكون الغلبة لغير المستعمل فلا يصير مستعملا ابدا واذا جعلت كله مستعملا التلاقى سطحه بسطح الجسد فلا تعلم فرقا بين جرم وجرم فان اسلت اسالة ضعيفة صار الكل مستعملا وان صببت صبا شديدا حتى كان ثخن الماء اضعافا فكالاول لكان ايضا كله مستعملا فلا دليل على التفرقة بين ثخن وثخن ما لم يبلغ حد الكثرة وقول البدائع بحيث منه ذكره فى سؤال وجواب لا نقل عن الاصحاب بخلاف ما فى كلام الامام الدبوسى فانه نقل صريح

فائدہ
تنبیہ

لوٹے میں وضو یا غسل کا پانی کنویں میں گرا

کوئی پاک آدمی کنویں میں ... مستعمل بھی ہوگا جبکہ مستعمل پانی کنویں کے پانی سے مقدار میں زیادہ ہو اور اوس سے ایک ڈول نکالنے کی بھی حاجت نہیں۔

ومن النصوص الصرائح كذلك مسائل ادخال الید والرجل ودخول المحدث فی البئر المصرح بھا نقلا عن الائمة الثلثة فی المتون والشروح والفتاوی وحمل کلھما علی روایة ضعیفة مما لا یعقل ولا یحتمل وعبارة الفتوی صریحة فی ان الماء المستعمل یقع فیھا فیکون من الملقی دون الملاقی ولا تغتر بانھم ارادوا لھم ان یغترفوا منھا فیدخلوا ایدیھم قبل الغسل وذلک تلاق لان الاغتراف معفو عنہ بالاتفاق لاجل الحاجة لما کتبت علیہ وقد علمت مما قدمنا فی الفصول الثلثة ان الفحول الثلثة ھٰؤلاء کلھم قد اغفلوا المحل النزاع لکن لا عجب فی الاغفال انما العجب من العلامة الشامی تنبہ لھذا وتراہ جعلھا فی البحر لکونہ فی الملقی ثم اورد عبارة الفتوی مع انھا کما علمت صریحة فی الملقی فکان یجب اسقاطھا ایضا وقد علمت ما فی الاستدلال بالعموم من نوع مصادرة علی المطلوب فلیس بایدیھم شیئ اصلا سوی بحث البدائع الواقع مناضلا لمتواترات النصوص والروایات الظاھرة الصحیحة عن الائمة الثلثة مصادما لاجماع المنقول فی الکتب المعتمدة حتی البدائع والبحر فتثبت ولا تزل ثبتنا اللّٰه وایاک وسائر المسلمین بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا وفی الاٰخرة انہ ولی ذلک والقدیر علیہ ولا حول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم وصلی اللّٰه تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین اٰمین **فائدۃ** ختم ھذا المحشی بقولہ قلت وفی ذلک (ای ما مال الیہ العلامة والبحر) توسعة عظیمة ولا سیما فی زمن انقطاع المیاہ عن حیاض المساجد وغیرھا فی بلادنا ولکن الاحتیاط لا یخفی اھ **اقول** الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین وقد علمت ان ما مالا الیہ لا دلیل علیہ والتوسعة قد تبیح المیل الی روایة لغیرھا رجحان علیھا درایة وھھنا الروایة والدرایة نعم ان تحققت الضرورة ففی العمل بقول امامی الھدی مالک والشافعی رضی اللّٰه تعالٰی عنھما مندوحة ان الماء المستعمل طاھر وطھور (**فائدۃ**) قال ش فی المنحة علی قول البحر لا معنی للفرق بین المسألتین یرید الملقی والملاقی ما نصہ قال بعض مشایخنا یدل علیہ ایضا روایة النجاسة فان النجس ینجس غیرہ سواء کان ملقی او ملاقیا فکذا علی روایة الطھارة واذا کان کذلک فلیکن التعویل علیھما وقد اختارہ کثیرون وعامة من تأخر عن الشارح تابعہ علی ذلک وحق ما ھم فیہ من رفع الحرج العظیم علی المسلمین **اقول اولا** ان کان للقیاس علی روایة النجاسة مساغ کان الشیخ ابن الشحنة احق بھذا منکم فان التسوی علی روایة النجاسة انما ھی فی التاثیر لا فی عدمھا فکما استویا علیھا فی التاثیر بسلب الطھارة فکذا علی روایة الطھارة بسلب الطھوریة لا فی عدم التاثیر اصلا **وثانیا** صرحوا ان ما ورد علی نجس نجس کعکسہ ای ان التنجس یحصل للماء القلیل کلہ سواء کان ھو الوارد علی نجاسة او بالعکس فاذن نقول بمثلہ ھھنا فکما ان الماء الوارد علی نجاسة حکمیة یصیر کلہ مسلوب الطھوریة کذلک النجاسة الحکمیة اذا وردت علی ماء قلیل تجعل جمیعہ مسلوب الطھوریة وقیاس احدی النجاستین علی الاخری احق بالقبول من قیاس روایة الطھارة علی روایة النجاسة **وثالثا** ھو ان الحکم انما یثبت بثبوت سببہ و

ف۱: معروضة علی العلامة الشامی
ف۲: معروضة علی العلامة الشامی
ف۳: معروضة علیہ
تحقیق
ف۴: معروضة علیہ
ف۵: معروضة علیہ
ف۶: معروضة علیہ

التنجس وملاقاة النجس هو حاصل في الملقى كالملاقي وسبب الاستعمال ملاقاة بدن محدث او متقرب سواء كان بورود الماء على المحدث او المحدث على الماء وهو حاصل في الملاقي منتف في الملقى فيه لان الماء المستعمل اذا القي في الحوض فلا ماء ورد على محدث ولا محدث ورد عليه انما ورد عليه ما ورد على المحدث وليس هذا سبب الاستعمال **ورابعا** سمعت محل رفع الحرج ودفعه **وخامسا** ليس هؤلاء الكثيرون المتأخرون عن البحر وليس فيهم من يكون له قول في المذهب لا سيما على خلاف المذهب الصحيح المعتمد المذيل بطراز الاجماع وهذا صاحب البحر قائل وفيه لا يفتى ولا يعمل الا بقول الامام الاعظم ولا يعدل عنه الى قولهما او قول احدهما او غيرهما الا لضرورة من ضعف دليل او تعامل بخلافه كالمزارعة وان صرح المشايخ بان الفتوى على قولهما اهـ فاذا كان هذا في قول امام المذهب وقد افتوا به فما ظنك بما ليس قول احدهما ولا قول احد ولا رواية عن احد ولا صححه احد ولا له في الدراية مستند فكيف يعدل لمثله عن مذهب جميع الائمة الصحيح المعتمد وما مثل هؤلاء بين ايدي ائمة المذهب الا كمثل احد منا عند هؤلاء بل اقل والعلة لاستوائنا جميعا في وجوب الاستسلام للائمة وورد او صدر اولى ان لا تكون لنا الخيرة من انفسنا اذا قضوا امرا وما اكثر من تبع البحر فقد قال البحر فيما هو اعظم كثرة واشد قوة من الوف امثال هذا الدون انه في متون المذهب والشروح والفتاوى اعني عدم الاعتكاف مما لا يصح تعليقه ما نصه هذا الموضع مما اخطؤا فيه والخطأ هنا اقبح لكثرة انصراف صحة تعليقه وانا متعجب لكونهم تداولوا هذه العبارات متونا وشروحا وفتاوى وقد يقع كثيرا ان مؤلفا يذكر شيئا خطأ فيأتي من بعده فينقلون تلك العبارة من غير تغيير ولا تنبيه فيكثر الناقلون واصلها لواحد مخطئ اهـ وهذا هو الواقع ههنا كما ترى وبالله العصمة **على** ان كلام كثير منهم في الباب لم يسلم عن اضطراب وهذا **البحر** نفسه قد اكثر من نقول ما قدمنا من حججنا وفيها نقل الاجماع ونص في مسألة البئر ان المذهب المختار ان الماء طاهر غير طهور **والنهر** قال بعبارة الاسرار قال لما تمسك البحر بعبارة المحيط والتوشيح والتحفة اذا وقع الماء المستعمل في البئر الخ كتبت عليه لا يخفاك ان العبارة في وقوع الماء لا المغتسل وكذا فيما بعده اهـ **والدر** استدرك على البحر بكلام الحسن وكذا **ابو السعود** وقدمنا كلمات **ش** وهم جميعا **والحلية** قبلهم عللوا سقوط حكم الاستعمال بالضرورة وهو كما علمت اعتراف بالحق بالضرورة **فائدة اقول** ذكر في الطرس المعدل مسألة ادخال المحدث راسه او خفه او جبيرته في الماء انه يجزئه عند الامام الثاني ولا يصير الماء مستعملا وان الصحيح وفاق محمد فيها وان المراد لا يصير ماء الاناء مثلا مستعملا بل البلة الملتصقة بالراس اي الممسوح فقط فاعلم ان هذا لخصوص المسح فلا يقاس عليه المغسول قال ملك العلماء في البدائع ادخل راسه او خفه او جبيرته في الاناء فهو محدث قال

و ۱ ص ۱۲۱ معروضة ۷ عليهم

و ۲ ص ۱۲۱ معروضة ۸ عليهم

دقيقة

و ۳ ص ۱۲۲ معروضة ۹ عليهم

و ۴ ص ۱۲۲ معروضة ۱۰ عليهم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ابی یوسف یجیئ فی المسح لا یصیر الماء مستعملا سواء نوی او لم ینو لوجود احدی سببی الاستعمال انما کان لان فرض المسح یتأدی باصابة البلة اذ هو اسم للاصابة دون الاسالة فلم یزل شیئ من الحدث الی الماء الباقی فی الاناء وانما زال الی البلة وکذا اقامة القربة تحصل بها فاقتصر حکم الاستعمال علیها اما ھھنا فیتأدی بها علی ھذا ان عدم انتقال الحدث الی الباقی لما فی الاناء فاقتصار حکم الاستعمال علی البلة فی صورة المسح انما کان لانه لا یحتاج الا الی بلة فبها یتأدی فرضه وبها تقوم قربته فهو لم یستعمل الماء الا البلة بخلاف ما وظیفته الغسل فانه اسالة فکان استعمالا للماء لا لمجرد بلة فیزول به الحدث الی جمیع ما فی الاناء لقلته ولا یقتصر حکم الاستعمال علی البلة الملاقیة لسطح البدن الظاهر لان البلة لا یحصل بها اسالة ولا غسل فظهر الامر وباللّٰه التوفیق فلا حجة فیه للمسوین بین الملاقی والملقی ولیس مبناه علی تلك المسألة اقول[949] والدلیل القاطع علیه ان ابا یوسف القائل بنجاسة الماء المستعمل لم یقل ھھنا بالسریان قال الامام فقیه النفس ابو یوسف رحمه اللّٰه تعالٰی قال انما یتنجس الماء فی کل شیئ یغسل اما ما یمسح فلا یصیر الماء مستعملا اھ مع اجماع اصحابنا ان النجاسة تسری فی القلیل بلا فرق بین الکثیر منها والقلیل وقد تقدم التصریح به عن البدائع فاندفع ما کان ذھب الیه وهلی فی بادی الرأی ان سبیل المسألة سبیل الخلف فی الملقی والملاقی واستنار ما ذکرت جوابا عنه من الفرق بین الغسل والمسح اما توفیق فی وجهه فالوجه عند المجتهد ولیس علینا ابداؤه و اقول[950] یخطر ببالی واللّٰه تعالٰی اعلم ان الاجسام کما قدمت جواھر فردة متراکمة متفرقة حقیقة متصلة حسا وامر الغسل لا یتأدی الا بجسم مائی ذی ثخن صالح لسیلان علی البدن سیلانا فلابد فیه من اعتبار المحسوس وفی الحس الماء الکائن فی محل واحد شیئ متصل واحد فحصل الاستعمال للکل لحصول الملقی للکل کما فی نجاسة ترد علی الماء وانما سقط الحکم عن الکثیر لان الشرع جعله کالجاری فلا یتأثر ما لم یتغیر کما سبق تقریر کل ذلك اما المسح فمجرد اصابة من دون اسالة فتکفی فیه جواھر ترابیة تفید بلة وھی منفصلة عما فوقها فیقتصر الالتقاء علیها کما لا یتعدی الی سائر الاجزاء لعدم الحاجة الی ترك الحقیقة وبه استبان ما قالوا ھنا من قصر الالتقاء علی البلة وظهر الجواب عما ذکرت فیه من النظر واشار الیه المحقق حیث اطلق ابن الهمام القول فیه نظر ھذا ما عندی فی تقریره وجهد المقل دموعه ویحتاج الی تلطیف القریحة وکیف ما کان لا حجة فیه للمسوین بل ھو حجة علیهم للدلالة فحوی الا ان قصر الحکم علی البلة دون بقیة ما فی الاناء لعدم الحاجة فی المسح الی الاسالة فافاد ان فیما وظیفته الاسالة یعم الحکم جمیع ما فی الاناء وھو المقصود (فائدة) اقول[951] وباللّٰه التوفیق ھنا لفظان الوضوء من الحوض فی عبارة العلامة قاسم تسامحا وفی الحوض به عبارة العلامة ابن الشحنة وسوی بینهما البحر فتارة یقول من کصدر مقالته واسم رسالته واخری فی کما ھی عبارته وقد علمت ان الثانی یحتمل وجهین الوضوء خارجه بحیث تقع الغسالة فیه ولو بعد الجری علی الارض والوضوء فیه بغمس الاعضاء ذات ملتقی ھذا ملاقی والی اللفظ الاول یحتمل ثلثة وجوه ھذین

اقول قوله لوجود متعلق بالمنفی ای صیرورة الماء مستعملا لوجود اثر الحدث وان لم ینو واقامة القربة ایضا ان نوی منتفیة فلا یصیر مستعملا وان وجد السببان وانما کان ھذا الانتفاء لانه لم یستعمل الماء بل البلة وذلك ان فرض المسح الخ ۱۲ منه حفظه ربه

تطفل ۱ علی المحقق حیث اطلق

تطفل ۲ علی العلامة ش

تطفل ۳ علی البحر

والوضوء خارجه بالاغتراف منه بحيث لا تصل الغسالة اليه كالوضوء من بئر زمزم وهذا الثالث على ثلثة وجوه الاغتراف بآناء بحيث لا يصيب شيئ من يده الماء وباليد لعدم اناء او مع وجوده فالاول جائز بالاجماع والا يتوهم تطرق خلل به الى الماء وكذا الثانى لمكان الضرورة الا اذا ادخل ازيد من قدر الحاجة وقدرها للاغتراف[1] ثم نوى الغسل فيه فان هذين يعودان الى صورة الغمس كالثالث ففى هذه الاربع يصير الماء كله مستعملا قليلا كان او كثيرا ما لم يكن كثيرا اما اول الثانى اعنى الوضوء خارجه مع وقوع الغسالة فيه فالصحيح المعتمد انه لا يفسد الماء ما لم يساوه او يغلب عليه هذه احكام الصور الخمس وقد وضحت بحمد الله تعالى مثل الشمس وبه ظهر ان العلامة عبد البر اصاب فى حكم الاربع الاول ثم الخامس وفى العلامتان القاسم والبحر ومن تبعهما بالعكس ثم معه فيما خالف الصحيح عدة روايات واقوال مفصلة فى البدائع وغيرها ان الماء المستعمل يفسد المطلق مطلقا وان قل واذا استبان موقع القطرة اذا سال سيلانا والكل حاصل فى الوضوء فى الحوض الصغير بالمعنى الاول بخلاف هؤلاء الجلة فليس بايديهم الا بحث وقع فى البدائع على خلاف النصوص المتواترة واجماع ائمة المذهب رضى الله تعالى عنهم والحق؛ هو هذا الفرق؛ الذى وفق المولى سبحنه وتعالى عبده الذليل؛ بتحقيقه الجليل؛ بحيث احاط ان شاء الله تعالى بكل كثير وقليل؛ وبلغ الغاية القصوى فى التفريع والتاصيل؛ فلله الحمد على ما اولى؛ وافضل الصلوات العلى؛ والتسليمات الزكيات المباركات على المولى؛ واله وصحبه وابنه وحزبه؛ كما يحب ربنا ويرضى؛ امين؛ والحمد لله رب العلمين؛ والله سبحنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم

مسئلہ ۳۰

مرسلہ مولوی نذر امام صاحب مدرس سہسوانی ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص غسل جنابت کی حاجت میں غسل حوض میں کرے تو حوض پلید ہو جائیگا یا نہیں زید کہتا ہے کہ حوض میں کوئی شخص متواتر گھسے تو پلید نہیں ہو جاتا بکر کہتا ہے آدمی پاک صاف گھسا تو نہ پلید ہوتا ہے نہ مکروہ ہاں نجاست سے رنگ بو مزہ بدل جائے تو پلید ہو جائیگا۔ بینوا توجروا

الجواب

حوض کتنا ہی چھوٹا پانی کتنا ہی کم ہو کسی پاک صاف آدمی کے جانے نہانے سے جسکے بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ لگی ہو ہرگز ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ اوسے نہانے کی حاجت ہی ہو اگرچہ وہ خاص بازالہ جنابت ہی کی نیت سے اوسمیں گیا ہو ہمارے ائمہ کے صحیح و معتمد و مفتی بہ مذہب پر غسل بھی اوتر جائیگا اور حوض بھی بدستور پاک رہیگا ہاں اگر آب حوض ماء کثیر کی مقدار پر ہے جب تو جنب کے نہانے سے مستعمل ہو نا در کنار باجماع تمام ائمہ کرام کسی نجاست حقیقیہ کے گرنے سے بھی ہرگز ناپاک نہ ہوگا جب تک اسقدر کثرت سے

بنجاست نہ گرے کہ اوسکے رنگ یا بو یا مزہ کو بدل دے اسی پر فتوی ہے ایک قول پر اوسکا نصف یا اکثر نجاست پر بہکر گزرے جو بہتا پانی تو باجماع قطعی تمام امت محمدیہ علی سیدہا افضل الصلاۃ والتحیہ آب کثیر ہے کہ بغیر اوس تغیر یا مرور کے کسی طرح ناپاک نہیں ہو سکتا جیسے دہلی میں مسجد فتحپوری کا حوض جسمین جمنا سے لائی ہوئی نہر پڑتی ہے اور ف۱ ٹھہرے ہوئے پانی مین ہمارے علما کے دو قول ہین (۱) جسپر آدمی کا دل شہادت دے کہ ایک کنارے کی پڑی ہوئی نجاست کا اثر دوسرے کنارے تک نہ پہنچیگا اوسکے حق میں وہی کثیر ہے اور اثر نہ پہنچنے کی معیار یہ کہ ایک کنارے سے پر وضو کیا جائے تو دوسرے کنارے کا پانی فورًا تلے اوپر نہ ہونے لگے نری حرکت یا دیر بعد پانی کے اونچے نیچے ہونے کا اعتبار نہیں (۲) جسکی مساحت سطح بالائی دہ در دہ یعنی اوسکے طول و عرض کا مسطح سو ہاتھ ہو اور گہرا اتنا کہ لپ مین پانی لینے سے زمین نہ کھلے وہ کثیر ہے ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کا اصل مذہب وہی قول اول ہے اور عامہ متون مذہب نے قول ثانی اختیار کیا اور بکثرت مشایخ علام نے اوسپر فتوی دیا بہرحال یہ قول بھی باقی تمام مذاہب کے اقوال سے زیادہ احتیاط رکھتا ہے ہاں اگر پانی مقدار کثیر سے کم ہے تو البتہ کتنی ہی ذرا سی نجاست اگرچہ خفیفہ کے گرنے یا کسی ایسے شخص کے نہلانے سے جسکے بدن پر کچھ بھی نجاست حقیقیہ لگی تھی ضرور بالاتفاق ناپاک ہو جائیگا اور ہمارے جمیع ائمہ مذہب کے مذہب صحیح و معتمد پر جبکہ اوس سے کوئی فرض طہارت ساقط ہو (مثلا جنب نہائے یا محدث وضو کرے یا بے فوت طہارت مثلا چلو مین پانی لینے کے سوا صاحب حدث کے کسی بے دھوئے عضو کا جسے دھونا ضرور تھا کوئی جز کسی طرح اگرچہ بلاقصد اوس سے دُھل جائے) یا بہ نیت قربت استعمال مین لایا جائے (مثلا باوضو آدمی وضوئے تازہ کی نیت سے اوسمین کسی عضو کو غوطہ دیکر دھوئے) سارا پانی مستعمل ہو جائیگا کہ پاک تو ہے مگر غسل و وضو کے قابل نہ رہا جب ف۲ حوض صغیر مین یہ صورت واقع ہو تو اوسکے مطہر کرنے کے لیے دو باتوں مین سے ایک کرنا چاہیے یا تو مطہر پانی مستعمل پر غالب کر دینا یا حوض کو لبریز کر کے مطہر پانی سے بہا دینا اول کی صورت یہ ہے کہ حوض مین خود ہی اوس شخص کے نہانے یا بے دُھلا عضو بلا ضرورت ڈالتے وقت نصف حوض سے کم پانی تھا تو اب مطہر پانی سے بھر دین کہ مستعمل سے زیادہ ہو گیا اور اگر اوسوقت نصف یا زیادہ حوض مین پانی تھا تو پہلے اتنا پانی نکال دین کہ حوض کا اکثر حصہ خالی ہو جائے پھر مونہہ تک بھر دین مثلا ہمارا حوض کہ زیر و بالا یکساں مساحت رکھتا ہے دو گز گہرا ہو اور اوس شخص کے نہانے وقت اوسمین گز بھر پانی تھا تو پاؤ گز پانی نکالدین اور ۷ گرہ تھا تو سوا گز کھینچ دین کہ بہرحال سوا سوا گرہ خالی اور پونے سولہ مین پانی رہے بھرے ہوئے پانی سے لبالب بھر دین اور دوسری شکل یہ کہ حوض مین اوسوقت پانی کتنا ہی ہو اوسمین سے کچھ نہ نکالین اور نیا پانی اوسمین پہنچاتے جائین یہانتک کہ کناروں سے اوبل کر بہ جائے یہ دوسرا طریقہ ناپاک حوض کے پاک کرنے مین بھی کفایت کرتا ہے جبکہ ناپاک چیز نکالنے کے قابل نکالکر پانی سے اوبال کر بہا دین ظاہر ہے کہ اوسوقت حوض مین پانی نصف سے جتنا کم ہو پہلا طریقہ آسان تر ہوگا دو گز گہرے حوض مین اوسوقت چار ہی گرہ پانی تھا تو صرف چار گرہ پانی اور پہنچا کر چند ڈول زیادہ ڈالدین کہ مستعمل سے مطہر اکثر ہو گیا اور اوسوقت پانی نصف سے جتنا زائد ہو دوسرا طریقہ سہل تر ہوگا کہ اوسمین نکالنا کچھ نہ پڑیگا اور کم حصہ خالی ہے جسے بھر کر اوبالنا ہوگا اور ف۳ جہاں دونوں صورتین دشواری و حرج صریح رکھتی ہوں وہاں اگر قول بعض علما پر عمل کر کے اوسمین سے تھوڑا ہی ڈول

مسئلہ ۱: غیر جاری پانی کب کثیر سمجھا جائیگا۔

مسئلہ ۲: دہ در دہ سے کم حوض کا پانی جب کسی بے وضو کے عضو ڈالنے سے مستعمل ہو جائے تو اوسے طاہر کیونکر کریں

مسئلہ ۳

ناپاک ہو جانے کے بعد پاک کرنے کی تدبیر

جہاں دونوں صورتین دشوار ہوں وہاں مستعمل پانی نکال دینا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

نکالیں تو امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالٰی استبعاد کافی ہو یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر اور سب سے زیادہ صورت ضرورت یہ ہے کہ وہاں کوآں نہ ہو منبع سے حوض بھرتا ہو اور وہ ہو گیا مستعمل اب اوسکے بہانے یا مستعمل پر مطہر بڑھانے کے لیے پانی کہاں سے لائیں لہذا اس صورت ثالثہ پر عمل ہوگا وباللہ التوفیق درمختار میں ہے لا یجوز (ای رفع الحدث) بماء استعمل لاجل قربۃ او اسقاط فرض بان یدخل یدہ او رجلہ فی حب لغیر اغتراف ونحوہ اذا انفصل عن عضو وان لم یستقر علی المذھب وھو طاھر ولو من جنب وھو الظاھر لیس بطھور لحدث علی المعتمد ومحدث انغمس فی بئر ولا نجس علیہ الاصح انہ طاھر والماء مستعمل اھ ملتقطا ردالمحتار میں ہے قولہ علی الاصح ھذا القول ذکرہ فی الحقائق آخر روایۃ عن الامام قال الزیلعی والھندی وغیرھما تبعا لصاحب الھدایۃ ھذہ الروایۃ اوفق الروایات وفی فتح القدیر وشرح المجمع انھا الروایۃ المصححۃ قال فی البحر فعلم ان المذھب المختار فی ھذہ المسألۃ ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور اھ مختصرا درمختار میں ہے الغلبۃ لو المخالط مماثلا کمستعمل بالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطھیر والا لا اھ ملتقطا ردالمحتار میں ہے ای ان لم یکن المطلق اکثر بان کان اقل او مساویا لا یجوز اھ درمختار میں ہے یجوز بجار وقعت فیہ نجاسۃ ان لم یر اثرہ وھو طعم او ریح او لون (ظاھرہ یعم الجیفۃ ورجحہ الکمال وقال تلمیذہ قاسم انہ المختار وقواہ فی النھر واقرہ المصنف وفی القھستانی عن المضمرات عن النصاب وعلیہ الفتوی وقیل ان جری علیہ نصفہ فاکثر لم یجز وھو احوط (وکذا) یجوز (براکد) کثیر وقع فیہ نجس لم یر اثرہ ولو فی موضع وقوع المرئیۃ بہ یفتی بحر (والمعتبر) فی مقدار الراکد (اکبر رای) المبتلی بہ فان غلب علی ظنہ عدم خلوص النجاسۃ الی الجانب الاخر جاز والا لا) ھذا ظاھر الروایۃ وھو الاصح کما فی الغایۃ وغیرھا وفی النھر ان اعتبار العشر اضبط ولا سیما فی حق من لا رأی لہ من العوام فلذا افتی بہ المتأخرون الاعلام اھ مختصرا ردالمحتار میں ہے فی الھدایۃ وغیرھا ان الغدیر العظیم ما لا یتحرک احد طرفیہ بتحریک الطرف الاخر وفی المعراج انہ ظاھر المذھب وفی الزیلعی ظاھر المذھب وقول المتقدمین حتی قال فی البدائع والمحیط اتفقت الروایۃ عن اصحابنا المتقدمین انہ یعتبر بالتحریک وھو ان یرتفع وینخفض من ساعتہ لا بعد المکث ولا یعتبر اصل الحرکۃ والمعتبر حرکۃ الوضوء ھو الاصح محیط وحاوی القدسی ولا یخفی علیک ان اعتبار الخلوص بغلبۃ الظن بلا تقدیر شیئ مخالف فی الظاھر لاعتبارہ بالتحریک لان غلبۃ الظن امر باطنی یختلف وتحریک الطرف الاخر حسی مشاھد لا یختلف مع ان کلا منھما منقول عن ائمتنا الثلثۃ فی ظاھر الروایۃ ولم ار من تکلم علی ذلک ویظھر لی التوفیق بان المراد غلبۃ الظن بانہ لو حرک لوصل الی الجانب الاخر اذا لم یوجد التحریک بالفعل فلیتأمل اھ ملخصا اقول ھذا الذی ابداہ من التوفیق حسن بالقبول حقیق فان من وجد فی البریۃ ماء فی احد جانبیہ نجاسۃ فھل یؤمر ان یتوضأ فی الطرف الاخر ویجرب علی نفسہ انہ یتحرک ام لا فان وجدہ یتحرک فلیجتنب وای شیئ یجتنب وقد تلوث فاذن لیس المراد الا ان یغلب

علی ظنه انه ان توضأ تحرک اھ فما فی القول الاول بیان للمقصود وما ھنا بیان المعرفۃ فان خلوص النجاسۃ امر باطنی لا یوقف علیه
ووصول التحرک مدرک فیناط به ھذا ھو المظنون فیه ذلک الشیئ الاٰخر ثم المنقول فی البئر اذا انغمس فیھا محدث ولو جنبا انه ینزح عشرون دلوا ففی رد المحتار
عن الوھبانیۃ مذھب محمد انه یسلبه الطھوریۃ وھو الصحیح عند الشیخین فینزح منه عشرون لیصیر طھورا اھ قال والمراد بالمحدث
ما یشمل الجنب ثم وقع بینھم النزاع فی ان الصھریج وھو علی ما نقل الشافعیۃ عن القاموس الحوض الکبیر ھل ھو کالبئر
فیکفی فیه نزح البعض حیث یکفی ام کالغدیر فیجب اخراج الکل وغسل السطوح للتطھیر بالاول افتی بعض معاصری
العلامۃ عمر بن نجیم صاحب النھر متمسکا باطلاقھم البئر من دون تقیید بالمعین وردہ فی النھر تبعا للبحر بما فی البدائع
والکافی وغیرھما من ان الفارۃ لو وقعت فی الحب یھراق الماء کله قال ووجھه ان الاکتفاء بنزح البعض فی الاٰبار علی خلاف
القیاس بالاٰثار فلا یلحق بھا غیرھا اھ ثم قال وھذا الرد انما یتم بناء علی ان الصھریج لیس من مسمی البئر فی شیئ اھ قال
الشامی ای فاذا ادعی دخوله فی مسمی البئر لا یکون مخالفا للاٰثار ویؤیدہ ما قدمناہ من ان البئر مشتقۃ من بأرت
ای حفرت والصھریج حفرۃ فی الارض لا تصل الید الی مائھا بخلاف العین والحب والحوض والیه مال العلامۃ المقدسی
فقال ما استدل به فی البحر لا یخفی بعدہ واین الحب من الصھریج لاسیما الذی یسع الوفا من الدلاء اھ لکنه خلاف ما فی
النتف ونصه اما البئر فھی التی لھا مواد من اسفلھا ای لھا میاہ تمد وتنبع من اسفلھا ولا یخفی انه علی ھذا التعریف یخرج الصھریج
والحب والاٰبار التی تملؤ من المطر او من الانھار اھ ما فی رد المحتار باختصار **اقول** وکون البئر من البأر یقتضی ان کل بئر محفورۃ لا ان کل محفور
بئر الا تری ما حکوہ فی القارورۃ وفی الدر المختار عن حواشی العلامۃ الغزی صاحب التنویر علی الکنز عن القنیۃ ان حکم الرکیۃ کالبئر وعن الفوائد ان
الحب المطمور اکثرہ فی الارض کالبئر قال فی الدر وعلیه فالصھریج والزیر الکبیر ینزح منه کالبئر فاغتنم ھذا التحریر اھ قال الشامی الرکیۃ فی العرف
بئر یجتمع ماؤھا من المطر فھی بمعنی الصھریج قال وھذا مسلم فی الصھریج دون الزیر لخروجه عن مسمی البئر وکون
اکثرہ مطمورا ای مدفونا فی الارض لا یدخله فیه لا عرفا ولا لغۃ وما فی الفوائد معارض باطلاق ما مر عن البدائع
والکافی وغیرھما وفرق ظاھر بینه وبین الصھریج کما قدمناہ عن المقدسی اھ مختصرا **اقول** ھذا من
الحسن بمکان لکن لا یظھر التفرقۃ بین الحوض والصھریج فان عدم وصول الید الی الماء لیس له دخل فی مسمی
البئر ولا الصھریج وانما البئر کما ذکر من البأر بمعنی الحفر ومنه بمعنی الادخار ویختلف قرب مائھا وبعدہ باختلاف الارض و
الفصول ففی الاراضی الندیۃ وابان المطر یقرب جدا لاسیما بقرب الانھار الکبار حتی رأینا من الاٰبار ما ینال
ماؤھا بالایدی واذا سالت السیول ترعت واستوت بالارض وھی التی تسمی بالھندیۃ جوہڑ والحیاض کثیرا ما
تکون بعیدۃ الغور حتی اذا صنعت علی قدر النصف او ازید منه قلیلا لا تصل الایدی الی مائھا واذا امتلأت وصلت

وکذلک الزبیر الکبیر فی مالصھریج الحوض یجتمع فیہ الماء کما رأیتہ فی نسختی القاموس وعلیہا شرح فی تاج العروس ومثلہ فی مختار الرازی وفی الصراح صھریج بالکسر حوضچۂ آب اھ وعلی ما ترجم عن القاموس ھو الحوض الکبیر یجتمع فیہ الماء وھذا ایضا لایزید علی الحوض الابقید الکبر والحوض حوض صغر اوکبر ولا شک ان الصھریج وان بعد قعرہ بملؤہ الوادی اذا سال فتراہ یتدفق بماء سلسال وقد قال فی الرقۃ صوادی الھام والاحشاء خافقۃ؂ تناول الھیم ارشاف الصہاریج؂ فاذا کانت الابل ترتشف ارشافہا بشفاھہا فما بال الایدی اتصل الی میاھہا و العلامۃ المقدسی انما یمیل الی التفرقۃ بین الحب والصھریج بالحرج البین فی تفریغ الصھاریج وغسلہا ونشفہا کالبئر بخلاف الزبیر والیہ یشیر قولہ لاسیما الذی یسع الوفا اذا علمت ھذا فاعلم انا لواقتصرنا فی المسألۃ علی ما زعم العلامتان قاسم والبحر وتبعہ کثیر ممن جاء بعدہما من الاعلام ان المستعمل لیس الا ما لاقی البدن لم نحتج الی الامر بنزح شیئ اصلا لان الملاقی اقل بکثیر من الباقی فالطھوریۃ لم تسلب حتی تجلب لکن خلاف نصوص ائمۃ المذھب المنقول فی الکتب المعتمدۃ اجماعھم علیہ فوجب الرجوع الی المذھب واتضح الخلاف بین الماء کالبئر او کالزبیر فعملنا بالتیسر عند الحرج وبالاجزاء وتفریغ الاکثر حیث لاحرج کی یصیر جاریا او المطلق اکثر اجزاء؂ وبالجماع یجزئ فی الطھور لاجزائہ فھذا التحقیق ما عولنا علیہ؂ والحمد للہ ومنہ والیہ؂ ھکذا ینبغی التحقیق؂ واللہ سبحنہ وتعالی ولی التوفیق؂ وما ذکرنا من مسألۃ الرجاء فتحقیقہ فی رد المحتار وقد ذکرناہ فی مواضع من فتاونا ازید کا کہنا کہ کوئی شخص متواتر داخل ہو تو پلید ہوجائیگا اسکا محض غلط ہونا تو ظاہر ہے کہ جس روایت پر مائے مستعمل نجس ہے پانی ایک ہی بار سے پلید ہوجائیگا اور صحیح و معتمد مذہب پر لاکھ بار سے بھی پلید نہ ہوگا ہاں علامہ زین قاسم و علامہ زین بن نجیم کی نظر اس میں مختلف ہوئی کہ بکثرت آدمیوں کے نہانے سے حوض صغیر کا سب پانی مستعمل ہوجائیگا یا نہیں اول نے ثانی اور ثانی نے اول کا استظہار کیا **اقول** وعندی الاظہر ہو الثانی مگر اسکی بنا انکے اس خیال پر ہے کہ پانی کا جو حصہ بدن سے ملا وہ تنہا ہی مستعمل ہوتا ہے تو ایک آدمی کے نہانے سے سارا پانی کیونکر مستعمل ہوسکتا ہے ہاں بہت سے نہائیں تو یہ شبہہ جاتا ہے کہ پانی کے جتنے حصے ان سب کے بدن سے ملے وہ باقی پانی کی برابر یا اوس سے زائد ہوجائیں تو سب مستعمل ہوجائیگا مگر وہ خیال صحیح نہیں مذہب معتمد و صحیح یہی ہے کہ جو پانی آب کثیر کی حد کو نہ پہنچا ہو وہ ایک آدمی کا نہانا کیا ناخن کا ایک کنارہ بیضرورت ڈوب جانے سے سب مستعمل ہوجاتا ہے وقد نقلوا علیہ الاجماع فی غیر ما کتاب واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۳۱ مرسلہ ڈاکٹر محمد واعظ الحق صاحب سعداللہ پوری ڈاکخانہ خسرو پور ضلع پٹنہ ۲ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بارش کا پانی اگر کسی خندق میں جمع ہوجائے اور وہ خندق

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دس گز سے لنبا چوڑا زیادہ ہو مگر بستی کے قریب ہے اور اوسمین بستی کا پانی جاتا ہو اوس مین غسل کرنا اور وضو بنانا جائز ہو یا نہین

الجواب

جس خندق کی مساحت دہ دردہ ہو یعنی طول و عرض کے ضرب دیے سے سو ہاتھ حاصل ہون مثلاً دس ہاتھ طول چودہ ہاتھ عرض یا بیس ہاتھ طول - پانچ ہاتھ عرض یا پچاس ہاتھ طول - دو ہاتھ عرض اون سب صورتون مین اوسکا گہرا اتنا ہو کہ لپ مین پانی لینے سے زمین نہ کھل جائے تو اب اسمین دو صورتین ہین اگر پہلے اوس مین بارش کا پانی بھر گیا اوسکے بعد گھرونکا پانی ہو پاک ناپاک طرح کا خواہ صرف ناپاک ہی آکر ملا تو جبتک خاص نجاست کے سبب اوسکے رنگ یا بو یا مزے مین تغیر نہ آئے پانی پاک رہیگا اور اوس سے وضو و غسل جائز اور اگر پہلے بستی کا پانی اسمین آکر مستقر ہو گیا تو اولاً یہ نظر کرنا ہے کہ وہ پانی ناپاک بھی تھا یا نہین اگر ناپاک نہ تھا جب تو ظاہر ہے مثلاً پانی برسا اور مکانون کے برکونے پانیون کو اپنے ساتھ بہا کر اس خندق مین لایا اور اوسکے رنگ مزے بو کسی مین نجاست کے باعث تغیر نہ آیا تو وہ ناپاک پانی بھی اوسکے ساتھ بہکر پاک ہو گئے کان للمآء الجاری یطھر بعضہ بعضا یا پہلے سے ناپاک پانی خندق مین تھا اور اب کوئی پاک پانی ایسا بہتا آیا کہ بہاؤ ٹھہرنے سے پہلے وہ دہ دردہ ہو گیا یہ بھی صورت طہارت کی ہے کہ جبتک بہ رہا تھا قابل نجاست نہ تھا اور ٹھہر تو اوس وقت کہ دہ دردہ ہو کر حکم جاری مین ہو چکا تھا لہٰذا کوئی وقت اوسے وصف نجاست قبول کرنے کا نہ پایا اور اگر پانی ناپاک تھا خواہ یون کہ نجاست سے بہتے پانی کا کوئی وصف مذکور بدل گیا یا یہ کہ پہلے خالص ناپاک پانی خندق مین پہنچ لیا اوسکے بعد بارش وغیرہ کا پانی تھوڑا تھوڑا اوسمین آیا کیا کہ جتنا ملا ناپاک ہوتا گیا یا پہلے سے پاک پانی خندق مین دہ دردہ سے کم جگہ مین تھا اوسپر خالص ناپاک پانی وارد ہوا تو اوسمین پھر دو صورتین ہین اگر بارش تھوڑی سی ہوئی کہ وہ پانی اوس ناپاک پانی مین ملکر رہ گیا تو وہ بھی ناپاک ہو گیا اور اگر بارش زور سے ہوئی کہ بکثرت پانی بہتا آیا جسنے اس خندق کو بھر کر اوبال دیا کہ پانی کنارون سے چھلک گیا تو اب سب پاک ہو واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۴۲

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ حوض دہ دردہ مین گز شرعی کی مقدار کیا ہے بینوا توجروا

الجواب

علمار رحمہم اللہ تعالیٰ کو بارہ مساحت حوض کبیر کہ دہ دردہ قرار پایا ہے تعیین گز مین تین قول پر اختلاف ہے **قول اول** معتبر ذراع کرباس ہے اور اسیکو ذراع عامہ کہتے ہین یعنی کپڑون کا گز۔ اسی قول کی طرف اکثر کا رجحان رہا اور اسیکو درر و ظہیریہ و خلاصہ و خزانہ و مراقی الفلاح و عالمگیریہ وغیرہا مین اختیار کیا اور شرح زاہدی و تجنیس اور فتاویٰ کبریٰ پھر قہستانی پھر ردالمحتار مین اوسے مختار اور نہایہ مین صحیح اور ہدایہ مین مفتی بہ اور دلوالجیہ مین الیق و اوسع کہا۔ پھر خود ذراع کرباس کی تقدیر مین اختلاف واقع ہوا امام دلوالجی نے سات مشت قرار دیا ہر مشت چار اونگل مضموم تو اٹھائیس اونگل کا گز ہوا ہمارے یہان کی نو گرہ سے زائد گرہ سے کم یعنی ۹ (الخ)

[illegible]

[حاشیہ: ذراع مساحت کی مقدار]

گرہ۔ اس قول پر نہایہ پھر جامع الرموز پھر منحۃ الخالق اور باتباع ولوالجی فاضل ابراہیم حلبی نے شرح منیہ میں اقتصار کیا مگر جمہور علما کے نزدیک ذراع کرباس چھ مشت کا ہے ہر مشت چار انگل مضموم اور یہی طرف رجحان رکھا علامہ محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام کا ہے اور یہی عالمگیریہ میں تبیین اور بحر الرائق میں کتب کثیرہ سے منقول پس قول راجح میں یہ گز چوبیس انگل کا ہوا کہ ایک ہاتھ ہے تو ہمارے یہاں کا آدھ گز ہوا۔ **قول دوم** اعتبار ذراع مساحت کا ہے امام علامہ فقیہ النفس اہل الافتاء والترجیح قاضی امام فخر الدین خان اوزجندی رحمہ اللہ تعالٰی نے خانیہ میں اسی قول کی تصحیح اور قول اول کا رد کیا طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں اسی پر بھی صحت فتوٰی واقع ہوئی اور بیشک من حیث الدلیل اسے قوت ہے۔ اس گز کی تقدیر میں اقوال مختلف وارد ہوئے مضمرات میں سات مشت۔ ہر مشت کے ساتھ ایک انگل قرار دیا کہ مجموع پینتیس ۳۵ انگل ہمارے گز سے ۱۱ گرہ ہوا علامہ کوانی نے سات مشت چھ مشت معمولی اور ساتویں میں انگوٹھا پھیلا ہوا کہ یہ بھی تخمیناً گیارہ گرہ کے قریب ہوا مگر یہ دونوں قول شاذ ہیں قول جمہور کہ عامہ کتب میں مصرح سات مشت ہے ہر مشت زانگشت کشادہ یعنی ساڑھے تین فٹ کہ اس گز سے کچھ اوپر ساڑھے اٹھارہ گرہ ہوا یعنی ۱۸ ۱/۲ گرہ **قول سوم** ہر شہر و دیار و ہر عہد و زمانہ میں گز رائج کا اعتبار ہے محیط میں اسی کو اصح اور تنہرین کہا اور کافی میں بھی یہی اختیار کیا مگر علمائے متاخرین اس قول کو رد کرتے اور من حیث الدلیل نہایت ضعیف بتاتے ہیں اور نظر فقہی میں معلوم بھی ایسا ہی ہوتا ہے وھذہ نصوص العلماء فی الھدایۃ للامام برھان الدین المرغینانی قدس سرہ الربانی بعضھم قدروا بالمساحۃ عشرا فی عشر بذراع الکرباس توسعۃ للامر علی الناس وعلیہ الفتوٰی وفی فتح القدیر للامام المحقق علی الاطلاق قولہ بذراع الکرباس ھو ست قبضات لیس فوق کل قبضۃ اصبع قائمۃ وھل المعتبر ذراع المساحۃ او ذراع الکرباس او فی کل زمان ومکان حسب عاداتھم اقوال اھ وفی الخانیۃ للامام فخر الدین رحمہ اللہ تعالٰی یعتبر فیہ ذراع المساحۃ لا ذراع الکرباس ھو الصحیح لان ذراع المساحۃ بالممسوحات الیق وفی شرح المنیۃ للعلامۃ ابن امیر الحاج ھل المعتبر ذراع الکرباس او ذراع المساحۃ ذھب بعضھم الی الاول فی الھدایۃ وعلیہ الفتوٰی وفی شرح الزاھدی وھو المختار وذھب بعضھم الی الثانی قال قاضی خان ھو الصحیح لان ذراع المساحۃ بالممسوحات الیق وفی فتاوی الولوالجی الحوض الکبیر لما کان مقدرا بعشرۃ اذرع فی عشرۃ اذرع فالمعتبر ذراع الکرباس دون المساحۃ وھی سبع مشتات ای سبع قبضات لیس فوق کل مشت اصبع قائمۃ لان ذراع المساحۃ سبع مشتات فوق کل مشت اصبع قائمۃ فالاول الیق للتوسع والمراد بالاصبع القائمۃ ارتفاع الابھام کما فی غایۃ البیان فظھر ان ذراع الکرباس اقصر من ذراع المساحۃ فبسبب ذلک وقع الترفیہ للناس بالتقدیر بھا ونقلوا عن المحیط انہ یعتبر فی کل زمان ومکان ذراعھم وعلیہ مشی فی الکافی اھ وفی الشرح الکبیر لابراھیم الحلبی المعتبر فی الذراع ذراع الکرباس وھو سبع قبضات فقط وھو اختیار الامام اسحٰق بن ابی بکر الولوالجی فی فتاواہ لانہ اقصر فیکون ایسر واختار قاضی خان فی فتاواہ ذراع المساحۃ وھو سبع قبضات باصبع قائمۃ فی القبضۃ الاخیرۃ وقیل فی کل قبضۃ قال قاضی خان لان یعنی الغدیر

المقدر من الممسوحات فكان ذراع المساحة فيه اليق وفي المحيط والكافي الاصح ان يعتبر في كل زمان ومكان ذراعهم وتبعه
صاحب الكافي كصاحب النهر الفائق وغيره وهذا عجيب وبعيد جدا الى اخر ما قال وفي البحر الرائق للعلامة زين بن نجيم
المصري اختلف المشايخ في الذراع على ثلثة اقوال ففي التجنيس المختار ذراع الكرباس واختلف فيه ففي كثير من الكتب
انه ست قبضات ليس فوق كل قبضة اصبع قائمة فهي اربع وعشرون اصبعا بعدد حروف لا اله الا الله محمد رسول الله
والمراد بالاصبع القائمة ارتفاع الابهام كما في غاية البيان وفي فتاوى الولوالجي ان ذراع الكرباس سبع قبضات ليس فوق كل
قبضة اصبع قائمة وفي فتاوى قاضي خان وغيره الاصح ذراع المساحة وهو سبع قبضات فوق كل قبضة اصبع قائمة
وفي المحيط والكافي الاصح انه يعتبر في كل زمان ومكان ذراعهم من غير تعرض للمساحة والكرباس وفي الفتاوى الهندية
المعتبر ذراع الكرباس كذا في الظهيرية وعليه الفتوى كذا في الهداية وهي ذراع العامة ست قبضات اربع وعشرون
اصبعا كذا في التبيين اھ وفي جامع الرموز للفاضل القهستاني اختلف في الذراع ففي المحيط الاصح ذراع كل مكان وزمان
وفي فتاوى قاضي خان الصحيح ذراع المساحة وهي سبع قبضات واصبع قائمة في كل مرة كما في الولوالجي او المرة السابعة
كما في الكرماني او اصبع موضوعة في كل مرة كما في سير المضمرات وفي النهاية الصحيح ذراع الكرباس وهي سبع قبضات كل
قبضة اربع اصابع وهو المختار كما في الكبرى اھ وفي الدر المختار للفاضل علاء الدين الحصكفي في القهستاني والمختار ذراع
الكرباس وهو سبع قبضات فقط وفي حاشيته للعلامة السيد احمد الطحطاوي واما ذراع المساحة فسبع قبضات
فوق كل قبضة اصبع قائمة وفي رد المحتار للفاضل السيد محمد امين الشامي قوله والمختار ذراع الكرباس وفي
الهداية ان عليه الفتوى واختاره في الدرر والظهيرية والخلاصة والخزانة وفي المحيط والكافي انه يعتبر في
كل زمان ومكان ذراعهم قال في النهر وهو الانسب قلت لكن رده في شرح المنية بان المقصود من هذا التقدير
غلبة الظن بعدم خلوص النجاسة وذلك لا يختلف باختلاف الازمنة والامكنة قوله وهو سبع قبضات
هذا ما في الولوالجية وفي البحر ان في كثير من الكتب انه ست قبضات الخ اھ والمراد بالقبضة اربع
اصابع مضمومة نوح اقول هو قريب من ذراع اليد لانه ست قبضات وشيء وذلك شبران انتهى ملخصا
وفي مراقي الفلاح للفاضل الشرنبلالي عشر في عشر بذراع العامة انتهى مختصرا وفي حاشيته للفاضل
الطحطاوي نقل صاحب الدرر ان المفتى به ذراع المساحة وانه اكبر من ذراعنا اليوم فالعشر في العشر بذراعنا
اليوم ثمان في ثمان اھ اقول فيه سهو بوجوه وذلك ان عبارة الدرر تمامها هكذا في القهستاني والمختار ذراع
الكرباس وهو سبع قبضات فقط فيكون ثمانيا في ثمان بذراع زماننا ثمان قبضات وثلاث اصابع

مسئلہ

على القول المفتى به بالعشر اه **قال** ضرورة نصر اختيار ذراع الكرباس دون المساحة **وثانيا** [٩٥٨]
ليس فيه ذكر الافتاء على شئ من تقادير الذراع انما فيه ان المفتى به ما عليه المتأخرون من نفى التقدير الكثير
بعشر فى عشر وقد قال السيد نفسه فى حواشى الدر قوله على المفتى به اى الذى افتى به المتأخرون وقد علمت
اصل المذهب اھ **وثالثا** [٩٥٩] من بين سهو قوله رحمه الله تعالى انه اكبر من ذراعنا وكيف تكون سبع قبضات
اكبر من ثمان و اذا كان فى عشر بذلك ثمانيا فى ثمان بهذا فكل احد يعرف ان هذا اكبر لا ذاك
ولا وجود له فى الدر ولا فى اصله القهستانى فلو قال رحمه الله تعالى نقل الدر ان المختار
ذراع الكرباس وانه اصغر الخ ثم اصاب ثم حسنا الدر تبعا لاصله ان عشرا فى عشر كثمان فى ثمان بينه السيد ط
بان العشرة فى سبعة بسبعين والثمانية فى مثلها باربعة وستين قبضة والثمانية فى ثلثة اصابع
باربع وعشرين اصبعا وهى ست قبضات فتمت سبعين قبضة اھ **اقول** [٩٦٠] وهو حسن حق صحيح لا غبار
عليه اخذ فيه عشرا فى عشر بذراع هو سبع قبضات وثمانيا فى ثمان بذراع هو ثمان قبضات وثلث اصابع
وبين مساواة ضلع لضلع فانه على كل سبعون قبضة كما بين او مائتان وثمانون اصبعا لان الاول ثمان
وعشرون اصبعا والثانى خمس وثلثون واذا ضربت الاول فى عشرة والثانى فى ثمانية اتحد
الحاصل وهو ٢٨٠ ومساواة الضلع للضلع يوجب بالضرورة مساواة المربع للمربع لكن السيد ش رحمه الله تعالى
رد على الدر بقوله كانه نقل ذلك عن القهستانى ولم يمتحنه وصوابه فيكون عشرا فى ثمان وبيان ذلك ان
القبضة اربع اصابع واذا كان ذراع زمانهم ثمان قبضات وثلث اصابع يكون خمسا وثلثين اصبعا
واذا ضربت العشر فى ثمان بذلك الذراع تبلغ ثمانين فاضربها فى خمس وثلثين تبلغ الفين وثمان مائة اصبع
وهى مقدار عشر فى عشر بذراع الكرباس المقدر بسبع قبضات لان الذراع حينئذ ثمانية وعشرون اصبعا
والعشر فى عشر بمائة فاذا ضربت ثمانية وعشرين فى مائة تبلغ ذلك المقدار واما على ما قاله الشارح
فلا تبلغ ذلك لانك اذا ضربت ثمانيا فى ثمان تبلغ اربعا وستين فاذا ضربتها فى خمس وثلثين تبلغ الفين
ومائتين واربعين اصبعا وذلك ثمانون ذراعا بذراع الكرباس والمطلوب مائة فالصواب ما قلناه فافهم اھ
اشار بقوله فافهم الى الرد على ط كذا بر المذكور فى صدر كتابه **اقول** [٩٦١] وهو كما ترى زلة نظر منه رحمه الله تعالى
اصاب فى حرفين الاول ان ذراع زمانهم خمس وثلثون اصبعا والأخر ان ذراع الكرباس المقدر بسبع قبضات ثمان و
عشرون وفى ما سوى ذلك الكل سهو وبيانه **فاولا** ما كان عشرا فى ثمان بذراعهم لا يكون الفين وثمانمائة بل ثمانية الاف و

تسعين الف اصبع بتقديم التاء لان ۳۵ فی ۰٫ ثلثمائة وخمسون وفی ۸ ماتان وثمانون و ۳۵۰ × ۲۸۰ = ۹۸۰۰۰ وف۱ **وثانيا**

ما كان عشرا فی عشر بذراع الكرباس المذكور لا يكون ايضا ۲۸۰۰ بل ثمانية وسبعين الف اصبع بتقديم السين واربعمائة لان

۲۸ فی ۲۸ سبعمائة واربعة وثمانون و ۷۸۴۰۰ فكيف يستويان ينقص تسعة عشر الف اصبع وستمائة فكيف يستويان وف۲ **وثالثا** ثمان فی ثمان

بذراعهم لا يكون الفين ومائتين واربعين بل مربع مائتين وثمانين لان كل ذراع ۳۵ والطول ۸ = ۳۵ × ۸ = ۲۸۰ و

كذلك العرض فالسطح ۷۸۴۰۰ مثل عشر فی عشر بذراع الكرباس سواء بسواء كما قال الشارح والقهستانی و ط

وف۳ **ورابعا** مساحة ثمانين ذراعا بذراع الكرباس لا تكون ۲۲۴۰ بل اثنين وستين الفا وسبعمائة وعشرين اصبعا

لان مساحة ذراع ما كان ذراعا فی ذراع وذلك مربع ۲۸ سبعمائة واربع وثمانون اصبعا ۷۸۴ × ۸۰ = ۶۲۷۲۰ وف۴

منشؤ الخطأ فی كل ذلك انه رحمه الله تعالٰی لم يفرق بين الخط والسطح فحسب ان الطول يضرب فی العرض بلا ضرب فی امكان الذراع وهی

خمس وثلثون او ثمان وعشرون اصبعا فما حصل يكون مساحة الماء وليس كذلك وانما هی مقدار الاصابع فی خط قدر

ذراع اما السطح قدر ذراع فاصابعه مربع ذلك وهی الف ومائتان وخمس وعشرون اصبعا علی الاول وسبعمائة و

اربع وثمانون علی الثانی فلذلك يضرب فی ۶۴ يكن ثمانيا فی ثمان بالاول وهذا يضرب فی ۱۰۰ يكن عشرا فی عشر بالثانی و

حاصلهما ۱۲۲۵ × ۶۴ و ۷۸۴ × ۱۰۰ كلاهما ۷۸۴۰۰ وهو المطلوب ولو اردت عشرا فی ثمان بالاول فاضرب ۱۲۲۵ فی ۸۰

يكن ۹۸۰۰۰ وان اردت مساحة ثمانين ذراعا بالثانی فاضرب ۷۸۴ فی ۸۰ يكن ۶۲۷۲۰ فاتضح ما قلنا مع كونه غنيا

عن الايضاح وان شئت المزيد فلاحظه فيما هو ذراع فی ذراع فان واحدا فی واحد واحد وف۵ ۹۶۳

فاضربه علی طريقة السيد فی اصابع الذراع تبق كما هی وهی بعينها اصابع طرف فطرف الشیء ساوی

الشیء فی المقدار وهو محال بالبداهة بل هنا المقدار ما مر الكل طرف فی مجموع خطوط الاطراف لا يوجد اربعة وف۶ ۹۶۴

امثال السطح كله فطرف الشیء اضعاف الشیء وای محال ابعد منه بالجملہ یہاں تین قول ہیں اور ہر طرف

۹۶۵ ترجیح وتصحیح **اقول** مگر قول ثالث درایۃً ضعیف اور اوس کا لفظ ترجیح بھی اُس قوت کا نہیں اور قول

دوم اگرچہ اقیس ہے اور اوس کی تصحیح امام قاضی خان نے فرمائی جن کی نسبت علما تصریح فرماتے ہیں

کہ اونکی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے کہ وہ فقیہ النفس ہیں كما ذكر العلامة الشامی فی رد المحتار

وغيره فی غيره مگر قول اول کی طرف جمہور ائمہ ہیں اور عمل اوسی پر ہوتا ہے جس طرف جمہور ہوں

كما فی رد المحتار والعقود الدرية وغيرهما اور اوس کا لفظ تصحیح سب سے اقوٰی کہ

علیہ الفتوی بخلاف قول دوم کہ اوس میں لفظ صحیح ہے اور سید طحطاوی کی اوس پر حکایت

ف۱: معروضۃ علیہ
ف۲: معروضۃ علیہ
ف۳: معروضۃ علیہ
ف۴: معروضۃ علیہ
ف۵: معروضۃ علیہ
ف۶: معروضۃ علیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

سے معلوم ہوئی کہ سہو صریح ہے ... احتیاط اچھا ہے مساحت آب کثیر میں گز مساحت کا اعتبار ہے کہ ساڑھے تین فٹ اور ہمارے گز سے ... پونے اٹھارہ گرہ کا ہے جس کا دس گز ہمارے گز سے ۱۱ گز ۱ ۱/۴ گرہ ہوا تو اس کی پیمایش کا دہ در دہ ہمارے گز سے ایکسو چھتیس گز ایک گرہ اور ۱/۴ گرہ ہوا ورنہ وہی چوبیس اونگل کا گز خود معتمد و ماخوذ ہے کا دہ در دہ ہمارے گز سے پچیس ہی گز ہوا اور اوس کے اعتبار میں اصلا ارغدغہ نہیں کہ وہی مفتے بہ ہے اور وہی قول اکثر اور اوسی میں یسر و آسانی بیشتر اور مقدار دہ در دہ کا اعتبار بھی خود تفتیش و تیسیر ہی کی بنا پر ہے کما لا یخفی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳ از پیلی بھیت مدرسۃ الحدیث مرسلہ جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی دام فضلہم ۲۲ جمادی الاولٰی ایک حوض دہ در دہ ہے اوس میں طاق ڈاٹکر یا دو تھم قائم کیے ہیں اب کل تھموں کے عرض کو جو حساب کرتے ہیں تو ۱/۴ گز ہوتے ہیں اس سے حوض کبیر ہونے میں خلل ہے کہ نہیں بینوا توجروا

الجواب

علمائے کرام نے خفیف و باریک اشیا جیسے نرکل یا کھیتی کے پیڑوں کا حائل ہونا معاف لکھا ہے مگر ستون کہ چھ گز سطح گھیرے جنسے وہ پانی کہ ساتھ تھا بہت گھٹ گیا ضرور دہ در دہ نرکھینگے جیسے برف کہ پانی پر جا بجا جم کر قطعے قطعے ہو جائے اور کثیر ہو کہ پانی کے جنبش دینے سے جنبش نکرے وہ حوض آب قلیل ہو جائیگا عالمگیریہ میں ہے لو توضأ فی اجمۃ القصب او من ارض فیھا زرع متصل بعضھا ببعض ان کان عشرا فی عشر یجوز و اتصال القصب بالقصب لا یمنع اتصال الماء بالماء کذا فی الخلاصۃ و فیہا ان کان الجمد علی وجہ الماء قطعا قطعا ان کان کثیرا لا یتحرک بتحریک الماء لا یجوز الوضوء بہ کذا فی المحیط اھ و فی جامع الرموز عن المجتبٰی لو کان فیہ قطع خشب او جمد یتحرک بتحریک الماء جاز فیہ الوضوء و الا فلا و نعم ما قیل فی المبتغٰی لا یتحرک لا یجوز واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴ از شہر مدرسۂ اہلسنت مسئولہ مولوی محمد طاہر صاحب رضوی متعلم مدرسہ اہلسنت ۹ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

سوال اول حوض دہ در دہ میں اگر کوئی شخص تھوک یا رینٹھ ڈالے یا پاؤں اوسکے اندر ڈالکر دھوئے یا وضو اس طرح کرے کہ تمام غسالہ اوسمیں گرتا جائے تو آیا ان سب صورتوں میں حوض پاک رہیگا یا نہیں بر تقدیر ثانی اگر کوئی نجس سمجھے تو اوسکا کیا حکم ہے

الجواب

ان سب صورتوں میں وہ حوض پاک ہے اور اوسے نجس سمجھنا جہالت اور اگر کوئی شخص مسئلہ بتانے کے بعد بھی اصرار کرے تو سخت گنہگار ہو مگر حوض میں تھوکنے یا ناک صاف کرنے سے احتراز لازم ہے کہ یہ افعال باعث نفرت ہیں اور بلا وجہ شرعی نفرت دلانا جائز نہیں قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا واللہ تعالٰی اعلم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

سوال ۲: ایک تالاب دہ دردہ میں تمام محلہ کے چوبچون پاخانون نالیون وغیرہ کا نجس پانی آکر جمع ہوتا ہو بلکہ بھنگی اوس میں میلے کی ڈھلیان بھی ایام برسات میں ڈالا کرتے ہیں اور بعض اوقات لوگ اوسکے کنارے پاخانہ پیشاب بھی پھرتے ہیں کہ اوسمیں بہکر جاتا ہو تو آیا ایسے تالاب میں کپڑے نجس دھونے سے پاک ہونگے یا نہیں اور اوس تالاب کو حکم پاکی کا دیا جائیگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

اگر ان نجاستون کے گرنے سے پہلے اوسمیں دہ دردہ پانی تھا اوسکے بعد گرین اور اونکے گرنے سے اوسکا رنگ یا مزہ یا بو متغیر نہوا اور کپڑا دھونے میں عین نجاست کپڑے پر نہ لگ آئی تو کپڑا پاک ہوگیا ورنہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۶ از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ نواب مولوی سلطان احمد خان صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مریض کو دوائے ایسے پانی سے وضو یا استنجا کرنا جسمیں کوئی دوسری شی جوش دیگئی ہو جس سے پانی کا نام پانی نہ رہے جائز ہے یا نہیں یعنی اس سے طہارت حاصل ہوگی بوجہ اس ضرورت کے یا ضرورت پر لحاظ نہ ہوگا بینوا توجروا

الجواب

استنجا تو یقیناً جائز ہے کہ اوس میں مائے مطلق بلکہ پانی ہی شرط نہیں ہر طاہر قالع مزیل سے ہو جاتا ہے مگر وضو جائز نہ ہوگا لکمال الامتزاج بالطبخ کالمرق ولزوال اسم الماء کالنبیذ وضو میں لحاظ ضرورت کی کیا حاجت اگر مائے مطلق و مضر ہو تیمم کرے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۷ از موضع سرنیان مسئولہ امیر علی صاحب قادری ۱ جمادی الاولی ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ میرے موضع میں چند تالاب ہیں اون تالابون کے پانی سے غسل اور وضو پینا کپڑے دھونا کیسا ہے کیونکہ اکثر مویشی ہنود و مسلمان ہر ایک نہاتے ہیں استنجا ہر ایک قوم وہان پاک کرتی ہے اور کبھی چمار بھنگی بھی نہاتے ہیں اور اتفاقیہ سور پانی پی جائے یا نہائے کبھی یہ تالاب مقید رہتے ہیں اور کبھی اونکے اندر ہو کر ندی سے نہر جاری ہو جاتی ہے اوس کی تشریح یون ہے

نمبر تالاب	لمبائی	چوڑائی	گہرائی	نمبر تالاب	لمبائی	چوڑائی	گہرائی
۱	۱۰ گز	۱۰ گز	۱ گز	۳	۳۰ گز	۳۰ گز	۲ گز
۲	۲۰ گز	۲۰ گز	۲۰ گز	۴	۳۰۰۰ گز	۱۰۰۰ گز	۴ گز

کسی وقت میں اس سے زیادہ بھی پانی ہو جاتا ہے اور کبھی کچھ کم اور اگر ندی سے پانی آجائے اور راستہ میں نہر میں کچھ غلیظ ہو تو کیا حکم ہے اور بستی کے قریب چند اور تالاب ہیں اونکا پانی رنگ بدلے ہوئے رہتا ہے اکثر ہنود تک اوس پانی سے نفرت کرتے ہیں

برسات مین بھی ضرور نہین ہوتا ہی لمبائی چوڑائی گہرائی بھی بہت مگر پانی صاف نہین ہی دیگر شہر سے نال کا پانی ندی مین آگر گرتا ہی اور ندی کا پانی کچھ تھوڑا مخلوط ہوتا ہی دیکھنے مین اکثر پیشاب کی صورت معلوم ہوتا ہی ایسے پانی سے اکثر لوگ نہاتے اور دھوبی کپڑے دھوتے ہین اکثر وضو کرتے ہین تو اس پانی کے لیے کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

ان سب باتون کا جواب یہ ہی کہ جس پانی کی سطح بالا کی مساحت سو ہاتھ ہو مثلاً دس دس ہاتھ لنبا چوڑا یا بیس ہاتھ لنبا پانچ ہاتھ چوڑا یا پچیس ہاتھ لنبا چار ہاتھ چوڑا وعلی ہذا القیاس اور گہرا اتنا کہ لپ سے پانی لے تو زمین نہ کھل جائے وہ پانی نجاست کے پڑنے یا نجاست پر گزرنے سے ناپاک نہین ہوتا جب تک نجاست کے سبب اوسکا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدل جائے اگر نجاست کے سوا اور کسی وجہ سے اوسکے رنگ یا بو یا مزے یا سب مین فرق ہو تو حرج نہین اور اعتبار پانی کی مساحت کا ہی نہ تالاب کی تالاب کتنا ہی بڑا ہو اگر گرمیون مین خشک ہو کر اوسمین سو ہاتھ سے کم پانی رہیگا اور اب اوس سے کوئی استنجا کرے یا کتا وغیرہ ناپاک مونھ کا جانور پیے تو ناپاک ہو جائیگا یونہین برسات کا بہتا ہوا پانی آیا اور اوسمین نجاست ملی تھی تو جبتک بہ رہا ہے اور نجاست سے اوسکا رنگ بو مزہ نہین بدلا پاک ہی اب جو وہ کسی تالاب مین گر کر ٹھہرا اور ٹھہرنے کے بعد سو ہاتھ سے مساحت کم رہی اور نجاست کا کوئی جز اوسمین موجود ہی تو اب سب ناپاک ہو گیا اور اگر سو ہاتھ سے زیادہ کی مساحت مین ٹھہرا تو پاک ہی ناپاک نالے کا پانی ندی مین آکر گرا اور اوس سے ندی کے پانی کا رنگ یا مزہ یا بو بدل گئی ناپاک ہو گیا ورنہ پاک رہا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۸

مسئولہ حافظ محمد قاسم صاحب از عدن کیمپ محلہ مسکین باڑہ ۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک حوض ہی جو بعض لوگون کے چھ قبضہ یعنی چوبیس ۲۴ اونگلیون سے دہ دردہ سے چھیالیس ۴۶ اونگل زیادہ ہی اور یہ چوبیس ۲۴ انگلیان سترہ ۱۷ انچ کی برابر ہین اور جن لوگون کی چوبیس ۲۴ اونگلیان ساڑھے سترہ انچ ہین اوس سے دہ دردہ سے چوبیس ۲۴ اونگلیان زیادہ ہین اور جن لوگون کی چوبیس ۲۴ اونگلیان اٹھارہ ۱۸ انچ کی برابر ہین اوس سے دہ دردہ سے بارہ اونگل کم ہی اور اوسکے بیچ مین ایک ستون ہی جس کا طول وعرض ایک ایک فٹ ہی کیا ایسے حوض مین سے وضو کرنا جائز ہے یا نہین اور نجاست پڑنے سے اسکا پانی نجس ہوگا یا نہین تمام کتابون کے حوالہ سے جواب دیا جائے اور علما کی مہر ودستخط بھی ہونا چاہیین اسکے بارہ مین یہان سخت فساد ہی اکثر لوگ اس سے وضو کرنا جائز نہین سمجھتے جو لوگ اس سے انکار کرتے ہین انکا شرعاً کیا حکم ہی اس مسئلہ کا جواب باعتبار مذہب حنفی ہونا چاہیے حوض کی شکل یہ ہی

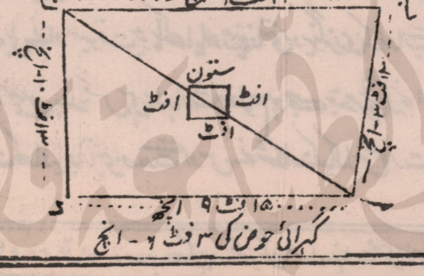

گہرائی حوض کی ۳ فٹ ۶ انچ

الجواب

اوراقہ الاضلاع اب ج دمین قطراج وصل کیا تو مثلث ا د ج اب ج سب بیمین سائل ضلع اد ۱۸۹- انچ ہے ... مسطح ... ۱۳ ۳۱۳ اور مثلث اب ج مین ضلع اب ۹۶ اہے اور ضلع ب ج ۱۹۸ امسطح ۲ ۸ ۲ ۴ ۳۱ مجموعہ ... جنکا نصف ۲۸ ۲ ۴ ۲ ۳۱ یہ اس حوض کی مساحت تقریبی ہوئی اور ۲۰۰۰ ۴۰ ۲۲ ۳ انچ درکار ہین تو ... انچ کم ہوا لہذا مائے قلیل ہے ایک قطرہ نجاست سے سب ناپاک ہوجائیگا اور اسمین وضو کرنا اگر ہاتھ یا پاؤن کوئی عضو اسمین ڈالا جائے تو وضو جائز ہے اگرچہ غسالہ اوسمین گرے جبتک ماءِ مستعمل اوسکے پانی پر غالب نہ ہوجائے ہو ... مگر بے دُھلا کوئی عضو اگرچہ ایک پورا یا ناخن بلاضرورت اوس سے مس کریگا تو سارا پانی قابل وضو نہ رہے گا ... الفرق بین الملاقی والملقی کما حققناہ فی رسالتنا النمیقۃ الانقی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳ مرسلہ شیخ ابراہیم صاحب مدرس مدرسہ فیض عام گردھر پور ضلع پنچ محل ملک احمد آباد گجرات ۲۶ جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ

نجس پانی دو تین گز بہنے سے یا ہوا لگنے سے پاک ہوجاتا ہے یہ کہین مصرح ہے بینوا توجروا

الجواب

نجس پانی نہ ہوا لگنے سے پاک ہوسکتا ہے نہ خود بہنے سے ہان پاک پانی اگر بہتا ہوا آئے اور ... بہا لیجائے تو پاک ہوجائیگا فان الماء الجاری ... بعضا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴ از موضع موہن پور تھانہ ڈاکخانہ دیورنیا ... ۲۶ ... روز سہ شنبہ بتاریخ الصفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ پانی مکروہ کس کس طرح سے ہوجاتا ہو بینوا توجروا

الجواب

عوام ملین ... مشہور ہو کہ ہے وضو کا ناخن ڈوبنے سے پانی مکروہ ہوجاتا ہے ... یون کہ بے وضو کے اعضائے وضو مین جو کوئی بے دُھلا حصہ ... سوا آب قلیل سے بے ضرورت مس کریگا وہ پانی قابل وضو نہ رہیگا اور اوسکا پینا مکروہ۔ یہی طرح جنگلی اور ... ہوئی مرغی اور حشرات الارض جو ہوں جیسے سانپ گرگٹ چھپکلی چوہے ... چھچھوندر ... شکاری پرندون جیسے ... بہری نیز چیل کوّے اور اونکے امثال جانورونکا جھوٹا بھی مکروہ ہے ... جبکہ بالفعل نجاست معلوم نہو جیسے بلی نے اوسیوقت چوہا کھایا اور ... زبان لعاب سے ... صاف ہوجائے کہ اس صورت مین اوسکا جھوٹا مکروہ نہین بلکہ نجس ہے نہ طہارت معلوم ہو جیسے بند مرغی کہ نجاست کے پاس جانے نہین پاتی یا شکاری پرند جسے پاک گوشت کھلایا جاتا ہو اور ... اوس نے شکار نہ کیا کہ اس صورت میں اوسکا جھوٹا بلاکراہت پاک ہی نیز اجنبی عورت کا

اور ... مکروہ حساب نہایت محتاج ناصواب ... کیا ہے

بچا ہوا پانی پینا مرد کو اور اجنبی مرد کا عورت کو بھی مکروہ ہے جبکہ مظنہ لذت نفسانی ہو نور الایضاح و مراقی الفلاح میں ہے الماء (طاھر مطھر مکروہ) استعمالہ تنزیھا علی الاصح وھو ما شرب منه الھرۃ الاھلیۃ اذ الوحشیۃ سؤرھا نجس (ونحوھا) ای الاھلیۃ الدجاجۃ المخلاۃ وسباع الطیر والحیۃ والفأرۃ لانھا لا تتحامی عن النجاسۃ حاشیہ طحطاویہ میں ہے قولہ نجس ای اتفاقا لما ورد السنور سبع فان المراد به البری اھ اقول ہذا عجیب فقد (ف۱) کان الکلام فی الاھلیۃ کما فی الحدیث وقد بیناہ مع الکلام علیہ فی سلب الثلب نعم نجاسته مصرح بھا فی جامع الرموز معزیا للکشف ونص فی الدر المختار انه نجس مغلظ فالکلام فی التعلیل۔ یہ تین قسم کے پانی مکروہ ہوئے تیسرے مستعمل یہ ہمیشہ مکروہ ہی اور اجنبی کا جھوٹا صرف بحال لذت اور ان جانوروں کا جھوٹا جبکہ صاف پانی میسر ہو ورنہ نہیں درمختار میں ہے سؤر ھرۃ ودجاجۃ مخلاۃ وسباع طیر لم یعلم ربھا طھارۃ منقارھا وسواکن بیوت طاھر للضرورۃ مکروہ تنزیھا فی الاصح ان وجد غیرہ والا لم یکرہ اصلا۔ جو جانور دموی نہیں یعنی خون سائل نہیں رکھتے خواہ حشرات الارض سے ہوں یا نہیں جیسے بچھو، مکھی، زنبور اور تمام دریائی جانور ان کا جھوٹا مکروہ بھی نہیں درمختار میں ہے سؤر ما لادم له طاھر طھور بلا کراھۃ ردالمحتار میں ہے سواء کان یعیش فی الماء او فی غیرہ ط عن البحر اوسی میں زیر قول شارح وسواکن بیوت فرمایا ای مما له دم سائل کالفأرۃ والحیۃ والوزغۃ بخلاف ما لا دم له کالخنفس والصرصر والعقرب فانه لا یکرہ کما ھو تمامه فی الامداد اھ اقول فلا یتجه ما زعم فی جامع الرموز من کراھۃ سؤر العقرب بالاتفاق ولا عزوہ (ف۲) لاحد واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۱

از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خان صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ

نامحرم عورت جوان یا بڑھیا اپنے مرشد کا جھوٹا پانی یا شوربا پی لے تو درست ہے یا نہیں مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا پسند لکھیں

الجواب

تلذذ شہوانی کی نیت سے حرام اور خالص تبرک کی غرض سے جائز واللہ یعلم المفسد من المصلح۔ صحیح حدیث میں ہے جب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہجرت فرما کر سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے یہاں مقیم ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُلش جب افشاں گھر آتا ابو ایوب اور ان کے گھر والے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی انگشتان مبارک کے نشان کی جگہ سے کھاتے۔ درمختار کتاب الحظر میں ہے یکرہ للمرأۃ سؤر الرجل وسؤرھا له وسبق آخر فصل فی البئر، یکرہ سؤرھا للرجل لکنه للاستلذاذ ذکر فی ردالمحتار یفھم منه انه حیث لا استلذاذ لا کراھۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۲

از مقام چتور گڑھ علاقہ اودے پور میواڑ چھاؤنی مرسلہ مولوی عبدالکریم صاحب ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

پانی کی نالی ناپاک چونے سے طیار کی گئی اور خشک ہونے سے قبل اوس میں پانی جاری کیا گیا اور وہ پانی حوض میں

اوسی جگہ سے جمع ہونا شروع ہوا جہان ناپاک چونہ سے بند کیگئی تھی تو کیا یہ پانی پاک ہے یا ناپاک اور فقہا نے لکھا ہے کہ جس تالاب مین نجاست کثیر پڑی ہوا ور پانی وہین سے جمع ہوتا ہو تو وہ پانی ناپاک ہے تو اس روایت پر تمام پانی ناپاک ہوگا۔

الجواب

پانی اگر اوپر سے اوس نالی پر بہتا ہوا آیا اور بہتا ہوا گزر گیا تو صحیح مذہب یہی ہے کہ ناپاک نہ ہوگا جبتک اوسکا کسی وصف وہین اسکے سبب تغیر نہ ہو دوسری روایت ضروریہ ہے کہ کل یا اکثر یا نصف پانی کا بہاؤ اگر نجاست پر ہو تو بہنا نفع ندیگا کل پانی ناپاک سمجھا جائیگا وصحح ایضا وان کان الاول علیہ المعول انہ الاقوی وعلیہ الفتوی ۹۶۸ **اقول** اگر یہ نجاست مرئیہ مین ہے جیسے مردہ یا غلیظ غیر مرئیہ مین بالاتفاق یہی ظہور اثر کا اعتبار ہے کما نصوا علیہ قاطبۃ وقال فی البحر فی توجیہ القول الآخر للتیقن بوجود النجاسۃ فیہ بخلاف غیر المرئیۃ لانہ اذا لم یظہر اثرہا علم ان الماء ذہب بعینہا اور چونہ نجاست نہین متنجس ہے اور اعتبار نجس کا ہے نہ متنجس کا ولہذا اگر ناپاک گلاب یا زعفران آب جاری مین گرے اور اوسمین گلاب کی بو یا زعفران کی رنگت آجائے اسے ظہور اثر نہ کہینگے بلکہ اوس نجاست کا کوئی وصف پانی مین آئے جس نے گلاب و زعفران کو ناپاک کیا تو پانی ناپاک ہوگا رد المحتار مین ہے فی شرح ہدیۃ ابن العماد للسید عبد الغنی الظاہر ان المراد اوصاف النجاسۃ لا المتنجس کماء الورد والخل مثلا فلو صب فی ماء جار یعتبر اثر النجاسۃ التی فیہ لا اثرہ نفسہ لطہارۃ الماء بالغسل ولم ار من نبہ علیہ وہو مہم فاحفظہ اھ ۹۶۹ **اقول** وہو واضح البرہان فان المقصود غلبۃ النجاسۃ علی الماء حتی تکسبہ وصفہا وذلک فی ظہور وصف نفسہا دون المتنجس بہا الا تری انہ لو کانت قلیلۃ لا تغلب الماء وکان مکانہا ماء الورد مما قراحا لظہر اثرہا فکذا فی ماء الورد اذ لا تختلف قلتہ ولا کثرتہ باختلاف المتنجس تو جبکہ وہ نجاست جس سے چونہ ناپاک ہوا مرئی نہین تو یہ صورت نجاست غیر مرئیہ کی ہے اس سے وہ روایت متعلق نہین بلکہ یہاں بالاتفاق حکم طہارت ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴۳ از کوٹا پسورہ عقب موچی کٹھو مکان چا رمضان فعدار مرسلہ شیخ ممتاز علی ہیکل بنگلوری سرویر محکمہ جنگلات کوٹا ۳۴۔ جمادی الاولی ۱۳ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین سوالات ذیل کے جواب مین خداوند کریم آپکو اجر عظیم اور سائل کو صراط مستقیم عطا فرمائے۔ عمرو زید دو شخص ہین عمرو سے کسی نے دریافت کیا کہ یہ چاہ جو سامنے موجود ہے اسکا پانی قابل وضو اور نیز دیگر استعمال کے ہے یا نہین عمرو نے جواب دیا کہ بنا بر رفع شک چاہ کو ناپ لیا جائے چنانچہ وہ کنواں ناپا گیا تو لنبائی ۱۱ ½ ہاتھ اور چوڑائی ۹ ½ ہاتھ گہرائی ۳ ہاتھ ہوئی جو برابر ہے ۳۲۷،۷۵ ہاتھ کے مگر زید اسکو ۲۴ ہاتھ بتلا کر اسکے پانی سے وضو ناجائز بتلاتا ہے اور پانی مذکو قابل استعمال نہین بتلاتا لیکن عمرو نے اسی چاہ سے وضو کیا اور زید نے عمرو کے پیچھے نماز پڑھی لہذا التماس ہے کہ اس پانی کا استعمال موافق شرع شریف جائز ہے یا نہین اور زید کی نماز اس صورت مین عمرو کے پیچھے ہوئی یا نہین **نوٹ** اس چاہ مین پانی کی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اسقدر آتا ہی کہ اگر چرس بند کر دیا جائے جو دن بھر پانی کھینچتا ہے تو چاہ لبریز ہو کر زائد پانی ایک راستے سے خارج ہو کر چندروز مین دوسو فیٹ لمبے اور پچاس فیٹ چوڑے بند کو جسکی گہرائی بھی ۳ فیٹ سے کم نہین لبریز کر دیتا ہی یہ پانی مویشی پیتے ہین یہ تو موسم سرما کی حالت ہی اور موسم گرما مین چرس چلے یا نہ چلے کوئین سے پانی باہر نہین آتا البتہ جسقدر کو آن خالی ہو جاتا ہے وقت چرس چلنے کے اوتنا ہی رات بھر کوئین مین پانی آجاتا ہی ماسوا اسکے پہاڑی علاقہ ہونے کے سبب ایسے کوئین قلیل ہین کہ جنکا پانی ڈول وغیرہ سے کھینچا جائے ورنہ عام کوئین زینہ دار ہین تمام لوگ اندر جا کر پانی بھرتے اور بھرتے ہین بلکہ نہانا اور عام طور پر کپڑے وغیرہ دھونے کا عام رواج ہے ہان بعض موقع ایسا بھی رواج ہی کہ جس کوئین کے اندر نہاتے ہین اوس کا پانی نہین پیتے

الجواب

پانی مین فقط اوسکی سطح بالا کی پیمائش معتبر ہے عمق کا اصلا لحاظ نہین اگر اوپر کی سطح مثلا ایک ہاتھ مربع ہے اور ہزار ہاتھ گہرا ہے تو وہ ایک ہی ہاتھ قرار پائیگا اور سطح سو ہاتھ ہو اور فقط نصف ہاتھ گہرا ہی تو وہ پورا سو ہاتھ ٹھہریگا نہ کہ پچاس۔ عمق صرف اتنا ہونا چاہیے کہ لپ مین پانی لینے سے زمین نہ کھلے لہذا چاہ مذکور کی مساحت ۱۰۹۲۵ ہاتھ ہے نہ ۵۷۲ء۳۲۷ بہرحال شک نہین کہ وہ مائے کثیر ہے اوس سے وضو غسل اور اوس مین کپڑے دھونا سب جائز ہے وہ نجاست پڑنے سے بھی ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست اوسکا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدل دے اوسے ۲۴ ہاتھ کہنا محض بے علمی اور اوس سے وضو و غسل ناجائز بتانا صریح نادانی ہی اور اگر واقع مین اوسکے اعتقاد مین یہی ہی کہ اس کوئین کے پانی سے وضو نہین ہو سکتا اور اوسنے عمرو کو اوس سے وضو کر کے نماز پڑھاتے دیکھا اور اپنے اوسی اعتقاد پر قائم رہکر اوسکی اقتدا کر لی تو زید کی نماز نہ ہوئی کہ اوسکے اعتقاد مین امام بے وضو نماز پڑھا رہا ہے بلکہ وہ اس سے بھی سخت تر ہے کہ اس سے نماز کو معاذ اللہ بازیچہ سمجھنا پیدا ہوتا ہی والعیاذ باللہ تعالی یہی حکم ان سب کوؤن کا ہے جنکے پانی کی سطح بالا ۲۲۵ فٹ ہو اون مین کپڑے دھونا بھی جائز ہے اور اوس سے ناپاک نہ ہونگے اگرچہ وہ کپڑے ناپاک ہون جب تک نجاست اوسکا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدل دے

واللہ تعالے اعلم

مسئلہ ۴۴ ۱۱ جمادی الاولی ۱۳۲۴ھ

(بسم اللہ) (الرحمن الرحیم)

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ کنوئین کا دور کے ہاتھ ہونا چاہیے کہ وہ دہ در دہ ہو اور نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اس مین چار قول ہین ہر ایک کی طرف وجہ کھتا اور تحقیق جدا ہی قول اول اڑتالیس ہاتھ خلاصہ و عالمگیریہ مین اسی پر جزم فرمایا اور محیط امام

شمس الائمہ سرخسی وفتاوی کبرٰی میں اسیکو احوط بتایا سید طحطاوی نے اوسکا اتباع کیا ہندیہ میں ہے ان کان الحوض مدورا
یعتبر ثمانیۃ واربعون ذراعا کذا فی الخلاصۃ وھو الاحوط کذا فی محیط السرخسی طحطاوی میں ہے الاحوط اعتبار
ثمانیۃ واربعین دوم چھیالیس ہاتھ بعض کتب میں اسی کو مختار ومفتی بہ بتایا بحر الرائق میں نقل فرمایا المختار المفتی بہ ستۃ و
اربعون کیلا یعسر رعایۃ الکسر اھ اقول یرید ان ثمہ کسر السقط اورفع تیسیرا ثم رأیت فی الفتح ما عین الرفع
حیث قال ان کان الحوض مدورا فقدر بارعۃ واربعین وبثمانیۃ واربعین والمختار ستۃ واربعون وفی الحساب یکتفی باقل منھا بکسر
للنسبۃ لکن یفتی بستۃ واربعین کیلا یتعسر رعایۃ الکسر قال والکل تحکمات غیر لازمۃ انما الصحیح ما قدمناہ
من عدم التحکم بتقدیر معین اھ ای عملا باصل المذھب وقد علمت ان الفتوی علی اعتبار العشر سوم چوالیس ہاتھ اسکی
ترجیح اصلا کسی کتاب سے نظر میں نہیں جامع الرموز میں ہے اما فی المدور فیشترط ان یکون دورہ ثمانیا واربعین ذراعا وقیل
اربعا واربعین فالاول احوط کما فی الکبرٰی چہارم چھتیس ہاتھ ملتقطین اسکی تصحیح کی امام ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا یہی صحیح اور فن حساب میں یہی برہن ہے
جامع الرموز میں ہے وقیل ستۃ وثلثین وھو الصحیح المبرھن عند الحساب کما فی الظھیریۃ وفی الاولین تحقق الحوض المربع
داخل المدور وفی الثالث ما یساویہ ❊ اسی پر سولہ نمبر نے متن غرر میں مع افادہ تصحیح اور مدقق علائی نے درمختار اور علامہ نقیہ محاسب
شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں جزم فرمایا ردالمحتار میں ہے قولہ وفی المدور بستۃ وثلثین ای بان یکون دورہ ستۃ وثلثین
ذراعا وقطرہ احد عشر ذراعا وخمس ذراع ومساحتہ ان تضرب نصف القطر وھو خمسۃ ونصف وعشر فی
نصف الدور وھو ثمانیۃ عشر یکون مائۃ ذراع واربعۃ اخماس ذراع اھ سراج وما ذکرہ ھو احد اقوال
خمسۃ وفی الدرر عن الظھیریۃ ھو الصحیح اقول تحقیق یہ ہے کہ اوس کا دَور تقریبًا ساڑھے سینتیس ہاتھ چاہیے یعنی
۹ ۴ ہ ۵ ر ۳۷ تو قطر تقریبًا ۵ گز ساڑھے دس گرہ ہوگا بلکہ دس گرہ ایک انگل یعنی ۴ ۸ ۲ ۸ ۱۱ ہاتھ بیان اسکا یہ کہ اصول ہندسہ
مقالہ ۱۲ شکل ۲ میں ثابت ہے کہ محیط دائرہ کو ربع قطر میں ضرب دینے سے مساحت دائرہ حاصل ہوتی ہے یا قطر دائرہ کو ربع
محیط یا نصف قطر کو نصف محیط میں ضرب دیجیے یا قطر و محیط کو ضرب دیکر ۴ پر تقسیم کیجیے کہ حاصل سب کا واحد ہے اور ہم نے
اپنی تحریرات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ قطر اجزائے محیطیہ سے قنحہ لہ الط لومہ ہے نصف قطر کہ ہے یعنی
محیط جس مقدار سے ۳۶۰ درجے ہے قطر اوس سے ۱۱۴ درجہ ۳۵ دقیقہ ۲۹ ثانیے ۳۶ ثالثے ۴۵ رابعے ہے وفی حساب
الفاضل غیاث الدین جمشید الکاشی علی ما نقل العلامۃ البرجندی فی شرح تحریر المجسطی لو بعد مکانت ای ستا وخمسین
الدقیقۃ فی محسوب الابعد ۱۱ رابعۃ ھجا بحساب اخر مربعہ رفعنا ای سبعۃ واربعین وبالجملۃ لا فرق الا فی بعض
روابع وعلی ھذا الاخیر عولنا تو قطر اگر ایک ہے محیط ۳۶۰ ÷ ۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵ فلان ۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵

۱۱۳۲۵۹۱۵۵۹۱۵۷ تحویلہ الی السنتیمتر قدلہ الطلوس یہاں سے ہمیں دو مساواتیں حاصل ہوئیں قطر و محیط و مساحت کو علی التوالی ق ط م فرض کیجیے پس (۱) ۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵ ق = ط اس لیے کہ ق : ط :: ۱ : ۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵ (۲) $\frac{ق ط}{۴}$ = م اُنکے بعد قطر و محیط و مساحت سے جو چیز گز ہاتھ فٹ گرہ وغیرہا جس معیار سے مقدر کی جائے اوسی معیار سے باقی دو کی مقدار معلوم ہو جائیگی جس کی جدول ہم نے یہ رکھی ہے

معلوم / مجہول	قطر	محیط	مساحت
قطر		۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵ ق	۰٫۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵ ق۲
محیط	$\frac{ط}{۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵}$		$\frac{ط۲}{۱۲٫۵۶۶۳۷۰۶}$
مساحت	$\frac{م}{۰٫۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵}$	$\sqrt{۱۲٫۵۶۶۳۷۰۶ م}$	

پھر آسانی کے لیے لوگارثم سے کام کرنے کو یہ دوسری جدول رکھی اور اسمیں متممات حسابیہ سے وہ تصرف کر دیے کہ بجائے تفریق بھی جمع ہی رہے

معلوم / مجہول	لو قطر	لو محیط	لو مساحت
لو قطر		لوق + ۰٫۴۹۷۱۴۹۹	۲ لوق + ۱٫۸۹۵۰۸۹۹
لو محیط	لوط + ۱٫۵۰۲۸۵۰۱		۲ لوط + ۲٫۹۰۰۷۹۰۱
لو مساحت	$\frac{لوم + ۰٫۱۰۴۹۱۰۱}{۲}$	$\frac{لوم + ۱٫۰۹۹۲۰۹۹}{۲}$	

یہاں مساحت معلوم ہے ۱۰۰ ہاتھ جس کا لوگارثم ۲٫۰ $\frac{۲٫۱۰۴۹۱۰۱}{۲}$ = ۱٫۰۵۲۴۵۵۰ کہ لوگارثم ۱۱٫۲۸۴ کا ہے یہ قدر قطر ہوئی نیز $\frac{۳٫۰۹۹۲۰۹۹}{۲}$ = ۱٫۵۴۹۶۰۴۹ کہ لوگارثم ۳۵٫۴۴۹ کا ہے یہ مقدار دور ہوئی۔ ہمارے بیان کی تحقیق یہ ہے کہ ۱۱٫۲۸۴ × ۳۵٫۴۴۹ = ۴۰۰٫۰۶۵۱۶ ÷ ۴ = ۱۰۰٫۰۱۶ کہ سو ہاتھ سے صرف $\frac{۱۶}{۱۰۰۰}$ یعنی $\frac{۱}{۶۲۵}$ زائد ہے کہ ایک اونگل عرض کا $\frac{۲۴}{۶۲۵}$ یعنی اونگل کے پچیسویں حصے سے بھی کم ہے بخلاف حساب سراج و شرنبلالیہ کہ اونکے خیال سے ۱۹ اونگل اور واقع میں تین ہاتھ سے بھی زیادہ بڑھتا ہے کما سیأتی اقول ۹۴۲ وبهذا علم ما فی النہایۃ الشافعیۃ

فاولا ۲۹ ما کان دون ستا وثلثین لا یزید قطرہ علی ۱۱ ذراعا بخمس ذراع فقط بل بتقریب من نصف ذراع لان ۳۶ لوغارثمہا ۱٫۵۵۶۳۰۲۵ + ۱٫۵۰۲۸۵۰۱ = ۳٫۰۵۹۱۵۲۶ وهو لوغارثم ۱۱٫۰۵۹ لا ینقص من النصف الا قدر $\frac{۱}{۱۷}$ **وثانیا** ۹۴۳ ما کان تزید مساحتہ علی مائۃ ذراع باکثر من ثلثۃ اذرع لا اربعۃ اخماس ذراع و ذلک لان ۱٫۵۵۶۳۰۲۵ × ۲ = ۳٫۱۱۲۶۰۵۰ + ۲٫۹۰۰۷۹۰۱ = ۲٫۰۱۳۳۹۵۱ وهو لوغارثم ۱۰۳٫۱۳

وثالثا ۹۴۴ لو عمل بقطر ذکرناه رسم خط مثلو رسمت علی منتصفہ ببعد طرفہ دائرۃ فجعل دور البئر مثلہا

لو نصف فلك ٢ر١١ لوغاثه ٠٣٤٩٢١٨٠ر١ ضعفه ٠٦٣٤٤٠٩٨ر٢ + ٠٨٩٥٠٨٩٩ر٢ = ٠٩٩٣٥٢٥٩ر٢ وهو
لوغار ثم ٥٢ر٩٨ فيكون السطح اقل من مائة ذراع بذراع ونصف تقريبا وبالجملة ان اخذ الدور زاد على المطلوب
بثلثة اذرع وان اخذ القطر نقص عنه بذراع ونصف وان اريد الجمع بينهما لم يمكن ۔ اما قول المحقق الشرنبلالي
فی غنية ذوی الاحكام حيث ذكره ولامام عن ش عن السراج ثم قال وبرهان ذلك انا علمنا الدور والمساحة
التی هی تكسير الدائرة فقسمنا المساحة على ربع الدور وهو تسعة فخرج القطر احد عشر ذراعا وخمس ذراع وبرهان
اعتبار سنة وثلثين بقسمة المساحة وهی مائة ذراع واربعة اخماس ذراع على نصف القطر فهو على ما ذكرنا ه اھ
فاقول لفظ نصف ههنا سبق قلم وصوابه على ربع القطر لما علمت ان $\frac{ق ط}{٤}$ = م قسمنا المعادلة على
$\frac{ط}{٤}$ ∴ ق = م ÷ $\frac{ط}{٤}$ وهی دعواه الاولى وثانيا قسمناها على $\frac{ق}{٤}$ ∴ ط = م ÷ $\frac{ق}{٤}$ لا $\frac{ق}{٢}$ وهی دعواه الاخرى
هذا سهل وانما الشأن فی تعيين هذه المقادير وما القصد الا ابداء مقدار دور تكون مساحته مائة ذراع فليس
الا ايراد هذه فاولا كيف عدل عنها الى ما زيد عليها باربعة اخماس ذراع وثانيا بنيتم برهان اعتبار هذا
الدور على قدر القطر وبرهان اعتبار هذا القطر على قدر الدور وهذا دور وثالثا بنيتم المساحة تبعا للسراج
على الدور والقطر وهذان دوران اخران لكن الامر ان السراج بنى الامر على الاستقراء فقرب تقريبا واذا تقرر
هذا فابانة القطر من الدور والمساحة او الدور من القطر والمساحة لا اذنه تحقيق تقرير البرهان على ذلك وبالله التوفيق
هذا وما ذكر القهستانی من وقوع مربع عشر داخل دائرة محيطها ثمانية واربعون او اربعة واربعون فاقول
له وجه فی الاول فيقع فيه لغة وان لم يقع على مصطلح الفن من ان يماسها جميع زواياه فذلك لان المربع الواقع فی محيط
ثمانية واربعين ضلعه اطول من عشرة فلا يمكن ان يماسها اكثر من زاويتين من المربع اما فی الثانی فلا وجه له اصلا
فليقع مربع اء فی دائرة اب جـ ء على مركز ھ ولو ٤٤ = ٠٦٤٣٤٥٢٧ر١ + ١٦ر١ ٠٥٠٢٨٥٠١ ر آ = ٠٢٨٣٠٢٦٤٣ر١ هذا
ب لو القطر ٦ ـ ٠٠ ٣٠ ر ٢ = ٠٢٨٣٤٥٢٧٢٨ر٠ هذا لو نصفه اھ ثم فی مثلث اھب
القائم الزاوية اھ : جيب ب وهی مه لو جيبها ٠٥٠٨٤٩٨٤٩ر٢ :: اب ; ع ∴
٠٢٨٣٤٥٢٧٢٨ر٠ ـ ٠٥٠٨٤٩٨٤٩ر ٢ = ٠٧٨٧٨٤٥٩٩٥ر٠ هذا لو اب وان شئت
بالعروسی فضعف لو اھ ٠٦٩٠٥٤٥٦ر٠ اعنی ها ٠٢٨٥٣٩ر٠ ٠٣٩٤٩ ضعفه
٠٩٨٠٧٨٩١٣٦ لوغار ثم ٥٦ر٧ ١٦٩٩١٥ نصفه ٠٧٨٨٧٨٤٥٩٩ر٠ مثل ما مر وهو لوغار ثم ٠٣٥ر٩ هذا قدر الضلع
ولم تبلغ عشرا كما ترى ثم المساحة ٠٧٩ر٩٨ اقل من مائة بنحو ذراعين لما علمت انها ضعف مربع اھ وضعف مربع

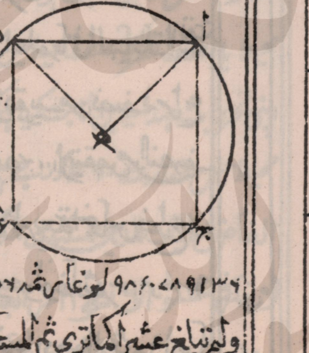

نصف القطر هي مساحة المربع لان مساحته مربع ضلع اب وهو ضعف مربع ام بالعروسي فانه يقع فيهما في مربع عشر في عشر

تنبیه: حكم العلامة الشرنبلالي ببطلان سائر الاقوال سوى الرابع حيث قال والصواب كلام الظهيرية والتعديل بعشر الى غيره وقال فالزام قدر يزيد على الستة والثلثين لا وجه له على التقدير بعشر في عشر عند جميع الحساب اھ **اقول** وقد اشار الى الجواب عما يتوهم ان فيهما قولين مصححين بل الثاني مذيل بطراز الفتوى فكيف يمنع المصير اليه بل ينبغي التعويل عليه وذلك ان المفتى به المعتمد هو التقدير بمائة والاقوال جميعا انما ترومه ومبنى ذلك على الحساب دون التفقه الغامضة التي لا دخول لنا فيها لا سيما على خلاف الفتوى وامر الحساب لا يلتبس فاذا علمنا قطعا ان الصواب هذا وجب ترك ما سواه غير ان قدوة الرياضيين العلامة عبد العلي البرجندي رحمه الله تعالى حاول في شرح النقاية توجيه قولي ٤٨ و٤٤ عازيا لهذا الى الكبرى والذي رأيته في شرح القهستاني عن الكبرى جعل الاول هو الاحوط والله تعالى اعلم وكانه لم يقع له قول ٤٦ فقال تحقيق الكلام ههنا متوقف على ثلث مقدمات احديها ان مربع وتر القائمة في مثلث يساوي مجموع مربعي ضلعيها والثانية ان محيط الدائرة لا يزيد من ثلثة امثال قطرها بسبع قطرها والثالثة انه اذا كانت مساحة دائرة معلومة وقسمت باحد عشر قسما متساوية وزيد ثلثة اقسام منها على مجموع المساحة واخذ جذر المجموع يكون قطر الدائرة وكل ذلك مبرهن في علمي الهندسة والحساب فنقول اذا كان كل من ضلعي الحوض المربع عشر اذرع كان مجموع مربعي الضلعين مائتين وجذرهما اربعة عشر وعشر ونصف عشر تقريبا وهو مقدار الخط الواصل بين الزاويتين المتقابلتين وهو اطول الامتدادات الممكنة في المربع المذكور للمقدمة الاولى فاعتبر في الفتاوى الكبرى ان يكون قطر الحوض المدور مساويا لاطول الامتدادات المفروضة في الحوض المربع ليمكن وقوع مربع بالشرط المذكور داخل الحوض المدور ولا يكون البعد بين جزئين متقابلين من محيط المدور في شيء من المواضع اقصر من اطول امتدادات المربع فيكون محيط الحوض المدور ثلثة امثال ذلك الامتداد وسبعه اعني اربعة واربعين ذراعا واربعة اعشار وثلثي عشر للمقدمة الثانية ولما كان الكسر الزائد اقل من النصف اسقط كما هو عادة اهل الحساب ومن ههنا الخلاصة اعتبر ايضا ما اعتبر الكبرى لكنه لم يتدقق في الحساب فاخذ الكسر الزائد في محل الاحتياط فاخذ الامتداد الاطول خمسة عشر فاذا اعتبر كونه قطرا يكون المحيط سبعا واربعين ذراعا وسبع ذراع فاعتبر ثمانيا واربعين تتميما للكسر والقاضي الامام ظهير الدين اعتبر ان يكون مساحة الحوض المدور مساوية لمساحة المربع فيكون الماء فيه مساويا للماء المربع في الشبه لا يكون هذا ماخوذا مما نقل عن محمد بن ابراهيم الميداني على ما لا يخفى فنقول كانت المساحة مائة قسمناها باحد عشر قسما فكان كل قسم تسعة وجزءا من احد عشر فاذا زدنا ثلثة امثالها على المائة حصل مائة وسبعة وعشرون وثلثة اجزاء من احد عشر وجذره يكون احد عشر وخمسا ونصف سدس تقريبا وهو قطر دائرة مساحتها مائة للمقدمة الثالثة وثلثة امثاله مع سبعه اعني محيط الحوض المدور يكون خمسة وثلثين ذراعا ونصف ذراع

الا نصف عشر فاعتبروا هذا الكسر واحدا واخذوا محيطه ستا وثلثين وانما اوردنا هذه المباحث ليظهر وجه صحة اقوال هؤلاء الائمة وانه ليس شیئ منها كما توهم بعضهم غلطا صريحا وكم من عائب قولا صحيحا اھ [983] اقول رحمه الله تعالٰی وشكر سعيه فقد جلا عن اقوال الجلاء ومحصله ان كلام الظهيرية مبنی علی اعتبار المساحة وسائر الاقوال علی اشتراط الامتدادين الطول والعرض وهما قولان معروفان فی المذهب وان كان عندنا المعول علی الاول كما بيناه فی الفصل الثالث من كتابنا النميقة الانقی [984] ويؤيده ان صنيع الخلاصة قال ههنا الحوض الكبير مقدر بعشر فی عشر وصورته ان يكون من كل جانب عشرة اذرع وحول الماء اربعون ذراعا ووجه الماء مائة ذراع هذا مقدار الطول فی العرض اھ فلم يكتف بقوله وجه الماء مائة بل بين الطول وفصل العرض واظهر الدور ثم ذكر الوجه وان اختار فيما بعد فی جنس النهر اعتبار المساحة حيث قال ان كان الماء له طول وعمق وليس له عرض كالنهر يلغ ان كان بحال لو جمع يصير عشرا فی عشر يجوز التوضی به وهذا قول ابی سليمٰن الجوزجانی وبه اخذ الفقيه ابو الليث وعليه اعتماد الصدر الشهيد وقال الامام ابو بكر الطرخانی لايجوز وان كان من هنا الی سمرقند وعند من لايجوز يحفر حفيرة ثم يحفر نهيرة فيجعل الماء فی النهيرة الی الحفيرة فيتوضؤ من النهيرة فلو وقعت فيها النجاسة يتنجس عشرة فی عشرة والمختار انه لايتنجس الا بما يتنجس به الحوض الكبير اھ

[985] اقول وبه ظهر الجواب عن ايراد الشرنبلالی فان الحسنا انما قطع بذلك عند اعتبار المساحة دون اشتراط الامتدادين الطولی والعرضی بل قطع [986] عند ذلك بوجوب الزيادة علی ۴۴ فصل وعن ۶ ۳ كما تقدمت الاشارة اليه ويوضحه ان ليس المراد الامتدادان كيفما وقعا بل محيطين بقائمة والا لم يتساو الطول والعرض ولولا ذلك لكون مثلث كل ضلع منه عشرة اذرع مع انهم نصوا فيه بوجوب ان يكون كل خمسة عشر ذراعا وخمسا كما فی السراج الوهاج والزهر النضير للعلامة الشرنبلالی وقد قال البرجندی المراد بذلك ان يكون كل من الاطراف الاربعة عشرة اذرع وزوايا الاربع قوائم اذ لو لم تكن الزوايا كذلك لم يعتبر اھ ولا يمكن وقوع مثلث قائم الزاوية فی دائرة الا فی نصفها اذ لو كانت القطعة ازيد كانت الزاوية حادة او انقص كانت منفرجة (۳۰ من ۳ من اقليدس) وح يكون وتر القائمة قطر الدائرة فاذا كانت كل ساق عشرا كان جذر القطر مائتين وهو ۱۴٫۱۴ وبالتدقيق ۱۴٫۱۴۲۱۳۶۸ فاذا كان هذا قطر الدائرة لوغارثمه ۱٫۱۵۰۵۱۵۰ + ۰٫۴۹۷۱۴۹۹ = ۱٫۶۴۷۶۶۴۹ وهو لوغارثم ۴۴٫۴۲۹ فيكون المحيط اكثر من ۴۴ وذلك ما اردناه [987] اقول وبه تبين جرم ما طوی بيانه العلامة البرجندی انه لو اختير وقوع المربع داخل المدور وان لايكون قطرها اقصر من طول امتدادات المربع اعنی قطرها فان المقصود هو امتداد الضلع المفروض عشرة دون القطر ووجهه ان ذلك الامتداد الضلع ضلعا القائمة متساويين

للضلع الاخر لا يقع فی دائرة الا اذا کان قطرها وتر المثلث ولا یقع الا فی نصف الدائرة فاذا رسم مثله فی النصف الاخر تم المربع وظهر وقوعه فیها واقول بوجه اخر مربع کل ضلع منه عشرة اذا

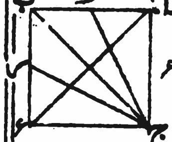

وقعت نجاسة فی احد زوایاها مثل ج ووصلنا ا ء فالنصف المقابل لها و هو مثلث ا ب ء یحیط به خط ا ب ب ء وکل نقطة تفرض علیهما یکون بعدها من النجاسة عشرة او اکثر فبعد کل من ا و ء عشرة ثم لا یزال یزداد حتی یکون ابعده علی نقطة ب اکثر من اربعة عشر ذراعا بما تقدم هذا شان المربع الذی علیه ماؤه فی الشرع کثیرا فان کان الحوض مدورا وجعلنا قطره عشرة نظرا الی انه البعد المطلوب کما توهم المتوهم فلتکن الدائرة ا ب ج ء علی مرکز ه ووقعت النجاسة عند ج فاخرجنا قطر ج ب

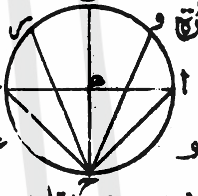

واقمنا عمودا علیه قطر ا ء فالنصف المقابل لموقع النجاسة ا ب ء والبعد عشرة انما هو ب وهو نقاط منه ب وهو فی جمیع النقاط لا تزال تقرب من ج ویکون اقرب الکل الیه نقطتا ا ء (٧ من ٣ من اقلیدس) فلم تنسج الدائرة علی منوال المربع المطلوب بل علی ضده او عکسه فیجب ان یکون اقرب النقاط الی ج وهما ا و ء کل بفصل عشرة و ج یکون شان الدائرة شان المربع سواء بسواء ان بعد کل من ا و ء عشرة ثم لا یزال یزداد حتی یکون ابعده علی ب واذن یکون قطر الدائرة هو وتر المثلث فیکون ا ء اعنی ج ب اکثر من اربعة عشر ذراعا بما تقدم وثبت وقوع المربع فی الدائرة اقول[٩٨٩] ومن ههنا ظهرت ثلثة امور اخر الاول لم یصح قول ٤٨ لان فیه نقصا من المطلوب بما علمت فی المقادیر المقدرة لا یعمل فیها بالاسقاط الثانی[٩٩٠] حیث ان القطر ١٤٢/١٤٢ ففی جعله ١٥ بالرفع مجازفة کثیرة کما فی قوله ٤٨ وفی جعله ١٤ بالاسقاط نقص من المقصود وهو لا یسوغ فکان العدل التوسط بینهما وهو جعله ٥/٢٨ ثلثة امثاله ٤٣ و سبعه ذراعان و کسر فالمجموع اکثر من خمسة واربعین ذراعا ونصف والکسر اذا زاد علی النصف یرد الی الربع اذا بلغ النصف یؤخذ واحدا کما هو دأب الحساب فاعتبر المحیط ٤٦ الثالث[٩٩١] ظهر قول الفتح ان فی الحساب یکتفی باقل منها بکسر لکن یفتی بستة واربعین کیلا یتعسر رعایة الکسر لکن ظهر وجه الافتاء به لانه اعدل الاقوال لا تقتیر ولا اسراف ولا تقصیر ولا اجزاف هکذا ینبغی ان یفهم کلام العلماء الکرام والحمد للّٰه ولی الانعام ولا یذهب عنک ان کل ذلک بناء علی اشتراط الامتدادین والصحیح المأخوذ المعتمد القصر علی المساحة فلذلک کان التعویل علی ما فی محیط الظهیریة والملتقط والذخیرة مع ما فیه من تقریب فان شئت اقرب شیئ الی التحقیق فهاک ذاک وباللّٰه التوفیق تنبیهات (١) اقول[٩٩٢] مقدمة البرجندی الثالثة مبنیة علی الثانیة لما علمت ان $\frac{ق}{٢}$ ط = م فاذا کان ق : ط :: ٧ : ٢٢ کان $\frac{٢٢ ق}{٧}$ = ط = $\frac{٢٢ ق}{٢٨}$

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بل الـق۲ = م۰ ۱۱ق۲ = ۱۴ م، ق۲ = ۲۲/۷ ÷ ق = ۲۲/۷ وهو المطلوب وقد علمت انه تقريب بعيد ولكن لا يخل بالمقصود فان على التحقيق ق : ط :: ۷ : ۲۱٫۹۹۱۱۴۸۵۵ ۲۱٫۹۹ط = ۲۱٫۹۹ ق/۷ ∴ ط = ۲۱٫۹۹ ق۲/۲۸ = م، ق ۲۱٫۹۹ ÷ ۲۸

فلو فعلنا ثم المساحة نجمع فی لو ۲۸ - لو الـ۲۱٫۹۹ = ۲۸ ولو ۱٫۴۴۷۱۵۸۰۰ و الـفرق ۰٫۱۰۴۹۳۳۴۳ حاصل التفريق ۱۰۳۹۱۰۱ مثل ما قد منا فی جدولنا نجمع فیه لو المساحة ونصف الخمس يكون القطر فكان القطر كما قدمنا ۱۱٫۲۸۴ والمحيط ۳۵٫۴۴۹ خمسة وثلثين و كسر لا يبلغ النصف وهو حاصل حساب البرجندي برفع الكسر لما علمت ان الاسقاط فی المقادير باطل فكان الدور ۳۶ وهو المقصود (۳) كون القطر من المحيط ۷/۲۲ ليس مبرهنا عليه فی الحساب بل لم تعلم الی الآن النسبة بينهما تحقيقا انما عملوا بالاستقراءات والتقريبات فكذا ما يبتنی عليه من ان ق = ۷/۲۲ م فقوله كل ذلك مبرهن فی الهندسة والحساب تسامح (۳) فی اسقاط الكسر الزائد ههنا وان كان اقل من النصف ما قد علمت (۴) القول الرابع مبنی قطعا علی ما فی الظهيرية ايضا عن محمد الميدانی انه ان كان بحال لو جمع ماؤه يصير عشرا فی عشر لبناء الامر علی المساحة فقط من دون اعتبار العرض فليس هذا محل التشبه (۵) قال فی الدر وفی المثلث من كل جانب خمسة عشر وربعا وخمسا وفی بعض النسخ او خمسا واعترض بان الحساب يقينی فلا معنی للترديد واختار تبعا لنوح افندی الربع وان المساحة مائة ذراع وثلثة ارباع ذراع وشیئ قليل لا يبلغ ربع ذراع اقول بل والسدس مسدس ذراع كما ستعلم فجعل الواو نسخة او اصوب اقول فاذا النسخة الواو وحظ من صواب ليس كذلك وبناء علی الاختلاف فی التعبير فان نوحا عبر بالربع والسراج والشرنبلالی بالخمس واختار تبعا لهما الخمس وان المساحة مائة ذراع وشیئ قليل لا يبلغ عشر ذراع اقول بل يبلغ بل يغلبه كما ستری قال وعلی التعبير بالربع يبلغ نحو ربع ذراع اقول بل اكثر من ثلثة ارباعه وذلك ان ط عن افندی وشيخی عن السراج نقلا هو امره مساحته ان تضرب احد جوانبه فی نفسه فما صح اخذت ثلثه وعشره فهو مساحته اقول وهذا وان كان فيه ما ستعرف فالعمل به علی وجهين الاول ان تأخذ ثلث المربع وعشره مع الكسر وهو الذی عملا به مع قولهما فما صح الخ ولذا قال السراج فی مربع خمسة عشر والخمس انه ثلثه علی التقريب ۷۷ ولو اخذ الصحيح فقط لكان ثلثه تحقيقا وقال نوح فی مربع خمسة عشر والربع ان ثلثه ۷۷ ونصف ذراع وسدس ثمنه وعشره ۲۳ وربع ونصف ثمن عشر وما ذلك الا باعتبار الكسر والثانی العمل علی ما صح فقط فعلی الاول مربع ۱۵٫۲ = ۲۳۱٫۰۴ ثلثه ۷۷٫۰۱۳ وعشره ۲۳٫۱۰۴ مجموعهما ۱۰۰٫۱۱ وهو اكثر من العشر مربع ۱۵٫۲۵ = ۲۳۲٫۵۶۲۵ ثلثه ۷۷٫۵۲۰۸ وعشره ۲۳٫۲۵۶۲۵ مجموعهما ۱۰۰٫۷۷۷۰۸ وهو اكثر من ۰٫۷۵

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وعلی الثانی ۲۳۱ = ، ، وعشرہ ۱، ۲۳ ۱ مجموعہما ۱، ۱۰۰ فقد بلغ العشر و ۲۳۲ = ۳۰، ۷۷ وعشرہ ۲۳، ۲ ۳۲ مجموعہما

۵، ۱۰۰ وھو نصف بل اکثر لان ۳ دائر **ثم اقول** التحقیق ان الکسر اقل من الخمس بکثیر بہ لقلۃ التفاوت جدا ولیکن

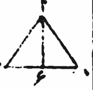

مثلثا متساوی الاضلاع اذ فیہ الکلام کما سمعت من قول الدر من کل جانب کذا فکل زاویۃ منہ سدس

الدور ومساحۃ کل مثلث نصف مسطح العمود والقاعدۃ وھی ھٰہنا مثل سائر الاضلاع اخرجنا علی ب ج عمود

ا ء ففی مثلث ا ء ح القائم الزاویۃ ا ح : ع :: ا ء : جیب ح ولنسم ا ح الضلع ض وا ء العمود عم وذلک الجیب

منحط الکونہ جیب السدس جس فبحکم التناسب ض جس = عم وحیث ان ض عم / ۲ = ۱۰۰ ∴ ض^۲ جس = ۲۰۰ بل ض^۲ = ۲۰۰ / جس

∴ ض = √(۲۰۰ / جس) ولو ۲۰۰ = ۲،۳۰۱۰۳۰۰ ولو جس ۹۳۷۵۳۰۶ ، ۱ حاصل الطرح ۲،۳۶۳۴۹۹۴ نصفہ

۱،۱۸۱۷۴۹۷ ھذا لو ض فھو ۱۵،۱۹۶۷۱۲۸ اکسر اقل من ۲، ثم لو ض + لو جس = ۱،۱۱۹۲۸۰۳ ھذا لو عم فھو

۱۳،۱۶۰۷۳۹۴ ثم لو ض + لو عم = ۲،۳۰۱۰۳۰۰ طرحنا منہ لو ۲ یبقی ۲،۰۰۰۰۰۰۰ وھو لو ۱۰۰ تماما من دون زیادۃ

ولا نقص وبوجہ اٰخر فی استعلام ض حیث ان مربع نصف الشئ ربع مربع الشئ فبالعروس عم^۲ + ض^۲/۴ = ض^۲ ∴ عم^۲ =

۳ض^۲/۴ ∴ عم = √(۳ض^۲/۴) وکان عم ض = ۲۰۰ ∴ ض √(۳ض^۲/۴) = ۲۰۰ بل √(۳ض^۴/۴) = ۲۰۰ ∴ ۳ض^۴/۴ = ۴۰۰۰۰ ∴ ۳ض^۴ = ۱۶۰۰۰۰ ∴

ض^۴ = ۱۶۰۰۰۰/۳ ∴ لو المقسوم ۵،۲۰۴۱۲۰۰ - لو المقسوم علیہ ۴۷۷۱۲۱۳، = ۴،۷۲۶۹۹۸۷ ربعہ ۱،۱۸۱۷۴۹۷ ،

مثل الحساب الاول سواء **اقول** وبہ ظہر ما فی مؤامرۃ المساحۃ المذکورۃ اذ حاصلہا ان ۱۳ ض^۲/۳ = م ای ۱۳ ض^۲/۱۵

= ۲ م وقد علمت ان ض √(۳ض^۲/۴) = ۲ م فہما متساویان فسمناھما علی ض ∴ ۱۳ ض/۱۵ = √(۳ض^۲/۴) ∴ ۱۶۹ ض^۲/۲۲۵ = ۳ ض^۲/۴ ∴

۶۷۶ ض^۲ = ۶۷۵ ض^۲ وھو محال ای ان ۲۳۱ = ۲۳۲ . نعم لا بأس بہ فی التخمین ویختص بھذا القسم المثلث

وما ذکرنا عامۃ **ثم اقول** ھذا الذی ذکر فی مساحۃ المثلث انما یبتنی علی القول المعتمد من اعتبار المساحۃ

وحدھا اما علی القول الاٰخر من اعتبار الامتدادین فلا بد ان یکون کل ضلع اکثر من احد عشر ذراعا

ونصف ذراع بکسر قریب جزء من احد عشرین جزء من ذراع وذلک لانہ یجب وقوع مربع عشر فی المثلث

کما علمتہ فی الدائرۃ فلیکن ء ح المربع رسمنا علی ء ہ منہ مثلا مثلث ء ب ہ متساوی الاضلاع واخرجنا

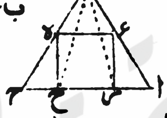

ب ء ح ر حتی التقیا علی ا واٰخرجنا ب ہ ر ح حتی التقیا علی ح فمثلث ا ب ح ھو المطلوب

اما الالتقاء فلانا اذا وصلنا ب ح کانت زاویۃ ب ح ر جزء قائمۃ ہ ح ر وزاویۃ

ا ب ح جزء ا ب ہ ثلثی القائمۃ فقد خرجا من اقل من قائمتین واما ان ا ب ح المثلث المطلوب فلان

زاویتی ہ ء ا ء ہ ح متساویتان بالمامونی فباسقاط قائمتی ہ ء ر ، ء ہ ح تبقی ر ء ا ح ہ ح متساویتین

وفی ھذین المثلثین زاویتا ر و ح قائمتان وضلعا ر ہ ہ ح متساویان فزاویتا ا و ح متساویتان (۶ من اولی الاصول) وحیث ان ب ثلث قائمۃ والمجموع کقائمتین (۳۲ منھا) فالکل متساویۃ وتوجد خصر حیث ان ب ہ ء ثلثا قائمۃ و ء ہ ح تمامھا الی قائمتین (۱۳ منھا) فباسقاط القائمۃ منھا تبقی ح ہ ح ثلث قائمۃ فباسقاطھا مع ح القائمۃ من مثلث ہ ح ح تبقی ح ثلثی قائمۃ وکذلک ا فالزوایا الثلاث متساویۃ فکذا الاضلاع الثلاث والا لاختلفت الزوایا (۱۸ منھا) فمثلث ا ب ح المکرر بزوایا المربع الاربع متساوی الاضلاع وذلک ما اردناہ فاذن فی مثلث ہ ح ح القائم الزاویۃ ہ ح : ع :: ہ ح : جیب السدس و ہ ح ۱۰ بالفرض ۰۰۰۰۰۰۰، ۱- ۶۰۳۰۶-۱، ۹۳۷۵ ء آ = ۶۲۲۶۹۴ ،۱ و ھو لوغارثم ۵۴۷ء۱۱ ھذا مقدار ہ ح وقد کان ب ہ ۱۰۶ ب ح ۵۴۷ ء ۲۱ وذلک ما اردناہ واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ابدا اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین

مسئلہ ۴۵

۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو نہر سے افضل ہے یا حوض سے بینوا توجروا

الجواب

وضو نہر سے افضل ہے مگر کسی مصلحت خاصہ کے باعث۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کسی معتزلی کے ساتھ اوسے غیظ پہنچانے کو حوض سے وضو افضل ہے کہ معتزلہ اسے ناجائز جانتے ہیں فتح القدیر میں ہے فی فوائد الرستغفنی التوضی بماء الحوض افضل من النھر لان المعتزلۃ لایجیزونہ من الحیاض فیرغمھم بالوضوء منھا اھ وھذا انما یفید الافضلیۃ لھذا العارض ففی مکان لایتحقق النھر افضل اھ اقول اس مصلحت سے اہم دفع تہمت ہے کہ معاذ اللہ لوگوں کو اس پر اتباع معتزلہ کا گمان ہو اوسکے دفع کیلئے ایسا کرے اسکی نظیر مسح موزہ ہے کہ رافضی خارجی ناجائز جانتے ہیں اگر کسیکو اسپر گمان خروج ہو تو اوسکے دفع کو مسح موزہ افضل ورنہ فی نفسہ پاؤں دھونا افضل درمختار میں ہے الغسل افضل الا لتھمۃ فھو افضل ردالمحتار میں ہے ای ان الرافض والخوارج لایرونہ وانما یرون المسح علی الرجل فاذا مسح الخف انتفت التھمۃ بخلاف ما اذا غسل فان الروافض قد یغسلونھا تقیۃ فیشتبہ الحال فی الغسل فیتھم افادہ ح اقول رافضی تقیہ سے تثبت کر لیتے ہیں بعینہٖ وہابی مجالس میلاد مبارک میں جائیں قیام کریں گیارھویں شریف کی نیاز میں حاضر ہوں پلاؤ کھانے کو موجود اور دل میں شرک و حرام۔ لہذا ہمنے نفی تہمت خروج سے تصویر کی فالمشی ما ذکرہ المشارح نقلہ القہستانی عن الکرمانی ثم قال لکن فی المضمرات وغیرہ ان الغسل افضل وھو الصحیح کما فی الزاھدی اھ وفی البحر عن التوشیح ھذا مذھبنا وقال الرستغفنی المسح افضل اھ اقول ھذا استنبط انما نقل عن الکرمانی التخییر بین الغسل والمسح ونقل اولویۃ المسح عن الذخیرۃ ثم ھو لایمس ما ذکر الشارح فان کلامہ عند وجود التھمۃ والذی فی الذخیرۃ وغیرھا اولویۃ المسح حکما مطلقا وعلیہ ذکر التصحیح المذکور

واللہ تعالٰی اعلم **ثم اقول** اوس سے بھی اہم دفع وسوسہ ہی اگر کوئی شخص وسوسہ مین مبتلا ہو حوض سے وضو کرتے کراہت رکھتا ہو اوسے حوض ہی سے وضو افضل ہے کہ قطع وسوسہ ہو وَرغم الشیطان اہم من رغم المعتزلی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۶ ۱۰ شوال ۱۳۱۲ھ ہجریہ قدسیہ

اس مسئلہ مین علمائے دین کیا فرماتے ہین کہ ایک اہل اسلام اور ایک ہنود کو حاجت غسل جنابت ہی ان دونون کا آب غسل پاک ہی یا کچھ فرق ہی۔ ایک اہل اسلام نے اپنی بی بی سے صحبت کی اور غسل کیا وہ پانی غسل کا پاک ہی یا نہین اور ہنود نے بھی ایسا ہی کیا ہی اسکے غسل کا پانی جو مستعمل ہو کر گرا ہی پاک ہی یا ناپاک اور ان دونون کے پانی مین فرق ہے یا نہین بینوا توجروا

الجواب

اگر شرعی طور پر نہائے کہ سر سے پاؤن تک تمام بدن ظاہر پر پانی بہ جائے اور حلق کی جڑ تک سارا مونھ اور ناک کے نرم بانسے تک ساری ناک دُھل جائے تو کافر کی جنابت اوتر جائیگی ورنہ نہین فی التنویر والدر والشامی یجب علٰی من اسلم جنبا او حائضا والّا بان اسلم طاہرا ای من الجنابۃ والحیض والنفاس ای بان کان اغتسل فمندوب انتہی ملخصا و اکثر جسم پر پانی بہجانا اگرچہ کفار کے نہانے مین ہوتا ہو اور بے تمیزی سے مونھ بھر کر پانی پینے مین سارا مونھ بھی حلق تک دُھل جاتا ہو مگر ناک مین پانی بے چڑھائے ہرگز نہین جاتا اور وہ خود ایسا کیون کرتے کہ پانی سونگھکر چڑھائین لہذا اس چھپ چھپ کر لینے سے جو کفار کر لیا کرتے ہین اونکا غسل نہین اوترتا ع ہر چہ شوئی پلید تر باشد۔ فی الحلیۃ عن السیر الکبیر للامام محمد ینبغی للکافر اذا اسلم ان یغتسل غسل الجنابۃ ولا یدرون کیفیۃ الغسل اھ وفیہا عن الذخیرۃ الا تری ان فرضیۃ المضمضۃ والاستنشاق خفیت علٰی کثیر من العلماء فکیف علی الکفار نمازی محتاط مسلمان کے غسل کا پانی پاک ہی اگرچہ دوبارہ اوس سے غسل یا وضو نہین ہو سکتا مگر وہ خود پاک ہی کپڑے وغیرہ کو لگ جائے تو نماز جائز ہی اور دھونے کی حاجت نہین اور جسکے بدن پر نجاست لگی ہونا تحقیق ہو اوسکے بدن کا پانی نجس ہی اور تحقیق نہو تو بے نمازی بے احتیاط کے آب غسل مین شبہہ ہی اوس سے بچنا اولٰی ہی نہ کہ کافر کہ اونکے تو پاجامون رانون مین چھینٹکیون پیشاب ہوتا ہی اونکا آب غسل مکروہ ہی پھر بھی ناپاکی کا حکم نہ دینگے جب تک تحقیق نہ ہو کما حققناہ فی الاحلی من السکر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۷ مسئولہ شیخ شوکت علی صاحب ۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۲ھ ہجریہ قدسیہ

کیا فرماتے ہین علمائے ملت اہلسنت وجماعت اس مسئلہ مین کہ جھوٹا ہندو یا نصرانی وغیرہ کا پاک ہی یا ناپاک اوس کے کھانے کا کیا حکم ہی اگر کوئی کافر سہوًا یا قصدًا حقہ یا پانی پی لے تو اوسکا کیا حکم ہی بینوا توجروا

الجواب

https://www.facebook.com/darahlesunnat

حکم اللہ ورسول کے لیے ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نصرانی کے کھانے سے ممانعت فرمائی سُنن ابی داود وجامع ترمذی ومصنف ابو بکر بن ابی شیبہ ومسند امام احمد میں ہلب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے واللفظ لابی بکر قال رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہی عن طعام النصارٰی فقال لا یتخلجن فی صدرک طعام ضارعت فیہ نصرانیۃ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ طعام نصرانی سے نہی فرمائی اور ارشاد کیا تمہارے سینے میں وہ کھانا جنبش نہ کرے جس میں نصرانیت کا میل ہو **اقول** بھذا اللفظ اوردہ الامام الجلیل السیوطی فی الجامع الکبیر وقال حسن اھ وھو صریح فی رد مازعم الھروی فی تاویل الحدیث انہ نظیف کما نقلہ عنہ فی مجمع البحار ثم ردہ بقولہ وسیاق الحدیث لا یناسبہ اھ **اقول** وایضا یبعد ما نقلہ عن الطیبی من تفسیرہ بقولہ شابھت النصرانیۃ والرھبانیۃ فی تشدیدھم وتضییقھم وکیف وانت علی الحنفیۃ السمحۃ اھ کیف وھذا لا یلائم النھی **اقول** وکذا یبعد ما فھم منہ ابو داود اذ اوردہ فی باب کراھیۃ التقذر للطعام وانما اتی لہ ذلک لان لفظ روایتہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسألہ رجل فقال ان من الطعام طعاما اتحرج منہ فقال لا یتخلجن فی صدرک شیئ ضارعت فیہ النصرانیۃ اھ فھذا لفظ محتمل والذی ذکرنا نص صریح فتثبت وباللّٰہ التوفیق ورحم اللّٰہ الامام ابا حاتم الرازی حیث یقول لو لم نکتبہ من ستین وجھا ما عقلناہ۔ ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں قلت یا رسول اللّٰہ انا نغزو ارض العدو فنحتاج الی اٰنیتھم فقال استغنوا عنہا ما استطعتم فان لم تجدوا غیرھا فاغسلوھا وکلوا منہا واشربوا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم دشمن کے ملک میں جہاد کو جاتے ہیں اونکے برتنوں کی حاجت پڑتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک بن پڑے اون برتنوں سے دور رہو اور اگر اور برتن نہ ملے تو اونھیں دھو کر پاک کر لو اوسکے بعد اونمیں کھاؤ پیو اوردہ الامام فی الجامع عزاہ لابن ابی شیبۃ **اقول** قد رواہ احمد والبخاری ومسلم وابو داود والترمذی وآخرون وفی لفظ للترمذی قال انقوھا غسلا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے انما المشرکون نجس کافر نرے ناپاک ہیں یہ ناپاکی اونکی باطن کی ہے پھر اگر شراب وغیرہ نجاستوں کا اثر اونکے مونھ میں باقی ہو تو ناپاکی ظاہری بھی موجود ہے اور اسوقت انکا جھوٹا ایسا ہی ناپاک ہے جیسے کتے کا بلکہ اوس سے بھی بدتر لحدیث مالک فی الکلب اور حقے وغیرہ جس چیز کو اونکا لعاب لگ جائیگا ضرور ناپاک ہو جائیگی تنویر الابصار میں ہے سؤر شارب خمر فور شربھا ھو نجس فور اکل فارۃ نجس ہنود ونصارٰی وغیرہم اکثر شراب خوار ہوتے ہیں اور مونچھیں بڑھانا اونکا شعار اور شراب خوار کی مونچھیں بڑی بڑی ہوں کہ شراب مونچھ کو لگ گئی تو جبتک مونچھ دھل نجائیگی پانی وغیرہ جس چیز کو لگیگی ناپاک کر دیگی درمختار میں ہے لو شاربہ طویلا لا یستوعبہ اللسان فنجس ولو بعد زمان اور اگر ظاہری نجاستوں سے بالکل جدا ہو جسکی امید کافر میں بہت کم ہے تو اوسکے جھوٹے کو اگرچہ کتے کے جھوٹے کی طرح صریح ناپاک نہ کہا جائے فی التنویر والدر سؤر اٰدمی مطلقا ولو جنبا

وکافر طاہر الفم طاہر مختصراً **اقول** مگر ہر چیز کہ ناپاک نہ ہو طیب بے دغدغہ ہونا ضرور نہیں رینٹھ بھی تو ناپاک نہیں پھر کون عاقل اوسے اپنے لب و زبان سے لگانا گوارا کریگا کافر کے جھوٹے سے بھی بحمد اللہ تعالی مسلمانوں کو ایسی ہی نفرت ہے اور یہ نفرت اونکے ایمان سے ناشی ہے وفی رفعہ عن قلوبہم اسقاط شناعۃ الکفرۃ عن اعینہم او تخفیفہا وذلک غش بالمسلمین وقد صرح العلماء کما فی العقود الدریۃ وغیرہا ان المفتی[۱] انما یفتی بما یقع عندہ من المصلحۃ ومصلحۃ المسلمین فی ابقاء النفرۃ عن الکفرۃ لا فی القائہا لہذا جو شخص دال السنہ اوسکا جھوٹا کھائے پیے مسلمان اوس سے بھی نفرت کرتے ہیں وہ مطعون ہوتا ہے اوس پر محبت کفار کا گمان جاتا ہے اور حدیث[۲۲] میں ہے من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یقفن مواقف التہم جو اللہ تعالی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو تہمت کی جگہ کھڑا نہ ہو متعدد حدیثوں[۱] میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاک وما یسوء الاذن اوس بات سے بچ جو کان کو بری لگے رواہ الامام احمد عن ابی العادیۃ والطبرانی فی الکبیر وابن سعد فی الطبقات والعسکری فی الامثال وابن مندۃ فی المعرفۃ والخطیب فی المؤتلف کلہم عن ام العادیۃ عمۃ العاص بن عمرو الطفاوی وعبد اللہ بن احمد الامام فی زوائد المسند وابو نعیم وابن مندۃ کلاہما فی المعرفۃ عن العاص المذکور مرسلا وابو نعیم فیہما عن حبیب بن الحارث رضی اللہ تعالی عنہم نیز بہت حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاک وکل امر یعتذر منہ ہر اوس بات سے بچ جسمیں عذر کرنا پڑے رواہ الضیاء فی المختارۃ والدیلمی کلاہما بسند حسن عن انس والطبرانی فی الاوسط عن جابر وابن منیع ومن طریقہ العسکری فی امثالہ القضاعی فی مسندہ معا والبغوی ومن طریقہ الطبرانی فی اوسطہ والمخلص فی السادس من فوائدہ وابو محمد الابراہیمی فی کتاب الصلاۃ وابن النجار فی تاریخہ کلہم عن ابن عمر والحاکم فی صحیحہ والبیہقی فی الزہد والعسکری فی الامثال وابو نعیم فی المعرفۃ عن سعد بن ابی وقاص واحمد ابن ماجۃ ابن عساکر عن ابی ایوب الانصاری کلہم رافعیہ الی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم والبخاری فی تاریخہ والطبرانی فی الکبیر وابن مندۃ عن سعد بن عمارۃ من قولہ رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم بشروا ولا تنفروا بشارت دو اور وہ کام نہ کرو جس سے لوگوں کو نفرت پیدا ہو رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالی عنہ پھر اوس[۱۰۲۳] میں بلا وجہ شرعی فتح باب غیبت ہے اور غیبت حرام فما ادی الیہ فلا اقل ان یکون مکروہا تو دلائل شرعیہ و احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ کافر کے جھوٹے سے احتراز ضرور ہے اور اس[۱۰۲۴] باب میں یہاں نصاری کا حکم بہ نسبت ہنود کے بھی سخت تر ہے کہ وجوہ کثیرہ مذکورہ میں دونوں شریک اور نصاری میں یہ امر زائد کہ یہاں اونکی سلطنت ہونیکے باعث مذہبی نفرت کی کمی میں تمیل دین یا کم از کم ضعف ایمان کا وہ اندیشہ بہ نسبت ہنود کہیں زیادہ ہے فمن الجہل التمسک

https://www.facebook.com/darahlesunnat

صنا بماتی العہد الاول انکا نوا اذ ذاک مقمو رین تحت ایدینا فکان فی تقریبھم منا تقریبھم الی الاسلام والاٰن قد انعکس الامر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وقد کانت نساء فی زمن الحدیث یحضرن لیلا ونہارا الجماعات ونھی عنہ الائمۃ الاثبات مع قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ وکم من حکم یختلف باختلاف الزمان بل والمکان کما تشھد بہ فروع جمۃ فی کتب الائمۃ ھذا ما عندی وبہ افتیتم ارادہ اللہ تعالٰی علیہ معتمدی والیہ مستندی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸: از کانپور محلہ پٹکاپور ہی خانہ مسجد رنگیان مرسلہ مولوی عبدالرحمن جشانی طالب علم مدرسہ فیض عام ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۴ھ

ماجوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی حقے کا پانی پاک ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

قطعاً پاک ہے پانی پاک تنباکو پاک اوسکا دھواں پاک پاک چیز سے پاک پانی کا رنگ مزہ بو بدل جانا اوسے ناپاک نہیں کر سکتا یہانتک کہ مذہب صحیح میں نہ صرف طاہر بلکہ مطہر و قابل وضو رہتا ہے یعنی کہ اگر اوس سے وضو کرے وضو ہو جائیگا اگرچہ بوجہ بو مکروہ ہے یہانتک کہ جبتک اوسکی بو باقی ہو مسجد میں جانا حرام جماعت میں شامل ہونا منع ہوگا پھر بھی اگر سفر میں ہو اور وضو کو پانی کم تھا کہ مثلا ایک یا دونوں پاؤں دھونے سے رہ گئے اور حقے میں پانی ہے جس سے وہ کمی پوری ہو سکتی ہے تو اس صورت میں تیمم جائز نہ ہوگا نماز باطل ہوگی بلکہ اوسی پانی سے وضو کی تکمیل لازم ہوگی لانہ یجد ماء وانما یقول اللہ تعالٰی فلم تجدوا ماء درمختار میں ہے یجوز بماء خالطہ طاھر جامد کفاکھۃ وورق شجر ان غیر کل اوصافہ فی الاصح ان بقیت رقتہ واسمہ اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹: ۹ جمادی الاخرہ ۱۳۲۴ھ

(بسم اللہ الرحمن الرحیم)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں سوال اول حوض نیچے دہ در دہ اور اوپر کم ہے بھرے ہوئے میں نجاست پڑی تو سب ناپاک ہو گیا یا صرف اوپر کا حصہ جہاں تک سوہاتھ سے کم ہے بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بعض کے نزدیک اصلا ناپاک نہ ہوگا کہ مجموع آب کثیر ہے اقول ۱۰۲۶ ویشبہ ان یکون مبنیا علی اعتبار العمق وقد صححہ بعضھم والمعتمد المعول علیہ لا ففی خلاصہ میں ہے الحوض الکبیر اذا انجمد ماؤہ فنقب انسان نقبا وتوضأ منہ ان کان الماء منفصلا عن الجمد یجوز وان کان متصلا بالجمد اختلف المشائخ فیہ بعضھم اعتبروا جملۃ الماء حتی لا یتنجس وبعضھم اعتبروا موضع النقب ان کان کبیرا یجوز والا فلا بعض کے نزدیک کل ناپاک ہو جائیگا اقول ۱۰۲۷ وکانہ لانہ ماء واحد والعبرۃ بوجہ الماء وھو قلیل لا بالعمق وان کثر خلاصہ میں ہے ان کان اعلاہ اقل من عشر فی عشر واسفلہ عشر فی عشر فوقعت قطرۃ خمر ثم انتقص الماء وصار عشرا فی عشر اختلف المشائخ فیہ بدائع میں اول کو اوسع اور

ثانی کو ملحوظ فرمایا اور منیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسی دوم پر فتوٰی ہے جہاں حیث قال الحوض اذا انجمد ماؤه فنقب فی موضع منه فوقعت فیه نجاسة قال نصیر وابوبکر الاسکاف یتنجس وقال عبد الله بن المبارك وابو حفص الکبیر البخاری لایتنجس اذا کان الماء تحت الجمد عشرا فی عشر وان کان متصلا بالجمد والفتوی علی قول نصیر وابی بکر وان کان منفصلا عن الجمد یجوز بلا خلاف کالحوض المسقف اھ واعترضه شارحه المحقق ابن امیر الحاج بانه یفید ان الحوض عند نصیر وابی بکر یتنجس سواء کان الماء ملتزقا بالجمد او متسفلا عنه ثم ینافیه قوله وان کان منفصلا یجوز بلا خلاف فان قلت لم لایحمل ماعن نصیر وابی بکر علی ما اذا کان متصلا بالجمد وقد اندفع التناقض عن المصنف قلت لانه ینافیه قوله فان کان متصلا بالجمد فالفتوی علی قول نصیر فانه یفید ان موضع المسألة اعم وان نصیرا وابا بکر یقولان ینجس مطلقا وابن المبارك وابا حفص یقولان لاینجس مطلقا فتأمله اھ اقول رحمه الله المحقق لاشك ان اول الکلام فی المتصل یوضحه ما فی البدائع ان کان جامدا ونقب فی موضع منه فان کان الماء غیر متصل بالجمد یجوز بلا خلاف وان متصلا والثقب صغیر اختلف المشائخ قال نصیر بن یحیی وابوبکر الاسکاف لاخیر فیه وسئل ابن المبارك فقال لاباس به وقال لیس الماء یضطرب تحته وهو قول الشیخ ابی حفص الکبیر وهذا اوسع والاول احوط اھ وقد نقله المحقق فی الحلیة ههنا اقول ولولا هذا لم یکن له محمل الا ذلك لان الذهن لایسبق منه الا الیه اذ هو الغالب ویندر ان ینجمد الماء علی حیطان سفله منفصلا عنه الا اذا انقب واستفرغ منه شیئ صالح وما رد به علیه من المنافاة فاقول غیر متوجه الیه فان قوله وان کان متصلا بالجمد لیس شرطا جزاؤه فالفتوی حتی یفید ان کلام نصیر وابی بکر فیما هو اعم من الاتصال بل هو من تتمة قول ابن المبارك ای وان صلیة والفاء فی فالفتوی فصیحة والمعنی انه ان انفصل عن الجمد جاز بلا خلاف وان اتصل فکذا عند عبد الله وابی حفص وقال نصیر وابوبکر لا وعلیه الفتوی علی انه فی عامة نسخ المنیة وعلیه الفتوی بالواو دون الفاء وقوله فان کان متصلا لیس بالفاء فی نفس المتن المنقول فی الحلیة فانقطع منشأ التوهم رأسا ثم رأیت الغنیة فسره علی ما هو الحق وافاد فائدة اخری ستعرفها اور صحیح یہ ہے کہ صرف وہی بالائی حصہ ناپاک ہوگا جو دہ در دہ سے کم رہ گیا یہاں تک کہ اگر اوپر کا پانی نکال دیا گیا اور اب یہاں تک رہ گیا جہاں سے دہ در دہ ہے تو یہ پانی پاک ہی ہے اسلئے کہ اگرچہ وہ آب نجس سے متصل تھا مگر آب کثیر اتصال نجس سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ نجاست سے اس کا رنگ یا بو یا مزہ بدل نہ جائے ہندیہ میں ہے ان کان اعلی الحوض اقل من عشر فی عشر واسفله عشر فی عشر او اکثر فوقعت نجاسة فی اعلی الحوض وحکم بنجاسة الاعلی ثم انتقص الماء وانتهی الی موضع هو عشر فی عشر فالاصح انه یجوز الوضوء به والاغتسال فیه کذا فی المحیط بحر الرائق میں ہے وذکر السراج الهندی ان الاشبه الجواز علیه ہے نص فی الذخیرة انه الاشبه فتوی کہ منیہ میں مذکور ہوا اور اس کی پیروی ہے کہ حصہ بالائی کی نجاست پر فتوی ہے نہ کہ کل کی غنیہ میں ہے الحوض اذا انجمد ماؤه فنقب فی موضع (ای و الماء تحت الجمد متصل به) فوقعت فیه نجاسة قال

ف۲۸: تطفل علی العلامۃ ابن امیر الحاج۔
ف۲۹: تطفل علیہ۔
ف۳۰: تطفل علی ...
ف۳۱: تطفل علیہم۔

نصیر وابوبکر تنجس الماء) لکونه متصلا بالجمد فلا یخلص بعضه الی بعض فیکون وقوع النجاسة فی ماء قلیل فیفسدہ (وقال ابن
المبارک وابوحفص لا وان کان) ای ولو کان الماء متصلا بالجمد لکونه عشرا فی عشر (والفتوی علی قول نصیر) لما قلنا (واما اذا کان
الماء تحت الجمد (منفصلا) عنه (فیجوز) ولا ینفسد الماء لان الفرض انه عشر فی عشر ولم تنفصل بقعة منه عن سائرہ کما فی الصورة
الاولی اسی طرح منیہ میں ہے جو اسکے متصل تھا اور ثقب الجمد فعلا الماء فولغ الکلب یتنجس عند عامة العلماء۔ دونوں شارح محقق نے اسے او سیقدر
پانی کی نجاست پر حمل فرمایا غنیہ میں ہے (تنجس عند عامة العلماء) ولم یعتبر الماء الذی تحت الجمد وکان ما فی الثقب کغیرہ من الماء القلیل
خلافا لما قال البعض ان ما فی الثقب یعتبر متصلا بما تحته وھو کثیر فلا یتنجس حلیہ میں ہے یتنجس عند عامة العلماء) ذلک الماء الذی
فی الثقب لا الحوض لان المسألة مفروضة فی الحوض الکبیر یہاں سے بھی ظاہر ہوا کہ یہی مذہب جمہور علماء ہے وھنا بحث غریب للخانیة ثم الخلاصة و
اللفظ لھا قال اختلف المشایخ فیه وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان کان الماء الذی یتنجس فی اعلی الحوض اکثر من الماء الذی
فی اسفله ووقع الماء النجس فی اسفل الحوض علی التدریج کان طاھرا علی ما یاتی فی مسألة الجمد وقال بعضھم لا یطھر
کالماء القلیل اذا وقعت فیه نجاسة ثم انبسط علی ما مراہ والمراد بما یاتی فی الجمد قوله رحمه الله تعالی لو تنجس موضع
النقب ثم ذاب الجمد بتدریج الماء نجس وقال الشیخ الامام شمس الائمة الحلوانی رحمه الله تعالی الماء طاھر سواء ذاب بتدریج
او دفعة واحدة اھ **اقول** وجه الاول وعلیه المعول انه کلما ذاب شیئ منه اتصل بالنجس وھو قلیل فیتنجس حتی یاتی النجاسة
علی الکل بخلاف ما اذا ذاب دفعة لانه کثیر فلا یتنجس بمجاورة النجس ووجه قول شمس الائمة انه کثیر وفیه ان النجس لا یطھر بالکثرة
اقول لکن فی قیاس مسألتنا علی مسألة الجمد نظر فان الطاھر ھھنا ماء کثیر فلا یضرہ مجاورة نجس سواء کان نزل دفعة او
تدریجا وکان المجاور اکثر منه او اقل علی خلاف ما یفیدہ تقییدہ بکثرة المتنجس ای قدر الامکان من قصر حکم الطھارة علی ما
لو کان اقل مما تحته قدرا فلا یتنجس ما تحته سواء وقع فیه دفعة او تدریجا بخلاف الکثرة وانت تعلم ان الماء الکثیر انما یتنجس بتغیر
ومنقلبه بالنجاسة بلا فرق بین قدر وقدر علی القول الصحیح المعتمد المفتی به کما عرف فی مسألة جیفة فی النھر نعم مشی الشیخ علی مختارہ ثمہ
حیث قال ان کان ما یلاقی الجیفة اکثر او کانا سواء فالماء نجس اھ والیه یشیر قوله الماء النجس اذا دخل الحوض الکبیر لا یتنجس الحوض وان کان الماء
النجس علی ماء الحوض غالبا لانه کلما اتصل الماء بالحوض صار ماء الحوض علیه غالبا اھ فقد اشار الی التدریج ولفظ الفتح فی تعلیله لان کل ما یتصل
بالحوض الکبیر یصیر منه فیحکم بطھارته اھ وفی البزازیة الماء الکثیر النجس دخل فی الحوض الکبیر لا ینجسه لانه حکم بالطھارة زمان
الاتصال اھ ھذا وجه **وثانیا** لا اثر لوقوع ماء نجس فی ماء طاھر الا اللقاء وھو حاصل فیما نحن فیه من بدء الامر ففیم التفصیل
بخلاف مسألة الجمد فانه لانجمادہ لا لقاء مع النجس الا السطح منه فالباقی اذا ذاب تدریجا حصل اللقاء
للقلیل فتنجس بالکثرة للمتنجس فلم یطھر واذا ذاب دفعة حصل اللقاء للکثیر فلم یتنجس **وثالثا**

ای ان کثر بعضه مما کثر للتنجس والنجس لا یطھر بالکثرة ۱۲ منه غفرله

ف: تطفل ۱۰۲۵ علی الخانیة والخلاصة
ف: تطفل ۱۰۲۶ علیھما
ف: تطفل ۱۰۲۷ علیھما
ف: تطفل ۱۰۲۸ علی الحلیة
ف۵: تطفل ۱۰۲۹ علیھما ۲
ف۶: تطفل ۱۰۳۰ علیھما ۳
ف۷: تطفل ۱۰۳۱ علیھما ۴

https://www.facebook.com/darahlesunnat

المعهود ههنا ان الماء العالی يرفع ويبقى السافل لان العالی يقع فی السافل دفعة لوندر ⟨1041⟩ **ورابعا** اذا كان الماء مستلاصقين ولم يكن هذا وقوع العالی فی السافل لم يتصور الزيادة عليه الا بوقوع العالی فی محل السافل ولا يكون الا بعد خروج السافل لاستحالة التداخل فلا يقع العالی فی السافل ابدا الا فعنوا لاندر ⟨1042⟩ **وخامسا** لو فرض فلا يكون الاول لخروج هذا ودخول ذاك الا والكل حركة فلا يمكن الا ندرة نجا كان يكون فی السافل منفذ نفتح فيجعل السافل يخرج والعالی ينزل او لا تتصور ان يخرج السافل دفعة فيسقط العالی مرة واحدة وبالجملة لم يصل فهمی القاصر لمراده والله تعالی اعلم بمراد اخوان عباده لا جرم ان قال فی الدر لو وقع فيه نجس لم يجز حتی يبلغ العشر فقال ش فاذا بلغها جاز وان كان اعلاه اكثر مقدارا وفی البحر عن السراج الهندی انه لا اشتباه رحمه الله تعالی العلامة الشلبی حيث نقل فی حاشية الزيلعی كلام الخانية الی ذكر القولين ولم يرجح لذكرهما اصلا (والله تعالی اعلم)

سوال دوم ⟨50⟩

اسی صورت مین حوض کے بالائی حصے کے منتہے پر ایک نالی ہو جب یہ اوپر کا پانی ناپاک ہوا نالی کھولکر نکالدیا گیا مگر نیچے کا پانی جہان سے دہ دردہ ہے رہگیا پھر پاک پانی سے بھر دیا گیا تو اب یہ سب حوض پاک ہوگیا یا نہیں اگر نہیں تو کیا کیا جائے کہ پاک ہو بینوا توجروا

الجواب

اگر ناپاک پانی نکالدینے کے بعد اتنا انتظار کیا کہ حوض کی بالائی سطوح جو اوس ناپاک پانی سے تھیں خشک ہو کر پاک ہو گئیں اوسکے بعد پاک پانی بھرا گیا اور اوپر آجانیوالی نجاست باقی نہیں تو سارا حوض پاک ہے ورنہ بالائی حصہ پھر ناپاک ہوگیا ردالمحتار میں ہے لو كانت النجاسة مرئية باقية فيه او امتلأ قبل جفاف اعلى الحوض تنجس چارہ کار یہ ہے کہ نجاست مذکورہ نکالکر پانی ڈالتے جائیں یہانتک کہ کناروں سے چھلک کر کچھ دور بہ جائے حوض کے کنارے بھی پاک ہوگئے اور یہ سب پانی بھی۔ درمختار میں ہے المختار طهارة المتنجس بمجرد جريانه غنیہ میں ہے يطهر الحوض بمجرد ما يدخل الماء من الانبوب ويفيض من الحوض هو المختار لصيرورته جاريا فتاوی امام ظہیر الدین میں ہے الصحيح انه يطهر وان لم يخرج مثل ما فيه وان رفع انسان من ذلك الماء الذی خرج وتوضأ به جاز اھ ذكره ش واقوال اخر وروايات مضطربة سيأتی الكلام عليها والله تعالی اعلم

سوال سوم ⟨51⟩

اسصورت مین اگر پانی صرف حصہ زیرین دہ دردہ میں تھا اور اوسوقت اسمین نجاست پڑی کہ ناپاک نہوا پھر نجاست نکال کر پانی نکالے بھر دیا تو اب اوپر کا حصہ پاک رہا یا ناپاک ہوگیا۔ بینوا توجروا

الجواب

کتب حاضرہ سے اسصورت پر کلام اسوقت ذہن میں نہیں ⟨1043⟩ **وانا اقول** وباللہ التوفیق نجاست چار قسم ہے مرئیہ نظر آئے

اور غیر مرئیہ کہ پانی میں ملکر امتیاز نہ رہے جیسے پیشاب اور ہر ایک دو قسم ہے طافیہ کہ اوپر تیرتی ہو اور راسبہ کہ تہ نشین ہوجائے اگر نجاست راسبہ تھی کہ پانی بھرنے سے اوپر نہ آئیگی جب تو سارا حوض پاک ہے مرئیہ ہو خواہ غیر مرئیہ نیچے کا حصّہ یوں کہ وہ دہ دردہ ہے اثر نجاست قبول نہ کریگا اگرچہ نجاست اوسمیں موجود ہے اور اوپر کا حصّہ یوں کہ نجاست اوسمیں نہیں اور جس سے متصل ہے وہ پاک ہے اور اگر نجاست طافیہ مرئیہ تھی اور اوسے پہلے نکال دیا جب بھی ظاہر ہے کہ ناپاکی کی کوئی وجہ نہیں اور اگر بے نکالے پانی بھردیا کہ پانی ڈالے سے اوپر آگئی تو بالائی حصہ ناپاک ہوگیا کہ نجاست اوس سے متصل ہوئی اور وہ آب قلیل ہے رہی طافیہ غیر مرئیہ اسمیں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ حوض کے حصۂ زیرین میں کوئی کنج ایسا نہ ہو جو اوس نجاست کو اوپر جانے سے روکے مثلاً یہ شکل ح 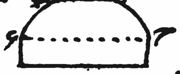 ء

دونوں حصوں میں خط ح ء فصل مشترک ہے ظاہر ہے کہ جو اوترانے والی چیز خط ح ء میں کہیں ہے وہ پانی بھرنے سے خط اب پر آجائیگی دوسرے یہ کہ ایسے کنج ہوں مثلاً یہ شکل ح 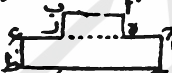 ء یا یہ ح 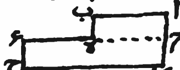 ء اول میں خط ہ ر دوم میں خط ح ہ پر جو ایسی چیز ہو وہ پانی بھرے سے خط اب تک ضرور پہنچیگی لیکن دوم میں خط ء ہ یا یکم میں دو خط ح ہ خط ر ء کے نیچے جو کچھ ہے وہ اب تک نہیں جاسکتا پہلی صورت میں بالائی حصہ اب ح ء ناپاک ہو جائیگا اور دوسری صورت میں سارا حوض پاک رہیگا و لہذا ہمنے طافیہ مرئیہ میں پانی ڈالے سے اوپر آجانے کی قید لگائی کہ اگر کسی کنج میں اولجھ رہی تو اب بھی کوئی حصّہ ناپاک نہوگا والوجہ فیہ ان غیر المرئیۃ لا تنعدم بل تکتتم وحیث ھی طافیۃ لا بدّ لھا من العلو ولذا منع العراقیون من مشایخنا التوضی من موقع غیر المرئیۃ فی الحوض الکبیر لانہا الکدر فلا تنتقل وجوز ائمۃ بلخ وبخاری وماوراء النھر التوضی منہ من این یشاء وھو الصحیح عللوہ بانتقال المائع قال ملک العلماء فی البدائع وان کانت غیر مرئیۃ قال مشایخ العراق لا یتوضؤ من ذلک الجانب لما ذکرنا فی المرئیۃ (وھو قولہ لا نا تیقنا بالنجاسۃ فی ذلک الجانب) بخلاف الماء الجاری لانہ ینقل النجاسۃ فلم یستیقن بالنجاسۃ فی موضع الوضوء ومشایخنا بما وراء النھر فصلوا بینھما (ای بین المرئیۃ وغیرھا) ففی غیر المرئیۃ یتوضؤ من ای جانب کان کما قالوا جمیعا فی الماء الجاری وھو الاصح لان غیر المرئیۃ لا یستقر فی مکان واحد بل ینتقل لکونہ مائعا سیالا بطبعہ فلم نستیقن بالنجاسۃ فی الجانب الذی یتوضؤ منہ فلا نحکم بنجاستہ بالشک اھ وفی الحلیۃ قال مشایخ بلخ وبخاری یتوضؤ من ای جانب کان و فی محیط رضی الدین والتحفۃ والبدائع وغیرھا ھو الصحیح لان غیر المرئیۃ تنتقل لکونہ مائعا سیالا **اقول** الاحسن فی ترک بطبعہ فھو فی کلام البدائع متعلق بسیالا لا بینتقل لان طبع المائع لا یاخذ الی صوب لا انتقال فی المستوی بل بسبب نحو الریاح لا تری ان تربع علیہ بعمر وتہ انتقال المائع المختلطۃ ولیس جھۃ معینۃ لاختلاف الریاح فتطرق الاحتمال الی الجمیع للحال اذا عرفت ھذا ففی الصورۃ الاولی حیث لا حاجز لھا عن العلو تطفو وتنجس الاعلی علی قول الجمیع بل ولم تطف لنجست لاتصالھا بالماء الاعلی ولو من تحت اما فی الثانیۃ

فی قول العراقیین ان کانت وقعت فی الماء السافل فی محاذاۃ خطوات تنجس الاعلی لعدم انتقالھا من شیئ وان وقعت فی جانب عنہ مثل خطوۃ او خطوتین لم تنجس لانھا لاتصل الی الماء العالی وعلی قول سائر الائمۃ الاصح انہ تنجس مطلقا او ان کانت وقعت حذاءہ لاحتمال انتقالھا الی حد الرایۃ وانہ یزول الیقین بالشک ہذا ما ظہر لی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۲ سوال چہارم

حوض اوپر دہ دردہ اور نیچے کم ہو بھرے ہوئے میں نجاست پڑی تو سب پاک رہا یا نیچے کا حصہ ناپاک ہوگیا جہاں سے مساحت سو ہاتھ سے کم ہو بینوا توجروا

الجواب

کلام علامہ سید طحطاوی سے ظاہر یہی ہے کہ حصہ زیرین ناپاک ہوجائیگا حیث قال واذا وقعت فیہ نجاسۃ فی تلک الحالۃ قال ای علی ظاہر الی ان یبلغ الاقل فیتنجس اھ وحملہ علی انہ ینجس بنجاسۃ اخری خلاف ظاہر سوق الکلام **اقول** وکذا ھو ظاہر الدر ان قد روقوع النجس بقرینۃ قرینہ فان نظمہ لو اعلاہ عشر او اسفلہ اقل جاز حتی یبلغ الاقل ولو بعکسہ فوقع فیہ نجس لم یجز حتی یبلغ العشر اھ فان ضمیر یجز الی رفع الحدث بہ ومعلوم ضرورۃ من الدین ان رفع الحدث جائز بکل ماء مطلق مطلقا ولو قلیلا ما لم ینسلب طہارتہ او طہوریتہ فکان المعنی کقرینہ لو اعلاہ عشر او اسفلہ اقل فوقع فیہ نجس جاز التطہر بہ حتی یبلغ الاقل فاذا بلغہ لم یجز فقد غیا جواز التطہر بہ ببلوغہ الاقل فبنفس البلوغ لایجوز التطہر بہ وھو حکم النجس لکنہ لم یحملہ الاعلی الکثرۃ وحملہ علی التقیید بوقوع النجاسۃ بعد بلوغ الاقل کما فعل ش حیث قال ای اذا بلغ الاقل فوقعت فیہ نجاسۃ تنجس کما فی المنیۃ اھ **فاقول** فیہ خروج عن الظاہر واخراج للکلام عن ترتیب الجید والاستناد للمنیۃ فی غیر محلہ فان عبارتھا لو ان ماء الحوض کان عشرا فی عشر فتسفل فصار سبعا فی سبع فوقعت النجاسۃ فیہ تنجس فان امتلأ صار نجسا ایضا اھ فھو لم یذکر الاعلی حکما انما قصد بیان حکم المتسفل فاحتاج فی التصویر الی وقوع النجس فیہ لیکون توطئۃ لابانۃ حکم خفی وھو انہ بعد امتلائہ ایضا یبقی نجسا کما کان بخلاف نظم الدر فانہ اقتصر علی بحکم الجواز ولا معنی لہ الا بفرض وقوع المانع والا فذکرہ عبث ثم حد الجواز بحد ینتھی دونہ وھو بلوغ الاقل فافاد ما قلنا واین ھذا من عبارۃ المنیۃ وکلام الدر من ولہ الی ھنا فی رفع الحدث بہ لا فیہ ولو کان یصح حملا لہ علی معنی التوضی بغمس الاعضاء فیہ بناء علی ما ھو الحق من فرق الملاقی والملقی ولکن میل صاحب الدر الی الخلاف فاذن کان یؤل الی کلام البزازیۃ لو عشرا فی عشر ثم قل توضأ بہ لا فیہ لاعتبار اوان الوقوع اھ لکن لامساغ لہ فی کلامہ ولذا احتاج ش الی اضافۃ قید لیس فیہ فترجح ما قلنا

اور کلام علامہ سید شامی سے مفہوم کہ سب پاک ہیگا حیث قال فی المسألۃ الاخری وھی ما اذا کان علاہ قلیلا و اسفلہ کثیرا فوقع فیہ نجس لم یجز حتی یبلغ العشر فاذا بلغہ جاز ما نصہ وکانھم لم یعتبروا حالۃ الوقوع ھھنا لان ما فی الاسفل فی حکم حوض اٰخر بسبب کثرتہ مساحۃ وانہ لو وقعت فیہ النجاسۃ ابتداء لم تضرہ بخلاف المسألۃ الاولٰی تدبر اھ فیفرق بین المسألتین ان نجاسۃ الاعلی القلیل لاتشمل الجزئین وطھارۃ الاعلی الکثیر تشملھما **اقول اولا**[1054] اعتبار حالۃ الوقوع مذکور فی البدائع والتبیین والخانیۃ والخلاصۃ والبزازیۃ والحلیۃ والغنیۃ والبحر وغیرھا من دون ثنیا ولا حاجۃ الی استثناء ھذہ فان الاسفل لم یزل کثیرا فقد اعتبرت حالۃ الوقوع الا[1055] ان یقال ان الماء کان واحدا ظاھرا وجھہ حین الوقوع قلیلا و بہ العبرۃ فکان ینبغی التنجس باعتبارہ لکن لم ینجسوہ نظرا الی ان وجھہ یصیر کثیرا حین بلوغ الماء الی الاسفل **وثانیا**[1056] لقائل ان یقول لم لا یقال فی تلک اعنی مسألتنا ھذہ لان ما فی الاسفل فی حکم حوض اٰخر بسبب قلتہ مساحۃ وانہ لو وقعت فیہ النجاسۃ ابتداء لضرتہ **وقد**[1057] یمکن الجواب بان الکثیر یستتبع القلیل فبعد الاسفل القلیل عما لاقی الاعلی الکثیر معلوم ان الوجہ ان کان کثیرا لم یتنجس شیئ من الماء لا وجھہ ولا عمقہ ولا یشترط مع ذلک کثرۃ العمق الا تری لو کان الحوض علی ھذا الشکل

نصف دائرۃ وکان اب منہ کثیرا لا یتنجس شیئ منہ وان کان ما دونہ قلیلا حتی لا یبقی علیہ الا نقطۃ بخلاف العکس فان القلیل لا یستتبع الکثیر فیعد حوضا برأسہ

واقول[1058] وباللہ التوفیق نجاست اگر طافیہ ہے کہ حصہ زیرین تک پہنچی ہی نہیں جب تو ظاہر کہ اوسکی نجاست کی کوئی وجہ نہیں کہ اوسکا اتصال آب بالا ہی اور وہ بوجہ کثرت نجس نہوا اور اگر راسبہ ہے کہ سفل تک پہنچی خواہ مطلقا جیسے پتھر یا ابتداءً جیسے غرق شدہ جانور کہ تہ نشین ہو کر مرتا پھر اوپر آتا ہی یا انتہاءً جیسے وہ کپڑا کہ تیرتا رہیگا پھر پانی سے بوجھل ہو کر بیٹھ جائیگا تو اب دو صورتیں ہیں اونکا بیان یہ کہ [1059] پانی کے لیے بلحاظ محل مثل حوض وغیرہ ایک تو صفت ہی یعنی کثرت و قلت کہ مساحت محل کے سوہاتھ یا کم ہونے سے حاصل ہوتی ہی دوسری صورت کہ حس فضا میں متمکن ہی اوسکی شکل سے پیدا ہوتی ہی یہ شکل کبھی واحد ہوتی ہے اگرچہ اوسمیں حصے فرض کرسکتے ہین اگرچہ اون حصص مفروضہ کا مساحت میں تفاوت اونکی لیے منشاء انتزاع ہو جیسے اسی شکل نصف دائرہ مین کہ مثلا خط ء ہ تک کثیر اور

نیچے قلیل ہو تو دو حصے ممتاز ہوجائینگے اب ء ہ کثیر اور ء ہ ج قلیل مگر حقیقۃً اب ج فضائے واحد ہی اور کبھی شکل خود ہی واقع مین متعدد ہوتی ہی جیسے حوض کے اندر حوض مثلا اس شکل پر

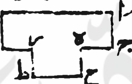

کہ حصہ بالا آ ء اور زیرین ہ ط خود ہی ممتاز ہین آس لحاظ سے حصص زیر و بالا کی چار قسمین ہوگئین ایک کہ دونون حصے صورۃً وصفۃً ہر طرح متحد ہون جیسے دو گز گہری مربع مین ایک گز اوپر ایک گز نیچے دوم صورۃً متحد ہون اور صفۃً مختلف جیسے وہی نصف دائرہ کی شکل کہ فضا واحد ہے اور آ ہ کثیر اور ء ہ ج قلیل

ف۱: معروضۂ پنجم علی العلامۃ ش
ف۲: معروضۂ ۵ علیہ
ف۳: پانی کی صفت اور صورت اور آب
رسالہ
زیر و بالا مین چار صورتون کا بیان

سوم صفۃً متحد ہون اور صورۃً مختلف جیسے اسی شکل آٹا مین جبکہ یہ بھی سو ہاتھ سے کم نہو یا آب بھی دہ دردہ سے کم چہارم صورۃً وصفۃً ہر طرح جدا ہون جیسے یہی شکل جبکہ آب سو ہاتھ اور یہ سو سے کم ہو قسم اول کا حکم تو ظاہر ہو کہ وہ زیر و بالا شئی واحد ہے اگر نجس ہوگا سب نجس ہوگا پاک رہیگا سب پاک رہیگا یوہین قسم دوم کہ بلا شبہہ وہ محل واحد ہی اگرچہ حصص انتزاعیہ کی مساحت مختلف ہی یوہین سوم کہ اگرچہ دو شی ہے مگر دونون متحد الصفۃ ہین اگر کثیر ہین تو زیرین بھی ناپاک نہوگا اگرچہ نجاست راسبہ ہو اور قلیل ہین تو یہ بھی نجس ہو جائیگا اگرچہ نجاست طافیہ ہو کہ نجس سے اتصال نہوا تو متنجس سے ہوا کہ حصہ بالا ناپاک ہو گیا محل چہارم وہی محل نظر ہی جبکہ نجاست راسبہ اس تک پہنچی اور نظر حاضر مین ظاہر یہی ہی کہ ناپاک ہو جائے کلام ائمہ سے مفہوم یہی ہی کہ جب صورت وصفت دونون مختلف ہون تو اونکو دو محل جداگانہ ٹھہراتے ہین اور فقط اتصال قلیل بہ کثیر کو کافی نہین جانتے نہر کے کنارے کنارے پانی لینے کیلیے تختہ بندی کرتے ہین کہ اوپر بیٹھکر پانی لین وضو کرین اس سے خانے خانے ہو جاتے ہین ہر خانہ مشرعہ کہلاتا ہی اس صورت پر

پانی اگر تختون سے نیچا ہی جب تو محل کلام نہین کہ تختون سے پانی کا انقسام نہوا لیکن اگر پانی تختون سے ملا ہوا ہی تو ہر خانہ آب جداگانہ سمجھا جائیگا اور اگر اونکا طول وعرض دس دس ہاتھ نہین تو جنکے نزدیک دونون امتداد ہونا شرط ہی اسمین نجاست پڑے تو جتنا پانی تختون سے گھرا ہوا ہی ناپاک ہو جائیگا اور نہر کے پاک پانی سے اوسکا متصل ہونا نفع ندیگا یوہین اگر نہر یا بڑے تالاب کا پانی برف سے جم گیا اور ایک جگہ سے برف توڑکر پانی کھول لیا اگر یہ پانی اوس جمے ہوئے سے متصل نہین تو ظاہر کہ پانی شئ واحد رہا اور اگر متصل ہے اور یہ حصہ کہ کھولا گیا دس دس ہاتھ طول عرض مین نہین تو یہ اونکے نزدیک نجاست سے ناپاک ہو جائیگا اور اوسمین اعضا ڈالکر وضو کرنے سے مستعمل ہو جائیگا اور بہتے پانی سے اوسکا اتصال فائدہ ندیگا ہان باقی پانی بحال خود رہیگا مثلاً ایک مشرعہ مین نجاست پڑی یا کسینے اعضا بیوضو ڈالکر دھوئے تو صرف وہی مشرعہ ناپاک یا مستعمل ہوا برابر کے دوسرے مشرعہ سے پینا وضو کرنا ہو سکتا ہی کہ وہ تو ہر ایک اونکے نزدیک حوض جدا ہی یوہین برف سے ایک جگہ کھلا ہوا پانی نجس یا مستعمل ہو جائے تو اوس کے برابر دوسری جگہ سے کھولکر استعمال کر سکتا ہی۔ یوہین اگر حوض کبیر سے کاٹکر ایک حوض صغیر بنایا کہ اوسمین سے پانی اسمین آیا یہ نجاست یا اعضائے بیوضو ڈالنے سے اونکے نزدیک نجس و مستعمل ہو جائیگا اور بڑے حوض سے پانی ملا ہونا کام ندیگا یہ گویا بعینہ وہی صورت چہارم ہی فرق صرف اتنا ہی کہ صورت مبحوثہ مین وہ حوض صغیر حوض کبیر کے نیچے ہے اور اس صورت مین اوسکے برابر۔ پانی بہرحال ملا ہوا ہے تو جسطرح صفت وصورت دونون مختلف ہونے کے باعث اونکے نزدیک برابر کا حوض صغیر حوض کبیر کا جز نہ ٹھہرا بلکہ مستقل قرار پایا۔ یوہین نیچے کا۔ ان مسائل پر نصوص کتب مذہب مین دائر و سائر ہین اگرچہ فقیر کے نزدیک اونکی بنا اشتراط امتداد بین طول و عرض پر ہے اور صحیح و معتمد اعتبار محض مساحت ہی یہ خلافیہ جداگانہ ہی یہان غرض اسقدر کہ بحال خلاف صورت وصفت معاً قلیل کو تابع کثیر نمانا فتاوی امام اجل قاضی خان مین ہی حوض کبیر فیہ مشرعۃ توضأ انسان فی المشرعۃ او اغتسل ان کان الماء متصلا بالالواح

بمنزلۃ التابوت لایجوز فیہ الوضوء واتصال ماء المشرعۃ بالماء الخارج منہا لاینفع کحوض کبیر تشعب منہ حوض صغیر فتوضأ انسان فی الحوض الصغیر لایجوز وان کان ماء الحوض الصغیر متصلا بماء الحوض الکبیر کذا لایعتبر اتصال ماء المشرعۃ بما تحتہا من الماء اذا کانت الالواح مشدودۃ۔ فتح القدیر میں ہے لو علا حوض کبیر فنقب فیہ انسان نقبا فتوضأ فیہ ان کان الماء متصلا بباطن النقب لایجوز والا جاز وکذا الحوض الکبیر اذا کان لہ مشرع فتوضأ فی مشرعۃ او اغتسل والماء متصل بالواح المشرعۃ ولا یضطرب لایجوز وان کان اسفل منہا جاز لانہ فی الاول کالحوض الصغیر فیغترف ویتوضؤ منہ لا فیہ۔ وفی الثانی حوض کبیر مسقف در مختار میں ہے جمد ماؤہ فنقب ان الماء منفصلا عن الجمد جاز لانہ کالمسقف وان متصلا لا لانہ کالقصعۃ حتی لو ولغ فیہ کلب تنجس۔ رد المحتار میں ہے ای موضع النقب دون المتسفل فلو تقب فی موضع اخر واخذ الماء منہ وتوضأ جاز کما فی التاترخانیہ۔ غنیہ کی عبارت مذکورہ مسئلہ اولی نے اسی معنی کی طرف اشارہ فرمایا جو فقیر کے بیان میں آیا حیث قال اذا کان الماء تحت الجمد منفصلا عنہ یجوز لانہ عشر فی عشر ولم تنفصل بقعۃ منہ عن سائرہ کما فی الصورۃ الاولی۔ وفیہ تالابوں نہروں میں چھوٹے چھوٹے کنج گوشے جابجا ہوتے ہیں نہیں ہر ایک کو مستقل ماننے میں حرج اور خلاف متفاہم عرف ہے لہذا اوسکی تقدیر ڈھائی ہاتھ چوڑے سے کی ہے کہ دس ہاتھ کی چہارم اور ربع کیلئے حکم کل دیا جاتا ہے جیسے نجاست خفیفہ میں کہ بدن یا کپڑے پر لگے۔ خلاصہ میں فرمایا النہر الذی ہو متصل بالحوض فکان اذا امتلأ الحوض یدخل الماء النہر فتوضأ انسان فیہ ان کان النہر قدر ذراعین ونصف لایجوز ولایجعل تبعا للحوض وان کان اقل یجوز ویجعل تبعا للحوض وقیل لایجوز ولایجعل تبعا للحوض وان کان قدر ذراع ونحوہ۔ امام کردری میں ہے النہر المتصل بالحوض الکبیر الممتلئ ان کان قدر ذراعین ونصف لایکون تبعا لہ لان الربع یحکی حکایۃ الکل فلا یتوضؤ منہ ولو اقل منہ فتبع وقیل لیس بتبع وان قدر ذراع۔ **اقول** یونہی تالابوں نہروں کی زمین گڑھے بھی ہوتے ہیں ہر گڑھے کو مستقل قرار دینے میں حرج ومخالفت عرف ہے لہذا ارشاد مذکور کی بنا پر اوسکی تقدیر بھی پچیس ہاتھ مساحت سے چاہیے لان الربع یحکی حکایۃ الکل یہیں سے اوس تعلیل کا جواب بھی حل ہوگیا کہ الکثیر یستتبع القلیل اس تقدیر پر حکم یہ ہونا چاہیے کہ صورت مسئولہ میں اگر نجاست طافیہ ہے کہ حصہ زیریں تک نہ پہنچی یا حصہ زیریں حصہ بالا کے ساتھ دو مختلف محل نہیں جیسے نصف دائرہ میں یا مختلف تو ہے مگر پچیس ہاتھ مساحت سے کم ہے تو ان سب صورتوں میں نجاست پڑنے سے کوئی حصہ نجس نہ ہوگا اور یہی محمل کلام علامہ شامی کا ہے اور اگر نجاست راسبہ ہے کہ حصہ زیریں تک پہنچی اور اسفل اعلٰی سے مختلف الشکل ہے اور سو ہاتھ مساحت کم مگر پچیس ہاتھ سے کم نہیں تو اوپر کا حصہ بوجہ کثرت پاک رہیگا اور یہ حصہ زیریں بوجہ حوض مستقل قلیل ہونے کے ناپاک ہو جائیگا اور یہی محمل کلام علامہ طحطاوی کا ہے یہ ہے وہ جو فقیر کے لیے ظاہر ہوا اور محل محتاج تحریر وتنقیح اور جزم بالحکم دست نگر تصریح ہے

مسئلہ

رسالہ

والعلم بالحق عند ربی ان ربی بکل شیئ علیم اما ما فی الحلیۃ تحت قول المنیۃ المار فمصدقہ ھذا الجواب الرابع حیث قال و

ھذا المحکی فی البدائع عن ابی القاسم الصفار رحمہ اللہ تعالٰی غیر ان فرض المسألۃ فیھا فی الحوض الکبیر وقعت فیہ

النجاسۃ ثم قل ماؤہ حتی صار یخلص بعضہ الی بعض ثم وقعت فیہ نجاسۃ ثم عاودہ الماء حتی امتلأ ولم یخرج منہ شیئ اھ

فاقول اولا لیس ھذا مسوق البدائع سیاقا واحدا فی تصویر واحد حتی یقال ان الماء الواقع فیہ النجاسۃ

حین امتلائہ وکثرۃ مساحتہ بعد ما فرغ اعلاہ وبلغ السافل القلیل احتیج فی تنجیسہ الی وقوع النجاسۃ مرۃ اخرٰی

فافاد ان السافل القلیل لا ینجس تبعا للعالی الکثیر وھو باطلاقہ یشمل ما اذا کان السافل مختلف الصورۃ

بل کل منھما فرع علی حدۃ ذکرھما فی البدائع علی التعاقب عن امامین فالاولی لا تؤخذ فی الاخری وھذا نصہ لو تنجس الحوض

الصغیر بوقوع النجاسۃ فیہ ثم بسط ماؤہ حتی صار لا یخلص بعضہ الی البعض فھو نجس لان المبسوط ھو الماء النجس

وقیل فی الحوض الکبیر وقعت فیہ النجاسۃ ثم قل ماؤہ حتی صار یخلص بعضہ الی البعض انہ طاھر لان المجتمع ھو الماء

الطاھر ھکذا ذکرہ ابو بکر الاسکاف رحمہ اللہ تعالٰی اعتبر حالۃ الوقوع ولو وقع فی ھذا القلیل نجاسۃ ثم عاودہ الماء

حتی امتلأ الحوض ولم یخرج منہ شیئ قال ابو القاسم الصفار رحمہ اللہ تعالٰی لا یجوز التوضؤ بہ لانہ کلما دخل الماء فیہ صار

نجسا اھ وذلک الثانی لا عتبار حالۃ الوقوع محل بین الاول تغیر مساحۃ الماء مع بقائہ فی ذاتہ کما کان بلا نقص ولا

زیادۃ کان یکون الماء منبسطا فی حوض کبیر وفیہ منفذ مسدود دونہ بئر مثلا قطرھا ذراعان فوقعت فی

الحوض نجاسۃ فلم تنجس الماء لانہ عشر فی عشر ثم اخرجت النجاسۃ وفتح المخرج حتی انتقل ذلک الماء الی البئر فصار

فی قطر ذراعین لم یعد نجسا لان العبرۃ لحین الوقوع وھو اذ ذاک کان کثیر المساحۃ وان صار الاٰن قلیلا ولو کان

الماء فی البئر فوقعت فیہا نجاسۃ فنزح کلھا وجعل الماء فی الحوض حتی انبسط وصار عشرا فی عشر لم یطھر اعتبارا

بحال الوقوع حیث کان عندئذ قلیل المساحۃ وان صار الاٰن کثیرا وھذا ما فی البزازیۃ لو کان دون عشر فی عشر

لکنہ عمیق وقع فیہ مانع وانبسط حتی صار عشرا فی عشر لا یتوضؤ منہ ولو عشرا فی عشر ثم قل توضأ بہ لا فیہ لا عتبار

اوان الوقوع اھ وفی الخانیۃ الماء الطاھر اذا کان فی موضع ھو عشر فی عشر وقعت فیہ نجاسۃ ثم اجتمع ذلک

الماء فی مکان ھو اقل من عشر فی عشر یکون طاھرا ولو کان الماء فی مکان ضیق ھو اقل من عشر فی عشر ووقعت فیہ نجاسۃ

ثم انبسط ذلک الماء وصار عشرا فی عشر کان نجسا والعبرۃ فی ھذا لوقت وقوع النجاسۃ اھ ومثلہ فی الخلاصۃ

وفی الدر عن التتارخانیۃ عن الظھیریۃ اھ وفی غیرھا والثانی تغیر مساحتہ لزیادۃ فیہ او نقصان کان یکون

فی غدیر بطنہ اکثر اخذا لرحاجافاتہ کما وصفنا من نصف الدائرۃ اعلاہ عشر فی عشر ثم لم یزل یقل فاذا کان

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ممتلئاً كان كثيراً لا يقبل النجاسة فاذا وقعت وخرجت وقل الماء بالاستعمال وبحر الصيف حتى يبس في الاطراف وبقي في بطنه اقل من عشر في عشر كما هو مشاهد في كثير من الغدران لم يعد نجساً لانه كان حين وقعت كثيراً وان جففاه وبقي في وسطه قليلاً وعند ذلك وقع فيه نجس ثم دخل الماء حتى امتلأ وصار كثيراً غير انه لم يفض من جوانبه كي يطهر بالجريان فانه يبقى كما كان نجساً اھ وھذا ما في المنية كما تقدم وفي الخانية حوض عاليه عشر في عشر واسفله اقل منه جاز فيه الوضوء يعتبر فيه وجه الماء فان قل ماؤه وانتهى الى موضع هو اقل من عشر لا يجوز فيه الوضوء قال المحقق في الفتح سقطت نجاسة في عشر في عشر ثم صار اقل فهو طاهر واذا تنجس حوض صغير فدخل ماء حتى امتلأ ولم يخرج منه شئ فهو نجس اھ وفي الغنية الحاصل ان الماء اذا تنجس حال قلته لا يعود طاهراً بالكثرة وان كان كثيراً قبل اتصاله بالنجاسة لا يتنجس بها ولو نقص بعد سقوطها فيه حتى صار قليلاً فالمعتبر قلته وكثرته وقت اتصاله بالنجاسة سواء وردت عليه او ورد عليها هذا هو المختار اھ وبينه في التبيين باوضح لفظ فقال العبرة بحالة الوقوع فان نقص بعد لا يتنجس وعلى العكس لا يطهر اھ فالامام ملك العلماء رحمه الله تعالى ذكر الفصل الاول عن الامام ابي بكر الاسكاف الاترى الى قوله ثم بسط ماؤه وقوله المبسوط هو الماء النجس وقوله المجتمع هو الماء الطاهر فقوله قل اي حتى صار اقل منه يقطع به تعبيره بالمجتمع وذكر الفصل الثاني في قوله ولو وقع في هذا القليل عن الامام ابي القاسم الصفار ولذا قال عاودة الماء حتى امتلأ وليست مقالة ابي بكر ماخوذة في مقالة ابي القاسم رحمهما الله تعالى ان كان يوهم زيادة هذا في هذا القليل وكذا قوله ثم عاوده وقوله حتى امتلأ فان هذا شان حوض كبير نقص ماؤه فبقي في موضع قليل ولم يرد هذا ذكر سابقا اذ الناقص لا يقال له المجتمع فالاشارة وقعت غير موقعه **وثانياً** على تسليم فلا شك ان كلامه في الصورة الثانية من الصور الاربع اعني الاختلاف صفة مع اتحاد صورة دون الرابعة التي فيها كلامنا يقطع تعليله كلما دخل الماء صار نجساً مع قوله ولم يخرج منه شئ كما ستعرف ان شاء الله تعالى والله تعالى اعلم

سوال ۵ پنجم

اسی صورت مین پانی حصہ زیرین قلیل مین تھا اور اسوقت نجاست پڑی اور اوسے نکال کر یا بے نکالے بھر دیا گیا یا بارش و سیل سے بھر گیا کہ آب کثیر ہوگیا تو اب بھی اوپر کا حصہ پاک ہے یا نہیں اور حصہ زیرین کا کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

یہان اکثر کتب مین منقول تو اسقدر ہے کہ اگر بھر کر ابل گیا کہ کچھ پانی باہر نکل گیا جب تو پاک ہوگیا کہ جاری ہولیا ورنہ اوپر کا حصہ بھی ناپاک ہے اگرچہ مساحت کثیر مین ہے کہ نیچے کا حصہ جبکہ ناپاک تھا تو اوسمین جتنا پانی ملتا گیا ناپاک ہوتا گیا اگر بھر کر ابل جاتا اب پاک ہو جاتا

مگر ایسا نہ ہوا تو ناپاک ہی رہا کہ ناپاک پانی کثرت مساحت سے پاک نہیں ہوسکتا اور بعض نے کہا پاک ہوجائیگا اور اسکی وجہ ظاہر نہیں بدائع سے امام ابوالقاسم صفار کا قول گزرا نیز عبارت منیہ فان امتلأ صار نجسا ایضا ای کان ہو نجس اسکے بعد ہو وقیل لا یصیر نجسا حلیہ میں ہے وجہہ غیر ظاہر غنیہ میں اتنا فرمایا والاول اصح **اقول** وباللہ التوفیق خیال فقیر میں یہاں ابحاث جلیلہ ہیں جنکو بقدر مساعدت وقت چند تاصیلات وتفریعات میں ظاہر کرے اللہ المعین وبہ استعین

اصل ۱ ہر مائع یعنی بہتی چیز کہ ناپاک ہوجائے پانی یا اپنی جنس طاہر کے ساتھ بہنے سے پاک ہوجاتی ہے وقد حققہ فی رد المحتار بما لامزید علیہ **اصل ۲** آب کثیر حکم جاری ہونے میں جس طرح طول عرض یا مساحت یا ایک مقدار عمق بھی شرط نہیں یونہی جاری ہونے کے لیے انمیں سے کچھ شرط نہیں مینہ کا پانی جبتک برس رہا ہے جاری ہے اگرچہ گرہ بھر کے پرنالہ سے آرہا ہو کما نصوا علیہ فی ماء السطح ولہذا یہ حکم ہر برتن کو شامل ہے مثلاً کٹوری یا تھالی میں ناپاک پانی ہے پاک پانی اوپر سے ڈالیے یہاں تک کہ بھر کر ابلنے لگے پانی اور برتن سب پاک ہوجائینگے امام ملک العلماء نے بدائع آخر فصل مایقع بہ التطہیر میں فرمایا الحوض الصغیر اذا تنجس قال الفقیہ ابوجعفر الھندوانی رحمہ اللہ تعالٰی اذا دخل فیہ الماء الطاھر وخرج بعضہ یحکم بطہارتہ بعد ان لا تستبین فیہ النجاسۃ لانہ صار جاریا وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث وعلی ھذا حوض الحمام او الاوانی اذا تنجس

اصل ۳ اس حکم یابان کے تین رکن ہیں دخول خروج معیت یعنی مثلاً پانی ایک طرف سے داخل ہو اور دوسری طرف سے کچھ حصہ خارج ہو اور وہ نکلنا اوسی داخل ہونے کی حالت میں ہو اگرچہ ابتدائے دخول میں نہ ہو لوٹے میں ناپاک پانی ہے اوپر پاک پانی ڈالیے ٹونٹی سے وہی ناپاک پانی نکال دیجیے تو صرف خروج بلا دخول ہوا یا آدھے لوٹے میں ناپاک پانی ہے پاک پانی سے بھر دیجے کہ کچھ نکلے نہیں تو محض دخول بلا خروج ہوا یا پاک پانی بھرنے کے بعد جھکا کر ٹونٹی سے کچھ نکال دیجیے تو خروج بحالت دخول نہ ہوا ان تینوں صورتوں میں طہارت نہ ہوگی بلکہ پاک پانی ڈالتے رہیے یہانتک کہ بھر کر ابلنا شروع ہو اوسوقت پاک ہوگا کہ ایک وقت وہ آیا کہ خروج ودخول کی معیت ہوگئی اگرچہ برتن بھرنے تک صرف دخول بلا خروج تھا تبیین وفتح میں ہے ولو تنجس الحوض الصغیر بوقوع نجاسۃ فیہ ثم دخل فیہ ماء اٰخر وخرج الماء منہ طھر وان قل اذا کان الخروج حال دخول الماء فیہ لانہ بمنزلۃ الجاری بحر میں اسکے مثل لکھکر فرمایا صححہ فی المحیط وغیرہ وقال السراج الھندی وکذا البئر واعلم ان عبارۃ کثیر منھم تفید ان الحکم اذا کان الخروج حالۃ الدخول وھو کذلک فیما یظھر لانہ یکون فی المعنی جاریا لکن ایاک ان تظن انہ لو کان الحوض غیر ملاٰن فلم یخرج منہ شیئ فی اول الامر لا یکون طاھرا اذ غایتہ انہ عند امتلائہ قبل خروج الماء منہ نجس فیطھر بخروج القدر المتعلق بہ الطھارۃ اذ اتصل بہ الماء الجاری الطھور کما لو کان ممتلئا ابتداء ماء نجسا ثم خرج منہ ذلک القدر لاتصال الماء الجاری بہ کذا فی شرح المنیۃ اھ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بریدحلیۃ الامام ابن امیر الحاج۔ ان علما نے مواضع ضرورت میں اخراج کو بھی خروج رکھا ہے جیسے حمام کا حوض کہ اوسمیں کسی نے ناپاک ہاتھ ڈال دیا اگر لوگ اوسمیں سے پانی لے رہے ہیں اگر نل سے پانی اوسمیں نہیں آتا یا نل سے پانی آرہا ہے مگر لوگ اوسمیں سے پانی نکال نہیں رہے ہیں تو ناپاک ہو جائیگا کہ خروج یا دخول ایک پایا گیا اور اگر اودھر نل سے پانی آرہا ہے اور ادھر لوگ نکال اوسمیں سے لیتا برابر جاری ہے کہ پانی کی جنبش ساکن نہیں ہونے پاتی تو جاری کے حکم میں ہے ناپاک نہ ہوگا اسی پر فتوے ہے ہندیہ میں ہے حوض الحمام طاھر فان ادخل رجل یدہ فی الحوض وعلیھا نجاسۃ ان کان الماء ساکنا لایدخل فیہ شیئ من انبوبہ ولا یغترف منہ انسان بالقصعۃ یتنجس وان کان الناس یغترفون ولا یدخل من الانبوب ماء او علی العکس فاکثرھم علی انہ یتنجس وان کان الناس یغترفون ویدخل من الانبوب فاکثرھم علی انہ لا یتنجس ھکذا فی فتاوی قاضی خان وعلیہ الفتوی کذا فی المحیط اسی طرح وضو کے حوض میں بھی اگر نالی سے پانی آرہا ہے اور لوگ برابر لے رہے ہیں کہ پانی ٹھہرنے نہیں پاتا ناپاک نہ ہوگا عالمگیریہ میں ہے حوض صغیر تنجس فدخل الماء الطاھر من جانب وسال ماء الحوض من جانب اٰخر کان الفقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالٰی یقول کما سال یحکم بطہارۃ الحوض وھو اختیار الصدر الشھید رحمہ اللہ تعالٰی کذا فی المحیط وفی النوازل وبہ ناخذ کذا فی التتارخانیۃ وان دخل الماء ولم یخرج ولکن الناس یغترفون منہ اغترافا متدارکا طھر کذا فی الظہیریۃ والغرف المتدارک ان لایسکن وجہ الماء فیما بین الغرفتین کذا فی الزاھدی اسکی دوسری سند فتاوی خلاصہ سے آتی ہے علامہ خیر رملی نے کوآن بھی اسی حکم میں داخل کیا جب کہ سوتوں سے پانی اوبل رہا اور اوپر سے برابر چرخ چل رہا اور ادھر سے آتا اُدھر سے نکل رہا ہو اس حالت میں نجاست سے ناپاک نہ ہوگا ہاں نجاست گر کر اوسمیں رہ گئی اور پانی کھینچنا اتنی دیر موقوف ہو گیا کہ پانی ٹھہر گیا جنبش جاتی رہی تو اب ناپاک ہو جائیگا منحۃ الخالق میں ہے والحقوا بالجاری حوض الحمام قال الرملی اقول وبالاولی الحاق الاٰبار المعینۃ التی علیھا الدوالی ببلادنا اذ الماء ینبع من سفلھا والغرف فیھا بالقوادیس متدارک فوق تدارک الغرف من حوض الحمام فلاشک فی ان حکمھا حکم الجاری فلو وقع فی حال الدوران فی البئر والحالۃ ھذہ نجاسۃ لا ینجس اٰمرہ واللہ تعالٰی اعلم اصل **اقول** اگرچہ یہ بہت صحیح ہے اس خروج کیلئے کوئی مقدار نہیں ادنٰے ورملنا کافی ہے جس کو سیلان صادق آئے کما تقدم عن البدائع وخرج بعضہ وعن التبیین والفتح والبحر والمحیط الکلسال و مدہ کافی القوصلیہ ہے فی المبتغی بالغین المعجمۃ ھو الصحیح وفی محیط رضی الدین ھو الاصح وکذا فی البحر علی ھذا اولی الماء الجاری ما اتصل بہ صار فی الحکم جاری مگر شک نہیں کہ یہ بہنا جبتک منتہی نہ ہو حکم جریان منقطع نہ ہوگا کہ حرکت احد مستمرہ ہے اور اسکے بعض کو متحرک کو جاری اور باقی پر اُسکو واقف ماننے کی کوئی معنی نہیں ولہٰذا ساغ لمن اراد ان یزید ان لم یکتف الحکم الجریان بمجرد السیلان بل شرط حرکۃ کثیرۃ یعتد بھا فلولا ان ھذہ المسائل من ذٰلک الماء المطلوب بسیلانہ لم تنفع الزیادۃ فتاوی خلاصہ میں نقل فرمایا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لو امتلأ الحوض وخرج من نبجا الشط على وجه الجريان حتى بلغ المشجرة يطهرها قدر ذراع او ذراعين فاد ظهیریہ میں تصریح فرمائی کہ اس اعمال میں جو پانی نکل رہا ہے اندر کا پانی تو پاک ہو ہی گیا باہر نکلنے والا بھی طاہر مطہر ہے یہاں تک کہ پانی نکلتا جائے اور اوس سے کوئی وضو کرلے جائے یا کہیں جمع ہونے کے بعد کسی برتن میں لیکر وضو کرے تو وضو صحیح ہے ظاہر ہے کہ اول سیلان کا پانی اتنا نہ ہوگا جس سے وضو ہو جائے فی المحتارین فی الظهيرية الصحيح انه يطهر وان لم يخرج مثل ما فيه وان رفع انسان من ذلك الماء الذی خرج وتوضأ به جاز اھ قال ش لکن فی الظهيرية ايضا حوض نجس امتلأ ماء وفاض الماء من جوانبه لا يطهر وقيل يطهر اھ وفيها لو امتلأ فتشرب الماء فی جوانبه لا يطهر ما لم يخرج الماء من نبجا اخر اھ وفی الخلاصة المختار انه يطهر وان لم يخرج مثل ما فيه فلو امتلأ الحوض وخرج من نبجا الشط الی اخر ما نقلنا واضح الكلام على قوله فليتأمل اھ وذكر بعده مسألة طهارة الاوانی فقال اهل المحق نحو القصعة بالحوض فاذا كان فيها ماء نجس ثم دخل فيهما ماء جار حتى طف من جوانبها هل تطهر هی والماء الذی فيها كالحوض ام لا لعدم الضرورة فی غسلها توقف فيه ثم رأيت فی خزانة الفتاوی اذا فسد ماء الحوض فاخذ منه بالقصعة وامسكها تحت الانبوب فدخل الماء وسال ماء القصعة فتوضأ به لا يجوز اھ وفی الظهيرية فی مسألة الحوض لو خرج من جانب اخر لا يطهر ما لم يخرج مثل ما فيه ثلاث مرات كالقصعة عند بعضهم والصحيح انه يطهر وان لم يخرج مثل ما فيه اھ فالظاهر ان ما فی الخزانة مبنی على خلاف الصحيح ويؤيده ما فی البدائع وعلى هذا حوض الحمام او الاوانی اذا تنجس اھ ومقتضاه انه على القول الصحيح تطهر الاوانی ايضا بمجرد الجريان فانتظم الحكم ولله الحمد وبقی شیئ اخر سئلت عنه وهو ان الدلو اذا تنجس فافرغ فيه رجل ماء حتى امتلأ وسال من جوانبه هل يطهر بمجرد ذلك والذی يظهر لی الطهارة اخذا مما ذكرنا هنا ومما مر من انه لا يشترط ان يكون الجريان بمدد نعم على ما قدمناه عن الخلاصة من تخصيص الجريان بان يكون اكثر من ذراع او ذراعين يتقيد بذلك هنا لكنه مخالف لاطلاق طهارة الحوض بمجرد الجريان اھ مختصرا **اقول** قد افادوا اجادوا وضح المراد كما هو دابه عليه رحمة الكريم الجواد لكن عبارة الخلاصة هكذا اما حوض الحمام اذا وقعت فيه نجاسة قال فی التجريد عن ابی حنيفة رضی الله تعالى عنه انها لا تستقر وهو كالماء الجاری فان تنجس حوض الحمام فدخل الماء من الانبوب وخرج من الجانب الاخر فهو كالحوض الصغير وفيه اقاويل ستأتی ولا بأس بدخول الحمام للرجال والنساء وفی الفتاوی حوض الماء اذا اغترف رجل منه بيده نجاسة وكان الماء يدخله من انبوبه فی الحوض والناس يغترفون من الحوض غرفا متداركا لم يتنجس الحوض الصغير اذا تنجس فدخل الماء من نبجا وخرج من نبجا فيه اقاويل قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالى المختار انه طاهر وان لم يخرج مثل ما فيه وكذا البئر ولو امتلأ الحوض وخرج من نبجا الشط على وجه الجريان حتى بلغ المشجرة يطهر ما قدر ذراع او ذراعين قال ولو خرج من النهر الذی يدخل الماء فی الحوض لا يطهر اھ كلامه الشريف بلفظه المنيف

فقوله ولو امتلأ الحوض وهو كذلك بالواو لا بالفاء في نسختي الخلاصة القديمة جدا ليس تتمة قول الصدر الشهيد ولا داخلا تحت المختار وقد قدمنا عن الهندية من المحيط عن الصدر الشهيد انه كما سال يطهر وقد عد ان فيه اقاويل ستأتي فلو كان هذا تتمة لم يذكر الا قولا واحدا فوجب ان يكون هذا قولا اخر مقابل المختار ولا يمكن جعل ما ذكر عن الفتاوى قولا اخر لان الكلام في حوض تنجس وتلك صورة عدمه وقد قدمنا مثلها عن التجريد فان كونها تستقر ليس الا للعرف المتدارك فليس في الخلاصة اختيار تخصيص الجريان باكثر من ذراعين حتى يعكر عليه بمخالفة اطلاقهم وانما حكاه قولا وجعل المختار هو الاطلاق اما عبارة الظهيرية الاخيرة فاقول هي فيما دخل الماء الحوض وملأه حتى طش منه على جوانبه على وجه الانتضاح الخفيف اللازم للامتلاء بدخول قوي عنيف ولا يصدق عليه السيلان من الجانب الاخر فليس فيهما ما ينافي عبارته الاولى الا ترى الى قوله في الثالثة لا يطهر ما لم يخرج من جانب اخر مناط الطهارة بمجرد الخروج فعلم ان ما ذكر لا يسمى خروجا من جانب اخر وما هو الا الانتضاح الذي ذكرنا هكذا ينبغي ان يفهم كلام العلماء ولله الحمد وبه ظهر ان قول العلامة ش في صدر المسألة حتى طفح من جوانبه حقه ان يقول حتى سال من الجانب الاخر فزيادة ما ذكر على الانتضاح او لا يبلغه ولا حاجة الى السيلان من جميع الجوانب انما اللازم الخروج من جهة المقابل للدخول فلو كان الاناء مائلا في ارض غير مستوية ودخل فيه الماء من جانب العالي فخرج من السافل كفى نعم لو صب في الجانب السافل فعلا منه لم يكف كما في اخر عبارة الخلاصة وبالله التوفيق

اصل ۱۵ **اقول** یہاں سے ظاہر ہوا کہ کسی محل کے جوف میں پانی کی حرکت اگرچہ گزوں ہو اوس محل کے حق میں جریان نہ ٹھہریگی اوسکے بس میں پانی کی جنبش اگرچہ باہر سے داخل ہونے میں ہوئی مگر اوس سے خارج تو نہ ہوا تو جریان کے دو رکن نہ پائے گئے مگر اوس محل کے اندر اگر دوسرا محل صغیر ہو اور پانی اوسمیں جا کر اوسے ابال دے تو اوسکے حق میں ضرور جریان ہو جائیگا کہ اوسمیں سب ارکان متحقق ہو گئے اگرچہ دوسرے کے جوف سے خروج نہ ہوا مثلاً دیگ میں ایک کٹورا رکھا ہے کٹورے میں ایک مینگنی پڑ گئی وہ نکال کر پھینک دی اور کٹوری میں پانی بہایا کہ ابل کر نکل گیا دیگ سے نکلنا کیا معنی وہ بھری بھی نہیں تو بیشک کٹورا اور اوسکا پانی پاک ہو گیا کہ زمین پر یا دیگ کے اندر رکھے ہونے کو حکم میں کچھ دخل نہیں وھذا ظاھر جدا

اصل ۱۶ **اقول** اس جریان سے اگرچہ طہارت ہو جائیگی اور نجاست مرئیہ تھی اور نکال لی یا غیر مرئیہ تھی تو مطلقاً ہمیشہ طہارت رہیگی جبتک دوبارہ نجاست عارض نہ ہو مگر اگر نجاست مرئیہ ہو اور نہ نکالی تو حکم طہارت اوسوقت تک ہے جبتک یہ جریان باقی ہے پانی تھمتے ہی ظرف اور اوسکے اندر کا پانی پھر ناپاک ہو جائینگے کہ سبب یعنی نجاست موجود ہے اور مانع کہ جریان تھا زائل ہو گیا وھذا ایضا بوضوحہ غنی عن الایضاح منحۃ الخالق میں شرح ہدیہ ابن العماد لسیدی عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے اذا وضع السرقین

فی مقسم الماء الی البیوت وجری مع الماء فی القساطل والماء نجس فلذا رکد الزبل فی وسط القسطل وجری الماء صافیا کان نظیر ما لوجری ماء الثلج علی النجاسة او کان بطن النهر نجسا وجری الماء علیه ولم یتغیر احد اوصافه بالنجاسة فان ذلک الماء طاهر کله کذلک هذا فاذا وصل الماء الی الحیاض فی البیوت فان وصل متغیرا احد اوصافه بالزبل او عین الزبل ظاهرة فیه فهو نجس من غیر شک فاذا استقر فی حوض دون القدر الکثیر فهو نجس وان صفا بعد ذلک فی الحوض وزال تغیره بنفسه لانه ماء نجس والماء النجس لا یطهر بزوال التغیر بنفسه لاسیما لو قد رکد الزبل فی اسفله وان استقر فی حوض کبیر فهو نجس ایضا مادام متغیرا او زال تغیره بنفسه ایضا واما اذا استمر الماء جاریا وزال تغیر الحوض بالماء الصافی یطهر الماء کله سواء کان الحوض صغیرا او کبیرا وان کان الزبل فی اسفله راکدا مادام الماء الصافی فی ذلک الحوض یدخل من مکان ویخرج من مکان فاذا انقطع الجریان وکان الحوض صغیرا والزبل فی اسفله راکدا فالحوض نجس اھ **اقول** کلام طیب من طیب طیب اللّٰہ تعالٰی ثراہ وقد اقرہ الشامی وغرضنا یتعلق ھھنا بجملته الاخیرة غیر قوله وجری مع الماء فالماء یحمل علی ما اذا تغیر فان المحقق المعتمد ان الجاری لا ینجس مالم یتغیر حتی موضع المرئیة وکذا الکثیر الملحق به علی المعتمد رجحه المحقق علی الاطلاق وقال تلمیذہ قاسم انه المختار ورد واستحسنه تلمیذہ الاخر ابن امیر الحاج وایدہ بالحدیث وکذا ابن سیدی عبد الغنی وھو ظاھر المتون وفی الدر عن جامع الرموز عن جامع المضمرات عن النصاب علیه الفتوی وفی شرح البحر عن الحلیة عن النصاب به یفتی فاذا کان ھو الثابت بالحدیث وھو ظاھر المتون وعلیه الفتوی فقد سقط ماسواہ ثم قوله رحمه اللّٰہ تعالٰی الماء النجس لا یطھر بزوال التغیر بنفسه **فاقول** ھذا انما ذکرہ فی غیر الجاری لقول الخلاصة ماء نجس یجعلونه فی نھر کبیر ان کان کثیرا بحیث لا یتغیر لا یتنجس وان تغیر یتنجس ویطھر بساعة یعنی اذا انقطع اللون والرائحة اھ زاد فی نسخة مانصه فی نسخة القاضی الامام رحمه اللّٰہ تعالٰی اھ ای ھذا مذکور فی نسخته والمراد به الامام فقیه النفس ولم ارہ فی فتاواہ واللّٰہ تعالٰی اعلم ولقول سیدی نفسه اذا رکد الزبل فی وسط القسطل وجری الماء صافیا طھر وفی رد المحتار فی دیارنا انھار المساقط تجری بالنجاسات وترسب فیھا لکنھا فی النھار تتغیر ولا کلام فی نجاستھا حینئذ وفی اللیل یزول تغیرھا فیجری فیھا الخلاف فی الجری بان الماء فیھا فوق النجاسة قال فی خزانة الفتاوی ولو کان جمیع بطن النھر نجسا فان کان الماء کثیرا لا یری ماتحته فھو طاھر والا فلا وفی الملتقط قال بعض المشایخ الماء طاھر وان قل اذا کان جاریا اھ **اقول** ما فی الملتقط مبتن علی الصحیح المفتی به وما فی الخزانة علی القول الاخر الدائر فی کثیر من الکتب ان الجاری ان جری نصفه او اکثر علی نجاسة مرئیة تنجس وھی المرادة فی الخزانة لقول الھندیة عن المحیط اذا کانت الجیفة تری من تحت الماء لقلة الماء او لصفائه کان الذی یلاقیھا اکثر اذا کان بسد عرض النھر او لم یاخذ الا الاقل من النصف لم یکن الذی یلاقیھا اکثر اھ وایاک ان تظن ان کلام الخزانة علی ظاھر اطلاقه ولو تنجس بطن النھر بغیر

مرئية توهما ان بطن النهر اذا كان نجسا وهو يرى فقد مر الماء كله على نجاسة مرئية وان كان لا يرى لكثرة الماء او الكدرة فانما جرى على غير مرئية فلا يتأثر بالتغير وذلك لان العبرة بالنجس لا المتنجس كما بينه في فتاوينا لكن لقائل ان يقول ان العلة في غير المرئية انه اذا لم يظهر اثرها علم ان الماء ذهب بعينها كما في البحر وغيره اما ههنا فبطن النهر كله نجس فالماء اينما ذهب يلاقي الانجاس تأمل ولا حاجة فان الفتوى على اعتبار الاثر مطلقا في الجاري والكثير معا نعم ظاهر كلام سيدي وتقرير الشامي ههنا ان الكثير الملحق بالجاري ليس مثله في التطهر بزوال التغير لقوله واذا استقر في حوض كبير فهو نجس وان زال التغير بنفسه فليحرر ولينظر وجهه فان الذي في المنية من فصل الحياض في مسألة حوض الحمام ما نصه الا ترى ان الحوض الكبير الحق بالماء الجاري على كل حال لاجل الضرورة قال في الحلية الجملة من الذخيرة ام تعالى اعلم اصل فتوی اس پر ہے کہ پانی کا عرض میں پھیلنا اوسکے جریان کو نہیں روکتا جبکہ پانی آگے نکلجاتا ہو مثلاً نہ در نہ حوض ہے اوسمیں پانی ایک طرف سے آیا دوسری طرف سے نکل گیا جاری ہوگیا اگرچہ عرض میں تو ہاتھ پھیلنے کے لیے ضرور وقفہ درکار ہوگا اور اوتنی جلد پانی اوس سے نہ نکل سکیگا جسقدر جلد تین چار ہاتھ کے عرض سے نکل جاتا ہندیہ میں ہے اذا كان الحوض صغيرا يدخل فيه الماء من جانب ويخرج من جانب يجوز الوضوء من جميع جوانبه وعليه الفتوى من غير تفصيل بين ان يكون اربعا في اربع او اقل فيجوز او اكثر فلا يجوز كذا في شرح الوقاية وهكذا في الزاهدي ومعراج الدراية بحر میں ہے في معراج الدراية يفتى بالجواز مطلقا واعتمده في فتاوى قاضيخان فتاوے ذخيره وتتمة الفتاوى الصغرى پھر حلیہ میں ہے عليه الفتوى لان هذا ماء جار بلکہ پانی کا گھومنا ایک دائرہ پر چکر کھانا جس طرح بھنور میں ہوتا ہے یہ بھی مانع جریان نہیں کہ بھنور پانی کو روک نہیں رکھتا چکر دیکر نکال دیتا ہے اوپر سے دوسرا پانی آتا اسے بھی گھوما کر چھوڑ دیتا ہے یہ سلسلہ قائم رہنے کے باعث گمان ہوتا ہے کہ ایک ہی پانی گھوم رہا ہے یا غیر آب کے آنے سے تمیز ہو سکتی ہے مثلاً اوپر سے لکڑی ڈالیجائے بھنور پر پہنچکر چکر کھا کر وسط ظرف نکلجائیگی اور اگر بھنور قوی ہو اور گھمانے میں بارگرد ہو کر ڈوب جائے گی اور پھر دیکر نکال دیگا فسبحن من خلق ما شاء كيف شاء انه يبدي في ملكه انما يشاء منیہ مسئلہ حوض حادر چاہ میں ہے الظاهر ان الماء لا يستقر فيه بل يدور حوله ثم يخرج فيكون كالجاري حلیہ میں ہے كذا في الذخيرة وتتمة الفتاوى الصغرى حكاية عن الشيخ الامام ابي الحسن الرستغفني اصل ۸ حوض وغیرہ کے جریان میں اگرچہ خروج لازم تھا مگر ملحق بالجاری یعنی دہ دردہ میں اسکی حاجت نہیں گرمیوں کے خشک تالاب میں جانوروں کے گوبر وغیرہ نجاستیں پڑی ہیں برسات میں پانی آیا اور اوسے بھر دیا اگر تالاب کے جوف میں جہاں سے پانی نے گزر کر اوسے بھرا نجاست ہے جب تو سارا تالاب نجس ہوگیا اگرچہ کتنا ہی بڑا ہو جبتک بھر کر ابل نہ جائے اقول اسلیے کہ جب بارش یا بہاؤ کا پانی اوسکے جوف میں داخل ہوا اب جبتک کہ اوسکے بطن میں متحرک رہیگا جاری نہ کہلائیگا کہ جریان کے لیے خروج شرط ہے اور یہ غیر جاری پانی نجاست سے اوسوقت ملا کہ ہنوز دہ دردہ نہ تھا کہ جوف میں اس کے

نخل پر پہنچا ستین پھیر تو نجاری ہے نہ کثیر الجرم ناپاک ہوگیا اوس میں جتنا پانی آتا گیا ناپاک ہوتا گیا اور جس پانی کثیر ہے جا سے پاک نہیں ہوسکتا جب
جاری نہ ہوجائے اور اگر نخل آب میں اتنی دور تک نجاست نہیں کہ تا تنک آنے والے پانی کے عرض طول کا سطح ستو ناتھ تک پہنچ گیا اوسکے بعد
نجاست سے ملا تو اب ناپاک نہ ہوگا کہ کثیر ہوگیا اگرچہ چوفٹ باہر گیا **اقول** ۱۰۸۸ وھو ظاہر ان المسألۃ مبتنیۃ علی الاصل الثالث
لا علی خلافیۃ مرور نصف الماء واکثرہ علی النجاسۃ وتأثیرہ فان الفتوی فیہا علی الطہارۃ مطلقا ما لم یتغیر نعم ان لقی الماء النجاسات فی طرفہ علی شاطی
الغدیر قبل ان یدخلہ کان علی الخلافیۃ لانہ جار بخلاف المتراجع فی بطن الغدیر کا علت فتاوی خانیہ و خزانۃ المفتین اور محیط پھر حلیہ نیز خلاصہ و
فتح القدیر میں فتاوی اور بحر و ہندیہ میں فتح اور غیاثیہ نیز ذخیرہ پھر حلیہ میں فتاوی اہل سمرقند سے ہے واللفظ لفقیہ النفس غدیر عظیم یکبس فی الصیف وراثت
الدواب فیہ و زاد فی الخلاصۃ والفتح والذخیرۃ والناس ثم دخل فیہ الماء وامتلأ ینظر ان کانت النجاسۃ فی موضع دخول الماء فالکل نجس وان اجتمع الروث والماء
کان نجسا لان کل ما دخل فیہ صار نجسا فلا یطہر بعد ذلک وان لم تکن النجاسۃ فی موضع دخول الماء واجتمع الماء فی مکان طاہر وھو عشر فی عشر ثم تعدی الی موضع
النجاسۃ کان الماء طاہرا والنجس منہ ما ظہر ولم یظہر فیہ اثر النجاسۃ وقال فی الذخیرۃ لان الماء صار کثیرا قبل ان یتنجس فلا یتنجس بعد ذلک لاتصال النجاسۃ بہ اھ
زاد فی الخانیۃ وکذا الغدیر اذا قل ماؤہ فصار الی ھذا الحد ووقعت نجاسۃ ثم دخل الماء الی ان صار الماء
الجدید عشرا فی عشر قبل ان یصل الی النجس کان طاہرا ایسا ہی خزانۃ میں ہے۔ **اقول** ۱۰۸۹ وباللہ التوفیق یہ فائدہ نفیسہ ہے کہ
شاید اس تحریر فقیر کے سوا دوسری جگہ نہ ملے اثر نجاست قبول نہ کرنے کو پانی کا جریان چاہیے سیلان کافی نہیں سائل و جاری میں
عموم و خصوص مطلق ہے ہر جاری سائل ہے اور ہر سائل جاری نہیں دیکھو بعض حوض میں جو پانی نل سے داخل ہوا اور دوسرے کنارہ تک
پہنچا اوس وقت ضرور سائل ہے مگر جاری نہ ٹھہرا جب تک دوسری طرف سے نکل نہ جائے اور اسپر ۱۰۹۰ دلیل قاطع آب وضو ہے کہ وہ اعضائے
وضو پر سائل ہے فانہ غسل ولا غسل الا بالاسالۃ مگر جاری نہیں ورنہ مستعمل نہ ہوتا کہ آب جاری استعمال تو استعمال نجاست سے
متأثر نہیں ہوتا جب تک متغیر نہ ہو یونہیں بدن یا کپڑے کی ناپاکی جس پانی سے دھوئی اوس نے بدن یا ثوب پر سیلان ضرور کیا اور استخراج
نجاست نہ کرتا مگر جاری نہیں ورنہ ناپاک نہ ہوجاتا حالانکہ تین بار دھونے میں امام کے نزدیک تینوں پانی ناپاک ہیں اور صاحبین کے
نزدیک دو ناپاک ہیں تیسرا جب بدن یا کپڑے سے جدا ہوجائے پاک ہے یونہیں ہی طاہر و ورد علی نجس نجس کعکسہ رد المحتار میں ہے الورود
یشمل ما اذا جری علیہا وھی علی ارض او سطح وما اذا صب فوقہا فی آنیۃ بدون جریان بحر الرائق میں ہے القیاس یقتضی تنجس الماء
باول الملاقاۃ للنجاسۃ لکن سقط للضرورۃ سواء کان الثوب فی اجانۃ واورد الماء علیہ او بالعکس عندنا فہو طاہر فی المحل
نجس اذا انفصل سواء تغیر اولا وھذا فی الماءین اتفاقا اما الثالث فہو نجس عندہ لان طہارتہ فی المحل ضرورۃ تطہیرہ
وقد زالت طاہر عندہما اذا انفصل والاولی فی غسل الثوب النجس وضعہ فی الاجانۃ من غیر ماء ثم صب الماء علیہ لا وضع الماء
اولا خروجا من خلاف الامام الشافعی فانہ یقول بنجاسۃ الماء رد المحتار میں اسکے بعد فرمایا ولا فرق علی المعتمد بین الثوب المتنجس

https://www.facebook.com/darahlesunnat

والعضو لمطلوبة يشير الى خلاف ابی یوسف لاشتراط الصب فی العضو كما فی البدائع **اقول**[۱۹۰] وظاهر التعليل يفيد ان تطهیر الثوب انما كان فی حق ذلك الثوب لا غير فلو وضع الثوب النجس فی اجانة وصب الماء فوقع فيه ثوب اخر طاهر تنجس ان لم ينفصل الماء عن الثوب الاول بعد لان ما كان يضر ورة تتقدر بقدرها فمن كان يصلی وقطر فيه دم فی الاجانة فاصابه اكثر من الدرهم وهو يتحرى يتحرك لم تجز صلاته هذا ما ظهر فليحرر والله تعالی اعلم اس نفیس فائدہ سے اصل ۳ پر یہ توہم زائل ہوگیا کہ پانی تالاب کے اس کنارے سے اوس کنارے تک بہتا پہنچا پھر جاری کیوں نہ ہوا سیلان ہے جریان نہیں یعنی فرق کھل گیا یہ جو اوس میں مذکور کیا کہ تالاب کے اندر مدخل آب کے قریب نجاست ہو اور پانی اوس پر ہو کر گزرا ناپاک ہوگیا کہ وہ سائل ہے جاری نہیں اور تالاب کے باہر زمین پر کنارے کے قریب نجاست ہے اور پانی اوس پر گزر کر تالاب میں داخل ہوا تو ناپاک نہ ہوا جبتک وصف بدلے کہ وہ جاری ہے[۱۹۲] اور اسکی نظیر وہ مسئلہ ہے کہ جوف زخم کے اندر خون کا سیلان معتبر نہیں جوف سے باہر بہے تو ناقض وضو ہے فافہم یہی مبنی ہے اوس مسئلہ[۳۰] کا کہ استنجا کرنے کو لوٹے سے پانی کی دھار ڈالی ہے تلک پہنچنے سے پہلے اوس دھار پر پیشاب کی چھینٹ پڑ گئی دھار ناپاک نہ ہوگی کہ جاری ہے اور یہی دھار استنجا کرنے سے ناپاک ہو جائیگی کہ بدن پر جاری نہیں رد المحتار میں ہے قال فی الضیاء ذكر فی الواقعات الحسامية لو اخذ الاناء فصب الماء علی يده للاستنجاء فوصلت قطرة بول الی الماء النازل قبل ان يصل الی يده قال بعض المشايخ لا ينجس لانه جار قال حسام الدين هذا القول ليس بشیء والا لزم ان تكون غسالة الاستنجاء غير نجسة قال فی المضمرات وفيه نظر والفرق ان الماء علی كف المستنجی ليس بجار والنازل من الماء قبل وصوله الی الكف جار ولا تظهر فيه اثر القطرة فالقياس ان لا يصير نجسا وما قاله حسام الدين احتياط اھ ويؤيد عدم التنجس ما ذكرنا من الفروع رحمہ اللہ تعالی اھ ام **اقول**[۱۹۳] وقد جزم فی الخلاصة عازيا للفتاوی وفی البزازية ولم يحكوا خلافا فلو تصیح فی ما يتصل بالماء الجاری فی الفتاوی رجل يستنجی فلما صب الماء من القمقمة علی يده لا فی الماء الذی يسيل من القمقمة البول قبل ان يقع علی يده بعض ما خرج فهو طاهر اھ قالوا بخلاف مسألة الجيفة فان الماء الجاری عليها لم يذهب بالنجاسة ولم يستهلكها بل هی باقية فی محلها وعينها قائمة علی ان فيها اختلافا ولهذا استدرك الشارح بقوله ولكن قدمنا ان العبرة للاثر اھ كلام الشامی وقد منا ان ما استدرك به الشارح هو المفتی به المعتمد والله تعالی اعلم **اصل ۱۰** ہماری کتابوں میں اتنا فرماتے ہیں کہ پانی نجاست پر وارد ہو یا نجاست پانی پر دونوں کا یکساں حکم ہے كما تقدم عن التنوير وذكر مثله الجم الغفير فی الغرر الدرر كالمورد **اقول**[۱۹۴] وباللہ التوفيق یہاں ایک فرق ہے غامض و دقیق اور تحقیق انیق ہے قبول کی حقیق نجاست[۳۱] حقیقیہ کے لیے ایک دفع ہے اور ایک رفع دفع یہ کہ نجاست اثر نہ کرنے پائے اور رفع یہ کہ نجاست کا اثر موجود زائل ہو جائے دفع جاری و کثیر کے ساتھ خاص ہے اور رفع ہر مائع طاہر مزیل کے لیے اور ملاقات نجاست وآب کے تین چار بین۔ اعمال۔ اہمال۔ انتقال[۳۲] استیصال۔ اعمال یہ کہ نجاست اپنا عمل کرے۔ اہمال یہ کہ عمل نہ کر سکے

انتقال یہ کہ اوسکا اثر جس شے پر تھا اوس سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہوجائے استیصال یہ کہ نجاست سرے سے فنا ہوجائے نجاست جب آب قلیل راکد یعنی غیر جاری پر وارد ہو تو صرف اعمال ہے یعنی اوسے ناپاک کردیگی اور خود اوسمیں باقی رہیگی اور جب آب کثیر جاری یا کثیر پر وارد ہو تو محض اہمال ہے یعنی باقی تو اوسمیں رہیگی مگر اثر کچھ نہ کرسکیگی وما ذکر من انتقالھا عند ائمۃ بلخ وبخاری وماوراء النھر فی الجواب الثالث فذاک انتقال فی الملاقی عن الماء اور جب آب راکد نجاست پر وارد ہو جیسے کپڑا یا بدن پاک کرنے میں تو یہاں انتقال ہے یعنی نجاست اوس کپڑے یا بدن سے منتقل ہوکر اس پانی میں آجائیگی وہ پاک ہوجائیگا اور یہ ناپاک۔ اور جب آب جاری نجاست پر وارد ہو جیسے حوض وغیرہ کی صورتوں میں گزرا تو یہ صورت استیصال کی ہے یعنی وہ بھی پاک ہوگیا اور یہ پانی بھی پاک رہا نجاست کہیں باقی ہی نہ رہی ہاں جاری وکثیر اگر نجاست سے متغیر ہوجائیں تو دونوں صورتوں میں قلیل راکد کی طرح ہیں بالجملہ ورود آب بر نجاست اگر یہ پانی صرف رافع ہے تو نجاست اوس شے سے دُور کرکے اپنے اوپر لے لیگا کہ اسمیں دفع کی قوت نہیں اور اگر دافع بھی ہے تو فنا کردیگا کہ اوس ناپاک شدہ شے سے رفع کی اور اپنے اوپر سے دفع کی اوسکے لیے کوئی محل ہی نہ رکھا اصل ۲ میں ظہیریہ کی عبارت گزری کہ حوض بھی پاک ہوگیا اور یہ پانی جو اوس سے باہر نکل گیا اسے اوٹھا کر کسی نے وضو کیا تو وضو ہوگیا ظاہر ہے کہ اعمال ہوا نہ انتقال ہوا کہ پانی خود بھی پاک رہا نہ اہمال ہوا کہ وہ ہوتا تو اوس وقت تک ہوتا کہ پانی بہ رہا تھا جب ٹھہر گیا اور ہے قلیل تو نجاست اگر رہتی واجب تھا کہ عمل کرتی جیسا کہ اصل ۲ میں گزرا لیکن یہ بھی نہ ہوا اور اس پانی کو اوٹھا کر اس سے وضو جائز ہوا تو یہ نہیں مگر نجاست کا استیصال۔ اسی طرح تصریح فرمائی ہے کہ ناپاک زمین پر پانی بہایا کہ ہاتھ بھر بہ گیا زمین بھی پاک ہوگئی اور پانی بھی پاک۔ ف۳ فی رد المحتار عن الذخیرۃ عن الحسن بن ابی مطیع اذا صبّ علیھا الماء فجری قدر ذراع طھرت الارض والماء طاھر بمنزلۃ الماء الجاری قال ش فھذا نص فی المقصود وللہ الحمد اھ یونہیں تصریحات ہیں کہ دو برتن ہیں ایک میں مثلاً پانی یا دودھ پاک ہے دوسرے میں ناپاک دونوں کی دھار ہوا میں ملا کر چھوڑی کہ ایک تیسرے برتن میں پہنچی یا دونوں کو ملا کر مثلاً پاک پکی چھت پر بہایا کہ ایک دھار ہوکر بہے سب پاک ہوگیا خزانہ وخلاصہ وخانیہ ورد المحتار میں ہے اناء ان ماء احدھما طاھر والاٰخر نجس فصبا من مکان عال فاختلطا فی الھواء ثم نزلا طھر کلہ ولو اجری ماء الاناءین فی الارض صار بمنزلۃ ماء جار۔ اشارات تقریر سابق سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ثمرۂ استیصال علی الاطلاق نجاست غیر مرئیہ میں ہے مرئیہ جب تک باقی ہے معدوم نہیں کہی جاسکتی ہاں کثیر وجاری میں اثر نہ کرسکیگی قلیل وراکد ہوتے ہی اپنا عمل دکھائیگی مگر یہ کہ اس سے پہلے نجاست نکالدی یا پانی میں مستہلک یا مٹی کی طرف مستحیل ہوگئی تھی کہ پہلی دو صورتوں میں مرئیہ نہ رہی غیر مرئیہ ہوگئی اور پچھلی میں نجاست ہی نہ رہی منحۃ الخالق میں ہے قال العلامۃ عبد الرحمٰن افندی العمادی مفتی دمشق فی کتابہ ھدیۃ ابن العماد قال صاحب مجمع الفتاوی فی الخزانۃ بماء الثلج اذا جری علی طریق فیہ سرقین ونجاسۃ ان تغیبت النجاسۃ واختلطت حتی لا یری اثرھا یتوضؤ منہ یونہیں خلاصہ وفتاوی قنیہ میں ہے شرح ہدیہ میں بعض کلام کو اصل فرمایا فالحوض نجس الی ان یصل الی الماء فی اسفل الحوض وھی الطین

الرسوب فلا یکون نجسا حینئذ وان کان الحوض کبیرا فکلام فیہ لانہ یسیر منحرف بہ یعنی اذا جری بعد ذلک لا یضر لصیرورتہ
الزبل حمأۃ کما یعلم مما مر اھ **اقول** تبین مما حققنا ان المراد بالماء فی قولھم ما ورد علی نجس نجس کعکسہ ھو الماء
الراکد القلیل اذ بہ تستقیم القضیۃ کن علی عمومھا وقد اشار الیہ ملک العلماء حیث قال لا خلاف ان النجس یطھر
بالغسل فی الماء الجاری وکذا بالغسل بصب الماء علیہ واختلف ھل یطھر بالغسل فی الاوانی قال ابو حنیفۃ ومحمد یطھر
حتی یخرج من الاجانۃ الثالثۃ طاھرا وقال ابو یوسف لا یطھر البدن مالم یصب علیہ الماء وفی الثوب عنہ روایتان وجہ قول
ابی یوسف ان القیاس یابی حصول الطھارۃ بالغسل اصلا اذ الماء متی لاقی النجاسۃ تنجس سواء ورد الماء علی النجاسۃ او وردت النجاسۃ علی الماء الا انا حکمنا بالطھارۃ
لحاجۃ الناس فی الحادثۃ ضرورۃ فالحکم بالطھارۃ عند ورود الماء علی النجاسۃ فبقی ما وراء ذلک علی القیاس فعلی ھذہ لا فرق
بین البدن والثوب وجہ الفرق لہ علی روایۃ ان فی الثوب ضرورۃ اذ کل من تنجس ثوبہ لا یجد من یصب ولا یمکنہ الصب
بنفسہ وجہ قولھما ان القیاس متروک فی الفصلین لتحقق الضرورۃ فی المحلین اذ لیس کل من اصابت النجاسۃ بدنہ یجد
ماء جاریا او من یصب وقد لا یتمکن من الصب بنفسہ مع ان ما ذکر من القیاس غیر صحیح لان الماء لا ینجس اصلا ما دام علی
المحل النجس اھ مختصرا فقد افادتین ان القضیتین فی غیر الجاری ای وما فی حکمہ من الکثیر والعجب ان المدقق العلائی
حمل الکلام علی الجاری فقال فی شرحہ (ورد) ای جری (نجس) اذا ورد کلا او اکثرہ ولو اقلہ لا کجیفۃ فی نھر او نجاسۃ علی
سطح لکن قدمنا ان العبرۃ للاثر (کعکسہ) ای اذا وردت النجاسۃ علی الماء تنجس الماء اجماعا اھ **اقول** بل لا یتنجس
اجماعا اذا کان جاریا مالم یتغیر وصفہ فالمراد الراکد القلیل قطعا ولو حمل علیہ لم یحتج فی الاولی الی تقییدھا ولا الاستدراک
علیہ بکون العبرۃ للاثر والعجب ان السادات الثلثۃ ح و ط و ش کلھم حملوہ علی ما یعم الراکد والجاری فاعترض الاولان علی الشارح
قائلین علی قولہ جری ھذا خاص بما اذا جری علی ارض او سطح ولا یشمل ما اذا اصب علی نجاسۃ لان الصب لا یقال لہ جریان مع ان
الحکم عام فالاولی ابقاء المصنف علی عمومہ اھ **اقول** اترون ماء جاریا او کثیرا ورد علی نجس او بالعکس ھل
یتنجس بالورود فاین العموم واشار الثالث الی الجوابین فقال فسر الورود بہ لیتأتی لہ التفصیل والخلاف الذی ذکرھما
والا فالورود اعم وایضا فالجریان ابلغ من الصب فصرح بہ مع علم حکم الصب منہ بالاولی فعلتوھم عدم ارادتہ اھ
اقول لا عموم وعلی فرضہ کیف یصح تفسیرہ بخاص لیتأتی لہ تقییدہ وجعلہ خلافیا بل کان علیہ ان یبقیہ علی
عمومہ ویقول وان کان جاریا اذا ورد کلہ الخ یہ جواہر زواہر بحمدہ تعالی عطیہ سرکار رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ ہیں والحمد للہ
علی تواتر آلائہ وافضل الصلاۃ والسلام علی سید انبیائہ وعلیھم وعلی آلہ وصحبہ واولیائہ باقین دائمین بدوامہ و
بقائہ آمین والحمد للہ رب العلمین جب یہ اصول عشرہ ممہد ہولیے اب تفریعات کی طرف چلیے **فاقول** وباللہ التوفیق

ف۱: تطفل ۲۱۲ علی الدر المختار
ف۲: تطفل ۲۱۳ علی البحر
ف۳: تطفل ۲۱۴ علی ...
معروضۃ علی العلامۃ ...
ف۴: معروضۃ ۲۱۵ علی العلامۃ ...
ف۵: معروضۃ ۲۱۶ علی العلامۃ ...

اس مسئلہ میں ۱۲ صورتیں ہیں یعنی اب ہر ایک چہارم میں حوض کی تقسیم مذکورہ ہیں قسم دوم وہ کہ اسفل اوسکی جزء ہو شکل دامن میں متمیز نہ ہو جیسے نصف دائرہ قسم چہارم وہ کہ اسفل شکل جداگانہ ہو صغیر تابع جیسے یا تہ جسے کہ ہر مستقل جیسے یا تہ یا زائد ہو مگر سو سے کم جو حوض زیریں یا قابل اجرا ایک وہ کہ پانی اوسکی حد سے دبا ہو کہ حوض بالا کے بطن میں بھرا ہوا باہر جو پانی آئیگا اوسکا بہاؤ اس حوض صغیر میں داخل ہو کر نکلنا نہ ٹھہریگا کہ اسکا اجرا ہو بلکہ حوض بالا ہی کے بطن میں گ سمجھا جائیگا کہ جریان نہیں (اصل ۳ و ۵) ظاہر ہے کہ اگر دیگ میں ایک کٹورا رکھا اور نصف دیگ میں ناپاک پانی بھر آیا لبالب بھر دیے تو بھی کٹوری کا پانی پاک نہ ہوگا نہ دیگ کا اور نہ کسی کا اجرا نہ ہوا بخلاف اسکے صرف کٹورے میں پانی بہا دو سر پا کٹ پانی ڈالیں یہانتک کہ بھر کر بہ جائے اور کٹورا اور اسکا پانی پاک ہو جائیگا کہ اسکا اجرا ہو گیا اگرچہ جو دیگ میں (اصل ۲) دوسرا وہ کہ آگے اوبل کر بہنے کو جگہ نہ ہو جیسے اسی صورت میں

کہ اگرچہ پانی صرف ح ء تک ہو آگے منتہے تک بلندی ہے۔ **قابل اجراء** وہ کہ پانی اسکے اندر اور آگے بہنے کو جگہ ہو۔ **قلت منتہے** یہ کہ حوض بالا کی فضا کہ اس حوض زیریں کی محاذات میں ہے مع فضائے حوض زیریں دہ دردہ سے کم ہو جیسے اس شکل میں

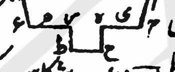

کہ اب سو ہاتھ اور ح ء کم ہے **کثرت منتہے** یہ کہ یہاں بھی دہ دردہ ہو جیسے اسی شکل میں جبکہ سطح ح ء سو ہاتھ اور سطح اب زائد ہو یا شکل سوم مذکور جواب چہارم میں کہ اب و ح ء دونوں مساوی ہیں **کثرت مبدء** یہ کہ ناپاک پانی جہانتک بھرا ہو مثلاً بحال قابلیت اجرا ہ سے ر تک یا بحال عدم قابلیت ی سے ہ تک وہاں سے مدخل آب تک اتنی جگہ ہو کہ آنے والا پاک پانی دہ دردہ ہو کر ناپاک پانی سے ملیگا مثلاً آ سے جو پانی ح پر آیا اور پہلی صورت میں ہ سے ناپاک پانی تھا تو ہ تک پہنچے سے پہلے سطح ح ہ میں سو ہاتھ مساحت ہو اور دوسری صورت میں ی سے نجس پانی تھا تو ی سے اوپر سطح ح ی میں دہ دردہ کی وسعت ہو **قلت مبدء** یہ کہ اتنی جگہ نہیں بلکہ وہ دردہ سے کم رہکر اوس سے ملے بہرحال نجاست مرئیہ پاک پانی داخل ہونے سے پہلے نکال لی گئی تو **مخرجہ** ہے ورنہ **باقیہ** راسبہ خواہ طافیہ ظاہر ہے کہ حوض زیر بحث قسم دوم سے ہوگا یا چہارم سے اور چہارم تابع یا مستقل اور دونوں قابل اجرا یا ناقابل یہ پانچ صورتیں ہوئیں اور ہر تقدیر پر مبدء کثیر ہوگا یا قلیل بر تقدیر دوم منتہی بھی قلیل ہوگا یا کثیر یہ تین ہو کر پندرہ ہوئیں بہرحال نجاست غیر مرئیہ ہوگی یا مرئیہ اور مرئیہ مخرجہ یا باقیہ اور باقیہ راسبہ یا طافیہ یہ چار ہو کر ساٹھ ہوئیں بہر صورت حوض بالا بھر کر اوبلا یا نہیں جملہ ایکسو بیس۔ اب ہم بتوفیقہ تعالٰی انکا ضبط کریں کہ ہر تقسیم اوسی صورتیں آئے جس سے وہاں حکم مختلف ہو **فاقول** وباللہ ربی استعین **اولاً** حوض اگر قسم دوم سے ہو یا قسم چہارم اور صغیر ناقابل اجرا تابع خواہ مستقل اور بہرحال کثیر المبدء نہ تھا نہ بھر کر اوبلا تو مطلقاً سب ناپاک ہو گیا عام ازیں کہ نجاست کسی قسم کی ہو اور منتہے قلیل ہو یا کثیر کہ جتنا پانی نجاست سے ملتا گیا نجس ہوتا گیا اور نجس کثیر ہو کر طاہر نہیں ہو سکتا یہ تین صورتیں ہوئیں بلکہ ایک ہی کہ ناقابل اجرا سب کو شامل ہے تمام تفصیلاً المجاہ اکثر تھی قلت منتہے و اقسام نجاست جس **ثانیاً** انہیں صور ثلثہ سے پہلی دو صورتوں یعنی قسم دوم و ناجاری تابع میں اگر کثیر المبدء تھا یا بھر کر اوبلا تو مطلقاً سب پاک ہو گیا یہ چار صورتیں ہوئیں بلکہ وہی کہ نامستقل دونوں کو شامل اور تفصیلاً بتیس کہ کثیر المبدء اوبلے یا نہیں اور اوبلنے والے قلیل المبدء میں منتہے قلیل ہو یا کثیر اور ہر ایک قسم دوم ہو یا ناجاری تابع اور بہرحال نجاست کسی قسم کی **ثالثاً** انہیں کی صورت سوم جاری مستقل میں کثیر مبدء یا اوبلنے سے حوض بالا مطلقاً پاک رہیگا

کہ اوس کا پانی ناپاک پانی سے کثیر ہوکر ملا (اصل ۸) یا بعد کو بہ گیا (اصل ۱) اور صغیر مطلقاً ناپاک ہونا چاہیے اگرچہ نجاست غیر مرئیہ ہو کہ بہا نہیں اور مستقل ہی (جواب ۱۲) تو نجاست موجود اور سبب تطہیر مفقود بصورت کثرت مبدء تو واضح ہی اور صورت اعراضین بھی ظاہر یہی ہے کہ اسکا استقلال اوسکے اجزا کو اسکا اجزا ہونے سے مانع ہوگا اگر کہیے کہ مانع نہوگا شکل 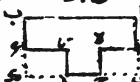 ہو مین ح ط اور ی ک زمین کے ٹکڑے جنہوں نے حائل ہوکر ہ ط کو ا ہ سے ممتاز شکل کر دیا اگر ہٹا دیے جائیں تو شک نہیں کہ ا ب کا اجزا تمام شکل ا ک کا اجزا ہوگا جسمین ہ ط بھی داخل تو اوتنے ٹکڑے گم لینے سے اثر احمر کہ ح ط تک پہنچتا تھا یہ کیون ختم ہو جائیگا تو جواب وہی ہے کہ وہ ٹکڑے ہٹ جائیں تو ا ک شکل واحد میں سب پانی ایک ہی بخلاف اس صورت کے کہ اب دو شکلوں میں دو پانی ہیں فلیتأمل یہ دو صورتیں ہوئیں اور تفصیلا اسیطرح ستو **رابعاً** صغیر قابل اجرا نہو مگر قسم چہارم کی کہ قسم دوم اصلا قابل اجرا نہیں جبتک سارا حوض بھر کر نہ بہے ظاہر ہے کہ آب بالا نیچے اوتر آئیگا اور وہ اوسی بھر کر بہا دیگا (اصل ۵) تو اسوقت اسکی طہارت میں کلام نہیں (اصل ۱) عام ازین کہ مستقل ہو یا تابع کہ اجرا طہارت کیلیے کوئی مقدار شرط نہیں (اصل ۲) اب اگر نجاست غیر مرئیہ یا مخرجہ ہے تو خود نجاست کی کوئی وجہ نہیں کہ جریان اس نجاست کو فنا کر دیتا ہے (اصل ۱۰) تو مطلقاً زیر و بالا دونوں حصے پاک ہیں اگرچہ مبدء کثیر ہو نہ منتہے کہ جریان کے لیے کوئی حد خاص مقدر نہیں (اصل ۱۳) خواہ بھر کر اوبلے یا نہیں کہ طاہر کو اجرا کی حاجت نہیں یہ چار صورتیں ہوئیں کہ قابل اجرا تابع یا مستقل اور نجاست غیر مرئیہ یا مخرجہ بلکہ ایک ہی کہ قابل اجرا بعد نجاست غیر مرئیہ کے بعد اخراج مرئیہ بھی غیر مرئیہ ہے اور تفصیلا چوبیس کہ ہر تقدیر پر مبدء کثیر ہو یا قلیل اور منتہے کثیر یا وہ بھی قلیل اور ہر صورت پر اوبلے یا نہیں **خامساً** اسی صورت قابل اجرا میں نجاست باقیہ ہو تو مبدء یا منتہے کثیر ہونے کی حالت میں اگر نجاست طافیہ ہے مطلقاً دونوں حصے پاک رہیں گے صغیر تابع ہو یا مستقل کبیر اوبلے یا نہ اوبلے کہ جریان صغیر نے اوسے پاک کر دیا اور وہ اگرچہ مستقل ہو نجاست کہ طافیہ تھی اوسمین نہ رہی آب بالا کی طرف منتقل ہو گئی اور یہ آب بالا اوسے بہانے والا اوس سے متأثر نہوا اگر کثیر تھا تو ظاہر (اصل ۸) اور قلیل تھا جب بھی بحالت جریان تو پاک تھا ہی (اصل ۱۲) اور یہ جریان منتہی نہوا جبتک اس فضائے حوض کبیر کو کہ محاذات صغیر میں ہے بھر ندیا (اصل ۱۶) کہ عرض میں پھیلنا جریان کا مانع نہیں (اصل ۷) اور اسوقت وہ دردہ ہو چکا تھا بہرحال قابل قبول نجاست نہوا یونہیں اگر راسبہ ہے اور صغیر تابع کہ اگرچہ وقوف جریان کے وقت نجاست اوسمیں موجود تھی مگر آب بالا بوجہ کثرت متأثر نہوا اور یہ بوجہ تبعیت اوسکے ساتھ شئ واحد ہے تو پاک ہی رہیگا اور جریان بالا کی حاجت نہیں جیسے حوض قسم دوم کا اسفل اگرچہ مساحت میں کتنا ہی کم رہ جائے اور اوسمیں نجاست موجود ہو جب اعلی کثیر ہے یا اجرا ہو جائے کوئی حصہ ناپاک نہ رہیگا ہاں اس صورت میں اگر صغیر مستقل ہے تو کبیر کہ کثیر ہے پاک رہیگا اور صغیر پھر ناپاک ہو جانا چاہیے کہ حوض سطح کے بھرتے ہی جریان ٹھہر گیا اور اسوقت نجاست خود اسمین موجود ہے اور یہ تابع نہیں تو جریان بالا ابھی اگر ہوا اسے مفید نہیں ۱ھ اگر مبدء و منتہے دونوں قلیل ہیں اور حوض بالا بہا بھی نہیں تو مطلقاً دونوں حصے ناپاک رہینگے صغیر تابع ہو یا مستقل اور نجاست طافیہ ہو یا راسبہ کہ اگرچہ اجرائے صغیر نے اسے پاک کیا اور اوس وقت تک وہ آنے والا پانی بھی پاک تھا مگر جریان ٹھہر اقلت پر تو آب قلیل ساکن میں نجاست موجود ہے خواہ بالا میں اگر طافیہ ہے یا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

زیرین میں گر رہا ہے تو وہ نجس ہو گیا (اصل ح) اور دوسرا قلیل کہ اول میں نہ تھا اور دوم میں بالا ہے اس آبِ نجس سے متصل ہے تو دونوں نجس ہو گئے
اور بعد کو پانی بڑھا اور حوض میں متحرک ہوا تو وہ بلا اجرا نہ ہوا (اصل ۳) اور ۵ اس بڑھنے میں سیلان بھی ہو مگر وہ جریان کے لیے کافی نہیں۔
(اصل ۹) اور اگر حوض بالا بہا اور صغیر تابع ہے تو سب پاک اگرچہ نجاست راسبہ ہو لما مر انفاً اور مستقل ہے تو صغیر بوجہ اتصال نجاست
ناپاک ہونا چاہیے اگرچہ طافیہ ہو کہ وقوف جریان کے وقت بالا بسبب قلت ناپاک ہو گیا تھا اور یہ اوس سے متصل ہے پھر جب بالا کا جریان ہوا
وہ بوجہ استقلال اسکا جریان نہ ٹھہرنا چاہیے تو یہ نجس ہی رہا اور کبیر بوجہ جریان خود پاک ہو گیا یہ سولہ صورتیں ہیں کہ کثرت مبدء یا منتہے
ہر ایک میں تین تین ہیں طافیہ مطلق اور راسبہ میں صغیر تابع یا مستقل تو یہ نین قلت ہر دو میں تین ہیں عدم جریان بالا مطلق اور جریان میں تبعیت و
استقلال بلکہ چھ ہی ہیں کہ دونوں کثرتیں وقوف علی الکثرۃ میں آگئیں یوں تفصیلا چوبیس کہ کثرت مبدء یا منتہے یا قلت ہو وہر ایک میں
نجاست طافیہ ہے یا راسبہ صغیر تابع ہے یا مستقل بالا بہا یا نہیں آٹھ آٹھ ہو کر چوبیس ہوئیں مجموع اکیسو بیس اور ضابطہ میں بتیس ہی
بلکہ صرف بارہ **اختصار ہذا الضابط اقول** انہ ان جوف الحوض النجس لا یجری بدخول الماء الطاھر فان
کثر المبدء او جری الکبیر طھر الکل او الصغیر تابعا او الکبیر فقط لو مستقلا والا تنجس الکل وان کان یجری بہ والنجاسۃ غیر
مرئیۃ طھر الکل وان باقیۃ فان وقف عن الجریان کثیرا وھی طافیۃ او الصغیر تابع طھر الکل والا فالکبیر وحدہ وان وقف قلیلا و
لم یجر الکبیر تنجس الکل وان جری طھر الکل او الصغیر تبعا او الکبیر فقط لو مستقلا **ضابطہ بروجہ دوم** متفرق
کہ ہر حصہ کی طہارت کا جدا ضابطہ **اقول** طہارت بالا کی چار صورتیں ہیں آبِ طاہر کثیر ہو کر نجس تک پہنچے یا حوض بھر کر ابل جائے
یا صغیر کو بہا لے اور نجاست غیر مرئیہ رہ گئی ہو یا صغیر کو بہا کر وہ در دہ پر ٹھہرے اور طہارت زیرین تابع مطلقاً تابع طہارت بالا ہے
اور طہارت زیرین مستقل کو تین شرطیں درکار **اول** اوسکا جاری ہونا **دوم** نجاست کا راسبہ نہ ہونا **سوم** یا تو نجاست غیر مرئیہ ہو یا
طافیہ ہو تو جریان بعد کثرت پر ٹھہرے انھیں کے اجتماع و افتراق سے زیر و بالا کے احکام پیدا ہونگے طہارت بالا کی اگر کوئی صورت نہ پائی جائے تو دونوں
مطلقاً نجس ہیں (اس مسئلہ میں نجاست بالا و طہارت زیرین معقول نہیں اور اگر ان میں سے کوئی صورت متحقق ہوا اور اوسکے ساتھ صغیر مستقل ہو
تو اوسکی تینوں شرطیں جمع ہوں تو سب پاک ہے اور اگر طہارت بالا کی کوئی صورت پائی گئی اور صغیر مستقل ہوا اور اوسکی کوئی شرط منتفی ہوئی
تو اسفل ناپاک اعلی پاک **ضابطہ بروجہ سوم** کہ توزیع احکام کرے حکم تین ہیں سب پاک سب ناپاک صرف حصہ بالا پاک۔
اس ضابطہ میں ہر حکم کی صورتیں جدا کی جائینگی **فاقول** اگر آب طاہر نجس سے کثیر ہو کر ملا بعد کو ابلا نجاست غیر مرئیہ میں صغیر کو بہا لیا نہ باقیہ میں
بہا کر وہ در دہ پر ٹھہرا تو ان اٹھائیس صورتوں میں دونوں حصے مطلقاً ناپاک ہیں اور اگر حوض قسم دوم سے ہو یا چہارم میں صغیر تابع تھا
اجمہ نہو اور دونوں صورتوں میں آب طاہر کثیر ہو کر نجس سے ملا یا بعد کو ابلا یا آب نجس حوض صغیر تابع خواہ مستقل میں قلیل تھا اور
نجاست غیر مرئیہ رہ گئی تھی اگرچہ وہ در دہ سے کم پر ٹھہرا یا مرئیہ میں وہ صغیر تابع تھا اگرچہ راسبہ ہو اور اوسے بہا کر کثرت پر ٹھہرا یا بعد دہ ابلا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یا صغیر مستقل تھا اور نجاست طافیہ اور بہا کر کثرت پر ٹھہرا ان ۱۸ صورتوں میں دونوں حصے مطلقاً پاک ہیں اور اگر صغیر مستقل تھا اور آنے والے پانی نے اوسی نے بہا کر جگہ نہ تھی خواہ نجس پانی اوسکی حدود سے باہر نہ بہا یا بہا یا تو نجاست راسبہ تھی اور ان دونوں ہو تو نہیں پانی اوس نجس سے کثیر ہو کر ملا خواہ صورت اخیرہ میں بہا کر کثرت پر ٹھہرا یا دونوں صورتوں میں بعد کو اوبلا یا نجاست طافیہ تھی اور قلت پر ٹھہر کر آ رہیں اور بلا ان ۲۲ بائیس صورتوں میں اسفل ناپاک اعلی پاک **اقول اولاً** یہیں سے ظاہر ہوا کہ کلام علمائے کرام حوض قسم دوم میں ہے ورنہ بانوے ۹۲ صورتوں سے نقض وارد ہو جن میں سے ستر میں طہارت کلی یقینی ہے اور بائیس میں طہارت اعلی تردد تو نجاست اسفل میں ہے اور حوض قسم دوم میں بیشک حکم یہی ہے کہ اعلی اسفل سب ناپاک صرف دو استثنا ہیں جن میں سب پاک ہو گا ایک یہ کہ بھر کر اوبل جائے یہ صراحۃً اونکے کلمات عالیہ میں مذکور حلیہ و بدائع و فتح سے گزرا امتلأ و لم یخرج منہ شیئ دوسرے یہ کہ آنے والا پانی کثیر ہو کر اوس نجس سے ملے یہ بجائے خود معلوم ہو چکا کہ کثیر بے تغیر نجاست قبول نہیں کرتا تو اطلاق علمائے کرام صحیح و بے غبار ہے اور تحقیق بازغ و تنقیح بالغ یہی ہے جو بتوفیقہٖ عزوجل قلب فقیر پر القا ہوئی **ثانیاً** نیز یہ بھی واضح ہوا کہ قول دوم بھی بیوجہ نہیں بلکہ وہ اون ستر صورتوں پر محمول جن میں سب پانی پاک رہتا ہے وباللہ التوفیق **ثالثاً** یہ بھی لائح ہوا کہ یہ محل ایک قول کی تصحیح دوسرے کی تضعیف کا نہیں بلکہ دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں فللہ الحمد کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا و یرضی، و صلی اللہ تعالٰی و بارک و سلم علی المصطفی المرتضی، و آلہ و صحبہ و ابنہ و حزبہ ما علت سماء ارضا، والحمد للہ رب العٰلمین واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم **تنبیہ جلیل** و تشیید التفریع والتاصیل، و علی اللہ ثم علی رسولہ التعویل جل و علا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالتبجیل، اصل سوم میں گزرا کہ دخول و خروج دونوں اس جریان کے رکن ہیں اون میں سے جو نہ پایا جائیگا جریان نہ ہو گا اور اصل نہم میں رد المحتار و ضیاء و جامع المضمرات و بزازیہ و خلاصہ و فتاوٰی سے گزرا کہ لوٹے کی دھار جب تک تھم نہ پہنچی جاری ہے حالانکہ یہ محض خروج بلا دخول ہے **اقول** وباللہ التوفیق و بہ الوصول الی ذری التحقیق اسکی تنقیح و تطبیق ایک اور خلافیہ کی توضیح و توفیق پر مبنی ہے علما مختلف ہوئے کہ جاری ہونے کے لیے اوپر سے مدد آنا بھی ضرور ہے یا بلا مدد کسی مائع کا آپ بہنا بھی جریان ہے محقق علی الاطلاق نے اول کو ترجیح دی فتح میں فرمایا الحقوا بالجاری حوض الحمام اذا کان الماء ینزل من اعلاہ حتی لو ادخلت القصعۃ النجسۃ او الید النجسۃ فیہ لاینجس و هل یشترط مع ذلک تدارک اغتراف الناس منه فیہ خلاف و ذکر فی المنیۃ ثم لابد من کون جریانہ لمدد له کما فی العیون و النهر هو المختار اھ ثم ذکر مسألۃ الاستنجاء بالقمقمۃ و نقل عن التجنیس النظر فیہ بعین ما نظر الامام حسام الدین ثم قال قال ای المصنف فی التجنیس و نظیرہ ما اوردہ المشایخ فی الکتب ان المسافر اذا کان معہ میزاب واسع (ای یسع لان یتوضأ فیہ) و اداوۃ ماء یحتاج الیہ ولا یتیقن وجود الماء لکنہ علی طمع فمن ینبغی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ان یأمر احدا یصب الماء فی طرف المیزاب وھو یتوضؤ وعند الطرف الاخر اناء طاھر یجتمع فیہ الماء فانہ یکون الماء طاھرا وطھورا لانہ جار قال بہ نحن نقول ھذا لیس بشیئ لان الجاری انما لا یصیر مستعملا اذا کان لہ مدد کالعین والنھر وما اشبھہ وفیما اشبھہ حوضان صغیران یخرج الماء من احدھما ویدخل فی الاخر فتوضأ فی خلال ذلک جاز لانہ جار وکذا اذا قطع الجاری من فوق وقد بقی جری الماء کان جائزا ان یتوضأ بما یجری فی النھر قبل استقرارہ اھ بالتقاط اور علامہ حدادی نے سراج وہاج اور علامہ سراج ہندی نے توشیح میں دوم کی تصحیح کی بحر وتنویر ودر وغیرہا میں اسی پر اعتماد کیا بحر میں بعد نقل ترجیح فتح فرمایا وفی السراج الوھاج لا یشترط فی الماء الجاری المدد ھو الصحیح اھ ثم ذکر فی البحر عن التجنیس والمعراج وغیرھما مسألۃ جواز الوضوء بما یجری فی نھر سد من فوقہ ✻ **اقول** ای فیہ او بہ ✻ اذا وقع فیہ نجس کما لا یخفی ثم رأیت فی الحلیۃ اخذ بمثلہ علی متنہ انقال ظاھر عبارتھم فی ھذہ المسألۃ کما فی الذخیرۃ وواقعات الناطفی اذا سد من فوق فتوضأ بما یجری فی النھر جاز اما ان یکون الوضوء فی النھر فکان علی المصنف ان یذکر فیہ لان من الواضح جدا جواز الوضوء بہ جاریا کان او غیر جار خارجہ اما باغتراف او اخذ منہ بانا فلا یقع التقیید ببقاء جریان الماء وقعا تم ھو علی لعبا من ذکر مثلہ اھ **اقول** ای عتب المصنف وقع اذ کانوا ھم المعبرین بالباء دون فی فھذا محل التفسیر لا الاخذ کما فعل الفقیر قال البحر فھذا یشھد لما فی السراج اھ **اقول** نعم لکن لا ینبغی عزوہ للتجنیس فانہ لیس ذاھبا الیہ بل ھو فی عداد ما رد علیہ کما یظھر من عبارۃ الفتح حیث نقل عن التجنیس فی مسألۃ القمقمۃ ھذا لیس بشیئ ثم قال ونظیرہ فذکر مسألۃ المیزاب ثم قال وما اشبھہ وجعل منہ مسألۃ ✻ الحوضین وھذہ المسألۃ ثم قال فی البحر وذکر السراج الھندی عن الامام الزاھدی انہ حفر نھرا من حوض صغیر واجری الماء فی النھر وتوضأ بذلک الماء فی حال جریانہ فاجتمع ذلک الماء فی مکان فحفر رجل اخر نھرا من ذلک المکان واجری الماء فیہ ✻ وتوضأ بہ حال جریانہ فاجتمع فی مکان اخر ففعل رجل ثالث کذلک جاز وضوء الکل لان کل واحد انما توضأ بالماء حال جریانہ ✻ والجاری لا یحتمل النجاسۃ ما لم یتغیر اھ **اقول** ای ان وقعت والحکمیۃ ان توضأ فیہ بغمس الاعضاء فلا یبنی علی نجاسۃ ✻ المستعمل ثم ھذہ مثل مسألۃ الحوضین بل ھی ھی بعبارۃ ابسط وقد ذکرھا صاحب المنیۃ عن المحیط وفی الذخیرۃ عن القاضی الامام علی السغدی وفی الخانیۃ وغیرھا وقال فی الحلیۃ المصنف نقل عن المحیط تقیید الجواز بما اذا کان بین المکانین مسافۃ وان کانت قلیلۃ یوافقہ ما فی الخانیۃ تأویلہ اذا کان بین المکانین قلیل مسافۃ وفی مسألۃ الحفرتین (ای یخرج من احدھما الماء ویدخل فی الاخر وھی مسألۃ الفتح) لو کان بینھما قلیل مسافۃ کان الماء الثانی (ای المجتمع فی الحفرۃ الاخری) طاھرا لکن اقالہ خلف بن ایوب ونصیر بن یحیی وھذا لانہ اذا کان بین المکانین مسافۃ فالماء الذی استعملہ الاول یرد علیہ ماء

https://www.facebook.com/darahlesunnat

جار قبل اجتماعہ فی المکان الثانی فلا یظہر حکم الاستعمال (ای لا یثبت) اما اذا لم تکن بینہما مسافۃ فالماء الذی استعمل اولا قبل ان یرد علیہ ماء جار یجتمع فی المکان الثانی فیصیر مستعملا فلا یطہر بعد ذلک انتہی وھذا کلہ بناء علی نجاسۃ المستعمل اھ اقول ۱۱۱۴ حوض یکری منہ نہر فیجری فیہ ماء فیجتمع فی مکان اٰخر کیف یتصور ہذا من دون مسافۃ بینہما نعم یمکن فی الحفرتین ان تکونا متجاورتین یکون خروج الماء من احدہما دخولہ فی الاخری فان قلت المراد مسافۃ فوق ما تمس فیہ یا المتوضئ اعضاء، لیتحرج علی الارض بعد انفصالہ عن اعضائہ فیاتی علیہ ماء اٰخر قبل دخولہ فی المکان الثانی اقول ۱۱۱۵ اذ ھو جار فلا یثبت اثرہ ولا یفتاق الی ان یجری بہ جار اٰخر فلو اجتمع من فورہ فی المکان الثانی لکان طہورا فالوجہ ان لا یجعل ھذا تقییدا او لا تاویلا بل بیانا لما فی التصویر یکری النہر ویوجہ بانہ لولا ذلک لانقطع جریانہ بدخولہ فی بطن الثانی کما قدمنا تحقیقہ ان الحرکۃ فی البطن سیلان لا جریان فیقع الوضوء فی الراکد فیفسد ثم البناء علی مسألۃ فرق للماء کما فعلنا فلا حاجۃ الی البناء علی المھجور لکن جعل الحلیۃ مآل التسویۃ ثم ذکر السراج مسألۃ المیزاب بعزوھا للشیخ الزاھد ابی الحسن الرستغفنی قال فیہما وھو یتوضؤ فیہ اھ اقول ۱۱۱۹ ای بالغسل فیہ یتغیر ما اجملہ فی الفتح قال لان استعمالہ حصل حال جریانہ والماء الجاری لا یصیر مستعملا باستعمالہ ثم قال السراج ومن المشائخ من انکر ھذا القول وقال الماء الجاری انما لا یصیر مستعملا اذا کان لہ مدد کالعین والنہر قال والصحیح القول الاول ولیل مسألۃ واقعات الناطفی فذکر مسألۃ سد النہر من فوق قال فان ہناک لم یبق للماء مدد ومع ھذا یجوز التوضؤ بہ اھ اقول ۱۱۲۰ ولا تنس ما قدمناہ علامہ نے رد المحتار میں اور رسائل سے اس قول دوم کی تائید کی فقال ویؤیدہ ایضا ما مر انہ لو سال دم رجلہ مع العصیر لا ینجس خلافا لمحمد قلت المسألۃ فی الدر عن الشمنی وغیرہ وفی المنیۃ عن المحیط وفی الحلیۃ عن المجتبی وعن مختارات النوازل وھی مقیدۃ بان کان العصیر یسیل لم یظہر فیہ اثر الدم کما نصوا علیہ قال وفی الخزانۃ ذکرناہا قدمنا فی الاصل العاشر من مسألۃ اختلاط ماء الاناءین فی الھواء او اجرائہ فی الارض قال ونظمہا المصنف فی تحفۃ الاقران قال وفی الذخیرۃ فذکر ما مر فی العاشر عن الحسن بن ابی مطیع یہاں تک تائید قول دوم میں سات مسئلے ہوئے حوض صغیر میں سے نہر کھود کر پانی بہا کر اوس میں وضو۔ پرنالے میں پانی ڈلوا کر اوس میں وضو۔ نہر کا اوپر سے اوس کا سیدھا باندھ دیا ہے اوس میں وضو۔ شیرہ انگور نچوڑ رہا ہے اور وہ جاری ہے کچھ خون اوس میں ٹپک گیا جس کا اثر ظاہر نہ ہوا نجس نہ ہوگا۔ پاک ناپاک برتنوں کے پانی ہوا میں ملا کر چھوڑے یا زمین میں بہائے دونوں پاک ہوگئے۔ ناپاک زمین پر پانی بہایا یا تھم گیا زمین بھی پاک پانی بھی پاک اقول ۱۱۲۱ ان سب سے صاف تر وہ مسئلہ ہے کہ برف پگھلا اور ایسے راستہ پر بہا جس میں گوبر وغیرہ نجاستیں ہیں اگر نجاسات کا اثر اوس میں ظاہر نہ ہوا اوس سے وضو ہوسکتا ہے وھو ما قدمنا فی الاصل العاشر عن المنیۃ والہندیۃ عن الخزانۃ وعن البزازیۃ وعن الخلاصۃ عن الفتاوی شرح ہدیہ میں فرمایا ھذا اصح علی

عدم اشتراط المدد فی الماء الجاری **ثم اقول**[١٢١] والامثلة فیہ متوزعة علی انحاء منہا ما ھو مؤید ولا شك
وھی مسألة نھر سد من فوق والتی زدت ومنہا ما لا تأیید فیہ اصلا وھما المسألتان الاولیان ولا
ادری کیف اتفق الفریقان علی جعلہما مما لا مدد لہ فانہ انما یتوضؤ فی النھر بین الحوضین او فی المیزاب ولا شك
ان الحوض الاعلی الاداوۃ یمدان بما ھما الذی کیف اتفقوا علی الحاق حوض الحمام بالماء الجاری اذا کان الماء من
الانبوب نازلا والغرف متدارکا وقد مر بہ فی الفتح ھٰھنا کما رأیت فنظیرہ ما قدمنا عن العلامۃ ش فی الاصل
الرابع ان طہارۃ الدلو اذا افرغ فیہ ماء حتی سال مبنی علی عدم اشتراط المدد ومنہا ما للنزاع فیہ مجال
فی کونہ ادعی الی التأیید فمن طرف خفی کون الماء الممتزج فی الھواء او الجاری علی الارض فی الخامسۃ والسادسۃ
بعد الصب وکذلك فی السابعۃ وان کان لفظ الذخیرۃ[١٢٢] صب علیہا الماء فجری قدر ذراع لا حتی جری کے
یدل ظاھرا علی عدم انقطاع الصب الی ھٰذہ الغایۃ فان الفاء ان لم تدل دلالۃ حتی غیر انہا لا تدل ایضا
علی الانقطاع والاحتمال یقطع الاستدلال وکذلك فرع العصیر فان لھم مدد اما دام العصر قائما **فان قلت**
المسألۃ مرسلۃ فیشمل ما اذا انقطع العصر **قلت**[١٢٣] قالوا فیہا والعصیر یسیل فالاستشہاد بہا یتوقف
علی کون السیلان الباقی بعد انقطاع المدد جریانا وھو اول الکلام **فان قلت** نعم ھو جریان بالاتفاق الم تسمع
ما نقل فی الفتح والتوشیح عن شارط المدد ان الماء الجاری انما لا یصیر مستعملا اذا کان لہ مدد زاد السراج
اما اذا لم یکن لہ مدد یصیر مستعملا ام فقد سماہ جاریا **قلت**[١٢٤] جعلہ فی حکم الراکد والمقصود الحکم فلا شك
ان المراد بسیلان العصیر جریان الماء مما لا یقبل اثر النجاسۃ ویطہر بعضہ بعضا نعم[١٢٥] قد یقال فی الخامسۃ
والسادسۃ ان الامتزاج فی الھواء او علی الارض انما یکون بعد الصب فقد ربما یخرج الصب ممتزج فیحصل المزج
الاخیر بعد تمام الصب فلو لم یبق جاریا بعدہ تنجس الممتزج الاخیر کلہ **وثانیا**[١٢٦] الاشھر فی حد الجاری
ما یذھب بتبنۃ والاظھر ما یعد جاریا کما فی الدر وھو الاصح کما فی البدائع والتبیین والبحر والنھر ولا شك انہما صادقان
علی نھر سد من فوقہ فانہ یذھب بحزمۃ فضلا عن تبنۃ ولا یسوغ لاحد من اھل العرف ان یقول انہ راکد فمن العجب بعد ذکرہ
اختیار اشتراط المدد الا ان یقال ان الوضوء بغمس الاعضاء انما یکون فیما بعد السد منفصلا عنہ لا فی الاجزاء الملاصقۃ لہ
وما انفصل عن السد فلا مدد لہ من فوقہ مدد تأمل **وثالثا**[١٢٧] یظہر لی واللہ تعالٰی اعلم ان لیس جریان الماء الا حرکتہ بطبعہ فی
فضاء ونفاذہ جاریا علی محل واحد ھو الذی یحتاج الی المدد لان الجاری لا یقف فلو لم یمد لاخلی المحل وبالمدد یتجدد علیہ
امثالہ فیستمر جاریا علیہ ما دام المدد غیر ان الجریان دافع لاثر النجاسۃ عن الماء بما استمر جاریا لا رافع لہ عنہ فلو جری

الماء المتنجس بنفسه بان كان في صبب مجراه ففتح فقفا فلم يطهر ابدا بل لا بد للطهارة من جريانه مع الطاهر فجريان الطاهر لا يحتاج الى المدد كنهر سد من فوقه وكما ترى اذا اشتد المطر ووقف فلا يزال الماء الواقع على الارض والسطوح جاريا مدة بعده ولا يصح لاحد ان يقول وقف الواقع فور وقوف المطر وجريان النجس للطهر لم يحتج الى المدد من طاهر فليكن محمل القولين وبالله التوفيق **ثم اقول**[١١٣١] هذا اذا كان الماء في فضاء اما اذا كان في جوف كحوض او ظرف فلا بد مع ذلك من خروجه عنه لان الماء كان واقفا فيه والماء لا يقف ما صادف منحدرا فلو وقوفه على عدمه فاذا دخله ماء اخر فلا يدفعه الى منحدر بل يعليه الى فوق فلا يكون جاريا الى ان يقطع العوائق بامتلاء المحل فيجد متسعا فينحدر فعند ذلك يصير جاريا فمن اجل هذا شرطنا فيه مع الدخول الخروج فاذا كان حوض في حوض والماء في الصغير لم يكن واقفا فيه لانعدام المنحدر فلا يجري ما لم يخرج من الاعلى كما علمت اما اذا لم يكن الا في الصغير وله مسيل فدخل الطاهر وملأه وجعل الماء يخرج منه ويسيل فقد جرى الى ان يصل الى ما يحاذيه من سطح الكبير فيقف لانعدام المنحدر فما يدخل عليه بعده لا يجريه بل يعليه الى ان يملأ الاعلى ثم يفيض **ثم اقول**[١١٣٢] هذا كله في الجريان الحقيقي اما الحقوا به كحوض صغير للحمام او للوضوء يدخل فيه الماء من الانابيب والميازيب ويخرج بالغرف المتدارك والبئر ينبع فيها الماء من تحت ويخرج بالاستقاء المتوالي او بفتح منفذ فيها ان امكن كما مر عن الهندية عن الظهيرية وعن المنحة عن الخير الرملي وفي البحر عن البدائع عن الامام الحسن بن زياد عند تكرار النزح ينبع الماء من اسفله ويؤخذ من اعلاه فيكون كالجاري اهـ وهو عند محمد كما في الحلية عن الامام محمد قال اجتمع رأيي ورأي ابي يوسف على ان ماء البئر في حكم الماء الجاري لانه ينبع من اسفله ويؤخذ من اعلاه فلا يتنجس بوقوع النجاسة فيه اهـ ونقله في العناية بلفظ قال محمد الخ ثم رأيت الامام ملك العلماء نقله في البدائع يعني بلفظ الحلية وذكر تمامه كحوض الحمام اذا كان يصب الماء فيه من جانب ويغترف من جانب اخر انه لا يتنجس بادخال اليد النجسة فيه اهـ وكذلك في الفتح الى قوله كحوض الحمام اهـ فاكد ذلك ما ذكرته من المحمل **اقول**[١١٣٣] وعند هذا فهو فرع جيد مقبول وفيه وجه لرده كما يعطيه كلام الحلية تبعا للبدائع انه كان القياس في البئر ان لا تتنجس اصلا كما نقل عن محمد او لا تطهر ابدا كما قاله بشر المريسي الا ان اصحابنا تركوا القياسين بالاثار وهذا حاصل ما فيهما مع حذف منهما ايه على الاطلاق وليس الاولى بنا ان نرد ما جاء عن الائمة مع وجود محمل له صحيح فقد تظافرت[١١٣٤] كلماتهم على قبول هذا المعنى في الحوض الصغير فلم لا يقبل في البئر ولا تخالف الا في هيأة ولا مدخل لها في الحكم فكل صغير سواء كان الماء يدخل فيه من اعلاه وفي بعضها من اسفلها ولا يختلف به الحكم فقد قال في الفتح لو تنجست بئر فاجرى ماؤها بان حفر لها منفذ فصار الماء يخرج منه حتى خرج بعضه طهرت

لوجود سبب الطھارۃ وھو جریان الماء وصار کالحوض اذا تنجس فاجری فیہ الماء حتی خرج بعضہ ۞ اھ واعترضہ فی البحر واقرہ وفی الدر یکفی نزح ما وجد وان قل وجریان بعضہ اھ قال ش بان حفرلھا منفذ یخرج منہ بعض الماء کما فی الفتح اھ قدمنا فی الاصل الثالث عن البحر فی مسألۃ جریان الحوض الصغیر بدخول ماء اٰخر فیہ ۞ وخروج البعض منہ حال دخولہ قال السراج الھندی وکذا البئر اھ ومثلہ فی البزازیۃ وقدمنا عن الخلاصۃ فلولا انھم اعتبروا انبع الماء من اسفلہ لم یکن لہ معنی فان الجریان دافع لا رافع فالنجس لا یطھر بہ ابدا مالم یجرمع الطاھر ھذا وبالجملۃ یکل فی الحوق بالجاری علی ھذا المنوال اعنی اقامۃ الاخراج مقام الخروج فقد زید فیہ قید اٰخر وھو توالی الاخراج واستمرار تحرکہ بہ حتی لو سکن لم یلتحق وذلک لان لازم الجریان شیاٰن تعاقب الاجزاء بزوال منہ جزء فیخلفہ اٰخر وعدم الاستقرار بدوام التحرک فاذا دخل الماء فی الحوض والبئر من جانب واخرج من اٰخر بالغرف فی الاستقاء وجد الاول واذا استمر ذلک حصل الثانی فتم الشبہ فساغ الالتحاق ولذا اعتبروا تدارک الغرفات بان لا یسکن وجہ الماء بین الغرفتین اذ الموالاۃ الحقیقیۃ اذ بھذا القدر یحصل دوام التحرک المحصل للشبہ ھذا ما عندی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم اس تقریر سے واضح ہوا کہ ندی کا پانی جس کا مینڈھا اوپر سے باندھ دیا ہو اور گلا ہوا برف کہ زمین پر بہ رہا ہو اور مینھ کا پانی کہ بارش تھمنے پر ہنوز رواں ہو اور دو پانیوں کی دھار جو ہوا میں ملکر اوتر رہی ہو یا زمین پر ایک ہو کر بہ رہی ہو اور انگور کا شیرہ کہ ابھی رواں ہو اگرچہ انکی مدد منقطع ہو گئی ہو جبتک کسی ایسی شے تک نہ پہنچیں جو آگے مرور کو مانع ہو سب جاری ہیں تو لوٹے کی دھار کہ ابھی ہاتھ تک نہ پہنچی بدرجہ اولی اور دخول وخروج دونوں کی شرط اوس مائع میں ہے جو کسی جوف میں رکا ہوا ہے اور پانی ایک طرف سے آنا اور دوسری طرف سے جلد جلد کھینچا جانا کہ جنبش تھمنے نپائے ملحق بالجاری ہیں، والحمد للہ علٰی توالی الاٰئہ وافضل صلٰوۃ واکمل تسلیماتہ علٰی افضل انبیائہ وعلٰی الہ وصحبہ وابنہ واحبائہ والحمد للہ رب العٰلمین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

تجدید النظر بوجہ اٰخر وابانۃ ماھو احلٰی وازھر واجلٰی واظھر

اللھم لک الحمد والیک الصمد ارعبیدک الصواب وقہ التباب فی کل باب یا وھاب وصل وسلم وبارک علی السید الاواب الذی تحکی نفحۃ من کرمہ الریح المرسلۃ ورشحۃ من فیضہ ھامر السحاب وعلٰی الہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ۞ خیر حزب واواصحاب اٰمین. جماہیر مشاہیر کتب معتمدہ متداولہ مستندہ کی تصریحات واضحہ وتلویحات لائحہ کا یہی مفاد کہ جو پانی یا مائع کسی جوف میں ہو تازہ آمد کتنی ہی ہو اوسے جاری نکریگی جبتک بھر کر نہ اوبلے حوض وغیرہ کے بطن میں پانی کا بہنا اوسکے پانی کے لیے جریان نہیں کتب کثیرہ سے فروع متکاثرہ وتصریحات متوافرہ اس معنی پر جوابات سابقہ میں گزریں جواب سوم کے بعض احکام اور آخر چہارم کی تقریر اور پنجم کے اکثر مباحث اسی پر مبنی تھے اور اصل سوم تو خود یہی تھی اور یہی اصل پنجم کی تمہید اور ششم کا حصۂ اولین اور ہفتم کا اول واخیر پھر تفریعات میں جو کچھ اوس پر متفرع ہے

لیکن یہاں ایک قول یہ ہے کہ جریان کیلئے خروج شرط نہیں حوض کبیر کہ اس میں جو استین نجس پانی تھا مجرد بھر جانے سے پاک ہو جائیگا متنیہ میں اگرچہ اس قول کی تضعیف ما ضعف نقل کیا کہ وقیل لا یصیر نجسا اور حلیہ میں اوسکا ضعف مستجل کردیا کہ اسکی کچھ وجہ ظاہر نہیں غنیہ میں اوسکی خلاف کی تصریح تصحیح کی امام ابوالقاسم صفار و امام فقیہ ابوجعفر و امام فقیہ ابو اللیث و امام صدر شہید و امام ابوبکر اعمش و امام علی سغدی و امام نصیر بن یحیٰی و امام خلف بن ایوب وغیرہم اجلہ اکابر قدست اسرارہم ورحمنا اللہ تعالٰی بہم فی الدارین کے ارشادات و اختیارات اور ظہیریہ و مبتغی و محیط برہانی و فیوضی و غنیہ کی تصحیحات اوسکو خلاف پہلے کتابوں اور انکی سوا بدائع و فتح القدیر و تبیین و توشیح و بحر و تاتارخانیہ و خانیہ و خلاصہ و ذخیرہ و فتاوٰی اہل سمرقند و غیاثیہ و عالمگیریہ و خزانۃ المفتین و جواہر اخلاطی و شرح ہدیہ ابن العماد وغیرہا عامہ کتب جلیلہ کی فروع کثیرہ وافرہ میں اصلا اوسکی طرف التفات بھی نہ کیا یہ ہو تو یہاں نہیں قول مہجور جمہور ہونا مقبول ان متنبہ ہو نہیں بھی باتباع ائمہ اوسکی طرف میل کیا مگر انصافا وہ ساقط محض نہیں بیچ خود ایک قوت رکھتا ہے متعدد مشایخ اور کثیر یا اکثر فقہائے بخارا و بعض ائمہ بلخ نے اوسی اختیار کیا اور امام یوسف ترجمانی نے اوسے بلفظ یفتی کہا امام کردری نے وجیز میں اسی مقرر رکھا اور یہ آکد الفاظ فتوٰی سے ہے منیہ کی عبارت کہ ابھی مذکور ہوئی اسکے متصل ہے حوض کبیر وفیہ نجاسۃ فامتلأ قیل ہو نجس وقیل لیس بنجس وبہ اخذ اکثر مشایخ بخاری رحمہم اللہ تعالٰی ذکرہ فی الذخیرۃ غنیہ میں قول اول کی تعلیل کی لتنجس الماء شیأ فشیأ اور دوم کی لکونہ کبیرا فصار کما لو کان ممتلأ فوقعت فیہ النجاسۃ حلیہ میں ذخیرہ کا تصحیح نقل کرکیا وفی نظم الزندویسی اذا کان الحوض کبیرا وفیہ نجاسۃ فدخل الماء فامتلأ قال اہل بلخ وابو سہل الکبیر البخاری ہو نجس وقال الفقیہ ابو جعفر البلخی والفقیہ اسمعیل وابن الحسن الزاہد البخاری الکل طاہر وبہ اخذ کثیر من فقہاء بخارا وہکذا افتی عبد الواحد مرارا وہکذا کان یفتی الفقیہ ابو بکر العیاضی وکان یقول الماء الکثیر فی حکم الماء الجاری انتہی پھر فرمایا ونقل الزاہدی عن یوسف الترجمانی انہ قال وبہ یفتی بزازیہ میں ہے تنجس الحوض ثم دخل فیہ ماء کثیر وخرج منہ ایضا قیل طہر الحوض وان قل الخارج وقیل لا حتی یخرج مثل ما فیہ وقیل مثلاہ او ثلثۃ امثالہ وقیل یطہر وان لم یخرج شیئ قال یوسف الترجمانی رحمہ اللہ تعالٰی وبہ یفتی۔

اقول ۱۱۳۵ تفرد بشیئین احدہما قید الکثیر فی الماء الداخل وہم قاطبۃ ارسلوا وقال شرح وان قل الداخل ۱۱۳۶ کانہ واللہ تعالٰی اعلم رعایۃ للقول الاخیر انہ یختص بالحوض الکبیر فدل علی کبرہ بدخول الماء الکثیر والاٰخر زیادۃ مثلیہ وانما یذکرون مثلہ وثلثۃ فالثانی لتثلیث الغسل والاول قیاسا علی البئر فان نزح ما فیہا لہا تطہیر فاذ فی البدائع اما التثنیۃ فلا وجہ لہا ہذا ثم قال فی الحلیۃ لکن فی الذخیرۃ قبل ہذہ المسألۃ وفی فتاوی اہل سمرقند غدیر کبیر لا یکون فیہ ماء فی الصیف ویروث فیہ الناس والدواب (فذکرنا قدمنا عن الخانیۃ وغیرہا عشرۃ کتب فی الاصل الثامن) قال فعلی قیاس الجواب فی ہذہ المسألۃ یکون الجواب ایضا فی المسألۃ التی ذکرہا المصنف انکان الماء الذی یدخل اولا یدخل علی مکان نجس فہو نجس وان کان یدخل علی طاہر ویستقر فیہ حتی یصیر عشرا فی عشر ثم یتصل بالنجس فہو طاہر قال فہذا قول ثالث فی المسألۃ المذکورۃ تخریجا کما یمکن ان یتأتی القولان المذکوران فیہا نصا فی ہذہ المسألۃ التی ذکرناہا عن الذخیرۃ ایضا تخریجا اھ

اقول ۱۱۳۷

ف۱: اوس دوسرے قول کا بیان کہ جریان حوض کے لیے خروج شرط

ف۲: تطفل ۵۳۸ علی البزازیۃ

رحمہ اللّٰہ المحقق لاتثلیث ولاتخریج امّا الثانی فظاہر فان المسألۃ المذکورۃ مسألۃ المتن حوض کبیر فیہ نجاسات فامتلأ و التی اوردتموھا عن الذخیرۃ غدیر کبیر لایکون فیہ ماء فی الصیف ویروث فیہ الناس و الدواب وای فرق بینہما الا فی اللفظ فلا قیاس ولاتخریج بل القولان المذکوران فی المتن منصوص علیہما فی مسألۃ الذخیرۃ والتفصیل المذکور فیہا منصوص علیہ فی مسألۃ المتن وامّا الاول فلانہ لیس لاحد ان یقول الماء وان کثر فی بطن الحوض قبل وصولہ الی النجس یتنجس حین یصل الیہ کیف یتنجس وقد فرض کثیرا فہذا خلاف الاجماع فالتفصیل المذکور فی الذخیرۃ ھو المراد قطعا فی القول الاول وانّما طووا ذکرہ للعلم بہ کما قلتم ھٰھنا انہ من المعلوم حیث قلتم فی ھذہ المسألۃ وامثالہا ان الماء طاہر فہو مشروط بکونہ لااثر للنجاسۃ فیہ فترک التقیید فی ذلک للعلم بہ وایاک والذھول عنہ فیذھبن بک الوہم الی تخطئۃ تصحیح ذلک وھم منہ لک براء فہل یسوغ لاحد ان یجعل التقیید بعدم ظھور الاثر قولا رابعا فی المسألۃ وقد اشرنا الیہ بعد ذکر الضابطۃ الثالث فمآل الاقوال التفصیل المذکور فی الکتب العشرۃ واطلاق الطہارۃ وباللّٰہ التوفیق ثم اقول ۱۳۹ وبہ استعین یہاں دو بحثیں ہیں **بحث اول** ہم اوپر بیان کر آئے کہ جریان آب نہیں مگر فضا میں اسکا آگے بہنا طبعی رواں ہونا اور فضا غیر محدود یا غیر مقصود ہو محدود بطن حوض میں بھی موجود باتی یا سیلاب و نہر کا پانی کہ اوپر سے بہتا ہوا آیا اور بطن حوض میں داخل ہوا وہ قطعا اب بھی پر رہا ہے جبتک کنارہ مقابل پر جاکر رک نجائے اور لا جاری کی دونوں تعریفیں اسپر صادق ہیں وہ ایک تنکا کیا ایک گٹھا بہا لیجائیگا اور بیشک جبتک اوسکا بہاؤ نہ ٹھہرے بہتا ہی کہا جائیگا اہل عرف میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سیلاب حوض کے کنارے تک پہنچتے ہی تھم گیا اب اوسمیں روانی نہ رہی جبتک بھر کر اوبل ندی پہلے کنارے پر تھم جائے تو حوض کو بھرے کون اور اوبلے کیونکر **ثانیا** نہر جاری میں سیلاب کی دھار آگر گری اب بہا ہے کہ نہر بہ رہی ہے جبتک بھر کر اوبل نجائے کہ اعتبار روئے آب کا ہے اور اب روئے آب یہ سیلاب ہی ہے جو نہر میں داخل ہوتے ہی ساکن مان لیا گیا **ثالثا** ۱۴۰ مینھ کا پانی کہ چھت پر بہتا پرنالوں سے گرتا صحن خانہ میں رواں ہو قطعا آب جاری ہے اگرچہ ابھی مکان کی نالی سے بھی نہ نکلے مکان کو چھت تک لبریز کرکے دیواروں پر سے اوبال دیا تو قیامت ہی ہے بدائع میں ہے ان کانت الانجاس متفرقۃ علی السطح ولم تکن عند المیزاب فذکر عیسی بن ابان (ای تلمیذ محمد رحمہما اللّٰہ تعالٰی) انہ لایصیر نجسا مالم یتغیر وحکمہ حکم الماء الجاری وقال محمد ان کانت النجاسۃ فی جانب من السطح او جانبین لاینجس الماء ویجوز التوضؤ بہ وان کانت فی ثلثۃ جوانب ینجس اعتبارا للغالب اھ ہندیہ میں ہے لوکان علی السطح عذرات فوقع علیہ المطر فسال المیزاب ان کانت النجاسۃ عند المیزاب وکان الماء کلہ یلاقی العذرۃ او اکثرہ او نصفہ فہو نجس والا فہو طاہر وان کانت العذرۃ علی السطح فی مواضع متفرقۃ ولم تکن علی رأس المیزاب لایکون نجسا وحکمہ حکم الماء الجاری کذا فی السراج الوہاج وفی بعض الفتاوی قال مشایخنا المطر

ف۱: تطفل ۱۳۶ علی الحلیۃ
ف۲: تطفل ۱۳۷ علیہا
ف۳: تطفل ۱۳۸ علیہا
ف۴: مسئلہ نہر کا پانی جبکہ بہتا ہوا آیا ہو حوض میں آکر بھی جاری ہے
ف۵: مسئلہ چھت پر کئی جگہ نجاستیں پڑی ہوں یا عین پرنالے میں ہوں اور مینھ کا پانی کہ چھت پر سے بہتا ہوا آتا ہے پرنالے سے گرے تو ناپاک ہوگا جبکہ نجاست سے متغیر ہو

مادام فی طرفه حکم الجریان حتی لواصاب العذرات علی السطح ثم اصاب ثوبا لایتنجس الا ان یتغیر المطر اذا اصاب السقف وفی السقف نجاسة فوکف واصاب الماء ثوبا فالصحیح انه اذا کان المطر لم ینقطع بعد فما سال من السقف طاهر هکذا فی المحیط وفی العتابیة اذا لم یکن متغیرا کذا فی التاتارخانیة واما اذا انقطع المطر وسال من السقف شیئ فما سال فهو نجس کذا فی المحیط وفی النوازل قال مشایخنا المتأخرون هو المختار کذا فی التتارخانیة ۱ھ [۱۱۴۲] **اقول** سال من السقف ای وکفها قدمنا اما السائل من المیزاب فجار قطعا وان توقف المطر کما قدمنا بالجملہ آنے والے پانی کے بطن حوض مین جاری ہونے سے انکار ظاہر نہیں ہاں جب جدمقابل تک پہنچے جہاں جاکر رک جائیگا یا تحریک پہنچی تو آگے نہ بڑھیگا بلکہ اوپر چڑھیگا یہ حرکت طبعی نہو گی بلکہ قسری خلاف طبع تو اوسوقت بیشک جریان جاتا رہیگا **بحث دوم** آب نجس کی تطہیر [۱۱۴۳] کو آب طاہر سے ملکر اوسکا جاری ہونا درکار ہے یا آب طاہر جاری کا اوس پر آنا کافی اول نص محرر المذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے منقول ہے فی رد المحتار عن جامع الرموز عن التمرتاشی عن محمد للاعم کلمة الدبس وغیرها طهارته باجرائه مع جنسه مختلطا به **اقول** [۱۱۴۴] اسیکے مؤید ہے اوسے قول ائمہ وسائر الماء الجاری یطہر بعضہ بعضا کے تحت میں لانا فانهما اذا جریا مختلطین کان بعض الجاری طاهرا وبعضه نجسا فیطهر الاول الاخر بخلاف ما اذا لم یجر النجس [۱۱۴۵] وقد یمکن ان یستأنس للثانی بما قدمنا فی الاصل الرابع عن الحلیة عن المحیط الرضوی ان الماء الجاری لما اتصل به صار فی الحکم جاریا ام لکنه ذکره فی اشتراط الخروج من الجانب الاخر وان قیل فالمراد الاتصال فی الجریان معلوم ان الجاری بعضه لایکون فیه ویحکم بطهارة الکل فلذا قال صار فی الحکم جاریا فافهم فقہ کے نزدیک منشأ اختلاف یہی ہے اون بعض نے جبکہ دیکھا کہ نیا آنے والا پانی بہتا ہوا اس آب نجس سے ملا اسکی طہارت کا حکم دیا پھر اگر نجاست غیر مرئیہ ہے یا مرئیہ تھی اور نکال دی گئی جب تو ظاہر ہے کہ انکے طور پر سب پانی پاک رہنا چاہیے اگرچہ حوض صغیر ہو معیاری میں کثیر کی شرط نہیں اور آب جاری جب نجاست غیر مرئیہ پر وارد ہو اوسے فنا کر دیتا ہے کما حققناہ فی الاصل العاشر تو بعد وقوف اگرچہ محل قلیل میں ٹھہرا نجاست ہی معدوم ہے ہاں نجاست مرئیہ باقیہ میں ضرور کبر محل درکار کہ وقت توقف بوجہ کثرت عود نجاست نہو سکے اور جمہور نے یہ نظر فرمائی کہ آب داخل اگرچہ جاری ہے مگر آب نجس کو جاری نکیا کہ بطن حوض میں کا ہوا تھا اور اوسکا رکنا ہی دلیل واضح تھا کہ اوسے آگے بڑھنے کو جگہ نہیں تو آب داخل اوسے آگے نہ بڑھا ئیگا بلکہ اوپر چڑھائیگا تو اسکا اجرا نہو گا جو اسکی طہارت کو درکار ہے مگر یہ کہ حوض بھر جائے اسوقت تک تو سب ناپاک ہے اب جو ابلیگا پاک ہو جائیگا کہ اب آگے بڑھنے اور منحدر ہونے اور ترنے کو جگہ وسیع ہے اگر کہیے مانا کہ بطن حوض میں آب نجس کا اجرا نہو گا مگر غسل یعنی دھونا تو ہو جائیگا کہ آب جاری بہتا ہوا آکر اوسکے تمام اجزا پر چھا گیا **اقول اولا** [۱۱۴۶] پانی کو دھونا شرع سے معہود نہیں مگر وہی طاہر سے ملا کر اوسکا اجرا **وثانیا** [۱۱۴۷] غسل ہوگا تو فقط سطح بالائے آب نجس کا اور وہ کوئی شی نہیں کہ ضرورۃً غسل سطح قائم مقام غسل کل ہو [۱۱۴۸] **وهذہ فائدة** [۱۱۴۹] استنبطها الفقیر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ممالو فتح القدیر فی بیان مذہب الصاحبین ان کانت الانفحۃ جامدۃ تطہر بالغسل ای اذا اخذت من سخلۃ جرحیث لتنجسہا عندہما بوعائہا المتنجس بالموت و ستظہر من فی مواھب الرحمٰن و ذکر طہارتہا جامدۃ بالغسل کالفتح و عند الامام طاھرۃ لانہ لا اثر للتنجس شرعا مادامت فی الباطن النجاسۃ فضلا عن غیرھا فتہ وھو الراجح درر الانفحۃ اللبن فی بطن الجدی الراضع تا للشاعلی التسلیم غسل کے لئے تثلیث درکار ہوتی یا ذہاب نجاست پر غلبہ ظن بہر حال تا غاسل کہ مغسول پر سے زوال ضرور کہ جبتک جدا نہو مغسول سے زوال نجاست نہوا تو حکم طہارت نہوا یون بھی خروج لازم ہو گیا ظاہر ان وجوہ سے جمہور نے حکم نجاست دیا **اقول** [۱۱۵۱] مگر جس طرح قول دوم پر بحث دوم وارد ہوئی یونہی قول اول پر بحث اول وارد ہو گی ان اکابر نے بطن حوض مین سیلان آب کو جریان ہی نہ ٹھہرایا شرط خروج کی تصریحات و تصحیحات کہ جواب دوم مین غنیہ و ظہیریہ اور جواب پنجم اصل دوم مین ملک العلما و فقیہ ہندوانی و فقیہ سمرقندی اور اصل سوم مین تبیین و فتح و بحر و محیط و توشیح امام حسام شہید و تاتارخانیہ و ظہیریہ و ہندیہ اور اصل چہارم مین منتقی و محیط رضوی و حلیہ و خلاصہ و ردالمحتار و عبارت ظہیریہ و امام ابوبکر اعمش وغیرہ اور اصل ششم مین شرح ہدیہ و منحہ سے گزرین اونکی توجیہ [۱۱۵۲] توجیہ واضح ہے کہ جو نجس پانی حوض مین تھا اوسکے جریان نے تطہیر کے لئے خروج ضرور ہے تازہ پانی کہ اوپر سے آیا انسے اوسکے جریان کی نفی نہین ہوتی مگر اون نصوص کثیرہ کا کیا جواب جو صراحۃً اس آب داخل ہی کے جریان کا ابطال کرتے ہین اگرچہ بطن حوض مین کتنی ہی دور حرکت کرتا جائے مثلاً **اولاً** [۱۱۵۳] وہ تصریحین کہ پانی اگر بطن حوض مین دہ در دہ ہونے سے پہلے نجاست سے ملیگا جتنا آتا جائیگا ناپاک ہوتا جائیگا جیسا کہ جواب چہارم مین امام صفار سے گزرا امام ملک العلما نے اوسے مقرر رکھا اصل ہشتم مین فتاوی امام قاضی خان و جواہر اخلاطی سے اور ایسا ہی تلقین و ملتقی و ذخیرہ مین بدائع و اوسپر تقریر ہے غنیہ مین اوسکے معنے ہین اگر جاری مانا جاتا وہ دردہ ہونا کیا شرط ہوتا کہ جاری کتنا ہی قلیل ہو ناپاک نہین ہو سکتا جبتک نجاست سے اوسکا کوئی وصف نہ بدلے لوٹے کی دھار کا مسئلہ اصل ۹ مین گزرا **ثانیاً** [۱۱۵۴] یہ تعلیل و شرط نہ بھی ہوتی تو اس مسئلہ دوارہ کا نفس حکم کتب معتمدہ جماہیر مشاہیر مین دائر و سائر ہے خود اوسی جاری نہ ماننے پر برہان ظاہر ہے جواب چہارم مین منیہ و بدائع و صفار و حلیہ اور پنجم مین حلیہ و غنیہ اور اوسکی اصل ششم مین خانیہ و خزانۃ المفتین و محیط و حلیہ و خلاصہ و فتح و فتاوی سمرقند و بحر و ہندیہ و غیاثیہ و ذخیرہ و فرع آخر قاضی خان و جواہر الاخلاطی سے تصریحین اور تصحیحین گزرین کہ حوض کتنا ہی کبیر ہو جب اوسمین قلیل پانی ناپاک تھا پھر پانی آیا اور لبالب بھر گیا ناپاک ہی رہا۔ بھلا جبتک حد قلت مین تھا یہ کہہ سکتے تھے کہ آنیوالا پانی اگرچہ اپنے داخل ہونے سے دوسری جانب پہنچنے تک جاری تھا [۱۱۵۵] مگر وہان جا کر تو رک گیا اور ہے قلیل اور نجاست یا آب نجس سے متصل تو اب ناپاک ہو جائیگا اسی طرح جو پانی آتا جائیگا حد قلت تک یہی حکم پائیگا وہم اغنا قالوا کل ما دخل صار نجسا لانہ ما دخل النجس مگر حوض تو کبیر ہے جب جب قلت سے آگے بڑھیگا کیا کہا جائیگا آیا بہتا ہوا اور ٹھہر کر کثیر ہو کر تو کسیوقت قابل قبول نجاست نہوا پھر یہ حکم کیونکر ہے کہ لبالب بھرنے پر بھی سب ناپاک بلکہ لازم تھا کہ یا تو حصۂ بالا کو جہان سے حد کثرت ہی (اور ممکن ہے کہ حوض کبیر کا معظم حصہ ہی ہو) پاک کہین اور حد قلت سے نیچے تک

ناپاک یا نظر بر آنکہ حصہ زیریں ممتاز صورت نہ رکھنے کے باعث بالا کا تابع ہے سب پاک۔ **اقول** (۱۱۵۷) اور ظاہر یہی قسم دوم تھا
آخر نہ دیکھا کہ حوض کتنا ہی عمیق ہو بلکہ گہرے سے گہرا کنواں اگر لبالب بھر کر ابل جائے اوپر سے نیچے تک سب پاک ہو گیا کہ آب جاری ہو گیا
حالانکہ یقیناً حرکت جریانی صرف اوپر کے قلیل حصہ کو پہنچی آنے والا پانی جہاں تک کے پانی کو دبا کر ساتھ بہا کر لے چلے اور بالیقین اتنی
ہی جریان واقع ہوگا نیچے گز دو گز تک کے پانی کو خبر بھی نہ ہوگی اور ٹھہرا سب پاک۔ اور سیلئے کہ صورت واحدہ و شیئ واحد ہی میں آب کثیر
کہ صورت واحدہ رکھتا اور اوپر قلیل حصہ کثیر اور نیچے سب قلیل ہے اور نجاست اس سے پڑی کہ تہ تک پہنچی سب پاک رہیگا رہا آب کی
کثرت و طہارت تہ تک عمل کرنا کذا ھذا **فان قلت** (۱۱۵۸) فی الجواب عنہما ان العبرۃ فی الکثرۃ والقلۃ لاوان الوقوع
وھذا کان قلیلا عندہ والمستشھد بہ کثیرا فافترقا اما الجریان فمعتبر بنفسہ لا لحاظ فیہ لکثرۃ او قلۃ وقت
الوقوع فاذا جری فیہ وھو شیئ واحد فقد تحرک کلہ فلا یقاس علیہ طہارۃ الاعلی لاستقرارہ علی الکثرۃ فانہا غیر
الجریان **اقول اولا** (۱۱۵۹) اذا حکمنا بطہارۃ الکل لاجل الجریان انقطع حکم وقت الوقوع فاذا وقف فکانما الآن
وقع وھو حینئذ کثیر اذ العبرۃ للوجہ وما تحتہ تبعہ فما وقع الا فی الکثیر والفصل الآن بین الاعلی والاسفل
بالکثرۃ والقلۃ خروج عن حکم الوحدۃ وعلی ھذا یلزم تنجس الاسفل المستشھد بہ ایضا لان الفصل لما سلم یصل
الیہ الجریان قلنا ھذا فوت **ثانیا** (۱۱۶۰) لئن سلم فھذا مضر سیجیئ نافعا فالماء الداخل حیث کان جاریا حتی
الوصول الی المنتھی والصورۃ واحدۃ فقد جری الکل فانتفت النجاسۃ راسا ان کانت غیر مرئیۃ وکذا المرئیۃ وقد اخرجت
فلا معنی لعودھا حین استقرارہ ولو علی القلۃ وانتقلت الی الاعلی الکثیر لو باقیۃ طافیۃ فلم یتنجس اذا استقر کہیا
وقد طہر ما تحتہ بالجریان فلا یبقی الا اذا کانت مرئیۃ باقیۃ فجرا سہ وکلامہ مطلق ھا وللصواقطبۃ **ثالثا**
جواب چہارم میں عبارت فتح القدیر (۲۵) درباب حوض صغیر کہ بھر کر بھی ناپاک رہیگا اسی عدم تسلیم جریان پر دال ورنہ نجاست غیر مرئیہ اگر
کہ نکال ہی ضرور زائل ہو جاتی **رابعا** (۱۱۶۱) تنبیہ جلیل میں منیہ و محیط و حلیہ و خانیہ و ہندیہ و ذخیرہ کی عبارات ائمہ اجلہ علی سغدی
و نصیر بن یحیی و خلف بن ایوب رحمہم اللہ تعالی کے ارشادات کہ ایک حوض سے دوسرے میں انتقال آب کے جریان ہونے کو اس میں کچھ
مسافت ہونا ضرور ورنہ اس میں سے نکل کر اس کے جوف میں جاتے ہوئے اس میں وضو کیا جائے تو وضو نہ ہوگا اگر بطن میں حرکت کو جریان
مانتے تو جس وقت پانی اول سے دوم میں گرتا ادھر یہاں سے منتہے تک رہا ہی اس میں وضو ضرور آب جاری میں وضو ہوتا بیچ میں فاصلہ
فسحت کی ضرورت نہ ہوتی کما اشرنا الیہ ثمہ ان ۳۰ عبارتوں سے روشن کہ جمہور اس سیلان کو خود اس آب داخل کا جریان
نہیں مانتے اور یہ انہیں وجوہ سے کہ بحث اول میں گزریں اشکال سے خالی نہیں اگر کہیے آب راکد کے کثیر ہونا قابل نجاست
ہونے کے لیے صرف مساحت سطح آب یا طول و عرض دہ در دہ کافی نہیں بلکہ اتنا عمق بھی درکار ہے کہ اس میں سے پانی ہاتھ سے لیں تو

زمین کھل نجائے یہی صحیح ہے ھدایہ وغیرہا کتب کثیرہ اسی پر فتوی ہے ظہیریہ خلاصہ درایہ جوہرہ وغیرہا ولہذا فتاوی امام اجل قاضی خان پھر ہندیہ وغنیہ میں فرمایا واللفظ لھا ان علا الماء من ثقب الجمد انبسط علی وجہ الجمد وکان عشرا فی عشر فلا بأس بہ حیث لو غرف منہ لا ینحسر ما تحتہ من الجمد لم یفسد بوقوع المفسد وان کان ینحسر او کان دون عشر فی عشر یفسد بہ تحفۃ الفقہاء وبدائع میں امام فقیہ ابوجعفر ہندوانی اور تبیین الحقائق میں دربارہ آب جاری امام ابو یوسف سے اور عبد الحلیم علی الدرر وجامع الرموز میں تصریح کی کہ دونوں ہاتھوں سے پانی لینا مراد ہے یعنی لپ بھر کر لینے میں نہ کھلے اور قہستانی سے مفہوم کہ اوسکا اندازہ پانچ انگل دل ہے حیث قال (الا مکان) وجہ الماء عشرا فی عشر لا ینحسر الضفۃ بالغرفۃ ای برفع الماء بالکفین وھذا قول بعض المشایخ فی تقدیر العمق وعلیہ الفتوی کما فی الخلاصۃ وھو علی ما اختلف من المقدار بین العمق الذی ھو خمس اصابع تقریبا الخ **اقول** وھو تقریب قریب یشھد لہ بالتجربۃ تو آب کثیر ہونے کو یہ چاہیے کہ سو ہاتھ مساحت میں تقریبا پانچ انگل دل کا پانی پھیلا ہوا ہو کہیں اس سے کم دل نہ ہو تالاب یا حوض کہ بارش کے بہاؤ یا چرخ وغیرہ سے بھرتے ہیں انکی دھار کبھی اتنی نہیں ہوتی کہ تالاب یا حوض میں گر کر تمام سطح مطلوب پر اوس کنارے تک مثلا پانچ انگل پانی چڑھا کر پانی بالطبع طالب مرکز ہے اوسکے اجزا نیچے بلا ادسیوقت تک رہ سکتے ہیں کہ اوپر کے اجزا ڈھلکنے کی جگہ نہ پائینگے جب محل پائینگے فورا اوتر کر پھیل جائینگے پرنالے سے جتنے دل کی دھار اترتی ہے زمین پر گر کر ہرگز اوتنے دل پر نہ رہیگی مثلا پہلے یہی سبب ہے کہ مثلا حوض میں ایک پورے کنارے سے پانی جس حجم کا اوترتا ہے تا آنکہ برابر جاری ہو حوض کے سارے عرض میں مثلا سارے تو چاہیے تھا کہ یہی حجم آخر تک محفوظ رہتا اور دوسرے کنارے پر مثلا اتنے دل کا پانی ہو جاتا مگر ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس کنارے پر بتدریج چڑھتا اور اوپر گر رہا کہ دوسرے کنارے پہنچکر یہ جریان ٹھہر جاتا ہے تو مساحت کی کثرت کیا نفع دیگی جبکہ مثلا پانچ انگل دل ہو بتدریج ہوا تو ہر وقت آب قلیل ہے اور نجاست ملنے سے ناپاک ہو گیا اور آیا وہ بھی یونہی کم تھا یونہی ناپاک رہا یہانتک کہ حوض کبیر بھر گیا اور ناپاک ہی رہا ہاں عظیم سیلابوں میں اتنی اور اس سے زیادہ حجم کا پانی اوس کنارے پر مثلا چڑھتا ہے مگر وہ دم کے دم میں تالاب کو بھر کر اوبال دینگے تو یہ صورت نزاع میں رہیگا ہی نہیں اور بالفرض اگر کبھی ایسی صورت ہو کہ اوتنے عظیم بہاؤ کا پانی آئے اور کنارے ہی پر رک رہے تو یہ بغایت نادر ہے اور احکام فقہیہ میں نادر کا لحاظ نہیں ہوتا یہی اوس حکم ظاہر سائر کا منشا اور یہی اوس تعلیل کا مفاد کہ کل ما دخل صار نجسا یہی وہ غایت عذر کہ تالاب میں باہر سے آنے والے پانی کو جاری مان کر بھی بحال نجاست مرئیہ باقیہ تمام تالاب کو ناپاک ٹھہرائے کتنا ہی کبیر ہو اگرچہ مسئلہ حوض میں وہ مسئلہ نجاست غیر مرئیہ یا مرئیہ مخرجہ کا اب بھی جواب نہ ہوا **اقول** [۱۱۶۴] مگر اس تقریر پر وہ صورت وارد ہے کہ اگر پانی تالاب میں داخل ہو کر پہلے دہ در دہ ہو لیا پھر نجاست سے ملا تو ناپاک نہ ہو گا کہ وہ در دہ سہی پانچ انگل دل بھی تو درکار۔ اگر کہیے [۱۱۶۵] ملنے سے پہلے اوس پوری مساحت میں اوتنا دل پیدا ہونا بعید نہیں کہ پھیلنا تو بہتے میں ہوتا ہے

[Margin notes:]
ف۱: ... تالاب ... حکم ... آب جاری ... کنارے ... اور یہ در دہ ... کمال ... اتنا دل ...
یعنی کھل جائے تو اسکے اندر اعضا ڈال کر وضو جائز ہو ورنہ نہیں
ف۲: ولفظ الاولین حکم فیہ الوضوء والاول قلنا ام ...
فلینتبہ فستأتیک ھاتیک الرسالۃ فی ان شاء اللہ تعالی ۱۲ منہ غفرلہ

اور ممکن کہ ملنے سے پہلے کہیں ٹھہر کر دل پیدا کرلے پھر ملے۔ یہی سر ہے کہ صورت مذکورہ خانیہ میں ان لفظوں سے ارشاد ہوئی اجتمع الماء فی مکان طاہر وھو عشر فی عشر۔ خلاصہ میں ان کان الماء الذی دخل فی الغدیر یستقر فی مکان طاہر حتی صار عشرا فی عشر۔ فتح القدیر و بحر الرائق میں ان کان دخل فی مکان طاہر واستقر فیہ حتی صار عشرا فی عشر۔ ذخیرہ و حلیہ میں ان کان الماء الذی یدخل الغدیر اولا یستقر فی مکان طاہر حتی یصیر عشرا فی عشر ورنہ صرف دہ در دہ ہونے کے لیے کسی مکان میں ٹھہر کر جمع ہولینا کیوں درکار ہوتا **اقول** [۱۱۶۶] اسوقت کا دل کیا فائدہ دیگا جبکہ اوس سے آگے بڑھکر نجاستوں سے ملنا ہی۔ بڑھیگا پھر اوسی بہنے پھیلنے سے جو اوسمیں وہ حجم نہ رہنے دینگے **اگر کہیے** [۱۱۶۷] اتصال نجاست یون بھی ممکن کہ آب نجس بڑھکر اس سے ملے **اقول** [۱۱۶۸] یہ تصویر مفروض کے خلاف ہے اور خانیہ میں الفاظ مذکورہ کے بعد تصریح ہے ثم تعدی الی موضع النجاسۃ بقیہ کتب مذکورہ میں ہے ثم انتھی الی النجاسۃ[۱] بالجملہ کلمات جمہور پر کسی طرح اوس آنے والے پانی کا بھی بطن حوض میں جریان درست نہیں آتا **وانا اقول** [۱۱۶۹] وباللہ التوفیق تحقیق یہی ہے کہ وہ جاری نہیں ورنہ اگر مثلاً نصف لوٹے میں ناپاک پانی ہو جسمیں نجاست غیر مرئیہ ہو یا مرئیہ تھی اور نکال دی اوسکے بعد لوٹا بھر دیا اور کناروں سے کچھ نہ نکلا بلکہ بھرا بھی نہیں کچھ پانی ڈالدیا جو اوسکے ایک کنارے سے دوسرے تک بہ گیا تو چاہیے کہ سب پانی اور لوٹا پاک ہوجائے کہ جریان ہوگیا اور وہ نجاست غیر مرئیہ کو فنا کر دیتا ہے اور اوسمیں کوئی مساحت شرط نہیں اور بعد فناے نجاست قلت پر استقرار کیا مضر حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں یہ مشایخ کہ خروج اصلا شرط نہیں کرتے انکا کلام بھی حوض کبیر میں ہے ولہذا منیہ و ذخیرہ و نظم زندویسی میں فرمایا اذا کان الحوض کبیرا بزازیہ میں بظاہر حوض کو صفت کثرت سے مطلق لکھکر فرمایا ثم دخل ماء کثیر غنیہ میں اونکے حکم کی تعلیل یون فرمائی (قیل لیس بنجس) لکونہ کبیرا الخ کما تقدم کل ذلک[۱۱۷۰] تو یہ اعتراض بھی اسی قول دوم پر ہے مگر یہ کہ اونکا کلام مرئیہ یا قیدسے مخصوص کیا جائے۔ اب ہی وجوہ ثلثہ مذکورۂ بحث اول **اقول** [۱۱۷۱] وبہ استعین جو ظرف حبس و حفظ آب کے لیے ہو اوسمیں پانی کی حرکت عرفاً جریان نہیں کہلاتی مشک کی تہ میں کٹورا بھر پانی ہو اوسے دہانہ باندھکر زیر و بالا کیجیے کہ پانی ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر جائے اسی کوئی جاری ہونا نہ کہیگا جب دہانے سے نکلکر بہیگا اب کہینگے کہ پانی بہا یہاں سے تینوں وجوہ کا جواب ہوگیا کہ بطن ظرف میں متحرک کو عرفاً جاری نہیں کہتے اور مکان اور اوسکی دیواریں کوئی ظرف آب نہیں اور نہر ظرف ہے مگر نہ ظرف حبس بلکہ محل جریان بخلاف تالاب اور حوض کے اگرچہ کبیر ہو تو بحمد اللہ تعالی قول جمہور ہی پر عرش تحقیق مستقر ہوا اور کیوں نہ ہو کہ العمل علی قول الاکثر و ید اللہ علی الجماعۃ ھذا کلہ ما فاض علی قلب الفقیر من فیض اللطیف الخبیر مع تشتت البال وتراکم البلبال وھجوم الحساد بانواع الافساد واللہ المستعان وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یا من عدت العادون جاروا ٭ وبجوت اللہ مجیرا ٭ وکفٰی باللہ ولیا ٭ وکفٰی باللہ نصیرا ٭ ومما **قلت** فیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مستجیرا بذیلہ الاکرم ٭ یا رسول اللہ انت المستجار ٭ فلا اخشی الاعادی کیف جاروا ٭ بفضل اللہ نرجو عن قریب ٭ تمزق کیدھم والقوم باروا ٭ **وقلت** یا رسول اللہ انت بعثت فینا ٭ کرم مرحمۃ حصنا حصینا ٭ تخوفنی العدی کیدا متینا ٭ اجرنی یا امان الخائفینا ٭ ومما **قلت** قریبا من سبع الاخمسۃ الف وثلثمائۃ فرأیت الاجابۃ فوق العادۃ ٭ وفوق المطلب والارادۃ ٭ سریعا فی الساعۃ وللہ الحمد ابدا ٭ وارجو مثلہ سرمدا ٭

الحمد للمتوحد ٭ بجلالہ المتفرد ٭ وصلاتہ دوما علی ٭ خیر الانام محمد

والآل والاصحاب ھم ٭ مأوای عند شدائدی ٭ فالی العظیم توسلی ٭ بکتابہ وباحمد

ومن اتی بکلامہ ٭ وبمن ھدی وبمن ھُدی ٭ وبطیبۃ وبمن حوت ٭ وبمنبر وبمسجد

وبکل من وجد الرضا ٭ من عند ربہ باجد ٭ اوھمّ قد ھجم العدای ٭ من کل شاء وابعد

فی خیلھم ورجالھم ٭ مع کل عاد معتد ٭ ھاوین نزلۃ مثبت ٭ باغین ذلۃ مھتد

لکنّ عبدا کامن ٭ اذ من دعاک یؤید ٭ لا اختشی من باسھم ٭ ید ناصری اقوی ید

ادھمّ فادفع شرھم ٭ وقنی مکیدۃ کائد ٭ وادم صلاتک والسلا ٭ م علی الحبیب الامجد

والآل امطار الندا ٭ والصحب سحب عوائد ٭ ما غرّدت ورقاء علی ٭ بان لخیر مغرد

واجعل بھا احمد رضا ٭ عبد المجید السید

واللہ تعالٰی تبارک وتعالٰی صلی وسلم وبارک علی المولی الکریم المبارک ٭ والہ وصحبہ ٭ وابنہ وحزبہ ٭ صلاۃ تحل العقد ٭ وتحل المدد ٭ وتقینا شر حاسد اذا حسد ٭ ومکر حاقد اذا حقد ٭ وضر عاند اذا عند ٭ بحرمۃ قل ھو اللہ احد ○ اللہ الصمد ○ لم یلد ولم یولد ○ ولم یکن لہ کفوا احد ○ والحمد للہ رب العلمین الی الابد ٭ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۵۴: ۱۴ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آب کثیر کے لیے جو مثل جاری نجاست قبول نہ کرے کتنا عمق درکار ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ہاتھ سے پانی لینے میں زمین نہ کھلے اس سے چلو مراد ہے یا لپ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اوسکے عمق مین گیارہ قول ہین [1] کچھ درکار نہین صرف اتنا ہو کہ اوتنی مساحت مین زمین کہین کھلی نہو [2] براد رہم کہ مہ. ماشے ہوتا ہو اوسکے عرض سی کچھ زیادہ گہرا ہو [3] لپّون سے پانی ہاتھ سے اوٹھائین تو زمین کھل نجائے [4] پانی لینے مین ہاتھ زمین کو نلگے اقول [1172] یہ اپنے سابق سے زائد ہے کما لا یخفی [5] ٹخنون تک ہو [6] چار اونگل کشادہ اقول [1173] یہ تقریبا نو اونگل یعنی تین گرہ ہوا [7] ایک بالشت [8] ایک ہاتھ [9] دو ہاتھ [10] اسقدر کہ اوسمین ڈالکر درم دکھڑے سے دیکھے تو وہ پیہ نظر نہ آئے اقول [1174] یعنی پانی کی کثرت سے نہ کہ اوسکی کدورت سے [11] اپنی طرف سی کوئی تعیین نہین ناظر کی رائے پر موقوف ہے اقول [1175] یعنی جو جتنے کہر او پر سمجھے کہ آب کثیر ہوگیا اوسکے حق مین وہ کثیر ہے دوسرا نہ سمجھے تو اوسکے لیے قلیل ہے اقول [1176] وھو غیر الاول فھو سلب التقدیر وھذا تفویضہ الی رأی المبتلی بہ وبالجملۃ فالاول حکم العدم وھذا عدم الحکم فان قلت انما التفویض فی ظاھر الروایۃ فی الطول والعرض اذبھما الخلوص وعدمہ فیم یفوض الیہ النظر فی العمق اقول [1177] اختلفوا فی معیار عدم الخلوص ھل ھو التحریک وھی الروایۃ المتفقۃ عن اصحابنا ام الصبغ وھو قول الامام ابی حفص الکبیر ام التکدیر وھو قول الامام ابی نصر محمد بن محمد بن سلام ام المساحۃ وھو قول الامام ابی سلیمٰن الجوزجانی الکل فی البدائع ولا شک ان التکدیر یختلف باختلاف العمق فلعل ھذا القائل قائل بھذا القول ففوضہ الی رأی الناظر واللہ تعالٰی اعلم ان مین قول سوم عامۂ کتب مین ہے اور اول و دوم و ہفتم و ہشتم بدائع و تبیین و فتح مین نقل فرمائے اور چہارم خانیہ و غنیہ پنجم جامع الرموز ششم غنیہ نیز مثل نہم و یازدہم قہستانی دہم شرح نقایہ برجندی مین ان مین صرف دو قول مصحح ہین اول و سوم و بس اما ما رأیت فی جواھر الاخلاطی من قولہ بجمع الماء فی خندق لہ طول مثلا مائۃ ذراع وعرضہ ذراع او ذراعان فی جنس ھذہ المسألۃ اقوال ففی قول یجوز التوضی منہ بغیر فصل وھو المأخوذ وفی قول لو وقعت فیہ نجاسۃ یتنجس من طولہ عشرۃ اذرع وفی قول ان کان الماء مقدار ما لو جعل فی حوض عرضہ عشرۃ فی عشرۃ ملأ الحوض وصار عمقہ قدر شبر یجوز التوضی بہ والا فلا وھو الصحیح تیسیرا للامر علی الناس وقیل لا یجوز التوضی فیہ وان کان من بخارا الی سمرقند لہ فاقول [1178] قولہ ھو الصحیح ناظر الی اعتبار المساحۃ وحدھا من دون اشتراط الامتداد ادنی ما یوافق تصحیحہ الاول بقولہ ھو المأخوذ لا الی اشتراط عمق شبر والدلیل علیہ قول البرجندی قال الامام ابو بکر الطرخانی اذا لم یکن لہ عرض صالح وکان طولہ من بخارا الی سمرقند لا یجوز التوضی منہ وقال محمد بن ابراھیم المیدانی ان کان بحال لو جمع

https://www.facebook.com/darahlesunnat

يصير عشرا فی عشر وصار عمقه بقدر شبر جاز التوضی به الکل فی الفتاوی الظهیریة وذکر فی الخلاصة ان
الفقیه ابا اللیث اخذ به وعلیه اعتماد الصدر الشهید وفی الملتقط انکان عرض الغدیر ذراعین وبلغ طوله
فی عرضه عشرا فی عشر فبال فیه انسان فالماء طاهر اھ فانما الضمیر فی قوله اخذ به وقوله علیه اعتماد الی
اعتبار المساحة ولو بالجمع والا لم تکن الحوالة رائجة لان عبارة الخلاصة فی جنس فی النهر هکذا ان کان للماء
طول وعمق ولیس له عرض کالنهر بلخ انکان بحال لو ربع یصیر عشرا فی عشر یجوز التوضی به وهذا قول ابی سلیمٰن
الجوزجانی وبه اخذ الفقیه ؎ ابو اللیث وعلیه اعتماد الصدر الشهید وقال الامام ابوبکر الطرخانی لایجوز
وان کان من هنا الی سمرقند اھ فلیس فیه ذکر العمق اصلا فضلا عن تقدیره بشبر کیف و(۱۷۹) الامام الجوزجانی
اخذ فی العمق بالقول الاول وهو نفی التقدیر رأسا قال فی البدائع اما العمق فهل یشترط مع الطول والعرض
عن ابی سلیمٰن الجوزجانی انه قال ان اصحابنا رضی اللّٰه تعالٰی عنهم اعتبروا البسط دون العمق اھ فالسید ای
اخذ بقوله فی اعتبار المساحة دون الامتدادین وزاد من عند نفسه ؎ قدر العمق فنقله فی الجواهر وشرح النقایة
وذکر تصحیحه باعتبار اصله مع قطع النظر عن الزیادة لان المحل محل الخلاف فیه ؎ الاصل لا الخلافیة العمق
واللّٰه تعالٰی اعلم **قول اول** کی تصحیح امام زیلعی نے فرمائی قال فی التبیین والصحیح اذا اخذ الماء وجه الارض یکفی
ولا تقدیر فیه فی ظاهر الروایة ؎ بحر الرائق میں ہے ہو الاوجه ؎ لما عرف من اصل ابی حنیفة ؎ محقق علی الاطلاق نے
فتح القدیر میں اس تصحیح کی تضعیف کی فقال قیل والصحیح اذا اخذ الماء الخ **اقول** (۱۸۰) یہاں دو نظریں ہیں ایک
بظاہر قوی اس قول کی تزییف میں دوسری کمال ضعیف اسکی تائید میں اور شاید اسیلئے امام ابن الہمام نے اس تصحیح کو
ضعیف کیا مگر نظر دقیق اوسکی قوت پر حاکم وباللّٰه التوفیق **اما** التأیید فلعل زاعما یزعم ان الکثیر قد الحق بالجاری
فی کل حکم کما حققه فی الفتح والجاری لا تقدیر فیه للعمق کما دلت علیه فروع کثیرة منها مسألة المطر النازل
علی سطح فیه نجاسات فکذا ههنا **اقول** (۱۸۱) ھب ان الکثیر ملحق بالجاری فی جمیع الاحکام الکلام فی
انه متی یکون کثیرا فلا یمکن الالحاق قبل اثبات ان الکثرة لا تحتاج الی العمق الا تری ان الجاری لا تقدیر فیه لا
بشیئ من الطول ولا العرض کما دلت علیه فروع جمة ذکرناها فی رحب الساحة منها الماء النازل من الابریق علی
ید المستنجی قبل وصوله الیها ولا یلزم منه عدم التقدیر بهما ههنا ایضا فکذا العمق واللّٰه تعالٰی اعلم اما التزییف
(۱۸۲) ففی الراکد الکثیر قولان معتمدان الاول ظاهر الروایة وهو اعتبار عدم الخلوص ظنا وتفویضه الی رأی المبتلی
به من دون تقدیر بشیئ ومعرفة ذلک التحریک عند ائمتنا الثلثة رضی اللّٰه تعالٰی عنهم او بالتوضی او باللون

https://www.facebook.com/darahlesunnat

والثانی معتمد عامة المتأخرين وعليه الفتوى وهو التقدير بعشر فی عشر اعنی عشرا مائة على الصحيح فعدم التقدير الموافق

لاصل الامام رضی الله تعالٰی عنه انما هو على الرواية الاولٰی اما الاٰن فالكلام على تقدير التقدير فكيف يلاحظ فيه

اصل عدم التقدير كما فعل البحر ام كيف يراعی فيه ظاهر الرواية كما فعل الامام الفخر ونفس العشر فی عشر

ليست فی ظاهر الرواية اقول[۱۱۸۳] والتحقيق عندی ان التقدير بعشر فی عشر ليس حكما منحازا برأسه

فيحتاج الی ابداء اصل له كما تجشمه الامام صدر الشريعة ويطعن فيه بانه لا يرجع الی اصل فی الشرع كما قاله

فی البحر وتبعه الدر ولا يريد بمخالفته لقول الامام المصحح من مكثرين اعلام كما يتوهم بل هو تقدير منهم رحمهم الله

تعالٰی بهم لما فی ظاهر الرواية من عدم الخلوص وجدوا هذا القدر لا يخلص فحكموا به قال فی البدائع ذكر

ابوداود ولا يكاد يصح لواحد من الفريقين حديث عن النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم فی تقدير الماء ولهذا رجع اصحابنا

فی التقدير الی الدلائل الحسية دون السمعية ثم اختلفوا فی تفسير الخلوص فاتفقت الروايات عن اصحابنا

انه يعتبر بالتحريك وابوحفص الكبير اعتبر الخلوص بالصبغ وابونصر بالتكدير والجوزجانی بالمساحة فقال ان كان عشرا

فی عشر فهو مما لا يخلص وان كان دونه فهو مما يخلص اه فقد جعل هذا تفسير لما فی المذهب وقال فی الغنية تحت

قوله الحوض اذا كان عشرا فی عشر المقصود من هذا التقدير حصول غلبة الظن بعدم خلوص النجاسة اه

فاذا كان هذا تفسير ما فی ظاهر الرواية وجبت رعايتها فيه وتوقف عمقه على اصل الامام لان هذا انما هو

تقدير ما لا يخلص وما لا يخلص لم يعتبر فيه عمق فی ظاهر الرواية فلا داعی الی اعتباره هنا اللهم[۱۱۸۴] الا ان

يثبت ان للعمق مدخلا فی خلوص الحركة وعدمه ايضا فحينئذ يقال ان ظاهر الرواية حيث احالت الامر عليها ارسلت

الامتدادات ارسالا لكان ذلك الواجب حينئذ اما انتم فقد رسمتم الامتدادين وليس ان كل عمق بعدهما سواء

فيجب عليكم تقدير عمق لا يقبل معه الامتداد ان الخلوص فافهم وح[؟] يضاد القول الحادی عشر للقول الاول اذ

ترك التقدير فی ظاهر الرواية لا يكون اذن لنفيه بل لعدم آنيته فی اختلافه باختلاف الامتدادات فيصح

التفويض الی رأی الناظر لكنه شیء يحتاج الی ثبت ودونه خرط القتاد بل يدفعه[۱۱۸۵] ان لو كان كذلك

لم يصح تعيين عشر فی عشر فانه يختلف الامتدادان المانعان للخلوص على هذا باختلاف الاعماق فكيف يجوز

التحديد على شیء منها وهو عود على المقصود بالنقض فترجح ان الاوجه هو ظاهر الرواية بل هی الوجه

هذا ما عندی والله تعالٰی اعلم اس قول كی تصحیح امام زیلعی كے سوا دوسرے نظر سے نہیں اما ما فی البحر والبدائع

اذا اخذ ای الماء وجه الارض يكفی ولا تقدير فيه فی ظاهر الرواية وهو الصحيح اه اه ف[۱۱۸۶] اقول هذا كما تری

فائدہ جلیلہ ۱

ہشتم تحبیر

تطفل ۱۳۰ علی الامام صدر الشریعۃ

تطفل ۱۳۱ علی البحر والدر

کلام التبیین ولیس فی البدائع انما ذکر فیہ عن الجوزجانی ما تقدم ثم قال وعن الفقیہ ابی جعفر الهندوانی انہ ان کان بحال لو رفع انسان الماء بکفیہ انحسر اسفلہ ثم اتصل لایتوضؤ بہ ثم ذکر الزیادۃ علی عرض الدرهم والشبر والذراع ولم یصحح شیئا منہا انتہی ۱۱۸۷ قال قبلہ فی الماء الجاری اختلف المشائخ فی حد الجریان قال بعضهم هو ان یجری بالتبن والورق وقال بعضهم ان کان بحیث لو وضع رجل یدہ فی الماء عرضا لم ینقطع جریانہ فهو جار والا فلا وروی عن ابی یوسف ان کان بحال لو اغترف انسان الماء بکفیہ لم ینحسر وجہ الارض بالاغتراف فهو جار والا فلا وقیل ما یعدہ الناس جاریا فهو جار وما لا فلا وهو اصح الاقاویل ام فقد افاد تصحیح عدم التقدیر یعنی لکنہ فی الجاری وهو کذلک فیہ بلا شک والکلام ههنا فی الراکد الکثیر اما قول البحر هو الاوجہ فاقول ۱۱۸۸ هو رحمہ اللّٰہ تعالٰی مع علو کعبہ فی الفقہ لیس من ارباب الترجیح کما یعرفہ من رزق حظا من النظر الصحیح وخدمۃ هذا الفن بفکر نجیح وقال سیدی محمد بن عابدین رحمہ اللّٰہ تعالٰی فی شرح منظومتہ عقود رسم المفتی بعد ما نقل عن البحر فیما نقلوا عن اصحابنا انہ لایحل لاحد ان یفتی بقولنا حتی یعلم من این قلنا ان هذا الشرط کان فی زمانہم اما فی زماننا فیکتفی بالحفظ کما فی القنیۃ وغیرها فیحل الافتاء بقول الامام بل یجب وان لم نعلم من این قال فینتج من هذا انہ یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشائخ بخلافہ اھ ام ما نصہ یؤخذ من قول صاحب البحر یجب علینا الافتاء بقول الامام الخ انہ نفسہ لیس من اهل النظر فی الدلیل فاذا صحح قولا مخالفا لتصحیح غیرہ لایعتبر فضلا عن الاستنباط والتخریج علی القواعد خلافا لما ذکرہ البیری عند قول صاحب البحر فی کتابہ الاشباہ النوع الاول معرفۃ القواعد التی ترد الیہا وفرعوا الاحکام علیہا وهی اصول الفقہ فی الحقیقۃ وبہا یرتقی الفقیہ الی درجۃ الاجتہاد ولو فی الفتوی اکثر فروعہ ظفرت بہ الخ فقال البیری بعد ان عرف المجتہد فی المذہب بما تقدم منہ عنہ وفی هذا اشارۃ الی ان المؤلف قد بلغ هذہ المرتبۃ فی الفتوی وزیادۃ وهو فی الحقیقۃ قد من اللّٰہ تعالٰی علیہ بالاطلاع علی خبایا الزوایا وکان من جملۃ الحفاظ المطلعین انتہی اذ لایخفی ان ظفرہ باکثر فروع هذا النوع لایلزم منہ ان یکون لہ اهلیۃ النظر فی الادلۃ التی دل کلامہ فی البحر علی انہا لم تحصل لہ وعلی انہا شرط الاجتہاد فی المذہب فتامل اھ ۱۱۸۹ اقول ای بالمعنی الذی فسرہ بہ البیری زادہ شاملا المجتہد فی المسائل واهل التخریج والمجتہد فی الفتوی حیث قال المجتہد فی المذہب عرفہ بانہ المتمکن من تخریج الوجوہ علی منصوص امامہ والمتبحر فی مذهب امامہ المتمکن من ترجیح قولہ علی آخر اھ لا المجتہد فی المذہب الذی هی الطبقۃ الثانیۃ الفائقۃ علی الثلثۃ الباقیۃ اھ لقول البحر ولو فی الفتوی ۱۱۹۰ واقول لم یدع البحر ان من عرف الفروع ارتقی الی مرتبۃ الاجتہاد واین جمعہا من اهلیۃ النظر فی الدلیل والصیدلانی من الطب وانما اراد ان تلک القواعد من ادرک حقائقہا وان الفروع کیف تستنبط منہا وترد الیہا کان ذلک سلما له یرتقی بہا

فائدہ ۱ تطفل ۱۲۱ علی البحر ۲
فائدہ ۳ ...
فائدہ ۵

۱ ھبۃ الحبیر

فائدہ ۶ صاحب البحر لیس من اصحاب الترجیح
تعریف المجتہد فی المذہب

الی ادنی درجات الاجتہاد ولم یدع ھذا النفسہ انما ذکر الظفر باکثر الفروع فاین ھذا من ذاک وا لعجب کیف خفی ھذا علی العلامۃ بیری مع وضوحہ ثم ھو ایضا لم یشہد بحصول درجۃ الاجتہاد فی القولۃ رحمہما اللہ تعالی انما زعمہ ان فی کلام البحر اشارۃ الیہ وشہد بکونہ من الحفاظ المطلعین فہل لا اشکال فیہ وقد قال السید ابو السعود الازہری فی فتح اللہ المعین لا یعتمد علی فتاوی ابن نجیم ولا علی فتاوی الطوری لما فی ش فی غیر موضع من رد المحتار فی طعنہ سمعت کثیرا من شیخنا (یرید ابا السید علیا رحمہما اللہ تعالی) فتاوی الطوری کفتاوی الشیخ زین لا یوثق بہما الا اذا تأیدت بنقل اخر فکیف یصح للمجتہد فی الفتوی ان یمنع العمل بفتاواہ **قول سوم** کی ترجیح عامہ کتب میں ہے وقایہ ونقایہ واصلاح وغررو ملتقی متون وتجنیس کردری وغیرہا میں اسی پر جزم فرمایا امام اجل قاضی خان نے اسکو مقدم رکھا اور امام اعظم سے امام ابو یوسف کی روایت بتایا ہدایہ ودرر ومجمع الانہر ومسکین ومراقی الفلاح وہندیہ میں اسکو صحیح اور ذخیرۃ العقبی میں اصح او رغیاثیہ وغنیہ وخزانۃ المفتین میں مختار کہا معراج الدرایہ وفتاوی ظہیریہ وفتاوی خلاصہ وجوہرہ نیرہ وشلبیہ وغیرہا میں علیہ الفتوی فرمایا اس قول میں عبارات علما تین طور پر آئیں **اول** مطلق اغتراف یا غرف کہ ہاتھ سے پانی لینا ہے ایک سے ہو خواہ دونوں سے دونوں کو شامل ہے عام عبارات اسی طرح ہیں جیسے خانیہ وخزانہ کے سوا اکثر کتب مذکورہ اور بحر وشامی وغیرہا **دوم** لفظ کف یا ید بصیغہ مفرد سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے یوں ہی مروی ہوا فتاوی امام قاضی خان میں ہے ان کان بحال لو رفع الماء بکفہ لا ینحسر ما تحتہ من الارض فہو عمیق رواہ ابو یوسف عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہما خزانۃ المفتین میں ہے وعمقہ بحال لو رفع الماء بکفہ لا ینحسر ما تحتہ من الارض وھو المختار چلپی علی صدر الشریعہ میں ہے والغرف اخذ الماء بالید للتوضی وھو الاصح **سوم** کفین بصیغہ تثنیہ یہ امام ابو یوسف سے مروی آیا اور اسکو امام فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے اختیار فرمایا زیلعی علی الکنز میں ہے عن ابی یوسف اذا کان لا ینحسر وجہ الارض بالاغتراف بکفیہ فہو جار اھ وقدمناہ عن ملک العلماء واذا کان ھذا فی الجاری حقیقۃ ففی الملحق بہ اولی بدائع میں ہے عن الفقیہ ابی جعفر الہندوانی ان کان بحال لو رفع انسان الماء بکفیہ انحسر اسفلہ ثم اتصل لا یتوضؤ بہ وان کان لا ینحسر اسفلہ لا بأس بالوضوء منہ جامع الرموز میں ہے بالغرف ای برفع الماء بالکفین عبد الحلیم علی الدرر میں ہے ای باخذ الماء بالکفین طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے قولہ بالغرف منہ ای بالکفین کما فی القہستانی وفی الجوہرۃ علیہ الفتوی اھ **اقول** یما یتوہم منہ ان الفتوی علی الکفین ولیس کذلک فانما عبارۃ الجوہرۃ اما مقدار العمق فالاصح ان یکون بحال لا تنحسر الارض بالاغتراف وعلیہ الفتوی اھ فکان ینبغی ان یقدم عبارتہا ویقول قولہ بالغرف علیہ الفتوی جوہرہ ای بالکفین قہستانی علامہ برجندی نے کف واحد کو مرجح اور کفین کو محتمل رکھا

حیث قال بالکف الواحدۃ علیٰ ما ھو المفھوم من اطلاقات الکتب ویحتمل ان یکون المراد بالغرف الاخذ بالکفین معا علی ما
ھو المتعارف ۱ھ ۱۱۹۵ **اقول** وقد یؤخذ ترجیح لہ من فحوی الدرر فان نصہا الصحیح ان یکون بحیث لا تنکشف
ارضہ بالغرف للتوضی وقیل للاغتسال اھ وذلک لان المراد ھھنا الغرف بالایدی دون الاوانی ولا یظھر الفرق بین
الغرف للوضوء والاغتسال بالایدی الا ان الاول بکف والاخر بالکفین کما ھو المعتاد فی الغسل وح یعود الیہ تصحیح
ذخیرۃ العقبٰی المذکور فی تنبیہ ثم انہ المروی عن الامام ھذا کلہ ظاھر النظر ۱۱۹۶ **واقول** وباللہ التوفیق
ترجیح علامہ برجندی بین نظریہ **اولا** اذا عرفنا انہ المتعارف فلم لا ینصرف المطلق الیہ ۱۱۹۷ **ثانیا** وہ عند التحقیق
منعکس ہے اطلاقات متون و عامہ کتب سے اغتراف کفین ہی مستفاد و ذلک لان الغرف کما قلتم مطلق شامل باطلاقہ
الغرفۃ بکف وکفین غیر انہ لیس ھھنا فی کلام موجب بل سالب والمطلق وان کان یوجد بوجود فرد لا ینتفی الا بانتفاء
الافراد جمیعا فی التحریر ثم فواتح الرحموت من بحث النکرۃ المنفیۃ نفی المطلق یوجب نفی کل فرد ۱۱۹۸ **اقول** ای
اللام فی الغرف والاغتراف لیس للعہد ضرورۃ فان کان للاستغراق فذاک فانہ لکل فرد لا لمجموع الافراد والا
فللجنس فھو الوجہ للمفہوم ونفی الجنس فی العرف وفی اللغۃ لا یکون الا بنفی جمیع الافراد فواتح فافہم فراشدہ
ان من اغترف بکفیہ فانحسرت الارض یقول انھا ارض تنحسر بالغرف وان کانت لا تنحسر بکف وحدہا واذا صدق
بہ الانحسار لا یصدق عدمہ الا اذا لم تنحسر بشیئ من الغرفات وتوجیہ الدرر بما مر فیہ لان المعتاد فی الوضوء ایضا
الاغتراف بالکفین فی غسل الوجہ مطلقا وفی غسل الرجلین اذا لم یکن بالغمس لاجرم ان اطلق البرجندی تعارف الاول
علی انی لم ار من فرق ھھنا بالوضوء والغسل انما المعروف ذلک فی معرفۃ الخلوص من جانب الی اخر بالتحریک ولم
ینکلم علیہ محشو الشرنبلالی وعبد الحلیم والحسن العجیمی والخادمی رحمہم اللہ تعالٰی وردہ الشامی بقولہ ان کلا منھما ای من الوضوء والغسل
یحتاج الی الاخذ بہما (ای بالیدین) قال فظھران لا وجہ لتضعیف الثانی ۱ھ ۱۲۰۲ **اقول** والوجہ عندی ان یراد بالغرف للوضوء الغرف
بالایدی وللغسل بالقصاع الکبار ویؤیدہ واللہ تعالٰی اعلم ما ذکر کلما لم ار فلیس فی الوحدۃ قال فی غمز العیون طلق لیدیہ والیدین اذا کان الشیئان لا
یفترقان من خلق او غیرہ اجزأ من ذکرھما ذکر احدھما کالعینین تقول کحلت عینی وانت ترید عینیک ومثل العینین المنخران والرجلان والخفان والنعلان تقول لبست
خفی ترید خفیک کذا فی شرح الحماسۃ ۱ھ وقد بسطت الکلام علی ھذا فی رسالتی صفائح اللجین فی کون التصافح
بکفی الیدین تو راجح یہی ہے کہ دونوں ہاتھ سے پانی لینا مراد ہے **اولا** یہی متون کا مفاد **ثانیا** یہی عامہ کتب سے مستفاد
ثالثا کتب متعلقہ میں اس پر تنصیص اور کف واحد پر کوئی نص نہیں **رابعا** کف سے کفین مراد لے سکتے ہیں نہ بالعکس تو
اسمیں توفیق ہے اور وہ نصب خلاف سے اولی **خامسا** ۱۲۰۶ زمین نہ کھلنے سے مقصود یہ ہے کہ مساحت برقرار رہے وہ نہ ہو پانی

جدا ہو جائینگے تبیین میں ہے المعتبر فی العمق ان یکون بحال لاینحسر بالاغتراف لانہ اذا انحسر ینقطع الماء بعضہ عن بعض ویصیر الماء فی مکانین وھو اختیار الھندوانی ا ھ ثم ذکر التصحیح الملحہ مثلاً حوض پورا دہ دردہ ہے اوسکے وسط میں سے پانی اوٹھایا اور زمین کھل گئی تو اوسوقت وہ کسی طرف دس۱۰ ہاتھ نہیں بلکہ طول و عرض ہر ایک کے دو ٹکڑے ہوگئے ہر ٹکڑا پانچ ہاتھ ہی بھی تھا بے کم تو آب قلیل ہوگیا لہذا لازم ہوا کہ پانی لینے سے زمین نہ کھلنے پائے اور اسکی ضرورت وضو و غسل دونوں کے لیے ہے بلکہ غسل کے لیے زائد ہے یہیں فرمایا الحاجۃ الی الاغتسال فی الحیاض اشد منھا الی التوضی عنایہ میں فرمایا لان الوضوء یکون فی البیوت عادۃ اور شک نہیں کہ حوض یا تالاب میں نہاتے ہوئے پانی لپوں سے لیتے ہیں نہ چلوؤں سے تو ضرور ہوا کہ دونوں ہاتھ سے لینا مراد ہو واللہ تعالٰی اعلم بالحق والسداد **توفیق انیق** و **تحقیق وفیق** بحسن التوفیق والحمد للہ علی تیسیر الطریق۔ **اقول** [1205] وباللہ استعین وھو نعم المعین یہ سب تعقیدو تنقیح و تصحیح و ترجیح اوس ظاہر خلاف پر تھی جو عبارات کتب سے مفہوم ہوا اور بعونہ عزجلالہ وعم نوالہ قلب فقیر پر القا ہوتا ہے کہ ان اقوال میں اصلاً خلاف نہیں قول اول کی نسبت ہم بیان کر آئے کہ وہی ظاہر الروایۃ اور وہی اقوی من حیث الدرایۃ ہے اور بذیل الطراز تصحیح بھی اور ظاہر الروایۃ او جہ و صحیح سے عدول کی کوئی وجہ نہیں قول دیگر کہ عامہ کتب میں مختار و مرجح و مفتے بہ ہے اوسی ظاہر الروایۃ پر متفرع اور اوسیکے حکم کے تحفظ کو ہے ظاہر ہے کہ مساحت معینہ ہو مثلاً دہ دردہ یا عدم خلوص پر مفوضہ بہرحال اوتنی مقدار میں پانی کا اتصال ضرور ورنہ وہ مساحت نہ رہیگی ولہذا ظاہر الروایۃ نے فرمایا کہ کہیں سے زمین کھل نہ ہوتا اسقدر کا شرط کثرت ہونا بداہۃً ثابت۔ مگر کثرت وقت [1206] استعمال چاہیے پہلے کثیر تھا اور استعمال کرتے وقت قلیل ہوگیا تو کثرت سابقہ کیا مفید ہوگی اب سمیں پانی لیتے ہوئے زمین اگر کھل گئی تو ظاہر الروایۃ نے جو اس کثرت کیلیے شرط کیا تھا اب باقی رہا اتنی دیر کو پانی قلیل ہوگیا پہلے سے اگر نجاست پڑی تھی اور بوجہ کثرت موثر نہ ہوئی تھی اب قلیل ہوتے ہی موثر ہوگئی اور پھر پانی ملجانا طاہر نکریگا کہ آب نجس کثیر ہو کر پاک نہیں ہوجاتا اون کے نزدیک ماء مستعمل نجس ہے پہلے سے کسی نجاست پڑی ہونے کی حاجت نہیں پہلے لپ کا پانی بدن پر پڑا لاجرم مستعمل نجس ہو کر پانی میں گرا دوبارہ لپ لیا پانی قلیل ہو کر اوسی ماء مستعمل سے نجس ہوگیا۔ یونہیں جنکے نزدیک آب مستعمل اگرچہ پاک ہے مگر مائے مطلق ہوا وسکا اختلاط مطلقاً اوسے ناقابل طہارت کردیتا ہے اگرچہ مغلوب ہو لہذا وقت اغتراف حفظ کثرت کے لیے یہ شرط لگائی کہ اغتراف آب کثیر سے ہو اوسوقت بھی ظاہر الروایۃ کا ارشاد یأخذ الماء وجہ الارض صادق ہو کہ زمین کہیں سے کھلی نہ ہو تو یہ عمق شرط کثرت نہیں بلکہ وقت اغتراف شرط بقائے کثرت۔ اس توفیق رفیق کے مؤیدات **اقول اولا** [1207] نمبر ہی تبیین میں تعلیل تھی کہ اتنا عمق اسلیے رکھا گیا کہ پانی لیتے وقت زمین کھلکر دو پانی نہ ہو جائیں کہ مساحت نہ رہیگی قلیل ہوجائیگا معلوم ہوا کہ تابقائے مساحت کثیر ہے تفریق مساحت تقلیل کریگی **ثانیا** [1208] اگر کثرت اعلٰی نفسہ اسپر موقوف ہو تو یہ شرط بھی کام نہ دیگی اور

وقت اغتراف وہی وقت پیش آئیگی۔ شرط ہو تو ساری مساحت میں نہ کہ بعض میں۔ غیاثیہ میں ہے المختار ان لا ینحسر بالاغتراف مطلقا غیر مقید بکونہ من اعمق المواضع اب کہ پانی لیا اور زمین کھلی تو نہیں مگر اوتنی جگہ صرف جو بھر عرض کا پانی رہ گیا تو اب کیا آب قلیل نہوگیا کہ اتنی دیر ساری مساحت میں اوتنا عمق نہیں۔ ظاہر ہوا کہ یہ عمق مطلوب تھا بلکہ وہی زمین کا کہیں سے کھلا نہونا کہ وقت اغتراف یہی باقی رہیگا نہ وہ عمق۔ **ثالثا** [۱۲۰۸] اسی پر شاہد ہے سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے وہ روایت کہ بدائع و تبیین سے گزری کہ خود جاری پانی میں بھی اتنا عمق شرط فرماتے ہیں یہ ہرگز نفس جریان کی شرط نہیں ہوسکتا کون عاقل کہیگا کہ مینھ کا پانی جو چھت یا زمین پر بہ رہا ہے جاری نہوگا جبتک چار پانچ اونگل دَل نہو جائے امام ابو یوسف کی شان اس سے ارفع و اعلٰی ہے وہ قطعًا عرفًا و شرعًا ہر طرح جاری ہے اگرچہ صرف جو بھر دَل ہو تو لاجرم کوئی شبہ نہیں کہ یہ وقت اغتراف بقائے جریان کے لیے شرط فرمائی ہے کہ اگر پانی لیتے وقت زمین کھل گئی دو پانی ہوگئے اور اوس وقت جریان جاتا رہا کہ اوتنی دیر اوپر کا پانی رک گیا اور نیچے کا مدد بالا سے منقطع ہوگیا اور ہم رسالہ رحب الساحہ میں بیان کر چکے کہ جریان کے لیے مدد کا اشتراط بھی ایک قول مصحح ہے امام ابن الہمام نے اسی کو ترجیح دی اور یہی امام برہان الدین صاحب ہدایہ کی کتاب تجنیس اور امام حسام الدین کے واقعات سے مستفاد یہ روایت امام ابو یوسف اسی قول پر مبنی تو یہ شرط اسلیے فرمائی کہ پانی لیتے وقت بھی جاری رہے نہ کہ ہر جاری میں یہ عمق درکار ہو یہاں نفس کثرت اس سے مشروط نہیں بلکہ وقت اغتراف کثیر رہنا وللہ الحمد۔ **رابعا** [۱۲۰۹] اسکے مؤید ہے وہ کہ ہمارے رسالہ رحب الساحہ میں کتب کثیرہ جلیلہ معتمدہ سے منقول ہوا کہ بڑے تالاب کے بطن میں نجاستیں پڑی ہیں بارش کا پانی آیا اگر ان نجاستوں تک پہنچنے سے پہلے یہ پانی تالاب کے اندر دہ در دہ ہوگیا اوسکے بعد نجاستوں کی طرف بڑھکر اون سے ملا ناپاک نہ ہوا یوں سارا تالاب پاک رہیگا۔ ظاہر ہے کہ بڑھتے وقت ساری مساحت میں پانچ اونگل دَل ہونا ضرور نہیں بلکہ نادر ہے جسکا بیان اوسی رسالہ میں گزرا مگر اسکا لحاظ نہ فرمایا اور مطلقاً حکم طہارت دیا اسکا وہی بینہ ہے کہ فی نفسہ کثرت کیلئے دَل کی حاجت نہیں بالجملہ روشن ہوا کہ کثرت کیلئے صرف اسقدر درکار کہ مساحت میں کوئی جگہ پانی سے کھلی نہو یہی ظاہر الروایۃ و تصحیح اول ہے اسی بنا پر پانی لیتے وقت کثرت باقی رہنے کے لیے لازم کہ اوس سے زمین کھل نجائے ورنہ قلیل ہوجائیگا یہی مطلب عامہ کتب و تصحیح دوم ہے۔ **ثم**

اقول [۱۲۱۰] یہ توفیق انیق بعض فیصلے اور کریگی **اول** [ف] اغتراف مطلق رہیگا جسطرح متون و ہدایہ و عامہ کتب میں ہے کہ پانی فی نفسہ ہر طرح کثیر ہو مقصود اوس وقت زمین کا بالفعل نہ کھلنا ہے نہ کوئی صلاحیت عامہ تو چلو ہو یا لپ جسطرح پانی لیا اوس سے نہ کھلنا چاہیے اگرچہ دوسری طرح انکشاف ہوسکے بلکہ ہاتھ کی بھی تخصیص نہیں برتن سے لیں خواہ کسی سے اوس وقت نہ میں کھلے نہیں۔ **دوم** [۱۲۱۱] [ف] ساری مساحت میں اس عمق کی حاجت نہیں صرف وہیں کافی ہے جہان سے پانی لیا گیا۔ **سوم** [۱۲۱۲] یہ شرط

دہ در دہ میں فرمائی ہے پانی اگر اس وجہ سے کثیر ہے کہ جہاں سے لیا گیا ہے اگر زمین کھل بھی جائے تو ہر طرف کا ٹکڑا دہ در دہ رہے تو کھلنا مضر نہ ہوگا اگرچہ دو پانی ہوگئے مگر دونوں کثیر ہی ہیں ۱۲۱۳ چہارم مذہب معتمد یہ ہے کہ آب مستعمل طاہر ہے اور آب مطلق میں اوسکا اختلاط مانع طہارت نہیں جبتک مقدار میں اوس سے زائد نہ ہو جائے اور آب قلیل کتنا ہی کثیر ہو بدن محدث اوس میں پڑنے سے سب مستعمل ہو جاتا ہے مگر بضرورت اغتراف ہاتھ ڈالنا معاف ہے یہ سب مسائل ہمارے رسائل الطرس المعدل والنمیقۃ الانقی میں مبرہن ہو چکے تو وہ پانی جس میں سے وقت اغتراف زمین کھلکر اوسکے ٹکڑے دہ در دہ نہ رہیں اگر اوس میں پہلے سے نجاست موجود تھی اس کھلنے سے ضرور ناپاک ہو جائیگا یونہیں اگر ضرورت چلو کی تھی اور لے لیا سب پانی مستعمل ہو جائیگا کہ دوسرا بے دھلا ہاتھ بضرورت پڑا عام ازین کہ چلو سے بھی زمین کھلتی یا نہیں اگرچہ یہ استعمال بعد انفصال ہوگا اور اوسوقت اتصال آب ہو کر کثیر ہو جائیگا ۱۲۱۴ **اقول** انفصال سے استعمال کی بعدیت ذاتیہ ہے کہ وہ علت استعمال کا جزء اخیر ہے تو تخلف محال اور اتصال آب کی بعدیت زمانیہ ہے کہ جتنی جگہ کھلی تھی بعد انفصال بحرکت آب ہی بھرےگی اور حرکت تدریجیہ ہے تو بفور انفصال قبل اتصال حکم استعمال نازل ہو جائیگا فافہم اور اگر پہلے سے کوئی نجاست نہیں اور چلو یا لپ حسب ضرورت لیا اور زمین کھل گئی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ وسط حوض میں جاکر پانی لیا ہو کہ اگرچہ زمین کھلنے سے پانی قلیل ہو گیا مگر ضرورت اغتراف تو مٹکے میں بھی معاف ہے جبکہ کوئی چھوٹا برتن پانی لینے کے لیے نہ ہو اور اسوقت اگرچہ اسکے پاؤں اوس قلیل پانی میں ہیں مگر اندر جاتے ہوئے دھل چکے ہیں ہاں اس میں کھلتے وقت اسے حدث واقع ہو تو ضرور پاؤں کی وجہ سے سارا پانی مستعمل ہو جائیگا ان وجوہ کی نظر سے وہ شرط کیگئی تو ظاہر الروایۃ اور یہ قول مفتی بہ دونوں متوافق اور باہم اصل و فرع ہیں

وللہ الحمد ھذا کلہ ما ظہر لکثیر السیئات، وبہ تجتمع الکلمات، وتندفع الشبہات، والحمد للہ واھب البرکات، وصلی اللہ تعالٰی وسلم وبارک علی مصحح الحسنات، مقیل العثرات، وآلہ وصحبہ الکرام السادات، وابنہ وحزبہ الجلۃ الاثبات، وعلینا معہم وبہم ولہم الی یوم یقوم حبیبنا فیہ بالشفاعات، علیہ وعلیہم الصلوات الزاکیات، والتسلیمات النامیات، والتحیات المبارکات، اٰمین، والحمد للہ رب العلمین ومع ذلک فلا اقول الحکم ھذا انما اقول ھذا ما ظہر لی فان کان صوابا فمن الوھاب الکریم ولہ الحمد وان کان خطأ فمنی ومن الشیطان وانا ابرؤ الی اللہ منہ والحمد للہ رب العلمین واللہ تعالٰی اعلم **بشارۃ** ما تقدم من قول البحر ان العمل والفتوی ابدا بقول الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وان افتی المشایخ بخلافہ واقرہ الشامی فی مواضع ونازعہ فی مواضع وکنت اردت ان اذکر ھذا البحث ثمہ ثم رأیت ان الکلام یطول، ویقع بالاجنبی الفصل الطویل، فطویتہ ثمہ، وافرزتہ بحمد اللہ تعالٰی رسالۃ مہمۃ، ورأیت الحاقہا ھہنا اتماما للکلام، واسعافا بالمرام، وھاھی ذہ والحمد للہ ولی الانعام۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الحفي على دينه الحنفي، الذي ايدنا بائمة يقيمون الاود، ويديمون المدد، باذن الجواد الصمد، وجعل من بينهم امامنا الاعظم كالقلب في الجسد، والصلاة والسلام على الامام الاعظم للرسل الكرام، الذي جاءنا حقا من قوله المأمون، استفت قلبك وان افتاك المفتون، وعليهم وعلى اله وألهم وصحبه وصحبهم وفئامه وفئامهم، الى يوم ندعو كل اناس بامامهم، أمين اعلم رحمني الله تعالى واياك، وتولى بفضله هداي وهداك، انه قال العلامة المحقق البحر في صدر قضاء البحر بعد ما ذكر تصحيح السراجية ان المفتي يفتي بقول ابي حنيفة على الاطلاق وتصحيح الحاوي القدسي اذا كان الامام في جانب وهما في جانب ان الاعتبار لقوة المدرك ما نصه فان قلت كيف جاز للمشايخ الافتاء بغير قول الامام الاعظم مع انهم مقلدون قلت قد اشكل علي ذلك مدة طويلة ولم ار فيه جوابا الا ما فهمته الأن من كلامهم وهو انهم نقلوا عن اصحابنا انه لا يحل لاحد ان يفتي بقولنا حتى يعلم من اين قلنا حتى نقل في السراجية ان هذا سبب مخالفة عصام للامام وكان يفتي بخلاف قوله كثيرا لانه لم يعلم الدليل وكان يظهر له دليل غيره فيفتي به فاقول ان هذا الشرط كان في زمانهم اما في زماننا فيكتفى بالحفظ كما في القنية وغيرها فيحل الافتاء بقول الامام بل يجب وان لم نعلم من اين قال وعلى هذا فما صححه في الحاوي مبني على ذلك الشرط وقد صححوا ان الافتاء بقول الامام فينتج من هذا انه يجب علينا الافتاء بقول الامام وان افتى المشايخ بخلافه لانهم انما افتوا بخلافه لفقد شرطه في حقهم وهو الوقوف على دليله واما نحن فلنا الافتاء وان لم نقف على دليله وقد وقع للمحقق ابن الهمام في مواضع الرد على المشايخ في الافتاء بقولهما بانه لا يعدل عن قوله الا لضعف دليله وهو قوي في وقت العشاء لكونه الاحوط وفي تكبير التشريق في أخر وقته الى أخر ما ذكره في فتح القدير لكن هو اهل للنظر في الدليل ومن ليس باهل للنظر فيه فعليه الافتاء بقول الامام والمراد بالاهلية هنا ان يكون عارفا مميزا بين الاقاويل له قدرة على ترجيح بعضها على بعض اھ وتعقبه العلامة ش في شرح عقوده بقوله لا يخفى عليك ما في هذا الكلام من عدم الانتظام ولهذا اعترضه محشيه الخير الرملي بان قوله يجب علينا الافتاء بقول الامام وان لم نعلم من اين قال مضاد لقول الامام لا يحل لاحد ان يفتي بقولنا حتى يعلم من اين قلنا اذ هو صريح في عدم جواز الافتاء لغير اهل الاجتهاد فكيف يستدل به على وجوبه فنقول ما يصدر من غير الاهل ليس بافتاء حقيقة وانما هو حكاية عن المجتهد انه قائل بكذا وباعتبار هذا الملحظ تجوز حكاية قول غير الامام فكيف يجب علينا الافتاء بقول الامام وان افتى المشايخ بخلافه ونحن انما نحكي فتواهم لا غير فليتأمل انتهى وتوضيحه ان المشايخ اطلعوا على دليل الامام وعرفوا من اين قال واطلعوا على دليل اصحابه فيرجحون دليل اصحابه على دليله فيفتون به ولا يظن بهم انهم عدلوا

عن قوله لجهلهم بدليله فانا نراهم قد شحنوا كتبهم بنصب الادلة ثم يقولون الفتوى على قول ابی یوسف مثلا وحيث لم نكن اهلا للنظر فی الدليل ولم نصل الى رتبتهم فی حصول شرائط التفريع والتاصيل فعلينا حكاية مايقولونه لانهم هم اتباع المذهب الذين نصبوا انفسهم لتقريره وتحريره باجتهادهم وانظر الى ما قدمناه من قول العلامة قاسم ان المجتهدين لم يفقدوا حتى نظروا فی المختلف ورجحوا وصححوا الى ان قال فعلينا اتباع الراجح والعمل به كما لو افتوا فی حياتهم (وفی) فتاوى العلامة ابن الشلبی ليس للقاضی ولا للمفتی العدول عن قول الامام الا اذا صرح احد من المشايخ بان الفتوى على قول غيره فليس للقاضی ان يحكم بقول غير ابی حنيفة فی مسألة لم يرجح فيها قول غيره ورجحوا فيها دليل ابی حنيفة على دليله فان حكم فيها فحكمه غير ماض ليس له غير الانتقاض انتهى اھ كلامه فی الرسالة وذكر نحوه فی رد المحتار من القضاء وزاد فی منحة الخالق وانت ترى اصحاب المتون المعتمدة قد يمشون على غير مذهب الامام واذا افتى المشايخ بخلاف قوله لفقد الدليل فی حقهم فنحن نتبعهم اذهم اعلم وكيف يقال يجب علينا الافتاء بقول الامام لفقد الشروط فی حقنا وقد فقدت الشروط ايضا فی حق المشايخ فهل تراهم ارتكبوا منكرا والحاصل ان الانصاف الذی يقبله الطبع السليم ان المفتی فی زماننا ينقل ما اختاره المشايخ وهو الذی مشى عليه العلامة ابن الشلبی فی فتاواه حيث قال الاصل ان العمل على قول ابی حنيفة رضی الله تعالى عنه ولذا ترجح المشايخ دليله فی الاغلب على دليل من خالفه من اصحابه ويجيبون عما استدل به مخالفه وهذا امارة العمل بقوله وان لم يصرحوا بالفتوى عليه اذ الترجيح كصريح التصحيح لان المرجوح طائح بمقابلته بالراجح وحينئذ فلا يعدل المفتی ولا القاضی عن قوله الا اذا صرح الى اخر ما مر قال وهو الذی مشى عليه الشيخ علاء الدين الحصكفی ايضا فی صدر شرحه على التنوير حيث قال واما نحن فعلينا اتباع ما رجحوه وما صححوه كما لو افتوا فی حياتهم فان قلت قد يحكون اقوالا بلا ترجيح وقد يختلفون فی التصحيح قلت يعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغير العرف واحوال الناس وما هو الارفق وما ظهر عليه التعامل وما قوی وجهه ولا يخلو الوجود ممن يميز هذا حقيقة لا ظنا وعلى من لم يميز ان يرجع لمن يميز لبراءة ذمته اھ والله تعالى اعلم اھ **اقول**[١٢٧] وتلك شكاة ظاهر عنك عارها ولنقدم لبيان الصواب مقدمات تكشف الحجاب **الاولى**[١] ليس حكاية قول افتاء به فانا نحكی اقوالا خارجة عن المذهب ولا يتوهم احد انا نفتی بها انما الافتاء ان تعتمد على شیء وتبين لسائلك ان هذا حكم الشرع فی ما سألت وهذا لا يحل لاحد من دون ان يعرفه عن دليل شرعی والا كان جزافا وافتراء على الشرع ودخولا تحت قوله عزوجل ام تقولون على الله ما لا تعلمون وقوله تعالى قل الله اذن لكم ام على الله تفترون **الثانية**[٢] الدليل على وجهين اما تفصيلی ومعرفة

[١] معنى الافتاء وانه ليس حكاية محضة وانه لا يجوز الا عن دليل

علامہ | جلالہ

[٢] الدليل دليلان تفصيلی خاص بالمجتهد ومعرفة اجمالية بحيث لا يتعين القول

خاصة باهل النظر والاجتهاد فان غيره وان علم دليل المجتهد في مسألة لا يعلمه الا تقليدا كما يظهر مما بيناه في رسالتنا المباركة ان شاء الله تعالى الفضل الموهبي في معنى اذا صح الحديث فهو مذهبي فان قطعة تلك المنازل التي بينا فيها لا يمكن الا للمجتهد واشار الى بعضه قليلا منه في عقود رسم المفتي اذ نقل فيها ان معرفة الدليل انما تكون للمجتهد لتوقفها على معرفة سلامته من المعارض وهي متوقفة على استقراء الادلة كلها ولا يقدر على ذلك الا المجتهد اما مجرد معرفة ان المجتهد اخذ الحكم الفلاني من الدليل الفلاني فلا فائدة فيها اهـ او اجمالي كقوله سبحنه فاسألوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون وقوله تعالى اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولي الامر منكم فانهم العلماء على الاصح وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم الا سألوا اذ لم يعلموا فانما شفاء العي السؤال وعلى هذا نقول ان اخذنا باقوال ائمتنا ليس تقليدا شرعيا لكونه عن دليل شرعي انما هو تقليد عرفي لعدم معرفتنا بالدليل التفصيلي اما التقليد الحقيقي فلا مساغ له في الشرع وهو المراد في كل ما ورد في ذم التقليد والجهال الضلال يلبسون على العوام فيحملونه على التقليد العرفي الذي هو فرض شرعي على كل من لم يبلغ رتبة الاجتهاد قال المدقق البهاري في مسلم الثبوت التقليد العمل بقول الغير من غير حجة كاخذ العامي والمجتهد من مثله فالرجوع الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم او الى الاجماع ليس منه وكذا العامي الى المفتي والقاضي الى العدول لايجاب النص ذلك عليهما لكن العرف على ان العامي مقلد للمجتهد قال الامام وعليه معظم الاصوليين اهـ وشرحه المولى بحر العلوم في فواتح الرحموت هكذا (التقليد العمل بقول الغير من غير حجة) متعلق بالعمل والمراد بالحجة حجة من الحجج الاربع والا فقول المجتهد دليله وحجته (كاخذ العامي) من المجتهد (و) اخذ (المجتهد من مثله فالرجوع الى النبي عليه) وآله واصحابه (الصلاة والسلام او الى الاجماع ليس منه) فانه رجوع الى الدليل (وكذا) رجوع (العامي الى المفتي والقاضي الى العدول) ليس هذا الرجوع نفسه تقليدا وان كان العمل بما اخذوا بعده تقليدا (لايجاب النص ذلك عليهما) فهو عمل بحجة لا بقول الغير فقط (لكن العرف) دل (على ان العامي مقلد للمجتهد) بالرجوع اليه (قال الامام) امام الحرمين (وعليه معظم الاصوليين) وهو المشتهر المعتمد عليه اهـ **اقول**[١٢١٥] فيه نظر من وجوه **فاولا** لا فرق في الحكم بين الاخذ والرجوع حيث لا رجوع الا للاخذ اذ لم يوجبه الشرع الا له ولو سأل العامي امامه لا للعمل به كان عابثا متلاعبا والشرع متعال عن الامر بالعبث فان لم يكن الرجوع تقليدا لوجوبه بالنص لم يكن الاخذ ايضا من التقليد قطعا للوجوب بعين النص **وثانيا**[١٢١٦] الاية الاولى اوجبت الرجوع والثانية الاخذ فطاح الفرق **وثالثا**[١٢١٧] حيث تحدا الرجوع والاخذ فعلى تقرير الشارح يتناقض قوله التقليد لاخذ العامي من المجتهد

الفرق بين التقليد الشرعي الذي هو مذموم والعرفي الذي هو واجب وبيان ان اخذنا باقوال ائمتنا ليس تقليدا في الشرع بل هو عمل بالدليل حقيقة وبيان ذلك في الصحابة وذلك ٢

اعلام اجلی ١

[١٢١٥] معروضة على العلامة بحر العلوم قدس سره

[١٢١٦] معروضة ٢ عليه

[١٢١٧] معروضة ٣ عليه

وقوله ليس منه رجوع العامي الى المفتي فان المفتي هو المجتهد كما في المتن متصل بما مر ورابعا[٢٢١] ان اريد بحجة
من الاربع التفصيلية اعني الخاصة بالجزئية النازلة بطل قوله فالرجوع الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
والاجماع ليس منه فانه لا يكون عن ادراك الدليل التفصيلي وان اريد الاجمالية كالعمومات الشرعية بطل جعل اخذ العامي
من المجتهد تقليدا فانه ايضا عن دليل شرعي وخامسا[٢٢٢] اذ قد حكم اولا ان اخذ العامي عن المجتهد تقليد
فما معنى الاستدراك عليه بقوله لكن العرف الخ وسادسا[٢٢٣] ليس نفس الرجوع تقليدا قط والا لكان رجوعنا
الى كتب الشافعية لنعلم ما مذهب الامام المطلبي في المسألة تقليدا له ولا يتوهمه احد وسابعا[٢٢٤] مثله
او اعجب منه جعل اخذ القاضي بشهادة الشهود تقليدا منه لهم فانه تقليد لا يعرفه عرف ولا شرع ومن يتجاسر
ان يسمي قاضي الاسلام ولو ابا يوسف مقلد ذميين اذا قضى بشهادتهما على ذمي بل الحق في حل المتن ما رأيتني
كتبت عليه هكذا (التقليد) الحقيقي هو (العمل بقول الغير من غير حجة) اصلا (كاخذ العامي) من مثله وهذا
بالاجماع اذ ليس قول العامي حجة اصلا لا لنفسه ولا لغيره (و) كذا اخذ (المجتهد من مثله) على مذهب الجمهور
من عدم جواز تقليد مجتهد لمجتهد آخر وذلك لانه لما كان قادرا على الاخذ عن الاصل فالحجة في حقه هو الاصل
وعدوله عنه الى الظن مثله عدول الى ما ليس بحجة في حقه فيكون تقليدا حقيقيا فالضمير في مثله الى كل من العامي و
المجتهد لا الى المجتهد خاصة واذا عرفت ان التقليد الحقيقي يعتمد انتفاء الحجة رأسا (فالرجوع الى النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم او الى الاجماع) وان لم نعرف دليل ما قاله صلى الله تعالى عليه وسلم وقاله اهل الاجماع تفصيلا
(ليس منه) اي من التقليد الحقيقي لوجود الحجة الشرعية ولو اجمالا (وكذا) رجوع (العامي) من ليس مجتهدا (الى
المفتي) وهو المجتهد (و) رجوع (القاضي الى الشهود) (العدول) واخذهما بقولهم ليس من التقليد في شيء لا نفس
الرجوع ولا العمل بعده (لايجاب النص) ذلك الرجوع والعمل (عليهما) فيكون عملا بحجة ولو اجمالية كما عرفت -
هذا هو حقيقة التقليد (لكن العرف) مضى (على ان العامي مقلد للمجتهد) فجعل عمله بقوله من دون معرفة دليله
التفصيلي تقليدا له وان كان انما رجع اليه لانه مامور شرعا بالرجوع اليه والاخذ بقوله فكان عن حجة لا بغيرها
وهذا اصطلاح خاص بهذه الصورة فالعمل بقول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وبقول اهل الاجماع لا يسميه
العرف ايضا تقليدا (قال الامام) هذا عرف العامة (و) مشى (عليه معظم الاصوليين)[٢٢٥] ولا اصطلاحات سائغة لا
محل فيها للتذييل بان هذا ضعيف وذاك معتمد كما لا يخفى هذا هو التقرير الصحيح لهذا الكلام والله تعالى ولي
الانعام **الثالثة اقول**[٢٢٦] حيث علمت ان الجمهور على منع اهل النظر من تقليد غيرهم وعندهم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

أخذ بقوله من دون معرفة دليله التفصيلي يرجع إلى التقليد الحقيقي المحظور إجماعاً بخلاف العامي فإن عدم معرفته
الدليل التفصيلي يوجب عليه تقليد المجتهد وإلا لزم التكليف بما ليس في الوسع أو تركه سدى فظهر أن عدم معرفة
الدليل التفصيلي له أثران تحريم التقليد في حق أهل النظر وإيجابه في حق غيرهم ولا غرو أن يكون شيء واحد موجباً و
محرماً معاً لشيء آخر باختلاف الوجه فعدم المعرفة لعدم الأهلية موجب للتقليد ومعها محرم له **الرابعة**
الفتوى حقيقية وعرفية فالحقيقية هو الإفتاء عن معرفة الدليل التفصيلي وأولئك الذين يقال لهم
أصحاب الفتوى ويقال بهذا أفتى الفقيه أبو جعفر والفقيه أبو الليث وأمثالهما رحمهم الله تعالى والعرفية
إخبار العالم بأقوال الإمام جاهلاً عنها تقليداً له من دون تلك المعرفة كما يقال فتاوى ابن نجيم والغزي و
الطوري والفتاوى الخيرية وهلم تنزلاً إلى زماننا ورتبة إلى الفتاوى الرضوية جعلها الله تعالى مرضية آمين
الخامسة **أقول** [١٢٢٨] وبالله التوفيق القول قولان صوري وضروري فالصوري هو المقول المنقول و
الضروري ما لم يقله القائل نصاً بالخصوص لكنه قائل به في ضمن العموم الحاكم ضرورة بأنه لو تكلم في هذا الخصوص
لتكلم كذا وربما يخالف الحكم الضروري الحكم الصوري ح يقضى عليه الضروري حتى إن الأخذ بالصوري يعد مخالفة
للقائل والعدول عنه إلى الضروري موافقة أو اتباعاً له كأن كان زيد صالحاً فأمر عمرو خدامه بإكرامه نصاً جهاراً
وكرر ذلك عليهم مراراً وقد كان قال لهم إياكم أن تكرموا فاسقاً أبداً فبعد زمان فسق زيد علانية فلن أكرمه بعد خدامه
عملاً بنصه المكرر المقرر لكانوا عاصين وإن تركوا إكرامه كانوا مطيعين ومثل ذلك يقع في أقوال الأئمة إما لحدوث
ضرورة أو حرج أو عرف أو تعامل أو مصلحة مهمة تجلب أو مفسدة ملمة تسلب وذلك [١٢٢٩] لأن استثناء الضرورات
ودفع الحرج ومراعاة المصالح الدينية الخالية عن مفسدة تربو عليها ودرء المفاسد والأخذ بالعرف والعمل
بالتعامل كل ذلك قواعد كلية معلومة من الشرع ليس أحد من الأئمة إلا مائلاً إليها أو قائلاً بها ومعولاً عليها
فإذا كان في مسألة نص للإمام ثم حدث أحد تلك المغيرات علمنا قطعاً أن لو حدث على عهده لكان
قوله على مقتضاه لا على خلافه فهو ره فالعمل بقوله الضروري الغير المنقول عنه هو العمل بقوله لا الجمود
على المأثور من لفظه وقد عد في العقود مسائل كثيرة من هذا الجنس ثم أحال بيان كثير أخر على الأشباه ثم قال
فهذه كلها قد تغيرت أحكامها لتغير الزمان إما للضرورة وإما للعرف وإما لقرائن الأحوال قال وكل ذلك غير خارج
عن المذهب لأن صاحب المذهب لو كان في هذا الزمان لقال بها ولو حدث هذا التغير في زمانه لم ينص على خلافها قال و
هذا الذي جرأ المجتهدين في المذهب وأهل النظر الصحيح من المتأخرين على مخالفة المنصوص عليه من صاحب

المذهب فی کتب ظاهر الروایۃ بناء علی ما کان فی زمنه کما تصریحهم به الخ اقول[۱۲۳۰] بل ربما یقع نظیر ذلك فی نص الشارع صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فقد قال صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اذا استاذنت احدکم امرأته الی المسجد فلا یمنعها رواه احمد والبخاری ومسلم والنسائی وفی لفظ لا تمنعوا اماء اللّٰه مساجد اللّٰه رواه احمد ومسلم کلهم عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما وبالثانی رواه احمد وابو داؤد عن ابی هریرۃ رضی اللّٰه تعالٰی عنه عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم بزیادۃ ولیخرجن تفلات وقد امر صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم باخراج الحیض وذوات الخدور یوم العیدین فیشهدن جماعۃ المسلمین ودعوتهم وتعتزل الحیض المصلی قالت امرأۃ یا رسول اللّٰه احدٰنا لیس لها جلباب قال صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لتلبسها صاحبتها من جلبابها رواه البخاری ومسلم واٰخرون عن ام عطیۃ رضی اللّٰه تعالٰی عنها ومع ذلك نهی الائمۃ الشواب مطلقا والعجائز نهارا ثم عمموا النهی عملا بقوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم الضروری المستفاد من قول ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللّٰه تعالٰی عنها لو ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم رأی من النساء ما رأینا لمنعهن من المسجد کما منعت بنو اسرائیل نساءها رواه احمد والبخاری ومسلم قال فی التنویر والدر (یکرہ حضورهن الجماعۃ) ولو لجمعۃ وعید ووعظ (مطلقا) ولو عجوزا لیلا علی المذهب المفتی به لفساد الزمان واستثنی الکمال بحثا العجائز المتفانیۃ اھ والمراد بالمذهب مذهب المتأخرین ولما رد علیه البحر بان هذه الفتوی مخالفۃ لمذهب الامام وصاحبیه جمیعا فانهما ابا حا للعجائز الحضور مطلقا والامام فی غیر الظهر والعصر والجمعۃ فالافتاء بمنع الکل فی الکل مخالف للکل فالمعتمد مذهب الامام اھ بمعناه اجاب عنه فی النهر قائلا وفیه نظر بل هو ماخوذ من قول الامام وذلك انه انما منعها لقیام الحامل وهو فرط الشهوۃ بناء علی ان الفسقۃ لا ینتشرون فی المغرب لانهم بالطعام مشغولون وفی الفجر والعشاء نائمون فاذا فرض انتشارهم فی هذه الاوقات لغلبۃ فسقهم کما فی زماننا بل تحریهم ایاها کان المنع فیها اظهر من الظهر اھ قال الشیخ اسمٰعیل وهو کلام حسن الی الغایۃ اھ ش السادسۃ[۳] حامل اٰخر علی العدول عن قول الامام مختص باصحاب النظر وهو ضعف دلیله اقول[۱۲۳۱] ای فی نظرهم وذلك لانهم مامورون باتباع ما یظهر لهم قال تعالٰی فاعتبروا یا اولی الابصار ولا تکلیف الا بالوسع فلا یسعهم الا العدول ولا یخرجون بذلك عن اتباع الامام بل متبعون لمثل قوله العام اذا صح الحدیث فهو مذهبی ففی شرح الهدایۃ لابن الشحنۃ ثم شرح الاشباه للبیری ثم رد المحتار اذا صح الحدیث وکان علی خلاف المذهب عمل بالحدیث ویکون ذلك مذهبه ولا یخرج مقلده عن کونه حنفیا بالعمل به فقد صح عنه انه قال اذا صح الحدیث فهو مذهبی اھ اقول[۱۲۳۲] ... الصحۃ فقهها ویستحیل معرفتها

الا المجتهد لا الصحة المصطلحة عند المحدثين كما بينته في الفضل الموهبي بدلائل قاهرة يتعين استفادتها

قال ش فاذا نظر اهل المذهب في الدليل وعملوا به صح نسبته الى المذهب لكونه صادرا باذن صاحب المذهب اذ لا شك

انه لو علم ضعف دليله رجع عنه واتبع الدليل الاقوى ولذا رد المحقق ابن الهمام على بعض المشايخ حيث افتوا

بقول الامامين بانه لا يعدل عن قول الامام الا لضعف دليله اهـ اقـول ٢٣٣ هذا غير معقول ولا مقبول و

كيف يظن ضعف دليله في الواقع لضعفه في نظر بعض مقلديه وهؤلاء اجلة ائمة الاجتهاد المطلق مالك و

الشافعي واحمد ونظراؤهم رضي الله تعالى عنهم يطبقون كثيرا على خلاف الامام وهو اجماع منهم على ضعف

دليله ثم لا يظن بهذا ضعفه ولا ان مذهب هؤلاء مذهبه فكيف بمن دونهم ممن لم يبلغ رتبتهم نعم هم عاملون

في نظرهم بقوله العام فمعذورون بل ماجورون ولا يتبدل بذلك المذهب الا ترى ان تحديد الرضاع بثلثين

شهرا دليله ضعيف بل ساقط عند اكثر المرجحين ولا يجوز لاحد ان يقول الاقتصار على عامين مذهب الامام وتحريم

حليلة الاب والابن رضاعا نظر فيه الامام البالغ رتبة الاجتهاد المحقق على الاطلاق وزعم ان لا دليل عليه

بل الدليل قاض بحلهما ولم ار من اجاب عنه وقد تبعه عليه ش فهل يقال ان تحليلهما مذهب الامام كلا بل بحث

من ابن الهمام وليس فيما ذكر عن ابن الهمام الى ما ادعى من صحة جعله مذهب الامام انما فيه جواز العدول

لهم اذا استضعفوا دليله واين هذا من ذاك ٢٣٤ نعم في الوجوه السابقة تصح النسبة الى المذهب لاحاطة العلم

بانه لو وقع في زمنه لقال به كما قال في التنوير ٢٣٥ مسألة نهي النساء مطلقا عن حضور المساجد على المذهب وهذه

نكتة غفل عنها المحقق ش ففسر المذهب بمذهب المتأخرين هذا واما نحن فلم نؤمر باعتبار كا ولى الابصار

بالسؤال والعمل بما يقوله الامام غير باحثين عن دليل سوى الاحكام فان كان العدول للوجوه السابقة اشترك فيه

الخواص والعوام اذا عدول حقيقة بل عمل بقول الامام وان كان لدعوى ضعف الدليل اختص بمن يعرفه ولذا قال في البحر

قد وقع للمحقق ابن الهمام في مواضع الرد على المشايخ في الافتاء بقولهما بانه لا يعدل عن قوله الا لضعف دليل لكن

هو (اى المحقق) اهل للنظر في الدليل ومن ليس باهل للنظر فيه فعليه الافتاء بقول الامام اهـ السابعة

اذا اختلف التصحيح تقدم قول الامام الاقدم في رد المحتار قبل ما يدخل في البيع تبعا اذا اختلف التصحيح اخذ

بما هو قول الامام لانه صاحب المذهب اهـ وقال في الدر في وقف البحر وغيره متى كان في المسألة قولان مصححان

جاز القضاء والافتاء باحدهما اهـ فقال العلامة ش لا تخيير لو كان احدهما قول الامام والاخر قول غيره

لانه لما تعارض التصحيحان تساقطا فرجعنا الى الاصل وهو تقديم قول الامام بل في شهادات الفتاوى الخيرية

فائدہ ۲۶۲ معروضۃ علی العلامۃ ش

فائدہ لو تبدل الزمن تبدلت الاحکام

فائدہ ۲۶۳ معروضۃ علیہ

علاء الامام اجل الاعلام

فائدہ ۲۶۴ معروضۃ علیہ

فائدہ عند اختلاف التصحیح یقدم قول الامام

المقرر عندنا انه لا يفتى ولا يعمل الا بقول الامام الاعظم ولا يعدل عنه الى قولهما او قول احدهما او غيرهما الا لضرورة كمسألة المزارعة وان صرح المشايخ بان الفتوى على قولهما لانه صاحب المذهب والامام المقدم اهـ ومثله في البحر وفيه يحل الافتاء بقول الامام بل يجب وان لم يعلم من اين قال اهـ اهـ اذا عرفت هذا فنحل لك كلام المصطلح كلما ردّ به عليه وان شئت التفصيل المزيد فالق السمع وانت شهيد **قول ش** رحمه الله تعالى لا يخفى عليك ما في هذا الكلام من عدم الانتظام **اقول** [١٢٣٦] بل هو متسق النظام اخذ بعضه بحجز بعض كما سترى **قول العلامة الخير** قوله مضاد لقول الامام **اقول** [١٢٣٧] تعرف بالرابعة ان قول الامام في الفتوى الحقيقية فيختص باهل النظر لا يحل لغيره والا كان تحريما للفتوى العرفية مع حلها بالاجماع وفي قضاء منحة الخالق عن الفتاوى الظهيرية روي عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه انه قال لا يحل لاحد ان يفتي بقولنا ما لم يعلم من اين قلنا وان لم يكن من اهل الاجتهاد لا يحل له ان يفتي الا بطريق الحكاية اهـ وقول البحر في الفتوى العرفية لا يحل له سواه لقوله اما في زماننا فيكتفي بالحفظ وقوله وان لم نعلم وقوله يجب علينا الافتاء بقول الامام وقوله اما نحن فلنا الافتاء فاين التضاد ولم يردا موردا واحدا **قوله** هو صريح في عدم جواز الافتاء لغير اهل الاجتهاد فكيف يستدل به على وجوبه **اقول** [١٢٣٨] نعم صريح في عدم جواز الحقيقي ونشوء الحرمة والجواز معا عن شيء واحد فرغنا عنه في الثالثة **قوله** فنقول ما يصدر من غير الاهل ليس افتاء حقيقة **اقول** [١٢٣٩] فيه كان الجواب عن التضاد لو التفتم اليه **قوله** وانما هو حكاية عن المجتهد **اقول** [١٢٤٠] اولا انظر الاولى **قوله** لا تجوز حكاية قول غير الامام **اقول** [١٢٤١] لا حجر في الحكاية ولو قولا خارجا عن المذهب انما الكلام في التقليد والمجتهد المطلق احق به ممن دونه فلم لا تجيزون الافتاء باقوال الائمة الثلثة بل ومن سوى الاربعة رضي الله تعالى عنهم فان اجزتم ففيم التمذهب وتلك المشاجرات بل سقط البحث راسا وانهدم النزاع بنفس النزاع كما سياتي بيانه ان شاء الله تعالى **قوله** فكيف يجب علينا الافتاء بقول الامام **اقول** [١٢٤٢] لانا قلدناه لا من سواه وقد اعترف به السيد الناقل في عدة مواضع منها ما في رد المحتار قبيل رسم المفتي انا التزمنا تقليد مذهبه دون مذهب غيره ولذا نقول ان مذهبنا حنفي لا يوسفي ونحوه اهـ اي الشيباني نسبة الى ابي يوسف ومحمد رضي الله تعالى عنهم وقال في شرح العقود الحنفي انما قلد ابا حنيفة ولذا ينسب اليه دون غيره اهـ **قوله** وانما نحكي فتواهم لا غير **اقول** [١٢٤٣] سبحن الله بل انما نقلد امامنا لا غيره ثم ليس افتاؤنا عندكم الا حكاية قول غيرنا فمن هذا الذي حرم علينا حكاية

https://www.facebook.com/darahlesunnat

قول امامنا واوجب حکایۃ قول غیرہ من اھل مذھبنا فان کانوا مرجحین بالکسر فلیسوا مرجحین علی الامام بالفتح قولہ
المشایخ اطلعوا علی دلیل الامام وعرفوا من این قال اقول ۱۲۴۳ من این عرفتم ھذا وبای دلیل اطلعتم علیہ انما المنقول عن الامام المسائل
دون الدلائل واجتھد الاصحاب فاستخرجوا لھا دلائل کل حسب مبلغ علمہ ومنتھی فھمہ ولم یدرکوا شاوہ ولا معشارہ
ولربما لم یلحقوا غبارہ فان قلتم فقولوا اطلعوا علی دلیل قول الامام ولا تقولوا علی دلیل الامام ورحم اللہ سیدی ط
اذ قال فی قضاء حواشی الدر یظھر قوۃ لہ (ای لاھل النظر فی قول خلاف قول الامام) بحسب ادراکھم ویکون الوجہ
بخلافہ او بحسب دلیل ویکون لصاحب المذھب دلیل اخر لم یطلع علیہ اھ قولہ ولا یظن بھم انھم عدلوا عن
قولہ لجھلھم بدلیلہ اقول ۱۲۴۵ اولا فیظن بہ انہ لم یدر ما ادرکوا فاعتمد شیأ اسقطوہ لضعفہ
فیا للانصاف ای الظنین ابعد وثانیا ۱۲۴۶ لیس فیہ ازراء بھم ان لم یبلغوا مبلغ امامھم وقد ثبت ذلک عن اعظم
المجتھدین فی المذھب الامام الثانی فضلا عن غیرہ فی الخیرات الحسان للامام ابن حجر المکی الشافعی وعن الخطیب
عن ابی یوسف ما رأیت احدا اعلم بتفسیر الحدیث ومواضع النکت التی فیہ من الفقہ من ابی حنیفۃ وقال ایضا
ما خالفتہ فی شیئ قط فتدبرتہ الا رأیت مذھبہ الذی ذھب الیہ انجی فی الاخرۃ وکنت ربما ملت الی الحدیث فکان ھو
ابصر بالحدیث الصحیح منی وقال کان اذا صمم علی قول درت علی مشایخ الکوفۃ ھل اجد فی تقویۃ قولہ حدیثا او اثرا
فربما وجدت الحدیثین والثلثۃ فاتیتہ بھا فمنھا ما یقول فیہ ھذا غیر صحیح او غیر معروف فاقول لہ وما علمک بذلک
مع انہ یوافق قولک فیقول انا عالم بعلم اھل الکوفۃ وکان عند الاعمش فسئل عن مسائل فقال لابی حنیفۃ ما تقول
فیھا فاجابہ فقال من این لک ھذا قال من احادیثک التی رویتھا عنک وسرد لہ عدۃ احادیث بطرقھا فقال الاعمش
حسبک ما حدثتک بہ فی مائۃ یوم تحدثنی بہ فی ساعۃ واحدۃ ما علمت انک تعمل بھذہ الاحادیث یا معشر الفقھاء
انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ وانت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین اھ اقول ۱۲۴۷ وانما قال ما علمت الخ
لانہ لم یر فی تلک الاحادیث موضع تلک الاحکام التی استنبطھا منھا الامام فقال ما علمت انک تأخذ منھا ھذہ
وقد قال الامام الاجل سفیٰن الثوری لامامنا رضی اللہ تعالی عنھما انہ لیکشف لک من العلم عن شیئ کلنا عنہ غافلون
وقال ایضا ان الذی یخالف ابا حنیفۃ یحتاج الی ان یکون اعلی منہ قدرا واوفر علما وبعید ما یوجد ذلک وقال لہ
ابن شبرمۃ عجزت النساء ان یلدن مثلک ما علیک فی العلم کلفۃ وقال ابو سلیمٰن کان ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالی
عنہ عجبا من العجب وانما یرغب عن کلامہ من لم یقو علیہ وفیھا عن علی بن عاصم قال لو وزن عقل ابی حنیفۃ بعقل نصف
اھل الارض لرجح بھم وقال الشافعی رضی اللہ تعالی عنہ ما قامت النساء عن رجل اعقل من ابی حنیفۃ

وقال بكر بن حبيش لو جمع عقله وعقل اهل زمنه لرجح عقله على عقولهم الكل من الخيرات الحسان عن محمد بن رافع عن يحيى بن آدم قال ما كان شريك وداود الاصغر غلمان ابي حنيفة وليتهم كانوا يفقهون ما يقول وعن سهل بن مزاحم كان من ائمة مراغما مخالفه من خالفه لانه لطف بهم قوله هذان عن مناقب الامام الكردري وفي ميزان الشريعة الكبرى لسيدي العارف الامام الشعراني سمعت سيدي عليا الخواص رضي الله تعالى عنه يقول مدارك الامام ابي حنيفة دقيقة لا يكاد يطلع عليها الا اهل الكشف من اكابر الاولياء اهـ **قوله** شحنوا كتبهم بنصب الادلة **اقول** [١٢٤٨] دراية او رواية واين الدراية من الداية **قوله** ثم يقولون الفتوى على قول ابي يوسف مثلا **اقول** [١٢٤٩] لانهم لم يظهر لهم ما ظهر للامام وهم اهل النظر فلم يسعهم الا اتباع ما عن لهم وفي ذلك قول الامام لا يحل لاحد ان يفتي الخ ولو ظهر لهم ما ظهر له لرجعوا اليه مذعنين **قوله** فعلينا حكاية ما يقولونه **اقول** [١٢٥٠] هذا على من يريد تقليدهم اما من قلده فعليه حكاية ما قاله والاخذ به **قوله** لانهم اتباع المذهب **اقول** [١٢٥١] فالمتبوع احق بالاتباع من الاتباع **قوله** نصبوا انفسهم لتقريره **اقول** على الراس والعين وانما الكلام في تعيين **قوله** عن العلامة قاسم كما لو افتوا في حياتهم **اقول اولا** [١٢٥٢] رحمك الله ارأيت ان كان الامام حيا في الدنيا وهؤلاء احياء وافتوا ايا كنت تقلد **وثانيا** انما كلام العلامة فيما فيه الرجوع الى فتوى المشايخ حيث لا رواية عن الامام او اختلفت الرواية عنه او وجد شيء من الحوامل الست المذكورة في الخامسة فانه عين تقليد الامام وانا آت عليه ببينة عادلة منكم من نفس العلامة قاسم فهو اعلم بمراده قلتم في شرح عقودكم قال العلامة المحقق الشيخ قاسم في تصحيحه ان المجتهدين لم يفقدوا حتى نظروا في المختلف ورجحوا وصححوا فشهدت مصنفاتهم بترجيح قول ابي حنيفة والاخذ بقوله الا في مسائل يسيرة اختاروا الفتوى فيها على قولهما او قول احدهما وان كان الآخر مع الامام كما اختاروا قول احدهما فيما لا نص فيه للامام للمعاني التي اشار اليها القاضي بل اختاروا قول زفر في مقابلة قول الكل لنحو ذلك وترجيحاتهم وتصحيحاتهم باقية فعلينا اتباع الراجح والعمل به كما لو افتوا في حياتهم كلام الامام القاضي سيأتي عند سرد النقول بتوفيق الله تعالى صرح فيه ان العمل بقوله رضي الله تعالى عنه ولو خالفاه الا لتعامل بخلافه او تغير الحكم بتغير الزمان فتبين ولله الحمد ان قول العلامة قاسم علينا اتباع ما رجحوه انما هو فيما لا نص فيه للامام ويلتحق به ما اختلفت فيه الرواية عنه او في احدى الحوامل الست فاحفظه حفظا جيدا ففيه ارتفاع الحجب عن آخرها ولله الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه ابدا وهذه عبارة العلامة قاسم التي اوردها السيد هنا ملتقطا من اولها وآخرها لو تأملها تماما لكان لا يخفى عليه الامر وكثيرا ما تحدث

امثال الامور لاجل الاقتصار وبالله العصمة وثالثا[١٢٥٥] على فرض الغلط لو اراد العلامة قاسم ما تريد لكان محجوجا
بقول شيخه المحقق حيث اطلق الذي نقلتموه وقبلتموه من جريه مرارا على المشايخ افتاءهم بقولهما قائلا لانه
لا يعدل عن قوله الا لضعف دليله **قوله** عن العلامة ابن الشلبي الا اذا صرح احد من المشايخ بان الفتوى
على قول غيره **اقول اولا**[١٢٥٦] سائرهم موافقون لهذا المفتي ومخالفون له او ساكتون فلم يرجحوا شيئا
حتى في التعليل والجدل ولا بوضعه متنا والاقتصار او التقديم او غير ذلك من وجوه الاختيار الثالث لم يقع
والثاني ظاهر المنع وكيف يعدل عن قول الامام المرجح من عامة اصحاب الترجيح بفتوى رجل واحد قال في الدر في تنجس
البئر وكالامام وقت العلم فلا يلزمهم شيء قبله قيل وبه يفتى اه قال ش قائله صاحب الجوهرة وفي فتاوى العتابي قولهما
هو المختار اه قال ط وانما عبر بقيل لرد العلامة قاسم له لمخالفته عامة الكتب فقد رجح دليله في كثير منها وهو الاحوط
نهر اه بل قال في الدر لا حد بشبهة العقد عند الامام كوطء محرم نكحها وقالا ان علم الحرمة حد وعليه الفتوى خلاصة
لكن المرجح في جميع الشروح قول الامام فكان الفتوى عليه اولى قاله قاسم في تصحيحه لكن في القهستاني عن المضمرات
على قولهما الفتوى اه قال ش استدرك على قوله في جميع الشروح فان المضمرات من الشروح وفيه ان ما في عامة الشروح
مقدم اه فههنا جعلت الفتاوى على قولهما الفتوى ووافقها بعض الشروح المعتمدة ولم يقبل لان عامة الشروح
رجحت دليله بتقديم الاول وهو مسلم لا شك ولا يوجد الا في احدى الصور الست ولا يكون عدولا الى قوله الا عنه
كما علمت **ونازعا**[١٢٥٧] بوجه اخر ارأيت ان قال الامام قولا وخالفه احد صاحبيه في رواية عنه الاخر فافتى احد
من المشايخ بقول الصاحب فان وافقه الباقون فقد مر او خالفوه فظاهر وكذا ان خالف بعضهم ووافق بعضهم
لما مر في السابعة اما ان لم يرد عن الباقين شيء وهي الصورة التي انكرنا وقوعها فهل يجب حينئذ اتباع تلك الفتوى
ام لا على الثاني ابن قولكم علينا اتباع ما صححوه كما لو افتوا في حياتهم فان فتوى الحياة واجبة العمل على المستفتي
وان كان المفتي واحدا لم يخالفه غيره وليس له التوقف عن قبولها حتى يجمعوا او يكثروا وعلى الاول لم يجب العدول عن قول الامام الى قول صاحبه
الا لترجح رأي صاحبه بانضمام رأي هذا المفتي اليه اذ ليس هذا افتاء قضاء يرفع الخلاف بل هو افتاء مفت لمن اتاه مستفتيا
اما حاصله ان الرأي الفلاني ارجح عندي فاذن ترجح رأي احد الصاحبين بانضمام رأي الاخر اعلى واعظم لان
كلا منهما اعلم وافقه من جميع من جاء بعدهما من المرجحين فكل ما خالف فيه الامام صاحباه وجب فيه ترك قوله الى
قولهما وهو خلاف الاجماع **وثالثا**[١٢٥٨] على التسليم معكم ابن الشلبي فانظروا ما معنا اخر الكلام **قوله** فليس للقاضي
ان يحكم بقول غير ابي حنيفة في مسألة لم يرجح فيها قول غيره ورجحوا فيها دليل ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه على دليله

اجلى الاعلام

اقول ١٢٥٩ هذا ابعد فوق ما مر فان مفاده ان ما لم يرجح فيه دليل الامام فللقاضي ومثله المفتي العدول عنه الى
قول غيره وان لم يذيل ايضا بترجيح فانه بنى الحكم بعدم العدول على وجود وعدم وجود ترجيح دليله وعدم ترجيح قول
غيره فما لم يجتمعا حل العدول ولم يقل باطلاقه الثقات العدول فانه يشملها اذا رجحا او لم يرجح شيء منهما والعمل
فيهما بقول الامام لا شك عندهم الا هو في السابعة وقال سيد ط في زكاة الغنم مسألة تنصيص الهالك على العفو من المعلوم
انه عند عدم التصحيح لا يعدل عن قول صاحب المذهب اهـ **قوله** في المنحة اصحاب المتون قد يمشون على غير مذهب الامام
اقول ١٢٦٠ نعم في احدى الوجوه الستة وهو عين قول الامام اما في غيرها فان مشى بعضهم لم يقبل كما سيأتي
في مسألة الشفق ومثلها تفسير المصر كما يعلم من الغنية شرح المنية وقد فصلناه في فتاوىنا بما لا مزيد عليه
اما ان يمشوا قاطبة على خلاف قول الامام من دون الحوامل الست فحاشا وكلا فليبرز مثالا ولو واحدا **قوله**
واذا افتى المشايخ بخلاف قول الامام لفقد الدليل في حقهم فنحن نتبعهم اذ هم اعلم **اقول** ١٢٦١ اولا هو اعلم
منهم ومن اعلم من اعلم منهم فاي الفريقين احق بالاتباع **وثانيا** ١٢٦٢ انظر الثانية الدليل في حقهم التفصيلي
وقد فقدوه وفي حقنا الاجمالي وقد وجدناه فكيف نتبعهم ونعدل من الدليل الى فقده **قوله** كيف يقال يجب علينا
الافتاء بقول الامام لفقد الشرط وقد اقر انه فقد الشرط ايضا في حق المشايخ **اقول** ١٢٦٣ شبهة كشفناها
في الثالثة **قوله** فهل تراهم ارتكبوا منكرا **اقول** ١٢٦٤ مبنى الذهول عن فرق الموجب في حقنا وحقهم و
١٢٦٥ ان شئت الجمع مكان الفرق فالجامع ان كل من فارق الدليل فقد اتى منكرا فدليلنا قول امامنا وخلافه لنا منكر و
دليلهم ما عن لهم في المسألة فمصيرهم اليه لا ينكر **قوله** وقد مشى عليه الشيخ علاء الدين **اقول** ١٢٦٦ انما
مشى في صدر الكتاب وفي كتاب القضاء معا على ان الفتوى على قول الامام مطلقا كما سيأتي وقوله اما نحن فعلينا اتباع ما رجحوه
فماخوذ من التصحيح كما افدتموه في رد المحتار وقد كان محصل كلام الدر هذا وحاصل ما ذكره الشيخ قاسم في تصحيحه الخ وقد علمت
ما هو مراد التصحيح الصحيح والحمد لله على حسن التنقيح **اتينا على ما وعدنا** من سرد النقول على ما قصدنا **اقول**
وبالله التوفيق ما هو المقرر عندنا فقد ظهر من مباحثنا وتفصيله ان المسألة اما ان يحدث فيها شيء من الحوامل
الست اولا **على الاول** الحكم للحامل وهو قول الامام الضروري المعتمد على الاطلاق سواء كان قوله الصوري
بل وقول اصحابه وترجيحات المرجحين موافقا له اولا علمنا ان لو حدث هذا في زمانهم لحكموا به فقول الامام الضروري شيء لا نظر
معه الى رواية ولا ترجيح بل هو القول الضروري للمرجحين ايضا ولا يتقيد ذلك بزمان دون زمان قال في شرح العقود فان قلت
العرف يتغير مرة بعد مرة فلو حدث عرف اخر لم يقع في الزمان السابق فهل يسوغ للمفتي مخالفة المنصوص واتباع العرف الحادث

https://www.facebook.com/darahlesunnat

قلت نعم فان للمتأخرين الذين خالفوا المنصوص في المسائل المارة لم يخالفوه الا لحدوث عرف بعد زمن الامام فللمفتي اتباع عرفه الحادث في الالفاظ العرفية وكذا في الاحكام التي بناها المجتهد على ما كان في عرف زمانه وتغير عرفه الى عرف اٰخر اقتداء بهم لكن بعد ان يكون المفتي ممن له رأي ونظر صحيح ومعرفة بقواعد الشرع حتى يميز بين العرف الذي يجوز بناء الاحكام عليه وبين غيره قال وكتبت في رد المحتار في باب القسامة فيما لو ادعى على رجل من غير اهل المحلة وشهد اثنان منهم عليه لم تقبل عنده وقالا تقبل الخ نقل السيد الحموي عن العلامة المقدسي انه قال توقفت عن الفتوى بقول الامام ومنعت من اشاعته لما يترتب عليه من الضرر العام فان من عرفه من المتمردين يتجاسر على قتل النفس في المحلات الخالية من غير اهلها معتمدا على عدم قبول شهادتهم عليه حتى قلت ينبغي الفتوى على قولهما لاسيما والاحكام تختلف باختلاف الايام انتهى وقالوا اذا زرع صاحب الارض ارضه ما هو ادنى مع قدرته على الاعلى يجب عليه خراج الاعلى قالوا وهذا يعلم ولا يفتى به كيلا يتجرأ الظلمة على اخذ اموال الناس قال في العناية ورد بانه كيف يجوز الكتمان ولو اخذوا كان في موضعه لكونه واجبا واجيب بانا لو افتينا بذلك لادعى كل ظالم في ارض ليس شانها ذلك انها قبل هذا كانت تزرع الزعفران مثلا فيأخذ خراج ذلك وهو ظلم وعدوان انتهى وكذا في فتح القدير قالوا ولا يخفى بهذا ما فيه من تسلط الظلمة على اموال المسلمين اذ يدعي كل ظالم ان الارض تصلح لزراعة الزعفران ونحوه وعلاجه صعب انتهى فقد ظهر لك ان جمود المفتي او القاضي على ظاهر المنقول مع ترك العرف والقرائن الواضحة والجهل باحوال الناس يلزم منه تضييع حقوق كثيرة وظلم خلق كثيرين اھ

اقول (١٢٦) ومن ذلك ايضا افتاء السيد بنقل انقاض مسجد خرب ما حوله واستغنى عنه الى مسجد اٰخر قال في رد المحتار وقد وقعت حادثة سئلت عنها في امير اراد ان ينقل بعض احجار مسجد خراب في سفح قاسيون بدمشق ليبلط بها صحن الجامع الاموي فافتيت بعدم الجواز متابعة للشرنبلالي ثم بلغني ان بعض المتغلبين اخذ تلك الاحجار لنفسه فندمت على ما افتيت به اھ ومن ذلك ايضا افتاء جده المقدسي بجواز اخذ الحق من خلاف جنسه حذار تضييع الحقوق قال في رد المحتار قال القهستاني وفيه ايماء الى ان له ان يأخذ من خلاف جنسه عند المجانسة في المالية وهذا اوسع فيجوز الاخذ وان لم يكن مذهبنا فان الانسان يعذر في العمل به عند الضرورة كما في الزاهدي اھ قلت وهذا ما قالوا انه لا مستند له لكن رأيت في شرح نظم الكنز للمقدسي من كتاب الحجر قال ونقل جد والدي لامه الجمال الاشقر في شرحه للقدوري ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق والفتوى اليوم على جواز الاخذ عند القدرة من اي مال كان لاسيما في ديارنا لمداومتهم العقوق اھ ومن ذلك ايضا افتائي مرارا بعدم انفساخ نكاح امرأة مسلم بارتدادها لما رأيت من تجاسرهن مبادرة الى قطع العصمة مع عدم امكان استرقاقهن

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فی بلادنا ولا مہرھن وجبرھن علی الاسلام کما بینتہ فی السیر من فتاوینا وکم لہ من نظیر **وعلی الثانی** ان لم تکن فیہا روایۃ عن الامام فخرجہ عما نحن فیہ ولا شک ان الرجوع اذ ذاک الی المجتہدین فی المذہب وان کانت فاما مختلفۃ عنہ اولا فعلی الاول الرجوع الیہم وکیف کان لا یکون خروجا عن قولہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولا یغیر بالاختلاف مجیئ النوادر علی خلاف الظاہر فان ماخرج عن ظاہر الروایۃ مرجوع عنہ کما نص علیہ البحر والخیر والشامی وغیرہم وما رجع عنہ لم یبق قولا لہ فتثبت فی علی الثانی اما وافقہ صاحباہ او احدہما او خالفاہ علی الاول العمل بقولہ قطعا ولا یجوز للمجتہد فی المذہب ان یخالفہم الا فی صور الثنتیا لعنی الحوامل الست فانہ لیس خلافہم بل فی خلافہم وکذلک علی الثانی کما نصوا علیہ ایضا وعلی الثالث اما ان یتفقا علی شیئ واحد او خالفا وتخالفا علی الثانی العمل بقولہ مطلقا وعلی الاول اما ان یتفق المرجحون علی ترجیح قولہما او قولہ اولا و لا بان یختلفوا فیہ او لا یاتی ترجیح شیئ منہما الاول لا کان ولا یکون قط ابدا الا فی احد الحوامل الست وحینئذ نتبعہم لانہ قول امامنا بل ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم صورۃ الہما او ضرورۃ لہ وان جہد احد غایۃ جہدہ ان یستخرج فرعا من غیر الست اجمع فیہ المرجحون عن اخرہم علی ترک قولہ واختیار قولہما فلن یجد ابدا وللہ الحمد والثانی ظاہر ان العمل بقولہ اجماعا ولا ینبغی ان یتنطح فیہ عنزان فالمسائل الی ہنا لا خلاف فیہا وفیہا جمیعا العمل بقول الامام مہما وجد بقی الثالث وہو ثامن ما نیتر من ہذہ الشقوق فہو الذی اتی فیہ الخلاف فقیل ہنا ایضا لا تخییر حتی المجتہد بل یتبع قول الامام وان ادی اجتہادہ الی ترجیح قولہما وقیل بل یتخیر مطلقا ولو غیر مجتہد والذی اتفقت کلماتہم علی تصحیحہ التفصیل بان المقلد یتبع قول الامام واہل النظر قوۃ الدلیل فقد التأمت الکلمات الصحیحۃ المعتمدۃ جمیعا علی ان المقلد لیس لہ الا تقلید الامام وان افتی بخلافہ مفت او مفتون، فان افتاءہم جمیعا بخلافہ فی غیر صور الثنتیا ما کان وما یکون، والحمد للہ رب العٰلمین و صلاتہ الدائمۃ علی عالم ماکان ویکون، وعلی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ افضل ما سأل السائلون، ہذا ما تلخص لنا من کلماتہم وہو المنہل الصافی الذی ورد ہ البحر فاستمع نصوص العلماء یکشف اللہ تعالٰی بہم العماء ویجلو بہم عنا کل بلاء وعناء

فی محیط الامام السرخسی ثم الفتاوی الہندیۃ لابد من معرفۃ فصلین احدہما انہ اذا اتفق اصحابنا فی شیئ ابوحنیفۃ وابویوسف ومحمد رضی اللہ تعالٰی عنہم لا ینبغی للقاضی ان یخالفہم برأیہ والثانی اذا اختلفوا فیما بینہم قال عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ تعالٰی یؤخذ بقول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لانہ کان من التابعین وزاحمہم فی الفتوی اھ زاد العلامۃ قاسم فی تصحیحہ ثم الشامی فی رد المحتار فقولہ اسد واقوی مالم یکن اختلاف عصر وزمان اھ

اقول وقول السرخسی برأیہ یدل ان النہی للمجتہد وقولہ لا ینبغی ای لا یفعل بدلیل قولہ لابد فلا یقال المستحب

فائدہ ۱ ماخرج عن ظاہر الروایۃ فہو مرجوع عنہ

فائدہ ۲

علامہ جلیل

امام ابن مبارک رضی اللہ تعالٰی عنہ من التابعین وقد زاحمہم فی الفتوی

تحقیق جلیل ان العمل بقول الامام مطلقا

لابد من معرفة اذ ما لا يحتاج الى فعله لا يحتاج الى معرفته انما العلم للعمل اھ وفی فتاوی الامام الاجل فقیه النفس
قاضی خان المفتی فی زماننا من اصحابنا اذا استفتی فی مسألة وسئل عن واقعة ان کانت المسألة مرویة عن اصحابنا فی الروایات
الظاهرة بلا خلاف بینهم فانه یمیل الیهم ویفتی بقولهم ولا یخالفهم برأیه وان کان مجتهدا متقنا لان الظاهر
ان یکون الحق مع اصحابنا ولا یعدوهم واجتهاده لا یبلغ اجتهادهم ولا ینظر الی قول من خالفهم ولا یقبل حجته لانهم
عرفوا الادلة ومیزوا بین ما صح وثبت وبین ضده فان کانت المسألة مختلفا فیها بین اصحابنا فان کان مع ابی حنیفة رحمه
اللہ تعالی احد صاحبیه یؤخذ بقولهما لوفور الشرائط واستجماع ادلة الصواب فیهما وان خالف ابا حنیفة رحمه اللہ تعالی
صاحباه فی ذلك فان کان اختلافهم اختلاف عصر وزمان کالقضاء بظاهر العدالة یأخذ بقول صاحبیه لتغیر احوال
الناس وفی المزارعة والمعاملة ونحوهما یختار قولهما لاجتماع المتأخرین علی ذلك وفیما سوی ذلك قال بعضهم یتخیر المجتهد و
یعمل بما افضی الیه رأیه وقال عبد اللہ بن المبارك یأخذ بقول ابی حنیفة رحمه اللہ تعالی اھ **اقول** [١٢٧١] ولوجه
ربنا الحمد اتی بکل ما قصرناه فاستثنی التعامل وما تغیر فیه الحکم لتغیر الاحوال فقد جمع الوجوه الستة التی ذکرناها ونص
ان اهل النظر لیس لهم خلاف الامام اذا وافقه احد صاحبیه فکیف اذا وافقاه ثم ما ذکر من القولین فیما عداها الخلاف
بینهما فی المقلد فالاول بتقیید التخییر بالمجتهد افاد ان لا تخییر لغیره والثانی حیث منع المجتهد عن التخییر فهو للمقلد
امنع فاتفق القولان علی ان المقلد لا تخییر له بل یتبع الامام وهو المرام **وفی** الفتاوی السراجیة والنهر الفائق **ثم**
الهندیة والحموی وکثیر من الکتب واللفظ للسراجیة الفتوی علی الاطلاق علی قول ابی حنیفة ثم ابی یوسف ثم محمد ثم
زفر والحسن ولفظ النهر ثم الحسن **اقول** [١٢٧٣] وهو حسن فان مکانة زفر مما لا ینکر لکن قال ش الواو هی
المشهورة فی الکتب اھ ومعنی الترتیب ای اذا لم یجد قول الامام ثم رأیت الشامی صرح به فی شرح عقوده حیث قال ای اذا لم
یوجد للامام نص یقدم قول ابی یوسف ثم محمد الخ قال والظاهر ان هذا فی حق غیر المجتهد اما المفتی المجتهد فیتخیر
بما یترجح عنده دلیله اھ **اقول** [١٢٧٤] ای اذا لم یجد قول الامام لا یتقید بالترتیب فیتبع قول الثانی وان ادی
رأیه الی قول الثالث کما کان لا یتخیر اتفاقا فانه کان مع الامام صاحباه او احدهما والذی استظهره ظاهر ثم قال وفی السراجیة
والنهر وقیل اذا کان ابو حنیفة فی جانب وصاحباه فی جانب فالمفتی بالخیار والاول اصح اذا لم یکن المفتی مجتهدا اھ
وفی التنویر والدر (یأخذ) القاضی کالمفتی (بقول ابی حنیفة علی الاطلاق) وهو الاصح منیة وسراجیة
وصحح فی الحاوی اعتبار قوة المدرك والاول اضبط نهر (ولا یخیر الا اذا کان مجتهدا) اھ **وفی** ص ط ما ذکره
للمصنف صححه فی ادب الطقال اھ **وفی** البحر کما قد صححوا ان الافتاء بقول الامام اھ وقال ش قوله وهو الاصح مقابله

ـه هکذا نقل عنه فی شرح العقود والحسن بالواو وهو
اللہم کذا فی نسخة السراجیة ثم الحسن ولا شغل العلم منه غفرله

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ما يأتى عن الحاوى وما فى جامع الفصولين من انه لو مع احد صاحبيه اخذ بقوله وان خالفاه قيل كذلك وقيل يخير الا فيما كان
الاختلاف بحسب تغير الزمان كالحكم بظاهر العدالة وفيما اجمع المتأخرون عليه كالمزارعة والمعاملة فيختار قولهما اهـ وفى
صدر الدر الاصح كما فى السراجية وغيرها انه يفتى بقول الامام على الاطلاق وصحح فى الحاوى القدسى قوة المدرك اهـ قال ط قوله
والاصح مقابله قوله بعد وصحح فى الحاوى اهـ وقال ش بعد نقل عبارة السراجية مقابل الاصح غير مذكور فى كلام الشارح
فافهم اهـ يريد به التعريض على ط اقول ههنا امور لابد من التنبه لها فاولا اقحم الدر ذكر
التصحيحين قبل قول المصنف ولا يخير الخ فاوهم الاطلاق فى الحكم الاول حتى قال ط قوله صحح فى الحاوى مقابل الاطلاق
الذى فى المصنف اهـ مع ان صريح نص المصنف تقييده بما اذا لم يكن مجتهدا وثانيا ما صححه فى الحاوى عين ما
صححه فى السراجية والمنية وادب المقال وغيرها وانما الفرق فى التعبير فهم قالوا الاصح ان المقلد لا يتخير بل يتبع قول
الامام وهو قال الاصح ان المجتهد يتخير لان قوة الدليل انما يعرفها هو فيستحيل ان يكون مقابل الاصح ما صححه فى الحاوى
بل مقابله التخيير مطلقا اذا خالفاه معا كما هو مفاد اطلاق القيل المذكور فى السراجية والتقييد بقول الامام
مطلقا وان خالفاه معا وللمفتى مجتهد كما هو مفاد اطلاق ما صحح به فيها فلا وجه لترجيح الاول عليه بانه اضبط
فقد قال ح ط ش فى التوفيق بين ما فى السراجية والحاوى ان من كان له قوة ادراك قوة المدرك يفتى بالقول القوى المدرك
والا فالترتيب اهـ قال ش يدل عليه قول السراجية والاول اصح اذا لم يكن المفتى مجتهدا اهـ اقول فى فرق التعبير
لا يكون خلافا حتى يوفق وبالجملة فتوهم المقابلة بينهما اعجب واعجب منه ان العلامة ش تنبه له فى صدر
الكتاب ثم وقع فيه فى كتاب القضاء فسبحان من لا ينسى وثالثا كذلك لا يقابله ما فى جامع الفصولين فانه
عين ما فى الخانية وانما نقله عن ابن ح وفيه تقييد التخيير بالمجتهد فالكل وردوا موردا واحدا وانما ينشؤ التوهم
الاقتصار وقع فى النقل عنه فان نص ابن ح رضى الله تعالى عنه احد صاحبيه يأخذ بقولهما ولو خالف ح
صاحباه فلو كان اختلافهم بحسب الزمان يأخذ بقول صاحبيه وفى المزارعة والمعاملة يختار قولهما لاجماع المتأخرين
وفيما عدا ذلك قيل يخير المجتهد وقيل يأخذ بقول ح رضى الله تعالى عنه اهـ فانكشفت الشبهة ورابعا
اهم من الكل دفع ما اوهمه عبارة الدر من ان تصحيح الحاوى اعتبار قوة المدرك مطلق لاقتصاره من نصه على فصل
واحد وليس كذلك ففى الحاوى القدسى متى كان قول ابى يوسف ومحمد موافق قوله لا يتعدى عنه الا فيما مست
اليه الضرورة وعلم انه لو كان ابو حنيفة رأى ما رأوا لافتى به وكذا اذا كان احدهما معه فان خالفاه فى الظاهر
قال بعض المشايخ يأخذ بظاهر قوله وقال بعضهم المفتى مخير بينهما ان شاء افتى بظاهر قوله وان شاء افتى

بظاهر قولهما والاصح ان العبرة بقوة الدليل اھ فهذا كما ترى عين ما فی الخانیة لا یخالفها فی شیئ فقد الزم اتباع قول الامام اذا وافقه صاحباه وکذا اذا وافقه احدهما وانما جعل الاصح العبرة بقوة الدلیل اذا خالفاه معا لا مطلقا کما اوهمه الدر و معلوم ان معرفة قوة الدلیل وضعفه خاص باهل النظر فوافق تقدیم الخانیة تخییر المجتهد لانه انما یقدم الاظهر اشتهم وقد علمت انه لا خلف فاحفظ هذا کیلا تزل فی فهم مرادهم حیث ینقلون عنه القطعة الاخیرة فقط ان العبرة بقوة الدلیل فتظن عمومه للصور وانما هو فی ما اذا خالفاه معا وای مثال ما وقع ههنا فی نقل ش کلام جامع الفصولین و نقل الدر کلام الحاوی وما وقع فیهما من الاقتصار المخل یتعین انه ینبغی مراجعة المنقول عنه اذا وجد فربما ظهر شیئ لا یظهر مما نقل وان کانت النقلة ثقات معتمدین فاحفظ وقد قال فی شرح العقود بعد نقله ما فی الحاوی والحاصل انه اذا اتفق ابوحنیفة وصاحباه علی جواب لم یجز العدول عنه الا لضرورة وکذا اذا وافقه احدهما واما اذا انفرد عنهما بجواب وخالفاه فیه فان انفرد کل منهما بجواب ایضا بان لم یتفقا علی شیئ واحد فالظاهر ترجیح قوله ایضا **اقول** وهذه نفیسة افادها وکم له من فوائد اجادها والامر کما قال لقول الخانیة یأخذ بقول صاحبیه وقولها یختار قولهما وقول السراجیة وغیرها وصاحباه فی جانب فقال ح واما اذا خالفاه واتفقا علی جواب واحد حتی صار هو فی جانب وهما فی جانب فقیل یترجح قوله ایضا وهذا قول الامام عبدالله بن المبارک وقیل یتخیر المفتی وقول السراجیة والاول اصح اذا لم یکن المفتی مجتهدا یفید اختیار القول الثانی لو کان المفتی مجتهدا ومعنی تخییره انه ینظر فی الدلیل فیفتی بما یظهر له ولا یتعین علیه قول الامام وهذا الذی صححه فی الحاوی ایضا بقوله والاصح ان العبرة لقوة الدلیل لان اعتبار قوة الدلیل شان المفتی المجتهد فصار فیما اذا خالفه صاحباه ثلثة اقوال الاول اتباع قول الامام بلا تخییر الثانی التخییر مطلقا الثالث وهو الاصح التفصیل بین المجتهد وغیره وبه جزم قاضی خان کما یأتی والظاهر ان هذا توفیق بین القولین بحمل القول باتباع قول الامام علی المفتی الذی هو غیر مجتهد وحمل القول بالتخییر علی المفتی المجتهد ثم قال وقد علم من هذا انه لو اختلف فی الاخذ بقول الامام اذا وافقه احدهما ولذا قال الامام قاضی خان وان کانت المسألة مختلفا فیها بین اصحابنا الی اخر ما قدمنا عنه فقد اعترف رحمه الله تعالٰی بالصواب فی جمیع تلك الابواب غیر انه استدرك علی هذا الفصل الاخیر بقوله لکن قدمنا ان ما نقل عن الامام من قوله اذا صح الحدیث فهو مذهبی محمول علی ما لم یخرج عن المذهب بالکلیة کما ظهر لنا من التقریر السابق ومقتضاه جواز اتباع الدلیل وان خالف ما وافقه علیه احد صاحبیه ولهذا قال فی البحر عن التتارخانیة اذا کان الامام فی جانب وهما فی جانب خیر المفتی وان کان احدهما مع الامام اخذ بقولهما الا اذا اصطلح المشائخ علی القول الاخر فیتبعهم کما اختار الفقیه ابو اللیث قول زفر فی مسائل انتهی وقال فی رسالته المسماة رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء لا یرجح قول

ف١: ما قدمه ما اوهم قاضیخان وهو ... الامام ...

ف٢: ... یجتنب النقل ...

علام الحق

ف٣: ... مراد ...

صاحبيه او احدهما على قول الامام لموجب وهو اما ضعف دليل الامام واما للضرورة والتعامل كترجيح قولهما في المزارعة والمعاملة واما لان خلافهما له بسبب اختلاف العصر والزمان وانه لو شاهد ما وقع في عصرهما لوافقهما كعدم القضاء بظاهر العدالة ثم يوافق ذلك ما قال العلامة المحقق الشيخ قاسم في تصحيحه فذكر ما قدمنا من كلامه في توضيح مرامه وفيه ان الاخذ بقول الامام في مسائل يسيرة اختاروا الفتوى فيها على قولهما او قول احدهما وان كان الاخر مع الامام اھ وهو محل استشهاده **اقول** فقد علمت ان كلام العلامة قاسم فيما يخالفه فيه قولهم جميعا فضلا عما اذا خالف احدهم وكذا كلام التاترخانية فانه انما استثنى ما اجمع فيه المرجحون على خلاف الامام او من معه من صاحبيه والا يوجد قط الا في احد الوجوه الستة في شرح لا بتقييد بوفاق احد من الائمة الثلثة رضي الله تعالى عنهم الا ترى لو ترك اختيار قول زفر اما حديثا اذا صح الحديث وضعف الدليل فشامل لما يخالف الثلثة رضي الله تعالى عنهم الا ترى ان الامام الطحاوي خالفهم جميعا في عدة مسائل منها تحريم الضب والمحقق حيث اطلق في تحريم حلية الرجال والذهب ايضا فكيف يخص الكلام بما اذا وافقه احدهما دون الاخر **فان قلت** اذا وافقاه فلا خلاف عندنا ان المجتهد في مذهبهم لا يسعه مخالفتهم فلاجل هذا الاجماع يخص الحديث بما اذا خالفه احدهما **قلت** عم كذا الاخلاف فيه عندنا اذا كان معه احد صاحبيه رضي الله تعالى عنهم كما اعترفتم به تصريحا **فلا وجه** عندي ان معنى نهي المجتهد عنه نهي المقلد ان يتبعه فيه نهيا وفاقيا بخلاف ما اذا خالفاه فان فيه قيلا ان التخيير عام كما سبق فلان يتبع مرجحا رجح قولهما اولى وبما يلمح اليه قول المحقق حيث اطلق في مسألة الجهر بالتامين لو كان الي في هذا شيئ لوفقت بان رواية الخفض يراد بها عدم القرع العنيف ورواية الجهر بمعنى قولها في زير الصوت وذيله اھ فلم يمتنع عن ابداء ما عن له وعلم انه لا يتبع عليه فقال لو كان الي شيئ والله تعالى اعلم وفي النهي على هذا الاسلوب غير مستنكر ان يتوجه الى احد والمقصود بغيره قال تعالى فلا يصدنك عنها من لا يؤمن بها وقال عزوجل ولا يستخفنك الذين لا يوقنون اي لا تقبل منه ولا تنفعل باستخفافهم والله تعالى اعلم هذا **وفي** كتاب التجنيس والمزيد للامام الاجل صاحب الهداية ثم ط وش في قضاء الصلوة الواجب عندي ان يفتى بقول ابي حنيفة على كل حال اھ **وفي** ط منها قد تعقب نوح افندي ما ذكر في الدر من ان الفتوى على قولهما (اي في الشفق) بانه لا يجوز الاعتماد عليه لانه لا يرجح قولهما على قول الامام الا لموجب من ضعف دليل او ضرورة او تعامل او اختلاف زمان اھ **ومر** رد المحقق حيث اطلق على المشايخ فتواهم بقولهما في مواضع من كتابه وانه قال لا يعدل عن قول الامام الا لضعف دليله اھ وقد نقله ش واقره كالبحر **اقول**

ولم يستثن ماسواه لما علمت ان ذلك تعيين العمل بقول الامام والعدول عنه فمن استثناها كالخانية والتصحيح و
جامع الفصولين والبحر والخير ومع الغشاء ونوح وغيرهم نظر الى الصورة ومن تركه نظر الى المعنى فان استثناه ضعف
الدليل كالمحقق فنظرها الى المجتهد ومن لم يستثن شيئا كالامام صاحب الهداية والامام الاقدم عبد الله بن المبارك
فقوله ماش على رسالة في حق المقلد فنظرهم ولله الحمد ان الكل انما يرمون عن قوس واحدة ويرومون جميعا ان المقلد ليس له
الا اتباع الامام في قوله الصوري كان لم يخالف قوله الضروري والا ففي الضروري **وفي** شرح العقود رأيت في بعض
كتب المتأخرين نقلا عن ايضاح الاستدلال على ابطال الاستبدال للقاضي القضاة شمس الدين الحريري احد شراح الهداية
ان صدر الدين سليمن قال ان هذه الفتاوى هي اختيارات المشايخ فلا تعارض كتب المذهب قال وكذا كان يقول غيره
من مشايخنا وبه اقول اه **وتقدم** قول الخيرية ثم ش المقرر عندنا انه لا يفتى ولا يعمل الا بقول الامام الاعظم
الا لضرورة وان صرح المشايخ ان الفتوى على قولهما اه **وايضا** قول البحر ثم ش يجب الافتاء بقول الامام
وان لم يعلم من اين قال اه **وفي** رد المحتار قال في البحر لا يعدل عن قول الامام الى قولهما او قول احدهما الا لضرورة
من ضعف دليل او تعامل بخلافه كالمزارعة وان صرح المشايخ بان الفتوى على قولهما اه **و**هكذا اقره في منحة الخالق
وفيه من النكاح قبيل الولي في مسألة دعوى النكاح منه او منها ببينة الزور وقضاء القاضي بها عنده قول الذي
تحل له خلافا لهما وفي الشرنبلالية عن المواهب وبقولهما يفتى ما نصه قال الكمال قول الامام اوجه قلت وحيث
كان الاوجه فلا يعدل عنه لما تقرر انه لا يعدل عن قول الامام الا لضرورة او ضعف دليله كما اوضحناه في رسم
المفتي وشرحها اه **وفيه** من هبة المشاع حيث علمت انه ظاهر الرواية ونص عليه محمد وروي عن ابي حنيفة ظهر انه
الذي عليه العمل وان صرح بان المفتى به خلافه اه وهذه نصوص العلماء رحمهم الله تعالى ورحمنا بهم وهي كما ترى كلها
موافقة لما في البحر ولم يتعقبه فيما علمت الا عالمان متأخران كل منهما عاب في اي وانكر واقر وفارق ووافق و
خالف ووافق وهما العلامة خير الرملي والسيد الشامي رحمهما الله تعالى واعتنق بقول مضطرب فقد علمت ان لا
نزاع في سبعة مما اذا كان خلافه ضعيفا في الثامن وهي ما اذا خالفه صاحباه متوافقين على قول واحد ولم يتفق
المرجحون على ترجيح شيء منهما فعند ذلك اضطراب قيل ضعيف مجهول القائل بل مشكوك الثبوت ان المقلد يتبع ما شاء
منهما والصحيح المشهور المعتمد المنصور انه لا يتبع الا قول الامام والقولان كما ترى مطلقان مرسلان لا نظر
في شيء منهما الى ترجيح او عدمه لكن المحقق الشامي اختار لنفسه مسلكا جديدا لا اعلم له فيه سندا اسرا
وهو ان للمقلد لا له التخيير ولا عليه التقييد بتقليد الامام بل عليه ان يتبع المرجحين قال في صدر رد المحتار

ف ١ توفيق لطيف من المصنف بين عبارات الائمة في تقديم قول الامام والخلفة فاحفظ

قول السراجية الاول اصح اذا لم يكن مجتهدا لصريح فى ان المجتهد يعنى من كان اهلا للنظر فى الدليل يتبع من الاقوال ما كان اقوى
دليلا والا اتبع الترتيب السابق وعن هذا تراهم قد يرجحون قول بعض اصحابه على قوله كما رجحوا قول زفر وحده فى سبع عشرة
مسألة فنتبع ما رجحوه لانهم اهل النظر فى الدليل ثم قال فى قضائه لا يجوز له مخالفة الترتيب المذكور الا اذا كان له ملكة
يقتدر بها على الاطلاع على قوة المدرك وبهذا رجع القول الاول الى ما فى الحاوى من ان العبرة فى المفتى المجتهد لقوة المدرك
نعم فيه زيادة تفصيل سكت عنه الحاوى فقد اتفق القولان على ان الاصح هو ان المجتهد فى المذهب من المشايخ الذين هم اصحاب
الترجيح لا يلزمه الاخذ بقول الامام على الاطلاق بل عليه النظر فى الدليل و ترجيح ما رجح عنده دليله ونحن نتبع ما رجحوه و اعتمدوه
كما لو افتوا فى حياتهم كما حققه الشارح فى اول الكتاب نقلا عن العلامة قاسم ويأتى قريبا عن الملتقط انه ان لم يكن مجتهدا
فعليه تقليدهم واتباع رأيهم فاذا قضى بخلافه لا ينفذ حكمه وفى فتاوى ابن الشلبى لا يعدل عن قول الامام الا اذا
صرح احد من المشايخ بان الفتوى على قول غيره وبهذا سقط ما بحثه فى البحر من ان علينا الافتاء بقول الامام وان افتى المشايخ
بخلافه ام اقول اولا هذا كما ترى قول مستحدث وثانيا اذا جاز لنا اتباع الترجيح المخالف لاجماع
ائمتنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم وقد سمعت تصريح ائمة النصوص على خلافه نعم نتبع القول الضرورى وحيث كان
وجد معه ترجيح او لا بل ولو وجد الترجيح بخلافه كما علمت فليس الاتباع فيه للترجيح بل لقول الامام وثالثا
فيه خروج عن محل النزاع كما علمت تحريره بل فوق ذلك اقول لان ما خالف فيه صاحباه ينقسم الان الى ستة اقسام لانه اما يتفق
المرجحون على ترجيح قوله او قولهما او يكون ارجح الترجيحين لكثرة المرجحين او قوة لفظ الترجيح له او لهما او يتساويان فيه او
فى عدمه ولا يستاهل لخلاف السيد الا الرابع ان يكون ارجح الترجيحين لهما فاذن هو عاشر عشرة وقد تعدى الى ما
هو اعم من المقسم ايضا وهو اتباع الترجيح سواء خالف صاحبيه او احدهما او لا احد ورابعا ان كان هذا
القول المحدث اثر فى الزبر كما هو التقييد بتقليد الامام رحمة الله عليه و واجب الاتباع بوجوه الاول انه قول صاحب
الامام الاعظم بحر العلم امام الفقهاء و المحدثين والاولياء سيدنا عبد الله بن المبارك رضى الله تعالى عنه ونفعنا
ببركاته العظيمة فى الدين والدنيا والاخرة فقد قال فى الحاوى القدسى نقلته انا فى شرح العقود متى لم يوجد فى
المسألة عن ابى حنيفة رواية يؤخذ بظاهر قول ابى يوسف ثم بظاهر قول محمد ثم بظاهر قول زفر والحسن وغيرهم الاكبر
فالاكبر الى اخر من كان من كبار الاصحاب اه الثانى عليه الجمهور والعمل بما عليه الاكثر كما صرح به فى رد المحتار
والعقود الدرية و لكثرنا النصوص عليه فى فتاوينا وفى فصل القضاء فى رسم الافتاء الثالث هو الذى
توارد عليه التصحيحات و انعقدت عليه الترجيحات فان وجدت تباعا عما اوجب القول بوجوب تقليد الامام وان خالفاه مطلقا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وان لم يسقط البحث أساً فانما كان النزاع فی وجوب اتباع الترجيحات فظهر ان نفس النزاع يهدم النزاع او ای شیٔ
اعجبه وخامسا [١٢٩٨] السيد المحقق من الذين زعموا ان العامی لا مذهب له وان له ان يقلد من شاء فيما شاء فقال فی
قضاء المنحة فی نفس هذا البحث نعم ذكره المؤلف فظهر بناء على القول بان من التزم مذهب امام لا يحل له تقليد غيره
فی غير ما عمل به وقد علمت ما قدمنا عن التحرير انه خلاف المختار ام اقول [١٢٩٩] وهذا وان كان قيلا باطلا
مغسولا فقد صرح ببطلانه كبار الائمة الناصحين، وصنف فی ابطاله زبر فی الاولين والآخرين، وقد تحكم
منه فتنة عظيمة فی الدين، من جهة الوهابية الغير المقلدين، والله لا يصلح عمل المفسدين، ولعمری هؤلاء
المبيحون [١٣٠٠] من العلماء غفر الله تعالى لنا ولهم ان سبرتهم واختبرتهم لوجدت قلوبهم آبية عما يقولون، وصنيعهم
شاهد انهم لا يحبونه ولا يريدون، ولا يجتنبونه بل يحتنبون، ويقولون فی مسائل هذا تعلمون وتكتمون لئلا
يتجاسر الجهال على هدم المذهب شرطوا لعامتهم ان يتمذهبوا بامامهم ولا يخرجون عن المذهب فی افعالهم واقوالهم
ويصرفون الهمم فی الانتصار له والذب عنه وهذا فتح القدير لصاحب التحرير ما صنف الا لاجل ذلك لتحقيق مذهبنا
والمذاهب الثلثة الباقية دفاتر ضخام فی هذا المرام فلولا التمذهب لامام بعينه لازما وكان يسوغ ان يتبع
من شاء ما شاء لكان هذا كله اضاعة عمر فی فضول واشتغالا بما لا يعنی وقد اجمع عليه علماء المذاهب الاربعة
بل علماء الائمة بل المناظرة فی الفروع والذب كل ذاهب عما ذهب اليه جارية من لدن الصحابة رضی الله تعالى عنهم بدون
نكير فاذن يكون الاجماع العملی على الاهتمام بما لا يعنی واستحسان الاشتغال بالفضول وای شناعة اشنع منه
لكن سئل السيد اذا لم يجب التقييد بالمذهب وجاز الخروج عنه بالكلية فمن ذا الذی اوجب اتباع مرجحين فی مذهب معين جعلوا
احد قولين فيه هذا [١٣٠١] اذا اتفقوا فكيف وقد اختلفوا فی احد الجانبين الامام الاعظم المجتهد المطلق الذی لم يلحقوا
غباره ولم يبلغ مجموعهم عشر فضله ولا معشاره هل هذا الا جمع بين الضب والنون اذ حاصله ان الامام واصحابه لا
واصحاب الترجيح فی مذهبه لنا اجمعوا كلهم مجمعون على قول لم يجب على المقلدين الاخذ به بل يأخذون به او بما هو
انفسهم من قيلات خارجة عن المذهب لكن اذا قال الامام قولا وخالفه صاحباه ورجح مرجحون كلا من القولين وكان
الترجيح فی جانب الصاحبين اكثر ذاهبا واكد لفظا فيجب تقليد هؤلاء ويمتنع تقليد الامام ومن معه [١٣٠٢] بل ان اجمع
الامام وصاحباه على شیٔ ورجح ناس من هؤلاء المتأخرين قيلا مخالفا لاجماعهم وجب ترك تقليد الائمة
الی تقليد هؤلاء واتباعهم هذا هو الباطل المبين لا دليل عليه اصلا من الشرع المتين والحمد لله رب العالمين
[١٣٠٣] ويظهر ان قول البحر وان كان مبنيا على ذلك هو الحق المنصوص المعتمد المختار المأخوذ به قولا عند الائمة الكبار

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وفعلا عندهم وعند هؤلاء المنازعين الاخيار لكن ما زعم السيد لا يمتنع عليه ولا وارد على ما زعم انه المختار بل يخالفهما جميعا بالاعلان والجهار والحمد لله العزيز الغفار والصلاة والسلام على سيد الابرار واله الاطهار وصحبه الكبار وعلينا معهم في دار القرار امين **قوله** قول السراجية صريح ان المجتهد يتبع ما كان اقوى ولا يتبع الترتيب فنتبع ما رجحوه **اقول**[ف١٣٠٥] رحمك الله قولك فنتبع ما رجحوه ان كان خلاف ما ذكرت من مفاد السراجية فتوجيه القول بضده ورده فان السراجية توجب على غير المجتهد اتباع الترتيب لا الترجيح وان كان زيادة من عندكم فمخالف للنصوص وتفريع للشئ على ما هو نقيض له فلا تدرى اكنت اهل النظر فعليك بالنظر المصيب والا فعليك بالترتيب فمن اين هذا الثالث الغريب **قوله** لا يجوز له مخالفة الترتيب الا اذا كان له ملكة فعلية ترجيح ما رجح عنده ونحن نتبع ما رجحوه **اقول**[ف١٣٠٦] رحمك الله هذا كذلك في حاصل كلامهم جميعا ما ذكرت الى قولك ونحن اما هذا فرد عليه وخروج عنه فان من لا ملكة له لا يجوز له عندهم مخالفة الترتيب وانتم اوجبتموه عليه اذا رأيتم الترجيح **قوله** كما حققه الشارح عن العلامة قاسم **اقول**[ف١٣٠٧] علمت انه لا موافقة فيه لما لديه ولا فيه ميل اليه **قوله** يأتي عن الملتقط **اقول**[ف١٣٠٨] اولا حاصل ما فيه ان القاضي المجتهد يقضي برأي نفسه والمقلد برأي المجتهدين وليس له ان يخالفهم واين فيه ان الذين يفتونه ان كانوا مجتهدين في مذهب امامه فاختلفوا في الافتاء بقوله وجب عليه ان يأخذ بقول الذين خالفوا امامه امامهم انكانوا اكثر او لفظهم اكد وانما النزاع في هذا **وثانيا**[ف١٣٠٩] المنع من ان نخالفهم برأينا اذ لا رأي لنا ونحن لا نخالفهم برأينا بل برأي امامهم وامامنا وقد قال[ف١٣١٠] في الملتقط في تلك العبارة في القاضي المجتهد قضى بما رأه صوابا لا بغيره الا ان يكون غيره اقوى في الفقه ووجوه الاجتهاد فيجوز ترك رأيه برأيه اما فاذا جاز للمجتهد ان يترك رأيه برأي من هو اقوى منه مع انه مأمور باتباع رأيه وليس له تقليد غيره فان تركنا اراء هؤلاء المفتين لرأي امامنا وامامهم الاعظم الذي هو اقوى من مجموعهم في الفقه ووجوه الاجتهاد بل فضله عليهم كفضلهم علينا او هو اعظم لاولى بالجواز والجدر **قوله** سقط ما بحثه في البحر **اقول**[ف١٣١١] سبحن الله هو الحكم الماثور ومعتمد الجمهور والصحيح المنصوص فكيف يصح تسميته بحث البحر هذا **واقول**[ف١٣١٢] يظهر لي في توجيه كلامه رحمه الله تعالى ان مراده انه اذا اتفق المرجحون على ترجيح قول غيره رضي الله تعالى عنه ذكره ردا لما فهم من اطلاق قول البحر ان افتى المشايخ بخلافه فانه بظاهره يشمل ما اذا اجمع المشايخ على ترجيح قول غيره والدليل على هذه العناية في كلام ش[ف١٣١٣] انه انما تمسك باتباع المرجحين

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وانهم اعلم و انهم سبروا الدلائل فحكموا بترجيح ما لم يلم فيه شيء على الكلام الى صورة اختلاف الترجيح فضلا عن ارجحية احد الترجيحين ولو كان مراده ذلك لعلمه نقتصر على اتباع المرجحين فانه حاصل في كلا الجانبين بل نمكر اتباع ارجح الترجيحين ويؤيده ايضا ما قدمنا في المساجد من قوله رحمه الله تعالى لما تعارض التصحيحان تساقطا فرجعنا الى الاصل وهو تقديم قول الامام اھ وهذا وان كان ثمرة فيما استوى الترجيحان لكن ما ذكرنا مترقيا عليه عن الخيرية والبحر يعين ان الحكم اعم ويؤيده ايضا ما جعل اخر الكلام محصل جميع كلام الدر في المرام اذ قال قوله اي جميع ما ذكرناه وحاصله ان الحكم ان اتفق عليه اصحابنا يفتى به قطعا والا فاما ان يصحح المشايخ احد القولين فيه او كلا منهما او لا ولا ففي الثالث يعتبر الترتيب بان يفتى بقول ابي حنيفة ثم ابي يوسف الخ او قوة الدليل ومر التوفيق وفي الاول ان كان التصحيح بافعل التفضيل خير المفتي والا فلا بل يفتي بالمصحح فقط وهذا ما نقله عن الرسالة وفي الثاني اما ان يكون احدهما بافعل التفضيل او لا ففي الاول قيل يفتى بالاصح وهو المنقول عن الخيرية وقيل بالصحيح وهو المنقول عن شرح المنية وفي الثاني يخير المفتي وهو المنقول عن وقف البحر والرسالة افاده ح اھ فما ذكره في الثالث عين مرادنا وكذا ما ذكره في الاول ما استثناء ما اذا كان التصحيح بافعل **فاقول** يخالف نفسه ويخالف فان الترجيح اذا لم يوجد الا في جانب احدهما كما جعله محمل الرسالة ومع ذلك خير المفتي لم يكن عليه اتباع ما رجحوا والتاويل بان افعل افاد ان الرواية المخالفة صحيحة ايضا كما قاله هو اوط **فاقول** اولا هذا مسلم اذا قوبل الاصح بالصحيح اما اذا ذكروا قولين فقالوا في احدهما وحده انه الاصح ولم يلموا ببيان قوة ما في الاخر اصلا فلا يفهم منه الا ان الاول هو الراجح المنصور ولا ينقدح في ذهن احد انهم يريدون به تصحيح كلا القولين وان للاول مزية ما على الاخر فانه افعل ههنا من باب اهل الجنة خير مستقرا واحسن مقيلا ولو سبر كلماتهم لوجدتهم يقولون هذا احوط وهذا ارفق مع ان الاخر لا رفق فيه والاحتياط وهذا بديهي عند من خدم كلماتهم ولذا قال في الخيرية من الطلاق انت على علم بانه بعد التنصيص على اصحيته لا يعدل لغيره عن الحكم اھ بل قال في فصل في مسائل قالوا فيهما للقائل ان يقول تحوز وهو الاصح وللقائل ان يقول لا لانه صح حيث ثبت الاصح لا يعدل عنه اھ وهذا مفاد متنه العقود وان قال في شرحه الى هذا فانه قال وحيثما وجدت قولين قد صحح واحد فذاك المعتمد بنحو ذا الفتوى عليه الاشبه والاظهر المختار ذا والاوجه فقد حكم بقصر الاعتماد على ما قيل فيه افعل ولم يصحح خلافه وكما قال في الدر فيمن نسي التسليم عن يساره انه لم يستدبر القبلة في الاصح كان في القنية انه الصحيح قال ش عبر الشارح بالاصح بدل الصحيح والخطب فيه سهل اھ كيف يكون سهلا وهما عند كم على طرفي نقيض فان الصحيح كان يفيد ان خلافه فاسد وافاد الاصح

عندكم انه صحيح فقد جعل الفاسد صحيحا و **ثانيا** قد قلتم علينا اتباع ما رجحوه وليس بيان قوة للشیئ فی نفسه ترجيحا له اذ لابد للترجيح من مرجح ومرجح عليه فالمفتی قطعا ما فضله على غيره فلا شك انهم اذا قالوا لاحد قولين انه الاصح وسكتوا عن الآخر فقد فضلوه ورجحوه على الآخر فوجب اتباعه عندكم وسقط التخيير فالوجه عندى حمل كلام الرسالة على ما اذا ذيلت احدهما بافعل والآخر بغيره فيكون ثالثا فی المسألة عن الخيرية والغنية من اختيار الامام انه الصحيح وهو التخيير وهذا اولى من حمله على ما لا يقبل لاسيما والرسالة مجهولة لا ندری من مؤلفها والنقل عن المجهول لا يعتمد وان كان الناقل من المعتمدين كما افصح به ش فی مواضع من كتبه وبيناها فی فصل القضاء وبالجملة فالثنيا تخالف اقره اما اذا لم تخالفا فلكن مفادها اذ ذاك التخيير وهو حاصل فی شق الثانی لا اذا ما وقع فی شقه الاول الخلاف فصح عن ترجيحها الى التخيير والتخيير مقيد بقيود قد ذكرها من قبل و ذكرها هنا بقوله ولا تنس ما قدمناه من قيود التخيير اهـ من اعظمها ان لا يكون احدهما قول الامام فاذا كان فلا تخيير كما اسلفنا انفا **و قد قال** فی شرح عقوده اذا كان احدهما قول الامام الاعظم والآخر قول بعض اصحابه عند عدم الترجيح لاحدهما يقدم قول الامام فكذا بعده اى بعد ترجيح القولين جميعا فرجع حاصل القول الى ان قول الامام هو المتبع الا ان يتفق المرجحون على تصحيح خلافه **فان قلت** اليس قد ذكر عشرة مرجحات اخر تنفی التخيير مع كل منها ككونه التصحيح بلفظ اكد او كونه فی المتون والآخر فی الشرح او فی الشروح والآخر فی الفتاوى او علل به دون الآخر او كونه استحسانا او ظاهر الرواية او انفع للوقف او قول الاكثر او اوفق باهل الزمان او اوجه زاد هذين فی شرح عقوده **قلت** ١٣٢٦ بلى ولا ننكرها فقال ان الترجيح بما اكد من الترجيح بانه قول الامام انما ذكر رحمه الله تعالى ان التصحيح اذا اختلف وكان لاحدهما مرجح من هذه ترجح والا تخير ولم يذكر ما اذا كان لكل منهما مرجح منها **اقول** ١٣٢٤ وفيه وقد بقی من المرجحات كونه احوط او ارفق او عليه العمل وهذا يقتضی الكلام على تفاضل هذه المرجحات فيما بينها وكانه لم يلم به لصعوبة استقصائه فليس فی كلامه مضادة لما ذكرنا وانا **اقول** ١٣٢٨ الترجيح بكونه مذهب الامام ارجح من الكل للتصريحات القاهرة الظاهرة الباهرة المتواترة ان الفتوى بقول الامام مطلقا وقد صرح الامام الاجل صاحب الهداية بالتصحيح على كل حال وان بغيت التفصيل وجدت الترجيح ارجح من جل ما ذكر مما يوجد معارضا له **فاقول** ١٣٢٩ القول لا يكون الا ظاهر الرواية ومحال ان تمشی المتون قاطبة على خلاف قوله انما وضعت لنقل مذهبه وكذا لن تجد ابدا ان المتون سكتت عن قوله والشروح اجمعت على خلافه ولم يلهج به الا الفتاوى الا فی شيئ للوقف من المسائل الجليلة المهمة وهی احدى الحوامل الست وكذا الاوفقية لاهل الزمان وكونه عليه العمل وكذا الارفق لا ذاكان فی محل دفع الحرج

والاحوط اذا كان فى خلافه مفسدة والاستحسان اذا كان لنحو ضرورة او تعامل وما اذا كان لدليل فيختص باهل النظر وكذا كونه اوجه واوضح دليلا كما اعترف به فى شرح عقوده وقد علمنا ان المقلد لا يترك قول امامه لقول غيره ان غيره اقوى دليلا فى نظره فاين النظر من النظر وانما يتبعه فى ذلك تلك تقليدا لامامه من يسلم من احد امرى مقلده ومجتهد مذهبه ابصر بالدليل الصحيح منه وفى ربما يكون قياس يعارضه استحسان يعارضه استحسان آخر ادق منه فكيف يترك القياس القوى بالاستحسان الضعيف هذا هو المرجو فى كل قياس قال به الامام وقيل الخيرة للمتأخر ووقع تعامل انه استحسان ولهم هذا بما قدموا القياس على الاستحسان وقد نقل فى مسألتى الشركة الفاسدة ش عن ط عن الحموى عن المفتاح قول محمد هو المختار للفتوى وعن غاية البيان ان قول ابى يوسف استحسان فقال ش وعليه فهو من المسائل التى ترجح فيها القياس على الاستحسان اهـ فافاد ان ما عليه الفتوى مقدم على الاستحسان وكذا ضرورة على ما علل فالتعليل من امارات الترجيح والفتوى اعظم ترجيحه وكذا الاشارة فى تقديمهما على الاوجه والارفق والاحوط كما نصوا عليه فلم يبق من المرجحات المذكورة الا اكدية التصحيح والاكثرية لقائليه ولذا اقتصرنا على ذكرهما فيما مضى وفى الاكثرية اكثر ما فى مسألتى وقت العصر والعشاء حتى ادعوا على خلافه قوله التعامل بل عمل عامة الصحابة فى العشاء ولم يمنع ذلك لا سيما فى العصر عن التعويل على قول الامام ونقلتم عن البحر واقررتم انه لا يعدل عن قول الامام الا لضرورة وان صرح المشائخ ان الفتوى على قولهما كما هنا اهـ وتكميله فيه جوابا عن اكدية لفظ التصحيح وفيه ايضا قدمنا نصوص ش فى ذلك فى سرد النقول عن كتاب النكاح وكتاب الهبة وفيما اكثر فى رد المحتار من معارضة الفتوى بالمتون وتقديم ما فيها على ما عليه الفتوى وها هو لا اعنى المتون فى ضمن ستقل بذا عن صاحب المذهب رضى الله تعالى عنه **فمنها** الاسناد فى البئر الى يوم او ثلثة فى حق الوضوء والغسل والاقتصار فى حق غيرهما افتى به الصباغى وصححه فى المحيط والتبيين واقره فى البحر والمنح واعتمده فى التنوير والدر فقلتم مخالف لاطلاق المتون قاطبة (الى قولكم) فلا يعول عليه وان اقره فى البحر والمنح **ومنها** وقف صدقة على رجل بعينه عاد بعد موته لورثة الواقف قال فى الاجناس ثم فتح القدير به يفتى فقلتم انه خلاف المعتمد لمخالفته لما نص عليه محققوا المشائخ ولما فى المتون من انه بعد موت الموقوف عليه يعود للفقراء **ومنها** ما اختار الامامان الجليلان الطحاوى والكرخى من الغاء طلاق السكران وفى التفريد ثم التتارخانية ثم الدر الفتوى عليه فقلتم وش ح قد علمت مخالفته لسائر المتون **ومنها** قال محمد اذا لم يكن عصبة فولاية النكاح للحاكم دون الام قال فى المضمرات عليه الفتوى فقلتم كالبحر والنهر غريب لمخالفته المتون الموضوعة لبيان الفتوى **ومنها** قال محمد لا تعتبر الكفاءة ديانة وفى الفتح عن المحيط عليه الفتوى وصححه فى المبسوط فقلتم كالبحر تصحيح الهداية معارض له فالافتاء بما فى المتون اولى **ومنها** قال لها اختارى اختارى اختارى فقالت اخترت الاولى

ف: ما عليه الفتوى مقدم على الاستحسان

ف: لا يعدل عن قول الامام الا لضرورة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

او الوسطی او الصغیرة طلقت ثلثا عنده وواحدة بائنة عندهما واختاره الطحاوی وقال فی النهر واقره الشیخ علی
المقدسی وفی الحاوی القدسی وبه نأخذ فقد افاد ان قولهما هو المفتی به لکن یخط الشرف الغزی فعلمت قول
الامام مشی علیه المتون واخر دلیله فی الهدایة فکان هو المعتمد **ومنها** طلب القسمة ممن لا ینتفع بها لقلة
حصته قال شیخ الاسلام خواهر زاده یجاب قال فی الخانیة وعلیه الفتوی فقال فی الدر لکن المتون علی الاول
فعلیه المعول واقره ش وط مع قولکم لرامنها فی هبة ردالمحتار کن علی ذکر مما قالوا لایعدل عن تصحیح
قاضی خان فانه فقیه النفس اھ فقد ظهر وللّٰه الحمد ان الترجیح یکون القول قول الامام لا یوازیه شیئ واذا اختلف
الترجیح وکان احدهما قول الامام فعلیه التعویل وکذا اذا لم یکن ترجیح فکیف اذا اتفقوا علی ترجیحه فلم یبق
الا ما اتفقوا فیه علی ترجیح غیره فاذا حمل کلامه علی ما وصفنا فلا شك فی صحته اذن بالنظر الی حاصل الحکم
فانا نوافقه علی انا ناخذ ح بما اتفقوا علی ترجیحه انما یبقی الخلاف بیننا فی الطریق فهو اختاره بناء علی اتباع
المرجحین ونحن نقول لایکون هذا الا فی محل احدی الحوامل فیکون هذا هو قول الامام الضروری وان خالف قوله الصوری
بل عندنا ایضا مساغ ههنا للتقلید للمشایخ فی بعض الصور علی ما یأتی بیانها ثم لاشك انه لایتقید بکونه
قول احد الصاحبین بل ندور مع الحوامل حیث دارت وان کان قول زفر مثلا علی خلاف الائمة الثلثة کما
ذکروا ماذکر من سیرهم الدلیل وشکر کلامه نشأ من الطریق الذی سلکه وح یبقی الخلاف بینه وبین البحر لفظیا فان البحر ایضا
لایأبی عند ئذ العدول عن قول الامام الصوری الی قوله الضروری کیف وقد فعل مثله نفسه والوفاق اولی من الشقاق
ولعل مراد ابن الشلبی لن یصرح احد من المشایخ بالفتوی علی قول غیر الامام مع عدم مخالفة الباقین لهم صراحة ودلالة
کاقتصارهم علی قول الامام او تقدیمه او تأخیر دلیله او الجواب عنه لا اظن غیره الی غیر ذلك مما یعلم انهم یرجحون قول
الامام کما اشار ابن الشلبی الی التصید الاتی وح لابد ان یظهر منهم مخایل وفاقهم لذلك المفتی فیدخل فی صور الثنیا
ھذا فی جانب الشلبی اما جانب البحر فرأیتنی کتبت فیما علقت علی ردالمحتار فی کتاب القضاء ما نصه **اقول**
محل کلام البحر حیث وجد الترجیح من ائمته فی جانب الامام ایضا کما فی مسألتی العصر والعشاء وان وجد اکد الفاظه وهو
الفتوی من المشایخ فی جانب الصاحبین لیس یرید ان المشایخ وان اجمعوا علی ترجیح قولهما لایعبؤ به ویجب علینا الافتاء
بقول الامام فان هذا لایقول به احد ممن له مساس بالفقه فکیف بهذا العلامة البحر ولن تری ابدا اجماع الائمة علی ترجیح قول
غیره الا لتبدل مصلحة باختلاف الزمان وح لایجوز لنا مخالفة المشایخ لانها اذن مخالفة الامام عینا کما علمت)
واما اذا اختلف الترجیح فرجحان قول الامام لانه قول الامام ارجح من رجحان قول غیره لارجحیة لفظ الافتاء الخ

ف۱: تأخیر الهدایة دلیل قول دلیل اعتماده
ف۲: قول الامام مشی علیه فی المتون مقدم
علامه اجلی
ف۳: علیهما قاضی خان الفاظ الفتوی
ف۴: لایعدل عن تصحیح قاضی خان فانه فقیه النفس

او اکثریۃ المائلین الی ترجیحہ فہذا ما یریدہ العلامۃ صاحب البحر و بہ یسقط ایراد العلامتین الرملی والشامی اھ ما کتبہم من زیادات حتی الاٰن ما بین الاھلۃ وبہذا تلتئم الکلمات ، وتأتلف الاشتات ، والحمد للّٰہ رب البریات ، و افضل الصلوات ، واکمل التسلیمات ، علی الامام الاعظم لجمیع الکائنات ، والہٖ وصحبہٖ وابنہٖ وحزبہ اولی الخیرات ، والسعود والبرکات ، عدد کل ما مضی وما ھو اٰت ، اٰمین والحمد للّٰہ رب العٰلمین واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔ رأیت الناس یتحفون کتبھم الی ملوک الدنیا وانا العبد الحقیر خدمت بھذہ السطور ملکا فی الدین ، امام ائمۃ المجتہدین ، رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ وعنہم اجمعین ، فان وقعت موقع القبول ، فذاک نہایۃ المسئول ، ومنتہی المأمول ، وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز ان ذٰلک علی اللّٰہ یسیر ، ان اللّٰہ علی کل شیئ قدیر ، وللّٰہ الحمد والیہ المصیر ، وصلی اللّٰہ تعالٰی علی المولی الاکرم ، والہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم اٰمین

تنبیہ اقول کون المحل محل احد الحوامل انکان بینا لا یلتبس فالعمل علیہ وما علینا ان ننظر الیہ ھذا طریقی ولٰکن الامر مشتبہا رجعنا الی ائمۃ الترجیح فان رأیناھم مجمعین علی خلاف قول الامام علمنا ان المحل محلہا وھذا طریقی انی وان وجدناھم مختلفین فی الترجیح او لم یرجحوا شیئا عملنا بقول الامام وترکنا ما سواہ من قول و ترجیح لان اختلافھم اما لان المحل لیس محلہا فاذن لاعدول عن قول الامام او لانھم یختلفون فی المحلیۃ فلا یثبت القول الضروری بالشک فلا یترک قولہ الصوری الثابت بیقین الا اذا تبینت لنا المحلیۃ بالنظر فیما ذکروا من الادلۃ او بنی العادلون عن قول الامام علیہا وکانوا ھم الاکثرین فنتبعھم ولا نتھمہم اما اذا لم یبنوا الامر علیہا وانما حاموا حول الدلیل فقول الامام علیہ التعویل ھذا ما ظہر لی وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللّٰہ تعالٰی واللّٰہ تعالٰی اعلم

تنبیہ اقول ھذا کلہ اذا خالفوا الامام اما اذا فصلوا اجمالا او اوضحوا اشکالا او قیدوا ارسالا کدأب الشراح مع المتون ، وھم فی ذٰلک علی قولہ ماشون ، فہما علمنا بمراد الامام فان اتفقوا والا فالترجیح بقواعدہ المعلومۃ وانما قیدنا بانھم فی ذٰلک علی قولہ ماشون لانہ تقع ھنا صورتان مثلا قال الامام فی مسألۃ بالاطلاق وصرحوا بالتقیید فان اثبتوا الخلاف واختاروا قولہم فہذہ مخالفۃ وان نفوا الخلاف وذکروا ان مراد الامام ایضا التقیید فہذا شرح واللّٰہ تعالٰی اعلم۔ لیکن ھذا اٰخر الکلام ، وافضل الصلاۃ والسلام ، علی اکرم الکرام ، والہٖ وصحبہٖ وابنہٖ وحزبہٖ الی یوم القیام ، والحمد للّٰہ ذی الجلال والاکرام۔

مسئلہ ۵۵
۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آب مطلق کہ وضو و غسل کے لیے درکار ہے اوسکی کیا تعریف ہے آب مقید کسے کہتے ہیں بینوا توجروا۔

فتوی مسمّٰی بہ النور والنورق لاسفار الماء المطلق ۱۳۳۴ھ

الجواب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی انزل من السماء ماء طھورا لیطھرنا بہ تطھیرا ۔ احمدہ مطلقا غیر مقید بعد او امد دائما ابدا بکرۃ کثیرا
والصلٰوۃ والسلام علی الطیب الطاھر الطھور المطھر المفضل علی الخلق فضلا کبیرا ۔ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ
ما امطرت السحب ماء غیرا اٰمین اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ۔ یہ سوال بظاہر چھوٹا اور اسکا جواب بہت طول چاہتا ہے
یہ مسئلہ نہایت معرکۃ الآراء ہے فقیر بتوفیق القدیر اوّلاً جزئیات منصوصہ ذکر کرکے پھر تعریف مطلق ومقید کہ اصالۃً ضابطہ جامعہ
کلیہ ہے اور دیگر ضوابط کے لیے معیار پھر ضوابط جزئیہ متون پھر ضوابط کلیہ متأخرین پھر جزئیات جدیدہ کے احکام وما توفیقی الا
باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب یوں یہ کلام پانچ فصل پر منقسم ہوا **فصل اوّل** جزئیات منصوصہ اور وہ تین قسم ہیں **قسم اوّل**
وہ پانی جن سے وضو صحیح ہے (۱) مینہ دریا نہر چشمے جھرنے جھیل بڑے تالاب کوئیں کے پانی تو ظاہر ہیں بالخصوص قابلِ ذکر آبِ مبارک
زمزم شریف ہے کہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک اُس سے وضو وغسل بلا کراہت جائز ہیں اور ڈھیلے کے بعد استنجا مکروہ اور نجاست دھونا منع
تنویر و درمختار میں ہے یرفع الحدث مطلقا بماء مطلق کماء سماء واودیۃ وعیون وآبار وبحار وماء زمزم بلا کراھۃ وعن احمد یکرہ
نہر ج درمیں ہے یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال شامی میں ہے وکذا ازالۃ النجاسۃ الحقیقیۃ من ثوبہ او بدنہ حتی
ذکر بعض العلماء تحریم ذلک اھ **اقول** ۱۳۳۵ مطلق الکراھۃ للتحریم و اطلاق الحرام علی المکروہ تحریما غیر بعید
فلا خلف نعم اذا استنجٰی بالمدر فالصحیح انہ مطھر فلا یبقی الا اساءۃ ادب فیکرہ تنزیھا بخلاف الاغتسال
فالفرق بیّن بین القصدی والضمنی ھذا ما ظہر لی ۔ **اقول** ۱۳۳۶ یہ بھی دلیل واضح ہے کہ ہمارے ائمہ سے روایت صحیحہ طہارت
مائے مستعمل ہے ورنہ غسل واستنجا میں فرق نہ ہوتا (۲) سمندر کا پانی بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول کہ اُس سے
وضو ناجائز جانتے اور ہمارے ائمہ وجمہور امت کا اُس سے جواز وضو پر اجماع ہے فی البحر وفی قولہ والبحر رد قول من قال ان ماء البحر لیس بماء
حتی حکی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ قال فی ماء البحر التیمم احب الیّ منہ کما نقلہ عنہ فی السراج الوھاج اھ قال
السید ط فی حاشیۃ المراقی قال ابن سیدہ فی المحکم البحر الماء الکثیر ملحا او عذبا وغلب علی الملح فالتنصیص
علیہ دفع لتوھم عدم جواز التطھیر بہ لانہ مر منتن کما توھم بعض الصحابۃ اھ **اقول** ۱۳۳۷ ھذا اللفظ
بعید عن الادب فلیجتنب قال وفی الخبر من لم یطھرہ ماء البحر فلا طھرہ اللہ اھ **قلت** رواہ الدار قطنی
والبیھقی کلاھما فی السنن بسند واہ بدون لفظ ماء عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم فالاولی الاقتصار علی ما تمسک بہ شارحہ اعنی العلامۃ الشرنبلالی حیث قال لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

هو الطهور ماؤه الحل ميتته اھ قلت[١٣٣٩] رواه احمد والاربعة وابن حبان والحاكم عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه بسند صحیح واحمد وابن ماجة والاخیران والدارقطنی والطبرانی فی الکبیر عن جابر وابن ماجة عن ابی الفراسی والدارقطنی والحاکم عن علی وعن ابن عمرو وعبد الرزاق عن انس والدارقطنی عنه وایضا عن ابن عمرو وایضا عن جابر عن ابی بکر الصدیق وابن مردویه والنجار عن ابی الطفیل عن الصدیق رضی الله تعالٰی عنهم کلهم عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وفی اخری لابن مردویه کالدارقطنی عن ابی الطفیل عن الصدیق من قوله ولعبد الرزاق ولابی بکر بن ابی شیبة عن عکرمة ان عمر رضی الله تعالٰی عنه سئل عن الوضوء من ماء البحر فقال سبحان الله فای ماء اطهر من ماء البحر وفی لفظ اطیب واطهر ولابن عبد الحکم فی فتوح مصر والبیهقی عنه رضی الله تعالٰی عنه قال اغتسلوا من ماء البحر فانه مبارك قال ط ومن الناس من کره الوضوء من البحر الملح لحدیث ابن عمرو عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال لا یرکب البحر الا حاج او معتمر او غاز فی سبیل الله فان تحت البحر نارا وتحت النار بحرا اھ اقول لم یتفرد به بل رواه قبله سعید بن منصور فی سننه وابو داؤد من بعده فی السنن ثم لیس هذا من حدیث ابن عمر الفاروق رضی الله تعالٰی عنهما انما رواه عن مطرف مطرف بن طریف فاضل عن بشیر ابی عبد الله الکندی مجهول قال الذهبی لا یکاد یعرف عن بشیر بن مسلم هو ابو عبد الله الکندی الکوفی مجهول عن عبد الله بن عمرو رضی الله تعالٰی عنهما یعنی ابن العاص قال خ لم یصح حدیثه واورده ابن حبان علی قاعدته فی ثقات اتباع التابعین وقال یروی عن رجل عن ابن عمرو والله تعالٰی اعلم نعم فی مسند الفردوس عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما فی حدیث النار وتحت النار بحر وتحت البحر نار ویمکن ان تکون فی قوله تعالٰی والبحر المسجور اشارة الیه والله تعالٰی اعلم قال ط وکان ابن عمر لا یری جواز الوضوء به ولا الغسل من جنابة اھ اقول[١٣٤٠] ان ذکره عنه رضی الله تعالٰی عنه نقلا ان ماء البحر لا یجزئ من وضوء ولا جنابة ان تحت البحر نارا ثم ماء ثم نارا حتی عد سبعة ابحر وسبعة انیار ولم اقف له علی اصل فالله اعلم به وانما الذی فی الحلیة ان کون الطهارة جائزة بهذه المیاه سواء کانت عذبة او ملحة مما دل علیه الکتاب والسنة ولم یجر فیه شیء من خلاف نعم نقل عن بعض الصحابة کراهة الوضوء بماء البحر منهم عبد الله بن عمرو والجمهور علی عدم الکراهة اھ وفی هامش الانقرویة عن مختارات النوازل حکی عن ابن عباس وابن عمر رضی الله تعالٰی عنهم انهما قالا الوضوء بماء البحر مکروه اھ قال ط وکذا روی عن ابی هریرة اھ اقول[١٣٤١] وهذا اعجب مع ما صح عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ما سمعت آنفا نعم فی البدائع روی عن ابی العالیة الریاحی انه قال کنت فی جماعة من اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی سفینة فی البحر فحضرت الصلاة ففنی ماؤهم ومعهم نبیذ التمر فتوضأ بعضهم بنبیذ التمر وکره التوضؤ بماء البحر وتوضأ بعضهم بماء البحر وکره التوضؤ بنبیذ التمر وهذا حکایة الاجماع فان من کان یتوضأ بماء البحر کان یعتقد جواز التوضؤ بماء البحر فلم یتوضأ بنبیذ التمر لکونه واجد الماء المطلق ومن کان یتوضأ بالنبیذ کان یری

ماء البحر طہورا لو کان یقول ہو ماء سخطۃ ونقمۃ کانہ لم یبلغہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی صفۃ البحر ہو الطہور ماؤہ
الحل میتتہ فتوضأ بنبیذ التمر لکونہ عادما للماء الطاہر اھ فہذا ما ابداہ احتمالا وانما لفظ الرحمانیۃ ما سمعت **اقول** ۱۳۴۵
ویجوز ان یکونوا معتقدین جواز الوضوء بہما اذا کان الماء غالبا فی النبیذ کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی فمن توضأ بہ
کرہ التوضؤ بماء البحر کراہۃ تنزیہ ولم یشک ان النبیذ الذی عندہ ماؤہ غالب ومن توضأ بماء البحر شک فی النبیذ
الذی عندہ فکرہ التوضؤ بہ کراہۃ امتناع وتوضأ بماء البحر واللہ تعالٰی اعلم (۳ و ۴) پالا اولے جب پگھل
پانی ہوجائیں کہ یہ بھی وہی آسمانی پانی ہیں کہ کرۂ زمہریر کی سردی سے یخ بستہ ہوگیا فی الدر یرفع الحدث بماء مطلق کثلج مذاب
بردو جمد وندٰی اھ وفی البحر والنہر عن ابی یوسف یجوز وان لم یکن متقاطرا والصحیح ولفظ النہر الاصح قولہما اھ و
نسبہ فی جامع الرموز للصاحبین حیث قال لا یتوضؤ بالثلج الا اذا تقاطر وعن الصاحبین انہ یتوضؤ بہ وان لم وہو
الصحیح کما فی الظہیریۃ اھ وانی کتبت علی ھامشہ **اقول** ۱۳۴۶ لیس ہذا محل الخلاف فی تصحیحہ اذ لا وضوء الا
بالغسل ولا غسل الا بالاسالۃ ولا اسالۃ الا بالتقاطر فہو المراد اھ ما کتبت علیہ **اقول** ۱۳۴۷ نعم یروی عن الثانی
ان الغسل بل المحل وان لم یسل کما فی البحر وہذا لا یختص بالثلج والبرد وقدمنا فی تبیان الوضوء ان مرادہ سال من العضو
قطرۃ او قطرتان ولم یتدارک فافہم اھ قال ش الظاہر ان معنی لم یتدارک لم یقطر علی الفور بان قطر بعد مہلۃ
اقول ۱۳۴۸ بل الظاہر ان المعنی لم یتتابع القطر کثرۃ یقال تدارک القوم ای تلاحقوا ومنہ قولہ تعالٰی
حتی اذا ادارکوا فیہا کما فی الصحاح ومعلوم انہ لم یثبت الفور فی دخول طائفۃ منہم بعد اخری واللہ تعالٰی اعلم
(۵) یونہیں کل کا برف جب پگھل جائے کہ وہ بھی پانی ہی تھا کہ گیس کی ہوا سے جم گیا وقد مر عن الدر وجمد وہو محجر کالملح الجامد
ط عن ح عن القاموس (۶) شبنم **اقول** ۱۳۴۹ یعنی جبکہ پتوں پھولوں پر یا پھیلے ہوئے کپڑے پر نچوڑ کر اتنی جمع
کرلی جائے کہ کسی عضو یا بقیہ عضو کو دھو سکے مثلاً رو سے پھر جگہ پاؤں ہیں باقی تھے اور پانی ختم ہوگیا اور شبنم جمع کیے سے اتنی مل سکتی ہے
کہ اوس جگہ پر بہ جائے تو تیمم جائز نہ ہوگا یا اوس میں سر برہنہ بیٹھا اور اوس سے سر بھیگ گیا مسح ہوگیا اگرچہ ہاتھ نہ پھیرے گا وضو ہو جائیگا اگرچہ سنت ترک ہوئی
یونہیں شبنم سے تر گھاس میں موزے پہنے چلنے سے موزوں کا مسح ادا ہو جائیگا جبکہ شبنم سے ہر موزہ ہاتھ کی چھنگلیا کے طول و
عرض کے سہ چند بھیگ جائے وقد مر عن الدر وہندیۃ قال ش قال فی الامداد وہو الطل وہو ماء علی الصحیح وقیل نفس دابۃ
اقول ۱۳۵۰ لا اعلم المصلاۃ ولو کان کذا لم یجز الوضوء بہ لانہ لیس بماء ولو جاز بہ لکان بریق الانسان وعرقہ احق
بالجواز ثم رأیت فی مسح الخفین من الفتح لا فرق بین حصول ذلک بیدہ او باصابۃ مطر او من حشیش مشی فیہ
مبتل ولو بالطل علی الاصح وقیل لا یجوز بالطل لانہ نفس دابۃ لا ماء ولیس بصحیح اھ (۷) زلال **اقول** ۱۳۵۱

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لغۃً وعرفاً مشہور یہی ہے کہ زلال میٹھے ٹھنڈے ہلکے خوشگوار صاف خالص پانی کو کہتے ہیں فی القاموس ماء زلال کغراب وامیر وصبور وعلابط سریع المر فی الحلق بارد عذب صاف سہل سلس اھ ولم یجب علی معنی غیرہ وفی صحاح الجوھری ماء زلال ای عذب اھ وفی حیاۃ الحیوان الکبری المشہور علی الالسنۃ ان الزلال ھو الماء البارد اس تقدیر پر تو اسکے شمار کی کوئی وجہ نہیں مگر علامہ شامی نے امام ابن حجر مکی سے نقل کیا کہ برف میں ایک چیز جانور کی شکل پر ہوتی ہے اور حقیقۃً جانور نہیں اوسکے پیٹ سے جو پانی نکلتا ہے وہ زلال ہے حیث قال عقیب ذکر الطحطاوی قول وکذا الزلال قال ابن حجر وھو ما یخرج من جوف صورۃ توجد فی نحو الثلج کالحیوان ولیست بحیوان **اقول** ۱۳۵۲ فـــ یہ اگر ثابت ہو تو اوسکے جانور ہونے سے انکار محتاج دلیل ہے اوسکی صورت جانور کی ہے اور کتاب الحیوان خود ائمہ شافعیہ کی کتب میں اوسے حیوان کہا اونگلی برابر قد سفید رنگ زرد چتیاں اور خود اوس جانور ہی کا نام زلال بتایا تاج العروس میں ہے الزلال بالضم حیوان صغیر الجسم ابیض اذا مات جعل فی الماء فیبردہ ومنہ سمی الماء البارد زلالا اھ حیاۃ الحیوان امام دمیری شافعی میں ہے الزلال بالضم دود یتربی فی الثلج وھو منقط بصفرۃ یقرب من الاصبع یاخذہ الناس من اماکنہ لیشربوا مافی جوفہ لشدۃ بردہ اوسکے حیوان ہونے کی تقدیر پر امام ابن حجر شافعی نے اوس پانی کو قے ٹھہرا کر ناپاک بتایا قال ش عن ابن حجر بعد ما مر فان تحقق (ای کونہ حیوانا) کان نجسا لانہ قیئ **اقول** ۱۳۵۳ فـــ۲ قے کی تعریف اوسپر صادق آنے میں کلام ہے اور کتب شافعیہ میں اوس سے جواز وضو مصرح شرح وجیز ابو الفرج عجلی شافعی میں ہے الماء الذی فی دود الثلج طھور حیاۃ الحیوان میں ہے الذی قالہ یوافق قول القاضی حسین فیما تقدم فی الدود علامہ شامی نے جبتک اوس جانور کا دموی ہونا ثابت نہو پانی پاک مگر ناقابل وضو بتایا حیث قال نعم لایکون نجسا عندنا مالم یعلم کونہ دمویا اما رفع الحدث بہ فلا یصح **اقول** ۱۳۵۴ فـــ۳ اگر غیر دموی ہے تو اوس پانی کی طہارت محل اشتباہ نہیں جیسے ریشم کا کیڑا کہ خود بھی پاک ہے اور اوس کا پانی بلکہ بیٹ بھی پاک عالمگیریہ میں ہے ملدود القز وعینہ وخرؤہ طاھر کذا فی القنیۃ بلکہ خلاصہ میں فـــ۴ الدودۃ اذا تولدت من النجاسۃ قال شمس الائمۃ الحلوائی انہا لیست بنجسۃ وکذا کل حیوان حتی لو غسل ثم وقع فی الماء لاینجسہ وتجوز الصلاۃ معہ اور جب فـــ۵ طاہر ہے تو جبتک ثابت نہو کہ یہ پانی نہیں بلکہ اوس کیڑے ہی کے پیٹ کی رطوبت ہے یا اوسکی رطوبت اسمیں نصف یا زائد ملی ہوئی ہے ناقابل وضو ہونے کی کوئی وجہ نہیں ظاہر وہ برف ہی کا پانی ہے کہ اوسکے جوف میں ملتا ہے اور پاک پانی کے غیر طہور ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو خلط غیر سے مائے مطلق نہ رہے یا اسقاط فرض خواہ اقامت قربت سے مستعمل ہو جائے ثانی یہاں قطعاً منتفی اور اول کا ثبوت نہیں اور کوئی مطلق بلا ثبوت مقید نہیں ہو سکتا الا تری ان النجاسۃ لاتثبت بالشک وھی تسلب الطھوریۃ والطہارۃ معافضلا عن التقیید (۸) گرم پانی وھذا لو فاق الامام یحکی عن مجاھد من کراھتہ **اقول** ۱۳۵۵

مگر اتنا گرم کہ اچھی طرح نہ ڈالا جائے تکمیل سنت نہ کرنے دے مکروہ ہے یونہی یا اتنا سرد اور اگر تکمیل فرض سے مانع ہو تو حرام اور وضو نہ ہوگا
وفی صحیح البخاری توضأ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بالحمیم (۹) اوپلوں سے گرم کیا ہوا اور بچنا بہتر درمختار میں ہے وکرہ احمد
المسخن بالنجاسۃ (۱۰) دھوپ کا گرم پانی مطلقاً مگر گرم ملک گرم موسم میں جو پانی سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے
برتن میں دھوپ سے گرم ہو جائے وہ جب تک ٹھنڈا نہ ہو لے بدن کو کسی طرح پہنچانا نہ چاہیے وضو سے نہ غسل سے نہ پینے سے یہاں تک
کہ جو کپڑا اوس سے بھیگا ہو جب تک سرد نہ ہو جائے پہننا مناسب نہیں کہ اوس پانی کے بدن کو پہنچنے سے معاذ اللہ احتمال برص ہے
اختلافات اسمیں بکثرت ہیں اور میں نے اپنی کتاب منتہی الآمال فی الاوفاق والاعمال میں ہر اختلاف سے قول اصح وارجح چنا اور مختصر
الفاظ میں اوسے ذکر کیا اوسکی نقل یہ ہے وہو ہذا قط (ای الدارقطنی) عن عامر والعقیلی عن انس مرفوعا قط والشافعی
عن عمر الفاروق موقوفا لا تغتسلوا بالماء المشمس فانہ یورث البرص قط وابو نعیم عن ام المؤمنین انہا سخنت للنبی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماء فی الشمس فقال لا تفعلی یا حمیراء فانہ یورث البرص وقید العلماء بقیود ان یکون فی قطر
ووقت حارین وقد تشمس فی منطبع منطرق تحت المطرقۃ کحدید ونحاس الا النقدین علی المعتمد دون الخزف والجلود
والاحجار والخشب ولا المشمس فی الحیاض والبرک قطعا وان یستعمل فی البدن ولو شربا لا فی الثوب الا اذا لبسہ رطبا
او مع العرق وان یستعمل حارا فلو برد لا باس علی الاصح وقیل لا فرق علی الصحیح ووجہ ورد فالاول الاوجہ
قیل وان لا یکون الاناء منکشفا والراجح ولو فالحاصل منع ایصال الماء المشمس فی اناء منطبع من غیر النقدین الی
البدن فی وقت وبلد حارین ما لم یبرد واللہ تعالٰی اعلم اور تحقیق یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اوس پانی سے وضو وغسل مکروہ ہے کما صرح
بہ فی الفتح والبحر والدرایۃ والقنیۃ والنہایۃ اور کراہت شرعی تنزیہی ہے کما اشار الیہ فی الحلیۃ والرملی وہذا ما حققہ ش
خلافا للتنویر والدر حیث نفیا الکراہۃ اصلا ویمکن حمل التنویر علی التحریم اما الدر فصرح انہا طبیۃ عند الشافعیۃ
وہو خلاف نصہم **اقول** وفی حکایۃ التنویر قید القصد حیث قال وما قصد تشمیسہ لیس اتفاقیا بل
للدلالۃ علی الاولویۃ اشارۃ الی تفاوت ما وقع فی المعراج ان الکراہۃ مقیدۃ عند الشافعی بالقصد فافہم (۱۱) عورت کی
طہارت سے بچا ہوا پانی اگرچہ جنب یا حائض ہو اگرچہ اوس پانی سے خلوت نہ کی ہو اور سے طہارت کی ہو خلافا للحنابلۃ والمالکیۃ
بان مکروہ تنزیہی بل فی السراج لا یجوز للرجل ان یتوضأ او یغتسل بفضل وضوء المرأۃ اھ وہو نص فی کراہۃ التحریم
واستظہر ط من قول الدر من ضیافۃ التوضی بفضل ماء المرأۃ قال وفیہ منظور واجاب ش بانہ یشمل المکروہ تنزیہا فانہ
منہی عنہ نہیا حقیقۃ تکما فی منہی عن التحریم وقیل والجنسیۃ التلذذ وقلۃ توقیہن النجاسات تقمری بعض قال
وہذا یدل علی ان الکراہۃ تنزیہیۃ اھ **اقول** علی الاول یعم النہی عکسہ اعنی توضؤ المرأۃ بفضل طہور الرجل

وفیہ کلام یاتی اما الثانی فاولاً[1359] لا یقتضی تعمیمہ رجال البدو والعبید والحملۃ[1360] فاشد من الکل العمیان فلا تنتفی خصوصیۃ المرأۃ وثانیاً[1361] لا یتقید بطہورہا فضلاً عن اختلائہا بہ بل الذی یکفی مسہا وثالثاً[1362] فی قلۃ توقیہن النجاسات نظر ونقص دینہن لاجل انہن تقعد شطر دہرہا لا تصوم ولا تصلی کما فی الحدیث وہذا لیس من صنعہا الا ان یعلل بغلبۃ الجہل علیہن فیشارکہن العبید والاعراب ورابعاً[1363] العلۃ توجد فی حق المرأۃ الاخری والکراہۃ خاصۃ بالرجل تجعل شر النہی تعبدیا اقول[1364] ہو الاولی لما عرفت من عدم اتمام العلل وبہ صرحت الحنابلۃ ولا بد لہم منہ للاخذ بعدم الجواز اذ لا یعقل لہ وجہا اصلا وکونہ تعبدیا لا ینافی ما رواہ الخمسۃ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہی ان یتوضأ الرجل بفضل طہور المرأۃ ثم ذکر عن غیر واحد کالنسخ بحدیث مسلم ان میمونۃ قالت اغتسلت من جفنۃ ففضلت فیہا فضلۃ فجاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل فقلت انی قد اغتسلت منہ فقال الماء لیس علیہ جنابۃ قال ش مقتضی النسخ انہ لا یکرہ عندنا ولا تنزیہا وفیہ ان دعوی النسخ تتوقف علی العلم بتأخر الناسخ ولعلہ ماخوذ من قول میمونۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انی قد اغتسلت فانہ یشعر بعلمہا بالنہی قبلہ قال وقد صرح الشافعیۃ بالکراہۃ فینبغی کراہتہ وان قلنا بالنسخ مراعاۃ للخلاف فقد صرحوا بانہ یطلب مراعاۃ الخلاف وقد علمت انہ لا یجوز التطہیر بہ عند احمد اھ اقول[1365] والاقرب الی الصواب ان لا نسخ ولا تحریم بل النہی للتنزیہ والفعل لبیان الجواز وہو الذی مشی علیہ القاری فی المرقاۃ نقلا عن السید جمال الدین الحنفی وبہ اجاب الشیخ عبد الحق الدہلوی فی لمعات التنقیح ان النہی تنزیہ لا تحریم فلا منافاۃ اھ وقال فی الباب قبلہ الجیب انہ تلک عزیمۃ وہذہ رخصۃ اھ وبہ جزم فی الاشعۃ من باب مخالطۃ الجنب وقال الامام العینی فی عمدۃ القاری اما فضل المرأۃ فیجوز عند الشافعی الوضوء بہ للرجل سواء خلت بہ اولا قال البغوی وغیرہ فلا کراہۃ فیہ للاحادیث الصحیحۃ فیہ وبہذا قال مالک وابو حنیفۃ وجمہور العلماء وقال احمد وداود لا یجوز اذا خلت وروی ہذا عن عبد اللہ بن سرجس والحسن البصری وروی عن احمد کمذہبنا وعن ابن المسیب والحسن کراہۃ فضلہا مطلقا اھ فاذا حملنا المنفیۃ علی کراہۃ التحریم لم ینافہ ثبوت کراہۃ التنزیہ وکیفما کان فما فی السراج[1366] غریب جدا ولم یستند لمعتمد وخالف المعتمدات ونقول الثقات ولا یظہر لہ وجہ وقد قال فی کشف الظنون السراج الوہاج عن المولی المعروف بحدادی من جملۃ الکتب المتداولۃ الضعیفۃ غیر المعتبرۃ اھ قال چلپی ثم اختصر ہذا الشرح وسماہ الجوہرۃ النیرۃ اھ اقول[1367] بل الجوہرۃ النیرۃ وہی من الکتب المعتبرۃ کما نص علیہ فی رد المحتار ونظیرہ ان مجتبی النسائی المختصر من سننہ الکبری من الصحاح دون الکبری ثم اقول[1368] ہہنا اشیاء یطول

الکلام علیہما او نشیر الی بعضہا اجمالا ومنہا لاتنتفی کراھتہ مطلقا علی قول الامام احمد بہ بل الجواز لہ مخصوص عندہ بالاختلاء ومنہا ان مراعاۃ الخلاف انما ھی مندوب الیہا فیما لایلزم منہا مکروہ فی مذھبہ کمانص علیہ العلماء منہم العلامۃ ش نفسہ وترک المندوب لایکرہ کمانصوا علیہ ایضا منہم نفسہ فی ھذا الکتاب فکیف تبتنی الکراھۃ علیہا لاسیما بعد تسلیم ان نسخ التحریم ینفی کراھۃ التنزیہ ایضا ومنہا ما الحکم مثلا فی عکسہ ای یکرہ لہا ایضا فضل طہورہ روی احمد وابو داود والنسائی عن رجل صحب النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اربع سنین وابن ماجۃ عن عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ تعالی عنہما نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان تغتسل المرأۃ بفضل الرجل او یغتسل الرجل بفضل المرأۃ لکن قال الشیخ ابن حجر المکی فی شرح المشکوۃ اتفاقا فی ان لہا الوضوء بفضلہ وقال ایضا ان احدا لم یقل بظاہرہ ومحال ان یصح ویحمل الائمۃ کلہا بخلافہ اھ وتعقبہ الشیخ المحقق الدھلوی فی اللمعات بقولہ قد قال الامام احمد بن حنبل مع ما فیہ من التفصیل والخلاف فی مشایخہ فمذھبہ الی آخر ما ذکر من خلاف ما یاتیہم اقول رحم اللہ الشیخ ورحمنا بہ کلام ابن حجر فی وضوئہا بفضلہ وعلی قول الامام احمد خلاف ما حکیت مشایخہ مذھبہ فی عکسہ نعم قال الامام العینی فی العمدۃ حکی ابو عمر خمسۃ مذاھب الثانی یکرہ ان یتوضأ بفضلہا وعکسہ والثالث کراھۃ فضلہا لہ والرخصۃ فی عکسہ والخامس لاباس بفضل کل منہما وعلیہ فقہاء الامصار اھ ملتقطا فہذا یثبت الخلاف واللہ تعالی اعلم (۱۲) کنوئیں یا حوض کا پانی جس سے بچے عورتیں گنوار جہال فساق ہر طرح کے لوگ اپنے میلے کچیلے گھڑے ڈال کر پانی بھریں جبتک نجاست معلوم نہو فتح القدیر میں ہے یتوضؤ من الحوض الذی یخاف فیہ قذر ولا یتیقنہ ولا یجب ان یسأل عنہ وفیہ الآثار والجرار الدنسۃ یحملہا الصغار والعبید الذین لایعلمون الاحکام ویمسہا الرستاقیون بالایدی الدنسۃ مالم تعلم النجاسۃ اشباہ والنظائر میں ہے قال الامام محمد حوض تملؤ منہ الصغار والعبید بالایدی الدنسۃ والجرار الوسخۃ یجوز الوضوء منہ مالم تعلم نجاستہ (۱۳) وہ پانی جسمیں ایسا برتن ڈالا گیا ہو جو زمین پر رکھا جاتا ہے جسکے پیندے کی طہارت پر یقین نہیں جبتک نجاست پر یقین نہو فتح القدیر میں ہے لا باس بالتوضی من حب یوضع کوزہ فی نواحی الدار ویشرب منہ مالم یعلم بہ قذر حدیقہ ندیہ میں جامع الفتاوی سے ہے وکذا الکوز الموضوع فی الارض اذا ادخل فی الحب للشرب منہ یعنی یجوز مالم یعلم النجاسۃ یہی حکم ان لوٹوں کے پیندوں کا ہے جو زمین پر رکھے جاتے بلکہ بیت الخلا میں لیجاتے ہیں جبکہ موضع نجاست سے جدا ہوں (۱۴) ہنود وغیرہم کفار کے کوؤں یا برتنوں کا پانی اس سے طہارت ہوسکتی ہے جبتک نجاست معلوم نہو مگر کراہت ہوگی جبتک طہارت نہ معلوم ہو کہ وہ مظنہ ہر گونہ نجاست ہیں عینی شرح بخاری میں زیر اثر توضأ عمر رضی اللہ تعالی عنہ من بیت نصرانیۃ فرمایا الذی یدل ھذا الاثر جواز استعمال میاھہم ولکن یکرہ استعمال اوانیہم وثیابہم سواء فیہ اہل الکتاب وغیرہم وقال الشافعیۃ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فان تیقن طہارتہا فلا کراہۃ ولا نعلم فیہ خلافا واذا تطہر من اناء کافر ولم یتیقن طہارتہ ولا نجاسته فان کان من قوم لایتدینون باستعمالہا صحت طہارتہ قطعا والا فوجہان اصحہما الصحۃ وممن کان لایری بأسا بہ الاوزاعی والثوری وابو حنیفۃ والشافعی واصحابہما وقال ابن المنذر لا اعلم احدا کرہہ الا احمد وابن اسحٰق قلت وتبعہما اہل الظاہر واختلف قول مالک ففی المدونۃ لایتوضؤ بسؤر النصرانی ولا بما ادخل یدہ فیہ وفی العتبیۃ اجازہ مرۃ وکرہہ اخری ام **اقول** فذکراہۃ التحریم لمقابلتہا بالاجازۃ وہی محمل قول احمد واسحٰق ونفی البأس مرجعہ الی خلاف الاولی وقد بینا المسألۃ بابسط مما ھٰہنا فی فتاوٰنا ذخیرہ میں ہے یکرہ الاکل والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل لان الغالب النظر من حال اوانیہم النجاسۃ (۱۵) جس پانی میں بچہ نے ہاتھ یا پاؤں ڈال دیا یہاں بھی یہی حکم ہے کہ قابل طہارت ہے جبتک نجاست پر یقین نہ ہو مگر اولٰی احتراز ہے جبتک طہارت پر یقین نہ ہو ہندیہ میں ہے اذا ادخل الصبی یدہ فی کوز ماء او رجلہ فان علم ان یدہ طاہرۃ بیقین یجوز التوضؤ بہ وان کان لایعلم انہا طاہرۃ او نجسۃ فالمستحب ان یتوضأ بغیرہ ومع ھٰذا لو توضأ اجزأہ کذا فی المحیط (۱۶) یونہیں جس میں مشکوک کپڑا گر گیا حتی کہ بچے کے نہالچے کی روئی جبکہ نجاست معلوم نہ ہو مگر کراہت ہے کہ مظنہ زیادہ ہے جواہر الفتاوی باب اول فتاوی امام رکن الدین ابو الفضل کرمانی میں ہے قطعۃ قطن من فراش صبی وقعت فی بئر ولا یدری انہا نجسۃ ام طاہرۃ قال لایحکم بکونہا نجسۃ بالشک والاحتمال ولو احتیط فنزح کان اولٰی (۱۷) وہ پانی جسمیں استعمالی جوتا گر گیا جبکہ نجاست نہ معلوم ہو یہاں بھی وہی حکم ہے تاتارخانیہ پھر طریقہ وحدیقہ میں ہے سئل الامام الخجندی عن رکیۃ وھی البئر وجد فیہا خف تلبس ویمشی بہا صاحبہا فی الطرقات قال لایدری متی وقع فیہا ولیس علیہ اثر النجاسۃ ہل یحکم بنجاسۃ الماء قال لا (۱۸ تا ۲۱) شکاری پرندوں اور حشرات الارض اور بلی اور چھوٹی ہوئی مرغی کا جھوٹا جبکہ طہارت یا نجاست پر یقین نہ ہو تو وضو مکروہ ہے جبکہ دوسرا صاف پانی موجود ہو وقد بیناہ فی فتاوٰنا (۲۲) اوس جانور کا جھوٹا جسمیں خون سائل نہیں جیسے بچھو اسمیں کراہت بھی نہیں درمختار میں ہے سؤر مالادم لہ طاہر طہور بلا کراہۃ (۲۳) حوض کا پانی جسمیں بدبو آتی ہو جبکہ اوسکی بو نجاست کی وجہ سے ہونا معلوم نہ ہو خانیہ میں ہے یجوز التوضؤ فی الحوض الکبیر المنتن اذا لم تعلم نجاستہ لان تغیر الرائحۃ قد یکون بطول المکث ثم **اقول** وکذا الصغیر وانما قید بالکبیر لاجل معنی ان الکبیر اذا تغیر احد اوصافہ بنجس ینجس فالحوض الکبیر المنتن قد یتوقف فیہ الموسوس توہما ان نتنہ بالنجس فافاد انہ وہم لایعتبر (۲۴) مولٰی کریم رؤف رحیم عزجلالہ اپنے حبیب اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وجاہت کریمہ کے صدقہ میں اپنے غضب سے دونوں جہان میں بچائے جس بستی پر عیاذًا باللہ عذاب اترا اوسکے کوؤں تالابوں کا پانی کہ اوسکا استعمال کھانے پینے طہارت

ہر شے میں مکروہ ہے یونہیں اوسکی مٹی سے تیمم یہاں نہیں ثمود کا وہ کنواں جس سے ناقہ صالح علیہ الصلاۃ والسلام پانی پیتا وہ مستثنیٰ ہے صحاح میں ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم ہمراہ رکاب اقدس حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زمین ثمود پر اوترے وہاں کے کنوؤں سے پانی بھرا اوس سے آٹے گوندھے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ پانی پھینک دیں اور آٹا اونٹوں کو کھلا دیں چاہِ ناقہ سے پانی لیں ردالمحتار میں ہے ینبغی کراھۃ التطھیر ایضا اخذا مما ذکرنا لکن لم ار احدا من ائمتنا ہما و تراب من کل ارض غضب علیھا الا بئر الناقۃ بارض ثمود فقد صرح الشافعیۃ یکراھتہ والا بیاح عند احمد ثم نقل الحدیث عن شرح المنتھی الحنبلی وانہ قال ظاھرہ منع الطھارۃ بہ قال وبئر الناقۃ ھی البئر الکبیرۃ التی یردھا الحجاج فی ھذہ الازمنۃ اھ وقولہ اخذا مما ذکرنا یشیر الی ما قدم من تعلیل الکراھۃ بھا علۃ الخوف **اقول** ۱۳۷۵ وفیہ ما قدمنا لکن الکراھۃ ھھنا واضحۃ فقد کرہ فی الاجر القبر مما یلی المیت لاثر النار کما فی البدائع وغیرھا فھذہ اولی بوجوہ کما لایخفی علی من لہ عقل فجزاہ اللہ تعالٰی خیرا کثیرا فی جنات الفردوس کما نبہ علی ھذہ الفائدۃ الفائقۃ (۲۵) آبِ مغصوب۔ آبِ مغصوب میں تو کراہت ہی تھی آبِ مغصوب کا صرف کھانے پینے میں ہو خواہ طہارت میں محض حرام ہے مگر وضو وغسل صحیح ہو جائینگے اور اوس سے نماز ادا ہو جائیگی لان المنع لمجاور ردالمحتار میں زیرِ قول شارح یجوز رفع الحدث بما ذکر فرمایا ای یصح وان لم یحل فی نحو الماء المغصوب (۲۶) وہ پانی کہ کسی کے مملوک کوئیں سے بے اوسکی اجازت بلکہ باوصف ممانعت کے بھرا اوسکا پینا وضو وغیرہ میں خرچ کرنا سب جائز ہے یہ مغصوب کی حد میں نہیں کہ کوئیں کا پانی جبتک کوئیں میں ہے کسی کی ملک نہیں آبِ باران کی طرح مباح و خالص ملک اللہ عزّ جلالہ ہے ردالمحتار میں ہدایہ سے ہے الماء فی البئر غیر مملوک اوسیمیں ولوالجیہ سے ہے لو نزح ماء بئر رجل بغیر اذنہ حتی یبس لا شیئ علیہ لان صاحب البئر غیر مالک للماء اوسیمیں ذخیرہ سے ہے الماء قبل الاحراز بالاوانی لا یملک فقد اتلف مالیس بمملوک لغیرہ اوسیمیں درمختار سے ہے الماء تحت الارض لایملک اسیطرح کتب کثیرہ میں ہے **اقول** ۱۳۷۷ والعبرۃ للمنقول و ان بحث البحر تبعا للفتح فی کون ماء البئر مملوکا للحافر بناء علی احد قولین فی الکلاء **اقول** ۱۳۷۸ وقد کان ینبغی للبحر ان ینظر الی ان من نصب شبکۃ لیتعلق بہا صید ملکہ لا لو نصبہا للجفاف فی تنویر وغیرہ وان من وضع اناء لجمع ماء المطر ملکہ اما اذا لم یضع لذلک فاجتمع فلا ملک لمن رفعہ ذخیرۃ وغیرھا **وظہر الجواب** بحمدہ تعالٰی ان ملک المباح بالاستیلاء والاحراز وقد تم فی الشبکۃ والاناء بخلاف البئر ففی ش عن جامع الرموز ملأ الدلو من البئر ولم یبعدہ من رأسہا لم یملکہ عند الشیخین اذ الاحراز جعل الشیئ فی موضع حصین اھ اما بحث الفتح فقد اجاب عنہ فی النہر فراجع من البیع الفاسد مسألۃ بیع المراعی **اقول** ۱۳۸۰ ویؤیدہ ما فی الھندیۃ عن المبسوط انہ ان انبتہ صاحب الارض

ف۱
بان سقٰی ارضہ وکربھا لینبت فیھا الحشیش لدوابہ فھو حق بذٰلک ولیس لاحد ان ینتفع بشیئ منہ الا برضاہ لانہ کسبہ والکسب المکتسب اھ فلا یقاس علیہ ماء البئر فانہ لیس من کسب حافرھا انما صنعہ فیہ رفع الحجاب کالفصاد قال تعالٰی الم تران اللہ انزل من السماء ماء فسلکہ ینابیع فی الارض وتمام الاٰیۃ فی میاہ الدر واللہ تعالٰی اعلم

ف۲
(۲۷) یونہیں کسی کا برتن صحن میں تھا مینہ برسا برتن بھر گیا یہ پانی بھی اوسکی ملک نہوا اپنی اصل اباحت پر باقی ہے اگرچہ برتن اور مکان اوسکی ملک ہیں جو اس پانی کو لے لےگا وہی اوسکا مالک ہو جائیگا اگرچہ برتن کا مالک منع کرتا رہا ہاں اوسکے برتن کا استعمال بے اجازت جائز نہ ہوگا

ف۳
(۲۸) اگر اوس نے برتن اسی نیت سے رکھا تھا کہ آب باران اسمیں جمع ہو تو وہ پانی اوسکی ملک ہے دوسرے کو بے اوسکی اجازت صحیحہ کے حرام ہے ہاں طہارت یوں بھی ہو جائیگی گناہ کے ساتھ فتاوٰے کبرٰی پھر ہندیہ میں ہے وضع طستا علٰی سطح فاجتمع فیہ ماء المطر فجاء رجل ورفع ذٰلک فتنازعا ان وضع الطست لذٰلک فھو لہ لانہ احرزہ

ف۴
ان لم یضعہ لذٰلک فھو للرافع لانہ مباح غیر محرز (۲۹) سبیل جو پینے کے لیے لگائی گئی ہو اوسکا بھی یہی حکم ہے کہ اوس سے وضو وغسل اگرچہ صحیح ہو جائینگے جائز نہیں یہانتک کہ اگر اوسکے سوا اور پانی نہ ملے اور اسے وضو یا غسل کی حاجت ہے تو تیمم کرے اوس سے طہارت نہیں کرسکتا

ف۵
اقول ۱۳۸۲ مگر جبکہ مالک آب کی اجازت مطلقا یا اس شخص خاص کے لیے صراحۃً خواہ دلالۃً ثابت ہو صراحۃً یہ کہ اوسنے یہی کہکر سبیل لگائی ہو کہ جو چاہے پیے وضو کرے نہائے اور اگر فقط پینا اور وضو کے لیے کہا تو اوس سے غسل روا نہ ہوگا اور خاص اس شخص کے لیے یوں کہ سبیل تو پینے ہی کو لگائی مگر اسے اوس سے وضو یا غسل کی اجازت خود دیا اسکے سوال پر دیدی اور دلالۃً یوں کہ لوگ اوس سے وضو کرتے ہیں اور وہ منع نہیں کرتا یا سقایہ قدیم ہے اور ہمیشہ یونہیں ہوتا چلا آیا ہے یا پانی اس درجہ کثیر ہے جس سے ظاہر ہے کہ صرف پینے کو نہیں مگر جبکہ ثابت ہو کہ اگرچہ کثیر ہے صرف پینے ہی کی اجازت دی ہے فکان الصریح یفوق الدلالۃ اور شخص خاص کیلئے یوں کہ اسمیں اور مالک آب میں کمال انبساط و اتحاد ہے وہ اسکے ایسے مال میں جیسا چاہے تصرف کرے اوسے ناگوار نہیں ہوتا لان المعروف کالمشروط کما ھو معروف فی مسائل لا تحصٰی فی الھندیۃ

ف۶
عن السراج الوھاج ان کان بینھما انبساط یباح ھو الاصل محیط و تجنیس و ولوالجیہ و خانیہ و بحر و درمختار میں ہے واللفظ للاخیر السبیل فی الفلاۃ لا یمنع التیمم ما لم یکن کثیرا فیعلم انہ للوضوء ایضا قال ویشرب ما للوضوء رد المحتار میں ہے قولہ المسبل ای الموضوع فی الحباب لابناء السبیل قولہ لا یمنع التیمم لانہ لم یوضع للوضوء بل للشرب فلا یجوز الوضوء بہ فان صح

ف۷
قولہ ما لم یکن کثیرا قال فی شرح المنیۃ الاولی الاعتبار بالعرف لا بالکثرۃ الا اذا اشتبہ اھ کلامہ ش **اقول** ۱۳۸۳

ف۸
ولنت تعلم ان ما ذکر الفقیر احمع واشمل وانفع واکمل تنبیہ یہ جو شخص خاص کی اجازت صراحۃً خواہ دلالۃً ہم نے ذکر کی اوس حالت میں ہے کہ پانی وقت اجازت بھی اجازت دہندہ کی ملک ہو اور اگر وقف کا پانی ہے تو اوسمیں نہ کسیکو تغیر کا اختیار نہ کسیکی

جازت كالاعتبار في البحر شم الدر من الوضوء مكروه وهو الاسراف فيه بماء النهر والمملوك له اما الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس فحرام اهـ وفي ش عن الحلية لانه انما يوقف ويساق لمن يتوضأ الوضوء الشرعي ولم يقصد اباحتها لغير ذلك اهـ وفي ط تحت عبارة الدر السابقة قوله المسبل اي الموقوف الذي يوضع على السبيل قوله حرام لم يكن كثيرا محل ذلك عند عدم التيقن بانه للشرب اما اذا تيقن انه للشرب فيحرم الوضوء لان شرط الواقف كنص الشارع قوله وشربا للوضوء ظاهره وان لم يكن الضرورة وفيه انه يلزم مخالفة شرط الواقف اهـ واشار ش الى الجواب عن هذا بقوله كأن الفرق ان الشرب اهم لاحياء النفوس بخلاف الوضوء لان له بدلا فيأذن صاحبه بالشرب عادة اهـ

١٣٨٥ **اقول** اي يكون ذلك منويا له عند الوقف بحكم العادة فلا يلزم خلاف الشرط وليس المراد حدوث الاذن الآن كما يوهمه تعبيره بيأذن فان الوقف اذا تم خرج عن ملكه فلا يعمل فيه اذنه كما هو ظاهر لكن ههنا تحقيق شريف للعبد الضعيف في بحث صحة وقف الماء لابد من التنبه له قال في التنوير والدر (و) صح وقف كل (منقول) قصدا (فيه تعامل) للناس (كفاس وقدوم) بل (ودراهم ودنانير) ومكيل وموزون فيباع ويدفع ثمنه مضاربة او بضاعة فعلى هذا لو وقف كرا على شرط ان يقرضه لمن لا بذر له ليزرعه لنفسه فاذا ادرك اخذ مقداره ثم اقرضه لغيره وهكذا جاز خلاصة وفيها وقف بقرة على ان ما خرج من لبنها او سمنها للفقراء ان اعتادوا ذلك رجوت ان يجوز (و) كـ (قدر وجنازة) وثيابها ومصحف وكتب لان التعامل يترك به القياس اهـ قال ش قال الرملي لكن في الحاقها بمنقول فيه تعامل نظر اذ هي مما لا ينتفع بها مع بقاء عينها وما استدل به في المنح من مسألة البقرة ممنوع بما قلنا اذ ينتفع بلبنها وسمنها مع بقاء عينها اهـ قلت ان الدراهم لا تتعين بالتعيين فهي وان كانت لا ينتفع بها مع بقاء عينها لكن بدلها قائم مقامها لعدم تعينها فكأنها باقية ثم قال على ان في الخلاصة عن الانصاري وكان من اصحاب زفر فيمن وقف الدراهم او ما يكال او يوزن أيجوز قال نعم قيل وكيف قال يدفع الدراهم مضاربة ثم يتصدق بها في الوجه الذي وقف عليه اهـ ورأيتني كتبت عليه ما نصه

١٣٨٦ **اقول** هذا التعليل من العلامة الرملي المنح وقف الدراهم وجواب المحشي بانها لا تتعين فكأنها باقية ببقاء بدلها وما ذكر الامام الانصاري وتبعه في الخلاصة والفتح والدرر وكثير من الاسفار الغر من طريق الانتفاع في الدراهم والمكيل والموزون فيما مر (اي في رد المحتار) من ان التأبيد معنى شرط صحة الوقف بالاتفاق على الصحيح فقد نص عليه محققو المشائخ كل ذلك يقضي بان الماء المسبل لا يكون وقفا لعدم امكان الانتفاع به الا باستهلاكه فيكون من باب الاباحة دون الوقف نعم السقاية بناء تعورف وقفه كالقنطرة فيصح ولا يقال ان في السقاية الموقوفة يصير الماء وقفا تبعا للسقاية وهو جائز وفاقا كما تقدم في الشرح

https://www.facebook.com/darahlesunnat

١٣٨٨ وذلك لان الماء هو المقصود بالسقاية وهى تبع فلا يعكس الامر ولاى شیئ يجعل السقاية وقفا مقصودا فيتبعه الماء

١٣٨٩ على انه تبع تبعاً فيما دون الابدال المتعاوضة وليس الماء مما يتعين حتى يجعل بقاء الابدال بقاءه ١٣٩٠ مع ان لى نظرا فى هذا

العذر فقد افاد ش فى فصل فى التصرف فى المبيع والثمن ان عدم تعين النقد ليس على الاطلاق بل ذلك فى المعاوضات

الخ وذكر تفصيله ووقع فيه خلط وخبط من الناسخين نبهت عليه فيما علقت عليه وقال قبله فى البيع الفاسد الدراهم

والدنانير تتعين فى الامانات والهبة والصدقة والشركة والمضاربة والغصب اھ فالوقف شبيه شیئ بالصدقة

١٣٩١ بل هو منها عند الامام ويظهر لى والله تعالى اعلم ان النقدين والتجارات نامية شرعا وحسا فبقاؤها بنماءها لا كالاصل

الاصل المتولد عنه فتشبه ما التيها شجرة تبقى وتؤتى اكلها كل حين باذن ربها وكيف ما كان لا يقاس عليها

١٣٩٢ الماء وقد عللوا اما اذا ملأ صبى كوزا من حوض ثم صب فيه لا يحل لاحد شربه بان الصبى ملكه ما اخذه من ماء الحوض المباح

فاذا صبه فيه اختلط ملكه به فامتنع استعماله كما فى الحديقة الندية اخر النوع العشرين من افات

اللسان وغمز العيون من احكام الصبيان والطحطاوى من فصل فى الشرب فى هذا الكتاب اعنى ش من الفصل المذكور

عن الحموى عن الدراية عن الذخيرة والمنية فقد جعلوا ماء الحوض مباحا ولو كان وقفا لم يملكه الصبى

باخذه فى كوزه فان الوقف لا يملك وقد عرفه شمس الائمة السرخسى بانه حبس المملوك عن التمليك من

١٣٩٣ الغير اھ كما فى ش بخلاف غلة ضيعة موقوفة على الذرارى فانهم يملكونها عند ظهورها فمن مات منهم بعده

يورث عنه قسطه كما يأتى فى الكتاب فان الوقف هى الضيعة وهذه نماؤها **فان قلت** اليس قد تقدم

١٣٩٤ فى وضوء الكتاب ما نصه مكروه هو الاسراف فيه الى اخر ما مر نقله **اقول** وبالله التوفيق المراد به الماء

المسبل بمال الوقف كمياه المدارس والمساجد والسقايات التى تملؤ من اوقافها فان هذا الماء لا يملكه

احد ولا يجوز صرفه الا الى جهة عينها الواقف فهذا هو حكم الوقف اما الماء الذى يسبله المرء من ملكه فلا يصير وقفا

سواء كان فى الحباب او الجرار او الحياض او السقايات انما غايته اباحة ينصرف فيها الناس وهو على ملكه فلا يتأتى فيه

مسألة كوز الصبى المذكورة هذا ما ظهر لى وارجو ان يكون هو الصواب باذن الملك الوهاب وله الحمد وعلى حبيبه

١٣٩٥ الكريم واله وصحبه صلاته وسلامه بدوام ملكه بلا عدد ولا حساب امين (٣٠) **اقول** یوہیں مسجد کے

سقائے یا حوض جو اہلِ جماعتِ مسجد کی طہارت کو بھرے جاتے ہیں اگر مالِ وقف سے بھرے گئے ہوں تو مطلقاً جبتک ابتدا سے واقف کی اجازت نہ ہو

اور کسی نے اپنی مِلک سے بھروائے ہوں تو بے اوسکی اجازت قدیم خواہ جدید کے گھر نہیں اون کا پانی اگرچہ طہارت ہی کے لیے لیجانا

روا نہیں طہارت ہو جائیگی مگر گناہ ہوگا اجازت واقف و مالک کی وہی تفصیل ہے جو آب سبیل میں گزری والدلیل الدلیل

جاڑوں میں کہ سقائے گرم کیے جاتے ہیں بعض لوگ گھروں میں پانی لیجاتے ہیں انہیں بہت احتیاط چاہئے کہ غالبًا بے صورت جواز واقع ہوتا ہے اما فی الخانیۃ ثم الھندیۃ من کتاب الشرب ۱۳۹۶ یجوز ان یحمل ماء السقایۃ الی بیتہ لیشرب اھلہ لانہ معد للشرب بدلیل اٰخر وصدرہ اختلفوا فی التوضی بماء السقایۃ جوزہ بعضھم وقال بعضھم ان کان الماء کثیرا یجوز والا فلا وکذا کل ماء اعد للشرب حتی قالوا فی الحیاض التی اعدت للشرب لا یجوز فیہ التوضی ویمنع منہ وھو الصحیح ویجوز ان یحمل الخ بناء علی ان الذی یعد للشرب لا یمنع منہ مخدرات الحجال وبالجملۃ ۱۳۹۷ لا شک ان المبنی العرف فان علمنا ان المسبل للشرب خصہ بالواردین ولو یرضی بحملہ الی البیوت لم یجز ذلک قطعا بل ۱۳۹۸ لو علم خصوص فی المارۃ لم یجز لغیرھم من الواردین کما یفعلہ بعض الجھلۃ فی عشرۃ المحرم بسبیل الماء او الشربۃ لمن معہ الضریح المختلق بدعۃ محدثۃ یسمونہا تعزیۃ فلا یجوز شربہ لغیرھم وان جعلوہ لمن معہ الضریح الفلانی لم یجز لاھل ضریح غیرہ واللہ تعالٰی اعلم ثم رأیت قال فی متفرقات کراھیۃ البزازیۃ حمل ماء السقایۃ الی اھلہ ان ماذونا للحمل یجوز والا لا اھ وھذا عین ما قررت وللہ الحمد (۳۱)

سفر میں طہارت کو پانی پاس ہے مگر اس سے طہارت کرتا ہے تو اب یا بعد کو پیاسا اور کوئی مسلمان یا اوس کا جانور اگرچہ وہ کتا جسکا پالنا جائز ہے پیاسا رہجائیگا یا آٹا گوندھنے یا اتنی نجاست پاک کرنے کو جس سے مانع نماز ہے پانی نہ ملیگا تو ان صورتوں میں بھی اوس پانی سے طہارت اگرچہ ہوجائیگی منع ہے بلکہ اپنے یا دوسرے مسلمان کے ہلاک کا خوف غالب ہو تو سخت حرام ہے ان سب صورتوں میں تیمم کرے اور پانی محفوظ رکھے ہاں جانور کی پیاس کے لیے اگر وضو یا غسل کا پانی کسی برتن میں رکھ سکتا ہے تو طہارت فرض ہے اور تیمم باطل۔

اقول ۱۳۹۹ یونہیں اگر طہارت اس طرح ممکن ہو کہ پانی مستعمل نہ ہونے پائے جس کا طریقہ پرنالے وغیرہ میں وضو کرنیکا ہمنے رجب السابعہ میں بیان کیا تو اعذار مذکورہ سے کوئی عذر مبیح تیمم نہ ہوگا اور طہارت فرض ہوگی کما لا یخفی بحر الرائق و در مختار میں ہے والنظم للدر (من عجز عن استعمال الماء لخوف عدو او عطش) ولو لکلبہ او رفیق القافلۃ حالا او مالا وکذا العجین او ازالۃ نجس وقید ابن الکمال عطش دابتہ بتعذر حفظ الغسالۃ لعدم الاناء (تیمم) رد المحتار میں ہے قولہ ولو لکلبہ قیدہ فی البحر والنھر بکلب الماشیۃ والصید ومفادہ انہ لو لم یکن کذلک لا یعطی ھذا الحکم والظاھر ان کلب الحراسۃ للمنزل مثلھما ط قولہ او رفیق القافلۃ سواء کان رفیقہ المخالط لہ او اٰخر من اھل القافلۃ بحر وعطش دابۃ رفیقہ کعطش دابتہ نوح قولہ حالا او مالا ظرف لعطش او لہ وللرفیق علی التنازع کما قال ح ای الرفیق فی الحال او من یحدث لہ قال سیدی عبد الغنی فمن عندہ ماء کثیر فی طریق الحاج او غیرہ وفی الرکب من یحتاج الیہ من الفقراء یجوز لہ التیمم بل ربما یقال اذا تحقق احتیاجھم یجب بذلہ لھم احیاء لمھجھم قولہ وکذا العجین فلو احتاج الیہ لاتخاذ المرقۃ لا یتیمم لان حاجۃ الطبخ دون حاجۃ العطش بحر قولہ او ازالۃ نجس ای اکثر من قدر الدرھم وفی الفیض

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لومعه مایغسل بعض النجاسة ایلزمه ام قلت فینبغی تقییده بما اذا لم تبلغ اقل من قدر الدرهم فاذا کان فی طرفی ثوبه نجاسة وکان اذا غسل احد الطرفین بقی مافی الطرف الاخر اقل من قدر الدرهم یلزمه ام **اقول** ههنا ابحاث **الاول** علی نجاسة المنزل مساو لطلب الماشیة بل اولی ولطلب الصید ان کان الحاجة الیه للاکل فان المال شقیق النفس والاول اولی وعلی کل هو ثابت منهما بالفحوی فلیس هذا محل الاستظهار ولذا عبرت بکلب الحبل اقتناؤه وفی الحدیث الصحیح الاکلب صید اوزرع او ماشیة **الثانی** قید رفیق القافلة وفاقی فربما تسایر قافلتان او اکثر ولا بعد من فی احدهما رفیق من فی الاخری والحکم لا یختص بمن فی قافلته فان احیاء مهجة المسلم فریضة علی الاطلاق فلذا غیرته بمسلم عبرته **اقول** ویدخل فی الحکم الذمی فیما یظهر فان لهم مالنا وعلیهم ماعلینا نعم الحربی لا حرمة له وحده بل امرنا بافنائه فکیف یلزمنا السعی فی ابقائه ولذا صرحوا ان لو وجد فی بریة کلبا وحربیا یموتان عطشا ومعه ماء یکفی لاحدهما یسقی الکلب ویخلی الحربی یموت ومن الحربیین کل رجل یدعی الاسلام وینکر شیئا من ضروریات الدین ان المرتد حربی کما نصوا علیه وهم مرتدون کما حققناه فی المقالة المسفرة عن حکم البدعة المکفرة **الثالث** التیمم لعطش رفیق سیجیئ یجب تقییده بما اذا تیقن لحوقه وانه امکنه معه والا فلا یجوز التیمم للتوهم **الرابع** تحقق الاحتیاج بمعنی ثبوته عینا لایتوقف علیه وجوب البذل الاتری الی قولهم لخوف عطش وبمعنی ثبوته ذهنا ان ارید به الیقین فکذا فان الظن الغالب ملتحق به فی الفقه او ما یشمله فلا محل للتردد فی ادعلیه یدور الحکم والظن المجرد مثل الوهم **الخامس** حاجة الطبخ لیست دون حاجة العطش اذا لم یتأت الاکل الا بالطبخ الاتری ان حاجة العجن ساوت حاجة العطش لان عامة الناس لا یمکنهم التعیش باستفاف الدقیق فما العجن الا للخبز وما هو الا من الطبخ فالاولی ان یقال ان حاجة المرقة دون حاجة العطش **السادس** قید الزیادة علی درهم مساحة او مثقال زنة فی النجاسة الغلیظة اما الخفیفة فمقدرة بالربع فلا اعتبار بالقدر المانع **السابع** ما بحث السید ش فی تقلیل النجاسة حسن وجیه فلا اعتبار بما لا یبقیه مانعة (۲۳۲ تا ۲۳۸) نابالغ کا بھرا ہوا پانی یہ مسئلہ بہت طویل الذیل و کثیر الشقوق ہے کتابوں میں اسکی تفصیل تام درکنار بہت صورتوں کا ذکر بھی نہیں فقیر بتوفیق القدیر امید کرتا ہے کہ اوس میں کلام شافی وکافی ذکر کرے **فاقول** وباللہ التوفیق پانی تین قسم ہیں مباح غیر مملوک و مملوک غیر مباح و مباح مملوک۔ اول دریاؤں نہروں کے پانی تالابوں جھیلوں ڈبروں کے برساتی پانی مملوک کوئیں کا پانی کہ وہ بھی جب تک بھرا نہ جائے کسیکی ملک نہیں ہوتا جسکی تحقیق ابھی گزری مساجد وغیرہا کے حوضوں سقایوں کا پانی کہ مال وقف سے بھرا گیا اسکا بیان بھی گزرا یہ سب پانی مباح ہیں اور کسیکی ملک نہیں دوم برتنوں کا پانی کہ آدمی نے اپنے گھر کے خرچ کو بھرا یا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بھروا کر رکھا وہ خاص اوسکی ملک ہے بے اوسکی اجازت کے کسیکو اوسمین تصرف جائز نہین یونہی قسم سوم سبیل یا سقایہ کا پانی کہ کسی نے خود بھر لیا اپنے مال سے بھروایا بہرحال اوسکی ملک ہوا اور اوسنے لوگون کے لیے اوسکا استعمال مباح کردیا وہ بعد اباحت بھی اوسیکی ملک رہتا ہے یہ پانی مملوک بھی ہے اور مباح بھی۔ ظاہر ہے کہ قسم اخیر کا پانی بالغ بھرے یا نابالغ کچھ تفاوت احکام نہوگا کہ لینے والا اوسکا مالک ہی نہین ہوتا یونہین قسم دوم مین جبکہ مالک نے بطور اباحت دیا ہان اگر مالک کیا تو فرق احکام آئیگا اور اگر بے اجازت مالک لیا یا دونون قسم اخیر مین مالک بوجہ صغر یا جنون اجازت دینے کے قابل نہ تھا تو وہ آب مغصوب ہے۔ زیادہ تفصیل طلب اور یہان مقصود بالبحث قسم اول ہے اسکے لیے تنقیح اول ف اون اصول پر نظر لازم جو اموال مباحہ جیسے آبِ کو ریا جنگل کی خودرو گھاس پیڑ پھل پھول وغیرہا پر حصول ملک کے لیے ہین کتب مین اوسکے جزئیات متفرق طور پر مذکور ہوئی جن سے نظر حاضر ایک ضابطہ تک پہنچنے کی امید رکھتی ہے واللہ الہادی ف۱۴۰۹ **فاقول** وبہ استعین

یہ تو ظاہر ہے کہ مباح چیز احراز و استیلا سے ملک ہو جاتی ہے اول جس کا ہاتھ اوسپر پہنچا اور اوسنے اپنے قبضہ مین کرلیا اوسیکی ملک ہوجائیگی مگر یہ قبضہ کبھی دوسرے کی طرف منتقل ہوتا اور اوسکا قبضہ ٹھہرتا ہے اسکی تفصیل ف یہ ہے کہ مباح کا لینے والا دو حال سے خالی نہین اوس شے کو اپنے لیے لیگا یا دوسرے کے لیے برتقدیر ثانی بطور خود یا اوسکے کہے سے برتقدیر ثانی بلا معاوضہ یا باجرت برتقدیر ثانی وہ اوس دوسرے کا اجیر مطلق ہے جیسے خدمتگار یا خاص اسی مباح کی تحصیل کے لیے اجیر کیا برتقدیر ثانی اجارہ وقت معین پر ہوا مثلاً آج صبح سے دوپہر تک یا بلا تعین برتقدیر ثانی وہ شی مباح متعین کردی تھی مثلاً یہ خاص درخت یا یہان سے یہانتک کے یہ دس پیڑ یا اس قطعہ مخصوصہ کا سبزہ یا اس حوض کا سارا پانی یا یہ تعیین بھی نہ تھی برتقدیر ثانی اجیر قبول کرتا ہے کہ یہ شی مین نے مستاجر کیلیے لی یا نہین برتقدیر ثانی اگر اوس شے کا احراز مثلاً کسی ظرف مین ہوتا ہو تو وہ ظرف مستاجر کا تھا یا نہین یہ صورتین ہوئین صورت اولیٰ مین تو ظاہر ہے کہ وہ شے اوسی قبضہ کرنے والے کی ملک ہوگی دوسرے کو اوس سے علاقہ ہی نہین یونہین صورت دوم مین بھی کہ شرع مطہر نے سبب ملک استیلا رکھا ہے وہ اوسکا ہی ہے دوسرے کے لیے محض نیت اس ملک کو منتقل نکریگی فتح القدیر مین ہے لوقیل علیہ ہذا اذا استولی علیہ بقصدہ لنفسہ فاما اذا قصدہ للغیر فلا یکون للغیر یجاب بان اطلاق نحو قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الناس شرکاء فی ثلث لایفرق بین قصد و قصد اھ وکتبت علیہ

اقول ف۱۴۱۰ الاحراز سبب الملک وقد تم لہ فملکہ ولا ینتقل الی الغیر بمجرد القصد کمن شری غیر مضاف الی زید ونیتہ انہ یشتریہ لزید لم یکن لزید اسیطرح صورت سوم مین بھی کہ تحصیل ف مباح کے لیے دوسرے کو اپنا نائب وکیل و خادم و معین بنانا باطل ہے درمختار کتاب الشرکۃ فصل شرکت فاسدہ مین ہے التوکیل فی اخذ المباح لایصح جامع الفصولین فصل کراہیت مین ہے الاستخدام فی الاعیان المباحۃ باطل فتح القدیر مین ہے الشرع جعل سبب ملک المباح

https://www.facebook.com/darahlesunnat

سبق الید الیہ فاذا وکل بہ فاستولی علیہ سبق ملکہ لہ ملک الموکل ہندیہ اجارات باب ۱۶ امین قنیہ۔

قال نصیر (ھو ابن یحیی) قلت (ای للامام ابی سلیمٰن الجوزجانی رحمہما اللّٰہ تعالٰی) فان استعان بانسان یحتطب و یصطاد لہ (ای من دون اجر) قال الحطب والصید للعامل کذا ضربۃ القانص قال استاذنا (وھو البدیع استاذ الزاھدی) وینبغی ان یحفظ ھذا فقد ابتلی بہ العامۃ والخاصۃ یستعینون بالناس فی الاحتطاب و الاحتشاش وقطع الشوک والحاج واتخاذ المجمدۃ فیثبت الملک للاعوان فیھا ولا یعلم الکل بہ فینفقونھا قبل الاستیثاق بطریقہ او الاذن فیجب علیہم مثلھا او قیمتھا وھم لا یشعرون لجہلھم و غفلتھم اعاذنا اللّٰہ عن الجہل ووفقنا للعلم والعمل **اقول** ۱۴۱ وقولہ لا یعلم الکل بھا اشارۃ الی الجواب عن سؤال وھو انھم اذا اتوا بہ الی المستعین واعطوہ واخذ کان ھبۃ بالتعاطی فاجاب بانہ کان یکون لو علموا ان الملک قد ثبت للاعوان فیکون الاعطاء والاخذ ایجاب الھبۃ وقبولھا لکنھم جمیعا عنہ غافلون وانما یحسبون المعونۃ فی کفایۃ المؤنۃ کمن ارسل احدا الی دارہ لیحمل منھا کرسیا مثلا ویاتیہ بہ

اقول ۱۴۲ ھو کما قال لکن الاذن ثابت لا شک فھم انما ینوون الاخذ لہ ولا یمنعون دفعہ الیہ والتصرف فیہ والغصب منہ حتی یجب الضمان فان قلت ۱۴۳ لا یحسبون انفسھم ملاکہ وھو یاخذہ بجعل نفسہ کانہ ھو المستولی علیہ بدء فیتصرف فیہ علی انہ ملکہ فلم یتحقق الاذن لانھم لا یدرون انہ لھم ویجعلونہ لہ حتی یاذنوا لہ فی التصرف وانما یظن ویظنون انہ المالک لہ ولا عبرۃ بالظن البین خطؤہ کمن حسب ان الشیء الفلانی فی دائم زید عند ابیہ فاداہ الی ارشیہ فتصرف ثم تبین انہ لابیہ لا لزید فان لہ ان یرجع علیھم بہ قائما او بضمانہ ھالکا فی العقود الدریۃ من کتاب الشرکۃ من دفع شیئا لیس بواجب علیہ فلہ استردادہ الا اذا دفعہ علی وجہ الھبۃ واستھلکہ القابض کما فی شرح النظم الوھبانی وغیرہ من المعتبرات اھ وفیہا کما فی الخیریۃ من کتاب الوقف قد صرحوا بان من ظن ان علیہ دینا فبان خلافہ یرجع بما ادی ولو کان قد استھلکہ یرجع ببدلہ اھ **اقول** ۱۴۴ ھذا فیما لو علم انہ لیس للمدفوع الیہ لم یدفع الیہ اما ھنا فانما یاتون بہ لہ ولو علموا ان الملک یقع لھم لم یتخلفوا عن اعطائہ لہ فرضاھم بتصرفہ فیہ ثابت علی کل تقدیر ولھذا لم یکترث بہ الخاصۃ فضلا عن العامۃ کما اعترف بہ فلا وجہ لنسبتھم الی الجہل والغفلۃ واقامۃ النکیر ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللطیف الخبیر

تنبیہ اقول ۱۴۵ یہ بلا معاوضہ تین صورتوں کو شامل ہے ایک یہ وہ اسکا اجیر ہی نہ ہو دوسرے یہ کہ اسکا اجیر تو ہے مگر اس کام پر نہیں کسی اور خاص کام پر ہے تو یہ بلا معاوضہ ہی ہوا تیسرے

یہ کہ مطلق کام خدمت پر نوکر ہے جسمیں یہ کام بھی داخل مگر نوکری کے غیر وقت میں اوس سے اس کام کیلئے کہا مثلاً دن کا نوکر ہے اوس سے رات کو پانی بھروایا کہ یہ وقت بھی بلا معاوضہ ہے ولہذا ہمنے ان صورتوں کو تشقیق میں نہ لیا صورت چہارم میں وہ مباح آقا کی مِلک ہوگا یعنی جبکہ اوس کی نوکری کے وقت میں یہ کام لیا اور نہ صورت سوم میں داخل ہے کما مر اس صورت میں مِلک آقا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نوکری کے وقت میں نوکر کے منافع اوسکے ہاتھ بکے ہوئے ہیں اور اسکا اوسکے حکم سے قبضہ بعینہٖ اوسکا قبضہ ہے جیسا یہیں ہے (الاجیر الخاص الذی یستحق الاجرۃ بتسلیم نفسہ فی المدۃ وان لم یعمل کمن استؤجر شہرا للخدمۃ اولرعی الغنم) وانما سمی اجیر وحد لانہ لایمکنہ ان یعمل لغیرہ لان منافعہ فی المدۃ صارت مستحقۃ لہ والاجر مقابل بالمنافع ولھذا یبقی الاجر مستحقا وان نقض العمل (ا ضمان علی ماتلف من عملہ) ان المنافع متی صارت مملوکۃ للمستأجر فاذا امرہ بالتصرف فی ملکہ صح ویصیر نائبا منابہ فیصیر فعلہ منقولا الیہ کانہ فعلہ بنفسہ فلھذا لایضمنہ یونہیں صورت پنجم میں اور اجیر اجر مقرر کا مستحق ہوگا کہ یہ اجارہ صحیح ہے اور صورت ششم میں بھی وہ شے مباح مِلک مستاجر ہوگی مگر اجیر اجر مثل پائیگا جو مسمّٰی سے زائد نہو کہ یہ اجارہ فاسدہ ہے

اقول ۱۴۲۶ ویظھر لی ان الوجہ فیہ واللہ تعالٰی علم ان الاجارۃ اما علی العمل اعنی التصرف فی شیئ من النقل والحمل والقطع والقلع وغیر ذلک وھو فی الاجیر المشترک والمقصود فیہ حصول ذلک التصرف کیفما کان ولذا لم یتقید بعمل الاجیر نفسہ واما علی منافع الاجیر وھو فی الاجیر الخاص والاجارۃ فی المباحات لاتعقل علی الوجہ الاول لانھا لاتختص بالمستأجر ونسبتھا الی الکل سواء فکیف یکون حصول تصرف فیھا موجبا للاجر علی المستأجر بل انما الاجر مقابل فیھا بمنافع الاجیر حیث یرید المستأجر ان یستعملہ فی حاجتہ فلا یکون الا اجیر وحد ولا تتقدر منافعہ الا بتعیین المدۃ فاذا لم تذکر بقی المعقود علیہ مجہولا ففسد ولذا لوکان الشیئ ملک المستأجر کان یقول اقطع شجرتی ھذہ بدرھم جاز کما یأتی واللہ تعالٰی اعلم فتاوٰی عالمگیریہ میں قنیہ سے ہے قال نصیر سألت اباسلیمٰن عمن استأجر رجلا یحتطب لہ الی اللیل قال ان سمی یوما جاز والحطب للمستأجر ولو قال ھذا الحطب فالاجارۃ فاسدۃ والحطب للمستأجر وعلیہ اجر مثلہ ولو کان الحطب الذی عینہ ملک المستأجر جاز

اقول ۱۴۲۷ والمراد اجر المثل بالغا ما بلغ ان لم یسم معینا والا فالاقل منہ ومن المسمی کما ھو الاصل المعروف فلذا عولت علیہ وسیأتی التصریح بہ تنویر الابصار ودرمختار میں ہے استأجرہ لیصید لہ اولیحتطب لہ فان وقت لذلک وقتا جاز والا لا فلو لم یوقت وعین الحطب فسد الا اذا عین الحطب وھو ای الحطب (ملکہ فیجوز) مجتبی وبہ یفتی صیرفیہ اھ قال العلامۃ ش قولہ والا ای والحطب للعامل ط قولہ فسد قال فی الھندیۃ ولو قال ھذا الحطب الی اخر مانقلنا قال قولہ وبہ یفتی صیرفیہ قال فیھا ان ذکر الیوم

فالعلف للآمر والا فللمأمور وهذه رواية الحاوي وبه يفتي قال في المنح وهذا يوافق ما قدمناه عن المجتبى و
من شرح مولانا عليه في المختصر اه **اقول** ۱۴۱۸ ههنا تنبيهان **الاول** كون الحطب للعامل اذا لم يوقت
على ما في الصيرفية وتبع اطلاقها الفاضلان ط و ش محله ما اذا لم يعين الحطب ايضا والا كان للآمر كما قدمنا
عن الهندية عن القنية عن نصير عن ابي سليمن وقد نقلاه ايضا واقراه وفي غمز العيون استأجره ليصيد له
او ليحتطب جاز ان وقت بان قال هذا اليوم او هذا الشهر ويجب المسمى لان هذا اجير وحد وشرط صحته بيان
الوقت وقد وجد وان لم يوقت ولكن عين الصيد والحطب فالاجارة فاسدة لجهالة الوقت فيجب اجر المثل و
ما حصل يكون للمستأجر كذا في الولوالجية اه وفي خزانة المفتين رجل استأجر اجيرا ليخيط له الى الليل
بدرهم جاز وكذا ليصطاد له الى الليل او ليحتطب جاز ويكون الحطب والصيد للمستأجر ولو قال ليصطاد هذا
الصيد او ليحتطب هذا الحطب فهو اجارة فاسدة والحطب والصيد للمستأجر وعليه للاجير اجر المثل ولو استعان
من انسان في الاحتطاب والاصطياد فان الصيد والحطب يكون للعامل اه وفي الهندية عن محيط السرخسي عن
محمد رحمه الله تعالى فيمن قال لغيره اقتل هذا الذئب وهذا الاسد ولك درهم والذئب والاسد صيد فله اجر مثله لا
يجاوز به درهما والصيد للمستأجر اه وبالجملة النقول فيه مستفيضة ف۲ فما كان ينبغي اطلاق كون الحطب
للعامل عند عدم التوقيت لشموله صورة تعيين الحطب ف۳ وقد ذكرها الشارح تفريعا عليه بل ف۴ اشار اليها الماتن
ايضا كما ترى **والثاني** وقع في الهندية عن القنية قبل ما نقلناه متصلا به ما نصه استأجر ليقطع له
اليوم حاجا ففعل لا شيء عليه والحاج للمأمور قال نصير سألت ابا سليمن الخ وكتبت عليه ما نصه
اقول ۱۴۱۹ انظر ما وجهه فانه اجير وحد وشرطه بيان المدة وقد وجد كما في الغمز وش وقد قال عن ابي سليمن
بعد ان سمى يوما جاز وذكر بعده باسطر عن محيط السرخسي لو استأجر ليصيد له او ليغزل له او للخصومة او
تقاضي الدين او قبض الدين لا يجوز فان فعل يجب اجر المثل ولو ذكر مدة يجوز في جميع ذلك اه ۱۴۲۰ ثم ظهر لي تأويله
ان ليس المراد باليوم الوقت المعلوم الممتد الى غروب الشمس بل هو فيه بمعنى الظرفية اي يقع القطع في هذا
اليوم فهو للاستعجال مثل خطه لي اليوم بدرهم في الهداية ف من استأجر رجلا ليخبز له هذه العشرة
المخاتيم من الدقيق اليوم بدرهم فهو فاسد عند ابي حنيفة وقال ابو يوسف ومحمد رضي الله تعالى عنهم
جاز لانه يجعل المعقود عليه عملا وذكر الوقت للاستعجال تصحيحا للعقد وله ان المعقود عليه مجهول
لان ذكر الوقت يوجب كون المنفعة معقودا عليها وذكر العمل يوجب كونه معقودا عليه ولا ترجيح

ونفع المستأجر فی الثانی ونفع الاجیر فی الاول فیفضی الی المنازعۃ وعن ابی حنیفۃ انہ یصح الاجارۃ اذا قال فی الیوم وقد سمی عملا لانہ للظرف فکان المعقود علیہ العمل بخلاف قولہ الیوم وقد مر مثلہ فی الطلاق اھ اوالاظہر ان القنیۃ ذکرت ھذا برمز نجم ومزبرلا فخر وذکرت ما عن نصیر فیکون ھذا قول البعض علی خلاف ما علیہ الناس وعلی خلاف ما علیہ الفتوی کما فی الصیرفیۃ ومن عادۃ الھندیۃ نقل عبارۃ القنیۃ بحذف الرموز فتصیر الاقوال کقول واحد کما نبہت علیہ فی بعض ما علقت علیھا و اللہ تعالی اعلم صورت ہفتم خود ظاہر ہے کہ اوسکے اقرار سے ملک مستاجر ہے **اقول**[۱۴۲۲] وذلک لان الاجیر عامل للغیر وقد اعترف انہ عمل علی وجہ الاجارۃ واخذہ للمستأجر تو یہی صورت ہشتم میں کہ ظرف مستاجر میں احراز دلیل ہے کہ مستاجر کے لیے ہے جامع الصغار میں ہے الاجیر اذا حمل الماء یکون للمستأجر یکون ھو للمستأجر یہی صورت نہم ظاہر ہے کہ اسمیں ملک اجیر ہے **اقول**[۱۴۲۳] اور اوسپر تقریر دلیل یون کہ یہ اجیر نہ بیان مدت کے ساتھ اپنے منافع بیچ چکا ہے کہ اسوقت بین اوسکا کام خواہی نخواہی آمر کے لیے ہو نہ شے کی تعیین ہوئی کہ بوجہ قبول اوسکا پابند ہو تو وہ اپنی آزادی پر ہے کیا ضرور ہے کہ اسوقت جو اوسنے لیا بربنائے اجارہ بغرض مستاجر لیا ہو نہ وہ مقر ہے نہ ہشتم کی طرح کوئی دلیل ظاہر ہے لہذا ملک اجیر ہی ہے واللہ تعالی اعلم **اقول**[۱۴۲۴] ویترائی لی ان مثل الاستیلاء عند الفقہاء کمثل الشراء مھما وجد نفاذ انفذ فاذا وکلہ بشراء عبد والموکل لم یعین العبد ولا الوکیل اضاف الیہ العقد ولا وقع من مالہ النقد ولا اقر انہ شراہ لہ فانہ یکون للمشتری لا لمن وکلہ والمسألۃ فی الھدایۃ والدر وعامۃ الاسفار الغر فالتوقیت ھھنا کالاضافۃ ثمہ اتفاقا فعلہ الی الامر کما مر والاحراز بظرفہ کالنقد من مالہ والاقرار الاقرار والتعیین التعیین واللہ سبحنہ وتعالی اعلم بالجملہ یہ نو صورتیں ہیں جنمیں سے چار میں وہ شے مباح لینے والے کی ملک ہی اور پانچ میں دوسری کی یہ حکم لینے والا حر ہو ورنہ مملوک کسی شے کا مالک نہیں ہوتا اوسکا جو کچھ ہے اوسکے مولی کا ہے ھذا ما ظھر لی نظرا فی کلماتھم وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالی **تنقیح دوم**[۵] یہ اصول مطلق استیلائے مباح میں ہوئے یہاں کہ گفتگو نابالغ میں ہے یہ بھی دیکھنا ضرور کہ اوسکے والدین اگر اوس سے کوئی شے مباح مثلا کوئیں سے پانی یا جنگل سے پتے منگائیں تو اوس نسبت بنوت کے سبب احکام مذکورۂ استیلا میں کوئی تفاوت آئیگا یا نہیں اگر آئیگا تو کیا۔ اسمیں علما کے تین قول ہیں اول کہ زیادہ مشہور ہے یہ کہ والدین کو بھی مباحات میں استخدام کا اختیار نہیں صبی اگرچہ انکے حکم سے انہیں کے لیے لینے کو ظرف میں لے خود ہی مالک ہوگا اور والدین کو اوسمیں تصرف حرام مگر بحالت محتاجی۔ **اقول**[۱۴۲۵] یعنی بحالت فقر

بلا قیمت اور بحالت احتیاج حاضر مثلاً سفر میں ہوں اور مال گھر میں تو بعوض قیمت تصرف کر سکتے ہیں۔ ذخیرہ و منیہ پھر سراج للخ
پھر حموی کنز پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے لو امر صبیا ابوہ او امہ بان یاتیہما بالماء من الوادی او الحوض فی کوز فجاء به لا یحل لابویه
ان یشربا من ذلك الماء اذا لم یکونا فقیرین لان الماء صار ملکہ ولا یحل لہما الاکل من ماله بغیر
حاجة۔ جامع احکام الصغار پھر حموی اشباہ و تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے اذا احتاج الاب الی مال ولدہ فان کانا فی
المصر واحتاج لفقرہ اکل بغیر شیئ وان کانا فی المفازۃ واحتاج الیہ لانعدام الطعام معہ فلہ الاکل بالقیمۃ
جامع الفصولین میں فوائد امام ظہیر الدین سے ہے لو کان الاب فی فلاۃ ولہ مال فاحتاج الی طعام ولدہ اکلہ بقیمۃ
لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الاب احق بمال ولدہ اذا احتاج الیہ بالمعروف والمعروف ان یتناولہ بغیر شیئ لو
فقیرا والا فبقیمۃ۔ مگر اس اجازت سے احکام مذکورہ استیلا میں کوئی تغیر نہ ہوا کہ ملک نابالغ ہی کی قرار پائی ماں باپ کو
قیمتہً یا مفت اوس میں تصرف کی اجازت کچھ اسی مال استیلا سے خاص نہیں صبی کی ہر ملک میں ہے دوم فقیر والدین کی طرح
غنی ماں باپ کو بھی بچہ سے ایسی خدمت لینے کا حق ہے اور وہ اپنی اونھیں روا کہ عرف و رواج مطلق ہے یا امام محمد سے ایک روایت ہے
ذخیرہ اور اوسکے ساتھ کی کتابوں میں بعد عبارت مذکورہ ہے وعن محمد یحل لہما ولو غنیین للعرف والعادۃ۔ ۴۲۶ **اقول**
اس تقدیر پر ظاہر ہوتا کہ جو مباح صبی نے فرمائش والدین سے لیا اوسکے مالک والدین ہی ٹھہریں ورنہ بحال غنا اونکو تصرف
ناروا ہوتا قال تعالی ومن کان غنیا فلیستعفف تو یہ روایت صور گانہ استیلا سے صورت سوم کے حکم میں والدین کا
استثنا کرتی مگر امام محمد ہی سے ایسی ہی نادر روایت آئی ہے کہ اگر بچہ کھانے پینے کی چیز اپنے ماں باپ کو ہدیۃً دے تو وہ والدین کیلیے
مباح ہے تو یہ روایت بھی احکام مذکورہ پر کچھ اثر نہ ڈالیگی کہ ملک صبی ہی ٹھہرا جامع احکام الصغار میں ہے فی ھبۃ فتاوی القاضی
ظہیر الدین رحمہ اللہ تعالی اذا اھدی الصغیر شیئا من المأکولات روی عن محمد رحمہ اللہ تعالی انہ یباح لوالدیہ
وشبہ ذلك بضیافۃ المأذون واکثر مشایخ بخاری علی انہ لا یباح اسیطرح شامی میں تاتارخانیہ و ذخیرہ سے ہے
اس روایت کی تحقیق بعونہ تعالی عنقریب آتی ہے اور یہ کہ وہ اس مقام سے بیعلاقہ ہے مگر اقرب یہی ہے کہ یہ روایت والدین کے لیے
اباحتِ تصرف کرتی ہے نہ کہ اثباتِ ملک تو ضابطہ بحال ہے سوم اگر ماں باپ کے برتن میں لیا تو وہ مالک ہونگے ورنہ صبی جیسے اجیر
۴۲۷ **اقول** یعنی جسکا نہ وقت معین کیا نہ کسی معین شے کے لیے اجیر نہ اوسنے مستاجر کے لیا قرار کہ ان حالتوں میں
ظرف پر لحاظ نہیں جامع الصغار میں ہے فی بیوع فوائد صاحب المحیط الاب او الام اذا امر ولدہ الصغیر لینقل
الماء من الحوض الی المنزل الیہ ودفع الیہ الکوز فنقل قال بعضهم الماء الذی فی الکوز یصیر ملکا للصبی حتی
لا یحل للاب شربہ الا عند الحاجۃ لان الاستخدام فی الاعیان المباحۃ باطل وقال بعضهم ان کان الکوز

ملكا للاب يصير ملكا للاب ويصير الابن معينا لابيه كالاجير اذا حمل الماء يكون للمستأجر يكون مجرد المستاجر

كذا هذا **اول** کو دو سید علامہ طحطاوی وشامی نے نقل کرکے فرمایا اسمیں حرج عظیم ہے اور واقعی حرج ہے اور حرج نص قرآنی سے مدفوع ہے وحاول ش ان يوجهه بالدليل فنازع بان للاب ان يستخدم ولده قال في جامع الفصولين ف۱ للاب ان يعير ولده الصغير ليخدم استاذه لتعليم الحرفة وللاب ف۲ او الجد او الوصي استعماله بلا عوض بطريق التهذيب والرياضة اھ قال لكن يقال لا يلزم من ذلك عدم ملكه لذلك الماء المباح ف۳ ان امره به ابوه والله تعالٰى اعلم اھ **اقول** ۱۴۲۸ الجواب ف۴ صحيح نظيف ما كان يستاهل التزييف بل كان ف واضحا من قبل فلم يكن للسؤال محل بل ف۵ السؤال ساقط من اسه فهم انه ينكره جواز الاستخدام للاب لكن ذلك حيث يصح ويتحقق فان الشيئ انما يجوز بعد ما يصح والباطل لا وجود له وقد علمت انه في الاعيان المباحة باطل وبه ۱۴۲۹ انكشف ايهام ما وقع في كلامه في كتاب الشركة حيث كان في التنوير والدر ف۶ تفسخ شركة في احتطاب واحتشاش واصطياد واستقاء وسائر مباحات لتضمنها الوكالة والتوكيل في اخذ المباح لا يصح وما حصله احدهما فله وما حصلاه معا فلهما نصفين ان لم يعلم ما لكل وما حصله احدهما باعانة صاحبه فله ولصاحبه اجر مثله اھ فكتب رحمه الله تعالٰى على قوله وما حصلاه فلهما يؤخذ من هذا ما افتى به في الخيرية ف۷ لو اجتمع اخوة يعملون في تركة ابيهم ونما المال فهو بينهم سوية ولو اختلفوا في العمل والرأي اھ قال ثم هذا في غير الابن مع ابيه لما في القنية الاب ف۸ وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيئ فالكسب كله للاب ان كان الابن في عياله لكونه معينا له اھ **اقول** ۱۴۳۰ ف۹ فايراده هذا الفرع في هذا المبحث بما يوهم ان لو اجتمع رجل وابنه في عياله في تحصيل مباح كان كله للاب ويجعل الابن معينا له وليس كذلك ف۱۰ فان الشرع المطهر جعل في المباح سبب الملك الاستيلاء فمن استولى فهو المالك ولا ينتقل الملك الى غيره الا بوجه شرعي كهبة وبيع ولا ينسلخ عن الغير الا بوجه شرعي لكونه عبده او اجيره عليه اما الاعانة مجانا فهي الخدمة وقد علمت بطلان الاستخدام في تملك الاعيان وكتب على قوله باعانة صاحبه سواء كانت الاعانة بعمل كما اذا اعانه في الجمع او القلع او الربط او الحمل او غيره او بالة كما لو دفع له بغلا او راوية ليستقي عليها او شبكة ليصيد بها حموي وقهستاني ط اھ **اقول** ۱۴۳۱ ف۱۱ فلا يتوهم منه الاعانة في قلع الحطب بان يقلع البعض هذا والبعض هذا الآخر هو تحصيلهما بل المعنى ف۱۲ انه وضع يده معه يدا في القلع حتى ضعف تعلقه فقلعه المعان او عمل هذا اولا وتركه قبل ان ينقلع ثم عمد ذاك فقلعه يكون الاول معينا والملك للقالع ولكن ف۱۳ استقى من بئر فاذا دنا الدلو من رأسه اخرجها ونحاها عن رأس البئر غيره فان الملك للثاني ف۱۴ وكذلك اذا اتاه احد بصيد وجاء به على آخر

ف۱۳ مسئلہ کوئیں سے پانی ایک نے بھرا ابھی باہر نہ نکالا تھا کہ دوسرے نے ڈول لے کر کوئیں سے باہر نکال لیا اس پانی کا یہ تو اجر بھی نہیں۔

فلذن کان للاخذ وما احسن وابعد عن الایھام عبارۃ الھندیۃ حیث قال وان عمل احدھما واعانہ الآخر فی عملہ بان قلعہ احدھما وجمعہ الآخر او قلعہ وجمعہ وحملہ الآخر فللمعین اجر المثل دوم کہ نص محرر المذہب مروی نظر ظاہر گمان کریگی کہ بہت کتب معتمدہ مشہورہ نے اوسپر اعتماد کیا فتاوٰی اہل سمرقند پھر فتاوٰی خلاصہ میں اوسکے حوالہ سے ہے اذا وھب للصغیر شیئا من المأکول یباح للوالدین ان یاکلا منہ کذا روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی وجیز کردری میں ہے وھب للصغیر من المأکول شیئا یباح للوالدین ان یاکلا منہ فتاوٰی بزازیہ میں ہے اذا وھب للصبی شیئا من المأکول قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی مباح للوالدین ان یاکلا منہ وقال اکثر مشایخ بخارٰی لایحل لھما اقول وتفرد بتعبیر قال محمد فان عبارۃ الھندیۃ روی عنہ واللہ تعالٰی اعلم فتاوٰی ظہیریہ پھر غمز العیون میں ہے اذا اھدی للصغیر شیئ من المأکولات روی عن محمد انہ یباح للوالدین وشبہ ذلک بالضیافۃ واکثر مشایخ بخارٰی علی انہ لایباح بغیر حاجۃ الخ بحرالرائق میں ہے یباح للوالدین ان یاکلا من المأکول الموھوب للصغیر کذا فی الخلاصۃ فافاد ان غیر المأکول لایباح لھما الا عند الاحتیاج کما لایخفی درمختار میں ہے وفیھا ای فی السراجیۃ یباح للوالدین ان یاکلا من مأکول وھب لہ وقیل لا انتھی فافاد ان غیر المأکول لایباح لھما الا لحاجۃ الخ اقول وکانہ اخذہ من ان العمل بقول اصحاب الامام اذا لم یوجد عنہ قول والا فیوازیہ قول المشایخ وان کثروا کما ذکرنا نصوصہ فی رسالتنا اجلی الاعلام بان الفتوٰی مطلقا علی قول الامام لاسیما وقد عبرہ بقال محمد واللہ فلیس فی السراجیۃ الا قیل کما اسمعناک نصھا تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے وعن محمد نصا انہ یباح وفی الذخیرۃ واکثر مشایخ بخارٰی علی انہ لایباح اسیطرح جواہر اخلاطی وہندیہ میں ہے جامع الصغار کی عبارت اوپر گزری اقول مگر نظر دقیق حاکم ہے کہ دونوں روایتیں کہ امام محرر المذہب رحمہ اللہ تعالٰی سے ہیں لیکن اس روایت اور ان عبارات کو اوس روایت سے علاقہ نہیں یہاں وہ شے ملک صبی نہیں بلکہ دوسرے نے صبی کے نام ہدیہ بھیجی ہے اور عادت فاشیہ جاریہ ہے کہ کھانے پینے کی تھوڑی چیز بچوں ہی کے نام کرکے بھیجتے ہیں اور مقصود ماں باپ کو دینا ہوتا ہے اوریہ تو قطعًا نہیں ہوتا کہ ماں باپ پر حرام سمجھتے ہوں اس عرف کا انتشار تام و عام دیکھکر مطلق حکم فرمایا یا کہیں تفصیل و توضیح فرمادی فتاوٰی سمرقند پھر تاتارخانیہ پھر شامیہ نیز کتاب التجنیس والمزید پھر جامع الصغار میں ہے اذا اھدی الفواکہ الی الصبی الصغیر یحل للاب والام الاکل اذا ارید بذلک بر الاب والام لکن اھدی الی الصغیر استصغارا للھدیۃ ملتقطا پھر اشباہ کی تعبیر اور احسن ہے جس سے اوس عادت کا فاشیہ ہونا روشن ہے حیث قال اذا اھدی للصبی شیئ وعلم انہ لہ فلیس للوالدین الاکل منہ لغیر حاجۃ اقول بنی المنع علی علم انہ للصغیر فافاد الاباحۃ اذا لم یعلم شیئ ردا الی العادۃ الفاشیۃ امام ظہیرالدین نے ان عبارات مطلقہ کی دلیل بیان فرماکر اس امر کا تصفیہ فرمادیا ظہیریہ پھر عالمگیریہ میں ہے

اهدى للصغير الفواكه يحل للوالدين اكلها لان الاهداء اليهما وذكر الصبي لاستصغار الهدية اهـ اقول ١٤٣٦ ومن ههنا ظهر ان ما تقدم عن جامع الصغار عن الظهيرية اذا اهدى الصغير شيئا من الماكولات ان لم يكن عن نقله بالمعنى لان المسألة في سائر الكتب فيما وهب شيئ للصغير وقد نقل عن الظهيرية نفسها في الغمز بلفظ اذا اهدى للصغير شيئ كما سمعت فليس مراده الاهداء مما اهدى اليه ان يبتدئ الصبي فيهدى من ملكه شيئا و الدليل عليه قوله شبه ذلك بضيافة للماذون فالماذون لا يضيف من مال نفسه بل مولاه ومولاه انما اذن في ١٤٣٨ التجارة لكن العوائد قضت ان امثال الضيافات لا بد منها في التجارات فكان اذنه في التجارة اذنا فيها كذلك الصبي لا يهدى من مال نفسه بل مال المهدى والمهدى انما سمى الصبي لكن فشت العوائد ان امثال الهدايا يمنع عنها ابواه فكان اهداؤه اليه اهداء اليهما اقول ١٤٣٩ والوجه فيه ان الماكولات مما يتسارع اليها الفساد فيكون اذنا من المهدى لهما في التناول دلالة وذلك بان يقع الملك لهما بخلاف ما يدخر فظهر اصابة البحر والدر في قولهما افاد ان غير الماكول لا يباح لهما الا لحاجة واندفع ما وقع للعلامة ش حيث قال بعد نقل ما مر عن التتارخانية عن فتاوى سمرقند قلت وبه يحصل التوفيق ويظهر ذلك بالقرائن وعليه فلا فرق بين الماكول وغيره بل غيره اظهر اهـ اى فان ارادة الولد بهبة الماكول اظهر واكثر فاذا ساغ الاكل ثمه عند عدم دليل يقضى باختصاص الهدية بالولد فههنا اولى وقد عرفت الجواب وبالله التوفيق بالجملہ یہ روایات غیر ملک صبی ہیں اور یہاں کلام ملک صبی میں ہے یہ مباح پانی بلا شبہہ بھرنے والے کی ملک ہوگا جبکہ بروجہ اجارہ نہ ہو اور صبی کی ملک الدین گو بے احتیاج حلال نہیں مقتضائے نظر فقہی تو یہ ہے اقول ١٤٤٠ وباللہ التوفیق مگر شک نہیں کہ عرف و عادت اسکے خلاف ہے اور وہ بھی دلائل شرعیہ سے ہے تو مناسب کہ اسے قلیل عفو قرار دیں جس پر قرآن و حدیث سے دلیل ہے قال اللہ عزوجل ویسألونک عن الیتمی قل اصلاح لہم خیر وان تخالطوہم فاخوانکم واللہ یعلم المفسد من المصلح ١٤٤١ اس آیت میں احد التفسیرین پر یتیم کے ساتھ جواز مخالطت مال ہے اور ظاہر کہ بحال مخالطت کامل امتیاز قریب محال ہے تفسیرات احمدیہ میں ہے وفی الزاہدی قال ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما المخالطۃ ان تاکل من تمرہ ولبنہ وقصعتہ وھو یاکل من تمرتک ولبنک وقصعتک والایۃ تدل علی جواز المخالطۃ فی السفر والحضر یجعلون النفقۃ علی السواء ثم لا یکرہ ان یاکل احدہم اکثر لانہ لما جاز فی اموال الصغار فجوازہا فی اموال الکبار اولی ھذا لفظہ فاحفظہ فانہ نافع وحجۃ علی کثیر من المتعصبین فی زماننا اھ اقول ١٤٤٣ فاذن ما فی جامع الصغار عن فتاوی رشید الدین من باب دعوی الاب والوصی لو لم تکن الام محتاجۃ الی مالہ ولکن خلطت مالہا بمال الولد واشترت الطعام واکلت مع الصغیر ان اکلت مقدار حصتہا لا یجوز لانہما اکلت مال الیتیم اھ

مسئلہ ۱ غلام کو تجارت کا اذن دیا ...

مسئلہ ۲ ...

معروضۃ العلامۃ ش

مسئلہ ...

النور و النورق

معناہا الزیادۃ المتبیعۃ۔ وفی جامع الرموز عن الباب المذکور من الفتاوی المزبورۃ قیل ھذا صبی یحصل المال ویدفع الی امہ والام تنفق علی الصبی وتأکل معہ قلیلا نحو لقمۃ او لقمتین من غیر زیادۃ لا یکرہ۔ صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے ہے: قال کنت العب مع الصبیان فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فتواریت خلف باب فجاء فحطأنی حطأۃ وقال اذھب ادع لی معویۃ۔ امام نووی شرح میں فرماتے ہیں: فیہ جواز ارسال صبی غیرہ ممن یدل علیہ فی مثل ھذا، ولا یقال ھذا تصرف فی منفعۃ الصبی لان ھذا قدر یسیر ورد الشرع بالمسامحۃ فیہ للحاجۃ واطرد بہ العرف وعمل المسلمین۔ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ نے حدیقہ ندیہ میں اسے مقرر رکھا۔ سوم میں امر ابوین کو اجارہ پر قیاس کیا۔ **اقول** ۱۴۴۳ اولا یہ صحت توکیل کو چاہتا ہے اور اعیان مباحہ میں توکیل غلط نصوص ہے وعلاوہ بوجوہ **الاول** ان صحۃ التوکیل تعتمد صحۃ امر الموکل بما وکل بہ وصحۃ الامر تعتمد الولایۃ ولا ولایۃ للموکل علی المباح ونقض بالتوکیل بالشراء فان الموکل لا ولایۃ لہ علی الشیئ **والثانی** ان التوکیل احداث ولایۃ للوکیل ولا یصح ھنا لانہ یملک اخذ المباح بدون تملیکہ ونقض بالتوکیل بشراء شیئ لا بعینہ فان الوکیل یملکہ قبل التوکیل وبعدہ واجاب فی العنایۃ ان معناہ یملکہ بدون امر الموکل بلا عقد وصورۃ النقض لیست کذلک فانہ لا یملکہ الا بالشراء اھ **اقول** ۱۴۴۴ رحمک اللہ تعالی لیس المراد ملک العین بل ولایۃ ذلک الفعل کالاخذ ثمہ والشراء ھھنا وھو لا یملکہ بالعقد بل العقد ناشئ عن ملکہ۔ ثم رأیت سعدی افندی اومأ الیہ اذ قال فیہ تأمل فان الموکل بہ ھو الشراء فالوکیل یملکہ فلا یندفع النقض اھ والصواب فی الجواب انہ لم یکن لہ من قبل ولایۃ ان یشغل ذمۃ الموکل بالثمن وردہ المحقق فی الفتح بان حاصل ھذا ان التوکیل بما یوجب حقا علی الموکل یتوقف علی اثبات الولایۃ علیہ فی ذلک والکلام فی التوکیل بخلافہ لما ھو باخذ المباح فانہ لا یثبت فیہ حق علی الموکل۔ **اقول** ۱۴۴۵ ھذا اعتراف بالمقصود فان التوکیل مطلقا اثبات ولایۃ للوکیل لم تکن من قبل ولا توجد ھھنا فلا یصح التوکیل بہ بخلاف الشراء ولیس ان احداث الولایۃ مطلوب خصوصا فی التوکیل بما یوجب حقا علی الموکل حتی یقال لیس التوکیل باخذ المباح من ھذا الباب فلا یحتاج الی احداث الولایۃ۔ **والثالث** ان المقصود بالتوکیل نقل فعل الوکیل الی الموکل ولا یتحقق ھھنا فان الشرع جعل سبب ملک المباح سبق الید الیہ السابقۃ ید الوکیل فیثبت الملک لہ ولا ینتقل الی الموکل الا بسبب جدید اشار الیہ المحقق **ثانیا** ۱۴۴۶ یہ قیاس صحیح ہو تو صرف ظرف پر حکم نہ ہے بلکہ والدین کی نیت سے لینا ہی ان کے لیے مثبت ملک ہو اگرچہ وہ ظرف میں نہ لے اور مقیس علیہ یعنی اجارہ مذکورہ میں حکم یہی ہے اصل یہاں نیت ہے جبکہ اجیر کا وقت بکا ہوا نہ ہو تو وہ اپنے لیے بھی لے سکتا ہے

اپنے مستاجر کے لیے بھی جسکے لیے لیگا اوسیکی ملک ہوگی ہاں اگر لیتے وقت کسیکی نیت تھی یا وہ کہ جن نے اپنے لیے نیت کی تھی اور مستاجر کہے میرے لیے کی تھی تو اوس وقت ظرف پر فیصلہ رکھینگے اوسکے ظرف میں لی تو اوسکے لیے ہے ورنہ اپنے لیے واہ مسل ذلک فی الوکیل بشراء شیئ لا بعینہ الحکم فیہ للاضافۃ فان لم توجد فللنیۃ فان لم توجد او تخالفا فیہا فللنقد ای ان اضاف العقد الی مال الموکل فالشراء للموکل وان زعم انہ اشتری لنفسہ او الی مال نفسہ فلنفسہ او الی مطلق مال فلایہما نوی کان لہ فان لم تحضرہ النیۃ عند الشراء او قال نویت لی وقال الموکل لی او بالعکس حکم النقد فی الثانی بالاجماع وفی الاول عند ابی یوسف خلافا لمحمد فانہ یجعلہ اذن للعاقد وصحح فی ردالمحتار عکس ہذا وھو سہو **اقول** وقدم قاضی خان قول ابی یوسف واخر فی الھدایۃ دلیلہ فافاد ترجیحہ وقال فی البحر تحت قول الکنز ان کان بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا ان ینوی للموکل او یشتریہ بمالہ مانصہ ظاہر ما فی الکتاب ترجیح قول محمد من انہ عند عدم النیۃ یکون للوکیل لانہ جعلہ للوکیل الا فی مسألتین لم ای النیۃ للموکل واضافۃ العقد الی مالہ انہ ھو المراد بالشراء بمالہ کما فی الھدایۃ فاذا لم یضف ولم ینو کان للعاقد کما ھو مذہب محمد رحمہ اللہ تعالٰی **اقول** لکن الامام ابا یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انما حکم النقد لانہ دلیل النیۃ قال فی الھدایۃ عند ابی یوسف یحکم النقد لانہ مع تصادقہما یحتمل النیۃ للأمر وفیما قلناہ حمل حالہ علی الصلاح کما فی حالۃ التکاذب قال فی العنایۃ (یحتمل) انہ کان نوی للأمر ونسیہ (وفیما قلنا) یعنی تحکیم النقد (حمل حالہ علی الصلاح) لانہ اذا کان النقد من مال الموکل والشراء لہ کان غصبا (کما فی حالۃ التکاذب) اھ فعلم ان تحکیم النقد داخل فی اعتبار النیۃ والاستغراق مثلہ فی ایجاز الکنز بالجملہ قول سوم خلاف اصول ومخالف منقول ہے اور قول اول میں حرج لبشدت اور دوم کہ نص محرر المذہب ہے ماثور ومؤید بعرف کتاب وسنت لہذا فقیر اوسیکے اختیار میں اپنے رب عزوجل سے استخارہ کرتا ہے وباللہ التوفیق تو ثابت ہوا کہ احکام مذکورۂ صور استیلا میں نسبت ابوت وبنوت سے کوئی تغیر نہیں آتا جب یہ اصل بعونہ تعالٰی ممہد ہولی واضح ہوا کہ نابالغ کا بھرا ہوا پانی ایک نہیں بہت سے پانی ہیں جنکا سلسلہ شماریوں ہے (۳۲) وہ پانی کہ نابالغ نے آب مملوک مباح سے لیا (۳۳) وہ کہ مملوک غیر مباح سے بلااجازت لیا (۳۴) وہ کہ اس سے باجازت لیا مگر مالک نے اسے ہبہ نکیا صرف بطور اباحت دیا (۳۵) نابالغ خدمتگار نے آقا کے لیے نوکری کے وقت میں بھرا (۳۶) خاص پانی ہی بھرنے پر اوسکا اجیر تعین وقت تھا اوسی وقت میں بھرا (۳۷) مستاجر نے پانی خاص معین کر دیا تھا مثلاً اس حوض یا تالاب کا کل پانی **اقول** اور یہ تعین نہو گا کہ اس حوض یا کوئیں سے دس مشکیں

دس مشک باقی سے جدا نہیں جسکی تعیین ہو سکے (۳۸) اس نے بلا اذنِ ولی یعنی مزدوری کی اور کہتا ہے کہ یہ پانی مستاجر کیلئے بھرا (۳۹) اسی صورت میں اگرچہ زبان سے نہ کہا مگر اوسکے برتن میں بھرا (۴۰) نابالغ کسیکا مملوک ہے ان نو صورتوں میں وہ نابالغ اوس پانی کا مالک ہی نہ ہوا پہلی تین صورتوں میں مالکِ آب ہو پھر ۳۵ سے ۳۹ تک پانچ صورتوں میں مستاجر کا۔ اخیر میں اگر یہ نہ ہوا کسی کیلئے اجارہ پر بھرا اور وہی صورتیں بلکہ مستاجر کی پائی گئیں تو پانی مستاجر کا ورنہ بہرحال اوسکے مولیٰ کا یہانتک کہ خاص اپنے لیے جو بھرا ہو وہ بھی مولےٰ ہی کی ملک ہوگا یہ پانی جس جس کی ملک ہوئے اوسے تو جائز ہی ہیں اوسکی اجازت سے ہر شخص کو جائز ہیں جبکہ وہ عاقل بالغ مختار اجازت ہو بلکہ بحالِ انبساط اجازت لینے کی بھی حاجت نہیں مثلاً کسیکے نابالغ نوکر اجیر یا غلام نے پانی بھرا اوس کے بھائی یا دوست جو اوسکے ایسے مال میں تصرف کرتا اور وہ پسند رکھتا ہے اوس سے بے پوچھے بھی نابالغ مذکور کا بھرا ہوا پانی اوس سے لیکر اپنے صرف میں لا سکتے بلکہ غلام سے مطلقاً اور اوسکے نوکر سے وقت نوکری میں بھرا ہوا لے سکتے ہیں بہرحال اوس دوست کی ملک میں تصرف ہے نہ نابالغ کی (۴۱) نابالغ حُر کو مالکِ آب نے پانی تملیک کر دیا (۴۲) حُر غیر اجیر نے آبِ مباح غیر مملوک سے اپنے لیے بھرا (۴۳) اوروں کے لیے بطورِ خود (۴۴) اوسکی فرمائش سے بلا معاوضہ (۴۵) اجیر تھا مگر اوسکے یہاں کسی اور خاص کام کے لیے نوکر تھا جس میں پانی بھرنا داخل نہ تھا (۴۶) داخل تھا جیسے خدمتگاری مگر نوکری کے وقتِ مقرر سے باہر بھروایا (۴۷) خاص پانی ہی بھرنے پر اوسی اجیر کیا نہ وقت مقرر ہوا نہ پانی معین نہ یہ مقرر کہ اوسکے لیے بھرا نہ اوس کا برتن تھا جس میں بھرا (۴۸) وقت مقرر ہوا اور اوس سے باہر یہ کام لیا ان آٹھ صورتوں میں وہ پانی اوس نابالغ کی ملک ہے اور ان میں غیر والدین کو تصرف مطلقاً حرام حقیقی بھائی اوس پانی سے نہ پی سکتا ہے نہ وضو کر سکتا ہے ہاں طہارت ہو جائیگی اور ناجائز تصرف کا گناہ اور اوتنے پانی کا اوسپر تاوان رہیگا مگر یہ کہ اوسکے ولی نے بچہ ماذون ہو جسکے ولی نے اوسے خرید و فروخت کا اذن دیا ہے تو خود اوس سے پورے داموں خرید لے نہ مفت یا غبنِ فاحش کے ساتھ نابالغ کی ملک دوسرے کو نہ خود وہ دے سکتا نہ اوس کا ولی رہے والدین وہ بحالتِ حاجت مطلقاً اور بے حاجت حسبِ روایت امام محمد اونکو جائز ہے کہ اوس سے بھروائیں اور اپنے صرف میں لائیں باقی صورتوں میں اونکو بھی روا نہیں مگر وہی بعد شرا تنبیہ ۱ یہاں سے اوستاد سبق لینے معلموں کی عادت ہے کہ بچے جو اونکے پاس پڑھنے یا کام سیکھنے آتے ہیں اونسے خدمت لیتے ہیں یہ بات باپ دادا یا وصی کی اجازت سے جائز جہانتک معروف ہے اور اوس سے بچے کے ضرر کا اندیشہ نہیں مگر نہ اونسے پانی بھروا کر استعمال کر سکتے ہیں نہ اونکا بھرا ہوا پانی لے سکتے ہیں

اقول وعرفہم الحادث علی خلاف الشرع لایعبؤ بہ فان لم یکن فیھم مضی من اھل الخبر ومن الامام الکسائی رحمہ اللہ تعالٰی علی سکۃ عطشان فاستسقی من بعض بیوتھا ثم تذکر انہ اقرأ بعض اھلھا فلم یشرب

تنبیہ ۲ کوئیں کا پانی جبتک کوئیں سے باہر نکال لیا جائے کسی کی ملک نہیں ہوتا فان سبب الملک الاحراز ولا احراز

اسکی تحقیق نمبر ۲۶ میں گزری ۱۲

الا بعد التنحیۃ عن رأس البئر تو (ف۱) استاد جسے بچے سے خدمت لینے کا اختیار ہے یہ کر سکتا ہے کہ پانی بچے سے بھروائے یہانتک کہ ڈول کوئیں کے لب تک آئے اوسکے بعد خود اوسے نکال لے کہ یہ پانی بچے کی ملک نہ ہوگا بلکہ خود اوسکی فی الھندیۃ عن القنیۃ ۞ والساقی من البئر لا یملک بنفس ملأ الدلو حتی ینحیہ عن رأس البئر او وفی الحمل والحب فی جرۃ او حب او حوض مسجد من نحاس او صفر او جص وانقطع جریان الماء فانہ یملکہ وانما عبر بالاحراز لا الاخذ اشارۃ الی انہ لو ملأ الولد من البئر ولم یبعدہ عن رأسھا لم یملکہ عند الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما اذ الاحراز جعل الشیئ فی موضع حصین اھ **اقول** ۱۴۵۱ فاذا لم یملکہ کان باقیا علی اباحتہ فالذی نحاہ ھو الذی احرز المباح فیملکہ **تنبیہ ۳** (ف۲) بہشتیوں کے بچے اکثر کوئیں پر پانی بھرتے ہیں لوگوں کی عادت ہے کہ اونسے وضو یا پینے کو لیتے ہیں یہ حرام ہے اور عوام کو اس میں ابتلائے عام ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم **اقول** ۱۴۵۲ مگر یہاں ایک (ف۳) دقیقہ ہے یہ بچے داموں پر پانی بھرتے ہیں اور کہیں مشکیں مقرر ہوتی ہیں کہیں گھر کے برتن معین شخص جسنے نابالغ بہشتی سے پانی لیا اگر وہ (۱) اسکے یہاں نہیں بھرتا تو اوسے مطلقاً جائز نہیں اور اگر بھرتا ہے مگر یہ (۲) مشک جسے وہ بھر رہا تھا اور اوس کے ڈول سے پانی اسنے لیا دوسرے کے یہاں لیجائیگا تو ناجائز ہے اور اگر (۳) اسیکے یہاں لیجانے کو ہے مگر قرار داد برتنوں کا بھرنا ہے اور وہ پورے بھر دیے جائینگے تو ناجائز ہے کہ یہ پانی اوس سے زائد ہے (۴) یوہیں اگر مشکوں کا قرار داد ہے اور یہ مشک بھی اوس سے پوری لی تو ناجائز ہے ہاں اگر یہ (۵) مشک اتنی خالی لی تو ایسا ہوا کہ اتنا پانی گھر پر پہنچا یا یہیں لیلیا یا (۶) برتنوں کا قرار داد ہے اور اتنا خالی رکھنے کو کہدیا یا جس دوسرے (۷) کے یہاں یہ مشک لیجاتا ہے اوس سے اسقدر پانی کی اجازت لے لی اور اوس نے مشک یا برتن اتنے خالی رکھوائے تو جائز ہونا چاہیے کہ اگرچہ (۱۴۵۳) پانی ابھی سقا ہی کی ملک تھا جب برتنوں میں ڈالیگا اوس وقت اوسکی بیع ہوگی اور جسکے یہاں بھر گیا اوسکی ملک ہوگا یہ اس لیے کہ بہشتی اجیر مشترک ہیں نہ اونکا وقت معین ہوتا ہے نہ اتنا پانی قابل تعین ہے اور اپنے ڈول سے بھرتے ہیں اور جبتک مشک کہیں ڈال نہ دیں پانی اپنا ہی جانتے ہیں اوس میں جو چاہیں تصرف کرتے ہیں لہذا اوسوقت تک پانی اونھیں کا ہوتا ہے مگر مقصود اوس مول لینے والے کا قبضہ ہے اور اوسکی اجازت سے جو تصرف ہو وہ اوسی کا قبضہ ہے اگر وہ مشکیں اوسکے یہاں ٹھہری ہوئی ہیں اور وہ کہے تو انہیں سے دو کا چھڑکاؤ میں سڑک کر دو تو بیع صحیح ہو جائیگی اسی طرح اگر اوسمیں سے ایک لوٹا یا جسقدر چاہا زید کو دلوا دیا ھذا ما ظھر لی واللہ تعالٰی اعلم

تنبیہ ۴ معتوہ (ف۵) یعنی جسکی عقل ٹھیک نہ ہو تدبیر مختل ہو کبھی عاقلوں کی سی بات کرے کبھی پاگلوں کی مگر مجنون کیطرح لوگوں کو محض بیوجہ مارتا گالیاں دیتا اینٹیں پھینکتا نہ ہو وہ تمام احکام میں صبی عاقل کی مثل ہے تو یہ سب احکام بھی اوسمیں یوہیں جاری ہونگے **اقول** ۱۴۵۴ (ف۶) مگر غنی ماں باپ کا اوسکے بھرے ہوئے سے انتفاع لامام محمد وعلیہ بھی

مردی اور اوس کا بہنے عرف وعادت اور معتوہ مین اسکی عادت ثابت نہین اور منع مین بوجہ نسبت عتہ لزوم حرج نہین تو
یہان ظاہر قول اول ہی مختار ہونا چاہیے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم **فائدہ** یہانتک وہ پانی تھے جنھین اونکا غیر نہ ملا گیا ہو طفل کی
صورتین ہین (۴۹ تا ۶۵) کتب کثیرہ معتمدہ مین تصریح ہے کہ اگر نابالغ نے حوض مین سے ایک کوزہ بھر اور اوس مین سے
کچھ پانی پھر اوس حوض مین ڈالدیا اب کسکا استعمال کرنا کسیکو حلال نہ رہا فی ش عن ط عن الحموی عن الدرایۃ عن الذخیرۃ
والمنیۃ وفی غمز العیون عن شرح المجمع لابن الملک عن الذخیرۃ وفی الاشباہ من احکام الصبیان وفی الحدیقۃ الندیۃ من الاشباہ
فی النوع العشرین من افات اللسان وفی غیرہا من الکتب الحسان عبد او صبی او امۃ ملأ الکوز من الحوض واراق
بعضہ فیہ لایحل لاحد ان یشرب من ذلک الحوض لان الماء الذی فی الحوض یصیر ملکا للاخذ فاذا اختلط
بالماء المباح ولایمکن التمییز لایحل شربہ علامہ طحطاوی وعلامہ شامی نے اسے نقل کرکے فرمایا اس حکم مین حرج عظیم ہے

[۱۴۵۵] **اقول** یہان بہت استثنا وتنبیہات ہین اول مراد آب مباح غیر مملوک ہے تو حکم نہ ہر حوض کو شامل نہ
حوض سے خاص بلکہ کوون کو بالعموم حاوی ہے کہ کوآن اگرچہ مملوک ہو اوسکا پانی مملوک نہین کما تقدم تحقیقہ اور وہ
حوض جسکا پانی مملوک ہے اوسکا مالک اگر عاقل بالغ ہے تو بچہ ہزار بار اوسمین سے پانی بھر کر پھر اوسمین پلٹ دے کچھ حرج نہ آئیگا
کہ مال جس کا تناول اوسکے مالک نے مباح کیا ہو بعد اخذ تصرف بھی ملک مالک سے خارج نہین ہوتا یہانتک کہ دعوت کا کھانا
کھاتے وقت بھی میزبان ہی کی ملک پر کھایا جاتا ہے تو بچہ اوس پانی کا مالک ہی نہوگا اصل مالک کی ملک پر رہیگا اور ڈال
دینے سے اوسیکی ملک مین مل جائیگا دوم [۱۴۵۶] ہماری تحقیقات بالا سے واضح ہوا کہ ہر مباح بھی مطلقاً آخذ کی ملک نہین ہوجاتا
تو پانی کو مباح ومملوک کو شامل لیکر یہی ستر صورتین یہان بھی پیدا ہونگی جو نابالغ کے بھرے ہوئے پانی مین گزرین تو مملوکہ
وہ پانی اس بھرنے والے کی ملک نہوگا بلکہ اصل مالک آب یا مستاجر یا مرسل کی ملک ہوگا ہاں اگر عاقل بالغ نہین تو البتہ
یہی وقت عود کریگی ورنہ اوس عاقل بالغ کی اجازت پر توقف رہیگا سوم [۱۴۵۷] صبی کی خصوصیت نہین معتوہ بھی اوسیکے حکم مین ہے
کما تقدم چہارم [۱۴۵۸] جس طرح کلام علما مین پینے کا ذکر مثال ہے مراد کسی قسم کا استعمال ہے اسیطرح کچھ یہی شرط نہین کہ حوض
یا کوئین سے پانی لیکر ہی اوسمین ڈالے یا جس حوض یا چاہ سے لیا اوسمین واپس دے نہ یہ کہ نابالغ ہی اپنے ہاتھ سے ڈالے بلکہ مقصود
اوسیقدر ہے کہ مال مباح مین نابالغ کی ملک کا اس طرح ملجانا کہ جدا نہوسکے تو اگر صبی کی ملک کا پانی اوسکے گھر سے لاکر کسی شخص
نے خواہ اوسکے ولی نے کسی کوئین یا مباح حوض مین ڈالدیا اوس کا استعمال تا بقائے آب مذکور ناجائز ہوگیا پنجم [۱۴۵۹] ظاہر ہے کہ یہ عدم جواز
اوروں کے حق مین بوجہ اختلاط ملک صبی ہے خود صبی استعمال کرسکتا ہے کہ وہ نہین مگر اوسکی ملک یا مباح ششم [۱۴۶۰] اوسکے
ماں باپ بھی بشرط حاجت بالاتفاق اور بلا حاجت بقول امام محمد استعمال کرسکتے ہین تو لایحل لاحد عام مخصوص ہے ہفتم [۱۴۶۱]

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اگروہ کوآن یا حوض ترک کردین یا وہ صبی بلوغ کو پہونچے اور اوسوقت اوس پانی کو مباح کردے تو اب کوئی مانع نہین ۱۴۶۲ ہشتم
اگر وہ صبی انتقال کرجائے اوسکے سب ورثہ عاقل بالغ ہون تو اب جو انکی اجازت پر موقوف نہ رہیگی اور اگر ایک ہی وارث ہو تو اوسکو خود
حلال خالص ہے کسیکی اجازت کی بھی حاجت نہین نہم اگر وہ پانی کہ صبی کی ملک ہے اوسمین مخلوط ہوا باقی نہ رہے تو اب سب کو مباح
ہوجائیگا کہ مانع زائل ہوگیا دہم ۱۴۶۳ مسئلہ سابقہ یعنی نابالغ کے بھرے ہوئے پانی مین جو ایک صورت جواز اوس سے اگر ماذون ہو ورنہ
اوسکے ولی سے خرید لینیکی تھی یہان جاری نہین ہوسکتی کہ ملک صبی کا پانی جب اوس آب مباح مین ملگیا قابل بیع نہ رہا کہ مقدور التسلیم نہین
یازدہم ۱۴۶۴ آب مباح کی صورت بھی اوس حالت مین ہے کہ بچہ کا اوسمین سے بھر کر اوسمین ڈالدینا لین کہ مباح پر ملک بچہ مین ہوگی
ورنہ ملک نابالغ کا پانی اگر کسیکے مملوک پانی مین مل جائیگا تو اوسکا استعمال بھی حرام ہوجائیگا حتے کہ اوس مالک آب کو
دوازدہم ۱۴۶۵ ایک یا دونون طرف کچھ پانی کی خصوصیت نہین بلکہ کسیکے مملوک پانی مین بچے کی ملک کا عرق یا دودھ یا کسیکے
مملوک عرق یا دودھ مین بچے کی ملک کا پانی یا چاول مین چاول گیہون مین گیہون ملجائین جب بھی یہی حکم ہوگا اوسمین تصرف خود
مالک کو بھی حرام ہوگیا تو ۱۴۶۶ مسئلہ کی تصویر یون ہونی چاہیے کہ اگر کسی شی مباح یا مملوک مین کسی غیر مکلف کی ملک اسطرح خلط
ہوجائے کہ تمیز ناممکن ہو اگرچہ یون کہ مثلاً مباح غیر مملوک پانی ہے بچہ یا معتوہ حر غیر اجیر نے بھرا اور اگر وہ کہ آن ہی تو اوس سے بھر کر باہر
نکال لیا اور اگر اجیر ہے تو نہ وقت معین نہ وہ مباح معین نہ نیت مستاجر کے لیے لینے کا مقرر نہ اوسکے ظرف مین لیا پھر ان صورتون مین
اوسکا کوئی حصہ اوسمین کسی نے ڈالدیا یا پڑ گیا تو جبتک اوس غیر مکلف کی ملک اوس مباح یا مملوک مین باقی ہے اور وہ غیر مکلف
غیر مکلف ہے اور ملک اوس سے منتقل نہ ہوگی اوسوقت تک اوس غیر مکلف یا بحال حاجت خواہ ایک روایت پر باپ مین مطلقاً
اوسکے ماں باپ کے سوا کسیکو اوسمین تصرف حلال نہین سیزدہم حدیث العبد والامۃ ردالمحتار باز العبد لا یملک
وان ملک فیکون لمالکہ لانہ مالک لاکسابہ اھ اقول ۱۴۶۷ ماکانوا لیذہلوا عن مثل ہذا وانما
القصد ایانۃ الفرق بین الحر العاقل البالغ وبین الصبی المعتوہ والرقیق فان الاول اذا ملک فاذا اصاب اباح
وھؤلاء لا یملکون الاباحۃ فلا یحل لغیرھم ولیس المراد تابید التحریم بل الی ان تلحق الاجازۃ ممن ھی لہ ففی
الصبی او المعتوہ حتی یبلغ او یعقل فیجیز وفی الرقیق حتی یجیز المالک المکلف الحاضر حالا او مالا ولو بلغ
الغائب او بلغ الصبی او یفیق المعتوہ فیجیز چہاردہم ۱۴۶۸ ش من لشکا لانہ اوسمین متمحض التشریمنہ اھ لشرنبلالی
الی جوابہ بقولہ فانی فیہ ذلک لما ان المنع لاجلہ فاذا ذھب ذھب پانزدہم قال وھل ثم فرق بین الحوض
والبئر والنابع فی حکمہ وبین غیرہا اھ اقول ۱۴۶۹ تعبیرھم بالحوض ظاہر فی رکودہ فان الجاری یسمی نہرا
لا حوضا او اطلاقہ یشمل الصغیر والکبیر وھو الوجہ فان الماء الجاری یذھب بذلک الماء عقیب ما فیزول

السبب ولا کذلک الکدر شانزدہم قال وینبغی ان یعتبر غلبۃ الظن بانہ لم یبق مما اریق فیہ شیئ منہ الا

بسبب الجریان او النزح والا یلزم ھجر الحوض وعدم الانتفاع بہ اصلا اھ ١٤٧١ اقول لا ینبغی الشک

فی الجواز بعد النزح لما سیأتی انما الشأن فی جواز النزح وکیف یحل مع ان فیہ اضاعۃ ملک الصبی

ان صب فی الارض او الانتفاع بلا ان سقی بہ نحو زرع او بستان کذلک الاجراء وان ابی ذلک الا ان فلم لا

یباح الشرب والاستعمال من رأسہ الیس فیہ فوق ھذا باس نعم ان جاء مطر او سیل فذاک حل من

دون اثم ہفدہم قال ویمکن ان یعتبر بالنجاسۃ فیحل الشرب من نحو البئر بالنزح ومن غیرھا بالجریان بحیث

لو کان نجاسۃ الحکم بطہارتہا فلیتأمل اھ ١٤٧٢ اقول عرفت ما فیہ والنزح فی النجاسۃ معدول بہ

عن سنن القیاس فکیف یعتبر بہ وکانہ رحمہ اللہ تعالی الی ھذہ الابحاث اشار بقولہ فلیتأمل ہیجدہم

سب سے زیادہ اہم اسکا علاج ہے کہ یہ پانی قابل استعمال کیونکر ہو سید طحطاوی نے تو اتنا فرمایا کہ اسمیں حرج عظیم ہے سید شلبی نے

جو علاج بتائے دفع اثم کو کافی نہیں و اشار سیدی العارف باللہ عبدالغنی النابلسی قدس سرہ فی الحدیقۃ الی ان

تفریجہ باذن الولی حیث قال فی النوع العشرین من افات اللسان بعد ما نقل المسألۃ عن الاشباہ وعلم

بما قدمنا ما نصہ وظاھرہ الا ان یأذن الولی قال فنظیرہ عدم حل الشرب من کیزان الصبیان الا باذن الولی

وکذلک فی اکل ما معہم اذا اتوا بہ الی المعلم اھ ١٤٧٣ اقول رحمہ اللہ سیدی رحمۃ ابرار انما الولایۃ نظریۃ ولیس

للولی اتلاف مالہ ولا ان یأذن بہ غیرہ کیف وقد تقرر ان التصرفات ثلثۃ نفع محض کقبول الھبۃ فیستبد بہ

الصبی العاقل ودائر بین النفع والضرر کالبیع والشراء فیحتاج الی اذن الولی وضرر محض کالطلاق والعتاق

والھبۃ فلا مرجع لصحتہ ولا باذن الولی وھذا من الثالث ١٤٧٤ ووجہ ھذا السھو منہ رحمہ اللہ تعالی قول الماتن فی الطریقۃ

المحمدیۃ حیث ذکر السؤال المنہی عنہ ثم قال (حرمۃ السؤال لا تقتصر علی المال بل تعم الاستخدام خصوصا اذا

کان صبیا او مملوکا للغیر او صبی کنفسہ فیجوز) للاب والام والجد والجدۃ (استخدامہ ان کان) المستخدم

(فقیرا) لا قدرۃ لہ علی شراء خادم او استیجارہ او اراد تھذیبہ وتادیبہ بخلاف استخدام مملوکہ واجیرہ وزوجتہ

فی مصالح البیت وتلمیذہ) فی تعلیم قراٰن او علم او صنعۃ (باذنہ) یعنی برضاہ ان کان بالغا او باذن ولیہ ان کان

صبیا) فان الصبی محجور علیہ من التصرف فی مالہ فی منافع نفسہ الا باذن الولی اھ ملتقطا مزیدا

من شرحہ رحمہ اللہ تعالی ١٤٧٥ فالاذن الذی ذکرہ الماتن فی استخدامہ عداہ الی مالہ وشتان ما ھما فان فی الاول نفعہ عن

تادیبہ وتھذیبہ محضا استعمالہ فکان من القسم الثانی فجاز باذن الولی بخلاف الثالث والذی افاد من حل الشرب

من کون الصبی واکل ما معہ باذن الولی **فاقول** محلہ اذا کان الماء والطعام للولی اعطاھما الصغیر
علی وجہ الاباحۃ دون الھبۃ فحینئذ یکون للولی ان یاذن لمن شاء لبقائھما علی ملکہ بخلاف ما اذا کان الشیئ
مملوکا للصغیر فلا معنی لاذن الولی باستھلاکہ من دون عوض وقد تقدمت مسألۃ الذخیرۃ والمنیۃ
وعن ایضاح الدرایۃ فی ما جاء بہ الصبی من الوادی لا یجوز لابویہ الا الشرب منہ الا فقیرین۔ غرض مسئلہ
مشکل ہے اور اوسمیں فرق حرج ہے اور حرج مدفوع بالنص ہے **وانا اقول** وباللہ التوفیق پانی کہ ملک صبی ہوا
نجس نہیں کہ اوسکے گرنے سے اور پانی ناپاک ہوجائے حرمت اوسی جہت سے ہے کہ مباح ومحظور مختلط ہوگئے ہیں یہاں تک کہ اگر ممکن ہو
کہ مباح استعمال کیا جائے اور اوسمیں کوئی حصہ محظور کا نہ آنے پائے تو بلاشبہہ جواز ہوگا اور ہم نے رحب الساحۃ جواب سوال سوم
میں بیان کیا ہے کہ مشائخ عراق کے نزدیک حوض کبیر میں نجاست غیر مرئیہ کے موقع وقوع سے وضو جائز نہیں کہ پانی ٹھہرا ہوا ہے
منتقل نہ ہوگی اور مشائخ بلخ وبخارا وماوراء النہر کے نزدیک سب جگہ سے جائز کہ پانی بالطبع سیال ہے ہوا وغیرہا کی تحریک سے
اوسے ایک جگہ نہ رہنے دیگا تو جہاں کہیں وضو کیا جائے وہاں نجاست ہونے کا یقین نہیں اگرچہ خاص موقع وقوع سے ہو تو پانی کہ
بالیقین طاہر تھا شک سے نجس نہ ہوگا اب یہاں اگر قول عراقیان لیا جائے جب تو خاص اوسی جگہ کا پانی ممنوع الاستعمال ہوگا جہاں
نابالغ کی ملک کا پانی گرا ہے باقی اپنی اباحت پر باقی ہے لما علمت ان الاحقیۃ فیہ فکان کغیر مرئیۃ فی حوض کبیر
اور اگر قول جمہور لیا جائے اور وہی صحیح ہے تو بوجہ احتمال انتقال اختلاط ملک صبی کا یقین کسی موضع معین میں نہیں بلکہ موضع مجہول و
مبہم میں ہے اور ایسے یقین جب اوس شے کی بقا وزوال میں شک طاری ہو یقین زائل اور حکم اصل حاصل ہوتا ہے جیسے دائیں جانب
میں فوریشاب کرتے اوس اناج کا ایک حصہ یقیناً ناپاک ہوتا ہے مگر متعین نہ رہا تو بعد تقسیم یا اوسمیں سے کچھ ہبہ یا صدقہ کرنے سے
سب پاک ہوجائیگا کہ ہر ایک کہیگا ممکن کہ ناپاک دانے دوسرے حصے میں رہ گئے ہوں یوہیں چادر پر ناپاکی کا یقین ہو اور جگہ
معلوم نہیں یا یاد نہ رہی اور تحری کسی طرف نہیں پڑتی کہیں سے پاک کرلیجائے پاک ہوجائیگی کہ اب اوس متیقن مبہم کی بقا میں شک
ہوگیا اور سب سے زائد وہ مسئلہ ہے کہ محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالی عنہ نے سیر کبیر میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے ایک قلعہ فتح کیا اتنا معلوم ہے
کہ اوسمیں ایک ذمی ہے مگر اوسے پہچانتے نہیں اون کفار کا قتل حرام ہے ہاں اگر اونمیں سے بعض نکل جائیں یا کوئی قتل کردے تو اب باقیوں کا
قتل جائز ہوگیا کہ وہ یقین مجہول اس شک سے زائل ہوگیا وقد حققہ العلامۃ ابرھیم الحلبی فی الغنیۃ فافاد واجاد
علیہ الجود فراجعہ فلا ارم ما یستفاد ویکفینا منہ ھذا قولہ تنجس طرف من الثوب فنسیہ فغسل طرفا منہ بتحر او بلا
تحر طہر لان بغسل بعضہ مع ان الاصل طہارۃ الثوب وقع الشک فی قیام النجاسۃ لاحتمال کون المغسول محلہا فلا یقضی
بالنجاسۃ بالشک اھ کذا اورد الاسبیجابی فی شرح الجامع الکبیر قال وسمعت الشیخ الامام تاج الدین احمد بن عبدالعزیز

یقولہ ویقیسہ علٰی مسائل فی السیر الکبیر ھی اذا فتحنا حصنا وفیھم ذمی لا یعرف لا یجوز قتلھم لقیام المانع بیقین فلو قتل البعض او اخرج حل قتل الباقی للشک فی قیام المحرم کذا ھھنا جب یہ قاعدہ نفیسہ معلوم ہولیا یہاں بھی اوس کا اجرا کریں جتنا پانی ف۱ اوس نابالغ نے ڈالا تھا اوسی قدر یا اوس سے زائد اوس حوض یا کوئیں سے نکال کر اوس نابالغ کو دیدیں یہ دینا یقیناً جائز ہوگا کہ اگر اسمیں ملک صبی ہے تو صبی ہی کے پاس جاتی ہے بخلاف بہا دینے یا ڈول پھینکر پھینک دینے کے کہ وہ ملک صبی کا ضائع کرنا ہے اور یہ جائز نہیں اب کہ اوس قدر یا زائد پانی اوس صبی کو پہنچ گیا اوسکے ڈالے ہوئے پانی کا باقی رہنا مشکوک ہوگیا تو وہ یقین کہ موضع مجہول کیلیے تھا زائل ہوگیا اور حوض و چاہ کا باقی پانی جائز الاستعمال ہوگیا

ثم اقول ۱۴۸۰ اس پر واضح دلیل مثلیات ف۲ مشترکہ مثلاً گیہوں وغیرہ میں وارث کبیر کا اپنا حصہ وارث نابالغ کے حصے جدا کر لینے کا جواز ہے اور اوسکی یہ تقسیم جائز و مقبول رہیگی اگر نابالغ کا حصہ اوسکے لیے سلامت رہے تلف نہو جائے جامع الفصولین میں فتاوی اور جامع الصغار میں ذخیرہ سے ہے کیلی ف۳ او وزنی بین حاضر وغائب او بین بالغ وصبی اخذ الحاضر او البالغ نصیبہ فانما تنفذ قسمتہ بلا خصم لو سلم نصیب الغائب والصبی حتی لو ہلک ما بقی قبل ان یصل الی الغائب او الصبی ہلک علیہما ظاہر ہے کہ یہاں بھی ملک صبی اسی طرح مختلط تھی کہ جدا کرنا ممکن نہ تھا اور بالغ کو اوسمیں تصرف ناروا تھا بقدر حصہ صبی اوسمیں سے الگ کر دیا حصہ صبی کا جدا ہو جانا اور بالغ کے لیے جواز تصرف کا سبب ہوا

اقول ۱۴۸۱ ولا شک ف۴ ان للماء مثلی بمعنی ان اجزاءہ لا تتفاوت وبہ جزم کثیرون کما فی الخیریۃ من احیاء الموات فی الولوالجیۃ وکثیر من الکتب لو صب ماء رجل کان فی الحب یقال لہ املأ الحب للماء فان صاحب الحب مالک للماء وھو من ذوات الامثال فیضمن مثلہ اھ وان کان ۱۴۸۲ قیمیا لانہ لا یکال ولا یوزن کما فی الخیریۃ من البیوع عن جامع الفصولین عن فوائد صاحب المحیط وفتاوی رشید الدین الماء قیمی عند ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما اھ وفیہا عن مختلفات القاضی ابی القاسم العامری عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ الماء لا یکال ولا یوزن قال الطحاوی معناہ لا یباع بعضہ ببعض وعن محمد رحمہ اللہ تعالٰی الماء مکیل اھ وبالجملۃ لا شک انہ یقبل الافراز کالحب البلغ فربما تتفاوت قلیلا حبات طعام واحد بخلاف قطرات ماء الحدث

ثم اقول ۱۴۸۳ یہ طریقہ اثم سے بچنے کو ہے اور اگر بغیر اسکے کوئی شخص نادانستہ یا دیدہ و دانستہ براہ جہالت خواہ بے پرواہی احکام شریعت اوسمیں سے اوتنا پانی یا اوس سے زائد بھر لیگیا تو اگرچہ گنہگار ہو باقی پانی جائز الاستعمال ہوگیا کہ اوتنا نکل جانے سے حوض و چاہ میں اوسکی بقا پر یقین نہ رہا کما قال محمد لا یجوز قتلہم فلو قتل البعض حل قتل الباقی

تنبیہ اقول ۱۴۸۴ یہیں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جریان ف۵ نہ ضرور نہ کافی اگر صبی کا پانی اتنا قلیل تھا کہ چھلکنے میں نکل سکتا ہے تو جریان کی حاجت نہیں اور اگر اتنا کثیر تھا کہ جتنے خروج پر جریان صادق آتا ہے اوسمیں نہ نکلیگا تو یہ جریان کافی نہیں جبتک اوسقدر نکل نہ جائے

اقول ۱۴۸۷ وبه فارق النجاسة لان زوال وصفها وحصول ضررها بالجریان لمعنی فیه وهو انه لایقبل النجاسة بحکم النص وما قام به طهر بعضه بعضا ولایلزم منه حل الانتفاع بملك الصبی فلابد من خروج قدر المصبوب، هذا ما ظهر لی وقد انکشفت به الغمة علی احسن وجه مطلوب، والحمد لله سبحٰنه کاشف الکروب، والصلاة والسلام علی اکرم محبوب، وعلی اٰله وصحبه هداة القلوب، اٰمین والحمد لله

نمبر ۱۶ سے یہاں تک نابالغ کے پانی کا بیان جس تفصیل وتحقیق سے ہوا کتابوں میں اوس کے چند سطروں سے زائد نہ ملیگا ممکن کہ اسے رسالہ مستقلہ کیجئے تو عطاء النبی لافاضة احکام ماء الصبی نام رکھیے وللہ الحمد (۲۶) جس پانی میں ماء مستعمل کے واضح قطرے گرے خصوصاً جبکہ اوس کے دھار پہنچی جبتک مطہر پانی سے کم رہے ہاں بوجہ خلاف بچنا مناسب تر ہے جبکہ وہ چھینٹیں وضو وغسل کرنے میں نہ پڑی ہوں وذلك لانه روی الافساد مطلقا وان قل اما ترشش فی الاناء عند التطهر فهو عفو دفعا للحرج ولا عبرة لمن اطلق وقد نص فی البدائع انه فاسد وروی الافساد بالکثیر ثم الکثرة باستبانة مواقع القطر فی الماء الطهور ام لن یسیل فیه سیلانا قولان ففی الجامع الصغیر للامام قاضی خان انتضاح الغسالة فی الماء اذا قل لایفسد الماء یروی ذلك عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما ولان فیه ضرورة فیعفی القلیل وتکلموا فی القلیل عن محمد ما کان مثل رؤس الابر فهو قلیل وعن الکرخی ان کان یستبین مواقع القطر فی الماء فکثیر وان کان لایستبین کالطل فقلیل اھ نقله فی ذم الروض وفی الخلاصة جنب اغتسل فانتضح من غسله شیئ فی انائه لم یفسد علیه الماء اما اذا کان یسیل فیه سیلانا افسده وکذا حوض الحمام علی هذا وعلی قول محمد لایفسده مالم یغلب علیه یعنی لایخرجه من الطهورية اھ ثم علله بعضهم بان الماء مفروض لکل قلیل فلا ینتقل الماء المستعمل الواقع فیه من موقعه الیه اشار فی وجیز الکردری اذ یقول التوضی من سرداب لایجوز لانه یتکرر الاستعمال اھ **اقول** ۱۴۸۸ ویلزمهم التجویز اذا حرك الماء عند کل غرفة او اغترف کل مرة من غیر موقع الغسالة واٰخرون بان الماء المستعمل من جنس المطلق فلا یستهلك فیه فیؤثر فی کله لقلته بخلاف اللبن او بول الشاة علی قول محمد بطهارته هکذا اختلفوا والصحیح المعتمد فی المذهب الاعتبار بالغلبة فلا یخرج عن الطهورية مادام اکثر من المستعمل هو الذی اعتمده الائمة وصححه الائمة ۔ (۶۶) پانی وہ تھے جنمیں شیئ غیر کا اصلا خلط تھا یا تھا تو آب غیر کا نہ غیر آب کا، اب پانی میں جنمیں غیر آب کا خلط ہوگیا (۶۷ و ۶۸) وہ پانی جس میں آب دہن یا آب بینی یعنی تھوک یا کھنکار یا ناک کی ریزش پڑ جائے اوس سے وضو جائز مگر مکروہ ہی فتاوی امام قاضی میں ہے الماء اذا اختلط بالمخاط او بالبزاق جاز به التوضؤ ویکرہ (۶۹) وہ پانی جس میں مٹی ریتا کیچڑ کچھ بھی مل جائے جبتک اوس کی روانی باقی ہو اعضا پر پانی کی طرح بہے (۷۰) یونہی السے کا پانی اگرچہ کتنا ہی گدلا ہو اگرچہ رنگ کرسا و مزہ بھی آیا

جنمیں کسی دوسری چیز کا میل ہوگیا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اگر وہ پتی مٹی ہو والجرمی بہا لایا ہو جب تک نجاست سے رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے (۷۱) یونہی وہ ندیاں جو برسات میں گدلی
ہو جاتی ہیں امام ملک العلماء نے بدائع میں تصریح فرمائی لو تغیر الماء المطلق بالطین او بالتراب یجوز التوضؤ بہ محقق علی الاطلاق نے
فتح میں فرمایا لا باس بالوضوء بماء السیل مختلطا بالطین ان کانت رقۃ الماء غالبۃ فان کان الطین غالبا فلا
جوہرہ نیرہ میں ہے خصہ بالذکر لانہ یاتی بغثاء من اشجار و اوراق وجیز کردری میں ہے ماء السیل لو رقیقا یسیل
علی العضو یجوز التوضی بہ منیہ میں ہے یجوز الطہارۃ بماء خالطہ شیئ طاہر فغیر احد اوصافہ کماء المد والماء
الذی اختلط بہ الزعفران بشرط ان یکون الغلبۃ للماء من حیث الاجزاء ولم یزل عنہ اسم الماء وان یکون رقیقا
بعد فحکمہ حکم الماء المطلق حلیہ میں ہے واما السیل وانما خص بالذکر لانہ یجیئ بغثاء ونحوہ الا ان قولہ غیر احد اوصافہ
وقد سبقہ الی ہذہ العبارۃ القدوری فی مختصرہ یفید ان الجواز مقید بما اذا غیر وصفا واحدا لا غیر وحینئذ
لا یحتاج الی ان یقول بشرط ان یکون الغلبۃ للماء من حیث الاجزاء ولم یزل عنہ اسم الماء وان یکون رقیقا بعد مع
ان قولہ بشرط ان تکون الغلبۃ للماء من حیث الاجزاء مغن عن الثانی کما ہو ظاہر لان المخالط المذکور اذا غیر
شیئ وصفا واحدا لا یکون بحیث یغلب الماء من حیث الاجزاء لیقع الاحتراز عنہ وتجعل شرطا لہ **اقول** (۱۴۹)
اولا (ف۱) سیاتی الکلام ان شاء اللہ تعالی علی مقتضی التعبیر باحد وحسبک ان الزعفران یغیر اوصاف الماء الثلثۃ
وکذا السیل ربما یتغیر بہ اوصافہ بل الکل **وثانیا** (۱۵۰) (ف۲) المکدر یخالطہ شیئ لا یخالف الا فی وصف واحد فلا
یغیر الا ایاہ ولئن زاد علی الماء اجزاء فالوضوء بہ باطل وفاقا فلیس فی التعبیر باحد غنی عن شرط غلبۃ الماء من حیث
الاجزاء کما ذہب الیہ وہلہ رحمہ اللہ تعالی **وثالثا** (۱۵۱) (ف۳) قد لا یغلب الشیئ علی الماء اجزاء ویزیل اسمہ عنہ
کما یاتی فی الزعفران والزاج والعفص والنبیذ فلا یغنی الشرط الاول عن الثانی **ورابعا** (۱۵۲) (ف۴) لا یغنی الثانی عن
الثالث لان بزوال الرقۃ لا یسمی ماء قال فی الفتح ما خالط جامدا فسلب رقتہ لیس بماء مقید بل لیس بماء اصلا کما
یشیر الیہ قول المصنف فی المختلط بالاشنان الا ان یغلب فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنہ اھ فالعجب تعرضہ
بحکم الاغناء حیث لم یکن وترکہ حیث کان ثم رأیت الغنیۃ فرأیتہ عکس فاصاب فی افادۃ ان الثالث تفسیر
قال والشرط المعدم زوال اسم الماء یغنی عن شرط الرقۃ فان الغلیظ قد زال عنہ اسم الماء الا ان الاقرب ان یکون تفسیرا لزوال اسم الماء (۷۲) وہ
پانی کہ کائی کی کثرت سے جوش کی بو وغیرہ میں تغیر آگیا جوہرہ نیرہ میں ہے لو تغیر الماء بالطحلب کان حکمہ حکم الماء المطلق (۷۳) یونہی کنیاں کا پانی جس میں بھرا
سڑ کر بیدیں کھیلتی بلکہ رنگ مزہ سب متغیر ہو جاتا ہے (۷۴) وہ تالاب جس میں سن گلائی گئی ہو اور اس کے سبب اس کے تینوں وصف بدل گئے
فتاوی شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزی تمرتاشی میں ہے سئل عن الوضوء والاغتسال بماء تغیر لونہ وطعمہ وریحہ

ف۱: تطفل علی الحلیۃ
ف۲: تطفل آخر علیہا
ف۳: تطفل ثالث علیہا
ف۴: تطفل رابع علیہا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بجبلہ المعلق علیہ لاخراجہ الماء منہ فلم یجوزامر لا ایجاب یجوز عند جمہور اصحابنا الم ملتقطا (۷۵) کونڈے میں آٹے کا لگاؤ ہوا اوسمیں پانی رکھنے سے مزے وغیرہ میں تغیر آجاتا ہے اس پانی سے وضو روا ہے فتح القدیر میں ہے قد اغتسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم الفتح من قصعۃ فیہا اثر العجین رواہ النسائی و الماء بذلک یتغیر و لم یعتبر المغلوبیۃ (۷۶) حوض کے کنارے درخت ہیں موسم خزاں میں پتے کثرت سے گرے کہ حوض کا پانی دیکھنے میں سبز معلوم ہوتا ہے مگر ہاتھ میں لیجیے سے صاف نظر آتا ہے اوس سے وضو بالاتفاق جائز ہے (۷۷) پتے اتنے گرے کہ واقعی پانی سبز ہوگیا چلو میں بھی سبز معلوم ہوتا ہے صحیح مذہب میں اب بھی قابل وضو ہے جبتک گاڑھا ہوکر اپنی رقت سے نہ اوتر جائے **اقول** فـ۱۴۹۴ ہاں مگر اس حالت میں اوس سے احتراز بہتر ہے کہ ایک جماعت علما اوس سے وضو صحیح ہونے کے قائل نہیں امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں فرمایا اما الملون تغیر بکثرۃ الاوراق الواقعۃ فیہ حتی اذا رفع فی الکف یظہر فیہ لون الاوراق فلا یجوز بہ الوضوء لانہ کماء الباقلی فتاوٰی غزی میں ہے وبعضہم ذھب الی عدم الجواز بالماء الذی غیرتہ کثرۃ الاوراق بحیث یظہر لونہا فی کف عنہ فہما جزم بہ فی الکنز وغیرہ اھ **اقول** فـ۱۴۹۵ انما نص الکنز لا بما تغیر بکثرۃ الاوراق اھ ولیس فیہ ذکر ظہور اللون بالرفع فی الکف وانما ضمیر تغیر للماء والماء عبارۃ عن العین فتغیر عینہ بذھاب رقتہ الجریان قال فی البحر محمول علی ما اذا زال عنہ اسم الماء بان صار ثخینا اھ ورحم اللہ العلامۃ الحلبی اذ اوضح المراد ازاح الاوھام بقولہ فی متنہ الملتقی لا بما خرج عن طبعہ بکثرۃ الاوراق اھ قال فی مجمع الانہر طبعہ ھو الرقۃ والسیلان اھ **اقول** فـ۱۴۹۶ ولم یک بعد محل لان یعللہ بتغیر اوصافہ جمیعا ویقول من جوزہ الاساتذۃ اما ما نقل عن الفرائد عن اخی جلبی انہ لایمکن الحمل الا علی اختلاف الروایتین ثم قال لکن یمکن الحمل علی ما بین انفا اھ

فـ۱۴۹۷ **فاقول اولا** ما بین صریح منطوق المتن فتعبیرہ بالحمل تضعیف یمکن لا محل لہ بما **وثانیا** فـ لا محل لھذا الحمل فی کلام صدر الشریعۃ لما یأتی من کلام المنیۃ فلا محید عن الاختلاف فمن المسامحۃ تعبیرہ باختلاف الروایتین فان قول المشایخ لایقال لہ روایۃ منیہ میں ہے اذا تغیر لون الماء وریحہ وطعمہ بطول المکث او بسقوط الاوراق تجوز بہ الطہارۃ الا اذا غلب لون الاوراق فیصیر مقیدا حلیہ میں ہے اخذہ مما فی الذخیرۃ وتتمۃ الفتاوی الصغری سئل الفقیہ احمد بن ابرہیم المیدانی عن الماء الذی تغیر لونہ لکثرۃ الاوراق الواقعۃ فیہ حتی یظہر لون الاوراق فی الکف اذا رفع الماء منہ ھل یجوز التوضی بہ قال لا ولکن یجوز شربہ وغسل الاشیاء بہ لانہ طاہر اھ ما عدم جواز التوضی بہ فلان الماء غلب علیہ لون الاوراق فصار مقیدا کماء الباقلاء وغیرہ لکن نص فی تحفۃ الفقہاء علی انہ عند الضرورۃ یجوز التوضی بماء تغیر بامتزاج

غیرہ من حیث اللون والطعم بان وقع الاوراق والثمار فی الحیاض حتی تغیر لانہ تتعذر صیانۃ الحیاض عنہا اھ۔

اقول فاذن یکون ھذا قولا ثالثا انہ انما یجوز الوضوء بہ عند الضرورۃ والاول وتبعہ فی مجمع الانھر ولیس ھکذا وانما نص البدائع شرح التحفۃ وھو عین نصہا لو تغیر الماء المطلق بالطین او بالتراب او بالجص او بالنورۃ او بوقوع الاوراق او الثمار فیہ او بطول المکث یجوز التوضؤ بہ لانہ لم یزل عنہ اسم الماء وبقی معناہ ایضا مع ما فیہ من الضرورۃ الظاہرۃ لتعذر صون الماء عن ذلک اھ فلم یقید بالضرورۃ ولم یقتصر بحجۃ علیہا بل علل بانہ ماء مطلق یاتی علی اطلاقہ وایدہ بانہ ساقط الحکم للضرورۃ وفرق بین بناء الحکم علی الضرورۃ بحیث یتقید بہا وبین اسقاط حکم راسا للضرورۃ اللازمۃ وھذا من ذلک الاتری انہ نظمہ مع المخلوط بالتراب ونحوہ فی سلک واحد وھل یسوغ لاحد ان یقول انما یجوز الوضوء بماء کدر اذا لم یجد غیرہ والا لم یصح ثم لا نظیر لھذا فی المذھب ان یجوز الوضوء بماء عند الضرورۃ لا فی السعۃ اما نبیذ التمر فانما الحکم فیہ علی خلاف المعتمد المفتی بہ لاجل ورود النص فعدل بہ عن سنن القیاس عند عدم الماء المطلق کما نصوا علیہ وسیاتی ولا مساغ لھذا ھھنا وباللّٰہ التوفیق ثم لو رد علیہ فی الحلیۃ نفسہا بما حاصلہ ان لا معنی للتفرقۃ بین السعۃ والضرورۃ فان الشرع لم ینقل المکلف عن الماء المطلق عند عدم القدرۃ علیہ الی الماء المقید فی حالۃ دون حالۃ بل نقلہ عند العجز عنہ الی التیمم فی سائر الحالات اعنی سواء کان یجد مع ذلک الماء المقید او لم یجد ایضا فان کان ھذا ماء مطلقا جاز الوضوء مطلقا والا لم یجز مطلقا اھ بمحصلہ **اقول** ھذا الایراد علی ما فھمہ رحمہ اللّٰہ تعالٰی من کلام التحفۃ لا علیہ کما علمت وللّٰہ الحمد۔

(۷۸) پھلوں کے گرنے (۷۹) تالابوں سنگھاڑوں کی بیل سڑ جانے سے پانی کے سب اوصاف بدل جائیں جب بھی حرج نہیں جبتک رقیق و سیال ہے تنویر الابصار و درمختار میں ہے (یجوز بماء خالطہ طاھر جامد) مطلقا (کفاکھۃ وورق شجر) وان غیر کل اوصافہ (فی الاصح ان بقیت رقتہ) ای واسمہ اھ۔

اقول احتاج الی زیادۃ واسمہ لکلامہ فی کل طاھر جامد ومنہ ما یزیل الاسم مع بقاء الرقۃ کما یاتی فی الزعفران ونحوہ فلا یجوز الوضوء بہ مع بقاء رقتہ ونحن فی غنی عن ھذا القید ھھنا فانہ ھھنا لا یتبدل الاسم ما دامت الرقۃ فلذا لم نعرج علیہ۔ نہرودرر میں ہے وان غیر اوصافہ فی الاصح۔ غنیۃ الحلیم میں ہے ھو الاصح بل الصحیح۔ ایسا ہی منبع شرح الوہاج فتح علمگیریہ جوہرہ نیرہ وفتاوٰی غزی میں ہے فان تغیرت اوصافہ الثلثۃ بوقوع اوراق الاشجار فیہ وقت الخریف فانہ یجوز بہ الوضوء عند عامۃ اصحابنا رحمہم اللّٰہ تعالٰی۔ مجتبٰی شرح قدوری پھر فتاوٰی غزی میں ہے لو غیر الاوصاف الثلثۃ بالاوراق ولم یسلب اسم الماء عنہ ولا معناہ فانہ یجوز التوضؤ بہ۔ نہایہ امام سغناقی پھر عنایہ وحلیہ وغنیہ وبحر ونہر ومسکین و ردالمحتار کتب کثیرہ میں ہے المنقول عن الاساتذۃ انہ یجوز حتی لو ان اوراق الاشجار وقت

ف۱: تطفل ما علی العلامۃ محمد الرومی

ف۲: فرق بین تعلیق حکم بضرورۃ وبین اسقاطہ راسا لضرورۃ

النورۃ | النورۃ

ف۳: تطفل آخر علیہما

ف۴: تطفل ثالث علیہما

الخریف تقع فی الحیاض فیتغیر ماؤھا من حیث اللون والطعم والرائحۃ ثم انھم یتوضؤون منہا من غیر نکیر ۔ والحمارین یر قوان نکور
وان غیر کل اوصافہ فی الاصح فرمایہ مقابلہ ماقیل انہ ان ظہر لون الاوراق فی الکف لا یتوضؤ بہ لکن یشرب والتقیید بالکف
اشارۃ الی کثرۃ التغیر لان الماء قد یری فی محلہ متغیر اللونہ لکن لو رفع منہ شخص فی کفہ لا یراہ متغیرا لتامل اھ **اقول** ھ
لادری لم امر بالتامل وھو امر صحیح مشاھد ھذا و زعم یوسف چلپی فی ذخیرۃ العقبی الاصح ما ذکرہ الشارح یرید صدر
الشریعۃ لانہ بغلبۃ لون الاوراق صار مقیدا اھ **اقول** ھو رحمہ اللہ تعالٰی لیس من اھل الترجیح ولم یسندہ لمعتمد فلا یعارض ما علیہ
الجمھور ونصوا انہ الاصح ونص الامام النسفی فی المستصفی عن شیخہ شمس الائمۃ الکردری انھا الروایۃ الصحیحۃ کما
سیأتی و اما ما استدل بہ فمصادرۃ علی المطلوب و کفی ردا علیہ قول المحقق فی الفتح تقع الاوراق فی الحیاض
زمن الخریف فیمر الرفیقان ویقول احدھما للاٰخر ھنا ماء تعال نشرب نتوضأ فیطلقہ مع تغیر
اوصافہ لانتقاعہا فظہر لنا من اللسان ان المخالط المغلوب لا یسلب الاطلاق اھ وقال المحقق فی الحلیۃ لعل ما نقل من ضوء
الاساتذۃ من الماء المذکور کان فیما اذا تغیر فی صفۃ ثالثۃ بحیث لم یزل عنہ اسم الماء المطلق اذ لیس کل تغیر
فی مجموع الصفات الثلٰث یوجب جعل ذلک الماء مقیدا بل ھذا ھو الظاھر من حالھم اذ لا یظن بھم الوضوء
بالماء المقید اھ **اقول** ان اراد ان کثرۃ تغیر الاوصاف بوقوع الاوراق یجعل الماء مقیدا مع بقاء
رقتہ فغیر مسلم ولو اوقع فبوقوع الاوراق مع بقاء الرقۃ لا یزول اسم الماء ابدا وان تغیرت الاوصاف کلہا
تغیرت وان اراد بالتغیر الکثیر زوال الرقۃ فلا حاجۃ الی الترجی بل ھو المراد قطعا قال فی العنایۃ بعد نقل
النھایۃ وکذا اشار فی شرح الطحاوی الیہ لکن شرطہ ان یکون باقیا علی رقتہ اما اذا غلب علیہ غیرہ وصار
ثخینا فلا یجوز اھ ثم قال فی الحلیۃ کما ان الظاھر ان محل جواب الطین فی المذکور ما بلغ بہ ما وقع فیہ من
الاوراق الحد التقیید فان تغیر لون الماء بکثرۃ الاوراق الواقعۃ فیہ یوجب تغیر الطعم بل والرائحۃ ایضا
ان کانت الاوراق ذات رائحۃ اھ **اقول** فکان ماذا فقد ذکرتم ان لیس کل تغیر فی الصفات الثلٰث
جمیعا یوجب جعل الماء مقیدا ولا تقیید ھھنا الا بزوال الرقۃ والامام المیدانی انما بنی الجواب علی ظہور لون الاوراق
فی الکف وبھذا القدر جعلہ مقیدا وبہ صرح صدر الشریعۃ ومعلوم انہ لا یستلزم الثخانۃ فانی ینفع التاویل
و علم اللہ ثم علم رسولہ التعویل جل جلالہ وعلیہ الصلاۃ والسلام بالتبجیل (۸۰ و ۸۱) شنجرف یا کسم زردی
کاٹنے کے لیے پانی میں بھگو دیتے ہیں جب زردی کٹ آئی پانی پھینک دیتے ہیں یہ پانی اگرچہ اسکی رنگت وغیرہ بدل گئی قابل وضو ہے
جبکہ گاڑھا نہ ہوگیا ہو خانیہ میں ہے التوضؤ بزردج العصفر یجوز ان کان رقیقا والماء غالب **اقول** والحاصل

واحد فکانہ اضیف الیہ بالعطف علیہ تعلیلا ۔ ل ۔ ازانجملہ ہیں ہی ماء الزردج والصابون والعصفر لو رقیقا یسیل علی العضو نحو زبدایہ میں ہے وھو الصحیح کذا اختارہ الناطفی والامام السرخسی رحمہما اللہ تعالٰی مغرب میں ہے ماء الزردج ہو مایخرج من العصفر المنقوع فیطرح ولا یصبغ بہ اسی طرح جوہرہ و غنیہ و حلیہ وغیرہا میں ہے **اقول** ۱۵۱۰ انما الزردج معرب زردہ وھی الصفرۃ التی تخرج من العصفر فی الماء المنقوع فیہ لا فیسمی ذلک الماء ماء الزردج لا ان ماء یخرج من العصفر یسمی ماء الزردج ہذا ہو الوجہ عندی فی اللفظ وتبعوا فیہ المطرزی وکانہم لم یتقنہ لخلو کتب اللغۃ عنہ حتی القاموس المدعی الاحاطۃ وتاج العروس المستدرک علیہ بکثیر ولا الکلمۃ من لسان العرب واللہ تعالٰی اعلم (۸۲ و۸۳) جس پانی میں کچ یا چونہ مل جائے لقولہ المرید عنہ اسم الماء ویبقی معناہ ایضا (۸۴) چونے کا پانی کہ بجھنے کے بعد تہ نشین ہوتی اور اوپر نتھرا پانی رہ جاتا ہے جسمیں قدرے سپیدی متفرق طور پر رہتی ہو اسے چونے کا پانی کہتے ہیں قابل وضو ہے لانہ لم یزل اسم الماء ولا طبعہ (۸۵) ریشم پکانے کے لیے کیسون کو پانی میں جوش دیتے ہیں اور انمیں ریشم کے کیڑے ہوتے ہیں اوس پانی سے وضو جائز ہے کیڑے مرے ہوں یا خشک جبتک اسقدر کثرت سے نہوں کہ اونکے اجزا پانی پر غالب آجائیں جواہر الفتاوی باب ثانی فتاوے امام جمال الدین بزدوی میں ہے الفیلق اذا طرح فی الماء الذی اغلی بالنار لسلّ الابریسم والفیلق دود میتۃ یابسۃ او غیر یابسۃ بقیت فی الماء یکون طاہرا لانہ لیس لہ دم سائل وان غلب اجزاؤہا علی الماء یمنع التوضی بہ کما لو غلب شیئ اٰخر درمختار میں ہے فی الوھبانیۃ دود القز وماؤہ وبزرہ وخرؤہ طاہر کدودۃ متولدۃ من نجاسۃ ردالمحتار میں شرح وہبانیہ للعلامۃ عبدالبر سے ہے یحتمل ان المراد ما یوجد فیما یھلک منہ قبل ادراکہ وھو شبیہ باللبن او الذی یغلی فیہ عند حل حریرہ (۸۶) پانی میں مینڈک یا کوئی آبی جانور یا وہ غیر آبی جسمیں خون سائل نہو جیسے زنبور کژدم مکھی وغیرہا مر جائے اوس سے وضو جائز ہے اگرچہ ریزہ ریزہ ہو کر اوسکے اجزا پانی میں ایسے ملجائیں کہ جدا نہو سکیں بشرطیکہ پانی اپنی رقت پر رہے ہاں اس حالت میں اوسکا پینا یا شوربا کرنا حرام ہوگا جبکہ وہ جانور حرام ہو اور اگر مری یا غیر طافی مچھلی ہو تو بھی جائز درمختار میں ہے لو تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ لا شربہ لحرمۃ لحمہ قال ش عن البحر لانہ صارت اجزاؤہ فی الماء فیکرہ التنزیہ بہا ام **اقول** ۱۵۱۱ کل مالا دم لہ فیہ حرام غیر الجراد والسمک الغیر الطافی واذا اختلطت اجزاؤہ بالماء فازدرادہا فی شربہ متیقن فای وجہ للنزول من الحرمۃ الی کراہۃ التحریم و راجعت البحر فوجدت نصہ ہکذا روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی اذا تفتت الضفدع فی الماء کرہت شربہ لا للنجاسۃ بل لحرمۃ لحمہ وقد صارت اجزاؤہ فی الماء وہذا تصریح بان کراہۃ شربہ تحریمیۃ وبہ صرح فی التجنیس فقال یحرم شربہ **اقول** ۱۵۱۲ الکراہۃ فی عرف القدماء اعم من الحرمۃ یقولون اکرہ کذا والمعنی احرمہ راجع کتابی فصل القضاء فی رسم الافتاء فمعنی قول البحر ان الکراہۃ فی کلام الامام للتحریم الاتری الی قولہ وبہ صرح فی التجنیس وانما صرح بانہ حرام (۸۷) چاول کھچڑی دال دھو کر ڈالے جاتے ہیں

ف۳ معروضہ ۹۱۳ علی العلامۃ ش

ف۴

ف۵

انکے دھونے سے جو پانی بچا قابل وضو ہے جبکہ بیوضو ہاتھ سے نہ دھوئے ہوں اگرچہ اوسکے رنگ میں ضرور تغیر آجاتا ہے بلکہ اگرچہ مزہ و بو بھی بدل جائیں **اقول** ۱۵۱۳ وھذا عندی وفاقا حتی ممن یجعل ماء الحمص والباقلاء المنقوعین فیہ مقیدا لان مجرد الغسل لا یسری الیہ ما یسری بالنقع والتغیر الذی یحدث بہ لیس للحب بل لما علیہ من نحو الغبار واللّٰہ تعالٰی اعلم (۸۸) جس پانی میں چنے بھگوئے گئتی ہی دیر بھیگے رہیں تحقیق یہ ہے کہ اوس سے وضو جائز ہے مگر یکا ج کے اجزا اوسمیں ملکر اوسے گاڑھا کردیں کہ اپنی رقت وسیلان پر باقی نہ رہے (۸۹) یونہی سمیں باقلا بھگوئیں یونہی ہر ناج مختصر امام ابو الحسن قدوری میں تھا لا (ای لا یجوز الوضوء) بماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء کماء الباقلاء والمرق اسپر ہدایہ میں فرمایا المراد بماء الباقلاء وغیرہ ما تغیر بالطبخ فان تغیر بدون الطبخ یجوز التوضی بہ اھ واقرہ علیہ فی الفتح والعنایۃ وتبعہ فی الجوھرۃ فقال قولہ کماء الباقلاء المراد المطبوخ بحیث اذا برد ثخن وان لم یطبخ فھو من قبیل تغیر الطاھر بماء خالطہ شیئ طاھر اھ **اقول** ۱۵۱۴ رحم اللّٰہ الشیخ الھمام وحمنا بہ کلام ابی الحسن فیما اذا اخرجہ عن طبع الماء بان اختلطت فیہ اجزاؤہ فثخن ولم یبق رقیقا وحینئذ لا یجوز التوضی بہ وان لم یطبخ وقد قال فی الوقایۃ بماء زال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء او بالطبخ کماء الباقلاء والمرق فقال الامام الشارح المراد بہ ان یخرجہ عن طبع الماء وھو الرقۃ والسیلان فماء الباقلاء نظیر ما غلب علیہ غیرہ اجزاء والمرق نظیر ما غلب علیہ بالطبخ اھ وفی الاصلاح و الایضاح بماء زال طبعہ وھو الرقۃ والسیلان بغلبۃ غیرہ اجزاء کماء الباقلاء اھ نعم الظاھر مما مر عن الذخیرۃ والتتمۃ عن المیدانی وتبعہ صدر الشریعۃ من قیاسہا تلون بوقوع الاوراق علی ماء الباقلاء ان المراد ما نقع فیہ فغیرہ وصفا لا ذاتا وھو خلاف المعتمد ففی الخانیۃ یجوز التوضؤ بماء القی فیہ حمص او باقلاء لیبتل و تغیر لونہ وطعمہ ولکن لم تذھب رقتہ اھ وفی الفتح فی الینابیع لو نقع الحمص والباقلاء وتغیر لونہ وطعمہ وریحہ یجوز التوضی بہ اھ ومثلہ عنہا فی فتاوی الغزی ومثلہ فی المنیۃ وعزاہ فی الحلیۃ للملتقط وتجنیس الملتقط والظھیریۃ **فائدہ اقول** ۱۵۱۵ یہاں سے ظاہر ہوا کہ گھوڑے کے دانے سے جو پانی توبڑے میں بچ رہے قابل وضو ہے جبکہ رقیق سائل ہو اور اوسے بیوضو ہاتھ نہ لگا ہو کہ مذہب صحیح میں گھوڑے کا جھوٹا قابل وضو ہے درمختار میں ہے وسؤر ماکول اللحم ومنہ الفرس فی الاصح طاھر طھور بلا کراھۃ (۹۰) یہ ہوا اور (۹۱) گائے بھینس بکری وغیرہ حلال جانوروں کا جھوٹا جبکہ اوسوقت اونکے مونھ کی نجاست نہ معلوم ہو اگرچہ نر ہو اور بعض نے کہا نر کا جھوٹا ناپاک ہے کہ اوسکی عادت ہوتی ہے کہ جب مادہ پیشاب کرے اپنا مونھ وہاں لگا کر سونگھتا ہے بلکہ زمین پر اگر اوسکا پیشاب پڑا پائے تو اوسے مگر صحیح طہارت ہے درمختار میں ہے سؤر حمار اھلی ولو ذکرا فی الاصح مشکوک فی طھوریتہ لا طھارتہ ردالمحتار میں ہے قولہ فی الاصح قال

https://www.facebook.com/darahlesunnat

قاضی خان و مقابلہ القول بنجاستہ لانہ ینجس فمہ بشم البول قال فی البدائع وھو غیر سدید لان تلک الرطوبۃ ان کانت نجسۃ فہی تنجس بشم البول فانہ امر موھوم لا یغلب وجودہ فلا یؤثر فی ازالۃ الثابت بحرائق

اقول ۱۵۱۶ ان کان للمناط الندرۃ یظھر تنجیس سؤر التیس فان شمہ بول العنز ان کان نادرا فانہ یتکرر منہ کل یوم مرارا انہ یدنی ذکرہ والمذی والبول نابعان فیمصہ بل الوجہ عندی واللہ تعالٰی اعلم ان الجفاف سبب الطھارۃ فی ابدان الحیوانات کما فی الارض وقد حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی باب الانجاس من فتاوٰنا واللہ تعالٰی اعلم

اقول ۱۵۱۷ ہاں اگر بھینس کہ بیل وغیرہ نے مادہ کا پیشاب سونگھا یا بکرے نے اپنا آلۂ تناسل نکال کر چوسا اور اوس وقت مذی و بول نکل رہی تھے اور قبل اسکے کہ اوسکا مونھ پاک ہو جائے پانی میں ڈال دیا تو اب بیشک پانی ناپاک ہو جائیگا اور اگر چار برتنوں میں مونھ ڈالا تو پہلے تین ناپاک ہیں چوتھا پاک و قابل وضو۔ اسے نمبر ۲۲ کے ساتھ لکھنا تھا مگر ارادۂ الٰہیہ یونہیں واقع ہوا ولہ الحمد علی ما صنع، وعلی ما اعطی وعلی ما منع، وصلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علی الشفیع المشفع، والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمع۔

(۹۲) پانی میں کولتار پڑ گیا جس سے اوس میں سخت بدبو آگئی مگر گاڑھا نہ ہو گیا اوس سے وضو جائز ہے فتاوی زینیہ میں ہے سئل عن الماء المتغیر ریحہ بالقطران ھل یجوز الوضوء منہ ام لا اجاب نعم یجوز لہ والقطران بالفتح وبالکسر وکظربان عصارۃ الابھل والارزۃ قاموس والارز شجر الصنوبر قالہ ابو حنیفۃ تاج العروس ومثلہ فی بلادنا ما ذکرت

اقول ۱۵۱۸ مگر بوجہ خبث رائحہ مکروہ ہونا چاہیے خصوصا اگر اوسکی بدبو نماز میں باقی رہی کہ باعث کراہت تحریمی ہوگی (۹۳) پانی میں روٹی بھگوئی اسکے تو اجزا جلد منتشر ہو جاتے ہیں مگر جبتک پانی کو ستو کی طرح گاڑھا نہ کر دیں رقیق و سیال رہے قابل وضو ہے اگرچہ رنگ مزہ بو سب بدل جائیں خانیہ میں ہے لو بل الخبز بالماء وبقی رقیقا جاز بہ الوضوء (۹۴) یونہیں جس میں آم بھگوئے (۹۵)

اقول ۱۵۱۹ اسی طرح گوشت کا دھوون اگرچہ پانی میں ایک گونہ سرخی آجائے کہ صحیح مذہب میں گوشت کا خون بھی پاک ہے نہ کہ وہ سرخی کہ بعض جگہ اوسکی سطح پر ہوتی ہے وہ پانی میں دھل جاتی ہے رد المحتار میں بزازیہ سے ہے الدم الخارج من اللحم المھزول عند القطع ان منہ فطاھر وکذا دم مطلق اللحم (۹۶) صابون (۹۷) اشنان کہ ایک گھاس ہے اوسے حرض بھی کہتے ہیں (۹۸) ریحان جسے نازبو بھی کہتے ہیں (۹۹) بابونہ (۱۰۰) خطمی (۱۰۱) بیری کے پتے کہ یہ چیزیں میل کاٹنے اور زیادت نظافت کو غسل میں شامل کیجاتی ہیں اوس سے غسل و وضو جائز ہے اگرچہ اوصاف میں تغیر آجائے جبتک رقت باقی رہے مختصر امام ابو الحسن میں ہے یجوز الطہارۃ بماء خالطہ شیئ طاھر فغیر احد اوصافہ کماء المد والماء الذی اختلط بہ اللبن او الزعفران او الصابون او الاشنان اسپر جوہرہ نیرہ میں ہے فان غیر وصفین فعلی اشارۃ الشیخ لا یجوز الوضوء ولکن الصحیح انہ یجوز کذا فی المستصفی حلیہ میں ہے التقیید باحد الاوصاف الثلثۃ فیہ نظر فقد نقل الشیخ حافظ الدین فی المستصفی عن شیخہ العلامۃ الکردری ان الروایۃ الصحیحۃ خلافہ مجتبی شرح قدوری میں ہے قول المصنف فغیر احد اوصافہ لا یفید التقیید بہ حتی لو تغیر

الاوصاف الثلثۃ بالاشنان او الصابون او الزعفران لم یسلب اسم الماء عنہ ولا معناہ فانہ یجوز التوضؤ بہ فتاوی امام قاضی خان میں ہے ماء صابون وحرض ان بقیت رقتہ ولطافتہ جاز التوضؤ بہ (۱۰۲ تا ۱۰۷) یہی چھ چیزیں اگر پانی میں ملا کر جوش دی جائیں جب بھی وضو جائز ہے جبتک رقت باقی ہے ہدایہ میں ہے ان تغیر بالطبخ بعد ما خلط بہ غیرہ لا یجوز التوضی بہ الا اذا طبخ فیہ ما یقصد بہ المبالغۃ فی النظافۃ کالاشنان ونحوہ لان المیت قد یغسل بالماء الذی اغلی بالسدر بذلک وردت السنۃ الا ان یغلب ذلک علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ فتاوی شیخ الاسلام غزی میں ہے ماء الصابون لو رقیقا یسیل علی العضو یجوز الوضوء بہ وکذا لو اغلی بالاشنان ان لم یثخن الا کما فی البزازیۃ خانیہ میں بعد عبارت مذکورہ آنفا ہے وکذا الو طبخ بالماء ما یقصد بہ المبالغۃ فی التنظیف کالسدر والحرض وان تغیر لونہ ولکن لم تذہب رقتہ یجوز وان صار ثخینا مثل السویق لا ۹ منیہ وغنیہ میں ہے ذکر فی المحیط لو توضأ بماء اغلی باشنان او باس جاز الوضوء بہ ما لم یغلب علیہ بان اخرجہ عن رقتہ حلیہ میں ہے فی الذخیرۃ وتتمۃ الفتاوی الصغری نقلا عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی اذا طبخ الاٰس او البابونج فی الماء فان غلب علی الماء حتی یقال ماء البابونج والاٰس لا یجوز التوضی بہ انتھی وعزی الی الاجناس ما نصہ قال محمد رحمہ اللہ تعالی فی الماء الذی یطبخ فیہ الریحان او الاشنان اذا لم یتغیر لونہ حتی یحمر بالاشنان او یسود بالریحان وکان الغالب علیہ الماء فلا باس بالوضوء بہ فمحمد یراعی لون الماء وابو یوسف غلبۃ الاجزاء ثم فی التتمۃ والذخیرۃ والحاصل من مذہب ابی یوسف ان کل ما خلط الماء مما لیس بجنسہ (سوا ما لیس من جنس الماء فیما یقصد) من استعمال الماء وھو التطہیر فالتوضی بہ جائز بشرطان لا یغلب ذلک المخلوط علی الماء حتی لا تزول بہ الصفۃ الاصلیۃ وھی الرقۃ وذلک مثل الصابون او الاشنان وان کان ذلک المخلوط لا یناسب الماء فیما یقصد من استعمال الماء ففی بعض الروایات اشترط لمنع جواز التوضی غلبۃ ذلک الشیئ الماء وفی بعض الروایات لم یشترط ومحمد اعتبر فی جنس ہذہ المسألۃ غلبۃ المخلوط الماء لمنع جواز التوضی ولکن فی بعضہا اشار الی الغلبۃ من حیث اللون وفی بعضہا اشار الی الغلبۃ من حیث الاجزاء بحیث تسلب صفۃ الرقۃ من الماء ویبدلہا بضدہا وھی الثخونۃ اھ ملتقطا نیز حلیہ میں ایک کلام بدائع نقل کرکے فرمایا ذکر فیہا وفی التحفۃ ومحیط رضی الدین وفتاوی قاضی خان وغیرہا اذا کان المخالط مما یطبخ بالماء بہ او یخلط لزیادۃ التطہیر لا یمنع التوضی بہ ولو تغیر لون الماء او طعمہ وذلک کالصابون والاشنان والسدر الا اذا صار غلیظا بحیث لا یجری علی العضو فانہ حینئذ لا یجوز لانہ زال عنہ اسم الماء اھ **اقول** (۱۵۲) واضفت الخطمی اخذا مما قالوا فی الجنائز یغسل رأسہ ولحیتہ بالخطمی ان وجد والا فبالصابون ونحوہ تنویر وفی التبیین اغتسل صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وغسل رأسہ بالخطمی وھو جنب واکتفی بہ ولم

یصب علیہ الملء (۱۰۸ و ۱۰۹) **اقول**[۱۵۲۱] دوا یا غذا پانی مین پکانے کو ڈالی اور آنچ کی مگر وہ شے ابھی کچی ہے اور پانی گاڑھا نہو گیا تو اوس سے وضو جائز ہے لانہ لم یوجد الطبخ ولا خروجہ الطبع فلا الاسم قال ش عن القاموس الطبخ ہو الانضاج استواء[۱] اھ وقال فی الغنیۃ القاعدۃ فی المخالطۃ بالطبخ ان ینضج المطبوخ فی الماء (۱۱۰) **اقول**[۱۵۲۲] یونہین چا دم کرنے کو گرم پانی مین ڈالی یا جوش ہی مین شریک کی اور جلد نکال لی کہ اثر نکرنے پائی پانی اس قابل نہوا کہ اوسے چائے کہہ سکین اگرچہ ہلکی سی ہلکی تو اوس سے بھی وضو مین حرج نہین لبقاء الاسم والطبع وایضا عدم الانضاج والطبخ یہان پانی کی رنگت پر نظر ہوگی اور صورت سابقہ مین اوسکی رقت اور شے جوشاندہ کی حالت پر (۱۱۱ تا ۱۱۴) عرق گاؤزبان یا اوتری ہوئی گلاب کیوڑا بید مشک جنمین خوشبو نہی اور اتنے ہلکے ہین کہ کوئی مزہ بھی محسوس نہین ہوتا پانی مین کسقدر ملجائین جبتک پانی سے مقدار مین کم ہونگی مثلاً لبالب گھڑے مین ہی گھڑے آگلے تک بھرا تو اوس سے وضو ہو سکتا ہے بحر الرائق مین ہے ان کان مائعا موافقا للماء فی الاوصاف الثلثۃ کالماء الذی یؤخذ بالتقطیر من لسان الثور وماء الورد الذی انقطعت رائحتہ اذا اختلط بالمطلق فالعبرۃ للاجزاء فان کان الماء المطلق اکثر جاز الوضوء بالکل وان کان مغلوبا لا یجوز وان استویا لم یذکر فی ظاہر الروایۃ وفی البدائع قالوا حکمہ حکم الماء المغلوب احتیاطا اھ وعبارۃ الدرر والمستخرج من النبات بالتقطیر تعتبر فیہ الغلبۃ بالاجزاء اھ **اقول**[۱۵۲۳] واطلاقہ یناقض ضابطتہ التی تبع فیہا الامام الزیلعی فان من المستقطر ما یخالف الماء فی وصف او وصفین او الثلاثۃ کما لا یخفی (۱۱۵) یونہین ہر عرق کہ پانی سے رنگ مزہ و بو کسی مین ممتاز نہو جیسے عطارون کے یہان کے اکثر عرق **ثم اقول**[۱۵۲۴] کمی بیشی مین اعتبار مقدار کا ہے اور انمین بہت چیزین پانی سے ہلکی ہوتی ہین تو اگر وزن مین کمی لیجائے یا زیادہ مقدار مین بیشی ہوجائیگی لہذا ہمنے لبالب گھڑے اور گلے تک بھرے سے تمثیل دی وبہ ظہر ما فی عبارۃ المنحۃ[۱۵۲۵] حیث فسر العبرۃ للاجزاء بقولہ ای القدر والوزن اھ وفی عبارۃ ابی السعود اذ قال الغلبۃ من حیث الوزن اھ وقد نص محمد ان الماء کیلی والجمہور منا انہ لیس وزنیا وقال العینی ثم الشلبی لو کان الماء رطلین والمستعمل رطلا فحکمہ حکم المطلق وبالعکس کالمقید اھ لکن العجب من العلامۃ الشرنبلالی[۱۵۲۶] قال فی نور الایضاح وشرحہ الغلبۃ فی مائع لا وصف لہ یخالف الماء تکون بالوزن فان اختلط رطلان من المستعمل او من ماء الورد الذی انقطعت رائحتہ برطل من الماء المطلق لا یجوز بہ الوضوء وبعکسہ جاز اھ فذکر الوزن وعاد الی الکیل **نوع آخر** اس نوع مین وہ اشیا مذکور ہونگی جنکی بعض صورتون مین حکم منقول کتب[۱۵۲۷] کچھ ہے اور ضابطہ امام زیلعی جسکا بیان بعونہ تعالی فصل چہارم مین آتا ہے اوسکا مقتضی کچھ ۔ ان اشیا کی جس صورت مین حکم منقول و مقتضائے ضابطہ جواز پر متفق ہین وہ اس قسم اول مین مذکور ہونگی اور جسمین عدم جواز پر متفق ہین وہ قسم دوم مین اور جہان دونون مختلف ہین وہ صورتین قسم سوم کے لیے ہین ۔ یہ اشیا دو صنف ہین

صنف اوّل خشک چیزیں (۱۱۶) پانی میں چھوہارے ڈالے اور ابھی تھوڑی دیر گزری کہ نبیذ نہ ہو گیا اگرچہ خفیف سی شیرینی اوس میں آگئی اوس سے بالاتفاق وضو جائز ہے کتاب المفید والمزید پھر عینی شرح صحیح بخاری تبیین حلیہ و ہندیہ وغیرہا میں ہے الماء الذی القی فیہ تمیرات فصار حلوا ولم یزل عنہ اسم الماء وھو رقیق یجوز بہ الوضوء بلا خلاف بین اصحابنا اھ

اقول ۱۵۲۷ اما ما فی البدائع اذ بدء معرفۃ نبیذ التمر الذی فیہ الخلاف وھو ان یلقی شیئ من التمر فی الماء فتخرج حلاوتہ الی الماء وھکذا ذکر ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فی تفسیر نبیذ التمر الذی توضأ بہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیلۃ الجن فقال تمیرات القیتھا فی الماء اھ فیحمل علی ما حلا و خرج من الاطلاق کیف وفی صدر الحدیث عند ابن ابی شیبۃ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لہ ھل معک من وضوء قال قلت لا قال فما فی اداوتک قلت نبیذ تمر قال تمرۃ حلوۃ وماء طیب فلولا انہ خرج من الاطلاق لما قال لا **اقول** ۱۵۲۸ وبھذا یضعف ما اجاب بہ ابن حجر فی شرح البخاری والمشکوٰۃ انہ محمول علی ماء القیت فیہ تمرات یابسۃ لم تغیر لہ وصفا قال العسقلانی وانما کانوا یصنعون ذلک لان غالب میاھھم لم تکن حلوۃ اھ استشعر المکی ان ھذا لیس نبیذا فقال وتسمیۃ ابن مسعود لہ نبیذا من مجاز الاول اھ زاد او المراد بہ الوضع اللغوی وھو ما ینبذ فیہ شیئ وان لم یغیرہ اھ **اقول** ۱۵۲۹ وکل ھذا کما تری خروج عن الظاھر غیر ان ملک العلماء قال بعد ما قدمنا عنہ لان من عادۃ العرب انھا تطرح التمر فی الماء الملح لیحلو اھ **اقول** ۱۵۳۰ فھذا میل الی ما قالا ولا اراہ یستقیم اذ لو کان کذا لبقی علی مائیتہ وکان مطلقا فجاز بہ الوضوء مطلقا وقد قال الشیخ الامام فی اٰخر الکلام الجواز فی نبیذ التمر ثبت معدولا بہ عن القیاس لان القیاس یابی الجواز الا بالماء المطلق وھذا لیس بماء مطلق بدلیل انہ لا یجوز التوضؤ بہ مع القدرۃ علی الماء المطلق الا انا عرفنا الجواز بالنص اھ ولذا احتجنا الی الجواب عن الحدیث بانہ منسوخ بایۃ التیمم ونوزع وانما مال الاتقانی الی قول محمد انہ یجمع بینھما لیقع الطھر بالیقین **اقول** ۱۵۳۱ وھو حسن جدا واللہ تعالٰی اعلم

(۱۱۷) **اقول** ۱۵۳۲ یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر پانی میں شکر اتنی ملا لے اتنی کم پڑے کہ شربت کی حد تک نہ پہنچا اگرچہ ایک ہلکی سی مٹھاس آگئی تو اوس سے وضو روا ہے (۱۱۸) **اقول** ۱۵۳۳ یونہیں دوا پانی میں بھگوئی جب تک پانی میں اوسکا اثر نہ آجائے کہ اب اوسے دوا کہیں پانی نہ کہیں اوس وقت تک اوس سے وضو جائز ہے اگرچہ پانی کے اوصاف بدل جائیں وکفٰی شاھدا علیہ مسألۃ الاوراق فی الحیاض (۱۱۹) کسم (۱۲۰) کیسر (۱۲۱) کسیس (۱۲۲) مازویہ جبکہ اگر پانی میں اتنی کم حل ہوئیں کہ پانی رنگنے یا لکھنے حرف کا نقش بننے کے قابل نہ ہو گیا تو اوس سے بالاتفاق وضو جائز ہے ۱۵۳۴ وذلک ان العبارات جاءت فیھا علی اربعۃ مسالک **الاول** یجوز مطلقا ما لم تغلب علی الماء بالاجزاء

قال في الهداية قال الشافعي رحمه الله تعالٰى لا يجوز التوضی بماء الزعفران واشباهه مما ليس من جنس الارض لانه ماء مقيد الا ترى انه يقال ماء الزعفران بخلاف اجزاء الارض لان الماء لا يخلو عنها عادة ولنا ان اسم الماء باق على الاطلاق الا ترى انه لم يتجدد له اسم على حدة واضافته الى الزعفران كاضافته الى البئر والعين ولان الخلط القليل لا معتبر به لعدم امكان الاحتراز عنه كما في اجزاء الارض فيعتبر الغالب والغلبة بالاجزاء لا بتغير اللون هو الصحيح اھ وفي الاكفر ويتجوز التوضی بماء الزعفران عندنا وعند الشافعي لا يجوز اھ وفي الظهيرية ثم البحر وفي الخانية اذا طرح الزاج في الماء حتى اسود زاد في الخانية لكن لم تذهب رقته جاز به الوضوء اھ وفي مثل الخانية في المنية عن الملتقط وزاد وكذا العفص اھ قال في الغنية جاز مع تغير لونه وطعمه وريحه اھ وفي الخانية لا بماء ورد وزعفران اذا ذهبت رقته وصار ثخينا وان بقيت رقته ولطافته جاز اھ وفي جواهر الاخلاطي اذا خالطه شیء من الطاهرات ولم يطبخ كالزعفران والزردج يجوز التوضی به اھ اى وقيد بقاء الرقة معلوم لا حاجة الى ابانته وفي مسكين على الكنز لا يجوز بماء غلب عليه غير الماء مثل الزعفران اجزاء وهو احتراز عن الغلبة لونا وهو قول محمد رحمه الله تعالٰى اھ وفي وجيز الكردری بماء الزردج والصابون والعصفر والسيل لو رقيقا يسيل على العضو يجوز التوضی به اھ بل في الغرر يجوز وان غير اوصافه جامد كزعفران وورق في الاصح وفي نور الايضاح لا يضر تغير اوصافه كلها بجامد كزعفران اھ فهذه نصوص متظافرة اما ما في الخانية التوضی بماء الزعفران وزردج العصفر يجوز ان كان رقيقا والماء غالب فان غلبته الحمرة وصار متماسكا لا يجوز اھ **فاقول**[١٥٣٥] اوله صريح في اعتبار الرقة وفي اخره وان ذكر الحمرة فقد تداركه بقوله وصار متماسكا فلم يكتف بغلبة اللون ما لم يثخن ثم اكده بان قال متصلا به اما عند ابی يوسف رحمه الله تعالٰى تعتبر الغلبة من حيث الاجزاء لا من حيث اللون هو الصحيح اھ ومثل هذا ما في الخلاصة رجل توضأ بماء الزردج او العصفر او الصابون ان كان رقيقا يستبين الماء منه يجوز وان غلبت عليه الحمرة وصار نشاستج لا يجوز اھ فصرح بالبناء على الثخونة وبقى ذكر الحمرة في الكتابين كالمستدرك **الثانی**[٤٢] لا يجوز مطلقا في شرح الطحاوی ثم خزانة المفتين المقيد مثل ماء الاشجار والثمار وماء الزعفران اھ وفي المنية لا تجوز بالماء المقيد كماء الزعفران اھ قال في الحلية محمول على ما اذا كان الزعفران غالبا اھ **اقول**[١٥٣٦] هذا مبهم يحتمل الغلبة بالاجزاء وباللون وافصح في الغنية فقال المراد اذا خثر به وخرج عن الرقة او ما يستخرج منه رطبا كما يستخرج من الورد اھ **اقول**[١٥٣٧] فعلى الثانی يخرج من البين وعلى الاول يرجع الى الاول وهو الذی نص عليه في المنية نفسها من بعد اذ قال تجوز الطهارة بالماء الذی اختلط به الزعفران بشرط ان تكون الغلبة للماء من حيث الاجزاء ولم يزل عنه اسم الماء اھ **الثالث**[٤٣] يجوز ما لم يصلح للصبغ والنقش في الفتح والحلية صرح في التجنيس بان من التفريع على اعتبار الغلبة بالاجزاء قول الجرجانی اذا طرح الزاج او العفص في الماء

جاز الوضوء به لکان لا ینقش اذ کتب فاذ نقش لا یجوز والماء هو المغلوب وهو مثله فی الهندیة عن البحر عن التجنیس من قوله اذا طرح الزاج فی الماء حتی اسود
فی القنیة ثم معراج الدرایة ثم البحر ثم الدر ثم فتح اللہ المعین الزعفران اذا وقع فی الماء ان امکن الصبغ فیه فلیس بماء مطلق الرابع
یجوز مالم یغلب لونها لون الماء فی الشلبیة عن یحیی عن الامام القاضی الاسبیجابی الماء ان اختلط به طاهر فان غیر لونه فالعبرة للمغلوب فان کان الغالب
لون الماء جاز الوضوء به والا فلا وذلك مثل اللبن والخل والزعفران یختلط بالماء اھ ومثله فی خزانة المفتین والبرجندی اقول
قدمنا فی ۱۱ اجماع اصحابنا رضی اللہ تعالی عنہم علی جواز الوضوء بماء القی فیه تمیرات فحلا ولم یصر نبیذا ومعلوم قطعا ان اللون یسبق
تغیرا فیه من الطعم فاستقر الاجماع علی ان تغیر اللون والطعم جمیعا لا یضر مالم یزل الاسم فیجب حمل ھذا الرابع وکذا الثانی علی الثالث ثم
قد انعقد الاجماع والاطباق ومرھم الخلاف بین رخلاف شقاق ان زوال الاسم یسلب الاطلاق کیف وانما عین الشرع للوضوء الماء
وھذا اذا زال الاسم لیس بماء فهذا الشرط ملحوظ ابدا بلا امتراء وان کان یطوی ذکره للعلم بالعلم به انسلاخ امره فیجب حمل الاول
ایضا علی الثالث فیزول الشقاق ویحصل الوفاق واللہ تعالی اعلم (۱۲۳) اقول یونہیں رنگت کی تحریر کہ اب چلی ہیں ہماری تحقیق میں
اونکی طہارت پر فتوی ہے جب پانی میں اتنی خفیف ملیں کہ رنگنے کے قابل نہ ہو جائے اگرچہ رنگت بدل جائے (۱۲۴) یونہیں روشنائی جبکہ اوسکے ملنے سے لکھنے کے لائق نہ ہو جائے
اقول یعنی اوس سے حرف کا نقش بنے جو بعد خشکی پڑھنے میں آئے اگرچہ پھیکا ہو مصنف و صم ہتی جیز ہیں (۱۲۵، ۱۲۶) جس پانی میں زعفران
حل کیا ہوا پانی یا شہاب اتنا کم ہو کہ ان پانیوں کی رنگت اوس سادہ پانی پر غالب نہ آئے اوس سے وضو بالاتفاق جائز ہے قال الامام ملک العلماء فی البدائع
الماء المطلق اذا خالطه شیئ من المائعات الطاهرة کاللبن والخل ونقیع الزبیب ونحو ذلك ینظر ان کان مخالفا لونه لون الماء کاللبن وماء العصفر
والزعفران تعتبر الغلبة فی اللون اھ وفی الحلیة نقل فخر الدین الزیلعی عن الاسبیجابی ونجم الدین الزاهدی عن زاد الفقهاء قالوا ان کان المخالط یشابه
لونه یخالف لون الماء مثل اللبن والخل وماء الزعفران ان کانت الغلبة للون الماء یجوز التوضی به وان کان مغلوبا لا یجوز اھ اقول ولا شك ان ھذا
الملح یخالف الماء المطلق فی اوصافه الثلثة فعلی ضابطة الامام الزیلعی یعتبر تغیر وصفین فکان یحتمل ان تقتضی الضابطة خلاف ھذا الحکم
المنقول فیما اذا غلب علی المطلق طعمه وریحه دون لونه لکنه غیر معقول لان اللون اقوی اوصافه واسرع اثرا فان تغیر شیئ منها فاللون تغیر لونه
قبله وان لم یتغیر لم یتغیر شیئ فلم یحصل فی جانب الجواز خلاف (۱۲۷) یونہیں پٹیا حل کیا ہوا پانی پانی میں ملنے سے اوسکی رنگت غالب نہ آئے تو وضو روا ہے
اقول لانه ان کان فیه ریح فکماء الزعفران والعصفر اولا فذو وصفین ولا یتغیر الطعم الا بتغیر اللون فلا یحصل الخلاف (۱۲۸) آب تربوز جسے
تربوز کا شربت کہتے ہیں جس میٹھے پانی میں اتنا ملے کہ اوس کا مزہ پانی پر غالب نہ آئے اوس سے بالاتفاق وضو ہو سکتا ہے تبیین محقق و فتح القدیر و حلیہ و غنیہ و درر و بحر وغیرہا میں ہے
ماء البطیخ تعتبر الغلبة فیه بالطعم اھ اقول وتقییدھا بالماء العذب کما فعلت فان الماء الملح ربما تبلغ ملوحته بحیث لو خلط به ماء
البطیخ اکثر من نصفه لم یغلب علیه طعمه بل کان ذا حلاوة ھذا ھو المغلوب فاعتبار الطعم ھنا تضییق یؤدی الی توسیع خارج عن القوانین
به فلیتنبه اقول وھو وان کان ذا الاوصاف الثلثة کما سیأتی لکن طعمه اقوی فاذا لم یتغیر لم یتغیر شیئ فلا یحصل الخلاف فی جانب الجواز

واللہ تعالٰی اعلم (۱۲۹) یونہیں سپید انگور کا شیرہ اگر شیریں پانی میں ملے مزہ کا اعتبار ہے اگر اوس کا مزہ غالب ہے قابلِ وضو نہیں یہ بدائع میں ہے لکن لایخالف الماء فی اللون و
یخالفہ فی الطعم کعصیر العنب الابیض وخلہ تعتبر الغلبۃ فی الطعم اھ **اقول**[۱۵۵۳] وقرینۃ بالعذب لما علمت وفی حصول الوفاق[۱۵۵۴] لما سمعت (۱۳۰)
سپید انگور کا سرکہ اگر اوس کا مزہ اور بو پانی پر کچھ غالب آئے اوس سے وضو بالاتفاق جائز نہیں **اقول**[۱۵۵۵] لانہ ذو وصفین وریحہ اقوی فان تغیر ریح الملح دون طعمہ
لم یجز علی قضیۃ الضابطۃ خلاف الحکم المنقول المار نقلا عن البدائع فلم یحصل الوفاق فی جانب الجواز الا اذا لم یتغیر شیئ (۱۳۱) اور سرکے رنگت
بھی رکھتے ہیں اگر پانی میں اتنے ملیں کہ اون کا کوئی وصف پانی پر غالب آئے یا صرف بو غالب آئے اوس سے بالاتفاق وضو جائز نہیں **اقول**[۱۵۵۶] وذلک لانہا اذن ذوات الثلاث ومعلوم
ان ریح الخل اقوی شیئ فلا یقع ان یتغیر طعم الماء وحدہ او لونہ فقط او ھما معا لا ریحہ بل اما ان لا یتغیر شیئ او یتغیر الکل او الریح وحدہ او مع اللون او مع
الطعم والعبرۃ فی الضابطۃ للغلبۃ بوصفین وفی المنقول الغلبۃ باللون وحدہ کما مر عن الحلیۃ عن الزیلعی عن الاسبیجابی وعن البحر عن الزاھدی عن زاد الفقہاء
وتقدم عن الامام ملک العلماء فیتفق المنقول والضابطۃ فی الصورۃ الاولٰی والثالثۃ علی الجواز وفی الثانیۃ والرابعۃ علی المنع وفی الخامسۃ تتفرد
الضابطۃ بالمنع (۱۳۲) **اقول**[۱۵۵۷] اگر کوئی ذی لون سرکہ ایسا ہو کہ اوس کا مزہ اوس کے سب اوصاف سے اقوی ہو کہ اوس کا قلیل سب سے پہلے پانی کے
مزہ کو بدلے اوس سے زائد ملے تو بو یا رنگ میں تغیر آئے اس صورت میں اگر پانی کا کوئی وصف نہ بدلے یا صرف مزہ متغیر ہو تو اوس سے وضو بالاتفاق جائز ہے لعدم غلبۃ
اللون فی المنقول ولا تغیر وصفین فی الضابطۃ (۱۳۳) **اقول**[۱۵۵۸] اور اگر بالفرض اوس کی رنگت سب سے قوی تر اور پہلے اثر کرنے والی ہو تو اوس کے ملنے سے
وضو بالاتفاق اوسی وقت جائز ہوگا کہ اوس کے کسی وصف میں تغیر نہ آئے لان ای وصف منہ تغیر تغیر لونہ وبہ العبرۃ فی المنقول (۱۳۴)
دودھ سے اگر پانی کا رنگ نہ بدلا دودھ کا رنگ اوس پر غالب نہ ہو گیا اوس سے وضو بالاتفاق روا ہے **اقول**[۱۵۵۹]
یہ ہے وہ حکم متفق علیہ کہ فقیر نے کلمات کثیرہ مختلفہ سے حاصل کیا وذلک لان الاقوال جاءت ھھنا علی خمسۃ
وجوہ ا یجوز مطلقا **اقول**[۱۵۶۰] ای مالم یغلب علی الماء اجزاء فانہ معلوم الاستثناء اجماعا ب
یجوز ان غیر احد اوصافہ وستعرف ان العلماء اختلفوا فی اخذ احد ھذا فی مرتبۃ لا بشرط شیئ فیشمل
ما اذا غیر غیر واحد ولو الکل وحینئذ یرجع الی القول الاول او فی مرتبۃ بشرط لا شیئ فیتقید بما اذا اقتصر
التغیر علی وصف واحد ولو لونا ج یجوز ان لم یغیر اللون د ان لم یغیر اللون ولا الطعم ھ ان لم یغیرھما معا
ففی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للامام البدر محمود التوضؤ بماء خالطہ لبن یجوز عندنا خلافا للشافعی اھ وفی
متن الھدایۃ تجوز الطھارۃ بماء خالطہ شیئ طاہر فغیر احد اوصافہ کالماء الذی اختلط بہ اللبن اھ واقرہ
فی العنایۃ وغیرھا وسیاتی نصوص الحلیۃ عن ذکر ولو البدائع ان العبرۃ باللون وقال فی التبیین المخالط
ان کان مخالفا للماء فی وصف واحد او وصفین تعتبر الغلبۃ من ذلک الوجہ کاللبن مثلا یخالفہ فی اللون والطعم
فان کان لون اللبن او طعمہ ھو الغالب فیہ لم یجز الوضوء بہ والا جاز اھ وھکذا اعتبرہ تبعا لہ فی الحلیۃ والبحر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وغیرھما بلفظۃ او للتردید واتی بہ فی الغنیۃ قاطعا الوھم خطأ الکتابۃ فقال فان خالف الماء فی وصفین کاللبن یخالفہ فی اللون والطعم فالمعتبر ظہور غلبۃ احد الوصفین بل انص بہ کذلک الزیلعی فی اٰخر الکلام لکن المحقق فی الفتح مع نقلہ عن التبیین عبر بالواو فقال وفی بعضہا فبغلبۃ ما بہ الخلاف کاللبن یخالف فی الطعم واللون فان غلب لونہ وطعمہ منع والا جاز وکذلک فی الدرر واعترضہ الشرنبلالی فقال یجب ان یقال لونہ او طعمہ باو لا بالواو کما قال الزیلعی المقتحم لہذا الضابط اھ واجاب العلامۃ عبدالحلیم بانہ فی اللبن صفتان یغایر بہما الماء المطلق احدھما اقوی من الاخری لما ان تغیر اللون یحصل فیہ بالقلیل فکان الغلبۃ ان توجد الاخری وذا کالبدیہی ومن ثمۃ لم یقل الطعم بلو کما فی عبارۃ الزیلعی رد علیہ اھ **اقول** ۱۵۶۱ ف۱ اولا ان اراد القلیل بالنسبۃ الی الماء فنعم ولکن لانظر ھھنا الی الاجزاء باجماع اھل الضابطۃ التی صاحب الدرر ھھنا بصدد بیانہا وانما العبرۃ بما فیہ یوافق الماء او ومدار وقد ف۲ مشی علیہ الدرر ھھنا فجعلہ حکما لما یخالف الماء فی صفۃ وجعل اللبن قسیمہ لا قسیمہ وان اراد القلیل فی نفسہ فہو ھھنا المغلوب المستہلک الذی لا یظہر لہ اثر بین واللبن اذا خالط الماء الی لونہ کیف یعد قلیلا **وثانیا** ۱۵۶۲ ف۳ ھذا ھو قضیۃ السیاق فی الضابط لان ما خالف الماء فی الاوصاف الثلثۃ اعتبر فیہ الغلبۃ بوصفین لان للاکثر حکم الکل وما خالف فی وصف واحد اعتبر فیہ الغلبۃ بہ بقی ما خالف فی وصفین فان غلب بہما معا فلا ۱۵۶۳ کلام وان غلب باحدھما کان الغلبۃ بالنصف والنصف احق ان یلحق بالکل من ان یطرح بالکلیۃ ھذا ولکن الحق عندی فی اللبن علی الضابط المذکور ان تعتبر فیہ الغلبۃ بوصفین اثنین لا بوصف احد لان ف۴ اللبن مما یخالف الماء فی الاوصاف الثلثۃ جمیعا و لخفاء ریحہ غالبا ولو غلب لظہرت ذھب الوھم الی انہ لا یخالف الا فی وصفین وقد قال العلامۃ الرملی فی حاشیۃ البحر ثم الشامی فی المنحۃ و رد المحتار المشاھد فی اللبن مخالفتہ الماء فی الرائحۃ ایضا اھ

اقول ۱۵۶۴ غیر ان اقوی اوصاف اللبن لونہ ثم طعمہ ثم ریحہ ولا یتغیر بہ فی الماء وصف لاحق الا وقد سبقہ سابقہ فاذا تغیر شیئ منہا فقد تغیر اللون واذا لم یتغیر اللون لم یتغیر شیئ منہا فاتفقت الاقوال علی جواز الوضوء بماء خالطہ لبن لم یتغیر لونہ وبہ ظہر ان تردید ۱۵۶۵ ف۵ الامام الزیلعی مستغنی عنہ فان تغیر الطعم مستلزم تغیر اللون فکان ینبغی الاقتصار علی اللون کما فعل المتقدمون وقد نقل الزیلعی عن الاسبیجابی کما علمت واللہ تعالٰی اعلم

تذییل اقول ۱۵۶۶ (۱۳۵) ابتدئے جس پانی میں نیم برشت کیے قابل وضو ہو اگر انڈے پاک تھے

(۱۳۶) آہن تاب سیم تاب زرتاب یعنی جس پانی میں لوہا یا چاندی یا سونا تپا کر بجھایا لبقاء الاسم والطبع **اقول** ۱۵۶۷ اگرچہ اس سے پانی کی بعض رطوبات کم ہونگی اوسمیں ان فلزات کی قوت آئیگی من وجہ ایک دوا وعلاج ہوگا مگر وہ کوئی شئی غیر

ف۱: تطفل ۱۳۱ علی العلامۃ عبدالحلیم الرومی

ف۲: تطفل ۱۳۲ علی الدرر

ف۳: تطفل ۱۳۳ علی الدرر

النور والنورق

ف۴: تطفل ۱۳۴ علی عبدالحلیم

ف۵: تطفل ۱۳۵ علی الامام الزیلعی واتباعہ

نہ ہو جائیگا پانی ہی تھا اور پانی ہی رہیگا یہ عمل پانی ہی کی اصلاح کو ہے نہ کہ اوس سے کوئی اور چیز بنانے کو (۱۳۷) باوضو شخص یا نابالغ نے اگرچہ بے وضو ہو اعضا ٹھنڈے یا میل دور کرنے کو جس پانی سے وضو یا غسل بے نیت قربت کیا (۱۳۸) معلوم تھا کہ عضو تین بار دھو چکا ہے اور پانی ہنوز خشک بھی نہ ہوا تھا چوتھی بار بلا وجہ ڈالا یہ پانی قابل وضو رہیگا یہانتک کہ یہ پانی کسی برتن مین لے لیا تو اوس سے وضو مین کوئی عضو دھو سکتے ہین یا اگرچہ چوتھی بار ہاتھ پیر طرح ڈالا کہ پاؤن پر گر کر بہ گیا او تنا پاؤن پاک ہو گیا (۱۳۹) جسے حاجت غسل نہین اوس نے اعضائے وضو کے سوا مثلاً پیٹھ یا ران دھوئی اگرچہ اپنے زعم مین قربت کی نیت کی (۱۴۰) باوضو یا نابالغ نے اگرچہ بے وضو ہو کھانا کھانے کو یا کھانے کے بعد ویسے ہی ہاتھ مونھ صاف کرنے کو ہاتھ دھوئے کُلّی کی اور ادائے سنت کی نیت نکی (۱۴۱) باوضو یا نابالغ نے صرف کسیکو وضو سکھانے کی نیت سے وضو کیا (۱۴۲) مسواک کرنے کے بعد اوسے دھو کر رکھنا سنت ہے کما بیناہ فی بارق النور یہ پانی اگرچہ اس سے ادائے سنت ہوگا قابل وضو رہیگا لما حققنا فی الطرس المعدل ان الشرط استعمالہ فی بدن الانسان مگر مکروہ ہوگا کہ لعاب دہن کو دھوئیگا کما تقدم عن الخانیۃ (۱۴۳) مسواک کرنے سے پہلے بھی اوسے دھونا سنت ہے یہ پانی مکروہ بھی نہ ہوگا اگر مسواک نئی ہے یا پہلے دُھل چکی ہے (۱۴۴) آداب وضو سے ہے کہ آفتابہ اگر دستہ دار ہے غسل اعضا کے وقت دستہ پر ہاتھ رکھے اوسکے سر پر نہین اور دستہ کو تین پانیون سے دھولے فتح القدیر پھر رد المحتار وغیرہا مین ہے منھا ای من آداب الوضوء ان یغسل عروۃ الابریق ثلثا ووضع یدہ حالۃ الغسل علی عروتہ لا علی رأسہ اھ ومثلہ فی الحلیۃ بغیر ثلثا یہ پانی بھی قابل وضو ہے (۱۴۵) کوئی پاک کپڑا دھویا اگرچہ ثواب کے لیے جیسے مان باپ کے میلے کپڑے (۱۴۶) کھانے کے برتن جنمین کھانا پکایا یا اوتارا تھا دھوئے اگرچہ اون مین سالن وغیرہ کے لگاؤ سے پانی کے اوصاف بدل گئے جبتک رقت باقی ہو اگرچہ اس دھونے سے سنت تنظیف کی نیت کی ہو (۱۴۷) یونہین جس پانی سے سل یا پتھر دھویا اگرچہ مسالے کے اثر سے اوصاف مین تغیر آیا او پانی گاڑھا نہوا (۱۴۸) برادہ صاف کرنے کو برف دھویا اور برادہ نے پانی کی رقت پر اثر نکیا (۱۴۹) چیک صاف کرنے کو آم یا کسی قسم کے پھل دھوئے (۱۵۰) تختی دھوئی اور سیاہی سے پانی گاڑھا نہوا (۱۵۱) پکا فرش گرد و غبار سے پاک کرنے کو دھویا اگرچہ مسجد کا بہ نیت قربت (۱۵۲) ناسمجھ بچے نے وضو کیا (۱۵۳) نابالغ کو نہلایا (۱۵۴) گھوڑے وغیرہ کسی جانور کو نہلایا اگرچہ ان دونون سے نیت ثواب کی ہو جبکہ ان تینون کے بدن پر کوئی نجاست نہو یہ سب پانی قابل وضو ہین (۱۵۵) دفع نظر کے لیے نظر لگانے والے کے بعض اعضا دھو کر چشم زدہ کے سر پر ڈالنے کا حکم ہے جسکا مفصل بیان ہماری کتاب منتہی الآمال فی الاوفاق والاعمال مین ہے وہ اگر باوضو تھا یہ پانی قابل وضو رہنا چاہیے اگرچہ اوس نے بامتثال امر واذا استغسلتم فاغسلوا نیت قربت کی ہو تأمل وراجع ما قررنا من شرائط الاستعمال فی رسالتنا الطرس المعدل (۱۵۶) دولھن کو بیاہ کر لائین تو مستحب ہے کہ اوسکے پاؤن دھو کر پانی مکان کے چارون گوشون مین چھڑکین اس سے برکت ہوتی ہے یہ پانی بھی قابل وضو رہنا چاہیے اگر دولھن باوضو یا نابالغہ تھی کہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یا اور اسکا سابق از قبیل اعمال ہین نہ از نوع عبادات اگرچہ نیت اتباع اونھین قربت کردی واللہ تعالی اعلم (۱۵۷) حائض و نفسا نے قبل انقطاع دم بے نیت قربت غسل کیا یہ پانی بھی قابل وضو ہے (۱۵۸) مرد کے وضو وغسل سے جو پانی بچا قابل طہارت بلا کراہت ہے اگرچہ عورت اس پانی سے طہارت کرے بخلاف عکس کہ مکروہ ہے کما تقدم (۱۵۹) بعض دوائین مفسول استعمال کیجاتی ہین جیسے یاقوت وشادنج وحجر ارمنی وگل ارمنی ولک توتیا شنجرف وسنج وغیرہا کہ خوب باریک پیسکر پانی مین ملاتے ہین جو غبار سا ہوکر پانی مین ملگیا ایک ظرف مین کرلیا دنشین کو پھر پیسکر دوسرے پانی مین ملایا یہانتک کہ سب غبار ہوکر پانی مین ملجائے یا جسمین سنگریزہ رہی پھینک دیا جائے اب یہ آب غبار آمیز ڈھلک کر رکھ چھوڑین یہانتک کہ وہ غبار تہ نشین ہوکر پانی سے جدا ہوجائے تو سوقت پانی نتھار کر دوا استعمال مین لائین یہ پانی بھی قابل وضو ہے اگر ہوے وضو ہاتھ نہ لگا ہو (۱۶۰) حضور سید عالم صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کا موی مبارک یا جبۂ مقدسہ یا نعل شریف یا کاسۂ مطہر تبرک کے لیے جس پانی مین دھویا قابل وضو ہے اگرچہ اسمین قصد قربت بھی ہوا۔ ہان پاؤن پر نہ ڈالا جائے کہ خلاف ادب ہے اگر مونھ پر جاری کیا مونھ کا وضو ہوگیا اونکا تو نام پاک لینے سے دل کا وضو ہوجاتا ہے صلے اللہ تعالی علیہ وسلم وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم وعلی ابنہ الکریم الغوث الاعظم واللہ سبحنہ وتعالی اعلم والحمد للہ شان پاک کرنے والے پانیون کی ابتدا زمزم شریف بلکہ اوس آب اقدس سے ہوئی جو انگشتان مبارک حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالی علیہ وسلم سے بکمال رحمت جوش زن ہوا اور انتہا اس پانی پر ہوئی جو حضور کے آثار شریفہ کو دھوکر برکات عالیہ کا منبع ومخزن ہوا والحمد للہ رب العلمین وصلے اللہ تعالی علی سیدنا ومولنا وآلہ وصحبہ اجمعین امین قسم دوم جن سے وضو صحیح نہین (۱۶۱) آب نجس (۱۶۲) مستعمل کہ ہمارے رسالہ الطرس المعدل مین جسکا بیان مفصل (۱۶۳ تا ۱۶۵) گلاب کیوڑا بید مشک ہدایہ خانیہ مین ہے لا بماء الورد اھ ومثلہ فی خزانۃ المفتین عن شرح مجمع البحرین وعلی فی السعدیۃ مع ماء الورد ماء الھندبا وماء الخلاف واشباھہا منیہ وغنیہ مین ہے لایجوز الطہارۃ الحکمیۃ بماء الورد وسائر الازھار (۱۶۶) عرق گاؤزبان وعرق بادیان وعرق عنب الثعلب وغیرہا جتنے عرق کشید کیے جاتے ہین کسی سے وضو جائز نہین وتقدمت فی ۱۱۱ عبارۃ البحر فی الماء الذی یؤخذ بالتقطیر من لسان الثور ولفظ الدرر المستخرج من النبات بالتقطیر (۱۶۷ و ۱۶۸) آب کاسنی آب مکوہ اگرچہ مروق ہون کہ اجزائے کثیفہ جدا ہوکر زیادہ رقیق ولطیف ہوجاتے ہین وھو کلام سعدی افندی (۱۶۹) وہ پانی کہ تر زعفران سے نکالا جائے وتقدم کلام الغنیۃ فی ۱۲۵ (۱۷۰ تا ۱۷۹) خربوزہ تربوز ککڑی کھیرے سیب بہی انار انگور وغیرہا میوون پھلون کا عرق کہ اون سے نکلتا یا نچوڑ کر نکالا جاتا ہے یونہین گنے کا رس اور یا کھوپرے وہ پانی کہ کچے ناریل کے اندر ہوتا ہے جو پگھل کر پانی نہوا بلکہ ابتداءً پانی ہی تھا (۱۸۰) اوس سے بھی زیادہ قابل تنبیہ وہ پانی ہے کہ سنا گیا خدا ستو کے قریب بعض وسیع ریگستانون مین جہان دُور دُور تک پانی نہین ملتا بیتے کے نیچے سے ایک تربوز نکلتا ہے جسمین اتنا

پانی ہوتا ہے کہ سوار اور اوسکے گھوڑے کو سیراب کردے رحمت نے بے آب جنگل میں حیات انسان کا یہ سامان فرمایا ہو تو گیا وہ رہی مگر وہ پانی اگرچہ نتھرے خالص پانی کی طرح ہو اور اوس تربوز میں اسکا سوا کچھ نہ ہو جب بھی قابل وضو نہیں کہ ثمر کا پانی ہے پانی مطلق کے تحت میں نہیں آسکتا رہا وضو اوسکے لیے بحمد اللہ تعالٰی وہ رحمت عامہ موجود ہے جو صدیقہ بنت الصدیق محبوبہ محبوب رب العلمین جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہما وسلم کے صدقے میں ہر مسلمان کے لیے ہر جگہ موجود ہے کہ تیمموا صعیدا طیبا جعلت لی الارض مسجدا وطہورا

اقول وھنا لک یظھر اِن الاعتصار لامفھوم لہ فان احتج بہ بعض الکبراء علی جواز الوضوء بقاطر الکرم کما سیأتی واللہ تعالٰی اعلم خانیہ وہندیہ میں ہے لا یجوز التوضؤ بماء البطیخ والقثاء والقثد الحم فی خزانۃ المفتین عن شرح مجمع البحرین مکان القثد ماء الخیار غنیہ وغنیہ میں ہے لا یجوز بماء الثمار مثل التفاح وشبھہ اھ وذکر فی الجوھرۃ ماء الدباء ویأتی خانیہ میں ہے لا یجوز التوضؤ بماء الفواکہ (۱۸۱) یونہیں وہ پانی کہ کسی درخت کی شاخیں یا پتے کوٹ کر نکالا جائے خزانۃ المفتین میں شرح مجمع البحرین سے ہے لا یجوز الوضوء بماء القضبان (۱۸۲) شراب ریباس (۱۸۳ تا ۱۸۵) شربت انار شیریں شربت انار ترش شربت انگور وغیرہ یعنی شربت جو اُن میں بنائے جاتے ہیں ان میں ہے لا یجوز بالاشربۃ عنایہ میں ہے کشراب الریباس والرمان والحماض شلبی علی التبیین میں مستصفی سے ہے الاشربۃ المتخذۃ من الشجر کشراب الریباس ومن الثمر کالرمان والعنب اھ ووقع فی الدر بعد ما قال لا بماء اعتصر من شجر او ثمر او اھمل طبعہ بالطبخ کشراب الریباس نصہ وھذہ العبارۃ احسن مما قیل کالاشربۃ فانہ علی عمومہ مشکل اھ **اقول** ھو کما تری نص الہدایۃ واقرہ الشراح ومثلہ فی مختصر القدوری والوافی والوقایۃ والاصلاح والملتقی والبدائع والخانیۃ والخلاصۃ وشرح مجمع البحرین وخزانۃ المفتین والغنیۃ والھندیۃ وغیرھا مما لا یکاد یحصی سبحٰن اللہ ھو اعلی الکتب وھو نص صاحب المذھب ففی الجامع الصغیر محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم لایتوضؤ بشیئ من الاشربۃ غیر نبیذ التمر لم لا ادری ای اشکال فی عمومہ ولم یتکلم علیہ ناظروہ الشرنبلالی والعبد الحلیم والحسن العجیمی والی الخادمی بما یغنی واللہ تعالٰی اعلم (۱۸۶ و ۱۸۷) ہر قسم کا سرکا اور سقطر (۱۸۸) اسکا صحیح عربی میں کامخ بفتح میم ہے بتشدید را وپانی نسبت سے کہتے ہیں شوربے کی طرح ایک رقیق نانخورش ہے کہ دہی اور سرکے وغیرہ اجزا سے بنتی ہے اصفہان میں اوسکا زیادہ رواج ہے خانیہ و خزانۃ المفتین و شرح مجمع البحرین میں ہے لا یجوز الوضوء بالخل والمری اھ وقد ذکر الخل فی کثیر (۱۸۹) نمک کا پانی کہ نمک بہکر ہوتا ہے اسپر اجماع ہے (۱۹۰) نمک کا پانی کہ نمک میں جا تا ہے اسمیں اختلاف ہے اور اکثر کا رجحان عدم جواز کیطرف ہے کہ وہ طبیعت آب کے خلاف ہے پانی سردی سے جمتا ہے اور وہ گرمی میں جمتا جاڑے میں پگھلتا ہے تبیین الحقائق و بحر الرائق و بزازیہ میں ہے لا یجوز بماء الملح وھو یجمد فی الصیف ویذوب فی الشتاء عکس الماء غرر و تنویر و در رو در میں ہے والنظم للدرر (یجوزان) ای الوضوء والغسل (بماء ینعقد بہ الملح) کذا فی عیون المذاھب (لا بماء الملح) الحاصل بذوبان الملح کذا فی الخلاصۃ ولعل الفرق ان الاول باق علی طبیعتہ الاصلیۃ والثانی انقلب الی طبیعۃ اخری اھ واعترضہ محشیہ العلامۃ نوح افندی کما فی ش بان عبارۃ الخلاصۃ ولو توضأ بماء الملح لا یجوز

تمایز الطبیعتین وعدم التناسب بینھما کیف وھو حین ھو علی شرف الانعقاد فیہ کل ما فی الملح غیر انہ لم یجمد وسیجمد کالسمن والعسل فی الصیف والشتاء فکیف

ثم نقل عن البزازیۃ والزیلعی ما قدمنا قال واقرہ صاحب البحر والعلامۃ المقدسی ومقتضاہ انہ لایجوز بماء الملح
مطلقا ای سواء انعقد ملحا ثم ذاب اولا وھو الصواب عندی اھ ملخصا **اقول**[۱۵۸۳] نمک اقسام ہیں ایک وہ رطوبت
کہ پہاڑ یا غار سے جوش کرکے نکلتی اور جم جاتی ہے جیسے نمک لاہوری واندرانی اور سانبھر یہ ابتداءً جبتک بستہ نہ ہوئی تھی یقیناً
اوسکی مانند ہے جب بستہ ہوکر پگھل جائے وہ پانی کی نوع ہی سے نہیں دوم دریائے نمک کا منجمد حصہ یعنی تیز وتند وحار وحاد چشموں کا
پانی ہے کہ جب حرارت آفتاب اسمیں عمل کرتی ہے کناروں کناروں سے جم جاتا ہے بیچ میں بہتا پانی رہتا ہے اسمیں جو چیز پڑے ایک
مدت کے بعد نمک ہوجاتی ہے اختلاف اسی پانی میں ہے والذی یظھرلی[۱۵۸۴] انہ ان کان ماء حقیقۃ کما ھو الظاھر فلا ینبغی
الریب فی جواز الوضوء بہ لان الملح ماء سواء کان عذبا فراتا او ملحا اجاجا وقد قال فی الخانیۃ لوتوضأ بماء
السیل یجوز وان خالطہ التراب اذا کان الماء غالبا رقیقا فراتا کان او اجاجا اھ وکونہ یجمد[م۲] صیفا ویذوب شتاء
لایجعلہ نوعا اٰخر غیر الماء فلیس[۱۵۸۵] من ارکان ماھیۃ الماء ولا من شرائطھا الجمود شتاء والذوبان صیفا وانما ھذہ اوصاف
تختلف باختلاف[۱۵۸۶] الاصناف فھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج ھذا ینبت ویحیی وھذا لایفعل شیئا منہ وقد حکی عقد
الملح بماء البحر بالطبخ ولا یخرجہ ھذا عن المائیۃ فکذا لو اجتزأ بعض المیاہ لشدۃ حدتہ عن الطبخ بحرارۃ الشمس
لم یکن فیہ اختلاف الماھیۃ فھذا ربما یقتضی ما فی الدرر والدر بالترجیح لکن لما اختلفوا ولم یتبین الامر قدمت
الحاظر علی المبیح، ولکن العجب[۱۵۸۷] من العلامۃ الشرنبلالی علل فی المراقی المنع من ذائب الملح بما انہ یذوب شتاء ویجمد صیفا ثم قال وقبل الانعقاد ملحی
طبعی ھو اھ واللہ تعالٰی اعلم (۱۹۱) نوشادر کا پانی کہ اوسکے بہنے سے حاصل ہوتا ہے (۱۹۲) آب کافور کہ اوسکے پگھلنے سے حاصل ہو یا جو کافور چشمے سے بہا
بھیم سینی کہتے ہیں دھوپ کی گرمی سے پگھل جاتا ہے (۱۹۳) آب کافور کہ درخت کافور کاٹتے وقت اوس سے ٹپکتا ہے (۱۹۴) آب نفط بالکسر ایک روغنی
رطوبت تیز رائحہ ہے کہ بعض زمینوں سے ابلتی ہے (۱۹۵) مٹی کا تیل مثل آب نفط ہے ہندیہ میں ہے ماء الملح لایجوز الوضوء بہ وکذا ماء النفط
(۱۹۶) زفت بالکسر درخت صنوبر نر کا مد جو پھل نہیں دیتا (۱۹۷) راتیانج درخت صنوبر مادہ کا مد جسمیں پھل آتا ہے (۱۹۸)
قطران ایک قسم درخت سرو کا مد (۱۹۹) قیر ایک سیاہ رطوبت کہ بعض زمینوں یا گرم چشموں سے ابلتی ہے (۲۰۰)
قفر الیہود ایک بودار رطوبت بنفشی رنگ کہ مثل قیر بعض دریاؤں سے نکلتی ہے (۲۰۱) عنبر کہ یہ بھی ایک قول میں ایک
معدنی رطوبت ہے بعد کو حرارت آفتاب وغیرہ سے منجمد ہوجاتی ہے (۲۰۲) مومیائی (۲۰۳) سلاجیت یہ دونوں بھی
معدنی ہیں اور ابتدا میں سیال ہوتے ہیں وکل ذلک[ف] فی معنی ماء النفط (۲۰۴) نیم وغیرہ درختوں کا مد (۲۰۵)
موسم بہار میں انگور کی بیل سے خود بخود پانی ٹپکتا ہے اسمیں اختلاف ہے اور راجح یہی ہے کہ اوس سے وضو جائز نہیں فی الھدایۃ
لایجوز بما اعتصر من الشجر والثمر لانہ لیس بماء مطلق والحکم عند فقدہ منقول الی التیمم والماء الذی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

يقطر من الكرم فيجوز التوضي به لانه ماء يخرج من غير علاج ذكره في جوامع ابي يوسف رحمه الله تعالى وفي الكتاب اشارة اليه حيث شرط الاعتصار اھ وافتى في العناية والفتح وغيرهما وتبعهما صاحب المجمع في شرحه وفي التبيين لكان يخرج من غير علاج لم يكمل امتزاجه فجاز الوضوء به كالماء الذي يقطر من الكرم اھ وتبعه المحقق في الفتح وقال صدر الشريعة وتبعه ابن كمال باشا في ايضاحه اما ما يقطر من شجر فيجوز به الوضوء اھ وهو اختيار الامام الاسبيجابي كما يأتي في سادس ضوابط الفصل الثالث وادخله العلامة التمرتاشي في متنه فقال لا بعصير نبات بخلاف ما يقطر من الكرم بنفسه وهو اعز المدقق العلائي في شرحه فزاد بعد قوله الكرم او الفواكه والمراد بغير علاج وهو على المنع ونصوا انه الاوجه الاظهر الاحوط ففي الكافي وشرح الشلبي على الزيلعي والانقروية يتوضؤ بما يسيل من الكرم لكمال الامتزاج كذا في المحيط وقيل يجوز لانه خرج من غير علاج اھ وفي الغنية لا بالماء الذي يسيل من الكرم في الربيع كذا ذكره شمس الائمة الحلواني اھ وفي الحلية والظاهر انه اوجه اھ ثم اعاده فقال الظاهر انه الاوجه اھ وفي الغنية هو الاحوط اھ وفي غنية ذوي الاحكام هو الظاهر كما في البرهان وفي نور الايضاح لا يجوز بماء شجر وثمر ولو خرج بنفسه من غير عصر في الاظهر وفي مراقي الفلاح احترز به عما قيل انه يجوز بما يقطر بنفسه لانه ليس لخروجه بلا عصر تاثير في نفي القيد وصحة نفي الاسم عنه اھ وفي الدر هو الاظهر كما في الشرنبلالية عن البرهان واعتمده القهستاني فقال والاعتصار يعم الحقيقي والحكمي كماء الكرم وكذا ماء الدابوغة والبطيخ بلا استخراج اھ واقره ط وفي الهندية ولا بماء يسيل من الكرم كذا في الكافي والمحيط وفتاوى قاضيخان وهو الاوجه هكذا في البحر وهو الاحوط كذا في شرح منية المصلي لابراهيم الحلبي اھ وفي البحر الرائق والنهر الفائق المصرح به في كثير من الكتب انه لا يجوز الوضوء به واقتصر عليه قاضيخان في الفتاوى وصاحب المحيط وصدر به في الكافي وذكر الجواز بصيغة قيل وفي شرح منية المصلي الاوجه عدم الجواز فكان هو الاولى لما انه كمل امتزاجه كما صرح به في الكافي فما وقع في شرح الزيلعي انه لم يكمل امتزاجه ففيه نظر اھ وفي ش عن الرحمتي على المنح من لاحظ كتب المذهب وجد اكثرها على عدم الجواز فيكون المعول عليه فما في هذا المتن (يعني التنوير) مرجوح بالنسبة اليه اھ (۲۰۶) تاڑی (۲۰۷) سیندھی

اقول حتى على قول من يجوز بقاطر الكرم فانما ذاك لتشربه فاذا ارتوى رده كما يدل عليه قول الزيلعي لكمال الامتزاج بتشرب النبات فلا يجيء خارجا بغير علاج ثم ذكر قاطر الكرم بما هو خال عن الرطوبات السائلة من هذه الاشجار فاما كالقاطرات النابعة من الحجارة والله تعالى اعلم (۲۰۸) ماء الجبن کہ دودھ پھاڑ کر اوسکی مائیت نکالتے ہیں (۲۰۹) دہی کا پانی کہ کپڑے میں باندھ کر ٹپکائیں یا اوسکے کونڈے میں اوس سے چھٹے (۲۱۰) مٹھا جسے چھاچھ بھی کہتے ہیں دہی سے مکھن جدا ہونے کے بعد جو پانی رہ جائے (۲۱۱) چاولوں کی پیچ (۲۱۲) گوشت کا پانی کہ سر شیشہ یا ظرف میں بے پانی رکھ کر اوپر پانی بھر کر آنچ دینے سے خود گوشت سے مثل عرق نکلتا ہے (۲۱۳) ماء اللحم کہ عرقیات کی طرح گوشت و اجزائے مناسبہ سے ٹپکا کر لیتے ہیں

المخالطات (۲۱۴) یخنی کہ پانی میں گوشت کا آبجوش نکالتے ہیں (۲۱۵) ہر قسم کا شوربا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ہدایہ میں ہے لایجوز بالمرق فلذا لا یسمی ماءً مطلقا (۲۱۶ و ۲۱۷) جس پانی میں چنے یا باقلا پکایا گیا اگر پانی میں ان کے اتنے اجزا مل گئے کہ ٹھنڈا ہو کر پانی گاڑھا ہو جائیگا تو اس سے بالاتفاق وضو ناجائز ہے **اقول** ۱۵۹۱ وذلك لان العبارات الواضحۃ جاءت ھھنا علی ثلثۃ وجوہ **الاول** لایجوز مطلقا لان بالطبخ یحصل کمال الامتزاج فیفید التقیید وھذا ما یاتی فی ضابطۃ الامام الزیلعی واتباعہ رحمہم اللہ تعالٰی **الثانی** لایجوز اذا وجد منہ ریح المطبوخ **الثالث** یجوز ما لم یثخن وعلیہ الاکثر وھو الاشہر والمنصوص علیہ فی عامۃ المتون و فی الخانیۃ لو طبخ فیہ الحمص او الباقلاء وریح الباقلاء یوجد منہ لایجوز بہ التوضؤ وذکر الناطفی اذا لم تذھب رقتہ ولم یسلب عنہ اسم الماء جاز اھ و فی الجامع الکبیر ثم المنیۃ والینابیع ثم الزیلعی والفتح وتجنیس الامام صاحب الھدایۃ ثم البحر وتجنیس الملتقط ثم الحلیۃ والفتاوی الظہیریۃ ثم البرجندی واللفظ للفتح وفی الینابیع لو نقع الحمص والباقلاء وتغیر لونہ وطعمہ وریحہ یجوز التوضی بہ فان طبخ فان کان اذا برد ثخن لایجوز الوضوء بہ او لم یثخن و رقۃ الماء باقیۃ جاز اھ وھذا کما تری اوسع الاقوال فاذا حصل شرطہ فی المنع حصل المنع بالاجماع ثم **اقول** ۱۵۹۲ وباللہ التوفیق بل لاخلاف فاما القولان الاولان فالتوفیق بینہما واضح فانہ اذا انضج الباقلی فی الماء ادرک وجد ریحہ من الماء لا محالۃ وھذا ھو معنی الطبخ کما تقدم فی ۸۰ نعم علی ھذا یضیع الشرط ولا ۱۵۹۳ امکان لحمل الطبخ علی الالقاء بقصدہ لیکون احترازا عما اذا اخرج قبل ان یؤثر فی الماء فاندرج تحتہ ما اذا اخرج بعد ما غیر ریح الماء قبل ان ینطبخ فان تغیر الریح انما یتوقف علی النضج فعلی ھذا یکون مجرد تغیر الریح بدون الطبخ موجبا للتقیید وھو خلاف النصوص المذکورۃ فی ۹۰ فان عند عدم الطبخ لا وجہ للفرق بینہ وبین النقیع تامل واما القول الثالث فافاد فی الغنیۃ ما یعطی وفاقہ حیث قال التقیید یحصل للماء بکمال الامتزاج بالطبخ بان یطبخ فی الماء شیئ حتی ینضج فحینئذ یخرج الماء عن طبعہ وھو سرعۃ السیلان ولا شك انہ اذ ذاك اذا برد یثخن غالبا فکانت القاعدۃ فی المخالطۃ بالطبخ ان ینضج المطبوخ فی الماء وفی المخالطۃ بدونہ ان تزول رقتہ اھ وتبعہ فی مراقی الفلاح فقال لانہ زال طبعہ بالطبخ لانہ اذا برد ثخن **اقول** ۱۵۹۴ لا طبخ الا بالنضج کما علمت فکان الطبخ نفسہ القاعدۃ من دون شریطۃ زائدۃ وھذا یوافق اصل الضابطۃ ثم اذا کان الطبخ یورث الثخونۃ مطلقا حصل توافق الاقوال ومجال المقال فیہ من وجوہ **الاول** ما **اقول** ۱۵۹۵ انہ علی ھذا لم یبق الفرق بین النیئ والمطبوخ اذ صار المدار فیہما جمیعا الثخونۃ وکلام الشیخ یؤذن بالتفرقۃ **والثانی** ما **اقول** ۱۵۹۶ ایضا تقسیم الطبخ فی الینابیع الی صورۃ الثخونۃ وبقاء الرقۃ یؤذن بان الطبخ لا یوجب الثخانۃ ولا ینفع قولہ غالبا لانہ اذا برد فلم یثخن وجب جواز الوضوء بہ لاحاطۃ العلم بعدم المانع **والثالث** قال المحقق البحر فی البحر لایتوضؤ بما تغیر بالطبخ بما لا یقصد بہ التنظیف کماء المرق والباقلاء لانہ لیس بمطلق

النور والنورق

لعدم تبادره عند اطلاق اسم الماء ولو كانت النظافة تقصد به كالسدر والصابون والاشنان يطبخ به فانه يتوضؤ به الا اذا خرج الماء عن طبعه من الرقة والسيلان وبالجملة على ما ذكره في التجنيس والينابيع (فاثره مر آنفا) اليس هو المختار هو قول الناطفي من مشايخنا رحمهم الله تعالى يدل عليه ما ذكره قاضي خان (فنقل ما تقدم الآن) قال وما ذكرناه علم ان الماء المطبوخ بشيئ لا يقصد به المبالغة في التنظيف يصير مقيدا سواء تغير شيئ من اوصافه او لم يتغير فحينئذ ينبغي عطفه في المختصر على بكثرة الاوراق الا ان يقال انه لما صار مقيدا فقد تغير بالطبخ معتبر بعض فقال في المرق والباقلاء انه يصير مقيدا سواء تغير شيئ من اوصافه او لا وسواء بقيت فيه رقة الماء او لا في المختار كما في البحر ايه **والرابع** قال العلامة البرجندي تحت قول النقاية وان تغير بالمكث او اختلط به طاهر الا اذا اخرج عن طبع الماء او غيره طبخا ما نصه اطلاق التغيير وجعله قسيما للاخراج من طبع الماء يفيد ان مطلق التغير بالطبخ مانع سواء اخرجه عن طبع الماء او لا وهذا هو المفهوم من الهداية ويؤيده ما في الخزانة وفتاوي قاضي خان انه اذا طبخ فيه الباقلاء وريح الباقلاء يوجد منه لا يجوز به التوضؤ وقد ذكر في الفتاوي الظهيرية انه اذا طبخ الحمص او الباقلاء الى اخر ما تقدم عن الفتح وانا **اقول** وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق فعل النار والعياذ بالله تعالى منها تفريق الاتصالات فاذا طبخ شيئ تزيل النار صلابته وتفتح منافذه فيدخله الماء وتخرج اجزاؤه اللطاف في الماء فتورثه ثخونة اذا كان الماء على ما هو المعتاد في طبخ الاشياء وان لم تظهر لاكثرة الماء جدا فان الكلام في الطبخ المعهود والجعل فيه من الماء القدر المعلوم موافق لحصول الامتزاج فهذا ما افاد الزيلعي والتابعون ان بالطبخ يحصل كمال الامتزاج فان الحرارة توجب اللطافة فما دام لم يظهر ذلك التغير على ما هو اليه بر ظهر سرما قالوا اسلما حيث اذا برد ثخن وظهر الفرق بين النيئ والمطبوخ فان النيئ فيهما يمنع طلوع النخانة فاحيل فيه على نفس ما بالرقة بخلاف المطبوخ ما لم يبرد فجعل فيه على النظر فان علم انه يثخن اذا برد لم يجز الوضوء به والا جاز والمرجع في هذا هو حصول النضج والادراك فان عند ذلك يحصل كمال الامتزاج هو يوجب في المعتاد ثخونة للماء وبهذا التقرير ولله الحمد انحلت الاشكالات عن آخرها **فالاول** تم ظهر الفرق بين النيئ والمطبوخ **والثاني** الطبخ في كلام الينابيع الاغلاء في الماء على النار وان لم ينضج حتى يشمل عموم المجاز الا ابلاء بيان الحكم المعتاد وغيره كمن وضع كفا من حمص في قدر قربة من الماء فانه لا يثخن حين يبرد وان نضج الحمص وادرك ومن هنا هو منشأ التقييد بغالبا في كلام الغنية ونظر الشرنبلالي الى المعتاد المعهود فاطلق القول انه اذا برد ثخن وبالله التوفيق **والثالث** فيه لا اشباه **فاقول** اولا تبين ان فرض عدم التغير اصلا مع حصول الطبخ فرض ما لا وقوع له **وثانيا** قد علمت

تطفل علی البحر
التوفیق
العود
تطفل سوم علی الاشباہ

ان مافی الخانیۃ عن الناطفی لایخالف ماقدمنا فی الجواب عن العلامۃ القوام الکاکی شارح الہدایۃ ثم ابن الشلبی محشی الزیلعی ما عن الناطفی الی قاضی خان ایضا فقال لا اذا طبخ ولم یثخن بعد ورقۃ الماء فیہ باقیۃ جاز الوضوء بہ ذکرہ الناطفی و فی فتاوی قاضی خان اھ والیہ یشیر کلام الحلیۃ اذ جعل کلام الناطفی مفاد ما فی قاضی خان حیث قال تحت قول الماتن فتجوز بماء الباقلاء مانصہ سیذکر عن الجامع الکبیر تقیید عدم الجواز بماء الباقلاء بما اذا کان مطبوخا وھو محمول اذا برد ثخن و زالت عنہ رقۃ الماء فیحمل ھذا الاطلاق وان وقع مثلہ لغیر المصنف علی ذلک اھ فعاد التناقض ومن ثم لم یذکر القدوری فی عداد ما لا یجوز الطہارۃ بہ ماء الباقلاء قال فی الہدایۃ المراد ماتغیر بالطبخ فان حسن منہ حملہ علی ما اذا کان مسلوبا منہ اسم الماء مطبوخا اولا کما یفیدہ ما فی الخانیۃ فذکر کلام الہدایۃ المار فی النیء والمطبوخ تماما وفیہ حدیث الریح فلو حسبہ مخالفا لقول الناطفی لکان قولہ مرجوحا لانہ انما یقدم الاطلاق الاشمل فلم یکن یحسن نسبۃ ما ذکرہ الیہ ومن الدلیل علیہ ان الامام قاضی خان نفسہ صرح بھذا الذی قال الامام الناطفی وجزم بہ فی عامۃ المعتمدات فی شرحہ للجامع الصغیر کما عزاہ لہ فی الغنیۃ **وثالثا** العجب انہ رحمہ اللہ تعالی یحتج بعبارۃ الخانیۃ وقد شرط وجود الرائحۃ ثم یقول سواء تغیر شیئ من اوصافہ اولا **ورابعا** انکر العطف علی بکثرۃ الاوراق ولیس ثمہ ما یصلح للعطف الا ھو فان عبارۃ المختصر یتوضؤ بماء السماء والعین والبحر وان غیر طاھر لحدا وصافہ او انتن بالمکث لا بما تغیر بکثرۃ الاوراق او بالطبخ فان لم یعطف علی بکثرۃ یعطف علی بما تغیر ای لا یتوضؤ بالطبخ وھو کما تری وخامسا تاویلہ بان المراد تغیر طبعہ او وصفہ بل الاطلاق لا یتمشی فی عبارۃ النقایۃ والاصلاح تغیر بالطبخ معہ ھو لا یقصد بالنظافۃ لانہ یفید منع جواز الوضوء بما تغیر من الاطلاق بالطبخ مع المنظف ولیس مرادا قطعا فانما الامر انہ لما تغیر بالطبخ صار مقیدا لا انہ لما صار مقیدا تغیر بالطبخ **اقول** ووقع فی تعبیر ش تغییر لمفاد البحر فان قولہ فی المختار کما فی البحر یوقع من لا خبر لہ بالبحر فی توھم انہ تصحیح منقول فی البحر عن اھلہ فانہ رحمہ اللہ تعالی لم یکن من اصحابہ کما اعترف بہ ش فی عقود رسم المفتی بیناہ فی رسالتنا اصبح الحمیر فی عمق ماء کثیر ولیس کذلک وانما قال الخادم من قبل نفسہ لیس ھو المختار **والرابع** لما کان زوال الطبع بالطبخ بما لا یظھر الا اذا امر دصح التقسیم فیحال فی النیء علی عین الثخونۃ وفی المطبوخ علی دلیلہا وکانہ الی ھذا یشیر البرجندی بتعقیبہ بکلام الظہیریۃ فاستقر ان شاء اللہ تعالی ولہ الحمد نش التحقیق بحسن التوفیق علی التطبیق والتوفیق وباللہ سبحنہ وتعالی التوفیق۔

(۲۱۸) پانی میں میوے جوش دیکر اونکا عرق نچوڑا یہ عرق اگرچہ پانی سے مخلوط ہوگا کہ حرارت نار کے سبب میوے پانی کا تشرب کرینگے خصوصًا جبکہ کوٹ کر ڈالے اس سے وضو جائز نہیں فتاوی امام قاضی خان میں ہے لا یجوز التوضؤ بماء الفواکہ وتفسیرہ ان یدق التفاح

النور والنورق

معروضۃ ۔۔۔ علی العلامۃ ش

معروضۃ ۔۔۔ علی العلامۃ البرجندی

او السفرجل دقا ناعما ثم یعصر فیستخرج منه الماء فلو قال بعضهم تفسیره ان یدق التفاح او السفرجل
ویطبخ بالماء ثم یعصر فیستخرج منه الماء ففی الوجهین لا یجوز به التوضؤ اھ لانه لیس بماء مطلق (۲۱۹) یہ پانی جسمیں
میوہ جوش دیے اس کا حکم ذکر فرمایا۔ **واقول** ۱۶۱۱ وبہ استعین اگر میوہ خفیف جوش دیے جسمیں قدرے نرم ہو کر نچوڑنے میں
اچھی طرح آئیں اور نکال لیے کہ پانی میں اونکے اجزائے لطیفہ قدر تغیر نہ ملنے پائے تو اس پانی سے وضو جائز ہونا چاہیے اور اب یہ پانی
نمبر ۱۰۸ و ۱۰۹ میں داخل ہوگا اور اگر میوے اوسمیں پک گئے کہ بو سے متغیر کردیا تو اونکے نکال لینے کے بعد بھی اس پانی سے وضو
ناجائز ہو (۲۱۹) ۱۶۱۲ نمبر ہوگا (۲۲۰) سر پر مہندی یا کوئی خضاب لگا ہوا ہے اور مسح کرتے میں ہاتھ اوس پر گزرتا ہوا پہنچا یوں کہ یا تو
وہ ضماد و خضاب رقیق بے جرم مثل روغن ہے تو اوسکی جگہ مسح کیا یا وہ جرم دار ہے تو اوسکے باہر چہارم سر کی قدر مسح کیا مگر ہاتھ اوس پر ہوتا گزرا
اگر اس گزرنے میں ہاتھ کی تری میں اوس خضاب و ضماد کے اجزا ایسے مل گئے کہ اب وہ تری پانی نہ کہلائیگی تو مسح جائز نہ ہوگا ورنہ جائز
یہ نمبر (۲۲۱) ہوا جسکا جائزات میں اضافہ ہونا چاہیے وجیز امام کردری فصل مسح میں ہے مسحت علی الخضاب ان اختلطت
البلۃ بالخضاب حتی خرج من کونها ماء مطلقا لم یجز اھ **اقول** ۱۶۱۳ ولابد من تقیید بما ذکرت
فاعرف (۲۲۲) پانی میں ستو گھلے ہوں کہ وہ رقیق نہ رہے اوس سے وضو ناجائز ہوا کافی میں ہے الا اذا غلب علی الماء فیصیر
کالسویق لزوال اسم الماء عنه خانیہ میں ہے وان صار ثخینا مثل السویق لا **المقابلات** (۲۲۳) ایسے ہی
اگر اسقدر مٹی گھولے وغیرہ کا خلط ہو کہ پانی کیچڑ کی طرح گاڑھا ہو گیا تو اوس سے وضو جائز نہیں خانیہ میں ہے توضأ بماء السیل یجوز وان
انکان ثخینا کالطین لا اجناس امام ناطفی پھر ہندیہ میں ہے التوضی بماء السیل ان تکن حمرۃ الماء غالبۃ لا یجوز **اقول** ۱۶۱۴
علمائے کرام پر اللہ عزوجل کی رحمتیں احتیاط کے لیے ایسی نادر صورتیں بھی ذکر فرماتے ہیں ورنہ سیلاب کا ایسا ہونا بہت بعید ہے
وہ اس سے تنبیہ فرماتے ہیں کہ جب اسقدر آب کثیر وغیرہ جاری اتنے اختلاط تراب سے ناقابل وضو ہو گیا تو برساتی ندیوں یا گھڑے لوٹے کے
پانی کا کیا ذکر (۲۲۴ تا ۲۵۱) کاہی النیتے پھل پتیاں شنجرف یا کسم کی ندیاں گنج چونا ریشم کے کیڑے سیندھک وغیرہ غیر سمی جالانکہ
اجزا اپنے ہاتھ لا وغیرہ ناج کے رہنے کو لتا ریٹھی کے چھتے صابون اشنان ریحان بابونہ خطمی برگ کنار کے غرض جیسے نظافت کے لیے
پانی میں پکائے ہوئے غرض کوئی چیز حتی کہ برف جو اصل میں پانی ہی ہے اگر پانی میں ملکر اوسکی رقت زائل کردیں اوس سے وضو ناجائز ہوگا **اقول** ۱۶۱۵
وھذا ھو محمل ما فی خزانۃ المفتین عن شرح مجمع البحرین لا یجوز الوضوء بماء الباقلی وماء الصابون وماء الاشنان اھ کما ان الاول
محمل اطلاق القدوری وغیرہ الجواز فی الصابون والاشنان غیر انه حمل قریب لان المعهود ھو خلطهما قلیلا بحیث لا یزول عنه
الرقۃ وانما البعد فی ما فی شرح المجمع اھ پر اکثر نصوص انکے مقابلات میں اپنے اپنے محل پر مذکور رہے اور خانیہ میں فرمایا لو وقع الثلج فی
الماء وصار ثخینا غلیظا لا یجوز به التوضؤ لانه بمنزلۃ الجمد وان لم یصر ثخینا جاز یہ برف کا نص ہے کہ اگر پانی کو گاڑھا کردے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اوس سے وضو ناجائز ہوگا جبتک پگھل کر پانی کی رقت عود نکرے اور گاڑھا نکرے تو جائز یہ نمبر (۲۵۲) ہوا کہ جائزات میں اضافہ ہوگا فقہ
(۲۵۳ و ۲۵۴) جس پانی میں کوئی دوا یا غذا پکا کر طیار کی متون میں ہے کہ اوسکا تغیر بالطبخ (۲۵۵ و ۲۵۶) یونہی
جائفل یا کافی جھکنے پکانے سے پانی کی رقت میں فرق آئے اگرچہ انسے سیلان نہیں جاتا رقت و سیلان کا فرق ضوابط میں مذکور ہوگا ان شاء اللہ تعالٰی
قہوہ میں گاڑھا پن خوب مشہود ہوا ہی اور اگر اوسے بھی پانی میں اثر کرنے سے پہلے نکال لیا تو جواز رہیگا لعدم الطبخ و بقاء الطبع کما فی البحر
(۲۵۷) بھی جائزات میں زائد کیا جائیگا (۲۵۸ تا ۲۶۲) عرق گاؤزبان گلاب کیوڑا بید مشک خوشبو ہوں یا اتر سے ہو گئے ہوں سبز
عرق اوصاف میں پانی کے خلاف ہو یا موافق غرض جو بہتی چیز پانی کی نوع سے نہیں جب پانی کی مقدار سے زیادہ اوسمیں ملجائے بالاجماع
اوس سے وضو نہو سکیگا اور اگر پانی کے برابر ملے جب بھی احتیاطاً عدم جواز ہی کا حکم ہے بدائع میں فرمایا فان استویا فی الرحمۃ او لم یذکر
هذا في ظاهر الرواية وقالوا حكمه حكم الماء المغلوب احتياطا اه وقال في الغنية وكذا ان كانت مساوية احتياطا حتى
يضم اليه التيمم عند المساواة اه اقول (۱۶۶) لم يسنده لاحد ولم اره لغيره وفيه نبوء عن القواعد فانا جعلنا
حاظر هم الاغلب الحاظر واحكام المغلوب (۱۶۷) ايضا لانه اذا استويا فقد تعارضا ولا ترجيح فتساقطا وايضا ليس تسميته ماء باولى
من تسميته غيره فكيف ينطلق عليه اسم الماء المطلق وما ليس بماء مطلق لا يصح الوضوء به اصلا والاشتغال بما لا يفيد يكره
تحريما كما في الدر عن القنية بل هو اضاعة المال فيحرم (۱۶۸) تأمل مراجعة وكأنه فهم من قولهم احتياطا ان لو شك في كونه ماء فاحتاط
عنه للاحتياط فان لم يكن ماء لم يجز الوضوء به وان كان ماء لم يجز التيمم مع وجوده فيجمع بينهما خروجا عن العهدة
بيقين فان كان ماء فقد توضأ وان لم يكن فقد تيمم كما في سؤر الحمار المشكوك في طهوريته وليس كذلك بل الاحتياط
ههنا بجعله العمل باقوى الدليلين لا يستقيم لاحد التسميتين مطلقا فهو خارج عنه باليقين من دون شك والتخمين
والله تعالى اعلم (۲۶۳ تا ۲۶۶) اقول (۱۶۹) ایسی بے لون چیزیں اگر نہ پانی کے خلاف کھٹی ہوں کہ نصف
کم ملکر نہ ملیں تو باتفاق منقول و ضابطہ اوس سے وضو کا عدم جواز چاہیے اما المنقول فلان العبرة بالطعم حيث لا
لون واما الضابطة فلانه ذات وصف او وصفين وعلى كل يكفي تغير وصف احد فما عن البحر من العبرة بالاجزاء
في ماء لسان الثور وماء الورد المنقطع الرائحة ومثله في الغنية تغير مسلم فليتنبه ۞ نوع آخر مقابلات
نوع آخر قسم اول صنف اول جامدات (۲۶۷ تا ۲۷۵) نبیذ میں چھوہارے یا کشمش خواہ کوئی میوہ شربت میں
شکر بتاسے مصری خواہ کوئی خشک شیرینی خیساندہ میں دوا رنگ میں کسم کیسر ٹیسو روشنائی میں کسیس مازو خواہ اور اجزاء جب اتنے
ڈالیں کہ پانی رقت پر نرہے اوس سے بالاجماع وضو ناجائز ہے قدوری و ہدایہ و نقایہ وغیرہا عامہ کتب میں ہے الا بماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ
عن طبع الماء صنف دوم مائعات (۲۷۶ تا ۲۷۸) زعفران حل کیا ہوا پانی یا شہاب اگر پانی میں ملکر ہوسکی

رنگت کے ساتھ مزہ یا بو بھی بدل دے تو اوس سے بالاتفاق وضو ناجائز ہے لتغیر اللون علی الحکم المنقول والاکثر فی صفۃ علی الضابطۃ یعنی مزہ یا جل گیا، الا ان جب رنگ اور ایک وصف اور بدل دی ولکن ذا الثلاثۃ کفی تغیر وصفین للوفاق فکیف اذا کان ذا وصفین (۲۷۹) تربوز کا شیریں پانی جبکہ پانی میں مل کر رنگ کے ساتھ اوسکا ایک وصف اور بدل دے یا رنگ نہ رکھتا ہو تو مزہ کا اعتبار ہو محمل قول الزاہدی والمحمول والثلاثۃ کما ھو معلوم ومشاھد وقال فی المنحۃ قال الرملی المشاھد فی البطیخ مخالفتہ للماء فی الرائحۃ وایضا فی البطیخ ما لونہ احمر وفیہ ما لونہ اصفر لم **اقول**[1623] ای اولون مائہ اذ فیہ الکلام لا لون عینہ (۲۸۰) سپید انگور کا شیرہ جب پانی کے عوض ہو اوسکا مزہ غالب آجائے لتغیر الطعم علی المنقول وھو ذو وصفین فیکفی تغیر واحد علی الضابطۃ فہذا مما لایاتی فیہ الخلاف فی شیئ من جانبی الجواز وعدمہ **فان قلت** بل فی الحکم لایقتصر عند اھل الضابطۃ علی الطعم بل کذلک لو غلب الریح **اقول**[1624] طعماً سرعلا لا یتغیر الریح ما لم یتغیر (۲۸۱) سپید انگور کا سرکہ ملنے سے اگر پانی کا مزہ بدل گیا اسکا مزہ اوسپر غالب ہو گیا لما مر ویاتی فیہ الخلاف کما یاتی[1625] (۲۸۲) رنگت والا سرکہ جب پانی میں ملکر رنگ اور مزہ دونوں بدل دے لحصول اللون علی المنقول ووصفین علی الضابطۃ[1626] (۲۸۳) ایسے سرکہ کا مزہ قوی ہو جب اوس کے مزہ کے ساتھ رنگت بھی بدل جائے[1627] (۲۸۴) جس سرکہ کا رنگ قوی ہو جب رنگ کے ساتھ ایک وصف اور بدل دی والوجہ قد علم (۲۸۵) وہ دودھ جب اوسکا رنگ اور مزہ دونوں پانی پر غالب آجائیں[1628] اما فی الاول فی المنقول باللون وفی عند الزیلعی وکثیر من اتباعہ بکلا صفتین اللون والطعم وعند المحقق علی الاطلاق وحبنا الدرر بھما معاً فافاد ان تغیر احد الوفاق علی سلب الاطلاق یہ ایک سو بائیس[122] وہ ہیں جنسے وضو بالاتفاق ناجائز ہے یعنی نہ ہو سکتا ہو اوس سے نماز جائز ہو واللہ تعالی اعلم وصلی اللہ تعالی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم قسم سوم جنسے صحت وضو میں حکم منقول و مقتضائے ضابطۂ امام زیلعی کا خلاف ہے صنف اول خشک اشیا (۲۸۶ و ۲۸۷) چھوہارے کے سوا کشمش انجیر وغیرہ کوئی میوہ بالاجماع الا ما عن الامام الاوزاعی ان ثبت عنہ اور مذہب صحیح معتمد مفتی بہ مرجوع الیہ میں چھوہارے بھی جبکہ اوس کے ترکرنے سے پانی میں اوس میوہ کی کیفیت اسقدر آجائے کہ اب اوسے پانی نہ کہیں نبیذ کہیں اوس سے وضو نہیں ہو سکتا اگرچہ رقیق ہو بدائع امام ملک العلماء میں ہے قیاس ما ذکرنا انہ لا یجوز الوضوء بنبیذ التمر لتغیر طعم الماء وصیرورتہ مغلوباً بطعم التمر وبالقیاس اخذ ابو یوسف وقال لا یجوز التوضی بہ الا ان ابا حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ ترک القیاس بالنص فجوز التوضی بہ وروی نوح فی الجامع المروزی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ انہ رجع عن ذلک وقال لا یتوضؤ بہ وھو الذی استقر علیہ قولہ کذا قال نوح وبہ اخذ ابو یوسف فتح القدیر میں ہے وجب تصحیح الروایۃ الموافقۃ لقول ابی یوسف لانہا ناسخۃ لتاخرھا اذ ھی مذہبیۃ وعلی ھذا مشی جماعۃ من المتاخرین حلیہ میں ہے ذکر نوح الجامع والحسن بن زیاد ان

۹۱ یعنی ضابطہ زیلعی اور ان احکام کے اتفاق سے جو قول امام ...

ابا حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ رجع الی انہ یتیمم ولا یتوضؤ کما ھو مختار ابی یوسف وقول اکثر العلماء منھم مالک والشافعی واحمد قال فی فتاوٰی قاضی خان وھو الصحیح امام غنیہ میں شرح جامع صغیر امام قاضی خان سے ہے روی اسد بن عمرو نوح بن ابی مریم والحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ رجع الی قول ابی یوسف والصحیح قول ابی حنیفۃ الاٰخر اھ

۱۶۲۹ **اقول** فھذان متابعان قویان لنوح الجامع فزال ما کان یخشی من تبری ملک العلماء اذ قال کذا قال نوح غنیہ میں ہے لا یتوضؤ بہ ھی الروایۃ المرجوع الیھا عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وعلیھا الفتوٰی لان الحدیث وان صح لکن اٰیۃ التیمم ناسخۃ لہ اذ ھی متأخرۃ لانھا نقلت الحکم عند عدم الماء المطلق الی التیمم ونبیذ التمر لیس ماءً مطلقا بحر میں ہے لا یتوضؤ بہ وھو قولہ الاٰخر وقد رجع الیہ وھو الصحیح وھو اختیار الطحاوی وبالجملۃ فالمذھب المصحح المختار المعتمد عندنا عدم الجواز خانیہ میں ہے ھو قول ابی حنیفۃ الاٰخر منیہ میں عینی شرح کنز سے ہے الفتوٰی علی قول ابی یوسف درمختار میں ہے تقدم التیمم علی نبیذ التمر علی المذھب المصحح المفتی بہ لان المجتہد اذا رجع عن قول لا یجوز الاخذ بہ اھ وقولہ یقدم ای یرجح مختارہ ومؤثر فیفعلہ لا الوضوء بہ بدائع میں ہے اما نبیذ الزبیب وسائر الانبذۃ فلا یجوز التوضؤ بھا لان القیاس یأبی الجواز الا بالماء المطلق وھذا لیس بماء مطلق بدلیل انہ لا یجوز التوضؤ بہ مع القدرۃ علی الماء المطلق الا انا عرفنا الجواز بالنص والنص ورد فی نبیذ التمر خاصۃ فیبقی ما عداہ علی اصل القیاس ہدایہ میں ہے لا یجوز التوضی بما سواہ من الانبذۃ جریا علی قضیۃ القیاس غایہ میں ہے لا یجوز بنبیذ الزبیب والتین وغیر ذلک غنیہ میں ہے سائر الاشربۃ سوی نبیذ التمر لیس فی عدم جواز التوضی بہ خلاف اسی طرح عامہ کتب میں ہے

۱۶۳۰ **قلت** فانقلت من اینقولہ انکار قیقا لاطلاقھم ویقطع الوھم انھم صرحوا ان نبیذ التمر المختلف فی جواز الوضوء بہ ما کان رقیقا اما الغلیظ فلا ثم قالوا ولا یجوز بما سواہ من الانبذۃ لان نبیذ التمر خص بالاثر فوضح قطعا ان المراد نفی التوضی بالرقیق منھا اما الغلیظ فمعلوم الانتفاء ولا خلاف فیہ بین نبیذ التمر وسائر الانبذۃ بالجملہ نبیذ تمر سے مطلقا وضو صحیح نہ ہونا مذہب صحیح معتمد مفتی بہ ہے اور باقی نبیذوں سے نہ ہونے پر تو اجماع ہے مگر ضابطہ زیلعیہ کا مقتضا یہ ہے کہ جب تک رقت باقی ہے صحیح ہو لیکن یہ ہرگز صحیح نہیں کہ اسے نبیذ کہیں گے نہ کہ پانی تو نام آب باقی نہ رہنے کے سبب آب مطلق نہ رہا اور وضو آب مطلق ہی سے جائز ہے وبیان ذلک انھا من الجامدات اوضابطۃ التقیید عندہ فی الجامد زوال الرقۃ فحسب وقال رحمہ اللہ تعالٰی الخلط انکان جامدا فما دام یجری علی الاعضاء فالماء ھو الغالب وتبعہ فی الحلیۃ والدرر فاقتصرا علی ذکر الجریان

۱۶۳۱ **اقول** وکان المعنی فیہ ان المراد بالجریان علی الاعضاء ھو السیلان والرقۃ اعم منہ کما یأتی فکان یقتضی جواز الوضوء وان زالت الرقۃ مع بقاء السیلان لکن الامام الزیلعی وبالنقل عنہ الحلبی تدارکاہ بقولھما

بعد فیحمل قول من قال ان کان رقیقا یجوز الوضوء به والا فلا علی ما اذا کان المخالط له جامدا اھ ١٦٣٢ ویقرب منه قول المحقق فی الفتح والبحر فی البحر وغیرهما فان کان بجامد فبانتفاء رقة الماء وجریانه علی الاعضاء اھ فجمعوا بینهما فابتنی الحکم علی انتفائهما معا وعاد المحذور ١٦٣٣ الا ان یقال ان الواو بمعنی او وحینئذ یکون ذکر الجریان والسیلان بعد الرقة مستدرکا غیر انه قد شاع وذاع والخطب سهل فالاحسن عبارة الغنیة المعتبر فی صیرورة الماء مقیدا بمخالطة الجامد زوال رقته اھ والبحر من بعد اذ قال فان کان المخالط جامدا فغلبة الاجزاء فیه بثخونته اھ

١٦٣٤ **وانت تعلم** ان مدار الباب علی زوال الاسم کما اعترف به الامام الضابط بقوله زوال اسم الماء عنه هو المعتبر فی الباب اھ وبمخالطة الجامد ربما یزول الاسم قبل زوال الرقة کما مر عن الصالح للصبغ والنبیذ وقد صرحوا ان الاختلاف فی انما کان فی نبیذ التمر الرقیق قال فی الهدایة النبیذ المختلف فیه ان یکون حلوا رقیقا یسیل علی الاعضاء کالماء اھ وزاد فی الکافی فان کان غلیظا کالدبس لم یجز الوضوء به اھ وفی البدائع وان کان غلیظا کالرب لا یجوز التوضؤ به بلا خلاف وکذا ان کان رقیقا لکنه غلا واشتد وقذف بالزبد لانه صار مسکرا والمسکر حرام فلا یجوز التوضؤ به ولان النبیذ الذی توضأ به رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم کان رقیقا حلوا فلا یلحق به الغلیظ المر اھ وهکذا فی الحلیة والغنیة والبحر والدر وعامة الکتب بل فی العنایة النبیذ المختلف فیه ذکر محمد فی النوادر هو ان تلقی تمیرات فی ماء حتی صار الماء حلوا رقیقا اھ مع زوال اسم الماء عنه مقطوع به مجمع علیه واجلة مصححی المذهب المختار المعتمد عدم جواز الوضوء به الا تری ان فی قول الامام الاول المرجوع عنه انما یجوز الوضوء به اذا لم یجد الماء ولا یجوز التیمم واذا وجد ماء مطلقا ینتقض فهو فی کل ذلک کالتیمم ذکره فی العنایة والفتح والحلیة عن شرح الامام القدوری لمختصر الامام الکرخی عن اصحابنا رضی الله تعالی عنهم وقال فی الحلیة وجه قول ابی یوسف ان الله تعالی اوجب التیمم عند عدم الماء المطلق ونبیذ التمر لیس بماء مطلق والا لجاز الوضوء به مع وجود غیره من المیاه المطلقة له وتقدم مثله عن البدائع **اقول** ١٦٣٥ وبه ظهر الجواب عما تجشمه الامام الزیلعی اذ قال اما قولهم لیس بماء مطلق قلنا هو ماء شرعا الا تری الی قوله صلی الله تعالی علیه وسلم ماء طهور ای شرعا فیکون معنی قوله تعالی فلم تجدوا ماء ای حقیقة او شرعا اھ فیا سبحن الله ان کان هذا معنی الایة فلم لم یجز الوضوء به مع وجود ماء اخر ومن اوجب الترتیب بین الماءین بتقدیم اللغوی علی الشرعی مع احتجاجه بقوله صلی الله تعالی علیه وسلم ماء طهور **فاقول** ١٦٣٦ وفی الحدیث هکذا ثمرة طیبة وماء طهور فانما هو لبیان اجزائه التی ترکب منها لا الاخبار عنه بانه ماء والا لکان اخبارا ایضا بانها ثمرة وهو باطل لغة وعرفا وشرعا وفی هذا الحدیث قوله صلی الله تعالی علیه وسلم لعبد الله رضی الله تعالی عنه هل معک ماء اتوضؤ به قال لا الا نبیذ تمر لا یقال ١٦٣٧ ان ابن مسعود رضی الله تعالی عنه انما نفی الماء اللغوی لان السؤال

https://www.facebook.com/darahlesunnat

كان عن الماء الشرعي لقوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضؤا به الا ان يقال لم يكن عند الله اذ ذاك يعد الوضوء به شرعا وقد اعترف الامام الزيلعي نفسه انه نفي عنه ابن مسعود اسم الماء اھ اذ اثبت هذا علمت ان قصر الحكم في الجامد على زوال الرقة غير صحيح وقد تنبه لهذا البحر في البحر فقال بعد ايراد الضابطة وههنا تنبيهان مهمان الاول ان مقتضى ما قالوه هنا جواز التوضؤ بنبيذ التمر ولو غير اوصافه الثلثة وقد صرحوا في باب التيمم ان الصحيح خلافه ولان تلك رواية مرجوع عنها وقد يقال ان ذلك مشروط بما اذا لم يزل عنه اسم الماء وفي مسألة نبيذ التمر زال عنه اسم الماء فلا مخالفة لما لا يخفى الثاني انه يقتضي ان الزعفران اذا اختلط بالماء يجوز الوضوء به مادام رقيقا سيالا ولو غير الاوصاف كلها لانه من الجامدات والمصرح به في معراج الدراية معزيا الى القنية ان الزعفران اذا وقع في الماء ان امكن الصبغ فيه فليس بماء مطلق من غير نظر الى الثخونة ويجاب عنه بما تقدم من انه زال عنه اسم الماء لانه يسمى صبغا اھ وردہ اخوه وتلميذه المحقق في النهر كما في ط بان الزيلعي لم يذكر ذلك ولان هذا التقييد لا يجدي نفعا اھ واجاب عنه السيد العلامة ابو السعود الازهري في فتح الله المعين تبعا ط بان الكلام فيما اذا لم يزل عنه اسم الماء كما ذكره الزيلعي فتنظير النهر ساقط وما ذكر في البحر من الجواب ماخوذ من صريح كلام الزيلعي اھ فهؤلاء ثلثة اجلاء اختلفت انظارهم في كلام الامام الزيلعي اما الاخوان العلامتان فاتفقا على ان الزيلعي لم يذكر في الجامد قيد بقاء الاسم غير ان البحر يقول انه مطوي منوي فالمعنى ان كان جامدا فمادام باقيا على رقته فالماء هو الغالب بشرط ان لا يزول عنه اسم الماء والنهر يقول انه لم يذكره كما ترى ولم يرده لانه لا يجدي نفعا واما السيد فزعم انه مذكور في صريح كلام الزيلعي وان كلامه انما هو فيه وان البحر انما اخذه منه هكذا اختلفوا ولنا تفصيل لكل كلام الزيلعي ليتجلى للتجلية الحال قال رحمه الله تعالى بعد ما نقل اقوالا متخالفة هكذا جاء الاختلاف فلا بد من ضابط وتوفيق فنقول ان الماء اذا بقي على اصل خلقته ولم يزل عنه اسم الماء جاز الوضوء به وان زال وصار مقيدا لم يجز والتقييد اما بكمال الامتزاج او بغلبة الممتزج فكمال الامتزاج بالطبخ بطاهر لا يقصد به التنظيف او بتشرب النبات وغلبة الممتزج بالاختلاط من غير طبخ ولا تشرب نبات ثم المخالط ان جامدا فمادام يجري على الاعضاء فالماء الغالب وان مائعا فان لم يكن مخالفا في شيئ كالماء المستعمل تعتبر بالاجزاء وان مخالفا في الاوصاف فان غير اكثرها لا يجوز الوضوء به والا جاز وان خالف في وصف او وصفين تعتبر الغلبة من ذلك الوجه كاللبن يخالفه في اللون والطعم فان كان لون اللبن او طعمه هو الغالب لم يجز والا جاز وماء البطيخ يخالفه في الطعم فتعتبر الغلبة فيه بالطعم فعلى هذا يحمل ما جاء منهم على ما يليق به فقول من قال ان كان رقيقا يجوز والا لا على ما اذا كان المخالط جامدا ومن قال ان غير احد اوصافه جاز على ما خالفه في الثلثة ومن قال اذا غير احد اوصافه لا يجوز على ما خالفه في وصف او وصفين ومن اعتبر بالاجزاء على ما لا يخالفه في شيئ فاذا نظرت وتاملت

تطفل ۱۰ و۱۱ علی الامام الزیلعی

وجدت ما قاله الاصحاب لا یخرج عن هذا و وجدت بعض ما صرحوا به بعض ما اشار الیه امام هذا المحل کلامه قد
لخصته ولم اخرم منه حرفا غیر ما ذکر فی التنویر من الفرق بین الخروج والاستخراج فانه غیر صحیح ولا یتعلق به
الغرض ههنا **اقول** ۱۲۴۲ فقد بان لک من کلامه ثلثة امور **الاول** لا ذکر فی کلامه لتقیید حکم
الجامد ببقاء الاسم حتی بالاشارة فضلا عن التصریح انما قال ما دام یجری علی الاعضاء فالرغالب مطلق
غیر مقید فهذا کما تری مطلق غیر مقید ثم اذا اتی علی تطبیق الضابطة علی الروایات المختلفة حمل علی الجامد
قول من قال ان کان رقیقا یجوز والا لا والقول فی الاصل مرسل وفی الجامع مرسل ارسالا وفیه جنح الی التقیید وکذلک الاقلون
علیک کلام الآخذین عنه اصحاب الفتح والحلیة والغنیة والدرر ونور الایضاح حتی البحر الذی ابدی هذا التقیید لم یلم
احد منهم فی تلخیص الضابطة الیه آخرهم ان صرح الشامی بانه من زیادات البحر ۱۲۴۳ **الثانی** ذکر رحمه الله تعالی اولا اصلا
مجمعا علیه ان الوضوء انما یجوز بالماء المطلق وهو الذی لم یزل عنه طبعه واسمه دون المقید الزائل عنه اسمه **اقول** ۱۲۴۴
ولم یذکر الطبع لان زوال الطبع یوجب زوال الاسم فذکره اولا ایضاحا وحذفه آخرا اجتزاء فهذا القدر مما لا خلاف
فیه لاحد انما الشان فی معرفة المطلق والمقید ای معرفة انه متی یزول الاسم فیحصل التقیید فتشمر لاعطاء ضابطة
فی ذلک تتمیز بها مواضع زوال الاسم عن محال بقائه فقال التقیید باحد امرین کمال الامتزاج او غلبة الممتزج
الخ فلا شک ان کلامه فیما لم یزل عنه اسم الماء کما ذکره السید لانه مسوق لبیان ما یحصل به التقیید والتقیید انما یکون
للمطلق فان تقیید المقید تحصیل الحاصل وما المطلق الا ما لم یزل عنه اسم الماء فخفیه الکلام وما کان انکره احد لکنه
لا یدفع الایراد بل انما منه منشؤه فانه افاد ان الماء المطلق لا یتقید فی خلط الجامد الا بالثخونة والحکم خلافه فانه
ربما یتقید قبل ان یثخن کما فی الزعفران والنبیذ وثبوت الحصر اولا بالقصر کما علمت **واقول ثانیا** ۱۲۴۵
محال ان یزول اسم الماء عنه مع بقاء رقته الا بتغیر وصف لانه اذا بقی طبعه واوصافه فزوال اسمه عنه یکون بغیر
موجب فهو باطل اما ما امتزج به غیره مما لا یخالفه فی صفاته ۱۲۴۶ مساویا له فی الاجزاء او اکثر فانما یزول فیه اسم الماء عن
الکل المرکب من الماء وغیره المساوی له او الغالب علیه لا عن الماء الذی فیه حتی لو امکن افراز الماء عن ذلک المخالط لکان ماء جائزا
به الوضوء وهو رحمه الله تعالی لم یذکر فی الجامد غیر الثخونة ولم یعتبر فیه الاوصاف وانما اعتبرها فی مقابله المائع والمقابلة
تنافی الخلط فقد افاد قطعا ان لا غلبة فی الجامد بالاوصاف وقد افصح به الشرنبلالی فی تلخیص ضابطته
اذ قال او لم یغیر اوصافه کلها او بعضها اما ما کان زوال الاسم الا باحد امرین زوال الرقة او تغیر الوصف وقد نفی هذا فی خلط
الجامد فلم یبق الا الاول وظهر انه یقول لا یزول الاسم فیه بوجه من الوجوه ما دامت الرقة باقیة وهذا هو محل

الايراد فان المحيط نعم ذكر فی صدر الكلام لفظ زوال الاسم وهو انما هو تمهيد ضابطة خارجا عنها بيانا للحرج اليها كما علمت فضلا عن ان يكون قيدا فی حكم الجامد **فان قلت** اليس قد قال قبل هذا تحت قول المختصر او بالطبخ ان زوال الاسم هو المعتبر فی الباب كما تقدم فكان صريح منطوق الادارة عليه حيث كان **اقول** بلى وهو جملة القول فی الباب ؎۱۶۴۸ وما الضابطة الا التفصيل وبيان انه متى يحصل وقد صرح فيها انه لا يحصل فی خلط الجامد الا بالثخونة فلم تنفع الادارة ؎۱۶۴۹ **الثالث** هو بصدد اعطاء ضابط يميز بين المقيد والمطلق وما الضابط الا ما يحيط بالصور فيجب ان يستوعب كلامه ببيان كل ما يحصل به التقييد اى كل ما يزول به الاسم اذ لا تقييد الا به فتقييد شیء من احكامه بان لا يزول الاسم افساد لمقصده واخراج للضابط عن ان يكون ضابطا وارجاع للتمييز الى التجهيل، والتفصيل الى التعطيل، فانه يؤول الى ان فی خلط الجامد بدون الثخونة لا يزول الاسم بشرط ان لا يزول الاسم وهو كلام مغسول، لا يرجع الى طائل ومحصول، هذا معنى قول النهر انه لا يجدی نفعا فتبين انه لا مذكور ولا مطوی ولا منوی وان الحق فيه بيد النهر وان هذا شیء سقط عن الفخر فلقطه البحر وذكره فی تنبيه بلحاقه فجاء الدر فنظمه فی سلك الضابطة اذ قال فلو جامد افثخانة ما لم يزل الاسم كنبيذ تمر اهـ نعما فعل لانه صحح الحكم وان انحلت عری الضابطة، ولحتاجه مطلعا الى ضابط اخر يلقطه ساقطه هكذا ينبغی التحقيق، والله تعالى ولی التوفيق وكان الحری بنا ان نؤخر هذا البحث الى الفصل الرابع حيث نتكلم ان شاء الله تعالى على الضابطة ولكن الحاجة مست اليه ههنا كيلا يعتری احد شك فيما نبدی من المخالفات بين الاحكام المنقولة وقضية الضابطة وبالله تعالى التوفيق ؎۱۶۵۰ (۲۸۸) یونہیں شربت سے وضو ناجائز ہے شکر تیاسے مصری شہد کسی چیز کا ہو نمبر ۱۸۵ میں ایضاح وتنویر وغیرہا کتابوں سے گزرا لا یجوز بالاشربۃ اور سراج وہاج وبنایہ وکفایہ وغایہ وفتح میں ہے یا ان اراد بالاشربۃ الحلو المخلوط بالماء کالدبس والشہد المخلوط بہ کانت نظیر الماء الذی غلب علیہ غیرہ مجمع الانہر میں ہے قال بعض الفضلاء المراد من الاشربۃ الحلو المخلوط بالماء کالدبس والشہد مگر اصحاب ضابطہ غیر بحر ودر پر لازم کہ اس سے وضو جائز مانیں جب تک پانی کی رقت نہ زائل ہو اور یہ شربت میں عادۃً نہیں ہوتا شکر تیا سے مصری تو ظاہر ہیں اور یونہیں شہد جبکہ جما ہوا ہو مگر یہ کسی وجہ سے صحیح نہیں کہ شربت کو پانی نہیں کہتے نام بدل گیا تو آب مطلق نہ رہا ؎۱۶۵۱ (۲۸۹) یونہیں کا خیساندہ قابل وضو نہیں اگرچہ گاڑھا نہ ہو گیا ہو کہ وہ دوا کہلائیگی نہ پانی مگر اہل ضابطہ پر جواز لازم ؎۱۶۵۲ (۲۹۰ تا ۲۹۵) یونہیں کسم کیسر رنگت کی پڑیاں جب پانی میں اسقدر ملیں کہ رنگنے کے قابل ہو جائے کسیس مازو روشنائی مل کر حرف کا نقش بننے کے لائق ہو جائے بحکم تجنیس وفتح القدیر وحلیہ ومعراج الدرایہ وبحر الرائق ودرمختار وقنیہ وہندیہ وفتح اللہ المعین وامام جرجانی جنکی عبارات نمبر ۱۴۲ میں گزریں اوس سے وضو جائز نہیں کہ وہ رنگ یا سیاہی یا روشنائی کہلائیگا

فصل ۱ تطفل ۹۴۳

النورق والنور

نہ پانی مگر بحکم ضابطہ جواز ہے خصوصًا ٹڈیا کا پانی کہ بہت کم مقدار میں ملائی جاتی ہے جس کا پانی کی رقت پر اثر نہیں ہوسکتا **اقول** (۱۶۵۳)
وھو وان کان ظاہر عامۃ الکتب کما مر ثمہ لکن ھذا ھو قضیۃ الامر المجمع علیہ الغیر للنخرم ان زوال الاسم یسلب الاطلاق واللّٰہ
تعالٰی اعلم (۲۹۶ تا ۲۹۸) روشنائی وغیرہ کا گاڑھا پانی بروئے ضابطہ کسی قابل وضو نہیں صنف دوم سیال اشیاء
اقول (۱۶۵۴) گلاب کیوڑا بید مشک بلاشبہہ مزہ آب کے خلاف مزہ رکھتے ہیں اور ان کی بو قوی تر ہے گھڑے بھر پانی میں
تولہ بھر اوسے خوشبو کردیتا ہے اور مزہ نہیں بدلتا تو بحسب حکم منقول اوس سے وضو جائز رہیگا جبتک اسقدر کثرت سے نہ ملے کہ پانی پر
مزہ غالب آجائے مگر اہل ضابطہ کے نزدیک اوس سے وضو ناجائز ہونا لازم لانہ ذو وصفین وقد تغیر واحد مگر یہ سخت بعید
بلکہ بداہۃً باطل ہے عرفًا لغۃً شرعًا اوس گھڑے بھر پانی کو جس میں چند قطرے گلاب کے پڑے ہیں پانی ہی کہا جائیگا تو وہ یقینًا آب مطلق ہے
اور اوس سے بلاشبہہ وضو جائز (۱۶۵۵) (۲۹۹ و ۳۰۰) زعفران حل کیا ہوا پانی یا شہاب اگر اتنا ملے کہ پانی کا صرف رنگ بدلے تو حکم
مذکور نمبر ۱۲۶ سے وہ پانی قابل وضو رہیگا اور اہل ضابطہ جائز کہینگے لانھما من ذوات الثلثۃ فلا یکفی تغیر وصف واحد
ولو انھما اقوی اوصافھما فیعمل قبل ان یحیل الباقیان (۱۶۵۶) (۳۰۱) یوہیں پڑیا حل کیا ہوا پانی پانی میں پڑکر صرف رنگت بدل دے
تو کتب مذکورہ کے حکم سے قابل وضو نہیں اور اہل ضابطہ کے نزدیک بھی ناجائز ہے اگر پڑیا کسی قسم کی بو رکھتی ہو ورنہ جائز کہینگے
(۱۶۵۷) (۳۰۲) آب تربوز سے جب پانی کا صرف مزہ بدلے خود اہل ضابطہ نے عدم جواز وضو کی تصریح کی کما مر فی ۱۲۸ مگر وہ ضابطہ جواز چاہتا ہے
لانہ ذو الثلثۃ فلا یکفی بوصف فطعم لغلب اوصافہ فلا یستلزم غلبتہ غلبۃ احد الباقیین (۱۶۵۸) (۳۰۳) سپید انگور کے
سرکہ کی جبکہ ف بو پانی میں آجائے مزہ غالب نہو بحکم بدائع منقول نمبر ۱۳ قابل وضو ہی مگر بر ضابطہ جواز نہ چاہیے لانہ ذو وصفین وقد
تغیر احدھما (۳۰۴) سرکہ کہ رنگت بھی رکھتا ہے اور اوسکی بو سب اوصاف سے اقوی ہے اگر پانی میں اوسکا مزہ اور بو آجائے اور رنگ
نہ بدلے بحکم منقول مصرح امام ملک العلماء امام اسبیجابی و امام فخر الدین زیلعی و نجم الدین زاہدی و زاد الفقہاء امام ابن امیر الحاج حلبی مذکور
نمبر ۱۲۶ قابل وضو ہے مگر اتباع ضابطہ عدم جواز کی تصریح کی غنیہ میں ہے ان کان یخالفہ فی الاوصاف کلھا کالخل فالمعتبر غلبۃ اکثرھا
نور الایضاح و مراقی الفلاح میں ہے الغلبۃ توجد بظہور وصفین من خل لہ لون و طعم و ریح ای وصفین منھا ظھرا منعا
صحۃ الوضوء ولو واحد لا یضر لقلتہ رد المحتار میں ہے فالغلبۃ بتغیر اکثرھا وھو الوصفان فلا یضر ظہور وصف
واحد فی للخل من اوصاف الخل ام **اقول** (۱۶۵۹) وقد کان ملک العلماء قدس سرہ احال الامر اولا علی زوال الاسم
و ھی الجادۃ الواضحۃ حیث قال الماء المطلق اذا خالطہ شیئ من المائعات الطاھرۃ کاللبن والخل و نقیع الزبیب
ونحو ذلک علی وجہ زال عنہ اسم الماء بان صار مغلوبا بہ فھو بمعنی الماء المقید اھ لکن ثم عاد الی اعتبار اللون
فی مثلہ فقال متصلا بہ ثم ینظر ان کان یخالف لونہ لون الماء یعتبر الغلبۃ فی اللون (۱۶۶۰) (۳۰۵) جس سرکہ کا مزہ

ف: تسامح من ملک العلماء الله تعالٰی تحقیق السر فی ذلک

ف: السادس من ضوابط الفصل الثالث ۱۲ منہ غفرلہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

رنگ و بو سے اقوی ہو جب اوسکی مزہ و بو پانی پر غالب آئین اور رنگ نہ بدلے بحکم مذکور ائمہ قابل وضو ہو اور ضابطہ مخالف
۱۶۶۱ (۶) جس سرکہ کا رنگ غالب ہو جب اوس سے صرف رنگ بدلے تو اسکا عکس ہے یعنی بحکم ائمہ اوس سے وضو ناجائز اور ضابطہ
مقتضی جواز ۱۶۶۲ (۷) دودھ سے جب پانی کا صرف رنگ بدلے بحکم ائمہ مذکورین قابل وضو نہین اور عجب ہے امام
زیلعی نے بھی اونکی موافقت کی حالانکہ اونکا ضابطہ مقتضی جواز ہے لانہ ذو الثلثۃ ولونہ اقوی فلا یکفی وصف
واحد ہان امام ابن الہمام و درر و قدوری و ہدایہ و عنایہ و عمدۃ القاری جانب جواز ہین کما تقدم کل ذلک فی ۱۳۴
واللہ تعالی اعلم ۱۶۶۳ تکمیل جزئیات نامحصورہ مین بہتی ہوئی چیز کہ پانی سے کسی وصف مین مخالف ہو اوسکے بارہ مین
اسی اختلاف و اتفاق کا ضابطہ ملاحظہ ہو چند امور سے واضح (۱) اگر کوئی وصف نہ بدلے پانی بالاجماع قابل وضو ہے (۲)
مخالفت اگر صرف رنگ یا مزہ مین ہو اور وہ بدل جائے بالاتفاق قابل وضو نہین تنبیہ بدلنے سے کیا مراد ہے اسکی تحقیق
انشاء اللہ العزیز فصل سوم مین آئیگی (۳) اگر دو وصف مین مخالفت ہو اور دونون بدل جائین بالاتفاق عدم جواز ہے (۴) اگر صرف مزہ
یا رنگ و بو مین تخالف ہے اور رنگ بدلے تو بالاتفاق ناقابل ہے اور دوسرا بدلے تو بحکم منقول جواز اور بر ضابطہ ناجائز (۵) اگر صرف مزہ و
بو مین اختلاف ہے اور مزہ بدلے تو بالاتفاق اور بو بدلے تو صرف بر ضابطہ عدم جواز ہے منقول جواز (۶) اگر تینون وصف مختلف ہین اور
سب بدل جائین بالاتفاق ناجائز (۷) اگر اس صورت مین صرف مزہ یا بو بدلے بالاتفاق جواز ہے اور فقط رنگ بدلے تو بحکم منقول ناجائز
اور حکم ضابطہ جواز (۸) اسی صورت مین اگر رنگ و مزہ یا رنگ و بو بدلین بالاتفاق ناجائز اور مزہ و بو بدلین تو ضابطہ پر ناجائز اور
منقول جواز (۹) تخالف و تبدل دونون کی جمیع صور کا احاطہ تو ان آٹھ مین ہوگیا۔ ۱۶۶۴ رہا یہ کہ تبدل کی کونسی صورت کہان ممکن ہے اوسکا
بیان یہ کہ جو ایک ہی وصف مین مخالف ہے ظاہر ہے کہ وہ تو اوسی کو بدل سکتا ہے اور اگر دو مین تخالف ہے تو تین صورتین ہین اول اقوی ہوگا
یا دوم یا دونون مساوی یعنی بدلین تو دونون ایک ہی ساتھ بدلین اونمین آگا پیچھا نہین اگر ایک اقوی ہے تو ایک کے تغیر مین اوسی کا تغیر
ہوگا صرف دوسرے کو متغیر فرض نہین کر سکتے ہان دونون کا بدلنا تینون صور مین ہو سکتا ہے (۱۰) اگر تینون وصف مختلف
ہین تو اوس مین سات احتمال ہین اول اقوی ہو یا دوم یا سوم یا اول و دوم یا اول و سوم یا دوم و سوم یا سب
مساوی جس مین ایک اقوی ہو تنہا ایک کے تبدل مین وہی مفروض ہو سکتا ہے اور دو کے تبدل مین ایک
وہ ہونا ضرور۔ اوس کے بغیر باقی دونون کا تنہا یا معاً تغیر فرض نہین کر سکتے اور دو اقوی ہین تو اوس مین نہ ایک کا
تبدل ہو سکتا ہے نہ ایسے دو کا جن مین ایک وہ تیسرا ہو ہان تینون بدل سکتے ہین اور جہان تینون مساوی
ہین وہان یہی صورت فرض ہو سکتی ہے کہ سب بدل جائین یا کوئی نہ بدلے واللہ تعالی اعلم وصلی اللہ تعالی علی سیدنا و
مولنا محمد الکریم الاکرم وعلی آلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارک وسلم آمین والحمد للہ رب العلمین

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فصل ثانی مطلق ومقید کی تعریف میں۔ یہاں عبارات علماء مختلف آئیں امالفظا او معنی ایضا فمنہا صحیح ومخدوش والصحیح منہا حسن واحسن فنذکرہا ومالہا وعلیہا لیتبین للتنجب من المجتنب فیرلی معیارا فی کل مطلب واللہ الموفق (۱) غیر ہا اول مطلق وہ کہ شی کی نفس ذات پر دلالت کرے کسی صفت سے غرض نہ رکھے نہ نفیا نہ اثباتا کما فی الکفایۃ اور مقید وہ کہ ذات کے ساتھ کسی صفت پر بھی دال ہو عنایہ میں ہے ان اللہ تعالی ذکر الماء فی الایۃ مطلقا والمطلق ما یتعرض للذات دون الصفات ومطلق الاسم ینطلق علی ہذہ المیاہ اھ ای ماء السماء والاودیۃ والعیون والابار ذکرہ مستدلا علی جواز التوضی بہا بقولہ تعالی وانزلنا من السماء ماء طہورا **اقول** ۱۶۶۴ ہذا ہو المطلق الاصولی ولیس مرادا ھہنا قطعا فانہ مقسم للمقید ات وہذا قسیمہ وہو ینطلق علی جمیع المقیدات فیلزم جواز التوضی بہا بل المطلق ھہنا مقید بقید الاطلاق فی مرتبۃ بشرط شیئ ای ما لم یعرض لہ ما یسلب عنہ اسم الماء المرسل ولا شک ان ہذا متعرض لوصف زائد علی نفس الذات فالمطلق ھہنا قسم من المقید وقسیم لسائر المقیدات وقد تنبہ لہذا السید العلامۃ الشامی فنبہ علیہ بقولہ واعلم ان الماء المطلق اخص من مطلق ماء لاخذ الاطلاق فیہ قیدا ولذا صح اخراج المقید بہ اما مطلق ماء فمعناہ ای ماء کان فیدخل فیہ المقید المذکور ولا یصح ارادتہ ھہنا اھ ووقع فی البحر بعد ما عرف المطلق بما یاتی والمطلق فی الاصول ہو المتعرض للذات دون الصفات لا بالنفی ولا بالاثبات کماء السماء والعین والبحر اھ فقد کان یفہم بالمقابلۃ انہ لیس مرادا ھہنا لکن ۱۶۶۵ جعل المیاہ المطلقۃ مثالا لہ صرف الکلام الی الایہام فالاحسن ما فی الکافی والبنایۃ ومجمع الانہر اذ ذکروا المطلق الاصولی ثم قالوا والمراد ھہنا ما یسبق الی الافہام الخ **دوم** مطلق وہ کہ اپنی تعریف ذات میں دوسری شے کا محتاج نہ ہو اور مقید وہ کہ جسکی ذات بے ذکر قید نہ پہچانی جائے ذکرہ فی مجمع الانہر علی جہۃ التمریض فقال وقیل المطلق ما لا یحتاج فی تعریف ذاتہ الی شیئ اخر والمقید ما لا یعرف ذاتہ الا بالقید اھ **اقول** ۱۶۶۶ وہو بظاہرہ افسد من الاول فان شیئا ما فقط لا یحتاج فی تعریف ذاتہ الی شیئ اخر ولکن المقصود انہ الباقی علی طبیعۃ الماء وصرافۃ المائیۃ لم یداخلہ ما یخرجہ عن طبعہ او یجعلہ فی العرف مرکبا مع غیرہ فیصیر ذاتا اخری غیر ذات الماء لا یطلق علیہ محض اسم الماء ولا تعرف ذاتہ باطلاقہ واوضح منہ قول الغنیۃ ہو ما یسمی فی العرف ماء من غیر احتیاج الی تقیید فی تعریف ذاتہ اھ وہو ماخوذ عن الامام حافظ الدین فی المستصفی کما سیاتی ان شاء اللہ تعالی **سوم** مطلق وہ کہ اپنی پیدائشی اوصاف پر باقی ہو خزانۃ المفتین میں شرح طحاوی سے ہے ہو الباقی علی اوصاف خلقتہ اھ **اقول** ۱۶۶۷ ان ارید بالاوصاف الاوصاف الثلثۃ خاصۃ او مع الرقۃ والسیلان انتقض منعا بالملح والبقلاء وما خلط بصابون او اشنان او طبخ بہما او بسدر ما لم یبق علی رقتہ وکذا ما القی فیہ زعفران فخالط ولم یصبغ بہ وطعم زعفران وتغیر الاوصاف کلہا وبعضا مع جواز الوضوء بہا اتفاقا وکذا ما خلطہ مائع موافق فی الاوصاف اکثر منہ او مساو لہ مع امتناع الوضوء بہ وفاقا فانتقض

تطفل ۱ علی الکفایۃ والبنایۃ

تطفل ۲ علی البحر

تطفل ۳

طرد وعکسا وان المراد الاعم اتسع الخرق فانتقض بنحو الحمیم ایضا۔ **چہارم** مطلق وہ کہ اپنی رقت وسیلان پر باقی ہو، شلبیہ علی الزیلعی
بین ہو الماء المطلق ما بقی علی اصل خلقتہ من الرقۃ والسیلان فلو اختلط بہ طاہر اوجب غلظہ صار مقیدا اھ ملخصا۔
اقول ہذا افسد وقد تضمن ما سبقہ الزیلعیۃ ویزید ہذا انتقاضا بما خلط بکل مائع لا یسلبہ رقتہ وان غیّر اوصافہ کاللبن
والخل والعصیر ونحو ذلک۔ **پنجم** مطلق وہ جس کے لئے کوئی نیا نام نہ پیدا ہوا ہو، بدائع میں فرمایا قال الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی لا یجوز التوضی
بماء الزعفران واشباہہ مما لیس من جنس الارض لانہ ماء مقید الا تری انہ یقال ماء الزعفران بخلاف اجزاء الارض لان الماء لا
یخلو عنہا ولنا ان اسم الماء باق وقع الاطلاق الا تری انہ لم یتجدد لہ اسم علی حدۃ واضافتہ الی الزعفران کاضافتہ الی البئر والعین اھ
اقول ظاہرہ منتقض بالحمیم فقد حدث لہ اسم لم یکن **فان قلت** اسم الماء باق
علیہ فالمراد ما تجدد لہ اسم صح انتفاء اسم الماء الا تری الی قولہ ان اسم الماء باق علی الاطلاق **اقول اولا**
قولہ قدس سرہ لم یتجدد لہ مفصول عما قبلہ الا تری الی قولہ الا تری فقد جعلہ دلیلا علی بقاء الاسم لا ان بقاء الاسم
ماخوذ فیہ **وثانیا** بقاء الاسم علی الاطلاق کاف علی الاطلاق لا یحتاج بعدہ الی عدم حدوث ولا یضر معہ الف
حدوث فضمہ الیہ یجعلہ لغوا۔ ہذا وردّہ الفاضل عصام فی حاشیتہ بانہ منقوض بماء الباقلاء حیث لم یتجدد لہ
اسم ولم یبق ماء مطلقا ثم قال والجواب ان المراد ہو الاستلزام الاکثری فان الغالب فی المقید تجدد الاسم کالخبز والمرق وماء
الصبغ ونحو ذلک بخلاف المطلق وہذا القدر کاف فی غرضنا اذ الاولی فی الفرد الذی یشتبہ حالہ ان یلحق بالاکثر
الاغلب اھ وتعقبہ العلامۃ سعدی افندی بقولہ لعل المانع یمنع الاکثریۃ الا تری الی ماء الورد وماء الہندباء وماء الخلاف
واشباہہا اھ **اقول** السؤال والجواب والتعقب کل ذلک بمعزل عن مراد جناب **اما التعقب** فلان کثرۃ ما
یقال لہ ماء کذا لا تنفی الاکثریۃ مما تجددت لہ الاسماء وہی معلومۃ قطعا بلا امتراء **واما الجواب فاولا** حاصل
الجدل ان الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ استدل علی کونہ ماء مقیدا بانہ یقال لہ ماء الزعفران فاحتاج الی التقیید و
کل ما احتاج الی التقیید مقید فاجاب عنہ الشیخ قدس سرہ بمنع ومعارضۃ اما المنع فقولہ واضافتہ الی الزعفران الخ ای
لا نسلم ان کل اضافۃ للاحتیاج بل ربما یکون لتعریف شیئ وراء الذات کماء البئر والعین واما المعارضۃ فقولہ
ان اسم الماء باق الخ فاستدل علی الاطلاق ببقاء اسم الماء المطلق وعلی بقائہ بانہ لم یتجدد لہ اسم فلا بد من ضم
الکلیۃ القائلۃ ان کل ما لم یتجدد لہ اسم فاسم المطلق باق علیہ فنقض المعترض الکلیۃ بماء الباقلاء ونحوہ ولا
یمس الجواب بالاکثریۃ لانتفاء التعدیۃ **وثانیا** اللّٰہم قولہ الغالب فی المقید تجدد الاسم اکثریۃ الاستلزام
للتجدد من جہۃ التقیید لا کثرۃ المقیدات متجددات والنافع لہ اکثریۃ الاستلزام للاطلاق من جہۃ عدم التجدد

ای اکثر مالم یتجدد له اسم فهو مطلق لیلحق هذا الذی لم یتجدد له اسم بالاکثر الاغلب لکن لایلزم هذا من ذلک بل یمکن ان یکون اکثر ما تقید تجدد وان یکون اکثر مالم یتجدد لم یتقید فان القضیة الاکثریة لایجب ان تنعکس بعکس النقیض کنفسها لجواز ان یکون افراد مالم یتجدد له اسم اقل بکثیر من افراد المقید فیکون اکثر ما دار الخلاف فی المقید فیکون اکثر افراد المقید متجددا واکثر افراد اللامتجدد مقیدا مثلا یکون المقید من المیاه الفا قد تجدد الاسم لثمانمائة منها دون مائتین ومالم یتجدد له الاسم من المیاه سواء کان مطلقا او مقیدا ثلثمائة مائة منها من الماء المطلق والباقی فی المقید فیصدق ان اکثر المقید متجدد ولا یصدق ان اکثر اللامتجدد له مقید بل اکثره مقید کما علمت **فان قلت** بل نقرر هکذا لو کان هذا مقیدا لتجدد له اسم بالنظر الی الغالب لکن لم یتجدد له اسم فلیس بمقید ظنا والظن یکفی لانه مشتبه الحال فیحمل علی الغالب والغالب فی المقید التجدد فانتفاء اللازم الاکثری یدل علی انتفاء الملزوم ظنا کما ان انتفاء اللازم الکلی یدل علی انتفاء الملزوم قطعا وحاصل التمسک بغلبة التجدد فی المقید من دون حاجة الی غلبة الاطلاق فی اللامتجدد **اقول**[۱۶۸۰] انما یظن ماهو اکثر والاکثریة فی استلزام الوجود لوجود لا تستلزم اکثریة استلزام الانتفاء بالانتفاء ففی مثله انما یظن بوجود اللازم عند تحقق الملزوم لا بانتفاء الملزوم عند انتفاء اللازم **وثالثا**[۱۶۸۱] ما الفارق بین ماء الباقلاء وماء الزعفران حتی کان هذا مشتبها فالحق بالغالب فی الاول متعینا فلم یلحق **واما السؤال**[۱۶۸۲] فلان ماء الباقلاء اسم جدید غیر اسم الماء وکون اسم الماء جزء منه لاینافی الجدة الا تری انه لایصلح ان یقال له ماء لکونه ثخینا والماء رقیق بخلاف ماء الزعفران فان المراد به المائع وهذا بالوفاق بل ما لم یصلح للصبغ وهذا عند التحقیق کما تقدم فی ۱۲۰ هذا ما ظهر لی ثم رأیت المحقق ابن امیر الحاج اشار الیه فی الحلیة اذ قال ان ماء الورد مثلا لاتعرف من مجرد قول القائل ماء حتی یضیفه الی الورد ولهذا کانت الاضافة لازمة لکونها اضافة الی ما لابد منه وبواسطة هذا اللزوم حدث له اسم اخر علی حدة فلا تسوغ تسمیته ماء علی الاطلاق الا علی سبیل المجاز اھ والله الموفق لادراک سواه **ثم اقول**[۱۶۸۳] ان تحقق ان من المیاه المقیدة ما لا یتجدد له اسم فی العرف لعدم تعلق الغرض به مثلا انما یذکر عنه اسم الماء المطلق کان ذلک نقضا علی المنع کما کان الحمیم نقضا علی الجمع فیکون هذا اظهر ورودا علی الفتح اذ قال فیه فی بیان التقیید هو ان یحدث له اسم علی حدة ولزوم التقیید یندرج فیه وانما یکون بذلک اذا کان الماء مغلوبا اذ فی اطلاقه علی المجموع حینئذ اعتبار الغالب عدما وهو عکس الثابت لغة وعرفا وشرعا اھ **اقول**[۱۶۸۴] انما الثابت به انه کلما تجدد الاسم کان الماء مغلوبا لا عکسه فانما ثبت انه کلما کان الماء مغلوبا لم یصح اطلاق الماء المطلق علیه لا انه یحدث له اسم برأسه ولا بد فحصر التقیید فی حدوث الاسم محل نظر والله تعالی اعلم **ششم**

مطلق وہ ہے[1] جسے دیکھنے والا دیکھ کر پانی کہے خزانۃ المفتین میں شرح طحاوی سے ہے المطلق ما اذا نظر الناظر الیہ سماہ ماء
علی الاطلاق اھ **اقول** (۱۶۸۹) ف۱ رب ماء لا یدرک البصر تقییدہ ولا اطلاقہ کالمخلوط بمائع موافق فی اللون
یتوقف الامر فیہ علی غلبۃ الطعم او الاجزاء وما القی فیہ تمر او زبیب یتوقف علی صیرورتہ نبیذا ولا یفید مجرد اللون
وما خلط بعصفر او زعفران یتوقف علی صلوحہ للصبغ وشیئ من ذلک لا یدرک بالبصر فلا یصح جمعا ولا منعا
ہفتم مطلق وہ ہے جسے بے کسی قید کے بڑھائے پانی کہہ سکیں فتح القدیر میں ہے الخلاف فی ماء خالطہ زعفران ونحوہ مبنی
علی انہ تقیید لا زوال او لا فقال الشافعی غیر تقیید لانہ یقال ماء الزعفران فنحن لا ننکر انہ یقال ذلک ولکن لا یمتنع معہ الاسم ما دام المخالط مغلوبا بان یقول
القائل فیہ ہذا ماء من غیر زیادۃ اھ **اقول** (۱۶۹۰) لا شک ان الماء المقید قسیم من الماء فحمل المقسم علی القسم لا یمتنع ابدا وانما یمنع التقیید من التعمیم
التقیید والکلام فی ہذا الا ان یعود **والجواب** (۱۶۹۱) انہ ماء لغۃ او عرفا فالصحیح انہ یقول الیس ماء بل صبغ والکلام فی العرف **ہشتم**
مطلق وہ ہے جس سے پانی کی نفی نہ ہو سکے یعنی نہ کہہ سکیں کہ یہ پانی نہیں **اقول** (۱۶۹۲) وہذا معنی سابقہ غیر ان صحۃ
الاطلاق وامتناع النفی قد یتفارقان فیما کان ذا جہتین یصح فیہ الحمل من وجہ والسلب من وجہ اخر تبیین الحقائق میں ہے
اضافتہ الی الزعفران للتعریف بخلاف ماء البطیخ ولہذا ینفی اسم الماء عنہ ولا یجوز نفیہ عن الاول اھ **اقول** (۱۶۹۳)
ان ارید نفی الماء المطلق دار او مطلق الماء فلا یجوز نفی المقسم عن القسم قطعا والماء الذی یخرج من البطیخ الیس من جنس
الماء فالحق انہ لیس ماء مقیدا بل خارج عن مطلقہ کالادھان والجواب الجواب **نہم** مطلق وہ جس سے پانی کا نام زائل نہ ہوا وہو معنی
سابقہ واشیر الیہ فی کثیر من الکتب ففی التبیین زوال اسم الماء عنہ ہو المعتبر فی الباب اھ وفی الہدایہ والکافی الا ان یغلب ذلک
علی الماء فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنہ اھ وفی المنیۃ عن شرح القدوری للاقطع اذا اختلط الطاہر بالماء
ولم یزل اسم الماء عنہ فہو طاہر وطہور اھ **اقول** (۱۶۹۴) ہذا حق فی نفسہ لکن لا یصلح تعریفا اذ لو ارید بالماء
الماء المطلق دار والا فلا زوال عن المقید ایضا اصلا کما علمت مع جوابہ وفسرہ فی الغنیۃ مرۃ بالسادس اذ قال تحت قول
الماتن اذا لم یزل عنہ اسم الماء ما نصہ بحیث لو راٰہ الرائی یطلق علیہ اسم الماء اھ **اقول** (۱۶۹۵) وقد علمت ف۳ فسادہ
ومرۃ زاد فیہ الخامس اذ قال تحت قول الاقطع ولم یتجدد لہ اسم اخر بان یسمی شرابا او نبیذا او نحو ذلک اھ **اقول** (۱۶۹۶)
ف۴ ان عطفہ تفسیرا فموقوف علی ثبوت ان کل ما زال عنہ اسم الماء فیجب ان یوضع بازائہ اسم اخر ولن اراد الزیادۃ کان المعنی
ان الاطلاق یتوقف علی اجتماع العدمین فان وجد احدہما کان زال عنہ اسم الماء ولم یتجدد اسم اخر او تجدد لہ اسم اخر ولم
یزل اسم الماء کان مقیدا وہذا الثانی باطل کما فی الحمیم **دہم** مطلق وہ ہے کہ پانی کا نام لینے سے جس کی طرف ذہن
سبقت کرے بشرطیکہ اوس کا کوئی اور نام نہ پیدا ہوا ہو اور جس کی طرف لفظ آب سے ذہن سبقت نہ کرے یا اوس کا کوئی نیا نام ہو وہ مقید ہے

[1] ویشیر الیہ قول البنایۃ فی ما تغیر بالطحلب لان الناظر لو نظر الیہ لا یسمیہ ماء مطلقا اھ ۱۲ منہ غفرلہ

ف۱: تطفل علی شرح الطحاوی والعینی والتبیین
ف۲: تطفل علی الفتح
ف۳: معروضۃ علی الغنیۃ
ف۴: تطفل آخر علیہا

حلیہ بین ہو الماء المطلق فیہ عبارتان احسنہما ما یتسارع افہام الناس الیہ عند اطلاق الماء ما لم یحدث لہ اسم علی حدۃ والماء المقید ما لا تتسارع الیہ افہام الناس من اطلاق لفظ الماء او ما حدث لہ اسم علی حدۃ اھ **اقول** ۱۶۹ **اولا** ف۱ ہذا اصلح من سابقہ فی العکس فانہ لا ینتقض منعا وان جاء مقید لم یحدث لہ اسم ف۱ وقبل ایراد امنہ فی الطرد فانہ صرح بان تسارع الافہام الیہ لا یجد مخرجا بحدوث اسم آخر **وثانیا** ۱۷۰ مع ف۲ قطع النظر عنہ لا شک ان ہذا الشرط ضائع لا محل لہ اصلا فان حدوث الاسم الذی یکون فی المقید لا امکان لاجتماعہ مع تسارع الافہام الیہ عند الاطلاق **یازدہم** مطلق وہ ہے جسکی طرف نام آتے ذہن سبقت کرے اور اوسمیں کوئی نجاست ہو نہ اور کوئی بات مانع جواز نماز یہ قیدیں بحر میں اضافہ کیں تاکہ آب نجس ومستعمل کو خارج کریں **اقول** ۱۷۰ ولو اکتفی بالاخیر لکفی ونصہ المطلق ما یسبق الی الافہام بمطلق قولنا ماء لم یقم بہ خبث ولا معنی یمنع جواز الصلاۃ قال فخرج الماء المقید والمتنجس والمستعمل اھ **اقول** ۱۷۱ ف۳ ہل المستعمل واخوہ داخلان فیما یسبق الیہ الذہن باطلاق الماء ام لا علی الثانی ضاع القید ان وسقط تفریع خروجہما علی زیادۃ القیدین ف۴ وعلی الاول لا شک انہما من الماء المطلق اذ لا نعنی بالمطلق الا ہذا وعلیہ اقتصر الائمۃ قبلہ بل ف۵ ہو نفسہ فیما بعد ذلک بورقۃ اذ قال لا نعنی بالمطلق الا ما یتبادر عند اطلاق اسم الماء اھ وہذہ مناقضۃ بل فی نفس الکلام ایضا شوب ف۶ منہا اذ یقول فخرج المقید والمتنجس والمستعمل ولذا قال شرظاہرہ ان المتنجس والمستعمل غیر مقید مع انہ منہ لکن عند العالم بالنجاسۃ او الاستعمال ولذا قید بعض العلماء التبادر بقولہ بالنسبۃ للعالم بحالہ اھ **اقول** ۱۷۲ رحمک اللہ ف۷ اذا کان ہذا عارضا خفیا لا یظہر لمن لم یعلم بحالہ الا بالاخبار من خارج ظہر ان الماء فیہما باق علی صرافتہ ما اتیتہ لم یعرضہ ما یخرجہ عنہما والاظہر لمن نظر وسبر فان الانسان فی معرفۃ الماء من غیرہ لا یحتاج الی تعلیم من خارج فکیف یکون مقیدا وبالجملۃ ہذا شیئ تفرد بہ البحر لم ارہ لغیرہ وتبعہ علیہ ش وکذا المحشی الدر السید عبد الحلیم والخادمی وذلک حین قول الدر یزول الاطلاقہ اما بکمال الامتزاج او بغلبۃ الممتزج قال علیہ اورد علی الحصر الماء المستعمل واجاب الاول بان کلام المصنف فی زوال الاطلاق باختلاط المحسوس لہ **اقول** ۱۷۳ ف۸ کیف وقد ذکر المستقطر من النبات والثانی بان المقسم الماء الطاہر والمستعمل کالنجس فلا یعتبر اھ **اقول** ۱۷۴ ف۹ قد علمت ان کلام الائمۃ تؤذن بدخول المتنجس فی المطلق فضلا عن المستعمل وکذلک کلام اہل الضابطۃ قبل البحر حیث لم یزیدوا الاطلاق الا بار ثم رأیت فی کلام ملک العلماء ما یدل علیہ صریحا اذ قال قدس سرہ اما شرائط ارکان الوضوء فمنہا ان یکون الوضوء بالماء ومنہا ان یکون بالماء المطلق ومنہا ان یکون الماء طاہرا فلا یجوز بالماء النجس ومنہا ان یکون طہورا فلا یجوز بالماء المستعمل اھ ملتقطا فہو صریح فی ان اشتراط اطلاق الماء لم یخرجہما حتی احتیج الی شرطین آخرین

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وکذلک کلام المنیۃ اذ یقول تجوز الطہارۃ بماء مطلق طاہر اھ فافاد عموم المطلق للطاہر وغیرہ وقد استدرک علیہ فی الحلیۃ بقولہ کان الاولی ان یقول طھور مکان طاہر لان الطہارۃ لاتجوز بماء طاہر فقط اھ فافاد عمومہ للمستعمل وقد صرح بہ فی الغنیۃ فقال یسمی المتنجس ماء مطلقا فاحتاج الی الاحتراز عنہ بقولہ طاہر ولوکانت المجاورۃ تکسبہ تقییدا لما احتیج بعد ذکر الاطلاق الی ذکر الطاہر اھ الیہ اشار فی البنایۃ اذ قال التوضیح بہ جائز مادامت صفۃ الاطلاق باقیۃ ولم تخالطہ نجاسۃ اھ **اقول** ولعل الحامل للبحر علیہ قول بعضھم تجوز الطہارۃ بالماء المطلق وسلہ ارسالا فلو شملہا اوھم جواز الطہارۃ بھما ولیس بشیئ فان امثال القیود تطوی علما للعلم بھا کما فی محال لاتحصی ان الاکثرین لم یقیدوا بالاطلاق ایضا انما قالوا تجوز بماء السماء والاودیۃ الخ دولازدھم حلیہ وبحر کی قیدیں سے آزاد مطلق صرف وہی کہ پانی کا نام لیتے ہی جس کی طرف ذہن جاتا ہے ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں الماء المطلق ھو الذی تتسارع افہام الناس الیہ عند اطلاق اسم الماء کماء الانہار والعیون والآبار والسماء والغدران والحیاض والبحار پھر فرمایا واما المقید فھو ما لاتتسارع الیہ الافہام عند اطلاق اسم الماء وھو الماء الذی یستخرج من الاشیاء بالعلاج کماء الاشجار والثمار وماء الورد ونحو ذلک اھ **اقول** والحصر المستفاد من قولہ ھو الماء الذی یستخرج غیر مراد قطعا وانما المعنی کالماء الذی فلیتنبہ درمختار میں ہے یرفع الحدث بماء مطلق ھو ما یتبادر عند الاطلاق بحر سے گزرا لانعنی بالمطلق الا ما یتبادر عند اطلاق اسم الماء کافی وبنایہ ومجمع الانہر میں ہے المراد بہ ھھنا ما یسبق الی الافہام بمطلق قولنا الماء عنایہ وبنایہ میں ہے لایجوز بما اعتصر لانہ لیس بماء مطلق لانہ عند اطلاق الماء لاینطلق علیہ وتحقیق ذلک انا لو فرضنا فی بیت انسان ماء بئر او بحر او عین وماء اعتصر من شجر او ثمر فقیل ھات ماء لایسبق الی ذھن المخاطب الا الاول ولا نعنی بالمطلق والمقید الا ھذا

اقول یہی اصح واحسن تعریفات ہے کما قال فی الحلیۃ لو لا ما زاد مگر محتاج توضیح وتنقیح ہے

اقول وباللہ التوفیق العوارض لا من تفہم عند الاطلاق ولا ھی مطلقا تسلب الاطلاق فان الذات ھی المفھومۃ من الاطلاق کما اذا قلت انسان لایتسارع الفھم منہ الی الرومی والزنجی او العالم والجاھل او الطویل والقصیر او الحسین والدمیم وامثال ذلک من العوارض ولا یلزم منہ خروج ھؤلاء عن الانسان المطلق فان ذاتھم لیست الا ما فھم من لفظ الانسان ولم یعرض لھم ما یقعدھم عن الدخول فیما تتسارع الیہ الافہام بسماع لفظ الانسان ولو ان العوارض مطلقا تمنع الدخول لعدم فھمھا لما کان من المطلق ما یدخل تحتہ شیئ من افرادہ لان لکل فرد تشخصا لایسبق الیہ الذھن عند ذکر اسم المطلق فکان ھذا یقتضی التسویۃ بین مطلق الماء والماء المطلق لکن ثمہ عوارض تمنع ذویھا عن الدخول تحت الشیئ المطلق ویقال فیہا ان اسم المطلق لم یتناولھا لکونھا مما لاتتسارع الیہ الافہام کمقطوع الیدین والرجلین فی الرقبۃ فان المفہوم الذات الکاملۃ ونبیذ التمر وماء العصفر الصالح للصبغ

ف: تحقیق شریف من المصنف ... علی ... من الاتحاد ...

ف: النور و النور

ف: المفہوم من المطلق ... الذات ... العوارض ... عدم ... من المطلق

فان اسم الماء المطلق لا یطلق علیهما ولا یسبق الفهم الیهما عند اطلاقه مع ان اصحاب تلك العوارض ایضا لیست ذاتها الا ماء فهمه من الاطلاق وعدمه انما هو العوارض مشترك فی كل عارض فلا بد من الفرق ولم ار من حام حول هذا **فاقول**[۱۴۲] علی ما بی من قلة البضاعة، وقصور الصناعة، مستعینا بربی ثم بصاحب الشفاعة، صلی الله تعالی علیه وسلم توضع الاسماء بازاء الحقائق وتمایز الحقائق بتفاوت المقاصد ولذا كان بعض الاوصاف تجری مجری الاجزاء كالاطراف فی الحیوان والاغصان فی الاشجار لان بفواتها فوات منافع الذات والشیئ اذا خلا عن مقصوده بطل فیتطرق به التغیر الی الذوات المدلول علیها عرفا بالاسماء ومعلوم ان المركب من الشیئ وغیره غیرهما غیر ان العرف بل والشرع واللغة جمیعا تلاحظ الغلبة فاذا كان الممازج اكثر قدرا من الشیئ كان المركب احق باسم الممازج من اسم الشیئ وان تساویا تساقطا فلم یكن المركب مفهوما من اطلاق اسم شیئ منهما لان وضع الاسمین بازاء كل منهما لا بازاء الكل مجموعا نعم ان كان اقل لم یعتبر الا ان تحدث بامتزاجه حقیقة عرفیة مركبة ممتازة مقصودة لمقاصد علی حدة فیصیر المركب ذاتا اخری عرفا لاختلاف المقاصد فلا یبقی داخلا تحت المفهوم عرفا من الاطلاق فثبت ان المتفاهم من اطلاق اللفظ هی الذات الموضوع لها من دون نقص او زیادة یغیرانها فكل عارض لا یعتری بها المعروض تغیر فی ذاته وان كان هناك نقص او زیادة فی امر خارج فهو لا یمنع للعروض من الدخول تحت الشیئ المطلق والا منع وبه[۱۴۳] علم ان بطلان الحقیقة فی المركب مع المساوی والغالب لغة وعرفا وشرعا مطلقا ومع القلیل المذكور عرفا مع بقاء الحقیقة اللغویة ولذا كان المقید قسما من مطلق الماء فی جهة النقص قد تبطل مطلقا اذا كان ذلك الوصف جاریا مجری الركن فی الوضع اللغوی ایضا كالسیلان للماء وقد تبقی لغة وتبطل عرفا اعنی عن المتفاهم العرفی عند اطلاق الاسم وذلك اذا تبدلت المقاصد العرفیة كالرقبة علی الاقطع فانها حقیقة فیه لغة ولا یفهمونه منها عرفا اذا علمت هذا فالنقص فی الماء بزوال سیلانه او رقته فالثخین لا یسمی ماء فضلا عن الجمد والزیادة باختلاطه باكثر منه قدرا او مساو او بما یصیر به مركبا ممتازا منحازا بالغرض كالمنقوع فیه التمر اذا صار نبیذا والمطبوخ فیه اللحم اذا صار مرقا والمحلول فیه الزعفران اذا صار صبغا والمخلوط فیه اللبن اذا صار ضیاحا فعن هذا تتشعب الفروع جمیعا علی مذهب قاضی الشرق والغرب الصحیح المصحح كما تقدم عن الهدایة والخانیة ولا شك ان فی هذه الوجوه الاربعة تبدل الذات حقیقة او عرفا و[۱۴۴] محل ادخال المستعمل فی هذا هو ما اشبه المائع الممتزج به بحیث یكاد یحسبه الذی لا یعلم حاله ذلك المائع ویظن انه لیس بماء فمثل هذا لا یدخل عنده فی المتفاهم من مطلق الماء فمناط المنع عند ابی یوسف صیرورته غیر مطهر وعند محمد صیرورته بحیث یحسبه المستعمل مائعا آخر غیر الماء ولو ظنا وبالجملة یرتاب فی كونه ماء فعلیه بناء

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ضابطۃ الامامین الاسبیجابی وملک العلماء رحمہما اللہ تعالٰی وھی التی قابلناھا بالضابطۃ الزیلعیۃ وبینا فی القسمین الاولین ما اتفقتا فیہ علی الجواز او المنع وفی الثالث ما اختلفتا فیہ وسیأتی بیان کل ذلک ان شاء اللہ الکریم الوہاب **فان قلت** علی ما قررت یلزم خروج الماء المتنجس والمستعمل من الماء المطلق فان من اعظم مقاصد الماء حصول التطہیر قال اللہ تعالٰی وینزل علیکم من السماء ماء لیطہرکم بہ وقد سقط ھذا منہما فیزاد فی جانب النقص علی زوال السیلان والرقۃ زوال صفۃ الطہوریۃ **اقول** الحقائق الشرعیۃ للمقاصد الشرعیۃ فبفواتہا تفوت کالصوم والصلاۃ اما الماء فحقیقۃ عینیۃ والمعتبر فی بقائہا المقاصد العرفیۃ الا تری ان اعظم المقصود من الانسان العبادۃ قال تعالٰی وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون وقد فاتت الکافر اذ لیس اھلا لہا ومع ذلک لم یخرج من مفاھم باطلاق الانسان قال تعالٰی ان الانسان لفی خسر الا الذین اٰمنوا وقال تعالٰی قتل الانسان ما اکفرہ۔

بالجملہ تحقیق فقیر غفرلہ میں ماء مطلق کی **تعریف** یہ ہے کہ وہ پانی کہ اپنی رقت طبعی پر باقی ہو اور اوسکے ساتھ کوئی ایسی شے مخلوط وممتزج نہیں جو اوس سے مقدار میں زائد یا مساوی ہو نہ ایسی جو اُسکے ساتھ مل کر مجموع ایک دوسری شے کسی جدا مقصد کے لیے کہلائے ان تمام مباحث بلکہ فہیم کے لیے جملہ فروع مذکورہ وغیر مذکورہ کو ان دو بیت میں منضبط کریں ؎

مطلق آب ست کہ بر رقت طبعی خودست ٭ نہ درو مزج دگر چیز مساوی یا بیش

نہ بخلطے کہ بترکیب کند چیز دگر ٭ کہ بود زاب جدا در لقب ومقصد خویش

وباللہ التوفیق، ولہ الحمد علی ارا ءۃ الطریق، وافضل الصلاۃ واکمل السلام علی الحبیب الرفیق، والہ وصحبہ اولی التحقیق وسائر من دانہ بالایمان والتصدیق، اٰمین، والحمد للہ رب العٰلمین۔

اضافات بہت چیزیں پر پانی کا نام کسی شے کی طرف مضاف کرکے بولا جاتا ہے اونمیں بعض تو جنس آب سے خارج ہیں اور اطلاق آب محض بطور تشبیہ جیسے آب زر آب کافور اور جو حقیقۃً پانی ہیں اونمیں کچھ ماء مطلق ہیں جیسے آب باران آب دریا اور کچھ ماء مقید جیسے ماء العسل ماء الشعیر اول کو اضافت تعریف کہتے ہیں اور دوم کو اضافت تقیید علما نے انمیں چند طرح فرق فرمایا **اول** جو پانی کسی شے سے بذریعہ تدبیر نکالا جائے اوسکی طرف پانی کی اضافت اضافت تقیید ہوگی ورنہ اضافت تعریف، عنایہ وبنایہ میں ہے اضافتہ الی الزعفران للتعریف لا للتقیید والفرق بینہما ان المضاف ان لم یکن خارجا عن المضاف الیہ بالعلاج فالاضافۃ للتعریف وان کان خارجا منہ فللتقیید کماء الورد ام

اقول ان کان المراد حدوثہ بالتدبیر کما ھو فی ماء الورد وسائر المستقطرات وورد ماء النارجیل وماء البحرو وماء النخل الھندی المسمی تار فانہما موجودۃ وانما التدبیر لاخراجہا کالفصد لاخراج الدم وان لم یرد ظہورہ بہ فان لم یرد ماء البئر او ظہورہ من الارض بالتدبیر بحفر البئر امن المضاف الیہ ورد ماء العسل فان الماء ظاہر بنفسہ انما التدبیر فی امتزاجہ طبخا بالعسل فان ارید ماء العسل من حیث ھو ماء العسل

فحدوثہ بالتدبیر کالجحر نظم ہونا دوم جہاں ماہیت مضاف کامل ہو اضافت تعریف کے لیے ہی جیسے نماز فجر اور قاصرہو تو تقیید کے لیے جیسے نماز جنازہ کہ رکوع وسجود وقراءت وقعود نہیں رکھتی کفایہ ومجمع الانہر میں ہے علامۃ اضافۃ التقیید قصور الماھیۃ فی المضاف فکأن قصورھا قیدھا کیلا ینصرف الی المطلق مثالہ حلف ف۱ لایصلی فصلی الظھر یحنث لانھا صلاۃ مطلقۃ واضافتھا الی الظھر للتعریف ولایحنث بصلاۃ الجنازۃ لانھا لیست بصلاۃ مطلقۃ واضافتھا الیھا للتقیید اسی طرح شلبیہ علی الزیلعی میں معراج الدرایہ شرح ہدایہ سے ہے نیز اسی میں مشکلات امام خواہرزادہ سے ہے کل ماکانت للماھیۃ فیہ کاملۃ فالاضافۃ فیہ للتعریف وماکانت ناقصۃ فالاضافۃ للتقیید نظیر الاول ماء السماء وماء البحر وصلاۃ الکسوف ونظیر الثانی ماء الباقلاء وصلاۃ الجنازۃ اھ

۱۲۲۳ **اقول** ف۲ قصور الماھیۃ انما ھو فی ماء الباقلاء ونحوھا اذا ثخن وزالت رقتہ اما فی المتغیر بالزیادۃ کالانبذۃ والمرق فتبدلت لانقصت الا ان یراد بالقصور والنقص ما یعم الانتفاء مجازا ۱۲۲۴ تقول ف۳ العرب قل ای عدم کما فی نسیم الریاض سوم جسے بے حاجت ذکر قید پانی کہہ سکیں وہاں اضافت تعریف کی ہی اور جہاں پانی کہنے میں ذکر قید ضروری ہو تقیید کی مراقی الفلاح میں ہے الفرق بین الاضافتین صحۃ اطلاق الماء علی الاول دون الثانی اذ لایصح ان یقال لماء الورد ھذا ماء من غیر قید بالورد بخلاف ماء البئر لصحۃ اطلاقہ فیہ اھ بحر میں ہے ماء البحر الاضافۃ فیہ للتعریف بخلاف الماء المقید فان القید لازم لہ لایجوز اطلاق الماء علیہ بدون القید کماء الورد اھ ۱۲۲۵ **اقول** ھذا ھو السابع فی تعریفات المطلق والکلام فیہ الکلام فیقال ماء الوحل لیس ماء حقیقۃ فعلی التحقیق لیس من المقید اما المقید کماء الزعفران الصالح للصبغ فماء قطعا ویصح ان یقال ھذا ماء لان صحۃ حمل المقسم علی القسم من الضروریات نعم لایفھم من اطلاق قولنا الماء وھذا شیئ غیر الحمل ولایصح ارادۃ حمل الماء المطلق فیرجع الی ان المقید یحمل علیہ الماء المطلق مع ذکر القید وھذا جمع بین النقیضین فی الجواب ۱۲۲۶ اقم چہارم جس سے پانی کی نفی کرسکیں یعنی کہہ سکیں کہ یہ پانی نہیں وہاں اضافت تقیید کی ہی ورنہ تعریف کی تبیین میں ہے اضافۃ الی الزعفران ونحوہ للتعریف کاضافتہ الی البئر بخلاف ماء البطیخ ونحوہ حیث تکون اضافتہ للتقیید ولھذا ینفی اسم الماء عنہ ولایجوز نفیہ عن الاول اھ

۱۲۲۶ **اقول** ھذا ھو ثامن تعریفات المطلق والبحث البحث فیقال ان القسم لایصح نفی المقسم عنہ حقیقۃ ابدا ولن ارید نفی الماء المطلق مع بعدہ عن ظاہر العبارۃ یرجع الی ان اضافۃ التقیید فی الماء المقید وھذا لایجدی شبہ الحمل الاولی فی الجواب اقم پنجم جہاں امور خارجہ عن الذات مثل محل یا صفت یا مجاور کی طرف اضافت ہو تعریف ذات اوسکی محتاج نہ ہو وہ اضافت تعریف ہی غنیہ میں ہے ما یسمی فی العرف ماء من غیر احتیاج الی التقیید فی تعریف ذاتہ

ف۱: [illegible]

ف۲: تطفل ثان علی الامام الاجل ابی بکر خواھرزادہ والکفایۃ والدرایۃ وغیرھم۔

ف۳: ربما تستعمل العرب القلۃ بمعنی العدم۔

فاضافته الی محله کماء البئر او صفته کماء الملح او محاورۃ کماء الزعفران لیست بقید **ششم** جہاں ماہیت بے قید نہ پہچانی جائے اضافت تقیید ہے ولہذا اوس پر بلا قید لفظ آب کا اطلاق جائز نہ ہوگا اور جہاں بے ذکر قید اطلاق لفظ صحیح ہو اضافت تعریف ہے حلیہ میں ہے المقید لا تعرف ذاتہ الا بالقید ولھذا کانت الاضافۃ لازمۃ فلا یسوغ تسمیتہ ماء علی الاطلاق بخلاف اضافۃ الماء المطلق الی نحو البئر والعین فانھا اضافۃ الی امر بدیھی عارضۃ لافادۃ عارض من عوارضہ وھو بیان محلہ الکائن فیہ او الخارج منہ الذی یمکن الاستغناء عن ذکرہ فی صحۃ اطلاق لفظ الماء علیہ ولھذا ساغ ان یطلق القائل علیہ ماء اطلاقا حقیقیا من غیر تقیید بالبئر ونحوھا وقد ظھر من ھذا التقیید انہ لم یمنع اندراج المقید بہ تحت الماء المطلق بخلاف الاول اھ **اقول** [۱۴۲۷] اقتصر الغنیۃ علی الثانی من تعریفات المطلق وجمع الحلیۃ بین الاولین والسابع فمشی علی الثانی فی تعریف اضافۃ التقیید وعلی السابع فی تعریف اضافۃ التعریف ولا غرو فالامر قریب **ہفتم** جسکی ماہیت بے اضافت پہچانی جائے اور مطلق نام آب لینے سے مفہوم ہو وہاں اضافت تعریف کی ہے ورنہ تقیید کی۔ شلبیہ علی الزیلعی میں امام حافظ الدین کی مستصفی سے ہے فان قیل مثل ھذہ الاضافۃ یعنی ماء الباقلاء واشباھہ موجود فیما ذکرتم من المیاہ المطلقۃ لانہ یقال ماء الوادی وماء العین قلنا اضافتہ الی الوادی والعین اضافۃ تعریف لا تقیید لانہ تعرف ماھیتہ بدون ھذہ الاضافۃ وتفھم بمطلق قولنا الماء بخلاف ماء الباقلاء واشباھہ فانہ لا تعرف ماھیتہ بدون ذلک القید ولا ینصرف الوھم الیہ عند الاطلاق ولھذا صح نفی اسم الماء عنہ فیقال فلان لم یشرب الماء وان کان شرب الباقلاء او المرق ولو کان ماء حقیقۃ لما صح نفیہ لان الحقیقۃ لا تسقط عن المسمی ابدا ویکذب نافیھا وھذا کما یقال صلاۃ الجمعۃ ولحم الابل وصلاۃ الجنازۃ ولحم السمک اھ وقد ذکر نحوہ فی کافیہ وجلال الدین فی کفایتہ والبدر محمود فی بنایتہ **اقول** [۱۴۲۸] جمع بین الثانی والثالث والتاسع اشارۃ الی تقاربھا ولکن بالوسط الکفی وصفا عن مجال کل جدال بالجملہ اصح واحسن یہی تعریف اخیر مائے مطلق پر یہاں بھی حوالہ ہے کہ جسکی طرف مطلق آب کہنے سے افہام سبقت کرے اوسکی اضافت اضافت تعریف ہے ورنہ اضافت تقیید **اقول** [۱۴۲۹] یعنی جبکہ جنس آب حقیقی لغوی سے خارج نہ ہو ورنہ اضافت تقیید بھی نہیں محض مجاز ہے جیسے آب زر واللہ تعالی اعلم

فصل ثالث

ضوابط جزئیہ متون وغیرہا۔ **اقول** [۱۴۳۰] وباللہ التوفیق اول چند مسائل اجماعیہ ذکر کریں کہ کوئی ضابطہ اونکے خلاف نہیں ہوسکتا اجماع [۱] امت ہے کہ پانی کے سوا کسی مائع سے وضو وغسل یعنی ازالۂ نجاست حکمیہ نہیں ہوسکتا **اجماع** [۲] ہے کہ وہ پانی مائے مطلق ہونا چاہیے مائے مقید سے وضو نہیں ہوسکتا سوا نبیذ تمر کے کہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ ابتداءً نظر بحدیث اوس سے جواز کے قائل تھے پھر رجوع فرمائی اور اوس سے بھی عدم جواز پر اجماع منعقد ہوگیا الاما یذکر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

عن امام الشام الاوزاعی رحمہ اللہ تعالٰی من التوضی بکل نبیذ ازثبت عنہ واللہ تعالٰی اعلم **اجماع** ۳۳ ہے کہ غسل بالفتح میں عضو کے دھونے میں او سپر پانی کا بہنا ضرور ہے صرف تر ہوجانا کافی نہیں کہ وہ مسح ہے اور حضرت عزت عزجلالہ نے غسل و مسح دو وظیفے جدا رکھے ہیں الامام حکی عن الامام الثانی رحمہ اللہ تعالٰی وھو مؤول کما تقدم تو پانی کا اپنی سیلان پر باقی رہنا قطعاً لازم **اجماع** لغت و عرف و شرع ہے کہ دو چیزوں سے مرکب میں حکم غالب کے لیے ہے وقد قدمناہ عن المحقق علی الاطلاق فی التعریف الخامس للماء المطلق تو پانی میں جب اوسکا غیر اوس سے زائد مقدار میں ملجائے بحکم اجماع اول قابل وضو نہ رہیگا **اجماع** عقل و نقل ہے کہ تعارض موجب تساقط ہے اور اجتماع حاظر و مبیح میں حاظر غالب تو اگر دوسری چیز مساوی القدر بھی ملیگی قابل وضو نہ رہیگی وقد تقدم فی ۲۶۲۔ **اجماع** ۳۵ ائمہ حنفیہ ہے کہ قلیل مستہلک کا خلط مزیل اطلاق نہیں اگرچہ وہ قلیل جنس ارض سے نہ ہو ہدایہ میں ہے الخلط القلیل لا معتبر بہ لعدم امکان الاحتراز عنہ کما فی اجزاء الارض، فتح القدیر میں ہے قد رأینا یقال فی ماء المد والنیل حال غلبۃ لون الطین علیہ وتقع الاوراق فی الحیاض زمن الخریف فیمر الرفیقان یقول احدھما للاخر ھنا ماء تعال نشرب نتوضأ فیطلقہ مع تغیر اوصافہ بانتقاعھا فظھر لنا من اللسان ان المخلوط المغلوب لا یسلب الاطلاق فوجب ترتیب حکم المطلق علی الماء الذی ھو کذلک وقد اغتسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم الفتح من قصعۃ فیھا اثر العجین رواہ النسائی والماء بذلک یتغیر ولم یعتبر المغلوبیۃ **اجماع** عرف و شرع ہے کہ زوال اسم موجب زوال اطلاق ہے وقد تقدم فی تعاریف المطلق لاسیما التاسع ولہٰذا نبیذ تمر سے وضو ناجائز ہونے پر اجماع ہوا اگرچہ پانی اپنی رقت پر ہے، وقد تقدم فی ۲۸۶۔ **اجماع** ائمہ حنفیہ ہے کہ پانی کے اوصاف میں قلیل تغیر مانع اطلاق نہیں وقد تقدم فی ۱۱۶۔ یہ آٹھ اجماع واجب الاتباع ناقابل نزاع غیر صالح الاندفاع ہیں اور یہی بحمد اللہ تعالٰی وہ معیار کامل ہے جو ماء مطلق کی تعریف **رضوی** میں گزری وللہ الحمد یہ احکام منقحہ ہاتھ میں رکھکر ضوابط کی طرف چلیے (**ضابطہ ۱**) کسی پھل یا پیڑ یا بیل یا پتوں یا گھاس کے عرق یا عصارے سے وضو جائز نہیں قدوری ہدایہ وقایہ نقایہ کنز اصلاح غرر نور الایضاح متون وغیرہا عامہ کتب میں ہے لا یجوز بما اعتصر من شجر او ثمر اور صحیح یہ کہ یہ حکم قاطر و مستقطر مستعصر سب کو عام ہے کما تقدم فی ۲۰۵۔ **واقول** ۱۴۳ ھو عندی من فروع الاجماع الاول حتی فی قاطر الکرم وقد تقدم فی حاشیۃ ۲۰۷ (**ضابطہ ۲ تا ۴**) پانی کے ناقابل وضو ہوجانے کے لیے متون معتمدہ میں تین سبب ارشاد ہوئے۔ زوال طبع آب[1] غلبہ غیر[2] طبخ با غیر[3] اگرچہ بعض نے ایک سبب بیان کیا بعض نے دو بعض نے اسباب اور انسے تعبیر میں بھی عبارات مختلف آئیں مگر عند التحقیق بتوفیق اللہ تعالٰی سب اسی معیار کے دائرے میں ہیں عبارات یہ ہیں قدوری لا یجوز بما غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء کالاشربۃ والخل وماء الباقلی والمرق وماء الزردج ہدایہ

فـ قول کلامھم فی ماء ما نبیذ لو ھو غیر ھذا التوضی الانیق وعلیہ یضطر القائل بجواز الاغتسال بہ الی الحاقہ بالوضوء دلالۃ لا قیاساً

مثلہ فانما اخذ عنہ وان زاد بعض الامثلۃ **وقایہ** فی الماء زال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء او بالطبخ کماء الباقلاء والمرق **نقایہ** یتوضؤ بماء السماء والارض وان اختلط بہ طاہر الا اذا اخرجہ عن طبع الماء او غیرہ طبخا وھو مما لا یقصد بہ النظافۃ **کنز وافی** لا بما تغیر بکثرۃ الاوراق او بالطبخ او غلب علیہ غیرہ اجزاء **اصلاح** لا بماء زال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء او تغیر بالطبخ معہ وھو مما لا یقصد بہ النظافۃ **ملتقی** لا بما خرج عن طبعہ بکثرۃ الاوراق او بغلبۃ غیرہ او بالطبخ کماء الباقلاء والمرق **غرر** لا بماء زال طبعہ بالطبخ کالمرق او بغلبۃ غیرہ علیہ **تنویر** لا بماء مغلوب بطاہر ولا بماء زال طبعہ بطبخ کمرق **نور الایضاح** لا بماء زال طبعہ بالطبخ او بغلبۃ غیرہ علیہ اھ

اقول[١٢٤١] وترکنا ما ذکر بعدہ من تلخیص الضابطۃ الزیلعیۃ فان وضع المتون لنقل المذھب ولا بحاث الحادثۃ اب فقیر بتوفیق الملک القدیر عزجلالہ اسباب ثلثہ پر کلام اور ہر ایک کے متعلق ابحاث مہمہ ذکر کرے (**زوال طبع**) اسمیں چند ابحاث ہیں بحث اول معنی طبیعت

اقول[١٢٤٢] طبع آب سے مراد اس کا وہ وصف ہے کہ لازم ذات و مقتضائے ماہیت ہو جس کا ذات سے تخلف ممتنع ہو قال السید ط وش طبعہ ای وصفہ الذی خلقہ اللّٰہ تعالٰی علیہ **اقول**[١٢٤٣] ھذا یشمل اللون والطعم والریح ولم یعدھا احد من الطبع ویلزمہ ان لا یجوز الوضوء بما انتن او تغیر لونہ او طعمہ بطول المکث مثلا لخروجہ لاذن عن طبع الماء وھو خلاف اجماع من یعتد بہ وکذا یردہ اجماع اصحابنا المذکور فی ۱۱۶ الٰی غیر ذلک من الاستحالات **بحث دوم** طبع آب کی تعیین عامہ علما نے اوسے رقت و سیلان سے تفسیر کیا اور یہی صحیح ہے ایضاح و بحر و صدر الشریعۃ و شلبیہ و مجمع الانہر و امداد الفتاح وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے ھو الرقۃ والسیلان اسی طرح فتح وغیرہ سے مستفاد ہی فروع میں بہت کلمات کا مفاد وکما یظہر بمراجعۃ ما تقدم واقتصر القہستانی وعبد الحلیم علی الرقۃ علیہ مشی فی الغنیۃ عند ذکر الضابطۃ کما مر فی ۲۰ وتراہ مفاد کلام الاکثرین فی الفروع اذا تذکرت ما سلف **اقول**[١٢٤٤] وھو حسن وجیہ لما قدمنا ان الرقۃ تستلزم السیلان ومنھم من اقتصر علی السیلان کالزیلعی والحلیۃ والدرر فی ذکر الضابطۃ

اقول[١٢٤٥] یحمل علی السیلان المعہود من الماء فیستلزم الرقۃ یدل علیہ قول الغنیۃ طبعہ سرعۃ السیلان اھ فمفھومہا کالاول لکن ثم ما یخالفہا ففی الدرر والدر طبعہ السیلان والارواء والانبات اھ ومثلہ فی حلبی علی صدر الشریعۃ واقتصر الوانی فی حاشیۃ الدرر من الاخیرین علی الانبات قال نوح افندی ثم السید الازھری ثم ط ثم ش اقتصر علیہ لاستلزامہ الارواء دون العکس فان الاشربۃ تروی ولا تنبت اھ وفی الجوھرۃ طبعہ الرقۃ والسیلان وتسکین العطش اھ وفی خزانۃ المفتین عن الاختیار شرح المختار طبع الماء کونہ سیالا مرطبا مسکنا للعطش اھ وفی مراقی الفلاح طبعہ ھو الرقۃ والسیلان والارواء والانبات اھ قال السید ط فی حاشیتہ الرقۃ والسیلان اقتصر

الرقۃ والسیلان ١٢٤٧

عليها في الشرح وهو الظاهر لان الاخيرين لا يكونان في ماء البحر الملح اھ وبه تعقب على الدر فاجاب الوافي ثم السادة ابو السعود و ط و ش ان في طبعه انباتا الا ان عدم انباته لعارض كالماء الحار اھ ورده الخادمي بان ماء البحر لم يزل عن طبعه بعارض كالماء الحار بل عند تخليته على طبعه شأنه عدم الانبات اھ **اقول** ١٧٤٨ وهذا وجيه فان الاصل عدم العارض وان كان لا يتم الاستدلال عليه بقوله عز وجل وهو الذي مرج البحرين هذا عذب فرات وهذا ملح اجاج وجعل بينهما برزخا وحجرا محجورا فان المرج هو الخلط والارسال ولا يلزم ان يكون في بدء خلقهما بل بعد تغير احدهما بعارض والله تعالى اعلم فلو اكتفى الخادمي بهذا كان ردا على دعوى ان الثلثة من طبع الماء لكنه اراد قبله النقض على قاعدة المتن في منع الوضوء فانعكس عليه الامر اذ رده فبدده فقال ان اريد المجموع من حيث هو مجموع فيرد بماء البحر اذ ليس فيه ارواء وانبات وان اريد واحد منها فبنحو ماء البطيخ اذ فيه ارواء ولم يجز به الوضوء اھ **اقول** ١٧٤٩ انما قاعدة المتن ما تقدم نقله من قوله لا بماء زال طبعه الخ فان اريد المجموع لم يرد ماء البحر اذ لم يزل منه الكل لبقاء السيلان وان اريد واحد منها لم يرد ماء البطيخ لانه قد زال منه الانبات هذا ان اريد به ما خالطه ولو اراد ما يستخرج منه خرج رأسا بقوله ماء فكان عليه ان يعكس فيقول ان اريد الكل يرد ماء البطيخ لبقاء اثنين السيلان والارواء وان اريد واحد منها يرد ماء البحر لزوال اثنين الانبات والارواء نعم لو كانت عبارة المتن يجوز بماء بقي على طبعه كان النقض كما ذكر **فان قلت** لا يقال انصرف الكلام من المنطوق الى المفهوم ولا شك ان المفهوم منه هو هذا اي الجواز بما بقي على طبعه **اقول** ١٧٥٠ ليس هذا مفهومه بل مفهومه الجواز بما لم يزل طبعه فيبقى التعكيس كما كان لانه اذا اريد بالطبع المجموع كان المعنى يجوز بما لم يزل عنه الكل فلا يرد ماء البحر لبقاء السيلان فيه واذا اريد الواحد كان المعنى يجوز بما لم يزل عنه شئ اصلا فلا يرد ماء البطيخ لزوال الانبات بخلاف قولك يجوز بما بقي على طبعه فانه لو اريد الكل كان الجواز منوطا ببقاء الكل فيرد ماء البحر او البعض فماء البطيخ هذا وقال العلامة البرجندي المراد طبع جنس الماء وهو الرقة والسيلان كذا قيل وفي الخزانة طبع الماء كونه سيالا مرطبا مسكنا للعطش ولا يخفى ان ماء بعض من الفواكه كذلك فلو اختلط بالماء وغلبه ينبغي ان يجوز التوضي منه وليس كذلك اھ **اقول** ١٧٥١ ان خص الايراد بعبارة الخزانة كما هو ظاهر سياقه فلا وجه له لوروده على الاول ايضا سواء بسواء فان ماء بعض الفواكه لا يسلبه الرقة ايضا كما لا يسلبه الارواء وان عممها فلا وجه له فان اعتبار الرقة مجمع عليه وقد مشى هو ايضا عليه في ضابطته التي وضعها كما سيأتي في الفصل الاتي ان شاء الله تعالى فاذن كان ينبغي الاخذ على المتن فانه لم يستثن في خلط الطاهر الا ما اخرج الماء عن طبعه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

او غيره طبخ اولیس فی خلط هذا الماء شئ من ذلك فان اراد الرد على المتن فلا وجه له فاقول وان اختلط به طاهر و
العرف قاض انه لا یقال الا اذا کان الماء اکثر او ان الخلط لا یضاف الا الی المغلوب ففی مزج الماء والحلیب ان کان اللبن
اکثر یقال لبن فیه ماء او الماء فماء خالطه لبن وقد نبه علیه فی مجمع الانهر انه قال الخل اذا اختلط بالماء و الماء
مغلوب یقال خل مخلوط بالماء لا ماء مخلوط بالخل اھ فلا یشمل ما اذا غلب علی الماء ماء الفاکھۃ بالجملۃ لا ارمی
لهذا الایراد محلا و محملا والله تعالی اعلم ثم اقول الذی نظهر لی ان الزائدین علی الرقۃ السیلان
انما ارادوا بیان طبع الماء فی نفسه لا طبعه لولاہ لم یجز الوضوء کیف وهم قاطبة اذا اتوا علی الفروع لا یبنون الامر
الا علی الرقة والسیلان ولن تری احدا منهم یقول ان لم ینبت ادهر ولم یجز به الوضوء فانجلی الامر وانقشع الستر
ولله الحمد بحث سوم رقت وسیلان کی تحقیق اور ان کا فرق قال العلامة الشرنبلالی رحمه الله تعالی فی نور الایضاح
وشرحه مراقی الفلاح (الغلبة فی الجامد باخراج الماء عن رقته) فلا ینعصر عن الثوب (وسیلانه) فلا یسیل
علی الاعضاء سیلان الماء اھ اقول اولا لا یخفی علیك ان الانعصار من الثوب اخص تحققا من
السیلان فلا ینعصر الا ما یسیل ولا یجب انعصار کل سائل کالدهن والزیت والسمن واللبن والعسل کل ذلك
یسیل لانها من المائعات وما المیع الا السیلان او اخص قال فی القاموس ماع الشئ یمیع جری علی وجه الارض منبسطا
فی هینة قال فی تاج العروس کالماء والدم وفی القاموس سال یسیل سیلا وسیلانا جری اھ ولیس شئ منها ینعصر
ولذا لم یجز تطهیر النجاسة الحقیقیة بها قال فی الهدایة یجوز تطهیرها بالماء وبکل مائع طاهر یمکن ازالتها به
کالخل وماء الورد ونحوهما اذا عصر انعصر قال المحقق فی الفتح قوله اذا عصر انعصر یخرج الدهن والزیت واللبن و
السمن بخلاف الخل وماء الباقلاء الذی لم یثخن اھ وفی المنیة لو غسل بالعسل او السمن او الدهن لا یجوز لانها لا تنعصر بالعصر قال فی
الحلیة لان لهذه الاشیاء لصوقا بالمحل وایضا فی العسل من غلظ القوام ما یمنع من المداخلة فی الثوب اھ وفی مراقی الفلاح لا تطهر
بدهن لعدم خروجه بنفسه قال ط فی حاشیته ای فکیف یخرج النجاسة وقد تقدم فی ۲۸۰ اھ نعم بقاء الاطلاق مع انتفاء الرقة اذ الرقیب السیلان
ولیس کذلك فانقلب انه رحمه الله تعالی تدارکه فی الشرح بتقیید السیلان بسیلان کالماء فظاهر ان المراد به الماء
الصافی الذی لم یخالطه شئ ولم یتغیر عن صفته الاصلیة ولا تسیل تلك المائعات مثله لکونه ارق اما الذی
یسیل کسیلانه فلا بد ان ینعصر کانعصاره فانکان کل منعصر یسیل کالماء تساوی الرقة وهذا السیلان والا
کانت الرقة اعم وعلی کل لا یلزم المحذور فانه کلما انتفت انتفی غایته ان یبقی ذکر السیلان مستدرکا علی تقدیر خصوص
اما علی التساوی فلا غرو فی جمع المتساویین تاکیدا اقول فیه نظر بالنسبة الی بعض الالبان بل لبن المعز

ربما یکون ارق من بعض المیاه فـ[1262] علی التسلیم لانسلم ان کل ما سال کالماء ینعصر لجواز ان یکون فیہ ما یمنعہ من الانعصار دون السیلان کالدسم فان کان کل منعصر سائل مثلہ عادت الرقۃ اخص مطلقا والا فمن وجہ علی کل عاد المحذور فـ[1263] ثانیا افاد رحمہ اللہ تعالی ان کل ما لا ینعصر لیس برقیق فعکسہ کل رقیق ینعصر وفیہ نظر لایستتر فان الدھن رقیق ولا ینعصر والامر فی اللبن اظھر اما رقۃ الدھن فلما صرحوا ان المعتبر فی القدر المانع من النجاسۃ الغلیظۃ وزن الدرھم فی الشیئ الغلیظ ومساحتہ فی الرقیق کتب المذھب طافحۃ بذلک وفی البحر وفق الھندوانی بان روایۃ المساحۃ فی الرقیق والوزن فی الثخین واختار ھذا التوفیق کثیر من المشایخ وفی البدائع ھو المختار عند مشایخ ماوراء النھر وصححہ الزیلعی وصاحب المجتبی واقرہ فی فتح القدیر اھ وفی الغنیۃ قال الفقیہ ابو جعفر یقدر بالوزن فی المستجسد ذات الجرم وبالبسط فی الرقیقۃ کالدم المائع ووافقہ علی ذلک بعض وقالوا ھو الصحیح اھ ثم اختلفوا فی دھن متنجس اصاب الثوب اقل من درھم ثم انبسط فزاد قال الاکثرون یمنع الصلاۃ لانہ الان اکثر قال فی المنیۃ بہ یؤخذ وقال جمع انما العبرۃ بوقت الاصابۃ المسألۃ دوارۃ فی الکتب کالفتح والبحر والدر وغیرھا وھو صریح دلیل علی ان الدھن من الرقیق والا لم یتصور الاختلاف لان البسط لا یزید وزنا وقال فی الغنیۃ اصابہ دھن نجس اقل من قدر الدرھم ثم انبسط یمنع الصلاۃ لان مساحۃ النجاسۃ وقت الصلاۃ اکثر من قدر الدرھم وتحقیقہ ان المعتبر فی المقدار من النجاسۃ الرقیقۃ لیس جوھر النجاسۃ بل جوھر المتنجس عکس الکثیفۃ اھ فثبت ان من الرقیق ما لا ینعصر۔ وانا

اقول [1264] وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق اہل سنت حفظہم اللہ تعالی کے نزدیک ترکیب اجسام اگرچہ جواہر فردہ متجاورہ غیر متلاصقہ سے ہے اور یہی حق ہے فقیر [1265] نے بحمد اللہ تعالی اپنے فتاوی کلامیہ میں اسے قرآن عظیم سے ثابت کیا ہے جسکی طرف علمائے متکلمین کی نظر ابتک گئی تھی فیما اعلم واللہ اعلم اذ لم اقف علیہ فی کلامھم مگر اتصال حسی ضرور ہے کما بیناہ فی رسالتنا النمیقۃ الانقی تمام احکام دین ودنیا اسی اتصال مرئی پر مبنی ہیں یہ اتصال دو قسم ہے قوی وضعیف۔ قوی یہ کہ جبتک خارج کوئی سبب نہ پیدا ہو انفکاک نہیں ہوتا ایسی ہی شی کا نام جامد ہے پھر یہ خود قوت وضعف میں بریاں پاپڑ سے لیکر سنگ خارا کی چٹان اور فولاد تک مختلف ہے مگر یہ نہوگا کہ خود بخود اوسکے اجزا بکھر جائیں یا بکلاوتر جائیں۔ ضعیف یہ کہ محض مجاورت کے سوا اجزا میں عام بستگی وگرفتگی نہو دل بید اگر نہ ہو تراکم کہ اجزا یکے بالائے دیگرے ہیں جگہ نہ پانے کے باعث ہو گنجایش ملتے ہی اجزا اوتر کر پھیلنے لگیں ایسی ہی شے کا نام مائع وسائل ہے اور انجا کہ اجزا میں تماسک یعنی جامدات کی مانند بستگی وگرفتگی نہیں اور میل طبعی ہر ثقیل کا جانب تحت ہے تو نشیب پاتے ہی جو حرکت ثقیل اشیا میں پیدا ہوتی ہے جبکہ کوئی مانع نہو جامد میں سارے جسم کو معًا متحرک

کرتی تھی کہ اجزاء اول سے آخر تک ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہیں یہاں ایسا نہ ہوگا بلکہ جانب نشیب کے پہلے اجزاء کہ تیں پچھلوں کا انتظار نہ کرینگے اگلی آگے بڑھتے ہی انکے متصل جو اجزاء تھے جگہ پائینگے اور وہ اپنے پچھلوں کے منتظر نہ رہکر جنبش کرینگے یونہی یہ سلسلہ اخیر اجزاء تک پہنچیگا تو اس جسم کی حرکت حرکت واحدہ نہ ہوگی بلکہ حرکات عدیدہ متوالیہ اور لازمًا انجا کہ اگلوں کا بڑھنا اور پچھلوں کا اونسے آملنا مسلسل ہے کہیں انفکاک محسوس نہ ہوگا جسم واحد کے اجزاء میں اسی سلسلہ وار حرکت متوالی کا نام سیلان ہے ۱۷۶۶ پھر جسطرح جامدات قوت وضعف میں اُس درجہ مختلف تھے یونہی ان مائعات میں یہ اختلاف ہے کہ جہاں بوجہ مانع انفکاک حسّی کے محتاج ہوں بعض بہت باریک ذروں پر منقسم ہو سکینگے اور بعض زیادہ حجم کے اجزاء پر کہ ایک نوع تماسک سے خالی نہیں اگرچہ جامدات کی طرح عام تماسک نہیں چھاننے میں اختلاف مائعات کی یہی وجہ ہے ظاہر ہے کہ کپڑا یا چھلنی جس چیز میں چھانیے اوسمیں کچھ تو منافذ ومسام ہونگے کہ اجزائے مائع کو نکلنے کی جگہ دینگے اور کچھ کپڑے یا لوہے وغیرہ کے تار ہونگے کہ اپنے محاذی اجزاء کو روکینگے ناچار مائع اپنے اجزاء کی تفریق کا محتاج ہوگا پھر جو جسقدر باریک اجزاء پر منقسم ہو سکیگا اوتنے ہی تنگ منفذ سے نفوذ کر جائیگا اور دوسرا اوسپر قادر نہ ہوگا یہی سبب ہے کہ بعض مائعات چھاننے میں سنگین کپڑے سے نفوذ کر جاتے ہیں کہ اوس کپڑے کے باریک مسام سے بھی زیادہ باریک اجزاء پر متفرق ہو سکتے ہیں اور بعض باریک کپڑے سے نکل سکینگے جو زیادہ گھنا نہ بنا ہو بعض چھلنی کے وسیع منفذ چاہینگے وعلی ہذا القیاس اسی اختلاف کا نام مائع کی رقت و غلظت ہے ف۱ ورنہ جامدات میں بھی رقیق وغلیظ ہوتے ہیں تپیل کپڑے کو ثوب رقیق کہتے ہیں پتلی چپاتی کو خبز رقاق اتھوں زمان پیری کو عظم رقیق حدیث امیر المؤمنین عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے اللّٰھم کبر سنی ورق عظمی فاقبضنی الیک غیر عاجز ولا ملوم شیشہ کہ باریک ہُوں کا نبوجاج رقیق۔ قال قائلھم ع رق الزجاج ورق الخمر فاشتبھا ف۲ بالجملہ رقت ودقت متقارب ہیں رقیق پتلا دقیق باریک اقول ۱۷۶۷ دقت میں کمی عرض کی طرف لحاظ ہے ولہذا خط کو دقیق کہینگے اور رقت میں کمی عمق کیجانب تو سطح رقیق ہے یہ وہی ہے جو نظر لمحاورت خیال فقیر میں آیا پھر تاج العروس میں اسکی تصریح پائی حیث قال قال المناوی فی التوقیف الرقۃ کالدقۃ لکن الدقۃ یقال اعتبار المراعاۃ جوانب الشیئ والرقۃ اعتبار العمقہ اسیلیے تالاب یا نالے میں جب پانی تھوڑا دل کا رہجائے اوسے رَق و رُقارق کہتے ہیں قاموس میں ہے الرقارق بالضم الماء الرقیق فی البحر او الوادی اذا غار وقدم مثلہ فی الرق اھ قولہ اذا غار فرادہ الشارح نیز اوسمیں ہے استرق الماء نضب الا یسیرا اقول ۱۷۶۸ ف۳ یہ رقت بالفعل ہے اور مائع کا اس قابل ہونا کہ چھاننے میں باریک اجزاء پر منقسم ہو سکے رقت بالقوہ ہے یہی ان مسائل میں ملحوظ ومبحوث عنہ ہے ثم اقول ۱۷۶۹ جانب زیادت انتہائے رقت تو جواہر فردہ پر ہے کہ اونسے زیادہ باریکی محال ہے باقی ایک مائع دوسرے کے اعتبار سے رقیق اضافی ہوگا گائے کا دودھ ہر حال میں بھینس کے دودھ سے رقیق ہے مگر برسات کی گھاس چری اور کھلی اور دانہ

ف۱: لغت سکھ اللغات
ف۲: رقیق و دقیق میں فرق
ف۳: رقت بالفعل و رقت بالقوہ اور بیان کہ رقت بالقوہ ہی میں رقت بالقوہ مراد ہے

النور و النورق

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کھائے تو خود اوسکی پہلی صورت کا دودھ دوسری سے رقیق تر ہے یونہیں یا خلاف بکری کے دودھ سے نہ جمی ہوئی ہو اب تک متفاوت ہی اور جانب کمی اوسکی انتہا اختتام سیلان پر ہے جب شی سائل نہ رہیگی رقت بالقوہ کے قابل نہ رہیگی یہاں سے ظاہر ہوا کہ رقیق بالقوہ سائل بجائے خود متساوی ہیں ہر رقیق بالقوہ سائل ہے اور ہر سائل رقیق بالقوہ عام ازیں کہ کپڑے سے نچڑ سکے جیسے پانی یا نہیں جیسے تیل گھی شیر شہد وغیرہا۔ اب رہا یہ کہ جب رقت مبحوث عنہا اجزائی لا تتجزی سے اخیر مائع تک بتفاوت شدید پھیلی ہوئی ہے تو یہاں جس مقدار کے انتفا پر زوال طبع آب کہتے ہیں اوسکی تحدید کیا ہے۔ پانی کس حد کی رقت تک نامتغیر کہا جائیگا اور کیسا ہو کر زائل الطبع کہلائیگا یہی اصل مقصد بحث ہے اسکا انکشاف بعونہ تعالی بحث آئندہ کرتی ہے وباللہ التوفیق، ولہ الحمد علی ہدایۃ الطریق، وصلی اللہ تعالی علی سیدنا ومولنا محمد والہ وصحبہ اولی التحقیق۔

بحث چہارم رقت معتبرہ مقام کی حد بست۔ **اقول** [۱۷۰] رأیت العبارات فیہ علی ثلثۃ مناہج **الاول** قال فی الغنیۃ لاتجوز بالمقید کماء الزردج اذا کان ثخینا اما اذا کان رقیقا علی اصل سیلانہ فتجوز کماء المد ونحوہ ثم قال ما دام رقیقا یسیل ہو بعا کسیلانہ عند عدم المخالطۃ فحکمہ حکم الماء المطلق ثم قال وضابطہ بقاء رقۃ السیلان کما ہو طبع الماء قبل المخالطۃ ثم قال اول الخبز فی الماء ان بقیت رقتہ کما کانت جاز وان صار ثخینا لا اھ وفی العنایۃ والبنایۃ فی جواز الوضوء بما تقع فیہ الاوراق شرطان ان یکون باقیا علی رقتہ اما اذا صار ثخینا فلا ولم یفصح فی رقتہ بما یشیر الی ما مال الیہ فی الغنیۃ وقد یعارضہ المقابلۃ بصیرورتہ ثخینا الکن والاتجوز فی ماء الزعفران فی غیرہ یعتبر فیہ الغلبۃ بالاجزاء فان کانت اجزاء الماء غالبۃ ویعلم ذلک ببقائہ علی رقتہ جاز الوضوء وان کانت اجزاء المخالط غالبۃ بان صار ثخینا زالت عنہ رقتہ الاصلیۃ لم یجز اھ **الثانی** قال فی العنایۃ ایضا فی المطبوخ مع الاشنان ونحوہ یجوز التوضی بہ الا اذا صار غلیظا بحیث لا یمکن تسییلہ علی العضو اھ ولفظ الحلیۃ عن البدائع والتحفۃ والمحیط الرضوی والخانیۃ وغیرہا اذا صار غلیظا بحیث لایجری علی العضو اھ وفی التبیین والحلیۃ والدرر ان جری علی الاعضاء فالغالب الماء اھ **الثالث** قال المحقق فی الفتح لاباس بالوضوء بماء السیل مختلطا بالطین ان کانت رقۃ الماء غالبۃ فان کان الطین غالبا فلا اھ وفی التجنیس الناطفی والمنیۃ ان لم تکن رقۃ الماء غالبۃ لایجوز اھ وفی الذخیرۃ والتتمۃ والحلیۃ الغلبۃ من حیث الاجزاء بحیث تسلب صفۃ الرقۃ من الماء فیمیل لہا بضدہا وہی الثخونۃ اھ وفی الخانیۃ فی ماء الزعفران والزردج ان صار متماسکا لایجوز اھ وفی الخلاصۃ ان کان رقیقا یستبین الماء منہ یجوز وان صار نشاستج لایجوز اھ وفی فتاوی الامام فقیہ النفس توضأ بماء السیل یجوز وان کان ثخینا کالطین لا اھ وفی الہدایۃ والکافی فی مطبوخ الاشنان الا ان یغلب ذلک علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ اھ

تحقیق کہ کس حد کی رقت معتبر ہے

وفی الخانیۃ وان صار ثخینا مثل السویق لا اھ وفی البدائع الا اذا صار غلیظا کالسویق المخلوط لانہ حینئذ یزول عنہ اسم الماء ومعناہ ایضا اھ فی الکافی ثم الھندیۃ اذا کان النبیذ غلیظا کالدبس لم یجز الوضوء بہ اھ وفی الخلاصۃ ھذا یرید الاختلاف فی جواز الوضوء اذا کان حلوا رقیقا یسیل علی الاعضاء فان کان ثخینا کالرب لایجوز بالاجماع اھ فی البدائع الا اذا کان غلیظا کالرب لایجوز بلاخلاف ولفظ الاول ان لایسیر التغیر اصلا الی رقۃ الماء وسرعۃ سیلانہ **اقول** ولیس مرادا قطعا فان ما بلغ الحامل للطین والتراب والرمل والغثاء یستحیل ان یبقی علی رقۃ الصافی وقد اعترف انہ باق علی رقتہ واصل سیلانہ وظاھر الثانی الاکتفاء بنفس السیلان وقد اکدہ فی العنایۃ بزیادۃ الامکان فلم یخرج الا ما بلغ مبلغ الجامدات حتی خرج عن صلاحیۃ الاسالۃ اصلا فھو مع الاول علی طرفی نقیض **اقول** ولیس مرادا قطعا فان الطین والنشا والسویق المخلوط والدبس والربّ من المائعات الممکن تسییلھا واذا بلغ الماء الی ھذہ الحال لایشک احد فی ما حدث لطبعہ من التغیر والزوال وھل تری احدا یسمی الطین والسویق ماء فالصواب ھو الثالث المنصوص علیہ فی کلام کبار الائمۃ والثانی یرجع الیہ باقرب تاویل کما تقدمت الاشارۃ الیہ فی صدر الکلام بقی الاول **فاقول** کلام العنایۃ فیہ قریب غیر بعید فانہ لم یفسر تفسیر الغنیۃ بزیادۃ ما قبل المخالطۃ والا یناقض کلامہ فی الثانی وکلام الغنیۃ یفسرہ ھکذا وقد تفرد بہ فیما اعلم ثم یجعل ماء المد کاللامخالط فاذن الحوالۃ اضطراب فالمأخوذ ما نص علیہ الاصحاب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب **ثم اقول** وباللہ التوفیق ہماری تقریر سابق سے واضح ہوا کہ مائعات دو قسم ہیں ایک وہ جنکے اجزا میں اصلا تماسک نہیں جیسے خمر اپانی دوسری جنمیں نوع تماسک ہے جیسے شہد۔ یہاں بھی جسطرح اونکی رقت وغلظت کا فرق پیدا ہوتا ہے کہ اول اپنی اتصال حسی کو بہت باریک اجزا پر تقسیم کرسکتا ہے بخلاف ثانی یونہی اونکے سیلان میں بھی تفاوت آئیگا اول جب جگہ پائیگا بالکل منبسط ہوجائیگا دَل اصلا نہ رہیگا کہ اجزا جو عدم وسعت کے سبب نیچے بالاستر اکم تھے وسعت پاکر سب پھیل جائینگے کہ ہر جز طالب مرکز ہے اگر اجزائے بالا بالا ہی رہیں بہ نسبت اجزائے زیرین مرکز سے دُور رہینگے جگہ پاکر بلامانع دُور رہنا مقتضائے طبیعت سے خروج ہے کہ عادۃً ممکن نہیں خلافا للجہلۃ الفلاسفۃ الذین یجعلونہ عقلا لان الفاعل عندھم موجب وعندنا مختار تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا وسبحٰن اللہ رب العرش عما یصفون بخلاف ثانی کہ اجزا میں ایک نوع تماسک کے سبب نہ پھیل سکینگے ختم سیلان پر بھی مبدء سے منتہے تک ایک ابھرا ہوا جرم نظر آئیگا جیسا کہ مرئی ومشاہد ہے کہ اگر پختہ زمین یا تختہ یا سینی یا لوہے کی چادر پر شہد بہائیے بہاؤ کتنے پر بھی یہاں سے وہاں تک اوس سطح سے اونچا شہد کا ایک دَل قائم رہیگا جسے خشک ہونیکے بعد

پھیل سکتے ہیں ہے اسکے کہ زمین کا کچھ حصہ چھپالے لیکن اگر پانی بہائیے اور پورا بہ جانے سے کوئی روک نہو تو ختم سیلان کے وقت اوس سطح پر اول تا آخر ایک تری کے سوا پانی کا کوئی دل نہ رہیگا ہمارے ائمہ اسی قسم اول کا نام رقیق اور ثانی کا کثیف رکھتے ہیں فقیر اسے روشن دلیل سے واضح کرے **فاقول** وباللہ التوفیق یہ دلیل ایک قیاس مرکب ہے تین مقدمات پر مشتمل

مقدمہ اولٰی ہمارے ائمہ نے باب نجاسات میں دو قسمیں فرمائی ہیں جرم دار و بے جرم اول کی مثال لید وغیرہ سے دیتے ہیں اور دوم کی بول و خمر وغیرہا سے امام برہان الدین فرغانی ہدایہ میں فرماتے ہیں نجاسۃ لہا جرم کالروث وما لاجرم لہ کالخمر عنایہ میں ہے النجاسۃ اما ان یکون لہا جرم کالروث او لا کالبول امام ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں الواقع فی البئر اما ان یکون مستجسدا او غیر مستجسد فان کان غیر مستجسد کالبول والدم والخمر ینزح ماء البئر الخ مسئلہ کفش وموزہ میں متون و شروح وفتاوٰی عامہ کتب مذہب نے یہی ذی جرم وبیجرم کی تقسیم فرمائی اور ایسی ہی مثالیں دی ہیں ازانجملہ امام فقیہ النفس خانیہ میں فرماتے ہیں الخف اذا اصابتہ نجاسۃ ان کانت مستجسدۃ کالروث والمنی یطھر بالحت وان لم تکن مستجسدۃ کالخمر والبول لایطھر الا بالغسل وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی اذا القی علیہا ترابا فمسحہا یطھر لانھا تصیر فی معنی المستجسدۃ تو ظاہر ہوا کہ وہ ذی جرم کو مستجسد اور بیجرم کو غیر مستجسد بھی کہتے ہیں انکا خذ اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ اونکے نزدیک ادھر تو ذی جرم اور کثیف وثخین وغلیظ کہ مقابل رقیق ہیں اور ادھر خود بیجرم ورقیق ایک معنی رکھتے ہیں **اولًا** کتابوں میں معنی واحد سے اختلاف تعبیر (۱) امام طاہر بخاری نے خلاصہ میں اسی حکم اخیر خانیہ کو ان لفظوں سے ادا فرمایا غیر المنی من النجاسات ان کانت رقیقۃ کالخمر والبول لایطھر الا بالماء وعن ابی یوسف اذا القی التراب علی الخف فمسحہا یطھر لانہ یصیر فی معنی المستجسدۃ (۲) نجاست غلیظہ میں اعتبار مساحت ووزن درہم کہ رقیق وکثیف پر منقسم جسکی بعض عبارات بحث سوم میں گزریں اور ہدایہ میں ہے قیل فی التوفیق بینہما ان الاولٰی فی الرقیق والثانیۃ فی الکثیف کافی میں ہے قال الفقیہ ابو جعفر الاولٰی فی الرقیق والثانیۃ فی الکثیف وھو الصحیح اسی طرح وقایہ ونقایہ واصلاح وملتقی وملا مسکین وزیلعی وجوہرہ وجواہر اخلاطی وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے وعبر فی الجوہرۃ الکثیف بالثخین وفی الجواھر بالغلیظ وزاد ھو الصحیح من المذھب امام ملک العلماء نے اسے یوں تعبیر فرمایا قال الفقیہ ابو جعفر الھندوانی اذا اختلف عبارات محمد فی ھذا فنوفق ونقول اراد بذکر العرض تقدیر المائع کالبول والخمر وبذکر الوزن تقدیر المستجسد (۳) بعینہ اسی طرح امام زیلعی نے اول کو مائع دوم کو مستجسد سے تعبیر کرکے فرمایا ھذا ھو الصحیح (۴) اسیطرح مراقی الفلاح میں ہے عفی قدر الدرھم وزنا فی المستجسدۃ ومساحۃ فی المائع (۵) یہی فتاوٰی امام قاضی خان میں یوں ہے فی المستجسدۃ کالروث یعتبر وزنا وفی غیر المستجسدۃ کالبول والخمر والدم بسطا **ثانیًا** کتابوں سے نقل میں تغیر تعبیر (۶) ہندیہ میں ہے الصحیح ان یعتبر بالوزن فی المستجسدۃ وبالمساحۃ فی غیرھا ھکذا فی التبیین والکافی واکثر الفتاوٰی حالانکہ کافی میں رقیق اور تبیین میں مائع کا لفظ تھا کما علمت **ثالثًا**

https://www.facebook.com/darahlesunnat

علما کا انتہی کلام میں تفنن تعبیر (۷) بحر میں ہے اشتراط الجرم قول الکل لانہ لواصابہ بول فیبس لم یجزہ حتی یغسلہ لان الاجزاء تتشرب فیہ فاتفق الکل علی ان المطلق ای الاذی الذی یصیب الخف مقید فقیدہ ابو یوسف بغیر الرقیق وقیدہ بالجرم والجفاف اس پر منحۃ الخالق میں فرمایا الحاصل انہم اتفقوا علی التقیید بالجرم وانفرد ابو حنیفۃ ومحمد بزیادۃ الجفاف (۸) اوسمیں ہے لم یعف عن التشرب فی الرقیق لعدم الضرورۃ لفقد جزء وکون الجرم من غیرہا بان مشی بہ علی رمل او تراب فصیر لہا جرم (۹) فتح القدیر میں ہے الحاصل بعد ازالۃ الجرم کالحاصل قبل الدلک فی الرقیق (۱۰) غنیہ میں ہے عمل ابو یوسف باطلاقہ الا ان استثنی الرقیق کما قال المصنف (وان لم یکن لہا جرم کالبول والخمر فلابد من الغسل) بالاتفاق (۱۱) اوسمیں حدیث مطلق نقل کرکے قیدجرم کی تعلیل میں فرمایا قال فی الکفایۃ وغیرہا خرجت النجاسۃ الرقیقۃ من اطلاق الحدیث بالتعلیل الخ (۱۲) اوسمیں ہے من اصاب نعلہ النجاسۃ الرقیقۃ اذا استجسد بالتراب او الرمل او مسحہ یطہر (۱۳) سمیں ہے المختار للفتوی الطہارۃ بالدلک فی الخف ونحوہ سواء کانت ذات جرم من نفسہا او بغیرہا کالرقیقۃ المستجسدۃ بالتراب رطبۃ کانت او یابسۃ (۱۴) حلیہ میں اسی مسئلہ اصابت نجاستہ لہا جرم پر حدیث سے استدلال کرکے فرمایا ہذا الاطلاق حجۃ لابی یوسف فی مساواتہ بین الرطب والیابس نعم علی ابی یوسف ان یقول بالطہارۃ فی الرقیق ایضا لان الاطلاق یتناولہ کما یتناول الکثیف مطلقا (۱۵) اوسمیں اس سے جواب اوس پر بحث نقل کرکے فرمایا علی ان فی البدائع ان ابا یوسف فی روایۃ عنہ سوی فی الطہارۃ بین ان تکون مستجسدۃ اومائعۃ اہ بعض صریح تفسیر (۱۶) تنویر میں تھا عفی عن قدر درہم فی کثیف درمختار میں اوسکی تفسیر کی لہ جرم ردالمحتار میں ہے قولہ لہ جرم تفسیر للکثیف (۱۷) جامع الرموز میں ہے الکثیف مالہ جرم والرقیق مالا جرم لہ شامی پر حاشیہ ہی عبد منہ (ای مما لہ جرم) فی الھدایۃ الدم عنی تفسیرہ مما لیس لہ جرم ووفق فی الحلیۃ بحمل الاول علی ما اذا کان غلیظا والثانی علی ما اذا کان رقیقا اہ وھذا ایضا یؤدی التفسیر وان لم یکن سوقہ لہ بالجملہ اصطلاح فقہائے کرام میں رقیق وہ ہے جرم ایک چیز ہیں۔

(۱۷۸) مقدمہ ثانیہ جسم کثیف ہو خواہ رقیق اوسکا بے جرم ہونا کیونکر متصور کہ جرم وجسم ایک شی ہیں اور اگر جرم بمعنی ثخن لیجیے یعنی عمق جسے دَل کہتے ہیں تو جسم کو اوس سے بھی چارہ نہیں کہ اوسمیں ابعاد ثلثہ ضرور ہیں لہذا خود علما نے اوسکی تفسیر یہ فرمائی کہ بے جرم سے یہ مراد کہ خشک ہونے کے بعد مثلا بدن یا کپڑے کی سطح سے اوبھرا ہوا اوسکا کوئی دَل محسوس نہ ہو اگرچہ رنگ نظر آئے ان ہی حیثیت سے اسیکو غیر مرئی بھی کہتے ہیں یعنی بنظر جرم نہ بنظر لون۔ تبیین الحقائق وبحر الرائق ومجمع الانہر وفتح اللہ المعین وطحطاوی علی المراقی وردالمحتار وغیرہا میں ہے الفاصل بینہما ان کل ما یبقی بعد الجفاف علی ظاہر الخف فہو جرم وما لا یری بعد الجفاف فلیس بجرم اہ

(۱۷۹) **اقول** لم یرد بظاہرہ ظاہرہ لعدم اختصاص الحکم بہ بل باطنہ ہو الاکثر اصابۃ انما اراد السطح الظاہر من ظاہرہ وبطنہ وقید بہ تحرزا عما یتشربہ داخل الخف فانہ لا یختص بالجرم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بل التشرب من الرقيق اكثر وانما احتاج اليه لقوله يبقى ولو قال يرى لاستغنى عنه كما في مقابله فان البصر لايدرك الا ما على الظاهر ولذا اسقطه السيد ان الازهري وطلاب الهما الباقي بالمرئي ومن اغفل هذا البدل[ف۱] وابقى كما قال في مجمع الانهر كل ما يرى بعد الجفاف على ظاهر الخف فهو ذو جرم الخ واعجب منه[ف۲] صنيع العلامة ش اذ قال في الدر هو كل ما يرى بعد الجفاف فقال اى على ظاهر الخف كانه قيد سقط عن الدر فزاده۔ فتاوى ذخیرہ پھر حلیہ و بحر و عبد الحلیم میں ہے المرئیة هي التي لها جرم وغير المرئية هي التي لاجرم لها شرح طحاوی و فتاوی صغرے و تتمہ و منبع پھر بترتیب انکے حوالہ سے عبدالعلی برجندی و شمس قہستانی و ابن امیر الحاج حلبی و عبدالحلیم رومی نے غیر مرئیہ میں زائد فرمایا سواء کان لها لون اولم یکن۔ ذخیرۃ العقبی میں ہے ذی جرم هو کل مایبقی بعد الجفاف علی ظاهر الخف سواء کان جرمه من نفسه الا کالنجس المتعارف والدم والمنی والروث او من غیرہ کالبول والخمر المتجسد بالرمل والتراب او الرماد بان مشی علیها فالتصق بالخف او جعل علیه شیئ منها۔ اس تمام مضمون کو مع زیادت افادت فتوی درمختار نے ان معدود لفظوں میں افادہ کیا ذی جرم هو کل مایری بعد الجفاف ولو من غیرها کخمر وبول اصابه تراب به یفتی ۱ھ

اقول[ف۳] ولو اسقط هو کل الکان احصر و اظہر۔ طحطاوی نے زائد کیا وما لایری بعد الجفاف فلیس بذی جرم اھ

اقول[ف۴] واکتفی الدر عنه بالمفهوم۔ شامی نے کہا مفادہ ان الخمر والبول لیس بذی جرم مع انه قد یری اثره بعد الجفاف فالمراد بذی الجرم ما تکون ذاته مشاهدة بحس البصر وبغیرہ ما لایکون کذلک کما سنذکرہ مع ما فیه من البحث۔ درمختار کی عبارت مذکورہ نمبر۱۶ پر شامی میں ہے المراد بذی الجرم ما تشاهد بالبصر ذاته لا اثره کما یاتی[ف۵] اسی طرح حلیہ میں ہے کما سیاتی۔

تحقیق شریف؛ فتنبیه اللطیف؛ علی عبده الضعیف؛ بفضله المنیف؛ اعلم ان هذا المقام؛ زلت فیه اقدام اقلام؛ **فالاول** قال الامام اکمل الدین البابرتی رحمه الله تعالی فی العنایة عند قول الهدایة فی مسألة تطهیر النجاسة بازالة العین والغسل الی غلبة الظن بالطهارة النجاسة ضربان مرئیة وغیر مرئیة الخ مانصه الحصر ضروری لدورانه بین النفی والاثبات وذلک لان النجاسة بعد الجفاف اما ان تکون مستجسدة کالغائط والدم او غیرها کالبول وغیره اھ وتبعه چلپی علی صدر الشریعة **الثانی** فی تلک المسألة نقل القہستانی عبارة الصغری للدلالة ان غیر ذات جرم غیر مرئیة وان کان لها لون **الثالث** فیما نقل البرجندی عبارة شرح الطحاوی مثله ثم قال وهذا یخالف ما فی بعض الشروح من ان غیر المرئی ما لایری اثره بعد الجفاف والمرئی فی مقابله **الرابع** فیما نقل فی البحر عبارة الذخیرة وجعلها معنی ما قال ههنا فی غایة البیان ان المراد بالمرئی ما یکون مرئیا بعد الجفاف وما لیس بمرئی هو ما لایکون مرئیا بعد الجفاف کالبول ثم تبعه **الخامس** فیما نقل عبد الحلیم الرومی عن شرح الطحاوی والمنبع والذخیرة ما مرثم نقل کلام البرجندی انه یخالف

بعض الشروح ثم كلام البحر وجعله اياه بعض الاقوال ثم قال ردا عليه انت خبير بان بينهما مخالفة اذ رب شيئ ليس له جرم وله اثر كاللون يبقى اثره بعد الجفاف فعلى الاول غير مرئي وعلى الثاني مرئي والمنصور هو الاول كما لا يخفى اھ **السادس** فيما نقل في الحلية كلام الذخيرة والتتمة واليه رد عبارة غاية البيان المذكورة فقال مراد به ما تكون ذاته مشاهدة بالبصر بعد الجفاف وما لا فليس بينها وبين ما في عامة الكتب مخالفة في تفسيرهما ومما يرشد الى ما ذكرنا التمثيل المذكور فان بعض الابوال قد يرى له لون بعد الجفاف اھ **السابع** فيما قال في الشامي قوله بعد جفاف ظرف لمرئية وقيد به لان جميع النجاسات ترى قبله فتقدم ان ما له جرم هو ما يرى بعد الجفاف فهو مساو للمرئية وقد عد منه في الهداية الدم وعد قاضي خان مما لا جرم له وقدمنا عن الحلية التوفيق بحمل الاول على ما اذا كان غليظا والثاني على ما اذا كان رقيقا اھ ثم نقل عبارة غاية البيان وعقبها بعبارة التتمة ثم ذكر تاويل الحلية المار انفا قال ويوافقه التوفيق المار لكن فيه نظر لانه يلزم منه ان الدم الرقيق والبول الذي يرى لونه من النجاسة الغير المرئية ولا يكتفى بالغسل ثلثا بلا اشتراط زوال الاثر مع ان المفهوم من كلامهم ان غير المرئية ما لا يرى له اثر اصلا لاكتفائهم فيها بمجرد الغسل بخلاف المرئية المشروط فيها زوال الاثر فالمناسب ما في غاية البيان من ارادته بالبول ما لا لون له والا كان من المرئية اھ **الثامن** عبارة الكنز الصحيحة النجس المرئي يطهر بزوال عينه وغيره بالغسل زاد فيها مسكين ما يفسرها اذ قال (النجس المرئي) عينه ثم قال (وغيره) اي غير المرئي عينه لكنه تداركه بوصل قوله وهو الذي لا يرى اثره بعد الجفاف اھ فلم يبق عليه الا ضياع زيادة عينه في الموضعين بل ايهامها خلاف المراد ثم التدارك رجوع الكلام الى عدم التفرقة بين العين والاثر وكانه اخذ من عبارة الامام القدوري النجاسة ان كان لها عين مرئية فطهارتها زوال عينها الا ان يبقى من اثرها ما يشق ازالته وما ليس لها عين مرئية فطهارتها ان تغسل الخ فالمراد العين المرئية ولو برؤية لونها لا جرمها الا ترى الى استثناء الاثر من العين بل المقرر ان بصر البشر في الدنيا لا يدرك الا اللون والضوء وبالجملة استقام الكلام بالتدارك لكن السيد ابا السعود نقلا عن السيد الحموي اراد رده الى الخلاف فقال على قوله وهو الذي لا يرى اثره حكاه في الصغرى[عه] بقيل بعد ان صدر بقوله المرئي ما له جرم سواء كان له لون ام لا اھ **التاسع** ضمنهما العلامة ش في مسألة الخف على الوجه الصحيح ثم حاد عنه فقال سنذكر ما فيه من البحث كما تقدم والبحث ما علمت في السابع **العاشر** قال في الجوهرة (اذا اصاب الخف نجاسة لها جرم) اي لون واثر بعد الجفاف كالروث والدم والمني اھ فرد الصحيح الى الغلط الصريح **اقول** وتعرف ما في كل هذا بحرف واحد فاعلم ان المسائل ههنا اربع [۱] مسألة التطهير بازالة العين او غلبة الظن [۲] ومسألة وقوع نجس في حوض كبير [۳] ومسألة الخف [۴] ومسألة التقدير

عــه اقول كأن الصغرى فسر هنا غير المرئي بما لا جرم له ليظهر قوله سواء كان له لون او لا فعكس جامع الرموز فكان الاولى نقله ۱۲ منه غفر له

عــه لونه الا ان الكلام [illegible] منه غفر له

۱ [illegible] فصل [illegible]
۲ [illegible] علی الاشباہ [illegible]
۳ [illegible] السید محمد ابی السعود

يوزن بالدرهم او مساحته وتركه في البدائع اخرى مسألة الوقوع في البئر فمسألة التطهير والحوض الكبير فريق وسائرها فريق والمراد بالمرئى في الفريق الاخر هو المتجسد اى ما يرى بعد الجفاف جرم شاخص فوق سطح المصاب ولا يكفى مجرد اللون وبغير المرئى غير المتجسد اى ما لا يرى له بعد الجفاف جرم شاخص وان بقى اللون وهذا ما في الصغرى والتتمة وشرح الطحاوى وفي الذخيرة والمنبع والمراد بالمرئى في مسائل التطهير والحوض الكبير ما يدركه البصر وان خف ولو بمجرد لونه وان لم يكن جرم مرتفع فوق المصاب وبغير المرئى ما لا يدرك بالبصر بعد الجفاف اصلا ولو بلون او اثر وهذا ما في غاية البيان وغيرها والدليل على هذا التوزيع **اولا** ما استدل به على الاحكام للفريقين كما لا يخفى على من طالع الكتب المعللة كالبدائع والهداية والتبيين والكافى والفتح والغنية والحلية والبحر وغيرها من ذلك قول الهداية اذا اصاب الخف نجاسة لها جرم فجفت فدلكه جاز لان الجلد لصلابته لا تتداخله اجزاء النجاسة الا قليلا ثم يجتذبه الجرم اذا جف فاذا زال زال ما قام به وان اصابه بول لم يجز وكذا كل ما لا جرم له كالخمر لان الاجزاء تتشرب فيه ولا جاذب يجذبها اھ وفي الحلية لانها مجردة بلة فتدخل في اجزاء الخف ولا جاذب لها اھ وانت تعلم انه لا اثر في هذا للاثر بقى او لم يبق اما في مسألة التطهير فلان المقصود فيها ازالة المصيب وذلك باليقين في المرئى وبغلبة الظن في غيره لانه لما لم يحس لم يبق سبيل الى اليقين بزواله فاكتفى باكبر الرأى الملتحق في الفقهيات باليقين اما ما يرى له عين او اثر فيعلم زواله بزواله وبقاؤه ببقائه لان الاثر لا يقوم الا بالعين والعرض لا ينتقل عن عين الى عين قال في البدائع ان كانت النجاسة مرئية كالدم ونحوه فطهارتها زوال عينها ولا عبرة فيه بالعدد لان النجاسة في العين فان زالت زالت وان بقيت بقيت ولو زالت العين وبقى الاثر فان كان مما يزول اثره يحكم بطهارته ما لم يزل الاثر لان الاثر لون عينها لا لون الثوب فبقاؤه يدل على بقاء عينها وان كان مما لا يزول اثره لا يضر بقاؤه اذ لا وسع الا ما ذكرنا وهو موضع الملتقط وبهذا ينفتق ان في الحوض فغير المرئية تتعدد والمرئية تبقى وانحصرت جهته. ان قلت مساحة الماء اثرت **و ثانيا** عد ملك العلماء الدم من المرئى كما رأيت انفا وقد عد قبل هذا بورقتين من غير ذوات الجرم فقال ان كان غير مستجسد كالبول والدم والخمر ينزح ماء البئر كله اھ وكذلك قول الهداية ما لا جرم له كالخمر ومعلوم ان الدم والخمر من ذوات اللون فعلم ان لا عبرة به في مسألة الخف والبئر وكذا مسألة التقدير لان اللون لا اثر له في الكثافة والرقة ولذا قال في الخانية في غير المستجسدة كالبول والخمر والدم يعتبر القدر بسط الامر بخلاف مسألة التطهير المشروط فيها زوال الاثر ما لم يشق فلذا جعله ملك العلماء فيها من المرئى **و ثالثا** ملك العلماء عبر في مسائل الفريق الاخير بالمستجسد وغير المستجسد والمتجسد والمائع ثم قال في الفريق الاول النجاسة المرئية قط لا تزول بالمرة الواحدة فكذا غير المرئية ولا فرق بينهما الا ان ذلك يرى بالحس وهذا يعلم بالعقل اھ و هذا امر جلى نص على ان المرئى بلونه من المرئى في مسألة التطهير **و رابعا** كذلك ذكر الامام تاج الشريعة غير

[illegible]

[illegible]

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فی مسألۃ التقدیر بالکثیف والرقیق وفی مسألۃ الخف بذی جرم وما لاجرم لہ وقال فی مسألۃ التطھیر یطھر عما لم یر اثرہ بغسلہ ثلثا فابان ان مایری اثرہ من المرئی و(۲) اقول کما قال فی الغنیۃ تحت قولہ ان لم تکن النجاسۃ مرئیۃ ای ان لم یکن لہا لون مخالف للون الثوب لہم فانہ یحصر المرئی فی الرؤیۃ باللون ویخرج مایری لہ جرم شاخص فوق سطح المصاب مع موافقتہ فی اللون علی انہ رفع الامتیاز بین المرئی وغیرہ فکل شیئ اصاب ما یخالفہ فی اللون کان مرئیا ولذا اصاب مایوافقہ فیہ کان غیر مرئی **وخامسا** اتفقت المتون والاقدمون علی التعبیر فی مسألۃ الخف والتقدیر بذی جرم وغیر ذی جرم والکثیف والرقیق وفی مسألۃ التطھیر والحوض الکبیر بالمرئی وغیر المرئی وان شئت المرئی لونہ مرئی بلا امر مرئی منہ الا اللون سواء کان کثیفا او رقیقا والذی لاجرم لہ شاخصا بعد الجفاف رقیق ولیس اللون جرما فتبین ان اللون معتبر فی ھذا الفریق دون الاخر ولو مشت الشروح علی التفسیر فی الموضعین بما ھو مؤدی نفس الالفاظ لم یقع الاشتباہ لکنھم کما فسروا فی مسألۃ التطھیر بما یری بعد الجفاف وما لایری بعدہ کما مر عن غایۃ البیان وعنہا فی البحر والشرنبلالیۃ والطحطاوی علی المراقی ومثلہ فی الدر وغیرہ کذلک فسروا بھما ذا الجرم وغیر ذی الجرم فی مسألۃ الخف کما تقدم فذھب الوھل الی ان المراد واحد فی الموضعین ولیس کذلک بل ھو علی ظاھرہ فی مسألۃ التطھیر ومؤول برؤیۃ الجرم وعدمہا فی الفریق الاخر فھذا ھو التحقیق الانیق الذی لو حانت منھم التفاتۃ الیہ لما فسرھما العنایۃ والحلیۃ فی الفریق الاول بالمستجسدۃ وغیرھا **ولا**(۴) نقل فیہ القہستانی عبارۃ الصغری **ولا**(۵) البرجندی عبارۃ شرح الطحاوی **ولا**(۶) نصب الخلاف بینھا وبین ما فی بعض الشروح **ولا**(۷) جعل المبسوط معنی العبارتین واحدا **ولا**(۸) نقل فیہا عبد الحلیم ما نقل **ولا**(۹) اثبت الخلاف بین الامرین غیر مورد واحد **ولا**(۱۰) جعل المنصوص ھھنا القول **ولا**(۱۱) صرف الحلیۃ کلام الغایۃ الی غیر المحمل اما کون بعض الابوال قد یری لہ لون فلا یقدح فی المثال ولا یحصر فیہ مراد المقال **ولا**(۱۲) اضطرب کلام الشامی فیہ فجزم فی مسألۃ التقدیر بحمل المرئی علی مرئی الجرم ثم انکرہ **ولا**(۱۳) احتاج الی ترجیح ما فی الغایۃ علی ما لایخالفہ اصلا **ولا**(۱۴) تمسک بالتوفیق فان کلام الھدایۃ فی مسألۃ الخف حیث قال اذا اصاب الخف نجاسۃ لہا جرم کالروث والدم والمنی الخ وکذا کلام الخانیۃ فی مسألۃ التقدیر کما تقدم انفا وھما من الفریق الاخر فکون الدم الرقیق من غیر المرئی فیہ لاینافی کونہ مرئیا فی مسألۃ التطھیر **ولا**(۱۵) اورد السیدان علی کلام مسکین عبارۃ الصغری **ولا**(۱۶) فسر الجوھرۃ فی مسألۃ الخف الجرم باللون واین الجرم واین اللون واین العین واین الاثر فانما نشأ کل ذلک من عدم الفرق بین المقامین وھذہ زلۃ فاشیۃ لم ار من تنبہ لھا اونبہ علیھا واللّٰہ الموفق لادراک سواہ، وصلی اللّٰہ تعالٰی علی مصطفاہ، والہ وصحبہ ومن والاہ،

مقدمہ ثالثہ

ثابت ہوا کہ رقیق وہ ہے کہ زمین وغیرہ جس شے پر پڑے خشک ہونے کے بعد اوسکی سطح پر اس کا دل محسوس نہ ہو اور بالبداہۃ ظاہر کہ یہ اوسی

شی مین ہوگا جو بہنے مین تمام وکمال پھیل جائے ورنہ اجزا زیر و بالا رہے تو ضرور دَل محسوس ہوگا تو دلیل قطعی سے روشن ہوا کہ یہان رقیق اسی مائع قسم اول کا نام ہے یہ ہے وہ تحقیق معنی رقیق کہ ان سطور کے سوا نہ ملیگی **وباللہ التوفیق ؛ ولہ الحمد علی ھدایۃ الطریق**

ثم اقول[۱۷۹۷] ظاہر ہے کہ پانی فی نفسہٖ ایسا ہی ہے جسے بے جرم سے تعبیر کیا گیا اب اوسمین دوسری شی جرمدار ملنے کی تین صورتین ہین استہلاک اختلاط امتزاج **استہلاک** یہ کہ وہ شی اسمین بالکل گم ہوجائے پانی سے اوس کا جرم ظاہر نہو جیسے چھنا ہوا شربت کہ اوسمین شکر کے اجزا ضرور ہین مگر اونکا جرم اصلا محسوس نرہا اوسے بہائیے تو خالص پانی کی طرح اوسکے سب اجزا پھیل جائینگے کہین دَل نرہیگا تو رقت بحال خود باقی ہے اگرچہ رقت اضافیہ مین ضرور فرق آئیگا کہ مخلوط و نامخلوط یکسان نہین ہوسکتے **اختلاط** یہ کہ اوسکا جرم کلاًّ یا بعضاً باقی رہے مگر پانی کو جرمدار نکرے بہانے مین اسکے اجزا الگ رہجائین اور پانی اونھین چھوڑکر خود پھیل جائے جیسے بے چھنا شربت جسمین شکر یا بتاسون کے کچھ ریزے رہگئے ہون ان ریزون کو اختلاط تھا اور جسقدر گھل گئے اونکا استہلاک مگر انمین کوئی پانی کے اجزا پھیلنے کو مانع نہوا **امتزاج** یہ کہ پانی اور وہ شی ملکر ایک ذات ہوگئی ہون پانی اوسے چھوڑکر نبہ سکے بلکہ ہر جگہ وہ اوسکے ساتھ گھال میل رہے ظاہر ہے کہ یہ مجموع مرکب تمام وکمال نپھیل سکیگا اور ضرور جرمدار شی کی طرح ختم سیلان پر بھی دَل دکھیگا پہلی دو صورتون مین پانی اپنی رقت پر ہے اول پر تو ظاہر کہ وہان کوئی جرم محسوس ہی نہوا اور دوم پر جرم جُدا ہے اور پانی جدا تو پانی بدستور رقیق ہی رہا جیسے کنکریلی یا سنگلاخ زمین مین تالاب کا پانی یا جس لوٹے مین پتھر لوہے کے ٹکڑے ڈال دیے جائین کوئی عاقل نہ کہیگا کہ اس سے پانی میں تقیق نرہا بخلاف صورت سوم کہ بلاشبہہ رقت زائل اور طبیعت متبدل ہوئی زوال طبع سے یہی مراد ہے وللہ الحمد **اقول**[۱۷۹۸] اب بتوفیقہ تعالٰی سب اقوال متوافق ہوگئے اور اشارات علما کے معنے واضح

اولا رقت اضافیہ ضعف وقوت قلت و کثرت مین بشدت متفاوت ہوتی ہے جس کا بیان اوپر گزرا اوسکی انتہا تو شی کے جامد ہوجانے پر ہے جبتک سیلان کچھ بھی باقی ہے رقت باقی ہے اگرچہ کیسی ہی خفیف اور شک نہین کہ تینون صورتون مین سیلان موجود تو رقت بھی موجود اگرچہ بتفاوت لہذا وصورت اولٰے مین محقق علی الاطلاق نے رقت آب کو غالب بتایا اور صورت ثالثہ مین امام ناطفی نے مغلوب[۱۷۹۹] **ثانیا** رقت جس معنی پر محقق ہوئی یعنی بے جرم ہونا ختم سیلان کے بعد دَل نرہنا اسمین تفاوت افراد نہین دل اگر کچھ بھی ہوگا یہ رقت یکسر معدوم ہوجائیگی اصلا نہوگا بحال خود باقی رہیگی لہذا دو صورت اولٰے کو غنیہ مین یون بتایا کہ پانی ویسا ہی اپنی رقت پر رہی جیسا قبل اختلاط تھا اور صورت ثالثہ کو ذخیرہ و تتمہ وحلیہ نے یون کہ رقت یکسر مسلوب **ثالثا**[۱۸۰۰] دو صورت اولے ہی کی طرف خلاصہ کا ارشاد کہ پانی اوسمین آشکار رہے مشیر کہ جبتک امتزاج نہو پانی کا ظہور ظاہر ہو **رابعا**[۱۸۰۱] خانیہ کا ارشاد کہ اگر متماسک ہوجائے وضو جائز نہین صورت ثالثہ ہی کا بیان ہے کہ دَل باقی رہنا تماسک اجزا ہی سے ہوتا ہے اور بحال تماسک دَل ضرور رہتا ہے **خامسا**[۱۸۰۲] اسیکو علمائے کرام نے رب و دِبس و نشاستج و طین و سویق کی مثالین دیکر بتایا کہ

یہ سب اشیا اگرچہ سائل ورقیق اضافی ہین مگر انکے اجزا تماسک سے خالی نہین و لہذا ختم سیلان پر انمین ضرور دل رہتا ہے تب
یا الضم میوون کا عرق کہ جوش دیکر قوام پر لایا گیا اور غلیظ الیستر ہوگیا جسے رُب وشاب اور اوسکے مطلق سے دوشاب خرما مراد
کہ عرق خرما یہ ستو نکالکر اتنا جوش دین کہ اونگلی سے اوٹھائین تو اونگلی مین لپٹ آئے نشاستج بالفتح جسے عربی مین نشا
اور فارسی مین نشاستہ کہتے ہین نشاستج اوسکا معرب ہے یہ کہ گیہون پانی مین اتنی مدت تک بھگوئے جائین کہ عفونت لے آئین
اور پوست چھوڑ دین مغز باریک کوٹ کر صافی مین چھان کر رکھین یہانتک کہ گیہون کے اجزا تہ نشین ہوجائین پانی اوپر رہجائے
اوسے پھینک کر تہ نشین کو سکھالین ظاہر ہے کہ جبتک اجزا تہ نشین نہونگے پانی سے ممتزج رہینگے جیسے گھلے ستو یا سویق ستو
یہ مثالین یاد رکھنے کی ہین کہ غلظت کی صورت ذہن مین رہے انکو ہم ایک مصرع مین جمع کرین ؎ رُب و دبس و نشا طین و
سویق ٭ ہرچہ زینگونہ شدہ مانند رقیق ٭ تنبیہ ساہدایہ و بدائع وغیرہا مین سویق کو مخلوط سے مقید فرمانا صورت ثانیہ و
ثالثہ کے فرق کی طرف اشارہ فرماتا ہے پانی مین اگر ستو ڈال دیے کہ تہ نشین ہوگئے نتھرا پانی یا خفیف آمیزش کا اوپر رہگیا
جو اوسے جرم دار نکردے تو وضو ناجائز نہوگا و لہذا کالسویق المخلوط فرمایا یعنی گھلے ہوئے ستو کہ پانی سے ممتزج ہوجائے
الحمد للہ کہ رقت مطلوبہ کی حد بندی اوس وجہ فیح پر پہونچی کہ اس رسالہ کے غیر مین نملیگی اوسکے بیان کا بھی ایک شعر اشعار تعریف
مائے مطلق مین اضافہ کرین ؎ رقت آن دان کہ بسیلان ہمہ یک سطح شود ٭ خالی از جرم اگر مانع او نا یدپیش ٭ یا یون کہیے
؎ آن رقیق ست کہ اجزاش بختم سیلان ٭ زیر و بالا نبود ہیچ سوائے پس و پیش ٭ الحمد للہ اس تقریر منیر سے فوائد کثیر
حاصل ہوئے فائدہ ۱ طبیعت اور اوسکے بقا و زوال کا بیان فائدہ ۲ حقیقت سیلان اور اوسکا فلسفہ اور
جامد و سائل کا فرق یا اوسیہ کہ اگر لہیے نشیب مین مثلاً گیہون کے دانے اور کوئی تختہ اور پانی گرائین سب اپنی حرکت بالطبع سے متحرک
ہوکر نیچے اوتر جائینگے مگر انمین پانی ہی کی حرکت کو سیلان کہینگے نہ اون دو کی اسکی وجہ یہ کہ اول اجسام منفصلہ کی حرکات متعددہ
ہین اور دوم جسم واحد کی حرکت واحدہ اور سوم جسم واحد متصل حسّی کہ اجزا باہم متحاذی کی متوالی حرکات طبعیہ پے درپے کہ انفکاک حسّی
نہونے دین اسیکا نام سیلان ہے فائدہ ۳ رقت مطلق کے معنی اور اوسکے مواضع اطلاق فائدہ ۴ امر اضافی
دمقول بالتشکیک ہے فائدہ ۵ وہ اپنے نفس معنی کے لحاظ سے سیلان کے ساتھ مساوی بلکہ معنی شامل جامدات ہے
اوس سے عام مطلقاً ہے اور رہنگام اضافت عام من وجہ کہ شہد شیرہ بااضافت شیر رقیق نہین اور سائل ہے اور گلاب کا
شیشہ حلبی آئینہ کے اعتبار سے رقیق ہے اور سائل نہین فائدہ ۶ مسائل خف وغیرہ مین معنی جرم و عدم جرم
فائدہ ۷ اونمین معنی مرئی وغیر مرئی فائدہ ۸ مرئی و غیر مرئی معتبر مسائل تطہیر و مسائل حوض کبیر میں فرق فائدہ ۹
الفاظ ماہرین کی انمین انواع انواع لغزش فائدہ ۱۰ رقت مطلوبہ مصطلحہ ائمہ کے معنی یہ سب بھی روشن طور پر

واضح ہو گئے **فائدہ ۱۱** جرم مین بے جرمی کیونکر ہوتی ہے **فائدہ ۱۲** یہان کلام ائمہ مین معنی تماسک [۱۸۰۶] **فائدہ ۱۳** کہ رقت مطلوبہ وبے جرمی ایک شی ہین اور غلظت یہ کہ بعد ختم سیلان خل باقی رہے **فائدہ ۱۴** [۱۸۰۷] رقت آب غالب مغلوب یا موجود ومسلوب ہونے سے مراد یہ کہ اونکا ایک ہی مفاد **فائدہ ۱۵** [۱۸۰۸] کہ یہ رقت سیلان سے خاص ہے اور اسکے بعد محل اثبات مین ذکر سیلان کی حاجت نہین مثلا یون کہنا کہ فلان صورت مین رقت وسیلان باقی رہین تو وضو جائز ہے ہان یون کہنے مین حرج نہین کہ سیلان ورقت باقی رہی کہ ذکر سیلان ذکر رقت سے مغنی نہین اگرچہ تنہا ذکر رقت بس ہو تو المنا ہوا نہ اہمال **فائدہ ۱۶** [۱۸۰۹] محل نفی مین ذکر سیلان بحرف واو مضر وموہم خلاف مقصود ہے اور بحرف یا کہ تردید کے لیے ہو بیکار **فائدہ ۱۷** اکثر سے نہ نچڑ سکنا اس رقت سے خاص ہی نہ وہ رقیق ہے اور نچڑ نہین سکتا **فائدہ ۱۸** یہ رقت نہ معنی اضافی نہ اسمین تشکیک **فائدہ ۱۹** پانی مین جرمدار اشیا ملنے کی صورتین اور اونکے احکام **فائدہ ۲۰** [۱۸۱۰] جلیلہ پانی کی رقت زائل ہونا کچھ جامدات ہی کے خلط پر موقوف نہین خلاف فالملتقط فرت علیہ کلمات الشراح اہل الضابطہ بلکہ بے جرم دار مائعات مثل شہد شیرہ رُب ودبس جب اوس سے ایسے ممتزج ہو جائین کہ معنی مذکور جرم دار کر دین ضرور رقت زائل اور طبیعت متبدل ہو جائیگی یہ فائدہ بہت ضروری یاد رکھنے کا ہے کہ فصل آئندہ مین کام دیگا ان شاء اللہ تعالی یہ ہے وہ تحقیق بازغ کہ مولی عزوجل کے فضل بالغ سے قلب فقیر پر فائض ہوئی وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضی، وصلی اللہ تعالی وبارک وسلم علی الحبیب الکریم الرؤف الرحیم المرتضی، وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ما علت سما وامضاء والحمد للہ رب العلمین (غلبہ غیر) اسمین تین بحثین ہین بحث اول کس امر مین غلبہ مراد ہے [۱۸۱۱] **اقول** یہان چار چیزین ہین طبیعت ساوصاف اجزا مقاصد ان سب کے اعتبار سے غلبہ لیا گیا ہے غلبہ بحسب اوصاف تو قول امام محمد رحمہ اللہ تعالی ہے جسکا بیان بعونہ تعالی آگے آتا ہے باقی تین مین اعتبار غلبہ بحسب طبیعت غلبہ بحسب طبع وہی زوال رقت ہے اوسکے اعتبار پر اجماع ظاہر ہے اور غلبہ بحسب اجزا کہ خاص مذہب امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کہا گیا اور امام برہان الدین صاحب ہدایہ امام قاضی خان وامام شمس الائمہ کردری وامام حافظ الدین نسفی وغیرہم اکابر نے اوسکی تصحیح کی اوسیکو درر وغنیہ مین اصح اور شرح مین صحیح اور سراج وہاج وجوہرہ نیرہ وفتاوی غزی وفتاوی علمگیریہ وقول مجہو اور شہابی عنایہ وحلیہ وغنیہ وبحر ونہر وغیرہا مین اساتذہ کرام سے منقول وماثور بتایا کما تقدم کل ذلک فی نمرۃ ۲۲ و ۱۰۱ و ۱۰۷ و ۱۰۹ جامع الرموز مین ہے یعتبر الغلبۃ من حیث الاجزاء وہو الصحیح لتقدم الجوہر علی الوصف فی الاعتبار کما فی حاشیۃ الہدایۃ جوہرہ نیرہ مین ہے کلام المحیط ان المعتبر بالاجزاء نیز غنیہ سے آتا ہے کہ یہی قول ابو یوسف ہے غایۃ البیان مین اسیکو ہمارے ائمہ سے ظاہر الروایۃ بتایا غایہ وعنایہ وبنایہ نے شرح طحاوی امام اسبیجابی سے اوسکی تائید کی اوسکے خلاف یعنی اعتبار اوصاف کو امام کرخی وغیرہ اکابر نے غلط وصحیح بتایا بنایہ مین ہے الروایۃ الصحیحۃ بخلافہ اور سہیں ہے صحۃ الروایۃ بخلافہ کذا عن الکرخی [۱۸۱۲] **اقول** اس نسبت وتصحیحات وترجیحات کے یہ معنے نہین کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالی اسکے قائل نہین بلکہ یہ کہ امام ابو یوسف صرف اسیکو اعتبار فرماتے ہین اور امام محمد اسکی ساتھ

غلبہ اوصاف کو بھی ورنہ غلبہ بحسب اجزا جس جس معنی پر لیا گیا جنکی تفصیل بحولہ تعالٰی آتی ہے وہ سب بلا شبہہ سب کو تسلیم ہیں

۱۸۱۳ فلا تغرنک المقابلۃ الواقعۃ فی قول الفتح ان محمدا یعتبرہ باللون وابا یوسف بالاجزاء وقول الاجناس فی نمبرۃ ۱۰۷ محمد یراعی لون الماء وابو یوسف غلبۃ الاجزاء الاخری الی قول العنایۃ محمد یعتبر الغلبۃ باللون ثم الطعم ثم الاجزاء والصحیح قول ابی یوسف لان الغلبۃ بالاجزاء غلبۃ حقیقیۃ لتوجد المرکب باجزائہ فکان اعتبارہا اولی ام وھی الضابطۃ التی مشی علیہا ملک العلماء والامام الاسبیجابی رحمہما اللہ تعالٰی کما مرویاتی تفصیلہ ان شاء اللہ تبارک وتعالٰی فانھم تثبت رہا غلبہ بحسب مقاصد جسے اوسکے لازم اعظم زوال اسم سے تعبیر کرتے ہیں اوسپر اجماع بھی ظاہر کما مر انہ ھنا فی نمبرۃ ۲۰۸ ولان الامام الزیلعی قد نص علیہ وان غفل فی ضابطتہ وان الخلاف انما کان فی نبیذ التمر لاجل النص علی خلاف القیاس ثم انقطع برجوع الامام ویأتی قول الحلیۃ بالجملۃ ان تین پر اجماع میں شک نہیں

۱۸۱۴ اور یہاں تینوں طور پر اوسکی تفسیر کی گئی غلبہ طبع قدوری وہدایہ سے گزرا غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء ملتقی الابحر سے لم یماء خرج عن طبعہ بغلبۃ غیرہ غرر و نور الایضاح سے لا بماء زال طبعہ بغلبۃ غیرہ ہدایہ سے نمبر ۱ میں الا ان یغلب علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط نیز غنیہ سے مالم یغلب علیہ بان یخرجہ عن رقتہ نیز ذخیرہ وتتمہ وحلیہ سے یغلب علی الماء حتی تزول بہ الرقۃ نمبر ۱۹ میں خانیہ سے ان غلبتہ الحمرۃ وصار متماسکا لا یجوز نیز خلاصہ سے ان غلب علیہ الحمرۃ وصار نشاستج لا یجوز غلبہ مقاصد نمبر ۱ میں حلیہ وتتمہ وذخیرہ سے قول امام ابی یوسف گزرا ان غلب علی الماء حتی یقال انہ ماء الباقلاء ونحوہ والا فلا نمبر ۳۰ میں قول ملک العلماء اذا خالطہ علی وجہ زال عنہ اسم الماء بان صار مغلوبا بہ سے عنایہ وبنایہ وغایۃ البیان میں کہ قول ارباب الاشربۃ الحلو المخلوط بالماء کالدبس والشہد المخلوط بہ والخل المخلوط بالماء کانت نظیر ماء غلب علیہ غیرہ یونہیں مجمع الانہر میں فرائد سے ہی جعل المصنف الاشربۃ والخل مثالین لما غلب علیہ غیرہ فیکون المراد من الاشربۃ الحلو المخلوط بالماء کالدبس والشہد ومن الخل الخل المخلوط بالماء علی ما اشیر الیہ فی النہایۃ والعنایۃ غلبہ اجزا اکثر سے گزرا لا بماء غلب علیہ غیرہ اجزاء ہدایہ سے ۱۲۲ میں الغلبۃ بالاجزاء ھو الصحیح نیز خانیہ سے تعتبر من حیث الاجزاء ھو الصحیح ۱۷ میں منیہ سے الغلبۃ من حیث الاجزاء ۸۵ میں جواہر الفتاوی سے ان غلب اجزاؤھا علی الماء یمنع التوضی بحث سوم غلبہ باجزاء سے کیا مراد ہے

۱۸۱۵ **اقول** یہ صحیح معتمد قول بھی اون تینوں اجماعی باتوں سے تفسیر کیا گیا اوس سے ظاہر تو کثرت اجزا یعنی پانی میں جو چیز ملے پانی سے مقدار میں زائد ہو اور نمبر ۲۶ میں گزرا کہ مساوی کا حکم بھی مثل زائد ہے

۱۸۱۶ **اقول** ومن العجب قول العلامۃ ش التقیید بالمغلوب بناء علی الغالب والا فقد یمنع التساوی فی بعض الصور کما یأتی اھ وای صورۃ لا یمنع فیہ التساوی غنیہ میں ہے الغلبۃ للماء من حیث الاجزاء

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بان تکون اجزاء الماء اکثر من اجزاء المخالط خزانۃ المفتین میں ہے العبرۃ فیہ بکثرۃ الاجزاء ان کان اجزاء الماء اکثر یجوز التوضی بہ والافلا اھ وھو قطعۃ من الضابطۃ الشیبانیۃ وستاتی ان شاء اللہ تعالٰی مجمع الانہر میں ہے غلبۃ غیرہ بان تکون اجزاء المخالط ازید من اجزاء الماء وھو قول ابی یوسف لانہ غلبۃ حقیقۃ لرجوعہا الی الذات بخلاف الغلبۃ باللون فانہا راجعۃ الی الوصف ومحمد اعتبر الغلبۃ باللون فی الصحیح عنہ لان اللون مشاھد یہی مضمون ابھی عنایہ سے گزرا حلیہ میں بحوالہ زاہدی زاد الفقہاء سے نیز نہایہ میں ہے تعتبر الغلبۃ فی الاجزاء فان کان اجزاء الماء اکثر یجوز والا لا جوہرہ میں ہے الاصح ان المعتبر بالاجزاء وھو ان المخالط اذا کان مائعا فما دون النصف جائز فان کان النصف او اکثر لا یجوز اھ

اقول ۱۸۲۱ الاولی بالمخالط الممازج لیستغرق فیہ الماء غیر مقصور علی الحکم وان کان الحکم مقصورا علی المائع نمبر ۲۶ میں بدائع سے گزرا تعتبر الغلبۃ فی الاجزاء فان استویا فی الاجزاء قالوا حکمہ حکم الماء المغلوب اور یہی ضابطہ زیلعیہ ہے عموماً یہی کثرت اجزاء مراد لیتے ہیں نمبر ۱۱ میں مراقی الفلاح و ابو السعود و منحۃ الخالق سے گزرا الغلبۃ بالوزن غنیہ میں ہے المعتبر کون اجزائہ اکثر من اجزاء الماء بحر و طحطاوی میں ہے العبرۃ للاجزاء فان کان الماء اکثر جاز وان مغلوبا لا درمختار میں ہے بالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز والا لا زوال رقت سے اوس کی تفسیر **اقول** ۱۸۲۲ الرقۃ طبع الماء والطبع لازم الاجزاء وغلبۃ الملزوم تلزمہا غلبۃ اللازم فمغلوبیۃ الطبع تدل علی مغلوبیۃ الاجزاء ھذا ما ظہر لی فی توجیہ ھذا التفسیر فافھم فلا یخلو عن مقال ۱۸۲۳ فالاولی ان یقال تقییدا لا تفسیرا ای المراد غلبۃ الاجزاء لا من حیث ذواتہا بل من حیث طبعہا ومقتضی ذاتہا **فان قلت** لم نسبت للاجزاء دون الکل

اقول ۱۸۲۴ لما علمنا ان الثخن لتماسک فی الاجزاء والرقۃ لعدمہ وقایہ و اصلاح سے گزرا لا بما زال طبعہ بغلبۃ غیر الاجزاء دونوں شرحوں سے گزرا ھو الرقۃ والسیلان ۱۰۷ میں حلیہ و تمرتاشی و ذخیرہ سے گزرا الغلبۃ من حیث الاجزاء بحیث تسلب رقۃ الماء شلبیہ میں منبع سے ہے المراد بغلبۃ الاجزاء ان تخرجہ عن صفتہ الاصلیۃ بان یثخن لا الغلبۃ باعتبار الوزن اسکان ربعہ میں ہے الغلبۃ بالاجزاء بان تذھب رقۃ الماء غنیہ میں ہے المخالط یعتبر فیہ الغلبۃ بالاجزاء فان کانت اجزاء الماء غالبۃ ویعلم ذلک ببقائہ علی رقتہ جاز الوضوء بہ وان کانت اجزاء المخلوط غالبۃ بان صار ثخینا زال عنہ رقتہ الاصلیۃ لم یجز اھ

اقول ۱۸۲۵ الکن الاکمل ذکر بعدہ فی تصحیح قول الثانی ما تقدم فی البحث الاول ان وجود المرکب باجزائہ فاعتبارہا اولی فھذا یمیل الی ان المراد کثرۃ الاجزاء کما افصح بہ فی مجمع الانہر لان الترکیب منہما لا من طبائعہما وانما الطبع وصف لازم فان اعتبرت من حیث اوصافہا لم یتم نفی قول الامام الثالث ۱۸۲۶ فان فرق باللازم والعارض فعلی تمامیتہ ھو بحث آخر غیر الترجیح بان ھذہ حقیقیۃ ذاتیۃ وتلک مجازیۃ عرضیۃ ھذا وقال فی الجوھرۃ ذکر الحدادی ان غلبۃ الاجزاء فی الجامد تکون بالثلث وفی المائع بالنصف اھ قال عبد الحلیم لعلہ امتحنہ فوجدہ یصیر مغلوبا بالقدر المذکور

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فعینہ کما فی شرح المقدسی اھ **اقول** [۱۸۲۷] ملحظہ الی ما وفق بہ فی البحر بین ھذین القولین بانہ ان کان المخالط جامدا فغلبۃ الاجزاء فیہ بثخونتہ وان کان مائعا موافقا للماء فغلبۃ الاجزاء فیہ بالقدر اھ وکانہ رأی ان الثخونۃ لا یحصل ولا یکون الجامد نصف الماء فقدرہ بالثلث واللّٰہ تعالٰی اعلم **اقول** [۱۸۲۸] تقییدہ بالموافقۃ لاجماع الضابطۃ ولا تنس ما قدمنا ان الرقۃ ربما تزول بامتزاج مائع ایضا اذا کان ثخینا فالتوزیع غیر مسلم وبہ ظہر ما قدمنا تحت قول الجوھرۃ زوال اسم سے تفسیر ۱۲۲ میں فتح وحلیہ سے گزرا صرح فی التجنیس اھ من التفریع علی غلبۃ الاجزاء قول الجرجانی اذا طرح الزاج فی الماء جاز الوضوء ان کان لا ینقش اذا کتب والا فالماء ھو المغلوب اھ **فان قلت** ای نظر ھھنا الی الاجزاء حتی یسمی غلبۃ من حیث الاجزاء **اقول** [۱۸۲۹] بلی لابد لصلاحیۃ النقش او الصبغ بازاء قدر معلوم من الزاج والعفص او الزعفران والعصفر قدر مخصوص من الماء حتی لو طرح فیہ اقل من ذالقدر او ھذا القدر فی اکثر منہ لم ینقش ولم یصبغ فکانت اجزاؤہ مغلوبۃ بالماء اذ لم تعمل فیہ بخلاف ما اذا اصلح فقد غلبتہ اذ غیرتہ **بحث سوم** انمیں کس معنے کو ترجیح ہے **اقول** [۱۸۳۰] انمیں تنافی نہیں وہ شراب خرما کہ پانی میں برابر سے زیادہ ممتزج ہو وہاں کثرت اجزا ہے زوال طبع وزوال اسم سب کچھ ہے پھر زوال اسم اون دونوں اور اونکے غیر کو بھی شامل ظاہر ہے کہ رقت نہ رہے تو پانی نہ کہلائیگا گچ کو کوئی پانی نہیں کہتا اور اگر جنس دیگر برابر یا زائد ملجائے تو ارتفاع نام ظاہر ہے کما تقدم قبیل الاضافات وفی نمرۃ ۲۶۲ تو اسکا اعتبار دونوں سے مغنی اور سب صورتوں کو جامع تو قول امام ابو یوسف رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ میں اسیکا ارادہ الیق وانسب کہ محیط صور وضابطہ کلیہ ہو تعریف مطلق میں کہ چار سبب منع بیان ہوئے تھے سب اسمیں آگئے ولہذا امام زیلعی نے فرمایا زوال الاسم ھو المعتبر فی الباب حلیہ سے آتا ہی کہ یہی تمام اقوال کا مرجع ہے وللّٰہ الحمد وصلی اللّٰہ تعالٰی علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم (**طبخ باغیر**) یہاں دو بحثیں ہیں **بحث اول** طبخ کی حقیقت اور یہ کہ اوسکے صدق کو کیا کیا درکار **اقول** [۱۸۳۱] وباللّٰہ التوفیق اوسمیں چند امور کالحاظ ضرور (۱) تنہا پانی کا جوش دینا پکانا نہیں کہا جاتا جبتک اوسمیں کوئی اور چیز نہ ڈالی جائے سادات ثلثہ ابو السعود ازہری علی مسکین پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے الطبخ یشعر بالخلط والا فمجرد تسخین الماء بدون خلط لا یسمی طبخا اھ زاد الشامی ای لان الطبخ ھو الانضاج استواء [۲] قاموس اھ ای ومعلوم ان الماء لا ینضج **اقول** [۱۸۳۲] وعلیہ قول الوقایۃ والنقایۃ والوافی والکنز والملتقی والغرر والتنویر ونور الایضاح وکثیرین لا یحصون اذ اقتصروا علی ذکر الطبخ ولم یقیدوا بکونہ مع غیرہ اذ قد فہموہ من نفس اللفظ [۱۸۳۳] وفی التجرید واحل التوضیح قول الاصلاح او تغیر بالطبخ معہ وفی الھدایۃ فان تغیر بالطبخ بعد ما خلط بہ غیرہ [۲] وبہ یضعف ما فی العنایۃ والبنایۃ اتفاقیۃ ای بلا خلط لان الماء اذا طبخ وحدہ وتغیر جاز الوضوء بہ کما ھو فی الحموی علی قول مسکین ای تغیر

بسبب الطبخ بخلط طاھر الخ انہ اشار بھذا الزیادۃ الی اصلاح کلام المصنف ان مجرد الطبخ دون الخلط لایکون مانعا اھ وقد تعقبہ السید الازھری بما مر فافھمنا واللّٰہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ [1838] (۳) جو چیز آگ پر رکھی جائے باطبخ ہم تک کا اثر جلد قبول کر سکے جس سے اوسکے اجزا متخلخل ہوجائیں پہلے جو صلابت تھی باقی نہ رہے خامی جاکر استعمال مطلوب کے لیے مہیا ہو سکے لوہے یا پتھر کنکر کو تنہا یا پانی میں ڈالکر آگ پر رکھنے کو پکانا نہ کہینگے وھذا لحاصل بنفس مدلول الانضاج کما لا یخفی [1839] (۳) صرف اوس شی کا یہ قابلیت رکھنا کافی نہیں یہان تک آگ پر رکھی جائے کہ یہ امور بالفعل حاصل ہوجائیں اگر پہلے ہی جدا کر لی گئی پکا نا نہ کہین گے بلکہ کچا رکھنا [1840] (۴) بعد حصول التنی یہ نہو کہ زائل ہوجائیں اگر زیادہ بڑھایا کہ استعمال مطلوب کی صلاحیت سے نکل گئی تو پکانا نہ کہینگے بلکہ جلانا و ھذا التوسط ھو الانضاج [1841] (۵) پکانے کو ضرور ہے کہ وہ شی مقصود ہو اگر پانی میں جوش دینے سے مقصود صرف پانی ہے مثلاً اوسکی اصلاح و رفع غائلہ وغیرہ کے لیے دوسری شی کا صرف اثر لیکر پھینک دینا تو اسے اوس چیز کا پکانا نہ کہینگے زخم دھونے کے لیے پانی میں نیم ڈالکر جوش دینے کو نہ کہا جائیگا کہ نیم کے پتے پکے ہیں [1842] **تنبیہ** پانی میں پکانے سے کبھی پانی بھی مقصود ہوتا ہی جیسے شوربا دار گوشت مگر یہ طبخ کے لیے لازم نہیں جیسے پانی میں شنجرف پکاتے نشاستہ کے لیے گیہوں آش کے لیے جو اور وہ پانی پھینکے اور یہ پھر بدل جاتے ہین اما ما فی المغرب قال الکرخی الطبیخ ما له مرق وفیہ لحم او شحم فاما القلیۃ الیابسۃ ونحوھا فلا اھ **[1843] فاقول** فی خصوص اللفظ لا عموم الطبخ کالشریب لما یسر فیہ عذوبۃ وقد یشرب علی ما فیہ الشرو ادون منہ ولا یشرب الا ضرورۃ کما فی التاج عن التھذیب عن ابی زید قال و مثلہ حکاہ صاحب کتاب العالم وابن سیدہ فی المخصص والمحکم اھ فھو فی خصوص اللفظین لا فی الشرب والشرب وسائر مشتقاتہ۔ **بحث دوم** طبخ مین منع کس وجہ سے ہی [1] ۲۱ مین طبخ کی بحث گزری اور یہ کہ اوس مین عبارات مختلف آئین اور یہ کہ طبخ موجب کمال امتزاج ہی جس شی معتد بہ کا پانی سے کامل امتزاج ضرور اوسکی رقت مین فرق لائیگا اور یہ کہ یہی مآل جملہ عبارات مذکورہ ہی اور یہ کہ امام ناطفی و عامہ کتب جامع کبیر وتتمہ وینابیع وتبیین وفتح القدیر وتجنیس امام صاحب ہدایہ وتجنیس ملتقط وحلیہ وظہیریہ وغنیہ ومراقی الفلاح نے پکانے سے اسی زوال رقت آب پر مدار حکم رکھا اسیکو غنیہ نے جامع صغیر امام قاضی خان سے نقل کیا اسی پر متون سے وقایہ وملتقی وغرر وتنویر وتنویر نے جزم فرمایا کہ لا بما غیر الطبع بالطبخ امام صدر الشریعہ نے شرح مین فرمایا المراد بہ ان یخرجہ عن الرقۃ **[1844] اقول** یہی مختصر امام ابو الحسن وہدایہ امام برہان الدین سے مستفاد لانھما احالا الامر علی اخراج الماء عن طبعہ وذکرا فی الامثلۃ المرق نیز ان دونوں نے زوال الطبع کی مثال مین آب باقلا گنا ہے یہ بعینہ وہی مطبوخ ہے جس کی اسیطر کافی نے اشارہ فرمایا بنایہ وکفایہ وعنایہ وغایۃ البیان وفتح نے اسی مقرر رکھا نمبر ۹ مین جوہرہ نیرہ کی عبارت گزری المراد بالمطبوخ بحیث اذا برد ثخن یہی مضمون کفایہ وبنایہ ونہایہ نیز سراج الدرایہ پھر شلبیہ علی الزیلعی سے آتا ہی نیز ان دو نمبر ۲۱ میں گزرا اور یہ کہ انہوں نے ہی خانیہ تھہرایا اور یہی مطلب خانیہ حلیہ نے بتایا کفایہ بھی اسی میں شریک یا یہی کما سیأتی بالجملہ عبارات اسپر متظافر و متواتر ہین

اقول ۱۸۴۵ ہدایہ ونقایہ ووافی وکنز واصلاح کی تعبیر تغیر سے تغیر طبع مراد لینا بہت واضح وآسان ہے اور اس درجہ تواتر کے بعد بلکہ وہ نفس لفظ کا مفاد ہے کہ انہوں نے پانی کا تغیر لیا اور پانی ذات ہے نہ کہ وصف، وصف عارض کا تغیر ذات کا تغیر نہیں عوارض بدلتے رہتے ہیں اور ذات بدستور رہتی ہے ذات نہ رہے تو عوارض بدلیں کس پر بخلاف وصف لازم کہ انتفائے لازم انتفائے ملزوم ہے اور اصل کلام میں حقیقت ہے جب تک وہ ممکن ہو مجاز ممکن نہیں جس طرح غنیہ میں فرمایا کہ الغلبة بالاجزاء غلبة حقیقیة [۱] مجمع الانہر ثم علیک بخلاف الغلبة باللون فانہا راجعة الی الوصف اھ وقد قدمنا ھذا البحث فی قول الکنز فی ،،۔

اقول ۱۸۴۶ وبہ یندفع ما فی جامع الرموز تحت قولہ او غیرہ طبخ فیہ اشارة الی ان الغلبة مانعة فیما طبخ من ھذا الجنس سواء کانت بالاجزاء او باللون اھ ویأتی دفع آخر لاجرم امام قوام الدین کاکی پھر علامہ احمد ابن الشلبی نے فرمایا عنی بالتغیر بالطبخ الثخانة والغلظ اھ وقد تقدم تمامہ فی ۲۱۷ کفایہ میں ہے ومعنی التغیر الثخونة حتی اذا طبخ ولم یثخن بعد بل رقة الماء باقیة جاز الوضوء بہ ذکرہ الناطفی کذا فی فتاوی قاضیخان بنایہ میں ہے ثم تغیر بالطبخ شیئ یعنی طبخ شیئا حتی صار کالمرق حتی اذا طبخ ولم یثخن ورقة الماء فیہ باقیة یجوز الوضوء بہ اسی طرح امام اکمل نے عنایہ میں نقل کرکے مقرر رکھا ولو بلفظة قیل اذ قال قولہ تغیر بالطبخ قیل المراد بالتغیر الثخونة فلم یصیر مرقا اسی طرح غایة البیان میں ہے تو عام بحث تھی یہی نہیں ہر کتاب پر جامع نظر [۱] ہدایہ

اقول ۱۸۴۷ متن میں زوال طبع تھا شرح نے اوسے مقرر رکھ کر آب باقلا وغیرہ سے مطبوخ مراد لیا پھر ان تغیر بالطبخ لا یجوز التوضی بہ فرمایا لاجرم یہی تغیر معہود ومقصود ھذا ما یقتضیہ موافقة الشرح للمشروح لکن فیہ اشکال قوی سنعود الی بیانہ آخر ھذا البحث بعونہ تعالی [۲] نقایہ

اقول ۱۸۴۸ اسی طرح اصل نقایہ میں زوال طبع ہے اور خود امام صاحب نقایہ نے شرح میں اعتبار رقت کی تصریح فرمائی اگر کہیے ممکن کہ نقایہ میں آگے تغیر ہوا کہ جانب تغیر گئی اقول ۱۸۴۹ تالیف شرح تصنیف نقایہ سے متاخر ہے کما لا یخفی علی من طالع العلم کہیے پھر تغیر سے تغیر کیوں فرمائی اقول ۱۸۵۰ یہی اشارہ منہ کہ ہم نے ۲۱۰ میں بیان کیا کہ طبخ میں زوال رقت کا بالفعل ظہور ضرور نہیں بلکہ اس قابل ہوجانا کہ ٹھنڈا ہوکر رقیق نہ رہے کافی ہے لاجرم التنصیص علیہ من الائمة الجلة وبہ اندفع ما فی شرح نقایة البرجندی من الاستشہاد علی التغایر بجعل التغیر قسیم زوال الطبع کما قدمناہ ثمہ [۳] و [۴] کنز ووافی

اقول ۱۸۵۱ ان میں بالطبخ کا عطف بکثرة الاوراق پر ہے اور وہاں تغیر سے یہی مراد تو بالطبخ ہوسکے نیچے وانحل وتاویل البحر قد علمت ما فیہ وقد اعترف بھذا فی النہر واستشکلہ علی تقدیر الاخذ بما فی الخانیة من البناء علی وجود اسم الباقلاء فقال کما نقل عنہ ابو السعود وعلی ھذا فیشکل عطف الطبخ علی ما تغیر بکثرة الاوراق لما علمت ان التغیر بکثرة الاوراق بالثخن وھذا بنفس الطبخ سواء ثخن اولا اھ

اقول ۱۸۵۲ والاشکال مدفوع اولاً بما علمت من تواتر النصوص علی اعتبار الثخن فی الطبخ ایضا وثانیاً ۱۸۵۳ بما سمعت ان الثخن لازم الطبخ عادة وثالثاً ۱۸۵۴ اعلمناک فی ۲۱۷ ما لکلام الخانیة ھذا واجاب الحموی ثم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ابو السعود عن اشكال النہر انہ انما یشکل ان لو کان مختار المصنف ان التغیر بکثرۃ الاوراق بالثخن ولیس کذلک لما مر من ان ظاہر قولہ ان غیر طاہر احد اوصافہ انہ لو غیر اوصافہ الجمیع لایجوز وان لم یصر ثخینا اھ

اقول [١٨٥٧] اولا لیس الاولی بنا ان نحمل کلام الائمۃ علی الضعیف المہجور مع صحۃ المعنی الصحیح الموافق للجمہور وحمل یشمل احد الاوصاف یاتی ما فیہ بعون اللّٰہ تعالٰی و [١٨٥٨] ثانیا الامام النسفی حافظ الدین صاحب الکنز ہو القائل فی مستصفاہ ان اعتبار احد الاوصاف خلاف الروایۃ الصحیحۃ کما تقدم فی ١٠١ (٣) اصلاح

اقول [١٨٥٩] کان الاولی بہ الحمل علی ما یوافق النصوص المتواترۃ لکن العلامۃ الوزیر رحمہ اللّٰہ تعالٰی قال فی منیہ ما نصہ ہہنا اطمن المعتبر فی صورۃ الطبخ تغیر الماء بہ لا خروجہ عن طبعہ کما ینبئ عنہ قول تاج الشریعۃ او بطبخ کیف وللمرق لایجوز بہ الوضوء مع انہ اغلو جد فیہ تغیر الماء بالطبخ لا خروجہ عن حد الرقۃ والسیلان اھ اقول [١٨٦٠] اولا ما یفہم من تاج الشریعۃ ہو الذی ہو نصہ ہو الموافق للمتواترات النصوص و [١٨٦١] ثانیا ما استند الیہ من المرق قد جعلہ القدوری والہدایۃ والوقایۃ والملتقی والغرر والتنویر وغیرہا مما غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء وتقدم انفا قول البنایۃ قیل العنایۃ بالثخونۃ یصیر مرقا و [١٨٦٢] ثالثا قد علمت ان الثخن لازم الطبخ عادۃ و [١٨٦٣] رابعا قد عرفت معنی الرقۃ ولا شک ان المرق اذا سال لا ینبسط کالماء فقد تجسد اکمال فی بیان الاشکال وحلہ بفضل اللّٰہ المفضال اذ کان فی متن الہدایۃ لا تجوز بماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء کماء الباقلاء والمرق وماء الزرجہ فقال فی الہدایۃ المراد بماء الباقلاء وغیرہ ما تغیر بالطبخ فان تغیر بدون الطبخ یجوز التوضی بہ ثم قال مستثنیا عما تغیر بالطبخ الا اذا طبخ فیہ ما یقصد بہ المبالغۃ فی النظافۃ کالاشنان الا ان یغلب علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ اھ اقول [١٨٦٤] وفیہ عندی اشکال قوی وذلک لان المراد بالتغیر بالطبخ اما تغیر الطبع او تغیر الاوصاف لا سبیل الی الثانی اولا لان کلام المتن فی زوال الطبع وہو مانع مطلقا بالاجماع ففیم التقیید بالمطبوخ وہذا ما قدمنا فی ٨٩ و [١٨٦٥] ثانیا کیف یراد بخروجہ عن طبعہ تغیر وصفہ بالطبخ و [١٨٦٦] ثالثا فرق بین بین طبخ للمتغیر والتغیر بالطبخ والمتحقق فی ماء الباقلاء والحمص والزردج وامثالہا ہو الاول لان مجرد خلط بعضہا بالماء ومکث بعضہا فیہ مغیر لوصفہ والخلط والمکث متقدمان علی حصول الطبخ وہو الانضاج کما ہو معلوم مشہود فلم یحصل التغیر بالطبخ بل ورد الطبخ علی المتغیر وشتان ما ہما ولا الی الاول [١٨٦٧] اولا یکون المعنی فان زال طبعہ بدون الطبخ یجوز التوضی بہ وہو بدیہی البطلان و [١٨٦٨] ثانیا یبطل استثناء المنظف من المطبوخ فان زوال الطبع لا ثنیا فیہ و [١٨٦٩] ثالثا یتناقض الحکم والثنیا فان قولہ الا اذا طبخ فیہ ما یقصد بہ دل علی جواز التوضی بما زال طبعہ بطبخہ مع المنظف وہذا ہو الذی ابطلہ بالثنیا الاخیرۃ الا ان یغلب الخ فعلی کل من الوجہین

فائدہ ١: معروضہ ١٠٦٠ علی السید ابن عمر وابی السعود
فائدہ ٢: معروضہ ١٠٦١ علیہم
فائدہ ٣: تطفل ١٠٦٢ علی العلامۃ قزاباش
فائدہ ٤: تطفل ١٠٦٣ علیہ
النور والنورق
فائدہ ٥: تطفل ١٠٦٤ علی الہدایۃ
فائدہ ٦: تطفل ١٠٦٥ علیہ
فائدہ ٧: تطفل ١٠٦٦ علیہ
فائدہ ٨: اشکال قوی علی المصنف عبارۃ الہدایۃ لم یحلہ الشراح

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ثلثۃ وجوہ من الاشکال ولم ار من تعرض لشیئ من ھذہ الاوھام حولہ فضلا عن ازاحتہ وقد تبعہ (ف۱) علی الوجہ
الاول فی الدرایۃ والشلبیۃ والکفایۃ والبنایۃ والدر فقال الاولان عنی بالتغیر الثخانۃ (الی قولھما) ھذا اذا لم یکن المقصود بالطبخ
المبالغۃ فی التنظیف فان کان کالاشنان والصابون یجوز الا ان یصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ اھ
ونحوہ فی التالیین وقال الدر لایجوز بماء زال طبعہ وھو السیلان بطبخ الا بما قصد بہ التنظیف فیجوز ان بقی رقتہ اھ و (ف۲) العجب
ان لم یتنبہ لہ الشراح السادۃ حتی ط (ف۳) الاخذ علی المراقی بما یأتی وقد اغتر بہ (ف۴) الفاضل عبد الحلیم اذ قال
لا اختلاف فی عدم جواز التوضی بماء زال طبعہ بالطبخ بخلاف ما زال طبعہ بالخلط من غیر طبخ اھ ۱۸۷۰ فیا سبحن
اللہ من ذا الذی اجاز الوضوء بماء زال طبعہ ھذا لایساعدہ عقل ولا نقل وقدم فی رابع ابحاث تذو الطبع
انہ لا یجوز بالاجماع بلا خلاف فلہ وانا **اقول** ۱۸۷۱ وباللہ (ف۵) التوفیق وجھد المقل دموعہ یتینی کشف الغمۃ
بعونہ تعالی علی تقدیم مقدمات فاعلم **اولا** ان قول المتن ماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء
لابد فیہ من التجوز لانہ جعلہ خارجا عن طبع الماء ثم سماہ ماء والماء خرج عن طبعہ حقیقۃ لا یبقی
ماء لما تقدم ان الطبع لازم الذات فینتفی بانتفائہ وقد افاد المحقق علی الاطلاق فی الفتح ان ما سلب رقتہ
لیس ماء مطلقا کما یشیر الیہ قول المصنف فی المختلط بالاشنان فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنہ اھ
فلابد من التجوز اما فی الماء سماہ ماء باعتبار ما کان او املی الخروج سمی قرب الخروج خروجا (ف۶) والثانی اکثر ۱۸۷۲
واقرب لان الاتی قریبا احق بالاعتبار من الفائت الساقط وایضا موضوع الباب الماء الذی یجوز بہ الوضوء
وما لا وایضا ھو اکثر فائدۃ لان الاعلام بماء لا یجوز الوضوء بہ اھم من منع الوضوء بما لیس بماء و **ثانیا** ۱۸۷۳ السبب
ھھنا کمال الامتزاج کما نص علیہ فی الکافی والکفایۃ والبنایۃ وغیرھا وسیأتی ان شاء اللہ تعالی وکمال الامتزاج اثرہ فی الشیئ
المخالط بغیر طبخ اخراج الماء عن الرقۃ بالفعل وفی المخالط طبخا جعلہ متھیئا للخروج بالقوۃ القریبۃ وذلک
لان المخالط یرید ثخانتہ والنار تلطفہ وترققہ فلا یظھر اثرہ کما ھو الا اذا زال المعارض وبرد کما تقدم التنصیص
علیہ عن الکتب الکثیرۃ فی ۲۱۷ و **ثالثا** ۱۸۷۴ مجرد کمال الامتزاج مع عدم الثخن بالفعل غیر مانع فی المنظف
لسر یأتیک بیانہ بعونہ جل شانہ وقد قال فی الکافی ومن معھا فی الامتزاج بالطبخ انما یمنع الوضوء ان لم یکن مقصودا
للغرض المطلوب من الوضوء وھو التنظیف کالاشنان والصابون الا اذا غلب فیصیر کالسویق المخلوط
لزوال اسم الماء عنہ اھ اذا علمت ھذا ۱۸۷۵ فالشیخ الامام رحمہ اللہ تعالی ورحمنا بہ حمل المتن علی المجاز الثانی
لما تقدم من ترجیحاتہ وایاہ اراد بالتغیر وقد انحلت الاشکالات جمیعا فان حکم المتن علی ما یتھیؤ

ف۱: تطفل ۲۷۱ علی الدرایۃ والکفایۃ والبنایۃ والشلبیۃ والدر
ف۲: معروضۃ علی السادات ش و ط
ف۳: معروضۃ علی ط
ف: النور / النور و
ف۴: معروضۃ علی الفاضل عبد الحلیم
ف۵: حل الاشکال بتفضل المتعال
ف۶: مسئلۃ المجاز ... من التجوز بما کان

لزوال الطبع مع بقائه بعد عليه بعدم جواز التوضی به لابد من تقييده بالمطبوخ لانه فی غيره لايدل علی سبب المنع وهو كمال الامتزاج بل يدل علی عدمه اذ لوكمل الثخن بخلاف المطبوخ فانه فيه دليل عليه كما علمت غير انه لايمنع فی المنظف الا اذا حصل الثخن بالفعل فاستقام الاستثناء ولله الحمد [۱۸۶۷] وبه اندفع ما رد به السيد ابو السعود ثم السيد ط علی العلامة الشرنبلالی اذ قال فی مراقی الفلاح لايجوز بماء زال طبعه بالطبخ بنحو حمص وعدس لانه اذا برد ثخن كما اذا طبخ بما يقصد به النظافة كالسدر وصار ثخينا اھ فقالا ھذا من المصنف ليس علی ماينبغی فانه متی طبخ بما لايقصد به النظافة كان رفع الحدث وان بقی رقيقا سائلا لكمال الامتزاج بخلاف مايقصد به النظافة فانه لايمتنع به رفعه الا اذا خرج عن رقته وسيلانه فالفرق بينهما ثابت وتسوية المصنف بينهما ممنوعة اھ **اقول** [۱۸۶۸] **اولا** متی سوی وقد قال فی المنظف وصار ثخينا فاعتبر الثخونة بالفعل وقال فی غيره اذا برد ثخن فاعتبر التهيؤ للثخن **وثانيا** [۱۸۶۹] قولهما وان بقی رقيقا ان اراد به ماعليه المطبوخ قبل ان يبرد فلم ينكره المصنف بل قد نص عليه اذ اعتبره رقيقا بعد ومنع الوضوء به وان اراد به مايبقی رقيقا بعد مايبرد ايضا فمنع الوضوء به ممنوع وكمال الامتزاج مدفوع اذ لوكمل لثخن ولو بعد حين **وثالثا** [۱۸۷۰] ان سلم فالمنقول عن امامی المذهب ابی يوسف ومحمد رحمهما الله تعالی هو التسوية بين المنظف وغيره علی الرواية المشهورة عن ابی يوسف وعلی كلتا الروايتين عن محمد تذكر ما اسلفنا فی ۱۰۷ عن الحلية عن التتمة والذخيرة ان ابا يوسف يعتبر فی المنظف سلب الرقة رواية واحدة واختلفت الرواية عنه فی غيره ففی بعضها اعتبر سلب الرقة ای وهی المشهورة عنه وفی بعضها لم يشترطه ای واكتفی بتغير الاوصاف وهی الرواية الضعيفة المرجوحة وان محمدا اعتبر الغلبة باللون ای وهی الرواية المشهورة عنه وفی بعضها سلب الرقة وكلتاهما مطلقة عن التفصيل بين المنظف وغيره فای عتب علی من سوی بينهما تبعا لامامی مذهبه وهما المراٰن نقتدی بهما بعد الامام الاعظم رضی الله تعالی عنهم اجمعين والله تعالی اعلم بالجملة قول مشہور ومسلک جمہور یہی ہے کہ طبخ میں وجہ منع زوال رقت ہی ہے وہ کہ ہمنے ۲۱۷ میں تحقیق کیا والاٰن **اقول** [۱۸۷۱] وبالله التوفیق اوپر معلوم ہوا کہ یہاں چار چیزیں ہیں اجزا اوصاف طبیعت اسم اور اعتبار اجزا تین وجہ پر ہے مقدار طبیعت اسم طبخ میں علت منع کثرت اجزا الیہ تو محتمل نہیں کہ یکثرت ہوگی تو ابتدا سے نہ کہ بوجہ طبخ یوہیں تغیر لون وطعم وریح اولا غالبا قبل حصول طبخ ونضج ہوجائیگا تو اوسے بھی تغیر بالطبخ نہیں لے سکتے اور بعض جگہ کہ بعد تمامی طبخ ہوا اسے علت قرار دینے پر عام مطبوخات تغیر بالطبخ سے نکل جائینگے کہ اونمیں تغیر وصف طبخ سے نہوا ثانیا اس سب سے قطع نظر ہو تو اعتبار اوصاف مذہب صحیح معتمد کے خلاف ہے خود خانیہ میں اوسکے خلاف کی تصحیح فرمائی کما تقدم مشروحا فی ۱۰۱ و ۱۲۲ فھذا لم یجد بدا علی مافی البحر والنہر مستندین الی عبارۃ الخانیۃ البانیۃ الحکم علی وجود ریح الباقلاء وجامع الرموز المعتبر تغیر اللون ثم اعتبر الریح [۱۸۷۲] فیہ نظر فان محمدا الناظر الی الاوصاف لم یعتبر علی المشہور عنہ

٢ انما اعتبر اللون ثم الطعم ثم الاجزاء کما سیاتی ان شاء اللہ تعالٰی ولو سلم فلم القصر علیھا باقی رہی طبیعت و اسم۔
اعتبار طبیعت تو وہی قول مذکور جمہور ہے اور امام زیلعی و اتقانی نے اعتبار اسم ذکر فرمایا ففی التبیین ماتغیر بالطبخ لایجوز الوضوء
بہ لزوال اسم الماء عنہ وھو المعتبر فی الباب اھ وما قال فی الھدایۃ ان تغیر بالطبخ لایجوز لانہ لم یبق فی معنی المنزل
من السماء اذ النار غیرتہ اھ علّلہ فی غایۃ البیان بزوال الاسم ۱؎ **اقول** ۱۸۸۲ یہ اعتبار طبیعت کے منافی نہیں کہ
تغیر طبع قطعاً موجب زوال اسم ہے مگر یہاں ایک دقیقہ اور ہے **فاقول** ۱۸۸۳ وبہ نستعین اوپر گزرا کہ طبخ میں کبھی پانی مقصود
نہیں ہوتا تو یہاں زوال اسم بے زوال طبع نہ ہوگا لعدم صیرورتہ شیئا اٰخر لمقصود اٰخر اور کبھی خود بھی مقصود ہوتا ہے
اسمیں تین صورتیں ہیں ایک معہود کہ پانی قدر مناسب یا اوس سے کم ہو یہ بعد طبخ طبع و اسم دونوں میں متغیر ہوجائیگا دوم اس درجہ
کثیر و وافر ہو کہ شی مخلوط اوسمیں عمل نہ کرسکے اس سے نہ طبع بدلیگی نہ اسم کہ بوجہ افراط صالح مقصود آخر نہ ہوگا سوم زائد ہو مگر نہ اوس درجہ
مفرط اسمیں محتمل کہ زوال طبع نہ ہو اور نام بدل جائے مثلاً کہا جائے شوربا کسقدر زائد کردیا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ مثلاً ایک گھڑے
پانی میں چھٹانک بھر گوشت پکائیں اوسے کوئی شوربا نہ کہیگا جمہور نے بلحاظ معہود زوال طبع پر اقتصار فرمایا اور ان بعض نے شمول
غیر معہود کے لیے بلفظ تغیر تعبیر فرمایا جس سے تغیر اسم مقصود ہے نہ تغیر وصف کہ طبخ پر موقوف نہیں وقد اشرنا الی ھذا فی ۲۱۴ عند التوفیق
بین قولھم اذا لم یثخن وقول الغنیۃ غالبا واللہ تعالٰی اعلم **اقول** ۱۸۸۴ وبہ ظھر الفرق بین المنظف وغیرہ
فانہ اذا زال الاسم حصل المنع ولا یزول الاسم فی المنظف الا بزوال الطبع بالفعل لانہ لایقصد بہ الا ما یقصد
من الماء وھو التنظیف فھذا غایۃ التحقیق واللہ سبحٰنہ ولی التوفیق بالجملہ ۱۸۸۵ حاصل تنقید و تنقیح یہ ہے کہ اگر کلام طبخ
معہود سے خاص ہو تو مدار زوال طبع پر ہے اور یہی ہے وہ جسے عامہ کتب معتمدہ نے اختیار کیا اور اس وقت منظف و غیر منظف میں فرق یہ ہوگا کہ غیر منظف میں زوال
بالقوہ کافی ہے یعنی ٹھنڈی ہونے پر جرم دار ہوجائے اور منظف مثل صابون و اُشنان میں زوال بالفعل درکار اور اگر
معہود و غیر معہود سب کو شامل کریں تو مدار زوال اسم پر ہے خواہ صرف زوال طبع کے ضمن میں پایا جائے جبکہ پانی مقصود نہ ہو
یا صرف چیز دیگر بمقصد دیگر کے لیے ہوجانے کے ضمن میں جیسے طبخ غیر معہود میں جبکہ زیادت مفرطہ نہ ہو خواہ دونوں کی ضمن میں
جہاں طبخ معہود اور پانی مقصود اسوقت بجائے زوال طبع تغیر کہیں گے امام دقیق النظر حافظ الدین نسفی نے وافی و کنز میں
یہی مسلک لیا اور نقایہ و اصلاح و تبیین و غایۃ البیان نے اونکا اتباع کیا اب منظف و غیر منظف میں فرق یہ ہوگا کہ
غیر منظف میں کبھی باوصف بقائے رقت زوال اسم ہوجاتا ہے بخلاف منظف۔ اسکی نظیریں غیر مطبوخ میں کثیر ہیں جیسے
نبیذ و صبغ و مداد وغیرہا مسائل کثیرہ۔ یہ ہے وہ جس سے بتوفیقہ تعالٰی تمام کلمات ائمہ ملتئم ہوگئے وللہ الحمد علی
الدوام، وعلی نبیہ ﷺ و ذویہ الصلٰوۃ والسلام۔ یہانتک نو بحثیں ہوئیں ایک اور اضافہ کریں کہ تلک عشرۃ کاملۃ

بحث دہم ارشادات متون پر نظر **اقول** ۱۸۸۶ ہم فصل دوم میں ثابت کرآئے کہ پانی طاہر غیر مستعمل کے فی نفسہٖ ناقابل وضو ہوجانے کے چار بلکہ تین ہی سبب ہیں کثرت اجزائے مخالط جس میں حکماً دوسری صورت مساوات بھی داخل زوال رقت کہ جرم دار ہوجائے زوال اسم جس سے یہاں اوسکی وہ خاص صورت مراد کہ مقصد دیگر کے لیے چیز دیگر ہوجائے نیز فصل حاضر کی بحث دوم ابحاث غلبہ میں گزرا کہ غلبہ اجزا کہ مذہب امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ہے ان تینوں صورتوں پر بولاجاتا ہے یا بحمد اللہ پانی مطلق کی تعریف جو ہمنے تحقیق منقح کی اور امام ابو یوسف کا مذہب کہ وہی صحیح و معتمد ہے حرف بحرف منطابق ہیں وللہ الحمد۔ اب متون کو دیکھیے تو وہ بھی ان تین سبب سے باہر نہیں انھیں کو وجہ منع ٹھہراتے ہیں اگرچہ سب کا استیعاب نہیں فرماتے اور یہ کچھ نئی بات نہیں متون نہ متون جنکی وضع اختصار پر ہے بلکہ شروح میں بھی جنکا کام ہی تفصیل و تکمیل ہے صدہا جگہ احاطہ صور نہیں ہوتا بعض کی تصریح بعض کی تلویح کہ اشارت دلالت اقتضا نحو ہے سے مفہوم ہوں اور کبھی بعض یکسر مطوی کما لایخفی علی من خدم کلماتھم وھذا من اعظم وجوہ العسر فی ادراک الفقہ واللہ المیسر لکل عسیر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم یہاں اکثر متون نے صرف سبب دوم یعنی زوال طبع کا ذکر فرمایا **قدوری** و **ہدایہ** نے عبارت میں اوسکی کچھ تفصیل نہ فرمائی ہاں مثالوں سے صورت طبخ وغیرہ کیطرف اشارہ کیا **وقایہ** و **غرر** و **نور الایضاح** نے اوسے دو سببوں کیطرف مفصل کیا طبخ و غلبہ غیر اور **ملتقی** نے تیسرا سبب جزئی اور اضافہ کیا کثرت اوراق۔ پھر غلبہ غیر کو ان سب نے مطلق رکھا مگر اول نے کہ اجزا سے مقید کیا **اقول** ۱۸۸۷ اور اسیکا ارادہ ملتقی میں چاہیے ورنہ کثرت اوراق بھی غلبہ غیر ہی ہے بہرحال کثرت اجزا و زوال اسم جنمیں زوال طبع نہ ہو ان میں مذکور نہ ہوئے ہدایہ نے شرح میں انکا اشعار فرمایا اول کا ان لفظوں سے الخلط القلیل لامعتبر بہ فیعتبر الغالب والغلبۃ بالاجزاء دوم کا اشارۂ خفیہ اس عبارت سے ان تغیر بالطبخ لایجوز اذ النار غیرتہ الا اذا طبخ فیہ مایقصد بہ النظافۃ یہ اعتبار مقصد کیطرف ایما ہی کما تقدم الان تقریرہ تو کلام ہدایہ جامع اسباب ثلثہ ہوا **وافی** و **کنز** نے دو سبب ذکر فرمائے کثرت اجزا و زوال طبع **اقول** ۱۸۸۸ اور اسے کثرت اوراق و طبخ سے مفصل فرماکر اشارہ کیا کہ زوال طبع طبخ سے ہو خواہ بلا طبخ اور اگر تغیر کو تغیر طبع و مقاصد دونوں کو عام لیکر کثرت اوراق میں صرف اول اور طبخ میں دونوں رکھیں تو بعض صور سبب سوم یعنی زوال اسم کی طرف بھی اشارہ ہوگا **اصلاح** نے دو سبب اخیر لیے زوال طبع و اسم **اقول** ۱۸۸۹ مگر دونوں کی صرف بعض صور پر اقتصار کیا کہ اول کو غلبہ اجزا اور دوم کو طبخ سے مقید کردیا **نقایہ** میں اگر تغیر بمعنی زوال طبع ہو تو اپنی اصل وقایہ کی طرح ہے اور بمعنی زوال اسم لیں اور یہی انسب ہے تو مثل اصلاح دو سببوں کا ذکر ہوا **اقول** ۱۸۹۰ اور بہرحال سبب اول ہیں وقایہ و اصلاح سے اصلح کہ غلبہ اجزا سے مقید نہ فرمایا **اقول** ۱۸۹۱ لکن فیہ اشکال قوی فان بالحکم الکلی والاستثناء انحصر سبب المنع فیما ذکر والعجب انہ لم یتنبہ لہ الشارحان الفاضلان۔

اقول ۱۸۹۲ ویمکن الجواب عن السبب الاول بان کلامہ مشعر بکون المخالط اقل اجزاء لما قدمنا فی ثانی ابحاث زوال الطبع ان الاختلاط ینسب الی اقل الخلیطین فکانہ قال یتوضؤ بہ وان خالطہ ما ھو اقل اجزاء منہ الا اذا اخرجہ عن رقتہ

بحث دہم ارشادات متون کا محصل

ف۱: متون کا بیان مقید باجماع فی التعبیر وجزم ھذا من اعظم وجوہ العسر فی ادراک الفقہ

ف۲: تطفل ۱۰۸۲ علی الامام صدر الشریعۃ

ف۳: معروضۃ ۱۰۸۳ علی القہستانی والبرجندی

او غیر اسمہ طبخا لکن یبقی وارد اقتصر الثالث علی صورۃ الطبخ ۱۸۹۳ الا ان یقال اشار الی غیرہ دلالۃ فان الذی یغیر اسمہ بدون الاستعانۃ بالنار اقوی مما لا یزیلہ الا معالجۃ النار فکانہ قال او غیر اسمہ ولو طبخا ای فضلا عما یغیرہ بنفسہ و بھذا التقریر تصیر تشیر الی الاسباب الثلثۃ فتکون من احسن العبارات ھذا غایۃ ما ظھر لی فی توجیھہ واللہ تعالی اعلم تنویر نے اگرچہ زوال طبع کو طبخ سے مقید کیا مگر غلبہ غیر کو مطلق رکھا جس سے ظاہر غلبہ بکثرت اجزا ہو تو سبب اول اور بعض صور سبب دوم کا ذکر ہوا اور اگر غلبہ کو بوجہ اطلاق غلبہ طبعًا و اسمًا و اجزاءً کو عام لیا جائے تو یہ قید اسباب ثلثہ کو عام ہو جائیگا اور ذکر زوال طبع بالطبخ از قبیل تخصیص بعد تعمیم ہوگا بل **اقول** ۱۸۹۴ کانہ رحمہ اللہ تعالی لاحظ ان زائل الطبع بالطبخ لم یغلبہ المخالط نفسہ بل النار غیرتہ فیکون العطف علی ظاہرہ واذن تکون ھذہ احسن العبارات وترتقی من الضوابط الجزئیۃ الی الکلیات متون کے ضوابط منع پر یہ نہایت کلام ہے وللہ الحمد کما یرضاہ، والصلاۃ والسلام علی مصطفاہ، والہ وصحبہ ومن والاہ،

(ضابطہ ۵) اب متون ایک کلیہ بارۂ جواز افادہ فرماتے ہیں کہ اختلاط طاہر سے پانی کے صرف وصف میں تغیر مانع وضو نہیں۔ ضابطہ ۵
وصف سے مراد رنگ مزہ بو۔ عبارات اسمیں تین طرح آئیں (۱) احد اوصافہ یعنی کسی ایک وصف میں تغیر۔ قدوری میں ہے تجوز بماء خالطہ طاہر فغیر احد اوصافہ کماء المد والماء الذی اختلط بہ الزعفران والصابون والاشنان بعینہ اسیطرح بدایہ و وافی و نقایہ میں ہے غیر ان ھذہ زادت بشرط ان یکون الغلبۃ للماء من حیث الاجزاء الخ و زاد فی الامثلۃ الماء الذی اختلط بہ اللبن وقایہ۔ کنز۔ اصلاح مختار وغیرہا وان غیر احد اوصافہ طاہر اھ و مثلت الوقایۃ بامثلۃ القدوری والاصلاح بالتراب والزعفران (۲) بعض اوصافہ کہ دو کو بھی شامل بحر میں مجمع البحرین سے ہے نجیزہ بغالب علی طاہر کزعفران تغیر بہ بعض اوصافہ ملتقی میں ہے وان غیر طاہر بعض اوصافہ کالتراب والزعفران والصابون (۳) کل اوصاف۔ غرر میں ہے وان غیر اوصافہ طاہر جامد کاشنان و زعفران و فاکھۃ و ورق فی الاصح ان بقی رقتہ یہی ۱۸۹۵ مفاد تنویر ہے فانہ ذکر مثلہ تبعا لہ کعادتہ رحمہما اللہ تعالی وان تراہ قولہ غیر اوصافہ فقد دل علیہ بادارۃ الحکم علی بقاء الرقۃ مطلقا و لہذا در مختار میں فرمایا وان غیر کل اوصافہ سادات ثلثہ حلبی طحطاوی شامی نے اسے مقرر رکھا نور الایضاح میں ہے ولا یضر تغیر اوصافہ کلھا بجامد شرح میں بڑھایا بدون طبخ ثم قال مستدلا علیہ لما فی صحیح البخاری و مسلم ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم امر بغسل الذی وقصتہ ناقتہ وھو محرم بماء وسدر وامر قیس بن عاصم حین اسلم ان یغتسل بماء وسدر و اغتسل النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بماء فیہ اثر العجین وکان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یغتسل و یغسل رأسہ بالخطمی وھو جنب و یجتزئ بذلک اھ وتعقبہ السید ط فقال قد یقال غیر نحو السدر لا یقاس علیہ لان المقصود بہ التنظیف فاغتفر فیہ تغیر الاوصاف ولا کذلک غیرہ اھ **اقول** ۱۸۹۶ تعقب علی الاستدلال بالحدیثین الاولین

والربع لا على الحكم فقد سلم من قبل وسلم منه الحديث الثالث ثم[1897] قد علمت مما حققنا ان المختفى في المنظف تهيؤ للثخن اما الاوصاف فلا عبرة بها
اصلا لكن يكفى منعا على الدليل اور تحقیق یہ ہے کہ تینوں وصفوں کا تغیر بھی کچھ مضر نہیں جب تک مانع ثلاثہ مذکورہ سے کوئی مانع نہ پایا جائے وبه بان ان النظار افترقوا في
العبارة الاولى ومثلها الثانية فرقتين فريق يعتبر فيها المفهوم فيدل على المنع بتغير وصفين والثانية على الجواز فيه والمنع بتغير الكل ثم يرد فيه
محققوهم بانه خلاف الصحيح والصحيح الجواز وان تغير الكل قال الامام الزيلعي في التبيين اشار القدوري الى انه اذا غير وصفين لا يجوز الوضوء به اھ ومثله
في الفتح والبحر كذا على عبارة البداية في النهاية والعناية والبناية والدراية والكفاية والغاية الاتقانية قال الاولان قوله احد اوصافه يشير الى انه
اذا غير الاثنين لا يجوز لكن المنقول عن الاساتذة خلافه فذكرا ما تقدم في ٩٠ زاد في العناية وكذا اشار في شرح الطحاوي اليه اھ واقره سعدي افندي
وقال التاليان في قوله احد اوصافه اشارة الى انه اذا تغير اثنان لا يجوز التوضي به لكن صحت الرواية بخلافه كذا عن الكرخي اھ وفي الكفاية ذكر
الشارح ثم اثرت عن النهاية ما عن الاساتذة وذكر الاتقاني اشارة القدوري ثم قال لكن الظاهر عن اصحابنا انه يجوز الا ترى الى ما في شرح
الطحاوي الخ وفي الجوهرة ان غير وصفين فعلى اشارة الشيخ لا يجوز والصحيح يجوز كذا في المستصفى اھ وقدمر في ١٠١ وكذا مر عن الحلية اعتبار المفهوم
في ١٧ ورده بتصحيح المستصفى في ١٠١ ثم ذكر كلام النهاية وفي فتح الله المعين يفهم من التقييد عدم جواز الاستعمال اذا تغير وصفان و
ليس كذلك اھ الغرض في الكفاية اذ ذكر ما مر ثم استدرك عليه بما في التتمة عن الفقيه الميداني من مسألة وقوع الاوراق في الحوض المارة
في ٧٦ قال قال صاحب النهاية لما تغير لون الماء بالاوراق لابد ان يتغير طعمه ايضا فكان وصفان زائلين فصار موافقا لما اشار اليه الكتاب اھ
اقول[1898] وانت تعلم انه لا يدفع ما عن الاساتذة ولذا لم تعتمده النهاية والبناية مع ذكرهم جميعا ان الماء اذا تغير لونه تغير طعمه
ايضا اھ هذه عبارة الاخيرين اقول[1899] والمراد في صورة الاوراق كما افصح عنه النهاية فلا يقال قد يتغير لونه بقليل من اللبن والزعفران ولا
طعمه وبالجملة كان الحق ان يستدرك بما عن الاساتذة على ما عن الفقيه كما فعلوا لا العكس كالكفاية وتبعه مسكين فتعقب المفهوم بما نقل في النهاية
عن الاساتذة ثم عاد فقال لا يتوضؤ من اجازة الاساتذة لم ثبته تعقب وجه في مجمع الانهر ثم قال الكرخي يمكن التوجيه بان نقل صاحب النهاية محمول على
الضرورة فلا ينافي القول بعدم الجواز عند عدم الضرورة كما في التحفة اھ اقول[1900] تبع فيه الحلية وقد علمت رده في ٣ وفريق يأباه اقول[1901]
اخذ الاولون لفظة احد وبعض شرطا وهؤلاء الشرط فشمل الكل شمول الجزئية للكلية وقد تقدم في ١٠١ عن الزاهدي في شرح القدوري قول
المصنف احد اوصافه لا يفيد التقييد الخ وقد نقل في الحلية ثم قال لكن الظاهر انه يريد من حيث الواقع والا فلا شك ان مفهوم المخالفة يفيد تقييد
الجواز بذلك كما ذكرنا وعلى هذا الفرع الذي سيأتي في الحمص والباقلاء اذا نقع في الماء وتغيرت الاوصاف الثلثة اھ والفرع المشار اليه قول المنية وكذا الحمص و
الباقلاء اذا نقع وان تغير لونه وطعمه وريحه اھ وفي جامع الرموز ما في الهداية من ذكر احد الاوصاف ليس للتقييد كما في الزاهدي واليه يشير في المضمرات اھ و
قال العلامة احمد بن يونس الشلبي على قول الكنز احد اوصافه او جميع اوصافه اذا بقي على اصل خلقته اھ وكتب بعده لفظه اھ ولم يبين المنقول عنه و
الظاهر من السياق انه الشيخ يحيى وقال العلامة منلا خسرو في الدرر وقعت عبارة كثير من المشايخ هكذا غير احد اوصافه ظاهر فتوهم بعض

ط على يحيى هذا هو الشيخ يحيى الموقعي صاحب شرح مختصر الوقاية وشرح الكنز والله تعالى اعلم ١٢ منه غفر له

ف١ : النور والنورق

ف٢ : تطفل ١٠٨٢ على الكفاية

ف٣ : معروضة ١٠٨٣ على مجمع الانهر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

شراح الهداية ان لفظ الاصل احتراز عما فوقه وليس كذلك لما في الينابيع لو نقع الحمص او الباقلاء فتغير لونه وطعمه وريحه يجوز به الوضوء وقال في النهاية المنقول عن الاساتذة فنقل ما مر ثم قال واشار في شرح الطحاوي اليه واقره الشرنبلالي وعبد الحليم والمولى حسن العجيمي وايد الخادمي بقوله والقول ان ما في الهداية غير رواية النهاية كما توهم بعيد اھ قال على قوله وليس كذلك فيجاب بان يراد التقييد باحد الاوصاف فيما يخالف الماء في الاوصاف الثلثة فان المخالط للماء اذا لم يوافقه فيما فوق غير اثنين او الثلاث لا يجوز الوضوء به اجماعا قلت هذا هو جواب الامام الزيلعي كما ياتي شرحه الخادمي بقوله لكن لا يخفى ان هذا ليس من هذا القبيل بل من قبيل الغلبة كما ياتي ثم لا كما حملتم عليه قولهم ان غير احد اوصافه وهو اختلاط ما يخالف الماء في الاوصاف الثلثة ليس من قبيل ما فيه الكلام هنا وهو خلط الجامد لان العبرة بالاوصاف عند اهل الضابطة انما هي في المائعات كما سياتي فهو من قبيل ما غلب عليه غيره وهو المذكور في الغرر اخر الكلام اما هنا فالعبرة بالرقة فكيف يحمل هذا على ذلك اھ **اقول** ١٩٠٢ لكن تخصيص الكلام بالجامد انما حدث بعد الضابطة وكلام كل من قبل الزيلعي مطلق فالحاصل ان حمله على مائع مخالف في الاوصاف الثلثة فالاعتراض ساقط عن الزيلعي وبالجملة لهم مسلكان لاهل الضابطة الاول الحمل على التقييد وحمل الحكم على مائع يخالف في الثلثة وهو مسلك الزيلعي والثاني جعل التقييد اتفاقيا وحمل الحكم على الجامد وهو مسلك الدرر ومن تبعه كالتنوير ونور الايضاح وكلاهما صحيح موافق للضابطة فلا ايراد وانما نشأ من خلط المسلكين **اقول** ١٩٠٣ نعم اذا طوينا الكشح عن الضابطة الحادثة وقصرنا النظر على نصوص المذهب والمذاهب المنقولة عن ائمة المذهب فهما مسلكان متخالفان لان جعل احد قيدا احترازيا يقضي باعتبار الغلبة بالاوصاف وهو مذهب محمد وجعله اتفاقيا يطرحه وهو مذهب ابي يوسف رضي الله تعالى عنهما وهذا هو الاولى والاحرى لوجوه تتلى **فاقول** ١٩٠٤ **اولا** قد علمت ان مذهب ابي يوسف هو الصحيح المعتمد ومهما قدرنا ان نحمل النصوص على الصحيح لا نعدوه **وثانيا** ١٩٠٥ النصوص مطلقة لتشمل الجامد والمائع واعلى الله درجات الامامين برهان الدين الفرغاني وحافظ الدين النسفي اذ زادا في الامثلة الماء الذي خالطه اللبن فاتيا بالتنصيص على التعميم وبطلان التخصيص ومحمد انما يقول باعتبار الاوصاف في المائعات كما ياتي تحقيقه ان شاء الله تعالى فجعله للاحتراز يجعل النصوص خارجة عن المذهبين والمتون ماشية على ما لا وجود له في المذهب وانما كان وضعها لنقل المذهب **وثالثا** ١٩٠٦ معلوم ان دلالة المفهوم غير قطعية ورب قيود تجيء في الكتب لا محترز لها فحمل النصوص على هذا اولى ام جعل القيد للاحتراز ثم القيام بالاعتراض **ورابعا** ١٩٠٧ لا شك ان كل معه بعضه وما غير الاوصاف فقد غير احدها واعتبار الواحد على صفة الانفراد غير لازم وما له من اطراد الا ترى الى ما في الخيرية لا يستفاد من لفظ واحدة وصف التوحيد فقد نصوا على انه لو كان تحته اربع نسوة وله عبيد فقال ان طلقت واحدة منهن فعبد من عبيدي حر او ثنتين فعبدان او ثلثا فثلثة او اربعا فاربعة فطلقهن معا

الصفة اى مرتبا فى الكل او البعض عتق عشرة من عبيده واحد بطلاق الاولى واثنان بطلاق الثانية وثلثة
بطلاق الثالثة واربعة بطلاق الرابعة مجموع ذلك عشرة فلو اشترط وصف التوحيد فى لفظ الواحدة لم يقع العتق على
الواحد فى صورة طلاقهن معا لانه حينئذ لم يطلق واحدة حال كونها منفردة بل طلقها فى جملة نسائه الاربع اھ **اقول** ۱۹۰۸
ف۱ وايضا عندى ان الحكم بالمفهوم فى امثال المحال يختلف باختلاف الاحوال فان علم ان الانفراد لا مدخل فى الحكم لا يسبق الذهن
الى المفهوم كقول رجل لبنيه اكرموا من يكرم احدكم لا يفهم منه احد ان لا تكرموا من اكرم كلكم وكذلك قول حنفى من قرأ احدى
أيات القرأن صحت صلاته وقول شافعى من مسح احدى شعرات رأسه صح وضوؤه ومن هذا الباب الصورة المذكورة فى الخيرية
فانا نرى الحكم يزداد بالازدياد فلا توقف له على الانفراد ومن ذلك قوله عزوجل وان احد من المشركين استجارك وايتم
احدهن قنطارا او جاء احد منكم من الغائط فانه لا يفهم منه عدم الحكم عند التعدد حتى عند اصحاب المفاهيم بل لو كان
مثله فى كلام الناس لم يدل على المفهوم قطعا للعلم بان الانفراد لا دخل له فى الحكم وان علم ان له مدخلا فيه ثبت المفهوم
كقوله لا تكرموا من يكرم احدكم فمن المعلوم ان الحكم للاقتصار على اكرام واحد فمن اكرمهم جميعا لا يدخل تحت النهى واذا قيل
من طلق ثنتين فله ان يراجع فهم منه ان من طلق ثلثا لا رجعة له ولم يفهم منه ان من طلق واحدة لا رجعة له فاجتمع فيه
الانفهام وعدمه فاذا كان الامر يختلف هكذا او يبتنى على العلم بالعلة من خارج لم يصح الحكم باحد الطرفين من مجرد الكلام
فههنا ان علم ان للتوحد والبعضية مدخلا فى جواز الوضوء ثبت المفهوم وان علم عدم الغرم فالحكم بكونه قيدا احترازيا
متوقف على اثبات اعتبار التغير بالاوصاف ف۲ ولم يثبت بل ثبت خلافه فلا مفهوم وبالجملة هو احتمال قام البرهان
على بطلانه فلا يعتبر ف۳ **وخامسا** ۱۹۰۹ تمثيلهم بماء المد والماء الذى خالطه الصابون من اجلى قرينة على عدم
ارادتهم المفهوم فان ماء السيل يكون متغير اللون والطعم معا بل ربما يكون متغير الثلاثة وكذلك الماء اذا
خالطه الصابون لا يقتصر على تغيير وصف واحد قط والزعفران ربما يتغير به وصفان او الثلثة واقتصاره على واحد
نادر فى المعتاد وقد ارسلوه ارسالا وجعلوه لما يغير احد الاوصاف مثالا وهذا ان كان فيه مجال مقال فماء
المد والصابون كافيان فى الاستدلال فظهر الامر وزال اللبس وقيل الحمد لله رب العلمين یہ ہیں ضوابط متون کا بیان
ضوابط پیشین نے مذہب امام ابو یوسف کا اثبات کیا اور اس ضابطہ نے مذہب امام ثالث کی نفی اور اطلاق نے واضح کیا کہ پانی
میں کوئی شی جامد ملے خواہ مائع مطلقاً تغیر اوصاف غیر مانع اور دو امام اجل صاحب ہدایہ و صاحب کافی نے پانی میں دودھ ملنے کی
مثال زائد فرما کر اس اطلاق کو پورا اسجل فرمادیا اور مذہب امام ابو یوسف کہ اس قدر تصحیحات کثیرہ سے مشید تھا انطباق متون سے
اور مؤکد ہو گیا اور بحمد اللہ یہی ہے وہ کہ مائے مطلق کی تعریف رضوی نے افادہ کیا و للہ الحمد علی الدوام وعلی نبیہ وآلہ

ف۱: تحقیق المصنف فی اعتبار وصف الوحدۃ فی لفظ الواحدۃ وفی قول احد اوصاف وعدمہ
ف۲: تطفل ثالث علیہم
ف۳: تطفل رابع علیہم

ضابطہ قول امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بحث اول تنقیح مذہب

الصلاۃ والسلام علی مر اللیالی والایام (ضابطہ) قول امام محمد رضی اللہ عنہ جسے امام اسبیجابی و امام ملک العلماء نے اختیار کیا و فی خصوص مسألۃ الاوراق فی الحوض مشی علیہ فی شرح الوقایۃ والمنیۃ ایضا مخالفۃ لنفسہا فی مواضع عدۃ منہا فی الضابطۃ الخامسۃ ونقلہا الذخیرۃ والتتمۃ عن الامام احمد المیدانی وللحلیۃ میل الیہ فی المسألۃ علی تصریحاتہا بخلافہ فی غیرہا فیہا ثم جلبی فی ذخیرۃ العقبی انہ الاصح کما تقدم کل ذلک فی ۷۷، ۹۹، و ۱۰۱ وغیرہا وذکر الامام ملک العلماء فی النبیذ المطبوخ ان الاقرب الی الصواب عدم جواز الوضوء لغلبۃ التمر طعما ولونا کما یأتی فہذا ما وجدت من ترجیحاتہ فی خصوصہ[١٩٠] وان التصحیح الصریح لمطلق ھذا القول الامام وقع فی الجوہرۃ ان الشیخ یرید الامام القدوری اختار قول محمد حیث قال فغیر احد اوصافہ اھ وقال قبلہ اشار الشیخ الی ان المعتبر بالاوصاف والاصح ان المعتبر بالاجزاء اھ **اقول**[١٩١] وفیہ بیتنی علی جعل احد للتقیید وقد علمت ما فیہ اب یہاں بعض ابحاث ہیں بحث اول تنقیح مذہب۔ **اقول**[١٩٢] اس قول کی نقل میں عبارات مختلف آئیں اور اشہر یہ ہے کہ پانی میں اگر کوئی بہتی ہوئی چیز ملے تو امام محمد اوسکے رنگ کا اعتبار فرماتے ہیں اگر اوسکا رنگ پانی پر غالب آجائے قابل وضو نہیں ورنہ ہے اور جسکا رنگ پانی کے خلاف نہو اوسمیں مزے کا لحاظ فرماتے ہیں اوسکا مزہ غالب ہو تو وضو ناجائز ورنہ جائز اور جس کا مزہ بھی مخالف نہو اوسمیں اجزا پر نظر فرماتے ہیں اگر برابر یا زیادہ مقدار پانی میں ملجائے وضو صحیح نہیں ورنہ صحیح **فاولا** تقدم فی ۱۰۷ عن الحلیۃ عن الذخیرۃ والتتمۃ محمد اعتبر غلبۃ المخالط لکن فی بعضہا اشار الی الغلبۃ من حیث اللون وفی بعضہا الی سلب الرقۃ اھ وفی الفتح عن بعضہم ان محمدا یعتبرہ باللون وابا یوسف بالاجزاء قال وفی المحیط عکسہ والاول اثبت فان صاحب الاجناس نقل قول محمد نصا بمعناہ ثم نقل کالحلیۃ عن الاجناس قال محمد فی الماء الذی یطبخ فیہ الریحان والاشنان اذا لم یتغیر لونہ حتی یحمر بالاشنان او یسود بالریحان وکان الغالب علیہ الماء فلا باس بالوضوء بہ فمحمد یراعی لون الماء وابو یوسف غلبۃ الاجزاء اھ ومر فی بحث غلبۃ الاجزاء عن مجمع الانہر انہ قول ابی یوسف ومحمد اعتبر اللون فی الصحیح عنہ اھ وفی الجوہرۃ النیرۃ عن الفتاوی الظہیریۃ محمد اعتبر اللون وابو یوسف الاجزاء اھ وفی جامع الرموز اعتبر الغلبۃ من حیث الاجزاء کما قال ابو یوسف وفی روایۃ عن محمد واشہر قولی محمد ان المعتبر اللون کما فی حاشیۃ الہدایۃ اھ فہؤلاء واٰخرون اقتصروا علی اللون **وثانیا** فی الحلیۃ عن المحیط الرضوی العبرۃ عند محمد للغلبۃ الاجزاء دون اللون او الطعم وعند ابی یوسف للون او الطعم فان لم یوجد کل منہما فغلبۃ الاجزاء اھ قال وعزاہ فی المحیط الی النوادر اھ وھذا لو انکان فیہ عکس النسبۃ وقد ثبت ان الاول اثبت فالنظر ہہنا الی تردیدہا بین اللون والطعم ثم تقدیمہما علی الاجزاء **وثالثا** فی البحث المذکور عن العنایۃ محمد یعتبر الغلبۃ باللون ثم

المعتبر الاجزاء وفي التبيين ذكر الاسبيجابي ان الغلبة تعتبر اولا من حيث اللون ثم الطعم ثم الاجزاء اھ ونقل في الشلبية عن يحيى عن الامام الاسبيجابي
بلفظ ان اللون اذا اختلط به طاهر فان غير لونه فالعبرة للون مثل اللبن والخل والزعفران يختلط بالماء وان لم يغير لونه بل طعمه فالعبرة للطعم مثل ماء البطيخ و
الاشجار والثمار والانبذة وان لم يغير لونه وطعمه فالعبرة للاجزاء فان غلب اجزاؤه على اجزاء الماء لا يجوز الوضوء به كالماء المعتصر من الشجر والثمار
كذا الملتقط من الكرم بقطعه اھ ومثله في خزانة المفتين عن صدر الشريعة ولذا الخاطئ الشيء بالماء تعتبر الغلبة من حيث اللون ثم الطعم ثم الاجزاء ثم ذكر معناه
سواء بسواء غير انه قال في الشوادي العبرة فيه لكثرة الاجزاء وكان اجزاء الماء اكثر يجوز والا لا اھ ومثله في جامع الرموز عن الزاهدي وغيره وبدايته
الطاهر ان خالف الماء لونه كاللبن والعصير والخل وماء الزعفران فالعبرة للون الخ فذكر ماء الزعفران مكان الزعفران ومثله في البناية عن شرح القدوري لزاد الفقهاء
بلفظ ماء الزعفران وكذا ذكر في الحلية وعزاه ايضا للزيلعي عن الاسبيجابي **اقول** ۱۹۴ الكنز عبارة الزيلعي عنه ما قد سمعت وفي قال القهستاني نقلا عن المحيط
فالاعتبار اولا للون ثم الطعم ثم الاجزاء اھ وفي البرجندي ذكر في الهداية انه يعتبر في الغلبة اولا اللون
ثم الطعم ثم الاجزاء فان خالف لونه لون الماء كاللبن والزعفران الخ **اقول** ۱۹۵ وليس في الهداية
فلعله من تصحيفات الناسخ فهؤلاء نبهوا بين الكل واطلقوا الطاهر غير مقيد به بالمائع وقد مثل الاسبيجابي
والسمعاني والبرجندي بالزعفران لكن ابدله الحلبي والعيني والزاهدي وزاد الفقهاء وغيرهم بماء
الزعفران **ورابعا** قال الامام ملك العلماء في البدائع الماء المطلق اذا خالطه شيء من المائعات
الطاهرة كاللبن والخل ونقيع الزبيب ونحو ذلك على وجه زال عنه اسم الماء بان
صار مغلوبا به فهو بمعنى الماء المقيد ثم ينظر ان كان الذي خالطه مما يخالف لونه لون الماء كاللبن وماء العصفر والزعفران
ونحو ذلك تعتبر الغلبة في اللون وان كان لا يخالف الماء في اللون ويخالفه في الطعم كعصير العنب الابيض وخله تعتبر الغلبة
في الطعم وان كان لا يخالفه فيهما تعتبر الغلبة في الاجزاء فان استويا في الاجزاء لم يذكر هذا في ظاهر الرواية وقالوا حكمه
حكم الماء المغلوب احتياطا هذا اذا لم يكن الذي خالطه مما يقصد منه زيادة نظافة فان كان مما يقصد منه ذلك و
يطهر به او يخالطه كماء الصابون والاشنان يجوز التوضي به وان تغير لون الماء او طعمه او ريحه لان اسم الماء باق وازداد
معناه وهو التطهير وكذلك جرت السنة في غسل الميت بالماء المغلى بالسدر والحرض فيجوز الوضوء به الا اذا صار
غليظا كالسويق المخلوط لانه حينئذ يزول عنه اسم الماء ومعناه ايضا ولو تغير الماء المطلق بالطين او بالتراب او
بالجص او بالنورة او بوقوع الاوراق او الثمار فيه او بطول المكث يجوز التوضؤ به لانه لم يزل عنه اسم الماء وبقي معناه
ايضا مع ما فيه من الضرورة الظاهرة لتعذر صون الماء عن ذلك وقياس ما ذكرنا انه لا يجوز الوضوء بنبيذ التمر
لتغير اسم الماء وصيرورته مغلوبا بطعم التمر فكان في معنى الماء المقيد وبالقياس اخذ ابو يوسف الا ان ابا حنيفة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ترك القياس بالنص (ثم افاد في بحث النص الى ان قال) ثم لابد من معرفة نبيذ التمر الذي فيه الخلاف وهو ان يلقى شيئ من التمر في الماء فتخرج حلاوته الى الماء فما دام حلوا رقيقا او قارصا يتوضؤ به عند ابي حنيفة وان كان غليظا كالرب لا يجوز بلا خلاف وهذا اذا كان نيا فان كان مطبوخا ادنى طبخة فما دام حلوا او قارصا فهو على الاختلاف وان غلا واشتد وقذف بالزبد ذكر القدوري في شرحه لمختصر الكرخي الاختلاف فيه بين الكرخي وابي طاهر الدباس على قول الكرخي يجوز وعلى قول ابي طاهر لا يجوز وجه قول الكرخي ان اسم النبيذ كما يقع على النيئ منه يقع على المطبوخ فيدخل تحت النص ولان الماء المطلق اذا اختلط به المائعات الطاهرة يجوز التوضؤ به بلا خلاف بين اصحابنا اذا كان الماء غالبا وههنا اجزاء الماء غالبة على اجزاء التمر فيجوز التوضؤ به وجه قول ابي طاهر ان الجواز عرف بالحديث والحديث ورد في النيئ واما قوله ان المائع الطاهر اذا اختلط بالماء لا يمنع التوضؤ به فنعم اذا لم يغلب على الماء اصلا فاما اذا غلب عليه بوجه من الوجوه فلا وههنا غلب عليه من حيث الطعم واللون وان لم يغلب من حيث الاجزاء فلا يجوز التوضؤ به وهذا اقرب القولين الى الصواب اھ كلامه رحمه الله تعالى وانما سقناه وان تقدم اكثره متفرقا للتنبيه على فوائد ستعرفها ان شاء الله تعالى وقال في رسائل الاركان الماء المطلق اذا خالطه مائع وغلب عليه لا يجوز التوضؤ به والا يجوز وتعرف الغلبة بان ينظر ان كان المائع مخالفا في اللون كاللبن وماء الزعفران وماء العصفر يعتبر الغلبة في اللون وان كان موافقا في اللون ومخالفا في الطعم كماء الورد وعصير العنب الابيض تعتبر الغلبة في الطعم وان كان لا يخالف اصلا كالماء تعتبر الغلبة بالكثرة كذا في فتح القدير نقلا عن بعض شروح الكنز اھ **اقول** [١٩١٦] فهو سبق قلم فلا اثر منه في الفتح فهذا التنصيص على التخصيص بالمائع **وخامسا** [١٩١٧] تراهم جميعا لم يذكروا الرائحة بل نصوص النوادر والامام الاسبيجابي والامام ملك العلماء والمحيط الرضوي وزاد الفقهاء والامام الزيلعي وخزانة المفتين والعناية والبناية والزاهدي والبرجندي والقهستاني ويحيى وابن الشلبي وغيرهم ناطقة بنفي اعتبارها احالوا الامر بعد اللون والطعم على الاجزاء لاجرم ان قال بحر العلوم في رسائل الاركان لم ار اعتبار الغلبة بالريح في كتاب اھ **اقول** [١٩١٨] بل قال الامام فقيه النفس في الخانية عند ابي يوسف تعتبر الغلبة من حيث الاجزاء لا من حيث اللون هو الصحيح وعلى قول محمد اعتبر الغلبة بتغير الطعم واللون والريح اھ وقد نقله عنه في النهر والبناية والحلية والشلبية وقال في الحلية بعد ما عزاه في قول محمد الطعم والريح اھ وتقدم في ٢١٠ قول الخانية ايضا لو طبخ وريح الباقلاء يوجد منه لا يجوز **وسادسا** [١٩١٩] اغرب جدا في الجوهرة فزعم بعد تصحيح قول ابي يوسف ومحمد اعتبار الاوصاف ان غير الثلثة لا يجوز وان غير واحد جاز وان غير اثنين لا يجوز والشيخ اي القدوري

ط الاضافة للعهد اي المتقدم ١٢ منه غفرله

ق النور و النور

١ ف معروضة على بحر العلوم

م لعله كالماء المستعمل فسقط من قلم الناسخ ١٢ منه غفرله

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اختار قول محمد حيث قال فغير احد اوصافه ام هكذا جاء الاختلاف والمسؤل من الله تعالٰى التنقيح التطبيق
او الترجيح **فاقول** ۱۹۲۰ وبالله التوفيق ما ذكر في الجوهرة[۱] مخالف لاجماع الرواة عن اٰخرهم الثلثة
عشر المذكورين في الخامس و التسعة السابقين الاجناس[۱۳] و الذخيرة[۱۴] و التتمة[۱۶] و الظهيرية[۱۷] و المحيط[۱۸] و الفتح[۱۹] و الحلية[۲۰]
و مجمع الانهر[۲۱] حتى الجوهرة[۲۲] نفسها فانهم اجمعوا ان مجرد الغلبة باللون يقيد الماء عند محمد فهذا يقول ان غير
واحد جاز و اظن والله تعالٰى اعلم انه كان يخيل له ان محمدا يعتبر الاوصاف ثم رأى الامام ابا الحسن قيد باحد فاخذ ۱۹۲۱
مفهومه فدل على ان برة الاوصاف فظن انه اختار قول محمد وقد نص ان تغير واحد لا يضر فحسب ان هذا المفهوم
هو منطوقه و المفهوم هو مذهب محمد و ليس كذلك ولا هو مقصود القدوري كما علمت **ثم** ۱۹۲۲ قد علمت ان الجمهور
قد نفوا الاعتبار بالرائحة فذكرها في الخانية لا يكون من زيادة ثقة بل مخالفة ثقة لسائر الثقات فيكون شاذا
ينافي الصحة و ستعلم بعون الله تعالٰى ان محمدا لم يعتبر الريح **ثم** ۱۹۲۳ اقتصار الاولين على اللون لا ينافي اعتبار
غيره فان التنصيص على شیئ لا ينفي ما عداه لاسيما واللون هو الملحوظ اولا فان لم يكن فغيره وكذلك الترديد في اللون
والطعم عند التنصيص على الترتيب بينهما لا تنصيص على عدم الترتيب فرواية الجم الغفير بالترتيب زيادة ثقات
واجبة القبول بقي النظر في ان الحكم هل يشمل الجامد كما هو مقتضى اطلاق الامام الاسبيجابي و تمثيله
بالزعفران ام يختص بالمائع كما هو نص الامام ملك العلماء واری لكل منهما وجها ولنا ثمه الشمول **فاقول** ۱۹۲۴
اولا تقدم في صدر هذا البحث عن الفتح و الحلية عن الاجناس عن نص محمد اعتبار الالوان في طبيخ الريحان
والاشنان و ما هما الا من الجامد **وثانيا** ۱۹۲۵ مر في ۱۲۲ عن الحلية و الفتح عن التجنيس ان اعتبار البحر اني في الزاج
والعفص صلوح النقش تفريع على اعتبار الغلبة بالاجزاء فافهم ان على اعتبار الاوصاف يتقيد بمجرد التلون و ان
لم يصلح للنقش **وثالثا** ۱۹۲۶ خص البدائع بالمائع ثم ذكر ان قياس عدم الجواز بنبيذ التمر لغلبة طعمه فاعتبره
في الجامد **ورابعا** ۱۹۲۷ كذلك اجاب من قبل ابي طاهر في مطبوخه واحتج بغلبة اللون و الطعم وقد عبر ههنا ايضا
في كلام الكرخي والدباس بالمائع مع ان الكلام في الجامد **اقول** ۱۹۲۸ و يظهر لي والله تعالٰى اعلم ان تغير الطعم
او اللون انما يكون بالامتزاج ولا يمتزج الجامد بالمائع الا ان يماع شیئ منه فتسری الاجزاء في الاجزاء الاترى
ان السكر اذا خلط بالماء لا يبقى منه ممتازا عند الا شيئ قليل وكذلك الاصباغ ولو وضعت حجرا اسود احمر
اخضر اصفر في الماء لا يتلون الماء بلونه فظهر ان الامتزاج لا يحصل في مائع الا بمائع وان كان اصله جامدا
فلعل هذا هو سر التعبير بالمائع مع الكلام في الجامد اتقنه فانه ان شاء الله تعالٰى بحث نفيس و اما الخصوص

فائدة ۱۰۸ تطفل على الجوهرة

تطفل ۲ و ۱۰۹ عليها

فاقول[1929] اولا اجمعت الامة المرحومة واجماعها حجة معصومة على جواز الوضوء بماء السيل مع العلم القطعي بتغير لونه بل ربما يتغير الطعم والريح ايضا فثبت ان مجرد تغير الاوصاف بالجامد لا يفيد التقييد بالاجماع وثانيا[1930] هذا اجماع ائمتنا رضي الله تعالى عنهم ومنهم محمد ان التمر او الزبيب او التين مثلا اذا انقع في الماء فانتقلت حلاوته منها اليه فحلا ولم يبلغ الى ان يصير نبيذا افاده لا التقييد ويجوز الوضوء به اجماعا فمحمد لم يعتبر فيه الطعم وقال بالجواز مع الاعتراف بتغيره بل وتغير اللون والريح ايضا فمن المعلوم المشهود ان اللون اسبق تغيرا منهما من الطعم واذا تغير يوجد لهما ايضا قطعا فقد تغيرت الاوصاف الثلثة بالجامدات ولم يضر بالاجماع ما لم يغلب اجزاء او بالمعنى الثالث اعني صيرورته شيئا اخر لمقصد اخر وهذا هو الفارق بين النبيذ والسيل فانه لم يصر شيئا اخر ولا زال عنه اسم الماء وهذا هو مذهب ابي يوسف فعلم ان مذهبه مجمع عليه في الجامد وانما الخلاف في المائع اقول[1931] وبه خرج الجواب عن الشاهدين الاخيرين فان الكلام فيهما في الانبذة فالمراد تغير الطعم المحدث يزيل عنه اسم الماء ويجعله نبيذا ولا نزاع فيه وثالثا[1932] تقدم في ۱۲۲ عن الخانية التوضؤ بماء الزعفران والزردج يجوز ان كان رقيقا والماء غالب فان غلبته الحمرة وصار متماسكا لا يجوز وعن الخلاصة توضأ بماء الزردج او العصفر او الصابون ان كان رقيقا يستبين الماء منه يجوز وان غلبت الحمرة وصار نشاستج لا اه فافادا ان المدار الثخن لا مجرد اللون فان كان غلبة اللون تحصل في هذه الاشياء قبل الثخن فقد صرحا بعدم الاعتداد بها ما لم يثخن وان كانت لا تحصل الا اذا ثخن فقد بينا ان ذكر غلبة اللون لكونها ههنا دليلا على المناط وهو الثخن فكان وصار متماسكا او نشاستج عطف تفسير له اقول[1933] وبه تبين الجواب عن نص الاجناس فلم يكتف رحمه الله تعالى بقوله لم يتغير لونه حتى يحمر او يسود بل اضاف اليه وكان الغالب عليه الماء وهذا ما عبر به الخانية والخلاصة اذ قالا بعد ذكر الحمرة وصار متماسكا بيد ان المقام[1934] يحتاج الى تلطيف القريحة، واعمال روية قوية صحيحة، وكلا بل الى التوفيق، من رب رفيق، فالنظر الطام يتسارع الى الفرق بين العبارتين وعبارة الخانية والخلاصة لانهما ذكرا شيئين غلبة الحمرة والتماسك في عدم الجواز فافهما ان تغير اللون لا يكفي للمنع ما لم يتماسك لا لابتناء الامر على اجتماع الامرين ونقل الاجناس ذكر شيئين سلامة اللون وغلبة الماء في جانب الجواز فافاد ان ايهما انتفى انتفى الجواز لعين ما وجه اعني بناء الجواز على الاجتماع اقول[1935] وتحقيق النظر يوضح الامر فان هذا المعنى يحوج الى ان تغير اللون ينفي الجواز وان كان الغالب هو الماء وهو خلاف الاجماع فان الغلبة هو القطب الذي تدور عليه رحى هذه الاحكام عند جميع ائمتنا الاعلام لما سمعت قول الفتح ان اعتبار الغالب عدما عكس الثابت لغة وعرفا وشرعا اه اذ من المعلوم ضرورة ان غلبة الماء هي العلة الكافية للجواز وعدمها المنع اذ ليس احد من الائمة يجيز الوضوء بالماء المغلوب سلبت اوصافه او لا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الا ما تقدم من حكاية شانه عن الامام الاوزاعي على كلام فيه ثم جماعة رحمهم الله تعالى فامتنع ان تكون غلبة الحمرة علة برأسها منحازة عن الغلبة المتمام العلة وحينئذ يدور الامر بين وجهين اما ان تكون هي العلة وبها الغلبة فيكون قوله وكان الغالب عليه الماء عطف تفسير لعدم تغير اللون واما ان تكون بمعزل عن العلية وانما ذكرت لانها ههنا اٰية مغلوبية الماء ببلوغ سبيل الامتزاج وبهذا ظهر ذلك ولان الاحمرار بالاشنان والاسوداد بالعفص لا يحصلان بنفس الطبخ ايضا بل بالطبخ الكامل الا ترى انه فرض المسألة في ماء يطبخان فيه ثم قال اذا لم يتغير لونه وكان الغالب الماء فلا بأس فاذا انهما يطرحان في الماء ويمكثان فيه ويعمل فيهما النار الى ان يطبخا ولا يحصل معه ذلك التغير المغير حتى امكن التقييد بعدمه في الجواز بل لابد له من مكث وعمل النار بعد ذلك حتى يحصل الطبخ الكامل الموجب لكمال الامتزاج وحينئذ يصير الماء مغلوبا بلا ريب فذكرت هذه الامارة الظاهرة لكونها مرئية وللمغلوبية في المطبوخ غير مرئية ما لم يبرد كما تقدم ثم ذكر الحقيقة تنبيها على ما هو المناط الحقيقي فهذا محمل نفيس واضح وهذا هو عين مفاد الخانية و الخلاصة ولله الحمد واذ جاء الاحتمال سقط الاستدلال بل ترجح هذا بعبارتي الخانية والخلاصة اذ الروايات يفسر بعضها بعضا ثم كفى بالجماعين شاهد عدل **فان قلت**[ف١٩٣٦] لعلهما في غير المطبوخ فلا يمنعان اعتبار الاوصاف فيه ونص التجنيس انما هو فيه **اقول**[ف١٩٣٧] اولا نصه مخصوص بما يحدث فيه تغير الاوصاف بعد كمال الطبخ كما علمت ولا يقاس عليه ما يتغير قبل الطبخ وهو الكثير الغالب اذ قبله لا فرق بينه وبين النيء وقد انعقد الاجماع على عدم اعتبارها فيه فيؤول الكلام الى ان الاوصاف اعتبرت بها الا فيما تغير فيه بعد كمال الطبخ وهذا لا يضرنا لما علمت ان الماء يصير مغلوبا اذ ذاك فتتحقق العلة سواء عبرتم بها او بلا عبر بها من تغير الاوصاف **وثانيا**[ف١٩٣٨] اي فرق بين النيء والمطبوخ سوى ان الطبخ يوجب كمال الامتزاج كما نص عليه اهل الضابطة قاطبة قال الامام الزيلعي التقييد اما بكمال الامتزاج او غلبة الممتزج فكمال الامتزاج اما بالطبخ الخ وقال قبيل التيمم انه بالطبخ كمل امتزاجه وكمال الامتزاج يمنع اطلاق اسم الماء عليه اھ وقد قال قبل حد ش والضابطة ايضا الامام الجليل النسفي في الكافي ان بطلان الاطلاق بكمال الامتزاج وهو بطبخ الماء المخلوط الطاهر الخ ويأتي تمامه ان شاء الله تعالى اذن نقول بموجبه ولا يكون دليلا على اعتبار مجرد تغير الاوصاف كما لا يخفى فانكشف الامر ولله الحمد وبقي الشاهد الثاني من شواهد العموم **اقول**[ف١٩٣٩] ليس مفهومه ما ذكر بل له مذهب اٰخر غير مستتر وذلك ان الامام ابا عبد الله الجرجاني لما اعتبر في تقييده صلوح الصبغ والنقش وما هو الا بتلون الماء وربما يحصل قبل الثخن كان لمتوهم ان يتوهم انما اعتبر الغلبة باللون فنبه الامام البرهان على بطلانه وقال بل هو تفريع على اعتبار غلبة الاجزاء لان غلبتها كما علمت على ثلثة انحاء هذا هو النحو الثالث منها فذهبت الشواهد جميعا اما تمثيله بالزعفران فقد اشبعنا الكلام عليه في ٢٢ والاٰن لم يبق الا اطلاق الامام الاسبيجابي **اقول**[ف١٩٤٠] **اولا** لنا مندوحة عنه فيما تقرر في

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مقرر ان المطلق فی کلامھم یحمل علی المقید ومن عادتھم الاطلاق تعویلا علی معرفۃ الحذاق وقالوا ویفعلون کیلا یدعی
علمھم من لم یزاحمھم بالرکب کل ذٰلک مذکور فی رد المحتار وغیرہ **وثانیا** ۱۹۴۱ ھذا ان لم یجب التقیید فکیف
قد وجب بشہادۃ الاجماع **وثالثا** ۱۹۴۲ ان تقول الجامد ایضا تعتبر فیہ غلبۃ الاوصاف اذ ادت الی غلبۃ الاجزاء
باحد المعانی الثلثۃ کما عرفت فی النبیذ والزاج والعفص والعصفر والزعفران وکثیر من نظائرھا فمن ھذا الوجہ
الاطلاق وان کان نحو التغیر المعتبر فی الجامد مغایرا للمعتبر عندک فی المائع **بل** ۱۹۴۳ قد یظن اتفاق القولین من کلام البدائع
المار فیہ حیث ناط الامر فی المائع بزوال الاسم وذکر فی تفصیلہ غلبۃ اللون والطعم وزوال الاسم ھو المعتبر فی الجامد
ایضا بل علیہ المدار کما علمت مرارا وکان ینتج ھذا ان لا خلف بین الامامین الصاحبین الا فی التعبیر **اقول** ۱۹۴۴ وقد
کان یعینہ ھذا ان المنقول عن نص محمد انما ھی مسألۃ مطبوخ الاشنان والریحان وفیہ کمال الامتزاج الموجب للغلبۃ
بالاجزاء لکن تعاورھا العلماء علی نصب الخلاف بینھما فی غیر ذٰلک وان عبرہ المحقق فی الفتح بقولہ نقل بعضھم فیہ
خلافا بین الصاحبین ان محمدا یعتبرہ باللون وابا یوسف بالاجزاء اھ **لکن** التحقیق عندک ان زوال الاسم المذکور
ھنا فی البدائع لیس بالمعنی المعتبر فی غیر المائع کما سیأتیک بیانہ ان شاء اللہ تعالٰی وبالجملۃ قد استقر عرش التحقیق
وللہ الحمد علی کل ما نص علیہ الامام ملک العلماء فی البدائع ان خلاف محمد انما ھو فی المائع وانہ لا یقتصر علی اللون
بل یعتبر الطعم ایضا وانہ یرتب بینھما فیقدم اللون ثم الطعم وانہ ینقل الحکم بعدھما الی الاجزاء ولا یعتبر الریح
ھکذا ینبغی التنقیح والحمد للہ علی تواتر الائہ وافضل صلاتہ وسلامہ علی سید انبیائہ والہ وصحبہ وابنہ و
احبائہ امین **ھذا** وزعم العلامۃ الحدادی فی الجوھرۃ بعد ما صحح قول ابی یوسف ان نص محمد اعتبار الاوصاف ان غیر
الثلثۃ لا یجوز وان غیر واحد جاز وان غیر اثنین لا یجوز قال والتوفیق بینھما ان کان مائعا جنسہ جنس الماء کماء الدباء
فالعبرۃ للاجزاء کما قال ابو یوسف وان کان جنسہ غیر جنس الماء کاللبن فالعبرۃ للاوصاف کما قال محمد قال والشیخ یعنی
الامام القدوری اختار قول محمد حیث قال فغیر احد اوصافہ اھ **اقول** ۱۹۴۶ اولا لیس بتوفیق بل تلفیق ثم ۱۹۴۷ النصوص متظافرۃ
عن محمد انہ یعتبر اللون ثم الطعم لا انہ لا یعتبر الوصف الواحد ۱۹۴۸ وثالثا ۱۹۴۹ کون ماء الدباء من جنس الماء غیر معقول ولا مقبول
ومن نظر الفروع المارۃ علم انہ لا یوافق القولین ولا ما اتت بہ النصوص علی المذھبین ثم ۱۹۵۰ ھو خلاف الاجماع فی ماء المد فقد اطبقوا
انہ ما دام علی رقتہ یجوز الوضوء بہ مع انہ انما یغیر وصفین بل الثلث وما ھو الا اختلاط ما لیس من جنس الماء من تراب ورمل وغثاء ولذا ۱۹۵۱
اجماعھم علی جواز الوضوء بما نقع فیہ تمر وان حلا ولا شک ان تغیر اللون یسبقہ مع الریح نبیذا فلم یعتبر فیہ الاوصاف بل الاجزاء بالمعنی الثانی
واللہ تعالٰی اعلم **بحث سوم** اس قول کی توجیہ احکام **اقول** ۱۹۵۲ باللہ التوفیق کتب علماء کو غالبا بہر خلافیہ میں خصوصا وہ خلاف کہ امام وصاحبین

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یا باہم صاحبین میں ہو دلائل فریقین بیان کرنیکا التزام ہوتا ہے اگرچہ خلافیات مشایخ میں ویسا اعتنا نہ کریں مگر اس خلافیہ میں دلیل قول امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی کسی کتاب میں نظر فقیر غفرلہ المولی القدیر سے اصلاً نہ گزری حتی کہ بدائع میں جسنے اوس پر مشی فرمائی سوا اوس لفظ کے کہ مجمع الانہر میں اعتبار رنگ پر لکھا لان اللون مشاهد حالانکہ اوس قول کے چار جز میں ہر جز طالب تصحیح یہ دو حرفی جملہ ایک جز کے لیے بھی وافی نہیں **فاولاً** [١٩٥٣] ما کل مشاهد معتبرا فالدليل اعم من المدعى **وثانياً** [١٩٥٤] ما كل معتبر مشاهد فالدليل اخص من المدعى وبالجملة لا يلزم من كونه مشاهدا اعتباره ولا من عدم مشاهدته اخرى عدم اعتباره **وثالثاً** [١٩٥٥] ان خصت المشاهدة بالرؤية خرج الطعم وقد اعتبره محمد وان اريد بها الحس دخلت الريح ولم يعتبرها وانا

اقول [١٩٥٦] وبربي ثم بنبيه استعين جل وعلا وصلى الله تعالى عليه وعلى اله وصحبه اجمعين كان محمدا يقول رضي الله تعالى عنه ان رفع الحدث منوط شرعا باستعمال الماء المطلق ومطلقه هو الذي يتبادر الى الافهام باطلاق لفظ الماء ولا شك انها حقيقة معروفة مشهورة معلومة لكل احد لا تلتبس ولا يحتاج احد في ادراكها الى استجلاب العلم من خارج باخبار غيره ان هذا ماء فلا يراد بطلقه الا ما نشأ انه هذا او وشك انه الماء اذا صار على لون مائع اخر يرتاب الناظر فيه ولا يقطع انه ماء الا اخبر من غيره من بعد بمره واللون اول مدرك [١٩٥٧] فان لم يغلب اخذه في فمه المضمضة فوجده على طعم مائع اخر يأخذه من الارتياب ما كان يأخذ في متغير اللون بالنظر فخرج عن الماء المطلق اما الريح [١٩٥٨] فربما تكتسب بالمجاورة ومن دون خلط شيء فما صح كونه وطعمه الارتياب المستعمل في كونه ماء بمجرد تغير في ريحه فان كان فيه [١٩٥٩] فرائح غيره مساويا او غالبا لا يقف عليه المستعمل الا باخبار من خارج وحينئذ يعرف انه ليس بماء فالمائية لم تتوقف ادراكها على الخارج بل عدمها ومعلوم ان هذا [١٩٦٠] الارتياب في الالتباس انما يكون بالمائع فالماء ومما اختلط من جامد او طعمه لا يلتبس به وانما يتوقف فيه انسلاب اسم الماء على تهيئه لمقصد اخر فمن ههنا حصل الفرق بين الجامد والمائع وظهر منزع محمد باجزائه الاربعة **وبعبارة اخرى** [١٩٦١] اجمعنا ان ما صار شيئا اخر لمقصد اخر لا تجوز به الطهارة وان الموتر اقرب ان الغالب الممتزج بالماء قدره افاذ ليس الا التغير في اوصافه اذ لو سلمت بقاء الطبع وغلبة القدر استحال ان يسلب عنه اسم الماء من دون موجب فعلم ان التغير في الاوصاف ههنا مقدم على زوال الطبع ومغلوبية القدر ثم [١٩٦٢] تتم شيئان زوال اسم الماء وتجدد اسم اخر وهذا يتوقف على تهيئه لمقصد اخر والمنع منوط بالاول وان لم يوجد الاخر اذ الشرع المطهر انما امر بالماء فاذا انسلب عنه اسم الماء خرج عن المامور به وان لم يدخل في مقصد اخر غير ان الجامد يتبع فيه [١٩٦٣] الاول الاخر فلا ينسلب اسم الماء به ما لم يتهيأ لمقصد اخر كما ترى في السيل وماء القي فيه قليل سكر او نقع فيه حمص او تمر بخلاف المائع فانه اذا غلب على اوصاف الماء اشتبه المائية فلم يتوهم ما يتبادر اليه الفهم باطلاق لفظ الماء فقد زال الاسم وان لم يتجدد له اسم اخر لان بالارتياب في الالتباس لا هذا الاسم يبقى ولا غيره يثبت وهذا هو المعنى عندي بزوال الاسم المذكور هنا في كلام الامام ملك العلماء الماشي على قول محمد بخلافه المعتبر في الجامد فانه الذي يعقبه حدوث اسم اخر

كما تقدم تحقيقه وبالله التوفيق ولله الحمد **وبه انكشف** ١٩٦٤ ما يتراءى ورده من ان هذا يوجب اعتبار الاوصاف في الجامدات ايضا وان لم يحصل التهيؤ لمقصد اٰخر ولا نعني القليل حتى تقولوا ان القليل مغلوب والمغلوب هدر اجماعا بل الحد الذي يعتبر فيها يجعله شيئا اٰخر اذا صار لمقصود اٰخر فاذا بلغ التغير ذلك الحد لم لا يسلب اسم الماء وان لم يتجدد اسم اٰخر لعدم التهيؤ المذكور وذلك كماء الزردج فانه يطرح ولا يصبغ به فلا يصير لمقصود اٰخر بخلاف ماء الزعفران لكن اذا كان ماء الزردج بحيث يصلح للصبغ لو كان يصبغ به فقد تغير واي فرق بين المائين اذا بلغا هذا الحد في تغير الماء وكون هذا يقصد للصبغ لا ذاك شيء اٰخر وراء التغير فالماء مغلوب فيهما على السواء وعليه تدور رحى المنع وعليك بتلطيف القريحة فان الانسلاب بالتجدد او الارتياب لا غير هذا **وبه ظهر** ١٩٦٥ الجواب عن قولهم المار في البحث الاول من ابحاث غلبة الغير عن العناية ومجمع الانهر ان الغلبة بالاجزاء غلبة حقيقية اذ وجود المركب باجزائه فكان اعتباره اولى بخلاف الغلبة باللون فانها راجعة الى الوصف كيف وقد جمعنا ونص الحديث على اعتبار الغلبة بالاوصاف في كثير يخالطه نجس **وفي** ١ الدم ان خرج من الفم تعتبر الغلبة بينه وبين الريق من حيث اللون فان كان احمر نقض الوضوء وان اصفر لا كما في التبيين والبحر وغيرهما **وفي** ٢ الدم خرج من اسنانه فابتلعه ان غلب على الريق افطر ويعرف بوجدان طعمه وعليه الاكثر وبه جزم في البزازية واستحسنه الكمال وشيخ الاسلام الغزي كما في الدر وهذا ١٩٦٦ التوزيع على وفق مسلكي فاعتبر في الوضوء اللون تمشيا له وفي الصوم الطعم لتعذر ادراك اللون وقلت خاصة انت ايها الامام الثاني **في** ٣ لبن امرأة خلط بدواء لذان غير طعمه ولونه معا لم يتعلق به تحريم الرضاع والا حرم قال في التبيين في المنتقى فسر الغلبة في رواية ابن سماعة عن ابي يوسف فقال اذا جعل في لبن المرأة دواء فغير لونه ولم يغير طعمه او على العكس فاوجر به صبي حرم وان غير اللون والطعم ولم يوجد فيه طعم اللبن وذهب لونه لم يحرم وفسر الغلبة في رواية الوليد عن محمد فقال اذا لم يغيره الدواء ولم يكن لبنا تثبت به الحرمة اھ **فان قلت** لم عدل محمد ههنا عن الاوصاف الى الاجزاء **قلت** ١٩٦٧ لان الحكم في الطهارة على الماء فلزم المطلق وههنا على الرضاع و٤ المص من الثدي غير لازم بالاجماع فبقي وصول اللبن الى الجوف فما دام اللبن لبنا صدق الوصول هذا لما ظهر لي في تقرير مذهب محمد رحمه الله تعالى **اقول** ١٩٦٨ وكان ابا يوسف يقول رضي الله تعالى عنه الارتياب والالتباس لعارض لا يغير الذات لا يخرج الشيء عن حقيقته المتبادر اليها الافهام عنه سماع اسمه كزيد جاء متنكرا فلم يعرفه الناس فلا معنى لزوال الاسم مع بقاء الحقيقة اجزاء ومقصودا كما قدمنا تحقيقه ولربما يحصل الالتباس بخلط جامد فانه لا يغير الا اذا ماع فاذا اتحد عمله وعمل مائع كان اللبس على حد سواء فانك لن القيت في الماء عصفرا فاصفر صار كماء الزردج لا تفرق بينه وبين ماء

الفی فیه ماء الزردج وقد اجمعنا علی اهداره مالم یهیأ لمقصد اٰخر والنجس [١٩١] لایؤثر فی تغییر ذات الماء کما مرمنا
تحقیقه ان الماء النجس المستعمل من الماء المطلق وانما یسلبه وصف الطهارة فجاز البناء فیه علی الاوصاف التی
لاتتغیر بتغیرها الذات بخلاف ماھنا فانه مما تبقی الذات سالمة یبقی داخلا تحت المطلق المامور به [١٩٢] والمعتبر فی الوضوء
سیلان نجس بقوته ولا نظر بعد ذلك الی امتزاجه بطاهر اقل منه قدرًا او اکثر فاحمرار البزاق یدل علی ان
الدم کثیر خارج بقوته واصفراره علی انه قلیل استتبعه البصاق قال الامام الزیلعی الدم ان خرج من نفس الفم تعتبر الغلبة
بینه وبین الریق وان تساویا انتقض الوضوء لان البصاق سائل بقوة نفسه فکذا مساویه بخلاف المغلوب لانه
سائل بقوة الغالب فیعتبر ذلك من حیث اللون اھ ثم قال لو قاء دما ان نزل من الرأس نقض قل او کثر باجماع اصحابنا
وان صعد من الجوف فالمختار ان کان علقا یعتبر ملء الفم لانه لیس بدم وانما هو سوداء احترقت وان کان مائعا
نقض وان قل لانه من قرحة فی الجوف وقد وصل الی ما یلحقه حکم التطهیر اھ ثم قال تحت قول الکنز او بلغما او دما غلب علیه
البصاق ما نصه هذا اذا خرج من نفس الفم وان خرج من الجوف فقد ذکرنا تفاصیله اھ ای ان کان علقا اعتبر ملء الفم والا نقض
وان قل قال العلامة الشامی فی منحة الخالق الخارج من الجوف لایخالطه البزاق الا بعد وصوله الی الفم لان البزاق
محله الفم لا الجوف وبهذا یظهر الفرق بین الخارج من الفم والخارج من الجوف فان الخارج من الفم انما کان سیلانه بسبب
البزاق وجعل غلبته علی البزاق دلیل سیلانه بنفسه بخلاف الخارج من الجوف فانه لایصل الی الفم الا اذا کان سائلا
بنفسه فالفرق بینهما واضح اھ والمناط [١٩٣] فی الصوم دخول شیئ من الخارج فی الجوف الا ما تعذر التحرز عنه ولذا
عفی عن بلة تبقی بعد المضمضة وعن قلیل اثر یبقی فی الفم من الماکول وما وجد طعمه غیر قلیل کما حققه فی الفتح
قال لنا ان القلیل تابع للاسنان بمنزلة ریقه فلا یفسد کالریق وانما اعتبر تابعا لانه لایمکن الامتناع عن بقاء
اثر ما من الماکل حوالی الاسنان وان قل ثم یجری مع الریق التابع من محله الی الحلق فامتنع تعلیق الافطار بعینه
فیعلق بالکثیر ومن المشایخ من جعل الفاصل کون ذلك مما یحتاج فی ابتلاعه الی الاستعانة بالریق اولا الاول
قلیل والثانی کثیر وهو حسن لان المانع من الافطار بعد تحقق الوصول کونه لایسهل الاحتراز عنه وذلك فیما یجری
بنفسه مع الریق الی الجوف لا ما یتعمد فی ادخاله لانه غیر مضطر فیه وفی الکافی فی السمسمة ان مضغها لایفسد الا
ان یجد طعمه فی حلقه وهذا حسن جدا فلیکن الاصل فی کل قلیل مضغه اھ فتبین ان اعتبار اللون والطعم فی الوضوء
والصوم لیس من جهة اعتبار الغلبة بالاوصاف بل لان بهما ههنا تحقق المناط وقد نصوا [١٩٤] فی خمر قلت ان کان الماء قلیلا او
مساویا حُدّ اذا وصل الی الجوف وان غلب الماء لا الا ان یسکر کما فی البزازیة فاعتبروا الغلبة بالاجزاء والا فالخبیثة تغلب

ضعفہا بل اضعافہا من الماء فی الاوصاف اما مسألۃ الوضاع فالمعتمد فیہا ایضا اعتبار الاجزاء باحد المعانی الثلثۃ کما ہو قول محمد دون الاوصاف کما بینتہ فیما علقتہ علی رد المحتار علا ان المناط ہہنا شرب ما یعذی وینبت اللحم وینشز العظم فظن الامام الثانی ان اللون اذا ذہب بہ وطعمہ کسر قوتہ کالمخلوط بالطعام واللہ تعالٰی اعلم فانکشف الحجاب وزہر الصواب والحمد للہ الکریم الوہاب وصلی اللہ تعالٰی علی السید الاواب والہ وصحبہ خیر الاصحاب الی یوم الحساب اٰمین

فصل رابع

ضوابط کلیہ۔ الحمدللہ ہمارے بیانات سابقہ نے واضح کردیا کہ دونوں مذہب امامین مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہما دو ضابطہ کلیہ ہیں **اول ضابطہ یوسفیہ** کہ جب پانی کا سیلان زائل ہوجائے یا رقت نہ رہے اگرچہ بے کسی چیز کے ملے یا اس میں اُسکا غیر کہ مقدار میں برابر یا پانی سے زائد ہو مل جائے یا دوسری شے سے ملکر ایک مرکب جداگانہ مقصد آخر کیلئے ہوجائے اگرچہ وہ دوسری شے پانی سے مقدار میں کتنی ہی کم ہو ان صورتوں میں پانی مقید ہوگیا اور قابل وضو نہ رہا ورنہ مطلقاً مائے مطلق ہے اگرچہ رنگ مزہ بُو سب بدل جائیں اور یہی صحیح و معتمد اور یہی مفاد متون مستند ہے **دوم ضابطہ شیبانیہ** کہ اگر سیلان یا رقت نہ رہے تو مقید ہے اگرچہ بے خلط چیزے ہو اور کسی چیز کے خلط سے قصد دیگر کے لیے چیز دیگر ہو جائے تو مقید ہے اگرچہ مخلوط جامد ہو اور اگر یہ صورتیں نہیں اور مخلوط شے جامد ہے تو مطلقاً مائے مطلق ہے اگرچہ اوصاف بدل جائیں اور اگر مخلوط شے مائع ہے تو اوّلاً رنگ دیکھیں گے اگر پانی پر اُسکا رنگ اس درجہ غالب آیا کہ ناظر کو اُسکے پانی ہونے میں اشتباہ پڑے مائع دیگر کا شبہہ گزرے تو مقید ہوگیا اور اگر رنگ اتنا نہ بدلا تو مزے پر نظر ہوگی اگر مزہ اُسی حدِ التباس تک بدل گیا تو مقید ہے اور اگر رنگ و مزہ اس حد تک نہ بدلے تو بُو کا لحاظ نہیں صرف یہ دیکھیں گے کہ وہ دوسرا مائع اگر مقدار میں پانی سے زائد یا برابر ہے مقید ہوگیا ورنہ مطلق ہے **سوم ضابطہ بر جندیہ** کہ پاک چیز جو پانی میں ملے اگر جنس ارض سے ہو جیسے مٹی ہرتال چونہ یا اُس سے زیادت نظافت مقصود ہوتی ہے جیسے صابون وغیرہ اگرچہ پکنے میں ملے ان دونوں صورتوں میں جبتک پانی اپنی رقت پر باقی ہے وضو جائز ہے ورنہ نہیں اور اگر نہ جنس زمین سے ہے نہ اُس سے زیادت نظافت مقصود تو اسکا خلط اگر پکنے میں ہوا اور اُس سے پانی میں کچھ بھی تغیر آیا وضو جائز نہیں اگرچہ رقت باقی رہے گر ظہیریہ نے اس میں بھی اعتبار رقت کیا اور اگر خلط بلا طبخ ہوا تو اس صورت میں امام محمد مطلقاً اعتبار رنگ فرماتے ہیں اور امام ابویوسف کے نزدیک اگر وہ بہتی ہوئی چیز ہے تو کثرت اجزا کا اعتبار ہے اگر پانی زیادہ ہے وضو جائز ورنہ نہیں اور غیر مائع میں وہی اعتبار رقت ہونا چاہیے کہ پانی اپنی رقت پر نہ رہے تو وضو ناجائز ورنہ جائز قال رحمہ اللہ تعالٰی تفصیلہ ان الطاہر المخالط اما من جنس الارض کالتراب الزرنیخ والنورۃ او من غیر جنس الارض وہو اما ان لم یختلط بالطبخ او اختلط بہ بالطبخ وحینئذ اما ان یقصد بہ النظافۃ کالاشنان اولا فہذہ اربعۃ اقسام وحکم الاقسام الثلثۃ الاول انہ ان غلب الماء جاز التوضی وان غلب المخالط لا ومعنی غلبۃ المخالط فی الاول والثالث

ان زوال الرقۃ وفی الثانی ان غلب لون المخالط عند محمد والاجزاء عند ابی یوسف رحمہما اللہ تعالٰی واذا اعتبر
غلبۃ الاجزاء فہو فیما لایخالطہ (فی نسخۃ: فی المائعات) ینبغی ان یکون بحیث یخرج الماء عن الرقۃ وفی روایۃ عن ابی یوسف فی ھذا القسم
ان کان مما لایقصد بہ النظافۃ کالصابون فہو غیر طہور مطلقا سواء غلبۃ الاجزاء اولا ھذا ھو المفہوم
من الفتاوی الظہیریۃ وشروح الہدایۃ وذکر فی الہدایۃ یعتبر فی الغلبۃ اولا اللون ثم الطعم ثم
الاجزاء واما حکم القسم الرابع فاشار الیہ بقولہ او غیرہ طبخا وھو ما لایقصد بہ النظافۃ واطلاق التغیر
وجعلہ قسیما للاخراج عن طبع الماء یتبادر منہ ان مطلق التغیر بالطبخ مانع سواء اخرجہ عن طبع الماء اولا
وھذا ھو المفہوم من الہدایۃ ویؤیدہ ما فی الخزانۃ وفتاوی قاضی خان انہ اذا طبخ فیہ الباقلی وریح الباقلی یوجد
منہ لایجوز بہ التوضی ھذا وقد ذکر فی الفتاوی الظہیریۃ انہ اذا طبخ الحمص او الباقلی فی الماء وصار بحیث اذا
برد ثخن لایجوز بہ التوضی وان لم یثخن ورقۃ الماء باقیۃ جاز اھ وسنقلہ تماما وان تقدم اخرہ لجمع کلامہ
فی محل واحد **اقول**[۱۹۷۷] اس کا خلاصہ یہ کہ امام ابو یوسف کے نزدیک مطلقا رقت آب پر مدار ہے مگر دو صورتوں میں ایک
یہ کہ کوئی بہتی چیز بغیر طبخ پانی میں ملے کہ اسمیں کثرت اجزاء پر لحاظ ہے دوسرے یہ کہ جس چیز سے زیادت نظافت نہ مطلوب ہو طبخ میں اسمیں
مطلق تغیر مانع ہے اور امام محمد کے نزدیک مطلقا اوصاف کا اعتبار ہے مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ ملنے والی چیز جنس زمین سے ہو دوسرے یہ کہ اسمیں
زیادت نظافت مطلوب ہو ان دونوں میں رقت پر نظر ہے ہماری تحقیقات وتنقیحات مذکورہ اور ائمہ کے نصوص وتصریحات مسطورہ پر نظر کرنیوالا
جانیگا جن جن وجوہ سے اسمیں کلام ہے مثلاً **اول** مذہب امام ابو یوسف میں مقصد آخر کے لیے شیئ دیگر ہو جانیکا ذکر باقی رہ گیا اسمیں رقت
کثرت اجزاء کسی کا لحاظ نہیں **فان قلت**[۱۹۷۸] الیس قال باعتبار الاجزاء علی قولہ وقد تقدم لک ان معناھا والثانی
التہیؤ لمقصد اٰخر **اقول**[۱۹۷۹] لکن کلامہ بمعزل عنہ الا تری انہ خصہا فی الجامدات بانسلاب الرقۃ **ثانی**
یوہیں مذہب امام محمد میں اس کا ذکر نہ آیا حالانکہ وہ مجمع علیہ ہے جیسا کہ مسائل نبیذ وزعفران وغیرہا میں گزرا **ثالث** نمبر ۲۱۷ و بحث دوم
ابحاث طبخ میں اسّی کتابوں سے تصریح وتحقیق گزری کہ طبخ میں بھی رقت ہی مدار ہے مجرد تغیر وصف کافی نہیں **رابع** وہیں گزرا کہ منظف
وغیر منظف میں کیا فرق ہے **خامس**[۱۹۸۱] نیز یہ کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی سے مذہب منقول ہیں دونوں کا ایک حکم ہے **السادس**
انما الغلبۃ قطب الرحی فلا تختص بہا الاقسام الاولی **السابع** محمد لایقتصر علی اللون **الثامن**[۱۹۸۳] مجرد الخلط
بلا تغیر مما لایمنع اجماعا فلابد من تقیید اطلاق ما ذکر روایۃ عن الثانی فی القسم الثانی **التاسع** قدمنا
منافی استشہادہ باطلاق التغیر وجعلہ قسیما لزوال الطبع قبیل ۲۱۸ **العاشر** حققنا مفہوم الہدایۃ
فی ثانی ابحاث الطبخ وان ما فہم منہ من الاجتزاء بمجرد تغیر الوصف الذی استشہد علیہ بعبارۃ الخزانۃ

والخانیۃ غیر مراد **الحادی عشر** ذکرنا معنی کلام الخانیۃ فی ۲۱۰ وانہ لایؤید ما یرید **الثانی عشر** ذکرنا فی ثانی ابحاث الطبخ ما فی الاستناد بما بثلثۃ وجوہ **چہارم ضابطۂ زیلعیہ** عبارت امام زیلعی ۲۸۰ میں گزری اور اونکا خلاصہ ارشاد یہ کہ جو پانی درختوں سبزیوں نے پی لیا یا منظفات مثل صابون وغیرہ کے سوا اور کوئی چیز اوس میں پکانے سے نہایت کمال میل ہوگیا یا اور طرح دوسری چیز مل کر اوس پر غالب آگئی ہو اوس سے وضو جائز نہ ہوگا یہ تین اسباب تقیید الماء ہیں سبب سوم یعنی بلا طبخ وتشرب غلبہ غیر کی یہ تفصیل کہ جامد شے ملی تو پانی رقیق نہ رہے اور بہتی چیز اگر رنگ مزہ بو تینوں وصف میں پانی کے مخالف ہے تو دو وصف بدل دے اور دو یا ایک میں مخالف ہے تو ایک ہی بدلنا کافی ہے اور کسی میں مخالف نہیں تو کثرت مقدار کا اعتبار ہے اگر پانی مقدار میں زائد ہے وضو جائز ہے ورنہ نہیں **اقول** ۱۹۸۳ وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق یہ فقیر حقیر غفر لہ المولی القدیر اکابر کے حضور زبان کھولنے کی کیا لیاقت رکھتا ہے مگر بحمد المولی سبحنہ وتعالی جب دامن ائمہ مذہب رضی اللہ تعالی عنہم ہاتھ میں ہو تو دل قوی ہوتا ہے بیان امام فخر زیلعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے دو حصے ہیں پہلا ضابطۂ تقیید یعنی پانی کس کس سبب سے مقید ہو کر آب مطلق باقی نہیں رہتا یہ ان لفظوں میں تھا کہ تشرب نبات یا کمال امتزاج بطبخ غیر منظف یا غلبہ غیر بس اس میں صرف تین وجہ سے کلام ہے **اول** یہ کلام نفیس وصحیح ونجیح تھا اگر کلام آتی میں غلبہ غیر کو زوال رقت غلبہ اوصاف وکثرت مقدار سے خاص نہ کرتے کہ زوال اسم تبدل مقصود کو بھی شامل رہتا کما قدمنا فی مبحث غلبۃ الغیر **اقول** ۱۹۸۴ بلکہ اب صرف غلبہ غیر پر قناعت بس تھی کہ تشرب نبات وامتزاج بالطبخ کو بھی شامل مگر اوس تخصیص سے تقیید کا ایک اجماعی سبب یعنی تبدل مقصود باقی رہ گیا لہذا وہ بس کہنا صحیح نہ ہوا اسکی تحقیق وتنقیح مستطاب ہو کلام محقق والو السعود سے جواب ۲۸۰ میں گزری وللہ الحمد والتوفیق ونیز اصل ثانی کا ہے **دوم** تشرب نبات سے قاطر کرم کو کہ آپ ٹپکتا ہے خارج فرمانا اگرچہ ایک جماعت اکابر نے مانا تحقیق اوسکے خلاف ہے اسکا بیان ۲۰۰ میں گزرا یہ اعتراض امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں کیا فقال فی اثناء نقل الضابطۃ حین بلغ ہذا المحل مانصہ لکن عرفت مافی ہذا الحکم من الخلاف وما فی ہذا التعلیل من المعارضۃ فی المعنی کما قدمناہ انفا من الکافی عن المحیط وذکرنا ان الظاہر انہ لاوجہ لہ **اقول** ۱۹۸۵ بلکہ وجہ اوسکے پانی ہی نہ ہونے میں کلام ہے اسکا بیان حاشیہ ۲۰۰ میں گزرا **سوم اقول** ۱۹۸۶ مطبوخ منظف کا حکم باقی رہ گیا فانہ اخرجہ من الطبخ بالقید ومن الغلبۃ بقولہ غلبۃ الممتزج بالاختلاط من غیر طبخ ولا تشرب نبات دوسرا ضابطہ غلبہ بے تشرب وطبخ وہ یہاں سے آغاز ہوا کہ اگر جامد شے ملی الی آخرہ **اقول** ۱۹۸۷ اولا یہ جو کچھ فرمایا منقول تھا یہ وہ ہی امام ممدوح کا ایجاد واجتہاد ہے جسے امام محقق علی الاطلاق پھر علامہ شرنبلالی پھر علامہ شامی نے بلفظ التحکم تعبیر فرمایا لا جرم قصد شارح الکنز رحمہ اللہ تعالی التوفیق بین کلام الاصحاب باعطاء ضابط فی ذلک اور یہی معترک ایلات وجمع ہرگز مخالفات ہیں دانما ہم چہارم ذکر ان چیزوں کا ہے جو پانی کو مقید کریں کہ پانی ہی نہ رکھیں اور سلب تغیر ہو کر

ف: ضابطۂ امام زیلعی

له هذا ما اعتمد المحقق حيث اطلق ومشى الشامی ولفظ الشرنبلالی فی الغنیۃ کما قال الزیلعی الضابط لهذا ۱۲ منه غفرله

ف: معروضۃ ۱۰۱ علی العلامۃ الزیلعی

ف: معروضۃ ۱۱ علی الامام ابن امیر الحاج

ف: تطفل ۱۲۱ علی الامام فخر الزیلعی

ف: تطفل ۱۲۲ علیہ

ف: تطفل ۱۲۳ علیہ

پانی ہی رہیگا تو سبب سوم کی چاشنی تو ان سب پہلی حذف ہونی چاہیے یہ اعتراض امام ابن الہمام کا ہے حیث قال بعد نقل الضابطۃ والوجہ ان یخرج من الاقسام ماخالط جامدا فسلب رقتہ لان ھذا لیس بماء مقید والکلام فیہ بل لیس بماء اصلا کما یشیر الیہ قول المصنف لانہ زال عنہ اسم الماء لانہ یغلب فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنہ لانہ تعلق بمخلوط الخالق واقرہ اقول ۱۹۸۸ وما ھو الا شبہ بالاخذ علی اللفظ اذ لا اثر لہ علی الاحکام ومامثلہ فی الفقہ بنادر پنجم خرما جامد ہے تو بحکم ضابطہ نبیذ سے وضو جائز ہونا چاہیے جبتک پانی رقیق ہے حالانکہ یہ خلاف صحیح ہے اور روایت جوازسے امام نے رجوع فرمائی اقول ۱۹۸۹ خرمی کی کیا تخصیص ہے کہ صحیح و مرجوع مختار و مرجوع سے فرق کیا جائے کشمش منقی وانجیر وغیرہا سب جامد ہیں اور انکی نبیذ سے وضو بالاجماع باطل اور بحکم ضابطہ جواز چاہیے ششم یوہیں زعفران جامد ہے تو اگرچہ تینوں وصف بدل دے بروئے ضابطہ جواز رہی جبتک رقت باقی ہو حالانکہ حکم منصوص عدم جواز ہے جبکہ رنگنے کی قابل ہو جائے یہ بھی اعتراض علامہ صاحب بحر الرائق کے ہیں انکا ذکر ۲۸ و ۵۹ و ۲ میں گزرا مع ماحاول البحر من توجیہہ وقد رد النھر علیہ وتحقیق الرد بما لامزید علیہ وقدمنا ایضا فی ۱۲ وما زد فی مسألۃ الزعفران من عبارات ظواھرھا متنافیۃ وردھا بتوفیق اللہ تعالی الی جانۃ واحدۃ صافیۃ اقول ۱۹۹۰ وبہ ظھر وللہ الحمد محمل ما فی البحر اذ قال بعد ماذکر تبعا للھدایۃ ان ماء الزعفران ماء مطلق عندنا ومقید عند الشافعی رضی اللہ تعالی عنہ مانصہ فان قیل لو حلف لا یشرب ماء فشرب ھذا الماء المتغیر لم یحنث ولو استعمل المحرم الماء المختلط بالزعفران لزمتہ الفدیۃ ولو وکل وکیلا بان یشتری لہ ماء فاشتری ھذا الماء لا یجوز فعلم بھذا ان الماء المتغیر لیس بماء مطلق قلنا لا نسلم ذلک ھکذا ذکر السراج الھندی اقول ولئن سلمنا فالجواب اما فی مسألۃ الیمین والوکالۃ فالعبرۃ فیھما للعرف وفی العرف ان ھذا الماء لا یشرب واما فی مسألۃ المحرم فانما لزمتہ الفدیۃ لکونہ استعمل عین الطیب وان کان مغلوبا اھ فالکلام فی ماء خالطہ زعفران قلیل فغیر لونہ ولم یجعلہ صالحا للصبغ فھذا ھو الباقی علی اطلاقہ الصالح للطھارۃ بہ وفیہ یستقیم قول العلامۃ السراج الھندی ان شاربہ لا یحنث وان المحرم یفدی باستعمالہ وان الوکیل ان شراہ لا یلزم الموکل کیف وھو ماء مطلق وقلیل التغیر ھذا شرعا وعرفا اقول ۱۹۹۱ والا لم یحنث بشرب ماء المد ولم یجز شراء الوکیل ماء من احرزہ وھو کما تری وقد صرحوا ان الطیب ان طبخ فی طعام سقط حکمہ والا فالحکم للغالب فان غلب الطیب وجب الدم وان لم تظھر رائحتہ کما فی الفتح والا فلا شیئ علیہ غیر انہ اذا وجد معہ الرائحۃ کرہ وان خلط بما یستعمل فی البدن کاشنان ونحوہ ففی رد المحتار عن المسلک المتقسط عن المنتقی ان کان اذا نظر الیہ قالوا ھذا اشنان فعلیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

صدقة وان قالوا هذا طیب علیه دم اھ وما قالوا فیما خلط بمشروب ان الحکم فیه للطیب مطلقا فانما علیه دم ان مر
والا فالصدقة الا ان یشرب مرارا فالدم فقد بحث فیه فی البحر انه ینبغی التسویة بین الماکول والمشروب
المخلوط کل منهما بطیب مغلوب اما عدم وجوب شیئ اصلا ای کما قالوا فی الطعام او وجوب الصدقة ای کما قالوا
فی الشراب ویؤیده بحث البحر ما فی التبیین لو اکل زعفرانا مخلوطا بطعام ولم تمسه النار یلزمه دم وان مسته فلا شیئ علیه
وعلی هذا التفصیل فی المشروب اھ وفی البحر عن مناسک الامام ابن امیر الحاج بحثا ان کان الطیب غالبا واکل منه
او شرب کثیرا فعلیه الکفارة والا فصدقة وان کان مغلوبا واکل منه او شرب کثیرا فصدقة والا فلا شیئ
علیه اھ فقد سویا بین الماکول والمشروب ۱۹۹۳ اقول علی ان ایجاب الصدقة فی المشروب بالطیب المغلوب
لا یوجب ان الاطلاق به مسلوب الا تری ان قطرات من ماء الورد تطیب ارطالا من الماء ولا یسع لعاقل ان
یقول انه خرج من کونه ماء کلبن خلط بنزر من عنبر او مسک لا یسوغ لاحد ان یقول لم یبق لبنا وبالجملة فالامر
انما استقر فیما لم یصلح للصبغ وعلیه یدل قول الهدایة لنا ان اسم الماء باق علی الاطلاق الا تری انه لم یتجدد له
اسم علی حدة اھ فان ما صلح للصبغ قد تجدد له اسم بحیاله فیقال له صبغ لا ماء فکیف یحنث شاربه ولم لا
یخالف شاربه فقد بان ۱۹۹۴ ان الذی سلکه البحر صحیح واضح وهو محمل کلام العلامة السید الازهری اذ قال اعلم
ان اعتبار بقاء الرقة والسیلان دون تغیر الاوصاف فیما اذا کان المخالط جامدا کزعفران یقتضی جواز الاستعمال
وان غیر الزعفران لون الماء لاطلاق اسم الماء علیه ومنع بان المحرم لو استعمله لزمته الفدیة فذکر الاسئلة الثلاثة
واجوبة الهندی والبحر فانما اراد التغیر القلیل المغتفر وحینئذ جواز الاستعمال صحیح مقرر ولم یرد به تقریر
ایراد البحر علی الضابطة فانه فیما صلح للصبغ وعندئذ جواز الاستعمال باطل منکر دل علیه قوله لاطلاق اسم
الماء علیه وقد افصح بالمراد اذ قال عقیبه ما مر وهذا اذا کان بحال لا یصبغ به فان امکن الصبغ به لم یجز کنبیذ
تمر اھ عن البحر اھ فاعرفه ولتثبت ہفتم دودھ کو اقسام غلبہ کی قسم دوم میں شمار فرمانا محل کلام ہے بلکہ وہ قسم اول میں ہے کہ بلاشبہ
ایک جدا خوشبو رکھتا ہے جو پانی میں نہیں یہ اعتراض علامہ خیر رملی کا ہے وقد تقدم فی ۱۳۴ وانه تبعه فیه ش ووقع
فی حاشیة مراقی الفلاح للعلامة ط تحت قول المتن وما له وصفان فقط کاللبن له اللون والطعم
ولا رائحة له فیه انه یشم من بعضه رائحة الدسومة اھ ۱۹۹۵ اقول بل من کله وان خفی فی بعضه لما ان تغلی
کما قدمت ہشتم آب بطیخ کو قسم سوم میں شمار فرمانا بھی محل نظر ہے کہ یقیناً اوسکی بو پانی کے خلاف ہے اور بعض کا
رنگ بھی سرخ یا زرد یہ اعتراض بھی علامہ رملی کا ہے وقد مر فی ۲۷۹ واشرنا ثمه ان مراده ما لا لون له وان کان

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ظاہر سیاقہ حیث جعل اللبن مخالفا للماء فی وصفین اللون والطعم وقال فی ماء البطیخ یخالفہ فی الطعم فتعتبر
الغلبۃ فیہ بالطعم اھ انتھی ادمکالا یخالف منہ الماء الا فی الطعم کما قال العلامۃ الشرنبلالی فی مراقیہ ان بعض
البطیخ لیس لہ الا وصف واحد اھ وتبعہ ابو السعود ثم ط وکذلک ش اقول قال ماء البطیخ ای بعض انواعہ
موافق للماء فی عدم اللون والرائحۃ مباین لہ فی الطعم اقول 1996 وذلک لان مالا یخالفہ الماء فی الرائحۃ
نادر بخلاف ما یوافقہ فی اللون کما دل علیہ کلام العلامۃ الخیر ومالا یخالف فی لون ولا رائحۃ اندر والحاجۃ
مندفعۃ بالحمل علی کثیر الوجود لانہ اذا لم یخالفہ الا فی وصفین کفی الضابطۃ تغیر احدھما وطعمہ اقوی من
ریحہ فاجتزأ بہ وبہ یخرج الجواب عن المخالفۃ المذکورۃ فی ۲ و ۳ فتنبہ۔ 1997 یہ ہیں وہ ایرادات کہ کلام علما میں تقریر
ضابطہ پر نظر سے گزرے۔ وانا اقول 1998 وباللہ التوفیق انکے سوا وہ محل ایرادات کثیرہ ہے اجمالاً بھی اور تفصیلاً
بھی تفریعاً بھی اور تاصیلاً بھی مثلاً نہم غیر ثمر کی نبیذ سے بھی وضو جائز ہو جبتک رقیق رہے حالانکہ خلاف اجماع ہے وقد ذکرناہ
انفا دہم 1999 شربت سے جائز ہو حالانکہ خلاف نصوص متواترہ ہے دیکھو ۲۸۵ و ۲۸۸ یازدہم 2000 دوا خیساندہ سے جائز ہو
حالانکہ خلاف اصل مجمع علیہ ہے دوازدہم 2001 کسیس یا زوروشنائی ملکر لکھنے کے قابل کردے جب بھی جائز ہو اگر رقت نہ جائے
یہ بھی اصل اجماعی کے خلاف ہے سیزدہم 2002 تا پانزدہم پینے کا پانی خوشبو کرنے کو گھڑے بھر میں قلیل کیوڑا گلاب بید مشک
ڈالتے ہیں وہ یقیناً وہی رہتا ہے جو مطلق آب کے نام سے مفہوم ہوتا ہے مگر بروئے ضابطہ پانی نہ رہا شانزدہم 2003 ہفدہم
زعفران یا شہاب حل کیا ہوا پانی اگر پانی ہی ہے ملکر صرف رنگ بدلے اگر رنگنے کے قابل کردیا تو بالاجماع ورنہ امام محمد کے نزدیک
اوس سے وضو ناجائز ہے اور حکم ضابطہ سب کے خلاف ہے ہجدہم 2004 تو ہیں بودار بڑیا کا حل کیا ہوا پانی جبکہ بو غالب نہ ہو کہ یہ ہلکے بدلے
رنگ بدل جائے نوزدہم 2005 سفید انگور کا سرکہ جب صرف بو بدلے باتفاق ارشادات ائمہ جواز ہے اور حکم ضابطہ ممانعت بستم 2006 و بست و یکم
رنگین سرکے جبکہ مزہ یا بو قوی الاوصاف ہو جب صرف مزہ و بو تبدیل کریں حکم منصوص ائمہ جواز ہے اور ضابطہ مخالف انکا ذکر ۲۸۶ سے
۳۰۵ تک گزرا اور وہ ترک کردیے جن میں صرف امام محمد سے خلاف ہے۔ یہ بر طبق بحر الرائق بعض جزئیات سے کلام تھا اب اصول پر سنیے
فاقول 2007 وباللہ التوفیق بست و دوم خلط میں زوال رقت پر قصر صحیح نہیں اس کا بیان ۲۸۷ میں گزرا۔
بست و سوم 2008 زوال رقت کا جامد پر قصر صحیح نہیں اس کا بیان مسائل الدقۃ والتبیان میں گزرا بست و چہارم 2009
اول الجامد غلبہ غیر میں گزرا کہ قول صحیح ومعتمد و مذہب و ظاہر الروایۃ قول امام ابو یوسف ہے اور ضابطہ صراحۃً اوس کے خلاف کہ اوس میں اوصاف
ساقط النظر اور اس میں اعتبار اوصاف بست و پنجم 2010 ضابطہ ہشتم میں تحقیق و تنقیح قول امام محمد گزری کہ اولاً صرف رنگ
معتبر ہے اوس میں خلاف نہ ہو تو صرف مزہ۔ اوس میں بھی خلاف نہ ہو تو اجزا۔ ضابطہ کا حرف حرف اس ترتیب کے خلاف ہے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

تو اس سے دونوں امام مذہب سے صریح اختلاف ہے۔ **اقول**[۲۰۱] والعجب ان الامام الفخر رحمہ اللہ تعالٰی ورحمنا بہ فی الدنیا والاخرۃ حاول ھٰھنا التوفیق بین ماجاء فی الباب عن الاصحاب مما ظاہرہ الاضطراب وقد عدّ فیہا ھذا القول قول محمد ایضا لکن حیث اتی علی التوفیق لم یلم بہ اصلا وما کان لہ ان یلتئم مع صریح نقیضہ وھذا کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی اعلم ان عبارات اصحابنا مختلفۃ فی ھذا الباب مع اتفاقہم ان الماء المطلق یجوز الوضوء بہ وما لیس بمطلق لایجوز فعن ابی یوسف[۱] ماء الصابون اذا کان ثخینا قد غلب علی الماء لایتوضأ بہ وان کان رقیقا یجوز وکذا ماء الاشنان ذکرہ فی الغایۃ وفیہ[۲] اذا کان الطین غالبا علیہ لایجوز الوضوء بہ وفی[۳] الفتاوی الظہیریۃ اذا طرح الزاج فی الماء حتی اسود جاز الوضوء بہ وکذا العفص اذا کان الماء غالبا وفیہ[۴] ان محمدا اعتبر بلون الماء وابا یوسف بالاجزاء وفی المحیط عکسہ وفی[۵] الھدایۃ الغلبۃ بالاجزاء لابتغیر اللون وذکر[۶] الاسبیجابی ان الغلبۃ تعتبر اولا من حیث اللون ثم من حیث الطعم ثم من حیث الاجزاء وفی[۷] الینابیع لو نقع الحمص والباقلاء وتغیر لونہ وطعمہ وریحہ یجوز الوضوء بہ واشار القدوری الی انہ اذا غیر وصفین لایجوز الوضوء بہ وھکذا جاء الاختلاف فی ھذا الباب کما تری فلابد من ضابط وتوفیق بین الروایات اھ ثم ذکر الضابطۃ ورد الاقوال الیہا ملخصا کما نقلنا فی ۲۸۷ و تلک ثمانیۃ نصوص اربعۃ منہا الاول المخالط الجامد وعلیہ الثلثۃ الاول والسابع الثانی المائع یخالف فی الثلثۃ وعلیہ الثامن الثالث یخالف فی البعض وعلیہ الرابع فیما حکی عن محمد الرابع الموافق وعلیہ الخامس بقی ھذا السادس الذی ھو قول محمد تماما ولا محمل لہ فان الضابطۃ وزعت والنصوص تبعت وبین الترتیب من التوزیع غیر ان البحر فی البحر اراد ایرادہ ھذا المورد فاورد مالا یصح لہ ھذا العجب حیث قال وانما قولہ من قال العبرۃ للون ثم الطعم ثم الاجزاء فمرادہ ان المخالط المائع لو کان لونہ مخالفا للون الماء فالغلبۃ تعتبر من حیث اللون وان کان لونہ لون الماء فالعبرۃ للطعم ان غلب طعمہ علی الماء لایجوز وان کان لایخالفہ فی اللون والطعم والریح فالعبرۃ للاجزاء اھ **اقول اولا**[۲۰۲] اذا کان العبرۃ باللون فیما یخالفہ فیہ وحدہ اومع وصف اٰخر اوفی الاوصاف جمیعا وکذا الطعم فکلام الامام الاسبیجابی اما فیما لایخالف الا فی ذلک الوصف وحدہ اوفیما یخالف فی وصفین او اعم لاسبیل الی الاخیرین لانہ اذا خالف فی وصفین فایہما تغیر غیر ففیم القصر علی احدہما **وایضا**[۲۰۳] لیکن الوصفان اللون والطعم فعلی الذی قدم اللون واخر الطعم وعلی الاول کان المعنی ما لایخالف الا فی اللون کان المعتبر فیہ اللون وما لایخالف الا فی الطعم کان المعتبر فیہ الطعم وما لایخالف فی شیئ فالعبرۃ فیہ بالاجزاء فمن این جاء الترتیب ولو لم یقل العبرۃ اولا بالطعم ثم اللون ثم الاجزاء او بالاجزاء ثم الطعم ثم اللون الی غیر ذلک من التقلیبات اذ کلہا حینئذ متساویۃ الاقدام فی البطلان والاہمال **وایضا**[۲۰۴] تبقی علیہ خمسۃ من سبعۃ فان المخالفۃ

تطفل ۲۱ علیہا

تطفل علی البحر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فی لون او طعم او ریح او لون وطعم او لون وریح او طعم وریح او فی الکل فکیف قصر الحکم علی اثنین [٢٠١٥] وثانیا فی هل هو یعتبر الریح ام لا الثانی یرد الضابطة وعلی الاول لم حذفها وکیف استقام له نقل الحکم بعد الطعم الی الاجزاء [٢٠١٦] وثالثا فی عبارة الامام الاسبیجابی قدمناها مع کثیر من موافقاتها صدر البحث الاول من الضابطة السادسة وهی بکل جملة جملة منها تخالف الضابطة وتأبی محملها الموزع المبدل لاحکامها اذ یقول ان غیر لونه فالعبرة للون مثل اللبن وقدمنا ان اللبن یخالف فی الثلاث فکیف اجتزء بواحد [٢٠١٧] ورابعا یعین اللون فی انتم القائلون کالامام الضابط ان کان لون اللبن او طعمه هو الغالب لم یجز الوضوء [٢٠١٨] وخامسا فی قال والخل وهذا فی کونه ذا الثلاث ابین من اللبن فمعلوم قطعا انه یخالف الماء طعما وریحا وقد اعتبر اللون مخالفا فی الثلاث ولم یعتبر وصفیه الاخرین [٢٠١٩] وسادسا قال الزعفران وهذا فی اظهر من اللبن فی جمع الثلاث وازهر من الخل فی الاجتزاء بواحد لکون لونه لسبق علما والخل ما کان منه کذلك فذاك والا فنظره هو اللون نفسه لا لکونه دلیلا علی تغیر غیره قبله لکونه اضعف منه [٢٠٢٠] وسابعا قال وان لم یغیر لونه بل طعمه فالعبرة للطعم نفی توزیعکم واعی ترتیبه وارشد انه ان غیر لونه فلا عبرة للطعم [٢٠٢١] وثامنا قال مثل ماء البطیخ والاشجار والثمار والانبذة هذا فیما لا یلون ولا شك ان فیها ذوات الرائحة ولربما کان ریحها اغلب فلم یعتبرها وقصر الحکم علی الطعم [٢٠٢٢] وتاسعا قال وان لم یغیر لونه وطعمه فالعبرة للاجزاء اسقط الریح فی راسا وهو الحق الناصع کما قدمنا فی ٢٩٨ [٢٠٢٣] وعاشرا قال فان غلب اجزاؤه علی اجزاء الماء لا یجوز الوضوء به کالماء المعتصر من الشجر والحاذ کالماء المتقاطر من الکرم بقطعه جعل فی الذی یخرج من ثمر بعصر او کرم بقطع ماء وجعل الاول مغلوب الاجزاء باجزاء الثمر والثمر جامد فاعتبر فی هذا الجامد الاجزاء دون الرقة فانه ربما یکون رقیقا کماء النارجیل والتمر الهندی. هذه بکلام الامام القاضی الاسبیجابی وانتم قلتم قول من قال فجمع کل من قال بهذا الترتیب فاذن [٢٠٢٤] الحادی عشر اعتبر فی خزانة المفتین وفی النهایة عن زاد الفقهاء وفی جامع الرموز عن الزاهدی فی العصیر اللون مع ان طعمه ربما کان اسبق [٢٠٢٥] الثانی عشر فی هو ذو الثلثة واجتزء بواحد [٢٠٢٦] الثالث عشر اعتبر البدائع فی ماء العصفر اللون ولم یلاحظ الریح وربما تکون اغلب [٢٠٢٧] الرابع عشر اعتبر البدائع ثم الحلیة فی خل العنب الابیض الطعم ولا شك ان ریحه اسبق [٢٠٢٨] الخامس عشر فی العینی عن زاد الفقهاء والقهستانی عن الزاهدی ان توافقا لونا وطعما کماء الکرم فالعبرة للاجزاء اھ وانت تعلم ان الماء القراح لیس بازق منه فاعتبروا فی الجامد الاجزاء [٢٠٢٩] السادس عشر

كلامهم جميعا نص مفسر في اعتبار الترتيب فرده الى التوزيع غير مصيب هذا كله بكلام الذين تسندون اليهم وها انا ويلكم **فالسابع**
عشر قولكم مراده ان المخالط المائع للماء ان كان لونه مخالفا فالغلبة من حيث اللون **اقول** نعم وتعمم باطلاقه
ما يخالف في اللون مع الباقيين فلم اجتزء بواحد **الثامن عشر** يشمل ما يخالف في اللون ووصف آخر اسبق من اللون ففيم
انتظر اللون **التاسع عشر** مثله الامام الاسبيجابي والامام السمعاني في الخزانة والبرجندي في شرح النقاية بالزعفران و
خصصتم بالمائع حوطا على الضابطة **العشرون** قولكم وان كان لونه لون الماء فالعبرة للطعم **اقول** نعم ويعم ما
خالف بريح اسبق فاني يوافق الضابطة **الحادي والعشرون** اشترطتم فوات اللون فان العبرة في الضابطة بالطعم مطلقا
وان خالف في اللون ايضا اذا لم يكن ذا ريح وكان طعمه اسبق **الثاني والعشرون**
مثله الامام الاسبيجابي وزاد الفقهاء ثم البدر محمود والشمس القهستاني
بالانبذة زاد الزاهدي والعيني المشمش فمن اين التخصيص بالمائع **الثالث والعشرون** قولكم
وان كان لا يخالفه في اللون والطعم والريح فالعبرة للاجزاء **اقول** قال الامام البرهان في الهداية
في الماء الذي اختلط به الزعفران او الصابون او الاشنان الخلط القليل لا يعتبر به لعدم امكان الاحتراز عنه
كما في اجزاء الارض فيعتبر الغالب والغلبة بالاجزاء لا بتغير اللون هو الصحيح اه فاين ذهب تخصيص المائع
الرابع والعشرون ذكر الريح لا اثر له في كلامهم وانما زيد رعاية للضابطة كما علمت فاذن
انما مرجع نصوصهم انه ان لم يخالفه في اللون والطعم فالعبرة للاجزاء وهذا خلاف الضابطة **الخامس والعشرون**
مما يسلك في السلك ان البحر نقل عبارة عن المجمع واستصعب ردها الى الضابطة ثم ابدى شيأ رده
عليه الشامي في حاشيته وعندي في الكل نظر قال في المجمع ونجيزه بغالب على طاهر كزعفران تغير به بعض اوصافه
اه فقال البحر تقييد التغير لو كان وصفين يجوز او كلها لا فانه لا يمكن حمله على شيء كما لا يخفى اه اي على شيء من
المحامل الاربعة وذلك لانه ليس في الضابطة قسم يمنع بتغير الثلثة دون الاثنين قال والذي يظهر ان
مراده من البعض البعض الاقل وهو الواحد كما هي عبارة القدوري تصحيحا للكلام ويدل عليه قوله في شرحه
فغير بعض اوصافه من طعم او ريح او لون كره باو التي هي لاحد الاشياء بغير التي اوقعها بيانا للبعض ولا
يظهر لتغيير عبارة القدوري فائدة اه **اقول** قدمنا في الضابطة الخامسة تحقيق ان بعضا هنا
يشمل الكل فما غير الكل فقد غير البعض فان اخترنا الضابطة قلنا قوله تغير به بعض اوصافه صفة للزعفران
لا للطاهر حتى يكون قيدا في الحكم فالحكم بالغلبة وهي في كل قسم بحسبه لا بسلامة الاوصاف جميعا

تطفل ١٧ على الامام الرحمي
وتطفل ١٨ عليه
وتطفل ١٩ عليه
وتطفل ٢٠ عليه
وتطفل ٢١ عليه

النور ق
النور و

وتطفل ٢٢ عليه
وتطفل ٢٣ عليه
وتطفل ٢٤ عليه
وتطفل ٢٥ عليه
وتطفل ٢٦ عليه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

او اکثرها او الرقة وحدها وان تغیرت وهذا فی الجامد ومنه الزعفران فالماء الغالب وان تغیر به بعض اوصافه ولو فی ضمن الکل ما دامت الرقة باقیة ولا حاجة الی التقیید لان الکلام فی الماء وما ثخن لیس بماء فهذا توفیق عبارة المجمع بالضابطة ولا صعوبة فیه الا اما علی المذهب فنقول تغیر به صفة لطاهر والمعنی نجیزه بماء خالطه طاهر فغیر بعض اوصافه حتی الکل ما دام الماء غالبا قدرا او طبعا واسما فالکلام وجیه صحیح لا یحتاج الی تمحل للتصحیح فلیکن

السادس والعشرین

وقال العلامة الشامی فی المنحة اقول قول المجمع ونجیزه بغالب علی طاهر لا یخلو اما ان یحمل علی الاعم من الجامد والمائع او علی الجامد فقط ولا سبیل الی حمله علی المائع فقط لقوله کزعفران فان حمل علی الاعم لا یصح حمل البعض علی الواحد لان غلبة المخالط الجامد تعتبر بانتفاء الرقة لا بالاوصاف فضلا عن وصف واحد وایضا بالنظر الی المخالط المائع لا تثبت الغلبة فیه بوصف واحد مطلقا فانه اذا کان مخالفا للماء فی کل الاوصاف یعتبر ظهورها کلها او اکثرها وان حمل علی الجامد فقط فقد علمت مما قررناه ما یرد علیه من انه یعتبر فیه انتفاء الرقة والسیلان وان تغیرت الاوصاف کلها ما لم یزل عنه اسم الماء کما یأتی التقیید به فلا فرق بین الزعفران وبین ماء الباقلاء والمجاز الذی فی الینابیع والظهیریة فکما اعتبر فیه انتفاء الرقة فلیعتبر فی الزعفران نعم فی عبارة المجمع تأمل من حیث ایهامها انه لو تغیر الاوصاف کلها لا یجوز الوضوء به فانه لیس علی اطلاقه فیقید بانتفاء الرقة او یقال اذا تغیرت الاوصاف کلها بنحو الزعفران یزول اسم الماء عنه غالبا فقد ظهر لک امکان حملها علی ما قررناه وان حملها علی ان المراد بالبعض الواحد کما هو ظاهر عبارة شرحه یقوی الاشکال فیجب تأویل ما فی شرحه علی انه لیس المراد تغیر واحد فقط وعلی ان او بمعنی الواو فینتظم الکلام والله تعالی ولی الالهام اھ

اقول اولا حیث الافهام افهمناک حاله **وثانیا** اشتبه علیه رحمه الله تعالی غلبة الماء الذی فیه کلام المجمع فانه الباء فی کلامه صفة للماء بغلبة المخالط فقال بالنظر الی المخالط المائع لا تثبت الغلبة فیه بوصف واحد مطلقا الخ وانما حقه ان یقول بالنظر الی المخالط المائع لا تبقی غلبة الماء بعد تغیر وصف واحد مطلقا فانه اذا لم یخالف الماء الا فی وصفین فغیر واحدا فقد غلب علی الماء **وثالثا** حاصل ما اطال به رحمه الله تعالی بعد تصحیحه بما ذکرنا ان مفاد العبارة علی هذا الحمل غلبة المخالط اذا غیر اکثر من وصف والماء اذا غیر وصفا واحدا هذا بالمنطوق وذاک بالمفهوم والاول باطل فی الجامد مطلقا ولا بد من ارادته ولو فی ضمن العموم لقوله کزعفران فان المناط فیه الرقة وان غیر الاوصاف طرا والثانی باطل فی مائع لا یخالف الا فی وصفین فانه یغلب اذا غیر وصفا **اقول** الاعتراض بالمائع ذهول عن سنن سلکه ههنا الامام الضابط واقتفی اثره البحر فانهما حملا کل مطلق فی النص علی صورة

ف۱: تطفل علی البحر
ف۲: معروضة علی العلامة ش
ف۳: معروضة علیه
ف۴: معروضة علیه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

خاصة فكما احالوا الثوب بالرقة على الجامد و لم يرد عليه ان المائعات تمنع مع بقاء الرقة واحالوا الغلبة بالاجزاء على المائع الموافق ولم يرد عليه انه منقوض بغيره واحالوا المنع بتغير وصف واحد على مائع يخالف فى وصف او وصفين ولم يرد عليه النقض بما يخالف فى الثلاث فكذا اذا احالوا المنع باكثر من وصف على ما يخالف فى الثلاث كيف يرد عليه النقض بالمخالف فى وصفين وقد قبلتموه فى عبارة القدورى والكنز والمختار فلم تمنعونه فى عبارة المجمع ثم يتوجه على تخصيص العموم **فاقول** اولا للبحر ان يختار العموم ولا يرد الايراد فان التقييد بما يكون حفظا للعموم المنفى ما عداه كقوله صلى الله تعالى عليه وسلم الحسن و الحسين سيدا شباب اهل الجنة اذ كان فى الكهول من هو افضل منهما كالخلفاء الاربعة رضى الله تعالى عنهم اجمعين و التقييد ليس قيدا فى الغالب فيكون المعنى تجويزه بالغالب على ما غير بعض اوصافه لا بالغالب على ما غير كلها ولا فى المغلوب فيكون المعنى تجويزه بماء خالطه مغلوب غير بعض اوصافه لا بما خالطه مغلوب غير الكل فان فساده ظاهر لان الماء مهما كان غالبا والمخالط مغلوبا جاز الوضوء به قطعا من دون تخصيص ولا تقييد بل هو تصوير المغلوبية فى الغلبة لا انتقال الذهن حيث للمرجوح ايضا شیء من العمل اذ لو لم يعمل اصلا لكان مضمحلا كالمعدوم لا مغلوبا والعمل فى الرقة ينفى غلبة الماء فلم يبق الا الاوصاف غير ان الجامد مغلوب وان عمل فى جميع اوصاف الماء ما دام رقيقا فلو اراده خاصة كفى ان يقول غير اوصافه ولم يحتج الى زيادة بعض فعلم انه اراد التصوير بهما معا والعمل فى الماء الذى تتأتى معه المغلوبية فى الجامد والمائع معا ليس الا عملا فى وصف واحد فان الجامد وان كان مغلوبا مع العمل فى الكل لكن المائع اذا عمل فى وصفين غلب فوجب ان يراد بالبعض الواحد ليصح تصوير المغلوبية العامة للصنفين فى ذلك اى فى الجامد مطلقا وفى المائع اذا خالف فى الاوصاف جميعا ولا يرد النقض بمائع غيره كما علمت انه المهيع الذى سلكتموه وقبلتموه انتم والناس فى كل مقام علا انه تصوير والتصوير انما يستدعى وجود صورة يصدق فيها المصور لا استغراق جميع الافراد هذا ما عندى فى توجيه كلام البحر **ورابعا** به علم ان ارادة الواحد لا يقوى الاشكال بل على هذا التقدير يبطله الا خلال ولو اريد الاعم لقوى الاعضال فانه يكون منطوق الكلام غلبة الماء اذا تغير بالمائع وصفان وهذا الحكم على الضابطة اصلا **وخامسا** لو بينا الكلام على ما سبق الى ذهنه رحمه الله تعالى منقلبا ان الكلام فى غلبة المخالط لم يظهر لقوة الاشكال وجه فانك اذا اطلقت كل مائع غير الماء وصفا او وصفين فقد غلبه ورد عليه ما يخالف الماء فى الاوصاف الثلثة كما ورد على ارادة الواحد لو قلت كل مائع غير وصفا واحدا غالب لم يرد ايضا الاعم انهما متساويان فى الاشكال **وسادسا** ويلزم الاخران عند تغير الاوصاف جميعا بنحو الزعفران يزول اسم الماء غالبا خلاف المشاهد **وسابعا** خلاف النصوص كما تقدم فى كلام الابتغاء وغيره

وثامنا[ف۱] مبنی تأویلکم الاول الحمل علی الجامد خاصۃ اذ ھو الذی تدیرون فیہ الامر علی الرقۃ وعدمھا ومعلوم ان حدیث الرقۃ یعم فیہ المنطوق والمفھوم فکما ان جامدا غیر جمیع الاوصاف لایمنع مالم تنتف الرقۃ کذلک ما غیر بعضھا لایصلح مالم تبق الرقۃ فانتفی الفرق بین البعض والکل وبقی القید ضائعا والمفھوم باطلا وبالجملۃ لو ارادہ بالخصوص لما کان وجہ لزیادۃ البعض الموھمۃ خلاف الحکم المراد والمنصوص وتاسعا[ف۲] بون بین بین ماء نقع فیہ الحمص والباقلاء وما خلط بہ زعفران فادارۃ الامر فی الاول علی الرقۃ صحیحۃ وفی الثانی لا کما علمت تحقیقہ مرارا وللہ الحمد۔

فھذہ ستون بحثا فاخرا	حمدا لربی اولا واٰخرا	وقد تقدمت کثیر غیرھا	ولیس یخفی خیرھا وبرھا
وکل خیر من عطاء المصطفی	صلی علیہ اللہ مع من یصطفی	اللہ یعطی والحبیب القاسم	صلی علیہ القادۃ الاکارم
ما نال خیرا من سواہ نائل	کلا ولا یرجی لغیر نائل	منہ الرجا منا العطا منہ المدد	فی الدین والدنیا والاخری للابد

بالجملہ ضابطہ کلیہ و سراحۃ مذہب امام ابو یوسف و مذہب امام محمد و نصوص متواترہ مذہب سب کے خلاف ہے مذہب حنفی میں یہ تفصیلیں کہیں نہیں ہاں کتب شافعیہ میں انکے قریب تھیں شاید وہیں سے خیال امام ضابطہ میں رہیں۔ امام بدر محمود عینی بنایہ میں فرماتے ہیں مذہب الشافعی علی التحریر ان الماء اذا تغیر احد اوصافہ مما لایمکن حفظ الماء عنہ کالطحلب وما یجری علیہ الماء من الملح والنورۃ ونحوھما جاز الوضوء بہ لعدم امکان صون الماء عنہ وان کان مما یمکن حفظہ عنہ فان کان ترابا طرح فیہ فکذلک لانہ یوافق الماء فی کونہ طھورا فھو کما لو طرح فیہ ماء اٰخر فتغیر بہ وان کان شیئا سوی ذلک کالزعفران والطحلب اذا دق وطرح فیہ وغیر ذلک مما یتغیر الماء منہ لم یجز الوضوء بہ لانہ زال اطلاق اسم الماء بمخالطۃ ما لیس بطھور والماء مستغن عنہ فصار کالمرق والمائع المخالط بالماء ان لم یخالف الماء فی صفاتہ کماء ورد انقطعت رائحتہ ففیما یعتبر بہ القلۃ والکثرۃ فیہ وجہان احدھما ان کانت الغلبۃ للماء جازت الطھارۃ بہ وان کانت للمخالط لم یجز ومنھم من قال اذا کان ذلک قدرا لو کان مخالفا للماء فی صفاتہ لم یغیرہ لم یمنع ولو خالط الماء المطلق ماء مستعمل فطریقان اصحھما کالمائع وفیہ وجہان وبھذا قطع جمھورھم وصححہ الرافعی الخ وحاصلہ ان العبرۃ بالاجزاء اذا ھی فی المائع الموافق للماء فی جمیع الصفات والاعتبار بالاوصاف وھذا ما فرع بہ فی الضابطۃ ولن تری التفصیل بالخلاف فی جمیع الاوصاف فیعتبر وصفان او بعضھا فواحد واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علی سیدنا ومولٰنا الرؤف الرحیم شفیع الامم واٰلہ وصحبہ وابنہ الکریم الغوث الاعظم اٰمین[۱] پنجم ضابطہ نسفیہ جس پانی میں اوسکا غیر ایسا مل جائے کہ تمیز نہ رہے اور وہ پانی پر غالب ہو تو پانی قابل وضو نہ رہا اب مقید ہو گیا ورنہ نہیں اور اوسکا غلبہ دو طور پر ہے یا تو اجزا کہ اوسکے اجزا پانی سے زائد (یعنی یا برابر ہوں فان المساوی کالزائد احتیاطا کما مر عن البدائع) یا کمال

امتزاج ہے اور یہ بھی دو طور پر ہے یا درختون کے پی لینے سے یا پانی میں کوئی پاک چیز پکانے سے جیسے شوربا اور آب باقلا مگر یہ کہ اوس سے زیادت نظافت مقصود ہو جیسے اُشنان وصابون کہ انکا پکانا مضر نہیں جبتک گاڑھا نہ کر دے امام اجل ابو البرکات نسفی نے کافی شرح وافی میں فرمایا بطلان صفۃ الاطلاق بغلبۃ الممتزج وھی بکثرۃ الاجزاء او بکمال الامتزاج وھو بطبخ الماء بخلط الطاھر کماء الباقلاء والمرق او بتشرب النبات الماء حتی یبلغ الامتزاج مبلغا یمتنع خروج الماء عنہ الا بعلاج والامتزاج بالطبخ انما یمنع الوضوء بہ ان لم یکن مقصودا للغرض المطلوب من الوضوء وھو التنظیف کالاشنان والصابون اذا طبخا بالماء الا اذا غلب ذلک علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ والامتزاج الاختلاط بین الشیئین حتی یمتنع التمییز اھ بعینہ اسیطرح کفایہ امام جلال الدین شرح ہدایہ میں ہے **اقول** [۲۰۵۱] غلبہ ممتزج وکمال امتزاج اور اوسکے اسباب طبخ وتشرب نبات یہ سب مضمون امام زیلعی نے یہین سے اخذ فرمائے امام اجل نسفی نے غلبہ ممتزج صرف کثرت اجزاء سے لیا تھا انھون نے اسمین سخن اوصاف اپنی طرف سے اضافہ فرمایا یہان سے یہ بھی واضح ہوا کہ کافی وکفایہ تک جو ضابطہ مذہب حنفی مین تھا اوسمین اس تفصیل کا پتا نہین **ثم اقول** [۲۰۵۲] ضابطہ نسفیہ وہی مذہب امام ابو یوسف ہے ضابطہ چارم بحث دہم مین گزرا کہ اس مذہب معتمد مین پانچ چار بلکہ تین ہی ہین کثرت اجزائے مخالط جس مین حکماً تساوی بھی داخل اور زوال رقت کہ زوال سیلان کو بالاولی شامل اور زوال اسم یہان کثرت اجزا تو وہی ہے اور کمال امتزاج بطبخ وتشرب نباتی دو کی صورتین ہین تو یہ ضابطہ بظاہر مثل عبارات متون ضابطہ جزئیہ ہے کہ ضابطہ یوسفیہ سے باہر نہین اگرچہ سب صور کو محیط بھی نہین۔ **اقول** [۲۰۵۳] مگر حقیقۃً وہ کلیہ ہے بلا شبہہ غلبہ ممتزج وکمال امتزاج بلکہ صرف غلبہ ممتزج سے باہر کوئی سبب نہین وانما جعلھا جزئیۃ تفسیرھما ببعض صورھما فلو جعل التفسیر تصویرا لاستقام وتم الکلام وھھنا مباحث کثیرۃ لا تخفی من احاط بما قدمنا من النقض والابراء واللہ سبحٰنہ ولی الالھام **ششم ضابطہ رضویہ** سبحٰن اللہ فقیر بھی کوئی شی ہے کہ احکام مین زبان کھول سکے حاشا ضابطہ وہی ضابطہ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے باتباع علما اوسکے اجمال کو مفصل کر دیا ہے تفاصیل مین خدمتگاری کلام اکابر کے صدقہ سے جن تحقیقات کا افاضہ ہوا اونپر ابتنائی شقوق کیا ہے جملہ ضوابط صحیحہ مذکورہ کو ایک دائرے کے احاطہ مین لیا ہے اسنے بیان کو اظہر واجمع وانور وانفع کر کے ضابطہ کو لیے خلعت جدت سیاہی **فاقول** وباللہ التوفیق (۱) دریا نہر چشمے چاہ باران کا پانی حتی کہ شبنم اپنی حد ذات مین آب مطلق ہے جو کچھ انکی جنس سے نہین اگرچہ انکی شکل انکے اوصاف انکا نام رکھو پانی نہین اوس سے وضو وغسل نہین ہو سکتا جیسے ماء الجبن دہی کا پانی درختون پتھرون کا مدھی کا تیل سیندھی تاڑی ناریل کدو تربوز کا پانی اگرچہ اوسمین صرف پانی ہی ہو یونہین جو کچھ متون شاخون پھلوں پھولون سے نکالا جائے یا کافور کے درخت انگور کی بیل کی طرح کاٹنے سے یا آپ ہی ٹپکے

ف۱: تطفل ۱۸۳ علی الضابطۃ الزیلعیۃ

ف۲: تطفل ۱۸۴ علی الکافی والکفایۃ

ف: ضابطہ جامعہ مصنف

یا نمک نوشادر کافور وغیرہ پاک کے گھلنے یا سونے چاندی ہرتال وغیرہ پاک کے گلنے سے حاصل ہو (۲) جو کچھ حقیقۃً پانی ہے اگرچہ بیچ میں پانی نہ تھا جیسے اولے یا آسمانی برف یا کل کا جب پگھل جائے) یا تو اوسمیں کوئی اور چیز (اگرچہ اوسی کی جنس سے ہو) داخل ہوگی یا نہیں اگر نہیں تو وہ مطلقاً آب مطلق ہے لیکن اگر ماء مستعمل ہے جس کا بیان الطرس المعدل میں مفصل گزرا تو اوس سے وضو و غسل جائز نہیں ورنہ مطلقاً صحیح ہے اگرچہ بوجہ ملک غیر یا وقف یا کسی حاجت ضروریہ کی طرف مصروف ہونے یا وجوہ اغراض کے سبب جنکا بیان مفصل اوما ہین گزریا اوس سے وضو حرام یا مکروہ ہو اگرچہ بچوں کا ہاتھ پڑنے یا کافر کے چھونے یا کسی مشکوک شی کے گرنے سے اوسکی طہارت میں وہم یا مکروہ پیدا ہون جبتک نجاست ثابت نہو جائے اگرچہ دیر تک بند رہنے سے اوسکا رنگ بو مزہ بدل جائے یا تبتایی سے بدلا ہو اگرچہ کسی تیز خوشبو یا بدبو شی کے قرب سے اوسمین کتنی ہی بو خوش یا ناخوش پیدا ہوجائے ہان اگر سردی سے جم جائے یا رقیق نرہے جیسے اولے برف اوس سے وضو نا جائز ہوگا جبتک پگھل کر پھر اصلی رقت پر نہ آجائے (۳) اگر داخل ہوگی تو دو صورتیں ہیں یا تو پانی سے جدا ہوگی یعنی اوسمین سرایت نکریگی یا خلط ہوجائیگی اگر جدا ہے (اور یہ نہوگا مگر شی جامد مین جیسے کنکر وغیرہ پانی مین ڈالدیے جائین) تو اگر وہ شی نجس نہین یا پانی دہ در دہ ہے مطلقاً مطلق و قابل وضو ہے اور اگر نجس ہے اور پانی کم تو مطلق ہے مگر لائق استعمال نرہیگا (۴) اگر پانی مین خلط ہوگی تو دو صورتیں ہیں وہ ملنے والی شی بھی اصل مین صرف پانی ہے یا اوسکا غیر اگر صرف پانی ہے تو پھر دو صورتیں ہیں اب بھی پانی ہی ہے یا نہین اگر اب بھی پانی ہے تو اوسکے ملنے سے پانی مطلق تو مطلق رہیگا ہی اوس سے وضو بھی روا ہوگا مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ آب مستعمل اسمین ملجائے اور یہ مقدار میں اوس سے زائد نہو دوسرے یہ کہ نجس پانی مل جائے اور یہ دہ در دہ نہو اور یہ یون ہوگا کہ وہ پانی بے کسی دوسری شے کے مختلط ہوجانے کے ناپاک ہوگیا جیسے آب قلیل مین خنزیر کا پاؤن یا بال پڑ گیا اور نکل گیا کہ پانی خالص ہی رہا خلط نہ ہوا اور ناپاک ہوگیا ورنہ جو خلط نجس سے نجس ہوا اوسکا ملنا اس قسم سے خارج ہوگا کہ یہ صرف پانی کا ملنا نہوا (۵) اگر وہ ملنے والی شی اب پانی نہیں (اور یہ نہوگا مگر اولے یا برف مین کل کا ہو خواہ آسمانی کہ یہی وہ صورت ہے کہ پانی خلط غیر پانی نرہا) تو اگر پانی کی رقت زائل کردے قابل وضو نرہیگا جبتک وہ شی پگھل کر پھر پانی نہ ہوجائے اور اگر رقت باقی ہے نہ یون کہ اولے برف ابھی گھل کر پانی مین مخلوط نہوئے پتھر کنکر کی طرح تیر رہے ہیں کہ یہ تو تیسرا نمبر تھا بلکہ یون کہ مقدار میں اتنے کم تھے جنکی خلط رقت آب میں فرق نہ آیا تو اوس سے وضو جائز ہے (۶) اگر وہ شی غیر آب ہے اور پانی مین اتنی خلط ہوگئی کہ پانی اوس سے مقدار میں زائد نہیں تو مطلقاً قابل وضو نہیں (۷) اگر پانی مقدار مین زیادہ ہے تو وہ شی نجس ہے یا طاہر اگر نجس ہے اور پانی دہ در دہ نہیں یا ہے تو نجاست سے اوسکے رنگ یا مزہ یا بو مین فرق آگیا تو پانی اگرچہ مطلق رہے قابل وضو درکنار بدن مین جائز الاستعمال نرہا (۸) اگر وہ دہ در دہ ہے اور کسی وصف میں تغیر نہ آیا تو نجاست کا حکم ساقط اور احکام بعض احکام آئندہ ہونگے (۹) اگر طاہر ہے تو پھر دو صورتیں ہیں پانی میں اوسکا خلط آگ پر ہوا یا الگ۔ اگر آگ سے الگ ہوا اور وہ شی جامد ہے تو ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کی اجماع سے اور مائع ہے تو مذہب صحیح معتمد میں پانی مطلقاً آب مطلق و لائق وضو رہیگا اگرچہ رنگ مزہ بو سب بدل جائیں مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ پانی رقیق نہ رہے اور ہم تحقیق کر آئے کہ یہ کچھ جامد ہی سے خاص نہیں بہت مائعات بھی مانعات رقت آب ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ شربت شہد یا شربت شکر یا نبیذ و رنگ کی طرح مقصود دیگر کے لیے شے دیگر ہو جائے (۱۰) اگر خلط آگ پر ہوا تو دو صورتیں ہیں اگر منہ وہ چیز پکنے نہ پائی کہ مقصود دیگر کے لیے شے دیگر کردے پانی سے امتزاج کامل ہونے پایا کہ سرد ہونے پر گاڑھا کردے اس حالت کے قبل تو ملی تو پانی مطلقاً آب مطلق و قابل وضو ہے (۱۱) اگر وہ شے پک گئی تو تین صورتیں ہیں پکانے میں صرف پانی مقصود ہے یا صرف وہ شے یا دونوں پہلی دو صورتوں میں آب مطلق رہیگا جبتک اس قابل نہ ہو جائے کہ سرد ہو کر زوال رقت ہو صورت دوم کی مثالیں بحث اول طبخ شیرہ و نشاستہ و آش جو سے گزریں اور صورت اول کا بیان فصل خامس میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالی (۱۲) صورت سوم میں اگر پانی اسقدر کثرت سے ڈالا کہ نہ مقصود دیگر کے لیے ہو سکیگا نہ اوس سے ذائل ہو گا تو مطلقاً مطلق و لائق طہارت ہے (۱۳) اگر اتنا کثیر نہ تھا مگر گاڑھا نہ ہو سکیگا تو جب مقصود دیگر کے لیے ہو جائیگا قابل وضو نہ رہیگا (۱۴) اگر پانی ڈالا کہ ہو سکتا ہے تو اگر بالفعل گاڑھا ہو گیا کہ بہانے میں پورا نہ پھیلیگا مطلقاً لائق وضو نہ رہا اگرچہ وہ شے میں صابون ہی پکایا ہو جس سے زیادت نظافت مقصود ہوتی ہے (۱۵) اگر بالفعل گاڑھا نہ ہوا مگر ٹھنڈا ہو کر ہو جائیگا تو دو صورتیں ہیں اگر وہ شے مثل صابون وغیرہ زیادت نظافت کے لیے ہے فی الحال اوس سے وضو جائز ٹھنڈا ہونے کے بعد صحیح نہیں (۱۶) اگر زیادت نظافت کے لیے نہیں تو اوس سے فی الحال بھی وضو جائز نہیں یہ ہے وہ تحقیق انیق کہ جمیع نصوص صحاح کو متناول اور جملہ ارشادات متون کو حاوی و شامل اور تمام تحقیقات سابقہ پر مشتمل اور سب فروع ممکنہ کے حکم صحیح کو بعونہ تعالی کافی و کافل والحمد للہ رب العلمین وافضل الصلاۃ و اکمل السلام علی خاتم النبیین سید المرسلین وعلیہم جمیعا وعلی آلہ وصحبہ وابنہ وحزبنا اجمعین آمین والحمد للہ رب العلمین

فصل خامس

بعض جزئیات جدیدہ میں بحمدہ تعالی کتاب میں تین سو سات جزئیات مذکور ہوئے (۳۰۸) آب قطر یعنی قرع انبیق میں ٹپکایا ہوا پانی کہ اجزائے ارضیہ وغیرہا کثافتوں سے صاف کرنے کے لیے سادہ پانی رکھ کر آنچ کریں کہ بخارات اوٹھ کر اوپر کے پانی کی سردی پاکر پھر پانی ہو کر ٹپک جائیں یہ پانی کہ خود پانی کی بھاپ سے حاصل ہوا اسکا صریح جزئیہ اپنی کتب میں نظر فقیر سے نہ گزرا الا ما قدمنا فی ۹۰ عن ھذا الفاضل المتاخر محشی الدرر الخادمی فی بحث وجد لہ اذ قال فی الدرر معللا لعدم جواز الطھارۃ بما حصل بذوبان الملح انہ انقلب الی طبیعۃ اخری فقال اورد بالجمد البخار واجیب بان للجمد طبیعۃ غیر ملائمۃ للمائیۃ اھ فافاد السؤال والجواب الجواز بماء متکون من البخار ولا یبعد ان المراد ماء للطر والبئر فانہما الا باعیرۃ تستحیل ماء **اقول** لکن بعونہ تعالی لم

فصل خامس بعض جزئیات جدیدہ میں

(۲۰۴)
کہ وہ ماءِ مطلق ہیں اور ان سے طہارت جائز ہے کہ سمندر کے سوا آسمان و زمین کے عام پانی بخارات ہی سے بنتے ہیں اور گلاب و عرق
گاؤزبان وغیرہ وہ نہ ہونگے کہ وہ بھی اگرچہ پانی ہی کے بخارات ہیں مگر وہ سادہ پانی سے نہ اٹھے بلکہ جس میں دوسری شئی ملا دی گئی ہے
جس نے ان بخارات متجملہ کو مقصودِ دیگر کے لیے چیز دیگر کر دیا لہٰذا وہ اس نام ہو گیا اور انہیں پانی نہیں کہا جاتا بلکہ گلاب و عرق
بخلاف آبِ تقطیر کہ پانی ہی تھا اور پانی ہی کہا جائیگا نہ مقصود بدلا نہ نام **اقول** (۲۰۵) البتہ ضابطہ امام زیلعی پر
گلاب اور سب عرق ماءِ مطلق ہونگے کہ جو چیزیں ان میں ملیں تو مدار بقائے رقت پر ہے اور وہ باقی ہے تو یہ بخارات اور ہوئے ضابطہ آبِ مطلق
ہی سے اٹھے تھے پانی ہی ہوکر ٹپکے اسکے بعد کوئی بات بھی انہیں وہ عارض نہ ہوئی جو بربنائے ضابطہ انہیں آبِ مقید کردے
کہ مقصودِ دیگر کے لیے چیز دیگر ہو جانا ضابطہ میں نہیں تو بحکم ضابطہ گلاب و ہر عرق سے وضو ہو سکنا چاہیے حالانکہ بالاجماع جائز
نہیں ثم رأیت التصریح بجنس الفرع فی کتب السادۃ الشافعیۃ قال العلامۃ زین الملیباری تلمیذ الامام
ابن حجر المکی فی فتح المعین الماء المطلق ما یقع علیہ اسم الماء بلا قید وان رشح من بخار الماء الطہور المغلی او
وفی الفتاوی الکبری الفقہیۃ لشیخہ الامام رحمہما اللہ تعالٰی سئل عن شجر بارض الحبشۃ یخرج منہ عند
انتشار الریاح بخار کالدخان ثم یرشح ماء کالماء سواء بسواء فہل الحکم ماء فی الطہوریۃ فاجاب لیس حکمہ حکم
الماء بل ہو کالمائع حرما وفارق بخار الطہور المغلی بان ذلک من الماء بخلاف ہذا فہو کماء الشجر وہو لیس بطہور قطعا
(۳۰۹) کبھی حمام کی چھت اور دیواروں سے پانی ٹپکتا ہے **اقول** (۲۰۶) یہ اگر آبِ مطلق طاہر کے بخارات سے ہے تو قابلِ طہارت
(۳۱۰) آبِ غطا۔ پانی گرم کیا بھاپ اٹھکر سرپوش پلینک کی جانب پانی کے کچھ قطرے بنی ہوئی ملتی ہے **اقول** (۲۰۷)
یہ بدستور آبِ طہور ہے اور اس سے وضو کا جواز ظاہر ہے علمت انہ لیس الا من اجزاء الماء المطلق ولم یحل الاستحالۃ الی
البخار لا یمنع کمیاہ الامطار والاعصار (۳۱۱) کوئی اور چیز بکانے میں جو قطرات بخار سرپوش پر ملیں **اقول** (۲۰۸)
اسکا حکم مسائل طبخ کی طرف رجوع سے واضح ہوگا اگر وہ شے زیادت نظافت کے لیے ہے اور پانی بالفعل گاڑھا نہ ہو گیا یا اور
کوئی چیز جو صرف پانی بھی اس قابل نہ ہوا کہ اس سے کوئی رقیق نہ بنے نہ مقصود دیگر کے لیے چیز دیگر ہو گیا اس حالت میں جو بخار اٹھے
آبِ مطلق ہیں کہ آبِ مطلق کے اجزا سے ہیں ورنہ مقید کہ مقید سے ہیں۔ (۳۱۲) اصطبل وغیرہ محلِ نجاسات سے
بخارات اٹھکر ٹپکے پاک تو مطلقا ہیں جبتک ان میں اثر نجاست ظاہر نہ ہو فی ردالمحتار فی الخانیۃ ماء الطابق نجس
قیاسا لا استحسانا وصورتہ اذا احرقت العذرۃ فی بیت فاصاب ماء الطابق ثوب انسان لا یفسدہ استحسانا
ما لم یظہر اثر النجاسۃ فیہ وکذا الاصطبل اذا کان حارا وعلی کوتہ طابق او کان فیہ کوز معلق فیہ ماء
فترشح وکذا الحمام لو فیہا نجاسات فعرق حیطانہا وکواتہا وتقاطر قال فی الحلیۃ والظاہر العمل بالاستحسان

ولذا اقتصر علیه فی الخلاصة والطائفی والعظائم الزجاج او اللبن اھ اقول [2062] مگر طہور و قابل طہارت نہیں اگر آب مطلق کے سوا اور رطوبتوں سے ہوں کما لایخفی (۳۱۳) [2063] سونٹھ کا پانی جنجربٹ (۳۱۴) [2064] میٹھا پانی لیمینیڈ انکا آب مطلق تو نہ ہونا صاف ظاہر (۳۱۵) [2065] کھاری پانی سوڈا واٹر بھی قابل طہارت نہیں اگرچہ اوسمیں کوئی جزء ڈالا صرف گیس کی ہوا سے بنایا ہو فانه لاشك فی سرایة الھواء المذکور فی الماء عند فورانه وتغییرہ طعمه وجعله شیئا اٰخر لمقصود اٰخر اقول [2066] ف۱ یہ تینوں پانی بھی ضابطہ پر وارد ہیں جبکہ انکا اصطناع جامدات سے ہو کر رقت ضرور باقی ہے الا [2067] ان یدعی فی الثالث ان الھواء اصول المائعات لجریانه منبسطا علی ھیئته بل ھو ابلغ فیه من الماء لکونه الطف منه فھذا مائع یخالف الماء فی الطعم وقد غیرہ فتقیید فلا یخرج الفرع عن الضابطة (۳۱۶ و ۳۱۷) [2069] یونہیں آب افیون و بھنگ اگرچہ رقیق رہیں ناقابل وضو ہیں لغلبة الاجزاء بالمعنی الثالث [2070] ضابطہ پر وارد کہ جامدات ہیں اور رقت باقی (۳۱۸) [2071] اقول [2072] ف۲ بلکہ رقیق چائے بھی خصوصاً اوس صورت میں کہ پانی کے جوش میں نہ ڈالیں بلکہ آگ سے اوتار کر اوس میں بھینے دیں یہانتک کہ اپنا عمل کرلے اب وہ پانی چائے کہلائے کہ یہ صورت طبخ سے جدا اور باب نص ضابطہ محض رقت پر مدار بلکہ اگر یہی معنے [2073] طبخ میں داخل کریں کہ حرارت آب نے اوسمیں عمل کیا جب بھی ضابطہ پر وارد رہیگی کہ بتصریح امام ضابطہ وغیرہ ائمہ طبخ میں وجہ منع کمال امتزاج ہے اور ہم تحقیق کر آئے کہ مانع وہی ہے کہ موجب زوال رقت ہو اگرچہ بسرد ہوکر تو جب رقت باقی ہے بحکم ضابطہ ہر طرح جواز چاہیے حالانکہ بلاشبہہ بالاتفاق ناجائز ہے لزوال الاسم وھو المعتبر فی الباب بتصریح الامام الضابط وسائر الائمة کیف وقد صار شیئا اٰخر لمقصود اٰخر (۳۱۹ و ۳۲۰) [2074] شلجم گاجر کے اچار کا تہ نشین پانی کہ گاڑھا ہوتا ہے وہ تو ظاہر اور اوپر کا رقیق پانی بھی اوسی وجہ سے ہرگز قابل طہارت نہیں اور ف۳ ضابطہ پر وارد (۳۲۱) گلاسوں میں زیادہ مقدار تک پانی بھر کر اوپر سے تیل ڈال کر روشن کرتے ہیں اقول [2076] ظاہر ہے کہ یہاں اسباب ثلثہ سے کوئی سبب مانع نہ پایا گیا جب تیل جل جائے یا نکل جائے آب خالص کے سوا کچھ نہ رہیگا تو اوس سے طہارت جائز ہے (۳۲۲) کبھی خوبصورتی کے لیے وہ پانی رنگین کرکے بھرتے ہیں اگر تغیر لون اتنا ہوا کہ رنگ ہوگیا تو اوس سے وضو ناجائز ہونا ظاہر اقول [2077] وھو عندی محمل ما یأتی عن العلامة السید ط او رابع ف۵ ضابطہ پر وارد جبکہ یہ رنگ جامدات سے ہوا ہو ہاں اگر یہ حالت نہیں تو مقتضیٰ اصول محمدیہ یوسفیہ جواز ہے واللہ تعالٰی اعلم (۳۲۳) قدس شریف ملک شام میں بعض لکڑیوں کے ریشے زمین سے نکالکر پانی میں بھگوتے ہیں جس سے پانی سرخ ہوجاتا اور دباغت یعنی چمڑا پکانے کے کام میں آتا ہے اوس سے وضو جائز نہ ہونا چاہیے اگرچہ رقیق رہے لصیرورته شیئا اٰخر لمقصود اٰخر اقول [2078] ف۶ مگر اس صورت میں ضابطہ پر وارد نہ تھا وکذا الماء المصبوغة علامہ سید

https://www.facebook.com/darahlesunnat

طحطاوی نے فرمایا ای مثل ماء الکرم فان الاظہر عدم جواز رفع الحدث بہ واخبر بعض من یسکن بلد الخلیل علیہ الصلوۃ والسلام انہم یخرجون عروق حطب من الارض یضعونہا فی الماء فیحمر فیدبغون بہ الجلد ویسمونہ ہذا الاسم ونحوہ ماء الدبغۃ الاحمر الذی یضعونہ فی القنادیل بمصر للزینۃ (۳۲۴) تھوڑے میں دو چار پان خصوصًا بنے ہوئے اگر پڑ جاتے ہیں سارا پانی رنگین کردیتے ہیں **اقول** ۲۰۸۰ اوس سے وضو میں حرج نہیں کہ طبع میں وہ امتزاج مانع جو اوسے گاڑھا ہونے کے قابل کرے۔ ہاں ف۱ ۲۰۸۱ ضابطہ برجندیہ پریہ ضرور وارد کہ تغیر تو ہوگیا (۳۲۵) ۲۰۸۲ پان کھایا اور موتھ میں اوسکا معتد بہ اثر باقی ہے کلیاں کرکے مونھ صاف کیا مشاہدہ ہے کہ ان کلیوں کا پانی اتنا رنگین ہوجاتا ہے کہ اسکے بعد اوسی لگن میں پورا وضو کیا جائے تو سارا پانی رنگ جاتا ہے اگر یہ وضو طاہر نہ بہ نیت قربت بلکہ مثلًا محض تبرید کے لیے کیا پانی قابل وضو رہیگا کہ اسباب ثلثہ منع سے کوئی سبب نہیں **اقول** ۲۰۸۳ ف۲ اور ضابطہ پر وارد جبکہ پان خوشبودار نہ ہو کہ ان کلیوں کا پانی وہ مائع ہے کہ آب مطلق سے رنگ ومزہ دو وصفوں میں مخالف ہے اور ایک بدل دیا (۳۲۶) ۲۰۸۴ جس گھڑے میں گنے کا رس تھا رس نکال کر پانی بھرا جائے بلا شبہہ اوسکا مزہ و بو بدل جاتے ہیں اور اوس سے جواز وضو میں شک نہیں کہ وہ یقینًا پانی ہی ہے **اقول** ۲۰۸۵ مگر ف۳ ضابطہ پر وارد کہ رس کے جو اجزا گھڑے کی سطح اندرونی میں لگے رہ گئے تھے ضرور اجزائے مائع ہیں اور انسے دو وصف بدل گئے (۳۲۷) ۲۰۸۶ اسی گھڑے میں اگر پانی گرم کیا تو تغیر اور زیادہ ہوجائیگا اور ف۴ ضابطہ برجندیہ پر نقض آئیگا (۳۲۸) زخم دھونے کے لیے پانی میں نیم کے پتے ڈالکر جوش دیتے ہیں انسے اوسکا رنگ مزہ بو سب بدل جاتا ہے مگر رقت میں فرق نہیں آتا **اقول** ۲۰۸۷ مقتضائے اصول معتمدہ یوسفیہ اوس سے وضو کا جواز ہے یہانتک کہ اگر زخم اعضائے وضو پر تھا اس پانی سے دھونے کے بعد اوسے دوسرے پانی سے دھونے یا مسح کی حاجت نہیں کہ یہاں غلبۂ اجزا و غلبۂ طبع نہونا تو بدیہی اور زوال اسم بھی نہیں کہ وہ پانی ہی ہے اور پانی ہی کہا جائیگا کوئی دوسری چیز دوسرے مقصد کے لیے نہوگیا مقصود زخم دھونا ہے اور یہ کام خود پانی کا ہے نیم کے پتے اوسکی نفع عائد و دفع ضرر کے لیے شامل کیے گئے تھے کہ سادہ پانی کو زخم چرالے تو نقصان پہنچے ولہذا ان کے پکنے نہ پکنے پر یہاں نظر نہیں ہوتی کہ مقصود پانی ہے نہ پتے مگر ف۵ ۲۰۸۸ ضابطہ برجندیہ پر صراحۃً وارد کہ پانی طبخ میں متغیر ہوگیا (۳۲۹ و ۳۳۰) **اقول** ۲۰۸۹ ۲۰۹۰ بعینہٖ اسی دلیل سے نطول و پاشویہ کا پانی بھی بحکم اصول معتمدہ قابل طہارت ہے یہانتک کہ پاشویہ کے بعد پاؤں یا نطول کے بعد غسل میں سر یا اوس موضع کا جہاں وہ پانی دھارنے میں پہنچا دوسرے پانی سے دھونا ضرور نہ ہوا واللہ تعالٰی اعلم یہ صورتیں بھی وہی ہیں کہ مقصود صرف پانی ہے دھارنے امالہ میں تنہا گرم پانی بھی کام دیتا ہے دوائیں زیادت نفعت کے لیے ہیں **اقول** ۲۰۹۱ ف۶ یہ دونوں بھی ضابطہ برجندیہ پر ظاہر الورود (۳۳۱) ۲۰۹۲ حقے کا پانی کہ جید ہوئیں اسکے سبب اوسکا رنگ مزہ بو سب بدل جائیں قابل طہارت ہے اوسکے ہوتے تیمم کی اجازت نہیں ہوسکتی کما بیناہ فی فتاونا اگرچہ اوسمیں اور سوڈا اور ٹریئن کیس

ف۱: ۱۰۹۴ معروضۃ علی العلامۃ البرجندی
ف۲: ۱۰۹۵ تطفل ۵ علی الضابطۃ الزیلعیۃ
ف۳: ۱۰۹۶ تطفل ۶ علیہ
ف۴: ۱۰۹۷ معروضۃ علی البرجندی
ف۵: ۱۰۹۸ معروضۃ علیہ
ف۶: ۱۰۹۹ معروضۃ علیہ

صرف گیس کی ہوا سے بنالیا گیا کیا فرق ہے وہاں ہوا دیہاں دھوئیں نے اوصاف بدل دیے اور پانی میں باقی دونوں درست ہے

اقول ۲۰۹۳ فرق یہی ہے کہ بارہا گزرا وہاں نعال ہاتھ ہو گیا کہ اب اوسے نرا پانی نہیں کہہ سکتے کہ مقصود دیگر کے لیے شئ دیگر ہو گیا بخلاف اسکے کہ پانی ہی ہے کوئی دوسری چیز نہ ہو گیا ۲۰۹۴ اعتبار مقاصد کا بیان بقدر کافی گزرا اور اسکی نظیر آب زردچ و آب زعفران ہے کہ تغیر دونوں میں یکساں اور اول سے وضو روا جبتک رقت باقی ہے یہی صحیح ہے ہدایہ وغیرہا کما تقدم فی ۸۱ اور دوم سے نارواجبکہ رنگنے کے قابل ہو جائے اگرچہ رقت باقی رہے کما تقدم تحقیقہ فی ۱۲۲ **اقول** ۲۰۹۵ وباللہ التوفیق اسے روشن تر کریگا یہ شوربا دار گوشت پکایا اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھائیگا اس گوشت کے کھانے سے حانث ہوگا کہ اس امتزاج آب سے گوشت اپنی ذات میں نہ بدلا کہ اوسکا مقصود بحال باقی لیکن اگر قسم کھائی پانی نہ پییگا تو شوربا پینے سے حانث نہو گا کہ اس امتزاج گوشت سے پانی بدل گیا کہ مقصود جدید کے لیے ہو گیا ۲۰۹۶ یونہیں دودھ میں شکر شہد بقدر شیرینی ملائیے وہ دودھ ہی رہیگا سب اوسے دودھ ہی کہینگے لیکن پانی میں اوسقدر ملائیے اب اوسے پانی کوئی نہ کہیگا شربت کہینگے الی غیر ذلک مما یعلمہ المتفطن بالمقایسۃ ۞

(۲۳۲) زمین حبش میں ایک درخت ہے کہ جب ہوائیں چلتی ہیں اوس سے دھواں سا نکلتا ہے اور مینھ کی طرح برس جاتا ہے بعینہ مثل پانی کے ہوتا ہے امام ابن حجر مکی نے فرمایا کہ اوس سے وضو جائز نہیں کہ وہ پانی نہیں بلکہ درختوں کی اور رطوبتوں کے مثل ہے کما تقدم **اقول** ۲۰۹۷ وقواعدنا لاتاباہ حتی عند من یجوز بقاطر الکرم فانہ عندہ ماء تشربہ حتی اذا ارتوی رد الفضل بخلاف ھذا واللہ تعالٰی اعلم

(۲۳۳) نیز صحرائے حبش میں جہاں پانی نہیں ملتا اہل قافلہ زمین میں گڑھا کھودتے اور بعض درختوں کی شاخوں سے اوسے چھپا دیتے ہیں کچھ دیر بعد اوس غار کے اندر سے بخارات اوٹھکر اون شاخوں سے لپٹتے اور پانی ہو کر ٹپک جاتے ہیں جس سے گڑھے میں اتنا پانی جمع ہو جاتا ہے کہ قافلے کو کفایت کرتا ہے فسبحٰن الرحمٰن الرحیم الرزاق ذی القوۃ المتین امام موصوف فرماتے ہیں اس سے بھی وضو جائز نہیں کہ درخت کا عرق ہے پانی نہیں

قال بعدمامر وبلغنی ان القوافل بارض الحبشۃ اذا عدموا الماء حفروا حفرۃ ثم ستروھا بشیئ من الشجر وترکوھا مدۃ ثم یصعد بخار من الحفرۃ یعلق بالشجرۃ ثم یرشح ماءً علٰی ھیأۃ الماء ویجتمع منہ فی الحفرۃ ما یکفیھم وھو غیر طھور کما ھو ظاھر اذ ھو ماء شجر ایضا اھ **اقول** ۲۰۹۸ ظاہر یہ محل نظر ہے وہ بخارات درخت کے نہیں زمین سے اوٹھے اگر یوں شاخوں کا اثر اونکو سردی پہنچا کر ٹپکا دینے میں ہے تو بظاہر وہ پانی ہی ہوئے شاخوں نے صرف وہ کام دیا جو آب باران میں کرہ زمہریر کی ہوا دیتی ہے یا آب چاہ میں زمین کی سردی ہاں اگر انکے لپٹنے سے اون شاخوں سے کوئی رطوبت نکلکر ٹپکتی ہو تو بیشک اوس سے وضو جائز نہیں کہ وہ درخت کی تری ہے ۲۰۹۹ اور جبتک امر مشکوک ہے حکم عدم جواز ہی ہونا چاہیے کہ مامور بہ پانی سے طہارت ہے اور شک سے مامور بہ ادا نہیں ہوتا واللہ تعالٰی اعلم ۲۱۰۰

(۲۳۴) ماء القطر پانی کہ مٹی کے

تطفل ۱ علی ابن حجر المکی
النور والنورق

برتن سے رستے ہمروہ وصفے پانیوں مین ہی (۲۳۵) یونہی پانی کہ ہندیین کو لمن نہیتے پرگز اگرٹپکایا صاف کیا جاتا ہے ۲۱۰۱

(۲۳۶) نشاستہ کا پانی جس کا بیان امور رسالہ الدقۃ والتبیان مین گزرا جب اجزائے گندم تہ نشین ہوکر نتھرا پانی رہ جائے ۲۱۰۲

یا خلط رہے تو اتنا کہ پانی کو دلدار نہ کرے وہ آب مطلق ہے اوس سے وضو جائز ہے جبکہ بیوضو ہاتھ نہ لگا ہو (۲۳۷) آش جو کا ۲۱۰۳

پانی کہ بار بار ابلا جاتا ہے اگر ٹھنڈا ہو کر دلدار ہونے کے قابل نہ ہوا آب مطلق ہے ورنہ نہیں (۲۳۸) ماء العسل کہ شہد میں دو چند ۲۱۰۴

پانی ملا کر جوش دین یہانتک کہ دو ثلث جل جائے پانی نہ رہا (۲۳۹) یونہی ماء الشعیر کہ جو جوش دین یہانتک کہ کھل کر اچھی طرح ۲۱۰۵

صاف کر کے مستعمل ہوتا ہے بوجہ کمال امتزاج پانی نہ رہا (۲۴۰ و ۲۴۱) یونہی ماء الاصول و ماء البزور جڑون اور تخمون کے ۲۱۰۶

جوشاندے (۲۴۲) یونہی ماء الرماد کہ پانی میں بار بار راکھ ڈال کر بار بار جوش دیتے پھر صاف کرتے ہیں مثل جوشاندہ ہے ۲۱۰۷

(۲۴۳) ماء النون کہ ماہی نمکسود سے پانی سا ٹپکتا ہے (۲۴۴) ماء الجمۃ بضم جیم و تشدید میم مفتوح کہ فارسی مین ۲۱۰۸ ۲۱۰۹

آبکامہ بسکون یا بضم کاف و فتح میم مخفف کہتے ہیں دریائے چین و ہرموز میں ایک قسم کی مچھلی کے پیٹ سے خاکستری رنگ پانی نکلتا ہے

دونوں سے پانی نہیں (۲۴۵ تا ۲۵۰) سونے چاندی تانبے رانگ لوہے سیسے کے پانی کہ ماء الذہب ماء الفضہ ماء النحاس ماء الرصاص

ماء الحدید ماء الاسرب اور سب کو ماء المعادن کہتے ہیں اسکے تین معنی ہیں ایک یہ کہ انہیں آگ میں سرخ کر کے پانی میں بجھائیں

جسے زرتاب آہن تاب وغیرہ کہتے ہیں یہ ۱۳۶ میں گزرا دوم انکا گداز جسے محلول زر وغیرہ کہتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ جنس آب ہی سے نہیں

اس کا اشارہ فصل ثانی صدر بیان اضافات میں اور جزئیہ حاشیہ ۱۹ میں از ہری دوانی سے گزرا سوم وہ پانی کہ انکی معادن میں

۲۱۱۱

ملتا ہے **اقول** انکا تکون پارے اور گندھک سے ہوتا ہے اور پارے کا دخان و بخارات سے اور اس کا اجزائے آبیہ ہوا ہے اگر یہ وہ پانی ہے

جسکے بعض نے بخار بنا کر دھوئیں سے ملکر زیبق ہوا اور وہ کبریت سے ملکر معدن یا اوس بخار کا حصہ ہے کہ سردی پاکر پانی ہو گیا تو

آب مطلق ہے اور اگر یہ وہ مادہ زیبق ہے جسکی مائیت میں کبریتی دخان ملا اور پارا بننے کے لیے مہیا کیا اور ہنوز قلت یبوست نے

شکل آب پر رکھا تو آب مقید ہے یا پانی ہی نہ رہا واللہ تعالٰی اعلم

فوائد منثورۃ

(۱) لما اصلح

المدقق العلائی فی الدر مختصرا من البحر ضابطۃ الامام الفخر لا بل حکمہا کما اعلمناک فی ۲۸۰ بزیادۃ

قید ما لم یزل الاسم کنبیذ تمر اعترضہ العلامۃ ش بانہ زاد علیہ ما قدمناہ عن الفتح تأمل اھ ای ما ذکرہ

۲۱۱۲

المحقق فی الفتح علی ذکر زوال الرقۃ فی القسم الثانی ان الکلام فی الماء وھذا قد زال عنہ اسم الماء **اقول**

مع قطع النظر عما قدمنا علی الفتح بینھما بون بعید فزائل الرقۃ لم یبق ماء عرفا ولا لغۃ بخلاف فصل ۲ کما

ذکرنا فی الفصل الثانی قبیل الاضافات ولو سلم ھذا اسقطت الاقسام کلھا علی التحقیق فان الاسباب ۲۱۱۳

ثلثۃ کثرۃ اجزاء المخالط و زوال الطبع و الاسم وقد انکر المحقق الثانی وانتم الثالث والاول اخر بالانکار منہ

فما فيه ماء وما هو مثله او اكثر منه لبن ليس ماء قطعا وان كان فيه ماء (٢) وقع في شرح النقاية للعلامة البرجندي بعد ما نقل عن الهداية ما قدمنا في سادس ضوابط الفصل الثالث ما نصه وفيها ايضا ان الثمار اليابسة اذا وقعت في الماء فان كان الغالب طعم ذلك الشئ لا يجوز التوضؤ منه [٢١٥] اقــول [٢١٦] وليس ايضا في الهداية ثم هو خلاف في ما هو المذهب لما اعلمناك هنا وان اعتبار الاجزاء دون الاوصاف مجمع عليه في الجامد وانما الخلف في المائع ثم قيد اليابسة لا يظهر له فائدة الا ان يقال ان اليابس ابطأ تحللا من الرطب فيدل على طول مكثه في الماء فيكثر عمله وفيه ان العمل بالتحلل في الرطب اسرع عملا ولا نظر الى مدة المكث والله تعالى اعلم (٣) اثبتنا ولله الحمد عرش التحقيق على ان العبرة في الطبخ بزوال الطبع لو مالا او الاسم لمعنى ثالث لا بتغير وصف او اوصاف وان محمدا ايضا لا يعتبرها في الجامد وانما اعتبرها في المائع لا مرسلا ارسالا بل بترتيب فيقدم اللون ثم الطعم ولا يعتبر الريح اصلا كما بيناه بكلام الامام ملك العلماء فاياك [٢١٧] ان تتوهم مما قدمنا من كلامه ثمه اذ قال مجيبا للامام الكرخي عن الامام ابي طاهر الدباس في النبيذ المطبوخ ان المائع الطاهر اذا اختلط بالماء لا يمنع التوضؤ اذا لم يغلب على الماء اصلا اما اذا غلب بوجه من الوجوه فلا وههنا غلب من حيث الطعم واللون وان لم يغلب من حيث الاجزاء اهـ ان العبرة ههنا للوصف وان الريح ايضا معتبرة وان لا ترتيب في اعتبارها لقوله اذا غلب بوجه من الوجوه فيصدق بغلبة الريح دون الباقيين وبغلبة الطعم دون اللون في ذي اللون بل المراد الغلبة بحيث يزول الاسم الا ترى لقوله في صدر المبحث اذا خالطه على وجه زال عنه اسم الماء وقال فيما يقصد به التنظيف يجوز وان تغير لون الماء او طعمه او ريحه لان اسم الماء باق وقال الا اذا صار كالسويق لانه حينئذ يزول اسم الماء وقال لو تغير بالطين او الاوراق او الثمار يجوز لانه لم يزل اسم الماء وقال قياس ما ذكرنا ان لا يجوز بنبيذ التمر لتغير اسم الماء وصيرورته مغلوبا بطعم التمر ثم ذكر مسألة المطبوخ وان الكرخي جوزه لان اجزاء الماء غالبة واجاب عن ابي طاهر بما مر فانما اراد رحمه الله تعالى اذا غلب على الماء بوجه من الوجوه بحيث ازال اسمه وقد علمناك [٢١٨] انه لا يكون ذلك بالريح المجردة وانه لا يكون في الجامد الا اذا صار شيئا اخر لمقصد اخر ولا يكون هذا ههنا الا اذا غلب الطعم بحيث يجعله نبيذا كما قال في نبيذ التمر الذي فيه الخلاف هو ان يلقى شئ من التمر في الماء فتخرج حلاوته الى الماء وقال فيحمل على ما حلا وخرج عن الاطلاق كما قدمنا في ١٤٦ فعلى الطعم المدار ههنا وليس مما فيه الترتيب لان [٢١٩] اعتباره ليس من حيث انه وصف تغير بل لانه تغير فغير الماء وصيره نبيذا الا ترى الى ادارته الامر على خروج حلاوته الى الماء في قوله لتغير اسم الماء وصيرورته مغلوبا بطعم التمر فلم يذكر اللون ولو كان يكفي الغلبة بوجه من الوجوه على معنى توهم لكان الوجه ذكر اللون لانه اسبق تغيرا فيه من الطعم فكان هو العلة للغلبة دون الطعم الحادث بعد ما صار مغلوبا

ف ١: معروضة ١٢٠٨ على العلامة البرجندي

ف ٢: معروضة ١٢٠٩

ف ٣: وقع زلة لبعض [...] من الاعلام والفاضل العلماء

فانما ترکه لان المراد الغلبة المخرجة عن اسم الماء الجاعلة له نبیذا وانما یکون ذلک بالطعم من دون حاجة الی تغیر اللون حتی لو فرض ان من التمر او شیئ من الثمر ما یغیر طعم الماء فیجعله نبیذا ولا یغیر لونه لکان الحکم المنع فذکرہ فی الجواب عن الدباس بیان للواقع فان الطعم لا یتغیر به الا وقد تغیر قبله اللون فافھم تثبت ھکذا ینبغی ان تفھم نفائس کلام العلماء اعزہ اللہ تعالی الموفق (۴) الکلام فی توجیه قول محمد بالترتیب **اقول** وباللہ التوفیق لا ریب ان اضعف وصف فی الماء ریحه بل لا ریح له حقیقة کما اشار الیه ابن کمال الوزیر اذ قال فی الایضاح اوصاف الطعم واللون والریح والتغیر علی الحقیقة فی الاولین دون الاخیر فلابد من المصیر الی عموم المجاز اھ ثم لونه حتی قیل لا لون له کما سیأتی واقواھا طعمه ثم ھو شیئ لطیف رطب سریع الانفعال فما خالفه فی شیئ من اوصافه اثر فیه قبل ان یبلغ الماء قدرا فلا یتوقف تغیر الوصف علی تساوی القدر قط والتغیر فی الاضعف اسبق فما خالفه فی اللون والطعم یکون تغییرہ اللون قبل ان یتغیر الطعم کما ھو مشاھد فی النبیذ وغیرہ فمن قبل ھذا جاء الترتیب ان ما یخالفه لونا لا یعتبر فیه الا اللون لانه ان غلب سلب لونه اولا واذا لم یسلبه لم یسلب الطعم بالاولی واذا لم یغیرھما فکیف یساوی الماء قدرا فان تغیر الاوصاف اسبق بکثیر من تساوی المقدار فبعدم التغیر فی اللون یعلم انتفاء الاسباب جمیعا اعنی الغلبة من حیث اللون ومن حیث الطعم ومن حیث الاجزاء ویعلم ان المخالط مغلوب فلذا نیط الامر فیه علی تغیر اللون وحدہ فان تغیر الطعم بعدہ فذاک والا فلا حاجة لحصول الغلبة باللون نعم ما لا یخالفه فی اللون لا یغیرہ وان غلب علیه قدرا فیعتبر فیه تغیر الطعم لکونه اسبق من تساوی القدر فان لم یتغیر علم انتفاء التساوی بالاولی وثبت ان المخالط مغلوب وان تغیر فقد غلب وان لم یساو قدرا اما ما لا یغیر لونا ولا طعما وانما یکون اذا لم یخالفه فی شیئ منھما اذ لو خالف لسبق التغییر تساوی القدر فھذا الذی تعتبر فیه الغلبة بالاجزاء فالحاصل ان ما خالفه لونا او طعما لا عبرة فیه بغلبة الاجزاء لا بمعنی انھا توجد ولا تعتبر ما لم یتغیر لون او طعم فانه باطل بداھة وفیه ینتظر الوصف مع ثبوت الخروج عن المائیة للمرکب قطعا بل بمعنی انھا لا یحتاج الیھا لتعرف الغلبة لانھا لا تحصل ھھنا الا وقد غلب المخالط قبلھا وکذلک ما خالفه لونا لا عبرة فیه للطعم بالمعنی المذکور فھذا معنی ما نص علیه الرواة الثقات فقصروا اعتبار الطعم علی ما یوافقه لونا واعتبار الاجزاء علی ما یوافقه فیھما ومثلوا لکل قسم باشیاء علی حدة وھذہ عبارة زاد الفقیر ثم البنایة وغیرھما تعتبر الغلبة اولا من حیث اللون ثم الطعم ثم الاجزاء فان کان لونه مخالفا للون الماء کاللبن والعصیر والخل وماء الزعفران فالعبرة باللون فان وافقه لونا لکن خالفه طعما کماء البطیخ والمشمش والانبذة فالعبرة للطعم وان توافقا لونا وطعما کماء الکرم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فالعبرة للاجزاء اھ وعبارة ملك العلماء ان كان يخالف لونه لون الماء كاللبن وماء العصفر والزعفران تعتبر الغلبة في اللون وان كان لا يخالف الماء في اللون ويخالفه في الطعم كعصير العنب الابيض وخله تعتبر في الطعم وان كان لا يخالفه فيهما تعتبر في الاجزاء اھ وعبارة خزانة المفتين ينظر ان كان يخالف لونه لون الماء كاللبن والعصير والخل والزعفران فالعبرة باللون وان كان يوافق لونه لون الماء نحو ماء الثمار والاشجار والبطيخ فالعبرة للطعم ان كان شيئا يظهر له طعم في الماء وذلك نحو نقيع الزبيب وسائر الانبذة وان كان شيئا لا يظهر طعمه في الماء فالعبرة لكثرة الاجزاء اھ وعبارة الحلية ان كان المخالط شيئا لونه يخالف لون الماء مثل اللبن والخل وماء الزعفران ثم قال وان كان لا يخالف في اللون ويخالف في الطعم نحو ماء البطيخ وعصير العنب الابيض وخله ثم قال وان كان لا يخالفه فيهما تعتبر الغلبة في الاجزاء اھ وعبارة البرجندي ان خالف لونه لون الماء كاللبن والزعفران فالعبرة لغلبة اللون وان توافقا فيه فللطعم وان لم يكن له طعم ايضا فللاجزاء اھ وهكذا الخصر الحكم وان زاد الرحيم من عند نفسه اذ قال مراده ان المخالط المائع ان كان لونه مخالفا تعتبر اللون وان كان لونه لون الماء فالطعم وان كان لا يخالفه في اللون والطعم فالاجزاء اھ فما قدمنا [١٢٢١] من عبارة الامام الاسبيجابي ان غير لونه فالعبرة للون وان لم يغير لونه بل طعمه فللطعم وان لم يغير لونه وطعمه فللاجزاء اھ على الصلوح دون الفعلية اى ما صلح لتغيير اللون وهو الذي يخالفه لونا فالعبرة فيه للون وان لم يصلح له بل لتغيير طعمه بان وافقه لونا وخالفه طعما فللطعم وهكذا لا ان المخالط ان غير اللون فذاك والا ينظر الى تغييره طعمه فان حصل والا عدل الى الاجزاء وذلك لما علمت ان ما صلح لتغيير اللون والطعم جميعا ان لم يغير اللون لم يغير الطعم ايضا وما صلح لتغيير احدهما لا يمكن ان يكون مغلوبا فيهما غالبا او مساويا في القدر وان امكن هذا بطل الحكم بالترتيب ووجب القول باعتبار الثلثة بجملة ايما حصل حصلت الغلبة اذا عرفت هذا فاعلم ان اهل الضابطة لم يراعوا هذا الترتيب بل قالوا ما خالف في وصفين فايهما تغير غيّر وما خالف في الثلثة فاي اثنين تبدلا بدّلا وبهذا [١٢٢٢] الوجه اوردنا عليهم ما فيه سبق الطعم اللون وان كان غير واقع على مسلك الضابطة الشيبانية كما اوردنا عليهما ما فيه تغير الريح وان كان ساقط النظر عندهما وحكمهما بجاري الضابطة الزيلعية ظاهر في ذوات الريح ولما في شبهه الطعم فلقصرها الحكم على اللون في ذي اللون فان وقع سبق الطعم ثبت الحكم وان لم يكن واقعا في نظرها **واقول** [١٢٢٣] من قبل الامام ابي يوسف ان اردتم تغير وصفين من زوال الاسم فممنوع كما علمتها بما يزيله فنعم ولم قلتم يقدم اللون فان الاسم باي شيء زال زال اما قولكم هو اضعف فيسبق في التغير الطعم ولا عكس قلنا

سبقة الفعل کما یکون بضعف المنفعل فلا یقاوم بالکسر کذلك یکون بقوۃ الفاعل فلا یقاوم بالفتح والمانع ان یکون شیئ طعمه قوی شدید امن لونه فیعمل فی طعم الماء القوی قبل ان یعمل لونه فی لونه الضعیف وعن هذا

اقول ۲۱۲۴ ان الضابطة الزیلعیة اصابت فی تجویزها غلبة غیر اللون قبل اللون والضابطة الشیبانیة اصابت فی صورها فی الحکم فانها لا تسلم تقیید الماء فیها وان کان بناء علی انها لا تقع وعلی هذا التحقیق والتنقیر یبتنی کلام الفقیر فی التطفلات علی الضابطة الزیلعیة وعلی البحر فی ابداء المخالفات بینها وبین الحکم المنقول عن ضابطة محمد سید الاکابر الفحول، فاعلم ذلك، والحمد للّٰه خیر مالك ۲۱۲۵ (۵) بما بینا ان تغیر اللون یسبق مساواۃ القدر یبید فم مایتوهم علی ضابطة البرجندی اذ قال فی المخالط بلا طبخ معنی غلبته ان یغلب لونه لون الماء عند محمد والاجزاء الاجزاء عند ابی یوسف اھ ان محمدا لا یعتبر الاجزاء وهو باطل قطعا کما نبهنا علیه فی الفصل الثالث اول الحادث غلبة الغیر وذلك لان من اعتبر اللون فقد ضیق لان تغیره اسبق ۲۱۲۶ ومثل هذا لم اذکر کثرة الاجزاء فی الضابطة الشیبانیة الا فی جهة المائع واطلقت القول بالجواز فی الجامد مادامت الرقة باقیة ولم یصر شیئا اخر لمقصد اخر وذلك لان الرقة تزول بالجامد قطعا قبل تساوی القدر بکثیر وهذا ملحظ امامی فی البحث المذکور عن البحر عن الحدادی ان غلبة الاجزاء فی الجامد بالثلث کما قدمت ثمه (۶) بعض علما کا خیال ہے کہ پانی بے لون ہے خود کوئی رنگ نہیں رکھتا حتی عرفه الفاضل احمد بن ترکی المالکی فی الجواهر الزکیة شرح المقدمة العشماویة بقوله الماء جوهر لطیف سیال لا لون له یتلون بلون انائه اھ

اقول ۲۱۲۷ کان علیه ان یقول یتلون بلون ما یخالطه فان بعض الجملة الاخیرة غنی عن البیان ولذا قال محشیه السفطی المالکی انه لکونه شفافا یظهر فیه لون انائه فاذا وضع فی اناء اخضر فالخضرة لم تقم بالماء وانما هو لرقته لا یحجب لون الاناء اھ

اقول ۲۱۲۸ ووقع فی صدر شرح المواقف بحث العلم بالحس الثلج مرکب من اجزاء شفافة لا لون لها وهی الاجزاء المائیة الرشیة اھ وهو ظاهر فی نفی اللون عن الماء فان قلت منشأ النفی کونها صغیرة جدا فلا یظهر لها لون

اقول ۲۱۲۹ کلا الا تری ان البخار یری بلون وما هو الا لون الاجزاء المائیة وهی فیه الطف منها فی الثلج ولذا یعلو اذ ذاك وهذا یعلو والصغیر جدا انما النفرد کلا یری فلا یری لونه واذا اجتمعت الصغار رئیت ورئی لونها کما فی البخار والدخان بل والهباء کما ذکرناه فی بعض حواشی اواخر الفصل الاول من رسالتنا النمیقة الانقی اور صحیح یہ کہ وہ ذی لون ہے یہی امام فخر رازی وغیرہ کا مختار ہے کلام فقہا مسائل آب کثیر و آب مطلق وغیرہا میں ذکر لون متواتر ہے اور ابن ماجہ نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الماء طھور لا ینجسه الا ما غلب علی ریحه وطعمه ولونه سنن دارقطنی میں ثوبان

ف: تطفل ۱۲۱۱ على العلامة السيد الشريف.
ف: معروضة على الفاضل ابن تركي المالكي.

https://www.facebook.com/darahlesunnat

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الماء طہور الا ما غلب علی طعمہ او ریحہ او لونہ امام طحاوی مرسل
راشد بن سعد سے راوی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا الماء لا ینجسہ شیئ الا ما غلب علی ریحہ او طعمہ او لونہ۔ اقول ۲۱۳۰
اور اصل حقیقت ہے فلا تردد الریح۔ معہذا مقرر ہو چکا کہ ابصار عادی دنیاوی کے لیے مرئی کا ذی لون ہونا شرط ہے بلکہ مرئی نہیں مگر
لون وضیا تو پانی بے لون کیونکر ہو سکتا ہے ولہذا علامہ ابن کمال پاشا نے اوسکے حقیقۃً ذی لون ہونے پر جزم کیا کما مر آنفا
پھر اوسکے رنگ میں اختلاف ہوا بعض نے کہا سپید ہے فاضل یوسف بن سعید سمعیل مالکی نے حاشیہ عشماویہ میں یہی اختیار کیا اور
اوسپر تین دلیلیں لائے اوّل مشاہدہ دوم حدیث کہ پانی کو دودھ سے زیادہ سپید فرمایا سوم برف جمکر کیسا سپید نظر آتا ہے حیث
قال فان قلت ما لون الماء الذی ہو قائم بذاتہ قلت المشاہد فیہ البیاض ویشہد لہ ما ورد فی بعض الاحادیث
فی وصف الماء من کونہ اشد بیاضا من اللبن ومما یدل علی ان الماء لونہ ابیض مشاہدۃ البیاض فی الثلج حین جمودہ
وانعقادہ علی وجہ الارض اھ اقول ۲۱۳۱ اولاً بلکہ مشاہدہ شاہد کہ وہ سپید نہیں ولہذا آبی اوس رنگ کو کہتے ہیں
کہ نیلگونی کی طرف مائل ہو ۲۱۳۲ ثانیاً سپید کپڑے کا کوئی حصہ دھویا جائے جبتک خشک نہو اوسکا رنگ سیاہی مائل رہیگا یہ
پانی کا رنگ نہیں تو کیا ہے ۲۱۳۳ ثالثاً دودھ جسمیں پانی زیادہ ملا ہو سپید نہیں رہتا نیلاہٹ لے آتا ہے ۲۱۳۴ رابعاً اسود
اخضر واحمر مشہور اور اسی طرح اونکے رنگ مشہور ہیں اسود تو سیاہی ہے اور سبزی بھی ہلکی سیاہی ہے ولہذا آسمان کو خضراء اور چرخ اخضر
کہتے ہیں اور خط کو سبزہ۔ سانولی رنگت کو حسن سبز اور سرخی بھی قریب سواد ہے اگر حرارت زیادہ عمل کرے سیاہ ہو جائے جیسے بعد
خشکی خون۔ گہری سرخی میں بالفعل سیاہی کی جھلک ہوتی ہے انگور سبز پھر سرخ پھر سیاہ ہو جاتا ہے ۲۱۳۵ خامساً حدیث مبارک
دریائے کوثر اطہر ہے سقانا اللہ تعالٰی منہ بمنہ ورأفتہ وکرم حبیبہ وقاسم نعمتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
وعلٰی اٰلہ وصحبہ وامتہ اٰمین اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلق پانی کا رنگ سپید ہو ۲۱۳۶ سادساً حدیث میں اوسکی خوشبو مشک سے
بہتر فرمائی صحیحین میں عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں حوضی
مسیرۃ شہر ماؤہ ابیض من اللبن وریحہ اطیب من المسک میرا حوض ایک مہینے کی راہ تک ہے اوسکا پانی دودھ سے
زیادہ سپید ہے دوسری روایت میں فرمایا ابیض من الورق چاندی سے بڑھکر اوجلا اور اوسکی خوشبو مشک سے بہتر
حالانکہ پانی اصلاً بو نہیں رکھتا خود حاشیہ فاضل سفطی میں دو ورق بعد ہے قولہ او ریحہ قال ابن کمال باشا ادخل من التجوز
فی قولھم تغیر ریح الماء لان الماء لیس لہ رائحۃ ذاتیۃ فالمراد طرأ فیہ ریح لم یکن افادہ شیخنا الامیر اھ
وقد اسمعناک نص العلامۃ الوزیر ۲۱۳۷ سابعاً اسکی ضد جہنم ہے والعیاذ باللہ تعالٰی منہا جسکی آگ اندھیری رات کی طرح کالی ہے مالک
وبیہقی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اترونہا حمراء کنارکم ھذہ

پانی کا رنگ سپید ہے یا سیاہ
معروضۃ علی الفاضل السفطی المالکی
النور والنورق

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اشد سواداً من القار کیتھا وسے اپنی اس آگ کی طرح سرخ سمجھتے ہو بیشک وہ تو قیر سے بڑھکر سیاہ ہی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آگ کا اصل رنگ سیاہ ہی ہوا آگ ایسی ہی ہو خود حدیث کا ارشاد ہی کہ اوسے اس آگ سا سرخ نجانو سادسًا بعد انجماد کوئی نیا رنگ پیدا ہونا ضرور نہیں کیا اوسکا اصل رنگ ہی خشک ہونے پر خون سیاہ ہوجاتا ہی اور مچھلی کی سرخ رطوبت سپید ہوسی سے اوس پر استدلال کیا گیا کہ وہ خون نہیں سابعًا ہوا کہ میلے سے ستنیر ہو ہی جب جسم شفاف کے اندر داخل ہوتی ہی ہوسکے شفاف ابدا کے چکدار ہونے سے وہاں ایک مالکی روشنی پیدا ہوتی ہی جس سے سپیدی نظر آتی ہی جیسے موتی یا شیشے یا بلور کو خوب باریک پیسین تو اجزا باریک ہوجانے سے بیچ میں مابین داخل ہوگی زدتب فواصل کے باعث اون باریک باریک اجزا اور اون میں ہوا کے بیچ میں ہوائے شفیف کا امتیاز نہ ہوگا اور ایک رنگ کہ موتی سے میلا اور انکے اصلی رنگ سے اوجلا ہی محسوس ہوگا یہ سپیدی وہ باقی ہی کہ انہیں نظر آتی ہی دیکھو ہین دریا کے جھاگ بلکہ پیشاب کے بھی حالانکہ وہ یقیناً سپید نہیں اوسکی سپیدی تو مرض ہی بلکہ آئینہ میں اگر دورز ہو جائے وہاں سپیدی معلوم ہوگی کہ بات تابندہ ہوا عمق ہین داخل ہوئی یہی وجہ بھی ہوئی اوس کے سپید نظر آنے کی ہی کہ شفاف ہی اور اجزا باریک اور چمکدار ہوا داخل ثامنًا شفیف اجرام کا قاعدہ ہی کہ شعاعیں اونپر پڑ کر واپس ہوتی ہین ولہذا آئینہ میں اپنی اور اپنے پس پشت چیزوں کی صورت نظر آتی ہی کہ اوسنے اشعۂ بصر کو واپس پلٹایا واپسی ہین نگاہ جس جس چیز پر پڑی نظر آئی گمان ہوتا ہی کہ وہ صورتین آئینے مین ہین حالانکہ وہ اپنی جگہ ہین نگاہ نے پلٹنے مین اونھین دیکھا ہی ولہذا آئینے مین دہنی جانب بائیں معلوم ہوتی ہی اور بائیں دہنی ولہذا شی آئینے سے جتنی دور ہو اوسیقدر دور دکھائی دیتی ہی اگرچہ سو گز فاصلہ ہو حالانکہ آئینہ کا دل جو شمر ہی سبب یہی ہی کہ پلٹتی نگاہ اوتنا ہی فاصلہ طے کر کے اوس تک پہنچتی ہی اب برف کے یہ باریک باریک متصل اجزا کہ شفاف ہین نظر کی شعاعوں کو انھوں نے واپس دیا پلٹتی شعاعوں کی کرنین اونپر چمکیں اور دھوپ کی سی حالت پیدا کی جیسے پانی یا آئینے پر آفتاب چمکے اوسکا عکس دیوار پر کیسا سفید براق نظر آتا ہی زمین شور مین دھوپ کی شدت مین دور سے سراب نظر آنے کا بھی یہی باعث ہی خوب چمکتا جنبش کرتا پانی دکھائی دیتا ہی کہ اوس زمین مین اجزائے صقیلہ شفافہ دور تک پھیلے ہوتے ہین نگاہ کی شعاعین اونپر پڑکر واپس ہوئین اور شعاع کا قاعدہ ہی کہ واپسی مین لرزتی ہی جیسے آئینے پر آفتاب چمکے دیوار پر اوسکا عکس جھل جھل کرتا نظر آتا ہی اور شعاعون کے زاویے یہان چھوٹے تھے کہ اونکی ساقین طویل ہین کہ سراب دور ہی سے متخیل ہوتا ہی اور وتر اوسیقدر ہی جو نظر کے قدم سے آنکھ تک ہی اور چھوٹے وتر پر ساقین جتنی زیادہ دور جا کر ملینگی زاویہ خورد تر بنیگا اور زاویائے انعکاس ہمیشہ زاویائے شعاع کی برابر ہوتے ہین یا شعۂ بصر یہ اوتنے ہی زاویون سے پلٹتی ہین جتنوں پر گئی تھیں ان دونوں امر کے اجتماع سے نگاہین کہ اجزائے بعیدہ صقیلہ پر پڑی تھیں لرزتی جھل جھل کرتی چھوٹے چھوٹے زاویوں پر زمین سے ملی ملی پلٹین لہذا ملنی چمکدار پانی جنبش کرتا متخیل ہوا واللہ تعالٰی اعلم

اقول ۲۱۳۹ ہذا

طریق وان اخترنا طریق العضد الذی قال انہ الحق واقرہ السید وھو منع ان لابیاض فی الثلج وما ذکر معہ والقول بان اختلاط الھواء المضیئ باجزاء الشفافۃ لہا اسباب حدوث البیاض وان لم یکن ھناک مزاج یتبعہ حدوث اللون قال ولیس ذلک ابعد مما یقولہ الحکماء **اقول**[۲۱۴] ای السفہاء من بعض القدماء کما قدم وتبعھم ابنا سینا والھیثم کما فی طوالع الانوار وشرح التجرید) فی کون الضوء شرطا لحدوث الالوان کلہا فاذا اخرج المصباح مثلا عن البیت المظلم انتفی الوان الاشیاء التی فیہا واذا اعید صارت ملونۃ بامثالہا لاستحالۃ اعادۃ المعدوم عندھم ولاشک ان ھذا ابعد من حدوث البیاض فی اجزاء الشفافۃ بمخالطۃ الھواء من غیر مزاج اھ **اقول**[۲۱۴] وقولھم مردود بحدیث البزار والحاکم وصححہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال نار جہنم سوداء مظلمۃ وروی البیہقی فی البعث وابو القاسم الاصبہانی عنہ قال تلا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذہ الآیۃ وقودھا الناس والحجارۃ فقال اوقد علیہا الف عام حتی احمرت والف عام حتی ابیضت والف عام حتی اسودت فہی سوداء مظلمۃ لا یضیئ لہبہا وروی الترمذی وابن ماجۃ والبیہقی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثلہ وفی اخرہ فہی سوداء مظلمۃ کاللیل المظلم جعل الترمذی وقفہ اصح **اقول**[۲۱۲] والوقف فیہ کالرفع اذ الم یکن اخذا عن الاسرائیلیات فقد اثبت لہا اللون مع الظلمۃ وعدم الضوء فاذن جوابنا اظہر لثبوت ان بیاض الثلج حادث لم یکن فی الماء واللہ تعالٰی اعلم اور بعض نے پانی کا رنگ سیاہ بتایا اور وہ اس پر اس حدیث سے سند لائے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے فرمایا واللہ یا ابن اختی ان کنا لننظر الی الھلال ثم الھلال ثم الھلال ثلثۃ اھلۃ فی شہرین وما اوقد فی ابیات النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نار قلت یا خالۃ فما کان یعیشکم قالت الاسودان التمر والماء اے میرے بھانجے خدا کی قسم ہم ایک ہلال دیکھتے پھر دوسرا پھر تیسرا دو مہینوں میں تین چاند اور کاشانہائے نبوت میں آگ روشن نہ ہوتی عروہ نے عرض کی اے خالہ پھر اہل بیت کرام مہینوں کیا کھاتے تھے فرمایا بس دو سیاہ چیزیں چھوہارے اور پانی رواہ الشیخان فی صحیحیہما عن عروۃ عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہما **اقول**[۲۱۳] وقد کثر ذلک فی الاحادیث وکلام العرب ومنہ الحدیث المسلسل بالاضافۃ قال السیوطی بعد ما ذکر حدیث ام المؤمنین بلفظ کنا نمکث لیالی ذوات العدد لا نوقد نارا فی حجر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما ھو الا الاسودان الماء والتمر اجیب بانہا رضی اللہ تعالٰی عنہا جعلت الماء اسود تغلیبا للتمر علی الماء لان التمر مطعوم والماء مشروب والمطعوم اشرف من المشروب اوان انیۃ ماءھم اذ ذاک کان یغلب علیہا السواد لکثرۃ دباغہا افاد جمیع ذلک شیخنا العید وسن قرأہ شیخنا ایضا ومثلہ فی حاشیۃ شیخنا الامیر وقال بعض شیوخنا ان لونہ اسود مستدلا بظاہر ھذا الحدیث لکن الاول ھو المتجہ اھ ما مر **اقول**[۲۱۴]

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اولا التغليب مجوز فلا يضر ما اليه مال من يثبت ان الماء اسود لهو ثانيا التغليب في الاسماء كالعمرين والقمرين دون وصفين متضادين فيقال الجيد ورديء جيدان وطويل وقصير طويلان وعالم وجاهل عالمان وهل يستحسن امرؤ من اكل لحما وشرب ماء ان يقول اما هما الا الاحمران اللحم والماء ومن تناول تمرا ولبنا يقول ما هما الا الاسودان التمر واللبن وثالثا قد علمتم ان الماء اذا وضع في اناء اخضر فالخضرة لم تقم بالماء فكذلك سواد السن ففيه التجوز بلا دليل اقول

حقیقت امر یہی ہے کہ پانی خالص سیاہ نہیں بلکہ اس کا رنگ سپید بھی نہیں میلا مائل بیک گونہ سواد خفیف ہے اور وہ صاف سپید چیزوں کے بمقابل آکر کھل جاتا ہے جیسا کہ ہمنے سفید کپڑے کا ایک حصہ دھونے اور دو دھ میں پانی ملانے کی حالت بیان کی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

(۷) علما کو اس اجماع آتی قول تحقیق ناصالح نزاع کے بعد کہ سب پانیوں میں افضل وہ پانی ہے جو اوس بحر بے پایان کرم ونعم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے بابرکات اللہ ہزاروں کو سیراب فرما ہر کیا زمزم افضل ہے یا کوثر شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی نے فرمایا کہ زمزم افضل ہے کہ شب معراج ملائکہ نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دل مبارک اوس سے دھویا حالانکہ وہ آب کوثر لا سکتے تھے اور اللہ عزوجل نے ایسے مقام پر اپنے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے اختیار نفرمایا مگر افضل شمس نے اسمین سراج کا اتباع کیا فتاوے علامہ شمس الدین محمد رملی شافعی میں ہے افضل المیاہ ما نبع من بین اصابعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد قال البلقینی ان ماء زمزم افضل من الکوثر لان بہ غسل صدر النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم یکن یغسل الا بافضل المیاہ اھ اسپر اعتراض ہوا کہ زمزم تو سیدنا اسمعیل علیہ الصلٰوۃ والسلام کو عطا ہوا اور کوثر ہمارے حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تو لازم کہ کوثر ہی افضل ہو امام ابن حجر مکی نے جواب دیا کہ کلام دنیا میں ہے آخرت میں بیشک کوثر افضل ہے اقول ۲۱۴۸ تو یہ قول ثالث یا دونوں قولوں کی توفیق ہوا۔ فتاوی فقہیہ کی عبارت یہ ہے (سئل) ایما افضل ماء زمزم او الکوثر (فاجاب) قال شیخ الاسلام البلقینی ماء زمزم افضل لان الملئکۃ غسلوا بہ قلبہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین شقوہ لیلۃ الاسراء مع قدرتھم علی ماء الکوثر فاختیارہ فی ھذا المقام دلیل علی افضلیتہ ولا یعارضہ انہ عطیۃ اللہ تعالٰی لاسمعیل علیہ الصلٰوۃ والسلام والکوثر عطیۃ اللہ تعالٰی لنبینا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان الکلام فی عالم الدنیا لا الاخرۃ ولا مریۃ ان الکوثر فی الاخرۃ من اعظم مزایا نبینا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن ثم قال تعالٰی انا اعطینٰک الکوثر بنون العظمۃ الدالۃ علی ذلک وبما قررتہ علم الجواب عما اعترض بہ علی البلقینی اھ اس وقت اس مسئلہ پر کلام اپنے علما سے نظر فقیر میں نہیں اور وجہ کہ فقیر کو ظاہر ہوا تفضیل کوثر ہے فاقول ۲۱۴۹ وباللہ التوفیق للافضل معنیان الاکثر ثوابا وھو فی المکلفین من یثاب اکثر وفی الاعمال ما الثواب علیہ اکبر ولا مدخل لھذین فی زمزم والکوثر ولان اول بالتعاطی ای ما تعاطیہ اکثر ثوابا فالکوثر غیر مقدور لنا فلا معنی للتفاضل من ھذا الوجہ ایضا ولا معنی لان یقال ان ثوابہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ف: معروضۃ [illegible] علی السید [illegible]
ف: [illegible] التغلیب
ف: معروضۃ [illegible] علیہ وعلیہم
ف: التغلیب فی الاسماء لا وصفین متضادین
ف: معروضۃ [illegible] علیہ وعلیہم
ف: مسئلہ کوثر افضل ہے یا زمزم
ف: للافضل معنیان

کان الاکثر فی غسل الملئکۃ قلبہ الکریم بلصدھما فاذن لاجلاء فیہ النعمۃ الاعظم شانا والارفع مکانا عند اللہ تعالٰی
وحینئذ لایتم استدلال الامام البلقینی رحمہ اللہ تعالٰی الا اذا احطنا بالحکم الالٰھیۃ فی غسل قلبہ الکریم علیہ
افضل الصلٰوۃ والتسلیم وعلمنا انھما کانا سواء فی تحصیلھا ثم اللہ سبحنہ اختار ھذا فکان افضل اما ان یکون شیئ
اوفق واصلح للعمل من غیرہ فلا یستلزم کونہ اجل قدرا واعظم فخرا مشرا بالفضل الکلی علی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایتشرف
بغیرہ بل الکل انما یتشرف بہ واللہ تعالٰی یصیب برحمتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مایشاء من خلقہ لیزید فی فضلہ کما اختار الولادۃ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم شھر ربیع الاول دون شھر رمضان ویوم الاثنین دون یوم الجمعۃ ومکان مولدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دون الکعبۃ
والفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم اما جواب الامام ابن حجر فغایۃ ما یظھر فی توجیھہ ان زمزم افضل
فی الدنیا لانہ مقدر لنا فنثاب علیہ فیترتب علیہ الفضل لنا بخلاف الکوثر ان رزق اللہ تعالٰی منہ احدنا فی الدنیا فلفضل فیہ
او لتفضل من المولٰی سبحنہ وتعالٰی فھو یترتب علی الفضل ومایورث الفضل اما الاخرۃ فلیست دار عمل فیذھب
ھنالک ھذا الوجہ ویظھر فضل الکوثر لانہ من اعظم ما من اللہ تعالٰی بہ علی نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **اقول**
لوتم ھذا لکان کل ماء فی الدنیا افضل من الکوثر بعین الدلیل وھو کما تری بل الکلام کما علمت فی الارفع قدرا والاعظم فخرا وھذا
لا یختلف باختلاف الدار حتی یکون شیئ اجل قدرا عند اللہ تعالٰی فی الدنیا فاذا جاءت الاخرۃ انعکس الامر کلا بل لا یظھر فی
الاخرۃ الا ما ھو عندہ تعالٰی ھھنا فما کان افضل فی الاخرۃ کان افضل فی نفسہ وما کان افضل فی نفسہ
کان افضل حیث کان وقد اعترفتم ان الکوثر افضل فی الاخرۃ فوجب ان یکون لہ الفضل دنیا واخری کیف
وزمزم من میاہ الدنیا وھو من میاہ الاخرۃ وللاخرۃ اکبر درجت واکبر تفضیلا **وایضا** ماء نھر الجنۃ
قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغت فیہ میزابان یمدانہ من الجنۃ احدھما من ذھب والاخر من ورق
رواہ مسلم عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا ان سلعۃ اللہ
غالیۃ الا ان سلعۃ اللہ الجنۃ **ثم** ھو انعم لامتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من شرب منہ لم یظمأ
ابدا ولم یسود وجھہ ابدا **وقد** امتن اللہ سبحنہ بہ علی افضل انبیائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
فکان افضل رزقنا المولٰی سبحنہ وتعالٰی الورود علیہ والشرب منہ بید احب حبیب الیہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم ومجد وشرف وعظم وکرم وعلی الہ الکرام وصحبہ العظام وابنہ الکریم وامتہ
الکریمۃ خیر الامم وعلینا بھم ولھم وفیھم ومعھم یا من علینا بارسال ارحم الرحماء والحمد للہ رب العٰلمین حمدا
یدوم بدوام الادوم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم عز شانہ احکم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مسئلہ ۴ شوال ۱۳۲۰ھ مسئولہ مولوی عبدالشکور صاحب مہاکانی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو کرتے وقت جس لوٹے سے وضو کرے اُس میں اگر ہاتھ مونھ کے مستعملہ قطرے گرے تو اس لوٹے کا پانی طاہر ہے یا نہیں اور اُس سے بقیہ عضو کا دھونا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

طاہر تو مطلقا ہے علی مذھب محمد المصحح المعتمد اور بقیہ اعضا کا اُس سے دھونا بھی درست ہے جبکہ مستعمل پانی اسقدر کثرت سے نہ گرا ہو کہ غیر مستعمل پانی سے زائد ہو جائے فان المعتبر ھھنا الغلبۃ بالاجزاء کما فی التبیین والدر المختار وغیرھما واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر بریلی بروز سہ شنبہ ۲۵ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حوض کا پانی بسبب گرمی یا پرانا ہونے سے جس میں بُو اور رنگ تغیر ہوجائے اُس میں وضو کرنا چاہیے یا نہیں اور اسی مسئلہ میں گاؤں کے چاہ وغیرہ انکا پانی اور رنگ اور بُو آجاتی ہے اُس سے وضو کرنا چاہیے یا نہیں اور زید کہتا ہے اگر اُس میں کوئی چیز کتا بلّی وغیرہ گر جائے جس سے بُو آجائے اور مزہ تبدیل ہو جائے تو ناپاک ہوتا ہے اور آپ ہی خود مزہ اور رنگ تبدیل ہو جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے۔

الجواب

رنگ یا بُو یا مزہ اگر کسی پاک چیز کے گرنے یا زیادہ دیر ٹھہرنے سے بدلے تو پانی خراب نہیں ہوتا ہاں نجاست کی وجہ سے تغیر آجائے تو نجس ہوگا اگرچہ کتنا ہی کثیر کیوں نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مقام کنٹھ پیسہ گجرات محلہ محمد پورہ معرفت پیش امام مولوی نظام الدین صاحب مسئولہ نثار احمد صاحب ۲ رمضان شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فقہا حوض کی چار اقسام لکھتے ہیں مدور مربع مثلث طول بلا عرض آیا یہ چاروں قسمیں بلا اختلاف درست اور جائز ہیں یا ان میں سے کسی قسم میں اختلاف ہے اور جو قسم ان اقسام میں سے افضلیت رکھتی ہو استثنا کی جاوے جواب بہت جلد تشفی فرماویں۔

الجواب

مدور مثلث مربع تو صرف اختلاف ہیأت ہے اقسام جداگانہ نہیں جنکے احکام مختلف ہوں طول بلا عرض میں البتہ اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ مطلقاً آب کثیر نہیں اگرچہ سمرقند سے بخارا تک ہو اور صحیح وارجح تر یہ ہے کہ سو ہاتھ مساحت درکار ہے جس طرح بھی حاصل ہو کما حققناہ فی فتاوٰنا بما لا مزید علیہ اسی اختلاف کی بنا پر مدور و مثلث کی مساحتوں میں بھی اختلاف

پڑیگا جنکے نزدیک دس ہاتھ طول دس ہاتھ عرض دونوں کا ہونا ضرور ہے مدوّر کا رقبہ ۱۰۲ ہاتھ سے بھی زیادہ ہونا چاہیے اور مثلث کی ہر ضلع ساڑھے پندرہ ہاتھ ۶ گرہ اور قول مختار پر مدوّر کا قطر پانچ گز دس گرہ ایک اُنگل یا گیارہ ہاتھ نو گرہ ایک اُنگل سے کچھ اور مثلث کی ہر ضلع پندرہ ہاتھ اور ۱/۵ ہاتھ کما بیناہ فی رسالتنا الھنیّ النمیر فی الماء المستدیر وھو من رسائل فتاوٰنا ۲۲۹ افضل بیشک یہی ہے کہ مربع مثلث مدوّر کیسا بھی ہو اُسکے اندر ایک مربع واقع ہو سکے جسکی ہر ضلع پانچ ہاتھ یا پندرہ فٹ ہو لان الخروج عن الخلاف احوط واحسن بالاتفاق واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵: مسئولہ مولوی چودھری عبدالحمید خانصاحب رئیس سہاور مصنف کنز الآخرۃ، محرم الحرام ۱۳۲۵ہجری

آب مستعمل طاہر ہے غیر مطہر اور فقہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو پانی دہ در دہ سے کم ہو خواہ وہ دیگ میں ہو خواہ مٹکے یا لوٹے میں اگر اُس میں محدث یا جنب کا ایک پورا بھی چھو جائیگا تو وہ مستعمل ہو جائیگا اور پھر وہ قابل طہارت نہ رہیگا کہ آبِ مستعمل مطہر نہیں۔ ایسی صورت میں بڑی مشکل یہ پڑتی ہے کہ ایک گروہ کثیر در کثیر مسلمانوں کا خاصکر گروہ اناث کا بالکل دارمدار سقّوں کے پانی پر وضو و غسل کرنیکا ہے کہ سقّے پانی لیکر گھروں میں بھرتے ہیں اور اُسی پانی سے تمام گھر والے وضو و طہارت کرتے ہیں اور سقّوں کی یہ حالت ہے کہ اول تو وہ بالعموم بے نمازی ہوتے ہیں جنکو طہارت و نجاست کا کچھ امتیاز نہیں اسکے سوا یہ کہ وہ سقّے نمازی ہی کیوں نہ ہوں لیکن ہمہ وقت باوضو نہیں ہوتے اور پانی کوئیں سے جب کھینچتے ہیں تو ڈول کی رسّی کو دانتوں سے پکڑکر ایک ہاتھ کی اُنگلیوں کو ڈول میں ڈالکر دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں کو مشک کے مونھ پر رکھکر پانی مشک میں بھرتے ہیں اور پھر جب وہ گھروں میں آکر پانی بھرتے ہیں تو مشک کا مونھ کھولکر اور مشک کے مونھ کے قریب اپنا ہاتھ رکھکر گھڑے مٹکوں میں پانی بھرتے ہیں کہ وہ سب پانی اُنکے ہاتھ کی کف دست پر ہوکر ظرف میں پہنچتا ہے اور ایسی حالت میں یقینی دو دو تین تین بار پانی مستعمل ہوکر گھڑے مٹکوں میں پہنچتا ہے اور اُسی سے طہارت و وضو ہوتا ہے اسکے سوا عام نمازی مسلمان جس طریق سے مسجدوں میں کوئیں سے پانی کھینچکر لوٹوں اور مٹکوں میں بھرتے ہیں وہ بھی قریب قریب اُنھیں سقّوں کی ترکیب کے عمل کرتے ہیں اور اُسی سے وضو و طہارت کرتے ہیں تو ایسی صورت میں اس طہارت کا کیا حکم ہے مسجد کے نمازیوں کی بداحتیاطی سے قطع نظر کرکے سقّوں کی بداحتیاطی کا کیا مفر ہے کہ جنکے پانی پر تمام مسلمانوں کا دارمدار ہے اور سقّوں کی بداحتیاطی جسپر بلائے عام ہے کسی ترکیب سے کسی تدبیر سے رفع نہیں ہو سکتی تو پھر اب کیا کیا جائے۔ والسلام۔

الجواب

فی الواقع مذہب صحیح یہی ہے کہ بے وضو آدمی کا ناخن بھی اگر بغیر دُھلا ہوا اُس پانی میں کہ وہ دردہ نہیں پڑ جائے تو وہ

سب پانی مستعمل ہو جائیگا تصانیف امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے فتح القدیر امام ابن الہمام تک تمام کتابوں میں بالاتفاق یہی حکم ہے مگر شریعت مطہرہ کا قاعدہ کلیہ ہے کہ استعمال درکنار دربارہ نجاست بھی اوہام وشکوک وظنون مجردہ پر نظر نہیں فرماتی ملاحظہ ہو پرانا استعمالی جوتا کسقدر مظنہ نجاست ہے مگر حکم یہ ہے کہ جبتک نجاست معلوم نہ ہو کوئیں میں گرنے سے کوآں ناپاک نہ ہوگا صرف تطییب قلب کے لیے بیس ڈول نکالے جائیں گے نا سمجھ بچے کا ہاتھ یا پاؤں پانی میں پڑ جائے بے علم نجاست ناپاک نہ ہوگا گائے بکری کوئیں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو آن پاک رہیگا اگرچہ اُنکے کھر اور رانوں کا پیشاب وغیرہ میں ملوث نہ ہونا بعید از قیاس ہے یہانتک کہ فاسقوں بے نمازیوں بلکہ کافروں کے پاجامے پر بھی حکم نجاست نہیں دیتے صرف کراہت ملتے ہیں سقاؤں کے بھرے ہوئے پانی میں تو ایسے ظنون کی بھی نہیں جسوقت وہ پانی لاکر برتنوں میں ڈالتے ہیں اُسوقت تو اُنکا ہاتھ پانی کی گزرگاہ پر ہوتا ہی نہیں ورنہ پانی کو برتن میں جانے سے رُوکے اور اِدھر اُدھر بہائے دہانے سے پانی نکلتا ہے اور اُنکا ہاتھ مشک کے گلے پر ہوتا ہے مشک بھرتے وقت جو بائیں ہاتھ سے اُسکا مونھ کھولتے اور ڈول سے پانی ڈالتے ہیں اُسوقت وہ پانی جریان کی حالت میں ہوتا ہے جبتک مشک میں داخل ہو اس حالت میں تو اگر کسی نجاست پر گزرے تو اُسے بھی پاک کرتا ہوا جائیگا رہا دہنا ہاتھ اکثر تو ڈول کے نیچے دیکھا گیا اور ڈول نکالتے ہیں تو اُسکی لکڑی پر ہاتھ رکھکر اور بالفرض یہی ہو کہ اُسکے اندر ہاتھ ڈالا کرتے ہوں تو پہلے ڈول میں کہ ہاتھ ڈالا وہ ضرور مستعمل ہو گیا اگر اُس وقت بے وضو ہونا ہاتھ اس سے پہلے دُھلا ہو مگر ساتھ ہی ہاتھ دُھل گیا اب جو دوسرے ڈول میں ڈالا وہ مستعمل نہ ہوا مشک تین ڈول سے کم کی نہیں ہوتی ایک ڈول مستعمل اُس میں پہنچا اور دو یا زائد غیر مستعمل تو ساری مشک کا پانی طاہر و مطہر ہو گیا اور یہ احتمال کہ ممکن ہے کہ پہلے ڈول کے بعد دوسرے ڈول میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اُسے حدث واقع ہوا ہونا قابل قبول ہے ایسے شاید ومحتمل پر عمل کیا جائے تو دین ودنیا دونوں کی عافیت تنگ ہو جائے غرض بہشتیوں کے ہاتھ کا بھرا ہوا پانی ضرور طاہر ومطہر ہے رہیں عوام کی حرکات شریعت انپر اور سب پر حاکم ہے اُنکی بے پروائیاں یا جہالتیں شرع پر حاکم نہیں ہو سکتیں یہ تو ایک سہل مسئلہ ہے جسمیں بعض متاخرین علما کا خلاف بھی ملیگا اجماعی فرائض وہ کہاں تک پورا کرتے ہیں وضو میں کہنیاں ایڑیاں کلائیوں کے بعض بالوں کی نوکیں اکثر خشک رہ جاتی ہیں اور یہ تو عام بلا ہے کہ مونھ دھونے میں پانی ماتھے کے حصہ زیریں پر ڈالتے ہیں اور اوپر بھیگا ہاتھ چڑھا کر لیجاتے ہیں کہ ماتھے کے بالائی حصہ کا مسح ہوا نہ غسل اور فرض غسل ہے نہ وضو ہوا نہ نماز غسل میں فرض ہے کہ پانی سونگھ کر ناک کے نرم بانسے تک چڑھایا جائے دریافت کر دیکھیے کتنے ایسا کرتے ہیں چلو میں پانی لیا اور ناک کی نوک کو لگایا استنشاق ہو گیا تو ہر وقت جنب رہتے ہیں اُنھیں مسجد میں جانا تک حرام ہے

نماز درکنار سجدے مین فرض ہے کہ کم از کم پاؤن کی ایک اُنگلی کا پیٹ زمین پر لگا ہو اور ہر پاؤن کی اکثر اُنگلیون کا پیٹ زمین پر جما ہونا واجب ہے یونہی ناک کی ہڈی زمین پر لگنا واجب ہے بہتیرون کی ناک زمین سے لگتی ہی نہین اور اگر لگی تو وہی ناک کی نوک یہان تو ترک واجب و گناہ اور عادت کے سبب فسق ہی ہوا پاؤن کو دیکھیے اُنگلیون کے سرے زمین پر ہوتے ہین کسی اُنگلی کا پیٹ بچھا نہین ہوتا سجدہ باطل نماز باطل اور مصلی صاحب پڑھکر گھر کو چلدیے قراءت دیکھیے اتنی تجوید کہ ہر حرف دوسرے سے صحیح ممتاز ہو فرض عین ہے بغیر اسکے نماز قطعًا باطل ہے عوام بیچارون کو جانے دیجیے خواص کہلانے والون کو دیکھیے کتنے اس فرض پر عامل ہین مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا اور اپنے کانون سے سُنا کن کو علما کو مفتیون کو مدرسون کو مصنفون کو قل هو الله احد کی جگہ اهد پڑھتے ہوئے جمعہ مین یحسبون کل صیحۃ علیہم کی جگہ یعسبون هم العدو فاحذرهم کی جگہ فاعذرهم وهو العزیز الحکیم کی جگہ هو العذیذ بلکہ ایک صاحب کو الحمد شریف مین صراط الذین کی جگہ صراط اللظین۔ کس کسکی شکایت کیجیے یہ حال اکابر کا ہے پھر عوام بیچارون کی کیا گنتی اب کیا شریعت انکی بے پروائیون کے سبب اپنے احکام منسوخ فرمادیگی نہین نہین ان الحکم الا للہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۰ مرسلہ مولوی عبد اللہ صاحب از دوحد ضلع پنچ محال ملک گجرات مسجد غزنوی، صفر ۱۳۲۵ ہجری

تالاب کبیر مین اگر بوٹی یا زراعت کثرت سے ہو جیسا کہ ایک جگہ کے پانی کی حرکت سے دوسری جگہ کا پانی حرکت نہ کرے تو اُس تالاب مین مقدار شرعی سے تھوڑی سی جگہ خالی کرکے کپڑے دھوئے جائین تو پاک ہوسکتے ہین یا نہین بینوا توجروا

الجواب

تالاب جبکہ کبیر ہے تو اُس مین زراعت کا اتصال پانی کو قلیل نہ کریگا تھوڑی جگہ اگر زراعت سے صاف کرلی گئی تو وہ بھی اُسی کبیر کا ٹکڑا ہے اور اُسی کے حکم مین ہے جبتک نجاست سے رنگ یا مزہ یا بُو نہ بدلے ناپاک نہ ہوگا نص علیہ فی الھندیۃ وغیرہا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۱ از سرونج مسئولہ عبد الرشید خانصاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

جنب مرد یا حیض والی عورت کا ہاتھ سیر بھر پانی یا سیر سے کم مین سہوًا یا عمدًا ڈوبے تو وہ پانی غسل و وضو کے قابل ہے یا نہین

الجواب

کسی حدث اکبر یا اصغر والے کا ہاتھ بغیر دھوئے جب کسی دہ در دہ پانی سے کم مین پڑجائیگا اُس سب کو قابل وضو و غسل نہ رکھے گا ہاں اگر ہاتھ دھو لینے کے بعد پڑا تو کچھ حرج نہین۔ عورت حیض کی وجہ سے اُسوقت حدث والی ہوگی

قراءت قرآن مجید مین عوام در کنار یہاں تک کہ خواص

مسائل آخر

کسی کے جنب یا حائض کا ہاتھ پانی مین ڈوبنے کا مسئلہ

جب حیض منقطع ہوجائے اس سے پہلے نہ اُسے حدث ہی نہ حکمِ غسل اُسکا ہاتھ پڑنے سے قابل وضو وغسل رہیگا واللہ تعالیٰ اعلم

۶۲ سوال دوم اکثر بلاد ہند مین چاہ دہ در دہ سے کم ہین اور جاہل مسلمان اُن چاہ پر کھڑے ہوکر غسل کرتے ہین اور اُنکا آب غسل چاہ مین گرتا جاتا ہے اور اُسی چاہ کے پانی سے اور مسلمان غسل کرتے ہین غسل اُنکا درست ہوا یا نہین

الجواب

درست ہی کہ مستعمل پانی اگر غیر مستعمل مین پڑے تو اُسیوقت اُسے مستعمل کریگا کہ مقدار مین اُسکی برابر یا اُس سے زائد ہوجائے چھینٹین کوئین کے پانی سے کیا نسبت رکھتی ہین ہان اگر بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ تھی اور اُسکے پانی کی کوئی چھینٹ کوئین کے اندر پانی مین گری تو آپ ہی سارا کوآن ناپاک ہوجائے گا۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

۶۳ سوال سوم کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید و عمرو واسطے غسل کے چاہ پر گئے اور دونون حالت جنابت مین ہین زید نے چاہ سے آب نکالکر عمرو کو دیا عمرو نے غسل کیا لیکن زید کا ناپاک ہاتھ کئی بار آب اور ڈول سے لگا اس حالت مین پانی ناپاک ہوا یا نہین اور غسل عمرو کا درست ہوا یا نہین۔

الجواب

نجاست حکمیہ کہ جنابت سے ہوتی ہی اس حالت مین ڈول کو ہاتھ لگنے سے تو کوئی حرج نہین البتہ اگر ہاتھ بغیر دھوئے اُنگلی یا ناخن یا کوئی حصہ ہاتھ کا پانی سے مس کریگا تو وہ پانی اگرچہ ناپاک نہ ہوگا مگر غسل و وضو کے قابل نہ رہیگا پھر ہر بار اگر وہی حصہ ہاتھون کا پانی مین ڈوبا جو اول بار ڈوبا تھا تو صرف پہلا پانی خراب ہوا تھا بعد کے پانی طاہر و مطہر قابل غسل و وضو ہین اگر عمرو کے سارے بدن پر بعد کا پانی بہ گیا تو غسل اُتر جائیگا اور اگر کچھ حصہ بدن پر صرف پہلی دفعہ کا پانی بہا۔ یا ہر بار زید کے بے دُھلے ہاتھ کا نیا حصہ پانی مین ڈوبا تو سب پانی خراب ہوئے تو عمرو کا غسل نہ اُترے گا واللہ تعالیٰ اعلم

۶۴ سوال چہارم بلاد ہند مین مسلمانون کے گھرون مین ہندو کہارنین پانی بھرتی ہین ہندو کہارون کے ہاتھون کے پانی بھرے ہوئے سے غسل وضو درست ہی یا نہین۔

الجواب

درست ہی جبکہ اُنکے ہاتھ ناپاک نہ ہون بے دھوئے پانی مین نہ ڈوبین ورنہ جائز نہین واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم

۶۵ مسئلہ از مہندر گنج سکول ہیڈ مولوی ضلع گارو ہلیس تورا ملک آسام مرسلہ نجم الدین احمد صاحب ربیع الاول شریف ۱۳ھ

حضرت قبلہ مولانا فاضل صاحب لطف بیکران برغریب بادچہ ارشاد فرمایند درین مسئلہ کہ در علاقہ فقیر درگاہے بنام

https://www.facebook.com/darahlesunnat

شامکمال از مدت دراز ست مردمان از دور دور برائے تکمیل نذر و نیاز بز و بقرہ آوردہ بسم اللہ گفتہ ذبح مینمایند و خادم درگاہ بتعجیل تمام پوست آن ذبیحہ را کشیدہ بعد یا قبل دباغت ہمی فروشند و قاتش ازین شغل بسر میشود علمائے چند درین دیار گویند کہ انتفاع از چرم غیر اللہ جائز نیست اگرچہ بروقت ذبح بسم اللہ خواندہ شود و بعضے گویند کہ بلاشبہہ جائز ست زیرا کہ غیر اللہ مثل مردار ست چون پوست مردار از دباغت پاک شود چرم غیر اللہ نیز از دباغت شود این چنین بحث و تکرار ہنوز پایان نرسید لہذا بخدمت اقدس حضرت عرض اینست کہ خرید و فروخت قبل یا بعد دباغت پوست ذبیحہ غیر اللہ درست ست یا نہ مع دلیل بحوالہ کتاب قم درزیدہ و دستخط بالمہر عنایت سازند وعند اللہ اجر جزیل وصول نمایند۔

الجواب

آن چرمہا بنفس ذبح پاک میشود و بیع حاجت بدباغت ندارد خرید و فروخت و استعمال آنہا مطلقاً رواست فا(۱) مسلمانان جانوران کہ برائے اولیائے کرام قدست اسرارہم ذبح میکنند زنہار عبادت غیر نمی خواہند این بدگمانی شدید ست و بدگمانی از طریق اسلامی بعید قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ودر درمختار فرمود انا لانسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الاٰدمی بھذا النحر در ردالمحتار ست ای علی وجہ العبادۃ لانہ المکفر وھذا بعید من حال المسلم باز اگر بریم کہ بعض آن بندگانِ جاہل ہمچنان خواستہ باشند اگر ذابح برائے خدا ذبح کرد و نام او عزوعلا گرفت حلال شد کہ اعتبار نیت و قول ذابح راست کما حققناہ فی رسالتنا الصغیرۃ حجما الکبیرۃ نفعا ان شاء اللہ تعالٰی سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء و مولٰی سبحنہ وتعالٰی در قرآن عظیم فرماید ما لکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ شمارا چیست کہ نخورید از انچہ بران نام خدا گرفتہ شدہ ست و اگر از نیہم گذریم و فرض کنیم کہ ذابح معاذ اللہ بہ نیت عبادت غیر کشت و مرتد گشت تا از نیہم انچہ لازم آید حرمت ذبیحہ ست نہ نجاست پوست کہ نزد امام قاضیخان مذہب ارجح آنست کہ ذبح مطلقا تطہیر جلد میکند اگرچہ ذابح مرتد یا مجوسی باشد۔ در بحر الرائق ست قد قدمنا عن معراج الدرایۃ معزیا الی المجتبی ان ذبیحۃ المجوسی وتارک التسمیۃ عمدا توجب الطہارۃ علی الاصح وان لم یکن ماکولا ولکن النقل صاحب المعراج فی ھذہ المسألۃ الطہارۃ عن القنیۃ ایضا ھنا ویدل علی ان ھذا ھو الاصح ان صاحب النہایۃ ذکر ھذا الشرط بقیل معزیا الی فتاوی قاضیخان در فتاوٰی امام اجل قاضی فخر الدین اوزجندی ست ما یطہر جلدہ بالدباغ یطہر لحمہ بالذکاۃ ذکرہ شمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللہ تعالٰی وقیل یجوز بشرط ان تکون الذکاۃ من اہلہا فی محلہا وقد سمی اھ اقول فافاد بحکم المقابلۃ ان الذکاۃ فی القول

الاول مطلقة ولو غير شرعية والمسألة فى الصوم تدل على حكم الجلد بالاولى ففيه ترجيح لعدم اشتراط الشرعية الاول ما ذكر من ذكره القول الثانى بقيل والثانى انه قدم الاول وهو انما يقدم الاظهر الاشهر كما نص عليه فى خطبته فيكون هو المعتمد كما فى الطحطاوى والشامى اما قول الدر هل يشترط لطهارة جلده كون ذكاته شرعية قيل نعم وقيل لا والاول اظهر لان ذبح المجوسى وتارك التسمية عمدا كلا ذبح اھ فاقول[١٠٠٣١١] نعم ذلك فى حق الحل اما طهارة الجلد فلا تتوقف عليه وانما هى لان الذبح يعمل عمل الدباغ فى ازالة الرطوبات النجسة كما فى الهداية بل لانه يمنع من اتصالها به والدباغ مزيل بعد الاتصال ولما كان الدباغ بعد الاتصال مزيلا ومطهرا كانت الذكاة المانعة من الاتصال اولى ان تكون مطهرة كما فى العناية ولا شك ان هذا يعم كل ذبح فكان كما اذا دبغ مجوسى فالاظهر ما اختاره الامام قاضيخان[٢٤٢] هذا ولعل الاوفق بالقياس والالصق بالقواعد ماذكر تصحيحه فى التنوير والدر والقنية ايضا وبه جزم الاكمل والكمال وابن الكمال فى العناية والفتح والايضاح وبالجملة هما قولان مصححان وهذا اقوى وذاك ارفق فاختر لنفسك والاحتياط اولى، واگر ابراهیم گزیم وگیریم که ذابح معاذ الله مرتد شد و ذبیحه بجمیع اجزائها نجس گشت برین تقدیر نیز دباغت را موجب طہارت ندانستن جہل عظیم و باطل باجماع ائمہ است فقد قال صلی الله تعالٰی علیہ وسلم ایما اھاب دبغ فقد طہر واللہ تعالٰی اعلم

فصل فی البئر

مسئلہ[١٦]

از خیر آباد مرسلہ مولوی سید حسین بخش صاحب ضوی یکم ربیع الاول ١٣٠٦ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر گرگٹ چاہ افتادہ ہو اُسکا پانی کسقدر نکالا جائے اور گرگٹ کس جانور کے برابر ہوسکتا ہے اگرچہ جثہ میں چھپکلی سے زیادہ اور خون رکھتا ہے بحوالہ کتاب ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

گرگٹ چوہے کے حکم میں ہے اگر کوئیں سے مُردہ نکلے اور پھولا پھٹا نہ ہو بیس ڈول نکالے جائیں گے فتاوی خانیہ و فتاوی ہندیہ وغیرہما میں ہے اذا وقع فی البئر سام ابرص ومات ینزح منہا عشرون دلوا فی ظاہر الروایۃ علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں ما بین الفارۃ والھرۃ فحکمہ حکم الفارۃ الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ[١٦١]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دلو وسط کی مقدار کیا ہے۔ بینوا توجروا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الجواب

کوئیں میں جب کوئی چیز گر جائے اور شرع مطہر کچھ ڈول نکالنے کا حکم دے جہاں متون متاخرین میں لفظ دلو وسط واقع ہوا یعنی مثلاً چوہا گر کر مر جائے تو بیس۲۰ ڈول متوسط نکالے جائیں اُس ڈول کی تعیین میں بھی اقوال مختلفہ ہیں کہ سات تک پہنچتے ہیں مگر ظاہر الروایۃ ومختار امام قاضی خان وصاحب محیط ومصنف اختیار ومؤلف ہدایہ وغیرہم اکابر علما یہی ہے کہ ہر کوئیں کے لیے اُسی کا ڈول معتبر ہوگا جس سے اُسکا پانی بھرا جاتا ہے ہاں اگر اُس کوئیں کا کوئی ڈول معین نہ ہو تو اُس ڈول کا اعتبار کریں گے جس میں ایک صاع مدس یا ماش آجائیں غنیہ میں ہے الدلو الوسط مایسع صاعا من الحب المعتدل اور صاع ہمارے امام کے نزدیک آٹھ رطل کا ہوتا ہے ہر رطل بیس استار ہر استار ساڑھے چار مثقال ہر مثقال ساڑھے چار ماشے تو ہر رطل چھتیس تولے نو ماشے اور صاع دو سو ستر تولے کا ہوا فی رد المحتار عن شرح درر البحار اعلم ان الصاع اربعۃ امداد والمد رطلان والرطل نصف من والمن بالدراھم مائتان وستون درھما وبالاستار اربعون والاستار بکسر الھمزۃ بالدراھم ستۃ ونصف وبالمثاقیل اربعۃ ونصف اھ **اقول** والدرھم المذکور ھھنا غیر الدرھم الشرعی المعتبر بوزن سبع کما یشھد بذلک جعلہ الاستار بالدراھم ستۃ ونصفا وبالمثاقیل اربعۃ ونصفا اذ لو کان بوزن سبع لکانت اربعۃ مثاقیل ونصف بالدراھم ستۃ وثلثۃ اسباع لانصفا وایضا لو کان للمن ۲۶۰ درھما بوزن سبعۃ لکان من المثاقیل ۱۸۲ مع انہ بحساب الاستار المذکور مائۃ وثمانون کما لایخفی علی الحاسب وبہ علم بحمد اللہ تعالٰی ان ما وقع من العلامۃ الشامی حیث قال بعد مامر ثم اعلم ان الدرھم الشرعی اربعۃ عشر قیراطا والمتعارف الان ستۃ عشر فاذا کان الصاع الفا واربعین درھما شرعیا یکون بالدرھم المتعارف تسعمائۃ وعشرۃ الخ خلط بین اصطلاحین فان الصاع انما یکون الفا واربعین بالدرھم المذکور ھھنا لان الصاع ثمانیۃ ارطال والرطل عشرون استارا والاستار بھذہ الدراھم ستۃ ونصف فاذا ضربت عشرین فی ستۃ ونصف کان الرطل مائۃ وثلثین درھما وبضربھا فی ثمانیۃ یحصل الف واربعون والدرھم الذی ھو اربعۃ عشر قیراطا انما ھو الدرھم الشرعی المعتبر بوزن سبعۃ کما فی الدر المختار وغیرہ فتنبہ لھذا واترک الدراھم وحاسب بما لایختلف وھو المثقال فانہ اربع ونصف ماشۃ فالاستار طولجۃ وثمان ماسات وربع ای حبتان فالرطل ثلث وثلثون طولجۃ وتسع ماسات کما ذکرنا وباللہ التوفیق اور یہ تفصیل کہ ہر کوئیں کے لیے اُسیکا ڈول معتبر رکھیں

ف۱: مسئلہ صاع و رطل و استار و مثقال کا بیان
ف۲: فصل بیس
ف۳: معروضۃ علی العلامۃ ش
ف۴: استار اکتیس تولہ ماشہ ... دو رتی ... سو ستر تولے ۹ ماشے

اور نہ ہو تو ایک صاع والاول یہ گویا ان دونوں معتبر قولوں کی جمع و توفیق اور قول فصیل ہے اور یہی فتاوی[۱] خلاصہ و شرح[۲] طحاوی و سراج[۳] سے ظاہر اور صاحب بحر الرائق[۴] نے اسی پر اعتماد اور صاحب[۵] درمختار نے اسی پر جزم کیا اور بہ تبعیت صاحب بحر دلو وسط کے یہی معنے قرار دیے فی الخانية[۱] اذا وجب نزح بعض الماء بعد دمن الدلاء فالمعتبر فی ذلك دلو هذه البئر وفی الهداية[۲] ثم المعتبر فی كل بئر دلوها الذی یستقی به منها وقیل دلو یسع فيه صاع وفی الخلاصة[۳] المعتبر فی كل بئر دلوها فان لم یكن لتلك البئر دلو یجب ینزح بدلو یسع فيه الصاع وهو ثمانية ارطال وعن ابی حنیفة خمسة امناء وفی البحر الرائق[۴] واختلف فی تفسیر الدلو الوسط فقیل هی الدلو المستعملة فی كل بلد وقیل المعتبر فی كل بئر دلوها لان السلف لما اطلقوا انصرف الی المعتاد واختاره فی المحیط والاختیار والهداية وغیرها وهو ظاهر الروایة لانه مذكور فی الكافی للحاكم وقیل ما یسع صاعا وهو ثمانية ارطال وقیل عشرة ارطال وقیل غیر ذلك والذی یظهر ان البئر ان كان لها دلو اعتبر به والا اتخذ لها دلو یسع صاعا وهو ظاهر ما فی الخلاصة وشرح الطحاوی والسراج الوهاج وح فینبغی ان یحمل قول من قدر الدلو علی ما اذا لم یكن للبئر دلو كما لا یخفی وفی الدر المختار[۵] بدلو وسط هو دلو تلك البئر فان لم یكن فما یسع صاعا وفی الشامیة[۶] قوله فان لم یكن الخ ای هذا اذا كان لها دلو فان لم یكن فالمعتبر دلو یسع صاعا هذا التفصیل استظهره فی البحر وقال هو ظاهر ما فی الخلاصة وشرح الطحاوی والسراج. وفی المقام بحث وكلام اورد بعضا منه السید ابن عابدین فی هذه الحاشیة رأینا طی الكشح عنه احری مخافة التطویل مع حصول المقصود اذ لیس مرجعه الا الی اللفظ ۲۱۶۵

واللہ اعلم بالصواب

مسئلہ[۱۵] ۲۸ رمضان ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئیں میں سے گائے یا بھینس کا پٹھا نکلا جو بندش کے کام میں آتا ہے نہیں معلوم کسی آدمی نے گرایا یا جانور نے ڈالدیا ثابت ہی گلا سڑا نہیں اس میں کوئیں کے لیے کیا حکم ہے طاہر یا نجس بینوا توجروا۔

الجواب

طاہر ہے مطلقاً اگرچہ گل گیا ہو فی التنویر[۱] شعر المیتة وعظمها وعصبها طاهر اھ ملتقطا ۲۱۶۶ **اقول** وهذا فی العصب علی المشهور كما فی الدر وكذا علی خلافه اعنی روایة نجاسة عصب المیتة اذ لا علم بان الواقع فی البئر هو عصب المیتة دون المذبوح والیقین لا یزول بالشك واللہ تعالی اعلم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مسئلہ ۱۹ چہ میفرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین ایک ہندو نے ایک چیز ناپاک سے کوئیں کو ناپاک کردیا یعنی نال بچہ آدمی کا کوئیں میں ڈالدیا اور بدون معلوم ناپاکی کے دو تین روز مسلمانوں اور ہندؤوں نے پانی اُس کوئیں کا پیا اور کھانے پکانیکے صرف میں لائے تو اس صورت میں اُن لوگوں کے ایمان میں کچھ خلل ہوا یا نہیں اور ڈلنے والے کے واسطے کیا سزا ہے اور پینے والے لوگ کسطرح طاہر ہوں اور کوآں کسطرح پر پاک کیا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مسئولہ میں بعد نکالنے نجاست کے سب پانی اُس کوئیں کا نکال ڈالیں اور اگر نال کے کوئیں میں گرنے کا وقت معلوم ہو کہ اُس نے فلاں روز فلاں وقت ڈالا تو اُسوقت سے کوآں ناپاک قرار پائیگا اور اس مدت میں جن شخصوں نے اُس سے وضو کیا وہ اپنے اعضائے وضو اور جو نہائے ہوں وہ تمام بدن پاک کریں اور اتنے دنوں کی نمازیں پھیریں اور جن کپڑوں کو وضو کرتے میں یا کسی طرح وہ پانی درم برابر جگہ میں لگ گیا ہو وہ پاک کیے جائیں اور اُس پانی سے جو کھانا پکایا گیا اُسکا بقیہ کتّوں کو ڈال دیں اور برتن پاک کریں اور جن لوگوں نے اتنے دنوں نادانستہ وہ پانی پیا اور اُس سے کھانا پکا کر کھایا اُنپر کوئی گناہ نہیں نہ اُنکے ایمان میں خلل آیا یہ سب باتیں اُس صورت میں ہیں کہ اُسکے گرنے کا دن اور وقت معلوم ہوا اور جو یہ امر متحقق نہ ہوسکے تو کوآں اُسیوقت سے ناپاک ٹھہریگا جب سے وہ نال اُس میں دیکھا گیا اس سے پہلے کے وضو اور غسل اور نمازیں سب درست اور بدن اور برتن اور کپڑے سب پاک ہاں بعد نکلنے کے اگر کسی نے بیخبری میں وضو یا غسل کیا اور اُس سے نماز پڑھی یا اُسکے کپڑوں یا برتنوں کو وہ پانی لگا تو وہ اپنے بدن برتن کپڑے پاک کرے اور اُس نماز کو پھیرے اور ڈالنے والا شرعاً قابل سزا و تعزیر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ یکم رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کوئیں میں پھکنا گر گیا اُسوقت اُس میں پیشاب نہ تھا بلکہ بچے اُس میں پھونک رہے تھے اُنکے ہاتھ سے گر گیا یہ معلوم نہیں کہ گائے کا ہے یا بھینس کا پھکنا نکال لیا گیا اب کوئیں کی نسبت کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

کوآں پاک ہے کہ مذبوح جانور ماکول اللحم کا پھکنا بالاتفاق اپنی ذات میں تو کوئی نجاست نہیں رکھتا فی الدر المختار کل اھاب ومثلہ المثانۃ والکرش دبغ طھر وفی التنویر وما طھر بہ طھر بذکاۃ یہاں اگر ذبح ہونا معلوم نہیں تو مردار سے ہونا بھی معلوم نہیں والیقین لا یزول بالشک **اقول** والمحل محل الطھارۃ والنجاسۃ دون الحل والحرمۃ فافھم رہا یہ کہ اُس میں پیشاب ہوتا ہے اور عادۃً اُسے پاک کرنیکے طور پر دھویا نہیں جاتا تو اُسکے باطن میں وہ رطوبت بدستور

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لگی رہی یہ یہاں کچھ مضر نہیں کہ چکنا معدنِ بول ہے اور نجاست جبتک اپنے معدن میں ہو اُسے حکم نجاست نہیں دیا جاتا تو اُسکے جوف میں کوئی ناپاک شے تھی غنیہ میں ہے السخلۃ اذا وقعت من امھا رطبۃ فی الماء لاتفسدہ کذا فی کتب الفتاوی وھذا لان الرطوبۃ التی علیھا لیست بنجسۃ لکونھا فی محلھا اھ اقول ۲۱۶۸ مقصودنا الاستشھاد بما فی التعلیل افاد ف اما المسألۃ فمبنیۃ علی قولھما بنجاسۃ رطوبۃ الفرج اما عندہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنھما فطاھرۃ ثم اقول ۲۱۶۹ ولینظر فان جلد السخلۃ لیس محل تلک الرطوبۃ بل رحم امھا ومنھا اصلبتہ ثم یعکر علی ہذہ المسألۃ ومسألۃ المثانۃ وامثالھما انھا لیست نجسۃ مادامت فیھا فاذا انتقلت صارت نجسۃ والماء اذا اصابھا ودخلھا فلا شک ان الرطوبۃ تنتقل منھا الیہ فکیف لایحکم بنجاستہ لاختلاطہ بما ھو نجس الاٰن وان لم یکن محکوما بالنجاسۃ قبل الاتری ان دم الشہید طاھر مادام علیہ فتجوز صلاۃ حاملہ لکن ان اصابہ او ثوبہ قدر مانع من دمہ لم تجز لحصول الانفصال والانتقال کذا ھذا فھذا مایقتضیہ النظر ولکن الحکم دوار فی الفتاوی ولم ار من تعرض لہ فتأمل وحرر لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۱ جناب مولوی صاحب۔ السلام علیکم۔ غوطہ خور ہندو تھا اور سب کپڑے اُتار کر اُس نے ایک چھوٹا سا کپڑا جو اُسی کے استعمال میں رہتا ہے باندھکر ایک ڈول اُس کوئیں کے پانی کا جسمیں وہ جوتی نکالنے کو گیا تھا بلا ادائے ارکان غسل اُڈال لیا تھا پس وہ کوئیں میں گھسکر جوتی نکال لایا اور ایک جُوتی پہلے کی بھی جو خدا جانے کب گری تھی وہ بھی نکلی جو گل سڑ گئی تھی پس ایسی حالت میں کتنے ڈول پانی کوئیں میں سے نکلوانا چاہیے۔ بعد گرنے جوتی کے اگر اُس کوئیں کا پانی ظروف گلی مثل سبو وغیرہ میں غلطی سے بھر گیا تو وہ ظروف قابل استعمال رہے یا نجس ہوگئے۔ فقط والسلام

الجواب

عنایت فرمائے من وعلیکم السلام اگر یقیناً معلوم تھا کہ اس ہندو کے بدن یا کپڑے یا اُس جوتے پر نجاست تھی تو کوئیں کا سب پانی نکلوائیں اور مٹی کے جو برتن چکنے استعمالی ہوں تین بار یونہیں دُھوئیں ورنہ ہر بار سکھا سکھا کر اور خشک ہونیکے یہ معنے ہیں کہ اتنی تری رہے کہ ہاتھ کو تر کرے اور اگر ان چیزوں میں کسی کا نجس ہونا یقیناً معلوم نہیں جب بھی احتیاطی حکم یہی ہے کہ سب پانی نکالیں اسلیے کہ کافر غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتا ہاں اگر بدن پاک کرکے خوب نہا کر پاک کپڑا باندھکر جائے تو سب پانی کی حاجت نہیں جُوتے کی نامعلوم حالت کے لحاظ سے تطییب قلب کو بیس ڈول نکال لیں ردالمحتار میں ہے نقل فی الذخیرۃ عن کتاب الصلاۃ للحسن ان الکافر اذا وقع فی البئر وھو حی نزح الماء وفی البدائع

انه رواية عن الامام لانه لايخلو عن نجاسة حقيقية او حكمية حتى لو اغتسل فوقع فيها من ساعته لاينزح منها شئ اقول ولعل نزحها للاحتياط تأمل اھ طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ میں تاتارخانیہ سے ہے (سئل الامام الخجندی عن رکیة) وھی البئر (وجد فیھا خف) ای نعل تلبس ویمشی بھا صاحبھا فی الطرقات (لایدری متی وقع فیھا ولیس علیه اثر النجاسة ھل یحکم بنجاسة الماء قال لا) اھ ملخصا خانیہ میں ہے لو وقعت شاة واخرجت حیة ینزح عشرون دلوا لتسکین القلب لا للتطھیر حتی لو لم ینزح وتوضأ منه جاز وذکر فی الکتاب الاحسن ان ینزح منھا دلاء ولم یقدر وعن محمد رحمه الله تعالٰی فی کل موضع ینزح لاینزح اقل من عشرین دلوا لان الشرع لم یرد بنزح مادون العشرین اھ والسلام۔ والله تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۲: موضع بکھ جیبی والہ علاقہ جاگل تھانہ ہریپور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خان مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اگر مسجد کے کوئیں سے عورتیں بے پردہ پانی بھر کر لیجایا کریں اُس سے وضو کرکے نماز ادا کرنی چاہیے یا نہیں۔

الجواب

چاہیے۔ فی رد المحتار فی التاتارخانیة من شك فی انائه وثوبه او بدنه اصابته نجاسة اولا فھو طاھر مالم یستیقن وکذا فی الاٰبار والحیاض والجباب الموضوعة فی الطرقات ویستقی منھا الصغار والکبار والمسلمون والکفار لہنگے والی عورتوں میں بعض کو یہ خیال ہوتا ہے کہ لہنگے میں میانی نہیں جو موضع بول پر حاجب ہو اور پانی بھرنے میں زور پڑتا ہے احتمال ہے کہ زور کے باعث کوئی قطرہ پیشاب وغیرہ کا ٹپکے اور حاجب ہونیکے سبب کوئیں میں جائے مگر یہ احتمالات ہیں شرع میں انپر بنائے کار نہیں الا تری ان نساء العرب لم یکن لاکثرھن سراویل انما کن یأتزرن والمئزر ایضا لاحاجب فیه ثم قد کن یستقین من الاٰبار من دون نکیر ولا انکار والله تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۳: از شہر کہنہ مسئولہ علی حسن خان ۵ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک چوبچہ کوئیں کے کنارے پر ہے قریب غسلخانہ کے اور اُس میں پانی بہنے کے لیے سوراخ بھی ہے غسلخانہ میں لوگ غسل جنابت وپاکی ہر طرح کا کرتے ہیں وضو کا پانی بھی اُسی چوبچہ میں جاتا ہے اور سقاوہ کا بھی اور بہشتیوں کے بھرنے کا بھی اور وہ ہر وقت سوراخ سے جاری رہتا ہے خلاصہ یہ کہ جنابت کا پانی کسی وقت اُس میں جاتا ہے اور وضو وغیرہ کا ہر وقت جاتا رہتا ہے اُس میں ایک چھپکلی گر کر کوئیں میں گری کو آن پاک رہا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یا ناپاک اور ایسے چوبچہ کے پانی کا کیا حکم ہی اور ایک ہندو ظاہری پلیدی سے پاک ہی مٹی نکالنے کو کوئین مین گھسا کوئین کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ اوس چہ بچے مین پاک پانی زیادہ گرتا اور وہ ہر وقت جاری رہتا ہے تو اُسکا پانی پاک ہی پیچک کہ اُس مین گرکر کوئین مین گری کو آن ناپاک نہ ہوا بلکہ غسل کا پانی خود بھی پاک ہی جبتک کوئی نجاست نہ دُھولی گئی ہو۔ ہندو کے بدن پر اگر کوئی نجاست حقیقی نہ تھی کو آن ناپاک نہ ہوا مگر احتیاطاً کل پانی نکالین کما یظھر بالمراجعۃ الی رد المحتار والوھبانیۃ وغیرھما واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر کہنہ مرسلہ امجد علی خان وتلن خان ۲ محرم الحرام سنہ ۱۳۱۴ھ

جناب مولوی صاحب دام ظلہ۔ بعد سلام نیاز کے عرض ہی کہ اسی مضمون کا ایک سوال کل آپکے پاس آیا تھا لیکن اُس کے لکھنے مین کچھ فروگزاشت ہو گیا تھا اور مفتی سے جو سوال کیا جاتا ہی اُسکا جواب دیتا ہی لہذا ہو بہو جو حال تھا اسمین لکھدیا اسکو ملاحظہ کرکے لکھدیجیے ایک چہ بچہ زیر غسلخانہ سوا گز طول بارہ گرہ چوڑا بارہ گرہ عمیق ہی اور آٹھ گرہ اونچائی پر اُس مین سوراخ لوٹے کی ٹونٹی کے برابر ہے اور چہ بچہ مین پانی جنابت اور غیر جنابت غسل کا اور وضو کا اور کوئین پر جو بھشتی بھرتے ہین اُنکا گرا ہوا اور سقاوے مین برلئے وضو جو لوٹون مین بھرتے وقت تھوڑا سا گرتا ہی اور استنجا چھوٹا اور بڑا اور ایسے جنب جنکے نجاست لگی ہو اُنکے غسل کا یہ سب پانی چوبچہ مین آتا ہے اور جب آٹھ گرہ سے زیادہ اونچا پانی اُس مین ہو جاتا ہی تو نکلنا شروع ہوتا ہی ورنہ اُس مین ٹھہرا رہتا ہی اور رنگ بو پانی کا تبدیل نہین ہوا ہی لیکن اُس چوبچہ کے پانی مین بُو بھی آتی ہے اور مزہ کسی نے چکھا نہین ہی تو ان صورتون مین اُس چوبچہ کا پانی پاک ہی یا ناپاک اور پاک ہی تو کس قسم کا اور ایک پیچک اسی چوبچہ مین ڈالکر کوئین مین ڈالی تھی تو کوآن پاک رہا یا ناپاک اور اگر ناپاک ہوا تو کسقدر ڈول نکلین گے۔

الجواب

شرع مطہر مین مدار نجاست علم پر ہی اور مدار طہارت نامعلومی نجاست پر جس چیز کی نجاست معلوم نہین وہ پاک ہے سقاوہ سقایہ وضو و غسل بے جنابت و غسل جنابت سب کے پانی پاک ہین اور استنجا جب ڈھیلے سے کرلیا جائے تو اصح مذہب پر طہارت ہو جاتی ہی اور اب جو پانی سے استنجا کرین تو وہ پانی ناپاک نہین ہوتا جبکہ نجاست نے مخرج سے تجاوز نہ کیا ہو فان الشرع قد اعتبر الاحجار مطھرۃ لما علی المخرج دفعا للحرج علی خلاف القیاس

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فی سائر البدن کما قررہ فی الحلیۃ من اداب الوضوء فما جاوزہ اعنی المخرج لا یطھر بالحجر وانما یجف فاذا لاقی ماء قلیلا افسدہ ھذا [٢١٧] ھو التحقیق الذی حصل للعبد الضعیف بمطالعۃ کلمات کثیرۃ شدیدۃ الاضطراب کما ذکرتہ فیما علقتہ علی رد المحتار ثم کون الاستجمار مطھرا قد استدل لہ فی الفتح بما رواہ الدارقطنی وصححہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہی ان یستنجی بروث او عظم وقال انہما لا یطھران وتبعہ فی البحر ورایتہ فی النھر وقال فی جامع الرموز ھو الاصح **اقول** [٢١٨] واخرج الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن خزیمۃ بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من استطاب بثلثۃ احجار لیس فیہا رجیع کن لہ طھورا فھذا نص بحمد اللہ صریح فی المقصود وقد قال العلماء کما فی الغنیۃ وغیرھا انہ لا یعدل عن درایۃ ما وافقتہا روایۃ فکیف اذا کان ثم اختلاف تصحیح فعلی ھذا القول فلیکن التعویل وباللہ التوفیق اور غسلخانے میں جو نجاست پیش از غسل ہوئی تھی اگر ابھی اُسکا پانی چہ بچہ میں نہ پہنچا تھا کہ اُسکے بعد غسل کیا اور یہ پاک پانی اُسے بہا کر لیگیا تو زمین بھی پاک ہوگئی اور پانی بھی پاک رہا فی ردالمحتار فی الذخیرۃ لو اصابت الارض نجاسۃ فصب علیہا الماء فجری قدر ذراع طھرت الارض والماء طاھر بمنزلۃ الجاری اور اگر آب نجس چہ بچہ میں پہنچ گیا تھا اُسکے بعد پاک پانی غسل ووضو وغیرہما کا بہتا آیا اور اُس نے چہ بچہ کو جاری کردیا تو سارا پانی کہ چہ بچہ میں تھا پاک ہوگیا فی ردالمحتار والعرف الاٰن انہ متی کان الماء داخلا من جانب وخارجا من جانب اخر یسمی جاریا وان قل الداخل وبہ یظھر الحکم فی برک المساجد ومغطس الحمام مع انہ لا یذھب بتبنۃ اور پانی میں ٹھہرنے سے بھی بو آجاتی ہے یہ خواہی نخواہی مستلزم نجاست نہیں جبتک نجس چیز کے سبب بو میں تغیر نہ آیا ہو غرض اس چہ بچہ میں اکثر اوقات زیادہ احتمالات طہارت کے ہیں اور بعض وقت ایک احتمال نجاست کا پس اگر ثابت ومتحقق ہو کہ جسوقت چھپک اُسمیں گری اُس سے پہلے کسی شخص نے کوئی نجاست حقیقیہ دھوئی تھی اور تنہا اُسیکا پانی چہ بچہ میں آیا ہوا تھا اور اُسکے بعد پاک پانی نے آکر اُسے بہا نہ دیا تھا جب تو اس صورت خاص میں کوئیں کی نجاست اور کل پانی نکالنے کا حکم دیا جائیگا اور اگر اُسکا ثبوت تحقیقی طور پر نہیں تو چہ بچہ چھپک کوآں سب پاک ہیں احتمال سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ پاکی کے لیے ایک احتمال طہارت کافی ہے نہ کہ جہاں غالب وہی ہو فی ردالمحتار قال فی البحر قیدنا بالعلم لانہم قالوا فی البقر ونحوہ یخرج حیا لا یجب نزح شیئ وان کان الظاھر اشتمال بولہا علی افخاذہا لکن یحتمل طھارتہا بان سقطت عقب دخولہا ماء کثیرا مع ان الاصل الطھارۃ اھ ومثلہ فی الفتح اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مسئلہ ۲۵ ۔ ۲۶ صفر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک مرغا اور مرغی کوئین مین گرے اور زندہ نکل آئے اُنکے نکالنے کو خشک کھانچا جسمین نجاست کا ہونا معلوم نہین مرغی اُس مین بند ہوا کرتی تھی ڈالا گیا اس صورت مین کوئین مین سے کتنے ڈول نکالے جائین اور اُنکا نکالنا یا اُسکے دام دینا اُس شخص پر لازم ہوگا یا نہین جسکی وہ مرغی ہے حالانکہ مرغی آپ مرغ سے بھاگ کر اُس مین گری۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بیس[۲] ڈول نکالے جائین اور کھانچے مین مرغی کا بند ہوا کرنا اُسکی نجاست پر یقین کا موجب نہین جیسے استعمالی جوتا اور خود جانورون کے پنجے پاؤن اسکا تاوان اُسپر اصلا نہین جسکی وہ مرغی تھی اگر اُس سے جبراً لیا جائیگا ظلم و حرام ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶ از درو تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خانصاحب ۲۴ رجب ۱۳۱۵ھ

چھپکلی اگر کوئین مین گر کر مرجائے اور پھول یا پھٹ جائے توکسقدر پانی کوئین سے نکالا جائے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سب کہ اس مین دم سائل ہوتا ہے فقیر نے خود اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا ہے ردالمحتار[۱] بحث اسآر مین زیر قول ماتن سؤر[۲] سواکن بیوت مکروہ فرمایا قولہ سواکن بیوت ای مما لہ دم سائل کالفارۃ والحیۃ والوزغۃ وتمامہ فی الامداد[۳] فتاوٰی امام اجل قاضیخان فصل النجاسۃ التی تصیب الثوب مین ہے دم الحلمۃ والوزغۃ یفسد الثوب والماء[۴] فتاوٰی عالمگیریہ مین ہے دم الحلمۃ والوزغۃ نجس اذا کان سائلا کذا فی الظہیریۃ فاذا اصاب الثوب اکثر من قدر الدرھم یمنع جواز الصلاۃ کذا فی المحیط[۵] **اقول**[۲۱۷] والتقیید بالسیلان علی المعھود من اصلنا ان دم کل دموی لا ینجس منہ الا سائلہ ولذا لا ینقض دم الانسان وضوءہ الا اذا کان سائلا لاجرم خزانۃ المفتین مین برمز ظ اسی فتاوٰی ظہیریہ سے ہے دم الوزغۃ یفسد الثوب والماء[۶] فتح القدیر مین ہے دم الحلمۃ والاوزاغ نجس اھ[۷] **اقول**[۲۱۸] فقد اطلقوا والمراد المراد ولو شک فی دمویتھا لما ساغ لھم الاطلاق کالامام فقیہ النفس[۸] فتاوٰی صاحب بحرالرائق مین ہے سئل عن دم الوزغ ھل ھو طاہر ام نجس اجاب ھو نجس واللہ تعالٰی اعلم[۹] مراقی الفلاح مین ہے سؤر سواکن البیوت مما لہ دم سائل کالحیۃ والوزغۃ مکروہ للزوم طوافھا وحرمۃ لحمھا النجس اھ[۱۰] درر مین ہے سؤر الوزغۃ مکروہ لان حرمۃ لحمھا

اوجبت نجاسۃ سؤرھا لکنہا سقطت لعلۃ الطواف فبقیت الکراھۃ غنیۃ ذوی الاحکام میں ہے ولھذا اذا ماتت فی الماء نجستہ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از مسجد جامع مرسلہ مولوی احسان حسین صاحب ۱۶ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک مسلمان غسل اور پارچہ صاف کرکے واسطے نکالنے لوٹے کے کوئیں میں داخل ہوا تو آیا اب شرعاً بیس ڈول نکالنے کا اُس کوئیں میں سے حکم دیا جائیگا یا نہیں اور فتوٰی کس پر ہے مع حوالہ کتاب بیان فرمائیں بینوا توجروا

الجواب

جبکہ بدن بھی پاک تھا اور جامہ بھی پاک اور حدث بھی نہ تھا کہ نہا لیا تھا اور کوئیں میں بھی حدث واقع نہ ہوا نہ اُس میں بہ نیت قربت وضو یا غسل تازہ کیا تو اب بالاجماع ایک ڈول نکالنے کی بھی حاجت نہیں کوئیں کا پانی بدستور طاہر مطہر ہے۔ فی ردالمحتار الطاھر اذا انغمس لایصیر الماء مستعملا بحر عن الخانیۃ والخلاصۃ اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ربیع الآخر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر جگہ اہل ہنود کوئیں میں اپنے لوٹے ڈالتے ہیں اور پانی بھرتے ہیں اور اُنپر کھڑے ہوکر نہاتے ہیں اور اپنی دھوتیں دھوتے ہیں اسیطرح پر تمام چھینٹیں کوئیں میں اندر جاتی ہیں ان سب حالات مذکورہ میں پانی کوئیں کا پاک ہے یا ناپاک۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حکم پاکی کا ہے جبتک نجاست یقیناً نہ معلوم ہو صرف اسقدر کہ غالباً اُنکے برتن کپڑے ناپاک ہوتے ہیں حکم نجاست کے لیے کافی نہیں ورنہ بازار کی مٹھائی اور دودھ گھی وغیرہ سب حرام ونجس ٹھہرینگے اور یہ حرج ہے اور حرج مدفوع بالنص وقد ذکر المسألۃ فی ردالمحتار فی العبید والکفار وفی نصاب الاحتساب فی خصوص کفرۃ الھند وفصلناھا بمالامزید علیہ فی رسالتنا الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ از بریلی محلہ ملوکپور ۲۶ صفر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اُس گھر کی سیڑھی جسمیں کہ چھوٹے بچے اور مرغیاں ہیں اور ہرچند کہ اُس سیڑھی میں کسی طرح کی نجاست ظاہری نہیں لگی ہے مگر ظن غالب ہے کہ اُسپر ضرور بچے نے کبھی پیشاب کیا ہو یا مرغیوں کی نجاست اُسکے پاؤں میں لگی ہو اگر یہ سیڑھی کوئیں میں گر جاوے تو پانی کوئیں کا پاک رہا یا ناپاک ہوگیا اگر ناپاک ہوگیا تو کسقدر ڈول نکالے جائیں۔ بینوا توجروا۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الجواب

پانی پاک ہے جبتک بیرھی کی نجاست پر یقین نہ ہو۔ صرف بیس ڈول نکال لیے جائیں تطییبا للقلب علی ما فی الخانیۃ وغیرھا وذٰلک لان الیقین لایزول بالشک وقد حققنا المسألۃ فی رسالتنا الاحلی من السکر علیہ الانوار۔

مسئلہ ۱ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایام وبا مین گورنمنٹ کی طرف سے جو دوا کوؤں مین واسطے اصلاح پانی کے ڈالی جاتی ہے اور رنگ پانی کا سرخ ہوجاتا ہے اور ذائقہ مین بھی فرق آجاتا ہے وہ پانی طاہر مطہر اور قابل پینے اور وضو کے ہے یا نہین۔ بینوا توجروا

الجواب

جبتک نجاست پر علم نہین پانی طاہر مطہر ہے نص علیہ فی ردالمحتار وغیرھا والاصل فی الاشیاء الطھارۃ یونہین جبتک حرمت پر علم نہین پانی حلال ومشروب ہے فان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔

مسئلہ از بریلی محلہ کوہاڑا پیر ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص کل تیسرے پہر مسجد کے کوئین پر آیا اور وہ ایک لڑکے غیر نمازی سے صرف یہ کہکر چلا گیا کہ یہ کوان ناپاک ہے چھپکلی نکلی ہے شام کے وقت نمازیون کو خبر ہوئی اور تحقیق کے لیے اُس شخص کو تلاش کیا لیکن پتا نہین چلا اور نہ چھپکلی کوئین کے پاس پڑی ہوئی نظر آئی جس سے اُسکی حالت معلوم ہوتی۔ اب ایسی صورت مین وہ کوان پاک ہے یا ناپاک اور ناپاک ہے تو کسقدر ڈول نکالنا چاہیے اور مسجد کے سقاوے مین جو ایک روز قبل کا پانی بھرا ہوا ہے اُس سے نمازیون نے مطلع ہوجانے پر وضو کیا اور نماز پڑھی اُسکا کیا حکم ہے اور کسی وقت کی نماز لوٹائی جائے یا نہین۔ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ اُس شخص کا نہ حال معلوم نہ پتا چلا اور اُس سے ناقل صرف ایک لڑکا نابالغ یا بالغ بے نماز ہے نہ کوئین مین کوئی آثار نجاست معلوم ہوئے تو ایسی صورت مین حکم نجاست نہین ہوسکتا کوان بھی پاک سقایہ بھی پاک نمازین بھی ٹھیک۔ اگر دل کا شبہہ مٹا دینا چاہین تو صرف بیس ڈول نکال دینا کافی ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از پیلی بھیت مسجد جامع مرسلہ حافظ شوکت علی صاحب ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ مسجد کے کوئین سے پانی ہنود اپنے برتن سے بھرین یا مرد وعورت دونون انکا بھرا پانی کا نمازی کی طہارت کو نقصان لائیگا یا نہین جو شخص اسکو جائز رکھے اور اسلام کے مقابلہ مین ہنود کو قوت دیوے اُسکو کیا کہنا چاہیے مسلمان کوشش کرین کہ مسجد کے کوئین سے پانی ہنود نہ بھرین اور ایک شخص

کوشش سے باز رکھے وہ کون ہے اور کسی عالم صاحب کے فرمانے کو کہے کہ وہ کیا جانے عالم کی اہانت کرنا کیسا ہے اور اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بالدلیل فتوجروا عند الجلیل۔

الجواب

اگرچہ نجاست جبتک یقیناً نہ معلوم ہو طہارت ہی مانتے ہیں مگر شک نہیں کہ ہنود کے برتن بدن سب نجاستوں پر مشتمل ہوتے ہیں جس قوم کے یہاں خود نجاست مطہر اور پاک کرنے والی مانی گئی ہو اور بچھیا کی مُوت گوبر کو بہتر کہیں یعنی پاک کرنے والا انکی طہارت کی کیا ٹھیک ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ مسجد کا کنواں انکے تصرف سے دُور رہے جو شخص بلاضرورت شرعیہ مسلمانوں کا خلاف کرتا اور انکے مقابل ہنود کو قوت دیتا ہے سخت خطرناک حالت میں ہے اور عالمِ دین کی توہین کو ائمہ نے کفر لکھا ہے مجمع الانہر میں ہے الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ایسے شخص پر توبہ فرض ہے اگر نہ مانے اور اصرار کرے تو اسکے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم۔

مسئلہ ۸۴ از موضع منصفی اعظم گڈھ مرسلہ نبی حسن خانصاحب ۹ شوال ۱۳۱۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں ایک کوئیں میں سے ایک کتا نکالا اور وہ مرا ہوا تھا یہ نہیں معلوم کہ کب گر گیا تھا اُس کا پانی عدم وقفیت کی وجہ سے استعمال میں آتا رہا جس صبح کو وہ کتا برآمد ہوا اُس سے قبل اُس پانی سے سر دھو یا فوراً چادر سے اُسکو پونچھکر تر کی ٹوپی اوڑھی اُسوقت سر میں نمی موجود تھی پانی کا کچھ نہ کچھ اثر ٹوپی میں ضرور پہنچا ہوگا۔ اس حالت میں ٹوپی پاک رہی یا کہ ناپاک اور اُس کوئیں سے کتنا پانی نکالا جائے۔

الجواب

کُل پانی نکالا جائے۔ جبکہ سر پوچھ ڈالا تھا تو ٹوپی ناپاک نہ ہوئی صرف نم باقی رہنا ناپاک کرنے کو کافی نہیں جبتک اتنی تری نہ ہو کہ نچوڑنے سے بوند ٹپکے کما صرح بہ فی الکتب المعتمدۃ منہا الدر وغیرہ اور صاحبین کے قول پر تو کوئیں کی ناپاکی اُسیوقت سے حکم دیا جاتا ہے جب سے کوئی نجاست اُس میں گرنا معلوم ہو اُس سے پہلے کا پانی پاک فرماتے ہیں تو کتے کے نکلنے سے پہلے جو پانی استعمال ہوا اُسپر حکم ناپاکی نہیں دیتے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۵ از چتور گڈھ ضلع اودیپور میواڑ مرسلہ مولوی قاضی اسمٰعیل محمد صاحب امام مسجد چھیپان ۱۱ ذی القعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے کوئیں میں (جو کہ دہ دردہ نہیں ہے) ایک شخص کا مستعملہ جوتا پڑ گیا گر گیا جُوتے پر نجاست کے ہونے نہ ہونے کا حال معلوم نہیں مگر اُس شخص کا باقیماندہ دوسرا جوتا اُسیوقت دیکھا گیا تو اُسپر نجاست کا اثر نہیں تھا کتب موجودہ درمختار عالمگیریہ کبیری شرح منیۃ المصلی وغیرہا کتب فقہ میں دیکھا گیا تو بظاہر کوئی حکم صورتِ مسئولہ میں

https://www.facebook.com/darahlesunnat

نہیں پایا گیا البتہ ایک عالم رکن الدین صاحب ساکن الور نے اپنے رسالہ رکن دین میں بلا حوالہ کتاب یہ عبارت کہ کوئیں میں اگر جوتی گر جائے تو سارا پانی نکالا جائے کیونکہ جوتی مستعملہ میں نجاست کا لگا رہنا یقینی ہے اور یہاں عام بلوی بھی نہیں کہ جس سے بچاؤ مشکل ہو چونکہ اقوال مصرحہ علماء سے یہ بات بھی ثابت ہو کہ جبتک کسی چیز کا یقین نہ ہو شک سے کچھ ثابت نہیں ہوتا چنانچہ غایۃ الاوطار شرح در مختار میں ہو پس ان اقوال سے سخت حیرانی ہو کہ کونسا مسئلہ صحیح سمجھا جاوے آیا کوئیں کا سلرا پانی نکالا جائے یا پانی پاک سمجھا جائے امید کہ جواب اسکا مفصل بحوالہ کتب فقہ جلد تحریر فرمائیں کہ شرع شریف کے حکم پر عمل کیا جائے نمازیوں کو سخت تکلیف ہے۔ فقط

الجواب

جبکہ اُسکی نجاست معلوم نہیں پانی ناپاک نہ ہوا فان الیقین لایزول بالشک تاتارخانیہ وطریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا کتب معتمدہ میں ہو سئل الامام الخجندی رحمہ اللہ تعالٰی عن رکیۃ وھی البئر وجد فیھا خف او نعل تلبس ویمشی بھا صاحبھا فی الطرقات لایدری متی وقع فیھا ولیس علیہ اثر النجاسۃ ھل یحکم بنجاسۃ الماء قال لا ہاں تسکین قلب کے لیے بیس ڈول نکال دینا مستحب ہے جیسے بھینس یا بکری کہ کوئیں میں گر کر زندہ نکل آئے اُسکی رانوں پر پیشاب کی چھینٹیں ہونا اس سے کم مظنون نہیں پھر بندھا ہوا جانور وہیں نجاست کرتا وہیں بیٹھتا ہے مگر جب نجاست معلوم نہ ہو یہ ظنون معتبر نہ ہونگے اور صرف بیس ڈول نکالتے ہونگے وہ بھی تطییب قلب کے لیے ورنہ پانی پاک ہے فتاوٰی قاضیخان و فتاوٰی عالمگیری میں ہے لو وقعت الشاۃ حیۃ ینزح عشرون دلوا لتسکین القلب لا للتطھیر حتی لولم ینزح وتوضأ جاز۔ باقی ظنون کا جواب اور ایسے تمام مسائل کی تحقیق فقیر کے رسالہ الاحلی من السکر میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از موضع منصور پور متصل ڈاکخانہ قصبہ شیش گڈھ تحصیل ہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خان ۲۰ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر اشخاص کو دیکھا جاتا ہے کہ کوئیں سے پانی کا ڈول نکالکر پانی صرف کے لائق لیتے ہیں باقیماندہ پانی کوئیں میں لوٹ دیا کرتے ہیں اسکے لیے کیا حکم ہے۔

الجواب

عاقل بالغ شخص اگر ایسا کرے کوئی حرج نہیں کہ پانی جب اُس نے بھر کر باہر نکال لیا اُسکی ملک ہو گیا جب اُسنے باقی کوئیں میں ڈالدیا تو اُسے مسلمانوں کے لیے مباح کر دیا اور عاقل بالغ اپنے مال کو مباح کر سکتا ہے ہاں مجنون اور نابالغ میں دقت ہے اُسکی تحقیق ہماری تعلیقات علی ردالمحتار میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از سیتا پور کوٹھی حضرت سید محمد صادق صاحب وکیل مرحوم مرسلہ صاحبزادہ صاحب مولانا مولوی حضرت سید

https://www.facebook.com/darahlesunnat

محمد میاں صاحب بیت مکارم ہو رمضان ۱۳۳۲ھ

مولٰنا صاحب معظم و مکرم دام مجدہم پس از اہدائے سلام مسنون۔ صورت یہ ہے کہ گھر کے چاہ میں ایک شخص نے بے احتیاطی سے ایسا گھڑا ڈالا جو گوبر سے مخلوط تھا مگر اسکا راوی کہ وہ ایسا گھڑا تھا ایک مسلمان غیر عادل و ثقہ ہے بہر حال میں نے اسکا پانی ایک ایسے ڈول سے جو علی العموم اس چاہ میں نہیں پڑتا بلکہ معمولی اس چاہ کے ڈول سے دوگنا بلکہ ڈھائی گنا تھا جسمیں ایک گھڑا بھر پانی کم از کم آجاتا ہے نکلوایا اور جب ڈول نصف بلکہ نصف سے بھی کسیقدر کم آنے لگا تو پانی نکلوانا موقوف کرادیا ایک ہندو شخص نے پانی نکالا تھا اور نصف تک پانی ڈول میں آتے میں نے خود دیکھا تھا اور ڈول کو چاہ میں نہ ڈوبتے بھی میں نے دیکھا تھا مگر اس ڈول کا نصف سے کم بھرنا یہ اس ہندو کی روایت ہے ندی کے قریب ہی چاہ ہے اسوجہ سے پانی برابر آتا رہتا ہے یہ ڈول اگرچہ اس خاص چاہ میں تو نہیں ڈالے جاتے مگر اسکے برابر دوسرا چاہ جو باغ میں ہے اس میں ڈالے جاتے ہیں پھر اس ادویہ سے تھوڑی دیر پہلے اور بھی سو پچاس ڈول نکالے جاچکے تھے مگر چونکہ درمیان میں وقفہ ہوگیا پانی پھر بھر گیا لہذا نئے سرے سے بار دیگر ادویہ کرایا جسکا حال یہ ہوا اب آیا وہ کنواں پاک ہوگیا یا نہیں اگر نہیں ہوا تو کسقدر پانی نکالنے سے پاک ہوگا اور اب پانی نکلوانا چھوڑا جائے اور کس ڈول کا اعتبار کیا جائے چونکہ رمضان مبارک کے دن ہیں دور سے پانی لانے میں تکلیف ہے لہذا جناب سے بہت قوی امید ہے کہ جواب سے مفصل جلد سے جلد مطلع فرمائینگے امید کہ فوراً جواب روانہ ہوگا مختصر جواب کہ یہ چاہ پاک ہے یا نہیں تو اسطرح پاک ہوگا درکار ہے مکرر یہ کہ اسقدر کم پانی اس چاہ میں ہوجاتے میں نے خود دیکھا تھا کہ ڈول کا پیندا تلی پر رکھا ہوتا تھا پلٹو میں ڈوبتا نہیں تھا ٹیڑھا کرنے سے پانی ڈول میں آتا تھا والسلام خیر ختام۔

الجواب

حضرت صاحبزادہ والا دامت برکاتہم۔ تسلیم مع التکریم۔ مخبر غیر ثقہ جس نے وہ گھڑا ڈالنے کی خبر دی اگر قلب پر اسکی بات جمتی ہو اس بیان میں اسکی کوئی مصلحت ہو یا اتنا لاابالی ہو کہ محض بے سبب ایسے امور میں غلط باتیں کہتا ہو جب تو کوئیں کی نجاست ہی کا حکم نہیں اور اگر تحری سے اسکی بات قلب پر جمے تو حکم تطہیر ہے مگر تطہیر بیر میں موالات شرط نہیں اعتبار اس کوئیں کے ڈول کا ہے مگر بیان کہ نزح کل منظور ہے عدداً لحاظ دلو کیا ضرور ہے ہاں نصف ڈول نہ بھرنے میں اتنے بڑے ڈول کا کہ اس ڈول سے ڈھائی گنا ہے بھرنا کافی نہ ہوگا جبکہ اس کوئیں کے ڈول کا نصف یا ایسے ڈول کا جسمیں ایک صاع ماش آئے بھر سکتا ہو مگر اس سے پہلے جو سو پچاس ڈول نکالے گئے تھے وہ غالباً اس کمی کے پورا کرنے کو کافی بلکہ زائد ہوں پھر یہی قابل لحاظ ہے کہ جمیع ما فیہ وقت وقوع النجاسۃ کا اعتبار ہے جبکہ بوجہ قرب نہر پانی اس کوئیں میں ہر وقت آتا رہتا ہے تو ختم پر جو زیادت سبی وہ اگر تازہ آئی ہوئی ہے ملحوظ نہیں مثلاً ما فیہ وقت الوقوع ہزار ڈول تھے ہزار نکال دیے گئے طہارت ہوگئی اگرچہ بعد اخراج

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بوجہ جریان امداد پھر ہزار سے ہزار موجود ہون غرض صورت مستفسرہ مین غالبًا کوآن طاہر ہوگیا اوران باتون کا صحیح اندازہ جناب فرما سکین گے اگر چند ڈول کا اشتباہ معلوم ہو وہ چناب نکلوا دیے جائین۔ والسلام۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بریلی محلہ خواجہ قطب مرسلہ محمد ابراہیم ۲۱ عید الفطر ۱۳۳۲ھ

ایک چاہ پختہ جسکا قطر تین ہاتھ ہے اور جسمین اسوقت ۱۴ فٹ پانی موجود ہے اُس مین ایک چوہا جو ریزہ ریزہ ہوگیا تھا پانی بھرتے ہوئے ڈول مین برآمد ہوا ہے اس چاہ کے پاک کرنیکے لیے کسقدر ڈول یا پانی اس مین سے نکالا جائے بڑا کوآن جسکے لیے پانی بالکل نکالے جانیکی صورت مین دو سو سے تین سو تک ڈول معین کیے گئے ہین آیا اس کوئین کے لیے یہ حکم جاری ہو سکتا ہے اگر یہ حکم اس کوئین کے لیے نہین صادر ہوسکتا تو اس چاہ مین سے کسقدر ڈول نکالے جائین لفظ پانی توڑنا یا بالکل پانی نکالا جانا صاف نہین ہین چاہ کی اور پانی کی پیمایش متذکرہ بالا معلوم ہونے پر ڈولون کی تعداد متعین فرمائی جائے۔

الجواب

کُل پانی کا حکم ہے جتنا نجاست نکلنے کے وقت اُس مین تھا دو سو تین سو ڈول کا تخمینہ بغداد مقدس کے کوؤن کے لیے تھا اس مین ہزار ڈول پانی یا زائد ہوگا تین سو سے کُل کا حکم کیسے پورا ہو سکتا ہے سو یا پچاس ڈول پانی کھینچکر پھر ناپا جائے کہ کتنا گھٹا اُسی نسبت سے ڈول نکال لیے جائین مثلًا پچاس ڈول مین ایک فٹ گھٹا اور ۱۴ فٹ تھا تو ساڑھے چھ سو ڈول اور نکال لیے جائین اور اگر کوئین مین پانی کی آمد جلد نہین تو اتنے ڈولون کے بعد کہ اُس مین نصف ڈول نہ بھر سکے گا اسے کہین گے کہ پانی ٹوٹ گیا اور اگر آمد جلد ہو تو جتنے ڈول حساب سے اُسوقت تھے اُتنے نکالنے پر کوآن پاک ہو جائیگا اگرچہ پھر اُتنا ہی پانی اُس مین موجود ہو اسے کہین گے کہ پانی کُل نکل گیا یعنی جتنا اُسوقت موجود تھا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین۔ زید نے ایک چاہ پختہ مین ایک نل پانی سے چار ہاتھ گہرا بائیس ہاتھ کھڑا لگایا جس سے پانی بلندی پر لیگیا پانی جو نل کے ذریعہ سے پہنچا وہ اُس پانی کے نجس ہونے سے جو پہلے سے چاہ مذکور مین تھا نجس ہوگا یا نہین اور اس مین کمی و زیادتی گہرائی کا لحاظ ہوگا یا نہین اور اگر ہوگا تو کیا مقدار ہوگی اور اسیطرح نل مین نجاست کے پڑنے سے سوائے نل کے جو پانی چاہ مین ہے نجس ہوگا یا نہین۔

الجواب

پانی نہایت نفاذ ہے ولہذا شرع مین حکم ہے کہ جو شخص زمین افتادہ مین باذن سلطان کوآن کھودے اُسکے چارون طرف چالیس چالیس ہاتھ تک دوسرے کو کوآن کھودنے کی اجازت نہ دیجائیگی کہ اول کا پانی اسطرف کھنچکر کم نہ ہو جائے درمختار مین ہے حریم بئر ار بعون ذراعا من کل جانب اذا حفرھا فی موات باذن الامام، والمعتمد انہ المقصود من الحریم

دفع الضرر كالايضر بعيدا احد بئرا اخرى فيتحول اليها ماء بئره كوئين کے قریب نجس چہ بچہ کا ہونا اُسے نجس کردیتا ہے بعض نے کہا پانچ ہاتھ سے کم تک بعض نے سات ہاتھ سے کم تک اور صحیح یہ ہے کہ جتنی دُور سے نجاست کا اثر ظاہر ہو نجس کہدیگا اگرچہ مثلاً ہاتھ کے فاصلہ سے درمختار مین ہے البعد بين البئر والبالوعة بقدر ما لا يظهر للنجس اثر ردالمحتار مین ہے فی الخلاصة والخانية والتعويل عليه وصححه فی المحيط بحر اُسی مین ہے فی رواية خمسة اذرع وفی رواية سبعة والحاصل انه يختلف بحسب رخاوة الارض وصلابتها ومن قدره اعتبر حال ارضه جب پانی بلا منفذ صرف مسام کے ذریعہ سے ایسی سرایت کرتا ہے تو جہان نل لگے گا ضرور منفذ پیدا کریگا پھر پانی کیونکر رُک سکے گا اُنکا دو پانی جدا جدا ہونا معقول نہین اوپر کا پانی ناپاک ہونا ضرور نل کے پانی کو ناپاک کریگا اور وہ صورت نادرہ کہ نل مین نجاست پڑے بحال اتصالِ آب اُسی مین ہے سریان نجاست مین شبہہ نہ ہونا چاہیے اگرچہ نل کتنے ہی دُور تک ہو کہ مذہب صحیح مین عمق محض معتبر نہین كما نصوا عليه هذا ما ظهر لی والعلم بالحق عند ربی۔ والله سبحٰنه وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۹ مسئولہ مولوی عبدالشکور ارکانی ۶ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ اگر کوئین مین سے کوئی جانور مُردہ سڑا ہوا نکل آئے تو اس کوئین کے پانی کا کیا حکم ہے

الجواب

اگر جانور مین دَم سائل نہ تھا جیسے مینڈک بچھو مکھی۔ بھڑ وغیرہ تو پانی پاک ہے اور اگر دم سائل تھا تو ناپاک ہے کُل پانی نکالین والله تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰ از شہسرام محلہ دائرہ ضلع آرہ مرسلہ حافظ عبدالجلیل ۱۲ شوال شنبہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ اگر رافضی نمازی کوئین مین گھسے تو پانی کوئین کا نکالا جاوے یا نہین اور رافضی کے یہان حقہ پینا چاہیے یا نہین اگر پی لیا تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

رافضی کے یہان کچھ کھانا پینا نہ چاہیے وہ اہل سنت کو قصداً نجاست کھلانے کی کوشش کرتے ہین سنیون کے کوئین مین بھی اگر جائیگا تو پاخانہ نہ ہو تو پیشاب کر ہی دیگا لہٰذا احتراز ضرور ہے اور احتیاط اس مین ہے کہ ایسا ہو تو کُل پانی نکال دیا جائے كما هو حكم كل كافر صرح به فی رد المحتار عن الذخيرة عن كتاب الصلاة والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۱ از ضلع آرہ ڈاکخانہ قصبہ رانی ساگر مسئولہ محمد یوسف بروز شنبہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

ایک کوئین مین خنزیر گر گیا زندہ نکالا گیا اور وہ کوآن بہت بڑا ہے جسمین اندازاً بارہ گز پانی ہے کسقدر پانی نکالنے سے پاک ہوگا

الجواب

اُسکے نکالنے کے وقت جتنا پانی کوئیں میں تھا اُس سب کا نکل جانا ضرور ہے اور خنزیر کے مُردہ زندہ میں کچھ فرق نہیں کہ وہ عین نجاست ہے پانی اگر زیادہ ہو ایک ساتھ نہیں نکل سکتا بتدریج نکالیں مثلاً تین ہزار ڈول پانی ہو روز ہزار ڈول نکالیں تو تین دن میں پاک ہو جائیگا اور تین تین سو تو دس دن میں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۴ ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گائے یا بکری کوئیں میں گر کر زندہ نکل آئے تو کوآں پاک بتاتے ہیں تسکینِ قلب کیلئے دس بیس ڈول کا حکم اور بات ہے حالانکہ یقیناً اُسکے کھر یا ور پاؤں کا زیرین حصہ پیشاب وغیرہ میں روز آلودہ ہوا کرتا ہی تو حکم طہارت کس بنا پر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اسی بنا پر سیدنا امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک روایت نادرہ یہ آئی کہ گائے بکری کے گرنے سے کوآں مطلقاً ناپاک ہو جائیگا اگرچہ زندہ نکل آئیں اور اسی کو حاوی قدسی میں اختیار کیا بدائع میں ہے روی عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف فی البقر والابل انہ ینجس الماء لانھا تبول بین افخاذھا فلا تخلو عن البول علیہ میں ہے وعلی ھذا عن ابی حنیفۃ من ھذا الحکم المذکور مشی الحاوی القدسی مگر مذہب صحیح و مشہور و معتمد و منصور یہی ہے کہ جبتک اُنکے بدن پر کسی نجاست کا ہونا یقیناً معلوم ہو کوآں پاک رہیگا خانیہ و ہندیہ میں ہے وقعت شاۃ وخرجت حیۃ ینزح عشرون دلوا لتسکین القلب لا للتطھیر حتی لو لم ینزح وتوضأ جاز نیز عالمگیریہ میں تبیین امام زیلعی سے ہے ان وقع نحو شاۃ واخرج حیا فالصحیح انہ اذا لم یکن فی بدنہ نجاسۃ فالماء طاھر اھ مختصرا امام محقق علی الاطلاق نے اسکی توجیہ یہ فرمائی کہ اگرچہ امر مذکور ظاہر ہے مگر احتمال ہے کہ کوئیں میں گرنے سے پہلے آب کثیر میں گزری ہوں کہ بدن پاک ہو گیا ہو فتح القدیر میں ہے الحاصل ان المخرج حیا ان کان نجس العین او فی بدنہ نجاسۃ معلومۃ نزحت کلھا وانما قلنا معلومۃ لانھم قالوا فی البقر ونحوہ یخرج حیا لا یجب نزح شیئ وان کان الظاھر اشتمال بولھا علی افخاذھا لکن یحتمل طھارتھا بان سقطت عقیب دخولھا ماء کثیرا ھذا مع الاصل وھو الطھارۃ تظافرا علی عدم النزح واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وقیل ینزح من الشاۃ کلہ والقواعد تنبو عنہ مالم یعلم یقینا تنجسھا کما قلنا علیہ بحر وغیرہما میں اسی پر انکی تبعیت کی **اقول** مگر لاکھوں جانور کہ گھروں میں بندھے کھاتے ہیں اُن میں اس احتمال کی کیا گنجائش اور حکم بلاشبہہ عام ہے تو دوسری توجیہ ضرور درکار واللہ الھادی وولی الایادی خاطر فقیر غفرلہ المولی القدیر میں مدت سے یہ خطور کرتا تھا کہ یہاں جفاف و انتشار سبب طہارت ہوں یعنی جسطرح زمین پر پیشاب پڑا اور خشک ہو گیا اثر باقی نہ رہا

زمین نماز کے لیے پاک ہوگئی اگرچہ اُس سے تیمم نہیں ہوسکتا یونہی اُنکے بدن پر اُنکا پیشاب لگ کر خشک ہونیکے بعد بدن پاک ہوجاتا ہے نیز جسطرح جُوتے میں کوئی جرم دار نجاست لگی اور چلنے میں ریت مٹی سے خشک ہوکر جھڑگئی جوتا پاک ہوگیا یونہی جب اُنکی مینگنی گوبر بدن پر لگ کر خشک ہوکر لیٹنے لوٹنے بدن کھجانے سے جھڑگئی بدن پاک ہوگیا مگر اسپر جرأت نہ کرتا تھا یہانتک کہ بفضلہ تعالٰی فتاوٰی غیاثیہ میں اسکی تصریح دیکھی حیث قال سئل ابو نصر رحمہ اللہ تعالٰی عمن یغسل الدابۃ فیصیبہ من مائہا او عرقہا قال لا یضرہ قیل لہ فان کانت تمرغت فی روثہا وبولہا قال اذا جف وتناثر وذھب عینہ فلا یضرہ فعلی ھذا اذا اجری الفرس فی الماء وابتل ذنبہ وضرب بہ علی راکبہ ینبغی ان لا یضرہ بحمد اللہ تعالٰی اسکی تائید بدائع امام ملک العلماء میں دیکھی کہ بکری کا بچہ اُسیوقت پیدا ہوا جبتک اُسکا بدن رطوبت رحم سے گیلا ہے ناپاک ہے خشک ہوکر پاک ہوجائیگا یعنی صاحبین کے طور پر جنکے نزدیک رطوبت فرج نجس ہے ورنہ امام کے نزدیک وہ بحالِ تری بھی پاک ہے وھذا نصہ لو سقطت السخلۃ من امہا وھی مبتلۃ فہی نجسۃ حتی لو حملہا الراعی فاصاب بللہا الثوب اکثر من قدر الدرھم منع جواز الصلاۃ ولو وقعت فی الماء فی ذلک الوقت افسدت الماء واذا یبست فقد طہرت یہ بحمد اللہ تعالٰی جواب شافی ولا حاجۃ بعد الی ما کنت جمعت بہ فی الاحلٰی من السکر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۳ از شہر بریلی مسئولہ نظیر احمد محلہ لودی ٹولہ شہر کہنہ بروز شنبہ ۲۲ شعبان ۱۳۳۴ھ

اگر ناپاک کوئیں سے کپڑا دھو لیا جائے یا نہایا جائے اور معلوم نہیں کہ کنواں ناپاک ہے تو اب جب معلوم ہوا کپڑے کو کیا کرے اور جو نہایا وہ بھی کیا کرے اور اگر اُس پانی سے کھانا پکایا جائے تو اُس کھانے کو کیا کرنا چاہیے اور وہ کھانا پاک ہے یا ناپاک۔

الجواب

کپڑے پاک کیے جائیں نہایا یا وضو کیا یا ہاتھ دھوئے غرض جتنے بدن کو پانی لگا اُسے پاک کیا جائے کھانا کتوں کو ڈالدیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۴ از امرتسر تحصیل امرتسر ڈاکخانہ خاص ووڈالہ ومرم مسئولہ شمس الدین صاحب ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۳۴ھ

حامی حمایت دین مفتی شرع متین جناب مولنا مولوی احمد رضا خانصاحب مدظلہ فیوضاتہ آپ اِس مسئلہ کو کامل وجہ سے تحریر فرمائیں کہ ایک چاہ جسکا پانی تمام نکالنا دشوار ہے جب وہ ایسا ناپاک ہوجائے جس سے اُسکا تمام پانی نکالنے کا حکم ہے یعنی وہ چشمہ دار ہے تو مثلاً زید کہتا ہے کہ اُسکا تمام پانی تین روز میں نکالا جائے اور ایک کہتا ہے کہ جب بقول مفتی بہ تین سو ڈول سے چاہ چشمہ دار پاک ہوسکتا ہے تو تین روز میں پانی نکالنے میں ایک تو وقفہ درمیان واقع ہوتا ہے اور دوم تکلیف مالایطاق ہے غرضکہ جسقدر ڈول نکالنے کا حکم ہے اگر اُس میں وقفہ واقع ہو یعنی پانی حرکت سے ٹھہر جائے تو وہ ڈول کشیدہ محسوب ہونگے یا نہیں یعنی وہ

شخص باوجود جہالت کے قول مفتی بہ کا خلاف کرتا ہو وہ مستحق فتوےٰ دینے کا ہے یا نہین۔

الجواب

جبکہ کوآن چشمہ دار ہو اُسمین پانی پیمائش سے دریافت کرلین کہ اتنے ڈول ہے اور اُسکا یہ آسان طریقہ ہو کہ رسّی مین کوئی پتھر باندھکر کوئین مین اسطرح چھوڑین کہ رسّی مین خم نہ آئے جسوقت پتھر تہ کو پہنچ جائے معًا ہاتھ روک لین پھر جسقدر رسّی پانی مین بھیگی اُسے ناپ لین اور مثلاً چار شخص پچیس پچیس ڈول جلد جلد کھینچین پھر اسیطرح ناپین فرض کرو کہ ان سو ڈولون کے سبب ایک ہاتھ پانی کم ہوگیا اور پیمائش مین مثلاً دس ہاتھ آیا تو سو ڈول اور نکال لین تو وہ ملکر دس ہاتھ ہوجائینگے پانی نکالنے مین صحیح مذہب یہی ہے کہ پے درپے ہونا ضرور نہین اگر ایک ایک ڈول روزانہ کرکے نکالین جب تعداد مطلوب پوری ہوجائیگی کوآن پاک ہوجائیگا نص علیہ فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار تین سو ڈول پر فتوےٰ بغداد شریف کے کوئون کے اعتبار سے ہے وہان کوئین مین اسیقدر پانی ہوتا اور جہان کُل پانی نکالنے کے حکم مین ہزار ڈول پانی ہے تین سو ڈول سے ہزار ڈول کیسے ادا ہوسکتے ہین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵ مرسلہ ملا محمد اسمٰعیل قصبہ کپاس محلہ مومنان علاقہ اودیپور ۱۲ صفر ۱۳۲۵ھ

چاہ چشمہ دار ہو اُس مین چڑیا یا چوہا پڑکر مرجائے اور پھول پھٹ جائے اور ریزہ ریزہ ہوجائے اُس مین سے کتنے ڈول نکالے جائین اور ڈول کسقدر وزن پانی کا ہو۔ چڑیا یا چوہا یا آدمی بے وضو یا بے غسل یا بے نمازی کوئین مین گرجائے اور زندہ نکل آئے تو کوئین کا پانی تمام نکالنا یا کسقدر ڈول نکالنا درست ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

کُل پانی نکالا جائے جتنے ڈول اُسمین ہین یا تو دو ثقہ مبصر جو پانی مین نگاہ رکھتے ہین اندازہ کرکے بتائین کہ اس مین اتنے ڈول پانی ہے اُسقدر نکالدین پاک ہوجائیگا اگرچہ نیا پانی برابر آتا رہے یا رسّی مین پتھر باندھکر کوئین مین اسطرح ڈالین کہ رسّی مین خم نہ آئے جب تہ کو پہنچ جائے نکالکر جتنی بھیگی ہو ناپ لین اور مثلاً سو ڈول بتعجیل نکالین اُسکے بعد پھر رسّی ڈالکر ناپین سو ڈول مین جتنا گھٹا اُسی کے حساب سے نکال لین مثلاً پہلی پیمائش مین پانی دس ہاتھ تھا دوسری مین ۹ ہاتھ رہا تو معلوم ہوا کہ سو ڈول مین ایک ہاتھ گھٹتا ہے دس ہاتھ پر ہزار ڈول چاہیے تھے سو نکل گئے نوسو اور نکالدین جہان کل پانی نکالنا ہے ڈول کی مقدار معین کرنیکے کوئی معنے نہین ہان جہان یہ حکم ہوتا ہے کہ بیس سے تیس یا چالیس سے ساٹھ ڈول تک نکالین وہان اُسکی تعیین یہ ہے کہ ہر کوئین کے لیے اُسیکا ڈول معتبر ہے اور جس کوئین کا کوئی خاص ڈول نہ ہو وہان وہ ڈول جسمین ایک صاع ماش آسکے صاع دو سو ستر تولے کا پیمانہ ہے۔ اگر اُسکے بدن پر کوئی نجاست ہونا تحقیق معلوم ہو تو کل پانی نکلے گا ورنہ بے وضو یا بے غسل آدمی کے گرنے بے

فصل البئر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

میں ۲۰ ڈول اور چڑیا میں کچھ نہیں اور چوہے میں بیس اگر اسکا مونھ پانی کو پہنچا ہو ورنہ کچھ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۶ مرسلہ حکمت یار خان محلہ شاہ آباد ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔ ایک کوآن ہے جسکا پانی کبھی نہیں ٹوٹتا اُس میں سے ایک چوہا پھولا ہوا بودار نکلا اب اُسکے پاک کرنیکی کیا صورت ہے اور ایسی صورت میں نماز لوٹائی جائیگی یا نہیں۔ اگر لوٹائی جائیگی تو کے دن کی مفتے بہ قول تحریر فرمائیں۔

الجواب

پانی توڑنے کی کوئی حاجت نہیں جتنا پانی اُسمیں اسوقت موجود ہے اُتنے ڈول نکالدیں پاک ہو جائیگا تین دن رات کی نماز کا اعادہ بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۷ مرسلہ حکمت یار خان محلہ شاد آباد ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت و ماحی بدعت قاطع ظلمت حضرت مولانا قبلہ و کعبہ مدظلہ العالی کہ ایک مسئلہ بیر جو کہ کل حضور کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تھا اُسکے وقوع کو آج چار دن ہوئے اور اُسی دن ایک مولوی اہلسنت جماعت سے مسئلہ دریافت کیا گیا اُنھوں نے یہ کہا کہ جب اس کوئیں کا پانی نہیں ٹوٹتا ہے تو تین سو ساٹھ ڈول پانی نکال لینے سے پاک ہو جائیگا کل حضور کے فتوے سے معلوم ہوا کہ کوآن پاک نہیں ہوا اب دریافت طلب ہے کہ صورت مذکورہ سے کوآن پاک ہوا یا نہیں۔ ایضاً صورت مذکور پر عمل کرکے اُس روز سے برابر اُسی سے وضو اور غسل کرکے نماز پڑھی جاتی ہے اب اس صورت میں حضور کا کیا حکم ہے۔

الجواب

مولیٰ تعالیٰ معاف فرمائے وہ مسئلہ غلط بیان میں آیا وضو غسل کرنیوالوں کے بدن اور کپڑے ناپاک ہیں وہ سب نمازیں بیکار گئیں اگر حرج عظیم بوجہ کثرت مبتلایان نہ ہو تو مذہب کا یہی حکم ہے کہ وہ سب لوگ اپنے بدن اور کپڑے پاک کریں اور یہ نمازیں پھیریں اور اسمیں حرج شدید ہو تو شریعت حرج میں نہیں ڈالتی پھر ۳۶۰ ڈول وہ اور اتنے دنوں میں جتنے ڈول وضو اور غسل وغیرہ کے لیے نکلے وہ سب ملاکر اگر اُسوقت کے موجود پانی کے اندازتک پہنچ گئے کوآن اب پاک ہو گیا ورنہ جتنے باقی رہے ہوں اب نکال لیے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب التیمم

مسئلہ ۹۸ از سرنیا ضلع بریلی مسئولہ شیخ امیر علی رضوی ۱۶ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عیدین یا نماز جنازہ یا پنجگانہ کی جماعت تیار ہے زید بے وضو ہے اور اگر وضو کریگا تو نماز ختم ہو جائیگی ایسی حالت میں کونسی نماز میں بے وضو شامل ہو سکتا ہے۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الجواب

بے وضو کوئی نماز نہیں پڑھ سکتی عیدین یا جنازہ کی نماز جاتی رہنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرے جمعہ و پنجگانہ کیلئے وضو کرنا لازم ہے اگرچہ جمعہ و جماعت فوت ہونے کا ہو واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۹: مسئولہ مولوی سید خورشید علی صاحب ۱۱ ربیع الآخر شریف از بہیڑی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدت مسح موزہ میں غسل کی ضرورت ہوئی اور بسبب کسی عذر کے غسل نہیں کر سکتا تو تیمم بلا اُتارنے موزے کے کر سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بیشک کر سکتا ہے تیمم میں موزہ اُتارنے کی کچھ حاجت نہیں کہ وہ صرف چہرہ و دست پر دو ضربیں ہیں جن میں پاؤں کا اصلاً حصہ نہیں فی فصل المسح علی الخفین من الخانیۃ لاحظ للرجلین من التیمم اھ وفی ردالمحتار لا فائدۃ فی النزع لانہ للغسل اھ علما نے جو فرمایا ہے کہ جنب کو موزہ اُتارنا ضرور ہے وہ بحالتِ غسل ہے یعنی جس طرح وضو میں مسح خفین جائز ہے غسل میں روا نہیں بخلاف تیمم کہ اُس میں سرے سے پاؤں کا غسل یا مسح کچھ بھی نہیں تو اُس میں نزع خف کی کیا حاجت یہ مسئلہ واضح ہے اور حکم ظاہر اور ردالمحتار کے باب التیمم میں ایک تصویر طویل سے اُسکا جزئیہ بھی مستفاد فلیراجع عند ذکر النواقض۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰: مرسلہ مولوی الہ یار خانصاحب از مکان منشی حبیب اللہ صاحب تحصیلدار کھنڈوہ ضلع نمار ملک متوسط ۲ ربیع الاول

جناب فیضمآب حاوی معقول و منقول کاشف دقائق فروع و اصول جناب مولوی محمد احمد رضا خانصاحب دام اللہ فیضہم و ظلہم برکاتہم بعرض مستفیدان حضور ایک عبارت دریافت معنے کے لیے حاضر کی جاتی ہے ان باع بمثل القیمۃ او بغبن یسیر لایجوز لہ التیمم وان باع بغبن فاحش تیمم والغبن الفاحش مالا یدخل تحت تقویم المقومین وقال بعضہم تضعیف الثمن ایک لائق صاحب مقابل ہیں جو معنی مجھے از راہ درس معلوم ہیں بیان کرتا ہوں قبول نہیں کرتے لہٰذا استفادہ کرتا ہے کہ مثل قیمت و غبن یسیر و غبن فاحش و تقویم مقومین کے معنی اُردو میں ارشاد فرمائیں کہ سبھی مستفیض ہوں والتسلیم

الجواب

مثل قیمت بازار کا بھاؤ اور غبن یسیر نرخ بازار سے تھوڑا بل اور فاحش بہت اور تقویم قیمت لگانا جو چیز اُسکے مبصروں کے سامنے قیمت لگانے کیلئے پیش کی جائے وہ عادۃً تھوڑی سی کمی بیشی کے ساتھ تقویم میں اختلاف کر سکتے ہیں مثلاً دس۱۰ روپے کی چیز کے کوئی پورے دس۱۰ کہیگا کوئی ساڑھے نو کوئی ساڑھے دس یہ نہ ہوگا کہ دس۱۰ کی چیز کے پانچ یا پندرہ کہدیں اس تھوڑے تفاوت کو داخل فی تقویم المقومین کہتے ہیں اب مسئلہ یہ ہے کہ جسکے پاس پانی نہ ہو اور بے قیمت نہ ملے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اور قیمت حاجاتِ ضروریہ سے فارغ اُسکی ملک میں ہو اگر پاس موجود ہو فبہا ورنہ پانی وعدہ پر مل سکے کہ مثلاً گھر پہنچکر قیمت بھیجدونگا تو ایسی حالت میں تیمم جائز نہیں پانی مول لیکر وضو یا غسل واجب بشرطیکہ بیچنے والا یا تو مثل قیمت کو دے یا اُس کرے تو تھوڑا اساجسے غبن یسیر کہتے ہیں ورنہ اگر غبن فاحش یعنی زیادہ تر سے دیتا ہو تو خرید نا ضرور نہیں شرع تیمم جائز فرمائیگی یہاں روایات مختلف ہوئیں کہ اس غبن یسیر فاحش کی حد کیا ہے بعض کے نزدیک اُتنا کہ تقویم مقومین میں پڑ سکتا ہے غبنِ یسیر ہے اور اُس سے زیادہ غبن فاحش وھذا ھو الذی قدمہ فی مراقی الفلاح وعبر عن الاٰتی بقیل ومثل ذلک عبارۃ للمنیۃ المذکورۃ فی السؤال وقد قال فی الغنیۃ انہ الاوفق لد فع الحرج اس روایت پر جسجگہ اُسقدر پانی کی قیمت دس پیسے ہو اور بیچنے والا ساڑھے دس کو دے تو خرید نا واجب اور تیمم ناجائز اور زیادہ مثلاً بارہ[1] یا گیارہ کو دے تو تیمم جائز مگر اظہر واشہر وألیق بالعمل وہ قول ہے جو امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نوادر میں منقول ہوا کہ یہاں دُونی قیمت کا نام غبن فاحش ہے اور اُس سے کم غبن یسیر مثلاً اُتنا پانی اُس مقام کے بازاری نرخ سے ایک پیسہ کا ہے اور بیچنے والا دو[2] کو دے تو تیمم کرے اور دو سے کم کو تو خرید نا لازم اور تیمم ممنوع۔ اور قیمت دیکھنے میں اعتبار خاص اُسجگہ کا ہے جہاں اسے اسوقت ضرورت آب ہے اگر وہاں کی قیمت کا پتا نہ چلے تو جو جگہ وہاں سے قریب ہے اُسکا اعتبار کرے غنیہ میں ہے مالا یدخل تحت تقویم المقومین قدرہ فی العروض بالزیادۃ علی نصف درھم فی العشرۃ والنصف یسیر والماء من جملۃ العروض خانیہ میں ہے اختلفوا فی حد الغالی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کان لایبیع الا بضعف القیمۃ فھو غال وقال بعضھم مالا یدخل تحت تقویم المقومین فھو غال درمختار میں ہے ان لم یعطہ الا بثمن مثلہ او بغبن یسیر ولہ ذلک فاضلا عن حاجتہ لایتیمم ولو اعطاہ باکثر یعنی بغبن فاحش وھو ضعف قیمتہ فی ذلک المکان اولیس لہ ثمن ذلک تیمم ردالمحتار میں ہے قولہ بثمن مثلہ ای فی ذلک الموضع بدائع وفی الخانیۃ فی اقرب المواضع من الموضع الذی یعز فیہ الماء قال فی الحلیۃ والظاھر الاول الا ان لایکون للماء فی ذلک الموضع قیمۃ معلومۃ کما قالوا فی تقویم الصید قولہ ولہ ذلک ای وفی ملکہ ذلک الثمن وقدمنا انہ لولہ مال غائب وامکنہ الشراء نسیئۃ وجب بخلاف ما لو وجد من یقرضہ بحر قولہ وھو ضعف قیمتہ ھذا ما فی النوادر وعلیہ اقتصر فی البدائع والنھایۃ فکان ھو الاولی بحر اھ ملخصا **اقول**[2183] وکذا اقتصر علیہ فی الکافی وغیرہ من المعتبرات فاعتمد علی ھذا لکونہ روایۃ عن الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ[2184] ولجلالۃ معتمدیہ[2185] ولکثرتھم ولتقدیم[2186] الخانیۃ ایاہ مع تمھید فی فاتحۃ کتابہ انہ انما یقدم الاظھر الاشھر ولان[2187] قیمۃ الماء المحتاج الیہ لطھر لاتزید غالبا علی نحو فلس لاسیما فی بلادنا

فاعتبار زیادۃ جزءٍ من تسعۃ عشر جزءً من اجزاء فلس مثلاً مسقطۃ لوجوب الوضوء والغسل مع تیسر الثمن وتملکہ بالفعل وفراغہ عن حاجاتہ مما یستبعد ولا یسلم ان فیہ کثیر حرج یجب دفعہ فافہم۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱: از جونپور مرسلہ مولوی محمد محسن صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۲۹۵ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی درین باب کہ برائے جواز تیمم بضرب دست بر چیزے کہ از جنس زمین نباشد مثل وسادہ وبساط وجوخہ وحبوب ومعادن غیر اینہا بدون برداشتن دست از الصاق بغبار مرتفع فقط وجود غبار دران بقدر یکہ بوقت ضرب صرف چیزے در ہوا دیدہ میشود کافی ست یا لزوقِ غبار وظاہر شدن اثر آن بردست یا بران بعد الید علیہ ضرور ست بینوا توجروا

الجواب

امام اسبیجابی کہ از ائمہ ترجیح وتصحیح ست در شرح مختصر طحاوی فرمودہ کہ بودنِ غبار بر چیزے چنان و فقدر اثرش بکرشیدن دست بران ظاہر شود ضرور ست جاتیمم آن فی الدر المختار تبعا لما فی البحر الرائق وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب علیہ بمد الید علیہ فان لم یستبین لم یجز وکذا کل مالا یجوز التیمم علیہ کحنطۃ وجوخۃ فلیحفظ ہر چند در عامہ متون واکثر شروح این مسئلہ را بارسال اطلاق آوردہ اند ما قیدے زائد کہ امام معتمد افادہ باید از قبولش ناگزیر ست مادامیکہ خلافش در کلمات دیگر ائمہ مصرح وبران مرجح نباشد خصوصاً در صورتیکہ مقام مقام احتیاط است بہ تشدید جریہ العلماء فی مسئلۃ انتضاح البول مثل رؤس الابر ومن لم یطمئن قلبہ فعلیہ بحاشیۃ الشامی ایں معنی منافی تقدیم متون نیست کہ آن فرع تضاد ست این بیان مراد ومن ثم قالوا ان التخصیص دفع لا رفع وقد نصوا کما فی شرح اللباب ورد المحتار وغیرہما ان شان المشائخ ابانۃ القیود فلا یعد مخالفۃ للمتون آخر نہ دیدی کہ علامہ محقق زین بن نجیم مصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در بحر رائق بر ومشی کردہ حکم جوخہ وغیرہ بر بنائے قلت وجود این شرط دران از وے استخراج مینماید وعلامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب مختار نیز بنائے حکم برین تفصیل می نہد ومحققین کرام اصحاب بحر ونہر ومدقق علائی در در مختار استحسانش نمودہ ہر نہ امر بحفظش میفرمایند ومحشیان اعلام تقریرش مینمایند فقد تمحل علیہ القبول کما یظہر کل ذلک بمراجعۃ کلماتہم والعلم بالحق عند واہب العلوم وعالم کل سر مکتوم۔

مسئلہ ۱۰۲: از جائس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ صاحب ربیع الاول شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو نمازوں کو بلا عذر جمع کرنا اور بلا کوئی بیماری مہلک اور مرض کے تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

دو نمازوں کو بلاعذر جمع حقیقی کرنا کہ پہلی کا وقت کھو کر دوسری کے وقت میں پڑھیں یا دوسری کا وقت آنے سے پہلے اُسے پہلی کے وقت میں پڑھ لیں حرام ہے پہلی صورت میں نماز قضا ہوگی اور دوسری میں ہوگی ہی نہیں اسکی تحقیق اعلیٰ درجہ بیان فقیر کے رسالہ حاجز البحرین میں ہے پانی موجود ہو اور ضرر نہ کرے تو ایسی چیز کے لیے جو بلا طہارت ناجائز ہے جیسے نماز یا قرآن مجید کا چھونا یا سجدۂ تلاوت غیرہا تیمم حرام ہے۔ ہاں جو چیزیں بلا طہارت بھی جائز ہیں جیسے درود شریف کلمہ شریف یا بے وضو قرآن مجید پڑھنا مسجد میں جانا سلام کرنا سلام کا جواب دینا اُنکے لیے اگر تیمم کرلیا مضایقہ نہیں بلکہ بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مرسلہ سید محمد نور عالم صاحب مقام ڈھولنہ تحصیل ریلوے اسٹیشن کاسگنج ضلع ایٹہ ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

خدمت مولانا الاعظم الافخم متع المسلمین بطول بقائکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مدت سے دولتِ دیدار سے محروم اور بے نصیب اور اقتباس انوار فوائد علیہ سے بے بہرہ۔ تاآنکہ رسوم ظہوری مکاتبات اور دریافت خیریات سے بھی غافل۔ وائے برمن معہذا آپکی یاد اور محبت دل میں موجود ہے دائم وخدا ایم خدا یہاں وہاں اپنا خاص کرم مبذول رکھے آمین ضروری تصدیع اوقات منتظمہ یہ ہے کہ مشہور کیا گیا ہے کہ مذہب حنفی میں جس وضو سے کہ جنازے کی نماز پڑھے یا پڑھائے اُس سے دیگر نمازیں صلوات مکتوبہ خمسہ و دیگر نوافل وغیرہ نہیں پڑھتے ہیں آیا پڑھتے ہیں یا حکم مذہب حنفی اور نمازوں کے پڑھنے کا اُس وضو سے نہیں ہے جو امر محقق ہو وہ لکھکر ممنون فرمائیے اور یہ بھی فرمایئے کہ کسی نے احناف میں سے لکھا ہے یا نہیں اور اسکی اصل کیا ہے باقی خیریت اور آپکی عافیت مطلوب۔

الجواب

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت اعظم افخم اجل اکرم عالم نور از نور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سیدنا ومولانا سید شاہ محمد نور عالم صاحب ادام اللہ تعالیٰ نورہم وسرورہم۔ پس از آداب معروض۔ الحمد للہ کہ گوشۂ خاطر عاطر میں اس خادم کی یاد جگہ رکھتی ہے ذلک من فضل اللہ علینا۔ یہ مسئلہ کہ جہال میں مشہور ہے کہ وضوئے جنازہ سے اور نماز نہیں پڑھ سکتے محض غلط و باطل و بے اصل ہے مسئلہ صرف اسقدر ہے کہ اگر نمازِ جنازہ قائم ہوئی اور بعض اشخاص آئے تندرست ہیں پانی موجود ہے مگر وضو کریں تو نماز ہو چکے گی اور نماز جنازہ کی قضا نہیں نہ ایک میّت پر دو نمازیں اس مجبوری میں انھیں اجازت ہے کہ تیمم کرکے نماز میں شریک ہو جائیں اس تیمم سے اور نمازیں نہیں پڑھ سکتے نہ مس مصحف وغیرہ امور موقوفہ علی الطہارۃ بجالاسکتے ہیں کہ یہ تیمم بحالت صحت و وجود ماء ایک خاص عذر کے لیے کیا گیا تھا جو اُس نماز جنازہ تک محدود تھا تو دیگر صلوات و افعال کیلیے وہ تیمم محض بے عذر و بے اثر رہیگا حکم یہ تھا عوام نے اسے کشاں کشاں کہاں تک پہنچایا۔ اگر مریض نے یا جہاں

پانی نہ ہو تیمم سے نماز جنازہ پڑھی تو وہ تیمم بھی تا بقائے عذر سب نمازوں کے لیے کافی ہے نہ کہ وضو علیہ السلام مع الوف الکرام

مسئلہ ۱۰۸ از شہر کہنہ بریلی مسئولہ اکبر علیخان ملازم مدرسہ اہلسنت یکم ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بعد نماز عصر لنگوٹی باندھکر ورزش کرتا ہے اُسکا ستر کھلا ہوا ہے اور لوگ بھی وہاں پر موجود ہیں جب وہ ورزش سے فارغ ہوا تو نماز مغرب کا وقت اخیر ہوتا ہے از روئے حکمت بعد ورزش جبکہ وہ پسینہ میں تر ہے وضو کرنا مضر ہے بدن میں درد ہو جانے کا اندیشہ ہے اس صورت میں اسکا وضو ساقط ہوا یا نہیں بلا تازہ وضو نماز پڑھ سکتا ہے یا تیمم کرے کیا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

لوگوں کے سامنے ستر کھولنا حرام ہے ورزش کے سبب جماعت کھونا حرام ہے نماز کا وقت تنگ و مکروہ کر دینا منع ہے ایسی ورزش ناجائز ہے ورزش سے وضو نہیں جاتا جبتک کوئی شئے ناقض وضو صادر نہ ہو اگر وضو ہے تو اُسی وضو سے نماز پڑھ لے اور جو وضو باقی نہ رہا ہو تو ایسے وقت ورزش کرنا قصداً نہ چاہیے ورزش عشا یا صبح کے بعد بھی ہو سکتی ہے اور اگر واقع ہولی اور نماز یا جماعت کے فوت کا اندیشہ ہے اور اسوقت وضو کرے تو وجع مفاصل وغیرہ امراض پیدا ہونے کا صحیح خوف ہے تو تیمم کرکے نماز پڑھے اس انتظار کی حاجت نہیں کہ مثلاً گھنٹے بھر بعد جب گیں ساکن ہو جائینگی وضو کرکے پڑھیگا فان العبرۃ للحال دون الاستقبال لکن بعد میلا من الماء فی السفر لیس علیہ التاخیر وان ندب ہاں یہ بہتر و افضل ہے مگر جبکہ اس انتظار سے وقت جاتا یا مکروہ ہوتا یا جماعت فوت ہوتی ہو تو انتظار کی حاجت نہیں ابھی تیمم کر لے اور نماز پڑھے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۹ از گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ مسئولہ شیخ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب قادری رضوی ۱۶ رجب ۱۳۳۴ھ

حقہ کا پانی پاک ہے یا ناپاک۔ مسافری میں اگر پانی نہ ملے تو بجائے تیمم کے حقے کے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

اُسکا پانی نجس ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور دھوئیں کے سبب جو اُسکے رنگ بو و مزہ میں تغیر آجاتا ہے اس سے اُسکے طاہر مطہر ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا و یجوز الوضوء بماء تغیر احد اوصافہ بخلط طاہر غیر مائع کما فی التبیین والفتح والبحر والدر وغیرھا سفر میں اگر پانی نہ ملے اور یہ پانی بقدر کفایت موجود ہے تیمم جائز نہ ہوگا اس سے وضو لازم ہوگا لقولہ تعالٰی ولم تجدوا ماء وھذا یجد ماء البتہ اگر اُس میں بو ہے تو یہ لازم ہوگا کہ ایسے وسیع وقت میں اُس سے وضو کیا جائے کہ بو زائل ہونے تک وقت کراہت نہ آئے جب بو جاتی رہے اسوقت نماز پڑھے اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو انتظار نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

فائدہ ورزش کرنے سے وضو نہیں جاتا جبتک کوئی ناقض وضو صادر ہو

مسئلہ ۱۰۱ مسئولہ عابد خان معرفت منشی خدابخش صاحب ٹھیکیدار صدر بازار بریلی دوشنبہ ۱ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص اپنی بی بی سے صحبت کرکے سو گیا اب اُسکی آنکھ ایسے وقت کھلی جبکہ وقت نماز فجر بہت تنگ ہو گیا کہ اگر غسل کرتا ہے تو نماز قضا ہوئی جاتی ہے ایسے وقت میں ستر دھو کر نماز پڑھ لینا جائز ہے یا نہیں اگر بلا غسل نماز جائز نہیں تو کس وجہ سے جبکہ بی بی سے صحبت کرنا حلال ہے۔

الجواب

جبکہ نماز کا وقت تنگ ہو نجاست دھو کر تیمم کرکے نماز پڑھ لے پھر نہا کر بعد بلندی آفتاب اُسکا اعادہ کرے اور عورت سے صحبت حلال ہونیکے سبب طہارت کا حکم ساقط نہیں ہو سکتا یہاں تین صورتیں ہیں اگر وقت ایسا تھا کہ بعد جماع غسل کرکے نماز کا وقت نہ ملے گا تو ایسی صورت میں جماع ہی حرام ہے کہ قصداً تفویت نماز ہے اور صورت کا نوجہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ ہر حال میں اُس سے صحبت جائز ہو نماز ہے روزہ ہے احرام ہے اعتکاف ہے حیض ہے نفاس ہے اور بہت صورتیں ہیں کہ اُن میں منکوحہ سے بھی صحبت حرام ہے اور اگر وقت ایسا تھا کہ غسل و نماز کو کافی تھا مگر صبح ہو چکی تھی یا ہونیکے قریب تھی اور یہ ظن غالب تھا کہ اب سو گیا تو آنکھ نہ کھلیگی تو صحبت جائز تھی اور سونا حرام اور اگر سونیکے لیے بھی وقت وسیع تھا اور اتفاقاً آنکھ ایسے تنگ وقت کھلی تو صحبت اور سونا دونوں حلال اور گناہ مرفوع بہر حال حکم وہی ہے کہ جب وقت تنگ ہے تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور پھر غسل کرکے اعادہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۲ ۵ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین صاحب اس مسئلہ میں کہ بسبب ضعیفی کے تمام جوڑوں میں بدن کے درد رہتا ہے جاڑوں میں پیر مونڈھے سے کولے اور کمر میں درد زیادہ ہوتا ہے ایک ہاتھ میں دو برس سے کہنی میں چوٹ لگ گئی ہے ہمیشہ درد رہتا ہے وضو کرنے میں کہنی سے نیچے ہاتھ دھوتا ہوں تو کہنی پر مسح کر لیتا ہوں اور کبھی پیروں پر بھی مسح کر لیتا ہوں اسی اندیشہ کی وجہ سے جمعہ کے روز نہانا بھی اتفاقاً ہوتا ہے اس حالت میں پیر کا مسح اور ہاتھ کی کہنی کا مسح کرنا چاہیے یا نہیں اور کسی وقت میں تیمم بھی کر لیتا ہوں اور کبھی پورا وضو بھی۔

الجواب

جتنی بات پر قدرت ہے اُتنی فرض ہے اگر پورے عضو پر قدرت ہے تو نہ مسح جائز نہ تیمم اور اگر کہنی یا پاؤں پر پانی ڈالنے سے ضرر ہوتا ہے تو اگر ہمیشہ نقصان ہوتا ہے ہمیشہ وہاں پوری جگہ مسح کرے باقی اعضا دھوئے اور اگر ایسا ہے کہ جاڑے میں دھونا نقصان کرتا ہے گرمیوں میں نہیں یا ٹھنڈے وقت میں نقصان کرتا ہے گرم وقت میں نہیں تو جس وقت نقصان کرتا ہے اُس وقت مسح کرے باقی اوقات دھوئے تیمم جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳ مرسلہ سید محمد قسیم ڈی ٹی اس آفس داناپور گول ضلع پٹنہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ ہجری

کیا فرماتے ہین علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص کا ایک پاؤن عارضہ فیل پایہ مین مبتلا ہے بدین وجہ اُس پاؤن کا دھونا اُسکے حق مین مضر ہے ایسی صورت مین وہ شخص اُسپر بجائے غسل کے مسح کر سکتا ہے یا نہین یا بجائے وضو کے صورت ہذا مین تیمم کرے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت مین تیمم کی اجازت نہین ہو سکتی بلکہ ضرر نہ ہو تو پاؤن دھونا فرض ہوگا ضرر کرے تو مسح کا حکم لازم ہوگا مثلاً ٹھنڈے وقت پاؤن دھونا ضرر کرتا ہے تو گرم وقت مین پاؤن دھوئے اور سرد وقت مین پاؤن پر مسح کرے یا سرد پانی سے دھونا نقصان دیتا ہے تو گرم سے پاؤن دھوئے مسح نہ کرے یا پاؤن کے ایک حصّہ پر پانی ضرر پہنچاتا ہے دوسرے پر نہین اور وہ دوسرا حصہ یون دھو سکتا ہے کہ نقصان والے حصّہ کو پانی نہ پہنچے تو اس حصے کا دھونا فرض اور اُس حصے پر مسح کرے غرض مقدار قدرت دیکھی جائیگی پھر جتنے عضو پر مسح کا حکم ہوگا اُس پورے ٹکڑے پر بھیگا ہاتھ ایک ایک ذرے پر پہنچنا لازم ہوگا اگر کوئی حصہ خشک رہا وضو نہ ہوگا والمسائل منصوص علیہا فی عامۃ الکتب واللہ تعالٰی اعلم۔

۱۰۹ سوال دوم شخص مذکور الصدر کو بعد حاجت غسل کے تیمم پر اکتفا کرنا جائز ہے یا نہین کیونکہ استعمال پانی اُسکے حق مین نقصان دہ ثابت ہو چکا ہے

الجواب

مرض تو صرف پاؤن مین ہے اسطرح نہائے کہ پاؤن کے اُس حصے کو جسے پانی نقصان دیتا ہے پانی نہ پہنچے اُتنے حصے پر مسح کافی کر لے تیمم جائز نہین ہو سکتا اور نقصان کی وہی صورتین ہین جو اوپر مذکور ہوئین کہ فقط سرد وقت مین پانی نقصان دیتا ہے تو اُسوقت نہا کر اُتنی جگہ مسح کرکے نماز پڑھ لے جب گرم وقت آئے اُتنی جگہ پر بھی پانی ڈال لے یا صرف ٹھنڈا پانی ضرر دیتا ہے تو اُتنی جگہ گرم پانی سے دھوئے باقی بدن جیسے پانی سے چاہے دھوئے اور پاؤن کا اُتنا ہی حصہ دھونے سے بچائے جتنے پر پانی بہنا ضرر دیتا ہو خواہ یون کہ خود وہان مرض ہو یا یون کہ اُسپر پانی ڈالنا مرض کی جگہ تک پانی پہنچا دیگا بچا نہ ہو سکیگا یا یون کہ پانی تو نہ پہنچے گا مگر یہان کی سردی سے وہان ضرر ہوگا۔ جتنی جگہ کسیطرح ضرر ہو اُسکے ایک ایک ذرہ پر بالاستیعاب بھیگا ہاتھ پہنچے ورنہ غسل نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰ از سرنیا ضلع بریلی مسئولہ شیخ امیر علی قادری رضوی ۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید ۱۲ بجے رات کے ہل چلانے جاتا ہے اور ہل چلاتے ہوئے وقت فجر کھیت پر ہو گیا اب پانی موجود ہے اور نہ اب مسجد جا سکتا ہے کیونکہ مسجد بھی دور ہے اور پانی بھی دستیاب نہین ہو سکتا ہے اب یہ تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہین۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الجواب

اگر پانی اسکے کھیت سے جہاں اسوقت یہ ہو ایک میل یا زیادہ دُور ہے تو تیمم کرسکتا ہو ورنہ ہرگز نہیں فی الدر المختار لبعدہ ولو مقیما فی المصر میلا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱ از پیلی بھیت مرسلہ مولوی عرفان علی صاحب بیسلپوری چہارشنبہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

زید صبح کو ایسے تنگ وقت مین سوکر اُٹھا کہ صرف وضو کرکے نماز فجر ادا کرسکتا ہی مگر اُسکو غسل کی حاجت ہی پس اُسکو غسل کرکے قضا نماز فجر ادا کرنا چاہیے یا وقت ختم ہوجانیکے خیال سے غسل کا تیمم کرکے اور وضو کرکے نماز فجر ادا کرے اور بعدہ غسل کرکے نماز فجر کا اعادہ کرے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

تیمم کرکے نماز وقت مین پڑھ لے بعد کو نہا کر اعادہ کرے بہ یفتی واللہ تعالٰی اعلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۱۲ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین ان مسائل مین سوال اول تیمم کی تعریف وماہیت شرعیہ کیا ہی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیممنا صعیدا طیبا من ساحۃ کرم الیہ یصعد **الکلم الطیب** لنطہر قلوبنا والسنتنا فنستاھل ان نقول بنیۃ زکیۃ ومقول طیب ان الحمد للہ الذی انزل قراٰنا عربیا غیر ذی عوج ✦ وما جعل علینا فی الدین من حرج ✦ والصلاۃ والسلام علی الرمل والتراب علی رحمۃ النبی ومنۃ الوھاب الذی اتی بالدین یسرا میسورا ✦ وجعلت لہ الارض مسجدا وطھورا ✦ فایما رجل من امتہ ادرکتہ الصلاۃ فلیصل متمتعا ببرکۃ اٰل ابی بکر الاجل ✦ وعلٰی اٰلہ وصحبہ ✦ وابنہ وحزبہ ✦ اجمعین ✦ ابد الاٰبدین ✦ امام محقق ابن الہمام پھر اُنکے اتباع سے بہت اعلام نے قرار دیا کہ حق یہ کہ وہ چہرہ وہر دو دست کا صعید یعنی جنس ارض طاہر سے مسح کرنا ہے یا اجمال بہت تفصیل کا طالب فاعلم انہ جاء تحدیدہ فی کلماتہم علی ستۃ وجوہ **الوجہ الاول** والمختارہ عامۃ شراح الھدایۃ انہ القصد الی الصعید الطاھر للتطھیر وردہ المحقق فی الفتح واتباعہ بان القصد شرط وانیۃ شرطہ لا رکن واجاب عنہ العلامۃ ش بجوابین **اولھما** ان الشرط ھو قصد عبادۃ

مقصودة الى اخر ما يأتى لا قصد نفس الصعيد اھ ٢١٩٢ **اقول** ولا قصد الصعيد ما مرّ به فى
القراٰن العظيم فتيمموا صعيدا طيبا غير ان القصد لا بد له من غاية وهى استباحة عبادة مقصودة
الخ ولا يقصد ذلك الا من استعمال الصعيد قصدا فقصد الصعيد لا بد منه ولا تحقق للتيمم
الا به واذ ليس ركنا فهو شرط لا شك كنفس الصعيد فانه ايضا من شرائط التيمم كما قال العلامة
نفسه ان الشارح نبه على انه اى قصد الصعيد شرط وكذا الصعيد وكونه مطهرا كما افاده ح
فافهم اھ **وثانيا** تريدون به رد الايراد وان سلم ما ذكرتم لما افاد الايراد الا ازديادا لا نجعل حقيقة
التيمم ما لا توقف له عليه اصلا فضلا عن الركنية **والاخران** المعانى الشرعية لا توجد بدون شروطها
فمن صلى بلا طهارة مثلا لم توجد منه صلاة شرعا فلا بد من ذكر الشروط حتى يتحقق المعنى الشرعى
فلذا قالوا بشرائط مخصوصة كما مر اھ يريد ما يأتى فى التعريف الثانى ان شاء الله تعالى ٢١٩٣ **اقول**
لا كلام فى ذكر الشروط بل فى جعل الشرط حقيقة المشروط كما يفيده قولهم هو قصد الصعيد
٢١٩٤ بخلاف قولهم بشرائط مخصوصة فانه ذكر الشرط على جهته ومرتبته فالاستناد به فى غير محله وشيء ما فقط
لا يوجد بدون شرطه عينا كان او معنى شرعيا او غيره لكن لا يصير به الشرط ركن المشروط حتى يحد به و
كيف يسوغ ان يقال ان الصلاة هى الطهارة وان كانت لا توجد الا بها نعم يصلح عذرا له ما قال قبل
الجواب بين انه لا بد فى الالفاظ الاصطلاحية المنقولة عن اللغوية ان يوجد فيها المعنى اللغوى غالبا
ويكون المعنى الاصطلاحى اخص من اللغوى ولذا عرف المشايخ الجم بانه قصد خاص بزيادة اوصاف
مخصوصة اھ وحاصله انه تسامح يحمل عليه بيان المناسبة بين المنقول عنه واليه وقد اشار اليه بعض
المعرفين به كالعناية اذ قال التيمم فى اللغة القصد وفى الشريعة القصد الى الصعيد الطاهر للتطهر فالاسم
الشرعى فيه المعنى اللغوى اھ هذا **ثم** التعبير بطاهر اطبق عليه عامة الكتب متونا وشروحا وفتاوى
وابدله فى التنوير بالمطهر قال فى الدر خرج الارض المتنجسة اذا جفت فانها كالماء المستعمل اھ
اى طاهرة غير طهور فتجوز الصلاة عليها ولا يجوز التيمم بها وبه اخذ البحر على الكنز قائلا كان ينبغى
للمصنف ان يقول بمطهر ليخرج ما ذكرنا كما عبر به فى منظومة ابن وهبان اھ واغرب القهستانى فاخذ على
النقاية واشار ان عبارة قد كان فيها الجواب لو تأمل اذ قال (على كل طاهر) تعميم لا يخلو عن تسامح
والعبارة على طاهر كامل فانه لا يجوز بارض صارت نجسة ثم ذهب اثرها اھ ٢١٩٥ **اقول** الطهارة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لا تقبل التشكيك وانما التفاوت بما لا نجس فيه اصلا وما فيه نجس قليل معفو عنه فيكون هذا هو الجواب ان المراد بالطاهر كامل الطهارة الذی لا عفو فيه وهذا ما افاده الامام ملك العلماء فی البدائع اذ قال ان احراق الشمس ونسف الرياح اثرها فی تقليل النجاسة دون استئصالها والنجاسة وان قلت تنافی وصف الطهارة فلم يكن اتيانا بالمأمور به فلم يجز فاما النجاسة القليلة فلا تمنع جواز الصلاة عند اصحابنا ولا يمتنع ان يعتبر القليل من النجاسة فی بعض الاشياء دون البعض الا ترى ان النجاسة القليلة لو وقعت فی الاناء تمنع جواز الوضوء به ولو اصابت الثوب لا تمنع جواز الصلاة اھ وهذا هو ملحظ من قالوا انها طاهرة فی حق الصلاة نجسة فی حق التيمم جاء فی البحر ظاهر كلامهم [٢١٩٦] **اقول** ليست الطهارة ولا النجاسة امرا اضافيا بل وصف يثبت للشیئ نفسه اما لا اصلا او لعارض وانما معنی الطهارة فی حق شیئ سوغ الاستعمال فيه والنجاسة فيه عدمه ولا يكون الا لبقاء نجس عفی عنه فی حق شیئ دون اخر كما اشار اليه ملك العلماء ومنه ما يؤمر فيه بالعصر البالغ فعصره زيد جهده ولو عصره عمرو لقطر طهر فی حق زيد لا عمرو كما فی الدر وغيره وبه ظهر ما فی قول البحر اذ قال بعد نقله الحق انها طاهرة فی حق الكل قال وانما منع التيمم منها لفقد الطهورية كالماء المستعمل وللحديث الوارد من قوله صلی اللہ تعالی عليه وسلم جعلت لی الارض مسجدا وطهورا بناء علی ان الطهور بمعنی المطهر وقد تقدم الكلام فيه اھ [٢١٩٧] **اقول** مطمح نظرهم فی هذا التعليل ان الكتاب الكريم انما شرط صعيد الطيبا والطيب هو الطاهر فاشتراط وصف اخر فوق الطهارة زيادة علی الكتاب فيجب ان تخرج ارض تنجست جفت من الطهارة كيلا يشملها المأمور به اما الحديث [٢١٩٨] **فاقول** يفيد كالاية وصف الارض بانها طهور فيثبت لكل ارض طاهرة لا تقييد التطهير بما هو منها طهور فوق الطهارة اما ما قرره المحقق حيث اطلق ان الصعيد علم قبل التنجس طاهرا وطهورا وبالتنجس علم زوال الوصفين ثم ثبت بالجفاف شرعا احدهما اعنی الطهارة فيبقی الاخر علی ما علم من زواله اذا لم يكن طهورا لا يتيمم به اھ [٢١٩٩] **فاقول** لم يعلم كونها طهورا الا بالكريمة والكريمة لم تشرط الطهورية الا طيبها وطهارتها وما زالت الطهورية الا لزوال الطهارة فان عادت عادت فلا بد من القول بما قالوا والميل الی ما مالوا [٢٢٠٠] **اقول** لكن قد يلزم عليها انها اذا اصابها الماء تنجس عادت نجسة لان القليل والكثير من النجاسة سواء فی الماء القليل فيتنجس ثم ينجس الارض وهو احد تصحيحين فی كل ما حكم بطهارته

بغير مائع كما فصله البحر فی البحر قبیل قوله عفی قدر الدرهم ونقل عن المحیط فی خصوص مسألة الارض ایضا ان الاصح عود النجاسة لکن الروایة المشهورة انها لاتعود نجسة وهو المختار خلاصه وهو الصحیح خانیه ومجتبی وهو الاولی لتصریح المتون بالطهارة وملاقاة الماء الطاهر للطاهر لاتوجب التنجس وقد اختاره فی فتح القدیر فان من قال بالعود بناه علی ان النجاسة لم تزل وانما قلت اهـ بحر **اقول** والتحقیق والنظر الدقیق ان هذا ایضا لایلزمهم ولا بعدم لزومه یستقیم مقصودهم اعنی الامام ملك العلماء والشارحین فلو عفی مثل القلیل فی الماء ایضا کما نصوا فی رشاش البول کرؤس الابر ووقوع بعرة او بعرتین الی مایستقله الناظر فی البئر وکذا الخثی والروث القلیلان فلیکن هذا ایضا من ذلك کیف وما بقی بعد الجفاف وذهاب الاثر حتی لم یبق ریح ولا لون لایکون الا کرؤس الابر او اقل ومعنی الطاهر ههنا فی المتون وغیرها هو سائغ الاستعمال والا فقد صرحوا بطهارة المنی بالفرك ومعلوم قطعا انه لایزول بالکلیة بل تبقی له اجزاء ولا امکان للحکم بطهارة اجزاء النجس ما دامت العین باقیة فلا معنی الا المعفو عنه السائغ الاستعمال وقد عفی ایضا فی الماء فان المختار کما فی الخلاصة عدم عوده نجسا باصابة الماء فظهر ولله الحمد صحة ما قالوه من انها طاهرة فی حق الصلاة نجسة فی حق التیمم وان لاخلاف بینه وبین ما فی المتون من حکم الطهارة وان ما فعل الجم الغفیر من الاقتصار علی تقییده الصعید بالطاهر فیه طاهر لاغبار علیه والله تعالی الموفق ثم قد یسبق الی بعض الاذهان انهم جعلوا حقیقة التیمم مجرد القصد وهو ظاهر الفساد ولذا اعترضه عبد الحلیم فی حاشیة الدرر بانه لایفهم منه الاستعمال وهو رکن کما لایخفی اهـ و**اقول** لیس کذلك بل قالوا للتطهیر یعنی المعهود من مسح الوجه والیدین فکان المعنی للتیمم هو ان یقصد صعیدا طاهرا فیمسح وجهه ویدیه منه وهذا المجموع عین ما افاده النظم الکریم غیر انه لیس فیه ما فی کلام هؤلاء ان المجموع رکن والله تعالی اعلم

الوجه الثانی ما افاده ملك العلماء فی البدائع وتبعه کثیرون من الخزم الدرر انه استعمال الصعید فی عضوین مخصوصین علی قصد التطهیر بشرائط مخصوصة اهـ ولفظ الامام الزیلعی فیما حکی عنهم استعمال جزء من الارض علی اعضاء مخصوصة علی قصد التطهیر اهـ **اقول** وقید الطاهر یستفاد من قصد التطهیر قال وفیه نظر لانه لایشترط ان یستعمل الجزء علی الاعضاء حتی یجوز بالحجر الاملس اهـ وتبعه علی هذا الایراد غیر واحد ولاجل هذا جعل فی الجوهرة التعریف الاول

اصح حیث قال التیمم استعمال جزء من الارض طاھر فی محل التیمم وقیل القصد الی الصعید للتطھیر وھذا اصح لان التیمم بالحجر یجوز اھ اقول لادور فی لفظ الجوھرۃ فان محل التیمم معروف عند الناس والمقصود بیان حقیقتہ الشرعیۃ وردہ الشرنبلالی فی غنیتہ بانہ وان کان اصح من الاول الذی ذکرہ لایخفی ما فیہ من وجہ اٰخر وھو انہ جعل بدل لولا القصد المنصوص وقد علمت ما ذکرہ الکمال اھ فقد سلم تزییف الثانی وان نازع فی تصحیح الاول واجاب العلامۃ ابن کمال باشا فی الایضاح وتبعہ الدر وغیرہ بان المراد من الاستعمال ما یعم الحکمی فیجوز التیمم بالحجر الاملس اھ اقول واغرب السید فی حواشی الدر فقال بعد ذکرہ ھذا اذا کان المراد بالصعید التراب اما اذا کان بمعنی وجہ الارض فیشمل الحجر الاملس کما لایخفی اھ فکانہ فھم ان الاخذ علی لفظ الصعید انہ التراب فلا یشترط بل یجوز بالحجر فاجیب بانہ تراب حکما ولا یخفی علیک ما فیہ من البعد البعید عن فھم المرام واجاب النھر بوجہ اٰخر فقال یمکن ان یقال ان التیمم بالاملس فیہ استعمال جزء من الارض اھ

ونقلہ السید ابو السعود الازھری وھو مآل ما فی مجمع الانھر اذ قال یمکن ان یجاب بان یراد من الجزء الجزء الحاصل من الارض والحجر ایضا من الارض والمراد باستعمالہ استعمال المحت بر شرما تدبراہ وتبعا عنی النھر ط فقال علی قول الدر استعمالہ حقیقۃ او حکما لیعم التیمم بالحجر الاملس ما نصہ جواب عن سؤال حاصلہ انہ یجوز التیمم علی الحجر الاملس ولا استعمال فیہ وحاصل الجواب انہ وجد الاستعمال الحکمی بوضع الیدین علیہ وظاھر ما فی النھر ان الاستعمال فیہ حقیقی بذلک الوضع لا حکمی وعلیہ فلا حاجۃ الی زیادۃ او حکما اھ واوضحہ ش فقال لایخفی ان الحجر الاملس جزء من الارض استعمل فی العضوین للتطھیر اذ لیس المراد بالاستعمال اخذ جزء منہ بل جعلہ اٰلۃ للتطھیر وعلیہ فھو استعمال حقیقۃ وھو ظاھر کلام النھر فلا حاجۃ الی قولہ او حکما کما افادہ ط اھ اقول

لا یرتاب احد انک اذا عمدت الی حجر املس فوضعت کفیک علیہ ثم مسحت بھما وجھک وذراعیک فقد استعملت الحجر فی التطھیر لکن اذا قیل استعمال جزء من الارض فی العضوین او علی العضوین کما ھو الفاظھم لم یتبادر منہ الا امساس العضوین بجزء من الارض الا تری ان السید فسر استعمالہ بقولہ ھو المسح علی الوجہ والیدین اھ وذکر مثلہ غیر واحد قال العلامۃ ش نفسہ بعید ھذا الاستعمال ھو المسح المخصوص للوجہ والیدین ولا شک ان مسح العضوین بجزء من الارض

لا يقع فی نحو الحجر الاملس وكل ما لا يلتزق شیئ منه بالكفين انما الواقع فيه امساسه بالكفين الممستا
بالجزء فلم يستعمل الجزء فيهما وعليهما الا بالواسطة وهذا معنى استعماله الحكمی[۲۲۱] اما جعله آلة للتطهير
فكلام مجمل خفی لا يحصل به التعريف فانه باطلاقه يشمل ما اذا ذرّ التراب على وجهه وذراعيه بنية التطهير
فقد جعله آلة له ولا يصير متيمما لو لم يمر يده على وجهه وذراعيه بنية التطهير بعد وقوع التراب
عليها والمسألة منصوص عليها فی المعتمدات كالخانية والخلاصة وخزانة المفتين والهندية والجوهرة
وغيرها وستأتی ان شاء الله تعالى ثم اقول[۲۲۲] بل التحقيق عندی ان الاستعمال هو المسح كما فسره
السيدان ط وش وحقيقة التيمم كما حققه المحقق حيث اطلق فلابد من وجوده حقيقة بالمعنى
الذی سنحققه ان شاء الله تعالى فلا يكفی الاستعمال الحكمی والا لم يكن تيمما حقيقة لان الحقيقة
الركن حقيقة بل[۲۲۳] الصعيد هو المنقسم الى الحقيقی وهو جزء من جنس الارض والحكمی وهو الكف
الذی امسه به على نية التطهير فان الشرع المطهر امرنا ان نمسح وجوهنا وايدينا منه وارشدنا
الى صفته بان نضع الاكف عليه فنمسح بها من دون حاجة الى ان يلتزق بها شیئ منه بل سن لنا
ان ننفضها ان لزق حتى يتناثر فعلم ان الجزء الملتزق ساقط الاعتبار بل مطلوب التجنب فما هو
الا ان الكفين بوضعهما المنوی يورثهما الصعيد صفة التطهير فيقومان مقامه ويفيدان
حكمه فهما الصعيد الحكمی حكما من ربنا تبارك وتعالى غير معقول المعنى قال الامام ملك العلماء
فی البدائع قال ابوحنيفة رضی الله تعالى عنه يجوز التيمم بكل ما هو من جنس الارض التزق
بيده شیئ اولا وقال محمد رحمه الله تعالى لا يجوز الا اذا التزق بيده شیئ من اجزائه فالاصل عنده
انه لابد من استعمال جزء من الصعيد ولا يكون ذلك الا بان يلتزق بيده شیئ وعند ابی حنيفة
هذا ليس بشرط وانما الشرط مس وجه الارض باليدين وامرارهما على العضوين وجه قول محمد ان المامور
به استعمال الصعيد وذلك بان يلتزق بيده شیئ منه ولابی حنيفة ان المامور به هو التيمم بالصعيد
مطلقا من غير شرط الالتزاق ولا يجوز تقييد المطلق الا بدليل وقوله الاستعمال شرط ممنوع لان
ذلك يؤدی الى التغيير الذی هو شبيه المثلة وعلامة اهل النار ولهذا امر بنفض اليدين بل الشرط
امساس اليد المضروبة على وجه الارض على الوجه واليدين تعبدا غير معقول المعنى لحكمة استأثر
الله تعالى بعلمها وفی كافی الامام النسفی الواجب المسح بكف موضوع على الارض لا استعمال التراب

لان استعمال التراب مثلة اھ وانظر الی قول البدائع فی بیان قول محمد ان استعمال جزء من الصعید لایکون الا بان یلتزق بیدہ شیئ والی قولہ فی بیان قول الامام ان الاستعمال یؤدی الی شبہ المثلة ومثلہ قول الکافی ان استعمال التراب مثلة کل ذلک یفید قطعا ما هو المراد من الاستعمال لا مجرد جعلہ اٰلة للتطهیر واذا کان الاستعمال هو المسح المامور به والامور به مسح العضوین من الصعید ولا یمسح به الا الکفان ثم بهما یمسح الوجه والذراعان تبین لک انقسام الصعید الی الحقیقی والحکمی وقصر الاستعمال مطلقا علی الحقیقی فهذا غایة التحقیق وبالله التوفیق ولہ الحمد کما ینبغی لہ ویلیق۔ **الوجه الثالث** قال شیخ الاسلام ابو عبدالله محمد بن عبدالله الغزی التمرتاشی رحمه الله تعالٰی فی التنویر هو قصد صعید مطهر واستعمالہ بصفة مخصوصة لاقامة القربة قال ش المصنف ذکر التعریفین المنقولین عن المشایخ والظاهر انه قصد جعلهما تعریفا واحدا ثم ذکر ماقدمناہ عنہ من اخذ المعنی اللغوی فی الشرعی وانه لابد من ذکر الشرط حتی یتحقق المعنی الشرعی قال ولما کان الاستعمال وهو المسح المخصوص للوجه والیدین من تمام الحقیقة الشرعیة ذکرہ مع القصد تتمیما للتعریف فاغتنم هذا التحریر المنیف اھ **اقول**[٢٢٢] لاشک ان المصنف رحمه الله تعالٰی یرید حدا واحدا للتیمم ولیس هذا محل الاستظهار غیر انک قد علمت ما فی جعل القصد من الحقیقة فلا یصح ان المسح من تمام الحقیقة وانه ضم الی القصد تتمیما للتعریف وبالله التوفیق والتوقیف **ثم**[٢٢٣] قد اعلمناک ان کلا التعریفین یشمل کلا الامرین وانما الفرق ان الاول یقول هو قصد الصعید للاستعمال والثانی انه استعمال الصعید مع القصد والثالث انه القصد والاستعمال وخیر الامور اوسطها **الوجه الرابع** قال المحقق وتبعہ البحر والشرنبلالی وابن الشلبی واٰخرون الحق انه اسم لمسح الوجه والیدین عن الصعید الطاهر والقصد شرط لانه النیة اھ **اقول**[٢٢٤] هو علی ما حققنا من معنی الاستعمال عین الثانی وان فارقه علی ما زعم العلامة ش ان الاستعمال جعلہ اٰلة التطهیر والعجب من العلامة البحر تبع المحقق علی تصویب هذا وفیہ التعبیر بطاهر دون مطهر فاذا کان هذا هو الحق فلم الاخذ علی الکنز ولهذا قال فی منحة الخالق کان علیہ ان یقول المطهر کما سینبه علیہ نفسہ عند قول المصنف بطاهر من جنس الارض اھ **اقول**[٢٢٥] اخذ علی البحر لا تباعہ فی الفرق بین الطاهر من الارض والمطهر والحق ان الصواب

مع الكنز والمتون والمحقق والجم الغفير فانما كان عليه ان لا يؤاخذ على الكنز فی قوله بطاهر وعليكم ان تؤاخذ واعلى فتوى لذلك لاهذا **الوجه الخامس** قال العلامة ابن کمال الوزير فی ايضاح اصلاحه هو طهارة حاصلة باستعمال الصعيد الطاهر فی عضوين مخصوصين على قصد مخصوص اھ وتبعه فی مجمع الانھر واليه يشير قول البرجندی فی شرح النقاية التيمم فی اللغة القصد ثم نقل الی هذه الطهارة المختصرة ام **اقول** الطهارة حكم التيمم الاثر المترتب عليهما على الوضوء وليس الوضوء نفس الطهارة الا ترى ان التيمم مأمور به ولا يؤمر المكلف الا بفعله وفعله هو الاستعمال وليست الطهارة الحاصلة به فی شیء من افعاله وهذا ظاهر جدا وخفاؤه على مثل العلامة بعيد **الوجه السادس** هو ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الی المرفقين هذا نص صاحب الشرع صلی الله تعالٰی عليه وسلم ثم صاحب المذهب رضی الله تعالٰی عنه فقد اخرج الدارقطنی وقال رجاله كلهم ثقات والحاكم وقال صحيح الاسناد عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم قال التيمم ضربة للوجه وضربة للذراعين الی المرفقين ورواه هما والبيهقی فی الشعب من حديث عبد الله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الی المرفقين وروی من قول ابن عمر وصوبه الدارقطنی وقال الامام ملك العلماء فی البدائع ذكر ابو يوسف فی الامالی قال سألت ابا حنيفة عن التيمم فقال التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الی المرفقين قلت له كيف هو فضرب بيديه على الارض فاقبل بهما وادبر ثم نفضهما ثم مسح بهما وجهه ثم اعاد كفيه على الصعيد ثانيا فاقبل بهما وادبر ثم نفضهما ثم مسح بذلك ظاهر الذراعين وباطنهما الی المرفقين اھ وهی عبارة مختصر القدوری والهداية والكافی والوقاية والنقاية والاصلاح من المتون وغيرها من كتاب معتمد ولا يخفی ان ظاهر مدلوله ركنية الضربتين وبه قال السيد الامام ابو شجاع واختاره الامام شمس الائمة الحلوانی وصححه فی الخلاصة وقال فی النصاب هذا استحسان وبه نأخذ وهو الاحوط وفی الدر المختار هو الاصح الاحوط اھ وبه جزم الامام ناصر الدين فی الظهيرية هو حسن وبه نأخذ اھ جواهر الفتاوی وبه جزم فی المنية وغيرها واقره فی الغنية وصرح انه احوط وقال فی الحلية هو ظاهر قول مالك فی المدونة وبه قال الشافعی فی الجديد والائمة العلماء الاحاديث صحيحة به اھ بل قال الامام ملك العلماء فی البدائع اما ركنه فقال اصحابنا هو ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

المرفقين اھ ثم ذكر مذاهب الامام مالك والشافعی والزهری وابن ابی لیلی وابن سیرین وغیرهم وفی جمیعها ان التیمم ضربتان او ضربتان او ثلاث فافاد اجماع ائمتنا الثلثة وهؤلاء جمیعا علی ان الضربة هی رکن التیمم انما اختلفوا فی عدده ومبلغها فی الیدین الی الرسغین او المرفقین او الابطین ونفاه الامام علی الاسبیجابی والامام فقیه النفس قاضی خان واختاره فی البزازیة وبه جزم فی نور الایضاح والامداد ورجحه فی شرح الوهبانیة ونص علیه ابن کمال وحققه المحقق فی الفتح وتبعه فی الحلیة والبحر اذ قال والذی یقتضیه النظر عدم اعتبار ضربة الارض من مسمی التیمم شرعا فان المامور به المسح لیس غیر فی الکتاب قال تعالی فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوهکم ویحمل قوله صلی الله تعالی علیه وسلم التیمم ضربتان اما علی ارادة الاعم من المسحتین او انه خرج مخرج الغالب والله تعالی اعلم اھ وذکروا ثمرة الاختلاف شیأ ین احدهما لو ضرب یدیه علی الارض فقبل ان یمسح احدث لا یجوز المسح بتلك الضربة علی القول الاول لانها رکن فصار کما لو احدث فی الوضوء بعد غسل بعض الاعضاء قال فی الخلاصة الاصح انه لا یستعمل ذلك التراب کذا اختاره الشیخ الامام شمس الائمة کما لو اعترض الحدث فی خلال الوضوء اھ وقال القاضی الاسبیجابی یجوز کمن ملا کفیه ماء فاحدث ثم استعمله وبه جزم فی الخانیة وخزانة المفتین قالا اذا اراد ان یتیمم فضرب ضربة واحدة ثم احدث فمسح بذلك التراب وجهه ثم ضرب ضربة اخری للیدین الی المرفقین جاز اھ وعزاه فی الخلاصة الی بعض نسخ الواقعات ونقل تصحیحه جامع الرموز عن جامع المضمرات قائلا لو احدث قبل المسح لم یعد الضرب علی الاصح کما فی المضمرات اھ وقال فی البحر قد منا انه لو امر غیره بان یمیمه جاز بشرط ان ینوی الامر فلو ضرب المامور یده علی الارض بعد نیة الامر ثم احدث الامر قال فی التوشیح ینبغی ان یبطل بحدث الامر علی قول ابی شجاع اھ قال البحر وظاهره انه لا یبطل بحدث المامور لان المامور اٰلة وضربه ضرب الامر فالعبرة للامر ولهذا اشترطنا نیته لانیة المامور کما لا اثر والاخرانه لو نوی بعد الضرب فمن جعله رکنا لم یعتبر النیة بعده ومن لم یجعله رکنا اعتبرها بعده کذا فی السراج الوهاج بحر وههنا فروع جمة تشهد للقول الثانی ذکرت فی المعتمدات من دون اشارة الی خلاف فیها منها فی الفتح والبحر وغیرهما صرحوا انه لو القت الریح الغبار علی وجهه ویدیه فمسح بنیة التیمم اجزأ وان لم یمسح لا یجوز اھ وفی الظهیریة ثم الهندیة لو اصاب الغبار وجهه ویدیه فمسح به ناویا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

للتيمم يجوز وان لم يمسح لا ام ومثله فی التبیین وثـ منها فی الخانیة والخلاصة لو قام فی مهب الریح
او هدم الحائط فاصاب الغبار وجهه وذراعیه لم یجز حتی یمسح وینوی به التیمم ام وفی الدر
لو کنس دارا او هدم حائطا او کال حنطة فاصاب وجهه وذراعیه غبار فمسح جاز حتی اذا لم یمسح لم یجز وقال
العلامة الوزیر فی ایضاح الاصلاح قد ذکر فی کتاب الصلاة لو کنس دارا او هدم حائطا او کال حنطة
فاصاب وجهه وذراعیه لم یجزه ذلک من التیمم حتی یمر یده علیه وفی منها فی الخانیة والخلاصة والتاتارخانیة والحلیة
اذا اراد التیمم فتمعک فی التراب ولک بحیث کلما کان التراب اصاب وجهه وذراعیه کفیه جاز و
ان لم یصب وجهه وذراعیه لم یجز و منها فی الخلاصة لو ادخل راسه فی موضع الغبار بنیة التیمم
یجوز ومنها فیها لو انهدم الحائط فظهر الغبار فحرک راسه ینوی التیمم جاز والشرط وجود الفعل
منه و منها فیها وفی الخانیة وخزانة المفتین لو ذر الریح علی وجهه ترابا لم یجز وان مسح ینوی به التیمم
والغبار علیه جاز عند ابی حنیفة رضی الله تعالی عنه ام ای ومحمد خلافا لابی یوسف رحمهما
الله تعالی فانه لا یجیز التیمم بالغبار مع القدرة علی الصعید وفی الجوهرة النیرة قوله یمسح اشارة
الی انه لو ذر التراب علی وجهه ولم یمسحه لم یجز وقد نص علیه فی الایضاح انه لا یجوزه ام و منها و
منها فرهان فی وجیز الامام الکردری ذر علی المحل التراب فاصابه غباره او ادخل المحل فی مکان
الغبار فوصل بتحریک المحل جاز لا ان وقف فی المهب فثار الغبار علی المحل بنفسه الا ان یمسح
بهذا الغبار المحل ام اقول قوله فوصل بتحریک المحل متعلق بکلتا مسألتی الذر والادخال
فالمعنی ذر فاصابه غباره فحرک المحل ینوی التیمم جاز لوجود الصنع منه کما نص علیه فی ماخذه
الخلاصة ان الشرط وجود الفعل منه واشار هو الیه بقوله لا ان ثار الغبار علی المحل بنفسه وقد
قدم قبله ان الشرط فی تحقق صنع منه خاص فی وصول التراب الی محله بالنیة وان عدما او احدهما
لا ام ومجرد الذر لیس ذلک الصنع المطلوب کما لیس به الذهاب الی قرب المثار والوقوف عنده
بنیة التیمم فان هذا الفعل سبب بعید لوصول التراب الی المحل والماسک به هو المس وهو
فعل بنفسه یقع الایصال والاتصال بین العضو والصعید اذ الوقوف فی المثار لم یعتبر ولم یحرک
عضوه بنیة التیمم فان الغبار انما یصل الی العضو بنفسه بمیله الطبعی الی السفل فلا یعتبر الذر
بالاولی کما قدمنا التنصیص به عن المعتمدات فافهم وتثبت بقی ان فرع ادخال المحل موضع

الغبار مطلق فى الخلاصة وقيده البزازى بالوصول بتحريك المحل وفرع الدر مذكور فى الكتب باشتراط المسح وابدله البزازى بالتحريك فسيكشف لك انفا ان شاء الله تعالى منا شؤ الكلام وموضع جناه المعلل على طرف الثمام وبه يظهر جعلنا فرعى البزازية غير السادس والرابع وبالله التوفيق

اقول[٣٢٣] وقد بان بطلان ما وقع للفاضل عبد الحليم الرومى فى حاشية الدرر اذ قال بعد نقل ما فى الخلاصة ان الشرط وجود الفعل منه ما نصه اقول يظهر منه انه لو كان حنطة يحصل التيمم بغبارة كفى ان اصاب مواضع التيمم غبار كما لا يخفى اھ وبه حول قول الدرر حتى اذا لم يمسح لم يجز الى ان المراد اذا لم يمسح عند عدم وجود فعل منه بنية التيمم الذى على الاعضاء اذا لم يصلح للاعتبار ما لم يمسح او يحرك اعضاءه فما ابعد الكيل والهدم والكنس من الاعتبار والله تعالى الموفق و لله در امام المذهب فى كتاب الصلاة اذ اتى بما فيه فعل له من الكنس والهدم والكيل ثم اطلق عد الجواز ما لم يمر يده عليها ارشادا الى ان هذه الافعال لا تكفى وان كانت بنية التيمم ما لم يوجد المسح اما ما قال الفاضل الخادمى على قول الدرر انه يوهم هذه الافعال انه لا بد من كون الغبار اثر الفعل للمتيمم وليس كذلك اھ اى للفرع المار القائل بالريح الغبار والفرع الخامس انهدام الجدار **فاقول**[٣٢٤] هو فيه مصيب لان الدرر ذكر هذه الافعال فى جانب الجواز فكان مثارا للتوهم ان الجواز مشروط بكون ما يمسح به ناشئا بفعله بخلاف عبارة كتاب الصلاة فيها ذكرها فى جانب المنع فافادت تلك الفائدة العائدة والله تعالى اعلم **ومنها** فى المحيط ثم الهندية صورة التيمم بالغبار ان يضرب بيديه ثوبا او لبدا او وسادة او ما اشبهها من الاعيان الطاهرة التى عليها غبار فاذا وقع الغبار على يديه تيمم **ومنها** فيهما قال ابو حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى ينفض ثوبه حتى يرتفع غباره فيرفع يديه فى الغبار فى الهواء فاذا وقع الغبار على يديه تيمم اھ **اقول**[٣٢٥] وما ذكر اولا من الضرب بيديه على الثوب ليست الضربة المطلوبة وانما هى لاثارة الغبار والا لما احتاج الى وقوع الغبار على يديه فان اليد اذا ضربت على الصعيد كانت ضربة التطهير ومسحها وان لم يلتزق بها شئ منه وقد اوضح ذلك بالصورة الاخيرة المقتصرة على نفض الثوب **ومنها** فى الذخيرة ثم الهندية لو شلت يداه يمسح يديه على الارض ووجهه على الحائط ويجزيه اھ **اقول**[٣٢٦] وهذا مما يعتمل فيه بالضرورة فتكون الضربة ركنا محتمل السقوط كالقراءة عن الاخرس فتلك عشرة كاملة لا ضرب فيها مع صحة التيمم فالمحقق حيث اطلق سلك فيها

مسلكين اذ قال بعد ذكر الفرع الاول يلزم فيه اما كونه قول من اخرج الضربة (اى عن مسمى التيمم) لا قول الكل واما اعتبار الضربة اعم من كونها على الارض او على العضو مسحا ام اثرا فى الحلية وخالف فى البحر فقال بعد نقل كلامه اعلم ان الشرط وجود الفعل منه اعم من ان يكون مسحا او ضربا او غيره فقد قال فى الخلاصة (فاثر كلامه فى الفرع الرابع والخامس) قال وهذا يعين ان هذه الفروع مبنية على قول من اخرج الضربة من مسمى التيمم اما من ادخلها فلا يمكنه القول بها فيما نقلنا عن الخلاصة اذ ليس فيها ضرب اصلا لا على الارض ولا على العضو الا ان يقال مراده بالضرب الفعل منه اعم من كونه ضربا او غيره وهو بعيد كما لا يخفى اھ وتبعه اخوه المحقق فى النهر والمدقق فى الدر فقالا المراد الضرب او ما يقوم مقامه لما فى الخلاصة وغيرها لو حرك راسه او ادخله فى موضع الغبار بنية التيمم جاز والشرط وجود الفعل منه اھ **اقول**[٢٣٣١] والعجب ان السيد ط قال فاشار الشارح بقوله او ما يقوم مقامهما الى اختيار ما قاله الكمال اھ ثم قال على قوله وجود الفعل منه اعم من ان يكون مسحا او ضربا او غيره كما فى البحر اھ فاين هذا مما اختار الكمال الا ان يقال[٢٣٣٢] ان المراد اختيار خروج الضرب عن مسمى التيمم وان لم يتابع المحقق على ركنية المسح بخصوصه بل فعل ما منه كتحريك الراس او ادخاله فى موضع الغبار ثم اعترض على هذا ايضا بقوله وفيه انهم اكتفوا بتيمم الغير له ولا فعل منه اھ واجاب العلامة ش بان فعل غيره بامره قائم مقام فعله فهو منه فى المعنى اھ وقال قبله اى الشرط فى هذه الصورة وجود الفعل منه وهو المسح او التحريك وقد وجد فهو دليل على ان الضرب غير لازم كما مر اھ **اقول**[٢٣٣٣] اى خصوصية لهذه الصورة فان الفعل منه موجود فى الضرب والمسح والتحريك والادخال جميعا الا ان يريد[٢٣٣٤] بهذه الصورة ما اذا تيمم بنفسه اما لو يممه غيره فلا يشترط وجود الفعل منه فيكون هذا مسلكا اخر فى الجواب وكان اذن حقه ان يقول او نقول فعل غيره بامره الخ **اقول**[٢٣٣٥] وبقى ان يقول امره من فعله هكذا جرى القيل والقال وللعبد الضعيف لطف به مولاه اللطيف عدة ابحاث فى هذا المقال ثم تحقيق وتوفيق يزول به الاشكال بتوفيق الملك المهيمن المتعال **فاقول**[٢٣٣٦] وبه استعين **الاول** احاديث كثيرة قولية وفعلية وردت بذكر الضرب فى التيمم بل هو المعمول فى جل ما جاء فى صفته الا الخشية الاطالة تركتها ولا اقول كما قال فى غاية البيان ان الضرب لم يذكر فى الاية ولا فى سائر الاثار وانما جاء فى بعضها اھ اراد به الاخذ على قول الامام النسفى فى المستصفى انهم انما اختاروا لفظ الضرب لان الوضع جائز ايضا

ان الأثار جاءت بلفظ الضرب اھ ومن تتبع الاحادیث تبین له صدق کلام المستصفی فلا اخذ لا وجه له وان اقرہ علیه البحر فهذا فی نفس ذکر الضرب [٢٣٨] اما رکنیته فلا اعلم فیه حدیثین صحیحین ولا حدیثا واحدا صریحا فضلا عن احادیث فقول الحلیة به قال اکثر العلماء لاحادیث صریحة به منها ما عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما (فذکرہ اقد منا قال) رواہ الحاکم واثنی علیه ومنها ما عن عمار بن یاسر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما قال کنت فی القوم حین نزلت الرخصة فامرنا بضربتین واحدة للوجه ثم ضربة اخری للیدین الی المرفقین اخرجه البزار باسناد حسن اھ فیه **اولا** ان الحاکم لم یثن علیه بل سکت عن تصحیحه بل وعن تصحیح اسنادہ قال المحقق فی الفتح تبعا للامام الزیلعی المخرج سکت عنه الحاکم وقال لا اعلم احدا اسندہ عن عبید اللّٰه غیر علی بن ظبیان وهو صدوق اھ **اقول** [٢٣٩] الثناء علی الراوی لیس ثناء علی الروایة وکونه صادقا فی نفسه لاینافی کونه ضعیفا فی حدیثه کیف وقد تظافرت کلمات ائمة الشان علی تضعیفه بل قال ابوحاتم ثم النسائی متروك بل بالغ ابن معین فیما روی عنه فقال کذاب واغتر به المناوی فی التیسیر فقال فیه کذاب **اقول** [٢٤٠] ولیس کذلك بل الرجل خیر دین فقیه ضعیف عند المحدثین فی الحدیث لاجرم ان قال فی التقریب ضعیف **وثانیا** العجب استنادہ الی هذا وترك حدیث جابر الصحیح الاسناد وتواردہ علیه الامام السیوطی فی الجامع الصغیر **وثالثا** [٢٤١] حدیث عمار رضی اللّٰه تعالٰی عنه انما فیه الامر بضربتین ولیس کل ما یؤمر به رکنا والبعد منه حدیث البزار عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللّٰه تعالٰی عنها عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فلفظه علی ضعف اسنادہ فی التیمم ضربتان اھ **ورابعا** [٢٤٢] بل لیست العبارة التیمم ضربتان صریحة فی الرکنیة وقد تقدم من المحقق انه خرج مخرج الغالب وسیأتی تحقیقه ان شاء اللّٰه تعالٰی **اقول** [٢٤٣] بل روی مسلم عن معویة بن الحکم رضی اللّٰه تعالٰی عنه عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ان هذه الصلاة لایصلح فیها شیئ من کلام الناس انما هی التسبیح والتکبیر وقراءة القرأن ولیس التسبیح ولا التکبیر من ارکانها وقال ملك العلماء فی البدائع صلاة الجنازة دعاء للمیت اھ ومعلوم ان لیس ارکانها الا التکبیرات الاربع **الثانی** [٢٤٤] الوظائف البدنیة المحضة لاتجری فیها النیابة فلا یصلی احد عن احد ولا یتوضؤ احد عن احد کذا لاینتیمم احد عن احد قد جوزنا ان ییمم زید اعمرو فاذن الضربتان لا تقومان الا بعمرو فلو کانتا جمیع ارکان التیمم فقد تیمم عمرو وطهر به زید ولو کانتا بعض

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اركانه فقد قام بعض التيمم بزيد وبعضه بعمرو وهل له نظير فى الشرع ثم قد حصل كله لزيد وهذا كله غير معقول ولا مقبول **الثالث** تحقيق ما افاد المحقق بقوله ان المامور به المسح لا غير ان الكتاب العزيز انما امر بقصد الصعيد الطيب فالمسح منه وهذا لا توقف له على الضرب فضلا عن دخوله فى حقيقته فان من القت الريح الغبار على عضويه مثلا يتأتى له قصد المسح منه بامرار يده عليه من دون حاجة الى الضرب على الارض نعم من لا يجده على اعضائه يحتاج الى قصده من ارض او جدار وذلك لا يقتضى الركنية بل ولا الشرطية فانما مثل الضرب على الصعيد فى التيمم كمثل الاغتراف من الاناء فى الوضوء فمن وقف فى المطر اغناه عن الاغتراف نعم اذا لم يجده الا باخذ وصب احتاج اليه ليس لاحد ان يقول ان الاغتراف من اركان الوضوء او من شرائطه هذا شیئ واضح جدا لا ينبغى الارتياب فيه فلا يحمل كلام الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم ولا كلام صاحب المذهب رضى الله تعالى عنه على خلافه **الرابع** اتينا على التاويل فاول ان الكلام انما جاء على الغالب المعهود فان من النادر جدا وجدان الغبار على العضوين وكذا لم يعهد فى صفة التيمم ادخال الراس فى موضع الغبار او الوقوف فى مثاره وتحريك العضوين وانما المعروف المعهود هو طريقة الضرب وبها وردت الاحاديث القولية والفعلية ولما تمعك عمار رضى الله تعالى عنه قال له النبى صلى الله تعالى عليه وسلم انما كان يكفيك ان تضرب بيديك الارض ثم تنفخ ثم تمسح بهما وجهك وكفيك رواه الستة **اقول** لكن يرد عليه ما قدمنا عن ملك العلماء من اجماع ائمتنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم على ركنية الضربتين وبه يصعب الامر على القول الثانى فاذن يفزع الى تاويل المحقق الثانى وسياتى الكلام عليه **الخامس** لما سلك المحقق بالحديث مسلكين ذهب ايضا بتلك الفروع الاتية على خلاف القول الاول مذهبين ولم يات فيها المسلك الاول ان الكلام على الغالب فان الركنية توجب اللزوم فجعل المسلك الاول فيها قصرها على القول الثانى اى فتكون تلك الفروع ايضا من ثمرات الخلاف وبه جزم البحر وتبعه ش **اقول** فيه اولا ما اشرت اليه ان الفروع سيقت فى الكتب جميعا مساق المتفق عليه لم يؤم احد الى خلاف فيها وثانيا لو كانت مبنية على القول الثانى لكانت مخالفة لاجماع ائمتنا فكيف يسوغ الميل اليها فضلا عن الجزم بها من دون اشارة اصلا الى خلاف فيها وثالثا ذكر تلك الفروع فى الخلاصة ومصنف الامام طاهر وقد صحح القول الاول فكيف يمشى فيها على خلاف ما هو الصحيح عنده بل قد افاد انها متفق عليها كما هو قضية

صنيعهم جميعا ولذا اجزم به الدر مع تصريحه باحوطية القول الاول وتصحيحه **ارابعا** تقدم عن البدائع اجماع ائمتنا على ركنية الضربتين وهم المصرحون فی كتاب الصلاة بالفرع الثانی وهذا يقطع النزاع

السادس اما مسلكه الثانی المشترك فيه الحديث وتلك الفروع ان المراد بالضربتين اعم من الضرب على الارض او على العضو ففيه **اولا** **اقول** قد حقق المحقق ان حقيقة التيمم هو المسح وان الضرب على الارض ليس منها فی شیء فلا وجه للتعميم فی الضرب الركن بل انما يقال ان المراد بالضربتين هما المسحتان وحينئذ لا يلائمه قوله صلی اللّٰه تعالٰی عليه وسلم ثم قول صاحب المذهب ضربة للوجه وضربة لليدين اذ لو اريد هذا القبيل ضربة على الوجه واخرى على اليدين **وثانيا** **اقول** ايضا على هذا يرتفع الخلاف وتذهب ثمراته المذكورة عن اخرها والقوم ومنهم المحقق نفسه على اثباتها **وثالثا** كما قال البحر انه لا يمشی فی فرعی الخلاصة اذ لا ضرب فيها على الارض ولا على العضو **اقول** لكن مرجعه الى مؤاخذة على اللفظ فلو قال المحقق ان المراد بالضربتين المسحتان لم يرد انه لا ضرب ههنا اصلا **ورابعا** كما ابدى البحر ايضا ان ليس ثمه مسح ايضا وبه اخذ الخسادمی على الدرر بل وعلى جلة العمائم الغرر كالظهيرية والخانية والخلاصة وخزانة المفتين والجوهرة والايضاح والفتح والبحر وابن كمال حتی كتاب الصلاة لصاحب المذهب اذ صرحوا جميعا كما تقدم بانه ان اصاب الغبار وجهه وذراعيه لا يجوز مالم يمسح بنية التيمم فقال فيه ما فيه لما عرفت انفا من الخلاصة والبحر اي من كفاية تحريك الاعضاء قال الا ان يقال المراد من المسح اعم مما هو حقيقة او حكما فيشمل نحو تحريك الراس **واقول** **ولا** ذهب عن الخلاصة والبحر ايضا من المصرحين بانه ان لم يمسح لم يجز كما قد مناعنهما فی الفرعين الاولين والسادس **وثانيا** لو نظر الی ما صرحوا فيه بعدم الاجزاء الا بالمسح والخلاصة والبحر بالجزاء بالتحريك لعرف الفرق وعلم ان لا اخذ على الدرر والجلة الغرر كما سينكشف لك سر ذلك ان شاء اللّٰه تعالٰی **وثالثا** نعود الى البحر **فاقول** على هذا يندفع ما اعترف به البحر ايضا انه الحق وهو ركنية المسح لكنی **اقول** وبربی استعين انما مسح شیء بشیء امرار هذا عليه وامساسه به روی الطبرانی فی الصغير عن سلمان الفارسی رضی اللّٰه تعالٰی عنه عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی عليه وسلم تمسحوا بالارض فانها بكم برة قال فی التيسير بان تباشروها بالصلاة بلا حائل وقيل اراد التيمم اھ وقال فی النهاية والدر النثير ومجمع البحار اراد به التيمم وقيل اراد مباشرة ترابها بالجباه فی السجود من غير

حائل والامر ندب لا ايجاب اھ اقول [٢٢٢٢] وھو ظاھر السوق والتعليل فكان ھو الاولى كما فعل فی التيسير وفی ابن اثير وتلخيصه للسيوطی والجمع مسحهم مرنهم مراخفيفا لم يقم فيه عندھم اھ وفی الاخير حديث يمسح مناكبنا ای يضع يده عليها ليسويها اھ ای عند اقامة الصفوف وفی القاموس تماسحا تبايعا فتصافقا اھ وفی التاج ماسحه صافحه والتقوا فتماسحوا تصافحوا اھ وقال المجد ھو يتمسح به ای يتبرك به لفضله فقال التاج كأنه يتقرب الی الله تعالی بالدنو منه ويتمسح بثوبه ای يمر ثوبه على الابدان فيتقرب به الی الله تعالی قيل وبه سمی المسيح عيسى على نبينا وعليه الصلاة والسلام قاله الازهری اھ اقول [٢٢٢٣]

فقول المجد المسح امرار اليد على الشیء السائل ليس السيلان لازمه ولذا لم يزده الراغب فی مفرداته وھذا ربنا تبارك وتعالی يقول فی الصعيد فامسحوا بوجوھكم وايديكم منه ولا اليد [٢٢٢٣] قيدا فيه لحديث تمسحوا بالارض فی وضع الجباه عليها بلا حائل ولا الامرار [٢٢٢٤] بمعنی التحريك عليه لحديث يمسح مناكبنا وقد نص ائمتنا ان ضرب الكفين بل ووضعها على الارض ناويا يطهرھما فلا يمسحهما بعد سيأتيك بعض نصوصه ان شاء الله تعالی وانما امر المولی سبحنه وتعالی بالمسح فلولا ان امساسهما بالارض مسحهما بها لما اغنی اذا علمت ھذا فاعلم [٢٢٢٥] ان ھھنا صورتين تعودان اربعا وذلك لانك حين تريد التيمم اما ان تجد الصعيد متصلا باعضائك او منفصلا عنها على الثانی لك وجهان احدھما ان تمسه كفيك فتمسح بهما عضويك وذلك المعهود المعروف والوارد فی الاحاديث القولية والفعلية والاخر امرارك عضويك على الصعيد اما مسحا من فوق كما سلف فی الفرع الحادی عشر للاشل وفی التاسع للصحيح وھی واقعة سيدنا عمار بن ياسر رضی الله تعالی عنهما ولم ينكر عليه النبی صلی الله تعالی عليه وسلم بمعنی انه لم ينف طهوره به وان ارشد الی ما كان يكفی الغاء الزائد على الحاجة واما ادخالا فی خلاله كمن يولج وجهه وكفيه فی الرمل بنية التيمم وعليه الفرع الرابع او امرارك الصعيد على عضويك كان تأخذ قطعة حجر فتمرھا على وجهك وذراعيك ناويا مستوعبا وبالجملة تفعل بنفسه يقع المساس بين الصعيد والمحل اقول [٢٢٢٦] وھذا الوجه الاخير الذی زدته وان لم يذكروه معلوم اجزاؤه قطعا لوجود امتثال قوله عز وجل فتيمموا صعيدا طيبا فامسحوا بوجوھكم وايديكم منه ھذا كله فی الثانی اما الاول اعنی وجدانه متصلا ففيه صورتان الاولی ان تجده على عضويك فقط لا وراءھما كغبار ساكن وقع عليهما بالقاء ريح كما فی الفرع الاول او بفعل منك كهدم او كنس او كيل او ذر او ضرب به او نفض ثوب كما فی الفرع الثانی والسادس

والتاسع والعاشر كل ذلك اذا اردت التيمم بما بقى منه على عضويك بعد سكونه اولم يثر غبارا فى
الدار بل نزل على العضو فسكن فى الثانية ان تجد له تحتا كثيرا حول اعضائك كأن تكون مختبيا فى رمل او
بحجر غبار محبوب بحيح او اثارته منك بهدم وغيره ولو بذر مثير لعقد غبار اثار مرتفعا غير منقطع احاط
بعضويك فتريد التيمم به قبل سكونه كما فى الفرع الخامس ومنه السابع والثامن ففى هاتين وان حصل
الاتصال بين الصعيد والعضوين لكن ليس بفعلك للتيمم بل اما لافعل لك فيه كما فى القاء الريح
وارتفاع الغبار بانهدام الجدار اوكان فعلك فى تحريكه ثم وصوله الى عضويك بطبعه كما فى الهدم
والكنس والكيل والذر وضرب اليد ونفض الثوب اووصل بفعلك لا للتيمم كما فى صورة الاختباء
والشرط وجود فعل منك يقع بنفسه امساس العضوين بالصعيد ففى الصورة الثانية حيث ان للصعيد
تحتا حول اعضائك يكفيك تحريك عضويك بنية التيمم لانه يقع به الاتصال والامساس بغير اتصل
اولا فيحصل الفعل المقصود وهذا ما فى الخلاصة والبحر فى الفرع الخامس لكن فى الصورة الاولى لا تجد صعيدا
وراء عضويك فمهما حركتهما لم يحصل امساس بشیٔ جديد فلا يكفى ولا بد من ان تمر يدك عليه
ناويا فيقع امساس لم يكن وهذا ما فى الفتح والبحر والظهيرية والهندية فى الفرع الاول والخلاصة والدرر
والبزازية وابن كمال وكتاب الصلاة فى الفرع الثانى والخانية والخلاصة والخزانة والايضاح والجوهرة
فى الفرع السادس والمحيط والهندية فى الفرعين التاسع والعاشر فذهب القلق واسفر الفلق
ولله الحمد وظهر بهذا التقرير المنير فوائد مهمة نفعها غزير منها[١] [٢٢٦٧] انه لا خلف بين النقاء الخلاصة
والبحر بالتحريك واستراط الدرر والحلية الغرر المسح كما توهم الفاضل الخادمى قال الاول فى الغبار المرتفع
والثانى فى المنقطع ومنها[٢] [٢٢٦٨] ان ليس المسح فى مسألة الدرر فى الفرع الثانى بمعنى يشمل التحريك كما زعم
ايضا فان التحريك لا يكفى فيه بل لا بد من امرار اليد ومنها[٣] [٢٢٦٩] ان لا تهافت بين كلام الخلاصة فى الفرع
الخامس وكلامه فى الثانى والسادس لعين ما مر فى الدرر ومنها[٤] [٢٢٧٠] مثله للبحر فى الخامس والاول ومنها[٥]
[٢٢٧١] ان الدرر فى الفرع السادس ما لا يثير نقعا وتريد التيمم بعد ما وقع وسكن فلذا شرطوا المسح وفى الفرع
السابع ما يثير وتريد التيمم وهو مرتفع فاكتفى البزازى بتحريك المحل لما علمت ان التحريك لا ينفع
بعد السكون ومنها[٦] [٢٢٧٢] ان القيام فى مهب الريح ان كان بحيث هبت فاثارت نقعا احاطبك فاردت
التيمم حين هو مرتفع كفاك التحريك وهو مراد البزازية فى الفرع الثامن وان اردت بعد ما سكن

لزمك امرار اليد وهو مراد الخلاصة فی الفرع الثانی **ومنها** ٢٢٦٣ ان ادخال المحل فی موضع الصعید ترابا
کان او رملا او غبارا اذا کان بنیة التیمم کفی لحصول الامساس بفعلك ناویا وهو فرع الخلاصة
الرابع وان کان لا بالنیة وارادت التیمم لزمك التحریك وهو فرع البزازیة الثامن فالادخال فی الخلا
مع النیة ولذا لم یزد شیئا وفی البزازیة بدونها ولذا زاد التحریك وبالجملة اذا هبت ریح فاثارت غبارا فذهبت
الیه ودخلته ناویا کان من الفرع الرابع او غیر ناو والغبار مرتفع کان من الثامن او اردت بعد ما سکن
کان من الثانی واذا قمت فی جهة المهب حتی اتاك الغبار واحاط بك لم یکفك مطلقا وان کان وقوفك
هذا بنیة التیمم لان الوصول من جهة الغبار لامن قبلك فان کان بعد مرتفعا فحرکت اعضاءك ناویا
کان من الفرع الثامن وان وقع وسکن فاردت کان من الفرع الثانی **ولوجه اخصر** اما ان
تذهب الی الغبار فتدخل فیه اعضاءك ناویا او غیر ناو او یاتیك علی الاول تم التیمم وعلی الاخیرین
کفی التحریك ان کان مرتفعا ولزم امرار الید ان وقع وسکن **ومنها** ٢٢٦٤ ان التحریك والادخال کل ذلك
مسح کما علمت فلا اخذ علی المحقق کما زعم البحر **ومنها** ٢٢٦٥ ان مراد الخلاصة فی قوله ان الشرط وجود
الفعل منه هو المسح عینا لا ما یعمه وغیره کما زعم ایضا **ومنها** ان المسح هو رکن التیمم لا غیر
به یتقوم ولا تصوّر له بدونه کما قال المحقق انه الحق هکذا ینبغی ان تفهم کلمات العلماء الکرام ❊ و
الحمد لله ولی الانعام ❊ ذی الجلال والاکرام ❊ وافضل الصلاة واکمل السلام ❊ علی سید الانام ❊
واله وصحبه علی مر اللیالی والایام ❊ امین **السابع** ٢٢٦٦ لاوجه یظهر لکفایة النیة بعد الضرب کیف
وان التراب فی اصله ملوث وانما جعل مطهرا بالنیة تفضلا من المولی سبحنه وتعالی قال الامام الجلیل
ابو البرکات فی الکافی قال زفر النیة لیست بشرط فیه کالوضوء لانه خلف فلا یخالفه ولنا ان التراب
ملوث بذاته وانما صار مطهرا اذا نوی قربة مقصودة والماء خلق مطهرا فاذا استعمله فی المحل النجس طهره
وان کان نجسا حکما والخلف قد یفارق الاصل لاختلاف حالهما الاتری ان الوضوء یحصل باربعة
اعضاء بخلاف التیمم وسن التکرار فی الاصل دون الخلف اھ **وقد** ٢٢٦٧ نصوا ان الضرب المعتبر فی
التیمم یطهر الکفین فلا تمسحا بعد ومعلوم ان لا تطهیر الا بالنیة ولو کان الضرب بدون النیة
کافیا فی التیمم وجب تقیید المسألة به وهم انما یرسلونه ارسالا ففی شرح الجامع الصغیر للامام
قاضیخان ثم الحلیة وجامع الرموز فی جامع المضمرات ثم الهندیة ثم ط ثم ش هل یمسح الکف الصحیح

https://www.facebook.com/darahlesunnat

انه لا يمسح وضرب الكف يكفي اھ وفي الحلية عن الذخيرة لم يذكر محمد انه يضرب على الارض ظاهر كفيه او باطنهما واشار الى انه يضرب باطنهما فانه قال في الكتاب ان ترك المسح على ظاهر كفيه لا يجوز وانما يكون تاركا للمسح على ظاهر كفيه اذا ضرب باطن كفيه على الارض اھ فقد افاد ان لو كان الضرب بظاهرهما كان مسحا لظاهرهما **اقول** والظاهر ان قولهم لا يمسح على ظاهره للنهي لا بمعنى انه لا حاجة اليه كما قد يتوهم من قول التبيين لا يجب في الصحيح مسح باطن الكف لان ضربهما على الارض يكفي اھ وتبعه البحر في هذا التعبير وذلك لانه اذا حصل مسحهما مرة بالضرب كما افاد في الخانية بقوله لانه مسح مرة حين ضرب يديه على الارض اھ والتكرار لا يسن في التيمم كما قدمنا انفا عن الكافي فتكون اعادته عبثا فيكره كما قال في البحر ان التيمم على التيمم ليس بقربة كذا في القنية وظاهره انه ليس بمكروه وينبغي كراهته لكونه عبثا اھ بل قال القهستاني لا يكرر المسح فانه مكروه بالاجماع كما في الكشف اھ ولاجل هذا ذكر عامتهم في كيفية التيمم مسح ظاهر الذراعين من رؤس الاصابع الى المرافق وباطنهما من المرافق الى الرسغ كما في البدائع والجوهرة والعناية وفي محيط السرخسي فالهندية وفي التحفة والمحيط الرضوي وزاد الفقهاء فالحلية فرد المحتار وايده في الحلية بما في رواية للبخاري واخرى لمسلم في حديث عمار رضي الله تعالى عنه من مسحه صلى الله تعالى عليه وسلم بعد الضرب ظهر كفيه فيترجح على ما في الكافي ينبغي ان يضع بطن كف اليسرى على ظهر كف اليمنى ويمسح بثلاثة اصابع اصغرها ظاهر يده اليمنى الى المرفق ثم يمسح باطنه بالابهام والمسبحة الى رؤس الاصابع ثم يفعل باليد اليسرى كذلك اھ ونقل مثله القهستاني عن المحيط ثم استدرك عليه بما في جامع الامام القاضي ان الكف لا يمسح على الصحيح كما قدمنا والذي في البحر عن المحيط الرضوي هكذا كيفية التيمم ان يضرب يديه على الارض ثم ينفضهما فيمسح بهما وجهه بحيث لا يبقى منه شيئ وان قل ثم يضرب يديه ثانيا على الارض ثم ينفضهما فيمسح بهما كفيه وذراعيه كليهما الى المرفقين وقال مشايخنا يضرب يديه ثانيا ويمسح باربع اصابع يده اليسرى ظاهر يده اليمنى من رؤس الاصابع الى المرفق ثم يمسح بكفه اليسرى باطن يده اليمنى الى الرسغ ويمر باطن ابهامه اليسرى على ظاهر ابهامه اليمنى ثم يفعل باليد اليسرى كذلك وهو الاحوط اھ ومثل الصفة في الهندية عن محيط السرخسي بالجملة فالصحيح الرجيح المشهور المذكور للجمهور هو ترك مسح بطن الكفين **اقول** فان قلت ما في الذخيرة نقلا عن محمد في الاصل ثم يضرب اخرى وينفضهما ويمسح بهما كفيه وذراعيه الى المرفقين اھ المراد فيه بكفيه ظاهرهما كما قال في الحلية في عبارة

لانہ صرف پشت دست سے ... **مسئلہ ۲۹**: جتنے منہ اور ہاتھوں کا وضو میں دھونا فرض ہے تیمم میں ان سب کا مسح فرض ہے اگر ان میں سے کوئی ذرہ مسح سے رہ جائے گا تیمم

شرح الجامع الصغير هل يمسح الكف الصحيح لا ان المراد بالكف باطنها لا ظاهرها اھ **فان قلت** فيها ايضا عن الذخيرة قال مشايخنا الاحسن في مسح الذراعين ان يمسح بثلثة اصابع يده اليسرى ظاهر يده اليمنى الى المرفقين ويمسح المرفق ثم يمسح باطنها بالابهام والمسبحة الى رؤس الاصابع وهكذا يفعل باليد اليسرى ولو تيمم بجميع الاصابع والكف من غير ان يراعي الكف والاصابع يجوز اھ [٢٢٨٧] **اقول** لا ننكر الخلاف فقد افيد بالتصحيح لكن اذا ثبت الصحيح لا يعدل عنه وقد ذكر قاضيخان في بيان صفة التيمم انه يضع بطن كف اليسرى على ظهر كف اليمنى ويمد من رؤس الاصابع الى المرفق ثم يدير الى بطن الساعد ويمد الى الكف وهل يمسح الكف قال بعضهم لا لانه مسح مرة حين ضرب يديه على الارض ثم يضع بطن كف اليمنى على ظهر كف اليسرى ويفعل ما فعل باليمنى اھ خانية فهذه الصفة ليست الابيان ما هو الاولى في التيمم وقد اخرج منه مسح بطن الكفين فلم يكن اولى فكان عبثا فكان مكروها والله تعالى اعلم [٢٢٨٨] **ثم** مذهب صاحب المذهب رضي الله تعالى عنه انه لا يحتاج الى شيئ يلتزق باليد بل السنة ازالته بالنفخ والنفض وقد قدمناه تحت الوجه الثاني عن البدائع وفيها ايضا التعبد ورد بمسح كف مس التراب على العضوين لا تلويثهما به اھ وفي الكافي ينفض يديه مرة وعن ابي يوسف مرتين والاختلاف في الحقيقة لانه ان تناثر ما التصق بكفه من التراب بنفضة يكتفي بها والا نفض نفضتين لان الواجب المسح بكف موضوع على الارض لا استعمال التراب فانه مثلة اھ ومثله عنه في البرجندي ومعناه في الحلية وغيرها ولا يتقيد بنفضتين ايضا بل ينفض الى ان يتناثر فقد قال في الهداية ينفض يديه بقدر ما يتناثر التراب كيلا يصير مثلة اھ فمن كان جالسا على فرش من رخام فقام معتمدا بكفيه عليه ثم بعد زمان اراد ان يتيمم فاجتزأ بذلك المس الذي وقع بين الرخام وكفيه عند القيام فتيمم صعيدا طيبا الطهور حين كان الصعيد بكفيه لم يقصد وحين قصد لا صعيد وانما ورد القصد على كفين صفرين فالظاهر ان الصواب فيه مع السيد الامام ابي شجاع وقد علمت قوة ما له من التصحيحات وكثرتها سواء قلنا بركنية الضربتين اولا لان المساس الواقع بين الكفين والتراب لا يصير مطهرا الا اذا كان منويا [٢٢٨٩] **نعم** ان التصق بكفيه تراب كاف للتيمم ونوى الان جاز لصدق قصده الى صعيد طيب للتطهير وكم له في الفروع المارة من نظير فان حملنا عليه قول التجويز كان توفيقا وبالله التوفيق والله سبحنه وتعالى اعلم [٢٢٩٠] **الثامن** الظهر منه الامر في ثمرة الخلاف الاخرى فان التراب بامساس الكفين به

للطهر لا يكسبهما باذن الله تعالٰی وصف التطهير حتی انه بنفسه يخرج من البين وان كان له بقية تزال بنفض اليدين ومستحيل ان يكون نجس مطهرا فاذا ضرب ثم احدث قبل المسح فقد صار كفاه غير طاهرتين فكيف تبقيان مطهرتين وما استدلوا به للسيد الامام انه على الركنية يقع الحدث فی خلال التيمم **فاقول** حاصل على كل حال لما قدمنا ان من ان الكفين قد طهرتا بالضرب حتى لا يمسحهما على الصحيح فالحدث الواقع بعد الضرب لا يقع الا وقد اتى ببعض التيمم ان لم تكن الضربة ركنا اما احدث من ملأ كفيه ماء فاحدث كان له ان يستعمله **فاقول** يجب ان يكون فی اول ما اغترف قبل ان يغسل شيأ من الاعضاء والا لكان حدثا فی خلال الوضوء وحينئذ لا مانع من ان يصرف الی غسل يديه لانهما كانتا محدثتين عند الغرف وقد لاقاهما الماء وبقی سائغ الاستعمال لعدم الانفصال فالحدث بعد الغرف لا يزيده شيأ فوق ذلك والمطهر هو الماء لا اياه بخلاف ما هنا فان كفيه هما اعتبرتا مطهرتين بعد الضرب لا التراب الذی لا حاجة اليه بل لو كان ازيل **ثم اقول** لم يظهر للعبد الضعيف ما فرق به ههنا بين الحدث بعد الاغتراف قبل التطهر والحدث فی خلاله غير ان هذا يبطل ما سبق وذلك لا سابق له فيبطله ولا كلام فيه انما الكلام فی جواز استعماله ولا مدخل فيه لسبق بعض التطهر وعدمه فيما اعلم فان من غسل وجهه ثم ملأ كفيه ليغسل يديه فاحدث بطلت طهارة وجهه اما يداه فقد كان الحدث فيهما الی الان ولم يزد بانضياف هذا الحدث يد ولم يصر الماء مستعملا بعد لعدم الانفصال فلم لا يجوز ان يغسل به ذراعيه وما هو الا كمن اغترف اولا ثم احدث لانه قد عاد كما كان فالماء يلاقی كفا محدثة فی الوجهين فينبغی ان يجوز حيث يجوز ثمه ولا حيث لا فليحرر وليتأمل فانی متعجب كيف توارده هؤلاء الجلة كالاسبيجابی والعناية والمفتح والجوهرة وجواهر الفتاوی والحلية والغنية والبحر والشرنبلالی وغيرهم وسكتوا جميعا عليه فلعل فيه سرا لم اصل اليه وقد بينت فی بعض فتاوای فی باب الوضوء انه يبتنی على احد قيلين ضعيفين فی المذهب فتذكر وتبصر والله تعالٰی اعلم اما ههنا فلا سبيل الی الجواز لان الضربة اذا اتت على الحدث رفعته وكست الكفين صفة التطهير فاذا طرأ الحدث عليها ابطل الطهارة فابطل التطهير والله تعالٰی اعلم **ثم اقول** لو كان الامر على هذا لزم ان من كان مست يداه جدارا او ارضا او اخذ بيديه حجرا او شيأ من خزف ومضت عليه سنون واحتاج الان الی التيمم لا يحتاج لاحد عضويه الی قصد صعيد ولا مس

اصلا بل ینوی ویمسح وجھہ مثلا بکفیہ یکفیہ لانہ قد کان کفاہ مست الصعید فی وقت من عمرہ ولا یشترط قران النیۃ ولا ینافیہ الحدث بعدہ قبل المسح وان کان الف مرۃ لا اعلم احدا یقبل ھذا ویجعلہ تیمما صحیحا شرعیا وبالجملۃ فالصواب فی کلا الفرعین مع السید الامام ان شاء اللہ تعالٰی ولا ابتناء لھما علی رکنیۃ الضرب فلیسا من ثمرۃ الخلاف فی شیئ فیما اعلم وربی اعلم **نعم**[2295] اذا ضرب فالتزق بیدہ من التراب ما یکفی للتیمم ثم احدث ثم مسح بذلک التراب وجھہ ناویا اجزاہ لان الکف وان بطلت طہارتھا وتطھیرھا وذھب الصعید الحکمی فالصعید الحقیقی موجود بیدہ فیکون ھذا تیمما بالتراب لا بالکف المکتسی بالضرب صفۃ التطھیر وھذا ھو عندی محمل ما تقدم عن الخانیۃ وخزانۃ المفتین[2296] لقولھما فمسح بذلک التراب وجھہ ولم یقولا مسح بتلک الکف المحدث ولیراجع عبارۃ المضمرات فلعلھا کعبارۃ الخانیۃ والخزانۃ ولک[2297] ان تقرأ قولہ لم یعد الضرب بفتح العین وشد الدال من العد دون الاعادۃ فیکون تصحیحا لما علیہ السید الامام والا فاذا قیدناھا بکون التراب علی کفیہ کان توفیقا وباللہ التوفیق[2299] **التاسع**[2298]

مابحث العلامۃ الحدادی فیما اذا امر غیرہ لییممہ فضرب المامور یدیہ فاحدث الامر انہ ینبغی بطلانہ علی قول ابی شجاع فعندی فیہ وقفۃ فان الامر اذا امر ونوی فضرب المامور کفیہ علی الصعید اکسبھما صفۃ التطھیر وصارا صعیدا حکمیا حتی صلحتا لتطھیر الامر بمسھما وحدث الامر لا یخل بشیئ من ذلک لا تزول بہ طہارۃ کفی المامور لینتفی تطھیرھما وقد کان[2300] الامر محدثا قبل الضرب وبعدہ مالم یمسح فاجتمع حدث الامر اعنی کونہ محدثا وثبوت صفۃ التطھیر لکفی المامور فی وقت واحد ودام الی حصول المسح ولو اشترط لثبوتہ لھما طہارۃ الامر لدار واستحالت المسألۃ رأسا فاذا لم ینافہ کونہ محدثا کیف ینافیہ حدثہ الجدید ولا یزیدہ شیئا فوق ما ھو علیہ **الان العاشر**[2301] ما استظھر منہ البحر انہ لا یبطل بحدث المامور فعندی البعد منہ اذ لو سلمنا انہ یبطل بحدث الامر مع انہ لا یوجب تنجیس کفی المامور وجب بطلانہ بحدث المامور بالاولٰی لانہ ینجسھما فیسلبھما الطہارۃ فیسلبھما التطھیر ولو نافتہ الۃ لا ینفیہ فانہ الۃ التطھیر فلا بد من طہارتہ اذ مالیس بطاھر کیف یفید غیرہ التطھیر فالظاھر عندی عکس ما قالاہ لا یبطل بحدث المامور دون الامر واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم **الحادی عشر** الابحاث الی ھنا لم تزد اصل الامر الا غمۃ لانہ ثبت ان الفروع العشرۃ متفق علیھا بین ائمتنا ولا ضرب فیھا بالمعنی المعروف وھم مجمعون علی رکنیتہ **فاقول**[2302] وباللہ التوفیق قد وجدناک ان الصعید ضربان حقیقی

وحكمى وان التيمم المعهود المعروف المأثور فى الاحاديث القولية والفعلية هو امساس الكفين بالصعيد الحقيقى وسائر العضوين بهذا الصعيد الحكمى وغير المعهود هو امساس جميع اجزاء العضوين بالصعيد الحقيقى فانقسم التيمم ايضا الى قسمين المعهود بالحقيقى فى الكفين والحكمى فى غيرهما وغيره بالحقيقى فى الكل ثم ركن الشئ وان كان شرعيا لا وجود له فى الاعيان ايضا لكنه اذ به تقومه كالركوع والسجود للصلاة والايجاب والقبول للنكاح اللهم الا ان يكون ركنا زائدا كالقراءة اما شرط الشرعى فلا يجب ان ينتفى بانتفائه وجوده العينى بل الشرعى الا ترى ان اركان الصلاة من القيام والقعود والركوع والسجود والقراءة لا توقف لشئ منها فى وجوده العينى على شروطها الشرعية من الطهارة والاستقبال والتحريمة وغيرها وان لم تعتبر شرعا لفقدها اعتبارا من الشروط الشرعية ما يحكى حكاية الركن يفتاق اليه الشئ فى وجوده العينى ايضا كما فتياقه الى الاركان ومثل الشرط اشبه شئ بالركن وكأنه برزخ بين الاركان والشروط السالفة الذكر فلا غرو فى اجراء اسم الركن عليه وذلك كالمكان للصلاة والمرأة للنكاح والصعيد للتيمم **اقول** وعلى هذا يبتنى قول شيخ الاسلام العلامة الغزى رحمه الله تعالى فى متن التنوير المدقق العلائى فى شرح الدر (الاستنجاء اركانه اربعة) شخص (مستنج) وشئ (مستنجى به) كماء وحجر (و) نجس (خارج) من احد السبيلين (ومخرج) دبر او قبل اھ واقره السيد العلامة ط معللا اياه بقوله وذلك لانه الازالة ولا تحقق الا بمزيل وهو الشخص ومزال وهو الخارج ومزال عنه وهو المخرج والة ازالة وهو الحجر ونحوه اھ ولم يلتفت الى ما اعترض به العلامة السيد ح ان حقيقة الاستنجاء الذى هو ازالة نجس عن سبيل لا تتقوم ولا يؤاخذ من هذه الاربعة وتبعه السيد العلامة ش واطال بما حاشا العلامتين المصنف والشارح ان يكونا غافلين عنه وانما اخذ ابيان حقيقته بهذا من فيه فى صدر هذا الكلام ثم لا يخفى عليك ان المراد بالضرب هو الامساس لا خصوص ما فى مدلوله من الشدة وان كان اولى فى بعض الصور ففى الخانية والخلاصة اما صورة التيمم ما ذكر فى الاصل قال يضع يديه على الصعيد وفى بعض الروايات يضرب يديه على الصعيد فاللفظ الاول ان يكون على وجه اللين والثانى ان يكون الوضع مع وجه الشدة وهذا اولى ليدخل التراب فى اثناء الاصابع هذا لفظ الخانية واختصره فى الخلاصة بقوله قال فى الاصل يضع يديه على الصعيد وفى بعض الروايات يضرب يعنى الوضع على وجه الشدة وهذا

اولی ام **اقول**[٢٣٠] وھذا اولی کیلا یتوھم من لفظ الخانیة فی اللفظ الاول ان الوضع یختص باللین وانما المعنی انه یشمله وما علل به اولویة الضرب فی الخانیة به عللوھا فی غیر ما کتاب کغایة البیان والعنایة والحلیة والبحر وغیرھا **اقول**[٢٣١] فیقتصر علی ماینفصل منه تراب اونقع دون نحو حجر املس ولذا قلت فی بعض الصور نعم[٢٣٢] ان نظر الی وروده فی الاثار کما علل به فی المستصفی وثنی به فی الحلیة فلا یبعد اولویته مطلقا لاتباع اللفظ الوارد وبالجملة فلیس اللازم الا الامساس ومن البین ان التیمم المعھود لاتحقق له فی الخارج الا به لانه مسح الکفین بالصعید الحقیقی وبقیة العضوین بالکف الموضوع علی الصعید کما تقدم عن الکافی والبرجندی ان الواجب المسح بکف موضوع علی الارض وعن البدائع ان الشرط امساس الید المضروبة علی وجه الارض علی الوجه والیدین اھ فاذا لم یضرب لم یتحقق شیئ منهما فلا وجود لارکانه الا بھذا الشرط وھذا مع شدة وضوحه ربما یزیده[٢٣٣] ایضاحا ان من قام عن نومه فجعل یمسح النوم عن وجهه وامر کفیه علی ذراعیه رفعا للکسل اوتوضأ فمسح الماء عن وجهه وذراعیه لیس لاحد ان یتوھم ان قد تحقق ارکان التیمم فی الخارج فثبت[٢٣٤] ان الضربتین من الشرائط التی لاتحقق للتیمم المعھود فی الاعیان ایضا الا بھا فناسب ان تسمیا رکنین اما التیمم الغیر المعھود فلا یتوقف علیھما بل یتحقق بادخال المحل فی موضع الغبار وتحریکه فیه وبامرار الید علی النقع الواقع علی المحل وبامرار الصعید علیه کما مر تقریر کل ذلک فظھر ولله الحمد ان مراد ائمتنا بالضرب امساس الکف بالصعید وھو الرکن الشرط الذی لاتصور للمشروط بدونه وبالتیمم التیمم المعھود وھو کلام حق لاغبار علیه اما الفروع العشرة فکلھا فی التیمم الغیر المعھود فعدم الضرب فیھا لاینافی رکنیته للتیمم المعھود وبھذا التحقیق الانیق الحقیق بالقبول تلتئم کلمات الائمة الفحول وتندفع الشبھات عن الفروع والاصول ویرتفع النزاع المستمر من الف سنة بین الخیل العدول ھکذا ینبغی التحقیق والحمد لله علی حسن التوفیق وصلی الله تعالی علی سیدنا ومولٰنا واله وصحبه وابنه وحزبه اجمعین ابد الابدین والحمد لله رب العٰلمین۔ **الثانی عشر** ظھر لك من ھذه المباحث ان احسن ھذه الحدود الستة ازواجھا دون اوتارھا وان السادس مختص بالتیمم المعھود والثانی والرابع یعمان کل تیمم بید ان الرابع مقتصر علی حقیقته فقد ادی حق الحد الثانی زاده ایضاحا بزیادة قصد التطھیر **اقول** وفیه ثلثة مباحث[٢٣٥]

الاول الظاھر ان المراد بالتطھیر ازالة النجاسة الحکمیة لکن ربما[١] یسمم المیت اذا لم یوجد ماء اوکان

رجلا بين نساء او امرأة بين رجال اوخنثى مراهقة مطلقا فانه ييمم المحرم فان لم يكن فالاجنبي بخرقة الكل في الدر وياتي مفصلا وقد قال عامة المشائخ ان الميت ينجس بالموت نجاسة حقيقية وهو الاظهر بدائع والصحيح كافي وهو الاقيس فتح اقول اي غير الانبياء فانهم صلوات الله تعالى وسلامه عليهم طيبون طاهرون احياء وامواتا بل لاموت لهم الا آنيا تصديقا للوعد ثم هم احياء ابدا بحياة حقيقية دنياوية روحانية وجسمانية كما هو معتقد اهل السنة والجماعة ولذا لايورثون ويمتنع تزوج نسائهم صلوات الله تعالى وسلامه عليهم بخلاف الشهداء الذين نص الكتاب العزيز انهم احياء ونهى ان يقال لهم اموات فعلى قول العامة يكون هذا التيمم مطهرا عن خبث اقول وربما يترجح به قول من قال ان الموت حدث وافاد في طهارة البحر الرائق انه الاصح فان التيمم لم يعرف مطهرا عن نجاسة حكمية قال تعالى وجاء احد منكم من الغائط اولمستم النساء ولم تجدوا ماء فتيمموا الاية الا ان يقال ان المولى سبحنه وتعالى جعل هذا المسح بالصعيد مزيلا للخبث عن جميع بدن الميت عند امتناع الغسل تفضلا منه وتكرما تعبدا غير معقول المعنى كما جعل المسح بالحجر مزيلا له في الاستنجاء والله تعالى اعلم الثاني يؤمر الصبي العاقل بالوضوء والصلاة فان كان مريضا او على سفر ولم يجد ماء تيمم ولا يخرج تيممه من التيمم الشرعي كوضوئه وصلاته مع انه لاحدث عنده كما بيناه في الطرس المعدل فيراد فيه صورة التطهير وان لم يكن تطهيرا حقيقة لعدم النجاسة الحكمية فكان كقول الخانية الصبي العاقل اذا توضأ يريد به التطهير ينبغي ان يصير الماء مستعملا لانه نوى قربة معتبرة اھ تأمل وقد يقال على مابينا في الطرس المعدل ان النجاسة الحكمية تعم المعاصي والمكروهات ولذا كان الوضوء على الوضوء مندوبا موجبا لاستعمال الماء مع عدم حدث يسلب الماء طهوريته ونص علماء الباطن منهم سيدى عبد الوهاب الشعراني قدس سره في الميزان ان للاطفال ايضا معاصي بحسبهم وان لم تعد معاصي في ظاهر الشريعة وبها يصيبهم ما يصيبهم كما لا تعضد شجرة ولا تسقط ورقة ولا يذبح حيوان الا لغفلته عن التسبيح فعلى هذا تتحقق النجاسة الحكمية فيهم ايضا حقيقة والله تعالى اعلم الثالث قدمنا ان الاستعمال هو المسح وقولك مسح العضوين على قصد التطهير يتبادر منه ان الماسح هو القاصد وليس هذا على اطلاقه فان من يمم غيره بامره يعتبر فيه نية الامر دون المامور كما تقدم عن البحر نعم من يمم بنفسه او يمم ميتا اعتبر فيه نية الماسح والله سبحنه وتعالى اعلم - تعريف مفتم رضوى - اقول وبالله التوفيق ان مباحث

بقیه بر صفحه ٦١١

جلیلہ میں جو کچھ ہم نے منقح کیا اُس پر تیمم کی تعریف اصح واوضح واجمع وامنع بعونہٖ تعالٰی یہ ہوئی کہ فرض طہارت کے لیے کافی پانی سے عجز کی حالت میں مسلمان عاقل کا اپنے بدن سے نجاست حکمیہ حقیقۃً یا صورۃً یا میت مسلم کے بدن سے نجاست موت حقیقیہ یا دوسرے قول پر حکمیہ دُور کرنیکے لیے اپنے یا اُس میت کے مونھ اور ہاتھوں سے اُتنے حصہ پر جسکا دھونا وضو میں ہے جنس زمین سے کسی کامل الطہارۃ چیز کو خود یا اپنی نیت مذکورہ سے دوسرے کو حکم دیکر اُسکے واسطے یوں استعمال کرنا کہ یا تو خود اس فعل سے اُن دونوں عضووں کے ہر جز کو اُس جنس ارض سے مس واقع ہو یا اپنے خواہ اپنے مامور کے وہ کف کہ اسکی نیت مذکورہ کے ساتھ جنس ارض سے اتصال دیے گئے ہوں اُنکے اکثر کا جدا جدا اتصالوں سے مونھ اور کہنیوں کے اوپر سمیت ہاتھ سے اسطرح مس ہونا کہ کوئی حصہ ایسا نہ رہے جسے خود جنس ارض یا اُس کف سے اتصال نہ ہو توضیحات ہمارے ان بیانات وقیود کے بہت فوائد مباحث سابقہ سے روشن ہیں مگر ہمارے عوام بھائی کہ عربی نہ سمجھیں اُنکے لیے اجمالاً اعادہ اور کثیر وعزیر جدید فوائد کا کہ پہلے مذکور نہ ہوئے افادہ کریں **فاقول** وباللہ التوفیق اول پانی سے عجز کی ۱۷۵ صورتیں ہیں (۱) پانی وہاں سے میل بھر دُور ہو اگرچہ خود اپنے شہر ہی میں ہو یا سفر میں اُسی طرف جدھر جارہا ہے درمختار میں ہے لبعدہ ولو مقیما فی المصر میلا فتح القدیر میں ہے قولہ المیل ہو المختار احتراز عما قیل میلان او میلان ان کان الماء امامہ والا فمیل۔

تنبیہ رحمۃ للعٰلمین بالمؤمنین رؤف رحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کی رحمت دیکھیے ہمارے صرف میل بھر چلنے کی مشقت پر ایسا لحاظ فرمایا کہ اُسکے لیے وضو بلکہ بحال جنابت غسل کی ضرورت نہ رکھی تیمم جائز فرمادیا اگرچہ آدمی خود اپنے شہر میں ہو بلکہ سفر میں جسطرف جاتا ہو اُسیطرف میل بھر ہو جب بھی یہاں تیمم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے اگرچہ یہ میل خود ہی طے کریگا ہاں جسطرف جاتا ہے اُدھر ہی پانی ہے اور جانے میں وقت نکل نہ جائیگا تو مستحب ہے کہ وہاں پہنچکر پانی ہی سے طہارت کرکے نماز پڑھے متون میں ہے ندب لراجیہ اٰخر الوقت تنویر المستحب در ہو الاصح ش (۲) جنگل میں کوآں ہے رسّی یا ڈول بھرنے کا آلہ نہیں نہ عمامے وغیرہ سے نکال سکے نہ کوئی ایسا ہو کہ پانی اُتر کر لادے (۳) یا لانے والا اجرت مثل سے زائد مانگتا ہے کما فی البحر عن التوشیح (۴)

اقول ۳۳۹ یا یہ مفلس ہے کہ اجرت دے ہی نہیں سکتا (۵) یا یہاں دینے کو نہیں اسکا مال دوسری جگہ ہے اور اجیر اُدھار پر راضی نہیں اور اگر راضی ہو جائے تو تیمم جائز نہ ہوگا ردّ ھما اخذا مما یأتی فی ثمن الماء (۶) کپڑا تو ایسا ہے جسے رسّی کی جگہ کرکے پانی نکال سکتا ہے یا بار بار ڈبو کر نچوڑنے سے پانی قابلِ طہارت لے سکتا ہے مگر ایسا کرنے سے کپڑا خراب ہو جائیگا یا پانی تک پہنچنے کے لیے اُسے بیچ میں چیر کر باندھنا درکار ہوگا اور ایسا کرنے سے

اس میں ایک درم کا نقصان ہوتا ہی جب بھی تیمم کی اجازت ہو ورنہ نہیں ش عن التاتارخانیۃ عن الامام فقیہ النفس خلافا لما فی التوشیح فالبحر فالنہر قال ط معتمد یز ما فی کتب الشافعیۃ ان لو نقص قدر قیمۃ الماء والۃ الاستقاء لا یتیمم وان زاد تیمم **فائدہ** درم شرعی یہاں کے روپے سے $\frac{۶}{۲۵}$ ہی یعنی ساڑھے چار آنے سے $\frac{۶}{۲۵}$ پائی کم (۷) تالاب کا پانی اوپر سے بوجہ برف جم گیا ہی اور اسکے پاس کوئی آلہ نہیں کہ اُسے توڑکر نیچے سے پانی نکال سکے یا برف کو پگھلا سکے بحر عن المبتغی **اقول** اگر بلا آلہ ہوا سے پگھلا سکے جب بھی تیمم روانہ ہوگا مگر یہ کہ اتنی دیر میں پگھلے کہ وقت جاتا رہیگا تو تیمم کرکے پڑھ لے وھل ھو علی قول زفر المفتی بہ من جواز التیمم لخوف فوت وقتیۃ فیعمل بہ ثم یعید متطہرا بالماء عملا باصل المذہب ام علی قول الکل **اقول** الظاہر الثانی لانعدام الماء حقیقۃ بخلاف مسألۃ زفر فیسوغ التیمم وان کان یجب بعد الوقت بالماء وبان الا تری ان راجیہ اخر الوقت لا یجب علیہ التاخیر فکیف من لا یرجوہ فی الوقت اصلا واللہ تعالٰی اعلم (۸) پانی کے پاس شیر بھیڑیا وغیرہ درندہ یا سانپ یا آگ ہی کہ پانی لے نہیں سکتا (۹) رہزن ہے کہ لُوٹ لیگا (۱۰) دشمن ہی جس سے حملہ کا صحیح اندیشہ ہی (۱۱) فاسق ہے کہ عورت یا امرد کو اُس سے اندیشۂ بدکاری ہی (۱۲) قرضخواہ ہی اور یہ مفلس وہ مطالبہ میں حبس کرلیگا الکل فی البحر وغیرہ **اقول** یہ ایک شرعی مسئلہ ہی کہ ان بلاد میں جاری نہیں یہاں قرضخواہ نالش کے سوا خود حبس کا اختیار نہیں رکھتا تو یہ یہاں یوں عذر نہیں بلکہ اسطرح کہ اُس نے گرفتاری جاری کرائی ہے اگر وہاں جاتا یا باہر نکلتا ہی گرفتار ہو جائیگا (۱۳) جو وارنٹ کے سبب پانی کے پاس نہیں جاسکتا (۱۴) جو پولیس سے روپوش ہو وقد ذکر وافی الجمعۃ ان الاختفاء من السلطان الظالم مسقط فتح وھندیہ (۱۵) **اقول** یہ دونوں صورتیں کہ فقیر نے زائد کیں ظاہر ہیں اور مسئلۂ مدیون سے بدلالۃ النص ثابت تیسری صورت اور ہی کہ عزت دینی والا عالم دین جسے اعزاز دین وعلم دین کے لیے کچہریوں سے احتراز ہی مخالف نے ایذارسانی کے لیے اُسے شہادت میں لکھا دیا یا اور کسی طرح طلب کرایا سمن جاری ہی اُسکے خوف سے باہر نہیں جاسکتا ظاہرا یہ بھی ان شاء اللہ العزیز عذر صحیح ہی کہ آخر یہ مضرت ایک پیسے کے نقصان سے جسکے لیے شرع نے تیمم جائز فرمایا جسکا ذکر عنقریب آتا ہی کہیں زیادہ ہی فلیحرر ولیتأمل واللہ تعالٰی اعلم (۱۶ تا ۳۲) **اقول** ۱ سے ۵ تک ہر صورت میں یہ بھی شرط ہی کہ کوئی پانی لادینے والا غلام خادم بیٹا وغیرہ نہ ملے اور ہر ایک میں بدستور یہ تین تین صورتیں بڑھینگی کہ اُجرت پر لادینے والا اجرت مثل سے زائد مانگتا ہی یا یہ اجرت دینے پر قادر نہیں یا اسوقت پاس نہیں اور وہ اُدھار پر راضی نہیں (۳۳) مال پاس ہے اپنا خواہ امانت اور پانی پر ساتھ لیجانے کا نہیں نہ یہاں کوئی محافظ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اگر پانی لینے جائے تو اُسکے ضائع ہونیکا اندیشہ ہو بحر و در جبکہ وہ مال ایک درم سے کم نہ ہو علی ما استفادش من فرع التاترخانیۃ المذکور والمسألۃ تحتاج بعد الی زیادۃ تحریر (٣٥) پانی ملتا ہے مگر دوچند قیمت کو یعنی اُسجگہ بازار کے بھاؤ سے اتنے پانی کی جو قیمت ہو بیچنے والا اُس سے دوچند مانگتا ہو بحر عن البدائع والنہایۃ والنوادر قدمہ فی الخانیۃ فکان ہو الاظہر لا انہر (٣٦) قیمت مثل ہی کو ملتا ہو مگر یہ مفلس ہو یعنی حاجت سے زائد اتنا مال نہیں رکھتا کما فی الدرر (٣٧) مال تو رکھتا ہے مگر یہاں نہیں اور بیچنے والا اُدھار دینے پر راضی نہیں ہاں راضی ہو تو خریدنا واجب اور اگر کوئی اُتنے دام اسے قرض دینا چاہے تو لینا لازم نہیں تیمم کرسکتا ہے لان الاجل لازم ولا مطالبۃ قبل حلولہ بخلاف القرض ش عن البحر تنبیہ شریعت مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت دیکھیے ہمارے ایک ایک پیسے پر لحاظ فرمایا گیا نہانے کی حاجت ہو اور وہاں قابلِ غسل پانی کی قیمت ایک پیسہ ہو لوٹا جسکے پاس ہو دو پیسے مانگتا ہو پیسہ زیادہ نہ دو اور تیمم کرکے نماز پڑھ لو ایسی رحمت والی شریعت کے کسی حکم کو کڑا سمجھنا یا شامتِ نفس سے بجا نہ لانا کیسی ناشکری و بیحیائی ہے مولٰی عزوجل صدقہ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت کا اس فقیر عاجز اور سب اہلِ سنت کو کامل اتباعِ شریعت کی توفیق بخشے اور اپنی رحمت محضہ سے قبول فرمائے آمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین (٣٨) مریض ہو پانی سے طہارت کرے تو مرض بڑھ جائیگا یا دیر میں اچھا ہوگا اور یہ بات ظاہر علامت یا تجربہ سے ثابت ہو ش عن الغنیۃ یا طبیب حاذق مسلم مستور ایسا کہے در وش وقیل عدالتہ شرط غنیۃ **اقول** فیہ ما فیہ من الحرج وما شرع التیمم الا لدفعہ (٣٩) یونہی اگر فی الحال مرض نہیں مگر تجربہ وغیرہ دلائل معتبرہ شرعیہ مذکورہ سے ثابت ہو کہ اسوقت پانی سے طہارت کی تو بیمار ہو جائیگا ش عن القہستانی (٤٠) سردی شدید ہو اور حمام نہیں یا اُجرت دینے کو نہیں نہ پانی گرم کرسکتا ہو نہ ایسے کپڑے ہیں کہ نہا کر اُن سے گرمی حاصل کرسکے نہ تاپنے کو الاؤ مل سکتا ہو اور اس سردی میں نہانے سے مرض کا صحیح خوف ہو تو تیمم کرسکتا ہو اگرچہ شہر میں ہو در مختار سردی کے باعث وضو نہیں چھوڑ سکتا ہو الصحیح خانیہ خلاصہ بل ہو اجماع مصفٰی ہاں اگر اُس سردی میں وضو سے بھی صحیح خوف حدوثِ مرض ہو جب بھی تیمم کرے ش عن الامداد خالی وہم کا اعتبار نہانے میں بھی نہیں وضو تو وضو (٤١) مریض کو پانی سے طہارت تو مضر نہیں مگر جنبش مضر ہے (٤٢) ضرر تو کچھ نہیں مگر خود وضو نہیں کرسکتا اور دوسرا کرانے والا نہیں اور اگر ہے مثلاً غلام یا نوکر یا اولاد جنپر اسکی طاعت وخدمت لازم ہو تو بالاتفاق تیمم نہیں کرسکتا اور اگر اُسپر خدمت لازم تو نہیں مگر اسکے کہنے سے وضو کرادیگا جیسے دوست یا زوجہ تو معتمد یہ کہ اب بھی تیمم جائز نہیں (٤٣) دوسرا ہو مگر وہ اجرت مانگتا ہو

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اور یہ قادر نہیں (۴۴) قادر بھی ہے مگر وہ اُجرت مثل سے زیادہ مانگتا ہے الکل فی البحر والدر (۴۵) اقول[2337] یہاں بھی وہ صورت آئیگی کہ وہ اُجرت مثل ہی مانگتا ہے اور یہ دے بھی سکتا ہے مگر یہاں نہیں اور وہ اُدھار پر راضی نہیں (۴۶ تا ۴۸) سفر میں پانی پاس موجود ہے اور استعمال پر قدرت بھی اور مرض کا بھی اندیشہ نہیں مگر اس سے طہارت کرتا ہے تو اب یا بعد کو یہ یا اور کوئی مسلمان یا اسکا جانور اگرچہ وہ کتا جسکا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائے گا (۴۹) یا آٹا گوندھنے کو پھر پانی نہ ملیگا (۵۰) یا بدن یا بقدر ستر عورت کے کپڑے پر نجاست ہے جس سے نماز نہ ہوگی اور اگر وضو یا غسل کرلیا تو اتنی نجاست پاک کرنے کو جس سے وہ مانع نماز نہ رہے پانی نہ ملیگا یہ پانچوں صورتیں ہمارے رسالہ النور والنورق فصل اول نمبر ۳۱ میں مشرح ہیں (۵۱) راہ میں سبیل کا پانی موجود ہے مگر وہ پینے کیلئے وقف ہے غسل و وضو کیلئے نہیں اسکا نہایت مفصل مکمل بیان ہمارے اسی رسالے نمبر ۲۹ میں ہے (۵۲) طہارت ہی کے لیے وقف ہے مگر ایک قوم خاص یا وصف خاص پر اور یہ اُن میں نہیں اسکا بیان نمبر ۳۰ میں ہے (۵۳) پانی دوسرے کی ملک ہے اور اسکے لیے اجازت نہیں اسکا بیان نمبر ۳۲ وغیرہ میں ہے (۵۴) نہانے کی حاجت ہے اور وہاں کچھ لوگ ہیں کہ نہ ہٹتے ہیں نہ اسے آڑ ملتی ہے نہ کچھ باندھکر نہانے کو ہے تیمم کرے اگرچہ مرد صرف مردوں ہی میں ہو یا عورت صرف عورتوں میں علی ما استظہر فی الحلیۃ والغنیۃ خلافا لما فی القنیۃ والدر۔ اقول[2338] ومازدت من القیود ظاہر پھر بعد کو نہا کر نماز کا اعادہ کرے یا نہ کرے اسکا ذکر نمبر ۶۷ میں آتا ہے وباللہ التوفیق (۵۵) اقول[2339] یوہیں اگر عورت کو وضو کرنا ہے اور وہاں کوئی نامحرم مرد موجود ہے جس سے چھپا کر ہاتھوں کا دھونا اور سر کا مسح نہیں کرسکتی تیمم کرے (۵۶) محبوس کو پانی نہیں ملتا (۵۷) کفار معاذاللہ پکڑ کر لیگئے اور غسل یا وضو نہیں کرنے دیتے (۵۸) ظالم ڈراتا ہے کہ پانی سے طہارت کی تو مار ڈالونگا یا کوئی عضو کاٹ دونگا یا اور ایسا ہی خوف جس سے اکراہ ثابت ہو الکل فی الذخیرۃ وشرح الوقایۃ والفتح والدر وغیرہا اقول[2340] ومازدت من القطع وسائر مایصح بہ الاکراہ ظاہر (۵۹) پانی میل بھر سے کم دور ہے مگر نوکر یا مزدور کو آقا یا مستاجر جانیکی اجازت نہیں دیتا بحر عن المبتغی (۶۰) اقول[2341] ریل میں ہے اور اس درجے میں پانی نہیں اور دروازہ بند ہے تیمم کرے لانہ کالمحبوس فی معنی العجز مگر ۵۶ سے یہانتک ان پانچوں صورتوں میں جب پانی پائے طہارت کرکے نماز پھیرے لان المانع من جہۃ العباد اور اگر اُتر کر پانی لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں اور یہ نمبر ۴۳ ہے اور اگر ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو جب بھی تیمم کرے اور اعادہ نہیں یہ نمبر آئندہ کے حکم میں ہے (۶۱) پانی میل سے کم مگر اتنی دور ہے کہ اگر یہ وہاں جائے تو قافلہ چلا جائیگا اور اسکی نگاہ سے غائب ہوجائیگا (۶۲) اقول[2342] یا اگرچہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ابھی نگاہ سے غائب ہوگا مگر یہ ایسا کمزور نحیف ہو کہ چل نہ سکے گا قال فی البحر عن ابی یوسف اذا کان بحیث لو ذھب
الیہ وتوضأ تذھب القافلۃ وتغیب عن بصرہ فھو بعید ویجوز لہ التیمّم واستحسن المشائخ ھذہ الروایۃ
کذا فی التجنیس وغیرہ اھ اقول [2343] والمختار فی تقدیر البعد وان کان المیل لکن ھذا عذر صحیح معتبر
لاشک ولذا استحسنہ المشائخ فیجب اعتبارہ مستقلا لامن حیث تقدیر البعد بہ (۶۳ تا ۶۶) اقول [2344]
عورت[1] کے پاس پانی نہیں نہ باہر نکلنے کو چادر نہ بیٹا وغیرہ لادینے والا یا[2] اجیر اجرت مثل سے زیادہ مانگتا ہے یا یہ مفلس[3] ہے
یا[4] مال غائب اور وہ اُدھار پر راضی نہیں تیمّم کرے اور اعادہ نہیں لان المنع من جہۃ الشرع (۶۷) اقول [2345]
شریف زادی پردہ نشین کہ باہر نکلنے کی قطعًا عادی نہیں اگر گھر میں پانی نہ رہے نہ باہر سے کوئی لادینے والا ہو تو رؤف
رحیم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت سے امید ہے کہ اُسے اجازت تیمم ہو اور پانی پانے پر اعادہ کی بھی حاجت نہ ہو
تفصیل اسکی یہ کہ عورات چند قسم ہیں اول[5] ایک ... منہ کھولے بے تکلف بازاروں میں پھرتی ہیں یہ مطلقًا
مردوں کی مثل ہیں مگر جبکہ چادر نہ پائیں اقول اگرچہ خود بد لحاظی سے پھرنے کی عادی ہوں کہ وہ حرام ہے اور شرع حرام کا
حکم نہیں دیتی دوسری وہ کہ برقع اوڑھ کر دن کو آتی جاتی ہیں یہ بھی معذور نہیں ہو سکتیں مگر اُسی حالت میں کہ برقع
یا چادر بھی نہ پائیں تیسری وہ کہ رات کو چادر اوڑھکر دوسرے محلوں تک جاتی ہیں جسطرح رامپور و بدایوں کے
بہت گھروں کی رسم سنی گئی انکے لیے دن میں شاید عذر ہو سکے شب میں ہرگز نہیں مگر یہ کہ کوئیں پر مردوں کا مجمع ہو
اور یہ مجمع میں چادر اوڑھکر شب کو بھی نہ جا سکتی ہو چوتھی وہ کہ شب کو چادر کے ساتھ بھی دُور نہ جا سکے صرف اسکی
عادی ہو کہ گھر سے نکل کر سامنے کے دروازے میں دو قدم رکھکر چلی جائے اسکے لیے اگر کوآں ایسا ہی قریب ہے
اور اُسپر مرد نہیں تو عذر نہیں اور اگر کوآں دُور ہے یا وہاں مردوں کا اجتماع ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ معذور ہے پانچویں وہ کہ
گھر سے باہر قدم رکھنے کی مطلقًا عادی نہیں جسطرح بحمد اللہ تعالٰی بریلی میں شریف زادیوں کا دستور ہے یہ ہر طرح
معذور ہے اور کیونکر اُسے مجبور کیا جائیگا حالانکہ اُس نے کوآں دیکھا تک نہیں نہ اُس تک راہ جانتی ہے نہ کسی سے
پوچھ سکے گی نہ اُسکے قدم اُٹھیں گے ولا یکلّف اللہ نفسًا الّا وسعہا عادت چھڑانے میں حرج ہے خصوصًا وہ نیک
عادت کہ کمال حیا پر مبنی ہو اور حیا جتنی زائد ہو اُسیقدر بہتر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الحیاء
خیر کلہ حیا سراسر بہتر ہے رواہ البخاری ومسلم وابوداود والنسائی عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی
عنہ وعن الصحابۃ جمیعا اوپر گزرا کہ شریعت مطہرہ نے ہمارے ایک پیسے کا لحاظ فرمایا کہ پانی بیچنے والا پیسے
کی جگہ دو مانگتا ہو نہ دو اور تیمم کرلو ان شریف زادیوں کو اگر کوئی دس روپے بلکہ باعتبار حیثیت ہزار روپے دے اور

عادت پردہ میں
عورات کے اقسام اور دربارہ تیمم اُن کے احکام

سکے کوئیں سے پانی بھر لاؤں ان سے ہرگز نہ ہوسکیگا وللہ الحمد تو یہ اسپر کیونکر مجبور کی جائیں۔ یہ ہی وہ جو براہ تفقہ ذہن فقیر میں آیا ولا اقول انہ حکم اللہ عزوجل بل ارجوان یکون حکمہ تعالٰی فلینظر فیہ العلماء الذین لھم اعین یبصرون بھا ولھم قلوب یفقھون بھا واللہ یھدی السبیل وھو حسبی ونعم الوکیل اما قولی انھا اذا وجدت الماء لا تعید فلان المانع الحیاء والحیاء من المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی فالمانع من جھۃ صاحب الحق عز جلالہ کما استظہر الفاضلان الرحمتی ثم الشامی فی مسألۃ نمرۃ ۵۴ ومثلھا ۵۵ قائلین ان العذر لم یأت من قبل المخلوق فان المانع لھا الشرع والحیاء وھما من اللہ تعالٰی کما قالوا لو تیمم لخوف العدو فان توعدہ علی الوضوء او الغسل یعید لان العذر اتی من غیر صاحب الحق ولو خاف بدون توعد من العدو فلا لا الخوف اوقعہ اللہ تعالٰی فی قلبہ فقد جاء العذر من قبل صاحب الحق فلا تلزمہ الاعادۃ اھ وانت تعلم ان الامر فی مسألتنا ھذہ اظھر من تلک فلیس ھھنا شیئ من قبل العباد اما تلک فقال المحقق الحلبی فی الحلیۃ الاشبہ الاعادۃ تفریعا علی ظاھر المذھب فی الممنوع من ازالۃ الحدث بصنع العباد اھ ورأیتنی کتبت علی قول الرحمتی المذکور ما نصہ اقول وباللہ التوفیق محل المسألۃ انما ھو حیث کان ممنوعا عن التحول الی موضع ستر والا لم یجز لہ الکشف ولا التیمم قطعا فھذا المنع اما ان یکون من قبل القوم کان حبسوا او قالوا لہ لو تحولت قتلناک او سلبناک فان المال شقیق النفس او لا کمریض ومن فی سفینۃ فی لجۃ بحر علی الاول لا شک ان المنع جاء من قبل العباد فیتیمم ویعید وعلی الثانی لقائل ان یقول لا بد لہ ان یسألھم تحویل الدبر او غض البصر فان فعلوا فبھا والا فقد تسببوا فی المانع وان لم یکن نفس المانع من قبلھم کالخوف فانہ من قبل اللہ تعالٰی ومع ذلک اذا نشأ بتسبب العبد بالایعاد یعد من العبد ویؤمر بالاعادۃ فادون الاشبہ ما ذکر المحقق الحلبی مع ان فیہ الخروج عن العھدۃ بیقین فعلیہ فلیکن التعویل واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (۶۸ تا ۷۰) اقول یونہی اگر پانی لادینے والا اجرت مانگتا ہے اور یہ مفلس یا وہ اُدھار پر راضی نہیں یا اجرت مثل سے زیادہ کا طالب علی وزان ما مر فی ۳۵ و ۳۶ و ۳۷ عن البحر والدر (۷۱) اقول کوآں رسی ڈول سب کچھ موجود ہے مگر یہ ایسا مریض یا اتنا ضعیف ہے کہ بھرنے پر قادر نہیں اور نوکر غلام بیٹا کوئی پاس نہیں کوئی ایسا کہ اسکے کہے سے بھردے اور تدبیروں سے کہ نمبر ۲ میں گزریں پانی لے سکتا ہے فقد تحقق عجزہ وھو ملاک الاباحۃ وکانہ داخل فیما ذکروا من فقد الآلۃ فان الفقد فیہ ان لم یکن حسا فحکما وان لم یکن حسا کما قال تعالٰی ولم تجدوا ماءً فعم الفقد الحسی والحکمی (۷۲ تا ۷۴) اقول یونہی اگر دوسرا پانی بھردینے والا اجرت مانگتا ہے اور یہ

مفلس یا وہ اُدھار پر راضی نہیں یا اُجرت مثل سے زائد مانگتا ہے (۷۵ تا ۷۸) **اقول** انہیں صورتوں کی مثل ہے کہ یہ مریض وضعیف بھی نہ ہو مگر کوئیں کا چرسہ اکیلے سے نہ کھنچ سکے گا اور دوسرا چھوٹا ڈول یا پانی لینے کا اور طریقہ نہیں نہ اسکے پاس اتنے آدمی کہ ملکر کھینچ دیں یا کھنچوانے کی اُجرت نہیں رکھتا یا کھینچنے والے اجرت مثل سے زیادہ مانگتے ہیں یا اُدھار پر راضی نہیں اور یہ صورت اکیلے شخص پر محصور نہیں دو یا زائد بھی ہوں مگر اُس چرسہ کے کھینچنے کو زیادہ آدمی درکار ہیں جب بھی یہی احکام ہونگے خصوصاً جبکہ یہ عورتیں ہوں کو اقعۂ بنتی شعیب علیہ وعلیہما الصلاۃ والسلام (۷۹) **اقول** پانی بیرگز را سامان سب حاضر ہے مگر یہ گھوڑے پر سوار ہے اور گھوڑا بدرکاب کہ اُترکر چڑھنے میں بہت دقت کا سامنا ہوگا تیمم کرکے گھوڑے پر پڑھ لے جبکہ جنس ارض سے کوئی شے پاس ہو اگرچہ بیلم یا زین وغیرہ پر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ پھیرنے سے اُنگلیوں کا نشان بن جائے (۸۰ تا ۸۴) **اقول** یونہیں اگرچہ سواری شائستہ ہو مگر یہ مریض یا ایسا ضعیف ہے کہ بے مددگار چڑھ نہ سکے گا اور مددگار انہیں تفصیلوں پر نہیں یا اُجرت مانگتا ہے اور یہ مفلس یا وہ اُدھار پر راضی نہیں یا اُجرت مثل سے زیادہ چاہتا ہے (۸۴) **اقول** یونہیں اگر سوار عورت ہے اور چڑھانے کو محرم یا شوہر درکار اور وہ ساتھ نہیں منیہ میں ہے الشیخ اذا رکب دابۃ ولم یقدر علی النزول او امرأۃ لیس معہا محرم یصلیان علیہا اھ قال فی الحلیۃ بل ظاہر الخانیۃ انہ یجوز لہا وان کان معہا محرم فان فیہا الرجل اذا حمل امرأتہ من القریۃ الی المصر کان لہا ان تصلی علی الدابۃ فی الطریق اذا کانت لاتقدر علی الرکوب والنزول انتہی لکن ہذا ظاہر علی اصل ابی حنیفۃ انہ لایجعل قدرۃ الانسان بغیرہ کقدرتہ اما علی قولہما فینبغی ان لایجوز اذا کان الزوج یقدر علی مساعدتہا فی الرکوب والنزول ویبذل ذلک لہا ثم لایخفی ان جواب الخانیۃ مع تعقبنا آت بطریق اولی اذا کان مکان الزوج محرم او اجنبی اھ **اقول** اما الاولویۃ فی تأتی جواب الخانیۃ ان حمل علی الجواز مطلقا وان ساعدہا من معہا علی الرکوب والنزول فظاہرۃ ولکن **اولا** ای اولویۃ فی اتیان التعقب فی المحرم بل الزوج ہو الاولی **وثانیا** لا تأتی للتعقب فی الاجنبی فضلا عن الاولویۃ فان ارکابہ وانزالہ ایاہا فیہ ما فیہ وقد نصت مسألۃ المتن علی جواز صلاتہا علی الدابۃ اذا کان معہا اجنبی ہذا منطوقہا وعدم الجواز اذا کان معہا محرم مفہومہا فافہم وتثبت (۸۵) **اقول** یونہیں اگر اُترنے چڑھنے سے بیماری بڑھے۔ یہ مسائل علمائے کرام نے دربارۂ نماز ذکر فرمائے کہ یوں اُترنے سے عجز ہو تو سواری پر پڑھے تو دربارۂ طہارت بدرجۂ اولٰی درمختار میں زیر قول متن الصلاۃ علی الدابۃ تجوز فی حالۃ العذر لا فی غیرہا فرمایا ومن العذر دابۃ لا ترکب الا بعناء او بمعین ردالمحتار میں ہے لو کانت

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الدابة جموحا لو نزل لا يمكنه الركوب الا بمعين او كان شيخا كبيرا لو نزل لا يمكنه ان يركب ولا يجد من يعينه تجوز الصلاة على الدابة اھ وقد مناعن المجتبی ان الاصح عندی لزوم النزول لو وجد جنبيا يطيعه فعلى هذا الاختلاف فی لزوم النزول لم وجد معينا يطيعه ولم يكن مريضا يلحقه بنزوله زيادة مرض وفي المنية المرأة اذا لم يكن لها محرم تجوز صلاتها على الدابة اذا لم تقدر على النزول اھ (۸۶) **اقول** اگر زخم ہو کہ اُترنے سے جاری ہوجائیگا اور نماز طہارت سے نہ مل سکے گی نہ اُترے اور تیمم سے پڑھے یہ مسئلہ بھی علمانے نماز میں افادہ فرمایا ہے کہ اگر کھڑے ہونے سے زخم جاری ہوتا ہو بیٹھکر پڑھے درمختار میں ہے قد يتحتم القعود كمن يسيل جرحه اذا قام او يسلس بوله! (۸۷) ہر عبادت فرض یا واجب یا سنت کہ پانی سے طہارت کرے تو فوت ہوجائیگی اور اُسکا عوض کچھ نہ ہوگا اُسکے لیے تیمم کرسکتا ہے مگر یہ تیمم صرف اُسی عبادت کے لیے طہارت ہوگا نہ اوروں کے لیے کہ اُسی کی ضرورت سے اجازت ہوئی تھی تو اس تیمم سے کوئی اور عبادت کہ بے طہارت جائز نہ ہو جائز نہ ہوگی اس فوت بلاعوض کی بہت صورتیں ہیں مثلاً نماز جنازہ قائم ہے یا قائم ہونے کو ہے اسکے وضو کا انتظار نہ ہوگا جب تک وضو کرے چاروں تکبیریں ہوچکیں گی اگرچہ سلام پھیرنا باقی ہے کہ نماز جنازہ تکبیروں پر ختم ہوجاتی ہے اُنکے بعد ملنے کا محل نہیں اگرچہ ابھی سلام نہ ہوا ہو کما فی الدر وغیرہ یا عیدین کا وقت نکل جائیگا یا اُنکا امام معین سلام پھیر دیگا **اقول** جبکہ دوسرے امام معین سکے پیچھے نہ ملیں کما قالوا فی الفاسق لا يقتدى به فی الجمعة ايضا اذا تعددت فی المصر لانه بسبيل من التحول کما فی الفتح وغیرہ یہ اسلیے کہ عیدین کی نماز مثل جمعہ ہر امام کے پیچھے نہیں ہوسکتی سوا سلطان اسلام یا اُسکے نائب یا ماذون کے اور وہ نہ ہوں تو بضرورت جسے مسلمان امام جمعہ مقرر کرلیں یا سورج گہن ہوچکے کا صلاة الجنازة والعيدين من مسائل المتون وزاد الكسوف كالرواتب الاتية في الحلية بحثا واقره في البحر والنهر والدر وحواشيه **اقول** اور اگر کسوف باقی رہے اور جماعت ہوچکے گی تو تیمم کی اجازت نہیں کہ جماعت کسوف میں بھی ہر شخص امامت نہیں کرسکتا خاص امام جمعہ ہی اُسکا امام ہوسکتا ہے کما فی الدر وغیرہ مگر اسمیں جماعت ضروری نہیں تنہا بھی ہوسکتی ہے نہ مثل جنازہ تکرار ممنوع ہے لتصريحهم بجواز ان يصليها كل بحياله في بيته كما في شرح الطحاوی وشی عليه في الدر او في مساجدهم على ما في الظهيرية وعزاه في المحيط الى شمس الائمة عن مفتی دمشق اسمعيل نعم الجماعة مستحبة اذا حضر امام الجمعة كما في الدر تو اُسکا فوت یوں ہی ہوگا کہ گہن چھوٹ جائے ردالمحتار میں ہے لو انجلت لم تصل بعده یا ظہر و جمعہ و مغرب و عشا کے فرضوں کے بعد وضو جاتا رہا اور اب وضو کرتا ہے تو بعد کی سنتیں نہ ملیں گی وقت نکل جائیگا **اقول** یونہی ظہر یا جمعہ کی پہلی سنتیں اگر قیام جماعت کے سبب

نہ پڑھ سکا اور بعد فرض یا بعد سنت بعدیہ وضو جاتا رہا اور اب وضو کرے تو وقت عصر آجائیگا لانھا وان فاتت عن وقتھا فلھا تقضی فی الوقت ثم لا قضاء فقضاؤھا یفوت لا الی بدل یا صبح کے وقت پانی وضو کے لیے منگایا یا کسی نے دینے کا وعدہ کیا ہے اُسکا انتظار کرے تو وضو کرکے صرف فرض پائیگا یوں کہ یا تو سنتوں کے قابل وقت ہی نہ رہیگا یا سنتیں پڑھے تو جماعت فوت ہونا چار سنتیں چھوڑنی ہونگی تو جبتک پانی آئے تیمم کرکے سنتیں پڑھ لے پھر وضو کرکے فرض کمافی ش وغیرہ یا صبح کی نماز نہ ہوئی تھی اور اب زوال تک اتنا وقت نہیں کہ وضو کرکے دو رکعتیں پڑھ سکے تو تیمم کرکے سنتیں پڑھ لے کہ بعد زوال نہ ہوسکیں گی پھر وضو کرکے وقت ظہر آنے پر صبح کے فرض پڑھے ذکرہ ش عن شیخہ قال وذکر لھا صورتین اخریین اھ **اقول** بل اولھما ھی ھذہ التی اثرھا عن شیخہ وذکر اخری وردھا وھی حقیقۃ بالرد یا بے وضو خصوصًا جنب ہے اور کسی نے سلام کیا یا کوئی سامنے آیا اور خود اُسے سلام کرنا ہے اور سلام نام الٰہی عزوجل ہے بے طہارت لینا نہ چاہا اور وضو کرے تو سلام فوت ہوتا ہے کہ جواب میں اتنی دیر کی اجازت نہیں اور سلام بھی ابتدائے لقا پر ہے نہ بعد دیر لہذا اجازت ہے کہ تیمم کرکے جواب دے یا سلام کرے مسئلہ جواب خود فعل اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کہ ایک صاحب گزرے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سلام کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب نہ دیا یہانتک کہ قریب ہوا کہ وہ گلی سے گزر جائیں حضور نے تیمم فرماکر جواب دیا اور ارشاد فرمایا انہ لم یمنعنی ان ارد علیک السلام الا انی لم اکن علی طھر ہمکو جواب دینے سے مانع نہ ہوا مگر یہ کہ اُسوقت وضو نہ تھا رواہ ابوداود عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال المحقق الحلبی فی الحلیۃ سکت علیہ ابوداود فھو حجۃ اھ اور ابتدائے سلام اُسپر قیاس کرکے زیادت ائمہ کرام ہے بحر میں ہے المذھب ان التیمم للسلام صحیح **تنبیہ** علامہ سید طحطاوی پھر اُنکے اتباع سے علامہ سید شامی نے دو چیزیں اور زائد کیں وضو کرتا ہے تو چاند گہن ہوچکے گا یا ضحوۂ کبریٰ ہوجائیگی نماز چاشت جاتی رہیگی تو ان دونوں کو تیمم سے ادا کرلے قال فی الدر جاز لکسوف فقال ط مرادہ بہ مایعم الخسوف اھ ونقلہ ش واقرہ وقال فی حاشیتہ علی المراقی اخذ من الحلبی جواز التیمم للکسوف والخسوف اھ وقال ھو ثم ش الظاھر ان المستحب کذلک لفوتہ بفوت وقتہ کما اذا ضاق وقت الضحی عنہ وعن الوضوء فیتیمم لہ اھ **اقول** اس تقدیر پر نماز تہجد کیلیے بھی تیمم جائز ہوگا جبکہ وضو کرنے میں دو رکعت کا وقت نہ ملے اور فجر طلوع کر آئے کہ ہماری تحقیق میں وہ مستحب ہے کما بیناہ فی فتاونا اور اگر بزعم بعض طور پر سنت مؤکدہ مانیے جب تو مثل رواتب جواز ہوگا ہی مگر وہ ضعیف ہے یونہی فجر کی سنتیں جبکہ تنہا قضا ہوں زوال تک اُنکی قضا مستحب ہے اور ایک تخریج امام محمد کے نزدیک سنت۔ خیر یہاں کلام اس میں ہے کہ مستحب نمازیں بھی حسب گمان فاضلین طحطاوی وشامی اس جواز

تیمم میں مثل رواتب ہیں اقول مگر یہ سخت محل تامل ہے کتب مذہب میں صرف دو نمازوں کا ذکر ہے جنازہ وعیدین اور اسیقدر ائمہ مذہب سے منقول حتی کہ علامہ ابن امیر حاج حلبی نے حلیہ میں تصریح فرمائی کہ ہمارے نزدیک تندرست کو بے خوفِ مرض پانی ہوتے ہوئے انھیں دو نمازوں کے لیے تیمم جائز ہے وھذا نصہ اعلم انہ یجوز التیمم للصحیح فی المصر عندنا فی ثلاث مسائل احدھما اذا کان جنبا وخاف المرض بسبب الاغتسال بالماء البارد الثانیۃ حضر جنازۃ وخاف ان اشتغل بالوضوء تفوتہ الصلاۃ علیھا الثالثۃ اذا خاف فوات صلاۃ العید اھ اوعدونا فی زیادت ہے کما فی الھدایۃ وغیرھا بلکہ امام ملک العلماء نے بدائع میں صراحۃً انھیں دو نمازوں میں حصر اور اسکے ماسوا کے لیے عدم جواز تیمم کی تصریح فرمائی حیث قال وھذا الشرط الذی ذکرنا لجواز التیمم وھو عدم الماء فیما وراء صلاۃ الجنازۃ وصلاۃ العیدین فاما فی ھاتین الصلاتین فلیس بشرط بل الشرط فیھما خوف الفوت لو اشتغل بالوضوء بعینہ اسی طرح امام تمرتاشی وامام علی اسبیجابی نے صراحۃً انھیں دو میں حصر فرمایا بحر میں زیر قول ماتن ولبعدہ میلا ہے قال فی شرح الطحاوی لایجوز التیمم فی المصر الا لخوف فوت جنازۃ او صلاۃ عید او للجنب الخائف من البرد وکذا ذکر التمرتاشی اسیطرح خزانۃ المفتین میں نوازل سے ہے لایجوز التیمم فی المصر الا فی ثلثۃ مواضع الخ تو اصل حکم منصوص تو یہ ہے ہاں حلیہ نے اپنی بحث میں نظر بہ علت کہ خوف فوت لا الی بدل ہے نماز کسوف وسنن رواتب کا الحاق کیا انکی تبعیت بحر ونہر و دُر نے بھی کی اور یہیں سنن کو رواتب سے مقید کیا یہ قید نافلہ محضہ کو خارج کر رہی ہے پھر حلیہ میں رواتب کے الحاق پر بھی اس سے استظہار کیا کہ نماز عید کے لیے تیمم ائمہ مذہب سے منقول ہے اور وہ مختار امام شمس الائمہ سرخسی وغیرہ میں سنت ہی ہے جس سے ظاہر کہ سنن رواتب کے الحاق میں بھی اشتباہ تھا کہ جنازہ فرض عیدین واجب ہیں اُس اشتباہ کا یوں ازالہ کیا حیث قال فتحصل کما فی شرح الزاھدی للقدوری ان الصلاۃ ثلاثۃ انواع نوع لایخشی فوتھا اصلا لعدم توقیتھا کالنوافل فلا یجوز لہ التیمم عند وجود الماء لعدم العذر ونوع یخشی فواتھا للتوقیتھا ولکن تقضی بعد الفوات کالجمعۃ والمکتوبات فلا یجوز لھا التیمم لامکان جبرھا بالبدل باکمل الطھارتین ونوع یخشی فواتھا لا الی بدل کصلاۃ الجنازۃ والعیدین خلافا للشافعی قال العبد الضعیف غفر اللہ تعالٰی لہ وعلی ھذا القائل ان یقول یجوز لصلاۃ الکسوف والسنن والرواتب لانھا تفوت لا الی بدل فانھا لا تقضی کما فی العید ولاسیما علی القول بان صلاۃ العید سنۃ کما اختارہ شمس الائمۃ السرخسی وغیرہ اھ اور ظاہر کہ نفل مطلق سنت راتبہ کے حکم میں نہیں شرع اُنکا مطالبہ فرماتی ہے اور اسکا نہیں تو یہ اُنسے کیونکر ملحق کیا جائے مطالبہ شرع ہی وہ چیز ہے جو

مسئلہ مصنف کی تحقیق کہ سنت راتبہ غیر مؤکدہ کا حکم بھی یہی ہے

مسئلہ: علامہ حلبی کی تحقیق

حسن تسمیہ

العذر یحفظ الزیادۃ

علیہما ملک العلماء علیہما

اس صورت مین جواز تیمم کی راہ دیتا ہے ظاہر ہے کہ پانی موجود اور استعمال پر قدرت ہو تو تیمم باطل اگرچہ بے تو نماز بے طہارت ہوا اور نماز بے طہارت حرام قطعی ہے ہان جب صاحب حق عز جلالہ خاص اس عبادت کا اس وقت خاص مین اس سے مطالبہ فرما رہا ہے اور ساتھ ہی حکم ہے کہ یہ وقت نکل گیا تو اس مطالبہ سے برارت کی کوئی صورت نہین اسکا بدل بھی نہ ہوسکے گا اور وقت مین تنگی ہے کہ وضو نہین کر سکتا لاجرم اس ادائے مطالبہ کے لیے پانی پر قادر نہ ہونا ثابت ہوا اور تیمم کی راہ ملی جس نماز کا شرع مطالبہ ہی نہین فرماتی اُس مین کونسی عہدہ برائی کے لیے پانی ہوتے ہوئے تیمم جائز ہو جائیگا مطالبہ شرعیہ پر بیان بنائے کار کی یہ حالت ہے کہ نماز جنازہ کے لیے جواز تیمم مین بھی شبہہ ہوا کہ وہ تو فرض کفایہ ہے ہر شخص سے مطالبہ کب ہے اور علما کو اس جواب کی حاجت ہوئی کہ فرض کفایہ مین بھی مطالبہ سب سے ہے ولہٰذا سب ترک کرین تو سب گنہگار رہین اگرچہ بعض کا فعل سب پر سے مطالبہ ساقط کر دیتا ہے فتح القدیر وغنیہ مین ہے منعہ (ای التیمم لصلاۃ الجنازۃ) الشافعی لانہ تیمم مع عدم شرطہ قلنا المخاطب بالصلاۃ عاجز عن الوضوء لہا فیجوز اما الاولی فلان تعلق فرض الکفایۃ علی العموم غیر انہ یسقط بفعل البعض واما الثانیۃ فبفرض المسألۃ نماز چاشت ونماز تہجد کا مطالبہ کب ہے یوہین چاند گہن کی نماز صرف مستحب ہے بخلاف نماز کسوف کہ اس مرتبہ کی سنت ہے جسے امام ملک العلماء نے بدائع مین ترجیح دی اور دلائل سنیت سے جواب دیے یاہان مختار جمہور سنیت ہے اقول بلکہ وہ کتاب مبسوط مین محرر مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا نص ہے کما سیأتی منا تحقیقہ فانقطع النزاع بدائع مین فرمایا صلاۃ الکسوف واجبۃ ام سنۃ ذکر محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الاصل مایدل علی عدم الوجوب فانہ قال ولا تصلی نافلۃ فی جماعۃ الا قیام رمضان وصلاۃ الکسوف وروی الحسن بن زیاد عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال فی کسوف الشمس ان شاؤا صلوا رکعتین وان شاؤا اربعا وان شاؤا اکثر والتخییر یکون فی النوافل وقال بعض مشایخنا انہا واجبۃ لما روی ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ (فذکر حدیث الکسوف وفیہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) صلوا حتی تنجلی وفی روایۃ ابی مسعود الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فاذا رأیتموہا فقوموا وصلوا ومطلق الامر للوجوب وتسمیۃ محمد رحمہ اللہ تعالٰی ایاہا نافلۃ لا ینفی الوجوب لان النافلۃ عبارۃ عن الزیادۃ وکل واجب زیادۃ علی الفرائض للوظفۃ الا تری انہ قرنہا بقیام رمضان وھو التراویح وانہا سنۃ مؤکدۃ وھی فی معنی الواجب وروایۃ الحسن لا تنفی الوجوب لان التخییر قد یجری بین الواجبات کما فی قولہ تعالٰی فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اہلیکم او کسوتہم او تحریر رقبۃ ام

چاند گہن کی نماز صرف مستحب ہے اور سورج گہن کی سنت مؤکدہ قریب بواجب

كلامه قدس سره وما اراد به دفعه فی العنایة بقوله بعد ایراد الحدیث فان قیل هذا امر والامر للوجوب فکان ینبغی ان تکون واجبة قلنا قد ذهب الی ذلك بعض اصحابنا واختاره صاحب الاسرار والعامة ذهبت الی کونها سنة لانها لیست من شعائر الاسلام فانها توجد بعارض لکن صلاها النبی صلی الله تعالی علیه وسلم فکانت سنة والامر للندب اھ **فاقول** [٢٣٤٥] حاصله ان هذا لیس بشعار وکل واجب شعار فهذا لیس بواجب وفیه ان الکبری ممنوعة فرب واجب لیس من الشعائر کالکفارات الیمین والظهار والصیام وفیه وکذا الصغری ممنوعة ودلیلها ان هذا لعارض وماکان لعارض لم یکن شعارا فیه ایضا الکبری ممنوعة وای دلیل علیها وقد قال فی الاسرار کما فی الفتح انها صلاة تقام علی سبیل الشهرة فکان شعارا للدین حال الفزع اھ وقال فی البدائع اما فی کسوف الشمس فقد ذکر القاضی فی شرحه مختصر الطحاوی انه یصلی فی الموضع الذی یصلی فیه العید او المسجد الجامع لانها من شعائر الاسلام فتؤدی فی المکان المعد لاظهار الشعائر اھ وقد اجاب فی الفتح عن استدلال الاسرار علی وجوبها بشعاریتها بان المعنی المذکور لایستلزم الوجوب الا لما لم من استنان شعار مقصود ابتداء فضلا عن شعار یتعلق بعارض اھ وهذا انما ینفی الاستدلال علی الوجوب بالشعاریة کذلك یرد الاستدلال علی نفی الشعاریة بکونه لعارض وبالجملة ذهب الاسرار الی ان کل شعار واجب العنایة الی ان کل واجب شعار [٢٣٤٦] والصحیح ان بینهما عموما من وجه یجتمعان فی العیدین ویفترقان فی الاذان والکفارات ثم رأیت سعدی افندی اعترض العنایة باعتراضی الثانی اخذا عن الفتح اذ قال اقول ما المانع فی تعلق ما هو من الشعائر بعارض تأمل اھ لکنی **اقول** [٢٣٤٧] وبالله التوفیق لم یتم الجواب عن کلام محرر المذهب فی الاصل اذ لو کان مراده هذا لم یصح الحصر فیهما لمکان العیدین اما الاستدلال بصیغة الامر **فاقول** [٢٣٤٨] منقوض بصلاة الخسوف بل وصلوات الریح الشدیدة والصواعق والزلزلة والمطر والثلج الدائمین والظلمة بالنهار والضوء الهائل باللیل وامثال ذلك الاهوال اعاذنا المولی سبحنه وتعالی واهل السنة جمیعا منها دنیا واخری امین فانها مستحبة اجماعا والامر یشملها جمیعا وقد قال ملك العلماء نفسه اما صلاة خسوف القمر فحسنة لما روینا عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم اذا رأیتم من هذه الافزاع شیئا فافزعوا الی الصلاة اھ ثم قال وکذا تستحب الصلاة فی کل فزع کالریح الشدید والزلزلة والظلمة والمطر الدائم لکونها من الافزاع والاهوال اھ تو ظاہر ہوا کہ نوافل کا سنن اور خسوف کا کسوف پر قیاس مع الفارق ہے

وباللّٰه التوفيق الآن يقال ازالحاجة هنا تكثير ابواب الخيرات ارادة لافاضة كرمه عزوجل الابدى انه اباح التنفل على الدابة بالايماء لغير القبلة مع فوات الشروط والاركان فيها ولاضرورة الا الحاجة القائمة بالعبد لزيادة الاستكثار من فضله تعالٰى كما افاده فى الفتح فى مسألة انه يصلى بتيمم ماشاء من الفرائض والنوافل وعند الشافعى رحمه اللّٰه تعالٰى يتيمم لكل فرض لانه طهارة ضرورية **اقول** ويكدره ان هنا حيث صح التيمم بوجود شرطه من فقد الماء فانها طهارة مطلقة عندنا ولو جوز لحاجة الاستكثار لجاز لمطلق النوافل ولو غير موقتة للعلم القطعى بان ما تصليه بالتيمم اكثر مما تصليه بعد التوضئ او الاغتسال الاترى ان الذى رخص له الصلاة على الدابة بالايماء الى غير القبلة لم يرخص له فى التيمم اذا قدر على الماء والركوب والنزول مع ان مكثه فى طلب الطهارة بالماء وقلة نوافله اكثر من المقيم فى بيته وعنده الماء بالجملہ فقیر کے نزدیک مستحبات محضہ مثل نماز خسوف وتہجد وچاشت میں یہ حکم خلاف دلیل ہوا۔ اسکے لیے ائمہ سے نقل درکار تھی اور وہ منتفی بلکہ نقل جانب نفی نفل ہے کما تقدم وباللّٰه التوفيق واللّٰه سبحنه وتعالٰى اعلم (۸۸) ہر نماز موقت کہ بعد فوت جسکی قضا ہے جیسے نماز پنجگانہ وجمعہ ووتر جب طہارت آب سے وقت جاتا ہو تیمم سے وقت کے اندر پڑھ لے کہ قضا نہ ہوجائے پھر پانی سے طہارت کرکے اعادہ کرے۔

اقول اسمین یہ تفصیل ہونی چاہیے کہ مثلاً صبح اتنے تنگ وقت اُٹھا کہ وضو کرے یا نہانے کی حاجت ہے اور غسل کرے تو سلام نماز سے پہلے سورج چمک آئے یا امام جمعہ پانی سے طہارت کرے تو سلام جمعہ سے پہلے وقت عصر آجائے یا مقتدی جماعت جمعہ مین قبل سلام شریک نہ ہو پائے اور دوسری جگہ بھی امام مقرر جمعہ کے پیچھے نماز نہ مل سکے یا محدث وضو خواہ جنب غسل کرے تو ظہر یا عصر یا مغرب یا عشا کا اتنا وقت نہ پائے کہ نیت باندھ لے یا فرض عشا پڑھکر سویا اُٹھا تو نہانے کی حاجت ہے یا وضو ہی کرنا ہے اور صبح مین اتنی مہلت نہیں کہ پانی سے طہارت کے بعد وتر کی نیت باندھ لے تو ان سب صورتوں مین یہ نمازیں تیمم سے پڑھ لے پھر غسل یا وضو کرکے دوبارہ بعد وقت پڑھے بالجملہ فجر وجمعہ مین سلام سے پہلے وقت نکل جانا یا مقتدی کا امام مقرر للجمعہ کے پیچھے جماعت جمعہ نہ پانا معتبر ہونا چاہیے باقی نمازون مین تکبیر تحریمہ وقت کے اندر نہ ملنے کا اعتبار چاہیے کہ فجر وجمعہ وعیدین سلام سے پہلے خروج وقت سے باطل ہوجاتی ہین بخلاف باقی صلوات کہ ان مین وقت کے اندر تحریمہ بندھ جانا کافی ہے ثم **اقول** اگر صورت یہ ہے کہ صبح مین پانی سے طہارت کرے تو صرف دو رکعتین وقت مین پائے اور تیمم سے چارون تو تیمم کی اجازت نہ ہوگی بلکہ پانی سے طہارت کرکے صرف فرض پڑھ لے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

سنتین چاہے تو بعد بلندی آفتاب پڑھے یوہین باقی نمازون مین اگر وقت اتنا ملتا ہو کہ پانی کی طہارت سے فرض وقت ہو جائین گے ظہر کی سنت قبلیہ یا بعدیہ یا دونون یا مغرب مین سنتین یا عشا مین سنت و وتر نہ ملین گے اور تیمم سے سب مل سکتے ہین تو فرضون ہی کا پلّہ راجح رہے گا طہارت آب سے فرض اور اُسکے ساتھ اور جو مل سکے ادا کرلے سنتین رہ گئین تو گئین اور وتر رہ گئے تو اُنکی قضا پڑھے غرض غیر فرض کی رعایت سے فرضون کا تیمم سے ادا کرنا روا نہ ہوگا اگرچہ اُس غیر فرض کے لیے خوف فوت مین تیمم روا تھا ولعل کل ما ذکرت فی المقامین ظاھر جدا واللہ تعالٰی اعلم **ثم اعلم** ان جواز التیمم لخوف فوت الوقت قول الامام زفر رحمہ اللہ تعالٰی علی خلاف مذھب ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وقد وافقوہ فی روایۃ و شیدتہ فروع واختارہ کبراء وقوی دلیلہ محققون وبیان ذلک فی جمل **الجملۃ الاولی** موافقۃ ائمتنا الثلثۃ لہ فی روایۃ قال الشامی ھو قول زفر وفی القنیۃ انہ روایۃ عن مشایخنا بحر اھ ثم قال قد علمت من کلام القنیۃ انہ روایۃ عن مشایخنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اھ **اقول** رحمہ اللہ تعالٰی قد اتی بالنجعۃ واتی بغیر صریح فان لفظ البحر عند قولہ لا لفوت جمعۃ قد قدمنا عن القنیۃ ان التیمم لخوف فوت الوقت روایۃ عن مشایخنا اھ والذی قدم عند قولہ لبعدہ میلا بعد ذکر فرع الکلۃ الاٰتی لا یخفی ان ھذا مناسب لقول زفر لا لقول ائمتنا فانھم لا یعتبرون خوف الفوت وانما العبرۃ للبعد کما قدمناہ کذا فی شرح منیۃ المصلی لکن ظفرت بان التیمم لخوف فوت الوقت روایۃ عن مشایخنا ذکرھا فی القنیۃ فی مسائل من ابتلی ببلیتین اھ فالمعروف اطلاق مشایخنا علی من بعد الائمۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم نعم قد یستفاد من ھذا الاستدراک ان مرادہ بمشایخنا الائمۃ الثلثۃ والاوضح سندا والاجل معتمدا ما فی الحلیۃ والغنیۃ عن المجتبٰی عن الامام شمس الائمۃ الحلوانی المسافر اذا لم یجد مکانا طاھرا بان کان علی الارض نجاسات وابتلت بالمطر واختلطت فان قدر علی ان یسرع المشی حتی یجد مکانا طاھرا للصلاۃ قبل خروج الوقت فعل والا یصلی بالایماء ولا یعید ثم قال الحلوانی اعتبر ھنا خروج الوقت لجواز الایماء ولم یعتبرہ لجواز التیمم ثمہ وزفر سوی بینھما وقد قال مشایخنا فی التیمم انہ یعتبر الوقت ایضا والمروایۃ فی ھذا روایۃ لہ اذ لا فرق بینھما والروایۃ فی فصل التیمم روایۃ فی ھذا ایضا قال الحلوانی فاذا فی المسألتین جمیعا روایتان اھ **اقول** الضمیر فی قولہ اعتبر ھنا ولم یعتبر ثمہ لمحمد ومسألۃ المسافر قول ائمتنا فالروایۃ عنھم فیھا روایۃ عنھم فی التیمم انہ یجوز

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لخوف فوت الوقت ومسألة التيمم انه لايجوز لحفظ الوقت ايضا قولهم فالرواية فيها رواية فى مسألة المسافر انه يمشى حتى يخرج من ذلك المكان ولايصلى ثمه وان خرج الوقت فاذن لهم فى كلتا المسألتين قولان غير ان مسألة المسافر اشهر بحكم الاجازة ومسألة التيمم بحكم المنع فهذا اقوى مايوجد من تقوية قول زفر بموافقة ائمتنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم

الجملة الثانية فروع التشييد اختيار الكبراء قال فى الحلية فى بيان قول زفر قد نقل الزاهدى فى شرحه هذا الحكم عن الليث بن سعد وقد ذكر ابن خلكان انه رأى فى بعض المجاميع ان الليث كان حنفى المذهب واعتمد هذا صاحب الجواهر المضيئة فى طبقات الحنفية فذكره فيها منهم اهـ وقال الشامى ثم رأيته منقولا عن ابى نصر بن سلام وهو من كبار الائمة الحنفية قطعا اهـ **اقول** وفى جامع الرموز التقييد بالميل يدل على ان فى الاقل لم يتيمم وان خاف خروج الوقت كما فى الارشاد لكن فى النوازل انه يتيمم حينئذ اهـ بل فى الخلاصة لو لم يعلم ان بينه وبين الماء ميلا او اقل او اكثر ولكن خرج يحتطب او لم يجد الماء ان كان بحال لو ذهب الى الماء خرج الوقت تيمم فى اخر الوقت هكذا فى النوازل اهـ وفى الحلية اطلق الفقيه ابو الليث فى خزانة الفقه جواز التيمم اذا كان بينه وبين الماء مسافة لايقطعها فى وقت الصلاة اهـ وفيها عن المجتبى والقنية وفى الهندية عن الزاهدى والكفاية كلها عن جمع العلوم له التيمم فى كلة لخوف البق او مطر او حر شديد بيلهم وفيها وفى البحر عن المبتغى بالغين من كان فى كلة جاز تيممه لخوف البق او مطر او حر شديد ان خاف فوت الوقت اهـ وفيها عن القنية عن نجم الائمة البخارى لو كان فى سطح ليلا وفى بيته ماء لكنه يخاف الظلمة ان دخل البيت لايتيمم اذا لم يخف فوت الوقت قال وفيه اشارة الى انه اذا خاف الوقت تيمم اهـ وفى البحر عنها اعنى القنية بلفظ تيمم ان خاف فوت الوقت اهـ ولم يعزه لنجم الائمة بل جعله تفريعا على الرواية عن مشائخنا رضى الله تعالى عنهم قال فى الحلية بعد ايراد ها هذا كله فيما يظهر تفريع على مذهب زفر فانه لاعبرة عنده للبعد بل للوقت بقاء وخروجا قال ولعل هذا من قول هؤلاء المشائخ اختيار لقول زفر فان الحجة له على ذلك قوية اهـ بل قد ذكر الشامى ان الفتوى فى هذا على قول زفر وانه احد المواضع العشرين التى يفتى فيها بقوله ذكرها فى باب النفقة كتاب الطلاق ونظمها نظما حسنا قال فيه ؎ وبعد فلا يفتى بما قاله زفر ٭ سوى صور عشرين تقسيمها انجلى ٭ ومن خاف فوت الوقت ساغ تيمم ٭ ولكن ليحتط بالاعادة غاسلا

الجملة الثالثة تقوية دليله ويستدل له بوجوه **اولها** ماقال المحقق على الاطلاق فى فتح القدير له ان التيمم لم يشرع الا لتحصيل الصلاة فى وقتها كما لم يلزمه قولهما ان الفوات الى خلف

(جملہ ۲) فروع تشهد لها اختيار الكبراء قوله

الليث بن سعد كان حنفيا

جملہ ۳ تقوية (ادلہ زفر) دليل

كالفوات اھ **واجیب** عنہ **اولا** کما ابدی البحران جوازہ للمسافر بالنص لا لخوف الفوت
بل لاجل ان لا تتضاعف علیہ الفوائت ویحرج فی القضاء اھ **اقول** لا فائدۃ لقولہ جوازہ
بالنص فان النص لیس تعبدیا کما یفیدہ اٰخر کلامہ ولو کان کذالم یجیزوہ لصلاۃ الجنازۃ والعید
فان النص انما ورد فی المریض والمسافر اما التعلیل **فاقول** اما تجیزونہ لبعد الماء میلا ولو فی
جہۃ مسیرہ فانی فیہ تضاعف الفوائت **وایضا** خوف التضاعف ان کان ففی الاسفار البعیدۃ
ولیس السفر فی الکریمۃ سفر القصر بل یشمل من خرج من المصر ولو لاحتطاب او احتشاش او طلب دابۃ
کما افادہ فی الخانیۃ والمنیۃ وقال فی الھدایۃ والعنایۃ جواز التیمم لمن کان خارج المصر وان لم یکن
مسافرا اذا کان بینہ وبین الماء میل اھ وقد نقلتم عن الخانیۃ ان قلیل السفر وکثیرہ سواء فی التیمم
والصلاۃ علی الدابۃ خارج المصر انما الفرق بین القلیل والکثیر فی ثلثۃ فی قصر الصلاۃ والافطار
ومسح الخفین اھ واذا ثبت ذلک ثبت ان لیس تشریعہ الا لاحراز الوقت **وثانیا** التقصیر جاء من
قبلہ فلا یوجب الترخیص علیہ اھ فتح **اقول** تقریرہ سلمنا ان التیمم لحفظ الوقت لکن انما
یستحقہ من لیس ضیق الوقت من قبلہ کمن خاف عدوا او مرضا فانہ ان ینتظر یذھب الوقت
من دون تفریط منہ فرخص لہ الشرع فی التیمم کیلا یفوتہ الوقت اما ھذا فقد قصر واخر بنفسہ
حتی ضاق الوقت عن الطھارۃ والصلاۃ فلا یستحق الترفیہ بالترخیص **وردہ** فی الفتح بانہ انما
یتم اذا اخر لا لعذر اھ **اقول** ای مع ان الحکم عام عند الفریقین وکیف یقال جاء التقصیر
من قبلہ فیمن نام فما استیقظ الا وقد ضاق الوقت عن الطھارۃ بالماء واداء الفرض وھذا نبینا
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قائلا لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ رواہ مسلم عن ابی قتادۃ
رضی اللہ تعالٰی عنہ وکذا من نسی صلاۃ ولم یتذکر الا عند ضیق الوقت وقد رفع عن امتہ صلی
اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخطأ والنسیان فلا تقصیر من ناس بل **اقول ثالثا** الرخص الالٰھیۃ
مباحۃ عندنا للمطیع والعاصی فمن سافر لمعصیۃ حل لہ الفطر بل وجب علیہ القصر ومن اجنب
بالزنا والعیاذ باللہ تعالٰی ولم یجد ماء جاز لہ التیمم بل افترض علیہ ثم رأیت تلمیذہ المحقق الحلبی
فی الحلیۃ نقل کلامہ وایدہ وبحث فی التاخیر بلا عذر بعین ما بحثت وللہ الحمد قال لکن المذھب ان
المطیع والعاصی فی الرخص سواء اھ وافاد فائدۃ اخری فقال لو قیل تاخیرہ الی ھذا الحد عذر رجاء

من قبل غیر صاحب الحق لقیل فینبغی ان یقال یتیمم ویصلی ثم یعید بالوضوء کمن لم یقدر علی الوضوء من قبل العباد ام اقول[٢٣٩٢] ھذا لامدخل لہ فی البحث من قبل احد من الفریقین فلیس لاحدھما ان یبدی بہ او یعید اما ائمتنا فلانہم لایقولون بالتیمم واما زفر فلانہ لایقول بالاعادۃ[٢٣٩٣] بل کان حقہما ان یقرر ھکذا لیکون مثلثا لما فی الفتح ان غایۃ ما قلتم ان التقصیر من قبلہ ان تأمروہ بالتیمم ثم الاعادۃ کما ھو حکم کل عذر جاء من قبل العباد لا ان تحجروا علیہ التیمم رأسا وثانیھا ھذہ صلاۃ الخوف ما شرعت الا لحفظ الوقت واجاب عنہ فی البحر بان صلاۃ الخوف للخوف دون خوف الفوت اھ اقول[٢٣٩٤] سبحٰن اللہ ما کان الخوف لیوجب الاتیان بہا فی الوقت مع ارتکاب المنافی بل کانوا بسبیل من تأخیرھا الی ان یطمئنوا کما قلتم فی بحرکم فی عدۃ فروع منہا ازدحم جمع علی بئر لایمکن الاستقاء منہا الا بالمناوبۃ لضیق الموقف او لاتحاد آلۃ الاستقاء ونحو ذلک وعلم انہا لاتصیر الیہ الا بعد خروج الوقت یصبر عندنا لیتوضأ بعد الوقت وعند زفر یتیمم ومنہا جمع من العراۃ لیس معہم الا ثوب یتناوبونہ وعلم ان النوبۃ لاتصل الیہ الا بعد الوقت فانہ یصبر ولا یصلی عاریا ومنہا اجتمعوا فی سفینۃ او بیت ضیق ولیس ھناک موضع یسع ان یصلی قائما لایصلی قاعدا بل یصبر ویصلی قائما بعد الوقت ومنہا معہ ثوب نجس وماء لغسلہ ولکن لو غسلہ خرج الوقت لزم غسلہ وان خرج ومنہا کذا لو کان مریضا عاجزا عن القیام واستعمال الماء فی الوقت ویغلب علی ظنہ القدرۃ بعدہ اھ ای یؤخر ولا یصلی فی الوقت ومنہا وعد صاحبہ ان یعطیہ الاناء فرع علیہ محمد انہ ینتظر وان خرج الوقت لان الظاھر الوفاء بالعھد افکان قادرا علی الاستعمال ظاھرا ومنہا کذا اذا وعد الکاسی العاری ان یعطیہ الثوب اذا فرغ من صلاتہ لم تجزہ الصلاۃ عریانا لما قلنا نقلتم ھذین عن البدائع والبواقی عن التوشیح ولکن المولی سبحٰنہ وتعالی لم یرض لہم بتفویتہا عن وقتہا وشرع لہم صلاۃ الخوف فما کان الا لحفظ الوقت ثم اقول[٢٣٩٥] الفرعان الاخیران عن محمد والیہ عزاھما فی البدائع والحکم فیہما عند امامنا رضی اللہ تعالی عنہ انہ یصلی فی الوقت متیمما او عاریا لان القدرۃ علی ما سوی الماء لاتثبت عندہ بالاباحۃ کما سیأتی اقول[٢٣٩٦] وھذا ایضا من مؤیدات زفر اذ لولا حفظ الوقت لامر بالتاخیر لاسیما مع الوعد فھذا ثالث دلائلہ ورابعہا اما الفرع الخامس السادس فاقول[٢٣٩٧] لا اری ان یکون المذھب فیہ الامر بتفویت الصلاۃ کیف وان الطاعۃ بحسب الاستطاعۃ قال ربنا تبارک وتعالی فاتقوا اللہ

ما استطعتم ولا ينظر فيها الا الى الحالة الراهنة الا ترى ان راجى الماء اخر الوقت ليس عليه التاخير بل له ان يصلى الأن متيمما وقد قال فى الدر امره الطبيب بالاستلقاء لبزغ الماء من عينه صلى بالايماء لان حرمة الاعضاء كحرمة النفس ام ومعلوم ان الطبيب لا يأمره بالسكون الامدة قليلة وربما لا تزيد على يوم وليلة فامروا ان يؤمى لا ان يؤخر فهذه الفروع الاربعة الجواب الصواب فيها على مذهب امامنا رضى الله تعالى عنه انه يصلى كما قدر فى الوقت ولا يعيد اما الفروع الاربعة الاول **فاقول** كذا الحكم فيها بيد انه يعيد اما الحكم فلما قدمت عن الحلية والغنية عن شمس الائمة انه لا فرق فى تلك الفروع وان الرواية فى احدها رواية فى سائرها وقد كان هناك اعنى فرع شمس الائمة التلبس بالنجاسة ولو فى القدمين او الخفين مع ترك الركوع والسجود وليس فى هذا الفرع الرابع الا التلبس بنجس واما الاعادة فلما علمت من مراعاة اصل المذهب مع ما فى الفروع الثلثة الاول من صورة المنع من جهة العباد والله تعالى اعلم بسبيل الرشاد **وخامسا** تجيزونه خوف فوت صلاة الجنازة وصلاة العيد فكذا خوف فوت الوقت **واجاب** البحر بان فضيلة الوقت والاداء وصف للمؤدى تابع له غير مقصود لذاته بخلاف صلاة الجنازة والعيد فانها اصل فيكون فواتها فوات اصل مقصود اھ هذا تمام سعيه رحمه الله تعالى ورحمنا به وقد اقره على كله فى المنحة **اقول اولا** كون شئ وصفا فى شئ لا يوجب كونه غير مقصود بالذات كوصف الايمان فى رقبة كفارة القتل بل قد يكون الوصف هو المقصود كالاسامة فى نصاب الزكوة **وثانيا** نحن نعلم قطعا ان المولى سبحنه وتعالى كما امرنا بالصلاة امرنا بايقاعها فى وقتها وحرم اخراجها عنه لا لعذر فالكل مقصود عينا قال سبحنه اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا وقال عز وجل حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وقال تعالى فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ وهم الذين يؤخرونها حتى يخرج وقتها سماهم مصلين وجعل لهم الويل لاخراجهم اياها عن وقتها فكان الوقت مقصودا عينا **وثالثا** لم يسلم ان محافظة الوقت فرض عين والجنازة فرض كفاية وصلاة العيد ليست فريضة اصلا والفرض ولو مقصودا لغيره اهم واعظم مما دونه ولو مقصودا لذاته الا ترى ان لو ضاق الوقت عن الواجبات وجب اسقاطها والاقتصار على الفرض لايقاعه فى الوقت واذ الامر هكذا فاذ اجاز التيمم لخوف فوت الادنى كيف لا يجوز للاعلى لاسيما وقد سقط فرض الجنازة بصلاة غيره **ورابعا** قد قلتم بالتيمم لخوف فوت السنن وما هن اصول انما شرعت

مكملات للاصول وعلى التسليم فاين التحفظ على فريضة الوقت من التحفظ على سنة **وخامسا** قد سلمتم ان الفائتة لاالى خلف يجوز له التيمم ولاشك ان الطلب الالٰهى منتهض على ايقاع الفريضة فی وقتها كانتهاضه على نفس ايقاعها وهذا لاخلف له وان كانت الصلاة لها خلف فهذا مقصود الدليل ولايمسه الجواب **وسادسها كما اقول** اجمع ائمتنا رضى الله تعالى عنهم ان الجنب الخائف من البرد خارج المصر يتيمم كما فی الهداية وعامة الكتب وقد تقدم عن الحلية والبدائع والبحر والاسبيجابی والتمرتاشی ومعلوم ان الخوف ربما كان فی الصبح اذا اصبح جنبا فی ليلة باردة ويزول بعد ارتفاع الشمس ولم يأمروه بالتاخير بل اباحوا له التيمم فما هو الا لحفظ الوقت **وسابعها كما اقول** ابا حوه لخوف عدو ولص وسبع وحية ونار ومعلوم ان كثيرا من هذه لايلبث الا قليلا فالنار تنطفی او تمر فی ساعة او ساعتين ولم يقولوا يصبرون لن خرج الوقت **فان** اجبت كما خطر بالی ان التيمم ليس لحفظ الوقت وانما هو لدفع الضرر والحرج حيث كان وفی البرد والنار وامثالها ضرر وفی بعده ميلا حرج فتحقق المناط لانه اذا ادرك الوقت فاراد الصلاة لاينهی عنها ولاينظر الا الی حالته الواهنة وهو فيها متضرر او متحرج بالوضوء او الغسل فابيح له التيمم **اقول** هل يختص الحرج و الضرر بما يصيب بدنه وماله ام يعم مايستضر به فی دينه على الاول لم ابحتم لخوف فوت جنازة وعيد وعلى الثانی ان كان عليه ضرر فی دينه لفوت فرض كفاية مع انها قد اقيمت وواجب بل وسنة لاالی بدل اذ لابراءة لعهدته عن هذه المطالبة الشرعية الا بالتيمم فضرر اعظم واشد منه فی فوت الفريضة عن وقتها ولابراءة لعهدته عن هذه المطالبة الشرعية العظمى اعنی الاتيان بها فی وقتها الا بالتيمم فيجب ان يباح هذا ما عندی فاستنار بحمد الله تعالى ما جنح اليه المحقق واتباعه من قوة دليل زفر بل دليل ائمتنا جميعا فی الرواية الاخرى وكيفما كان لاينزل من ان يؤخذ به تحفظا على فريضة الوقت ثم يؤمر بالاعادة عملا بالرواية المشهورة فی المذهب لاجرم ان قال فی الغنية بعد ايراد ما قدمنا عن شمس الائمة وحينئذ فالاحتياط ان يصلی بالتيمم فی الوقت ثم يتوضؤ ويعيد ليخرج عن العهدة بيقين اھ وقد نقل كلامه هذا فی الدر واقره هو والسادة الاربعة محشوه ح ط ش وابو السعود وقال الشامی هذا قول متوسط بين القولين وفيه الخروج عن العهدة بيقين فلذا اقره الشارح فينبغی العمل به احتياطا ولاسيما وكلام ابن الهمام يميل الى ترجيح قول زفر بل قد علمت انه رواية عن مشايخنا الثلثة

رضی اللہ تعالٰی عنہم ونظیر ھذا مسألۃ الضیف الذی خاف ریبۃ فانہم قالوا یصلی ثم یعید اھ وانما اطنبنا الکلام ھھنا لما رأینا بعض العلماء تعجب حین افتیت بہ فی مجلس جمعنا وباللہ التوفیق والوصول الی ذری التحقیق والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی وسلم علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین (۸۹) کوئیں پر ہجوم ہے جگہ تنگ ہے یا ڈول ایک ہی ہے لوگ نوبت بنوبت پانی بھرتے وضو کرتے ہیں اور یہ دُور ہے کہ اس تک باری اُس وقت پہنچے گی جب نماز کا وقت جاتا رہیگا آخر وقت کے قریب تک انتظار کرے جب دیکھے کہ وقت نکل جائیگا تیمم کرکے پڑھ لے پھر اعادہ کرے (۹۰) کسی نے پانی بھرنے کیلیے ڈول یا رسّی دینے کا وعدہ کیا ہے انتظار کرے تیمم سے پڑھ لے یہ دونوں مسئلے ابھی گزرے **اقول**[۲۴۱/۱] اور اب اعادہ کی بھی حاجت نہیں کہ یہاں حکم تیمم خود مذہب صاحب مذہب ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ ہاں بہ لحاظ مذہب صاحبین اعادہ اولٰی ہے درمختار میں تھا یجب طلب الدلو والرشاء وکذا الانتظار لو قال لہ حتی استقی وان خرج الوقت اسیر ردالمحتار میں ہے ای یجب انتظارہ للدلو اذا قال الخ لکن ھذا قولہما وعندہ لا یجب بل یستحب ان ینتظر الی اٰخر الوقت فان خاف فوت الوقت تیمم وصلی وعلٰی ھذا لو کان مع رفیقہ ثوب وھو عریان فقال انتظر حتی اصلی وادفعہ الیک واجمعوا انہ اذا قال ابحت لک مالی لتحج بہ انہ لا یجب علیہ الحج واجمعوا انہ فی الماء ینتظر وان خرج الوقت ومنشؤ الخلاف ان القدرۃ علی ما سوی الماء ھل تثبت بالاباحۃ فعندہ لا وعندھما نعم کذا فی الفیض والفتح والتاترخانیۃ وغیرھا (**قلت**) اے کالخانیۃ والخلاصۃ وغیرھما) وجزم فی المنیۃ بقول الامام وظاہر کلامہم ترجیحہ (**اقول**[۲۴۱/۲] لو سکتنا لکان لہ الترجیح لان کلام الامام امام الکلام کما حققناہ فی لعلی الاعلام) وفی الحلیۃ والفرق للامام ان الاصل فی الماء الاباحۃ والحظر فیہ عارض فیتعلق الوجوب بالقدرۃ الثابتۃ بالاباحۃ ولا کذلک ملسواہ فلا یثبت الا بملک کما فی البحر اھ فتنبہ اھ ما فی الشامی **اقول**[۲۴۱/۳] بل فی الماء فوق ذلک فانہ اوجب فیہ الانتظار وان خرج الوقت بمجرد الوعد والوعد غیر الاباحۃ واللہ تعالٰی اعلم (۹۱) کسی نے پانی دینے کا وعدہ کیا ہے یہاں بھی جب وقت جاتا دیکھے تیمم سے پڑھ لے پھر پانی مل جائے تو وضو سے دوبارہ پڑھے لان فیہ المشی علی قول زفر علی خلاف قول الائمۃ الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم کما علمت آنفا **اقول**[۲۴۱/۴] ظاہراً اس صورت میں اگر وہ اسکے نماز پڑھتے میں پانی لے آیا تیمم نہ جائیگا نماز پوری کرے جبکہ جانے کہ وضو کرنے سے نماز وقت پر نہ ملیگی لانہ کان واجد الماء قبل ھذا ظاہر الکلام عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی وانما ساغ لہ التیمم لضیق الوقت

عن استعماله ولم یتبدل هذا السبب فلا ینتقض التیمم بخلاف صورة افادها فی الدر اذ قال لوتیمم لعدم الماء ثم مرض مرضا یبیح التیمم (ای وقد وجد الماء بعد کما بینه ش) لم یصل بذلک التیمم لان اختلاف اسباب الرخصة یمنع الاحتساب بالرخصة الاولی وتصیر الاولی کأن لم تکن جامع الفصولین فلیحفظ اھ وفیه کلام اورده ش وقد اجبنا عنه فیما علقنا علیه لاباس بایراده تتمیما للفائدة قال رحمه اللہ تعالٰی اقول لکن یشکل علیه مافی البدائع لومر المتیمم علی ماء لایستطیع النزول الیه لخوف عدو او سبع لاینتقض تیممه کذا ذکره محمد بن مقاتل الرازی وقال هذا قیاس قول اصحابنا لانه غیر واجد للماء معنی فکان ملحقا بالعدم اھ ومثله فی المنیة اذ لایخفی ان خوف العدو سبب اخر غیر الذی ابیح له التیمم اولا فان الظاهر فی فرض المسألة انه تیمم اولا لفقد الماء اللھم الا ان یجاب بان السبب الاول هنا باق وفیه بحث فلیتأمل اھ وکتبت ثم البحث فی منهیته انه اذا تیمم اولا لبعده عن الماء فهو فاقد له حقیقة وخوف العدو فقد معنی فالحقیقی قد زال واعقبه المعنوی فلافرق بینه وبین المرض اذا وجد بعد الفقد الحقیقی اھ وکتبت علیه مانصه **اقول** رحمک اللہ تعالٰی ورحمنا بک الاعدام ثلثة عدم الشیئ فی نفسه وعدم فی مکان وعدم فی حق المکلف والماء لاینعدم بالمعنی الاول الا اذا انعدم من الدنیا ولایکون ذلک قبل یوم القیمة وانما ینعدم عن مکان فی حق المکلف وذلک بان لایکون حیث هو مع لحوق الحرج فی الوصول الیه وهذا هو معنی عدمه الشرعی المذکور فی باب التیمم اما اذا کان بید او لاحرج علیه فی الوصول الیه فهو غیر معدوم فی حقه قال فی الهدایة المیل هو المختار فی المقدار لانه یلحقه الحرج بدخول المصر والماء معدوم حقیقة اھ قال فی العنایة تقریره ان المنصوص علیه کون الماء معدوما وهٰهنا (ای فی مکان المکلف الاٰن) معدوم حقیقة لکن نعلم بیقین ان عدمه مع القدرة علیه لیس بمجوز للتیمم والالجاز لمن سکن بشاطئ البحر عدم الماء من بیته فجعلنا الحد الفاصل بین البعد والقرب لحوق الحرج لان الطاعة بحسب الطاقة قال اللہ تعالٰی وما جعل علیکم فی الدین من حرج اھ ولاشک ان الماء اذا کان علیه عدو او لص او سبع فالمعنی باق وبعینه اذ لیس الماء فی مکان المکلف فهو معدوم حیث هو حقیقة وفی وصوله الیه حرج فتحقق الامران اللذان علیهما یدور العدم الشرعی المذکور هنا ولا نظر فیه الی کونه بعیدا عن النظر او بمرأی منه او بعیدا بعدا معینا او اقرب منه وانما المناط لحوق الحرج فی الوصول الیه بل هو الفاصل ههنا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بين القرب والبعد كما سمعت انفا فثبت العدم الشرعي ولم يتبدل السبب وان تبدل سبب السبب اعني سبب الحرج في الوصول اليه كما اذا كان عنده عدوه يخاف منه على نفسه ولم يبرح حتى ورده لص يخاف منه على ماله وذهب العدو فلا يتوهم احد انه تبدل السبب بخلاف حدوث المرض مع وجود الماء عنده فان الماء ليس معدوما فيه شرعا بالمعنى المذكور بل اما موجود في نفس مكانه كما اذا كان بيده او لا حرج عليه في الوصول اليه كما اذا كان في بيته انما الحرج في استعماله فقد تبدل السبب اما قول ابن مقاتل انه غير واجد للماء معنى فكان ملحقا بالعدم **فاقول** اراد به العدم الحسي دون الشرعي بالمعنى المذكور ولا شك ان الماء موجود ههنا بحضرته وان لم يكن في قبضته فهو واجد له حسا غير واجد له بمعنى القدرة عليه وعدم الحرج في وصوله اليه فكان ملحقا بالعدم الحسي ومعدوما بالعدم الشرعي بالمعنى المذكور هكذا ينبغي ان تفهم كلمات العلماء الكرام، والحمد لله ولي الانعام، وعلى نبينا واله الصلاة والسلام۔ (۹۲) پانی کوٹھری میں رکھا ہے اندھیرا سخت ہوجاتے ہوئے خوف ہو اور دیا سلائی وغیرہ پاس نہیں اور اوجالے کا انتظار کرتا ہے تو وقت جاتا ہے (**اقول** یوں کہ نماز عشا ہے یا مثلاً وقت صبح اور اندھیرا ابر کثیف کا ہے) تو تیمم کرکے پڑھ لے پھر اعادہ کرے وقد تقدم نقله عن الحلية والبحر **اقول** ولما ذكرنا قالوه من كونه على سطح لان المراد به ان لا يكون حيث الماء وكذا قولهم ليلا بل عممت مثل وقت الصبح لان المناط الخوف في الظلمة وزدت الاعادة لما علمت مرارا (۹۳) **اقول** یوہیں اگر اندھیری رات یا صبح کو بدلی ایسی کالی شدید محیط یا سیاہ آندھی چل چکی اور اُسکی تاریکی پھیلی ہے اگرچہ کوئی وقت ہو اور ان سب صورتوں میں ظلمت اتنی ہے کہ کوئیں تک راہ نظر نہیں آتی اور یہ روشنی پر قادر نہیں اور انتظار میں وقت جاتا ہے تیمم کرکے پڑھ لے اور اعادہ کرے۔ ایسی سیاہی کو علمانے جماعت میں عذر گنا ہے کما فی التبیین والھندیۃ ویأتی عن الدر رحمہم انما قالوا ظلمة شديدة فقال ش الظاهر ان المراد كونه لا يبصر طريقه الى المسجد فيكون كالاعمى اھ **اقول** وهو ظاهر فان مجرد لحوق مشقة ما لو كان عذرا مسقطا لسقطت تكاليف الشريعة عن اخرها وقال في الفتح لو قدر على القيام لكن يخاف بسببه ابطاء برء او كان يجد الما شديدا اجازله تركه فان لحقه نوع مشقة لم يجز اھ ومثله في الكافي وغيره وفي الخانية من لا يقدر على الوضوء الا بمشقة لا يباح له التيمم اھ قال ش والظاهر انه لا يكلف الى الايقاد نحو سراج وان امكنه ذلك اھ **اقول** كأنه اخذه من قولهم في تطهير الانجاس لا يضر بقاء اثر كلون.

وريح لازم فلا يكلف فى ازالته الى ماء حار او صابون ونحوه ام دُر. حار اى مسخن. ونحوه كحرض واشنان ام ش وههنا مسألتان مسألة الجماعة ومسألة التيمم الذى نحن فيها اما الاولى فاقول الظاهر فيها عندى البناء على التيسر فمن عنده فانوس متقد ويقدر على الخروج به الى المسجد اوكان متقدا والان اطفأه وفيه دهن وعنده كبريت فلا مشقة تلحق فى ايقاده والخروج به نعم من ليس عنده اوله واحد وفى البيت العيال ان خرج به تعسر عليهم الاعمال او ما تظلمة الليل للاطفال او امرأة وحدها مالها مونس فى الحال فهذا لا يؤمر بان يحصل الان فانوسا بشراء او سؤال وقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم بشر المشائين فى الظلم الى المساجد بالنور التام يوم القيمة اخرجه ابوداود والترمذى بسند صحيح عن بريدة وابن ماجة والحاكم عن انس وسهل بن سعد رضى الله تعالى عنهم واتى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم رجل اعمى فقال يا رسول الله ليس لى قائد يقودنى الى المسجد فسأل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان يرخص له فيصلى فى بيته فرخص له فلما ولى دعاه فقال هل تسمع النداء بالصلاة قال نعم قال فاجب رواه مسلم عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه اقول حكم اولا بالرخصة وهى الحكم العام ثم ارشد الى العزيمة ولابى داود والنسائى عن عبد الله بن ام مكتوم رضى الله تعالى عنهما انه قال يارسول الله ان المدينة كثيرة الهوام والسباع فهل تجد لى من رخصة قال هل تسمع حى على الصلاة حى على الفلاح قال نعم قال فحيهلا اقول لم يجبه صلى الله تعالى عليه وسلم بالنفى بل بدأ بسؤال لم يرشد الى العزيمة فاذا كانت نفس الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم متشوقة الى حضور الجماعة الى هذه الغاية فكيف يقال تسقط عنه الجماعة بظلمة الليل وان كان ايقاده نحو فانوس وخروجه به متيسرا بلا كلفة اصلا ومسألة النجاسة انما امرنا فيها بالتطهير بالماء وقد حصل وما يشق زواله عفو والعفو لا يتكلف فى ازالته واما الثانية فاقول يبنى الامر فيها على الامكان لما علمنا ان قليل المشقة لا يكون عذرا فيه مالم تشتد وتبلغ حد الحرج والضرر ولذا لم يبيحوا للمحدث التيمم لاجل البرد كما فى الخانية والخلاصة والمصفى والبحر والنهر وغيرها وقد اوجبوا فيه على الجنب دخول الحمام باجرة او تسخين الماء ان قدر فى الهندية يجوز التيمم اذا خاف الجنب اذا اغتسل ان يقتله البرد او يمرضه والخلاف فيما اذا لم يجد ما يدخل به الحمام فان وجد لم يجز اجماعا وفيما اذا لم يقدر على

https://www.facebook.com/darahlesunnat

تسخین الماء فان قدر لم یجز هکذا فی السراج الوهاج اھ فاتضح ماذکرته فی تصویر المسألة (۹۴ تا ۹۶)
اقول[۲۴۳۴] بدستور اگر روشنی کا سامان بقیمت ملتا ہو اور اسکے پاس حاجت سے زائد قدر قیمت موجود ہو یا بیچنے والا اُدھار پر راضی اور قیمت مثل یا زیادت فاحشہ نہیں خریدنا واجب ورنہ تیمم کرے (۹۷) اقول[۲۴۳۵] مسئلہ نمبر ۹ سے دو فائدے اور حاصل ہوئے ایک یہ کہ اگر مسافر جنگل میں اُترا اور اندھیری رات ہو اور کوئیں تک جانے میں خوف ہے تیمم کرے کہ جب گھر میں تیمم کی اجازت دی تو جنگل میں بدرجہ اولٰی (۹۸ تا ۱۰۲) اقول[۲۴۳۶] دوم یہ کہ نمبر ۲ تا ۱۲ میں کہ پانی پر درندے سانپ آگ یا رہزن یا دشمن یا فاسق یا قرضخواہ کا ہونا مذکور ہوا اگر ان اشیا کا فی الحال وہاں ہونا معلوم نہیں مگر صحیح اندیشہ ہو جب بھی اجازت تیمم ہو کہ ظلمت شب میں کوٹھری میں جاتے ہوئے اُسی ظنّہ سے خوف ہو نہ شی معلوم التحقق سے (۱۰۳ تا ۱۱۱) دشمن و فاسق و قرضخواہ کی ہر صورت میں بدستور وہی تین تین صورتیں ہونگی کہ اجرت پر لادینے والا زیادہ مانگتا ہو یا اُدھار پر راضی نہیں یا یہ دے ہی نہیں سکتا تو تیمم کرے (۱۱۲ تا ۱۱۵) اقول[۲۴۳۸] یونہی اگر رات کو جنگل میں ہو اور گود میں بچہ اور اُسے پانی تک لیجانے میں بھیڑیے کا اندیشہ اور کوئی ایسا نہیں کہ پانی لادے یا جسکے پاس بچہ کو چھوڑ جائے یا ہو اور زیادہ اجرت کا طالب یا یہ دے نہیں سکتا یا مال او رجگہ ہو اور وہ اُدھار پر راضی نہیں ان صورتوں میں بھی تیمم کرے مرد ہو خواہ عورت (۱۱۶ و ۱۱۷) سخت تپتے کی دھوپ پڑ رہی ہو یا شدت کی ٹھنڈ ہے یا لاگر رہا ہو ان عذروں کے سبب پانی لینے کو جانا واقعی سخت دشوار اور ناقابل برداشت تکلیف کا باعث ہو اور انتظار میں وقت جاتا ہو تیمم سے پڑھکر وضو سے اعادہ کرے کما سیأتی (۱۱۸ تا ۱۲۲) اقول[۲۴۳۹] یونہی اگر ہولناک آندھی چل رہی ہو خصوصاً رات میں یا معاذ اللہ زلزلہ ہے یا عیاذاً باللہ بجلی تڑپ تڑپ کر گر رہی ہو یا کثرت سے اولے پڑ رہے ہیں یا کیچڑ اندھیں بشدت ہو کہ یہ سب جماعت تو جماعت خود فرض جمعہ میں عذر ہیں تو اسی طرح تیمم کے لیے بھی اور حکم اعادہ بدستور۔ درمختار باب الامامۃ میں ہو لاتجب علی من حال بینہ وبینھا مطر وطین وبرد شدید وظلمۃ کذلک وریح لیلا لانھارا ردالمحتار میں ہو وانما کان عذرا لیلا فقط لعظم مشقتہ فیہ دون النھار اھ اقول[۲۴۴۰] وانت تعلم ان علی شق الاذیۃ المدار فان تثبت نھارا ثبت الرخصۃ ولم تثبت لیلا لم تثبت اُسیکے باب الجمعہ میں بے شرط لافتراضھا عدم مطر شدید ووحل وثلج ونحوھا ردالمحتار میں ہو ای کبرد شدید کما قدمناہ فی باب الامامۃ اھ اقول[۲۴۴۱] بل قدمہ کما رأیت الآن وشمل قولہ نحوھما ما زدت من زلزلۃ وصاعقۃ والعیاذ باللہ تعالٰی بل بالاولی کما لایخفی (۱۲۳) جسطرح شدت کا مینہ جمعہ و جماعت میں

عذر ہے کما تقدم عن الدرر یوہیں جمع العلوم و مبتغی و مجتبی و کفایہ و قنیہ و حلیہ و بحر و ہندیہ وغیرہا میں اُسے تیمم کیلیے بھی عذر گنا کما قدمنا ففی الحلیۃ والبحر عز المبتغی بالغین المعجمۃ من کان فی کلۃ جاز تیممہ لخوف البق او مطر او حر شدید الخ **قلت** ورأیتہ فی بعض الکتب بزیادۃ او برد وکان ترکھم من باب الاکتفاء کما قال فی جامع الرموز عند قولہ لبعدہ میلا او مرض او برد تخصیص البرد من قبیل الاکتفاء فان الحر الشدید مبیح للتیمم ام وعزاہ للزاہدی **اقول** مگر یہ بظاہر بہت عجیب ہے کہ پانی کا وجود تیمم کا موجب ہو شدت کے مینھ میں وضو و غسل سب کچھ ہو سکتا ہے خود مینھ سے یا پرنالے سے یا کسی برتن میں پانی لیکر وانا **اقول** وباللہ التوفیق اسکی ایک ظاہر صورت یہ ہے کہ وضو کرنا ہے اور سر پر دیر تک پانی گرنا مثلاً بوجہ ضعف دماغ مضر ہے اور چھتری یا چادر وغیرہ نہیں جس سے سر کو پانی سے بچا سکے نہ چھجّے کا کوئی پرنالہ چل رہا ہے کہ چھجّے کے نیچے کھڑا ہو کر اُس سے وضو کرے یا ہوا سے پانی کی دھاریں اسی طرف آرہی ہیں کہ چھجّا حاجب نہ ہوگا نہ خادم غلام لڑکا کوئی ایسا ہے کہ پانی لیکر اسے دیدے نہ کوئی برتن کہ اُسے کسی پرنالے کے نیچے رکھدے یا پرنالہ ہی نہیں اور مینھ میں رکھے تو پانی قابل وضو اتنی دیر میں جمع ہو کر وقت نکل جائے غرض وضو کی کوئی صورت نہیں سوا اسکے کہ مینھ میں کھڑا ہو کر اعضائے وضو دھوئے اور اتنی دیر تک پانی سر پر لے اور یہ اُسے مضر ہے تو یہاں مینھ کا وجود ہی وضو سے مانع ہوا ورنہ وضو مضر تھا (۱۲۴) **اقول** دوسری دقیق صورت یہ ہے کہ وضو کرنا یا نہانا ہے اور پانی اصلاً مضر نہیں مگر اور طریقے مسدود ہیں سوا اسکے کہ مینھ میں کھڑا ہو کر وضو یا غسل کرے اور کوئی خلوت کا مکان نہیں کہ کپڑے اُتار کر طہارت کرے مثلاً سفر میں ہمراہ ہے اور کپڑے باریک ہیں کہ پانی میں بھیگ کر بے ستری ہوگی اور باندھنے کو کوئی دبیز رنگین تہ بند نہیں تو مستصفٰی حلیہ و غنیہ مذکور نمبر ۴۵ پر مطلقاً تیمم کا حکم ہوگا اور اگر وقت اتنا نہیں کہ ان بھیگے کپڑوں کو نچوڑ کر خشک کرکے پہننے تک باقی رہے تو دوسرے قول پر بھی صحیح عذر موجود ہے کہ اب خود نماز میں بے ستری ہوگی لہذا تیمم کرے پھر پانی سے طہارت کرکے اعادہ (۱۲۵ تا ۱۳۰) **اقول** ان دونوں صورتوں میں حسبِ دستور تین تین صورتیں اور نکلیں گی کہ پانی دینے والا اُجرت چاہتا ہے یا برتن یا تہ بند کرایہ پر ملتا ہے اور یہ مفلس ہے یا وہ اُدھار پر راضی نہیں یا اجرت مثل سے بہت زائد مانگتا ہے (۱۳۱ تا ۱۳۵) **اقول** پہاڑ سے لگاتار پانی جھر رہا ہے مگر خفیف نہ دھار بندھے اور ریت میں جذب ہوتا جاتا ہے اسکے پاس کوئی کپڑا ایسا نہیں نہ مول ملتا ہے جسے گزرگاہ آب پر پھیلا کر اُسے اعضا پر نچوڑ کر یا کسی برتن میں جمع کرکے وضو کرے یا خریدنے کو دام نہیں یا دوسری جگہ ہیں اور وہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ادھار نہیں دیتا یا قیمت سے بہت زیادہ مانگتا ہے یا کپڑا موجود ہے مگر اُسے یوں بھگونے نچوڑنے میں ایک درم یا زیادہ کا نقصان ہے پانچوں صورتوں میں تیمم کرے (۱۳۶) انھیں عبارات میں گزرا کہ اگر مچھروں کے خوف سے مسہری کے اندر پردے چھوٹے ہوئے ہیں اور وقت جاتا ہے تیمم سے پڑھ لے یعنی پھر اعادہ کرے اقول مچھر پسّو سے ایسی اذیت جسکے خوف کے باعث ترک وضو وغسل کی اجازت ہو بعید ہے ہاں ڈانس کی ایذا شدید ہے (۱۳۷) اقول یوہیں اگر پانی کے پاس مہال چھتری ہوئی ہے اور انتظار میں خوف فوتِ وقت ہے وھو داخل فی معنی ما نصوا علیہ من خوف سبع وحیۃ وان لم یدخل فی لفظہ وکذا صاحبہ السابق (۱۳۸ تا ۱۴۱) اقول جو پانی تک نہ جاسکتا ہو مثلاً لنجھا یا اپاہج یا پاؤں کٹا ہوا یا مفلوج یا مریض یا نقیہ یا نہایت بوڑھا کہ چل نہیں سکتے یا اندھا جسے اٹکل نہیں یا پاؤں کو ٹھوکر یا کمر وغیرہ کے درد کے باعث چلنے سے معذور اُنکے پاس اگر نوکر یا غلام یا بیٹا پوتا کوئی ایسا نہیں جسپر انکی خدمت لازم ہو یا ایسا کہ انکے کہنے سے لادے نہ اُجرت پر لانے والا آیا اجیر ہے مگر یہ اجرت پر قادر نہیں یا قادر ہے مگر مال دوسری جگہ ہے اور وہ اُدھار پر راضی نہیں یا اجرت مثل سے بہت زیادہ مانگتا ہے تیمم کرے اور اعادہ نہیں علماء نے ان معذوروں کا ذکر جمیع جماعت میں فرمایا ہے وقیدت الاعمی بمن لا یھتدی تبعا للمحقق العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالی اقول وزدت النقیہ وھو غیر المریض والاعشی ومن بہ وجع خاصرۃ او غیرھا لا یستطیع معہ المشی بل ھو داخل فی عدم المقعد علی احد تفسیریہ انہ الذی لا حراک بہ من داء فی جسدہ کان الداء اقعدہ وقیل المقعد المتشنج الاعضاء کما فی المغرب اور اگر پانی تک جا تو سکتا ہے مگر ضعف یا مرض یا ہاتھوں میں درد وغیرہ کے باعث بھر نہیں سکتا تو یہ نمبر ۱۰۲ ہے (۱۴۲) جب کو جنب ہونا یاد نہ رہا مسجد میں چلا گیا اب یاد آیا یا مسجد میں سوتا تھا کہ اُسے حاجت ہوئی یا غیر معتکف اگر اُسے منع ہے اور نہانے کی حاجت ہوئی یہ لوگ نہ مسجد میں چل سکتے ہیں نہ ٹھہر سکتے ہیں نہ مسجد میں غسل ہو سکتا ہے ناچار بصورت عجز ہوئی فوراً تیمم کریں اگرچہ مسجد کی زمین یا دیوار سے اور معاً باہر چلے جائیں اگر جا سکتے ہوں اور اگر باہر جانے میں بدن یا مال پر صحیح اندیشہ ہو تو تیمم کے ساتھ بیٹھے رہیں بیٹھنے کی صورت میں تیمم ضرور واجب ہے وھذا غیر بین ولا مبین اور نکلنے کی صورت میں بہت اکابر اس تیمم کو صرف مستحب بتاتے ہیں اور فوراً بلا تیمم نکل جانا بھی جائز جانتے ہیں اور احوط تیمم ہے اقول ذہن فقیر میں یہاں بعض مہم تفصیلیں ہیں اولاً اس تیمم کے کرنے میں جہاں تک حد امکان پر تعجیل تام کا حکم ہے تو جو صورت جلد سے جلد تیمم ہو جانے کی ہو اُسکا بجا لانا واجب اور ادنیٰ تاخیر ناجائز کہ بضرورت اتنی ہی دیر اسے توقف کی اجازت ہوئی ہے جسمیں تیمم کر سکے ایک لحظہ بھی تیمم کرنے میں تاخیر روا نہیں کہ اتنی دیر بلا ضرورت بحالِ جنابت مسجد میں ٹھہرتا ہوگا اور یہ حرام ہے لہذا اگر اسکے ہاتھ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

پاس مثلاً کوئی مٹی کا برتن رکھا ہو اور دیوار قدم بھر دُور ہو تو واجب کہ اُسی برتن سے فوراً تیمم کرلے اور اگر دیوار قریب اور برتن دُور ہو یا ہو ہی نہیں تو اگر مسجد میں جہاں یہ بیٹھا ہے فرش نہیں تو زمین مسجد و دیوار میں نسبت دیکھی جائیگی اگر دیوار سے متصل ہو کہ صرف ہاتھ بڑھانا ہوگا تو اختیار ہے دیوار سے تیمم کرے یا زمین سے اور اگر دیوار تک کچھ بھی سرکنا ہوگا تو خاص زمین مسجد سے تیمم کرے دیوار تک نہ جائے اور اگر مسجد میں فرش ہو تو دیوار تک پہنچنا یا اُس فرش کا ہٹانا جو جلد ہو سکے وہ کرے **ثانیاً** یہ تیمم مسجد سے نکل جانے کے لیے تھا کہ بحالِ جنابت جس طرح مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے یونہی ہمارے نزدیک اُس میں چلنا بھی حرام ہے اب کہ تیمم کرچکا فوراً نکل جائے اور اگر مسجد میں چند دروازے ہیں تو وہ دروازہ اختیار کرے جو قریب تر ہو اُس نکلنے میں خواہ مسجد سے باہر جاکر اس تیمم سے کسی آیت کی تلاوت نہیں کرسکتا کہ یہ تیمم باوصف قدرتِ آب محض خروج عن المسجد کے لیے تھا ہاں اگر باہر جانے میں جان یا مال یا آبرو کا صحیح اندیشہ ہو تو اسی تیمم سے مسجد میں ٹھہرا رہے مگر نماز و تلاوت نہیں کرسکتا اُن کے لیے دوبارہ اُنکی نیت سے تیمم کرنا ہوگا **ثالثاً** نکلنے کے لیے تیمم کا حکم وجوباً خواہ استحباباً اُس صورت میں ہونا چاہیے جبکہ عین کنارہ مسجد نہ ہو کہ پہلے ہی قدم میں خارج ہو جائیگا جیسے دروازے یا حجرے یا زمین پیشِ حجرہ سے متصل سوتا تھا اور احتلام ہوا یا جنابت یاد نہ رہی اور مسجد میں ایک ہی قدم رکھا تھا ان صورتوں میں فوراً ایک قدم رکھکر باہر ہو جائے کہ اس خروج میں مرور فی المسجد نہ ہوگا اور جبتک تیمم پورا نہ ہو بحالِ جنابت مسجد میں ٹھہرنا رہیگا هذا ما عندی واللّٰہ تعالٰی اعلم فتاوٰی امام قاضیخان میں ہے کان الرجل فی المسجد فغلبہ النوم واحتلم تکلموا فیہ قال بعضھم لایباح لہ الخروج قبل التیمم وقال بعضھم یباح اھ وفی الاختیار شرح المختار ثم الشلبیۃ نام فی المسجد فاجنب قیل لایباح لہ الخروج حتی یتیمم وقیل یباح اھ وفی تبیین الحقائق عن المحیط اصابتہ الجنابۃ فی المسجد قیل لایباح لہ الخروج من غیر تیمم اعتبارا بالدخول وقیل یباح لان فی الخروج تنزیہ المسجد عن النجاسۃ وفی الدخول تلویثہ بھا اھ واحال تمامہ علی الحیض وقال ثم وفی منیۃ المصلی ان احتلم فی المسجد تیمم للخروج اذا لم یخف وان خاف یجلس مع التیمم ولایصلی ولایقرؤ اھ وصحح فی الذخیرۃ ان ھذا التیمم مستحب وظاھر ما قدمناہ فی التیمم عن المحیط انہ واجب ثم الظاھر ان المراد بالخوف الخوف من لحوق ضرر بہ بدنا او مالا کأن یکون لیلا اھ کلامہ وھو برمتہ ماخوذ عن الحلیۃ الا لفظ الظاھر فانہ اورد کلام المحیط وعزا مثلہ للخانیۃ ثم قال وھذا صریح فی ان الخلاف فی الاباحۃ اھ

اقول وھو کما تری لاشبھۃ فیہ فلا ادری لم بدل الصریح بالظاھر وان تبعہ فیہ اخوہ المدقق

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فى النهر ثم ابو السعود على مسكين ثم ط على الدر هذا وقال فى الحلية تحت قول المتن المذكور هذا قول بعض المشايخ والتيمم عند هذا القائل مستحب فى الفصلين كما صرح به فى الذخيرة اھ ثم ذكر ما فى المحيط والخانية وانه صريح فى ان الخلاف فى الاباحة قال ثم الظاهر انها (اى الاباحة) الاشبه كما هو غير خاف عن المتأمل ان شاء الله تعالى فان قلت بل يتعين لما فى الصحيحين عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه قال اقيمت الصلاة وعدلت الصفوف فخرج الينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فلما قام فى مصلاه ذكر انه جنب فقال لنا مكانكم ثم رجع فاغتسل ثم خرج الينا ورأسه يقطر فكبر فصلينا معه فان الظاهر انه صلى الله تعالى عليه وسلم لم يتيمم لخروجه من المسجد والا لحكاه ابو هريرة رضى الله تعالى عنه واذا لم يتيمم له كان الخروج منه بلا تيمم مباحا وهو المطلوب قلت انه صلى الله تعالى عليه وسلم كان مباحا له دخول المسجد والمكث فيه جنبا اھ هذا تمام كلامه رحمه الله تعالى

[٢٧٥٧] **اقول** اولا سبحٰن الله كيف يباح للجنب المكث فى المسجد بلا تيمم وهو حرام اجماعا والخائف ان عجز عن الخروج والاغتسال فهو بسبيل من التيمم والتيمم طهارة صحيحة عند العجز عن الماء فاباحة اللبث فى المسجد جنبا مع القدرة على الطهارة مما تنبو عنه القواعد الشرعية وان جزم به فى التاترخانية ايضا فعنها فى الهندية اذا خاف الجنب او الحائض سبعا او لصا او بردا فلا باس بالمقام فيه والاولى ان يتيمم تعظيما للمسجد اھ بل فى الخانية من موجبات الغسل ثم خزانة المفتين حيث قالا من احتلم فى المسجد ينبغى ان يخرج من ساعته فان كان فى الليل وخاف الخروج يستحب له ان يتيمم اھ نعم الخروج مسرعا بلا تيمم له وجه كما اشار اليه فى المحيط الرضوى ولهذا مشى غير واحد على وجوب التيمم فى المكث وندبه فى الخروج وانما ظاهر ما مر عن خزانة المفتين ندب تركه فى الخروج ففى الدر من احكام الجنب لو احتلم فيه ان خرج مسرعا تيمم ندبا وان مكث لخوف فوجوبا اھ قال ش افاد ذلك فى النهر توفيقا بين اطلاق ما يفيد الوجوب وما يفيد الندب اھ

[٣٥٨] **اقول** صريح نص الخانية والمحيط والاختيار لا يباح له الخروج فهذا ليس بتوفيق بل تلفيق وقال فى باب الحيض تحت قوله يمنع حل دخول مسجد افاد منع الدخول ولو للمرور وقدمنا فى الغسل تقييده بعدم الضرورة بان كان بابه الى المسجد ولا يمكنه تحويله ولا السكنى فى غيره وذكرنا هناك ان الظاهر حينئذ انه يجب التيمم للمرور اخذا مما فى العناية عن المبسوط (اى كما يأتى) وكذا لو مكث فى المسجد خوفا من الخروج بخلاف ما لو احتلم فيه وامكنه الخروج مسرعا

ف١: تطفل على الذخيرة وخزانة المفتين والتاتارخانية والحلية والهندية

ف٢: معروضة على العلامة ش

ف٣: مسئلہ ایک شخص کے مکان

فانه يندب له التيمم لظهور الفرق بين الدخول والخروج اھ وقال السيد ط علی مراقی الفلاح لو اجنب فیه تیمم وخرج من ساعته ان لم یقدر علی استعمال الماء وکذا لو دخله وهو جنب ناسیا ثم ذکر وان خرج مسرعا من غیر تیمم جاز وان لم یقدر علی الخروج تیمم ولبث فیه ولا یجوز لبثه بدونه الا انه لا یصلی ولا یقرؤ کما فی السراج اھ اقول[٢٣٥] ومعنی القدرة علی استعمال الماء ان یکون ثمه ماء وموضع اعد للاغتسال او عنده اناء یمکن ان یغتسل فیه بحیث لا یقع شیئ من الغسالة فی المسجد او تکون له ثیاب صفیقة تمسك الماء فیغتسل علیها ثم یرمی به خارج المسجد وهو واقعتی ولله الحمد کنت معتکفا فی مسجدی فی الشتاء واردت الوضوء وکان المطر شدیدا فتوضأت علی لحافی ولم تصب المسجد قطرة ولله الحمد وکان هذا بحمد الله تعالی الهاما من ربی ثم بعد سنین رأیت الارشاد الیه فی البحر عن تجنیس الامام الاجل صاحب الهدایة قال رحمه الله تعالی لو سبقه الحدث وقت الخطبة یوم الجمعة فان وجد الطریق انصرف وتوضأ وان لم یمکنه الخروج یجلس ولا یتخطی رقاب الناس فان وجد ماء فی المسجد وضع ثوبه بین یدیه حتی یقع الماء علیه ویتوضؤ بحیث لا ینجس المسجد ویستعمل الماء علی التقدیر ثم بعد خروجه من المسجد یغسل ثوبه قال البحر وهذا حسن جدا اھ اقول[٢٣٦] قوله لا ینجس والامر بغسل الثوب بناء علی نجاسة الماء المستعمل وقوله علی التقدیر ای التقلیل کیلا ینفذ الماء من الثوب فان کان الثوب کثیر القطن کواقعتی یسبغ الوضوء کما فعلت ولله الحمد قال فی الدر ومن منهیاته التوضی فی المسجد الا فی اناء او فی موضع اعد لذلك اھ قال ط فعله فیه مکروه تحریما والوجب صیانته عما یقذره وان کان طاهرا اھ بل نقل فی البحر من الاعتکاف عن البدائع ان غسل المعتکف راسه فی المسجد لا باس به اذا لم یلوثه بالماء المستعمل فان کان بحیث یتلوث المسجد یمنع منه لان تنظیف المسجد واجب لو توضأ فی المسجد فی اناء فهو علی هذا التفصیل اھ ثم قال اعنی البحر بخلاف غیر المعتکف فانه یکره له التوضؤ فی المسجد ولو فی اناء الا ان یکون موضعا اتخذ لذلك لا یصلی فیه اھ اقول[٢٣٧] والیه یشیر قوله فی مکروهات الصلاة یکره الوضوء والمضمضة فی المسجد الا ان یکون موضع فیه اتخذ للوضوء ولا یصلی فیه اھ فلم یستثن الا هذا ومثله فی غمز العیون عن شرح الجامع الصغیر للتمرتاشی لکن البحر قدم فی بحث الماء المستعمل عن الخانیة ان توضأ فی اناء فی المسجد جاز عندهم اھ وعلیه مشی فی الاشباه

فقال تكره المضمضة والوضوء فيه الا ان يكون ثمه موضع اعد لذلك لا يصلى فيه او فى اناء ام واعتمد
السيد الحموى مقالته فى الاعتكاف فقال هذا الحكم وان كان فى الخانية لكن ليس على العموم
كما يفهم من كلامه بل فى المعتكف فقط بشرط عدم تلويث المسجد قال فى البدائع الى اخر ما قدمنا عن
اعتكاف البحر وقال العلامة الرملى فى حاشيته الظاهر ترجيح ما فى فتاوى قاضيخان ام نقله فى المنحة
اقول[٢٢٦٢] فى الاولى التوفيق فان كان الاناء بحيث يخشى ان لا تقع الغسالة كلها فيه بل يترشش
بعض منها خارجه كره ولعله الغالب فلذا اطلق المنع فى باب الاعتكاف وان امن ذلك لم يكره وهو
مراد الخانية والله تعالى اعلم هذا وقال ط فى المسألة الدائرة هو والسيد ابو السعود الازهرى ظاهر ما فى
المحيط وجوب هذا التيمم وفصل فى السراج بين ان يخرج سريعا فيجوز تركه او يمكث فيه للخوف
فلا يجوز تركه وعليه يحمل ما فى المحيط ام ام دل قولهما ام على ان الجملة الاخيرة عليه يحمل ما فى
المحيط من كلام السراج الوهاج اقول[٢٢٦٣] وفيه نظر ظاهر فان صريح كلام المحيط فى الخروج دون
اللبث هذا وانا اقول[٢٢٦٤] وبالله التوفيق يؤيد الفارقين بين الدخول والخروج مسألة فى الصوم
فقد نصوا ان من جامع ناسيا او ليلا فطلع الفجر فان نزع مع الذكر والفجر لا شئ عليه وان امنى بعد
النزع لانه كالاحتلام ولو مكث قضى كما فى الدر عامة الاسفار الغر فالايلاج جماع والمكث جماع والنزع
اقلاع لا جماع والا لوجب فساد الصوم الا[٢٢٦٥] ان يقال هو مستثنى بدلالة الكريمة احل لكم ليلة الصيام
الرفث الى نسائكم والليل الى طلوع الفجر فالحل ممتد اليه ومن لازمه وقوع النزع بعد الفجر فلم يعد
جماعا وان كان فيه الكون فى الفرج بعد الفجر ما لم يستتم خروجا لانه لا سبيل له الى الاقلاع الا هذا
بخلاف من فى المسجد فله سبيل الى التيمم تأمل فانه موضعه اقول[٢٢٦٦] ولا يبعد على هذا ان
قيل ان الجنب ممنوع عن المسجد لبثا واجتيازا وهو فى الخروج بلا تيمم مجتاز وفى اللبث للتيمم
ماكث لانه لا يطهر ما لم يتم التيمم فان كان مكثه هذا التطهير الجسد فان اجتيازه هذا التنزيه
المسجد فهو بين بليتين فليختر اهونهما وبين نجاتين فليرتد اعجلهما بان ينظر ايهما اسرع تيممه او
خروجه فيختاره وان استويا خير لكن ليس لمثلى ان يكون له قيل فى حكم وانما على اتباع ما رجحوه و
صححوه فاذن اقول[٢٢٦٧] قدم فى الخانية والمحيط والاختيار القول بالوجوب فقيه النفس لا يقدم
الا الاظهر الاشهر كما صرح بنفسه فى صدر فتاواه فيكون هو المعتمد كما قاله ط وش وكذلك قدم

الباقون والتقديم دليل الترجيح ثم نحن بين حاظر ومبيح فالاخذ بالحاظر احوط ثم المبيح لا ينهى عن التيمم بل يستحبه والحاظر يوجبه ففعله متفق عليه وترکه مختلف فيه فالاخذ بالمتفق عليه اولى والله سبحنه وتعالى اعلم (۱۴۳) نہانے کی حاجت ہو پانی مسجد کے اندر ہو جیسے وسط مسجد میں حوض یا وہ کوآں جس تک مسجد ہی میں ہو کر راہ ہے اور اُسکے سوا پانی اور کہیں نہیں پاتا نہ کوئی مسجد میں سے لا دینے والا ہے تیمم کرکے جائے اور پانی لے آئے محیط رضوی پھر بحر الرائق میں ہے جنب مر علی مسجد فیہ ماء یتیمم للدخول ولا یباح لہ الا بالتیمم مبسوط پھر غنایہ پھر شامی میں ہے مسافر مر بمسجد فیہ عین ماء وھو جنب ولا یجد غیرہ فانہ یتیمم لدخول المسجد عند نا منیہ میں ہے جنب جد الماء فی المسجد ولیس معہ احد تیمم ودخل قال فی الحلیۃ اذا کان لا یجد ماء غیرہ یقدر علی استعمالہ شرعا الخ **اقول** فقد جمع بین الشرطین وھما مرادان قطعا وان اھملھما فی المحیط اقتصر فی المبسوط والمنیۃ علی واحد واحد (۱۴۴ تا ۱۴۶) **اقول** بدستور یہاں بھی وہی صورتیں ہونگی کہ اگر پانی لا دینے والا اجرت مثل مانگتا ہے اور یہ ابھی دے سکتا ہو یا وہ اُدھار پر راضی ہو تیمم جائز نہیں ورنہ جائز ثم رأیت بحمد اللہ تعالی اشار الی بعضہا فی الحلیۃ مع افادات زائدۃ فراجعہا تحت قول المنیۃ المذکور **تنبیہ** یہاں بحر میں محیط رضوی سے ایک اور صورت لکھی کہ وہ دہ در دہ سے کم حوض ہو اور کوئی برتن پاس نہیں اگر اس میں نہاتا ہے پانی بھی خراب ہوتا ہے اور یہ بھی طاہر نہ ہوگا ناچار تیمم کرے ھذا نصہ وان کان فیہ (ای فی المسجد **اقول** ولیس قیدا کما لا یخفی) عین صغیرۃ ولا یستطیع الاغتراف منہ لا یغتسل فیہا ویتیمم لان الاغتسال فیہ یفسدہ ولا یخرج طاھرا فلا یکون مفیدا اھ **اقول** مگر یہ غیر صحیح پر مبنی ہے صحیح ومعتمد یہ ہے کہ اسکا غسل اُتر جائیگا اور پانی مستعمل ہو جائیگا لعدم الاستعمال قبل الانفصال وھی مسألۃ البئر جحط وقد قال فی البحر المذھب المختار فی ھذہ المسألۃ ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور تو اگر وہ پانی وقف ہو یا مالک کی اجازت نہیں اُسمیں نہانا ممنوع ہوگا کہ پانی کو خراب کردیگا یہ نمبر ۱۰ و ۵۳ میں داخل ہے اور اگر مالک کی اجازت یا پانی خود اسکی ملک یا قدرتی مباح ہے تو نہانا لازم اور تیمم روا نہیں (۱۴۷) پانی ہے مگر مقید جسکا روشن بیان ہمارے رسالہ النور والنورق میں ہے تیمم کرے اُسکی فروع سے ہے وہ مسئلہ کہ علما نے آب زمزم شریف بچانے کیلیے افادہ فرمایا اپنے تبرک یا کسی کو ہدیہ دینے کے لیے زمزم لیے جاتا ہے **اقول** اتنا کہ طہارت کو خود یا دوسرے پانی سے ملکر کافی ہو وضو یا غسل کی ضرورت ہوئی بغیر اُسکے اور کافی پانی موجود

وفاقا لان النص فی مثلہ نادر والنادر لا یلاحظ فی الاحکام ھذا ما علمنی الملک العلام والحمد للہ ولی الانعام ۱۲ منہ غفرلہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

نہین فرض ہوگا کہ زمزم شریف ہی طہارت مین خرچ کرے اب اگر اُسے بچانا چاہے اُسمین گلاب کیوڑا بید مشک برابر کا ملادے خلاصہ بزازیہ غنیہ توشیح بحر یا زعفران اتنا کہ اُسے رنگنے کے قابل کردے خلاصہ حلیہ یا شکر کہ شربت ہوجائے رد المحتار **اقول** گر شربت زیادہ دن نہ ٹھہریگا اور صورت زعفران مین بھی پینا دشوار ہوگا لہذا گلاب ہی اولی ہے اگر حاضر ہو غرض وہ صورت کردے کہ قابل غسل و وضو نہ رہے اب تیمم کرے (۱۴۸) اسکا دوسرا حیلہ یہ فرمایا ہے کہ زمزم کسی رفیق کو ہبہ کرکے اُسکے قبضہ مین دیدے پھر اُس سے اپنے پاس بطور امانت لیلے یا اُسی کے پاس رہنے دے اور تیمم کرے کہ پانی اپنی ملک مین نہ رہا جب وطن پہنچے یا اُسکی راہ جدا ہو اُس سے اپنے نام مثلاً ہبہ کرالے یا کچھ دیکر خرید لے خلاصہ مین ہے رجل فی البادیۃ معہ ماء زمزم وقد رصص راس القمقمۃ لایجوز لہ التیمم والحیلۃ ان یھبھا لغیرہ ثم یودعھا منہ اویجعل فیہ ماء الورد اوماء الزعفران حتی یصیر مقیدا فتح القدیر ہو یبتلی الحاج بحمل ماء زمزم للھدیۃ (زاد فی المنیۃ او للاستشفاء) ویرصص راس القمقمۃ فما لم یخف العطش ونحوہ لایجوز لہ التیمم قال المصنف والحیلۃ فیہ ان یھبہ من غیرہ ثم یستودعہ منہ اھ زاد فی الحلیۃ او ترکہ مع الموھوب لہ اھ وقال فیھا انہ مما تواردہ کثیر من المتأخرین من غیر قدح فی ھذہ الحیلۃ کصاحب الھدایۃ فی التجنیس وصاحب المبتغی بالغین المعجمۃ اھ واعترضہ فی الخانیۃ عن المحیط فی الملیۃ وتبعھم البزازی فی الوجیز وقال الحلبی فی الغنیۃ ھو الفقہ بعینہ وھذا لفظ الامام فقیہ النفس قال رحمہ اللہ تعالی ھذا لیس بصحیح عندی فانہ لو رأی مع غیرہ ماء یبیعہ بمثل الثمن او بغبن یسیر یلزمہ الشراء ولایجوز لہ ان یتیمم فاذا تمکن من الرجوع فی الھبۃ کیف یجوز لہ التیمم اھ وعن ھذا جعل الحیلۃ الاخری فی الغنیۃ وتبعہ فی الدر ان یھبہ علی وجہ ینقطع بہ الرجوع اھ ای بان تکون الھبۃ بشرط العوض اھ ش واعترضہ العلامۃ ط قائلا عدم التقیید اولی (ای ترک تقیید الھبۃ بشرط الرجوع) لانہ اذا کان ھبۃ علی ھذا الوجہ لاتعود علیہ فائدتہ فالاولی ان ینتفع بہ لنفسہ اھ ای اذا وھب بحیث سقط تمکن الرجوع خرج من یدہ واختیارہ ففیم الحیلۃ لانھا انما کانت لینتفع بہ اھداء او استشفاء واجاب ش بان المراد یھبہ ممن یثق بہ بانہ یردہ علیہ بعد ذلک اھ **اقول** ۲۲۸۰ ربما لایجد فی السفر من یثق بہ ولذا قالوا یھبہ من غیرہ ولم یقیدوہ بموثوق بہ ولو کان المراد ھذا لکان یکفی ان یبیعہ ثم اذا وصلا او تفرق طریقھما یشتری منہ وقد کان البیع اشھر منھا یعرفہ کل احد بخلاف الھبۃ بشرط العوض التی ھی برزخ بینھما ھبۃ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ابتداء وبيع انتهاء ولم يذكر البيع احد اما اشكال الخانية فقد اجاب عنه المحقق على الاطلاق فى الفتح بان الرجوع تملك بسبب مكروه وهو مطلوب العدم شرعا فيجوز ان يعتبر الماء معدوما فى حقه لذلك وان قدر عليه حقيقة كماء الحب بخلاف البيع اھ **اقول** اى اذا وجد فى الفلاة ماء موضوعا للشرب لا يجوز له التوضی منه بل يتيمم مع قدرته على الماء حسا ولغا حقيقة لعجزه عنه شرعا كذا هذا بخلاف الشراء فانه قادر عليه شرعا ايضا وبالجملة فالمنع الشرعى ايضا من اسباب العجز عن استعمال الماء كسائر وجوه العجز وهو حاصل ههنا فساغ التيمم هذا تقريره وقد اقره فى البحر واستحسنه فى الحلية وتعقبه المقدسی قائلا يمكن ان يقال انما يكون الرجوع محذورا اذا كان عقد الهبة حقيقيا اما اذا كان على وجه الحيلة فلا اذ الموهوب له لا يتأذى من الرجوع هنا اصلا تأمل اھ واختلف نظر العلامة ش فاید فى المنحة تعقب المقدسی بقوله على انه سيأتى عن الوافى انه اذا كان مع رفيقه ماء فظن انه ان سأله اعطاه لم يجز التيمم وان كان عنده انه لا يعطيه يتيمم وان شك فى الاعطاء وتيمم وصلی فسأله فاعطاه يعيد وهنا ان لم يرجع بهبته يجب عليه ان يسأله لوجود الظن باعطائه اللهم الا ان يتعاهدا على انه ان سأله بعد الهبة لا يعطيه تتميما للحيلة تأمل اھ وايد فى رد المحتار استحسان الحلية بقوله على ان الرجوع فى الهبة يتوقف على الرضا او القضاء لكن قد يقال انه ما وهبه الا ليسترده والموهوب منه لا يمنعه اذا طلبه الواهب وذلك يمنع التيمم والجواب انه يسترده بهبة او شراء لا بالرجوع فلا يلزم المكروه والموهوب منه اذا علم بالحيلة يمتنع من دفعه للوضوء تأمل اھ **اقول** لا وجه للتعقب فان الهبة حقيقية قطعا صدرت من اهلها فى محلها والحيلة لا تنفى الحقيقة بل توجبها اذ لولاها لبطلت و كونه يتوصل به الى مقصد اخر لا ينافى قصد العقد بل يؤكده اذ به يتوصل فكيف لا يقصد وانما العقد بالايجاب والقبول لا بالغايات المضمرة فى النفوس والا لانسد باب الحيل الشرعية عن اخرها مع انه مفتوح بالكتاب العزيز والاحاديث الصحاح كما بيننه فى كفل الفقيه واذا ثبت العقد ثبت باحكامه ومن احكامه كراهة الرجوع تحريما فكيف لا يكون محذورا وليس المنع منه لتأذى الموهوب له حتى لو لم يتأذ جاز بل لا يجوز وان لم يتأذ الا ترى ان له طريقين الرضا والقضاء ولا تأذی فى الرضا بل منعه لانه ليس لنا بحمد الله تعالى مثل السوء كما افصح به الحديث الشريف اما

https://www.facebook.com/darahlesunnat

علاوۃ الشامی فقد تکفل بالجواب عنہا وقد جزم فی رد المحتار بما استضعف فی المنحۃ **فان قلت** مافائدتہ الا التمکن من الرجوع وھو عنہ ممنوع **اقول** لایرجع بل یشتری او یستوھب کما قال ش وفائدتہ ان الموھوب لہ لایمتنع من بیعہ اوھبتہ علما منہ بانہ ان لم یفعل فلہ الرجوع فلایفید الامتناع بخلاف ما اذا انقطع حق رجوعہ یمتنع لعلمہ ان الواھب لایقدر علی استردادہ فالصواب مع عامۃ الائمۃ انشاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم (۱۴۹) پانی ایسی حالت پر ہو کہ اُسکے مطلق ومقید ہونے میں اشتباہ ہو جیسے نبیذ تمر وغیرہ جسمیں تحقیق نہ ہو کہ پانی اُس میوے سے مغلوب ہوکر نبیذ ہوگیا یا ابھی نہیں اُس سے وضو بھی کرے کہ شاید پانی ہو اور تیمم بھی کہ شاید نہ ہو ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نبیذ تمر میں جو تین حکم مروی ہیں اُس سے وضو کرے۔ وضو نہ کرے تیمم ہی کرے۔ وضو و تیمم دونوں کرے وہ انھیں تین حالتوں پر مبنی ہیں جہاں پانی ہنوز مغلوب نہ ہوا وہاں اُس سے وضو کا حکم فرمایا جہاں مغلوب ہوگیا تیمم کا حکم دیا جہاں مغلوب ہونا نہ ہونا مشتبہ ہو دونوں کا جمع کرنا ارشاد فرمایا کما ذکرناہ علی ھامش رسالتنا النور والنورق (۱۵۰) گدھے کا جھوٹا پانی موجود ہو اور نہیں اُس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی۔ ان دونوں نمبروں میں اختیار ہے چاہے وضو پہلے کرے خواہ تیمم اور بہتر یہ ہے کہ وضو پہلے کرے اور ان دونوں میں وضو بلا نیت جائز نہ ہوگا تیمم کی طرح اس وضو میں بھی نیت شرط ہے تنبیہ یہی حکم خچر کے جھوٹے کا ہے اگر گدھی پر گھوڑا چھٹنے سے پیدا ہوا ہو ہمارے ملک میں عام خچر وہ ہیں کہ گھوڑی پر گدھا الکر لیے جاتے ہیں ان خچروں کا جھوٹا مشکوک نہیں طاہر ہے انکا حکم گھوڑے کی مثل ہے کہ جانوروں میں اعتبار ماں کا ہے درمختار میں ہے (سؤر حمار) اھلی (وبغل) امہ حمارۃ فلو فرسا او بقرۃ فطاھر (مشکوک فی طھوریتہ) حتی لووقع فی ماء قلیل اعتبر بالاجزاء (فیتوضؤ بہ) او یغتسل (ویتیمم ان فقد ماء وصح تقدیم ایھما شاء) فی الاصح ام الما قال بعدہ (ویقدم التیمم علی نبیذ التمر علی المذھب) المصحح المفتی بہ لان المجتھد اذا رجع عن قول لایجوز الاخذ بہ ام فیما صار نبیذا ومعنی التقدیم الاختیار ای یختار التیمم حتما ولایتوضؤ بہ کما افادہ ش وبیناہ فی الرسالۃ المذکورۃ رد المحتار میں ہے فی النھر عن الفتح اختلف فی النیۃ بسؤر الحمار والاحوط ان ینوی ام ای الاحوط القول بوجوبھا فقد قدمنا فی بحث النیۃ عن البحر عن شرح المجمع والنقایۃ معزیا الی الکفایۃ انما شرط فیہ وفی نبیذ التمر (۱۵۱) وضو میں اکثر اعضائے وضو یا غسل میں اکثر حصہ بدن میں زخم یا تر خارش ہو تیمم کرے اور کم میں تو صحیح کو دھوئے باقی کو مسح کرے مگر جبکہ صحیح دھونے سے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

زخمی تک پانی پہنچنے سے بچا نہ سکے تو اب بھی تیمم ہے کما فی الخانیۃ والحلیۃ والبحر اور اگر صحیح و مجروح دونوں
حصے برابر ہوں تو اختلاف تصحیح ہے خانیہ و محیط میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ صحیح کو دھوئے جریح کو مسح کرے بحر و تنویر
میں ہے یہی احوط ہے درمختار میں ہے یہی ارجح ہے اور خلاصہ و تبیین و فتح و تمیض و اختیار و مواہب الرحمٰن میں ہے صحیح
یہ کہ تیمم کرے کما فی ردالمحتار قال ورأیت فی السراج مانصہ وفی العیون عن محمد اذا کان علی الیدین
قروح لایقدر علی غسلھا وبوجہہ مثل ذٰلک تیمم وان کان فی یدیہ خاصۃ غسل ولا یتیمم و
ھذا یدل علی انہ یتیمم مع جراحۃ النصف اھ **اقول** [۳۳۸۶] وبہ تترجح کفۃ القول الثانی وبہ رد
الشامی علی الدر ان حکمہ فی المساواۃ بالغسل والمسح خلاف المروی عن محمد **فان قلت** لعل
الشارح المدقق رحمہ اللہ تعالٰی نظر الی ان الکلام ھھنا فی الغسل فان کان مایضرہ الغسل اکثر
عددا مما لایضرہ تیمم اعتبارا بالاکثر ولاشک ان الوجہ والیدین اکثر المغسول من اعضاء الوضوء
فلاما فی السراج من الاستدلال بہ یتم ولاما فی ردالمحتار علی الشارح یرد **اقول** [۳۳۸۷] فاذن یصیح قولہ
وان استویا اذ لا نصف ثلثۃ وضم الراس الی ھذہ الاعضاء قد صرح بہ فی الفتح والحلیۃ والبحر حیث قال ھذا
واختلف فی حد الکثرۃ منھم من اعتبر من حیث عدد الاعضاء ومنھم من اعتبر الکثرۃ فی
نفس کل عضو فلو کان براسہ ووجہہ ویدیہ جراحۃ والرجل لاجراحۃ بھا یتیمم سواء کان الاکثر
من اعضاء الجراحۃ جریحا او صحیحا والاخرون قالوا ان کان الاکثر من کل عضو من اعضاء الوضوء
المذکورۃ جریحا فھو الکثیر الذی یجوز معہ التیمم والا فلا کذا فی فتح القدیر من غیر ترجیح وفی الحقائق
المختار اعتبار الکثرۃ من حیث عدد الاعضاء اھ ومثل ما فی الفتح فی الحلیۃ غیر انہ مال بحثا
الی اعتبار الکثرۃ فی اعضاء الوضوء ایضا مساحۃ ای بخلاف کلا القولین **اقول** [۳۳۸۸] وقد کنت اردت ان
امیل الیہ قبل ان اراہ غیرانی لم یکن لی الخیار لاسیما مع تصریح الحقائق بالمختار واللہ تعالٰی اعلم
(۱۵۲) یہاں ایک مسئلہ اس مسئلہ اعتبار اکثر اعضاء سے مستثنٰی ہے وہ یہ کہ دونوں ہتھیلیاں ایسی زخمی ہیں کہ انہیں
پانی پڑنا مضر ہوگا یا بوجہ زخم لوٹا وغیرہ اٹھا نہیں سکتا نہ پانی کسی ایسے برتن یا حوض وغیرہ میں ہے کہ اس میں اپنا منہ
اور پاؤں ڈال کر وضو کرسکے تیمم کریگا درمختار میں ہے یتیمم لو الجرح بیدیہ ردالمحتار میں ہے ای ولم یمکنہ
ادخال وجہہ ورجلیہ فی الماء فلو امکنہ فعل بلا تیمم کما لا یخفی فلا ینافی ما قدمناہ عن العیون
بحرالرائق میں ہے فھذا یفید ان قولھم اذا کان الاکثر صحیحا یغسل الصحیح محمول علی ما اذا لم یکن

بالید من جراحۃ کما لایخفی (۱۵۵۳ تا ۱۵۵۵) اس مسئلۂ جراحت ہر دو کف کو درمختار میں عام رکھا کہ اگرچہ کوئی وضو کرانے والا ملے جب بھی تیمم کی اجازت ہے حیث قال بعد ما مروان وجد من یوضیہ خلافا لھما مگر معتمد یہ ہے کہ اس حالت میں تیمم نہیں بحرالرائق میں ہے فی القنیۃ والمبتغی بیدہ قروح یضرہ الماء دون سائر جسدہ یتیمم اذا لم یجد من یغسل وجہہ وقیل یتیمم مطلقا اھ اقول [۲۴۹۱] وقولہ وجہہ من باب الاکتفاء ای ورجلیہ ویمسح رأسہ ردالمحتار میں ہے وھو الموافق لما مر فی المریض العاجز من انہ لو وجد من یعینہ لایتیمم فی ظاہر الروایۃ فتنبہ لذلک اقول تو اب یہاں بدستور وہ تینوں صورتیں نکلیں گی کہ وضو کرا دینے والا اجرت زیادہ مانگتا ہے یا یہ مفلس ہے یا مال غائب اور وہ اُدھار پر راضی نہیں **تنبیہ** امام اجل فقیہ ابوجعفر ہندوانی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب غریب الروایۃ میں ایک صورت تیمم کی یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اگر وضو میں سب اعضا بے تکلف دھو سکتا ہے مگر کسی مرض کے باعث سر کا مسح ضرر کرتا ہے تو تیمم کرے یونہی اگر غسل میں سارے بدن پر پانی بہا سکتا ہو مگر سر دھونا درکنار مسح بھی نہ کرسکے تو غسل کی جگہ بھی تیمم کرے مگر صحیح ومعتمد ومشہور ومنصوص یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں تیمم کی اجازت نہیں بلکہ وضو میں تینوں اعضا اور غسل میں سر کے سوا سارا بدن دھوئے اور سر پر کوئی پٹی باندھ کر اُس پر مسح کرے اور اس سے بھی نقصان ہو تو بالکل چھوڑ دے اسقدر معاف رہیگا تنویرالابصار آخر تیمم میں ہے من بہ وجع رأس لایستطیع معہ مسحہ یسقط فرض مسحہ درمختار میں ہے لایستطیع مسحہ محدثا ولا غسلہ جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ یتیمم وافتی قارئ الھدایۃ انہ یسقط عنہ فرض مسحہ ولو علی جبیرۃ ففی مسحھا قولان وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ ولو علی جبیرۃ ان لم یضرہ والا سقط اصلا وجعل عادما لذلک العضو حکما کما فی المعدوم حقیقۃ ردالمحتار میں ہے قولہ قولان ذکر فی النھر عن البدائع ما یفیدہ ترجیح الوجوب قال وھو الذی ینبغی التعویل علیہ اھ بل قال فی البحر والصواب الوجوب بحرالرائق میں ہے ذکر الجلابی فی کتاب الصلاۃ لہ ان من بہ وجع فی رأسہ لایستطیع معہ مسحہ یسقط فرض المسح فی حقہ اھ وھذہ مسألۃ مھمۃ احببت ذکرھا لغرابتھا وعدم وجودھا فی غالب الکتب وقد افتی بھا الشیخ سراج الدین قارئ الھدایۃ استاذ المحقق کمال الدین بن الھمام وبہ اندفع ما کان قد توھم قبل الوقوف علی ھذا النقل انہ یتیمم للعجز عن استعمال الماء ولیس بعد النقل الا الرجوع الیہ ولعل الوجہ فیہ ان یجعل عادما لذلک العضو حکما فتسقط وظیفتہ کما فی المعدوم حقیقۃ بخلاف ما اذا کان بعض الاعضاء

https://www.facebook.com/darahlesunnat

المغسول لجراحة فانه يغسل الصحيح ويمسح على الجريح لان المسح عليه كالغسل لما تحته ولان التيمم مسح فلا يكون بدلا عن مسح وانما هو بدل عن غسل والرأس ممسوح ولهذا لم يكن التيمم في الرأس اھ

منحة الخالق میں ہے قوله ماكان قد توهم) الذى توهم ذلك العلامة عبد البر بن الشحنة فانه ذكر عبارة الجلابى فى شرحه على الوهبانية ونظمها بقوله ؎ ويسقط مسح الرأس عمن برأسه من الداء ما ان بله يتضرر ثم قال وكان يقع فى نفسى قبل وقوفى على هذا النقل انه يتيمم لعجزه عن استعمال الماء وليس بعد النقل الا الرجوع ولعل الوجه فيه انه يجعل عادما لذلك العضو حكما فتسقط وظيفته كما فى المعدوم حقيقة والله تعالٰى اعلم قوله وليس بعد النقل الخ يوهم ان التيمم غير منقول مع انه منقول ايضا ففى الفيض للكركى عن غريب الرواية من برأسه صداع من النزلة ويضره المسح فى الوضوء او الغسل فى الجنابة يتيمم والمرأة لو ضرها غسل رأسها فى الجنابة او الحيض تمسح على شعرها ثلاث مسحات بمياه مختلفة وتغسل باقى جسدها اھ قال فى الفيض وهو عجيب اھ ما فى المنحة

۲۴۹۳ **اقول** ظهر لى بحمد الله تعالٰى من معناه ما يرفع العجب وذلك ان العجب انما هو فى مسألة الغسل ان يجوز له التيمم اذا ضره غسل راسه وهذا باطل قطعا بل يجب الرجوع الى المسح لان مسح ما يغسل عند تعذر غسله كغسله كما تقدم انفا عن البحر ومثله فى البدائع ولذا جاز جمعه مع الغسل بخلاف مسح الخفين فانه لا يجوز له ان يغسل احدى رجليه ويمسح خف الاخرى وان كانت على احدهما جبيرة او عصابة مسحها وغسل الاخرى كما نصوا عليه فى التبيين وغيره ومسألة من كان به جراحة صحيح انه يغسل الصحيح ويمسح الجريح مشهورة صريح غير محتاج الى التصريح فكيف حكم ههنا بالتيمم ولكن هذا التوهم انما كانت الكدة عبارة الدر فى النقل بالمعنى فلما رأيت عبارة غريب الرواية المنقولة فى الفيض وفيها يضره المسح فى الوضوء والغسل فى الجنابة لا مسح رأسه محدثا او غسله جنبا كما فى الدر قدس فى خاطرى ولله الحمد ان الغسل ههنا بضم الغين لا فتحها فليس المراد غسل الرأس بل المعنى ضرره الغسل واسالة الماء على بدنه ولو مع ترك الرأس لما تصعد به الابخرة الى الدماغ كما علم فى الطب وكيف تكون عبارة غريب الرواية بفتح الغين مع انه المصرح متصلا بها ان المرأة ان ضرها غسل رأسها مسحته فليس المعنى الا ما قررت وهذا صاف لا غبار عليه ولله الحمد اما مسألة الوضوء فغير عجيب بل له وجه وجيه قريب

۲۴۹۴ **فاقول** معلوم ان الحدث لا يتجزى فكذا رفعه فلو اغتسل وبقيت شعرة لم يسل الماء عليها فلا غسل له وهو جنب كما كان وقد نصوا ان النجاسة

الحکمیة اشد من الحقیقیة اذ قد عفی من هذه قدر درهم او اقل من الربع ولا عفو فی الحکمیة قدر ذرة اصلا فمن لایستطیع غسل رأسه فی الغسل یمسحه فان لم یستطع فعصابة علیه وقد تم التطهیر لما علمت ان هذا المسح یقوم مقام غسله وهی مسألة الصحیح الجریح اما اذا لم یقدر علیه اصلا فی الغسل او الوضوء تبقی وظیفة الرأس متروکة رأسا فیکون هذا بعض طهارة الطهارة وهو لایتجزی فینتفی اصلا فقد ظهر عجزه عن طهارة الماء فوجب المصیر الی التیمم اما قول البحر ان التیمم مسح فلا یکون بدلا الا عن مسح والرأس ممسوح **فاقول** اولا انه لایمشی فی الغسل فان الرأس فیه مغسول **وثانیا** هو عجیب من مثله فانه لم یأمر الروایة بالتیمم بدلا عن مسح الرأس بل بدلا عن الوضوء والغسل عند العجز عن اکمالهما ولا شک ان التیمم بدل عنهما مع تحقق المسح فی الوضوء فلو لم تصح البدلیة بهذا الوجه وجب ان لایجوز التیمم للحدث فظهر ان ما فی غریب الروایة غیر غریب نعم الاشهر ما ذکره الجلابی وبه جزم الدر فی غیر موضع ففی اخر التیمم ما تقدم وقال فی اخر الوضوء قبیل سننه ما نصه فی اعضائه شقاق غسله ان قدر والا مسحه والا ترکه ولو بیده ولا یقدر علی الماء تیمم اه ومسألة الشقاق الید تقدمت انفا مع قیودها وقال فی اخر مسح الخفین الحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحه فان ضر مسحها فان ضر سقط اصلا اه **اقول** بل ان ضر مسحه فان ضر غسلها فان ضر مسحها ثم قال (انکسر ظفره فجعل علیه دواء او وضعه علی شقوق رجله اجری الماء علیه) ان قدر والا مسحه والا ترکه وفی التبیین والفتح والبحر والهندیة وغیرها من الاسفار الغر لو انکسر ظفره فجعل علیه دواء او علکا او ادخل جلد مرارة او مرهما فان کان یضره نزعه مسح علیه وان ضره المسح ترکه اه **اقول** بل غسل فان ضره مسح فان ضر ترکه قالوا وان کان فی اعضائه شقوق امر علیها الماء ان قدر والا مسح علیها ان قدر والا ترکها وغسل ما حولها اه **اقول** ان کان المراد بمسألة الشقوق ما اذا وضع الدواء علیها بمعنی امر علیها امر علی دواء علیها کما کان فی عبارة الدر فذاک والا فتقدیره مسح علیها ان قدر والا اجری علی دواء او عصابة علیها ان استطاع والا مسح ان امکن والا ترک ثم بحمد الله تعالی رأیت النص عن ائمتنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم فی ظاهر الروایة انه یجوز ترک المسح اذا ضر فانقطع الخلاف قال الامام ملک العلماء فی البدائع قد ذکر محمد فی کتاب الصلاة عن ابی حنیفة رضی الله تعالی عنه انه اذا ترک المسح علی الجبائر وذلک یضره

اجزأہ وقال ابویوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی اذا کان ذلک لایضرہ لم یجز فخرج جواب ابی حنیفۃ فی صورۃ وخرج جوابہما فی صورۃ اخری فلم یتبین الخلاف ولا خلاف فی انہ اذا کان المسح علی الجبائر یضرہ انہ یسقط عنہ المسح لان الغسل یسقط بالعذر فالمسح اولی اھ وفی الحلیۃ فی باب الوضوء والغسل من الاصل اذا اغتسل من الجنابۃ ومسح بالماء علی الجبائر التی علی یدہ او لم یمسح لانہ یخاف علی نفسہ ان مسح یجزئہ قال فی الحلیۃ ذکرہ مطلقا من غیر ان یضیفہ الی احد اھ ای فافاد انہ قول الکل فثبت ان سقوط بعض الوظیفۃ لاجل الضرورۃ غیر غریب واللہ تعالٰی اعلم غرض ثابت ہوا کہ مذہب یہی ہے کہ اس صورت میں غسل و وضو کرے اور مسح معاف ہے اُس روایت تیمم پر عمل جائز نہیں ولہٰذا ہم نے اسے شمار میں نہ لیا وباللہ التوفیق وللہ الحمد (۱۵۶) نمبر ۹۰ میں درمختار سے گزرا کہ اگر آنکھ قدح کرائی اور طبیب نے چت لیٹے رہنے کو کہا ہے نماز اشاروں سے پڑھے **اقول** تو اگر غسل کی حاجت ہو تیمم خود ظاہر ہے اور یہ نمبر ۱۴ ہے یونہی وضو میں بھی جبکہ کوئی کرا دینے والا نہ ہو یا وہ اجرت زیادہ مانگے یا یہ قادر نہ ہو اور یہ نمبر ۴۲ تا ۴۵ ہے مگر ایک صورت دقیق یہاں اور نکلے گی کہ وضو کرانے والا موجود ہے لیکن پلنگ ناپاک اور بچھونا پاک ہے وضو کرنے سے بچھونا کہ اسکے اعضا کے نیچے ہے ناپاک ہو جائیگا تو اب بھی تیمم کرے واللہ تعالٰی اعلم (۱۵۷) پانی ہے مگر طہارت مطلوبہ کے لیے کافی نہیں تیمم کرے مثلاً نہانا ہے اور صرف وضو کے قابل پانی ہے تو فقط تیمم کرے کہ وضو کرنے یعنی اعضائے وضو دھو لینے سے غسل نہ اُتریگا اور تیمم سارے بدن کو پاک کر دیگا تو وضو کرنا اُس پانی کا ضائع کرنا ہے یہاں کفایت سے مراد قدرِ فرض کو کافی ہے مثلاً اتنا پانی ہے کہ غسل میں ایکبار کلی ایکبار ناک میں پانی ڈالنے ایکبار سارے بدن پر بہانے یا وضو میں ایک ایکبار کے لیے کافی ہے تیمم نہیں ہو سکتا اسیواسطے ہمنے فرض طہارت کے لیے کافی پانی کہا امام ملک العلما فرماتے ہیں الجنب اذا وجد من الماء قدر مایتوضؤ بہ لاغیر اجزأہ التیمم عندنا لان المامور بہ الغسل المبیح للصلاۃ والذی لایبیح وجودہ عدم کما لو کان الماء نجسا ولان الغسل اذا لم یفد الجواز کان الاشتغال بہ سفہا مع ان فیہ تضییع الماء وانہ حرام درمختار میں ہے ناقضہ قدرۃ ماء کاف لطھرہ ولو مرۃ مرۃ ولہٰذا اگر پانی نہ پانے پر تیمم کیا تھا اور اب پانی اتنا ملا کہ ایک ایک بار مونھ ہاتھ اور ایک پاؤں دھویا اور پانی ختم ہو گیا تیمم نہ ٹوٹا کہ یہ پانی وضو کو کافی نہ تھا اور اگر اس نے دو دو بار اعضا دھوئے اور وضو پورا ہونے سے پہلے پانی ختم ہو گیا لیکن اگر ایک ایکبار دھوتا تو کافی ہوتا تو تیمم ٹوٹ گیا خلاصہ بحر و شامی میں ہے لو غسل بہ کل عضو مرتین او ثلاثا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فنقص عن احدٍ رجلیه انتقض تیممه ھو المختار لانه لو اقتصر علی المرۃ کفاہ (۱۵۸) جو آبادی سے دُور ہو مسافر خواہ غیر مسافر مثل شکاری وغیرہ اُس نے پانی سے میل دو میل فاصلہ پر خیمہ لگایا اور پانی اُسکے خیمہ کے دوسرے حصے میں جسمیں یہ خود نہیں کسی نے رکھا یا اس نے رکھوایا یا خود اسی نے رکھا تھا یا یہ مثلاً اونٹ پر سوار ہو اگرچہ کسی کام ہی کے لیے شہر سے میل دو میل دُور گیا ہو اور پانی کی پکھال اپنی ہی لٹکائی ہوئی دُم کی طرف ہو یا یہ اونٹ کو پیچھے سے ہانک رہا ہو اور پکھال آگے کی جانب ہو یا نکیل پکڑے آگے چل رہا ہو اب چاہے پانی اونٹ کی گردن کی طرف ہو خواہ دُم کی جانب۔ یونہی اگر یہ گاڑی میں سوار ہو اور پانی ماچی میں ہو یا گاڑی ہانک رہا ہے اور پانی گاڑی کے کھٹولے میں ہو غرض پانی ایسی جگہ نہیں کہ اسکے پیش نظر ہو یا جسکا بھولنا عادت سے بعید ہو ان سب صورتوں میں جب نماز کا وقت آیا اسے پانی یاد نہ رہا یہ خیال کیا کہ میں پانی سے میل بھر یا زیادہ دُور ہوں تیمم کیا اور نماز پڑھ لی نماز ہوگئی یہ صورت بھی شریعت مطہرہ کی مہر نے پانی سے عجز کی رکھی ہے یہاں تک کہ اگر سلام پھیرتے ہی یاد آیا کہ پانی تو یہاں رکھا ہوا ہے یا میں نے خود ہی رکھا تھا جب بھی نماز پھیرنے کی حاجت نہیں ہاں اگر نماز میں یاد آئے تو لازم ہے کہ نیت توڑے اور وضو کر کے نماز پڑھے یونہی اگر پانی اسکے پیش نظر یا ایسی جگہ ہے جہاں کا رکھا ہوا آدمی عادۃً نہیں بھولتا مثلاً اپنی پیٹھ پر مشک یا سواری کی حالت میں آگے رکھا ہوا پانی یا پیچھے سے ہانکنے کی صورت میں اونٹ کے پیچھے لٹکا ہوا تو بیشک ایسی بھول معتبر نہیں نماز وضو کر کے پھر پڑھنی لازم۔ درمختار میں ہے (صلی) من لیس فی العمران بالتیمم (ونسی الماء فی رحله) وھو مما ینسی عادۃ (لا اعادۃ علیه) ولو ظن فناء الماء اعاد اتفاقا کما لو نسیه فی عنقه او ظھرہ او فی مقدمه راکبا او مؤخرہ سائقا۔ ردالمحتار میں ہے قوله من لیس فی العمران ای سواء کان مسافرا او مقیما منح ونوح افندی عن شرح الجامع لفخر الاسلام اما من فی العمران فیجب علیه الاعادۃ لان العمران یغلب فیه وجود الماء فکان علیه طلبه فیه وکذا فیما قرب منه کما قدمناہ والظاھر ان الاخبیة بمنزلة العمران لان اقامة الاعراب فیھا لا تتأتی بدون الماء فوجودہ غالب فیھا ایضا وعلیه فیشکل قولھم سواء کان مسافرا او مقیما فلیتأمل اھ اقول[۱۵۰۲] لیس من شرط المقیم القرب من العمران اولیس من خرج للاحتطاب او الاحتشاش او الاصطیاد وبعد عن المصر میلا فھو مقیم مباح له التیمم کما نص علیه فی الخانیة وغیرھا وقد تقدم ولم یرد وابه حضریا فی مصرہ او قرویا فی قریته او کردیا فی خبائه حتی یشکل علیه ثم قال رحمه اللہ تعالی الرحل للبعیر کالسرج

https://www.facebook.com/darahlesunnat

للدابة ويقال لمنزل الانسان ومأواه رحل ايضا ومنه نسى الماء فى رحله مغرب لكن قولهم لوكان الماء فى مؤخرة الرحل يفيد ان المراد الاول اھ وقول الظاهر ان المراد ما يوضع فيه الماء عادة لانه مفرد مضاف فيعم كل رحل سواء كان منزلا او رحل بعير وتخصيصه باحدهما لا برهان عليه نهر اھ **اقول** ولا ليس الرحل مشتركا معنويا بينهما ليعم بل مشترك لفظى ولذا فسروه بالتفسيرين لا بتفسير يشملهما كما سمعت من المغرب قال فى المصباح المنير الرحل مركب للبعير ورحل الشخص مأواه فى الحضر اھ وفى القاموس الرحل مركب للبعير كالراحول ومسكنك الخ وفصله بقوله كالراحول يؤكد فان مسكن الانسان لا يقال له راحول وكذلك فى قول المغرب لفظة ايضا ومثله فى مختار الصحاح الرحل مسكن الرجل وما يستصحبه من الاثاث والرحل ايضا رحل البعير اھ وفى النهاية فى حديث حولت رحلى البارحة حيث ركبها من جهة ظهرها كنى عنه بتحويل رحله اما ان يريد به المنزل واما ان يريد الرحل الذى تركب عليه الابل وهو الكور اھ وفى مجمع البحار اما نقلا من الرحل بمعنى المنزل او من الرحل بمعنى الكور وهو للبعير كالسرج للفرس اھ ومثله فى الدر النثير للامام جلال السيوطى واقتصر الامام الراغب فى مفرداته على التفسير الاول فقال الرحل ما يوضع على البعير للركوب ثم يعبر به تارة عن البعير وتارة عما يجلس عليه فى المنزل اھ لانه ليس فى الكتاب العزيز الا بهذا المعنى فافاد ايضا انه موضوع له مستقلا فكذا الثانى وعلى هذا كلام عامة ائمة اللغة **وثانيا** لو سلم فليس هذا محل التعميم واستغراق الافراد بل الوجه الاستناد الى الاطلاق فافهم قال رحمه الله تعالى قوله وهو مما ينسى عادة الجملة حالية ومحترزه قوله كما لو نسيه فى عنقه الخ قوله لا اعادة عليه اى اذا تذكر بعد ما فرغ من صلاته فلو تذكر فيها يقطع ويعيد اجماعا سراج واطلق ليشمل ما لو تذكر فى الوقت او بعده كما فى الهداية وغيرها خلافا لما توهم فى المنية وما لو كان الواضع للماء فى الرحل هو او غيره بعلمه بامره او بغير امره خلافا لابى يوسف اما لو كان غيره بلا علمه فلا اعادة اتفاقا حلية اھ **اقول** يوهم ان فى المنية حكم الاعادة فى احد الفصلين وليس كذلك انما توهمها فى تخصيص خلاف ابى يوسف بصورة التذكر فى الوقت حيث قال ان كان معه ماء فى رحله فنسيه وتيمم وصلى ثم تذكر فى الوقت لم يعد عند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى وان تذكر بعد الوقت لم يعد فى قولهم جميعا قال رحمه الله تعالى قوله (فى عنقه) اى عنق نفسه

او مقدمہ) ای مقدم رحل واحترز بہ عما لو نسیہ فی مؤخرہ راکبا او مقدمہ سائقا فانہ علی الاختلاف وکذا اذا کان قائدا مطلقا بحر (۱۵۹) مسافر رات کو کوئیں یا جھیل کے پاس اُترا چاہ و نہر جاری کے اندر ہیں یا کوآں ڈھکا ہوا ہے اگرچہ خاص اُسی پر اس نے خیمہ تانا ہو غرض نہ اسے اُس جنگل میں پانی ہونیکا علم ہے نہ پانی ظاہر نہ وہاں کوئی واقفکار جس سے پوچھ سکے اس حالت میں اُس نے تیمم سے نماز پڑھ لی تو یہ بھی صورت عجز ہے **اقول** [٢٥٠٧] یہاں بھی اعادہ نہ کریگا اگرچہ سلام کے بعد ہی پانی وہاں ہونا معلوم ہو جائے کہ یہاں صورت سابقہ سے بھی عذر واضح تر ہے وہاں علم تھا نسیان سے جاتا رہا اور یہاں سرے سے علم نہیں منیہ میں ہے اذا تیمم وصلی والماء قریب منہ وھو لا یعلم اجزأہ حلیہ میں ہے ظاھر ھذا وما قدمناہ عن شرح الجامع الصغیر لقاضیخان ومحیط الامام رضی الدین ان ھذا الحکم علی الوفاق وقد افصح بہ فی التجنیس حیث قال صلی بالتیمم وفی جنبہ بئر ماء لم یعلم بھا جاز علی قولھم وما فی جامع الفتاوی ضرب الخیمۃ علی بئر مندرس وتیمم وصلی ثم علم فالاحسن اعادتھا انتھی لا یخالفہ وھو ظاھر ثم فی المحیط قید بما اذا لم یکن بحضرتہ من یسألہ عن الماء معللا بان الجھل یعجزہ عن استعمال الماء کالبعد ولم یکن مقصرا فی جھلہ قال وان کان بحضرتہ من یسألہ فلم یسألہ حتی تیمم وصلی ثم سألہ فاخبرہ بماء قریب لم تجز صلاتہ لانہ قادر علی استعمالہ بواسطۃ السؤال فاذا لم یسألہ جاء التقصیر من قبلہ کالذی نزل بالعمران ولم یطلب الماء لم یجز تیممہ انتھی وسنذکر عن البدائع ما یوافق فی ھذا الشرط اھ **اقول** [٢٥٠٨] وقول المحیط ثم سألہ غیر قید بل کذلک الحکم لو اخبرہ بدء کما لا یخفی وکذلک [٢٥٠٩] قولہ اخبرہ خرج وفاقا فکذلک الحکم ان علم بعد بنفسہ فان المناط تفریط فی السؤال وقد حصل ثم ذکر فی الحلیۃ عن المجتبی ما ظاھرہ ان ابا یوسف رحمہ اللہ تعالی یخالف فی ھذہ ایضا کمسألۃ النسیان وعن الخانیۃ ما ظاھرہ مثلہ مع افادۃ ان عن ابی یوسف فی کلتا مسألتی النسیان والجھل روایتین وعن المبتغی ما ظاھرہ ان الخلاف علی روایۃ ھھنا اذا کان علی شاطئ النھر لا البئر حیث قال ولو صلی بہ وبجنبہ بئر ماء لم یعلم بھا جازت صلاتہ وان کان ذلک علی شاطئ النھر عن ابی یوسف فیہ روایتان اھ ثم وجہ ھذا الخلف بان من حکی الوفاق اختار الروایۃ الموافقۃ ولم یطلع علی الروایۃ المخالفۃ وبالعکس ثم قال وفی الخلاصۃ لو وضع الفسطاط علی رأس بئر قد غطی رأسھا ولم یعلم بذلک فتیمم وصلی ثم علم بالماء امرتہ بالاعادۃ انتھی فافاد ظاھرا ضد ما فی الکتاب من غیر حکایۃ خلاف اھ **اقول** [٢٥١٠] یمکن ان یرید امرتہ ندبا فیکون

مثل ما فی جامع الفتاوی ولا یخالف الجم الغفیر ثم راجعت الخلاصۃ فوجدت تمامہ فیہا وھو مروی عن ابی یوسف رحمہ اللّٰہ تعالٰی اھ فبترك ھذا نشأ ظن المخالفۃ بینہا وبین ما فی الکتاب ولعلہ ساقط من نسختہ وقد زلت بہ قدم قلم العلامۃ المحقق البحر فمشی علیہ فی البحر موھما انہ قول الکل او المختار فی المذھب ولیس کذلك کما علمت وقد قال ایضا فی الھندیۃ عن المحیط اذا ضرب خباءہ علی رأس بئر غطی رأسہا وفیہا ماء وھو لا یعلم او کان علی شط النھر وھو لا یعلم فتیمم وصلی بہ جاز عندھما خلافا لابی یوسف رحمہم اللّٰہ تعالٰی اھ فقد انکشف اللبس وللّٰہ الحمد وبہ تعالی العصمۃ (۱۶۰)

سفر میں باپ بیٹے ہمراہ ہیں پانی دونوں کی ملك مشترك یا تنہا بیٹے کی ملك اور ایك ہی کیلیے کافی ہے اور باپ اُس سے طہارت کرنا چاہتا ہے بیٹے کو جائز نہیں کہ اُس سے مزاحمت کرے کہ باپ بوقت حاجت ملكِ اولاد کا مالك بن سکتا ہے لہذا بیٹے پر لازم کہ تیمم کرے فتاوی امام قاضیخان میں ہے لوکان الماء بین الاب والابن فالاب اولٰی بہ لان لہ حق تملك مال الابن اسیطرح اُس سے خزانۃ المفتین وہندیہ واشباہ فن ثالث قول فی الدین میں ہے

اقول ولا یختص بالشرکۃ بل لوکان کلہ ملك ولدہ فالحکم کذلك اذا ارادہ الاب بدلیل الدلیل وزدت از یرید الاب التطہر بہ لان لہ ان یترکہ لابنہ ویتیمم فلا عجز بالولد بل لوکان ملك الابن فالم یظھر للاب ارادتہ لا یثبت عجز الابن حتی لوکان متیمما قبلہ انتقض فان اخذہ الاب اعاد تیممہ (۱۶۱)

اقول باپ بیٹے کو جنگل میں مباح پانی ملا کہ ایك ہی کو کافی ہے اگر باپ وہاں پہلے پہنچ گیا اُسکا قبضہ ہوگیا جب تو ظاہر ہے کہ بیٹا تیمم کرے کہ اب وہ ملك غیر ہے کہ مباح استیلاء سے ملك ہوجاتا ہے نمبر ۱۵۳ اور اگر بیٹا پہلے پہنچا قابض ہوا تو یہی نمبر ۱۵۵ ہے اور اگر دونوں ایك ساتھ پہنچے اگر باپ نے پہلے سے کہدیا تھا کہ پانی میں لونگا تو بیٹے کو مزاحمت جائز نہیں پانی پر صرف باپ کی قدرت ثابت ہوگی یہانتك کہ اگر پہلے سے بیٹے کا تیمم تھا نہ ٹوٹے گا اور نہ تھا تو اب تیمم کریگا اور اگر پہلے سے ایسا نہ کہا تھا تو دونوں قادر ہوگئے اگر پہلے سے تیمم کیے تھے جاتے رہے اب اگر باپ اُس پانی کو لینا چاہے بیٹا دوبارہ تیمم کرے ھذا کلہ ما ظہر لی تفقھا وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللّٰہ تعالٰی تنبیہ خانیہ وخلاصہ واشباہ ودرمختار وغیرہا میں ہے کہ جنگل میں جنب وحائض ومحدث ومیت ہیں مباح پانی قابل غسل ملا کہ ایك ہی کو کافی ہے تو جنب اولٰی ہے وہ نہائے اور حائض ومحدث تیمم کریں اور میت کو تیمم کرایا جائے وھذا نظم الدر الجنب اولی بمباح من حائض او محدث ومیت ولو لاحدھم فھو اولٰی ولو مشترکا ینبغی صرفہ للمیت اقول یہ شکل پانی سے عجز کی نہیں

یہاں تک کہ اگر تینوں متیمم تھے اب یہ آب مباح ملا سب کا تیمم ٹوٹ گیا جب جنب اس سے نہائے حائض ومحدث دوبارہ تیمم کریں فان وجدوا من الماء المباح ما یکفی لاحدھم علی سبیل البدلیۃ ینتقض تیممھم جمیعا لان کل واحد منھم صار قادرا کما فی خزانۃ المفتین عن الکبری وفی الخلاصۃ خمسۃ من المتیممین وجدوا من الماء المباح قدر ما یتوضوء بہ احدھم انتقض تیمم الکل ولو جاء رجل بکوز من ماء وقال لیتوضأ بہ ایکم شاء انتقض تیمم الکل وان کان الماء یکفی لاحدھم ولو قال ھذا الماء لمن یرید فکذلك اھ باپ جب بیٹے سے لینا چاہتا ہے بیٹا شرعاً ممنوع ہوگیا اور منع شرعی بھی موجب عجز ہے کما تقدم عن الفتح فی ماء الحب والماء الموھوب کذا الماء المملوك ملکا فاسدا اذا اذن لہ الشرکاء ولاحدھم لا ینتقض تیممہ قال فی البحر لانہ وان کان مملوکا لا یحل التصرف فیہ فکان وجودہ کعدمہ اھ ونازع فیہ النھر بما ھو من مثلہ عجیب بخلاف جنب کہ جب یہاں اسکا تنہا استحقاق جبری نہیں صرف اولویت ہے محدث سے اسلئے کہ جنابت اغلظ ہے اور حائض سے محض اس مصلحت افضلیت کیلئے کہ وہ تو امامت کر نہیں سکتی جنب امام ہوگا اب اگر حائض نہائے اور جنب تیمم کرے تو یہ غاسل کی اقتدا متیمم سے ہوگی اور یہ اگرچہ صحیح وجائز ہے مگر عکس افضل ہے لہذا مناسب کہ جنب نہائے اور حائض تیمم کرے اور میت سے یوں کہ غسل جنابت کا ثبوت قرآن عظیم سے ہے اور غسل میت کا سنت و اجماع سے اسی ملکے مصالح کیلئے جنب کو ترجیح دی ہے نہ یہ کہ اسکا استحقاق اوروں کو پانی سے عاجز کردے فی ردالمحتار الجنب اولی بمباح ھذا بالاجماع تاترخانیۃ اھ **اقول** ھذا عجب بل جمہور المشائخ علی اولویۃ المیت وان کان الاصح الاول ففی البحر عن الظھیریۃ قال عامۃ المشائخ المیت اولی وقیل الجنب اولی وھو الاصح اھ ونازعہ ط بانہ حیث کان المشترك ینبغی صرفہ للمیت (ای لما تقدم عن الدرر) فالمباح اولی اھ ای اذا امروا ان یصرفوہ بحصص ملکھم للمیت فما لا ملك لھم فیہ اولی واجاب ش بانہ ینبغی لکل منھم صرف نصیبہ للمیت حیث کان لکل واحد لا یکفیہ نصیبہ ولا یمکن الجنب ولا غیرہ ان یستقل بالکل لانہ مشغول بحصۃ للمیت وکون الجنابۃ اغلظ لا یبیح استعمال حصۃ المیت فلم یکن الجنب اولی بخلاف ما اذا کان الماء مباحا فانہ حیث امکن بہ رفع الجنابۃ کان اولی اھ ای ان المشترك لا یمکن لاحدھم الاستقلال بہ لمکان حصۃ المیت فان صرفوا امکن غسلہ ولا یمم وتیمموا فکان الصرف اولی بخلاف المباح فان للکل ان یستقل بہ وقد امکن بہ رفع الجنابۃ فکان الجنب اولی **اقول** وفیہ التسلیم فان مجرد جواز استقلال الکل بہ انما نفی ما ذکر من داعی اولویۃ الصرف للمیت وھو لا ینفی اولیتہ

له داع اخر فضلا عن ثبوت اولوية الجنب اناا قول المباح انما يملك بالاستيلاء والميت ليس من اهله فلا حق له فيه بخلاف الباقين والجنب ارجحهم لما يأتي فكان اولى وسنذكر تمامه ان شاء الله تعالى اھ اما وجه القول الاصح فقال ش لان الجنابة اغلظ من الحدث والمرأة لا تصلح اماما ام وفي ط او لي من حائض لامكان تيممها بالتراب في اقتداء بها به واقتداء المتيمم بالمتطهر افضل من عكسه مع عدم تأتيه هنا اھ اقول بل يتأتى بان يتيمم الجنب وتغتسل هي ولا يتوهم العكس بمعنى امامة المرأة اھ ا وسكت ش عن وجه تقديم الجنب على الميت وقال فقيه النفس في الخانية لان غسله فرض وغسل الميت سنة اھ قال في الاشباه مراده ان وجوبه بها بخلاف غسل الجنب فانه في القران اھ وتعقبه السيد الحموي بانه انما يتم هذا التاويل لو لم يكن هناك قول بالسنية اما مع وجوده فلا اھ وقال قبله قال المصنف في البحر مانقله مسكين من قوله وقيل غسل الميت سنة مؤكدة ففيه نظر بعد نقل الاجماع يعني في فتح القدير اللهم الا ان يكون قولا غير معتمد فلا يقدح في انعقاد الاجماع اھ اقول مثله لا يعد قولا ولا يحمل عليه مثل كلام الخانية وقال ط لعل اولويته على الميت بسبب انه يؤدي ما كلف به من صلاة وقراءة فاحتياجه اليه اكثر من الميت وتعبيره باولى يفيد جواز التيمم للجنب اھ اقول ويجوز بناؤه اولا على القول بان فرض العين اقوى من فرض الكفاية وثانيا على ان لا ايثار في القرب وذلك لانهم استولوا دون الميت وترجح الجنب من بين الاحياء لما مر فصرفه لنفسه اولى من صرفه للميت فافهم (١٦٢) اقول اُس صورت مین بیٹے نماز کا اعادہ بھی نہین لان المنع من جهة الشرع لیکن اگر اور شخص نے پانی زبردستی لیلیا تو دو صورتین ہین ایک یہ کہ وہ پانی اسکی ملک تھا اور ظالم نے غصباً دبا لیا اور یہ اُس سے چھین نہین سکتا تو تیمم سے پڑھے پھر وضو سے پھیرے لان المنع من جهة العباد دوسرے یہ کہ پانی مباح تھا اُسپر اگر اسکے قبضہ کر لینے کے بعد اُس نے اس سے چھین لیا تو یہ وہی صورت اولی ہوئی کہ پانی بعد قبضہ اسکی ملک ہو گیا تھا اور اگر یہ قبضہ کرنا چاہتا تھا وہ زبردست ہی اُسنے پہلے قبضہ کر لیا تو اسمین اُسکا ظلم نہ ہوا کہ آب مباح پر قبضہ کیا ہو وہی مالک ہوا اور اب شخص نمبر ۵۲ مین ہو کہ پانی دوسرے کی ملک اور اُسکی اجازت نہین تیمم کرے اور اعادہ کی حاجت نہین (١٦٣)

اقول مسافر کے پانی کا پیپا صندوق مین بند ہو کہ جن راستون مین پانی کی قلت ہو وہان وہ عزیز ترین اشیا سے ہو قفل کی کنجی گم گئی اُس حکم کی بنا پر کہ نمبر ۶ مین گزرا اگر قفل توڑنے مین ایک درم کا نقصان ہوتا ہو

تیمم کرے اور اعادہ نہیں ورنہ قفل توڑے اور وضو کرے فلیحرر ولیراجع واللہ تعالٰی اعلم (۱۶۴) جبکہ مثل مین خنثٰی مشکل کا انتقال ہوا جاتا صغیر السن بچہ نہ تھا جسکے لیے ستر کا حکم ہی نہ ہو اُسے نہ مرد نہلا سکتا ہے نہ عورت ناچار تیمم کرایا جائے **اقول** بلکہ اگر وہاں کوئی سات آٹھ برس کی لڑکی یا دس گیارہ برس کا لڑکا ہو کہ نہلا سکے تو اُسے بتا کر نہلوانا لازم ہاں یہ بھی نہ ہو تو اُسے کوئی محرم تیمم کرائے مرد ہو خواہ عورت اور محرم نہ ملے تو اجنبی عورت اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے اور اُسے آنکھیں بند کرنیکی ضرورت نہیں اور کوئی عورت بھی نہ ہو تو اجنبی مرد کپڑے کے ساتھ تیمم کرائے اور اپنی آنکھیں بھی بند کرے کہ خنثٰی کے سر کے بال یا کلائی کے کسی حصہ پر نگاہ نہ پڑے۔ بدائع وفتاوٰے امام قاضیخان وفتح القدیر وبحر الرائق وسراج وہاج ودرمختار وہندیہ وغیرہا مین یہ عمر جسمین سترتیت ضروری نہین وہ عمر ہے جسمین بچہ حد شہوت تک نہ پہنچا ہو اِس سے ظاہر یہ ہے کہ لڑکا بارہ سال سے کم اور لڑکی نو برس سے کم **اقول** اس تقدیر پر خنثٰی کے لیے نو برس لیے جائینگے لاحتمال انوثتہا مگر محرر المذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب مبسوط مین کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے یہ حد مقرر فرمائی کہ جبتک بچہ باتین نہ کرے فتح مین ہے الصغیر والصغیرۃ اذا لم یبلغا حد الشھوۃ یغسلہما الرجال والنساء وقدرہ فی الاصل بان یکون قبل ان یتکلما **اقول** مولٰی عزوجل کی بیشمار رحمتین امام محمد پر بیشک وہ عمر جسمین ستر کی حاجت نہین یہی ہے اور بلاشبہہ دربارۂ نظر ومس زندہ ومردہ کا حکم ایک ہی ہے الاترٰی الی قول البدائع لو مات الصبی لایشتہی لاباس ان تغسلہ النساء وکذلک الصبیۃ التی لاتشتہی اذا ماتت لاباس ان یغسلہا الرجال لان حکم العورۃ غیر ثابت فی حق الصغیر والصغیرۃ اھ وکیف ترضی الشریعۃ المطہرۃ ان یمشی غلام دون اثنتی عشرۃ سنۃ وبنت دون تسع بشہر فی الاسواق عریانین وقد قال فی الدر عن السراج الوہاج لاعورۃ للصغیر جدا ثم ما دام لم یشتہ فقبل ودبر ثم تغلظ الی عشر سنین کبالغ اھ فالحق عندی ان ما فی عامۃ الکتب ھنا مفسر بما فی الاصل ومعنی بلوغ حد الشھوۃ حد یوجب فیہ النظر الی عورتہ تذکر تلک الامور لا ان یشتہی ھو بنفسہ او تقع علی نفسہ الشھوۃ وقال ش تحت قولہ للصغیر جدا وکذا الصغیرۃ قال ح وفسرہ شیخنا بابن اربع فما دونہا ولم ادر لمن عزاہ اھ **اقول** قد یؤخذ مما فی جنائز الشرنبلالیۃ الخ فذکر ما قدمنا عن الفتح عن الاصل **اقول** وفی الاخذ نظر ظاہر فان التکلم یحصل غالبا قبل اربع بکثیر ہاں نہلانے والے بچے مین اُس عمر کا اعتبار موجہ ہے کہ نہایت کم عمر نہلا نہین سکتا (۱۶۵) اگر میّت عورت یا مشتہاۃ لڑکی ہو جو اتنی صغیر السن نہین

اور وہان کوئی عورت نہین تو دس گیارہ برس کا لڑکا اگر نہلا سکے اگرچہ دوسرے کے بتانے سے یا کوئی کافرہ عورت ملے اور بتانیکے موافق نہلا سکے تو اُس سے نہلوائین ورنہ کوئی محرم تیمم کرائے **اقول**[۲۵۳۶] یا اگر میت کنیز تھی شوہر یا کوئی اجنبی ویسے ہی تیمم کرادے اور کنیز نہ تھی اور کوئی محرم نہین تو شوہر اُسیطرح ہاتھون پر کپڑا چڑھا کر بے آنکھین بند کیے تیمم کرائے اور شوہر بھی نہ ہو تو اجنبی مگر آنکھین بندکرے (۱۶۶) اگر میت مرد یا ہوشیار لڑکا ہے کہ اُتنا صغیر السن نہین ہے اور وہان کوئی مرد نہین تو اگر میت کی زوجہ ہے کہ ہنوز حکم زوجیت مین باقی اور اسے مس[علہ] کر سکتی ہو وہ نہلائے وہ نہ ہو تو سات آٹھ برس کی لڑکی اگر نہلا سکے اگرچہ سکھانے سے یا کوئی کافر ملے اور بتانیکے مطابق غسل دے سکے تو اُس سے نہلوایا جائے ورنہ جو عورت میت کی محرم یا کسیکی شرعی کنیز ہو وہ اپنے ہاتھون سے یوہین تیمم کرائے اور آزاد و نامحرم ہو تو کپڑا لپیٹکر گرزو دستِ میت پر نگاہ سے یہان ممانعت نہین زوجہ کو اگر طلاق بائن یا تین[ط] طلاقین دیدی تھین یا زوجہ نے پسر زوج کا بوسہ بشہوت لیا خواہ کوئی فعل اُس سے یا اُسکے ساتھ ایسا واقع ہوا جس سے شوہر کے ساتھ حرمت مصاہرت پیدا ہو یا اپنی صغیرہ سوت کو کہ عمر رضاعت مین تھی دودھ پلادیا یا معاذ اللہ مرتدہ ہوگئی پھر بعد موت اسلام لے آئی یہ تینون باتین خواہ حیاتِ شوہر مین واقع ہوئی ہون یا اُسکے بعد یا حیاتِ زوج مین کسی نے اُس سے وطی شبہہ کی یا کسی نے اُس سے نکاح فاسد کیا تھا اب وہ رد ہوا اور عورت شوہر کو ملی پھر شوہر مرگیا اور عورت ابھی اُس وطی شبہہ یا نکاح فاسد کی عدت مین ہے یا زوج نے سالی سے وطی شبہہ کی تھی پھر مرگیا اور ہنوز وہ اُسکی عدت مین ہے یا مجوسی خواہ ہندو مسلمان ہوکر مرا اور عورت ہنوز مجوسیہ یا مشرکہ ہے اگرچہ ان سب صورتون مین زوجہ ہنوز عدت مین ہو **اقول** یوہین اگر عدت سے نکل گئی مطلقًا نہین نہلا سکتی اور اسکی صورت یہ ہے کہ حاملہ تھی موت شوہر ہوتے ہی وضع حمل ہوگیا اب عدت مین نہ رہی ان سب حالتون مین زوجہ مثل اجنبیہ ہے غسل نہین دے سکتی ہان اگر شوہر نے طلاق رجعی دی اور عورت ابھی عدت مین تھی کہ مرگیا یا بعد شوہر اُس نکاح فاسد یا دونون صورت وطی بشبہہ کی عدت گزر گئی یا زوجہ مشرکہ مجوسیہ اب مسلمان ہوگئی تو اِن صورتون مین غسل دے سکتی ہے والمسائل مفصلۃ فی البدائع والفتح والبحر والدر وغیرھا وقد انتقیت من الخلافیات احسنھا **اقول**[۲۵۳۹] خنثٰی مین تفصیل اور اُسکے اور عورت کے طہارت کرانے والون مین ترتیب اور عورت کنیز وحرہ مین فرق یہ سب زیاداتِ فقیر سے ہے اور اُسکی وجہ بحمدہ تعالٰی ظاہر ومنیر کہ (۱) سب مین پہلے غسل ہے کہ وہی اصل ہے مگر[۲۵۴۰] عورت مین کسی کافرہ سے نہلوانا کہا نہ خنثٰی مین کہ عورت بھی اُسے نہین دیکھ سکتی کہ احتمال ذکورت ہے بخلاف غسل زن (۲)[۲۵۴۱] عورت مین

علہ: اقتصر فی الدر علی اشتراط ... اللہ ... لقاء النبی ... **اقول** ... ولم یکتف فان ... المنکوحۃ نکاحًا فاسدًا والموطوءۃ بشبہۃ ... ولا تنقضی عدتھا ... ولا یبطل ... انقضت عدتھا ... لبعد ... ولا یضر ... العدۃ ... ۱۲ منہ غفرلہ

مسئلہ ... **فصل** ...

خاص لڑکا کہا کہ اُسکے لیے اُنثے کی نابالغی کیا ضرور بالغہ عورت ہوتی تو غسل ہی دیتی اور خنثے مین لڑکا لڑکی دونون کے کہ کوئی بالغ حدِ شہوت اُسے غسل نہین دیسکتا اور اس حد نہ پہنچنے کے بعد پسر و دختر یکسان (۳) [٢٥٤٣] خنثے کے تیمم مین محرم کو مقدم رکھا مرد ہو یا عورت کہ بہرحال اُسے خنثے کے اعضائے تیمم دیکھنے چھونے دونون کا اختیار ہی اُسکے بعد اجنبی عورت کہ باحتمال ذکورت چھو نہ سکے دیکھ تو سکیگی پھر اجنبی مرد کہ احتمال انوثت کے سبب نہ چھونا ممکن نہ دیکھنا (۴) [٢٥٤٤] تیمم کنیز کو جدا کیا اور یہان محرم شوہر اجنبی مین ترتیب رکھی کہ اُسکے اعضائے تیمم کا دیکھنا چھونا سب کو روا درمختار مین ہی حکم امۃ غیرہ کمحرمہ وما حل نظرہ حل لمسہ الامن اجنبیۃ قال ش ای غیر الامۃ وفی التاتارخانیۃ عن جامع الجوامع لاباس ان تمس الامۃ الرجل وان تدھنہ وتغمزہ مالم تشتھہ الا ما بین السرۃ والرکبۃ (۵) [٢٥٤٥] تیمم حرہ مین یہ ترتیب لی کہ پہلے محرم مرد پھر شوہر پھر اجنبی اور اسکی وہی وجہ کہ محرم کو دیکھنا چھونا دونون روا اور شوہر کو صرف دیکھنا اور اجنبی کو کچھ نہین درمختار مین ہی یمنع زوجہا من غسلھا ومسھا لامن النظر الیہا علی الاصح ہان تیمم مرد مین کنیز وحرہ کی تفصیل بدائع مین ہی المیممۃ اذا کانت ذات رحم محرم منہ تیممہ بغیر خرقۃ والا بخرقۃ تلفہا علی کفہا لانہ لم یکن لہا ان تمسہ فی حیاتہ فکذا بعد وفاتہ والامۃ وامۃ الغیر تیممہ بغیر خرقۃ لانہ یباح للجاریۃ مس موضع التیمم بخلاف ام ولد المیت لانہا تعتق وتلتحق بالحرائر الاجنبیات اھ واللہ تعالٰی اعلم (۶۷ تا ۷۵) اقول [٢٥٤٦] مولٰی سبحنہ وتعالٰی نے مسلم میت کے غسل کفن دفن اُسکے حق بنائے اور زندہ مسلمانون پر فرض فرمائے ان مین جہان مال کی حاجت ہو اُسکے مال سے لیا جائے کہ یہ اُسکی حاجاتِ ضروریہ سے ہی ولہذا تقسیم ترکہ درکنار اداے دیون پر بھی مقدم ہی جسطرح زندگی مین پہننے کا ضروری کپڑا دین مین نہ لیا جائیگا اگر اُس نے مال نہ چھوڑا تو زندگی مین جسپر اُسکا نفقہ واجب تھا وہ دے (امر عورت کا کفن مطلقاً شوہر پر ہی اگرچہ اُس نے ترکہ چھوڑا ہو) اگر وہان کوئی ایسا نہ ہو تو مسلمانون کے بیت المال سے لیا جائے اگر بیت المال نہ ہو جیسے ان بلاد مین تو مسلمانون پر واجب ہی جن جن کو اطلاع ہو۔ یہ مسائل کفن مین بالترتیب مصرح ہین اور غسل و دفن اُسکے مثل بلکہ اہم راب ان تین نمبرون مین لڑکا یا لڑکی یا کافر جن جن سے نہلوانے کا حکم ہی اگر اُجرت مثل مانگین دینی لازم میت کا مال نہ ہو تو موجود ین اپنے پاس سے دین تو یہان بھی بدستور ہر نمبر مین تین تین صورتین اور پیدا ہونگی کہ اگر وہ اجرت مثل سے بہت زیادہ مانگے یا کوئی دینے کے قابل نہین یا انکا مال دوسری جگہ ہی اور وہ اُدھار پر راضی نہین تیمم کرائین واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم الحمد للہ یہ پانی سے عجز کی پوشنے دو سو صورتین اس رسالہ کے خواص سے ہین کہ اسکے غیر مین نہ ملینگی اگرچہ جو کچھ ہی علمائے کرام ہی کا فیض ہی

ع ای باد صبا اینہمہ آوردۂ تست ✦ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ✦ وعلینا بہم ابد الآبدین ✦ یا ارحم الراحمین ✦ آمین والحمد للہ رب العلمین ✦ وافضل الصلاۃ والسلام علی سید المرسلین ؐ وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین ✦ **دوم** طہارت کے لیے کافی **سوم** فرض طہارت ان قیدوں کے فائدے نمبر ۱۵۰ میں معلوم ہو لیے **چہارم** ۱۵۴ ہمنے پانی کو مطلق سے مقید نہ کیا کہ طہارت کیلیے کافی کہنا ہی اُسکے افادے کو کافی تھا بخلاف عبارۃ الدر من عجز عن استعمال الماء المطلق الکافی لطہارتہ لصلاۃ تفوت الی خلف (تیمم) اھ فانہ قد ذکر المطلق فلم یلغ نعم لو ترکہ لما اخلت بالکف اما قولہ لصلاۃ تفوت الی خلف فاحترز بہ عن التیمم لنوم او رد سلام ونحوہ اولفائت الی خلف کصلاۃ جنازۃ وعید فانہ لایشترط لہ العجز اھ ش ۱۵۴ **اقول اولا** ۱ لا تدل عبارۃ المصنف علی اشتراط العجز مطلقا علی الثانی ما ھذہ الاحترازات وعلی الاول یعود علی المقصود بالنقض فانہ یفید ان شرط التیمم العجز فی صلاۃ لہا خلف فلا یجوز بلا عجز ولا العجز فی غیر صلاۃ ولا فی صلاۃ لاخلف لہا وبالجملۃ مفاد ھذہ الزیادات تخصیص التیمم بھذا العجز المخصوص لا تخصیص شرط العجز بھذا الخصوص نعم لو قال وھذا فی صلاۃ تفوت الی خلف لافاد ما اراد ۱۵۵ **وثانیا** ۲ لا تیمم مع وجدان للماء الا لفائت لا الی خلف کرد سلام والصلاتین کما تقدم اما النوم ونحوہ فلا کما حققہ الشامی مخالفا لما فی البحر والدر والبحر مغنی متحقق فیہ کما قدمنا فلا حاجۃ الی الاحتراز **پنجم** ۱۵۱ **اقول** صورتین تین ہیں علم بعدم آب ۲ علم بوجود ۳ عدم علم۔ علم عدم کہ پانی میل بھر یا زائد دور ہونا معلوم ہو اسمین تو عجز ظاہر ہی اور علم وجود مین عجز یون ہوگا کہ حسًّا یا طبعًا یا شرعًا اُس تک وصول یا اُسکے استعمال پر قادر نہیں جیسے محبوس یا مریض یا وہ پانی پلانے والا جیسے پینے کیلیے وقف ہی۔ رہا عدم علم نمبر ۱۵۸ و ۱۵۹ سے واضح ہوا کہ شرع مطہر نے اسے بھی عجز مین رکھا اگرچہ بعد نماز پانی وہین موجود ہونا بھی معلوم ہو جائے اور جب شریعت نے یہان وجود و عدم آب پر مدار نہ رکھا بلکہ اُسکے عدم علم پر تو واجب ہی کہ وہ جگہ مظنۂ آب نہ ہو جیسے آبادی یا اُسکا قرب یا اُسے ہان وجود آب مظنون ہو مثلًا سبزہ لہلہا رہا ہی یا پرندے یا چرندے موجود ہین یا ثقہ شخص کہہ رہا ہی کہ یہان قرب مین پانی ہی کہ غلبۂ ظن بھی انحائے علم سے ہی خصوصًا فقہیات مین کہ ملتحق بہ یقین ہی تو بحال ظن عدم علم نہ ہوا اور یہان اسی پر مدار عجز تھا تو نہ عجز متحقق ہوا نہ تیمم روا نہ اُس سے نماز صحیح اگرچہ بعد کو عدم آب ہی ظاہر ہو کہ وجود و عدم واقعی یہان ساقط النظر تھا درمختار مین ہی یجب ای یفترض طلبہ ولو برسولہ قدر ما لا یضر بنفسہ ورفقتہ بالانتظار ان ظن ظنا قویا قربہ دون میل بامارۃ او اخبار عدل والا یغلب علی ظنہ قربہ لا یجب

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بل یندب ان رجا والا لا اھ ملخصًا ردالمحتار ؎ بامارۃ ای علامۃ کرؤیۃ خضرۃ اوطیر اھ وزاد
فی الحلیۃ الوحش حلیہ ؎ محیط ؎ ہو الذی نزل بالعمران ولم یطلب الماء لم یجز تیممہ خلاصہ ؎ ہو ان
تیمم قبل طلب الماء وصلی فی العمرانات لایجوز وفی الفلوات یجوز حلیہ ؎ ہو لان العلم بقرب الماء
قطعا اوظاھرا ینزلہ منزلۃ کون الماء موجودا بحضرتہ فلایجوز تیممہ فی شیئ من ھذہ الاحوال کما
لایجوز مع وجودہ بحضرتہ بحرالرائق ؎ ہو ولو تیمم من غیر طلب وکان الطلب واجبا وصلی ثم طلبہ فلم یجدہ
وجبت علیہ الاعادۃ عندھما خلافا لابی یوسف کذا فی السراج الوھاج وفی المستصفی وفی ایرادھذہ
المسألۃ (ای مسألۃ وجوب الطلب ان ظن قربہ) عقیب المسألۃ المتقدمۃ (ای مسألۃ من نسی
الماء فی رحلہ وتیمم وصلی لایعید عندھما خلافا لابی یوسف) لطیفۃ فان الاختلاف فی تلک
المسألۃ بناء علی اشتراط الطلب عدہ اھ اقول [2552] لیس معناہ انھما لایقولان باشتراط الطلب بل ھو
مجمع علیہ فی مظنۃ الماء وانما المعنی ان الرحل مظنۃ الماء عند ابی یوسف فیجب الطلب فیمتنع بدونہ
التیمم وعندھما لافلا کما افادہ المحقق فی الفتح حیث قال رحمہ اللہ تعالٰی جعل شرط الجواز عدم الوجود
من غیر طلب فمن زاد شرط الطلب فقد زاد علی النص بخلاف العمرانات لان العدم وان ثبت
حقیقۃ لم یثبت ظاھرا لان العمرانات دلیل ظاھر علی وجود الماء لان قیام العمارۃ بالماء فکان العدم
ثابتا من وجہ دون وجہ وشرط الجواز العدم المطلق ولا یثبت ذلک فی العمرانات الا بعد الطلب وفی بخلاف
ما اذا غلب علی ظنہ قربہ لان غلبۃ الظن تعمل عمل الیقین فی حق وجوب العمل منیہ ؎ ہو شرط النیۃ وکذا
طلب الماء ان غلب علی ظنہ ان ھناک ماء او کان فی العمرانات اھ اقول [2553] وبھذہ النصوص ظھران
الحکم سواء فیما اذا ظن فی فلاۃ بامارۃ او کان فی مظنۃ کالعمرانات اوقربھا انہ لایصح تیممہ بدون
الطلب وان ظھر بعدہ عدم الماء افادہ اطلاق المحیط والخلاصۃ وقد صرح بہ فی السراج فان وجوب الطلب
شامل للفصلین وذلک لان الطلب فی المظنۃ شرط جوازہ کما نص علیہ فی المنیۃ والمستصفی وقد اوضح
فی البحر غایۃ الایضاح فاذا فقد الشرط فقد المشروط فبطلت الصلاۃ وظھور عدم الماء لایجعل المفقود
موجودا ولا الباطل صحیحا انما وقع فی الحلیۃ بعد مانقلنا عنہا من قولہ وھذا یفید انہ لو کان فی العمران
او بقرب من العمران فتیمم وصلی قبل الطلب لم یستکشف عن الحال انہ لایجوز وھو ظاھر الخلاصۃ
حیث قال فیھا (فنقل ما قدمناہ قال) لکن فی البدائع وکذلک اذا کان بقرب من العمران یجب علیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الطلب حتى لو تيمم وصلى ثم ظهر الماء لم تجز صلاته لان العمران لا يخلو عن الماء ظاهرا وغالبا والظاهر يلحق بالمتيقن فی الاحکام انتہی ولعله قيد اتفاقی بدليل التعليل المذكور او احتراز عما لو استکشف الحال فلم يجد بالعمران فان الظاهر جواز صلاته لظهور انتفاء ذلك الظاهر ويحمل ما فی الخلاصة علی ما اذا لم يستکشف الحال کما هو ظاهرها اھ فاقول [1554] تجويزه الاول اعنی جعله قيد ثم ظهر الماء فی عبارة البدائع اتفاقيا هو الصواب وكفی دليلا عليه التعليل المذكور كما قال وتجويز الاخر اعنی استظهاره جواز صلاته اذا طلب بعد فلم يجد بحث صادم المنقول والمعقول اما المعقول فلما قرر الفقير ان الشرع ادار الامر ههنا علی عدم علمه بالماء ولم ينظر الی وجوده فی نفس الامر او عدمه فاذا ظن الماء وكان فی مظنته فقد انتفی عدم العلم فلم يصح التيمم سواء ظهر بعد وجود الماء او عدمه الا تری ان من نسی الماء فی رحله او ضرب الخباء علی بئر وهو لا يعلم فتيمم وصلی ثم ذكر وظهر لا اعادة عليه فكما ان ظهور الماء لم يجعل تيممه الصحيح غير صحيح كذلك ظهور عدمه لا يجعل تيممه الفاسد غير فاسد واما المنقول فما تقدم من تصريح السراج ومثله فی الجوهرة النيرة وبه [1555] ظهر ان تقييده فی الاستفادة بقوله ولم يستکشف غير صحيح بل الحكم مطلق و [1556] جعله اياه ظاهر الخلاصة ممنوع بل صريحها الاطلاق فان قلت [1557] حاصل ما قررت ههنا انه لو ظن القدرة علی الماء لا يصح تيممه وان ظهر بعد انه عاجز ولو ظن العجز صح وان ظهر بعد انه قادر فالمبنی ظنه لا ما يظهر بعد وهو خلاف ما نصوا عليه فی مسألة من وجد مع غيره ماء فانه ان لم يسأله وتيمم وصلی ثم سأل فان اعطی بطلت صلاته وان كان يظن قبله المنع وان ابی صحت وان كان يظن قبله الاعطاء فكان المبنی ما يظهر بعد لا ما ظن وقد ذكرنا نصوصه وبلغنا الغاية تحقيقه فی رسالتنا قوانين العلماء بعون الله تعالی اقول [1558] لا خلاف فان المبنی ثم حقيقة العجز اما ههنا فعدم علمه كما علمت قال الامام صدر الشريعة ثم المحقق الحلبی فی الحلية لو اتم الصلاة فيما اذا ظن العطاء ثم سأل فان اعطی بطلت صلاته وان ابی تمت لانه ظهر ان ظنه كان خطأ بخلاف مسألة التحری لان القبلة حينئذ جهة التحری اصالة وههنا الحكم دائر علی حقيقة القدرة والعجز اقيم غلبة الظن مقامهما تيسيرا فاذا ظهر خلافه لم يبق قائما مقامهما اھ اقول [1559] ويمكن ان يوجه بان الماء ثمه معلوم الوجود وهو قادر علی تحصيل العلم بحقيقة العجز والقدرة بان يسأله فيعطی او يابی فلا يسوغ له العمل بالظن

عند القدرة على العمل بالعلم ان الظن لا يغنی من الحق شيئاً اما هٰهنا فالماء مجهول الوجود ليس بيده تحصيل العلم به الا بحرج والحرج مدفوع وما شرع التيمم الا لدفعه والظن الغالب فی العمليات يقوم مقام العلم عند فقدانه وقد ذكرنا تمام الكلام فی الرسالة المذكورة بتوفيق الله تعالٰی **اقول** وقد ظهر بحمد الله تعالٰی بتقريرنا هذا ان شرط طلب الماء اذا ظن قربه حتی لا يصح تيمم قبل الطلب مندرج فی شرط العجز لانه ما دام يظن قربه لم يعدم علمه فلا يثبت عجزه الا اذا طلب الی حد لا يضره ولا برفقته ويقع الياس من وجدان الماء لانه حينئذ يخيب ظنه الذی كان قائماً مقام العلم فيعدم العلم فيثبت العجز فما وقع فی رد المحتار من ان هذا الشرط زاده فی المنية وسيذكره المصنف بقوله ويطلبه غلوة ان ظن قربه اھ غير سديد بل قد ذكره المصنف فی قوله من عجز عن استعمال الماء الخ الا تری الی قول البحر لا قدرة بدون العلم لان القادر علی الفعل هو الذی لو اراد تحصيله يتأتی له ذلك اھ وما ذكره المصنف ليس لبيان شرط التيمم بل قدر الطلب وما يتعلق به من التفريع كما اعاد متصلا به ذكر شرط النية لاجل هذا مع ذكره لها فی نفس حد التيمم۔

ششم مسلمان کی تخصیص اسلیے کہ کافر تیمم کا اہل نہیں اُسکا تیمم باطل ہے اگر کافر نے وضو کیا پھر اسلام لایا اُسی وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے جبکہ اُسکے بعد کوئی حدث نہ ہوا ہو لیکن اگر وہاں پانی نہ تھا تیمم کرکے مسلمان ہوا تو اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا نماز کے لیے دوبارہ تیمم کرنا ہوگا وجہ یہ کہ وضو کے لیے پانی کا اعضائے وضو پر گزر جانا کافی ہے اگرچہ بلا قصد ہو کافر کے وضو میں یہ بات حاصل ہوگئی لیکن تیمم میں نیت شرط ہے اور نیت اللہ عزوجل کے لیے اور کافر اُسے جانتا ہی نہیں اُسکے لیے نیت کیا کریگا کفر کہتے ہی اسے ہیں کہ اللہ سبحٰنہ کو نہ جانے **تنبیہ جلیل** یہ بات ناواقف کی نگاہ میں بعید ہے اور اُسکا بیان نہایت مفید ہے لہذا فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اسے چند مختصر جملوں میں بیان کیا ہے جن سے روشن ہو کہ تمام کفار اگرچہ کلمہ گو نماز گزار ہوں اللہ عزوجل کو ہرگز نہیں جانتے اور اُن میں کوئی ایسا نہیں جو اُسے بُرے بُرے عیب بُرے بُرے دھبّے نہ لگاتا ہو اُس بیان کی اطلاع لازم ہے تاکہ مسلمان اُنسے پرہیز کریں اور اپنے رب کی محبت وحمایت میں اُن سے نفرت وگریز کریں **باب العقائد والکلام** اُس کا تاریخی نام **یا کمراہی کے جھوٹے خدا** تاریخی لقب ایک نہایت مختصر مگر ان شاء اللہ تعالٰی کمال مفید رسالہ ہے اگر کوئی سُنی عالم رسائل فقیر سے اسکے دعاوی کا بیان لیکر تفصیل سے اور موقع بموقع مناسب فوائد کے اضافہ سے اسکی شرح لکھے تو اِن تمام فرقوں کی دندان شکنی کا بعونہ تعالٰی کافی

مسالا ہی بیچ مین طول فصل کے خیال سے اُسے یہان سے جدا کر کے اس رسالہ کے آخر مین ملحق کرین وباللہ التوفیق

ہفتم ہمنے بالغ کی قید نہ لگائی کہ تیمم نابالغ کا بھی صحیح ہی **ہشتم** عاقل کی قید ذکر کی کہ مجنون یا ناسمجھ بچہ اگر تیمم کی نقل کرے وہ معتبر نہین کہ تیمم کی شرط نیت ہی **نہم** نیت مین صرف اسلام شرط کیا کہ وہ بالغ ہو یا نہین عاقل ہو یا نہین ہرطرح تیمم کرایا جائیگا جبکہ پانی سے عجز ہو **دہم** نجاست کو حکمیہ سے مقید کیا کہ زندہ کا تیمم نجاست حکمیہ ہی کو دُور کرتا ہی حقیقیہ کا مٹی سے ازالہ صرف استنجا مین ہے **یازدہم** حکمیہ کو حقیقیہ وصوریہ سے عام کیا کہ نابالغ مین نجاست حکمیہ کا حقیقۃً وجود محل نظر ہی **دوازدہم** دربارۂ میت حقیقیہ وحکمیہ کی تشقیق بربنائے اختلاف ائمہ ہی کہ موت سے بدن کو نجاست حقیقیہ عارض ہوتی ہی یا حکمیہ بر تقدیر اول قبل غسل اُسکے پاس قرآن عظیم کی تلاوت منع ہوگی جبکہ اُسکا بدن سر سے پاؤن تک کپڑے سے چھپا نہ ہو جیسے جہان کوئی نجاست پڑی ہو تلاوت مکروہ ہے اور تقدیر ثانی پر تلاوت مین حرج نہ ہوگا جیسے کوئی قرآن مجید پڑھے اور اُسکے پاس کوئی جنب یا حیض نفاس سے نکلی ہوئی بے نہائی عورت بیٹھی ہو۔ اور اوپر گزرا کہ فقیر کی تحقیق مین قول دوم ہی زیادہ راجح ہے ان شاء اللہ تعالی **سیزدہم** دُور کرنیکے لیے یہ لفظ جانب نیت مشیر ہوا کہ بے نیت تیمم صحیح نہین اور اس نے یہ بھی بتایا کہ نیت اپنے بدن سے نجاست حکمیہ یا بدن میت سے نجاست موت دُور کرنیکی ہو اور اسی کے معنی مین ہی نیت تطہیر اگرچہ استحباباً اور اسی کو تودی ہی اس فعل سے کوئی عبادت مباح کرنیکی نیت مقصودہ ہو جیسے نماز اور جنب کیلیے قرارت قرآن یا غیر مقصودہ جیسے مصحف شریف کا چھونا یا جنب کیلیے مسجد مین جانا۔ ہان عبادت غیر مقصودہ مباح کرنیکے لیے جو تیمم ہوگا اُس سے نماز نہین پڑھ سکتا جو تیمم رفع حدث وحصول طہارت کی نیت سے کیا جائے اُس سے تو نماز وغیرہ سب کچھ جائز ہی مگر تیمم کے وقت یہ نیت نہ کی ہو بلکہ صرف اتنا قصد کیا ہو کہ فلان عبادت ادا کرنیکو تیمم کرتا ہون تو اُس تیمم سے نماز جائز ہونیکے لیے یہ شرط ہی کہ وہ عبادت مقصودہ بھی ہو اور بغیر طہارت کے جائز بھی نہ ہوتی ہو ورنہ اگر پانی نہ پانے کی صورت مین محدث بحدث اکبر خواہ اصغر نے قرآن عظیم چھونے یا جنب نے مسجد مین جانیکے لیے تیمم کیا تیمم صحیح ہوجائیگا لیکن اُس سے نماز روا نہ ہوگی کہ مس مصحف یا دخول مسجد فی نفسہ کوئی عبادت مقصودہ نہین بلکہ عبادت مقصودہ تلاوت ونماز ہین اور یہ اُنکے وسیلے یونہین اگر پانی نہ ملنے کی حالت مین بیوضو نے یاد پر تلاوت یا جنب نے اور اذکار الٰہی مثل کلمہ طیبہ اور درود شریف پڑھنے کیلیے تیمم کیا تیمم صحیح ہی اور اُس سے نماز ناجائز کہ یہ عبادتین اگرچہ مقصودہ ہین مگر انکو بے طہارت روا تھین۔ تو ظاہر ہوا کہ یہ شرطین نفس تیمم کی نہین بلکہ اُس سے جواز نماز کی ہین ولہذا ہمنے تعریف مین انکو نہ لیا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اقول[٥٦٥] وبه ظهر ان قول العلامة ش عند قول التنویر لاقامة قربة ای لاجل عبادة مقصودة لاتصح بدون الطهارة اھ غیر سدید فانه فی مقام الاطلاق تقیید۔ بالجملہ بہ نیتِ عبادت تیمم کرنے سے نماز جائز ہونیکی تو یہ دو شرطیں ہیں اور خود اس نیت سے تیمم صحیح ہونیکے لیے ان دونوں میں سے کچھ شرط نہیں مسائل بالا میں گزرا کہ مسجد کے اندر ہی پانی ہو جنب اُسے لینے کو جائے تیمم کرے سلام و جوابِ سلام فوت ہونیکے خیال سے پانی ہوتے ہوئے تیمم کرے حالانکہ وہ عبادت مقصودہ نہیں اور یہ بے طہارت جائز۔ ہاں فی نفسہ تیمم جائز ہونیکو یہ مشروط ہے کہ پانی نہ ہونیکی صورت میں یا تو وہی نیت عامہ تطہیر رفع حدث ہو یا مطلقاً کسی عبادت کی نیت خواہ مقصودہ ہو یا نہیں اُسکے لیے طہارت شرط ہو یا نہیں جیسے نماز سجدۂ تلاوت سجدۂ شکر جنب کو تلاوت یا اسلام سلام جواب سلام بیوضو کو یاد پر تلاوت یا مصحف شریف کا چھونا جنب کا مسجد میں جانا یا اذان اقامت بیوضو کا مسجد میں جانا چاروں قسم کیلئے تیمم صحیح ہے اگرچہ نماز ان میں صرف اُسی تیمم سے روا ہوگی جو قسم اول کی نیت سے کیا اور پانی ہونیکی حالت میں خاص اُس عبادت فرض یا واجب یا سنت مؤکدہ کیلئے ہو کہ پانی سے طہارت کرے تو فوت ہوجائے اور اُسکا کوئی بدل نہ ہو جیسے سلام جواب سلام بقول محقق واحوط پر نماز پنجگانہ و جمعہ میں محافظت وقت کما تقدم تحقیقہ بما لامزید علیہ ان دو صورتوں کے سوا اگر کسی دوسری نیت سے تیمم کیا مثلاً پانی نہ ہونیکی حالت میں بے وضو نے مسجد میں ذکر کیلیے بیٹھنے بلکہ مسجد میں سونیکے لیے کہ سرے سے عبادت ہی نہیں یا پانی ہوتے ہوئے سجدۂ تلاوت یا سجدۂ شکر یا مسِ مصحف یا باوجود وسعتِ وقت نماز پنجگانہ یا جمعہ یا جنب نے تلاوتِ قرآن کے لیے تیمم کیا لغو و باطل و ناجائز ہوگا کہ ان میں سے کوئی بے بدل فوت نہ ہوتا تھا یونہیں ہماری تحقیق پر تہجد یا چاشت یا چاند گہن کی نماز کے لیے اگرچہ اُنکا وقت جاتا ہو کہ یہ نفل محض ہیں سنت مؤکدہ نہیں تو باوجود آب زیارت قبور یا عیادتِ مریض یا سونیکے لیے تیمم بدرجہ اولیٰ لغو ہے کما حققہ ش خلافا للواقع فی البحر و تبعہ فی الدر واستدلالا لہ بما لادلیل لہما فیہ کما بینہ ھو وان تبعہما فیہ ط رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین وعلینا بہم امین

اقول[٥٦٦] بیان سے ظاہر ہوا کہ یہ چیزیں ہماری تعریف پر نقض نہیں ہوسکتیں کہ کوئی کہے دیکھو انکے لیے تیمم صحیح ہے اور پانی سے عجز نہیں نہیں نہیں تیمم وہیں صحیح ہوگا جہاں پانی سے عجز ہے اگرچہ اسیطرح کہ پانی سے طہارت کرنے میں مطالبۂ شرعیہ بلا بدل فوت ہوا جاتا ہے یہ بھی صورتِ عجز ہے کما تقدم بدائع ملک العلماء قدس سرہ میں ہے لو تیمم ونوی مطلق الطھارۃ اونوی استباحۃ الصلاۃ فلہ ان یفعل کل مالا یجوز بدون الطھارۃ وکذا لو تیمم لسجدۃ التلاوۃ اولقراءۃ القراٰن بان کان جنبا جاز لہ ان یصلی بہ سائر الصلوات لان کل واحد من ذلک عبادۃ مقصودۃ فاما اذا تیمم لدخول المسجد اومس المصحف لایجوز لہ ان

بیٹھنا چاہتا ہے اور پانی نہیں بہتر ہے کہ تیمم کرے مگر اس تیمم سے نماز نہ ہوگی م ف مسئلہ مسجد میں سونا کوئی عبادت نہیں اسکے لیے تیمم محض لغو و باطل ہے اگرچہ پانی پر قدرت نہ ہو

عبادت کی چار قسمیں مقصودہ مشروط بطہارت مقصودہ غیر مشروط بطہارت غیر مقصودہ مشروطہ غیر مقصودہ و غیر مشروطہ اور انکی مثالیں۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یصلی بہ ویقع طہورا لما او قصد لہ لا غیر۔ ردالمحتار میں ہے فی البحر شرطہا ان ینوی عبادۃ مقصودۃ الخ او الطہارۃ او استباحۃ الصلاۃ او رفع الحدث او الجنابۃ فلا تکفی نیۃ التیمم علی المذہب وفیہ لا تشترط نیۃ التمییز بین الحدث والجنابۃ خلافا للجصاص اھ وتکفی نیۃ الوضوء الخ درمختار میں ہے شرط للتیمم فی حق جواز الصلاۃ بہ نیۃ عبادۃ مقصودۃ لا تحل بدون طہارۃ خرج السلام وردہ وصح تیمم جنب بنیۃ الوضوء بہ یفتی ردالمحتار میں ہے قولہ فی حق جواز الصلاۃ اما فی حق صحتہ لنفسہ فتکفی نیۃ ما قصد لاجلہ ای عبادۃ کانت عند فقد الماء وعند وجودہ یصح بعبادۃ تفوت لا الی خلف درمختار میں ہے قالوا لو تیمم لدخول مسجد او قراءۃ ولو من مصحف او مسہ کتابتہ تعلیم زیارۃ قبور عیادۃ مریض دفن میت اذان اقامۃ اسلام سلام ردہ لم تجز الصلاۃ بہ فتاوی الرملی وظاہرہ انہ یجوز فعل ذلک ردالمحتار میں ہے التیمم لہذہ المذکورات التی لا تشترط لہا الطہارۃ صحیح فی نفسہ یجوز فعلہ عند فقد الماء والا فلا نعم ما یخاف فوتہ بلا بدل من ہذہ المذکورات یجوز مع وجود الماء درمختار میں منیہ وشرح منیہ سے ہے تیممہ لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء لیس بشیئ بل ہو عدم لانہ لیس بعبادۃ یخاف فوتہا ردالمحتار میں ہے علله فی شرح المنیۃ بما ذکرہ الشارح وبان التیمم انما یجوز ویعتبر فی الشرع عند عدم الماء حقیقۃ او حکما ولم یوجد واحد منہما فلا یجوز لم فیفید ان التیمم لما لا تشترط لہ الطہارۃ غیر معتبر اصلا مع وجود الماء الا اذا کان مما یخاف فوتہ لا الی بدل فلو تیمم المحدث للنوم او لدخول المسجد فی قدرتہ علی الماء فہو لغو بخلاف تیممہ لرد السلام مثلا لانہ یخاف فوتہ لانہ علی الفور ولذا فعلہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وبہذا یضعف التعویل علیہ اھ اقول والاستدلال بالمنیۃ علی منع التیمم مع وجود الماء لغیر المشروطۃ بالطہارۃ فیہ نظر عندی وکذا فی استدلال البحر بالمجتبی والدرر بالبزازیۃ علی جوازہ لمکاتبۃ وقضیۃ الدلیل المنع اسی میں قول مذکور در وان لم تجز الصلاۃ بہ پر ہے ای فیقع طہارۃ لما نواہ فقط کما فی الحلیۃ لان التیمم لہ جہتان صحتہ فی ذاتہ وصحۃ الصلاۃ بہ فالثانیۃ متوقفۃ علی العجز عن الماء وعلی نیۃ عبادۃ مقصودۃ لا تصح بدون طہارۃ واما الاولی فتحصل بنیۃ ای عبادۃ کانت سواء کانت مقصودۃ لا تصح الا بالطہارۃ او غیر مقصودۃ کذلک او تحل بدونہا او مقصودۃ وتحل بدون طہارۃ فالتیمم فی کل ہذہ الصور صحیح فی ذاتہ کما اوضحہ اھ اقول ای عند فقد الماء کما قدمنا تنصیصہ بہ وہو مستفاد ہنا من نفس الکلام لمن تدبر ومن سابقہ لاحق لمن نظر ثم اقول ظاہر ہے کہ کسی شئ کا دوبارہ اسکے انقطاع کے بعد ہی ہوگا اور استمرار یا دوام وبقا جمع نہیں ہوسکتے تو یہ شرط کہ تیمم اس وقت ہو جب حقیقۃً ناس

منقطع ہوچکے ہوں کما زادہ العلامۃ الشرنبلالی فی نور الایضاح بآنکہ اپنی غایت وضوح سے چنداں قابل تعرض نہ تھی خود ہمارے اسی دور کرنیکے لیے کہنے میں آگئی وباللہ التوفیق۔ بالجملہ اس لفظ سے فوائد جلیلہ پیدا ہوئے (۱) اشتراط نیت (۲) اشتراط انقطاع منافی (۳) بیان نیت اقول تیمم دس نیتوں سے صحیح ہے نیت رفع حدث اصغر یا اکبر یا مطلق حدث نیت وضو یا غسل یا مطلق طہارت نیت استباحت نماز نیت عبادت مقصودہ مشروطہ بہ طہارت نیت عبادت دیگر غیر مقصودہ یا غیر مشروطہ یا غیر مقصودہ وغیر مشروطہ نیت اُس تاکیدی مطلوب شرع کی کہ اگر پانی سے طہارت کریں تو بلا بدل فوت ہوجائے۔ دسویں صورت پانی ہوتے ہوئے بھی ممکن ہے اور پہلی نو اُسیوقت روا ہیں کہ پانی پر قدرت نہ ہو۔ پہلی آٹھ کی نیت سے ہے نماز بھی بے تکلف ادا ہوسکتی ہے اگرچہ کسی اور عبادت کی غرض سے کیا ہو اور نویں سے کوئی نماز ادا نہ ہوگی اور دسویں سے خاص وہی نماز ادا ہوگی جسکی ضرورت سے کیا ہے نہ دوسری اگرچہ وہ بھی اسی قسم فائت بے بدل بلکہ اسیکی نوع سے ہو مثلاً نماز جنازہ قائم ہوئی وضو کرے تو چاروں تکبیریں ہوچکیں گی تیمم سے پڑھا اتنے میں اور جنازہ آگیا اگر وضو کرسکتا ہے اس دوسرے کیلیے وضو لازم ہے اگر وضو کا وقفہ تھا اور نہ کیا اب وضو کا وقفہ نہ رہا تو اسکے لیے دوسرا تیمم کرے پہلا جاتا رہا۔ ہاں اگر دوسرے جنازے کی نماز ایسی بلافصل برپا ہوئی کہ بیچ میں وضو نہ کرسکتا تو اُسی پہلے تیمم سے پڑھ سکتا ہے درمختار میں ہے لوجیٔ باخری ان امکنہ التوضی بینہما ثم زال تمکنہ اعاد التیمم والالا بہ یفتی ہمارا لفظ مذکور بحمدہ تعالی ان دسوں نیتوں کو شامل ہے پہلی تین تو میں منطوق ہیں یونہیں اُنکے بعد کی تین کہ انکی ملزوم ہیں اور یہاں نیت استباحت نماز کے یہی معنے ہونگے کہ وہ مانعیت جو میرے اعضا سے قائم ہے دور ہوجائے کہ بے اُسکے اباحت نماز نہیں ہوسکتی وہی اُسکا طریقہ معینہ ہے۔ رہا کسی اور عبادت کی غرض سے تیمم مشروع ہیں قطعاً یہی قصد قلبی ہوگا کہ اس عبادت کے ادا کرنیکے قابل ہوجاؤں اور نیت اسی قصد دلی کا نام ہے تو اسے نیت استباحت اور اُسے نیت رفع حدث لازم اور غیر میں قصد طہارت خود ظاہر کہ تیمم نہ کیا مگر اداے عبادت بے طہارت نہ کروں وقد سلک فی البحر اوانق نحوا من ذلک فقال شرطہا انیکون للمنوی عبادۃ مقصودۃ لاتصح الا بالطہارۃ او استباحۃ الصلاۃ او رفع الحدث او الجنابۃ وما وقع فی التجنیس من ان النیۃ المشروطۃ فی التیمم ھی نیۃ التطہیر وھو الصحیح فلاینافیہ لتضمنہا نیۃ التطہیر وانما اکتفی بنیۃ التطہیر لان الطہارۃ شرعت للصلاۃ وشرطت لاباحتہا فکانت نیتہا نیۃ اباحۃ الصلاۃ ام اقول وفیہ صدر کلامہ یقتضی ان الاصل نیۃ التطہیر وجازت نیۃ استباحۃ الصلاۃ لتضمنہا ماھو المقصود وعجزہ یقضی بالعکس ان نیۃ التطہیر تنبئ عن الاصل فاکتفی بہا ولفظ المحقق فی الفتح بعد نقل کلام التجنیس ومازاد غیرہ من نیۃ استباحۃ الصلاۃ لاینافیہ اذ یتضمن نیۃ التطہیر ام وجعل فی الحلیۃ

مسئلہ تیمم کرسے وضو غسل ہر طہارت غیر معذور کیلیے اُسوقت ہوتا ہے کامل ہے جب وہ چیزیں کہ طہارت کی منافی ہیں جیسے حیض نفاس حدث خون وغیرہ منقطع ہولیں حدث باقی ہو کیا

الاصل ارادة الصلاة فقال لفظ التيمم ينبئ عن القصد والاصل[ف١] ان يعتبر فى الاسماء الشرعية ماتنبئ عنه من المعانى ثم مطلق القصد غير مراد بالاجماع وسوق الاٰية يفيد الامر بالقصد الى الصعيد لاقامة الصلاة عند عدم الماء المطلق فيتقيد الامر به فلايوجد المأمور الشرعى وهو التيمم بدون نية فعله للصلاة اولما هو منزل منزلتها وهو عبادة مقصودة بنفسها لاتصح الا بالطهارة فلاجرم ان ذكر القدورى ان الصحيح من المذهب انه اذا نوى الطهارة او استباحة الصلاة اجزأه لان كلا من النيتين تقوم مقام نية ارادة الصلاة لان الطهارة شرعت لها وشرطت لاباحتها ومثله رفع الحدث ورفع الجنابة اھ

اقول[٢٥٥٤] فى قوله[ف٢] فيتقيد الامر به فلا يوجد الخ نظر ظاهر لما قدمنا عن البدائع ان حكم التيمم وارد على خلاف القياس وقد قال فى الحلية نفسها صدر الفصل انه تعبد ورد بمسحها على الاعضاء المخصوصة الخ فلو تقيد الامر الوارد بارادة الصلاة لم يجز التيمم لغيرها كدخول المسجد وتلاوة القراٰن للجنب ومس المصحف وهو خلاف الاجماع وليست فى معنى الصلاة من كل وجه حتى تلحق بها دلالة لاسيما وقد حصر المنزل منزلتها فى عبادة مقصودة الخ بل الصواب[٢٥٥٥] عندى[ف٣] ان الله سبحنه وتعالى انزل من السماء ماء طهورا ليطهرنا به وامرنا به فى الوضوء والغسل لا لخصوص اقامة الصلاة بل لكل مايطلب فيه الطهارة مقصودا بنفسه كان اولا ثم قال ولم تجدوا ماء اى كافيا لطهركم فتيمموا التطهيركم صعيدا طيبا فالاصل هو نية التطهير كما افاده ما فى الفتح والكل اٰئل اليه ولذا اقتصر عليه الامام البرهان فى التجنيس وما التطهير المراد هنا الا ازالة النجاسة الحكمية وهو الذى اخذته فى التعريف فالحمد لله الذى القى فى قلبى واجرى على قلمى ما هو الامر المحقق عند محققى الائمة الكرام والحمد لله ولى الانعام بقى ان يقال اين التطهير وازالة النجاسة فى الصورتين الاخيرتين اذ لو طهر وزالت لجاز له كل شئ

اقول[٢٥٥٦] بلى ولكن فى[ف٤] حق ما نوى ولولا ذلك كيف حلت له تلك الصلاة او دخول المسجد جنبا بذلك التيمم ولا غرو فى اعتبارها زائلة فى حق بعض الاشياء دون بعض فما هى الا حكمية تثبت باعتبار الشرع وتنتفى بعد مه ونرى الحقيقية تزول فى حق انسان دون اٰخر ولاجل شئ دون غيره كما تقدم فى صدر الرسالة وقد مر هنا عن البدائع انه يقع طهورا لما اوقعه لا لغيره ومثله فى الحلية وفى ش يقع طهارة لما نواه له فقط اھ

اقول[٢٥٥٧] وقد تقدم قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم حين تيمم لرد السلام لم يمنعنى ان ارد عليك السلام الا انى لم اكن على طهر فارشد ان التيمم لرد السلام يجعل التيمم طاهرا فى حقه مع

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ان السلام لا یحتاج الی الطھارۃ فاذا اعتبر مطھرا فیما لیست الطھارۃ ضروریۃ له لعدم الماء حکما فوقع عن حقیقۃ اولی فیما لا یحل له الا بالطھارۃ اجدر واحری وما ابدی المحقق فی الفتح من احتمال کونه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم نوی ما یصح معه التیمم ثم یرد السلام اذا صار طاھرا اھ ردہ فی البحر بان المذھب ان التیمم للسلام صحیح وان التجویز المذکور خلاف الظاھر کما لا یخفی اھ **اقول** ویلزم علی ھذا انه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کان عادما للماء حال التیمم کما حمله علیه الامام النووی فی شرح مسلم وھو فی غایۃ البعد اشد البعد لان الواقعۃ کانت بالمدینۃ الکریمۃ فصدر الحدیث مر رجل فی سکۃ من السکک فسلم علیه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فلم یرد علیه حتی اذا کاد الرجل ان یتواری فی السکۃ ضرب بیدیه علی الحائط الحدیث بل فی الصحیحین اقبل رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم من نحو بئر جمل فلقیه رجل فسلم علیه فلم یرد علیه حتی اقبل علی جدار فمسح وجھه ویدیه ثم رد علیه السلام اھ وبئر جمل موضع بالمدینۃ الکریمۃ علی صاحبھا واٰله افضل صلاۃ وسلام جہاروہم خمس عشر اسکی معرفت کہ جنس ارض کسے کہتے ہیں اور کیا کیا چیز جنس ارض سے ہے کیا کیا نہیں امر مہم ہے کہ اسی پر مدار مسائل تیمم ہے فاستمع وباللّٰه التوفیق وبه الوصول الی ذری التحقیق۔

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسوله الکریم

سیدنا امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک ہر اُس چیز سے کہ جنس ارض سے ہو تیمم روا ہے جبکہ غیر جنس سے مغلوب نہ ہو اور اُسکے غیر سے ہمارے جمیع ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک روا نہیں لہذا جنس ارض کی تحدید وتمیز درکار۔ اسمیں چار مقام ہیں **مقام اول تحدید** **اقول** وباللّٰه التوفیق وبه الوصول الی اعماق التنقیح والتحقیق علمائے کرام نے بیان جنس ارض میں اُن آثار سے کہ اجسام میں نار سے پیدا ہوتے ہیں پانچ لفظ ذکر فرمائے ہیں احتراق ترمد تلین ذوبان انطباع۔ اولاً انکے معانی اور انکی باہم نسبتوں کا بیان پھر کلمات علما میں جن مختلف صورتوں پر انکا ورود ہوا اُسکا ذکر پھر بیانات پر جو اشکال ہیں اُنکا ایراد پھر بتوفیقہ تعالٰی بقدر قدرت تنقیح بالغ وتحقیق بازغ وتبیین مقاصد ودفع ایرادات وتکمیل تحدید وابانت افادات کریں وباللّٰه التوفیق

(بیان معانی) الفاظ خمسہ **احتراق** جیسا امثال مطعومات میں اسکا اطلاق اُس صورت پر آتا ہے کہ شے اثر نار سے کلاً یا بعضاً فاسد وخارج عن المقاصد ہوجائے کھانا پکنے کو احتراق نہ کہیں گے بلکہ طبخ ونضج وادراک۔ اسکے غیر میں کبھی آگ سے مجرد تاثر قوی کو احتراق کہتے ہیں اگرچہ اُس سے اجزا ومقاصد شے برقرار رہیں جیسے زمین سوختہ

کہ اثرِ نار سے بشدت گرم ہوکر سیاہ ہوگئی درمختار میں ارضِ محترقہ کا مسئلہ ذکر فرمایا کہ اُس سے تیمم جائز ہے طحطاوی وشامی نے کہا اذا احرق ترابہا من غیر مخالط حتی صارت سوداء جاز لان المتغیر لون التراب لا ذاتہ بلکہ ایسی اشیا میں کبھی مقصود کے لئے مہیا ہوجانے کو جیسے مطعومات میں پک جانا کہتے تھے احتراق بولتے ہیں اسی باب سے ہے احراق اجبار و تکلیس یعنی انکا پھا بننا اور مدر کا کھنگر ہوجانا **اقول** احتراق کی چار صورتیں ہیں استفنا۔ انطفا۔ انتقاص کہ دو قسم ہوجائیگا۔ استفنا یہ کہ شے جلکر بالکل فنا ہوجائے جیسے رال گندھک نوشادر انطفا یہ کہ بعد عملِ نار اُسکے سب اجزا برقرار رہیں یہ احتراق ارض ہے اگر وہاں خارج سے پانی کی کوئی نم تھی کہ خشک ہوگئی تو وہ کوئی جزء زمین نہ تھی انتقاص یہ کہ نار اُسکے اجزاءِ رطبہ و یابسہ میں تفریق کردے اور جسم کا حصہ باقی رہے اس صورت میں اگر رطوبات بہت قلیل تھیں عملِ نار سے حجمِ جسم میں فرق نہ آیا نہ پہلے سے بہت ضعیف ہوگیا تو یہ تکلیس احجار ہے صنہ تردد اس میں اگر رطوبات کثیر وسب فنا ہونے سے پہلے آگ بجھ گئی کہ آئندہ بوجہ بقائے رطوبت دوبارہ جلنے کی صلاحیت رہی تو فحم۔ انکشت۔ کوئلا ہے صنہ رماد۔ خاکستر۔ راکھ۔ اس میں غالباً اجزا بکھر جاتے ہیں یا چھوئے سے بکھر جائیں گے کہ آگ بالکل تفریق اتصال کرچکی والعیاذ باللہ تعالٰی منہا مجاور معامر میں اکثر اسی ساد کہتے ہیں **لین** نرم پڑنا نضج و طبخ کو بھی شامل کہ ہر شے پک کر اپنی حالت خامی سے نرم ہوجاتی ہے بلکہ تکلیس کو بھی کہ چونا بھی اپنے پتھر سے نرم ہوگا **اقول** اس میں کلایا بعضاً بقائے جسم شرط ہے ورنہ جل کر فنا ہوجانا نرم ہونا نہیں نیز یہ بھی لازم کہ اگرچہ گرہ قدرے سست ضرور ہوئی کہ پہلی سی باہم گرفت و صلابت نہ رہی مگر جسم کہ منجمد تھا اپنے انجماد پر رہے نہ یہ کہ پانی ہوکر بہ جائے کہ نرم پڑنا نہیں ذوبان پگھل جانا **اقول** یہ وہ صورت ہے کہ اجزائے موجودہ کی گرہ قریب انحلال ہے تو پوری کھل گئی کہ اثر نار سے ان میں کے رطبہ یابسہ کو چھوڑ کر بگڑ جائیں نہ وہ گرفت رہی کہ جسم کی مٹھی اگرچہ نرم پڑگئی ہو بند تھی یہ ہے جو صورت تکلیس احجار میں تھی لہذا یا اجزائے رطبہ فراق چاہ کر اُڑنا چاہتے ہیں کہ آگ کی گرمی اسی کی مقتضی اور گرہ بہت سست ہوگئی لیکن اجزائے یابسہ انھیں نہیں چھوڑتے کہ ہنوز تماسک باقی ہے اس کشمکش میں روانی تو ہوئی مگر بوجہ بقائے اتصال زمین ہی پر رہی اس نے صورت سیلان پیدا کی **انطباع** یہ لفظ اگرچہ عربی ہے مگر زبانِ عرب پر نہیں نہ اُنسے کبھی منقول ہوا لہذا قاموس محیط حتی کہ تاج العروس کے مستدرکات تک اُس کا پتا نہیں ہاں فقہائے کرام نے اُسکا استعمال فرمایا جس کا پہلا سراغ امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تک چلتا ہے شیخ الاسلام غزی نے اُسکے معنے فرمائے پارہ پارہ و نرم ہونا طحطاوی علی الدر المختار ورد المحتار میں ہے قولہ ولا ینطبع ھو ما یقطع ویلین کالحدید **اقول** اس سے تو یہ ظاہر کہ لین معنی انطباع میں داخل اور اُسکا جزء ہے لیکن اُن سے پہلے علامہ مولٰی خسرو نے انطباع کو خود لین سے تفسیر فرمایا جس سے روشن کہ دونوں ایک چیز ہیں غرر و درر میں ہے (وھو لا ینطبع) ای لا یلین علامہ ابن امیر الحاج حلبی نے جنس ارض میں نفی انطباع و لین دو جگہ لکھکر غیر جنس میں فقط لین کا نام لیا حلیہ میں ہے قال مشایخنا جنس الارض مالا یحترق بالنار فیصیر رمادا وما

لا یلین ولا ینطبع ویدخل فیہ الا یلین ولا ینطبع ولا یحترق الیاقوت وما احترق بالنار اولان بہا فلیس من
جنس الارض[۲۵۹۰] ۔ اس عینیت جزئیت اور انکے علاوہ لزوم کو بھی محتمل یعنی لین لازم انطباع ہو کہ جب کہدیا کہ جو آگ پر نرم
پڑے جنس ارض نہیں اسی سے خود ہی معلوم ہوا کہ جو منطبع ہو جنس ارض نہیں کہ تینوں تقدیروں پر ہر منطبع میں لین ضرور ہوگا
اور اس سے نفی جنسیت کرچکے مگر صدر کلام میں[۲۵۹۰] لین پر انطباع کا عطف ہے اور اسیطرح شرح نقایہ برجندی میں زاد الفقہا سے
ہے یلین وینطبع یہ عینیت کی تضعیف کرتا ہے کہ عطف تفسیری میں معطوف زیادہ مشہور و معروف چاہیے نہ کہ بالعکس لین
میں کیا خفا تھی کہ اسے تفسیر کیا اور کاہے سے انطباع سے جسکے معنی میں یہ کچھ خفا ہے۔ باقی کتب کثیرہ مثل تحفۃ الفقہا و
بدائع ملک العلماء وکافی ومستصفٰی وجوہرۂ نیرہ وقنیہ وبحر ومسکین وایضاح وہندیہ میں اسکا عکس ہے ینطبع ویلین یہاں بر تقدیر
عینیت عطف تفسیری بے تکلف بنتا ہے اور بر تقدیر جزئیت ولزوم بعد انطباع ذکر لین لغو رہتا ہے غایہ میں سب سے جدا وینطبع
او یلین بحرف تردید ہے کہ یا منطبع ہو یا نرم پڑے یہ عطف تفسیری کی رگ کاٹتا ہے۔ غرض ان مفادات میں تشویش ہے
واقول[۲۶۰۰] تحقیق یہ ہے کہ انطباع طبع سے ماخوذ ہے طبع بمعنی عمل وصنعت ہے قاموس وتاج العروس میں ہے (و) الطبع
ابتداء صنعۃ الشیئ یقال طبع الطباع (السیف) او السنان صاغہ (و) السکاک (الدرہم) سکہ (و) طبع (الجرۃ من الطین عملہا) تو
انطباع بمعنی قبول صنعت ہے یعنی شیئ کا قابل صنعت ہوجانا کہ وہ جسطرح گڑھنا چاہیے گڑھ سکے جس سانچے میں ڈھالنا چاہیے ڈھل سکے اور یہ نہ ہوگا
مگر بعد لین یعنی نرمی تو لین نہ اسکا عین ہے نہ جز بلکہ اسکی علت اور گڑھنے کی صورت میں اسے لازم ہے جیسے سونے چاندی لوہے کا آگ سے نرم ہو کر ہر قسم گڑھائی
کے قابل ہوجانا اور ڈھالنے کی صورت میں فقط اسکی علت اور اسے لازم ہے جیسے سونے چاندی کو حسب ذکر روپیہ اشرفی اینٹ بنانا مغرب میں ہے قول شمس الائمہ
السرخسی ما یذوب وینطبع ای یقبل الطبع وھذا جائز قیاسا وان لم نسمعہ **اقول**[۲۶۰۰] عند التحقیق کلام شیخ الاسلام
تمرتاشی کا بھی یہی مفاد ہے ظاہر کہ بالفعل پارہ پارہ ہوجانا مراد نہیں بلکہ اسکی قابلیت اور وہ دو طور پر ہوتی ہے ایک یہ کہ چیز
سخت ہو کہ ضرب سے بکھر جائے جیسے کھنگر یہ انطباع نہیں بلکہ جیسے پاروں پر تقسیم چاہیں انپر منقسم ہونا ولہذا یتقطع نہ فرمایا
بلکہ ینقطع اور یہ نہ ہوگا مگر بصورت لین ولہذا ویلین اضافہ فرمایا کہ قابلیت صنعت بوجہ لین پر دلالت کرے واللہ الموفق ثانیاً
یہی نکتہ ہے کہ مصنف نے اپنے متبوع درر کے قول سے عدول فرمایا واللہ تعالٰی اعلم **تنبیہ**[۲۶۰۱] ہماری تقریر سے واضح ہوا کہ مٹی
بھی منطبع ہوتی ہے ابھی قاموس سے گزرا طبع الجرۃ من الطین مگر یہاں مراد وہ انطباع ہے جسکی صلاحیت آگ سے نرم
ہو کر پیدا ہوئی ہو ولہذا فتح القدیر میں فرمایا اذا احرق لا ینطبع مراقی الفلاح میں ہے منطبع بالاحراق عامہ علما نے کہ یہاں
منطبع مطلق چھوڑا ہے اس سے یہی منطبع بالنار مراد ہے جسطرح لین وذوبان کو بھی اکثر نے مطلق رکھا اور مراد وہی ہے کہ نار سے
ہو ورنہ پانی میں مٹی بھی گلتی پگھلتی ہے **(بیان نسب)** احتراق وترمد میں نسبت اوپر گزری کہ ترمد اس سے خاص

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اور اُسکی چار صورتوں سے ایک صورت ہوتا ہے باقی تین اقول[2602] ان میں لین وذوبان اُن معانی پر کہ ہمنے تقریر کیے خود متباین ہیں مگر بیان کلام اُنکی صلاحیت میں ہے کہ جو اُسکے صالح ہو جنس ارض سے نہیں بحسب صلاحیت لین دونوں سے عام ہے جو ذائب ہوگا پہلے نرم ہی ہو کر ذائب ہوگا یونہی سخت چیزیں گڑھنے کی صلاحیت نرمی ہی سے آئیگی اور جو آگ سے نرم ہوسکے یہ ضرور نہیں کہ بہ بھی سکے یا گڑھنے ڈھلنے کے بھی قابل ہوسکے جیسے چونے کا پتھر وغیرہ احجار مکلسہ اور ذوبان و انطباع میں عموم وخصوص من وجہ ہے سونا چاندی ذائب بھی ہیں اور منطبع بھی اور جما ہوا گھی ذائب ہے منطبع نہیں اور شکر کا قوام منطبع ہے ذائب نہیں چھوٹے بتاسے اور مختلف پیمانوں کے ٹھپے اور رنگ برنگ صورتوں تصویروں کے کھلونے بنتے ہیں آنچ سے ہی قوام ان انطباعوں کے قابل ہوتا ہے مگر آگ سے بہیگا نہیں جل جائیگا ہاں[2603] جو چیز آگ پر صابر ہو نہ فنا ہو نہ راکھ جیسے فلزات بظاہر وہاں انطباع وذوبان متلازم ہوں کہ جب نار سے نرم ہوئی تو اُسکے اشتداد وامتداد سے شیأ فشیأ نرمی کا ازدیاد ہوتا ہوا انتہا ذوبان پر ہوگی حتی کہ فولاد میں اگرچہ بتدابیر کما فی شرحی[1] المواقف والمقاصد اور ممکن کہ خالق عزوجل نے بعض ایسی محکم الترکیب بنائی ہوں کہ آگ سے صرف نرم ہوسکیں اُنکے پانی کر دینے پر آگ کبھی قادر نہ ہو واللہ تعالی اعلم۔

(بیان[2604] تنوع کلمات علما واشکالات)

اوصاف خمسہ مذکورہ کے عدم سے جنس ارض یا وجود سے اُسکے غیر کی پہچان بتانے میں کلمات علما چودہ وجہ پر آئے (۱) بعض نے صرف انطباع لیا کہ جبمیں یہ نہیں وہ جنس ارض ہے شرح نقایہ علامہ برجندی میں ہے ذکر الجلابی ان جنس الارض کل جزء منہ لاینطبع اقول[2605] یہ ظاہر البطلان ہے کہ لکڑی کپڑے لاکھ ہزاروں چیزوں پر صادق فان قلت قد اخرجہا بقولہ کل جزء منہ ای من الارض ذکر الکنایۃ تسامحا او باعتبار المذکور اقول اولا[2606] ضاع قولہ لاینطبع فلیس جزء منہا لینطبع بالنار وثانیا[2607] یعود حاصلہ ان جنس الارض کل جزء منہا وھذا کتعریف شیئ بنفسہ فانما الشان فی معرفۃ ان ای شیئ من اجزائہا (۲) صرف ترمد کہ جو چیز جلکر راکھ نہ ہو جنس ارض ہے نافع شرح قدوری میں ہے جنس الارض ما اذا احترق لایصیر رمادا اقول[2608] یہ بھی فلزات مثلاً سونے چاندی فولاد نیز تیل گھی دودھ وغیرہا لاکھوں اشیا پر صادق۔ اگر کہیے سونے چاندی کا کشتہ اُنکی راکھ ہے اقول اولا[2609] یہ راکھ کے معنی سے ذہول ہے جو ہمنے بیان کیے ثانیا[2610] عقیق ویاقوت کا بھی کشتہ ہوتا ہے تو وہ بھی جنس ارض نہ ہوں حالانکہ بیشک ہیں کما سیاتی (۳) انطباع وترمد کہ جو منطبع یا خاکستر ہو جنس ارض سے نہیں فتح القدیر میں ہے قیل ما کان بحیث اذا احرق بالنار لاینطبع ولا یترمد فہو من اجزاء الارض ام اقول[2611] ولا یرید التزییف فقد اقرہ وفرع علیہ جامع المضمرات پھر جامع الرموز میں ہے جنس الارض ما لایحترق فیصیر رمادا او ینطبع مراقی الفلاح میں ہے الضابطۃ ان کل شیئ یصیر رمادا

عہ اعتراض علی الجلابی

عہ اعتراض علی النافع شرح القدوری

[1] فان قیل الحدید کلا یلین وان کان یلین فلنا بغیر ذوبانہ بل بالحیلۃ ام شرح المواقف النوع ...

[2] شرح المقاصد ...

او ینطبع بالاحراق لایجوز بہ التیمم والاجاز تنویرالابصار میں ہے ما یطہر من جنس الارض فلا یجوز بمنطبع و مترمد ومعادن **اقول** پہلی تین عبارتوں میں احراق سے مجرد عمل نار مراد ہے اور اخیر میں معادن سے فلزات ورنہ کبریت وزرنیخ ومرداسنگ وتوتیا کی بھی معادن ہیں اور اُن سے جواز تیمم مصرح کما سیأتی ان شاء اللّٰہ تعالٰی (۴) ایں ترددکہ جو آگ سے نرم پڑے یا راکھ ہو جنس ارض نہیں غنیہ میں ہے ھو مایلین بالنار اویترمد (۵) امام اکمل الدین نے ان پر انطباع کا اضافہ فرمایا کہ یا منطبع ہو عنایہ میں ہے قیل کل مایحترق بالنار فیصیر رمادا او ینطبع او یلین فلیس من جنس الارض **اقول** جب مجرد لین کافی تو اضافۂ انطباع بیکار کہ انطباع بے لین نامتصور۔ لاجرم اس کا مفاد عبارت چہارم سے زائد نہیں (۶) علامہ ابن امیر الحاج حلبی نے جانب جنس میں مثل عنایہ تردد لین وانطباع لیے کہ جنس میں یہ نہ ہوں وہ جنس ارض سے ہے ادھر جانب غیر میں احتراق ولین کہ جسمیں ان سے کوئی ہو غیر جنس ہے وقد نقلت متن عبارۃ حلیتہ **اقول** جملۂ ثانیہ بلکہ ایک جگہ اولٰی کے بیان میں بھی ذکر احتراق پر اقتصار کا یہ عذر واضح ہے کہ مطلق اسی مقید تردد پر محمول مگر ثانیہ میں ترک ذکر انطباع معین کر رہا ہے کہ مجرد لین بھی جنس ارض سے اخراج کو بس ہے تو یہاں بھی مثل عنایہ ذکر انطباع ضائع اور عبارت عبارت چہارم کی طرف راجع (۷ و ۸) بہت اکابر نے لیے تو یہی اوصاف ثلثہ مگر ترددکو ایک شق کیا اور لین وانطباع کو واو عاطفہ سے ملاکر دوسری شق۔ پھر بعض نے تو لین و انطباع کہا۔ برجندی میں زادالفقہا سے ہے کل مایحترق بالنار ویصیر رمادا ویلین وینطبع فلیس من جنس الارض وما عداھما من جنسہا اور اکثر نے انطباع ولین۔ بدائع امام ملک العلما میں ہے کل مایحترق فیصیر رمادا وینطبع ویلین فلیس من جنس الارض وماکان بخلاف ذلک فھو من جنسہا یونہی ہندیہ میں بالفاظہ لیکر مقرر رکھا۔ بعینہ یہی الفاظ بحرالرائق میں امام ابوالبرکات نسفی کی مستصفٰی سے ہیں غیر ان فی اٰخرھا وماعدا ذلک فھو من جنس الارض ایضاح علامہ وزیر میں تحفۃ الفقہا امام اجل علاء الدین سمرقندی سے ہے القانون الفارق بین جنس الارض وغیرھا ان کل مایحترق فیصیر رمادا او ینطبع ویلین فلیس من جنس الارض حجر یتیرو یتبین ھیما اذا طبع لا ینطبع ولا یلین وان الحرق لا یصیر رمادا **اقول** انطباع ولین میں حرف واو اور اُن میں اور تردد میں حرف آو خصوصاً اس انطباق کے ساتھ بنگاہ اولیں یقین دلاتا ہے کہ یا تو لین والطباع شیئ واحد ہیں یا اس شق میں دونوں کا اجتماع مقصود یعنی جو راکھ ہو یا جسمیں انطباع ولین دونوں جمع ہوں وہ جنس ارض نہیں آور ایک ضعیف وبعید احتمال یہ بھی ہے کہ واو بمعنی آو ہو مگر ان میں کوئی خالی از اشکال نہیں **فاقول** اول صراحۃً باطل ہم روشن کر آئے کہ لین وانطباع متحد نہیں معہذا بحال تقدیم لین یہ عطف تفسیری معکوس ہوگا بہرحال اب یہ عبارات بھی جانب چہارم ہو کر رہینگی دوم پر لین لغو رہا کہ انطباع بے لین

ف تطفل علی الغنایۃ

۵ وقال بعدہ کالذہب والفضۃ والحدید وغیرہما مما ینطبع ویلین بالنار ام وذلک ما قدمنا عنہا عند بیان معنی الانطباع ۱۲ منہ غفرلہ

حسن نعم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مقصود نہیں بلکہ بحال تقدیم انطباع اس باطل کا ایہام ہوا کہ کبھی انطباع بے لین بھی ہوتا ہے لہذا اجتماع لین سے شرط کیا اور بعد تنقیح حاصل صرف اتنا ہوا کہ ترمد ہو یا انطباع اور عبارات کے لیے عبارت سوم کی طرف ارجاع سوم پر ذکر انطباع فضول رہا کہ مجرد لین کافی اور وہ انطباع کو لازم پھر عبارت چہارم کی طرف عود کر گیا (۹) علامہ شیخی زادہ رومی نے ان تین میں لین کی جگہ ذوبان لیا اور وہی ایک شق ترمد اور دوسری شق ذوبان وانطباع قدمہما الانطباع وفی کلام شمس الائمۃ السرخسی یذوب وینطبع کما مرعن المغرب **اقول** ولا یختلفان ہھنا لان بینہما عموما من وجہ مجمع الانہرمیں ہے کل شیئ یحترق ویصیر رمادا فلیس من جنس الارض وکذالک کل شیئ ینطبع ویلین **اقول** یہاں بھی بدستور تین احتمال اور تینوں پر اشکال اولی ذوبان وانطباع ایک ہوں تو حاصل ترمد وذوبان ہوگا **اقول** مگر اتحاد باطل کما علمت دوم دونوں کا اجتماع شرط ہو تو حاصل یہ کہ غیر جنس ارض وہ ہے جو راکھ ہوسکے یا انطباع وذوبان دونوں کی صلاح ہو سوم ضعیف وبعید اعنی جمیع یا ذوبان یا انطباع ہو جنس ارض نہیں **اقول** ان دونوں پر نصوص تو آگے آتے ہیں ان شاء اللہ تعالی اور ثالث کا ضعف وبعد یوں روشن کہ غیر جنس ارض کے لیے دو قانون بنائے ایک میں ترمد رکھا دوسرے میں انطباع وذوبان کو بحرف واو جمع کیا تو متبادر یہی کہ یہ دونوں قانون واحد ہیں (۱۰) امام فخر الملۃ والدین زیلعی نے بالکل مثل نہم فرمایا صرف غیر جنس کا ایک اور قانون بڑھایا کہ جسے زمین کھالے یعنی ایک مدت پر کہ ہر شے کے مناسب مختلف ہوتی ہے اسمیں اثر کرتے کرتے خاک کردے تبیین الحقائق میں ہے الفاصل بینہما ان کل شیئ یحترق بالنار ویصیر رمادا لیس من جنس الارض وکذا کل شیئ ینطبع ویذوب بالنار وکل شیئ تاکلہ الارض لیس من جنسہا اھ واثرہ الفاضل اخی چلپی بلفظۃ قیل مقرا وقال فی اخرہ ھذا زبدۃ کلام الزیلعی اھ فقد یوھم من لم یراجع التبیین انہ فیہ بلفظۃ قیل ولیس کذلک **اقول** یہ قانون تازہ بجائے خود صحیح ہے مگر معرفت جنس وغیر جنس کو کافی نہیں کہ اسکا عکس کلی نہیں کہ جو غیر جنس ارض ہو اسے زمین کھالے زمین سونے چاندی کو بھی نہیں کھاتی بہرحال اس ہمارے مبحث پر اثر نہیں اسکے حاصلات اور انپر اشکالات بعینہا مانند نہم ہیں (۱۱) فاضل چلپی نے بالکل دہم کا اتباع کیا مگر لین بجائے انطباع لیا کہ وکل شیئ یلین ویذوب بھا الخ اور اسی کو حاصل کلام تبیین ٹھہرایا کما مر **اقول** یہ ہرگز اسکا حاصل نہیں لین وانطباع میں فرق عظیم ہے کما تقدم انکو شبہہ اتباع درر سے لگا اگرچہ وہ دونوں فاضل ہمعصر میان قرن تاسع سے ہیں مگر انکی کتاب درر سے اٹھارہ برس بعد ہے تصنیف درر ۸۸۳ھ میں ختم ہوئی اور ذخیرۃ العقبی ۹۰۱ھ میں اور اسکے خاتمہ میں سطریں کی سطریں خاتمہ درر سے ماخوذ ہیں۔ ان لین وانطباع کی تبدیل نے اسے کلام تبیین سے یوں بھی جدا کردیا کہ اس میں تین احتمال تھے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اس میں احتمال اتحاد کی گنجائش نہیں کہ لین و ذوبان میں فرق بدیہی ہے۔ رہے دو اول جمع **اقول**[۲۶۲۳] تو ذکر لین لغو کہ لازم ذوبان ہے اور حاصل حاصل اول عبارت نہم ہوگا دوم تردید **اقول**[۲۶۲۴] تو ذکر ذوبان لغو کہ مجرد لین کافی ہے اور اب حاصل عبارت چہارم کی طرف عود کریگا (۱۲) امام جلیل ابوالبرکات نسفی نے ایک شق احتراق لی اور دوسری انطباع و لین کافی میں ہے بظاھر من جنس الارض لا بما ینطبع و یلین او یحترق **اقول**[۲۶۲۵] بدستور تین احتمال ہیں اور تینوں پر اشکال۔ اتحاد خود باطل ہے اور اُس پر حاصل لین و احتراق آور جمع یعنی احتراق ہو یا انطباع و لین کا اجتماع اس میں لین لغو اور حاصل احتراق یا انطباع آور تردید پر انطباع بیکار اور حاصل مثل احتمال اول (۱۳) فاضل معین ہروی نے جانب جنس احتراق و انطباع لیا اور جانب غیر میں لین بڑھا عاطفہ اضافہ کیا شرح کنز میں کہا جنس الارض ما لا یحترق ولا ینطبع و ما لیس من جنس الارض ما یحترق او ینطبع و یلین **اقول**[۲۶۲۶] یہ حقیقت امر پر صریح متناقض ہے جملہ اولی کا مفاد کہ مجرد لین منافی ارضیت نہیں اور ثانیہ کی تصریح کہ منافی ہے لاجرم یہاں عطف تفسیری متعین جو خود باطل اور احتمال اول عبارت ۱۲ کی طرف آئی (۱۴) **اقول**[۲۶۲۷] یہ سب باوصف اسقدر اختلافات کے ایک امر پر متفق تھے کہ یہ اوصاف جنس و غیر جنس ارض میں فارق ہیں علامہ مولٰی خسرو نے غرر و درر متن و شرح دونوں میں وہ روش اختیار فرمائی کہ انہیں فارق ہی نہ مانا بلکہ جواز تیمم کے لیے انکو جنس ارض کی قید جانا یعنی جنس ارض میں خاص اُس شے سے تیمم جائز ہے جو آگ سے جلکر نہ نرم پڑے نہ راکھ ہو یہ حاصل متن ہے شرح میں فرمایا جو چیز جنس ارض سے نہیں یا انطباع خواہ ترمد رکھتی ہے اُس سے تیمم روا نہیں تو متن و شرح نے صاف بتایا کہ خود جنس ارض دونوں قسم کی ہوتی ہے ایک وہ کہ آگ سے نرم یا راکھ ہوتی ہے دوسری نہیں۔ متن کی عبارت یہ ہے علی طاھر من جنس الارض و ھو لا ینطبع ولا یترمد بالاحتراق شرح میں فرمایا و ذلک لان الصعید اسم لوجہ الارض باجماع اھل اللغۃ فلا یتناول ما لیس من جنسہا او ینطبع او یترمد پر ظاہر کہ یہ طریقہ تمام سلف و خلف مشائخ و علما سے جدا ہے و حاول العلامۃ الشرنبلالی ردہ الی الوفاق فقال علی قول الشرح فی العطف باو تسامح کان ینبغی بالواو لانہ عطف خاص **اقول**[۲۶۲۸] و ماذا یفعل بالمتن فانہ لم یقل و ھو ما لا بل قید جنس الارض بجملۃ حالیۃ و الاحوال شروط ثم قولہ لانہ عطف خاص ان کان حقا علی ما نحققہ ان شاء اللہ تعالٰی لکنہ مخالف لمسلکہم و مسلک نفسہ المار عنہ فی العبارۃ الثالثۃ یہ عبارت اگرچہ جنس غیر میں فاصل بتانے سے جدا رہی پھر بھی اتنا حاصل دیا کہ لین و ترمد مانع تیمم ہیں تو اس جملہ میں وہ عبارت چہارم کی شریک ہوئی بالجملہ[۲۶۲۹] ہمارے بیان سے واضح ہوا کہ یہ چودہ[۱۴] عبارتیں اسوجہ سے کہ ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۲ میں تین تین احتمال تھے اور ۱۱ میں دو پچیس[۲۵] عبارات ہوکر انکا حاصل نو قولوں کی طرف رجوع کر گیا ۱ غیر جنس ارض ہونے کا مدار صرف انطباع

تطفل ۱ علی الکنز

علی العلامۃ الشرنبلالی

حسن تعمیم

تطفل ۲ علی الغرر والدرر

تطفل ۳ علیہما

تطفل ۴ علیہما

https://www.facebook.com/darahlesunnat

(۲) فقط ترمد (۳) ترمد یا انطباع (۴) ترمد یا لین[۱] (۵) ترمد یا ذوبان (۶) ترمد یا اجتماع ذوبان وانطباع (۷) ترمّد یا ذوبان یا انطباع (۸) احتراق یا لین (۹) احتراق یا انطباع۔ خاص خاص عبارات پر جو اُنکے متعلق اشکالات تھے مذکور ہوئے اب اصل مبحث کے اشکال ذکر کریں وباللہ التوفیق غیر جنس[۶۳۱] ارض ہونے کا مناط مات قول اخیر میں کہ دُو دُو یا تین تین وصف پر مشتمل ہیں ان اوصاف میں سے کسی وصف کا وجود ہے اور جنس ارض ہونے کا مناط ہر قول کے اُن سب اوصاف کا انتفا ہے یعنی ان میں سے ایک بھی ہو تو جنس ارض نہیں۔ اور اُس سے تیمم ناجائز اور اصلا کوئی نہ ہو تو جنس ارض ہے اور تیمم جائز۔ اب اگر جنس ارض سے کوئی شے ایسی پائی جائے جسمیں کسی قول کے اوصاف ملحوظہ سے کوئی وصف پایا جاتا ہو وہ اُس قول کے مناط ارضیت کی جامعیت پر نقض ہوگا یعنی بعض اشیا جنکو اس مناط کا شامل ہونا چاہیے تھا اس سے خارج ہوگئیں اور اگر غیر جنس سے کوئی چیز ایسی ثابت ہو جسمیں ایک قول کے اوصاف معتبرہ سے اصلا کوئی نہیں وہ اُس قول کی مانعیت پر نقض ہوگا یعنی بعض اشیا جنکا اس مناط سے خارج ہونا درکار تھا اُس میں داخل رہیں دو قول اول کی مانعیت پر نقوض وہیں گزرے اور وہ دونوں قابل لحاظ بھی نہیں باقی یہاں ذکر کریں واللہ الموفق

نقوض جمع میں کسی جنس ارض میں ایک وصف کا تحقق کافی ہے لہٰذا ہر قول پر جدا کلام کرنے سے اوصاف کی تلخیص کرکے ہر وصف پر کلام کافی ہوگا کہ وہ وصف جتنے اقوال و عبارات میں ہو اُسکے نقض سب پر وارد ہوں۔

انطباع پر نقوض **اقول**[۶۳۲] **اولاً** کبریت کہ جب آگ پر ذائب کرکے کسی سانچے میں ڈالدیں یقیناً سرد ہوکر اُسی صورت پر رہتی ہے خالص گندھگ کے پیالے کٹوریاں گلاس بنتے ہیں ہمارے شہر میں ایک صاحب بکثرت بناتے تھے جسے شبہہ ہو وہ اب آزما دیکھے تو اُس میں یقیناً جس صورت پر چاہیں ڈھالے جانیکی صلاحیت ہے تو بلاشبہہ منطبع ہوئی اور انطباع آگ سے ہی ہوا کہ قبول صورت پر اُسی نے مہیا کیا اگرچہ بقائے صورت بعد برودت ہے جیسے چھوٹے بڑے بتاسوں شکر کے کھلونوں سونے چاندی کی اینٹوں وغیرہا میں تو لازم کہ گندھک جنس ارض سے نہ ہو اور اُس سے تیمم ناروا ہو حالانکہ کتب معتمدہ میں اُسکا جنس ارض سے ہونا اور اُس سے تیمم کا جواز مصرح ہے کما سیاتی **ثانیاً**[۶۳۳] زرنیخ یہ بھی بلاشبہہ آگ سے بہتی اور سرد ہوکر پھر متحجر ہوجاتی ہے تو یقیناً قابل انطباع ہے جسکا خود ہم نے تجربہ کیا غایت یہ کہ بنسبت کبریت کے زیادہ قوی آنچ چاہتی ہے وھذا[۶۳۴] معنی قول ابن زکریا الرازی فی کتاب علل المعادن ثم ابن البیطار فی الجامع تکوین الزرنیخ کتکوین الکبریت غیر ان البخار البارد الثقیل الرطب فیہ اکثر والبخار الدخانی فی الکبریت اکثر ولذلک صار لا یحترق کاحتراق الکبریت وصار اثقل واصبر علی النار منہ حالانکہ اسکا جنس ارض وصالح تیمم ہونا تو اُس اعلٰی تواتر سے روشن جسمیں اصلا محل ارتیاب نہیں کما سیاتی ترمد پر نقوض

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اقول اولاً خزانۃ الفتاوی وحلیہ وجامع الرموز ودرمختار میں تصریح ہے کہ پتھر کی راکھ سے تیمم جائز ہے ومنظومہ الدرر
لایجوز بمحترق الا رماد الحجر فیجوز معلوم ہوا کہ پتھر بھی راکھ ہوسکتا ہے تو جنس ارض کب رہا اور اُس سے تیمم کیونکر
روا ہوا ثانیاً ترکستان میں ایک پتھر ہوتا ہے کہ لکڑی کی جگہ جلتا ہے اُسکی راکھ سے تیمم روا ہے حلیہ میں ہے فی خزانۃ الفتاوی
قال العبد الضعیف ان کان الرماد من الحطب لایجوز وان کان من الحجر یجوز لانہ من الارض وقد رأیت
فی بعض بلاد ترکستان کان حطبہم الحجر اسیطرح خزانہ سے قہستانی اور قہستانی سے طحطاوی علی مراقی الفلاح
میں ہے ثالثاً ورابعاً علامہ برجندی نے نورہ ومردار سنگ سے دو نقض اور وارد کیے کہ یہ جلکر راکھ ہوجاتے ہیں
حالانکہ جنس ارض سے ہیں شرح نقایہ میں بعد نقل عبارت مانعہ زاد انہا ہے ھذا یدل علی ان التیمم بالنورۃ والمرداسنج
لایجوز فانہما یحترقان بالنار ویصیران رماداً وقد صرح قاضیخان انہ یجوز التیمم بہما الا ان یقال ان
محترقہما لایسمی رماداً فی العرف لیس پرنقوض اقول اولاً چونے کا پتھر اور جتنے احجار تکلیس کیے جاتے ہیں یقیناً
اپنی حالت اصلی سے صلابت میں کم ہوجاتے ہیں تکلیس کرتے ہی اسلیے ہیں کہ جو سخت جرم پس نہیں سکتا پسنے کے قابل
ہوجائے ثانیاً کبریت ثالثاً زرنیخ ضرور آگ پر نرم ہوتی ہیں حالانکہ کتب میں بلاخلاف ان سے تیمم جائز لکھا ہے کما سیاتی
ذوبان پر نقوض اقول یہی کبریت وزرنیخ دونوں اسپر بھی نقض ہیں انکی نرمی یہ جلنے پر منتہی ہوتی ہے جیسا کہ مشہور
شاہد علامہ تفتازانی نے مقاصد وشرح مقاصد میں معدنیات کی پانچ قسمیں کیں دوم ذائب مشتعل اور فرمایا ذلک
کالکبریت والزرنیخ احتراق پر نقوض اقول اولاً وثانیاً یہی گندھک ہرتال ایسی جلتی ہیں کہ شعلہ دیتی ہیں
ثالثاً گچ کہ اُسکا پتھر جلانے ہی سے بنتا ہے رابعاً کرمان وبدخشان میں ایک پتھر حجر الفتیلہ ہے کوٹنے سے روئی کیطرح
نرم ہوجاتا ہے اُسکی بتی بناکر چراغ میں روشن کرتے ہیں تیل ڈالتے رہیں تو ایک بتی دو تین مہینے تک کفایت کرتی ہے
ذکرہ فی المخزن وذکر فی تاج العروس فوستدرکہ بعد باذش ان معدنہ بدخشان خامساً شام میں ایک
پتھر حجر البحیرہ ہے آگ میں ڈالے سے لپٹ دیتا ہے ذکرہ فی المخزن والتحفۃ سادساً سنگ خزامی جزیرہ صقلیہ میں ایک
پتھر ہے کہ آگ سے بھڑکتا اور پانی کا چھینٹا دیے سے اور زیادہ مشتعل ہوتا اور تیل سے بجھتا ہے قالاہما سابعاً کوئلہ
کو لاکہ پتھر ہے اور لکڑی سا جلتا ہے ثامناً جلی ہوئی زمین کا مسئلہ خود کتب معتمدہ مثل مختارات النوازل وقاضی خان وفتح
وحلیہ وبحر وغیاثیہ وجواہر الاخلاطی ومراقی الفلاح ودرمختار وہندیہ وغیرہا میں مذکور کہ اُس سے تیمم روا ہے کما سیاتی ان شاء
اللہ تعالی تنبیہ کبریت سے نقض پر علامہ سید ابو السعود ازہری کو تنبہ ہوا اور عبارت مانعہ مسکین کی شرح میں فرمایا
الظاہر ان ھذا اغلبی لاکلی فلا یشکل بان البعض یحترق کالکبریت اھ اقول بل الایراد لاہمر دلہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

عن ظاہر العبارۃ والعذر لایجدی لانہم بصدد اعطاء معرف لما یجوز بہ التیمم وما لا فاذا کان شیئا یختلف ویتخلف لزم التخلیط والتغلیط **نقوض منع۔ اقول** اگلے نقوض میں عبارت غرر ودرر بھی شریک تھی کہ اسکا بھی اتنا حاصل تھا کہ جس میں ترمد یالین ہو اُس سے تیمم جائز نہیں بلکہ اگرچہ جنس ارض سے ہو حالانکہ زرنیخ وکبریت وجص ورماد حجر ونورہ ومرداسنج معدنی وارض محترقہ ومطلق حجر سے جواز تیمم عامہ معتمدات میں مصرح ہے کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی درر میں خود فرمایا من جنس الارض کالحجر والزرنیخ مگر نقوض منع اُسپر وارد نہیں کہ دوسری جانب سے کلیہ نہ اُسکا منطوق ہے نہ مفہوم۔ اب نقوض سنیے **فاقول** منع پر نقض کثیر ووافر ہیں بیان بعض ذکر کریں (۱) سانبھر (۲) پارا یہ سب اقوال پر وارد ہیں کہ نہ آگ سے جلیں نہ گلیں نہ پگھلیں نہ نرم پڑیں نہ راکھ ہوں (۳) اولا (۴) پالا (۵) کل کا برف (۶) رال (۷) کافور (۸) زاج تین قول اول پر کہ نہ راکھ ہوں نہ آگ سے منطبع (۹) کیچڑ جس میں پانی غالب ہے (۱۰) پانی (۱۱) عرق (۱۲) عطر (۱۳) ماء الجبن (۱۴) دودھ (۱۵) بہتا گھی (۱۶) تیل (۱۷) گاز وغیرہا اشیا کہ نہ آگ سے نرم ہوں نہ راکھ ہو جائیں سات قول ششم پر (۱۸) جما ہوا گھی (۱۹) شکر کا قوام۔ قول ششم پر کہ نہ راکھ ہوں نہ اُن میں ذوبان وانطباع کا اجتماع کما تقدم فی بیان النسب (۲۰) علامہ برجندی نے عبارت ہفتم پر خود راکھ سے نقض کیا شرح نقایہ میں عبارت زاد الفقہا نقل کرکے لکھا ھذا یدل علی ان التیمم بنفس الرماد یجوز وقد ذکر فی الخلاصۃ اجمعوا انہ لایجوز لکن ذکر فی النصاب قال ابو القاسم یجوز وابو نصر لا وبہ نأخذ **اقول** بلکہ وہ سب اقوال پر نقض ہے کہ راکھ نہ آگ سے نرم پڑے نہ جلے نہ دوبارہ راکھ ہو بالجملہ کوئی قول کوئی عبارت متعدد نقوض سے خالی نہیں واللہ المستعان لکشف الران، والصلاۃ والسلام الاتمان، علی سید الانس والجان، وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ، فی کل حین وآن، آمین (**استعانت توفیق بطلب تحقیق**) **اقول** بعونہ عزوجل عبارات علما کے اسالیب مختلفہ پر اشکالات اور تعریفات کی جامعیت پر نقوض سب کا حل ان تین حرفوں میں ہے (۱) احتراق سے ترمد مقصود اور ایسے اطلاقوں کے اطلاق فقہا سے اکثر معہود ولہذا حلیہ نے ترمد لیکر دو جگہ صرف احتراق کہا (۲) رماد کے تین اطلاق ہیں ایک عام کہ صور احتراق میں انتفا وانطفا کے سوا سب کو شامل یعنی بقیہ جسم بعد زوال البعض باحتراق۔ بایں معنے احجار مکلسہ بھی اُس میں داخل تذکرہ داود انطاکی میں ہے (رماد) ھو ما یبقی من الجسم بعد حرقہ ومنہ ما خص باسم فیذکر فیہ کالنورۃ والاسفیداج وما خص باسم الرماد وھو المذکور ھنا جامع عبداللہ بن احمد مالقی اندلسی ابن البیطار میں جالینوس سے ہے الناس یعنون بہ الشیئ الذی یبقی من

https://www.facebook.com/darahlesunnat

احتراق الخشب (الی ان قال) والنورۃ ایضا نوع من الرماد دوسرا متوسط کہ اجزائے رطبہ کثیرہ فی الجسم فنا ہونے کے بعد جو اجزائے یابسہ بچیں رماد میں عام ازیں کہ جسم بستہ رہے جیسے کولا یا نہیں جیسے لکڑی کی راکھ۔ اسی قبیل سے ہے رماد عقرب کہ عقرب نر کو لوہے یا تانبے یا مٹی کے برتن میں رکھکر سر خمیر سے بند کرکے اس تنور میں شب بھر رکھتے ہیں جسے گرم کرکے آگ اُس میں سے بالکل نکال لی ہو اور سر تنور بند کر دیتے ہیں کہ گرمی باقی رہے اور تاکید ہے کہ تنور بہت گرم نہ ہو کہ عقرب خاک نہ ہوجائے کما فی القرابادین الکبیر والمخزن وغیرھما صبح نکالکر میپکر سنگ گردہ و مثانہ وعسر البول وغیرہا کے لیے استعمال کرتے ہیں اور شرعا ناجائز ہے تیسرا خاص ترخاکستر کہ جسم کثیر الرطوبات اتنا جلایا جائے کہ رطوبات سب فنا ہوجائیں اور جسم ریزہ ریزہ ہو یا ہاتھ لگانے ہوجائے کہ رطوبت باعث اتصال و تماسک ہے یعنی اجزا میں باہم گرفت ہونا اور یبوست باعث تفتت و تشتت یعنی ریزہ ریزہ و منتشر ہونا جیسے گندھا ہوا آٹا اور خشک تاج العروس میں ہے الرماد دقاق الفحم من حراقۃ النار وما ھبا من الجمر فطار دقاقا اھ وفی القاموس الفحم الجمر الطافی اھ **اقول** اصاب فی جعل الرماد دقاقا وفی اضافتھا الی الفحم نظر فالفحم لما فوق لا یسمی رمادا وانما ھو ماذکرنا من اجزاء الجسم الیابسۃ المتفتتۃ بعد الاحراق التام عرف عام میں رماد کا زیادہ اطلاق اسی صورت اخیرہ پر اسو جہ سے ہے کہ وہ غالبا اُس سے لکڑی کی راکھ مراد لیتے ہیں کما تقدم عن ابن البیطار عن جالینوس اور وہ ایسی ہی ہوتی ہے بیان اُس سے مراد معنی اوسط ہے کہ اس شکل ثالث کو بھی شامل (٣) لین و انطباع سے مراد وہ حالت ہے کہ آگ سے جسم منطرق میں پیدا ہوتی ہے منطرق وہ جسم کہ مطرقہ یعنی ہتوڑے کی ضرب سے متفرق نہ ہو بلکہ بتدریج عمق میں دبتا اور عرض و طول میں پھیلتا جائے جیسے سونا چاندی تانبا وغیرہا اجساد سبعہ۔ ظاہر ہے کہ یہ آگ سے نرم ہوتے ہیں یہ لین ہوا اور ضرب مطرقہ سے متفتت نہیں ہوتے بلکہ جیسی گڑھت منظور ہو قبول کرتے ہیں یہ انطباع ہوا اور زیادہ آنچ دی جائے تو پگھل جاتے ہیں یہ ذوبان ہوا۔ رہا یہ کہ لین و ذوبان و انطباع تو اور اجسام میں بھی ہوتے ہیں پھر خاص اجساد منطرقہ کی کیا خصوصیت اور اس تخصیص پر کیا حجت **اقول** اسکا فوری جواب تو یہ ہے کہ یہ تینوں محض اوصاف ہیں صلابت و جمود و امتناع کے مقابل۔ ان سے ذات اجزائے جسم پر کوئی اثر نہیں بخلاف احتراق ہیئے فساد بعض کہ اکثر وہی متبادر کہ اُس میں نفس اجزا پر اثر ہے اور ترمد میں تو اور اظہر۔ علمائے کرام نے دو شقیں فرمائی ہیں ایک میں احتراق و ترمد رکھا یہ وہ ہے جسمیں خود بعض اجزا کا جل جانا فنا ہوجانا ہے دوسری میں لین ذوبان انطباع تو یہ وہ ہیں جنکا ذات اجزا پر اثر نہیں یعنی تمام اجزا برقرار ہیں اور جسم نرم ہوجائے گڑھنا قبول کرے یا بہ جائے یہ نہیں ہوتا مگر انھیں اجساد منطرقہ میں۔ غیر منطرق میں جب آگ اتنا اثر کرے کہ اُسے نرم کردے قابل عمل کردے گلا پگھلا دے تو ضرور

اُسکی بعض رطوبتین جلائیگی سب اجزا برقرار نہ رہین گے بخلاف منطرقات کہ انکی رطوبتین یہ جانے چرخ کھانے سے بھی کم نہین ہوتین۔ سہل سا بالائی جواب تو یہ ہے اور بتوفیقہ تعالٰی تحقیق انیق و تدقیق دقیق منظور ہو جو مصرف ان او صاف تشتہ بلکہ خمسہ مین ان معانی کا مراد ہونا واضح کردے تو وہ بعونہ تعالٰی استماع چند نکات سے ہے جو بفضلہ عزوجل قلب فقیر پر فائض ہوئے (نکتۂ اولٰی) اقول وباللہ استعین منطبع ہونے کو شے کا صرف صالح قبول صورت ہونا کافی نہین صبح حتی کہ پانی بھی منطبع ہو کہ سہولت تشکل لازمۂ رطوبت ہی بلکہ اُسکے ساتھ حفظ صورت بھی درکار۔ قبول کو رطوبت چاہیے اور حفظ کو اجزا کا تماسک۔ کہ جس صورت پر کردیا جائے قائم رہے یہ دونون منشا اگر شے مین خود موجود ہین جب تو وہ آپ ہی صالح انطباع ہی اور اگر ایک ہی دوسرا نہین تو وہ دوسرا جس سے پیدا ہوا اسکا انطباع اُسکی طرف منسوب ہوگا اُس اسے منطبع کیا مثلاً شے متماسک الاجزا مین صلابت مانع قبول صورت ہی پانی نے اس قابل کیا جیسے چاک کی مٹی تو وہ منطبع بالماء ہی یا آگ سے جیسے تپایا ہوا لوہا تو منطبع بالنار یا نرم شے مین فرط رطوبت مانع حفظ صورت ہی مٹی کے ملانے یا آگ کے سکھانے سے قابل حفظ ہوئی تو منطبع بالطین یا بالنار ہی اور اگر دونون نہین اور دو چیزون کے عمل سے دونو قوتین پیدا ہوگئین تو اسکا انطباع اُس مجموعہ کی طرف منسوب ہوگا اور اگر تعاقب ہو پہلے ایک سے قبول خواہ حفظ کی صلاحیت آگئی پھر دوسری کے عمل سے دوسری تو اُسکا انطباع متاخر کی طرف نسبت کیا جائیگا کہ پہلی کے عمل تک وہ شے صالح انطباع نہ ہوئی تھی دوسری کے عمل سے ہوئی شرح مظہر مین اسکی نظیر کپڑا ہو کر تانے کا اعتبار نہین اگرچہ ریشم ہو کہ اُسوقت تک کپڑا نہ ہوا تھا بانے نے اُسے کپڑا کیا تو اسیکا اعتبار ہی بالجملہ انطباع اُسکی طرف منسوب ہوگا جس نے صلاحیت انطباع کی تکمیل کی یہانتک کہ اگر مثلاً قبول کی قوت شے مین آپ تھی اور قوت حفظ پر آگ نے سردی مگر اُس نے صالح حفظ نہ کردیا بلکہ یہ صلاحیت اُسکے بعد دوسری شے سے پیدا ہوئی تو وہ اسی دوسری شے سے منطبع ٹھہرے گی نہ آگ سے۔ یہان سے ظاہر ہوا کہ جتنی چیزون کو آگ پگھلا کر پانی کرے جس سے وہ سانچے مین قبول صورت کرین اُنکا یہ انطباع جانب نار منسوب ہوگا کہ جسم سیال حفظ صورت کے قابل نہین ہوتا یہ قابلیت سرد ہوکر آئیگی تو کبریت و زرنیخ اور اُنکے امثال منطبع بالنار نہین بلکہ شکر کا قوام بھی کہ اگرچہ رقت اُس مین آپ تھی جس سے صالح قبول صورت تھا اور نار نے صلاحیت حفظ صورت پر مدد دی کہ لزوجت پیدا کی جو وجہ تماسک اجزا ہو مگر حفظ کیلئے جو یبس درکار تھا اُسکی مانع رہی کہ نار موجب ذوبان ہو نار سے جدا ہو کر جب ہوا لگی سرد ہونے نے صلاحیت حفظ دی تو یہ بھی انطباع بالنار نہ ہوا شکر کے کھلونے اور زیادہ بڑے بتاسے تو سانچے مین بنتے ہین چھوٹے اور متوسط کی بوندین چادر پر گرا کر مگر جبتک آگ سے جدا ہوکر ہوا نہین لگتی حفظ صورت کی صلاحیت نہین آتی۔ ہان شے کے منطبع

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بالناگھلانے کو یہ ضرور نہیں کہ ہمیشہ اُسی سے منطبع ہو بلکہ صرف اتنا کافی کہ فی نفسہ اُن میں ہو جو منطبع بالنار ہوسکتے ہیں اگرچہ کبھی منطبع بالغیر بھی ہو تو جیسے گھاکر سونے چاندی کا سانچے میں منطبع بالبرد ہونا انھیں اجساد منطبعہ بالنار سے خارج نہیں کرتا **تنبیہ** اب صلاحیت ذوبان و انطباع بالنار میں نسبت عموم من وجہ لیسے جرم کے ثبوت چاہئے کہ آگ سے نرم ہوکر قابل تشکل ہو اور ساتھ ہی فی نفسہ ہر دی ہوئی صورت کا حفظ کرسکے اور آگ کتنا ہی عمل کرے اُسے بہانہ سکے یہ صرف خامین ہی واللہ تعالٰی اعلم جبتک یہ نہ ہو ظاہر اً ذوبان انطباع سے عام مطلقًا ہی والعلم عند ذی الجلال بحقیقۃ کل حال (نکتہ ثانیہ) **اقول** جسم کہ اجزائے رطبہ و یابسہ سے مرکب ہو اُسکا امتزاج دو قسم ہے ضعیف جسکی گرہ کھل جائے اجزائے رطبہ یابسہ سے جدا ہو جائیں او شدید الاستحکام کہ آگ جسکا فعل تفریق ہے اُنکی گرہ کھولنے پر قادر نہ ہو **قسم اول** میں تین صورتیں ہیں (۱) جسم کے اجزائے یابسہ لطیف ہیں کہ آگ انھیں بھی رطبہ کے ساتھ اڑا دیگی اس صورت میں تو جسم فنا ہو جائیگا جیسے رال گندھک نوشادر اسے **انتفا یا نفاد** کہیے یہ بھک سے اُڑ جانے والے مادوں میں اکثر ہوتا ہے (۲) اُس میں اجزائے رطبہ بہ نسبت اجزائے ارض بہت کم ہیں جیسے پتھر کہ اجزائے ارضیہ رقیقہ ہی سے بنتا ہے اور انھیں کا حصہ کثیر و غالب ہے لزج یعنی چپک دار رطوبتوں سے انھیں اتصال ہوا اور عمل حرارت سے یبوست آئی بار بار یوں ہوکر لزوجت کے باعث اجزا میں اکتناز آکر ایک سخت جسم پیدا ہوا جسکا نام حجر ہے از انجا کہ ترکیب شدید الاستحکام نہیں آگ تا حد تاثیر اجزائے رطبہ کو جدا کریگی اور وہ اکتناز کہ بوجہ لزوجت تھا کم ہوکر جسم میں قدرے تخلخل آئیگا باقی تحجر بدستور رہیگا یہ صورت **تکلیس احجار** کی ہے (۳) اجزائے رطبہ بھی بکثرت تھے آگ انھیں فنا کرکے ایک بڑا حصہ جسم کا معدوم کریگی جو رہ گیا وہ رماد اور اسطرح جلنے کا نام ترمید ہے ظاہر ہے کہ ان تینوں صورتوں میں انطباع بالنار نہ ہوسکیگا اول میں تو بدیہی کہ جسم فنا ہی ہو گیا اور سوم میں بوجہ تفتت و تشتت حفظ صورت کی قوت باقی نہیں دوم میں وہ لین نہیں کہ قبول صورت کرے بوجہ صلابت عمل قلیل قبول نہ کریگا اور ضرب شدید سے متفتت ہو جائیگا۔ ہاں لیکن ان سب صورتوں میں ہوگا کہ گرہ نرم ہی ہوکر کھلتی ہے اور بعض صورتوں میں ذوبان بھی ہوگا جیسے گندھک پہلے نرم پڑتی پھر بہتی پھر فنا ہو جاتی ہے **قسم دوم** میں صورتیں ہیں جن میں پہلی دو ہوکر تین ہو جائینگی (۱) گرہ اسقدر شدید محکم ہو کہ آگ اُسے سست بھی نہ کرسکے یہاں اگر جسم میں رطوبت غالب ہو آگ پر قائم ہی نہ رہیگا کہ متنافیین جمع نہیں ہوتے یہ سیماب ہے **اقول** اُسکے قائم علی النار نہ ہونیکا سبب یہ ہے کہ آگ کا فعل تصعید ہے یعنی رطوبات کو جانب آسمان پھینکنا ان رطوبتوں پر بھی اُس نے اپنا کام کیا اور یبوستیں جدا ہو نہ سکیں لہذا سارا جسم بقدر عمل حرارت یونہی گرہ بستہ اُڑا اور اپنی حالت پر برقرار رہا بخلاف صورت

ف۱: [illegible]
ف۲: [illegible]
ف۳: [illegible]
ف۴: [illegible]

اول قسم اول کہ وہاں بھی اگرچہ اجزائے یابسہ بوجہ لطافت ہمراہ رطبہ خود بھی اڑسے مگر گرہ کشادہ منتشر لہٰذا جسم بالکل ہوا ہو کر اڑ گیا اور اگر رطوبت غالب نہیں تو جسم آگ سے صرف گرم ہوگا ترکیب اجزا پر کچھ اثر نہ پڑیگا جیسے لعل یاقوت ہیرا طلق بھی جسے ابرک کہتے ہیں آگ اسکی بھی گرہ نہیں کھول سکتی گرحیل وتدابیر خارجیہ سے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں لین ذوبان تو درکنار کچھ نہ ہوسکے گا کہ گرہ بدستور رہیگی تو انطباع نہ ہوسکنا بھی ظاہر کہ وہ بے لین نامتصور اور صورت غلبۂ رطوبت یعنی سیماب ہیں اگرچہ لین خود موجود مگر وہی غلبۂ رطوبت مانع حفظ صورت، تو اس میں قابلیت انطباع یوں ہوتی کہ آگ اسکی رطوبتیں اتنی خشک کردے کہ اُسمیں یبس قابل حفظ صورت پیدا ہوجائے یہ اُسی گرہ کھلنے پر موقوف اور وہ یہاں منتفی اس حالت کا نام **امتناع** رکھیے نہ باینمعنے کہ اثر نار اصلا قبول نہ کیا کہ تصعید یا سخونت تو ہوئی بلکہ باینمعنے کہ ترکیب اجزا پر اُسکا کوئی اثر نہ لیا (۲) آگ گرہ سُست کرسکے مگر جسم میں دہنیت اسدرجہ قوی ہو کہ کھلنے نہ دے جیسے سونا چاندی کہ آگ سے پانی ہوسکتے ہیں مگر انکی رطوبت ویبوست جدا نہیں ہوسکتی۔ ان میں نار کا اثر اول **لین** ہوگا کہ نرم پڑکر مطرقہ یعنی ہتوڑے کی ضرب سے متأثر بھی ہونگے اور اپنی شدّت دہنیت کے باعث مجتمع بھی رہیں گے متفتت ومتفرق نہ ہوسکیں گے لاجرم عمق میں دبتے ہوئے عرض وطول میں بتدریج پھیلیں گے اسی کا نام **انطراق** ہے یعنی زیر مطرقہ صابر ہونا اور صرف یہی ایک صورت **انطباع بالنار** کی ہے حفظ صورت کا مادہ خود انکی ذات میں تھا صلابت مانع قبول صورت تھی آگ نے نرم کرکے اُسکے قابل کردیا اور کار انطباع تمام ہوگیا۔ آخر نار کا اثر انتہائی **ذوبان** ہوگا کہ گرہ زیادہ سُست ہوکر اجزائے رطبہ اُٹھنا چاہیں اور بوجہ امتناع تفرق اجزائے یابسہ انھیں اُٹھنے نہ دینگے لہٰذا صورت سیلان پیدا ہوگی جیساکہ بیان ذوبان میں گزرا بلکہ اگر اجزائے لطیفہ وکثیفہ قریب تعادل ہیں تو اُنکی تکافی قوت اس حرکت سیلان کو مستقیمہ بھی نہ ہونے دیگی بشکل مستدیرہ ظاہر ہوگی اسیکا نام **دوران** یا چرخ کھانا ہے جسطرح ذہب وفضہ میں مشہود ہے (**تکملۂ تحقیق ثالثہ**) **اقول** تعیین ہوئی ذوبان کہ قسم دوم میں ہیں نار کے آثار اصلیہ ہیں اور انطباع ودوران اُنکے توابع اور لین وذوبان کہ قسم اول میں ہیں آثار اصلیہ نہیں بلکہ تابع ہیں تحقیق اسکی یہ ہے کہ نار کا اثر اصلی تصعید ہے یعنی جسم کو اوپر پھینکنا۔ قسم اول میں آگ اسپر قادر ہوئی خواہ سارے جرم کو لیگئی کہ نفاد ہے یا رطوبات قلیلہ کو کہ تکلیس یا کثیرہ کو کہ ترمد تو یہ آثار اصلیہ ہوئے اگرچہ انکے ضمن میں لین وذوبان پیدا ہوجائیں قسم دوم میں بحال غلبۂ رطوبت آگ تصعید کلّی پر قادر ہوئی یہ خود اثر اصلی ہے ورنہ صرف تسخین یعنی گرم کرسکی تو یہاں اسیقدر اثر اصلی ہوگا کہ آگ اس سے زیادہ نہیں کرسکتی ان دونوں صورتوں کو لین وذوبان سے علاقہ نہیں رہیں قسم دوم کی باخیر دو صورتیں ان میں آگ کا اثر ہی یہی لین وذوبان ہیں کہ آگ یہاں اسیقدر پر قادر تو یہ خود ہی

آثار اصلیہ ہیں اور انطباع وانطراق تابع لین کہ اُسپر موقوف ہے اور دوران تابع ذوبان کہ اُسپر متوقف ہے تو یہی لین و ذوبان آثار اصلیہ کے ساتھ شمار ہونیکے قابل اور وہ جو پہلی قسم میں ہیں ضمنی و تابع اور اپنی اپنی صورتوں کے لازم ملازم ہونیکے باعث صلاحیت میں اُنسے جدا کوئی حکم نہ پیدا کرینگے اُمنکے لین و ذوبان لین و ذوبان انحلال گرہ ہیں جو شے نفاذ یا تکلس یا ترمد کی صالح ہوگی ضرور اُس لین یا ذوبان کی بھی صالح ہوگی جو اُنکے ضمن میں آتا ہے اور جو شے لین و ذوبان انحلال کی صالح ہوگی ضرور اُن تینوں میں سے کسی کی صلاحیت رکھیگی انھیں مستقل لحاظ کرنیکی کوئی وجہ نہیں حاصل فقیر نے اپنے اس دعوی کی کہ لین و ذوبان آثار میں گنیں گے تو انسے یہی لین و ذوبان قسم دوم مراد ہونگے جنکو لین و ذوبان منعقد کہیے کہ گرہ نہ کھلنے میں پیدا ہوئے نہ قسم اول والے جو لین و ذوبان انحلال تھے کہ گرہ کھلنے میں حادث ہوئے کلام علما میں تصدیق پائی وللہ الحمد یہ اقسام و احکام جسطرح قلب فقیر پر فیض قدیر عز جلالہ سے فائض ہوئے لکھکر مقاصد و مواقف اور اُنکی شروح کا مطالعہ کیا اور اپنے بیان میں ذکر دوران انھیں سے لیکر بڑھایا والفضل للمتقدم اُنکی مراجعت نے ظاہر کیا کہ قاضی عضد و علامہ تفتازانی و علامہ سید شریف رحمہم اللہ تعالی اگرچہ احکام اقسام میں مسلک فقیر سے جدا چلے مگر لین و ذوبان قسم دوم ہی میں رکھے اور یہی ہمیں مقصود تھا اُن اکابر اور اس فقیر کے بیان میں فرق یہ ہے کہ فقیر نے قسم اول میں تین حکم رکھے نفاذ تکلس ترمد اور قسم دوم میں چار صعود کل یعنی عدم قرار اور سخونت و لین و ذوبان انھوں نے بالاتفاق قسم اول میں صرف تفریق رکھی اور قسم دوم میں مواقف و شرح نے لیے یہی چار کہ فقیر نے ذکر کیے مگر صعود کل میں نفاد رکھا جسے فقیر نے قسم اول میں ذکر کیا اور دوران کو سیلان ہی میں لائے جسطرح فقیر نے اُنکے اتباع سے کیا اور شرح مقاصد نے اس قسم میں پانچ حکم لیے چار اس طور پر کہ مواقف میں تھے مگر اُنھوں نے لین و سیلان کو دو مختلف قسموں کے احکام رکھا اور انھوں نے دونوں کو ایک قسم کے دو حکم لیا اور دوران کو سیلان یعنی ذوبان سے جدا پانچواں حکم قرار دیا مواقف و شرح میں ہے (الحرارۃ فیھا قوۃ مصعدۃ) ای محرکۃ الی فوق لانھا تحدث فی محلھا الخفۃ المقتضیۃ لذلک (فاذا اثرت فی جسم مرکب من اجزاء مختلفۃ باللطافۃ والکثافۃ ینفعل اللطیف منہ اسرع فیتبادر الی الصعود الالطف فالالطف دون الکثیف فیلزم منہ تفریق المختلفات ثم الاجزاء) بعد تفرقھا (تجتمع بالطبع) الی ما یجانسھا لان طبائعھا تقتضی الحرکۃ الی امکنتھا الطبعیۃ والانضمام الی اصولھا الکلیۃ (فان الجنسیۃ علۃ الضم) کما اشتھر فی الالسنۃ (ھذا اذا لم یکن الالتئام بین بسائط) ذلک (المرکب شدیدا اما اذا اشتد الالتحام وقوی الترکیب فالنار لا تفرقھا فان کانت الاجزاء اللطیفۃ والکثیفۃ متقاربۃ) فی الکمیۃ (کما فی الذھب افادتہ الحرارۃ سیلانا) وذوبانا (وکلما حاول الخفیف صعودا منعہ الثقیل فحدث تجاذب فیحدث

دوران وان غلب اللطیف جدا فیصعد ویستصحب الکثیف لقلتہ کالنوشادر) فانہ اذا اثرت فیہ الحرارۃ صعد بالکلیۃ (اولا) یغلب اللطیف بل الکثیف لکن لایکون غالبا جدا (فتفیدہ) الحرارۃ تلیینا کما فی الحدید وان غلب الکثیف جدا لم یتأثر بالحرارۃ فلا یذوب ولا یلین (کالطلق) فانہ یحتاج فی تلیینہ الی حیل یتولاھا اصحاب الاکسیر من الاستعانۃ بما یزیدہ اشتعالا کالکبریت والزرنیخ ولذلک قیل من حل الطلق استغنی عن الخلق شرح مقاصد میں ہے الخاصۃ الاولیۃ للحرارۃ احداث الخفۃ والمیل المصعد ثم یترتب علی ذلک باختلاف القوابل اٰثار مختلفۃ من الجمع والتفریق والتبخیر وغیر ذلک وتحقیقہ ان ما یتأثر عن الحرارۃ ان کان بسیطا استحال اولا فی الکیف ثم افضی بہ ذلک الی انقلاب الجوھر وان کان مرکبا فان لم یشتد التحام بسائطہ ولاخفاء فی ان الالطف اقبل للصعود لزم تفریق الاجزاء المختلفۃ وتبعہ انضمام کل الی مایشاکلہ بمقتضی الطبیعۃ وھو معنی جمع المتشاکلات وان اشتد فان کان اللطیف والکثیف قریبین من الاعتدال حدثت من الحرارۃ القویۃ حرکۃ دوریۃ لانہ کلما مال اللطیف الی التصعد جذبہ الکثیف الی الانحدار والا فان کان الغالب ھو اللطیف یصعد بالکلیۃ کالنوشادر وان کان ھو الکثیف فان لم یکن غالبا جدا حدث تسییل کما فی الرصاص او تلیین کما فی الحدید وان کان غالبا جدا کما فی الطلق حدث مجرد سخونۃ واحتیج فی تلیینہ الی الاستعانۃ باعمال اُخر۔

یہاں دو اختلاف باہم دونوں کتابوں میں ہوئے اُنھوں نے قسم دوم یعنی شدید الاستحکام کی چار نوعیں کیں (۱) معتدل جسمیں اجزائے لطیفہ وکثیفہ تقریباً برابر ہوں (۲) لطیف بالغلبہ جسمیں اجزائے لطیفہ بہت غالب ہوں (۳) کثیف متقارب جسمیں اجزائے کثیفہ غالب ہوں مگر نہ بشدت (۴) کثیف متفاحش جسمیں کثیفہ بشدت غالب ہوں یہاں تک متفق ہیں مگر مواقف نے معتدل کا حکم سیلان رکھا اور دوران کو اُسکا تابع کیا اور کثیف متقارب کا حکم صرف لین رکھا اور شرح مقاصد نے معتدل کا حکم فقط دوران لیا اور کثیف متقارب میں کہیں سیلان کہیں لین لیا۔

اقول صحیح یہ ہے کہ دوران نہیں مگر ایک حالت سیلان جیسا کہ مواقف نے کیا اور سیلان نوع اول سے ہرگز خاص نہیں سوم میں بھی یقیناً ہے جیسا شرح مقاصد نے کہا۔ اور لین اگر بمعنے صلاحیت نرمی لیا جائے تو دونوں کو عام اور اگر بایں معنے ہو کہ صرف نار بلاحیلہ اس سے زیادہ عمل نہ کرے تو بیشک صرف نوع سوم سے خاص جیسا دونوں نے کیا بلکہ اُسکے بھی بعض افراد سے جیسا شرح مقاصد نے کہا اور پانچ اختلاف بیان فقیر گوان بیانات اکابر سے ہوئے (۱) فقیر نے قسم اول یعنی ضعیف الترکیب میں تین حکم رکھے نفاذ تکلس ترمد اُنھوں نے صرف ایک حکم لیا تفریق یہ کوئی

اختلاف نہیں کہ تینوں حکم اُسی تفریق کی شکلیں ہیں (۲) فقیر نے[2655] نفاد قسم اول میں رکھا اور وہ بیشک اُسی میں ہے
جسے کبریت شاہد اور کبریت کا ضعیف الترکیب ہونا خود انھیں کتب سے ظاہر شرح مواقف میں مباحث مشرقیہ امام
رازی سے ہے الاجسام المعدنیۃ اما قویۃ الترکیب ح اما ان یکون منطرقا وھو الاجساد السبعۃ او غیر
منطرق اما لغایۃ رطوبتہ کالزیبق او لغایۃ یبوستہ کالیاقوت ونظائرہ واما ضعیفۃ الترکیب فاما ان
تنحل بالرطوبۃ وھو الذی یکون ملحی الجوھر کالزاج والنوشادر والشب اولا تنحل وھو الذی یکون
دھنی الترکیب کالکبریت والزرنیخ شرح مقاصد میں ہے الذائب المشتعل ھو الجسم الذی فیہ رطوبۃ
دھنیۃ مع یبوسۃ غیر مستحکم المزاج ولذلک تقوی النار علی تفریق رطبہ عن یابسہ وھو الاشتعال
وذلک کالکبریت والزرنیخ اُنھوں نے قسم دوم میں صعود بالکلیہ رکھا اور وہ فی نفسہ حق تھا وہی ہے کہ بیان
فقیر میں عدم قرار علی النار سے تعبیر اور سیماب سے ممثل ہوا مگر ان اکابر نے[2656] نوشادر سے ممثل کیا جس سے ظاہر کہ صعود
نفاد بھی اسی میں لیتے ہیں کہ نوشادر میں یہی واقع ہے اقول[2657] اوّلا استحکام ترکیب کے منافی کہ جب گرہ نہ کھلے گی جسم نفاد
نہ پائیگا ثانیا[2658] نوشادر ہرگز قوی الترکیب نہیں پھر اُسے اس قسم میں شمار فرمانا صریح سہو ہے اُسکا ضعیف الترکیب ہونا
ابھی شرح مواقف سے بحوالہ امام رازی گزرا۔ اہل فن تصریح کرتے ہیں کہ وہ چار[2659] معدنیات غیر کامل الصورۃ سے ہے کہ
زاجات واملاح ونوشادرات وشبوب ہیں تذکرہ داود میں زیر شب ہے قال اھل التحقیق المولدات التی لم تکمل
صورھا من المعدنیات اربعۃ اشیاء شبوب واملاح ونوشادرات وزاجات (۳) فقیر نے[2660] اس
قسم دوم کی تین قسمیں کیں (۱) شدید الاستحکام متفاحش رطب یہ سیماب ہے اور اُنکی انواع اربعہ سے نوع دوم لطیف
بالغلبہ (۲) متفاحش یابس جیسے یاقوت وغیرہ یہ اُنکی انواع سے نوع چہارم ہے (۳) شدید الاستحکام متقارب یہ اُنکی
نوع اول وسوم ہیں اور[2661] یوہیں چاہیے تھا کہ اقسام بحسب احکام ہیں مواقف نے سیلان معتدل سے خاص جانا
اور لین کثیف متقارب ہے اور شرح مقاصد نے دوران معتدل سے خاص جانا اور سیلان ولین کثیف متقارب ہے لہذا
اُنھیں دو جدا قسمیں کرنی ہوئیں اور حق[2662] یہ کہ یہ تخصیصات نہیں لہذا فقیر نے انکو ایک ہی نوع کیا ہاں اگر ثابت ہو کہ
بعض چیزیں صرف نرم ہوتی ہیں بہتیں نہیں تو البتہ لین وذوبان کے لیے دو نوعیں کرنی ہونگی مگر وہ ثابت نہیں
(۴) فقیر نے[2663] اول کا حکم عدم قرار علی النار رکھا اُنھوں نے صعود کل کہا دوم کا اُنکی طرح سخونت سوم میں لین وذوبان
ودوران جمع کیے یہ مقاصد کے یوں موافق ہوا کہ اُسکی وہ دونوں نوعیں اسی میں آگئیں اور یوں مخالف کہ دوران کو
سیلان ہی کی فرع ٹھہرایا نہ کہ حکم مستقل اور مواقف کے یوں موافق ہوا کہ دوران وسیلان جدا حکم نہ ٹھہرائے

له اصطلاح النفع شرح طوالع الانوار میں نفط کی مثال دی ہے یعنی اسی نفاد ... کی طرف اشارہ
ف: تطفل علی شرح المقاصد وم علی المواقف وشرحها
ف: تطفل علیه وم علیهما
ف: تطفل علیه
ف: علیه وعلیهما
ف: علیهم وعلیها

اور یوں مخالف کہ انھوں نے اس میں صرف لین رکھا (۵) دونوں کتابوں نے اجزائے خفیفہ وثقیلہ کے تجاذب کو علت دوران رکھا اور فقیر[۱] نے اسی کو نفس سیلان کی علت رکھا تھا اور اُنکے مطالعہ کے بعد دوران بڑھایا اُسکی علت میں ناسپیر[۲] کافی تو تین کو اضافہ کیا متامل[۳] پر روشن کہ یہی اظہر وازہر ہے اور باقی احکام میں صحت بحمداللہ تعالٰی احکام فقیر کیطرف اوپر بیان ہوچکی وللّٰہ الحمد حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ ٭ والصلٰوۃ والسلام علی المولی الکریم والہٖ وصحبہٖ وذویہ ٭ بحمدہ تعالٰی ہمارے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ انطباع بالنار اور وہ لین وذوبان کہ آثار ناریہ میں شمار ہوتے ہیں خود ہی صرف منطرقات میں ہوتے ہیں نہ یہ کہ ہوتے اور میں بھی ہیں اور ہمنے منطرقات کی تخصیص کرلی (نکتہ رابعہ) بحمدہ عزوجل ہمارے بیان سے روشن ہوا کہ ان اجسام میں باعتبار آثار نار جسم کی کچھ حالتیں ہیں تین ضعیف الترکیب میں نفاذ وتکلس قوی الترکیب میں امتناع لین وذوبان **اقول**[۴] ان میں امتناع تو ظاہر ہے کہ طبیعت ارضیہ کے کچھ منافی نہیں بلکہ اُسکا مشہور خاصہ ہے یونہی تکلس بھی کہ اُس جسم میں نہ تھا ہے جس میں اجزائے ارضیہ بکثرت اور رطوبات بہت کم ہیں اور فسد اعتبار غالب ہی کا ہے تو وہ جنس ارض ہی سے ہے خانیہ وظہیریہ وخزانۃ المفتین وحلیہ وجامع الرموز ومراقی الفلاح ودرمختار وہندیہ میں ہے التراب اذا خالطہ مالیس من اجزاء الارض یعتبر فیہ الغلبۃ اھ ونظم الدرر لو الغلبۃ للتراب جاز والا لا خانیۃ ومنہ علم حکم التساوی اسی طرح نفاد بھی منافی نہیں کہ یہاں نفاد یا انتفا بایں معنی نہیں کہ شیئ صفحۂ ہستی سے معدوم ہوجائے بلکہ استحالہ جیسے پانی بھاپ بن کر اُڑ جاتا ہے فنا ہوگیا یعنی برتن خالی رہ گیا اب اسمیں کچھ نہ رہا یا پانی پانی نہ رہا بخارات ہوگیا اور معلوم[۵] ہے کہ استحالہ چاروں عنصروں پر وارد ہے خواہ بلاواسطہ جیسے مجاور کیطرف کہ اجزائے ارضیہ پانی ہوجائیں پانی ہوا ہوا آگ یا بالعکس یا ایک واسطہ سے جیسے ارضیہ ہوا یا آگ اور بالعکس پہلے میں پانی کی وساطت دوسرے میں ہوا کی یا دو واسطہ سے جیسے ارضیہ آگ یا بالعکس بوساطت آب وہوا تو صورتیں بارہ ہیں کما فی شروح المقاصد والمواقف والتجرید للتفتازانی والسید والقوشجی ہر عنصر کے لیے تین جن میں ارض بھی داخل بلکہ[۶] اجزائے ارضیہ بلاواسطہ بھی آگ ہوجاتے ہیں وھو قضیۃ ما فی المواقف وغیرھا ینقلب کل الی الاٰخر بعضھا بلاواسطۃ وھو کل عنصر یشارک اٰخر فی کیفیۃ ویخالفہ فی کیفیۃ اھ فان الارض مع النار کذلک ابن سینا نے اشارات میں یبوست نار پر دلیل قائم کی کہ انھا اذا خمدت وفارقھا سخونتھا تکون منھا اجسام صلبۃ ارضیۃ یقذفھا السحاب الصاعق اور یہ مشاہدہ ہے چند سال ہوئے ضلع علیگڑھ میں ایک صاعقہ گرنا مسموع ہوا والعیاذ باللّٰہ تعالٰی جس میں سخت کڑک تھی سرد ہونے پر دیکھا تو لوہا تھا جب آگ بلاواسطہ خاک ہوجاتی ہے خاک بلاواسطہ آگ کیوں نہ ہوگی لاجرم حسین میبذی نے کہا صرحوا ان النار القویۃ تحیل

نکتہ ۴۔ ان آثار میں کیا کیا طبیعت زمین کے مخالف ہے

ف[۱]: تطفل ... علی شرح المقاصد و شرحی المواقف

ف[۲]: مسئلہ: جس خاک میں غیر اجزائے ارضیہ ملے ہوں اس میں کیا حکم ہے

الاجزاء الارضية نار ایون بلاواسطہ آٹھ استحالے ہوئے زمین برودت جاکر آگ یبوست جاکر پانی پانی رطوبت جاکر زمین برودت جاکر ہوا ہوا حرارت جاکر پانی رطوبت جاکر آگ آگ یبوست جاکر ہوا ہوا حرارت جاکر زمین۔ فلاسفہ بیچ کے چھ مانتے ہین اول وآخر کے دو نہ ماننا تحکم ہی تو یہ ارض کے لیے چوتھی صورت ہوئی کہ ابتداءً آگ ہوجائے ہان ش رطوبات کثیرہ جزء ارض ہوتی ہین جنپر ترمد موقوف نہ دہنیت ماسکہ جسپر لین وذوبان تو چھ مین یہی تین منافی ارضیت ہوئے **وبعبارۃ اخری**[2794] ان مین آثار نار پانچ ہین کہ یا کل جسم صاعد ہوجائیگا جو ہر دو قسم کی پہلی صورت کو شامل یا بعض قلیل یا بعض کثیر یا اصلا نہین اور متحجر رہیگا کہ ضرب مطرقہ سے بکھر جائے یا منطبع کہ اسکی ضرب سے متفرق نہ ہو اور بڑھے پھیلے اول منافی ارضیت نہین کہ اجزاء ارضیہ آگ ہوکر سب صاعد ہوجائینگے نہ دوم کہ بعض قلیل کا اشتمال ارضیت سے خارج نہین کرتا نہ چہارم کہ یہ خود شان ارض ہی ہان سوم وپنجم کہ ترمد وانطباع ہین منافی ارض ہین ولہذا علمائے کرام نے یہی اوصاف لیے جنکے ثبوت سے جنس ارض کا انتفا ہوا اور انتفا سے ثبوت ہو فللّٰہ درہم ما ادق نظرہم اور[2795] یہین سے ظاہر ہوا کہ ترمد جو منافی ارضیت ہی یہی بمعنے اوسط ہی نہ بمعنے اول شامل تکلیس کہ جنس ارض مین بھی حاصل یونہین[2796] احتراق کہ منافی ارضیت ہی یہی بمعنے ترمد ہی ورنہ بمعنی سخونت وتکلس نفاد خود ارض مین موجود کذلک ینبغی التحقیق + وللّٰہ الحمد علی حسن التوفیق + وافضل صلاۃ واکمل سلام علی النبی الرفیق + وآلہ وصحبہ اساطین الدین واراکین التصدیق +

(حل اشکالات وتطبیق عبارات) بحمدہ تعالٰی ہمارے ان بیانات سے الفاظ خمسہ کے معانی مقصودہ اور انکی نسبتین ظاہر ہوگئین کہ احتراق بعین ترمد ہوا اور ترمد بمعنے اوسط اور لین وانطباع وذوبان سب کا حاصل انطراق ہوا صلاحیت لین وانطباع متلازم فی الوجود ہین اور ان کے مشتق متساوی فی الصدق اور صلوح ذوبان بھی ظاہر ان دونون کا لازم وملزوم اور انکا اس سے مطلقاً عموم بھی ایک احتمال غیر معلوم۔ اب بارہ عبارات اعنی باستثنائے دو پیشین اول مرد ایراد اور دوم باطل ہی سب کا حاصل دو وصفون کا اعتبار ہوا ترمد وانطراق[2797] پانچون وصف انھین دو کی طرف راجع ہوگئے اور بفضلہ تعالٰی اتنے فائدے ظاہر ہوئے (۱) انطباع کی لین سے تفسیر کہ درر نے کی صحیح اور تفسیر بالمساوی ہی (۲)[2798] تقطیع ولین سے اسکی تفسیر کہ منح نے کی اسکے خلاف نہین صرف اصل مفہوم انطباع یعنی قابلیت عمل کا اس مین اظہار فرمادیا ہی ونعما فعل (۳)[2799] یلین وینطبع خواہ ینطبع ویلین ہر ایک مین ایضاح کے لیے جمع متساوین ہی ان مین نہ اتحاد مصداق باطل نہ جمع مین ایہام غلط نہ کوئی لغویت نہ تفسیر بالاخفی (۴)[2800] اظہر تساوی انطباع وذوبان ہی تو بدستور ینذوب وینطبع خواہ ینطبع وینذوب ایک ہی بات ہے اور اجتماع مثل جمع لین وانطباع[?] البتہ اگر عموم انطباع ثابت ہو تو عبارات نہم ودہم ویازدہم نیز عبارات شمس الائمہ

و ظہیریہ و خانیہ و خزانۃ المفتین میں جمع ذوبان و انطباع یا ذوبان و لین ضرور موہم غلط ہوگا کہ اب جنسیت ارض وجود ذوبان پر موقوف رہیگی حالانکہ مجرد انطباع سے حاصل لاجرم واو بمعنی آو لینا ہوگا اور ذکر ذوبان ضائع۔ آن اکابر سے اسکا صدور ہمارے اُس استظہار کی صحت پر دلیل ہے کہ ذوبان بھی ملازم انطباع ہے [٢٧٠٢] (۵) عبارت ششم میں ایک طرف اضافہ انطباع دوسری طرف ترک کا حاصل ایک ہی ایضاح بڑھایا اور ایجاز کم کیا [٢٧٠٣] (٦) یوہین عبارت سیزدہم میں ترک ذکر لین (۷) ینطبع و یلین میں نفع ایضاح مراد ہے کہ لفظ انطباع قلیل السماع اور یلین و ینطبع میں ازاحت وہم ہے کہ توہم لین بمعنے عام کا اندفاع [٢٧٠٥] (۸) یوہین ذوبان و انطباع کی تقدیم و تاخیر میں [٢٧٠٦] (۹) عبارت یازدہم میں خوبی یہ رہیگی کہ قسم دوم میں نا سکے دونون اثر اصلی لے لیے اگرچہ ذکر لین کافی تھا [٢٧٠٧] (۱۰) سوم و چہارم و چاردہم میں نفع ایجاز ہے کہ لزومات ثلٰثہ انطراق سے صرف ایک لیا کہ دلالت علی المقصود دیر بس تھا باقیون کا مسلک ایضاح کے لیے المناب [٢٧٠٨] (۱۱) عبارت عنایہ میں برخلاف کُل او مسامحت ہے یا الف زیادت ناسخ یا او تخییر فی التعبیر کے لیے یعنی ینطبع کہو یا یلین حاصل ایک ہے [٢٧٠٩] (۱۲) غرر مین بعد وھو لفظ ما بڑھنا چاہیے اور دُرر میں پہلا او گھٹنا کہ وہ جنس کی تفسیر ہوجائے اور یہ غیر جنس کا بیان واللہ تعالٰی اعلم (نقوض جمع کا دفع) [٢٧١٠] (۱۳) کبریت و زرنیخ منطرق نہین تو منطبع کہان [٢٧١١] (۱۴) یہان ترمد بمعنی او سط ہے اور رماد حجر بمعنی اول لاجرم قول درمختار الا رماد حجر پر ملا طحطاوی نے فرمایا کالجص علامہ شامی نے فرمایا کالجص و کلس یوہین حجر ترکستان و نورہ مرداسنگ معدنی [٢٧١٢] (۱۵) یہان مراد لین انطراق ہے اور وہ نہ جص و مکلس ہین نہ کبریت و زرنیخ مین [٢٧١٣] (۱۶) یوہین کبریت و زرنیخ مین ذوبان انحلال ہے نہ ذوبان تعقد و انطراق کہ یہان مراد [٢٧١٤] (۱۷) ان مین اور جص و حجر فتیلہ و سنگ بحیرہ و حجر خزامی اور ریل کے کوئلے و ارض محترقہ مین احتراق ہو ترمد نہین جو یہان مراد (نقوض منع کا دفع) اقول بحمد اللہ تعالٰی وہ بہت سہل ہے ہر تعریف مین جنس ملحوظ ہوتی ہے علمائے کرام نے بوجہ وضوح و نیز تصریحات باب یہان اُسکا ذکر مطوی فرمایا جیساکہ اکثر انکی عادات کریمہ سے معہود لہٰذا بنظر ظاہر مین نقوض نظر آتے ہین اور حقیقۃً کچھ نہین وہ جنس جسم ثقیل یابس الاصل بے مائیت یا قلیل المائیۃ ہے اس سے (۱) پانی عرق عطر مار الجبن شیر بہتا گھی تیل گاز اور ان کے امثال کا خروج ظاہر (۲) یوہین شکر کا قوام جما ہوا گھی وہ کیچڑ جسپر پانی غالب ہے اولا پالا کَل کا برف (۳) یوہین پارے کا مغلوب المائیۃ ہونا ظاہر گویا وہ پانی ہے کہ پورا جما بھی نہین (۴) سانبھر پانی سے بنتی ہے (۵) یوہین ہر قسم زاج کہ الواہد الاسرار مین ابن سینا سے ہے الزاجات جواھر تقبل الحل وقد کانت سیالۃ فانعقدت (۶) اگر زاج بمعنی شب یعنی پھٹکری لو تو وہ بھی مائیت منعقدہ سے ہے (۷) رال اور کافور دونون گوند ہین اور گوند درخت کی رطوبت منعقدہ کہ جسم عیانی ہے (۸) رماد بمعنی دوم و سوم پراسن جسم کے

[٢٠١٢] ولو اقتصر فی بیان المصرح علی الجنس لکفاہ و ازاد ازالۃ الکلس و نحوہ الشامی علی جمع الشامی بینہما والجواب ان الکلس لا یطلق علیہ الجص

علی الطین تجوزا کما فی الحلیۃ عن النصاب الحجر خلط حتی صار جصا اجمعھا جاز و علیہ الفتوی ام فان الکلس غیر منطبق تفسیر ١٢ منہ غفرلہ

جلے ہوئے اجسام میں جو اجزائے کثیرہ رطبہ پر مشتمل تھا تو بحمدہ تعالٰی سب جنس سے خارج لہذا جنسِ ارض سے خارج تو جنس ارض کی تعریف میں اصح وانفع وجامع ومانع **عبارت[۲۱۷] پانزدہم عبارت رضویہ** ہے وہ ثقیل یابس الاصل کہ بکثیر المائیہ ہونہ آگ سے منطرق۔ عدم ترمد خود جنس میں آگیا کما علمت تو اصح تعریفات تعریف جلابی تھی اگر کل جزو منہ کی جگہ یہ جنس ہوتی ھکذا ینبغی التحقیق واللّٰہ سبحنہ ولی التوفیق، وصلی اللّٰہ تعالٰی علی السید الکریم الرحیم الرفیق، واٰلہ وصحبہ ھداۃ الطریق، اٰمین **تنبیہ نبیہ** یہ ہے وہ کہ بتوفیق لطیف عبدِ ضعیف پر ظاہر ہوا جس نے کلمات ملتئم کردیے اور احکام منتظم اور نقوض منعدم مگر بیان[۲۱۸] ایک **شبہہ قویہ** ہے متعدد اکابر نے منطبع کی مثال میں زجاج لکھا بدائع پھر ہندیہ اور تحفہ پھر ایضاح میں ہے مایحترق کالحطب اوینطبع ویلین کالحدید والزجاجہ اسی کے مانند شرح مسکین میں ہے کافی میں ہے لابما ینطبع ویلین او یحترق کالنقدین والرصاص والزجاج ونحو الحنطۃ والملح والرماد ملیہ میں ہے مالایحترق کالحطب ولایلین ولاینطبع کالزجاج درمختار میں ہے لامنطبع کفضۃ وزجاج اور ظاہر ہے کہ زجاج منطرق نہیں اُسکا انطباع یوں ہی ہے کہ آگ سے پگھلتا اور سانچے میں ڈھلتا اور ٹھنڈا ہوکر صورت پر قائم رہتا ہے تو ثابت ہوا کہ اُنکے نزدیک یہی لین وذوبان بالنار کہ قبول صورت کے لیے مہیا کریں انطباع بالنار میں خواہ قیامِ صورت خود اُس شے کے اپنے ذاتی وصف سے ہو جیسے سونے چاندی میں بصورتِ لین مجرد یا بردو زوال اثرِ نار سے جیسے اُن میں بصورت ذوبان۔ اور عبارتیں[۲۱۹] اب بھی ملتئم ہوجائیں گی اگرچہ بتکلف لین سے خاص وہ مراد ہو کہ انطباع کے قابل کرے خواہ بذاتِ خود یا ذوبان تک بڑھ کر یوں ہی ذوبان سے اور ظاہر جو آگ سے ایسا نرم ہوسکیگا ایسا ذائب بھی ہوسکے گا تو صلاحیتِ لین مزید و ذوبان مذکور متلازم ہوئیں اور یہی صلاحیت انطباع بالنار سے مقصود تو لین یا ذوبان یا انطباع جو کچھ کہا جائے مآل ایک ہے اور تخالفِ عبارات صرف تخالف تعبیر۔ ہاں فقط عبارت عنایہ اب بھی محلِ نظر رہے گی اور کہہ[۲۲۰] سکتے ہیں کہ اُس میں لین سے لین مجرد موجب انطباع مراد او عطف عطف خاص علی العام اور فقہائے کرام اُس میں حرف اَو جائز رکھتے ہیں رد المحتار صدر نکاح میں زیر قول شارح فاسقین او محدودین ہے ذکر الاخص بعد الاعم واقع فی افصح الکلام علی انہم صرحوا انہ اذا قوبل الخاص بالعام یراد بہ ماعدا الخاص لکن فی المغنی ان عطف الخاص علی العام مما تفردت بہ الواو وحتی لکن الفقہاء یتسامحون فی عطفہ باو قلت وصرح بعضہم بجوازہ بثم وباو کما فی حدیث من کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا اوامرأۃ ینکحھا **اقول[۲۲۱]** اولاً ان تکلفات سے عبارات تو ملتئم ہوگئیں ورنہ صریح رد موجود تھا کہ ساتوں عبارات پیشین میں لین کہکر زجاج سے مثال دی ہے اور انطباع زجاج لین سے نہیں بلکہ ذوبان سے ہے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مگر احکام غلط ہوگئے کبریت و زرنیخ یقیناً ذائب بالنار اور بایں معنے منطبع بالنار ہیں تو اس طور پر لازم کہ جنسِ ارض سے نہ ہوں اور اُن سے تیمم ناجائز حالانکہ کبریت کے جنس ارض وصالح تیمم ہونے کی تصریح کتب معتمدہ مثل تبیین الحقائق و فتح القدیر و بحرالرائق و نہر الفائق و مراقی الفلاح و فتاوٰے عالمگیریہ و فتح اللہ المعین و طحطاوی علی الدر المختار وغیرہا میں ہے اور اصلاً کسی نے اُس میں اشارۂ خلاف بھی نہ کیا اور زرنیخ کا تواتر تو اُس عظمت شان سے ہے کہ اُسکے لئے مثال کسی میں نہیں خود محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتاب الاصل میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے خود امام مذہب امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اُس پر نص فرمایا پھر قدوری و ہدایہ و ملتقی و کافی و صدر الشریعۃ و تبیین و فتح القدیر و حلیہ و غنیہ و وقایہ و مسکین و برجندی و بحر و نہر و مراقی الفلاح و طحطاوی علی الدر و جلابی و نوازل امام فقیہ ابواللیث و محیط و خانیہ و خلاصہ و خزانۃ المفتین و منیہ و سراجیہ و ہندیہ وغیرہا متون و شروح و فتاوٰی نے بلا اشعار نام خلاف اُسکا جواز بتایا کیا ایسے صریح نصوص جلیہ علیہ متظافرہ متواترہ اس قابل ہوسکتے ہیں کہ کسی مثال کے مفہوم سے اُنکو رد کردیا جائے حاشا یہ سب نصوص اسوقت میرے پیش نظر ہیں بیان تبرکاً صرف نص امام محرر المذہب اور کبریت میں فتح و تبیین و تبیین فتح پر قناعت کروں خلاصہ میں ہے فی الاصل قال ابو حنیفۃ و محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما یجوز التیمم بجمیع ماکان من جنس الارض ومن اجزائہا نحو التراب و الرمل و النورۃ و الزرنیخ و الجص و الحجر و المدر و الاثمد و الکحل و الطین الاحمر و الاصفر و المغرۃ و الحائط و المرداسنج و نحوہ امام فخر زیلعی نے فرمایا یتیمم بطاہر من جنس الارض کالتراب و الحجر و الکحل و الزرنیخ و النورۃ و الجص و الرمل و المغرۃ و الکبریت و الیاقوت و الزبرجد و الزمرذ و البلخش و الفیروزج و المرجان امام محقق علی الاطلاق نے فرمایا دخل الحجر و الجص و النورۃ و الکحل و الزرنیخ و المغرۃ و الکبریت الخ ثانیاً سب سے طرفہ یہ کہ مفاد مثال زجاج خود مثال زجاج سے منقوض یہ نقض ہمنے نقوض انطباع میں ذکر نہ کیا کہ اسی مقام کے لیے اُسکا ذخیرہ رکھنا مناسب تھا تحفہ و بدائع سے درمختار و ہندیہ تک آٹھوں کتابوں نے زجاج مطلق رکھا ہے کہ معدنی و مصنوع دونوں کو شامل اور اُسکا معدنی ضرور حجر ہے جامع عبداللہ بن احمد اندلسی مالقی ابن بیطار میں ہے (زجاج) قال ارسطاطالیس منہ متحجر و منہ رمل و الزجاج الوان کثیرۃ فمنہ الابیض الشدید البیاض الذی لاینکر من البلور وھو خیر اجناس الزجاج و منہ الاحمر و الاصفر و الاخضر و الاسمانجونی و غیر ذلک و ھو حجر من الاحجار کالمائق الاحمق من الناس لانہ یمیل الی کل صبغ یصبغ بہ و الی کل لون یلون بہ انوار اسرار الآیات البینات کتاب المعدن میں ہے اما حجر الزجاج فانواع کثیرۃ فی معادن کثیرۃ فمنہ متحجر و منہ متزمل اسی میں ہے حجر الزجاج اذا لاصابتہ النار

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ثم خرج الی الھواء من غیران یتدخن تکسر ولم ینتفع بہ تحفۂ تنکابنی میں ہے ارسطو بلور را از جنس معدنی ام

دانستہ و آئینۂ سنگ از جملہ معدنی وغیر بلور ست مخزن میں ہے (زجاج) دو نوع ست معدنی و مصنوع و معدن

آن اکثر جا ست انچہ در تبریز از نواح شیراز وغیر آنست سنگے ست تیرہ رنگ ریزہ الخ اور حجر بتصریح متواتر عامہ کتب میں

علی الاطلاق بلا تخصیص جنس ارض سے ہے جیسیں کتابیں کہ زریخ میں مذکور ہوئیں وہ سب اور اُنکے علاوہ فتح

و اصلاح و نورالایضاح متون و درمختار و شلبیہ و مجتبٰے شروح و بزازیہ فتاوے وغیرہا زائد ہیں تو زجاج سے تیمم

جائز ہوا اور وہ جنس ارض سے ہے حالانکہ اس معنے پر قید انطباع اُسے خارج کر رہی ہے کہ وہ خود انکے اقرار سے

منطبع ہے تو جمع منقوض ہے اگر یہ کہیے زجاج میں ان علما کا اطلاق مقید یعنی زجاج مصنوع پر محمول ہے جو ریتے

اور کسی اور چیز غیر جنس ارض سے ملاکر بنایا جاتا ہے محققین شراح کا بیان اسپر شاہد تبیین میں محیط سے ہے اذا خالطہ

شیئ اٰخر لیس من جنس الارض لایجوز کالزجاج المتخذ من الرمل وشیئ اٰخر لیس من جنس الارض

فتح القدیر میں ہے خرجت الاشجار والزجاج المتخذ من الرمل وغیرہ بحرالرائق میں ہے لایجوز بالاشجار

والزجاج المتخذ من الرمل وغیرہ مجمع الانہر میں ہے لایجوز بالزجاج المتخذ من الرمل وشیئ اٰخر اسی طرح

ابوالسعود ازہری میں ہے۔ عبارت درمختار کفضۃ و زجاج پر ردالمحتار میں لکھا ای المتخذ من رمل وغیرہ

پھر تو جسے منطبع کہا وہ جنس ارض سے نہیں اور جو جنس ارض سے ہے اُسے منطبع نہ کہا **اقول** یہ اُسوقت بنے کہ

خود سنگ شیشۂ معدنی اس معنی پر منطبع نہ ہو حالانکہ وہ بھی یقیناً مثل مصنوع آگ سے گلتا پگھلتا ہوا سے ٹھنڈا ہوتا

سانچے میں ڈھلتا ہے پھر مفرکہ مصر جامع میں ارسطو سے متصل عبارت مذکورہ ہے وھو سریع التحلل مع حرالنار سریع

الرجوع مع الھواء البارد الی تحجرہ انوارالاسرار میں بعد عبارت سابقہ ہے وھو من الین الاحجار علی النار و

سریع الجفاف بعد التذویب اُسی میں ہے یستحیل مع حرالنار ویجمد سریعا مع برودۃ الھواء اب یہ

مثال غایت اشکال میں ہوگئی کہ خود اپنے نفس کی مبطل ہے تو اُس سے تقریر فقیر پر شبہہ کیا معنے خود اُسی پر شبہہ

شدیدہ کیا جائے وہ اگر خود متناقض نہ ہوتی تو اُن احکام مصرحۂ عامۂ متون و شروح و فتاوی منصوصۂ خود محرر المذہب

و امام اعظم مذہب کے مقابل مضمحل ہونی واجب تھی نہ کہ جب آپ ہی اپنا نقض ہے ہاں مسلک اُسکی تاویل ہے اگر

ممکن ہو اگرچہ بعید کہ تاویل بعید بھی تخطئہ محض سے خیر و بہتر ہے **فاقول** وباللہ التوفیق جملہ معدنیات کا تکون گندھک

اور پارے کے ازدواج سے ہے کبریت نرہے کہ گرم ہے اور پارہ مادہ۔ انہیں کے اختلاف مقادیر و اصناف و اوصاف

و احوال سے مختلف معدنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن میں سے بعض کو ہمارے ائمہ کرام جنس ارض سے رکھتے ہیں

https://www.facebook.com/darahlesunnat

جیسے یاقوت زمرد زبرجد وغیرہا جواہر اور بعض کو نہیں جیسے ذہب فضہ وحدید وغیرہا معادن حالانکہ مادۂ تکوّن سب کا ایک ہے تذکرۃ انطاکی میں ہے (معدن) مادتہ الزئبق والکبریت جید ین متساویین کالاکسیر اوزاد الکبریت مع القوۃ الصابغۃ کما فی الذھب اوضدہ مع عدمھا کما فی الفضۃ (الی ان قال) فان حفظت المادۃ بحیث یذوب فالمنطرقات والا فالغلزات علی وزان الاول کالیاقوت والثانی کبعض الزمرد (الی اٰخرہ) اولم تحفظ صور اولم تثبت معاصیۃ للتحلیل فالشبوب الاملاح اُسی میں ہے (یاقوت) ھو اشرف انواع الجملدات وکلھا تطلبہ فی التکوین کالذھب فی المنطرقات فیمنع لعارض واصل الزئبق ویسمی الماء والکبریت ویسمی الشعاع مذہب مشہور ومنصور ومعتمد جمہور یہ ہے اُنکی معیار وہی ضابطہ ترمد وانطباع ہے وبس۔ اور بعض اکابر نے اُسے یوں لیا کہ جو کچھ اجزائے ارض سے ہے جبتک زمین میں ہے اُس سے مطلقاً تیمم روا ہے حتی کہ سونا چاندی جبتک اپنی کان میں ہو کہ اُسوقت تک یہ جنس ارض سے ہے جب زمین سے نکالکر گلا یا پگھلایا اجزائے ارضیہ سے صاف کیا اب غیر شے ہوئی اور اُس سے تیمم نا روا تبیین الحقائق میں ہے وفی شرح الجامع الصغیر لقاضیخان یجوز بالکیزان والحباب ویجوز بالذھب والفضۃ والحدید والنحاس وما اشبھھا مادامت علی الارض ولم یصنع منھا شیئ وبعد السبک لایجوز شرح وقایہ میں ہے اما الذھب والفضۃ فلا یجوز بھما اذا کانا مسبوکین وان کانا غیر مسبوکین مختلطین بالتراب یجوز شرح الکنز علامہ عینی پھر شرح سید ازہری پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے قبل السبک یصح التیمم مادامافی المعدن وکذا الحدید والنحاس لانھما من جنس الارض علامہ طٰ نے فرمایا ذکرہ السید واطلاق المصنف کغیرہ یفید المنع مطلقا لوجود الضابط فتاوٰی ظہیریہ پھر خزانۃ المفتین میں ہے مالیس من جوھر الارض اوکان من جوھر الارض الا انہ خلص عن جوھرہ بالاذابۃ والاحراق فانہ لایجوز بہ التیمم فالذھب والفضۃ والنحاس والحدید وما اشبہ ذلک یجوز بہ التیمم مادام فی الارض ولم یصنع منہ شیئ فاذا صنع منہ شیئ لم یجز بہ التیمم اذا لم یکن علیہ غبار تو حاصل یہ ہوا کہ آگ سے لین واحتراق دو ہیں ایک متقدم کہ معدنی معدن سے نکلتے وقت اجزائے ارضیہ سے اپنی جلائی میں اُنکا محتاج ہو اُنکے نزدیک یہ مطلقاً اُسے جنس ارض سے خارج کردیتے ہیں اگرچہ ملین موِرثِ انطباع وانطراق ہو نہ احتراق تا حد ترمّد دوسرا متاخر کہ اجزائے ارضیہ سے جدا وصاف ہونیکے بعد اُس شے کی حالت دیکھی جائے یہاں اگر احتراق بحد ترمّد یا لین موجب انطراق کا صالح ہے تو جنس ارض سے نہیں ورنہ ہے۔ جو چیز بطور قطعے کان سے نکلے کہ صاف کرنے میں جلانے گلانے کی محتاج نہ ہو اُس میں وہ قاعدہ معیار جاری ہوگا یاقوت وبلور سے تیمم جائز ہوگا

اور لوہے سے نہیں اور جو ریزہ ریزہ نکلے کہ گلا جلا کر صاف کی جائے اُس سے بعد صفا وہ مطلقاً ناجائز نہیں گے زجاج اسی قبیل سے ہے کہ وہ ریزہ ریزہ ہی معدن میں ملتا اور آگ پر گلا کر صاف کیا جاتا ہے ارسطو نے جو اُسکی ایک قسم کو متحجر کہا اس بنا پر تھا کہ وہ بلور کو بھی نوع زجاج مانتا ہے اُسکے کلام میں عبارت مذکورہ کے بعد ہے والبلور جنس من الزجاج غیر انه یصاب فی معدنه مجتمع الجسم ویصاب الزجاج مفترق الجسم فیجمع کما ذکرنا بحجر المغنیسا اھ یشیر الی قوله منه ماهو رمل فاذا اوقد علیه النار والقی معه حجر المغنیسیا جمع جسمه اسیطرح انوار الاسرار میں ہے مخزن سے گزرا سنگ سست ریزہ ولہذا ان علما نے لین وانطباع دو لفظ کہے لین متقدم کے لیے اور اُسکی مثال میں زجاج ہے اور انطباع متاخر کے لیے اُسکے مثال میں حدید وغیرہ ہیں آخر[۲۲۷] دیکھا کہ امام جلیل نسفی نے احتراق کی مثالوں میں رماد بھی ذکر فرمائی اور وہ ہرگز قابل احتراق نہیں لاجرم اُسکے لیے احتراق متقدم مراد ہے کہ جلنے سے حاصل ہوئی یونہی زجاج کے لیے لین اور اسپر[۲۲۸] شاہد عدل امام طاہر کا خلاصہ میں کلام ہے کہ زجاج کو اسی لین متقدم میں گنا فرماتے ہیں لوتیمم علی الذهب والفضة اوالشبه اوالنحاس اوالرصاص اوالدقیق اوالزجاج اوالحنطة اوالشعیر مما لیس من جوهر الارض اومن جوهرها الا انه خلص من جوهرها بالاذابة والاحراق لایجوز التیمم بالاتفاق اھ فقوله لیس من جوهر الارض للدقیق والحنطة والشعیر وقوله اومن جوهرها الخ للبواقی یوں اُن عبارات کی توجیہ ہوجائیگی اور معنے انطباع پر کہ ہمنے تحقیق کیے غبار نہ آئیگا نہ نرمی وکبریت کے احکام منصوصہ پر نقض وارد ہوگا اور اب عبارت[۲۲۹] عنایہ بھی بن جائیگی کہ تردید باعتبار تقدم وتاخر ہے تو یہ سب عبارات متحد ہوگئیں باقی کثیر ووافر عبارات جن میں مثال زجاج نہیں اُس نفیس وجیہ توجیہ سے موجّہ ہیں جو سابق گزری جس سے وہ مذہب جمہور مشہور ومنصور پر ماشی ہیں مگر عبارت عنایہ کہ اُسکا آفر اسی توجیہ لاحق پر بنے گا ان دو توجیہوں سے تمام عبارات موجّہ ہوگئیں الا قول الدر منطبع کزجاج فلم اجد له طبا ونسبته وحدہ الی السهو اسهل من نسبة سائر الکبراء الیه هذا ما عندی فان کان عند غیری احسن منه فلیبده بامعان فان المقصود اتباع الحق حیث کان والله المستعان وعلیه التکلان والصلٰوة والسلام الاتمان الاکملان علی سید الانس والجان والٰه وصحبه کل حین وان والحمد لله رب العٰلمین

مقام دوم

اُن بعض اشیا کا شمار جن سے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے مذہب میں تیمم جائز ہے انھیں دو قسم کریں منصوصات جنکی تصریح کتابوں میں اسوقت پیش نظر ہے اور مزیدات کہ فقیر نے اضافہ کیں وکان حقا علی افرازها کیلا یساق المعقول مساق المنقول منصوصات نقل عبارات میں طول وتکرار ہے لہذا صرف شمار اسماء بعض کتب پر قناعت کریں

مقام دوم ۔ ان ۱۷۱ اشیا کا بیان جن سے تیمم جائز ہے

مگر خلافیات یا خفیات کہ اُن میں تکثیر اسما مناسب **خاک** کہ اصل الاصول ہے اصل بحر المذہب متون عامہ پھر اگر منبت یعنی قابل نبات ہو تو اُس سے جواز تیمم پر اجماع اُمت **اقول** تو مستحب یہ ہے کہ اُسکے ملتے اور کسی چیز سے تیمم نہ کرے فان الخروج عن الخلاف مستحب بالاجماع ہمارے نزدیک خاکِ شور بھی جسمین کوئی چیز اُگنے کی صلاحیت نہ ہو خلاصہ خزانہ بزازیہ مراقی الفلاح ریتا اصل متون عامہ خلافا لابی یوسف فی قولہ الآخر تیمم مر عن ۳ سو کتابا گرچہ صاف دُھلا بے غبار ہو خانیہ خلاصہ مراقی در کنیر یا ریگ پسا ہو یا سالم نوازل خانیہ خلاصہ بزازیہ خزانۃ المفتین ہندیہ وغیرہا وقیدہ الشلبیۃ عن المجتبی بالمد فوق **اقول** مشی علی قول محمد من لزوم ان یلتزق بالید شیئ ومذہب الامام الاطلاق غبار متون وعامہ **اقول** جبکہ ناپاک خاک سے اُٹھا ہو اگرچہ نجاست کا اثر زائل ہو جانے سے نمانے کے لیے پاک ہوگئی ہو نہ کسی تر چیز ناپاک پر گرا ہو نہ ناپاک خشک چیز پر گر کر اُسے تری پہنچی ہو اگرچہ پھر وہ تری خشک بھی ہو جائے وقد تقدم بعضہ ناپاک خشک چیز پر گرا ہوا غبار جبکہ اُسے تری نہ پہنچے تقدم فی الدرس السالفۃ عن الحلیۃ والنہایۃ والہندیۃ ومثلہ فی الفتح تر زمین پر جسپر چھڑکاؤ ہوا کما یأتی مقبرے کی زمین جبکہ اُسکی نجاست مظنون نہ ہو لو تیمم بتراب المقبرۃ ان غلب علی ظنہ نجاستہ لایجوز والایجوز کما فی السراج ط علی المراقی گرد باد بگولا اُسسے تیمم کے دو طریقے اوپر گزرے خلاصہ بزازیہ جلی ہوئی زمین قدمر یا نمک زار زمین جسمین سے نمک نکلتا ہو اگرچہ خفیف تر بھی ہو جبکہ وہ نمک مٹی سے بنا ہو یا نی پیلی مٹی اصل نوازل خلاصہ خزانہ ہندیہ سرخ مٹی ہی والبدائع والخانیہ گیرو ہی الا البدائع تبیین فتح نعر نہر **اقول** وہ سرخ مٹی کا غیر ہے فقد عد وہما مغز زین قال فی الخانیۃ یجوز التیمم بالمغرۃ والکحل والطین الاحمر اھ وفی الخلاصۃ یجوز بالطین الاحمر والاصفر والمغرۃ اھ ومثلہ فی غیرہما اما قول القاموس المغرۃ طین احمر **فاقول** لم یقل الطین الاحمر وہم اذا عرفوا انکروا واذا انکروا عرفوا کالی مٹی سپید مٹی بدائع ہندیہ سبز مٹی لو اول خزانہ تتار خانیہ ہندیہ طفل مصری طحطاویہ جس سے مصر میں کپڑے رنگتے ہیں تاج العروس ڈھیلا اصل نوازل خلاصہ خزانہ منیہ گل ارمنی گل مختوم غنیہ گونڈے کی دیوار اصل خلا جوہرہ نوازل خزانہ ڈھیکوں کی دیوار محیط خانیہ منیہ کچی اینٹ کی دیوار غنیہ مٹی سے لسی ہوئی در مختار کچی اینٹ فتح حلیہ بحر شلبیہ زاہدی گارا کیچڑ جس میں مٹی غالب ہو اور پانی مغلوب اسکی تفصیل مقام چہارم میں آئیگی ان شاء اللہ تعالٰی جلی ہوئی خاک مختارات النوازل نصاب حلیہ مٹی کے آبخورے مٹکے محیط خانیہ منیہ خزانہ کونڈے رکابیاں وغیرہا ہر ظرف گلی جسپر روغن نہ ہو فتح شلبیہ ازہری در مختار نہ غیر جنس کی رنگت

اقول والعجب ان الانطاکی فی التذکرۃ نسب عم خلط الدم الی جالینوس والتنکابنی فی التحفۃ الیہ ذکرہ ابن البیطار

خزانۃ الفتاوی حلیہ بحر ط وہ ظروف گلی رنگین جن پر جنس ارض ہی مثلاً گیرو یا ملتانی وغیرہ کی رنگت ہو یجوز باوان من طین غیر مدھونۃ درا و مدھونۃ بصبغ من جنس الارض کالطفل والمغرۃ ط سبز چکنی صاف مٹی کے پیالے تشتریاں یجوز بالغضارۃ منیہ ہی بین اللازب الحر الاخضر حلیہ غنیہ عن القاموس والمراد ما یعمل منہ کالسکارج غنیہ وفی المغرب الغضارۃ القصعۃ الکبیرۃ حلیہ جب اُس رنگ کی قلعی نہ ہو غنیہ نہ کسی اور غیر جنس ارض کی قلعی یا رنگ حلیہ وقد ذکرہ قبل ھذا استظھارا **اقول** وھو محل الجزم قلعی دار ظرف گلی کا وہ رخ جس طرف قلعی نہیں خانیہ خلاصہ غنیہ **اقول** وکانت عبارۃ المنیۃ لایجوز بغضارۃ مطلی بالآنک بطن الغضارۃ وظھرھا سواء ام قد توھم المنع مطلقا اذا طلی بہ وجھہا فاولھا فی الغنیۃ بما فی الخانیۃ ای سواء فی المنع بالمطلی والجواز بغیرہ اما عبارۃ البزازیۃ اذا طلی وجھہا بالصبغ لایجوز بہ التیمم وان لم یطل جاز ام فالکنایۃ لوجھہا کمیگری ھو الصحیح مختارات النوازل حلیہ **اقول** سالم ہو یا پسی ہوئی وقیدہ فی الخزانۃ عن النوازل وفی الجوھرۃ عن الخجندی بالمدقوق **اقول** ومثلہ مثل ما مر من الحجر المدقوق ولفظ النوازل ثم الخزانۃ یجوز بالآجر المدقوق والخزف المدقوق والسبخۃ والحجر الذی علیہ غبار اولم یکن بان کان مغسولا او املس مدقوقا او غیر مدقوق اھ **اقول** ھذا مشی فی سطر واحد علی قولین مختلفین وای فرق بین الخزف والآجر فیقید الجواز بھما بالدق وبین الحجر فلا فان قلت بل المعنی ولو مدقوقا **اقول** انما یترقی الی ما فیہ خفاء او خلاف فان حق الوصلیۃ ان یکون الحکم فیما قبلھا اظھر منہ فیما بعدھا ولا **اقول** ان یکون ما قبلھا الحق بالحکم مما بعدھا کما قالوا وانہ غیر مطرد فلو ارید ھذا لقیل ولو غیر مدقوق لان خلاف محمد فیہ پکی اینٹ ویاتی **اقول** وتقییدہ بالمدقوق کما مر عن الخزانۃ عن النوازل ومثلہ فی الجوھرۃ عن الخجندی مر ما فیہ وقد قال فی الکافی ولو غیر مدقوق روڑا کنکریٹ بجری یجوز بہ قال الآجر مختارات النوازل حلیہ سرخی باریک کٹی ہوئی پکی اینٹ وھو ما مر انفا عن النوازل وغیرھا کنکری پتھر کے ریزے کہ زمین پر ہوتے ہیں عربی حصاۃ نوازل محیط خانیہ خزانہ خجندی جوھرۃ اگرچہ باریک ریزے ریگ میں ملے ہوئے لم یخرج ای من الصعید ما یصعد علی وجہہا من دقاق الحصی حلیہ درزی کی بٹیا جس سے وہ کپڑے کو کوٹ کر سلائی دباتا ہے لو تیمم بفھر الخیاط عندھما یجوز وعن ابی یوسف روایتان خلاصہ **اقول** یوم ان لاخلف

تطفل علی الخانیۃ ... تطفل ... علی النوازل ... حق الوصلیۃ ... علی العلامۃ ... وغیرہ

عن محمد مع ان الجواز ھی الروایۃ النادرۃ عنه والمشهورۃ کما فی الحلیۃ وغیرھا شرط التصاق جزء منه بالید وقال فی وجیز الکردری نهر الخیاط وھو حجر یداس به الثیاب ان لم یصبغ یجوز عندھما بناء علی عدم اشتراط الالتصاق اھ **اقول** والضمیر فی عندھما للشیخین رضی اللہ تعالٰی عنهما کما یفهم من سباقه ویشهد له البناء المذکور فقد مشٰی علی روایۃ الجواز عن ابی یوسف ونسب المشهورۃ عن محمد الیه خلافا لما فی الخلاصۃ گچ ۔ چونے کا پتھر جسے پھونک کر چونا بناتے ہیں ۔ کما سیأتی اصل قدوری ہدایہ ملتقی وکثیر گچ کی ہوئی دیوار در مختار کلس چونا در المختار جائز وعلیہ الفتوی نصاب حلیہ **اقول** یعنی وہ کہ سنگ گچ یا سنگ مرمر کوئی پتھر پھونک کر بنا پتھر کی راکھ **اقول** یعنی چونا کہ گزر گیا یا کھنگر کہ اس کا غیر اور اس سے سخت تر ہے یا کوئی پتھر پھونک کر پیس لیا جائے یا خام پتھر پیس کر پھونکا جائے یہ سب صورتیں پتھر کی راکھ ہیں اور سب سے تیمم جائز والمسألۃ مرت عن الحلیۃ وخزانۃ الفتاوی و جامع الرموز والدرر وش و ط علی الدر والمراقی نورہ بال اڑانے کا نسخہ ہرتال چونا ملا ہوا اصل قدوری ہدایہ ملتقی کافی تبیین فتح بحر نهر مسکین مراقی نوازل خانیہ خلاصہ خزانہ سراجیہ منیہ ہندیہ ط والنورۃ طلاء مرکب من اخلاط یزال به الشعر نتائج شلبیہ **اقول** وربما تطلق علی نفس الکلس کما فی التذکرۃ وغیرھا وھذا اولی لجدۃ الافادۃ ومر عن البرجندی فهمه عن زاد الفقهاء ان التیمم بالنورۃ لایجوز لانه مما یترمد **اقول** ھی من رماد حجر لا انها تترمد وقد علمت الجواب یاقوت زمرد زبرجد فیروزہ تبیین فتح حلیہ بحر نهر ہندیہ ازہری ط وزعم بعض الناس ان الزمرد والزبرجد واحد **اقول** ویردہ عدھم کلا علی حدۃ وقد قال فی التذکرۃ عند ذکر انواع الزمرد قیل ان منه نوعا یسمی الصابونی یضرب الی البیاض وفولس یقول انه من الزبرجد اھ نعم فی الجامع عن ارسطو الزمرد والزبرجد حجران یقع علیهما اسمان وھما فی الجنس واحد اھ واتحاد الجنس لایمنع اختلاف النوع او الصنف کاللعل والیاقوت الرمانی والنیلم والبسراق بجش یتیمم بالبلخش قاله الثمانیۃ المذکورون **اقول** کتب لغت حتی کہ قاموس محیط میں اس لفظ کا پتا نہیں نہ تاج العروس نے اس سے استدراک کیا نہ جامع ابن بیطار و تذکرہ انطاکی و تحفہ و مخزن میں اس کا ذکر عجب یہ کہ کتاب مغرب میں بھی اس سے غفلت کی حالانکہ وہ فقہ حنفی کا لغت ہے اور یہ لفظ کتب فقہ حنفیہ میں موجود پھر میں نے تاج العروس میں زیر لفظ بدخشان دیکھا کہ اس کی کان بدخشان میں بتائی اذ قال فی المستدرك بعد باذشر بدخشان ویقال بذخش

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بلدة فی اعلی طخارستان والعامة یسمونها بلخشان فی جبالها معادن البلخش واللازورد وحجر الفتیلۃ
اس سے مظنون ہوتا ہے کہ لعل کو کہتے ہوں کہ نسبت بدخشان سے لعل ہی مشہور ہے مگر انوار الاسرار میں اُسکا تذکرہ نظر آیا
اُس میں لکھا البلخش حجر بناحیۃ المشرق فی معادن الذھب لونہ لون الیاقوت الاحمر وھو اشف من الیاقوت
اس میں اتنی بات کہ سرخ رنگ ہے اور یاقوت سے زیادہ شفاف لعل پر صادق ہے مگر سونے کی کان میں پیدا ہونا ظاہرا اسکے
خلاف ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ ۵۸ عقیق الثمانیۃ الا التبیین خانیۃ خلاصہ خزانہ غنیہ مراقی ۵۹ مرجان یعنی مونگا علی ما فی عامۃ
الکتب و یأتی ۶۰ شرح اصل قدوری ھدایہ ملتقی والعامۃ **اقول** ۲۷۵۳ مگر پسے ہوئے سے بے ضرورت منع ہے
اگرچہ سے پردھبا دے لانہ من المثلۃ کما یأتی فی الطین ۶۱ اثمد یعنی اصفہانی سرمہ سیاہ و سرخ ہوتا ہے حدیث میں اسکی
تعریف فرمائی اصل نوازل خانیہ خلاصہ خزانہ ۶۲ کبریت گندھک مر عن ثمانیۃ کتب ۶۳ زرنیخ ہرتال مر عن ستۃ
وعشرین کتابا زرد تو کثیر الوجود ہے ۶۴ نیز سرخ حلیہ غنیہ ۶۵ سپید حلیہ ۶۶ سیاہ غنیہ ۶۷ مرداسنگ معدنی ویأتی ۶۸ توتیا
نوازل خزانہ **اقول** ۲۷۵۴ یعنی معدنی پتھر اگر ملے نہ جست کہ سونے چاندی تانبے کیطرح اجساد سبعہ میں کا ایک ہے
کما یأتی اگرچہ تحفہ و مخزن میں ناواقفانہ اُسے معدنی توتیا کہا ۶۹ معدنی شیشہ ۷۰ لاہوری نمک جسے سیندھا اور ملح اندرانی
کہتے ہیں ویأتیان انشاء اللہ تعالٰی وہ نمک کہ مٹی سے بنا ہو **اقول** ۲۷۵۵ دلت علیہ مسألۃ السبخۃ وجواز
التیمم بھا اذ کان سبخھا من تراب کما سیأتی اذ لولم یجز بہ وھو علی وجھالہ یجز بھا المطلی باٰنک ومصبوغ
بغیر الجنس ۷۱ خاک جسمیں اُس سے کم راکھ ملی ہو جوھرہ فتح بحر وتقدم عن ثمانیۃ اُخر فی النکات یوہیں اگر آٹا
مل گیا اور خاک زائد ہے جوھرہ ۷۲ سونا کپڑا آدمی جانور جس چیز پر مٹی یا ایسا غبار ہو کہ ہاتھ پھیرے سے اُنگلیوں کا نشان
بن جائے فتح بحر در کثیر وفی التبیین یجوز بالنقع سواء کان الغبار علی ثوبہ او علی ظھر حیوان مرید ۷۳
خاک شفا ۷۴ مسجد کی دیوار ۷۵ مسجد کا کچا خواہ پکا فرش ۷۶ زمین جسپر شبنم پڑی ہے ۷۷ سخت زمین جسپر مینہ برس کر پانی نکل گیا
وھما فی معنی ما یاتی من ارض رش علیھا الماء و بقی نداہ ۷۸ گھڑا جسکے اندر پانی بھرا اوپر سے بھیگا ہوا ۷۹ گھریا مٹی ملتانی
مٹی اور وہ پیلی مٹی کی غیر ہے جسکے بوسے پیسے بیسے بکتے ہیں اُن میں وہی فرق ہے جو گیرو اور سرخ مٹی میں ۸۰ گل سر شو
سر دھونے کی مٹی سفید مائل بزردی خوشبو ہوتی ہے گل شیرازی وطین فارسی کہلاتی ہے ۸۱ گل خوردنی خالص سوندھی
مٹی خوشبو خوش ذائقہ جسے طین خراسانی کہتے ہیں بعض حاملہ عورتیں اور پست طبیعت لوگ اُسے کھاتے ہیں طبا
مضر اور شرعا حرام ہے مگر تیمم جائز جبکہ اور دوائیں ملا کر اُسے مغلوب نہ کر دیا ہو خالص سے ہماری یہی مراد ہے
۸۲ ہندول پھوڑی مٹی کہ چکنی کے مقابل ہے لس نہیں رکھتی جلد بکھر جاتی ہے ۸۳ کاٹھیاواڑ میں سنگ کی مٹی کہ سونے کی

مٹی ہوتی ہے چولھے کی بھٹ تنور کا پیٹ ڈیلا کی لونی ندی کنارے کا گیلا ریتا بالو۔ بھاٹ کا ریتا سراب کہ دور سے پانی نظر
آتا ہے بیلٹ رواں کہ پانی کی طرح بہتا ہو دیمکیوں کا ملا جسے پاک لیوا چھڑا ہو اگرچہ آنچ کھا چکا درختوں کا تنہ جس پر اپلے نے
مٹی چڑھا دی خشک ہونے پر تیمم کیا جائے سانپ کی بانبی کنکر مٹی ہے کہ متحجر ہو جاتی ہے معدنی چیزوں کی طرح زمین کے
اندر سے نکلتا ہے کھریا گچ کی مٹی اگر جبکہ ستے بنے ہوں اُن پر لید گوبر پیشاب وغیرہ نجاست نہ پڑی یا پڑی اور دھو کر مینہ برسا
کر پاک کر گیا یا دھو کر پاک کر لیے گئے پیہ کہ ایک قسم کی نمکین خاک ہے چینی چینی کے برتن جبکہ اُن پر غیر جنس کا روغن نہ ہو۔
گندھک کے برتن پیالے وغیرہ مٹی کے کھلونے جن پر غیر جنس کی رنگت نہ ہو قلیل کے غلے اگرچہ اُن میں روئی وغیرہ کا
خلط ہو جبکہ مٹی غالب ہو پتھر کی بجری کہ قدرتی پتھر دال کے برابر ہو سمنٹ ایک پتھر ہی پھنکا ہوا ہے رونجی جو دیواروں پر سرخ
رنگت میں کام آتی ہے چینی کھری اس سے دیوار پر سفید چمکدار چکنی قلعی ہوتی ہے اگرچہ تھوڑا دودھ بھی ملاتے ہیں مگر وہ قلیل
ہے اور اعتبار غالب کا کما تقدم گٹی کہ عمارت کے کام کا چونا ہے کالا چونا یہ بھی کارِ عمارت میں آتا ہے اسے کولا مغلوب
کر کے یا اینٹ توڑ کر کالا چونا اور گٹی ملاتے ہیں صندلہ گٹی اور سرخی ملا کر قلعی کا سفیدہ جس سے دیوار پر سفیدی ہوتی ہے
معدنی پتھر ہے عربی اسفیداج الجصاصین سنگھل کی دیوار لان التبن قلیل مستھلک ہو ہن جس در و دیوار یا چھت پر
صندلہ یا سمنٹ پھرا ہو جس قدر دیوار پر بالو تر ہو جن پر بادامی لاکھی سرخ سبز زرد دھانی آسمانی کسمی زنگاری خاکی ماشی
پیازی فیروزی رنگتیں ہوں کہ اگرچہ سرخ میں شنگرف سبز میں مصنوع توتیا آم کی چھال بکائن کے پتے زرد میں کبھی ملتانی
کے سوا ٹیسو کے پھول دھانی میں کبھی سبز گل کے سوا وہی توتیا چھال آسمانی میں کولا مصنوع لاجورد کسمی میں ہول کی
چھال زنگاری میں سبز توتیا خاکی میں کولا فاختئی میں لاجورد پیازی میں پیوڑی فیروزی میں توتیا وغیرہ وغیرہ اشیائے غیر کی
آمیزش ہو مگر بہر صورت اصل گٹی ہے اسکا حصہ کثیر و غالب اور اُنکا خلط اُس میں رنگت لانے کے لیے ہوتا ہے گٹی پتھر کہ وہاں ملن
نہاست نہیں سنگ مرمر سنگ موسیٰ سنگ سپید سنگ سرخ چوکا کھرا سبز سنگ ستارہ سرخی مائل بہت چمکدار زردے خفیے
نمایاں گنوں سی سپید نگلوں جھلکدار اسکے نگینے بھی بنتے ہیں حجر الیہود مقناطیس سنگ سماق جسکے کھرل مشہور ہیں سلی گرنڈ کسوٹی
چقماق پتّل کالو لاکہ پتھر ہے سنگبیٹ ترکستان کا وہ پتھر کہ لکڑی سا جلتا ہے شام شریف کا وہ پتھر کہ آگ میں ڈالے سے لپٹ
دیتا ہے صقلبہ کا وہ پتھر کہ گرم پانی سے مشتعل ہوتا اور تیل سے بجھتا ہے حجر الفتیلہ جسکی بتی بناکر جلاتے ہیں ان چاروں
پتھروں کا بیان اوپر گزرا بلّور معدنی پتھر ہے ولا ینافیہ مامر من ظن انہ سطوانہ من انواع الزجاج المعدنی سنگ
اندروہ لاجورد زہر مہرہ و مہرہ مار کہ معدنی ہوں دریائی توتیا کہ پتھر ہے امین الدولہ نوشتہ کہ توتیا بحری نیز باشد وآں سنگہائے
سفید سبک شبیہ بسنگریزہ است مخزن الماس یعنی ہیرا لعل نیلم پکھراج یشب گئو میدک چمکدار جواہر سے ہو زرد و سرخی مائل

https://www.facebook.com/darahlesunnat

نورتن میں داخل سنگ شجری درخت کی سی جھلک نظر آتی ہے زیور میں جڑا جاتا ہے سنگ سنہرا مشابہ پکھراج مگر اُس سے ہلکا یہ بھی جڑائی میں کام آتا ہے بُسّد کہ مستقل پتھر ہے بانج مرجان بہرحال قابل تیمم ہے دہنج یعنی دہنہ فرنگی جسے لوگ دہن فرنگ بولتے ہیں یمنی آہر یعنی اسفنیا جزع یعنی مہرہ یمانی دانہ سلیمانی سنگ خاکی سنہری ہرتال۔ زرنیخ سات قسم ہوتی ہے چار قسمیں علیحدہ سے گزریں تکمیل کے لیے ہم نے انھیں اضافہ کیا ورنہ اس طرح اقسام گنی جائیں تو شمار بہت مثلاً کبریت بھی زرد سرخ سیاہ سفید زرد مائل بسبزی مائل بکبودی یکرنگی متعدد اقسام کی ہوتی ہے اور جب علماء نے درزی کی شیا شمار فرمائی تو سل بٹا مٹی کے باٹ ہنسنے کے باٹ کہ پتھر کے ہوں کھرل کیوں نہ معدود ہوں **اقول** مگر یہاں ایک دقیقہ ہے جسکا ذکر کتب میں نظر سے نہ گزرا بعض پتھر پیدائشی یا اُن میں ملائمت پیدا کرنے سے ایک سمت میں ایسے کھردرے ناہموار ہوتے ہیں کہ اُن پر کفِ دست کی ضرب سے ہتھیلی کی پوری سطح پتھر سے مس نہ کریگی اس صورت میں اگر اکثر کف کو مس نہ ہوا تیمم صحیح نہ ہوگا لہذا اقبال واد بار جسکا ذکر حواشی میں گزرا یعنی ہاتھ جنس ارض پر ملنا آگے لیجانا پیچھے لانا کہ سنت تھا یہاں فرض ہوگا کہ تمام کف یا کم از کم اکثر کو پتھر سے مس ہو جائے یہی حکم کنکریلی ناہموار زمین وغیرہ میں ملحوظ رہنا لازم ہے **اقول** وہ حکم کہ انشاء اللہ الکریم آگے آتا ہے کہ چہرہ و ہر دو دست کو اکثر کف سے مسح کرنا ضرور ہے یہاں اگر جنس ارض پر خود اکثر کف ہی کا مس ہوا تو لازم ہوگا کہ یہ اکثر تمام و کمال یا اسکا اتنا حصہ جس پر اکثر کف صادق آئے چہرہ و ہر دو دست سے مس کیے ورنہ اگر اکثر کف سے مسح کیا اور وہ اُس حصے سے ملکر اکثر کف ہے جسنے جنس ارض سے مس کیا تھا تو تیمم نہ ہوگا **اقول** وہ جو گزرا کہ کفِ دست کیلیے جنس ارض پر ضرب ہی بس ہے انھیں دوبارہ مسح نہ کرے اُس حالت میں ہے کہ پورا کفِ دست کا جنس ارض سے مس ہوگیا ہو ورنہ اگر اکثر کا مس ہوا اور اسی اکثر سے چہرہ و ہر دو دست کو مسح کیا تو یہ مسح انکے لیے کافی سہی خود کفِ دست کے جو بعض حصے باقی رہ گئے استیعاب ہوا تیمم نہ ہوا لہذا اس صورت میں لازم ہے کہ ہتھیلیوں پر بھی ہاتھ پھیرے وھذا کلہ واضح ان شاء اللہ تعالٰی فاحفظ تحفظ واللہ تعالٰی اعلم ابرک ہی حسب تصریح اہل فن پتھر ہے تو ضرور کہ اس سے بھی تیمم جائز ہو انوار الاسرار میں ہے حجر الطلق حجر براق مؤلف من ورق الخ جامع ابن بیطار میں محمد بن عبدون سے ہے (طلق) حجر براق یتحلل اذا دق الی طاقات صغار دقاق اُسمیں دیسقوریدس سے ہے الطلق حجر یکون بقبرس شبیہ بالشب الیمانی یتشظی وتتغیر شظایاہ فمنھا ویلقی ذلک الغبر فی النار ویلتھب ویخرج وھو منقد الا انہ لایحترق تذکرۂ انطاکی میں ہے ھو زبد خالطہ اجزاء ارضیۃ تغلب علیھا الیبس فتلبد طبقا انعقد بالبرد مخزن میں ہے ماہیت آن جسمے معدنی ست متکون از زیبق خالص کبریت قلیلے غالب آن ارضیت وبس گفتہ اند دو صنف میباشد یکی صفائحی ورق ورق میگردد دوم مانند سنگ جص بلکہ سنگ گچ اسکی ایک قسم ہے جامع میں زکریا رازی کی کتاب علل المعادن سے ہے الطلق جنسان جنس یکون متصفحا یتکون من حجارۃ الجص ویکون فی جزیرۃ قبرس اسمیں غافقی سے ہے ھذا الجنس ھو الجبسین ھ الطلق الاندلسی اسمیں اسحٰق بن عمران سے ہے الجبسین ھو الجص الجص

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الجبسین ھو حجر خوار ابیض و احمر ممتزج بینھما وھو من الابدان الحجریۃ الارضیۃ تنکلنظاکی نے کہا گچ حقیقۃ گچی ابرک ہی تذکرۃ

ثمن ہیر (جبسین) ھو الجص وھو فی الحقیقۃ طلق لم ینضج وقیل انہ زیبق غلبت الاجزاء الترابیۃ فتحجر اور گچ سے جواز تیمم عامۂ کتب متون

وشروح وفتاوے میں منصوص اور خود محرر مذہب نے اسپر نص فرمایا تو ابرک سے بھی جواز لازم واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم

واحکم **مقام سوم** وہ بعض اشیا جنسے ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک تیمم صحیح نہیں۔ ظاہر ہی کہ اشیائے معدودہ

کہ جنس ارض نہیں اُنکے سوا دنیا کی تمام چیزیں ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناقابل تیمم ہیں تو اُنکا شمار نامقدور مگر ہم بیان ستیون

اُنکا ذکر کریں جنپر کتب میں نص اسوقت پیش نظر، عام ازیں کہ اُن میں کوئی محل خفا ہو یا نہ ہو جیسے علما نے نص فرمایا ہے کہ

گھاس لکڑی مہندی برف سے تیمم باطل ہی اسپر بعض عوام کہیں گے علما نے ایسی چیزیں کیون گنائیں ان سے تیمم نہ ہو سکنا

ہر شخص جانتا ہی یہ اُنکی غلط فہمی ہی ہر شخص اگر جانتا بھی ہی تو یوں کہ علمائے کرام افادہ فرما گئے ورنہ کیا اپنے گھر سے جان لیتا **اقول**

بلکہ یہ باب ہمارے لیے ظاہر ہیں ورنہ ان میں وہ خفا ہی کہ بعض ائمہ مجتہدین پر اُنکا ناقابل ہونا ظاہر نہ ہوا مقدمہ عشماویہ اور اُسکی

شرح لاحمد بن ترکی المالکی میں ہے (فرائضہ اربعۃ) رابعھا (الصعید الطاھر وھو کل ما صعد علی وجہ الارض

ای من جنسھا من ثلج او خضخاض او معدن غیر نقد وجوھر الا ان لایجد غیرھما حاشیہ یوسف سفطی مالکی

میں ہے قولہ من ثلج ومثلہ الماء الجامد والجلید وکذا یتیمم علی الملح ولو کان مصنوعا من حلفاء او من

اراک والمعتمد انہ یجوز التیمم علی الخشب وعلی الزرع وعلی الحشیش بشروط ثلثۃ اذا لم یجد غیر ذلک وضاق

الوقت ولم یمکن قلعہ فمن کان علی شجرۃ او مرکب لم یجد ماء ولا ترابا فیتیمم علی الخشب ھذا ھو المعتمد پھر

مزیدات لکھیں اور ان میں غالبًا محل خفا وشبہہ دافادہ تازہ کا لحاظ رکھیں وباللہ التوفیق **منصوصات** جامد پانی جیسے

کل کا برف اگرچہ سل کی سل ہو تبیین فتح بحر مجمع الانہر ہندیہ کپڑا تحفہ خانیہ درخت تحفہ بدائع ایضاح ہندیہ

فتح حلیہ بحر گھاس اربعتا اول والحلیۃ لکڑی بدائع حلیہ ہندیہ کھورا سراجیہ نباتات میوے غنیہ مہندی

ظہیریہ خزانہ خزانۃ المفتاوی حلیہ وسمہ الاولان گیہوں محیط جواہر اخلاطی منیہ کافی خلاصہ ظہیریہ

خزانہ جَو الاولان والخلاصہ ہر قسم کا غلہ الثلثۃ الاول آٹا الثلثۃ الاخیرۃ خزانۃ المفتاوی حلیہ جوہرہ

بحر ستّو خزانۃ المفتاوی حلیہ ظہیریہ خزانہ جملہ اقسام طعام منیہ سونا چاندی ویا قوتیان لوہا خانیہ ظہیریہ

خزانہ کافی منیہ تحفہ بدائع زاد الفقہا جلابی برجندی خزانۃ المفتاوی جامع الرموز حلیہ ایضاح ہندیہ

رانگ سیسا الخمسۃ الاول خلاصہ سراجیہ اخلاطی مسکین تانبا بدائع خانیہ ظہیریہ خلاصہ خزانہ غنیہ

ہندیہ حلیہ صفر کہ معدنی زرد تانبا پیتل کے مشابہ ہی آنچ سے سیاہ نہیں پڑتا السبعۃ الاول تحفہ ایضاح معادن

فتح بحر تنویر اس سے یہی سات جسم منطبع بالنار مراد ہیں جنکو اجساد سبعہ یا منطرقات ہفت فلزات۔ سات دھات کہتے ہیں ان میں چھ یہی کہ گزرے صُفر تانبے ہی میں داخل ہوا اور ساتواں شَبَہ معدنی جسے خارصینی اور روح توتیا یا روئے توتیا کہتے ہیں یعنی جست۔ مولیٰ خانیہ خلاصہ ظہیریہ خزانہ فتح خزانۃ الفتاوی جامع الرموز اگرچہ غبار سے پسے ہوئے ہوں محیط سرخسی بدائع مجمع الانہر درر خادمی ہندیہ **اقول** وما فی الشلبیۃ عن الدرایۃ لایجوز باللؤلؤ المدقوق فلیس بتقیید بل تنصیص بالاخفی لان ما کان من اجزاء الارض یجیزہ محمد ان کان مدقوقا والا فلا فادان ھذا لایفیدہ الدق لما قال بعدہ لانہ یتولد من الحیوان ولیس من اجزاء الارض مرجان فتح منح درر خادمی یعنی چھوٹے موتی کہ انکو بھی مرجان کہتے ہیں مقدسی ش شا بحر نمک کہ پانی سے بنا ہو ویا آگی شلک عنبر کافور ظہیریہ خزانہ ہندیہ خزانۃ الفتاوی حلیہ زعفران شک کہ ایک قسم خوشبو ہے الاولان زاج کسیس پھٹکری کے سوا اور جنس ہو کسیس کہ زرد ہو اور ہیرا کسیس سبز اور سیاہ کسیس اسی کے اقسام ہیں مرداسنگ مصنوع الاخیران وجامع الرموز پارا درایہ شلبیہ مصنوع شیشہ کہ ریتے میں دوسری چیز ملا کر بناتے ہیں جیسے بحی محیط تبیین فتح بحر مجمع الانہر ش تقدم کلھا راکھ یعنی لکڑی وغیرہ غیر جنس ارض کی جسکی تحقیق گزری نمک زمین جسکا نمک پانی سے بنا ہو۔ وستأتی الثلثۃ ان شاء عزوجل نمک نا جسکا نمک مٹی سے ہو مگر اسکے پانی میں ڈوبی ہوئی ہو ذکرہ الاسبیجابی فی شرحہ یجوز التیمم بالسبخۃ منیۃ بناء علی الغالب وھو عدم الغرق بالنزغنیہ ظروف گلی کا وہ رخ جسپر رانگ وغیرہ غیر جنس کی قلعی ہو جسپر غیر جنس کی رنگت ہو روغنی ظروف وقد تقدمت وہ ٹھیکری جسمیں دوائیں ڈالکر پکائی ہوں۔ وسیأتی ان شاء اللہ تعالی مفصلا مٹی جسمیں راکھ اور جسمیں آٹا برابر یا زائد ملے ہوں جو ہڑ نیرہ کیچڑ جسپر پانی غالب ہو ناپاک زمین اگرچہ خشک ہونے سے اثر نجاست زائل ہو کر نماز کے لیے پاک مانی گئی ہو غبار کہ ناپاک زمین سے اٹھا غبار کہ تر چیز ناپاک پر گرا اگرچہ پھر خشک ہو گیا غبار کہ خشک چیز ناپاک پر گرا اور اسکو تری پہنچی درزی کی بٹیا نگین قبرستان کی مٹی جہاں نجاست کا ظن ہو وقد تقدم کلھا فی المقابلات **مزیدات** زمین یا پہاڑ جسپر دوب اُگی ہے جسپر برف جما ہوا ہے جسکا برف پگھل کر بہ رہا ہو جسپر مینہ برس رہا ہو جسپر مینہ برس کر کھل گیا مگر پانی جاری ہے پکا فرش یا دیوار جسپر کاہی جمی ہو یا اور چیلانے کی دیوار جسپر دھرتا چڑھا ہے وہ زمین جسپر کسم کی لمبی پھیری ہے مٹی کا چراغ جسپر کا منہ چڑھی ہے گِل حکمت کہ مرکب نسخہ ہو اور غیر جنس ارض کا حصہ زیادہ ہے رامپوری چینی کہ مٹی پر مسالا ہو ہاں جس سمت چینی نہ چڑھی ہو اسپر روا ہے تام چینی کہ ٹین یا اور مسالا ہو وہ بھی چینی یا مٹی کا کھلونا جسپر غیر جنس کا روغن ہو وہ نورہ اور گِل خوردنی اور نیل کے گلتے جن میں غیر جنس مقدار میں کم نہیں پارے کا کشتہ رانگ سونے چاندی رانگ کسی دھات کا کشتہ شبہ مصنوع یعنی

بھیتی۔ یہ معدنی نہیں تانبا اور جست ملا کر بناتے ہیں اسے صُفر سمجھنا غلط ہے۔ کانسا۔ ہفت جوش ساتوں دھات کا مجموعہ بھرت مُحل جو بن سلور لکھی وغیرہ کسی غیر جنس ارض کا کولا شورہ نوشادر سہاگا پھٹکری زاج اخضر ہندی یعنی نیلا تھوتھا بورعارمنی کہربا جسکی تسبیح ہوتی ہے یہ پتھر نہیں گوند ہے تذکرہ ابن سینا صمغ کالسندروس۔ الغافقی رطوبۃ تقطر من ورق الدوم نقلھما ابن البیطار۔ الظاہر انہ صمغ الجوز او صمغ شجرۃ غیرہ انوار الاسرار سفیدہ کاشغری کہ قلعی کا سپیدہ ہے یعنی رانگ اور جست سے بنتا اور دکھتی آنکھ میں بھرا جاتا ہے کاجل کہ پارا جاتا ہے طباشیر بانس کی رطوبت کہ جم جاتی ہے سیندور رانگ اور سفیدہ سے بنتا ہے شنجرف مصری شنجرف شامی شنجرف مھوسان سب مصنوع چیزیں ہیں پارے اور گندھک سے مختلف ترکیبوں پر بناتے ہیں ہر ترکیب میں پارا غالب ہے شنجرف ہندی اس میں دونوں مساوی بنائے جاتے ہیں بہرحال جنس ارض سے نہیں شنجرف رمانی یہ سیماب و مس سوختہ سے بنتی ہے اسکے دونوں جز غیر جنس ہیں اسکے نسخے انوار الاسرار و جامع ابن بیطار و تذکرہ و تحفہ و مخزن وغیرہا میں ہیں اور معدنی کبریت احمر کی طرح عنقا قالہ فی التذکرۃ رہی شنجرف رومی جسمیں پارا بارہ جز گندھک آٹھ ہرتال پانچ ہے اس میں اگرچہ جنس ارض غالب ہے مگر باہم طبخ سے امتزاج شدید ہو کر سخت محل نظر ہے جسکا بیان مقام چہارم ذکر خلط میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی لہذا اسکا بھی ممنوعات ہی میں شمار رکھا واللہ تعالٰی اعلم باحکامہ لوبان۔ اگر۔ مولی کا نمک۔ سجی کہ ایک گھاس کا کھار ہے لیموں کا ست نباتات کے اڑائے ہوئے جو ہر جلا کر نکالے ہوئے نمک کا نچ سیپ گھونگھا۔ سنکھ۔ خرمہرہ سیپ کا چونا اور اسکا کھانا بھی حرام وہ لاجورد و توتیا و مہرہ مارکہ مصنوع ہوں اور اکثر مصنوع ہی ملتے ہیں سنکھیا مشہور زہر یہ بھی پتھر نہیں عدہ فی التذکرۃ من المولدات التی لم تکمل صورھا بعض نے کہا چاندی کا دھواں ہے قالہ فی المخزن وغیرہ وہ پتھر کہ پہاڑی بکری۔ بند ساہی کے سر و جوف میں بنتے ہیں سنگ ماہی پتھر چٹے کے سر میں کہ ایک مچھلی ہے گئو روچن گائے کے بدن میں مار مہرہ سانپ کے سر میں جسے مَن کہتے ہیں سنگ قمر جبال مغرب میں چٹانوں پر اوس گر کر جم جاتی ہے تیرہ رنگ جب چودھویں کا چاند چمکتا ہے خوب سفید براق ہو جاتی ہے اُسپر بھی تیمم جائز نہیں اور جس چٹان پر وہ جمی ہوئی ہو اُسپر بھی نہیں سنگ گردہ سنگ مثانہ یہ دونوں آدمی کے بدن میں بنتے ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی سنگ بصری پتھر نہیں بلکہ سیسے کا دھواں ہے سنگ راسخ جلا ہوا تانبا سنگ سبو یہ ایک قسم کے بیج ہیں سختی کے سبب سنگ کہلاتے ہیں۔ یہ تین سو گیارہ چیزوں کا بیان ہے ۱۸۱ سے تیمم جائز جنمیں ۷۴ منصوص اور ۱۰۷ زیادات فقیر اور ۱۳۰ سے ناجائز جن میں ۵۸ منصوص اور ۷۲ زیادات فقیر ایسا جامع بیان اس تحریر کے غیر میں نہ ملیگا بلکہ زیادات درکنار اتنے منصوصات کا استخراج بھی سہل نہ ہو سکے گا وللہ الحمد اولا و اخرا و بہ التوفیق باطنا و ظاہرا وصلی اللہ تعالٰی وسلم علی حبیبہ وآلہ وصحبہ متواترا متکاثرا امین

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مقام چہارم ذکر بعض خلافیات مع ترجیحات وتوفیقات تتمیماً للافادات ارض ندیہ یعنی تر زمین۔ بدائع و
خانیہ وخلاصہ وبزازیہ وخزانۃ المفتین وتواجیہ ودرایہ وشلبیہ وجوہرہ ومنیہ وہندیہ میں اُس سے جواز کی تصریح ہے وذکرہ
ابن الشلبی عن الولوالجی عن الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ اقول (۲۹۴۵) وانما خصہ بالذکر لتصویرہ بما
اذالم یتعلق بیدہ شیئ فیأتی فیہ خلاف الامام الثالث ایضا کالثانی رضی اللہ تعالٰی عنہم جمیعا ووقع فی
شرح النقایۃ للبرجندی یجوز بالارض الندیۃ من غیر طین وھذا عند ابی حنیفۃ وعندھما لایجوز اھ
اقول (۲۹۴۶) اولاً بنی علی الضعیف من عدم الجواز بالطین ویأتی وثانیا (۲۹۴۷) لاوجہ لخلاف محمد مطلقا فقد
قال ملک العلماء فی البدائع لوتیمم بہ اجزاہ عند ابی حنیفۃ ومحمد لان الطین من اجزاء الارض ومافیہ من
الماء مستھلک وھو یلتزق بالید فان خاف ذھاب الوقت تیمم وصلی عندھما وعلی قیاس قول
ابی یوسف یصلی بغیر تیمم بالایماء ثم یعید اذا قدر علی الماء او التراب کالمحبوس فی المخرج اذالم یجد ماء
ولاترابا نظیفا اھ نعم عنہ روایۃ اخری قال فی الحلیۃ بعد نقل مافی البدائع ماذکرہ عن محمد من جواز التیمم
بالطین احدی الروایتین عنہ کماھو ظاھر الخلاصۃ وقد صرح فی النہایۃ بان فی احدی الروایتین عن محمد
لایجوز التیمم بالطین اھ اقول (۲۹۴۸) عبارۃ الخلاصۃ عن نص الامام محمد نفسہ فی المبسوط ھکذا وفی الاصل
قال ابوحنیفۃ ومحمد یجوز التیمم بجمیع ماکان من جنس الارض ومن اجزائھا نحو التراب والرمل والنورۃ
(وعد اشیاء الی ان قال) وقال ابویوسف لایجوز الا بالتراب ثم عندنا لافرق فی الحجر علیہ غبار اولم
یکن مغسولا اوغیر مغسول مدقوقا اوغیر مدقوق وقال محمد ان کان الحجر مدقوقا وعلیہ غبار جاز
التیمم والا فلا۔ وان تیمم بارض قد رش علیہا الماء وبقی علیہا ندوۃ جاز ولو کان فی طین طاھر لایتیمم
بل یلطخ بعض ثیابہ اوجسدہ ویترکہ حتی یجف ثم یتیمم بہ ومع ھذا لوتیمم بالطین فھو علی الخلاف
وقال الکرخی یجوز التیمم بالطین ولوتیمم بالحجر الاملس او المغسول یجوز عند ابی حنیفۃ وعند
ابی یوسف لایجوز وعن محمد روایتان فی روایۃ یجوز ان کان علیہ غبار وفی روایۃ یجوز مطلقا و
بالاجر یجوز عند ابی حنیفۃ وعن محمد روایتان وقول ابی یوسف متردد والخزف الجدید علی الاختلاف
الا اذا استعمل فیہ شیئ من الادویۃ فحینئذ لایجوز ولوتیمم بارض نزّت علی الاختلاف الذی ذکرنا فی
الخزف وعلی ھذا الخلاف التیمم بالطین اھ فقد ذکر نص محمد فی ظاھر الروایۃ جواز التیمم بکل ماکان
من جنس الارض واجزائھا وانہ مع الامام فیہ وان الخلاف لابی یوسف ثم اشار بمسألۃ الحجر المدقوق

ان محمدا یشترط الالتزاق بالید ثم احال التیمم بالطین علی الخلاف المذکور فنص علی الجواز عند الطرفین لانہ من جنس الارض واجزائہا قطعا ولا شک انہ یلتزق بالید فکان کلامہ ککلام ملک العلماء سواء بسواء ثم افاد بمسألتی الحجر المغسول والاجر ان محمدا فی روایۃ عنہ یوافق الامام فی عدم اشتراط التزاق شیئ بالید ثم احال مسألۃ الخزف علی الاختلاف والظاہر ان المراد بہ الاختلاف المذکور فی الاجر لذکرہ عقیبہ و لاشتراک العلۃ فیہما انہ لاینفصل منہما شیئ یلتزق بالید فافاد ان عن محمد فی الخزف روایتین فی روایۃ یجوز مطلقا وفاقا للامام الاعظم وفی اخری لا الا اذا کان مدقوقا وعلیہ غبار کما ذکر فی الحجر وھی الروایۃ المشہورۃ عنہ ثم انہ احال مسألتی الارض الندیۃ والطین علی الاختلاف المذکور فی الخزف فقد یؤخذ منہ ان عنہ فیہما ایضا روایتین ھذا معنی قول الحلیۃ کما ھو ظاہر الخلاصۃ

۲۹۴۹ **اقول** لکن الروایتین انما ہما الجواز مطلقا والجواز بشرط الالتزاق اما عدم الجواز بالطین مطلقا فی روایۃ عن محمد کما ذکر عن النہایۃ فلیس ظاہر الخلاصۃ ولا متوہما منہا ثم لاشک ان الطین یلتزق منہ شیئ بالید کما افادہ ملک العلماء فتتفق الروایتان علی الجواز ولا یبقی محل لاستدراک علی البدائع بالخلاصۃ لعدم دلالتہا علی روایۃ اخری ولا بالنہایۃ اذ لا ملتفت الی النوادر مع الظواہر وانما کان قصاراہ ان یقول ما ذکرہ عن محمد ھو مذہبہ ویروی عنہ خلافہ علی ما فی النہایۃ

۲۹۵۰ اذا عرفت ھذا وقد استقر عرش التحقیق علی ان الروایات الظاہرۃ عن محمد متفقۃ علی جواز التیمم بالطین فقول البرجندی عندہما لایجوز لیس کما ینبغی۔ ھذا ثم قال فی الحلیۃ تیمم بارض قد رش علیہا الماء وبقی لہا ندوۃ جاز کذا فی الفتاوی الخانیۃ وغیرہا وفی خزانۃ الفتاوی لو تیمم بالثری ان کان الی الجفاف اقرب جاز وان کان الی البلل اقرب لایجوز اھ

۲۹۵۱ **اقول** نفس البلل لایمنع التیمم کما علمت من تظافر المعتمدات علیہ فکیف ما یقرب منہ فیجب حمل الجواز فیہ علی معنی الحل ای ان کان اقرب الی البلل بحیث یلطخ الوجہ لایحل لما فیہ من المثلۃ کما سیأتی طین یعنی کیچڑ بدائع وخلاصہ وبزازیہ وایضاح کرمانی ومعراج الدرایہ وشلبیہ وسراجیہ وولوالجیہ ومنتقی وبحر ونہر وہندیہ میں اس سے جواز تیمم کی تصریح ہے وقد تقدم عبارات البدائع والخلاصۃ ومثل الخلاصۃ فی البزازیۃ وعن البدائع نقل فی الہندیۃ ولفظ ابن الشلبی عن الکاکی عن الکرمانی ماذکر فی الاصل انہ یلطخ الثوب بالطین ویتیمم بعد الجفاف اذا کان فی طین ردغۃ ھو قولہ اما عند ابی حنیفۃ یجوز التیمم بالطین الرطب اذا لم یعلق منہ شیئ اھ

۲۹۵۲ **اقول** ای وان لم یعلق منہ شیئ کما سیأتی فی عبارۃ الامام الاجل الکرخی فیکون تصریحا بالخلف لاجل خلاف محمد لیدل علی الظاہر بالاولی او الجواز بمعنی الحل

قطف ۱ علی الحلیۃ

قطف ۲ علیہا

قطف ۳ علیہا

معروضۃ ۴ علی البرجندی

فیتعلق بما اذا لم یعلق حذرا عن المثلۃ وفی السراجیۃ لوتیمم بالطین یجوز اھ وزعم البرجندی ان فی
الخلاصۃ لایجوز التیمم بالطین بل یلطخ بعض ثیابہ الخ **اقول** قدمنا نص الخلاصۃ ولیس فیہ لایجوز
بل لایتیمم وقد قال متصلابہ ومع ھذا لوتیمم بالطین فھو علی الخلاف ای یجوز عند الطرفین خلافا
لابی یوسف وقال فی اواخر الکلام وعلی ھذا الخلاف التیمم بالطین فمن العجب نسبۃ عدم الجواز الیہ
یونہیں خانیہ وخلاصہ میں امام کرخی اور خانیہ میں امام شمس الائمہ حلوانی سے اُسکا جواز نقل کیا مگر امام خجندی عدم جواز کے
قائل ہیں جوہرہ نیرہ میں ہے لولم یجد الا الطین یلطخ بہ طرف ثوبہ اوغیرہ حتی یجف ثم یتیمم بہ وان لم
یمکنہ قال فی الخجندی لایصلی مالم یجد الماء او التراب الیابس وفی الکرخی یجوز بالطین الرطب وان لم یعلق
بیدیہ والصحیح جواز التیمم بالطین عند ابی حنیفۃ وزفر بلکہ محیط سے منقول ہوا کہ بالاتفاق ناجائز ہے
رحمانیہ میں ہے فی المحیط لایجوز التیمم بالطین عند الکل لان التراب لایصیر طینا مالم یصر مغلوبا
بالماء اور تحقیق و توفیق وہ ہے جو محیط سرخسی و محیط رضوی و حلیہ و بحرالرائق و در مختار و عالمگیریہ و فتح اللہ المعین وغیرہا میں
افادہ فرمائی کہ جس کیچڑ میں پانی غالب ہو اُس سے تیمم جائز نہیں اور مٹی غالب ہو تو جائز حلیہ میں ہے قال رضی الدین
فی محیطہ الصحیح ان الطین جنس الارض الا اذا صار مغلوبا بالماء فلا یجوز ہندیہ میں ہے وان صار الطین
مغلوبا بالماء فلا یجوز بہ التیمم ھکذا فی محیط السرخسی ملائی وازہری میں ہے وطین غیر مغلوب بماء
بحر میں ہے عند ابی حنیفۃ یتیمم بالطین وھو الصحیح الا اذا صار مغلوبا بالماء فلا یجوز التیمم بہ
کذا فی المحیط البتہ بلاضرورت اُس سے تیمم ناجائز یعنی مکروہ و ممنوع و گناہ ہے کہ منہ کیچڑ سے سانا صورت بگاڑنا ہے
اور صورت بگاڑنا مُثلہ اور مثلہ حرام ہے یہانتک کہ جہاد میں حربی کافروں کو بھی مثلہ کرنا صحیح حدیث میں منع فرمایا جنکے
قتل کا حکم فرمایا اُنکے بھی مثلہ کی اجازت نہ دی افسوس اُن مسلمانوں پر کہ باہم کھیل میں ایک دوسرے کے مونہہ پر کیچڑ
تھوپتے ہیں یا ہنسی سے کسی کے سوتے میں اُسکے مونہہ پر سیاہی لگاتے ہیں یہ سب حرام ہے اور اس سے پرہیز فرض
خلاصہ و خانیہ و بدائع وغیرہا میں کیچڑ سے تیمم کی ممانعت فرمائی اور اُسکی یہ ترکیب بتائی کہ اپنے بدن یا کپڑے کے حصے
خواہ کسی اور چیز پر کیچڑ کا لیس کرلے جب وہ خشک ہوجائے اُس سے تیمم کرے اور یہ نفیس ترکیب خود محرر المذہب
سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الاصل میں ارشاد فرمائی اُسکا منشا یہی تقبیح صورت سے بچانا ہے نہ یہ کہ کیچڑ سے تیمم درست
ہی نہیں **اقول** وبہ ظھر مافی ظاھر کلام الایضاح حیث جعل الارشاد الی ھذا الصنیع قول محمد
خاصۃ وقابلہ بقولہ اما عند ابی حنیفۃ فیجوز الخ والحق انہ صنیع سنیۃ مطلوب عند الامام ایضا قطعا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وليس ارشاد محمد اليه لابطاله التيمم بالطين واقرب تاويل له ما [٢٩٥٥] اقول يريد از ايجاب هذا الصنيع مطلقا سواء علق بيده شیئ اولا قول محمد خاصة لانه ان علق لطخ وان لم يعلق لم يصح التيمم عنده اما الامام فلا يوجبه اذا لم يعلق بيده شیئ ولهذا تصریح فرماتے ہیں کہ یہ ترکیب اُسوقت ہے کہ ابھی نماز کے وقت میں اتنی وسعت ہو اور اگر دیکھے کہ ایسا کریگا تو اُسکے خشک ہونے تک نماز کا وقت جاتا رہیگا تو لازم ہے کہ یونہی کیچڑ سے تیمم کرکے نماز پڑھ لے وقت نہ جانے دے اقول [٢٩٥٦] مگر اب لازم ہوگا کہ دونوں ہتھیلیاں باہم خوب ملے رگڑے کہ جہانتک ممکن ہو کیچڑ چھوٹ جائے اور جو حصہ رہے خشکی پر آجائے کہ جب غبار و زمین خشک پر ہاتھ مار کر جھاڑنا اور اثر خاک سے صاف کر دینا سنت ہوا تو یہاں وجوب چاہیے نیز تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے ایسا نہ کیا اور کیچڑ ہی سے تیمم کرلیا بُرا کیا مگر تیمم ہوگیا خلاصہ سے گزرا مع هذا لو تيمم بالطين فهو على الخلاف اه ای صح عند الامام والثالث خلافا للثانی رضی الله تعالٰی عنهم وجیز کردری میں ہے لا بالطين بل يلطخ جسده به فاذا جف تيمم ومع هذا لو تيمم به فعلى هذا الخلاف ولوالجيه پھر رملی علی البحر پھر منحۃ الخالق میں ہے عند ابی حنیفة ان خاف ذهاب الوقت تيمم بالطين لان التيمم بالطين عنده جائز لانه من اجزاء الارض الا انه لا يتيمم قبل خوف ذهاب الوقت كيلا يتلطخ بوجهه فيصير بمعنى المثلة بدائع وہندیہ میں ہے لو كان فی طين وردغة لا يجد ماء ولا صعيدا وليس فی ثوبه وسرجه غبار يلطخ ثوبه او بعض جسده بالطين فاذا جف يتيمم به ولا ينبغی ان يتيمم ما لم يخف ذهاب الوقت لان فيه تلطخ الوجه من غير ضرورة فيصير بمعنی المثلة وان تيمم به اجزأه عند ابی حنيفة ومحمد رضی الله تعالٰی عنهما الی اخر ما قدمنا فتاوٰے امام قاضیخان میں ہے ذکر شمس الائمة الحلوانی رحمه الله تعالٰی انه لا ينبغی ان يتيمم بالطين لان فيه تلطخ الوجه ولو فعل جاز [٢٩٥٧] اقول انھیں عبارات سے ظاہر ہوا کہ بحال گنجائش وقت اس ترکیب پر عمل صرف مستحب نہیں بلکہ واجب ہے کہ جب وہ معنی مثلہ میں ہے اور مثلہ حرام قطعی تو جو اُسکے معنی میں ہے لا اقل مکروہ تحریمی ہے وبه ظهر ضعف ما وقع فی الحلية حيث قال وعلى هذا لا يلزم المسافر ما ذكر بل يستحب له ذلك ولفظ البدائع (فذكر ما نقلنا عنها) وكانه يستشهد بقولها لا ينبغی ان يتيمم ومثله قول شمس الائمة [٢٩٥٨] اقول ان كان لهذا ميل الى عدم الوجوب فقول الخانية والخلاصة والبزازية والولوالجية والبتغى بل وشمس الائمة ايضا على رواية المنية لا يتيمم بالطين ظاهر فی الوجوب فان استويا وجب الرجوع الى الدليل وهو قاض بالوجوب كما علمت لا جرم ان صرح فی المنية وغيرها بلفظة لا يجوز كما ستسمع وقال العلامة الخير الرملی كما فی المنحة لما كان فی معنى المثلة وجب تاخير فعله الى ذلك الوقت لئلا يباشر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ماهو فى معنى المثلة لغير ضرورة ام **اقول** [٢٩٥٩] لكن يعكر عليه ان لو وجب لاوجب عدم التيمم به الا
بعد الجفاف وان خرج الوقت كما هو قول الامام ابى يوسف فان المنع الشرعى ايضا مثبت للعجز
عن استعمال الماء كما قدمنا فى مسألة الحباب و مسألة الهبة ومسألة المشترك بين ناس علك فاسد فكذا
ينبغى ان يثبت العجز عن استعمال هذا التراب و **اقول** [٢٩٦٠] فى الجواب بتوفيق الوهاب حفظ الوقت
فريضة واتمام الفريضة اهم من ترك المكروه تحريما فلا يجعل عجزا عن التراب اذ لا بدل له بخلاف الماء
فان له خلفا وهو التراب و الله تعالٰى اعلم بالصواب بالجملہ مسئلہ بحمد اللہ تعالٰی واضح ہوا اور کیچڑ سے منع کا یہی منشا کہ
ہمنے تقریر کیا اور اسی سے عبارات میں توفیق و باللہ التوفیق **اقول** [٢٩٦١] لكنها مزلة زلت فيها اقلام اعلام من قبل
حمل الجواز على معنى الصحة دون الحل **فاغنها** ما قدمت عن البرجندى حيث عزا الى الخلاصة ماعزاولم يبال
بما صرح به فى نفس السطر و بعده بعدة اسطر **ومنها** ما قدمنا عن الايضاح ان لم يؤول بما فتح على الفتاح **و**
منها قال فى المنية لا يجوز التيمم بالطين قال شمس الائمة الحلوانى رحمه الله تعالٰى لا يتيمم بالطين
وان فعل يجوز اھ هذا ما فى نسختنا المتن وعليها شرح فى الغنية ووقع فى نسخة شرحها فى الحلية قال شمس الائمة
لا يجوز التيمم بالطين وان فعل يجوز اھ قال فى الحلية الجواز به قال الكرخى وعليه مشى شمس الائمة
الحلوانى الا انه قال لا ينبغى ان يتيمم به لان فيه تلطيخ الوجه ولو فعل جاز ذكر عنه بهذا اللفظ قاضيخان
فى فتاواه لا باللفظ الذى حكاه المصنف عنه فان ظاهره التناقض اھ **اقول** [٢٩٦٢] ولى من سمع هذا لا يتبادر
ذهنه الا الى ان لا يجوز بمعنى لا يحل و يجوز بمعنى يصح والظاهر هو المتبادر غير ان الشارح العلامة لا يسلم
عدم الحل ايضا كما تقدم نعم يستقيم له هذا المعنى الواضح **ومنها** قال فى البحر و قيد الجواز بالطين
الولوالجى فى فتاواه وصاحب المبتغى بان يخاف خروج الوقت اما قبله فلا كيلا يتلطخ وجهه فيصير بمعنى المثلة
من غير ضرورة وهو قيد حسن ينبغى حفظه اھ **اقول** [٢٩٦٣] فانظر الى التعليل هل يرشد الى عدم الجواز
بمعنى الحل ام بمعنى الصحة فانه فهم ولله الحمد ما رديه عليه اخوه المدقق فى النهر والعلامة الرملى فى حاشية
البحر و تبعهما ش فى المنحة فاهمين انه يقول قيد به الولوالجى صحة التيمم بالطين فلو تيمم به قبل
ذهاب الوقت لم يصح ولعل هذا شیئ لم يخطر ببال المحقق البحر ولا ارادة ولا فى عبارته ما عينه او افاده
نعم [٢٩٦٤] فى عبارتها يوهم ظاهره انه حمل حكم تلطيخ الثوب على عدم الجواز به قبل الجفاف حيث قابله
بقول الامام بالجواز اذ قال اذا لم يجد الا الطين يلطخ به ثوبه فاذا جف تيمم به وقيل عند ابى حنيفة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

يتيمم بالطين وهو الصحيح لان الواجب عنده وضع اليد على الارض لا استعمال جزء منه والطين من جنس الارض الا اذا صار مغلوبا بالماء فلا يجوز التيمم به كذا فی المحيط اھ وهو ليس اول من ذهب الٰی هذا ثم ۲۹۶۵ ماذکر فی تعلیل قول الامام یوھم ان الطین لایعلق منه شیئ بالید او ان هذا هو الغالب فیه وهو عکس ما سلکه فی البدائع والصواب مع ملك العلماء والله تعالٰی اعلم (۲۴۹) زمين وخاک سوختہ ان میں عبارات دو طور پر آئیں اول بلاقید جائز ہے مختارات النوازل۱ حلیہ۲ ظ۳ یہی اصح ہے فتح۴ ظہیریہ۵ ہند۶ مشتغے۷ حلیہ۸ اسی پر فتوٰی ہے جواہر الاخلاطی۹ غیاثیہ۱۰ نصاب۱۱ حلیہ دوم اگر راکھ پر خاک غالب ہو جائز ہے ورنہ نہیں خانیہ۱ بحر۲ در۳ خادمی۴ مراقی۵ بل جمع بینهما فقال یجوز بالارض المحترقة والطین المحرق الذی لیس به سرقین قبله والارض المحترقة ان لم یغلب علیها الرماد اقول ۲۹۶۶ تحقیق یہ ہے کہ مسئلہ فی نفسہا مطلق بلاقید ہے کہ زمین وخاک جلکر راکھ نہیں ہوسکتیں ہاں زمین پر کھیتی یا گھاس وغیرہ اور اشیا تھیں اور وہ جلائی گئیں اور انکی راکھ خاک سے ملی تو یہاں وہ قید غلبہ ملحوظ ہوگی طحطاوی وشامی میں ہے ای احترق ماعلیها من النبات واختلط الرماد بترابها فحینئذ یعتبر الغالب طحطاوی علی المراقی میں قول مکرر مراقی پر ہے الاولی الاکتفاء بهذا عن قوله سابقا وبالارض المحترقة الا ان یحمل ماسبق علی ان الارض احترق ترابها من غیر مخالط بحرالرائق میں ہے فی قاضیخان اذا احترقت الارض بالنار ان اختلطت بالرماد یعتبر فیه الغالب ان کانت الغلبة للتراب جاز به التیمم والا فلا وفی فتح القدیر یجوز فی الاصح لم یفصل والظاهر التفصیل اھ اقول ۲۹۶۷ انما صحح الجواز بارض محترقة ولا تفصیل فیها کما علمت انما یجیئ التفصیل من قبل المخالط ولا ذکر له هنا فاذا جاء علی ذکره صرح باعتبار الغلبة نقلا عن الخانیة هذا وما ذکر الشرنبلالی فی الطین المحرق فاقول ۲۹۶۸ یتراءی لی ان یستثنی منه ما اذا کان السرجین قلیلا واحرق طویلا حتی ذهب السرقین ‌+ وطهر الطین فان الاحراق ایضا من المطهرات بالیقین ‌+ ولیست النار کالشمس والریح فیما مر ‌+ بل لا تبقی ولا تذر ‌+ نسأل الله تعالٰی ان یعافینا منها ومن کل شر ‌+ (۲۵۰) رماد یعنی خاکستر عامہ کتب مثل خانیہ۱ ظہیریہ۲ وسراجیہ۳ خزانۃ المفتین۴ ومحیط۵ وکافی۶ وصدر الشریعۃ۷ ومنیہ۸ ودرایہ۹ وشلبیہ۱۰ جوہرہ۱۱ وبحر۱۲ وہندیہ۱۳ وغیرہا میں اس سے عدم جواز کی تصریح ہے حلیہ میں شرح جامع صغیر امام قاضیخان سے ہے یہی صحیح ہے بدائع۱۴ وخلاصہ۱۵ میں ہے اس پر اجماع ہے لکن فی البرجندی عن النصاب قال ابو القاسم یجوز وابو نصر لا وبه ناخذ اھ اقول ۲۹۶۹ النصاب والخلاصة لامام واحد ولفظه فیها بالاجر یجوز عند ابی حنیفة وعن محمد روایتان وقول ابی یوسف متردد والاجر لانه لو تیمم بالرماد

لایجوز اھ فالکنایۃ للائمۃ الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم فلا ینفی خلاف بعض المشائخ وما استنبط البرجندی عن زاد الفقہاء قد منا ما فیہ اور اس سے مراد لکڑی یا اُس کے مثل اور اشیا غیر جنس ارض کی راکھ ہے پتھر کی راکھ سے جائز اور یہ کہ اُس سے جو نامراد اوپر گزرا بدائع میں ہے بالاجماع لانہ من اجزاء الخشبیۃ فتاوٰے امام قاضیخان میں ہے لانہ من اجزاء الشجر لا من اجزاء الارض اھ **اقول**[۲۹۷۱] واحسن منہما ما فی شرحہ للجامع الصغیر لایجوز بالرماد فی الصحیح من الجواب لانہ لیس من اجزاء الارض اھ لشمولہ رماد کل ما لیس من جنس الارض **فان قلت**[۲۹۷۲] ما الترمد الا ذھاب الاجزاء الرطبۃ وبقاء الیابسۃ ومعلوم ان النار یۃ لا تبقی فما ھی الا الاجزاء ارضیۃ فلم لایجوز التیمم بہا **اقول**[۲۹۷۳] کانہ الی ھذا نظر الامام الصفار والصواب ان البسائط لا تبقی علی حقائقہا فی امثال المرکبات فکما ان مائیۃ تقطر من الشجر لیست من اجزاء الماء حتی لم یجز التوضی بہا فکذلک الرماد لیست من اجزاء الارض بل اجزاء ذلک الشیئ بعد انقلاب الاعیان فلم یجز التیمم بہ و الیہ یشیر ما مر انفا عن الامامین ملک العلماء وفقیہ النفس رحمہما اللہ تعالٰی (**آجر یعنی پکی اینٹ**) عامہ کتب مثل خانیہ[۱] وخلاصہ[۲] وخزانۃ المفتین[۳] وغنیہ[۴] وسراجیہ[۵] وکافی[۶] ونہر[۷] وغیرہا میں اُس سے مطلقاً جواز کی تصریح ہے تبیین الحقائق میں ہے یہی ظاہر الروایۃ ہے مختارات النوازل[۹] وحلیہ[۱۰] وفتح[۱۱] وبحر[۱۲] وہندیہ[۱۳] میں ہے یہی صحیح ہے فتح اللہ المعین[۱۴] میں ہے یہی اصح ہے **تنبیہ** یہاں تک تو کوئی اختلاف[۱۵] قابلِ لحاظ نہیں کہ جب یہی ظاہر الروایۃ اور یہی صحیح ہے تو خلاف کی گنجائش نہ رہی مگر ایک صورت خلط کی ہو کہ اُس میں غیر جنس ارض سے کوئی شے ملی ہو عامہ مشائخ نے اسے خزف یعنی ٹھیکری میں ذکر فرمایا اور فتح القدیر نے خشت پختہ میں **اقول**[۲۹۷۴] ہے یہ کہ اینٹ میں کوئی اور چیز ملا کر پکانے کا دستور نہیں اگر خلط ہوگا تو خس وخاشاک کا اور اب مسئلہ غلبہ مخالط اُس سے متعلق نہ ہوگا کہ اینٹ کی مٹی میں کوڑا اتنا نہیں ہوتا بخلاف خزف جیسے گل خوردنی کے طباق کہ اور خوردنی چیزیں ملا کر پکائے جاتے ہیں بہرحال مسئلہ میں خصوصیت نہ خزف کی ہے نہ آجر کی بلکہ جس شے میں غیر کا خلط ہوگا وہی احکام پیدا ہونگے لہٰذا ہم مسئلہ خلط کو مستقل لکھیں گے ان شاء اللہ تعالٰی (**سبخہ یعنی زمین نمک زار**) اس میں عبارات چار طور پر ہیں (۱) اطلاق جواز خانیہ[۱] نوازل[۲] خزانہ[۳] فتح[۴] شرح مختصر الطحاوی[۵] منیہ[۶] شرح[۷] (۲) اگر آب نمک میں غرق ہو جائز نہیں غنیہ وقد تقدم وقال ایضا تحت قول المنیۃ السبخۃ بمنزلۃ الملح ما نصہ فان غلب علیہا الملح لایجوز التیمم بہا کالملح المائی وان غلب التراب جاز کالملح الجبلی اھ **اقول**[۲۹۷۵] اراد التشبیہ فی نفس الجواز وعدمہ والا فالملح الجبلی نفسہ من جنس الارض لا ان التراب غالب فیہ والملح المائی من اجزاء الماء لا من ماء غالب وتراب **ثم**

[۲۹۴۶] **اقول** یہ ضرور مطلقاً ملحوظ ہے اور اطلاق کتب بنائی غالب الحال کما اشار الیہ فی الغنیۃ (۳) وہ نمک اگر مٹی سے ہو جائز اور اگر پانی سے بنا ہو ناجائز خلاصہ[۱] بحر[۲] ہندیہ[۳] محیط[۴] رضویہ[۵] خزانۃ الفتاوی[۶] حلیہ (۴) تصریح تیمم اگرچہ نمک پانی سے ہو جب بھی جائز ہو جبکہ پانی غالب ہو یہ حلیہ کی بحث ہے حیث قال علی قول الاسبیجابی یجوز التیمم بالسبخۃ ہذا باطلاقہ یفید الجواز بہا سواء کانت مائیۃ او منعقدۃ من الارض وہو بقول ابی حنیفۃ ومحمد اشبہ لان غایۃ المائیۃ انہا ارض ذات نزو انہا طین وقد صرح فی الخلاصۃ انہ ان کان الماء (ف) وکذا صرح غیرہ فی الطین اللہم اذا کان الماء غالبا کما سنذکرہ ویحمل علیہ الجواب بالمائیۃ علی ہذا اھ

[۲۹۴۷] **اقول** بلکہ نمک آبی وترابی میں فرق ظاہر ہے اور قول

[۲۹۴۸] **فصیل** یہ ہے کہ روئے زمین پر اگر خشک یا خفیف نم کا نمک پھیلا ہو تو اگر نمک ترابی ہے جائز اور آبی ہو تو ناجائز فان علی وجہ الارض غیر جنسہا کانہ یتعدی ہوا ومصبوغ بغیر جنس الارض یہی قول سوم کا منشا اور اسکی صورت اولیٰ پر قول اول محمول

[۲۹۴۹] **اقول** اور اسکا اطلاق اسلیے کہ غالباً زمین شور میں نمک ترابی ہی ہوتا ہے اور اگر نمک کا پانی پھیلا ہے مطلقاً ناجائز لغلبۃ المائیۃ اور یہی قول دوم ہے واللہ تعالیٰ اعلم (**نمک**) اگر آبی ہو ناجائز فتح[۱] منیہ[۲] خلاصہ[۳] جوہرہ[۴] محیط[۵] درر[۶] بزازیہ[۷] سراجیہ[۸] ظہیریہ[۹] خزانہ[۱۰] اسپر اتفاق ہے تبیین[۱۱] بحر[۱۲] عبد الحلیم[۱۳] شرنبلالی[۱۴] خادمی[۱۵] اور اگر جبلی ہو

[۲۹۵۰] **اقول** یعنی اجزائے ارض سے بنا ہو خواہ پہاڑ سے نکلے یا زمین شور سے تو دو روایتیں ہیں تبیین اور دونوں طرف تصحیحیں ہیں امام[۱] شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا اصح یہ کہ ناجائز ہے ذکرہ فی المستغنی خلاصہ[۲] اسیطرح امام فقیہ النفس نے شرح جامع صغیر میں فرمایا من الناس من قال یجوز بالملح الجبلی والاصح انہ لایجوز اھ حلیہ امام[۳] شمس الائمہ سرخسی کی طرف بھی منسوب ہوا کہ میرے نزدیک صحیح عدم جواز ہے

ففی المنیۃ طبع الہند ان کان جبلیا یجوز وقال شمس الائمۃ السرخسی الصحیح عندی انہ لایجوز کذا ذکر فی المحیط اھ وفی الغنیۃ طبع قسطنطینیۃ جعل لفظ السرخسی من الشرح وفی الحلیۃ (م) قال شمس الائمۃ (ش) وفی بعض النسخ بزیادۃ السرخسی ونقل ہذا فی الخلاصۃ عن الحلوانی فلعلہ عنہما اھ

[۲۹۵۱] **اقول** قال فی السراجیۃ قال الشیخ الامام السرخسی وحسام الدین اذا کان جبلیا یجوز وان مائیا لا اھ فالظاہر ان السرخسی وقع فی تلک النسخۃ سہوا مکان الحلوانی او عن السرخسی روایتان واللہ تعالیٰ اعلم اس قول کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ وہ پگھلتا ہے تبیین ونقلہ فی الشلبیۃ عن الدرایۃ عن قاضیخان ای فی شرحہ للجامع الصغیر او کتاب آخر لا فی فتاواہ کما قد یتوہم من قولہ وفی قاضیخان الخ وفصلہ فی الغنیۃ بقولہ کان وجہہ انہ لما استحال التحق بالمائی لتبدل طبعہ الی طبعہ حتی انہ یذوب فی الماء وینحل بالبرد ویشتد بالحر کالمائی فخرج من کونہ من اجزاء الارض اھ

[۲۹۵۲] **اقول** لکن ہذا خلاف ما اجمع علیہ کلماتہم فی تحدید جنس الارض ظاہر کافی اسی قول کا اختیار ہے اذا طلق فقال لا بنحو الحنطۃ والملح

ف: تطفل علی الحلیۃ

ف۲: تطفل علی الغنیۃ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز ہے خلاصہ خجندی وفتاوٰی میں اسی پر مشی کی جوہرہ یونہیں محیط میں رحمانیہ اسیطرح منیہ کما مر عامہ مشایخ اسی پر ہیں بزازیہ یہی اصح ہے خلاصہ وجیز کردری اسی کو امام صدر الدین شہید نے واقعات میں اختیار فرمایا غیاثیہ یہی امام شمس الائمہ سرخسی کا قول ہے کما مر عن السراجیہ یہی مختار ہے شلبیہ عن زاد الفقہاء المحقق علی الاطلاق یہی صحیح ہے خانیہ خزانہ مراقی تو امام قاضیخان کی تصحیح مختلف ہوئی یونہیں امام سرخسی سے نقل مختلف آور قاطع نزاع یہ ہے کہ فتوے جواز پر ہے تجنیس الامام صاحب الھدایہ بحر نہر ھندیہ ازہری ط تو جب یہی قول امام ہے اور یہی قول جمہور اور اسی پر فتوے تو خلاف کی اصلا گنجائش نہ رہی (زجاج یعنی **شیشہ**) عامہ کتب مثل تحفہ امام سمرقندی وبدائع امام کاشانی وظہیریہ وخلاصہ وخزانہ وسراجیہ وکافی وحلیہ وایضاح ودرمختار ومسکین وہندیہ میں اُس سے مطلقاً عدم جواز لکھا مگر محیط وتبیین الحقائق وفتح القدیر وبحر الرائق ومجمع الانہر وازہری وشامی میں عدم جواز کو مصنوع سے مقید فرمایا جو ریتے میں دوسری کوئی چیز غیر جنس ارض مثلاً سجی وغیرہ ملاکر بنایا جاتا ہے **اقول** یہی تحقیق ہے کہ زجاج ضرور معدنی بھی ہوتا ہے اور معدنی ضرور قسم حجر وجنس ارض سے ہے کما قدمنا بیانہ اکثروں کا اطلاق بربنائے غالب ہے کہ عام طور پر یہی مصنوع شیشہ ملتا ہے اور معدنی کمیاب واغرب العلامۃ ط فقال فی حواشیہ علی الدر والزجاج المتخذ من الرمل وقال تحت قول الدر وزجاج ولو اتخذ من رمل واوضحہ فی حواشیہ علی مراقی الفلاح فقال یعتبر کونھا من جنسھا وقت التیمم فلا یجوز علی الزجاج وان کان اصلہ من رمل اھ وکانہ ظن الواو فی قول الفتح والبحر الزجاج المتخذ من الرمل وغیرہ بمعنی او ولیس کذلک بل ھی للجمع ولفظ التبیین عن المحیط ان خالطہ شیئ اٰخر لیس من جنس الارض کالزجاج المتخذ من الرمل وشیئ اٰخر لیس من جنس الارض اھ ونحوہ فی المجمع والازہری (**مرداسنگ**) نوازل ومحیط وخانیہ وخلاصہ وخزانہ ومنیہ وسراجیہ بلکہ خود محرر المذہب نے کتاب الاصل میں اس سے جواز تیمم کی تصریح فرمائی اور خزانۃ الفتاوے سے حلیہ وجامع الرموز میں ممانعت منقول اور تحقیق یہ ہے کہ معدنی سے جائز اور مصنوع سے ناجائز محیط سرخسی پھر ہندیہ میں ہے وبالمرداسنج المعدنی دون المتخذ من شیئ اٰخر حلیہ میں ہے مراد المجوز المعدنی والمانع ما لیس بمعدنی وقد افصح البدائع والتحفۃ بالجواز موصوفا بکونہ معدنیا زاد التحفۃ دون المتخذ من شیئ اٰخر (**مرجان**) تبیین الحقائق ومعراج الدرایہ وغایۃ البیان وتوشیح وعنایہ ومحیط وخزانۃ الفتاوی وبحر ونہر وہندیہ وغیرہا عامہ کتب میں اس سے جواز کی تصریح ہے مگر فتح میں ممانعت واقع ہوئی درمختار وخادمی نے اُن کا اتباع کیا شیخ الاسلام غزی نے بھی اسیطرف میل فرمایا اور اُنکے شیخ محقق نے بحر میں فرمایا وہ سہو ہے نہر نے فرمایا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

سبق قلم ہے اور حق جواز ہے کما فی الازہری وش واغرب عبد الحلیم فقال اخذا عن المنح او لعلھما توارد ان علیہ فانہ یقول اقول انہ لیس بسھو بل الظاھر انہ قام عندہ انہ ینعقد من الماء کاللؤلؤ فحینئذ یکون النزاع لفظیا کما لایخفی اھ اقول۲۹۵۵ بل حقیقیا کما لایخفی وکون المبنی ممالوا تفقوا علیہ لاتفقوا علی الحکم لا یرفع الاختلاف فی المعنی بل یوجبہ عند الاختلاف فی المبنی وعبارۃ المنح علی ما فی ش اقول الظاھر انہ لیس بسھو لانہ انما منع جواز التیمم بہ لما قام عندہ من انہ ینعقد من الماء کاللؤلؤ فان کان الامر کذلك فلا خلاف فی منع الجواز والقائل بالجواز انما قال بہ لما قام عندہ من انہ من جملۃ اجزاء الارض فان کان کذلك فلا کلام فی الجواز والذی دل علیہ کلام اھل الخبرۃ بالجواھر ان لہ شبھین شبھا بالنبات وشبھا بالمعادن وبہ افصح ابن الجوزی فقال انہ متوسط بین عالمی النبات والجماد فیشبہ الجماد بتحجرہ ویشبہ النبات بکونہ اشجارا نابتۃ فی قعر البحر ذوات عروق واغصان خضر متشعبۃ قائمۃ اھ قال ش اقول وحاصلہ المیل الی ما قالہ فی الفتح لعدم تحقق کونہ من اجزاء الارض ومال محشیہ الرملی الی ما فی عامۃ الکتب من الجواز وکان وجھہ ان کونہ اشجارا فی قعر البحر لاینافی کونہ من اجزاء الارض لان الاشجار التی لایجوز التیمم علیھا ھی التی تترمد بالنار وھذا حجر کما فی الاحجار یخرج فی البحر علی صورۃ الاشجار فلھذا جزموا فی عامۃ الکتب بالجواز فیتعین المصیر الیہ اقول۲۹۵۶ اصحاب احجار نے اسکے حجر ہونے کی تصریح کی اور اُسے حجر شجری کہا نہ کہ شجر حجری جامع ابن بیطار میں ارسطو سے ہے البسذ والمرجان حجر واحد غیر ان المرجان اصل والبسذ فرع ینبت والمرجان متخلخل مثقب والبسذ ینبسط کما تنبسط اغصان الشجرۃ ویتفرع مثل الغصون مخزن میں ہے مرجان

جسمے حجری شبیہ بساق وشاخ درخت ست تحفہ میں ہے بسد اسم مرجان ست وآن سنگی ست باقوت نباتیہ کہ از قعر دریا می روید انوار الاسرار میں ہے حجر المرجان ینبت فی البحر اور نبات۲۹۵۷ سے اُسکی مشابہت اور اسکے سبب علامہ ابن الجوزی کا اُسے عالم جماد وعالم نبات میں متوسط فرمانا اور اسی کو مؤدی ہے وہ قول کہ انوار الاسرار میں نقل کیا قیل ھو اول المتولدات النباتیۃ واٰخر المتولدات الحجریۃ اُسے حجر سے خارج اور شجر میں داخل نہیں کرتا جسطرح کھجور کو کہنا کہ وہ عالم نبات وعالم حیوانات میں متوسط ہے نر و مادہ ہوتی ہے اور مادہ جانب نر میل کرتی ہوئی دیکھی جاتی ہے تلقیح سے بارور ہوتی ہے اُسے نبات سے خارج اور حیوانات میں داخل نہیں کرتا و لہذا تذکرہ انطاکی میں یہ لکھکر بسذ بالمعجمۃ ھو المرجان او اصلہ والمرجان فرع او العکس ھو جامع بین النباتیۃ والحجریۃ لانہ یتکون

بحر الروم مما یلی افریقیة وافرنجة حیث یجزر ویمد فیجذب الشمس فی الاول الزیبق والکبریت فیزوجا بالحرارة ویستحجر فی الثانی للبرد فاذا عاد الاول ارتفع متفرعا التحجر بالرطوبة آخر میں یہی لکھا کہ وھو اصبح الاحجار علی الاستعمال لاجرم اُس سے جوازِ تیمم میں شک نہیں اور قولِ فتح کی نفیس توجیہ وہ کہ علامہ علی مقدسی نے ارشاد فرمائی کہ اُنکی مراد مرجان سے چھوٹے موتی ہیں کہ اُنھیں بھی مرجان کہتے ہیں کما فی القاموس واللہ تعالٰی اعلم (ذہب و فضہ) یعنی معادن سبعہ کہ سات ہیں انکے بارے میں عبارتیں بھی سات طور پر آئیں (۱) مطلقاً ممانعت یہی عامہ کتب میں ہے تحفہ وبدائع وظہیریہ وخانیہ وخزانۃ الفتاوی وسراجیہ وخزانہ وکافی وایضاح وزاد الفقہاء وجلابی وبرجندی ومنیہ ومسکین وہندیہ ومحیط وجواہر اخلاطی وغیرہا میں ذہب اور زاد الفقہاء وتحفہ وایضاح کے سوا باقی ۱۴ میں فضہ اور سراجیہ ومسکین ومحیط وجواہر کے سوا باقی ۱۳ نیز حلیہ میں حدید اور خانیہ وخلاصہ وظہیریہ وسراجیہ وخزانہ وکافی ومنیہ ومسکین وجواہر اخلاطی میں رصاص اور تحفہ وبدائع وظہیریہ وخانیہ وخلاصہ وخزانہ وایضاح وغنیہ وہندیہ میں صفر اور ماورائے تحفہ وایضاح باقی سات اور حلیہ میں نحاس کی نسبت اسکی تصریح ہے (۲) بلا ذکر قید مطلقاً جواز جامع الرموز میں ہے لا بالحجر والحدید کما فی الخزانة وغیرہ لکن فی الزاھدی وغیرہ تیمم بالثلثة والرصاص والنحاس عند ابی حنیفة ومحمد اقول یہ نقل بہت غریب اور بشدت بعید اور برتقدیر ثبوت ثالث پر محمول (۳) جبتک اپنی معدن میں ہیں اُن سے تیمم جائز ہے کہ اُسوقت وہ جنس ارض سے ہیں کما مر عن الطحطاوی عن الازہری عن العینی جب گلائے جلائے پگھلائے جائیں اب جائز نہیں کما تقدم عن الظہیریة والخلاصة والخزانة وشرح قاضیخان والتبیین وصدر الشریعة طحطاوی علی الدر المختار میں تبیین کی عبارت مارہ نقل کرکے فرمایا ھذا یفید جواز التیمم علیھا فی محالھا ولو من غیر غبار علیھا ثم ذکر الفاصل بین جنس الارض وغیرہ وذکر ان ما ینطبع ویذوب لیس من جنسھا وھو یفید عدم الجواز اھ اقول فهی فی محالها مختلطة بالتراب غیر متمیزة عنها فالغرض خلاف الواقع (۴) مٹی سے مخلوط ہوں تو جائز ورنہ نہیں در میں ہے علی طاھر من جنس الارض کذھب وفضة مختلطین بالتراب او حنطة وشعیر علیھا غبار (۵) گلانے کے بعد جائز نہیں اور اس سے پہلے اگر مٹی سے مخلوط ہوں اور مٹی غالب ہو تو جائز ورنہ نہیں محیط سرخسی و بحر وہندیہ میں ہے لو تیمم بالذھب والفضة ان مسبوکا لا یجوز وان لم یکن مسبوکا وکان مختلطا بالتراب والغلبة للتراب جاز اھ قال البحر فعلم بھذا ان ما اطلقہ فی فتح القدیر محمول علی ھذا التفصیل اھ ومثلہ عبد الحلیم اقول لم یتواردا موضعا واحدا ولا حاجة الی الحمل کما ستعرف ان شاء اللہ تعالٰی

معدن جواہری
ف ۱: معروضة علی القہستانی
ف ۲: معروضة علی العلامۃ ش
ف ۳: تطفل علی البحر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

(۶) گلائے ہوں یا بے گلائے اگر مٹی سے مخلوط ہوں اور مٹی غالب تو جائز ورنہ نہیں درمختار میں ہے لو اختلط تراب بغیرہ کذھب وفضۃ ولو مسبوکین فلو الغلبۃ لتراب جاز والا لاخانیہ ومنہ علم حکم التساوی اھ و مثلہ الخادمی واعترضہ ط وش بتصریحھم ان المسبوک لایجوز بہ التیمم قال ط سبکھما مع التراب غیر متأت اھ وقال ش ھذا انما یظھر اذا کان یمکن سبکھما بتراب الغالب علیھما والظاھر انہ غیر ممکن اھ **اقول** ۱۹۹۱ رحمکما اللہ ورحمنا بکما ارأیتما اذا سبکا وبردا واختلطت برادتھما بالتراب فھل لاتعتبر الغلبۃ (۷) مجمع الانہر میں سوم وششم کو جمع کیا کہ جبتک اپنے معدن میں ہوں یا مٹی سے مخلوط ومغلوب تو جائز ہے ورنہ نہیں حیث قال لایجوز بالمعادن الا ان یکون فی محلھا او مختلطا بالتراب والتراب غالب محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں قول سوم کی یہ توجیہ فرمائی کہ وہ جبتک معدن میں ہیں اُنپر مٹی ہوتی ہے اس مٹی سے تیمم جائز ہے نہ کہ اُنسے حیث قال خرجت المعادن الا ان تکون فی محالھا فیجوز للتراب الذی علیھا لابنفسھا اھ **اقول** ۱۹۹۲ وبہ اندفع ما ظن العلامۃ ط من التنافی بین قولی التبیین درمختار نے اس میں ایک اور قید بڑھائی کہ مٹی اتنی ہو کہ ہاتھ پھیرے سے نشان بنے حیث قال لابمعادن فی محالھا فیجوز[۱] للتراب علیھا وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمد یدہ علیہ وان لم یستبن لم یجز وکذا کل مالایجوز التیمم علیہ کحنطۃ وجوخۃ فلیحفظ حلیہ میں سوم وچہارم کو غلبۂ تراب سے مقید فرمایا حیث قال ثم ما وقع لبعضھم من ان ھذہ المعادن ان کانت مسبوکۃ لایجوز وان کانت غیر مسبوکۃ مختلطۃ بالتراب یجوز ولبعضھم من انھا مادامت فی معادنھا فی الارض لم یصنع منھا شیئ جاز فاذا صنع منھا شیئ لایجوز اذا لم یکن علیھا غبار فالظاھر ان مرادھم کما فی المحیط للامام رضی الدین وان لم یکن مسبوکا وکان مختلطا بالتراب والغلبۃ للتراب جاز انتھی فان ھذا القید لابد منہ فیما یظھر کما صرحوا بہ فی غیرہ وسیذکرہ المصنف فی مسألۃ اختلاط الرماد بالتراب ثم لایخفی ان ھذا فی الحقیقۃ بالتراب لا باعیان ھذہ المعادن فیتفرع علی ھذا انہ یجوز عند الکل لکن فی فتاوی الولوالجی فلو کان مخلوطا بالتراب ان کانت الغلبۃ للتراب یجوز عند ابی حنیفۃ ومحمد وعند ابی یوسف لایجوز اھ ما فی الحلیۃ **اقول** ۱۹۹۳ ابو یوسف لایجیز الا بالتراب الخالص حتی لم یجز بالغبار الممازج الھواء ولا بالارض الندیۃ الممازجۃ قلیل من الماء فکیف یجیز بما خالطہ ذھب وفضۃ فالصواب مع الولوالجی رد المحتار میں قول درمختار فیجوز للتراب علیھا کو اسی غلبۂ تراب سے مقید کیا اور قول سوم کے اطلاق کو غالب پر محمول کہ جبتک وہ معادن میں ہیں غالبًا مٹی ہی غالب ہوتی ہے اور اب اُس قید ظہور اثر کہ درمختار نے

---

[۱] قال ط قولہ فیجوز لاوجہ للتفریع اھ **اقول** ۱۹۹۴ لیس تفریعا بل تعلیل للنفی

۱۹۹۵ معروضۃ علی العلامۃ ط

۱۹۹۶ معروضۃ علی العلامۃ ط

المستفاد من قولہ وعلیہ الاسبیجابی النتیجۃ بمعادن ولو کانت فان التیمم بھا انما یجوز کان علیھا لتراب الاحسنہ غفرلہ

حسن النعيم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

زائد کی تھی اعتراض فرمایا کہ بحال غلبۂ تراب اُسکی کیا حاجت حیث قال قولہ فیجوز ای اذا کانت الغلبۃ للتراب کما فی الحلیۃ عن المحیط ولعل من اطلق بناہ علی انہا مادامت فی محالہا تکون مغلوبۃ بالتراب بخلاف ما اذا اخذت للسبک لان العادۃ اخراج التراب منہا فتولہ وقیدہ الاسبیجابی کذا فی النھر وظاھر ان الضمیر راجع الی التیمم بالمعادن لکن اذا کانت مغلوبۃ بالتراب لایحتاج الی ھذا القید **اقول** ظاہر اذہن علامہ شارح میں بہ تبعیت نہر یہ تھا کہ سونا چاندی اپنے معادن میں بڑے بڑے قطعے مٹی چڑھے ہوئے ملتے ہیں اور اسی طرف کلام فتح مشیر کہ فیجوز التراب علیہا اور مسموع یہ ہے کہ وہ اپنے معدن میں ریزہ ریزہ ہی ہوتے ہیں وہاں سے نکالکر مٹی سے صاف کرکے اُنکے پترا اینٹ وغیرہ بناتے ہیں کما ذکرہ ابن سینا وغیرہ قال ابن البیطار فی الزئبق ابن سینا منہ منقی من معدنہ ومنہ ماھو مستخرج من حجارۃ معدنہ بالنار کاستخراج الذھب الفضۃ وحجارۃ معدنہ کالزنجفر ویظن دیسقوریدس وجالینوس انہ مصنوع کالمرتک لانہ مستخرج بالنار فیجب ان یکون الذھب ایضا مصنوعا اس تقدیر پر بلاشبہہ غلبۂ تراب ضرور اور ظہور اثر کی قید مہجور اور قول علامہ شامی منصور وللحلیۃ فی محل الجزم ذکر الظھور **اقول** بلکہ اگر بڑے بڑے قطعے بھی ہوں اور اُنپر مٹی چڑھی ہو جب بھی اس قید کی حاجت نہیں نہ غلبہ کی ضرورت صرف اتنا چاہیے کہ ہاتھ تراب سے مس کرے نہ ان چیزوں سے ظہور اثر کی قید کہ امام اسبیجابی نے ذکر فرمائی صورت غبار میں ہے سخت مٹی کی تہ اگر کسی چیز پر چڑھی ہو کہ ہاتھ پھیرے سے نشان نہ بنے تو بلاشبہہ اُس پر تیمم جائز ہے جیسے پتھر پر بالجملہ یہ اختلافات ہیں جو اس مسئلہ میں آئے وانا **اقول** وباللہ التوفیق قول فیصل یہ ہے کہ ذہب فضہ وغیرہما معادن سبعہ یقیناً جنس ارض سے نہیں اور ان پر تیمم نہیں ہو سکتا کما فی الفتح والحلیۃ والبحر والدر وغیرھا اور یہی وہ کہ عامۂ کتب میں ہے ولاحاجۃ الی التفصیل کما زعم البحر خلط تراب کا مسئلہ کچھ انکی خصوصیت نہیں رکھتا ہر اُس چیز کو عام ہے جس سے تیمم ناجائز ہوا اور اُسکی تفصیل یہ ہے کہ اگر انکے ریزے مٹی میں مخلوط ہوں خواہ گلانے سے پہلے جیسے معدن میں یا گلانے کے بعد بُرادہ کرکے بہرحال غلبۂ تراب ضرور ہے اور اگر بڑے بڑے قطعے یا پترا اُنکے بنے ہوئے برتن یا زیور ہوں تو اگر اُنپر مٹی کالیس چڑھا ہے تیمم جائز اور اگر غبار پڑا ہے تو اتنا ضرور ہے کہ ہاتھ پھیرے سے انگلیوں کا نشان بنے یہی تحقیق حقیق بالقبول اور اسی پر عامۂ اقوال محمول وباللہ التوفیق (مسئلہ ۱۲) خلط جنس ارض میں جب اُسکا غیر مل جائے تو اُس سے تیمم جائز ہے یا نہیں اس میں عبارات چار طور پر آئیں (۱) کہ جادۂ واضحہ مالوفہ اور شرع مطہر کا قاعدۂ معروفہ ہے کہ غلبۂ ارض پر مدار ہے اگر جنس ارض غالب ہے جائز ورنہ نہیں فائدہ نجم میں خانیہ

وظہیریہ وخزانہ وحلیہ وجامع الرموز ومراقی الفلاح ودرمختار وہندیہ سے اسکی عبارات گزریں اسیطرح منیہ وغیرہا میں ہے
یعنی اگر جنس ارض مغلوب یا دونوں مساوی ہوں دونوں حال میں ناجائز کما تقدم عن الدرر ونقل العلامۃ الازہری
عن نوح افندی ان الغلبۃ للتراب یجوز وان للرماد لا قال ومنہ علم حکم المساوی اھ اقول ف۱
اقتفی اثر الدرر ولم یفرق فان نظم الدرر لو الغلبۃ للتراب جاز والا لا ومنہ علم حکم التساوی اھ و
وقع فی الدر ایضا تبعا للبحر عن المحیط یجوز بطین غیر مغلوب بماء اھ فزعم العلامۃ ط ان الظاہر من کلامہ
ان المساوی فی حکم غیر المغلوب بالماء والذی یأتی فی قولہ والحکم للغالب انہ لایجوز بالمساوی اھ
اقول ف۲ نصوا ان قولک لا افضل منہ ینفی المساواۃ ایضا لانہا فی غایۃ الندرۃ وانما المعہود التفاضل
فاذا انتفی الافضل منہ ثبت انہ الافضل مما عداہ کذا ہھنا ف۳ ثم کان علیہ رحمہ اللہ تعالٰی ان یقول
الظاہر من کلامہ ان المساوی کالغالب فان کونہ غیر مغلوب معلوم نعم رأیت فی الجوہرۃ اذا خالطہ مالیس
من جنس الارض وکان المخالط اکثر منہ لایجوز بہ التیمم اھ اقول ف۴ وھو ان اول بما ذکرت
والا فمحجوج بالخانیۃ بالقاعدۃ المطردۃ اذا اجتمع الحاظر والمبیح فللحاظر الترجیح لو ظاہر اینا لحاظ غلبہ باعتبار اجزا
ہے بخلاف آب کہ اس میں اعتبار غلبہ باعتبار طبع باعتبار اسم بھی تھا جسکی تفصیل وتحقیق ہمارے رسالہ النور
والنورق میں ہے۔ حلیہ میں ہے ثم لاشک ان الغلبۃ ھنا معتبرۃ بالاجزاء بلاخلاف بخلاف المخالطۃ
للماء فان فیہ خلافا (۲) مطلقا ناجائز اگرچہ جنس ارض غالب ہو فتح اللہ المعین میں ہے ظاہر کلام الزیلعی
یقتضی عدم جواز التیمم بما ھو من جنس الارض اذا خالطہ شیئ اٰخر لیس ھو من جنس الارض مطلقا
سواء کانت الغلبۃ لما ھو من جنس الارض ام لا ونصہ قال فی المحیط اذا کان الخزف من طین خالص
یجوز وان کان من طین خالطہ شیئ اٰخر لیس من جنس الارض لایجوز کالزجاج المتخذ من الرمل وشیئ
اٰخر لیس من جنس الارض انتہی اقول اللہ عزوجل سیدا زہری پر رحمت فرمائے اور انکی برکت سے
ہمپر ف۵ یہ تعمیم نہ امام زیلعی کی مراد نہ اُن کے کلام سے مستفاد نہ اُسکے لیے وجہ سداد ورنہ غبار سے بھی ناجائز ہو کہ ہوا مخلوط
ہے تر زمین سے بھی ناجائز ہو کہ تری کا خلط ہے طین غالب سے بھی ناجائز ہو کہ پانی کا میل ہے اسیطرح بہت نقوض خود
کلام امام زیلعی وجماہیر ائمہ حنفیہ سے اسپر وارد ہونگے بلکہ بیان کلام خزف وزجاج مصنوع میں ہے کہ وہ لوث میں طبخ کے
ساتھ خلط ہوتا ہے تو اگر ظاہر زیلعی سے مستفاد ہوگا تو قول چہارم کہ آتا ہے نہ یہ دوم کہ مذہب صاحب مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ
پر محض بے اصل ہے فانقلت لم لا یحمل کلام السید ایضا علی ھذا اقول ف۶ کلا فانہ یستدرک

ف۱: معروضۃ علی العلامۃ الازہری
ف۲: الافضل منہ بمعنی انہ الافضل
ف۳: معروضۃ علی العلامۃ ط
ف۴: معروضۃ علیہ
ف۵: معروضۃ علی الجوہرۃ
ف۶: معروضۃ علی العلامۃ الازہری

بہ علی مسألۃ الطین وھذا نصہ یجوز بطین غیر مغلوب بماء لکن ظاہر کلام الزیلعی الخ (۳) بحالت خامی جو خلط ہو اُس میں اُسی غلبہ کا اعتبار ہے جو قول اول میں گزرا اور ملاکر پکائیں جلائیں تو مطلقاً تیمم جائز ہے کہ غیر جنس کے اجزا جلکر خالی جنس ارض رہ جائیگی یہ بحث محقق علی الاطلاق کی ہے واستحسنہ فی الحلیۃ واقرہ فی البحر فتح القدیر میں ہے من اجزاء الارض الاٰجر المشوی علی الصحیح الا ان خلط بہ ما لیس من الارض کذا الطلق فیما رأیت مع ان المسطور فی فتاوی قاضیخان ان التراب اذا خالطہ ما لیس من اجزاء الارض تعتبر فیہ الغلبۃ وھذا یقتضی ان یفصل فی المخالط للبن بخلاف المشوی لاحتراق ما فیہ مما لیس من اجزاء الارض حلیہ میں ہے لو تیمم بخزف ان کان متخذا من التراب الخالص ولم یجعل فیہ شیئ من الادویۃ جاز ش سواء کان علیہ غبار اولم یکن فان جعل فیہ شیئ من الادویۃ فان کان علیہ غبار جاز م و ان لم یکن علیہ غبار ش لایجوز کذا فی الخانیۃ وفی الخلاصۃ والخزف الجدید علی الاختلاف یعنی عند ابی حنیفۃ یجوز وعن محمد روایتان وقول ابی یوسف متردد ثم قال الا اذا استعمل فیہ شیئ من الادویۃ فحینئذ لایجوز ام ویشکل اطلاق ھذا بالحکم الاٰتی عن قریب فی اختلاط الرماد بالتراب اذا کان التراب غالبا وبما ھو المسطور فی الفتاوی الخانیۃ والظھیریۃ وغیرھما ان التراب اذا خالطہ مما لیس من اجزاء الارض غیر الرماد انہ ایضا تعتبر فیہ الغلبۃ فان ھذا یقتضی جریان ھذا التفصیل فی المخالط للبن النیئ بخلاف المشوی لاحتراق ما فیہ من النار مما لیس من اجزاء الارض کما نبہ علیہ شیخنا المحقق رحمہ اللہ تعالٰی فضلا عن اطلاق عدم الجواز اذا خالطہ شیئ من ذلک من غیر تفصیل **اقول** حق یہ ہے کہ مدار فنا و بقائے اجزائے غیر جنس پر ہے پکانے جلانے میں جسطرح یہ ضرور نہیں کہ اجزائے دیگر باقی رہیں یہ بھی ضرور نہیں کہ فنا ہو جائیں بلکہ نظر اُن خصوص اجزا اور مقدار احراق پر ہوگی اگر اجزائے غیر سب جل گئے تو بلا شبہہ جواز ہے جسمیں مذہب امام پر خلاف کی گنجائش نہیں اور اگر اجزائے ارض پر غالب تھے اور بعد احراق بھی غالب رہے ہے تو بالاجماع عدم جواز ہے اور اگر مغلوب تھے یا اب احراق سے ایک حصہ فنا ہو کر مغلوب ہو گئے تو قول اول گزشتہ اور قول چہارم آئندہ کا اختلاف ہے محقق علی الاطلاق کو خشت پختہ میں نفی تفصیل کی گنجائش اُس وجہ سے ہوئی جسکی طرف سابقاً ہمنے اشارہ کیا کہ اینٹ کی مٹی میں عادۃً خلط ہوتا ہے تو خس وخاشاک کا کہ وہ احراق سے فنا ہو جاتے ہیں تو خزف میں مطلقاً اُسکا اجرا جیسا کہ حلیہ میں واقع ہوا صحیح نہیں واللہ تعالٰی اعلم (۴) خام میں خلط اُسی تفصیل غلبہ پر ہے اور ملاکر پکانے میں مطلقاً ممانعت اجزائے ارضیہ غالب ہوں خواہ مغلوب یہی ظاہر کلام

مسئلہ ۱: جنس ارض میں اُس کے غیر کا اجزا ملا ہو تو پکانے جلانے کے بعد کیا حکم ہے

تطفل ۲ علی الحلیۃ

مذکور محیط و زیلعی و منیہ ہے اور یہی اُس عبارت خلاصہ سے مستفاد جو ابھی حلیہ سے گزری اور یہی مفاد تجنیس و خانیہ و بزازیہ ہے وجیز کردری میں ہے الخزف علی الخلاف الا اذا جعل فیہ شیئ من الادویۃ بحر میں ہے وکذا بالخزف الخالص الا اذا کان مخلوطا بما لیس من جنس الارض او کان علیہ صبغ لیس من جنس الارض کذا اطلق فی التجنیس والمحیط وغیرھما مع ان المسطور فی قاضیخان الی اخرما مر عن الفتح خود فتح میں فرمایا کہ ہے جتنی کتابیں ملاحظہ فرمائیں سب میں بحال خلط حکم منع یونہی مطلق ہے کما تقدم البتہ ایک جوہرہ نے اس مسئلہ خزف میں شرط غلبہ ذکر کی کما سبق فی صدر ھذہ المسألۃ **اقول** مگر انہوں نے کوئی سند ذکر نہ کی اور وہ بشہادت امام محقق علی الاطلاق اسمیں متفرد ہیں بلکہ غیاثیہ میں اسی پر اجماع نقل کیا حیث قال الخزف اذا استعمل فیہ شیئ من الادویۃ حینئذ لایجوز التیمم بہ بالاجماع **اقول** فتح و حلیہ و بحر بیان فتاوٰی امام قاضیخان سے استناد فرماتے ہیں کہ اعتبار غالب کا ہے مگر خود امام فقیہ النفس نے اسی مسئلہ خزف میں بحال خلط منع مطلق رکھا کما قدمنا لو تیمم بالخزف ان کان علیہ غبار جاز وان لم یکن علیہ غبار فان کان متخذا من التراب الخالص ولم یجعل فیہ شیئ من الادویۃ جاز وان جعل فیہ شیئ من الادویۃ ولم یکن علیہ غبار لایجوز وہاں اگر وہ اطلاق تھا کہ التراب اذا خالطہ مالیس من اجزاء الارض یعتبر فیہ الغلبۃ تو یہاں یہ اطلاق ہے کہ وان جعل فیہ شیئ من الادویۃ لایجوز یہ اگر حالت غلبہ پر محمول ہو سکتا ہے وہ حالت غیر طبخ پر واستشھد لہ فی الحلیۃ بما فی مختارات النوازل یجوز التیمم بالخزف ھو الصحیح وبما فی خزانۃ الفتاوی یجوز بالخزف الا اذا کان علیہ صبغ لیس من جنس الارض اھ **اقول** اما الاول فابعد شیئ عن الشھادۃ لانہ انما ذکر حکم الخزف فی نفسہ وھو کذلک ولم یتعرض لشیئ من العوارض فکیف یدل علی الجواز بالخلط واما الثانی فقریب منہ فان الخزف کثیرا ما یصبغ والخلط نادر وذکر الغالب وترک النادر غیر بعید وقد رأیتنی کتبت علی ھامش الحلیۃ ھھنا ما نصہ اطلاق الجواز بالخزف وتقییدہ بما اذا لم یکن صبغ مخالف لاینافی اطلاق المنع اذا کان طبخہ مع شیئ مخالف فانہ نادر خارج لایلاحظ الیہ فی افادۃ حکم نفس الخزف بخلاف الصبغ فانہ کثیرا ما کتبت علیہ ھذا وقال فی الغنیۃ موجھا اطلاق المنع بخلط الطبخ (ولو تیمم بالخزف ان کان متخذا من التراب الخالص ولم یجعل فیہ شیئ من الادویۃ) کالقطن والشعر وغیرھما مما یجعل فی الطین الذی تتخذ منہ البنادق (جاز) التیمم بہ (وان لم یکن علیہ غبار وان کان فیہ شیئ من الادویۃ فظاھر) الا یجوز الا ان یکون علیہ غبار لما تقدم فی الخلط لانہ لو کان

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ینبغی ان تعتبر الغلبۃ لکن لم یعتبروھا لانہ بخلط الدواء مع الطین خرج عن کونہ من جنس الارض من کل وجہ ام **اقول** ولا رأیتنی کتبت علیہ الذی تقدم فی المطلب ھو قولہ لا یجوز التیمم بالغضارۃ المطلی بالانک) لوقوعہ علی غیر جنس الارض ام فھذا یقتضی ان معنی قولہ ان کان فی شیئ من الادویۃ ظاھرا ای مستعلیا فوقہ ولیس کذلک فان ھھنا مزجا والتاویل بان المراد ظھور الاثر والاحالۃ علی ما تقدم من جھۃ انہ لم یبق من جنس الارض علی الاطلاق + شدید البعد عن المذاق کما لا یخفی علی الحذاق + **وثانیا** الظھور سواء ارید بہ عینا او اثرا لیس شرط المنع الا تری ان الزجاج المتخذ من الرمل والقلی وھو الموجود الان غالبا فی ایدی الناس لا یظھر فیہ للقلی عین ولا اثر وعدم جواز التیمم بہ معلوم مقرر **وثالثا** اشتراط الظھور بای وجہ کان تقیید للاطلاقھم فان ارتکب ھذا فلم لا یقید بشرط الغلبۃ المعلوم من قواعد الشرع والعقل **فان قلت** ھو احتراز عن نزر یسیر یختلط من غیر قصد قلما یخلو شیئ عنہ عادۃ ففی اعتبارہ حرج بخلاف دواء یختلط قصدا فانہ یکون علی مقدار صالح ولابد لہ من اثر ظاھر **اقول** فھذا یرجع الی اعتبار الغلبۃ اذ ھو الفصل بین القلیل والکثیر والاوساط مالھا من انضباط الا تری الی قول الھدایۃ فی المیاہ لنا ان الخلط القلیل لا معتبر بہ لعدم امکان الاحتراز عنہ کما فی اجزاء الارض فیعتبر الغالب والغلبۃ بالاجزاء ام **ورابعا** خروج الطین مع الدواء مطلقا عن جنس الارض ای دلیل علیہ فانما کان الطبخ اکثر اثرا فی الماء لحصول شدۃ الامتزاج بہ کما فی الکافی والتبیین وغیرھما لان بالنار تتخلل الشیئ فینفذ فیہ الماء وتنحل منہ اجزاء لطیفۃ تسری فی الماء ولا کذلک الطین واذ لیس ھھنا للطبخ زیادۃ اثر فلم یبق الا المزج وھو معتبر فیہ الغلبۃ قطعا کما تقدم وباللہ التوفیق **وخامسا** ما الفرق بین ما اذا قرض شعر ودق فحم ومزجا بطین غالب مزجا بالغا وصنعت منہ بنادق وجففت بالشمس وبین ما اذا صنعت واحرقت فای شیئ زادتھا النار حتی جاز بھا التیمم فی الاولی دون الاخری بل لم تزدھا النار الا نقصا لاحتراق حصۃ من المخالط فھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی بالجملۃ مسئلۂ خلط بالطبخ مثل مسئلۂ جمع بین الاختین بملک الیمین ہے احلتھما اٰیۃ وحرمتھما اخری ادھر اطلاقات ائمہ کہ خلط میں غلبہ کا اعتبار ہے مخالط مغلوب میں حکم جواز بتاتے ہیں ادھر ویسے ہی اطلاقات ائمہ کہ جس میں کچھ دوا پکائی جائے صالح تیمم نہیں جانب منع جارہے ہیں دونوں اطلاقوں میں سے ایک ضرور مقید ہے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دوم کو صرف علامہ ابراہیم حلبی نے اطلاق پر رکھنا چاہا اور اُسکی جو وجہ فرمائی بوجوہ مخدوش ہے اگرچہ اُسکی تائید مسئلہ زجاج متخذ من الرمل وغیرہ سے ہوتی ہے کہ محیط و تبیین اور خود محقق علی الاطلاق اور اُنکے اتباع نے اُس میں مطلقاً حکم منع دیا اور ریتے کے غالب ہونیکی کوئی قید ذکر نہ فرمائی **اقول** علمانے واقع پر حکم فرمایا اور واقع یہی ہے کہ جنس ارض اُس میں غالب نہیں تحفہ میں ہے مصنوع او از سنگریزہ سفید و قلی ست کہ بالمناصفہ گداز ندکرہ انطاکی میں ہے والمصنوع منہ من القلی جزء والرمل الابیض الخالص نصف جزء ویسبکان حتی الامتزاج اور اول کو امام محقق علی الاطلاق و صاحب جوہرہ و محقق حلبی صاحب حلیہ و محقق زین صاحب بحر نے اطلاق پر رکھا اور وہی جادۂ واضحہ و قاعدۂ عقلیہ و نقلیہ ہے لہذا وہی مرجح ہونا چاہیے اور احتیاط احسن غرض خلط میں خلاصۂ حکم یہ نکلا کہ اگر بلا طبخ ہے تو جبتک جنس ارض غالب ہے تیمم جائز ہے اور اگر طبخ کے ساتھ خلط ہو تو اگر اجزائے مخالف غالب یا مساوی تھے اور بعد طبخ بھی ایسے ہی رہے تو تیمم مطلقاً ناجائز اور اگر جلنے سے کل فنا ہوگئے مطلقاً جائز اور اگر بعض مغلوب باقی رہے تو اگر خلط قصدی نہ تھا بعض اجزائے قلیلہ خود مل رہ گئے تھے تیمم جائز اور اگر قصداً ملائے گئے تھے تو اظہر وارجح جواز اور اولٰی احتراز یہ ہے بحمد اللہ تعالٰی جنس ارض کی وہ تحقیق بالغ و تنقیح بازغ کہ اُسکا دسواں حصہ کہیں نہ ملیگا بفضلہ تعالٰی اُن مباحث جلیلہ پر مشتمل جنکی نعمت کو رحمت بے سبب نے اسی تحریر کے لیے ودیعت رکھا تھا وللہ الحمد اولا واخرا، وباطنا وظاہرا، وصلی اللہ تعالٰی وسلم وبارك كثيرا متواترا، وافرا متظافرا، علی عالم حکمہ، وقاسم نعمہ، وافضل خلقہ، وسراج افقہ، واٰلہ وصحبہ، وابنہ وحزبہ ابد الابدين، عدد خلق اللہ فی كل ازوحين، والحمد للہ رب العلمين **پانزدہم** کامل الطہارۃ کے یہ معنے کہ اُس جنس ارض کو کبھی نجاست نہ پہنچی ہو یا پہنچی تو پاک ہوگئی ہو یعنی اصلاً اُسکا کوئی حصہ نہ رہا ہو جیسے پانی سے دھلکر یا آگ سے جلکر اجزائے نجاست سب نکل یا جل جائیں دھوپ یا ہوا سے خشک ہوکر جبکہ نجاست کا کوئی اثر رنگ و بو نہ رہے تو وہ شی نماز کے لیے پاک ہوجاتی ہے مگر اُس سے تیمم جائز نہیں ہوتا کہ دھوپ یا ہوا استیصال نجاست نہیں کرتی کچھ اجزائے خفیفہ باقی رہ جاتے ہیں جو نماز میں معاف ہیں اور تیمم میں معاف نہیں کما مر تحقیقہ فی صدر الکلام بتوفیق الملك العلام **اقول** اُس زمین یا جنس زمین کو کبھی نجاست نہ پہنچنے کے یہ معنی کہ اسکے علم میں نہ ہو نہ بعد کو علم آئے لانا انما کلفنا بما لا نعلم نجاستہ لا بما نعلم عدم نجاستہ اذ لا سبیل لنا الیہ فانما التکلیف بحسب الوسع ہاں اگر اسے اُس شی کی نجاست کا علم نہ تھا نہ وہ کسی مظنۂ نجاست میں تھی کہ یہاں ظن بھی ملتحق بہ یقین ہے جیسے الخلا کی زمین سے تیمم جائز نہ ہوگا اگرچہ اسے اُس حصۂ خاص کا جسپر تیمم کرنا چاہتا ہے نجس ہونا معلوم نہ ہو یوں جس چیز کی نجاست

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اسکے علم وظن میں نہ تھی بعد کو کسی مسلمان ثقہ عادل کی خبر سے معلوم ہوا کہ یہ شی یا جگہ نجس تھی یا کسی مستور یا فاسق نے خبر دی اور اسکا دل اُسکے صدق پر جا تو وہ تیمم باطل تھا اگر اُس سے نماز پڑھی تھی اعادہ کرے ہاں کافر کی خبر کا اعتبار نہیں اور غیر عادل کی بات دل پر نہ جمے تو اُسکا لحاظ بھی ضرور نہیں اور اگر اُسے نجاست معلوم نہیں نہ بعد کو معلوم ہوئی تو تیمم صحیح ہوا اور نماز جائز اگرچہ علم الٰہی میں وہاں کوئی نجاست ہو شانزدہم خود یا اپنی نیت مذکورہ سے دوسرے کو اس میں تین مسئلے ہیں۔

(۱) یہ کہ جسطرح اپنے ہاتھوں آپ تیمم جائز ہے یونہیں یہ بھی روا ہے کہ بشرائط آئندہ دوسرے سے اپنے اعضا پر تیمم کرالے **اقول** مگر یہ بلا ضرورت مکروہ ہوگا جسطرح وضو میں دوسرے سے استعانت بلکہ اُس سے زائد کہ اسکے نفس جواز وصحت ہی میں بعض کو خلاف ہے کما ستسمع (۲) دوسرا اسکے حکم سے اسے تیمم کرائے حکم سے مراد اُسے دربارۂ تیمم اپنا وکیل ونائب کرنا ہے عام ازیں کہ صراحۃً ہو یا دلالۃً اگر کسی طرح اسکی جانب سے نائب بنانے پر دلالت نہ پائی گئی اور اُسنے بطور خود ہاتھ زمین پر مار کر اسکے مونھ اور ہاتھوں پر پھیر دیے تو تیمم نہ ہوگا (۳) ضرور ہے کہ یہ حکم دینے والا اُسکی ضرب کے وقت خود نیت کرے اُسکی نیت کافی نہیں مراقی الفلاح میں ہے فان نوی التیمم وامر بہ غیرہ فیممہ بحر الرائق میں ہے لو امر غیرہ بان یممہ جاز بشرط ان ینوی الآمر (الی ان قال) لما ان المامور اٰلۃ وضربہ ضرب للآمر فالعبرۃ للآمر اُسی میں معراج الدرایہ سے ہے لو امر غیرہ ان یممہ ونوی ھو جاز وقال ابن القاضی لایجزئہ ام والناوی ھو الآمر کما لایخفی **اقول** یہاں ذہن فقیر میں ایک تفصیل گزرتی ہے اتنا تو پہلے معلوم ہولیا کہ تیمم معہود میں نیت وقت ضرب شرط ہے بعد ضرب کافی نہیں مگر اُس حالت میں کہ ہاتھوں پر کافی مٹی قابل تیمم لگی ہوئی ہو کما تقدم تحقیقہ فی ذکر مذھب السیّد الامام ابی شجاع اب یہاں چار صورتیں ہیں کہ اخیر کی صورت دو ہوکر پانچ ہو جائینگی ایک یہ کہ زید نے عمرو سے کہا مجھے تیمم کرادے اُسنے قبول کیا دوسرے یہ کہ عمرو نے زید سے کہا میں تجھے تیمم کرادوں یا کہا میں تجھے تیمم کرائے دیتا ہوں زید نے کہا اچھا ان دونوں صورتوں میں تو ظاہر کہ تیمم بامر زید ہوا تیسرے یہ کہ عمرو نے کہا اور زید نے سکوت کیا اور اُسکی ضرب کے وقت نیت کرلی ظاہرًا اس صورت میں بھی جواز چاہیے کہ اُس نے اپنی تصریح قولی سے فعل ضرب زید کی طرف مضاف کیا اور زید نے اپنے سکوت سے اُسے قبول کہ ایسی جگہ سکوت دلیل رضا ہے تو اُن پہلی دو صورتوں میں زید کی طرف سے حکم صراحۃً تھا اور اس میں دلالۃً غمز العیون میں ہے الوکالۃ کما تثبت بالقول تثبت بالسکوت ولذا قال فی الظہیریۃ لو قال ابن العم للکبیرۃ انی ارید ان ازوجک نفسی فسکتت فتزوجھا جاز ذکرہ المصنف رحمہ اللہ تعالٰی فی باب الاولیاء والاکفاء فی شرح الکنز چوتھے یہ کہ نہ زید نے کچھ کہا نہ عمرو نے۔ عمرو نے بطور خود جنس ارض پر ہاتھ مارے اگرچہ اُسکے دل میں یہی ارادہ ہو

کہ زید کو تیمم کراؤنگا بظاہر اس مین دو صورتین نکلین گی ایک یہ کہ ضرب سے عمرو کے ہاتھون پر کافی مٹی قابلِ تیمم لگ گئی تھی اور جبوقت اُس نے ہاتھ اسکے عضو پر پھیرنے چاہے اس نے نیتِ تطہیر کر لی عام ازین کہ ضرب عمرو کے وقت اس نے نیت نہ کی ہو یا رجمًا بالغیب کر لی ہو اس صورت مین جواز ظاہر ہے کہ اب یہ تیمم تیمم معہود نہین بلکہ تراب حقیقی سے ہے اور اُس مین تراب و اعضا کو اتصال دیتے وقت ہی نیت چاہیے پھر بھی توکیل کی ضرورت باقی ہے کہ اسکی طرف سے فعل پایا جائے ورنہ ہوا اگر چہرہ و ذراعین پر غبار لاکر ڈالدے بے ہاتھ پھیرے تیمم نہ ہوگا اور خود بہ نیت تیمم اُڑتے غبار مین داخل ہوا کہ غبار تمام محل مطلوب کو پہنچ گیا تیمم ہو گیا کہ اسکا فعل سبب اتصال ہوا اسکی تحقیق کے لیے یہان اُس توکیل و انابت کا ایجاب و قبول بطور بیع بالتعاطی من الجانبین ہوگا کہ مذہب صحیح مین جائز ہے مثلًا روٹی کا نرخ معروف ایک پیسہ ہے بکر خالد کی دکان پر آیا چار پیسے اُسکے سامنے رکھکر چار روٹیان لے گیا نہ بکر نے کچھ کہا نہ خالد نے بیع صحیح و تام ہوگئی اذا تحا کہ یہ تیمم تیمم معہود نہ تھا وقتِ ضرب نیت شرط نہ ہوئی بلکہ اگر وقت ضربِ عمرو زید اپنے لیے نیتِ تطہیر کرتا بیکار تھی کہ وہ فعلِ ضرب صراحۃً و دلالۃً کسیطرح اُسکی طرف مضاف نہ تھا پرائے فعل پر نیت کیا معنے اور یہین سے ظاہر ہوا کہ اس صورت مین بھی زید کا حکم دلالۃً پایا گیا کہ جب اُس نے تراب آلودہ ہاتھون سے اسے تیمم کرانا چاہا اور اس نے قبول کیا اور نیت تطہیر کی یہ دلالۃً انابت ہوئی دوسرے یہ کہ عمرو کے ہاتھون پر مٹی نہ لگی یا لگی تھی اور اُس نے جھاڑ دی جیسا کہ مسنون ہے ظاہر اس صورت مین جواز نہ چاہیے کہ اسوقت عمرو کے خالی ہاتھ ہین تو یہ تیمم تیمم معہود ہی اور تیمم معہود مین وقتِ ضرب نیت لازم اور یہ نیت یہان نامتصور کہ اُسکی وہ ضرب زید کی طرف مضاف تھی نہ صرف دل کے ارادے سے ایک کا فعل دوسرے کی طرف مضاف ہو سکے جیسے عمرو زید کے ارادہ سے کوئی چیز خریدے عمرو ہی اُسکا مالک ہوگا صرف ارادہ سے زید کی نہین ٹھہر سکتی کما فی الدر وغیرہ ان الشراء متی وجد نفاذًا علی المشتری نفذ بخلاف اسکے کہ نہ زید نے عمرو سے کہا نہ عمرو نے زید سے کچھ تذکرہ کیا اور بطور خود زید کا نکاح ہندہ سے کر دیا اور زید کو خبر پہنچی اُسنے صراحۃً یا دلالۃً جائز رکھا نکاح نافذ ہو گیا کہ یہ امر عمرو کی طرف کسی طرح مضاف ہو سکتا ہی نہ تھا کہ عقد تصریحًا جانبِ زید مضاف تھا اور ضرب کف مین کوئی اضافت نہین ھذا ما ظھر فلیراجع ولیحرر والعلم بالحق عند العلی الاکبر ۔ اس صورتِ اخیرہ یعنی پنجم مین اگرچہ زید کی نیت تھی بھی حکم صراحۃً دلالۃً کسیطرح نہ ہونے سے جواز نہ ہوا اور اگر زید نے صراحۃً کہا مجھے تیمم کرادے اور نیت نہ کی یا کوئی بیکار نیت مثل نیت مس تیمم کی جب بھی جواز نہ ہوگا تو ظاہر ہوا کہ حکم و نیت دونون کا اجتماع چاہیے واللہ تعالٰی اعلم ہفدہم یا تو خود اس فعل سے یا اپنے خواہ اپنے مامور کے وہ کف الخ یہ تعمیم تیمم کی اُس تقسیم کی طرف اشارہ ہی جسکی تحقیق اوپر گزری کہ ایک تیمم معہود ہے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یعنی کفِ دست جنس ارض پر مار کر مونھ اور ہاتھوں پر پھیرنا دوسرا غیر معہود کہ اور کوئی فعل ایسا کرنا جسکے سبب بلاواسطہ ان اعضا کو جنس ارض سے اتصال ہو اسکی صورتین اور تفصیلیں بسط کامل کے ساتھ اوپر گزرین ۶ میحد ہم اُنکے اکثر کا مونھ اور ہاتھوں سے مس ہونا یہ تیمم معہود کی ایک شرط کی طرف اشارہ ہے کہ کفِ دست جو جنس ارض سے مس کیے گئے اُن کے کل یا اکثر سے مونھ اور دونوں ہاتھوں کا مسح ہو اگر صرف ایک یا دو انگلیوں سے مسح کریگا تیمم نہ ہوگا جیسے سَر اور موزوں کا مسح کہ اُن میں بھی اکثر کف شرط ہے بلکہ اُنسے بھی زیادہ کہ اگر وہاں ایک اُنگلی بار بار تر کر کے سر یا موزوں کے مختلف مواضع پر لگائی کہ اکثر کی مقدار کو پہنچ گئی مسح ہو گیا اور یہاں اگر ایک یا دو انگلیوں کو بار بار ضرب کر کے چہرہ یا ہاتھ کے مختلف مواضع پر پھیر کر استیعاب کیا تیمم نہ ہوگا کہ خود اکثر دست شرعاً معین ہے ظاہر ہے کہ یہ شرط تیمم معہود ہی میں ہے غیر معہود میں سرے سے مسح بالکف ہی کی ضرورت نہیں، وقد اھتدی لہ العلامۃ الشامی لکن ذکرہ متوقفا متأملا مستدرکا به علی الدر والبحر ولو سلم له ما اظھر الفیض اللطیف علی العبد الضعیف من تقسیم التیمم لم یکن شیئ من ھذہ قال فی الدر وشرطہ المسح وکونہ بثلاث اصابع فاکثر فقال رحمه اللّٰہ تعالٰی ھو مغنی قولہ فی البحر بالید او باکثرھا فلو مسح باصبعین لایجوز ولو کرر حتی استوعب بخلاف مسح الرأس فانه اذا مسحھا باصبع او باصبعین بماء جدید لکل حتی صار قدر ربع الرأس صح اھ امداد وبحر قلت لکن فی التاتارخانیۃ لو تمعک بالتراب بنیۃ التیمم فاصاب التراب وجھه ویدیه اجزاہ لان المقصود قد حصل اھ فعلم ان اشتراط اکثر الاصابع محله حیث مسح بیدہ تأمل اھ ثم

اقول اشتراطھم الید او اکثرھا فی التیمم المعھود وعدم اجزاء الاستیعاب باصبع او اصبعین نص فی تعیین الید وانما مقصودہ لایکفی الاستیعاب بغیرھا فلو امس خشبة او ثوبا او قرطاسا مثلا بجنس الارض وامرھا علی الوجه والذراعین لا اراہ یجوز الا ان یلتزق ھامن التراب مایستوعب المحل فیکون تیمما غیر معھود وذلک لان الشرع المطھر انما جعل التراب طھورا عند عدم الماء فان لم یکن التراب الحقیقی فلابد من الحکمی ولم یعرف التراب الحکمی شرعا الا الید اسمیت بالصعید الحقیقی ومن ادعی فیه ذلک فعلیه البیان کیف والامر تعبدی مافیه للقیاس یدان فما وقع فی الحلیة من قوله الشرط مجرد المس علی الارض او علی جنس الارض بالیدین او بغیرھما وامرار ذلک علی العضوین سواء التزق بالماس شیئ من ذلک اولم یلتزق اھ مما لست احصله ولا یحضرنی الان من غیرہ نعم یجوز امساس الکفین بحائل تابع لھما کخرقۃ ملفوفۃ علیھا کما مر فی تیمیم المیت الانثی والخنثی وکذا

الرجل اذا مسته حرة اجنبية وذلك لان مس التابع مس المتبوع كمس جلد المصحف الشريف وغلافه الغير المتجافی عنه وكذلك اذا كان على كفيه ضماد متجسد وقد يبس جاز له الضرب بهما فان ضرة ازالته كان الضرب هكذا مسحا لكفيه فيما اعلم والله تعالٰی اعلم فان اراد هذا فذاك مع شدة ما فيه من الايهام والا فهو مشكل والله تعالٰی اعلم **نوز دہم** جدا جدا اتصالوں سے یہ اسلئے کہا گیا کہ تیمم معہود میں کف کو ایکبار جو اتصال جنس ارض سے دیا گیا وہ ایک ہی عضو کے مسح کو کافی ہوتا ہے ایک اتصال سے دو عضووں کا مسح جائز نہیں مثلاً ایکبار دونوں ہتھیلیوں سے ضرب کرکے چہرہ کا مسح کرلیا تو اب ان میں کسی ہتھیلی سے کسی ہاتھ کا مسح جائز نہیں ہاتھوں کے لیے ضرب جدید چاہیے اور اگر دونوں ہتھیلیاں ضرب کرکے ایک ہتھیلی سارے مونھ پر پھیرے اور دوسری ایک ہاتھ پر تو یہ جائز ہے مگر دوسرے ہاتھ کے لیے پھر ضرب جدید کی حاجت ہے سراج وہاج وجوہرہ نیرہ وہندیہ میں ہے ولو مسح باحدی یدیه وجهه وبالاخری احدی یدیه اجزأه فی الوجه والید الاولی ویعید الضرب للید الاخرٰی ولہذا اگر میت کو تیمم کرایا یا دوسرے شخص نے کسی زندہ کو اور ایکبار دونوں ہتھیلیاں جنس ارض پر مار کر چہرہ پر پھیریں دوبارہ ضرب کرکے دونوں ہتھیلیوں سے اُسکے ایک ہاتھ کو مسح کیا تو دوسرے ہاتھ کے لیے تیسری ضرب کی حاجت ہے یہ وہ تیمم ہے کہ دو ضربوں سے جائز نہ ہوگا ولہذا ہم نے عدد سے مقید نہ کیا بلکہ جدا جدا اتصال کہا وهذا هو محمل ما فی جامع الرموز عن العمان لو يمم غيره يضرب ثلثا للوجه واليمنی واليسرى واقره فی الدر اھ قال ش العمان كتاب غريب والمشهور فی الكتب المتداولة الاطلاق وهو الموافق للحديث الشريف التيمم ضربتان الا ان يكون المراد اذا مسح يد المريض بكلتا يديه فحينئذ لا شبهة فی انه يحتاج الی ضربة ثالثة يمسح بها يده الاخرى اھ **بستم** مونھ اور کہنیوں کے اوپر ہر ہاتھ ہم نے اور کہا پھر نہ کہا اسلیے کہ وضو کیطرح تیمم میں بھی ترتیب شرط نہیں کما فی البحر چاہے پہلے مونھ کا مسح کرے یا پہلے دہنے ہاتھ یا بائیں کا یا سب اعضا کا ایک ساتھ جیسے بگھلے وغیرہ سے تیمم میں گزرا ہاں تیمم معہود میں ترتیب سنت ہے جسطرح وضو میں کہ پہلے دونوں ہتھیلیوں سے چہرہ کا مسح ہو پھر بائیں ہتھیلی سے سیدھے ہاتھ کا پھر سیدھی سے بائیں کا **اقول** تیمم معہود میں بارہ صورتیں ہوئیں (۱) طریق مسنون کہ ابھی مذکور ہوا (۲) پہلی ضرب میں دونوں ہتھیلیوں سے چہرہ کا اور دوسری ضرب میں پہلے بائیں ہاتھ پھر دہنے کا (۳) پہلی ضرب میں دہنی ہتھیلی سے مونھ کا مسح کرے پھر بائیں سے داہنے ہاتھ کا پھر دہنی ہتھیلی سے دوسری ضرب کرکے بائیں ہاتھ کا (۴) اسکا عکس کہ پہلے بائیں ہتھیلی سے مونھ کا پھر دہنی سے بائیں ہاتھ کا پھر بائیں سے دوسری ضرب کرکے دہنے کا (۵) پہلی ضرب میں بائیں ہتھیلی سے دہنے ہاتھ کا پھر دہنی

موںھ کا پھر دہنی کی دوسری ضرب سے بائیں ہاتھ کا (۶ تا ۸) اولًا بائیں ہتھیلی سے دہنے ہاتھ کا پھر دہنی سے بائیں کا پھر دہنی خواہ بائیں خواہ دونوں کی ضرب سے موںھ کا (۹) ضرب اول میں دہنی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کا پھر بائیں سے موںھ کا پھر بائیں کی دوسری ضرب سے دہنے ہاتھ کا (۱۰ تا ۱۲) پہلے دہنی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کا پھر بائیں سے دہنے ہاتھ کا پھر دہنی خواہ بائیں خواہ دونوں کی ضرب سے موںھ کا۔ تیمم ان سب طریقوں پر صحیح ہوگا اور سنت سے منقول صرف اول **بست و یکم** کوئی حصہ ایسا نہ رہے یہ شرط استیعاب کا بیان ہے کہ جتنے موںھ اور جتنے ہاتھوں کا دھونا وضو میں فرض ہے اُس تمام حصہ پر تیمم غیر معہود میں جنس ارض اور معہود میں ہاتھ کا پہنچنا فرض ہے یہی صحیح ہے اور یہی ظاہر الروایۃ اور اسی پر اعتماد تو اگر ایک بال کی نوک بھی ہاتھ یا جنس ارض پہنچنے سے باقی رہ گئی تیمم نہ ہوگا تو لازم ہے کہ انگوٹھی چھلے کنگن پہنچیاں چوڑیاں کف دست اور کلائی کا ہر گہنا اُتار لیا جائے یا اُسے ہٹا ہٹا کر مسح یا ایصال جنس کیا جائے کما فی البحر والدر وغیرھما عامۃ الاسفار **اقول** تو یہاں وضو سے زیادہ اہتمام لازم خصوصًا تیمم معہود میں کہ ڈھلکتا ہوا پانی یا اڑتا ہوا غبار خود بھی رسائی کی چیز ہے اور ہاتھ تو جہاں پہنچایا جائے وہیں پہنچے گا **ثم اقول** مواضع حرج کہ ہم نے الجود الحلو میں ذکر کیے یہاں بھی واجب الاستثنا ہیں ماجعل علیکم فی الدین من حرج تیمم کی شروعیت ہی دفع حرج کے لیے ہوئی تو جسمیں خود حرج نہیں بلکہ اُسکی نگاہداشت میں حرج ہے جیسے کوئے میں سرمہ وغیرہ وہ بیخبری میں معاف ہے بعد اطلاع معاف نہیں اور جسمیں خود حرج ہے جیسے آنکھ کے ڈھیلے وغیرہ وہ مطلقًا معاف ہے عفا اللّٰہ تعالٰی عنا مطلقا بالاطلاق فینا و فی ذنوبنا ۔ وصلی اللّٰہ تعالٰی وبارک وسلم علٰی ھادی قلوبنا ۔ وماحی عیوبنا ۔ وکاشف کروبنا ۔ واٰلہٖ وصحبہ ۔ وابنہ وحزبہ ۔ اجمعین ابد الاٰبدین عدد خلق اللّٰہ فی کل اٰن وحین ۔ والحمد للّٰہ رب العٰلمین ۔ بحمد اللّٰہ تعالٰی یہاں تک تعریف رضوی کی شرح مبسوط تھی کہ نہ ایسی تعریف کہیں ملے نہ کوئی ایسی شرح پائے اور اُسی کے ختم سے سوال اول کا جواب ختم ہوا جو بفضلہٖ تعالٰی ایسی تحقیقات جلیلہ جزیلہ بدیعہ رفیعہ پر مشتمل ہے جنکی نظیر نظر نہ آئے ذٰلِکَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

سوال دوم

جسطرح طہارت سے پانی مستعمل ہوجاتا ہے کہ دوبارہ وضو کے قابل نہیں رہتا تیمم سے مٹی بھی یونہی مستعمل ہوجاتی ہے

یانہیں بینوا توجروا

الجواب

اقول وباللہ التوفیق ہم اوپر بیان کر آئے کہ تراب یعنی جنس ارض دو۲ قسم ہے حقیقی جسکا بیان رسالہ المطر السعید مین گزرا اور حکمی کہ وہ ہاتھ ہین کہ بہ نیت تطہیر جنس ارض سے مس کیے گئے یہ تراب حکمی ضرور بالاجماع مستعمل ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہر عضو پر جدا اتصال سے مسح شرط ہے جسکا بیان ابھی افادہ نوزدہم مین گزرا اور اسی کے ثمرات سے ہین تیمم کی وہ ترکیبین جو مشائخ نے مستحسن رکھین جن مین ہتھیلی کے حصون کو ذراع کے مختلف حصون پر تقسیم فرمایا کہ ہر حصہ کا نئے حصہ سے مس ہو تاکہ حتی الامکان تراب مستعمل کے استعمال سے احتراز ہو کما تقدم ذکرہ فی سابع ابحاثنا علی الوجہ السادس من وجوہ حد التیمم یہان یقیناً تراب مستعمل سے یہی تراب حکمی مراد ہے کہ یہ صورتین تیمم معہود کی ہین اور تیمم معہود مین تراب حکمی ہی درکار ہے تراب حقیقی کی اصلاً حاجت نہین بلکہ لگی ہو تو اُسکے جھاڑ دینے جھاڑ دینے کا حکم ہے ایک دفعہ مین نہ چھوٹے تو جتنی بار مین صاف ہو جائے پھر انھون نے یہ ترکیبین عام افادہ فرمائی ہین اگرچہ تیمم دُھلے ہوئے پتھر پر ہو جہاں تراب حقیقی وہ اصلاً مستعمل نہین ہوتی جوہرہ نیرہ مین ہے التیمم لایکسب التراب الاستعمال طحطاوی علی الدر المختار مین ہے التراب لایوصف بالاستعمال **اقول** فقیر کے نزدیک یہی تحقیق ہے اور اس پر متعدد روشن دلائل قائم وباللہ التوفیق **دلیل اول** نصوص صریحہ یہان مٹیان دو۲ ہین ایک تو وہ جسپر ہاتھ مارے وہ تو بلاشبہہ مستعمل نہین ہوتی جسپر اجماع کہنا کچھ مستبعد نہین لولا ان عبر عنہ ف غنیۃ ذوی الاحکام عن البرھان بالاصح المشیر الی قوۃ فی الخلاف مع انہ فی غایۃ الغرابۃ روایۃ والسقوط درایۃ فیما اعلم واللہ تعالٰی اعلم فتاوٰی امام قاضیخان اذا تیمم الرجل عن موضع تیمم عنہ غیرہ جاز شلبیہ علی الزیلعی قال الزاھدی لوتیمم جماعۃ بحجر واحد اولبنۃ او ارض جاز کبقیۃ الوضوء محیط سرخسی وسندیہ لوتیمم اثنان من مکان واحد جاز تاتارخانیہ وعلمگیری اذا تیمم مرارا من موضع واحد جاز درمختار جاز تیمم جماعۃ من محل واحد جوہرہ نیرہ لوتیمم رجل من موضع وتیمم اٰخر بعدہ منہ جاز منیہ وحلیہ اذا تیمم الرجل من موضع فتیمم اٰخر من ذلک الموضع ایضا جاز کما فی غیر ما کتاب من الکتب المعتبرۃ فی المذہب بالجملہ مسئلہ ظاہر ہے اور عبارات وافر غیر ان الغنیۃ ابدت فیہ تشکیکا ان ھذا علی قول من لم یجعل الضربۃ من التیمم ظاہر واما علی قول من جعلھا منہ ففیہ اشکال اھ **اقول** لافرق علی القولین ولا اشکال فی البین **اما اولا** فلما اعلمناک فی البحث السابع المذکور ان الضرب المنوی یطہر الکفین ھو الصحیح فلاتمسھا بعد فثبت اسقاط

ف۱: تطفل ۴۰۴ علی البرھان و الشرنبلالی

ف۲: مسئلہ: ایک جگہ سے ہزار آدمی تیمم کریں جائز ہے

مسئلہ: کسی جگہ سے ایک شخص نے تیمم کیا اگر ہزار دن آدمی خاص اسی جگہ سے تیمم کریں سب کا تیمم صحیح ہے کہ جس مٹی سے تیمم کیا وہ مستعمل نہیں ہوتی

ف: تطفل ۴۰۵ علی الغنیۃ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الفرض بنفس الضرب وان لم يرتفع الحدث بعد لعدم تجزيه كماء غسل به المحدث بعض اعضائه و هذا لا يتخالف فيه القولان فاذا ثبت به الاستعمال حصل علی کل منهما الاشکال واما ثانیاً فلان المحدث اذا ادخل رأسه الاناء لا یصیر الماء مستعملا کما فی الخانیة وکذا الخف والجبیرة کما فی البحر والصحیح ان المسألة وفاقیة کما بیّنا فی الطرس المعدل والنمیقة الانقی من اخرهما والتیمم الامسح فلا یفید الاستعمال ۰ وبه زال الاشکال ۰ والله تعالٰی اعلم بحقیقة الحال ۰ دوسری وہ مٹی کہ بعض صورتوں میں ہاتھوں کو لگتی ہے یہ اگر جھاڑ دی گئی جیسا کہ مسنون ہے جب تو اسکے مستعمل ہونے کی کوئی وجہ نہیں کہ ہتھیلیاں نفس ضرب سے پاک ہوگئیں یہ مٹی پاک ہتھیلیوں کو لگی تھی نہ اُن سے ملکر مستعمل ہو سکتی ہے نہ اُن سے چھوٹکر اور اگر نہ جھاڑی گئی اور چہرہ وہر دو دست کو لگی تو اسوقت بھی مستعمل نہ ہوگی کہ مذہب صحیح میں استعمال کے لیے انفصال شرط ہے کما مر فی الطرس المعدل تو اگر مستعمل ہوتی تو چہرہ و ذراعین سے چھوٹ کر اور کتب مذہب میں نص صحیح ہے کہ وہ اُسوقت بھی مستعمل نہ ہوگی یہانتک کہ اگر تیمم کرنے والوں کے چہرہ و دست سے جھڑی ہوئی مٹیاں جمع کر لیجائیں کہ قابل ضرب ہو جائیں اور کوئی اُنسے تیمم کرے جب بھی جائز ہے درایہ شرح ہدایہ امام قوام الدین کاکی پھر شلبیہ علی شرح الکنز للزیلعی نیز بنایہ امام عینی میں ہے یجوز التیمم بالتراب المستعمل عندنا وفی قول للشافعی وفی ظاہر مذھبہ لایجوز والمستعمل ماتناثر من العضو اھ حاشیہ علامہ سید احمد مصری علی الدر المختار میں ہے التراب لایوصف بالاستعمال ولو الذی علق بید یہ حتی لو جمع ما علق بایدی المتیممین یجوز علیہ التیمم تو ثابت ہوا کہ جنس ارض کسیطرح مستعمل نہیں ہوتی **نص اجل** امام اجل شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ تعالٰی نے تصریح فرمائی کہ تیمم میں جو مونھ اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے یہاں کوئی چیز ایسی نہیں کہ مستعمل ہو جائے فتح القدیر میں ہے واختیار شمس الائمة ان المنع فی مد الاصبع والاثنتین غیر معلل باستعمال البلة بدلیل انه لو مسح باصبع او اصبعین فی التیمم لا یجوز مع عدم شیئ یصیر مستعملا خصوصا اذا تیمم علی الحجر الصلد اھ وقد ذکرنا وجه هذا الخصوص اخر رسالتنا الطرس المعدل **دلیل دوم** نصوص صریحہ بوجہ آخر فتح القدیر میں ہے هل یأخذ التراب حکم الاستعمال فی الخلاصة وغیرها لو تیمم جنب او حائض من مکان فوضع اخر یدہ علی ذلك المکان فتیمم اجزاہ والمستعمل هو التراب الذی استعمل فی الوجه والذراعین اھ وهو یفید تصور استعماله وکونه بان یمسح الذراعین بالضربة التی مسح بها وجهه لیس غیر اھ بحر الرائق میں ہے فی المحیط والبدائع لو تیمم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اثنان من مكان واحد جاز لانه لم يصر مستعملا لان التيمم انما يتأدّى بما التزق بيده لا بما فضل كالماء الفاضل فى الاناء بعد وضوء الاول اھ وھو یفید تصور استعماله وقصرہ علی صورة واحدة وھی ان یمسح الذراعین بالضربة التی مسح بھا وجھه لیس غیر طحطاوی علی مراقی الفلاح مین ہے قال فی الفتح ھذا یفید تصور استعماله وھو مقصور علی صورة واحدة وھو ان یمسح الذراعین بالضربة التی مسح بھا وجھه لاغیر کسی صریح تصریح ہی کہ مستعمل ہونا صرف تراب حکمی کے لیے ہے کہ ایک ضرب سے دو عضو کا مسح نہیں ہو سکتا اور یہ کہ اسکے سوا کوئی صورت تراب کے مستعمل ہونیکی نہیں **دلیل سوم** نصوص عامۂ ائمہ و علمائے قدیم و حدیث و متون و شروح و فتاوٰے **اقول** بحمد اللہ تعالٰی پہلے تمام ائمہ و علما نے جملہ کتب مذہب مین تیمم کے لیے صعید طاہر کی قید لگائی جس سے ثابت و روشن کہ تیمم کیلیے جنس ارض کی صرف طہارت درکار تو لازم کہ ہر صعید طاہر مطلقًا مطہر ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا اور جنس ارض بھی پانی کیطرح کبھی طاہر غیر مطہر بھی ہوتی تو واجب تھا کہ مطہر کی شرط لگاتے صرف طاہر پر اکتفا صحیح نہ ہوتا مگر وہ اسی پر اطباق فرمائے ہوئے ہین تو صراحۃً بتارہے ہین کہ مٹی مستعمل نہیں ہوتی قدوری تحفۃ الفقہا ہدایہ وقایہ نقایہ مختار وافی کنز غرر اصلاح ملتقی نور الایضاح مین کہ سب متون معتمدۂ مذہب ہین یہی لفظ طاہر یا طہارت کہا اور شراح نے اُسے مقرر رکھا مختصر مین ہے یتیمم بصعید طاهر وقایہ ونقایہ ووافی وغرر واصلاح مین ہے علی کل طاهر من جنس الارض کنز وغیرہ مین ہے بطاهر من جنس الارض ملتقی الابحر مین ہے شرطه طهارة الصعيد بدائع مین ہے ومنها ان يكون التراب طاهرا ہدایہ مین ہے لان الطيب اريد به الطاهر فى النص تبیین مین ہے صعيدا طيبا اى طاهرا اُسی مین نیز عنایہ و فتح وغنیہ مین ہے الطاهر مراد بالاجماع بدائع مین ہے معنى الطهارة صار مرادا بالاجماع حتى لا يجوز التيمم بالصعيد النجس مجمع الانہر مین ہے الطيب هناك بمعنى الطاهر بدلالة قوله تعالٰى ولكن يريد ليطهركم نہایہ و عنایہ وعامہ شروح ہدایہ مین ہے التيمم القصد الى الصعيد الطاهر للتطهير جواہر اخلاطی مین ہے قصد مخصوص الى طاهر من جنس الارض محقق على الاطلاق و بحر الرائق وغنیہ ذوی الاحکام کی عبارتین تعریف چہارم مین گزرین کہ الحق انه اسم لمسح الوجه واليدين عن الصعيد الطاهر علامہ ابن کمال پاشا و مجمع الانہر کی عبارت تعریف پنجم مین گزری هو طهارة حاصلة باستعمال الصعيد الطاهر بالجملہ یہ عبارت قدیمًا و حدیثًا مجمع علیہا چلی آئی سب سے پہلے فاضل ابن وہبان نے اپنے منظومہ مین لفظ مطہر کہا حیث قال ؎ وعذرك شرط ضهانا زونية ＋ والاسلام والمسح الصعيد المطهر **اقول** جنس ارض مین طاہر و مطہر متلازم ہین اور قافیہ طاہر ہوجہ

دخل تاسیس قوانی غیر موسسہ مین نہ آسکتا لہذا مطہر کہا مگر علامہ صاحب بحر نے یہ تدقیق نکالی کہ طاہر سے مطہر اولٰی ہے

اور عبارت کنز پر کہ وہی عبارت جملہ ائمہ ہے اعتراض فرمایا جسکا بیان صدر کتاب[1] مین گزرا طرفہ یہ کہ انھین بحر محقق نے باتباع

محقق علی الاطلاق تصریح فرمائی کہ تیمم صعید طاہر سے مسح عضوین کا نام ہے کما تقدم فی الوجہ الرابع جس سے ظاہر کہ کنز

وجملہ ائمہ پر وہ اعتراض محض ایک جوشش قلم تھا پھر بھی اُنکے تلمیذ شیخ الاسلام غزی نے تنویر اور مدقق علائی نے درمختار اور

ازہری وخادمی وطحطاوی وشامی ان قریب العہد متاخرین علما نے اس مین اُنکا اتباع کیا بل وقع المیل الی نحوہ للعلامۃ

الشرنبلالی فی شرح الوھبانیۃ اذ قال تحت البیت المذکور اشتمل البیت علی شرائط التیمم وھی ستۃ

السادسۃ الصعید الطھور وھو الذی لم تصبہ نجاسۃ والارض اذا اصابتھا نجاسۃ وذھب اثرھا لم یجز

التیمم منھا فی ارجح الاقوال وتصح الصلاۃ علیھا پھر ان حضرات نے بھی اُسکی وجہ یہ نہ بتائی کہ تراب مستعمل سے احتراز

ہے بلکہ اُس زمین سے احتراز جسے نجاست پہنچی اور خشک ہوکر بے اثر ہوگئی وقد تقدمت عبارۃ البحر والدر و

الباقون انما تبعوھا محققین نے یہ احتراز خود نفس لفظ طاہر سے ثابت فرمایا امام ملک العلما کا کلام اور اُسکی تحقیق تام

اور یہ کہ یہی عامہ شراح ہدایہ کا مسلک عام اور یہی باقرار صاحب بحر جمہور اکابر کا مفاد کلام اور بحر کی اسمین بحث ناتمام اور اُسکے

جوابات موضح مرام یہ سب کچھ اوپر گزرے[2] ایضاح الاصلاح مین ہے لایجوز علی مکان فیہ نجاسۃ وقد زال اثرھا مع

انہ تجوز الصلاۃ فیہ لانہ لایخلو من اجزاء النجاسۃ وھی وان قلت تنافی وصف الطیب شرح نقایہ برجندی

مین ہے المراد بالطاھر الطاھر الکامل لتخرج ارض اصابتھا نجاسۃ نورالایضاح ومراقی الفلاح مین ہے

(بطاھر) طیب وھو الذی لم تمسہ نجاسۃ ولو زالت بذھاب اثرھا **تنبیہ جلیل اقول** و

باللہ التوفیق یہ دلائل ظاہرہ باہرہ کہ ہمنے تقریر کیے انھین کے ضمن مین وہ شبہات حل ہوگئے کہ دو مسئلون کی تقریر

دلیل مین کلمات معللین سے گزرتے **پہلا مسئلہ** تیمم کی ترکیب احسن کہ یون یون کرے تاکہ حتی الامکان استعمال مستعمل

سے بچے جسکا بیان دلیل اول مین گزرا کہ یہ تراب حکمی کا ذکر ہے وہ بیشک مستعمل ہوتی ہے علامہ شامی نے منحۃ الخالق مین

اُسکی دوسری طرح تاویل چاہی کہ استعمال سے مراد استعمال صوری ہے ولم یستقم لہ لانھم

ذکروا بعدہ مایعین الاستعمال الحقیقی قال فی البحر بعد ذکر صفۃ التیمم ھو الاحوط لان فیہ احترازا

عن استعمال المستعمل بالقدر الممکن فان التراب الذی علی یدہ یصیر مستعملا بالمسح حتی لوضرب

یدیہ مرۃ ومسح بھما وجھہ وذراعیہ لایجوز ام ومثلہ فی الحلیۃ ومجمع الانھر وغیرھما وھو برمتہ ماخوذ

من البدائع **قال** فی المنحۃ قولہ یصیر مستعملا بالمسح فیہ نظر لانہ ان استعمل باول الوضع لزم

[1] یعنی کتاب حسن التعمم ۱۲
[2] یعنی رسالہ حسن التعمم میں ۱۲

قطعۃ تطفل
حسن التعمم
علی البحر

ان لا يجزئ فى باقى العضو ولا يستعمل باول الوضع كالماء لا يلزم ما ذكره وهو كذلك يؤيده ما قال العارف فى شرح هدية ابن العماد عن جامع الفتاوى وقيل يمسح بجميع الكف والاصابع لان التراب لا يصير مستعملا فى محله كالماء اھ ولذا عبر بعضهم فى هذه الكيفية بقوله والاحسن اشارة الى تجويز خلافه اھ **اقول** هذا بحمد الله تعالى ما قد جنحنا اليه + وقد منا تحقيقه بما لا مزيد عليه + وان الاحتراز الذى اراده الصدر غير ميسور لا مقدور بل احسنيته ايضا لا محل لها لانه ان صار مستعملا لم يجز والا فالتكلف لا يحسن لكونه اشتغالا بما لا يجدى **قال** الا ان يقال المراد انه يصير مستعملا صورة لا حقيقة اھ **اقول** بل هو مستعمل صورة وحقيقة الا ترى الى تعريف التيمم فى البدائع وكثير من الكتب انه استعمال الصعيد فى عضوين مخصوصين وفى التبيين والجوهرة استعمال جزء من الارض وفى التنوير استعماله بصفة مخصوصة وفى الايضاح طهارة حاصلة باستعمال الصعيد وقد قال العلامة ش الاستعمال هو المسح المخصوص كما تقدم كل ذلك فى التعريفات فلا شك ان التراب يستعمل فى العضوين كالماء فى الاعضاء انما الكلام فى انه هل يسلب بذلك وصف الطهورية ام لا ولم يتنبه له قول الدراية والبناية يجوز التيمم بالتراب المستعمل عندنا فقد سمياه مستعملا وابقياه طهورا نعم يراد فى الماء بالمستعمل المسلوب الطهورية كناية لانه حكمه فان اريد هذا كان الحاصل ان هذا التراب يصير مسلوب الطهورية صورة لا حقيقة وهذا لا يكاد يرجع الى طائل **قال** ولكن الفرق ظاهر بين هذا وبين قوله حتى لو ضرب يديه مرة الخ تأمل اھ **اقول** رحمكم الله ورحمنا بكم انما عرض لكم هذا لعدم الفرق بين التراب الحقيقى والحكمى الحكمى يصير مسلوب الطهورية حقيقة وهو المراد ههنا قطعا فلا تاويل ولا خلف غير انه لا يجدى بهم لانه ما دام فى عضو واحد لا يصير مستعملا بالاجماع + والا وجب لكل عضو ضربات وهو منتف بلا نزاع + بل على كراهته اجماع + وبالجملة لم اعلم لهذا الاحتياط + وجها يحصل به للقلب نشاط + **فان قلت** يلزمهم مثل ذلك فى ما استحسنوا فى صفة مسح الراس والاذنين والرقبة كما ذكره فى الخلاصة والعناية والمنية وفى الحلية عن الزاهدى عن البحر المحيط وفى النهر وغيرها من الاسفار الغر وقال فى الحلية توارده غير واحد من المتاخرين من غير تعقب اھ وهذا لفظ الخلاصة استيعاب الراس سنة وكيفيته ان يبل كفيه واصابع يديه ويضع بطون ثلثة اصابع من كل كف على مقدم الراس ويعزل السبابتين

والابهامين ويجافي الكفين ويجرهما الى مؤخر الرأس ثم يمسح الفودين بالكفين ويمسح ظاهر الاذنين بباطن الابهامين وباطن الاذنين بباطن السبابتين حتى يصير ماسحا ببلل لم يصر مستعملا اھ زاد التاليان والنهر ويمسح رقبته بظاهر اليدين زاد غير الخلاصة والمنية هكذا روت عائشة رضی الله تعالى عنها مسح رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اھ قال في الحلية الله تعالى اعلم به نعم ما اشتملت عليه الكيفية المذكورة من انه يمسح ظاهر اذنيه بباطن ابهاميه وباطن اذنيه بباطن مسبحتيه هو السنة في مسحهما كما تقدم في حديث عمرو بن شعيب واخرجه ابن ماجة ايضا بسند صحيح عن ابن عباس رضی الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بمعناه اھ اقول كلا فان ثم بلة تنفد بالمد فارادوا استحفاظها كيلا يحتاج الى ماء جديد قال في الفتح اما ما روى انه صلى الله تعالى عليه وسلم اخذ لاذنيه ماء جديدا فيجب حمله على انه لفناء البلة قبل الاستيعاب واذا انعدمت البلة لم يكن بد من الاخذ كما لو انعدمت في بعض عضو واحد اھ اما ههنا فليس الا وصف حكمي اكسبته الضربة اليد لتطهير عضو واحد فلا يزول مادامت اليد على احد الاعضاء الثلثة اعني الوجه والذراعين ثم رأيت العلامة سعدي افندی قال على قول العناية حتى يصير ماسحا ببلل لم يصر مستعملا مانصه اقول حقيقة وان لم يصر مستعملا حكما في عضو واحد فلا يخالف ماسيأتي بعد اسطر اھ اي مما يفيد عدم استعمال الماء في عضو واحد اقول هذا اعين ما فهمته ولله الحمد وقد انقطع به نزاع طال فرده الامام العلامة الزيلعي ووافقه المحقق على الاطلاق وتبعهما ابن امير الحاج بانه لا يفيد لانه لابد من الوضع والمد فان كان مستعملا بالوضع الاول فكذا بالثاني فلا يفيد تاخيره اھ بل قال الامام فقيه النفس الاستيعاب في مسح الرأس سنة وصورة ذلك ان يضع اصابع يديه على مقدم رأسه وكفيه على فوديه ويمدهما الى قفاه فيجوز واشار بعضهم الى طريق اخر احترازا عن استعمال الماء المستعمل الا ان ذلك لا يمكن الا بكلفة ومشقة فيجوز الاول ولا يصير الماء مستعملا ضرورة اقامة السنة اھ فان كل ذلك مبناه على اخذ الاستعمال بمعنى الحكمي وانما المراد الحقيقي اي ليصير ماسحا ببلل طري لم يذهب بالمسح ولم يستقله الاستعمال والعلم بالحق عند ذي الجلال۔ **دوسرا مسئلہ** کہ ایک ہی جگہ پر دونوں ضربیں ہونا یا ایک جگہ سے ایک شخص کا چند بار خواہ یکے بعد دیگرے ایک جماعت کا تیمم کرنا سب روا ہے اسکی تعلیل میں فرمایا کہ یہ مٹی تو ایسی ہی جیسے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ایک شخص کے وضو کے بعد لوٹے میں بچا ہوا پانی کہ دوبارہ خواہ دوسرے کو اُس سے وضو جائز ہے استعمال تو اُسکا ہوا جو ہاتھ میں آئی یہ تقریر علامہ برجندی و فاضل عبدالحلیم رومی نے بطور تنزل ذکر فرمائی کہ مٹی مستعمل نہیں ہوتی اور بالفرض ہو بھی تو وہ ہوگی جو اعضا کو لگ کر جھڑی نہ یہ جسپر ضرب کی شرح نقایہ میں ہے (علی کل طاہر) متعلق بضربتین لا یقال فی یدل الکلام علی ان الضربتین تکونان علی موضع واحد مع ان التراب یصیر مستعملا بالضربۃ الاولی لانا نقول لو سلم ذلک فالتراب المستعمل ھو الذی ینتثر من الوجہ والیدین لا الذی وضع الید علیہ صرح بہ صاحب الخلاصۃ بعینہ اسی طرح حاشیۂ درر میں ہے ولفظہ فی الجواب قلت کون التراب مستعملا غیر مسلم ولئن سلم فالتراب المستعمل الخ ظاہر ہے کہ یہ کچھ محل اشتباہ نہیں ہاں خلاصہ و محیط و بدائع کی عبارتیں کہ فتح و بحر سے دلیل دوم میں گزریں بلا اظہار تنزل ہیں خلاصہ ہی کی عبارت جامع الرموز میں لی اور بجائے ضرب شخص دیگر ضرب دیگر سے تصویر کی کہ لو ضرب علی طاہر للوجہ ثم علیہ للید اجزأہ لان المستعمل ھو التراب المستعمل فی الوجہ والید کما فی الخلاصۃ اسی کے مثل بزازیہ و مراقی الفلاح میں ہے اول نے فرمایا التیمم بموضع تیمم بہ اٰخر یجوز لانہ لم یرفع مستعمل الاول اور ثانی نے لعدم صیرورتہ مستعملا لان التیمم بما فی الید اور محیط و بحر کے مثل شامی میں نہر سے ہے کہ لم یصر مستعملا اذ التیمم انما یتأدی بما التزق بیدہ لا بما فضل اور بدائع کے مثل حلیہ اور اسی طرح شلبیہ میں ولوالجیہ سے ہے کہ التراب المستعمل ما التزق بید المتیمم الاول لا ما بقی علی الارض اخیر کے لفظ ہیں جاز لان التراب لا یصیر مستعملا لان المستعمل ما التزق بیدہ وھو کفضل ما فی الاناء علامہ ابرہیم حلبی نے دیکھا کہ مٹی کا ہاتھوں میں لگنا یا چہرہ و دست پر مسح کیا جانا موجب استعمال نہیں ہو سکتا جیسے پانی کہ جبتک بعد استعمال عضو سے انفصال نہ ہو مستعمل نہ ہوگا لہذا قید انفصال زائد کی کہ جاز لانہ لم یصر مستعملا انما المستعمل ما ینفصل عن العضو بعد المسح قیاسا علی الماء شامی میں اسے نقل کرکے مقرر رکھا **اقول** یہی ہے وہ جسے فاضلین برجندی و رومی نے تنزل میں لیا اور یہی ہے وہ جسے امام قوام الدین کاکی و امام بدرالدین عینی نے صراحۃً فرمایا کہ مذہب حنفی میں اُس سے تیمم جائز ہے امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خلاف ہے بالجملہ ان عبارات کا تنوع یوں آیا و المتأمل لا یخفی علیہ الفرق اذا امعن النظر ان شاء اللہ تعالٰی نہ کشف شبہہ وہ بحمد اللہ تعالٰی امام محقق علی الاطلاق و خاتمۃ المحققین علامہ زین بن نجیم رحمہما اللہ تعالٰی نے بروجہ احسن فرمادیا انھیں عبارات کو نقل کرکے اولاً فرمایا ان سے سمجھا جاتا ہے کہ مٹی کا مستعمل ہونا بھی ایک صورت رکھتا ہے جس سے روشن کہ اُسکا مستعمل ہونا غایت خفا میں ہے پھر اُس صورت کی تعیین فرمائی کہ جس ضرب سے ایک عضو پر مسح کیا اُس سے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دوسرے پر نہین کرسکتا اور صاف فرمادیا لاغیر۔ لیس غیر بس صرف یہی ایک صورت ہے اور اصلا کوئی شکل نہین جسمین مٹی پر حکم استعمال طاری ہو یہ بداہۃً اُسی تراب حکمی کا حکم ہے حقیقی یہان قطعًا ساقط النظر بلکہ مسنون الانالہ ہے تو ثابت ہوا کہ مستعمل فی الوجہ والید یا مستعمل الاول یا ملاقی الید درکنار کہ تراب حکمی کے صاف محتمل ہین مالالتزق بیدٖ سے بھی یہی مراد ہے یعنی وہ وصف تطہیر کہ کفین نے مساس ارض بالنیۃ سے حاصل کیا **اقول**[۳۰۴۹]

اولا یہ خود عبارت محیط و بحر و نہر وغیرہم سے روشن کہ اُنہون نے حصر فرمایا کہ تیمم اُسی سے ادا ہوتا ہے جو ہاتھ مین لگے یہ حصر صحیح نہین ہوسکتا مگر تراب حکمی مین کہ حقیقی کا ہاتھ مین لگا ہونا قطعًا ضرور نہین خصوصًا نہر کا اُسکے بعد فرمانا کہ چکنے پتھر پر ہو تو بالا دلے جائز صراحۃً تناقض ہوجائیگا کہ وہان حقیقی کا کونسا ذرہ ہاتھ مین لگے گا **ثانیا**[ف۱] ایک صاف بات یہ مستعمل نہ ہوگا مگر مطہر کہ جب یہ دوسرے سے رفع نجاست حکمیہ کرتا ہے وہ اُس سے منتقل ہوکر اس مین آجاتی ہے لہذا دوبارہ تطہیر کے قابل نہین رہتا اور جو مطہر ہے وقتِ تطہیر اُسکا وجود لازم کہ مطہر مفید طہارت ہے نہ کہ مُعِد اور تیمم معہود مین وقت مسح وجہ و یدا مین تراب حقیقی کا وجود لازم نہین تو ثابت ہوا کہ تیمم معہود مین تراب حقیقی مطہر نہین اور جب مطہر نہین تو مستعمل بھی نہین ہوسکتی وھو المطلوب اگر کہیے تیمم غیر معہود مین تو تراب حقیقی ہی مطہر ہے چاہیے وہان مستعمل ہوجائے **اقول**[۳۰۵۱] ہم نے یہ کہا تھا کہ ہر مستعمل ہوجانے والے کا مطہر ہونا ضرور نہ یہ کہ ہر مطہر کا مستعمل ہونا لازم یہ کلمات علما جن سے شبہہ گزرتا تیمم معہود ہی مین تھے اُس مین ہم نے مبرہن کردیا کہ تراب حقیقی ہرگز مراد نہین بالجملہ ان کلمات کا **اولا** نفیس و صحیح و صریح و رجیح محمل تو یہی ہے کہ مراد تراب حکمی ہے **ثانیا** ممکن کہ کلام تنزل پر مبنی ہو جسطرح فاضلین برجندی و رومی نے جوخم کیا **ثالثا** ممکن کہ استعمال سے مراد استعمال حقیقی ہو جیسا علامہ سعدی افندی نے عبارات اولٰی مین افادہ فرمایا یعنی ضرب سے جنس ارض مستعمل نہ ہونے پر استدلال مقصود ہے وہ نفی لازم سے ادا فرمایا گیا کہ استعمال حکمی کو استعمال حقیقی لازم تو فرماتے ہین کہ یہ کیونکر مستعمل ہو حالانکہ حقیقۃً مستعمل نہین حقیقۃً استعمال تو اُسی مٹی کا ہے جو ہاتھون مین لگی رہ **رابعًا**[۳۰۵۲] کم از کم یہ عبارات مورد احتمالات ہین اور وہ نصوص کہ ہم نے ذکر کیے صریح تو انھین پر تعویل لازم **خامسًا**[۳۰۵۳] یہ دلیل کی تقریرین ہین جو مذہب منقول نہین اور وہ نصوص خاص مسائل کے احکام ہین خصوصًا وہ بھی اسطرح کہ مذہب حنفی مین مٹی حکم استعمال نہین پاتی اس مین خلاف امام شافعی کو ہے تو بحمدہ تعالٰی آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ جنس ارض تیمم سے اصلا مستعمل نہین ہوتی نہ وہ جسپر ضرب کی نہ وہ کہ اعضا پر مسح کیگئی ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحٰنہ ولی التوفیق وبہ[۳۰۵۴] ظہر ان الصواب مع العلامۃ ط فی نفی الاستعمال عن التراب علی الاطلاق وان م علیہ من العلامۃ ش[ف۲] حیث قال انما المستعمل ماینفصل عن العضو بعد المسح شرح المنیۃ ونحوہ ماقدمناہ عن النہر وھو

[ف۱]: ماذکرہ حکما معترض علی ماذکروا التعلیل

[ف۲]: معروضۃ علی العلامۃ ش

المذکور فی الحلیۃ فافہم اھ اشار بہ کعادتہ کما نبہ علیہ فی خطبتہ الی الرد علی السید ط غیر سدید بل یجب ارجاع ما فی الحلیۃ والغنیۃ والنھر الی ما یوافق ما ذکر السید لانہ المنصوص علیہ فی المذھب واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارک وسلم اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین

سوال سوم

مسجد کی دیوار سے تیمم جائز ہے یا نہیں کچھ ورق بنام فتاوٰی رشیدیہ یعنی جوابات رشید احمد گنگوہی چھپے ہیں جنکی فہرست کا شروع کتاب الکفر سے ہے اُسکے صفحہ ۷۶ پر اس سوال کے جواب میں لکھا تیمم دیوارِ مسجد سے کرنے کو بعض کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے فقط آیا یہ جواب صحیح ہے یا غلط اور کونسی کتاب فقہ میں اسے مکروہ لکھا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

تحریر مذکور صواب سے بیگانہ فقاہت سے برکرانہ محض بے بنیاد کورانہ ہے مذہب حنفی میں اسکی کچھ اصل نہیں نہ کسی کتاب معتمد سے اُسکی کراہت مستبین نہ ایسی نقل مجہول کسیطرح قابلِ قبول نہ ایسا ناقل التفات کے قابل نہ اسپر شرع سے کوئی دلیل اور قول بے دلیل مردود و ذلیل بلکہ کتب معتمدہ سے اُسکا بطلان روشن جسے گر نہ بیند بروز پرہ براگن تیمم میں دو ضرر میں ہوتی ہیں اس بیان میں ہم دو ہی ضرب پر اکتفا کریں **ضرب اول** زعم مذکور کا بے اصل و بے دلیل ہونا یہ تو بدیہی کہ بعض کتب کوئی سند نہیں۔ نہیں معلوم کیسی کتاب کسکی کتاب اُسکی کیا عبارت کیا مفاد۔ ناقل نے کیا سمجھا کیا مراد۔ خود ناقل کو بھی اُسپر جزم نہ اعتماد۔ کہ طرز بیان سے تبری عہدہ مستفاد۔ بعض کتب میں رطب و یابس سب کچھ ہوتا ہے اگر ناقل کے نزدیک وہ کتاب اور اُسکا وہ حکم لائق اعتماد ہوتا سائل کو حکم بتاتا جسطرح اسی جواب میں مسجد کے اندر وضو کو بتایا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک منع اور گناہ ہے اُسکے متصل ہی یہ الفاظ ہیں یہاں یہ نہ کہا کہ مکروہ ہے بلکہ یہ کہ بعض کتب میں مکروہ لکھا اُسکی بے اصلی کا اتنا ہی بیان بس ہے۔ رہا بے دلیل ہونا اگر یہاں شبہہ گزر سکتا تھا تو دو ہی وجہ سے یکم پانی پر قیاس اور وہ محض جہل و وسواس **اولا** ہم ثابت کر آئے کہ تیمم سے جنس ارض اصلا مستعمل نہیں ہوتی بخلاف آب اور آب مستعمل اگرچہ مذہب صحیح میں طاہر ہے مگر قذر ہے یعنی گھن کی چیز اور مسجد کو ایسی اشیا سے بچانا واجب جیسے لعابِ دہن و آبِ بینی **ثانیا** اگر بفرض غلط تسلیم کریں کہ مٹی زمین اور ہاتھوں پر مسح ہو کر چھوٹتے ہی مستعمل ہو جاتی ہے تو آجکل عامہ مساجد کی دیواریں پختہ و گچ کردہ ہیں اور اگر کوئی کچی بھی ہے تو کہگل کی ہوئی یا صاف لسی ہوئی اُن میں یہ مٹی کہاں تو اُنکی دیواروں پر تیمم کیوں مکروہ **ثالثا** دیواریں عام طور پر ایسی بنائی جاتی ہیں جن پر ہاتھ

رکھے سے اُنکے اجزا نہین چھوٹتے اور باہر سے آیا ہوا غبار کہ ہوا نے لاکر ڈالا ہو اجزائے مسجد سے نہیں تو غالب صورتوں میں جو مٹی ہاتھ کو لگے گی مسجد کی نہ ہوگی ورنہ مسجد سے گرد و غبار صاف کرنا منع ہو کہ اجزائے مسجد کا اُس سے چھڑانا اور دُور کرنا ہی **رابعاً** [۳۰۵۹] علمائے کرام تصریح فرماتے ہین کہ زمین مسجد پر جو مٹی پھیلی ہوئی ہے کیچڑ کے سنے پاؤں اُس سے پوچھنا مکروہ ہے کہ یہ زمین مسجد ہی سے پوچھنا ہوگا پھیلا ہوا غبار حائل نہ سمجھا جائیگا اور[۳] اگر گرد جھاڑ کر مسجد کے کسی گوشے میں جمع کر دی ہو تو اُس سے پوچھنے مین حرج نہین فتاوی امام قاضیخان و تجنیس امام صاحب ہدایہ و محیط سرخسی و بحر الرائق و فتاوی ہندیہ وغیرہا کتب کثیرہ معتمدہ مین ہو واللفظ للخانیۃ یکرہ مسح الرجل من طین و ردغۃ باسطوانۃ المسجد او بحائط وان مسح بتراب فی المسجد ان کان ذلک التراب مجموعا فی ناحیۃ غیر منبسط لا باس بہ وان کان منبسطا مفروشا یکرہ لانہ بمنزلۃ ارض المسجد جب یہ جمع کی ہوئی مٹی کہ خود زمین مسجد پر ہے جو[۱] اُسی مسجد ہی جسکا[۲] تعلق مسجد سے ابھی بالکلیہ منقطع بھی نہ ہوا اُس سے کیچڑ کے پاؤں پوچھنا کہ فی[۳] الحال تقذیر ہے مکروہ نہ ہوا تو یہ مٹی کہ دیوار مسجد پر تھی جو[۱] فرع مسجد اور حکم مسجد مین ہی اور[۲] ہاتھون مین لگ کر دیوار مسجد سے بھی یکسر منقطع ہوگئی مونھ اور ہاتھون[۳] پر پھیرنا کہ فی الحال موجب استعمال بھی نہین کیونکر مکروہ ہوسکتا ہی **دوم** دیوار مسجد وقف ہی اور وقف اُسی کام مین لایا جاسکتا ہی جس غرض کے لیے وقف کیا گیا دوسرے کام مین لانا منع ہی خصوصاً مسجد کہ اُسکا معاملہ عامہ اوقاف سے بھی تنگتر ہی اور تیمم دوسرا کام ہی کہ دیوار مسجد اس غرض کے لیے نہین بنائی جاتی۔ شاید گنگوہی خیال مین تو وہی پانی پر قیاس باطل ہوگا کہ مسجد مین وضو کے ساتھ اسے ذکر کیا اور ایسے اذہان سافلہ و عقول ناقصہ سے کچھ مستبعد نہین کہ یہ شبہہ بھی گزرے جو اول سے افسد ہی تیمم [۳۰۶۰] جو کچھ تصرف ہی اپنے چہرہ و دست پر ہی دیوار سے صرف چھونے ہاتھ لگانے کا تعلق ہوگا یہ دیوار مین کوئی تصرف نہ کہلائیگا ورنہ مکروہ نہین بلکہ حرام ہوتا اور نہ صرف دیوار مسجد بلکہ دیوار ہر وقف بلکہ دیوار تیمم بلکہ ہر نابالغ بلکہ بے اذن مالک ہر دیوار مملوک سے تیمم کرنا بلکہ اُسپر ہاتھ لگانا یا اُنگلی سے چھونا یا دیوار مسجد سے پیٹھ لگانا سب حرام ہوتا اور اسکا قائل نہ ہوگا مگر سخت جاہل ہاتھ لگانے سے دیوار کا کچھ خرچ نہین ہوتا چراغ [۳۰۶۱] مین تیل بتی کا خرچ ہی پھر بھی مسجد کے چراغ سے کہ مسجد کے لیے روشن ہو خط پڑھنا یا کتاب دیکھنا یا سبق پڑھنا پڑھانا بلاشبہہ روا ہی فتاوی خانیہ و فتاوی ہندیہ مین ہے ان اراد انسان ان یدرس کتابا بسراج المسجد ان کان سراج المسجد موضوعا فی المسجد للصلاۃ قیل لا باس بہ وان کان موضوعا فی المسجد لا للصلاۃ بان فرغ القوم من صلاتھم و ذھبوا الی بیوتھم و بقی السراج فی المسجد قالوا لا باس بان یدرس بہ الی ثلث اللیل و فی ما زاد علی الثلث لا یکون لہ حق التدریس **ضرب دوم** کتب معتمدہ مین زعم گنگوہی کا

خلاف **اولاً** یہی پاؤں پوچھنے کا مسئلہ کہ تین وجہ سے بحکم دلالۃ النص دیوارِ مسجد سے جوازِ تیمم پر دلیل صاف کما مر تقریرہ **ثانیاً** نمبر اکیسو بیالیس میں گزرا کہ مسجد میں احتلام واقع ہوا اور نکلنا چاہے تو بہت اکابر نے بے تیمم کیے فوراً نکل جانے کی اجازت دی اور تیمم کرکے نکلنا صرف مستحب رکھا ذخیرہ وحلیہ وہندیہ وتاتارخانیہ وخانیہ موجبات الغسل و خزانۃ المفتین ونہر الفائق وسراج وہاج ودرمختار وردالمحتار وطحطاوی علی مراقی الفلاح وابوالسعود وطحطاوی علی الدر المختار میں اسی پر جزم واعتماد فرمایا ظاہر ہے کہ یہ تیمم غالباً نہ ہوگا مگر دیوار یا زمینِ مسجد سے اگر ان سے تیمم مکروہ ہوتا تو ایک امر جائز سے بچنے کے لیے ہرگز اسکی اجازت بھی نہ ہوتی نہ کہ مستحب قرار پاتا یہ استحباب علما کراہت گنگوہی کا صریح دافع ہے وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم ۔ وصلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم ۔ علی الحبیب الاکرم ۔ والشفیع الاعظم ۔ ہادی الامم ۔ الی الطریق الامم ۔ وآلہ وصحبہ ذوی الجود والکرم ۔ والحمد للہ رب العلمین علی ماھدی وعلم ۔ وعلمہ عزشانہ اتم ۔ وحکمہ جل مجدہ احکم ۔

رسالہ باب العقائد والکلام ۱۳۳۵ھ

جسکا رسالہ حسن التعمم میں وعدہ تھا ۔ یہ بیان اگرچہ مسائل تیمم وطہارت ظاہری سے جدا ہے مگر باذنہ تعالٰی طہارت باطن کا اعلٰی ذریعہ ہے جسطرح قرآن عظیم نے مسائل طلاق کے وسط میں تاکید نماز کا ذکر فرمایا کہ حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطٰی وقوموا للہ قانتین نگاہداشت کرو نمازوں اور خصوصاً نماز اوسط کی اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہو اُسی سنت کریمہ کے اتباع سے یہ مسائل تیمم کے وسط میں عقائد اسلام کی یاددہانی ہے مولٰی تعالٰی قبول فرمائے اور مسلمانوں کیلیے ذریعہ ثبات ایمان بنائے اور اُسکے کرم پر دشوار نہیں کہ بعض مخالفین کو بھی اس سے راہ ہدایت دکھائے وباللہ التوفیق ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا للایمان ۔ واٰتانا القراٰن والفرقان ۔ والصلٰوۃ والسلام الاتمان الاکملان ۔ علٰی من اعطانا العلم بربنا فصح لنا الایمان ۔ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وتابعیھم باحسان ۔ جانا جس نے جانا اور جس نے نہ جانا وہ اب جانے کہ اللہ عزوجل کو جاننا بحمدہ تعالٰی مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے کوئی کافر کسی قسم کا ہو ہرگز اُسے نہیں جانتا کفر کتنی جہل باللہ کو ہیں ۔ یہاں ناواقفوں کو ایک شبہہ گزرتا ہے جسکا جواب کاشف صواب و رافع حجاب والتوفیق من اللہ الوہاب **تقریر شبہہ** کافروں کے صد ہا فرقے اللہ تعالٰی کو جانتے بلکہ مانتے بھی ہیں فلاسفہ تو اُسکی توحید پر دلائل قائم کرتے ہیں یہود ونصارٰی توریت وانجیل اور مجوس اپنے زعم میں ژند واستا کو اُسی کا کلام جانکر اعتقاد رکھتے ہیں آریہ اگرچہ وید کو اُسکا کلام نہیں جانتے مگر بزعم خود اُسیکا الہام مانتے اور اُسی کو مالکِ خالقِ کل اعتقاد کرتے اور توحید کا محض جھوٹا دم بھرتے ہیں

ہنود وغیرہم بت پرست تک کہتے ہین کہ سارے جہان کا مالک سب خداؤن کا خدا ایک ہی ہی عرب[۲۹۶] کے مشرک کہا کرتے مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی یعنی وہ تو ان بتون کو صرف اسلیے پوجتے ہین کہ بت اُنھین اللہ سے قریب کردین اور لبیک مین کہا کرتے لبیك لا شریك لك الا شریکا ھو لك تملکہ وما ملك ہم تیری خدمت کو حاضر ہین تیرا کوئی شریک نہین مگر وہ شریک کہ تیرا ہی مملوک ہی تو اُسکا بھی مالک اور اُسکی مِلک کا بھی مالک جب وہ لا شریك لك تک پہنچے کہ تیرا کوئی شریک نہین حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ویلکم قط قط تمھین خرابی ہو بس بس یعنی آگے نہ بڑھو استثنا نہ کرو مولی عزوجل فرماتا ہی ولئن سألتھم من خلق السموت والارض لیقولن اللہ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان وزمین کس نے بنائے ضرور کہین گے اللہ نے۔ اور کلمہ گو فرقون مین جو مرتد ہین وہ تو نبی و قرآن سبھی کو جانتے قال اللہ وقال الرسول سے سند لاتے نمازین پڑھتے روزے رکھتے ہین جیسے قادیانی نیچری چکڑالوی وہابی رافضی دیوبندی غیر مقلد خذلھم اللہ تعالی اجمعین پھر کیونکر کہا جائے کہ یہ اللہ عزوجل کو جانتے ہی نہین۔ ہان نرے دہریون کی نسبت یہ کہنا ٹھیک ہے جو اللہ تعالی کو مانتے ہی نہین **تقریر جواب** بعون الوھاب **اقول**[۲۹۷] وباللہ التوفیق ایجاب و سلب متناقض ہین جمع نہین ہو سکتے وجود شی اُسکے لوازم کے وجود کا مقتضی اور اُنکے نقائض ومنافیات کا نافی ہی کہ لازم کا منافی موجود ہو تو لازم نہ ہو اور لازم نہ ہو تو شی نہ ہو تو ظاہر ہوا کہ سلب شی کے تین طریقے ہین اول خود اُسکی نفی مثلاً کوئی کہے انسان ہی ہی نہین دوم اُسکے لوازم سے کسی شی کی نفی مثلاً کہے انسان تو ہی لیکن وہ ایک ایسی شی کا نام ہے جو حیوان یا ناطق نہین سوم اُنکے منافیات سے کسی شی کا اثبات مثلاً کہے انسان حیوان ناہق یا صاہل ہے عبارت ہی ظاہر ہے کہ ان دونون پچھلون نے اگرچہ زبان سے انسان کو موجود کہا مگر حقیقۃً انسان کو نہ جانا وہ اپنے زعم باطل مین کسی ایسی چیز کو انسان سمجھے ہوئے ہین جو ہرگز انسان نہین تو انسان کی نفی اور اُس سے جہل مین یہ دونون اور وہ پہلا جس نے سرے سے انسان کا انکار کیا سب برابر ہین فقط لفظ مین فرق ہی مولی عزوجل کو جمیع صفات کمال لازم ذات اور جمیع عیوب و نقائص اُسپر محال بالذات کہ اُسکے کمال ذاتی کے منافی ہین کفار مین ہرگز کوئی نہ ملے گا جو اُسکی کسی صفت کمالیہ کا منکر یا معاذ اللہ اُسکے لیے کسی عیب و نقص کا مثبت نہ ہو تو دہریے تو قسم اول کے منکر ہین کہ نفس وجود سے انکار رکھتے ہین باقی سب کفار دو قسم اخیر کے منکر ہین کہ کسی کمال لازم ذات کے نافی یا کسی عیب منافی ذات کے مثبت ہین بہرحال اللہ عزوجل کو نہ جاننے مین وہ اور دہریے برابر ہوے وہی لفظ وطرز ادا کا فرق ہی دہریون نے سرے سے انکار کیا اور ان دہریون نے اپنے اوہام تراشیدہ کا نام خدا رکھکر لفظ کا اقرار کیا مولی سبحنہ وتعالی فرماتا ہی ارءیت من اتخذ الھہ ھوٰہ دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو خدا بنالیا ولہذا کریمہ لیقولن اللہ کے تتمہ مین ارشاد ہوا قل الحمد للہ بل اکثرھم لا یعلمون اگر اُن سے پوچھو کہ آسمان وزمین کا خالق کون ہے

مسئلہ ۱

مسئلہ ۲ جمیع صفات کمال اللہ عزوجل کیلیے لازم ذات ہین اور جمیع

کہیں گے اللہ قل الحمد للہ تم کہو حمد اللہ کو کہ اُسکے منکر بھی ان صفات میں اُسیکا نام لیتے ہیں اپنے معبود ان باطل کو اس لائق نہیں جانتے۔ مگر کیا اس سے یہ کوئی سمجھے کہ وہ اللہ کو جانتے ہیں نہیں نہیں بل اکثرھم لایعلمون ۝ اکثر اُسے جانتے ہی نہیں ان ھم الا یخرصون ۝ وہ تو یونہیں اپنی سی اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ جیسے اور بہتیرے معبود گڑھ لیے کہ ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واٰباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطٰن وہ تو نرے نام ہیں کہ تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے دھر لیے اللہ نے اُنکی کوئی سند نہ اُتاری یونہیں اپنی اندھی اٹکل سے ایک سب سے بڑی ہستی خیال کرکے اُسکا نام اللہ رکھ لیا ہے حالانکہ وہ اللہ نہیں کہ جس صفات کی اُسے بتاتے ہیں اللہ عزوجل اُنسے بہت بلند و بالا ہے تعٰلی اللہ عما یقول الظٰلمون علواکبیرا ۝ سبحٰن رب العرش عما یصفون ۝ رہا یہ کہ یہاں اکثر سے نفی علم فرمائی **اقول اولا** دفع شبہہ کو اتنا ہی کافی کہ آخر یہ اُنکے اکثر سے نفی ہی جو اقرار کرتے تھے کہ آسمان و زمین کا خالق اللہ ہی ہے معلوم ہوا کہ اُنکا اقرار باللہ منافی جہل باللہ نہیں اور ہمارے سالبہ کلیہ کی نفی نہ فرمائیگا کہ یہ مفہوم لقب سے استدلال ہوا اور وہ صحیح نہیں اکثر سے نفی سلب جزئی ہوئی اور سلب جزئی سلب کلی کو لازم ہے نہ کہ اُسکا منافی **ثانیا** ایسی جگہ اکثر پر حکم فرمانا قرآن عظیم کی سنت کریمہ ہے حالانکہ وہ احکام یقیناً سب کفار پر ہیں اوکلما عٰھدوا عھدا نبذہ فریق منھم بل اکثرھم لایؤمنون ۝ فان اکثرکم فسقون ۝ و لٰکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب و اکثرھم لایعقلون ۝ ولٰکن اکثرھم یجھلون ۝ یرضونکم بافواھھم وتأبٰی قلوبھم واکثرھم فسقون ۝ یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونھا واکثرھم الکٰفرون ۝ کافروں کو فرمایا اُن میں اکثر ایمان نہیں رکھتے اُنکے اکثر فاسق ہیں اُنکے اکثر بے عقل ہیں اُنکے اکثر جاہل ہیں اُنکے اکثر کافر ہیں حالانکہ وہ سب ایسے ہی ہیں یونہیں یہاں فرمایا کہ اُنکے اکثر نہیں جانتے حالانکہ اُن میں کوئی بھی نہیں جانتا یہانتک کہ شیاطین کے بارے میں فرمایا یلقون السمع واکثرھم کٰذبون اُن میں اکثر جھوٹے ہیں حالانکہ یقیناً وہ سب جھوٹے ہیں اور اسکے سوا اور آیات کثیرہ اب یا تو یہ کہ اکثر سے کل مراد ہے جیسے کبھی کل سے اکثر مراد ہوتا ہے کریمہ وما یتبع اکثرھم الا ظنا کے تحت میں مدارک التنزیل میں ہے المراد بالاکثر الجمیع معالم التنزیل میں ہے اراد بالاکثر جمیع من یقول ذلک شہاب علی البیضاوی میں ہے یعنی ان الاکثر یستعمل بمعنی الجمیع کما یرد القلیل بمعنی العدم وحمل النقیض علی النقیض حسن و طریقۃ مسلوکۃ اھ **اقول** لکن لاشك ان منھم من لا یتبع ظنا ولا وھما ولا ادنی شبھۃ انما یتبع ھوی نفسہ عنادا و استکبارا یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین ۝ وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما و علوا وقد سلفت الاٰیۃ یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونھا نعمۃ اللہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قالہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما **اقول** یا یہ کہ اُن میں سے جو علم الٰہی میں ایمان لانیوالے تھے

ف۱: قرآن کریم کی ایک سنت کریمہ

ف۲: ...

ف۳: ...

باب العقائد

ف۴: کبھی قلت بول کر عدم مراد لیتے ہیں

ف۵: تطفل علی المعالم والمدارک والکمالین

ف۶: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام جہان کیلئے نعمت ہیں

انکا استثنا فرمایا جاتا ہے وھو مسلك حسن نفیس ذھب الیہ خاطری بحمد اللہ تعالیٰ اول وھلة ثم رأیت العلامة ابا السعود اشار الیہ فی ارشاد العقل السلیم حیث قال تخصیص اکثرھم للتلویح بما سیکون من بعضھم من اتباع الحق والتوبة مشرکین کا جہل باللہ تو اسی کریمہ سے ثابت جس سے اُنکے جاننے پر شبہہ میں استدلال تھا میان توحید پر کلام کیجیے جن میں نصاریٰ بھی باوصف تثلیث اپنے آپکو شریک کرتے ہیں اور شرع مطہر نے بھی اُنکے احکام کو احکام مشرکین سے جدا فرمایا فاقول وباللہ التوفیق فلاسفہ ایسے کو خدا کہتے ہیں جو صرف ایک عقل اول کا خالق ہے دوسری چیز بنا ہی نہیں سکتا تمام جزئیات عالم سے جاہل ہے۔ اپنے افعال میں مختار نہیں۔ اجسام کو معدوم کرکے پھر نہیں بنا سکتا ولہذا حشر اجساد کے منکر ہیں۔ آسمان اُس نے نہ بنائے بلکہ عقلون نے اور ایسے مضبوط گڑھے کہ فلسفی خدا اُنھیں شق نہیں کرسکتا ولہذا قیامت کے منکر ہیں وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ کیا اُنھون نے خدا کو جانا حاشا للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ○ آریہ ایسے کو ایشر کہتے ہیں جسکے برابر کے ہم عمر دو واجب الوجود اور ہیں روح و مادہ۔ ایشر نہ انکا خالق نہ انکا مالک اور ناحق ناروا نھیں دبا بیٹھا انپر ظالمانہ حکم چلا رہا ہے۔ ایسے کو جسکا اصلا کوئی ثبوت ہی نہیں آریہ نے زبردستی مان رکھا ہے۔ جب روح و مادہ بے کسی کے بنائے آپہی ازل سے موجود ہیں تو کیا آپہی اپنا میل نہیں کرسکتے تو جونون کے بننے میں بھی اُسکے وجود پر دلیل نہیں۔ رہا جونون کا بدلنا وہ کرم کے ہاتھ ہے ایشور کی کیا حاجت اور اُسکے ہونے پر کیا دلیل۔ ایسے کو جو مان رکھتا ہے اور وہ اُسکی جان کی حفاظت کرتی ہے تو باپ بھی ضرور ہوگا کہ خود آریہ ولادت مسیح علیہ الصلاة والسلام پر کہتے ہیں کہ بے باپ ولادت نرا مضحکہ ہے جب ایشور کے ہوتے ہوئے بے باپ ولادت نہیں ہوسکتی تو جب ایشور بھی نہ تھے اُنکی ماتا آپ سے آپ کیسے گڑھ کر لاتی۔ اور خاکی انڈا ہو بھی تو گندا۔ ایسے کو جو بستر پر بیمار پڑا اور اپنی ماں کو دوا کے لیے پکار رہا ہے وید آتے اور اُسکا تنگ حال دیکھکر سخت کڑھتے اور سر ہلاتے ہیں ایسے کو جس سے زیادہ علم و عقل والے موجود ہیں یہ اپنی بیماری میں جنکی دوہائی دیتا اور چیخ رہا ہے کہ او سیکڑون طرح کے عقل و علم والو تمھاری ہزارون بوٹیان ہیں اُنسے میرے شریر کو نروگ کرو ای ماتا جان تو بھی ایسا ہی کر۔ ایسے کو جو گونگا ہے اصلا بول نہیں سکتا (اور یہ دوا کے لیے دوہائی تہائی کون مچا رہا تھا) بات تو یون نہیں کرتا کہ انسان کی مشابہت نہ پیدا ہو مگر وید اتارنیکے لیے رشیون کو بینڈ باجے کی طرح بجاتا اور کٹھ پتلیون کی مانند نچاتا ہے فضیلت انسانی میں مشابہت گوارا نہ ہوئی اور بجانے نچانے کے رذیل کامون میں شرکت کی ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ✦ اس بجنے ناچنے میں جو کچھ رشیون کے سُر بولے وہ اُسکی الہامی کتاب وید ہے۔ ایسے کو جس نے نیوگ جیسی بےحیائی کو ذریعہ نجات کیا ہے ایسے کو جسکے ہزار سر ہیں دو موتے سانپ سے پانسو حصے سوا ہزار آنکھ ہیں ہر سر میں ایک ہر منھ

کانا۔ یا بعض چہروں میں کئی کئی باقی چہروں سے اندھا ہزار پاؤں ہیں کھنکھجورا تو نہیں جسے ہزار پا کہتے ہیں۔ ایسے کو جو زمین پر ہر جگہ ہے الٹا سیدھا نت کی کلا کو بھی مات کیا اور کلام حرام کہ انسان سے مشابہت نہ ہو پھر جگہ پاخانہ بھی ہے سیدھا ہوتا تو پاؤں ہی بھرتے الٹا بھی ہی تو سر بھی سنا تب بھی دس انگل کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے تو ہر جگہ کب ہوا پھر دو آدمی آمنے سامنے دس انگل کے فاصلے سے ہوں تو ان میں ہر ایک ایشور کا جگہ میں شریک ہوا اور دو انگل کے فاصلے پر ہوں تو ایشور آٹھ آٹھ انگل ہر ایک کے پیٹ میں گھسا ٹھہرا۔ ایسے کو جو سر دبا یک ہی ہر چیز میں حلول کیسے ہوئے ہی ہر مادہ کی فرج ہر شخص کی مقعد ہر پاخانے کی ڈھیری میں نجاست کا کیڑا بھی اتنا گھنونا تو نہیں ہوتا۔ پھر یہ سب جگہ رہا ہوا ایک ہی ایشور ہے یا ہر جگہ نیا۔ برتقدیر دوم ایشوروں کی گنتی تمام مخلوقات کے شمار سے بڑھ نہ گئی تو برابر ضرور رہی اسی پر توحید کا دم بھرتے ہیں برتقدیر اول ایشور کے سنکھوں مہا سنکھوں ٹکڑے ہوئے کہ ذرے ذرے بھر جگہ میں اسکا نیا ٹکڑا ہے تو ایشور مرکب ہوا اور ہر مرکب محتاج ہے کہ جبتک اسکے سب جزا اکٹھے نہ ہوں نہیں ہو سکتا تو ایشور محتاج ہوا پھر جب ہر جگہ رہا ہوا ہے فرض کرو ایک شخص نے دوسرے کے جوتا مارا تو یہ فضا جسمیں جوتا چلکر اسکے بدن تک گیا اس میں بھی ایشور تھا یا نہیں نہ کیونکر ہوگا کہ وہ سب جگہ ہے اور جب یہاں بھی تھا تو جوتا آتے ہوئے دیکھکر ہٹ گیا یا جوتا اسکے اندر ہوتا ہوا گزر گیا ہٹ تو سکتا نہیں ورنہ ہر جگہ کب رہا یہ جگہ خالی ہو جائیگی ضرور جوتا اس میں ہوکر گزرا عجب ایشور کہ جوتے سے پھٹ گیا پھر اس شخص کے جس حصہ بدن پر جوتا پڑا وہاں بھی ایشور تھا یا نہیں نہ کیسے ہوگا ورنہ ہر جگہ نہ رہیگا اور جب وہاں بھی تھا تو اب بتاؤ کہ یہ جوتا کس پر پڑا۔ کاش نرا الٹا ہوتا تو پاؤں پر لگتا سیدھا بھی ہے تو سر پر پڑا۔ یہ ہیں آریہ اور انکا ایشور کیا انھوں نے خدا کو جانا حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ○ **مجوس** ایسے کو خدا کہتے ہیں جسکے برابر کی چوٹ کا دوسرا خالق شیطان ہی پھر بعض کے نزدیک تو شیطان اسکا مخلوق ہی نہیں اسی کیطرح واجب الوجود ہی خود بخود موجود ہے جب تو شیطان اسکا ہمسر ہونا ظاہر اور جنکے نزدیک وہ بھی اسی سے پیدا ہوا وہ اور سخت اعجوبہ ہی یزدان سے کوئی جزئی شر تو اسلیے نہ بن سکا کہ وہ خیر محض ہی اس سے شر کیونکر پیدا ہو مگر اہرمن کہ ہر شر کی جڑ اور کلی شر ہے اس سے پیدا ہو گیا اور جب سب شر اہرمن سے پیدا ہیں اور اہرمن یزدان سے تو جملہ شرور کا ٹھیکا یزدان ہی کے ماتھے رہا ایسے کو جسے بیٹھے بٹھائے ایک دن فکر ہوئی کہ اگر کوئی میرا مخالف ہو تو کیسا ہو اس خیال فاسد سے ایک دھواں اٹھا جو شیطان بنا اور اس نے قوت پکڑی یہانتک کہ لشکر جوڑ کر یزدان کے مقابل ہوا مجوس کا یزدان اسکے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگا اور جنت میں قلعہ بند ہوا اہرمن تین ہزار برس جنت کا محاصرہ کیے رہا یزدان اسکا کچھ نہ بگاڑ سکا آخر فرشتوں نے بیچ بچاؤ کر کے تصفیہ کرا دیا کہ سات ہزار برس دنیا میں شیطان سلطنت کرے پھر ملک یزدان کو سونپ دے مجوس کا یزدان طول محاصرہ سے

العقائد

https://www.facebook.com/darahlesunnat

عاجز آچکا تھا جبراً قہراً قبول کیا اور اب اُس سے عافضول کہ وہ دُنیا کی سلطنت سے معزول ایسے کو جنہیں بیٹے کیلیے اباپ کی بیٹی بہن حقیقی بہیائیان حلال کی ہین۔ کیا انھون نے خدا کو جانا حاشَ للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ۞ **یہود** ایسے کو خدا کہتے ہین جو آسمان وزمین بناکر اتنا تھکا کہ عرش پر جاکر پاؤن پر پاؤن رکھکر چت لیٹ گیا ایسے کو جو اُن مین بعض کے نزدیک عزیر کا باپ ہی۔ ایسے کو جو ایک حکم دیکر اُسکا پابند ہوجاتا ہے زمانہ و مصالح کتنے ہی بدلین اسکے بدلے دوسرا حکم نہین بھیج سکتا ولہذا نسخ کے منکر ہین اور شریعت موسوی کو ابدی کہتے اور اس صریح کذب کا افترا اپنے معبود کے سر دھرتے ہین ایسے کو جسنے آپہی قوم نوح پر طوفان بھیجا پھر اپنی اس حرکت پر ایسا نادم ہوا اتنا رویا کہ آنکھین دکھ آئین نسخ تو بچپانا ٹھہر کر محال حالانکہ اُسے بچپانے سے کوئی تعلق نہین رات کو دن کرتا ہی پھر دن کو رات کردیتا ہے کوئی مجنون ہی اسے بچپانا کہیگا جب احکام تکوینیہ مین یہ ہے احکام تشریعیہ مین کون مانع ہی خیر وہ تو بچپانے کے خوف سے نہ بدل سکے مگر آدم کو بناکر بچپایا اور طوفان بھیجکر تو بچپانے کا وہ طوفان آیا جس نے رُلا رُلاکر آنکھون کا یہ دن کر دکھایا ایسے کو جس نے یہودی کے لیے اُسکی سگی بہن حلال کی اور توریت مین اُسکی حرمت غلط لکھدی اسلیے کہ شریعت آدم مین یقیناً حلت تھی اب حرام کرے تو منسوخی حکم سے بچپانا ٹھہرے۔ ایسے کو جس نے خلیل و اسمعیل علیہما الصلاۃ والتسلیم کی دعا قبول کی اور اُن سے کہا کہ مین نے اسمعیل و اولاد اسمعیل کو برکت دی اور تمام خیر وخوبی اُن مین رکھی عنقریب تمام امتون پر انھین غالب کرونگا اور اُن مین اُنھین مین سے اپنا رسول اپنے کلام کے ساتھ بھیجونگا۔ پھر کیا کچھ نہین بلکہ انکا عکس کیا جیسا یہود بکتے ہین۔ ایسے کو کہ نہ توریت اُسکی کتاب نہ موسیٰ سے اُسکا کلام یہ سارے کرشمے ایک فرشتے کے ہین۔ کیا انھون نے خدا کو جانا حاشَ للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ۞ **نصارے** ایسے کو خدا کہتے ہین جو مسیح کا باپ ہی اور مزہ یہ کہ اُسکے بھائیون کا بھی باپ ہی اُسکے شاگردون کا باپ ہی اُسکے چھوٹے جھنڈ کا باپ ہی ہر عیسائی کا باپ ہی بلکہ ہر مصلح کا باپ ہے خود آدمیون کے باپ آدم کا باپ ہی تو ہر بشر کا باپ ہے یہانتک کہ حکم ہی کہ زمین پر کسی کو اپنا باپ مت کہو کیونکہ تمہارا ایک ہی باپ ہی جو آسمان پر ہے پیچھو نات پودمہ پھیلی ہوئی ہے اور پھر اکیلا مسیح اُسکا اکلوتا۔ ایسے کو جو اپنے اکلوتے کو سولی سے نہ بچا سکا۔ ایسے کو کہ جب اُسکا بیگناہ اکلوتا یہان کی مصیبت جھیل کر ہان ہان عیسائیون کا خدا مخلوق کے مارے سے دم گنوا کر باپ کے پاس گیا اُس نے اکلوتے کی یہ عزت کی اُسکی مظلومی و بیگناہی کی یہ داد دی کہ اُسے دوزخ مین جھونک دیا اور دن کے بدلے اُسے تین دن جہنم مین بھونا۔ ایسے کو جو روٹی اور گوشت کھاتا ہی اور سفر سے آکر اپنے پاؤن دھلوا کر درخت کے نیچے آرام کرتا ہے درخت اونچا اور وہ نیچا ہی۔ ایسے کو جو فقط زندون کا خدا ہی مُردون کا نہین جو جو مرتے جاتے ہین اُسکی خدائی سے نکلتے جاتے ہین ایسے کو جو اپنے ایک بندے سے رات کو صبح ہونے تک کشتی لڑا اور اُسے گرا نہ سکا جب

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دیکھا کہ مین اسیر غالب ہین آیا اُسکے پاؤن کی نس چڑھا کر کمزور کیا۔ ایسے کو جسکا بیٹا اُسے جلال بخشتا ہی آریون کے ایشور کی تو مان اُسکی جان کی حفاظت کرتی تھی عیسائیون کے خدا کا بیٹا اُسے عزت بخشتا ہی کیون نہ ہو سپوت ایسے ہی ہوتے ہین اسیر پھر اُسے سخیطا جہنم مین جھونکنا کیسی محسن کشی ناانصافی ہے۔ ایسے کو جو یقینًا دغاباز ہی پچتاتا بھی ہے تھک جاتا بھی ہے۔ ایسے کو جسکی دو جوروئین ہین دونون پکی زناکار حد بھر کی فاحشہ۔ ایسے کو جسکے لیے زنا کی کمائی فاحشہ کی خرچی کمال مقدس پاک کمائی ہے۔ ایسے کو جسنے باندی غلام بنانا جائز رکھکر نصاریٰ کے دھرم مین حد درجے کی ناپاک ظالمانہ وحشیانہ حرکت کی اور پھر خالی کام خدمت ہی کے لیے نہین بلکہ ہوسنے کو حکم دیا کہ مخالفون کی عورتین پکڑ کر حرم بناؤ اُنسے ہم بستری کرو ایسے کو جسکی شریعت محض باطل ہی اُس سے راست بازی نہین آتی اُسے ایمان سے کچھ علاقہ نہین جو اُسکی شریعت پر عمل کرے ملعون ہی بلکہ اُسکا اکلوتا بیٹا خود ہی ملعون ہے پھر بھی ایسی لعنتی شریعت پر عمل کا حکم دیتا بندون سے اُسکا التزام مانگتا اُسکے ترک پر عذاب کرتا ہی۔ ایسے کو جو اتنا جاہل کہ نہایت سیدھا سا حساب نہ کر سکا بیٹے کو باپ سے عمر مین بڑا بنا گیا۔ ایسے کو جو اپنا بھلکڑ کہ اپنے اکلوتے کے باپون کی صحیح گنتی نہ گن سکا کہین داؤد تک اُسکے ستائیس باپ کہین پندرہ بڑھا کر بیالیس باپ۔ وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ کیا انھون نے خدا کو جانا۔ حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ○ **نیچری** ایسے کو خدا کہتا ہی جو نیچر کی زنجیرون مین جکڑا ہے اُسکے خلاف کچھ نہین کر سکتا اور نیچر بھی اُتنا جو نیچری کی سمجھ مین آئے جو اُسکی ناقص عقل سے وراہی معجزہ ہو یا قدرت سب باد ہوا ہی۔ ایسے کو جسنے (خاک بدہن ملعونان) جھوٹا دین اسلام بھیجا کہ اُس مین باندی غلام بنانا حلال کیا (اگرچہ پیر نیچر کے نزدیک ابتدا ہی مین) اور وہ دین جسمین باندی غلام بنانا حلال ہوا ہو نیچری کے نزدیک خدا کی طرف سے ہرگز نہین ہو سکتا۔ ایسے کو جسنے رتون اسلام مین اپنی خلاف مرضی باتین ناپاک جبرین اُسکی ظلم ٹھیٹ ناانصافی روا رکھی ایسی بدباتین بہائم کی حرکتین کہ ایک لمحہ کیلیے بھی یہ بات نہین مانی جا سکتی کہ سچا مذہب جو خدا کی طرف سے اُترا ہو اُس مین ایسے امور جائز ہون ایسے کو جو ان سخت ظالمون ٹھیٹ ناانصافون جانور سے بدتر وحشیون کو جنکا چھوٹا بڑا اول سے آجتک اُن ناپاکیون پر اجماع کیے ہوئے ہے خیر الامم کا خطاب دیتا اور اپنے چنے ہوئے بندے کہتا ہی ایسے کو جسنے کہا تو یہ کہ روشن آیتین بھیجتا ہون تمھین اندھیریون سے نکالکر روشنی مین لاتا ہون اور کیا یہ کہ جو کہی کہہ مکرنی کہی تمثیلی داستان پہیلیان چیستان لفظ کچھ مراد کچھ جو لغۃً عرفًا کسیطرح اُسکا مفہوم نہ ہو۔ فرشتے آسمان جن شیطان بہشت دوزخ حشر اجساد معراج معجزات سب باتین بتائین اور بتائین بھی کیسی ایمانیات ٹھہرائین اور من مین یہ کہ درحقیقت یہ کچھ نہین یونہی تو تا مینا کی سی کہانیان کہہ سنائین وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ کیا انھون نے خدا کو جانا حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ○ **چکڑالوی**

ایسے کو خدا کہتا ہے جسکے رسول کی قدر ایک ڈاکیے سے زیادہ نہین جسنے اپنے نبی کا اتباع کچھ نہ رکھا۔ ایسے کو جسنے کہا تو یہ کہ میری کتاب مین ہر شے کا روشن بیان ہے ہر چیز کی پوری تفصیل ہے مینے اس مین کوئی بات اُٹھا نہ رکھی اور حالت یہ کہ نماز فرض کی اور یہ بھی نہ بتایا کہ کے وقت کی ہے یہ بھی نہ بتایا کہ ہر وقت مین کے رکعتین یہ بھی نہ بتایا کہ اسکے پڑھنے کی ترکیب کیا ہے اسکے ارکان کیا ہین۔ اگر رکوع سجود قیام قرارت اسکے رکن مانے بھی جائین اگرچہ اُسنے کہین اسکا اظہار نہ کیا تو ان مین آگے کیا ہو پیچھے کیا اُسکے مفسدات کیا کیا ہین کیونکر جاتی ہے کیونکر ہوتی ہے سب سے بڑا فرض ایمان اُس مین تو یہ گول مجمل بے سود بیان جس سے کچھ پتا ہی نہ چلے اور دعوے وہ لنبے کہ اشیا کا روشن بیان مزہ یہ کہ متواترات کی جڑ کاٹ دی کہ سوا میری کتاب کے کچھ حجت نہین۔ اپنی کتاب کیا وہ خود ہمارے ہاتھ مین دے گیا یہ بھی تو ہمکو تواتر ہی سے ملی جب تواتر حجت نہین یہ بھی حجت نہین غرض ایمان اسلام سب برباد و ناکام وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ کیا اس نے خدا کو جانا حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ٥ **قادیانی** ایسے کو خدا کہتا ہے جس نے چار سو جھوٹون کو اپنا نبی کیا اُنسے جھوٹی پیشین گوئیان کہلوائین جس نے ایسے کو ایک عظیم الشان رسول بنایا جسکی نبوت پر اصلا دلیل نہین بلکہ اسکی نفی نبوت پر دلائل قائم ہو (خاک بدہن ملعونان) ولد الزنا تھا جسکی تین دادیان نانیان زناکار کسبیان تھین ایسے کو جس نے ایک بڑھیا کے بیٹے کو محض جھوٹ کہدیا کہ ہم نے بن باپ کے بنایا اور اُسپر یہ فخر کی جھوٹی ڈینگ ماری کہ یہ ہماری قدرت کی کیسی کھلی نشانی ہے۔ ایسے کو جس نے ایک بدچلن عیاش کو اپنا نبی کیا جسنے ایک یہودی فتنہ گر کو اپنا رسول کر کے بھیجا جسکے پہلے فتنہ نے دنیا کو تباہ کر دیا۔ ایسے کو جو اُسے ایکبار دنیا مین لا کر دوبارہ لانے سے عاجز ہے وہ جسنے ایک شعبدہ باز کی مسمریزم والی مکروہ حرکات قابل نفرت حرکات جھوٹی بے ثبات کو اپنی آیات بینات بتایا۔ ایسے کو جسکی آیات بینات لہو و لعب ہین یا نری بے اصل کہ عام لوگ ویسے عجائب کر لیتے تھے اور اب بھی کر دکھاتے ہین بلکہ آجکل کے کرشمے اُنسے زیادہ بلاگ ہین اہل کمال کو ایسی باتون سے پرہیز رہا ہے۔ ایسے کہ جسنے اپنا سب سے پیارا بروزی خاتم النبیین دوبارہ قادیان مین بھیجا مگر اپنی جھوٹ فریب تمسخر ٹھٹول کی چالون سے اُسکے ساتھ بھی نہ چوکا اُس سے کہدیا کہ تیری جورو کے اس حمل سے بیٹا ہوگا جو انبیا کا چاند ہوگا بادشاہ اُسکے کپڑون سے برکت لین گے بروزی بیچارہ اُسکے دھوکے مین آ کر اسے اشتہارون مین چھاپ بیٹھا اُسے تو یون ملک بھر مین جھوٹا بننے کی ذلت و رسوائی اوڑھنے کیلیے یہ چل دیا اور جھٹ پٹ مین اُلٹی کل پھرا دی بیٹی بنا دی بروزی بیچارہ کو اپنی غلط فہمی کا اقرار چھاپنا پڑا اور اب دوسرے پیٹ کا منتظر رہا ابکی یہ سخرگی کی کہ بیٹا دکھا امید دلائی اور ڈھائی برس کے نتیجے ہی کا دم نکال دیا نہ نبیون کا چاند بننے دیا نہ بادشاہون کو اُسکے کپڑون سے برکت لینے دی۔ غرضکہ اپنے چہیتے بروزی کا جھوٹا کذاب ہونا خوب اُچھالا اور اسپر مزہ یہ کہ عرش پر بیٹھا

اُسکی تعریفین گا رہا ہی اسپر بھی صبر نہ آیا بروزی کے چلتے وقت کمال بیحیائی کی ذلت ورسوائی تمام ملک مین طشت ازبام ہونیکے لیے اُسے یون چاؤ دلایا کہ اپنی بہن احمدی کی بیٹی محمدی کا پیام دے بروزی بیچارے کے مونھ مین پانی بھر آیا پیام پر پیام لالچ پر لالچ دھمکی پر دھمکی اُدھر احمدی کے دل مین ڈالدیا کہ ہرگز نہ بھیجیو یون لڑائی ٹھنوا کر آپنے امدادی عدو سے بروزی کی امید اور بڑھائی کہ دیکھ احمدی کا باپ اگر دوسری جگہ اُسکا نکاح کردیگا تو ڈھائی برس مین وہ مریگا اور تین برس مین وہ شوہر۔ یا بالعکس۔ بروزی جی تو ہمیشہ اُسکی چالون مین آجاتے تھے اسے بھی چھاپ بیٹھے یہان تک تو وہی جھوٹی پیشین گوئیان رہتین جو سدا کی تھین اب اُس قادیانی کے ساختہ خدا کو اور شرارت سوجھی چٹ بروزی کو وحی بھیجدی کہ زوجنا کہا محمدی سے ہم نے تیرا نکاح کردیا اب کیا تھا بروزی جی ایمان لے آئے کہ اب محمدی کہان جا سکتی ہے یون جل دیکر بروزی کے مونھ سے اُسے اپنی منکوحہ چھپوا دیا تاکہ وہ حد بھر کی ذلت جو ایک چمار بھی گوارا نہ کرے کہ اُسکی جورو اور اُسکے جیتے جی دوسرے کی بغل مین یہ مرتے وقت بروزی کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا ہو۔ اور رہتی دنیا تک بیچارے کی فضیحت وخواری وبے عزتی وکذابی کا ملک مین ڈنکا ہو ادھر تو عابد ومعبود کی یہ جی بازی ہوئی اُدھر سلطان محمد آیا اور نہ عابد کی چلنے دی نہ معبود کی بروزی جی کی آسمانی جورو سے بیاہ کر ساتھ لے یہ جا وہ جا چلتا بنا ڈھائی تین برس پر موت دینے کا وعدہ تھا وہ بھی جھوٹا گیا اُلٹے بروزی جی زمین کے نیچے چل بسے وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ یہ ہی قادیانی اور اُسکا ساختہ خدا۔ کیا وہ خدا کو جانتا تھا یا اب اُسکے پیرو جانتے ہین حاش للہ سبحن رب العرش عما یصفون ○ **رافضی** ایسے کو خدا کہتا ہی جو حکم کر کرکے پچھتاتا ہی جو مصلحت سے جاہل رہکر ایک حکم کرتا ہی جب مصلحت کا علم آیا اُسے بدل دیتا ہی اس سے تو یہودی خدا غنیمت تھا کہ پچھتانیکے عیب سے بچنے کو نسخ تک نہ کرسکا۔ ایسے کو جو وعدے کا جھوٹا یا بندون سے عاجز ہی کہ اپنا کلام اُتارا اور اُسکی حفاظت کا ذمہ دار بنا مگر عثمن غنی وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم واہل سنت نے اُسکی آیتین اُلٹ پلٹ کردین سورتون کی سورتین کترلین اور وہ یا تو وعدہ خلافی سے چپکا دیکھا کیا اور کچھ نہ کہا یا گھٹانے والون کے آگے کچھ چل نہ سکی دم سادھ گیا ایسے کو جس کہا تو یہ کہ مین یہ دین سب پر غالب کرتا ہون اور کیا یہ کہ خود ہی اُسے ملیامیٹ کردیا اپنی کتاب ہی کا آپ ہی ثقل بڑا نہ رکھا فاسقون کی روایت بے تحقیق ماننے سے منع کیا اور اپنی کتاب کی روایت کا سلسلہ (خاک بدہن ملعونان) کافرون سے رکھا اور کافر بھی وہ جنکا ایک گروہ ایک جتھا خیانت مین طاق اور عداوت اہل بیت مین تحریف واخفائے آیات پر سب کا اتفاق کیا معلوم کہ اُنھون نے کتنا بدلا کیا کچھ چھپایا آیتون کی ترتیب بدلکر کہان کا حکم کہان لگایا ایسے کو جو بندون سے عاجز ترہی وہ بندے سے نیکی چاہے اور بندہ بدی چاہے تو بندہ ہی کا چاہا ہوتا ہے اُسکی ایک نہین چلتی ایسے کو کہ ہر چاہر کا فر ہرگستا

ہر سو ئر خالقیت مین اُسکا شریک ہو وہ اعیان گڑھتا ہی یہ اپنی قدرت سے اپنے افعال اور پھر اسپر یہ دعویٰ کہ ہم میرے
سوا کوئی خالق ایسے کو جس نے بہتیرا چاہا کہ میرے نائب کے بعد میرا شیر مسند پر بیٹھے مگر امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نہ چلنے دی آیت اُتاری وہ کتر لی اور سب نے اُسکے کترنے پر اتفاق کیا آج تک ویسی ہی
کتری ہوئی چلی آتی ہے اُسکے رسول نے تمام صحابہ کے مجمع مین اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر دکھایا اور عمامہ باندھکر اپنا ولیعہد
بنایا مگر رسول کی آنکھین بند ہوتے ہی بالاتفاق تمام صحابہ نے وہ عہد و پیمان پاؤن کے نیچے مل ڈالا اور کمیٹی کر کے ابوبکر
صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسند نشین کر دیا اور شیر مونھ دیکھتا رہ گیا نہ اُسکی چلی نہ رافضی صاحبون کے ساختہ خدا کی۔
ایسون کے ہاتھ مین قرآن رکھا اچھا حفاظت کا وعدہ نباہا۔ ایسا بے اعتبار قرآن شائع کیا اچھا دین کو غلبہ دیا اپنے نبی
کی صحبت اور اُسکے دین کی روایت کو چھانٹ چھانٹ کر ایسے چنے لطف و عدل و اصلح کا واجب خوب ادا کیا۔ ایسے کو
جسکا شیر اور شیر بھی کیسا غالب شیر ہمیشہ دشمنون کا مطیع و فرمانبردار رہا (خاک بدہن ملعونان) کافرون کے پیچھے نماز پڑھا کیا
کافرون کے جھنڈے کے نیچے لڑا کیا۔ بزدلی سے دو رُویہ و منافق ہو کر دشمنون کی بڑی بڑی تعریفین گاتا رہا اہلبیت
رسالت پر کڑے کڑے گھنونے گھنونے ظلم دیکھتا اور ڈر کے مارے دم نہ مارتا بلکہ انہی مدح و ستائش سے اور مدد کرتا
یہانتک کہ کافر لوگ اُسکی سگی بیٹی چھین کر لیگئے اور بی بی بنایا اور وہ تیوری پر میل نہ لایا ویسا ہی اُنکا خادم و ہمدم بنا رہا۔
اور وہ کیا کرے رافضی دھرم مین رسول ہی کو یہ توفیق تھی کہ بیٹیان لے تو کافرون منافقون سے اور بیٹیان دے تو
کافرون منافقون کو اور اپنا یار۔ وانیس و وزیر و جلیس بنائے تو کافرون منافقون کو اور وہ بھی کیا کرے روافض کا
خدا ہی اُن ظالمون کافرون کے بڑے بڑے مناقب اپنے کلام مین اُتارتا رہا جسنے لاکھ کے مجمع مین مقبول تو فقط چار چھ
باقی سب دشمن اور وہ اُس بھری جماعت مین بلا تعیین۔ عام صیغون سے عام وصفون سے مہاجرین و انصار و صحابہ کہکر
تعریفین کرتا بندون کو دھوکے دیتا دو لوگ بات نہ کہنی تھی نہ کہہ سکا۔ ایسے کو جس نے اُن موجود حاضرون مین اپنے
نیک بندون کو مخاطب کر کے وعدہ دیا کہ ضرور ضرور تمھین اس زمین کی خلافت دونگا اور تمہارا دین تمہارے لیے جما دونگا
اور تمہارا خوف امن سے بدل دونگا کاش وہ کسی کے لیے ان مین سے کچھ نہ کرتا تو نرا وعدہ خلاف ہی رہتا نہین اُس نے
کی اور اُلٹی کی اپنے نیک بندون کے بدلے (خاک بدہن ملعونان) کافرون کو زمین عرب کی خلافت دی اور اُنھین کا دین
خوب جما دیا اور اُنھین کے خوف کو امن سے بدل دیا۔ رہے چار چھ نیک بندے بے بس بیچارے ترسان ہراسان خوف
کے مارے اُنھون نے انکی خدمتگاری فرمانبرداری کرتے دن گزارے جس نے روشن کر دیا کہ کافر ہی اُسکے نیک بندے
ہین تو وعدہ خلاف دغا باز حق کا چھپانے والا باطل کا چمکانے والا بندون کو دھوکے دیکر اُلٹی سمجھانے والا سب کچھ ہوا

اُسیسے کو جو خود مختار نہین بلکہ اُسپر واجب ہو کہ یہ کرے اور یہ نہ کرے اور مزہ یہ کہ اُسپر واجب کیا تھا بندون کے حق مین بہتر کرنا یہ بندون کے حق مین بہتر تھا کہ اُنکی ہدایت کو جو کتاب اُتری ظالمون کے پنجے مین رکھی جائے کہ وہ اُسے کتر مین بدلین اور اصل ہدایت پہاڑ کی کھو مین چھپادی جائے جسکی وہ ہوا نہ پائین یہ بندون کے حق مین اصلح تھا کہ اعدا غالب محبوب مغلوب ۔ باطل غالب حق مغلوب ۔ اچھا واجب ادا کیا ۔ وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ یہ ہے رافضیون کا خدا ۔ کیا خدا ایسا ہوتا ہے تعالی اللہ کیا وہ خدا کو جانتے ہین ۔ حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ۝ وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان ۔ زمان ۔ جہت ۔ ماہیت ۔ ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے اور صریح کفرون کے ساتھ گننے کے قابل ہے جسکا سچا ہونا کچھ ضرور نہین جھوٹا بھی ہو سکتا ہے ایسے کہ جسکی بات پر اعتبار نہین نہ اُسکی کتاب قابل استناد نہ اُسکا دین لائق اعتماد ۔ ایسے کو جسمین ہر عیب و نقص کی گنجائش ہے جو اپنی مشیخت بنی رکھنے کو قصداً عیبی بننے سے بچتا ہے چاہے تو ہر گندگی مین آلودہ ہو جائے ایسے کو جسکا علم حاصل کیے سے حاصل ہوتا ہے اُسکا علم اُسکے اختیار مین ہے چاہے تو جاہل رہے ۔ ایسے کو جسکا بہکنا ۔ بھولنا ۔ سونا ۔ اونگھنا ۔ غافل رہنا ۔ ظالم ہونا حتی کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے کھانا ۔ پینا ۔ پیشاب کرنا ۔ پاخانہ پھرنا ۔ ناچنا ۔ تھرکنا ۔ نٹ کی طرح کلا کھیلنا ۔ عورتون سے جماع کرنا ۔ لواطت جیسی خبیث بیحیائی کا مرتکب ہونا حتی کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا ۔ کوئی خباثت کوئی فضیحت اُسکی شان کے خلاف نہین وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردی اور زنی کی دونون علامتین بالفعل رکھتا ہے صمد نہین جوف دار کھکل ہے سبوح قدوس نہین خنثی مشکل ہے یا کم از کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے اور یہی نہین بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے ڈبو بھی سکتا ہے زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہے اُسکے ماں باپ جورو بیٹا سب ممکن ہین بلکہ ماں باپ سے ہی پیدا ہوا ہے ہر طرح پھیلتا سمٹتا ہے جسکی طرح چھوٹا بڑا ہوتا ہے ایسے کو جسکا کلام فنا ہو سکتا ہے جو بندون کے خوف کے باعث جھوٹ سے بچتا ہے کہ کہین وہ مجھے جھوٹا نہ سمجھ لین بندون سے پرا چھپا کر پیٹ بھر کر جھوٹ بک سکتا ہے ۔ ایسے کو جسکی خبر کچھ ہے اور علم کچھ ۔ خبر سچی ہے تو علم جھوٹا علم سچا ہے تو خبر جھوٹی ۔ ایسے کو جو سزا دینے پر مجبور ہے نہ دے تو بے غیرت ہے معاف کرنا چاہے تو حیلے ڈھونڈھتا ہے خلق کی آڑ لیتا ہے ۔ ایسے کو جسکی خدائی کی اتنی حقیقت کہ جو شخص ایک پیڑ کے پتے گن دے اُسکا شریک ہو جائے جس نے اپنا سب سے بڑھکر مقرب ایسون کو بنایا جو اُسکی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہین جو چوہڑون چمارون سے لائق تمثیل ہین ۔ ایسے کو جس نے اپنے کلام مین خود شرک بولے اور جا بجا بندون کو شرک کا حکم دیا قرآن عظیم تو فرمائے اغنٰہم اللہ ورسولہ من فضلہ انہین اللہ ورسول نے اپنے فضل سے دولتمند کر دیا اور مسلمانون کو اس کہنے کی ترغیب دے کہ حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ ہمین اللہ کافی ہے اب دیتے ہین اللہ ورسول ہمین اپنے فضل سے اور وہابیہ کا خدا اسمعیل دہلوی کے کان مین

پھونک جائے کہ ایسا کہنے والا مشرک ہے۔ قرآن عظیم تو جبریل امین کو بیٹا دینے والا فرمائے کہ انہوں نے حضرت مریم سے کہا انما انا رسول ربك لاھب لك غلٰما زکیا۝ میں تو تیرے رب کا رسول ہوں اسلیے کہ میں تجھے ستھرا بیٹا دوں یعنی مسیح علیہ الصلاۃ والتسلیم رسول بخش ہیں اور وہابیہ کا خدا اُنکے کان میں ڈال جائے کہ رسول بخش کہنا شرک ہے قرآن عظیم تو اُس گستاخ پر جس نے کہا تھا رسول غیب کیا جانے حکم کفر فرمائے کہ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے اپنے ایمان کے بعد۔ اور وہابیہ کا خدا اسمعیل دہلوی کو یہی ایمان سوجھائے کہ رسول غیب کیا جانے اور وہ بھی اس تصریح کے ساتھ کہ اللہ کے دیے سے مانے جب بھی شرک ہے۔ اب کہیے اگر رسول کو غیب کی خبر مانے تو وہابی خدا کے حکم سے مشرک۔ نہ مانے تو قرآن عظیم کے حکم سے کافر۔ پھر مفر کدھر یہی ماننے بنے گی کہ یہ مسلمانوں کے خدا کے احکام ہیں جس نے قرآن کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اُتارا اور وہ وہابیہ کے خدا کے جس نے تقویۃ الایمان اسمعیل دہلوی پر اُتاری ہاں وہابیہ کا خدا وہ ہے جسکے سب سے اعلٰی رسول کی شان اتنی ہے جیسے قوم کا چودھری یا گاؤں کا پردھان جس نے حکم دیا ہے کہ رسولوں کو ہرگز نہ ماننا رسولوں کا ماننا نرا خبط ہے وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ یہ ہے وہابیوں کا خدا۔ کیا خدا ایسا ہوتا ہے لا الٰہ الا اللہ کیا وہ خدا کو جانتے ہیں حاش للہ سبحٰن اللہ رب العرش عما یصفون۝ **دیوبندی** ایسے کو خدا کہتے ہیں جو وہابیہ کا خدا ہے جسکا بیان ابھی گزر چکا ہے اور اتنے وصف اور رکھتا ہے کہ علم ذاتی ہیں اُسکی توحید یقینی نہیں دوسرے کو اپنی ذات سے بے عطائے خدا عالم بالذات کہنا قطعاً کفر نہیں ہاں وہ جو بالفعل جھوٹا ہے جسکے لیے وقوع کذب کے معنے درست ہوگئے جو اُسے جھٹلائے مسلمان سنی صالح ہے اُسے کوئی سخت کلمہ کہنا چاہیے دیوبندی خدا چوری بھی کرسکتا وہ تمام جہان کا تنہا مالک نہیں اُسکے سوا اور بھی مالک مستقل ہیں جنکی ملک میں وہ چیزیں ہیں جو دیوبندی خدا کی ملک میں نہیں اُنپر للچائے تو چاہے ٹھگوں لٹیروں کیطرح جبراً غصب کر بیٹھے کیونکہ وہ ظالم بھی ہوسکتا ہے چاہے اُچکوں چوروں کی طرح مالکوں کی آنکھ بچا کر لے بھاگے کیونکہ وہ چوری بھی کرسکتا ہے۔ ہاں وہ جسکی توحید باطل ہے کہ ایک وہی خدا ہوتا تو دوسرا مالک مستقل نہ ہوسکتا اور دوسرا مالک مستقل نہ ہوتا تو دیوبندی خدا چوری کیسے کرسکتا کہ اپنی ملک لینے کو چوری نہیں کہہ سکتے اور اگر وہ چوری نہ کرسکتا تو دیوبندی بلکہ عام وہابی دھرم میں علٰی کل شیئ قدیر نہ رہتا انسان اُس سے قدرت میں بڑھ جاتا کہ آدمی تو چوری کرسکتا ہے اور وہ نہ کرسکا اور یہ محال ہے لاجرم ضرور ہے کہ دیوبندی خدا چوری کرسکے تو ضرور ہے کہ اُسکے سوا اور بھی مالک مستقل ہوں تو ضرور ہے کہ دیوبندی خدا کم از کم مجوسی خداؤں کی طرح دو ہوں۔ نہیں نہیں بلکہ قطعاً لازم کہ کروروں ہوں کہ آدمی کروروں اشخاص کی چوری کرسکتا ہے دیوبندی خدا نہ کرسکے تو آدمی سے قدرت میں گھٹ رہے لاجرم ضرور ہے کہ کروروں خدا ہوں جنکی چوری دیوبندی خدا کرسکے۔ رہا یہ کہ وہ سب کے سب اسی کیطرح چوٹّے بدمعاش ہیں یا صرف یہ۔ اسکا فیصلہ تھانوی صاحب کے سر ہے۔ ہاں دیوبندی خدا وہ ہے کہ علم میں شیطان میں جواب دیں اپنے کروروں خداؤں سے دو ایک ہی کم کر دکھائیں

جسکا شریک ہو سب سے بدتر مخلوق شیطان کا علم اُسکے سب سے اعلیٰ رسول کے علم سے وسیع تر ہو اور ہونا ہی چاہیے کہ رسول اُسکے برابر کیسے ہو سکے جو خدا کا شریک ہو۔ اُسنے جیسا علم اپنے حبیب کو دیا اور اُسے اپنا بڑا افضل کہا اور اُسپر اعلیٰ درجہ کا احسان جتایا اُسکی حقیقت اتنی کہ ایسا تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہوتا ہی ہاں دیوبندی خدا وہ ہے جسے قادر مطلق کہنا اسی دلیل سے باطل ہو کہ جمیع اشیا پر قدرت تو عقلاً و نقلاً باطل ورنہ خود وہ بھی مقدور ہو تو ممکن ہو تو خدا نہ رہے اور اگر بعض مراد تو اس مین اُسکی کیا تخصیص ایسی قدرت تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہو۔ دیوبندی خدا وہ ہو جس نے ایسے کو اپنا سب سے اعلیٰ رسول چنا جو اُسکا کلام سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتا خیالات عوام کے لائق اُسکی سمجھ تھی جسکی خطا اہل فہم پر روشن تھی۔ پھر یہ دیوبندی خدا اُسے اُس فاحش غلطی پر بھی نہ روکتا یا شاید خود بھی اپنا کلام نہ سمجھتا کیونکہ وہ جاہل بھی ہو سکتا ہی دیوبندی خدا وہ ہے کہ جس دلیل سے اُسکے خاتم النبیین کے سوا چھ خاتم النبیین اور ماننا خاتم کی شان بڑھانا ہی یو ہین اُسے تنہا خدا کہنا اُسکی شان گھٹانا ہی اُسکی بڑی بڑائی یہ ہے کہ بہت سے خداؤن کا خدا ہو کیا خدا ایسا ہوتا ہے حاش للہ سبحن رب العرش عما یصفون ○ غیر مقلد کا خدا یہ سب کچھ ہو جو دیوبندی وہابی کا قال اللہ تعالیٰ بعضہم من بعض اور وہ بعض نرالے تین اور زیادہ رکھتا ہی ایسا کہ جسکے دین مین کتا حلال سؤر کی چربی حلال سؤر کے گردے حلال سؤر کی تلی حلال سؤر کی کلیجی حلال سؤر کی اوجھڑی حلال سؤر کی کھال کا ڈول بنا کر اُس سے پانی پینا حلال وضو کرنا حلال گندی خبیث شراب سے نہا کر سارے کپڑے اُس مین رنگ کر نماز پڑھنا حلال ایک وقت مین ایک عورت متعدد مردون پر حلال۔ وہ جس نے آپ ہی تو حکم دیا کہ خود نہ جانو تو جاننے والون سے پوچھو اپنے علما کی اطاعت کرو اپنے نیکون کی پیروی کرو جب پوچھا اور اطاعت و پیروی کی تو شرک کی جڑ دی۔ وہ جس نے ائمہ دین کی تقلید حرام و شرک ٹھہرائی اور پوربی بنگالی پنجابی بھوپالی کی فرض۔ وہ جس نے اپنے اور اپنے رسولون کے سوا کسی کی بات حجت نہ رکھی اور بیچ مین چند محدثون اور جارحون معدلون کو کھڑا کر کے اُنکے قول کو کتاب و سنت کے برابر ٹھہرا کر حجیت دی یعنی یہ شریک الوہیت نہیں تو شریک رسالت ضرور ہین۔ نہین نہین بلکہ شریک الوہیت ہی ہین کہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ نہ کہ رسلا من دون النبی ہان وہ جس نے آپ ہی تو اتباع ظن حرام اور افادہ حق مین محض ناکام کیا پھر ان چند کی ظنی روایات ظنی جرح و تعدیلات کا اتباع عین دین کر دیا تو بات کیا وہی کہ یہ مثل انبیا معصوم ہین نہین نہین بلکہ دین غیر مقلدی کے ارباب من دون اللہ جھوٹے خدا ہین وہ جس نے چند جاہلان عالم نما کے سوا جو ابو حنیفہ و شافعی پر مونھ آتے اور اُنکے احکام پرکھنے کی اپنے مین طاقت بتاتے ہین تمام عالم کو بے نتھا بیل کیا ہی کیونکہ وہ آپ دلیل سمجھ نہین سکتے اور دوسرے کی کہی ہوئی اگرچہ بنگالی بھوپالی دہلوی امرتسری کی مان لین کہ دلیل سے یہ ثابت ہو تو یہ وہی تقلید ہوئی جو شرک ہی لہذا ضرور بے نتھے بیل ہین۔ وہ کہ عام جہان پر جسکے لیے کوئی حجت قائم نہین ہو سکتی کہ حجت قائم ہو

دلیل سے۔ دلیل وہ خود سمجھ نہیں سکتے اور دوسرے کی سمجھ پر اعتماد شرک۔ وہ[ف] جس نے (خاک بدہن خبثا)[۲۱۴۲] کھلے مشرکوں کو
خیر امۃ کہا اور اُنکے تین قرنوں کو خیر القرون کہلوایا جنکا روز اول سے آجتک یہی معمول کہ عامی کو جو مسئلہ پوچھنا ہوا
عالم سے پوچھا عالم نے حکم بتا دیا سائل نے مانا اور کاربند ہوا صحابہ سے آجتک کبھی دلیل بتانے اور اُسے عامی کے اسقدر
ذہن نشین کرنیکا کہ وہ خود سمجھ لے کہ واقعی یہ حکم قرآن و حدیث سے ثابت بروجہ صحیح غیر معارض و غیر منسوخ ہی ہرگز نہ دستور تھا
نہ ہوا نہ ہے تو پوچھنے والے بے علم دلیل تفصیلی اُنکا فتوے مانکیے اور یہی تقلید ہی اور تقلید شرک تو عہد صحابہ سے آجتک سب
عامی مشرک ہوئے اور وہ مفتی بے القائے دلیل اسی لیے فتوے دیتے رہے کہ یہ مانیں اور عمل کریں تو صحابہ سے آجتک
سب مفتیان و علما مشرک گر و شرک دوست ہوئے اور ہر مشرک گر خود مشرک اور اور مشرکوں سے بدتر تو غیر مقلد کے دھرم
مین صحابہ سے ابتک تمام امت مشرک لیکن غیر مقلد کا خدا انھین کو خیر امۃ اور خیر القرون کہتا کہلواتا ہی[ف] پھر اسکی
کیا شکایت کہ ایسوں[۲۱۴۳] کو کہا جو غیر مقلدی دھرم مین فرقوا دینہم وکانوا شیعا تھے جنھوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے
کر دیا اور جدا جدا گروہ ہوگئے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے اتباع اُنسے فتوے لیتے اور اُسپر چلتے عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ تعالی عنہما کے اتباع اُنکی طرف تھے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کے اتباع اُنکے ساتھ تھے اور وہ اختلاف
آجتک برابر قائم رہے سب فریق مشورہ کرکے ایک بات پر عامل نہ ہوئے تھے نہ ہوئے قرآن عظیم مین ہمیشہ پڑھا کیے
فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول جب تم مین کسی بات مین اختلاف ہو تو اُسے اللہ و رسول کی طرف
رجوع کرو اسپر عمل کرنا تھا نہ کیا۔ اسپر عمل کرتے تو سب ایک نہ ہو جاتے کہ اللہ و رسول کا حکم ایک ہی تھا۔ مگر وہ اپنے ہی عالموں
کے قول پر اڑے رہے مسعودی عمری عباسی نام نہ کہلانا کوئی چیز نہین کام وہی رہا جو حنفی شافعی مالکی حنبلی نے کیا کام کام سے
ہے نہ کہ نام سے۔ دین کے ایسے ٹکڑے کرنے والوں کو خیر امۃ و خیر القرون ٹھہرایا وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ
کیا انھوں نے خدا کو جانا حاش للہ مالہم بہ من علم ان ہم الا یخرصون ۝ سبحن رب العرش عما یصفون ۝
تنبیہ مسلمانو تم نے دیکھا یہ ہین یہ گمراہ فرقے اور یہ ہین انکے ساختہ خدا ماقدروا اللہ حق قدرہ[۲۱۴۴] اور ایک عام بات یہ ہے
کہ کفر کیا ہے اُس بات کی تکذیب جو بالقطع والیقین ارشاد الٰہی عزوجل ہے اب یہ تکذیب کرنے والا اگر اُسے ارشاد الٰہی
عزوجل نہین مانتا تو ایسے کو خدا سمجھا ہی جسکا یہ ارشاد نہین حالانکہ خدا وہ ہی جسکا یہ ارشاد ہے تو اُس نے خدا کو کہاں
جانا اور اگر اُسکا ارشاد مانکر تکذیب کرتا ہی تو ایسے کو خدا سمجھا ہی جسکی بات جھٹلانا روا ہی اور خدا اس سے پاک و برتر و
بلند و بالا ہے تو اُس نے خدا کو کب جانا۔ حاصل وہی ہوا کہ اتخذ الٰہہ ھوٰیہ اور[ف] بیان[۲۱۴۵] سے ظاہر ہوا کہ اس جہل باشد
مین نرے دہریوں کے بعد سب سے وجود خدا کے منکرین سب بھاری حصہ ان وہابیوں اسمٰعیلیوں خصوصًا

۹۹
۱۰۰
۱۰۱

دیوبندیوں کا ہی کہ اور کافر تو اس سے کافر ہوئے کہ اُنھوں نے خدا کو جھٹلایا خدا کو عیب لگایا مگر اُن میں ایسا کھلا بیباک مشکل سے نکلے گا جو اپنی زبان سے خود ہی کہے کہ ہاں ہاں اُسکا خدا جھوٹا ہونے اور نہ صرف جھوٹ بلکہ ہر شر سے سے شرے عیب سرنا پاک سی ناپاک گندگی میں سننے کے قابل ہو یہودی نصرانی بھی شاید اسے کہتے جھجکیں گے یہ دعوئی وعائی دیے کی صفائی انھیں صاحبوں کے حصہ میں آئی کہ اپنے معبود کے کذاب عیبی آلودہ ہونے کو دھڑلے سے جائز کریں اور اُسپر تحریریں کریں لکھیں چھاپیں اسی پر کمال اسلام کا مدار جانیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

تنبیہ ان چند اوراق میں جو کچھ بیان ہوا کتب و رسائل فقیر و اصحاب فقیر میں بحمدہ تعالٰی مبسوط و مبرہن ہے مسلمان انھیں حروف کو یاد رکھیں تو ضرور ضرور ان تمام بدمذہبوں کے سائے سے بچیں انکی پرچھائیں سے دور بھاگیں انکے دام سے الگ کریں انکے قال اللہ و قال الرسول کے مکر کے جال میں نہ پھنسیں یثبت اللّٰہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا تو بعونہٖ تعالٰی بیشک روشن ہوا اور انشاء اللہ الکریم انشاء اللہ الکریم انشاء اللہ الکریم وفی الاٰخرۃ کل کے دن پر وہ برا مگن ہو یعنی ثابت رکھے گا اللہ ایمان والوں کو حق دین پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں واللّٰہ علٰی کل شیئٍ قدیر واللّٰہ غفور رحیم ○ وللّٰہ الحمد + والیہ الصمد + وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ محمد والہٖ وصحبہٖ وابنہٖ وحزبہٖ اجمعین + اٰمین والحمد للّٰہ رب العٰلمین ○

رسالہ قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء

شرح تعریف رضوی کے افادہ پنجم میں ضمناً اس مسئلہ کا ذکر آیا کہ اگر دوسرے کے پاس پانی پایا اور نہ مانگا اور تیمم سے پڑھ لی پھر مانگا اور اُس نے دیدیا تو نماز نہ ہوئی نہ دیا تو ہوگئی اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق وہاں لکھی کہ بجائے خود ایک رسالہ ہو گئی طول کے سبب اُسے وہاں سے جدا کیا اور رسالہ کا حوالہ دیا۔ یہ وہ رسالہ ہے وباللّٰہ التوفیق۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی ارسل من بحر نداہ + ماء ھداہ + مع مصطفاہ + فاعطانا بلاسؤال + وطھرنا بہٖ من نسوء الضلال + وصلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم + وبارک وشرف ومجد وکرم + علی التوالی والتواتر والاتصال الی ابد الاٰباد من ازل الاٰزال + وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ خیر صحب واٰل متیمم کہ دوسرے کے پاس پانی پائے یہ مسئلہ بہت معرکۃ الآراء و طویلۃ الاذیال ہے اکثر کتب میں اُسکے بعض جزئیات مذکور ہیں امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ پھر محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ پھر محقق زین العابدین نے بحر الرائق میں رحمہم اللّٰہ تعالٰی ورحمنا بہم اُسکے لیے قوانین کلیہ وضع فرمانا چاہے کہ جمیع شقوق کو حاوی ہوں۔ فقیر اولاً چند مسائل ذکر کرے جنکا لحاظ ہر ضابطہ میں ضرور ہو وہی اپنے اضافات لکھ

قوانین العلماء

ہر ضابطہ میں پھر قوانین علما اور ما لہا وما علیہا پھر وہ جو فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوا وللہ الحمد واللہ المستعان وعلیہ التکلان

مسئلہ ۱ - اگر دوسرے کے پاس اتنا پانی ہو کہ اسکی طہارت کو کافی اور اسکی حاجت سے نائد ہو معلوم نہ تھا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی نماز کے بعد معلوم ہوا تو نماز پر اسکا کچھ اثر نہیں نماز ہوگئی اگرچہ بعد نماز وہ اسے پانی خود یا اسکے مانگے سے دے بھی دے لما علمت ان لا قدرۃ الا بالعلم حتی لو وضع فی رحلہ ماء ونسیہ وصلی تمت وان تذکرھا بعد لم یعد کما تقدم مفصلا فی نمرۃ خانیہ میں ہے المصلی بالتیمم اذا وجد الماء بعد الفراغ من الصلاۃ لا تلزمہ الاعادۃ ولو وجد فی خلال الصلاۃ فسدت وکذا لو وجد بعد التشہد قبل السلام وان وجد بعد ما سلم تسلیمۃ واحدۃ لم تفسد

مسئلہ ۲ اگر نماز پڑھتے میں اُس نے پانی لاکر رکھا کہ یہ لیلے یا مطلق کہا کہ جس کے جی میں آئے اس سے وضو کرے تو تیمم ٹوٹ گیا نماز جاتی رہی اسکا ذکر ضمن نمبر ۱۶ میں گزرا مگر یہاں ایک استثنا نفیس ہے امام فقیہ النفس نے فرمایا اگر وہ کہنے والا نصرانی ہو نیت نہ توڑے کہ اُسکے کہنے کا کیا اعتبار شاید مسخرہ پن سے کہتا ہو ہاں نماز کے بعد اُس سے مانگے دیدے تو نماز پھیرے ورنہ ہوگئی خانیہ میں ہے المصلی بالتیمم اذا قال لہ نصرانی خذ الماء فانہ یمضی علی صلاتہ ولا یقطع لان کلامہ قد یکون علی وجہ الاستہزاء فلا یقطع بالشک فاذا فرغ من الصلاۃ سألہ ان اعطاہ اعاد الصلاۃ والا فلا اسیطرح خلاصہ میں زیادات و فتاوے رزین سے ہے

اقول علمائے کرام اکثر بجائے مناط ذکر مظنہ پر اکتفا فرماتے اور مثال سے مقصود کی راہ دکھاتے ہیں یہاں نصرانی کی تخصیص نہ کافر کی خصوصیت بلکہ مدار ظن استہزا ہے اگر نصرانی یا کوئی کافر اسکا نوکر یا ماتحت یا رعیت یا اسکی شاگردی میں ہے یا اس سے کسی حاجت کی طمع رکھتا یا خوف کرتا ہو تو ان صورتوں میں اُس پر گمان استہزا نہ ہوگا نیت توڑنی ہوگی ہاں اگر پھر مانگے پر نہ دے تو تیمم باقی ہے وذلک لظھور القدرۃ علی الماء ظنا مع عدم ما یعارضہ اور اگر کوئی فاسق بیباک تسخر کا عادی ہے لوگوں سے یونہی کہا کرتا پھر نہیں دیتا ہے تو اُسکے کہنے پر نیت توڑنے کی اجازت نہ ہوگی لان ابطال العمل حرام ولم یحصل الظن علی القدرۃ بقول مثلہ من المستھزئین اللئام ہاں بعد نماز دیدے تو اعادہ کرنی ہوگی۔ ورنہ نماز بھی ہوگئی اور تیمم بھی باقی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳ - اگر اُس نے اس سے پانی لینے کو نہ کہا مگر نماز میں اسے اُسکے پاس کافی پانی ہونیکا علم ہوا **اقول** اگرچہ تذکر سے کہ پہلے اُسکے پاس پانی ہونا معلوم تھا یاد نہ رہا تیمم کرکے نماز شروع کی نماز میں یاد آیا کہ فلاں کے پاس پانی ہے وھذا ظاھر جدا تو دو صورتیں ہیں اگر اسے گمان غالب ہو کہ مانگے سے دیدے گا تو نیت توڑ دے اور مانگے اور اگر گمان غالب ہو کہ نہ دیگا یا کسی طرف غلبہ ظن نہ ہو شک کی حالت ہو تو نیت توڑنے کی اجازت نہیں ہو سکتی صدر الشریعۃ میں زیادات سے ہے المتیمم المسافر اذا رأی مع رجل

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ماء کثیر او ھو فی الصلاۃ وغلب علی ظنہ انہ لایعطیہ او شک مضی علی صلاتہ لانہ صح شروعہ فلا یقطع بالشک وان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ قطع الصلاۃ وطلب منہ الماء بعینہ اسیطرح بدائع و حلیہ میں جامع کرخی سے ہے غیر انہ لیس فیہ ذکر ظن العطاء صریحا وانما دل علی القطع فیہ بالمفہوم بزازیہ میں ہے ان علم انہ یعطیہ قطع وان اشکل لا فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے المصلی بالتیمم اذا رأی مع رفیقہ ماء یباح لہ ان ینصرف وان استوی الظنان لایحل لہ قطع الصلاۃ واذا فرغ من الصلاۃ ان ظہر انہ کان ماء یلزمہ الاعادۃ والا فلا **تنبیہ**۔ **اقول** [۳۱۵۰] ظاہر عبارات بحالت ظنِ غالب عطا وجوب قطع ہے لان صیغۃ الاخبار آکد من صیغۃ الامر ولان [۳۱۵۱] بظن العطاء وان لم یقدر علی الماء حتی یبطل تیممہ لکن اورث شبہۃ قویۃ فی بقائہ فلا یحل المضی علیہ حتی یظہر بطلانھا ولان [۳۱۵۲] الصلاۃ بالتیمم کاملۃ عندنا کالصلاۃ بالوضوء ولذا صح اقتداء المتوضیٔ بالمتیمم بل جاز بلا کراھۃ وان کان العکس افضل فھذا القطع لیس للاکمال بل للابطال ولیس ثمہ فی المضی علی الصلاۃ ضرر علیہ یزال ومثل القطع لو لم یجب لم یجز لقولہ تعالٰی ولا تبطلوا اعمالکم واللہ سبحنہ اعلم۔ **مسئلہ ۴**۔ یہ حکم نماز کے قطع واتمام کا تھا۔ رہا یہ کہ اُس سے پانی مانگنا اسپر واجب ہے یا نہیں۔ **اقول** [۳۱۵۳] بحالِ ظن عطا تو وجوب میں شبہہ نہیں کہ اسی کے لیے نیت توڑنے کا حکم ہوا تھا دو حالتوں میں عبارت خلاصہ یہ ہے بیرون نماز پانی دیکھکر مانگنا واجب ہونے نہ ہونے کا اختلاف آئیگا اور اور مسائل لکھکر فرمایا ھذا کلہ قبل الشروع فی الصلاۃ ولو شرع بالتیمم فی السفر فرأی رجلا معہ ماء کثیر ان علم انہ یعطیہ یقطع الصلاۃ وان علم انہ لایعطیہ یمضی علی صلاتہ وان اشکل یمضی علی صلاتہ ثم یسألہ ان اعطاہ اعاد الصلاۃ وان ابی فصلاتہ تامۃ اسیطرح ہندیہ میں محیط سرخسی سے ہے غیر انہ لم یذکر ظن المنع اسکا یہ مفاد کہ بحالِ ظن منع سوال کی اصلا حاجت نہیں اور بحالِ شک نماز پوری کرکے مانگے یہ صاف نہ فرمایا کہ مانگنا واجب ہے یا مستحب **اقول** [۳۱۵۴] مگر مسئلہ ظن قربِ آب میں تصریح ہے کہ اگر قرب مشکوک ہو طلب واجب نہیں صرف مستحب ہے درمختار میں ہے الا یغلب علی ظنہ قربہ لایجب بل یندب ان رجا والا لا شرح تعریف رضوی سے اخذ کیجئے میں اور بعض عبارات بھی اسکے مفید گزریں اور جوہرہ نیرہ میں ہے اذا شک یستحب لہ الطلب اسیطرح ہندیہ میں سراج وہاج سے ہے بحر میں بدائع سے ہے اذا لم یغلب علی ظنہ قربہ لایجب بل یستحب اذا کان علی طمع من وجود الماء اسکے بکثرت مؤیدات عنقریب آتے ہیں ان شاء اللہ تعالٰی تو حاصلِ حکم یہ نکلا کہ بحالِ ظن عطا مانگنا واجب اور بحالِ شک مستحب اور بحالِ ظن منع مستحب بھی نہیں واللہ تعالٰی اعلم **مسئلہ ۵**۔ صحیح ومعتمد وظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نماز میں

بحالِ غلبۂ ظن عطا اگرچہ نیت توڑنے کا حکم ہو مگر فقط اس غلبۂ ظن سے نہ تیمم ٹوٹے نہ نماز جائے یہانتک کہ اگر پوری کرلی اور پھر مانگا اور اُس نے نہ دیا تو نماز بھی صحیح اور تیمم بھی باقی کہ ظاہر ہوا کہ وہ ظن غلط تھا۔ **اقول** [3157] یہ حکم خود انھیں عبارات مذکورۂ زیادات وجامع کرخی ومحیط سرخسی وخلاصہ وبزازیہ وصدر الشریعۃ وحلیہ وہندیہ سے ظاہر کہ قطع نماز کو فرمایا اور قطع وہی کی جائیگی کہ ہنوز باقی ہے باطل خود ہی معدوم ہوگئی قطع کیا ہو، بحر میں ہے اذا کان فی الصلاۃ وغلب علی ظنہ الاعطاء لاتبطل بل اذا اتمہا وسألہ ولم یعطہ تمت صلاتہ لانہ ظہر ان ظنہ کان خطاء کذا فی شرح الوقایۃ فعلم منہ ان ما فی فتح القدیر من بطلانہا بمجرد غلبۃ ظن الاعطاء لیس بظاہر الا ان قاضیخان فی فتاواہ ذکر البطلان فی ہذہ الصورۃ بمجرد الظن عن محمد۔ اسی طرح رد المحتار میں نہر سے ہے قال لاتبطل کما جزم بہ الزیلعی وغیرہ فما فی الفتح فیہ نظر نعم فی الخانیۃ عن محمد انہا تبطل بمجرد الظن فمع غلبتہ اولی وعلیہ یحمل ما فی الفتح اھ۔ **اقول** [3158] عبارۃ الخانیۃ المسافر اذا شرع فی الصلاۃ بالتیمم ثم جاء انسان معہ ماء فانہ یمضی فی صلاتہ فاذا سلم فسألہ ان منع جازت صلاتہ وان اعطاہ بطلت وعن محمد رحمہ اللہ تعالٰی اذا رأی فی الصلاۃ مع غیرہ ماء وفی غالب ظنہ انہ یعطیہ بطلت صلاتہ اھ فلیس فیہا عن محمد بطلانہا بمجرد الظن بالمعنی الذی اراد النہر بل قد قید صریحا بغلبۃ الظن ولو لم یقید لکان ہو المراد اذ الظن الضعیف ملتحق بالشک کما صرحوا بہ فکیف تبطل بالشک صلاۃ صح الشروع فیہا بیقین وکأنہ لم یراجع الخانیۃ واعتمد قول اخیہ ذکر البطلان بمجرد الظن فحملہ علی تجرید الظن عن الغلبۃ ولیس کذلک وانما مرادہ بمجرد الظن ای قبل ان یسأل فیظہر تحقیق ظنہ او خیبتہ ثم **اقول** [3159] ما روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی یحتمل تأویلین الاول ان بطلت بمعنی ستبطل کما ہو معروف فی کلماتہم فی غیر ما مقام وقد بیناہ فی رسالتنا فصل القضاء فی رسم الافتاء۔ الثانی [3160] ان المعنی ان حکم نفس ہذہ الصورۃ ہو البطلان حتی لو لم یزد علی ہذا ومضی علی صلاتہ ولم یسأل بعدہا حکم ببطلانہا سواء اعطاہ صاحب الماء بعد ذلک السؤال اولا وعبارۃ الفتح ہکذا جماعۃ من المتیممین وہب لہم صاحب الماء فقبضوہ لاینتقض تیمم احد منہم لانہ لایصیب کلا منہم ما یکفیہ علی قولہما وعلی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم لاتصح ہذہ الہبۃ للشیوع ولو عین الواہب واحدا منہم یبطل تیممہ ونحوہ حتی لو کان اماما بطلت صلاۃ الکل وکذا لو کان غیر امام الا انہ لما فرغ القوم سألہ الامام فاعطاہ تفسد علی قول الکل لتبین انہ صلی قادرا علی الماء واعلم انہم فرعوا لو صلی بتیمم فطلع علیہ

رجل معه ماء فان غلب علی ظنه انه یعطیه بطلت قبل السؤال وان غلب ان لا یعطیه یمضی علی صلاتہ وان اشکل علیه یمضی ثم یسأله فان اعطاه ولو بیعا بثمن المثل ونحوه اعاد والا فهی تامة وکذا لو اعطاه بعد المنع الا انه یتوضأ ھنا للصلاۃ اخری وعلی ھذا فالاطلاق فساد الصلاۃ فی صورۃ سؤال الامام اما ان یکون محمولا علی حالۃ الاشکال او ان عدم الفساد عند غلبۃ ظن عدم الاعطاء مقید بما اذا لم یظھر له بعد اعطاؤه اھ وانت تعلم ان ھذه العبارۃ بعیدۃ عن ذینك التاویلین اما الاول فظاھر واما الثانی فلان مفاد ما حکاه عنده ان عند ظن العطاء او المنع لا توقف علی السؤال بل صحت فی ظن المنع وبطلت فی ظن العطاء سأل اولم یسأل انما یتوقف الامر علی السؤال عند الشك والاشکال ولذا افھم المخالفۃ بینه وبین فرع سؤال الامام حیث حکموا فیه ببطلان صلاتہم اذا اعطاه وھو باطلاقه یشمل ما اذا کان للامام ظن فی صلاته عطاء او منعا او شك فتوقفت الصحۃ فی ظن المنع ایضا علی ما یتبین من الحال بعد السؤال ولذا اراد التوفیق بین حملین اما ان یخص الفرع بصورۃ الشك فیصح التوقف علی السؤال او یقال ان فی ظن المنع ایضا یزول حکم الصحۃ بظھور خطائه بعد الصلاۃ ھذا ما فھمه مرامه رحمه اللّٰه تعالٰی وھو غیر منسوج علی منوال ما روی عن الامام الربانی رحمه اللّٰه تعالٰی کیف وقد نسبه الی المشایخ انھم ھم الذین فرعوه وانت تعلم ان ما حکاه عین ما فی الخلاصۃ سوی ان فیھا ان علم انه یعطیه یقطع الصلاۃ ووقع بدله فی الفتح بطلت قبل السؤال ولیس مفادھا البطلان بمجرد ظن العطاء ولا الجزم بالصحۃ مطلقا فی ظن المنع حتی لا تعاد وان اعطی ولا تخصیص احالۃ الحکم علی ما یتبین بعد السؤال بصورۃ الاشکال بل ھو عام یشمل جمیع الاشکال کما یتجلی فی کل ذلك حقیقۃ الحال بعون المولی ذی الجلال والظاھر واللّٰه تعالٰی اعلم انه رحمه اللّٰه تعالٰی اعتمد ھھنا علی ما فی ضد ره ولم یراجع کلماتھم ولذا ردد فی التوفیق مع ان الشق الاول لا مساغ له والاخیر ھو المنصوص علیه فی کتب المذھب کما سیأتی ان شاء اللّٰه تعالٰی۔

مسئلہ ۶: اگر شروع نماز سے پہلے دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا تو آیا اُس سے مانگنا واجب ہے یا نہیں یہاں اختلاف روایات تاحد اضطراب ہے اور وہ کر مطالعہ کتب ونظر دلائل سے فقیر کو منقح ہوا یہ کہ یہاں بھی وہی حکم ہے جو مسئلہ ۵ میں گزرا یعنی ظن غالب ہو کہ دیدیگا تو سوال واجب اور بے مانگے تیمم کرکے نماز پڑھنا حلال نہیں ورنہ واجب نہیں اور بلاسوال نماز حلال ہاں بحالِ شک سوال مستحب مسئلہ ہردو ظن میں خود یہی تحقیق وتوفیق ہے اور مسئلہ شک میں یہی قول جمہور وراجح علی التحقیق ہے اس اختلاف روایات

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کے متعلق بعض عبارات ذکر کرکے اپنے دونوں دعووں کو دونوں مقاموں میں تحقیق کریں وباللہ التوفیق۔ ہدایہ میں ہے: ان کان مع رفیقه ماء طلب منه قبل ان یتیمم لعدم المنع غالبا (ولو تیمم قبل الطلب اجزأه عند ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه) لانه لایلزمه الطلب من ملک الغیر وقالا لایجزیه لان الماء مبذول عادة۔ عنایہ وبنایہ میں ہے: ذکر الاختلاف فی الایضاح والتقریب۔ شرح الاقطع میں ہے: بین ابی حنیفة وصاحبیه کما ذکر فی الکتاب۔ قال فی المبسوط ان کان مع رفیقه ماء فعلیه ان یسأله الا علی قول الحسن بن زیاد فانه کان یقول السؤال ذل وفیه بعض الحرج وما شرع التیمم الا لدفع الحرج۔ فتح القدیر میں ہے: القدرة علی الماء بملکه او بملک بدله اذا کان یباع او بالاباحة اما مع ملک الرفیق فلان الملک حاجز فثبت العجز۔ اس میں نیز ذخیرہ امام برہان الدین سے رمانیہ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے: عن الجصاص لاخلاف بینهم فمراد ابی حنیفة اذا غلب علی ظنه منعه ومرادهما اذا ظن عدم المنع لثبوت القدرة بالاباحة فی الماء لا فی غیره عنده۔ نہایہ امام سغناقی پھر بنایہ امام عینی و ذخیرہ اخی چلپی میں ہے: لم یذکر فی عامة النسخ قول ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه فی هذا الموضع بل قیل لا یجوز التیمم قبل الطلب اذا کان غالب ظنه ان یعطیه مطلقا من غیر ذکر الخلاف بین علمائنا الثلاثة رضی اللہ تعالٰی عنهم الا فی الایضاح اھ هذا النقل الذخیرة ولم یذکر فی البنایة قوله الا فی الایضاح وذکر مکانه الا علی قول الحسن بن زیاد فانه یقول السؤال ذلة۔ وفیض منیر میں عینی سے ہے: ذکر الزوزنی وغیرہ لو تیمم قبل الطلب اجزأه عند ابی حنیفة فی روایة الحسن عنه۔ بحر میں ہے: اعلم ان ظاهر الروایة عن اصحابنا الثلثة وجوب السؤال من الرفیق کما یفیده ما فی المبسوط قال اذا کان مع رفیقه ماء فعلیه ان یسأله الا علی قول الحسن بن زیاد فانه کان یقول السؤال ذل وفیه بعض الحرج وما شرع التیمم الا لدفع الحرج ولکنا نقول ماء الطهارة مبذول عادة بین الناس ولیس فی سؤال ما یحتاج الیه مذلة فقد سأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بعض حوائجه من غیره اھ فافاد ان هذا ما وقع فی الهدایة وشرح الاقطع من الخلاف بین ابی حنیفة وصاحبیه فعنده لایلزمه الطلب وعندهما یلزمه واندفع ما فی غایة البیان من ان قول الحسن حسن وفی الذخیرة نقلا عن الجصاص انه لاخلاف بین ابی حنیفة وصاحبیه فمراده فیما اذا غلب علی ظنه منعه ایاه ومرادهما عند غلبة الظن بعدم المنع وفی المجتبی الغالب عدم الظنة بالماء حتی لو کان فی موضع تجری الظنة علیه لایجب الطلب منه اھ منیہ میں ہے: اذا تیمم وصلی ولم یسأل فعلی قول ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه صلاته صحیحة فی الوجوه کلها (ای سواء ظن منحا او منعا او شک) وقالا لایجزئه والوجه هو التفصیل کما قال ابو نصر الصفار انه انما یجب السؤال فی غیر موضع عزة الماء فانه حینئذ یتحقق ما قالاه من انه مبذول والا فکونه مبذولا عادة فی کل موضع ظاهر المنع علی ما یشهد به کل من عانی الاسفار فینبغی ان یجب

الطلب لا تصح الصلاة بدونه فيما اذا ظن الاعطاء لظهور دليلهما وزما اذا ظن عدمه لكونه فی موضع عزة الماء اھ اقول[٣٦٦] الصفار لم يحد قولا خلاف اقوالهم بل هو كالشرح لها كما فعل الامام الجصاص فلولا حظ هذا لما احتاج الى الخروج عن اقوال ائمة المذهب جميعا بالتوزيع والتلفيق قال اما اذا شك فی موضع عزة الماء او ظن المنع فی غيره فالاحتياط فی قولهما والتوسعة فی قوله لان فی السؤال ذلا وقول من قال لا ذل فی سؤال ما يحتاج اليه ممنوع اھ اقول[٣٦٧] فاذن يؤل الامر الى ترجيح قول الامام مطلقا او مذهب اختيار قولهما عند ظن العطاء لان الذل محترز عنه مطلقا وقد ثبت فی الحديث نهی المؤمن عن ان يذل نفسه الا ان يقال[٣٦٨] انما يذل بالسؤال حيث يعز لانه اذن شیء مضنون به فالمسؤل منه ان منع فهذا ذل ظاهر وان دفع من وتحمل المنة ذل حاضر بخلاف موضع لا يعز فيه فانهم يتباذلون به فيه ولا يتوقع المنع ولا الامتنان فی الدفع وعن هذا قال فيه لظهور دليلهما قال واستدلاله بانه صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قد سأل بعض حوائجه من غيره مستدرك لانه صلی اللہ تعالی علیہ وسلم كان بالمؤمنين اولی من انفسهم فلا يقاس غيره عليه لانه اذا سأل فترض علی المسؤل البذل ولا كذلك غيره اھ اقول[٣٦٩] ليس كمثله صلی اللہ تعالی علیہ وسلم غيره فی شیء من الصفات ومنها الغيرة فهو صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اغير خلق اللہ واللہ تعالی اغير منه ومحال من نفس كريمة غيراء ان تتعرض لشیء مما يعد ذلا فثبت ان سؤال الحاجة ماليس بذل والا لما وقع منه صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ولا دخل[٣٧٠] فی هذا لافتراض البذل وعدمه قد[٣٧١] يفترض فی حق غيره صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ايضا كاطعام ذی مخمصة فهذا قد ينتفع به لما فی المبسوط وانا اقول[٣٧٢] انما الجواب فی انه صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اولی بالمؤمنين من انفسهم علی منزع اخر دقيق وهو ان املاكهم املاكه اذهم انفسهم املاكه صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ولا احتمال لذل فی سؤال المولی بعض عبيده مما فی يده فانه وما فی يده ملك مولاه فليس من السؤال فی شیء بل استخدام فبهذا يتجه مرامه ويتضح كلامه ثم قال لكن عدم وجوب الطلب من الرفيق نسبه صاحب الهداية وصاحب الايضاح الی ابی حنيفة كما تقدم واما شمس الائمة فی المبسوط فانه نسبه الی الحسن بن زياد فانه يقول السؤال ذل وفيه بعض الحرج وربما يوفق بان الحسن رواه عن ابی حنيفة فی غير ظاهر الرواية واخذ هو به فاعتمد فی المبسوط ظاهر الرواية واعتبر صاحب الهداية والايضاح رواية الحسن لكونها انسب بمذهب ابی حنيفة فی عدم اعتبار القدرة بالغير وفی اعتبار العجز

https://www.facebook.com/darahlesunnat

المال والله سبحٰنه تعالٰی اعلم اھ **اقول** ولی فیه کلام سیأتی علیه مبین ہے فی الاختیار جاز ای التیمم قبل الطلب) عند ابی حنیفة وعند ابی یوسف لایجوز ولم یذکر محمدا وانما ذکر ان قیاس قوله ان غلب علی ظنه انه یعطیه لایجوز والایجوز اھ **اقول** ھکذا جری القیل والقال ولاحاجة الی استکثار الاقوال بل نأتی علی المقامین لفصل المقال بتوفیق ربنا المهیمن المتعال **المقام الاول** تظافرت ھنا کلمات العلماء علی ثلثة مسالک **اولها** لایجب الطلب مطلقا وانه قول سیدنا الامام خلافا لصاحبیه او قول الطرفین خلافا للثانی رضی الله تعالٰی عنهم ودخل فی قولی مطلقا من صرح بالاطلاق کما فی جامع الرموز عن التجرید یصح قبل الطلب من الرفیق وان ظن الاعطاء کما قال ابوحنیفة خلافا لابی یوسف اھ ویقرب منه قول الاختیار المار حیث اطلق الجواز عند الامام وقابله بالتفصیل علی قیاس قول محمد ومثلها عبارة الجوهرة الاٰتیة ومن ارسلوا ارسالا وھم الاکثرون ففی الوقایة قبل طلبه جاز خلافا لهما اھ وفی النقایة یصح قبل الطلب اھ ومر عن الهدایة تیمم قبل الطلب اجزأه عند ابی حنیفة وفی بدائع ملک العلماء لوکان مع رفیقه ماء ولم یعلم به لایجب الطلب عندنا وان علم به ولکن لایأمن له فکذلک عند ابی حنیفة وقال ابویوسف علیه السؤال وجه قوله ان الماء مبذول عادة ولابی حنیفة ان العجز متحقق والقدرة موهومة لان الماء من اعز الاشیاء فی السفر اھ وفی الخانیة لو رأی مع رفیقه ماء فتیمم قبل ان یسأل وصلی جاز اھ وفی الخلاصة وفی الاصل لوکان مع رفیقه ماء فانه یسأل قال فی التجرید السؤال لیس بواجب عند ابی حنیفة وقال ابویوسف یجب اھ ولفظ البنایة عن التجرید لایجب الطلب من الرفیق عند ابی حنیفة ومحمد خلافا لابی یوسف رحمهم الله تعالٰی اھ وفی ملتقی الابحر تیمم قبل الطلب اجزأه اھ وفی الاصلاح ویصح قبل طلبه من رفیق له ماء خلافا لهما اھ قال ش وبقول الامام جزم فی المجمع والملتقی والوقایة وابن الکمال اھ وقال العلامة الوزیر فی الایضاح ھذا علی وفق ما فی الهدایة والایضاح والتقریب وغیرها ای کشرح الاقطع کما تقدم عن العنایة والبنایة والمعراج وفی التجرید ذکر محمد مع ابی حنیفة اھ ثم ذکر توفیق الجصاص ثم کلام المبسوط المار فی عبارة العنایة والبحر ثم اعقبه بکلام البدائع المار **اقول** وبهذه النصوص ظهر ما فی قول النهایة لم یذکر الخلاف الا فی الایضاح **وکذلک** یقال للعلامة البحر ھؤلاء المتون والعمائد الهدایة والوقایة والاصلاح والمجمع والتجرید والایضاح والتقریب وشرح الاقطع والبدائع والخلاصة والفتح والاختیار والجوهرة کلهم ناصون بالخلاف

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بين الامام وصاحبيه وکالامام الاجل ابوبکر الجصاص يوفق بين قول الامام وصاحبيه وقال فی البرهان شرح مواهب الرحمن الاظهر قولهما ثم ذکر توفيق الجصاص وايده بقوله ولهذا لم يحك الکافی خلافا اھ ونقله العلامة الشرنبلالی فی غنية ذوی الاحکام کيف يرد قولهم جميعا بجزم ان فی المبسوط لم ينسب الخلاف الا الی الحسن اليس المثبتون وهم عصبة مقدمين علی ناف واحد اليس ان ظاهر الرواية ربما تتعدد فی مسألة واحدة وقولی هذا اولی من توفيق الغنية المار فی عبارتها ان هؤلاء اعتبروا الرواية النادرة لکونها انسب بمذهب الامام فاعتبارها لهذا شیئ وجعلها قول الامام ونصب الخلاف بينه وبين صاحبيه فی المذهب شیئ اخر وان اقره فی رد المحتار ومنه الخالق والله سبحنه الموفق **وثانيها** يجب مطلقا وانه ظاهر الرواية عن ائمتنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم وذلك مامر عن المبسوط واعتمده تبعا لشيخه فی التنوير فقال قبل طلبه لايتيمم علی الظاهر اھ قال فی الدر ای ظاهر الرواية عن اصحابنا لانه مبذول عادة وعليه الفتوی اھ **اقول** ولم ار هذه اللفظة لغيره ولا عزاه محشوه لاحد وفی التبيين لو علم به خارج الصلاة وصلی بالتيمم قبل الطلب لايجزئه اھ ثم ذکر رواية الحسن ثم توفيق الجصاص وفی جواهر الاخلاطی مع رفيقه ماء وشرع فی الصلاة قبل الطلب لايجوز وقيل يجوز علی قياس قول الامام خلافا للقاضی اھ **اقول** وهنا عبارات اخر ليست صرائح کما تقدم عن الخلاصة عن الاصل انه يسأل فان الصيغة وان کان ظاهرها الوجوب کثيرا ما تأتی للندب کما لايخفی علی من خدم کلماتهم ويقرب منه قول الغدوری ان کان مع رفيقه ماء طلبه قبل ان يتيمم فان منعه منه تيمم اھ والسراجية اذا وجد مع رفيقه ماء فانه يسألہ فان لم يعطه تيمم وصلی اھ والکنز يطلبه من رفيقه فان منعه تيمم اھ کيف وقد قال مثله فی الملتقی واعتمد مذهب الامام وهذا نصه ان کان مع رفيقه ماء طلبه وان منعه تيمم وان تيمم قبل الطلب اجزأه اھ **تنبيه** قولی هنا يجب مطلقا المراد به انهم ذکروها مرسلة ولم يقيدوها بما يأتی فی القول الثالث اذ هذا هو الواقع فی کلام المبسوط واتباعه نعم حمله الامام صدر الشريعة علی صريح التعميم کما سيأتی فی ذکر قانونه مع تضعيفه ان شاء الله تعالی ويقرب منه مامر عن الغنية من حمل کل من قولی الامام وصاحبيه علی التعميم حتی تأتی له التلفيق وقد علم انه ليس بتحقيق **وثالثها** اناطة الامر علی ظنه فان ظن الاعطاء وجب الطلب ولم يجز التيمم

تطفل علی البحر

فائدہ: ... (حاشیہ)

قوانین العلماء

فائدہ: ... صیغة ...

قبله تقدم فيه نص النهاية و ستأتى نصوص البحر المحيط والمنية والخزانة والبرجندى وفى الخانية و خزانة المفتين رأى مع رفيقه ماء ان كان غالب ظنه انه يعطيه لايجوز له ان يتيمم بل يسأل اهـ وفى الكافى معه رفيقه ماء وظن انه ان سأله اعطاه لم يجز التيمم وان كان عنده انه لا يعطيه تيمم وان شك وتيمم وصلى فسأل فاعطى يعيد اهـ وفى الهندية بعد نقله وهكذا فى شرح الزيادات للعتابى اهـ وفى البرجندى نقل عن القاضى الامام ابى زيد رحمه الله تعالى انه يجب الطلب فى موضع لايعز الماء فيه لا فى موضع يعز اهـ وفى المنية وشرح مسكين للكنز وعن ابى نصر الصفار رحمه الله تعالى اذا كان فى موضع يعز فيه الماء فالافضل ان يسأل من رفيقه وان لم يسأل اجزأه فان كان فى موضع لا يعز الماء فيه لايجزئه قبل الطلب اهـ زاد فى المنية كما فى عمرانات واعتمده الشرنبلالى فى متنه وشرحه فقال يجب طلبه ممن هو معه لانه مبذول عادة فلا ذل فى طلبه ان كان فى محل لا تشح به النفوس اهـ ومنها العبارات التى قدمنا فى المسألة الثالثة والرابعة عن الزيادات ومحيط السرخسى و الخانية والخلاصة والبزازية وصدر الشريعة والبحر والهندية تصريحا وجامع الكرخى والبدائع والحلية مفهوما من الامر بقطع الصلاة عند ظن الاعطاء فانه يوجب الوجوب اذ لولاه لما حل القطع ويقابلها اطلاق نص الخانية وخزانة المفتين شرع بالتيمم ثم جاء انسان معه ماء فانه يمضى فى صلاته اهـ **اقول** وقد علمت انهم يرمون عن قوس واحدة وهو وجوب الطلب فى مظنة الاعطاء لا غيرها وانما نشأ الخلاف من الاختلاف فى ان الماء هل هو مبذول عادة فى السفر كالحضر اولا فمن قال نعم قال يجب مطلقا ومن قال لا قال لا ومن فصل فصل فلم يبق فى الوصول الى الصواب الا انحلال عقدة هذا المبنى فاما المفصلون فقد اعتمدوا المظان وهى الجادة الواضحة واما المثبتون فنظروا الى حال الحضر والسفر فى منازل ذات مناهل وماء الشرب واما النافون فالى حال السفر فى منازل قليلة المياه وماء الطهر وانا **اقول** وبالله التوفيق انما المبذول عادة ماء الشرب لا سيما فى الحضر واما ماء الطهر خصوصا الغسل فكثير من الناس يضنون به فى الحضر على الاجانب حذار ان ينفد ما عندهم فيحتاجوا الى ان يأتى السقاء او يحتاجوا الى كلفة الاستقاء بل ان كان احدهم على رأس ركية وسأله غريب او عابر سبيل ماعنده من الماء للغسل بل للوضوء يقول امالك يدان السبت على البئر فكيف بالسفر

ما كيا استفاد ما افتسنا عن تقرير وجوب القطع فى المسألة الثالثة منه غفرله

لا يحل التيمم الا اذا بعد الماء ميلا ونعلم قطعا ان المقيم فى مصره يحفظ على الماء تحفظه على الطعام اذا بعد الماء عنه بهذا القدر فكيف بمن فى السفر فالغالب فيه هى الظنة وما الكون مبذولا فيه مظنة الا فى خصوص صور[٣١٨٥] عديدة كان يكون من له الماء ولده هذا او شقيقه او صديقه او اجيره او رعيته او يهابه او له فيه طمع يريده او يعلم هذا ان الرجل غير شحيح ولا لئيم ولا مناوله وان عنده من الماء ما ان اعطانى منه فضل له ما يبلغه المنزل وافيا بحاجاته من دون تقصير ولا تقتير او يكون هذا مريضا مقعدا اشل مثلا وهو على رأس البئر او يعلم انه كريم النفس يستحيى ان يرد السائل لا سيما انكار ممن يؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة ففى مثل هذه الصور يحصل ظن الاعطاء المعتبر فى الشرع وهو اكبر الرأى الملتحق فى العمل باليقين دون الظن الضعيف الملحق بالشك ولا شك ان هذه الصور اقل بكثير من غيرها فكيف يقال ان ماء الطهر مبذول عادة بل مظنون به غالبا[٣١٨٦] نعم لم تبلغ قلة هذه الصور حد ندرة توجب طرحها عن النظر ونوط الحكم بالمظنة فوجب ادارة الامر على ظنه وهو اعلم بنفسه فلا يقيد بموضع فيه الماء عزيز او غزير فلا شك ان الوجه هو التفصيل هذا فى الحكم اما التوفيق **فاقول**[٣١٨٧] وبالله التوفيق لا غرو فى اطلاق الحكم بالنظر الى الغالب الكثير وكم له فى الفقه من نظير فكان سيدنا الامام رضى الله تعالى عنه اطلق الحكم بعدم وجوب الطلب نظرا لما غلب ورواه الحسن كما سمع وتداولته المتون والعامة كما وقع وذهب اجتهاد الحسن الى اجرائه على الطلاق فقال به وكذلك ظن بعض ففسر والاطلاق بالعموم وقليل ما هم ورواه الصاحبان عن شيخهما وقد عرفا المراد ففسراه وقالا به فمنهم من نظر الاطلاق عن الامام والتفصيل عنهما فنصب بينهم الخلاف وهو مسلك الهداية وكثيرين ومنهم من نظر المرام وان التفصيل هو المراد بالاطلاق فصرح بالوفاق او لم يؤم الى خلاف وهو مسلك المبسوط والكافى ومن حكى عنهم فى النهاية وهم الاكثرون على ما فيها ومنهم من نظر الى جانبى اللفظ والمقصود فاثبت الخلاف لفظا ونفاه معنى فذهب الى التوفيق[٣١٨٨] وهو مسلك الامام الجصاص وهو التحقيق الناصع ولذا ترى الخانية مشى على كلا القولين جازما به غير مؤم الى الخلاف فى شئ من الموضعين كما نقلنا نصوصها فى المسلكين الاول والثالث وتبعه فى خزانة المفتين كما علمت وكلهم على الصواب وبعضهم اولى به من بعض والائمة[٣١٨٩] صرحوا بتعميم عدم الوجوب مع اتفاقهم جميعا على وجوب الطلب

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فی مظنة القرب اخاف ان یکون هذا فی عبارة التجرید المحکیة فی جامع الرموز من قبل القهستانی نقل بالمعنی علی ما فهم فان عبارة التجرید التی اثرها اماما ن جلیلان فی الخلاصة والهندیة کما مر لا اثر فیها لهذا التعمیم والله تعالٰی بکل شیء علیم ونظیره فی جانب الایجاب صنیع صدر الشریعة فی الجانبین صنیع الغنیة والله تعالٰی اعلم **تنبیه** جعل فی الحلیة الاقوال اربعة فافرز قول الصفار عن القول بالظن وانت تعلم انه هو فانما اقام المظنة مقام الظن کما لا یخفی وقد قدمته فی حاشیة **ثمرة المقام الثانی** قد تبین انه ان ظن العطاء وجب الطلب او المنع لا یجب الشك فاعتری فیه الشك جاءت العبارات علی وجهین فی الحاقه باحد الظنین احدهما قال صدر الشریعة وفی الزیادات اذا کان خارج الصلاة ولم یطلب تیمم لا یحل له الشروع فی بالشك فان القدرة والعجز مشکوك فیهما اه فقد الحقه بظن العطاء فکما لا یجوز التیمم اذا ظن العطاء کذلك لا یجوز اذا شك لکن نص الحلیة ان حکم صورة الشك غیر منصوص علیه فی الزیادات اه والذی ذکر فی البحر وجعله حاصل الزیادات وغیرها یخالف ما فی شرح الوقایة وعبارته وفی الزیادات ان المتیمم المسافر الی اخر ما نقلنا فی المسألة الثالثة وقال فیها بعد قوله فلا یقطع بالشك بخلاف ما اذا کان خارج الصلاة الی اخر ما نقلنا ههنا فلعل قوله بخلاف الخ مدرج من عند الامام بین مسألتی الزیادات علی ما یقتضیه کلام الحلیة والبحر ولذا لم یعزه فی الحلیة الا الیه والله تعالٰی اعلم هذا ووقع فی الخادمی حکایة ان الحاقه بظن العطاء مصحح قال فی الدرر قبل طلبه جاز التیمم اختاره فی الهدایة وقیل لا اختاره فی المبسوط اه فقال الخادمی المصحح ان رجا اعطاءه او شك یعید والا لا اه ولم یعزه لاحد ولم اره لمعتمد فالله تعالٰی اعلم **وثانیهما** قال فی المبتغی بالغین مع رفیقه ماء ظن انه یعطیه لا یتیمم والا تیمم اه فقد الحقه بظن المنع وهو قضیة ما فی المنیة اذ قال ان کان مع رفیقه ماء لا یجوز له التیمم قبل ان یسأل عنه اذا کان علی غالب ظنه انه یعطیه اه وفی البرجندی عن الخزانة ان کان غالب ظنه انه یعطیه لا یجوز له ان یتیمم قبل الطلب اه وفی جامع الرموز عن البحر المحیط ان ظنه وجب الطلب والا لا اه وهذا ما رجحه فی الحلیة اذ قال احتمال الحاق الشك بظن المنع ارجح کما یظهر من توجیه هذا التفصیل وانکان فی شرح الوقایة لصدر الشریعة انه لا یحل له الشروع بالشك فان القدرة والعجز مشکوك فیهما اه ثم ذکر التوجیه بقوله ولا یبعد القول بان الاول (ای ادارة الامر علی ظنه) اوجه لان الماء لیس بمبذول للاستعمال غالبا فی الاسفار وخصوصا فی مواضع عزته فالعجز متحقق نظرا

الى ذلك ولان ملك الغير حاجز عن التصرف والقدرة موهومة فيصلح التمسك بهذا الاصل مبيحا التيمم مالم يعارضه ما يخرجه عن مقتضاه وهو ظن فعدمه اھ وهو ماخوذ عن الفتح وقد منا نصه قبل المقام الاول وعن البدائع وقد منا نصه فيه ٢٩٦ **اقول** وهذا هو الراجح اما **اولا** فلانه يشهد به نظيره مسألة الطلب غلوة فقد نصوا قاطبة فيها انه ان غلب على ظنه قرب الماء وجب الطلب والا لا ففي مختصر الامام القدوری والهداية ليس على المتيمم اذا لم يغلب على ظنه ان بقربه ماء ان يطلب الماء وان غلب على ظنه لم يجز تيممه حتى يطلبه اھ وفى الوقاية والنقاية والاصلاح والكنز والوافی والملتقی والغرر والتنوير ونور الايضاح يجب طلبه غلوة ان ظنه قريبا والا فلا اھ افهم النقاية وافصح الكل واقرهم الشراح والمحشون قاطبة وقد منا فی المسألة الرابعة التنصيص به عن البدائع والسراج الوهاج والجوهرة النيرة والبحر والدر والهندية ايضا ومثله فی مالا يحصی فقد اطبقوا على الحاق الشك بظن البعد **واما ثانيا** فلانه هو المصرح به فی غير ما كتاب جليل فقد قدمنا نصوص النهاية والخانية وخزانة المفتين والاختيار شرح المختار سالفا وذكرنا نصوص المبتغى والمنية والبحر المحيط والخزانة انفا وخلافه لم يعرف الا فی شرح الوقاية **بلى** نسب الحاق الشك بظن العطاء فی الجوهرة الى الصاحبين على خلاف قول الامام رضی الله تعالى عنهم فقال وجوب الطلب قولهما وعند ابی حنيفة لا يجب لان سؤال ملك الغير ذل عند المنع وتحمل منة عند الدفع وعندهما ان غلب على ظنه انه لا يعطيه لا يجب عليه الطلب ايضا وان شك وجب تفريع قول ابی حنيفة اذا لم يجب الطلب تيمم قبله اجزاه وتفريع قولهما فی وجوب الطلب اذا شك وصلی ثم سأله واعطاه وجب عليه الاعادة باتفاقهما وان منعه فعند ابی يوسف صلاته جائزة وعند محمد يعيد وان غلب على ظنه انه يمنعه فصلی ثم اعطاه توضأ واعاد وان غلب على ظنه الدفع اليه فصلی ثم سأله فمنعه اعاد عند محمد وعند ابی يوسف لا اھ ٢٩٧ **اقول** قوله فی ظن المنع ثم اعطاه اعاد ای باتفاقهما وان لم يعط لا بالاجماع وحاصل قول محمد على ما حكاه انه ان ظن العطاء او شك اعاد مطلقا اعطى بعد الصلاة او منع وان ظن المنع فان اعطى اعاد والا لا ومحصوله انه يشترط لجواز التيمم ظن منع لا يظهر خلافه وحاصل قول ابی يوسف انه ان اعطى اعاد وان منع لا سواء ظن عطاء او منعا او شك وفيه **اولا** قد كان حكم وجوب الطلب ان لا يجزئ التيمم قبله كما قال فی تفريع

https://www.facebook.com/darahlesunnat

قول الامام انه لما لم يجب اجزأه وقدمنا فى الافادة الخامسة من شرح الحد الرضوى عن سراجيه وجوهرة انه حيث وجب الطلب لم يطلب لم يجز وان لم يجد بعد فعلى هذا انما يظهر وجوب الطلب فى الشك على ما حكى عن محمد لا على قول ابى يوسف الا ان يبنى على التحقيق الذى نبديه بتوفيق الله تعالى ان الوجوب ههنا على غير حد الوجوب ثم وتكون الثمرة البطلان اذا ظن العطاء او شك ولم يسأل قبل ولا بعد والله تعالى اعلم وثانيا لا زم هذا المحكى عن محمد بل صريحه كما علمت ان لو رأى فى الصلاة وظن العطاء او شك بطلت صلاته من دون توقف على منح او منع بعد لان ما منع وجوده التيمم نقضه حدوثه كما فى البدائع والبحر والدر وغيرها وهذه كما علمت رواية نادرة عن محمد وقد اسلفنا البحث عليها وانها مؤولة او مهجورة اقول والتأويل لا يمشى هنا التصريح بعدم الالتفات لما يظهر بعد فلم يسوا الا الهجر وثالثا بل تلك النادرة ايضا بمفهومها ان هذا اذا ظن العطاء لا اذا شك تخالف هذه الحكاية المسوية بين ظن الاعطاء والشك ورابعا ينافيه ما مر عن الاختيار من قياس قول محمد المعتبر فيه ظن الاعطاء فقط ويناقض صريحا ما مر عن النهاية ان المذهب الغير المنقول فيه خلاف بين اصحابنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم الا فى الايضاح هو قصر الوجوب على ظن الاعطاء والخلاف الذى فى الايضاح وغيره هو عدم الوجوب عند الامام مطلقا فليس عند احد من الفريقين تسوية ظن العطاء والشك عند محمد ولا عند ابى يوسف فتبصر ولله الحمد واما ثالثنا فاقول وبالله التوفيق وهو الحل على وجه التحقيق اذا كان شئ ظاهرا وخلافه محتملا لا عن دليل لم يعارضه فلا يقع الشك فى ذلك الظاهر لعدم استواء الطرفين فقد نصوا فى علم الكلام ان الاحتمال لا عن دليل لا ينافى اليقين بالمعنى الاعم فكيف ينافى الظن والشك فى العطاء لا يكون الا اذا لم يترجح جانبه بدليل فيبقى محتملا لا عن دليل فلا يورث الشك فى العجز المعلوم الظاهر بخلاف ظن العطاء فانه عن دليل ولا بد فيعارض الظاهر ويبقى العجز مشكوكا فلا يتحقق شرط التيمم وذلك كمن شك فى قرب الماء فان شكه هذا لا يجعل العجز مشكوكا حتى ساغ له التيمم بلا طلب لم يسغ لمن ظن القرب كما تقدم فظهر به الجواب الساطع عن قول صدر الشريعة ان القدرة والعجز مشكوك فيهما وتبين ان مثل الشك لا يعارض ظهور العجز فوجب طرحه والحاقه بظن المنع ولله الحمد ثم بعد بضع

تطفل على الجوهرة
مسئلہ
تطفل على الجوهرة
تطفل على الامام
فائدة
تطفل على الامام صدر الشريعة

لیالی رأیت تصدیق تعلیلی ھذا فی کلام الامام ملك العلماء کما یأتی اٰخر المسألة الثامنة وللّٰه الحمد

مسئلہ ۷ شرحِ تعریف رضوی کے افادہ پنجم میں گزرا کہ یہاں اعتبار واقع کا ہے اگر اسے ظن غالب تھا کہ نہ دیگا یا شک تھا) اور اس نے تیمم سے پڑھ لی بعدہ اُس نے پانی دیدیا (بطور خودخواہ) اسکے مانگے سے تو نماز نہ ہوئی اعادہ کرے اور اگر ظن غالب تھا کہ دیدیگا اور (خلافِ حکم کرکے) اس نے نہ مانگا اور تیمم سے پڑھ لی بعد کو مانگا اور اُس نے نہ دیا تو نماز ہوگئی شرح وقایہ کی عبارت وہیں گزری اور اور عبارات قوانین میں آئینگی ان شاء اللّٰہ تعالٰی۔ ہاں اگر اس نے نہ اول مانگا نہ بعد کو کہ منع وعطا کا حال کھلتا **اقول** نہ ظن عطا کی صورت میں اُس نے پانی خرچ کرلیا یا پھینک دیا نہ شک یا ظنِ منع کی حالت میں اُس نے بعد نماز بے انکار سابق دیدیا تو البتہ اسکے ظن کا اعتبار ہے اگر ظن عطا تھا نماز نہ ہوئی ورنہ ہوگئی لانہ بظن العطاء کان قادرا فی الظاھر علی الماء ولم یتبین غلط ھذا الظن فیعمل بہ لفقود درك الحقیقة جیسے ہیں ہے انما یکون الملحوظ ظنا الیس غیر عند عدم الاستکشاف لہ فاذا وجد وظھر الامر بخلافہ کان الحال علی ماظھر ام واستشھد لہ بعبارات البدائع والکافی ثم الحال رحمہ اللّٰہ تعالٰی باب لا سؤال ودفع حاصل السؤال قد یکون ظنہ مصیبا ویتبدل رأی صاحب الماء فلا یظھر خطاء ظنہ وحاصل الجواب ان الاصل عدم التبدل والظن ربما یخطئ واستشھد فی السؤال بنصوص فی المذھب انہ لو کان بحضرتہ من یسألہ عن الماء فسألہ فلم یخبرہ فتیمم وصلی ثم اخبرہ بہ لا اعادة علیہ ام ای فلم یکن بالاخبار اللاحق عالما فی السابق حین سألہ فلم یخبرہ فکذا لا یکون بالعطاء اللاحق قادرا فی السابق حین ظن منعہ وافاد الجواب انہ فعل ما فی وسعہ قبل الفعل فیقع جائزا دفعا للحرج فلا ینقلب غیر جائز قال وبعبارة اخری انہ اذا ابی تأکد العجز فلا تعتبر القدرة بعد ذلك ذکرہ فی الولوالجیة ولانہ متعنت ولا اقول للمتعنت بخلاف ما نحن فیہ فانہ لم یستفرغ الوسع بالاستکشاف ام **اقول**

اغفل السؤال نصوصا فی المذھب ثم موافقة فی الصورة لما ھنا وھی انہ ان کان عندہ من یسألہ فلم یسألہ وصلی ثم سألہ فاخبرہ بماء قریب بطلت صلاتہ کما قدمنا فی نمرة ۱۰۵ عن الحلیة عن المحیط ومثلہ فی البدائع والتبیین والدر وغیرھا فعلم ان ھذا ممن یسأل ھنا عن حال الماء کظنہ العطاء فی ھذہ المسألة وترك السؤال کمثلہ فیھا والاخبار اللاحق کالعطاء اللاحق فتبطل صلاتہ کما بطلت ثم ھذا وقولہ اذا ابی ای عن الاخبار **اقول** یشمل ما اذا سألہ فسمع وسکت لانہ صادق علیہ قولھم لم یخبرہ وانما عبرہ عنہ فی الحلیة بالاباء لان السکوت عند الحاجة اباء عرفا وقد صرحوا

بمسألۃ الاباء ھھنا ایضا انہ ان سألہ قبل الصلاۃ فابی ثم اعطاہ بعدھا فقد تمت ولا عبرۃ بالمنح بعد المنع وما قال انہ متعنت وقد اخذہ عن البدائع فاقول[۳۲۱۲] ھذا غیر متعین ولا ثابت فقد ینسی ثم یتذکر وحال المسلم تحمل علی الصلاح مھما امکن واللہ تعالی اعلم قال ثم بعد برھۃ من ظھور ھذا للعبد الضعیف وتسطیرہ رأیت صدر الشریعۃ قد صرح بما ذکرنا من الحکم فی ھاتین المسألتین وبعلتہ فیما لو اتم الصلاۃ مع ظن العطاء ثم سألہ فاعطاہ فتوارد نا علی ذلک اھ اقول[۳۲۱۳] ھو سبق قلم بل انما ذکر العلۃ فیما اذا سألہ فابی قال لانہ ظھر ان ظنہ کان خطأ اھ وھذا نظیر ما سبق ان الحاق الشک بغلبۃ الظن للعطاء ارجح وانما صوابہ للمنع کما مر **تنبیہ** نماز کے بعد وہ دینا جس سے مطلقاً نماز اعادہ کرنی ہوتی ہے اگرچہ مصلی کو ظن منع ہو کونسا ہے اور وقت نماز گزر جانے کے بعد دینا بھی یہ اثر رکھتا ہے یا نہیں اسکا بیان مسئلہ نہم میں آتا ہے وباللہ التوفیق **مسئلہ ۸** امام محقق علی الاطلاق سے مسئلہ ششم میں گزرا کہ پانی پر قدرت تین طرح ہوتی ہے اول خود اپنی ملک میں **اقول**[۳۲۱۴] یعنی حاجت ضروریہ سے فارغ اور استعمال پر قدرت تو ہر جگہ شرط ہے **دوم** اگر بکتا ہے تو قیمت پر قادر ہو **اقول**[۳۲۱۵] یعنی انہیں وجوہ پر کہ گزریں کہ قیمت مثل سے بہت زیادہ نہ مانگے اور قیمت اسکے پاس حاضر نہیں تو ادھار دینے پر راضی ہو **سوم** اباحت **اقول**[۳۲۱۶] یہ مصدر بمعنی للمفعول ہے یعنی پانی کا مباح ہونا خواہ باباحت اصلیہ جیسے بارش و دریا کا پانی یا کسی کے وقف کیے سے یا بلا وقف عام لوگوں یا کسی خاص قوم کے لیے جن میں یہ داخل ہو مالک نے طہارت کیلئے مباح کیا ہو اگرا سے طہارت درکار ہو یا مالک خاص اس شخص کو مباح کرے **ثم اقول**[۳۲۱۷] دو صورتیں قدرت کی اور ہیں **چہارم** ہبہ کہ تملیک بلاعوض ہے بخلاف اباحت کہ شے ملک مالک ہی پر رہتی ہے اسکی اجازت سے صرف کی جاتی ہے **پنجم** مالک کا وعدہ کرنا کہ میں تجھے پانی دونگا یہاں تک کہ ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم کے مذہب میں انتظار لازم ہے اگرچہ وقت نکل جائے کہ وعدہ میں ظاہر وفا ہے اور پانی پر قدرت اباحت سے بھی حاصل تو ظاہرا قادر ہے لہٰذا تیمم جائز نہیں اسکا ذکر نمبر ۹ میں گزرا اور بابا امام زفر حکم یہ ہے کہ جب وقت جاتا دیکھے تیمم کرکے پڑھ لے جیسا کہ نمبر ۹۱ میں گزرا۔ اب یہاں چند ضروری تنبیہات ہیں **تنبیہ اول**[۳۲۱۸] وہ وعدہ کہ پانی نہ رہنے کے بعد ہو معتبر نہیں مثلاً نماز میں اس نے کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا ظن غالب نہ ہوا نماز پوری کی اسکے بعد مانگا اس نے کہا میرے پاس پانی تھا تو مگر خرچ ہوگیا اگر اسوقت مانگتے میں ضرور دیتا تو اس وعدہ کا اعتبار نہیں نماز ہوگئی اور اگر نماز سے پہلے دیکھا اور دینے کا ظن غالب ہوا اور تیمم پہلے کر چکا تھا یا اب کر لیا پھر مانگا تو اس نے وہی جواب دیا کہ اب نہ رہا اسوقت مانگتے تو دیدیتا اس وعدے سے بھی وہ تیمم نہ جائیگا اسی

نماز پڑھے یہی اصح ہے کہ نہ رہنے کے بعد وعدہ اسپر دلیل نہیں کہ دے بھی دیتا [٣٢١٨] شیئ موجود ہوتے وقت وعدہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کردینا منظور ہے اور نہ رہنے کے بعد نہ دینے والا بھی یہ کیوں نہ کہے کہ میں نہ دیتا بلکہ مفت کرم داشتن ہے کہ ہوتا تو ضرور دیتا بحر الرائق میں ہے فی المجتبی رأی فی صلاتہ ماء فی ید غیرہ ثم ذھب منہ قبل الفراغ فسألہ فقال لوسألتنی لاعطیتک فلا اعادۃ علیہ وان کانت العدۃ قبل الشروع یعید لوقوع الشک فی صحۃ الشروع والاصح انہ لایعید لان العدۃ بعد الذھاب لاتدل علی الاعطاء قبلہ اھ **اقول** [٣٢١٩] ھذا الفرع یحتاج لہ الشرح وقد تبین مما صورناہ فقولہ ثم ذھب منہ ای الماء من صاحبہ بانفاق مثلا قبل الفراغ لھذا من صلاتہ فسألہ بعد صلاتہ فقال نفد ولوسألتنی قبل لاعطیتک قولہ وان کانت العدۃ قبل الشروع **اقول** [٣٢٢٠] تصویرہ بصورتین ذکرناھما انہ تیمم ثم رأی او رأی ثم تیمم ثم سألہ بعد حین فقال انفقت ولوسألت لاعطیت [٣٢٢١] ولیس المراد انہ رأی فسأل فلجاب فتیمم لانہ تیمم صحیح قطعا لوقوعہ بعد ظھور العجز عن الماء بخلاف تینک الصورتین ففیھما قیل لیس لہ ان یصلی بذلک التیمم بل یتیمم ثانیا ولوصلی بالاول یعید لوقوع الشک فی صحۃ الشروع بہ فی الصلاۃ لانہ [٣٢٢٢] ان لم یظھر بوعدۃ القدرۃ فلا یقعد عن ایراث الشک فی العجز فوقع الشک فی بقاء التیمم فلم یصح لہ الشروع بطھارۃ مشکوکۃ بخلاف ما اذا رأی فی الصلاۃ لان الشروع صح بالیقین فلا یزول بالاحتمال والاصح انہ لایعید لان العدۃ بعد الذھاب والنفاد لاتدل علی الاعطاء قبلہ **اقول** [٣٢٢٣] لما قررنا من ان الشحیح ایضا لایثقل علیہ مثل ھذا الوعد فاذا لم یترجح بہ جانب العطاء کان وجودہ وعدمہ سواء فلم یورث شکا فی العجز کما قدمنا تحقیقہ اٰخر المسألۃ السادسۃ فھذا ما یتعلق بشرحہ ولا بأس بالتنبیہ علی نکت **فاقول اولا** [٣٢٢٤] کان تسمیتہ وعدا للمشاکلۃ والا فالوعد للمستقبل **وثانیا** [٣٢٢٥] التصویر بذھاب الماء خرج وفاقا والا فالحکم کذلک لولم یذھب واحتال بھذا الجواب بل بالاولی لانہ منع اشنع **وثالثا** [٣٢٢٦] لابد عندی من التقیید بعدم ظن العطاء فی الوجھین کما فعلت لان ظن العطاء اذا لم یظھر خلافہ یمنع صحۃ التیمم والصلاۃ کما مر ویأتی وبھذا الوعد ان لم یظھر وفاقہ لم یظھر خلافہ ایضا بالاولی فیجب اعادۃ الصلاۃ واللہ تعالٰی اعلم تنبیہ دوم **اقول** [٣٢٢٧] وعدہ آب ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اجماع سے پانی پر قدرت کا موجب سمجھا گیا ظاہر یہ حکم وقت کے وقت تک ہے کہ کسی موقت حاجت کیلئے ایک وقت میں وعدہ اُسی وقت کا وعدہ سمجھا جاتا ہے نہ یہ کہ کبھی دیدیں گے اگرچہ سال بھر بعد۔ خروج وقت پر خلف وعدہ سمجھا جائیگا کہ دینے

کہا تھا اور نہ دیا آئندہ اوقات کیلیے بھی وہ وعدہ اور اُسکے سبب اسکا پانی پر قادر ہونا سمجھا جائے تو مہینا بھر کامل گزر جائے اور اسے نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہو کہ وعدہ باقی ہے تو قدرت باقی ہے تو تیمم ناجائز ہے اور ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے تو ہر وقت یہی حکم رہے گا اور ہفتوں مہینوں نماز سے معطل رہنے کا حکم ہوگا حاشا یہ شریعت مطہرہ کا مسئلہ نہیں ہوسکتا لاجرم وعدہ کا اثر اُس ایک ہی وقت تک رہیگا و بس وھذا ظاھر جدا ومن خدم الفقہ یرتأ یبدہ فی مسائل کثیرۃ من کتاب الطلاق وکتاب الایمان واللہ تعالٰی اعلم

تنبیہ سوم **اقول** ظاہر یہ ہے کہ وعدہ قدرت مقتصرہ ثابت کریگا یعنی وقت وعدے سے نہ مستندہ یعنی وقت علم بہ آب سے وذلک لانہ ھو سبب ثبوتھا فلا تثبت قبلہ لان المسبب لا یتقدم السبب ظاہر ہے کہ وعدہ آئندہ کیلیے ہوتا ہے تو ماضی پر اُسکا کیا اثر بلکہ اگر وعدہ اسکے سوال پر ہو تو یہ بھی دلالت نہ کریگا کہ اس سے پہلے مانگتا تو دیدیتا کہ اب بھی تو مانگے پر نہ دیا نرا وعدہ ہی کیا تو یہ کیونکر مفہوم ہو کہ پہلے دے ہی دیتا بالجملہ وعدہ حقیقۃً عطا نہیں کہ سب احکام عطا نافذ ہوں بلکہ وہ حقیقۃً عدم عطا ہے صرف اس اُمید پر کہ مسلمان کے وعدے میں ظاہر وفا ہے اُسے ظاہراً پانی پر قادر مانا گیا ہے لما مر فی الظفر لقول زفر عن البحر عن البدائع عن محمد ان الظاھر الوفاء بالوعد فکان قادرا علی الاستعمال ظاھرا تو بے ازوعدہ نہ قدرت ہوگی نہ مانگے پر وعدے سے یہی ظاہر ہو کہ پہلے مانگتا تو دیدیتا ھذا ماظھر فلیراجع ولیحرر والعلم بالحق عند العلی الاکبر **اقول** مگر اس میں یہ تو شک ہے کہ علمانے بعد نماز مانگنے پر پانی دیدینے کو اسپر دلیل ٹھہرایا ہے کہ پہلے مانگتا جب بھی دیدیتا کما یاتی فی المسألۃ الاتیۃ عن الزیادات وجامع الکرخی والبدائع والحلیۃ ان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبلہ تو یوہیں کیوں نہ کہا جائے کہ بعد نماز مانگنے پر وعدہ اسکی دلیل ہے کہ پہلے مانگتا جب بھی وعدہ کرلیتا اور نفس وعدہ کو موجب قدرت مانا ہے تو جسطرح بعد کو پانی دیدینے سے قدرت سابقہ ثابت ہوئی کہ پہلے مانگتا تو مل جاتا تو پانی زیر قدرت تھا یوہیں بعد کے وعدے سے ثابت ہوگی کہ پہلے مانگتا تو وعدہ ہوجاتا اور وعدہ موجب قدرت تھا تو قدرت تو مل جاتی تو پانی زیر قدرت تھا اور جب مانگے پر نرے وعدے سے یہ حکم ہو تو بے مانگے وعدے سے بدرجۂ اولٰی کہ یہاں تو یہ احتمال ہے کہ جب بے مانگے وعدہ کرلیا عجب نہیں کہ پہلے مانگے پر دے ہی دیتا اگرچہ اس اولویت میں یہ کلام واضح ہے کہ شاید اور کیا عجب مفید نہیں ظہور درکار ہے کلام امام محمد سے ابھی گزرا فکان قادرا ظاھرا **اقول** مگر بذل و وعدہ میں فرق بیّن ہے بذلِ حال سے بذل سابق مظنون ہوا اور بذل قطعاً موجب قدرت ہے تو قدرت مظنون ہوئی بخلاف وعدہ کہ قدرت کا موجب قطعی نہیں خلف بھی ممکن ہے دینے والے کو کوئی عذر پیش آنا بھی ممکن ہے الا تری

ان محدا انما یقول ان الظاہر الوفاء تو وعدہ صرف مورث ظن قدرت ہوا اور وعدۂ حال سے وعدۂ سابقہ بھی یقینی نہیں صرف مظنون ہی تو اسوقت کے وعدے سے سابق میں ظن قدرت نہ ہوا بلکہ ظن ظن ہوا اور ظن ظن شی ظن شی نہیں تو سابق کیلئے ظن قدرت ثابت نہ ہوا تو عجز ظاہر کا معارض نہ پایا گیا اور تیمم و نماز صحیح رہے اور یہ تقریر اُس صورت کو بھی شامل کہ بعد کو ملنے کا وعدہ کرے کما لا یخفی بالجملہ مقام مشکل ہی اور ظاہر وہ ہے جو فقیر نے گزارش کیا واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

ثم اقول ۲۲۳۰ بلکہ حقیقت امر یہ ہی کہ مسئلۂ وعدہ خود ہی مشکل ہے بلکہ اُس سے بھی صاف تر مسئلۂ رجا اور مسئلۂ ظن قرب کا فرق اکابر محققین امام اجل عبد العزیز بخاری و امام قوام کاکی و امام اکمل بابرتی و امام کمال ابن الہمام وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے مشکل سمجھا اور لا حل چھوڑ دیا واللہ المسئول لحل کل اشکال و دفع کل اعضال ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم المتعال **اما مسألۃ الوعد** فلم ازل استشکلھا لان الوعد لا یورث الا رجاء فی المآل والرجاء فی القابل لا یرفع العجز المتحقق فی الحال فکیف یقال انہ بمجرد الوعد صار قادرا علی الماء قال فی التبیین راجی الماء یستحب لہ التاخیر ولا یجب لان العدم ثابت حقیقۃ فلا یزول حکمہ بالشک[1] اھ وفی الہدایۃ وعن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما فی غیر روایۃ الاصول ان التاخیر حتم لان غالب الرأی کالمتحقق وجہ الظاہر ان العجز ثابت حقیقۃ فلا یزول حکمہ الا بیقین مثلہ اھ وعزاہ فی الحلیۃ لہا ولغیرہا والمسألۃ معلومۃ دوارۃ فی المتون والشروح والفتاوی وھی تعطی قطعا ان رجاء القدرۃ فی المآل لا یرفع العجز فی الحال باجماع اصحابنا فی روایات الاصول فیجب ان لا یعد قادرا بالوعد وانما یؤمر بالانتظار استحبابا ان وقع الوعد قبل الصلاۃ وان وعد بعدھا لم یبطل صلاۃ صحت بیقین کما لو حصل لہ رجاء الوجد ان اخر الوقت بعد ما صلی فان ما لا یمنع التیمم وجودہ لا یرفع حدوثہ حین حدث فضلا عما سبق اما الفرق بان القدرۃ علی الماء تثبت بالاباحۃ اجماعا فیجب الانتظار بخلاف غیرہ کثوب ودلو فلا تثبت عند الامام فیستحب وعندھما نعم فیجب

فاقول ۲۲۳۱ الوعد لیس اباحۃ فی الحال بل ایراث رجائھا فی المآل فبون بین بین قولہ اعطیت وقولہ ساعطی اما ان الظاہر الوفاء فکان قادرا علی استعمال الماء ظاہرا **فاقول** ۲۲۳۲ الماء معدوم عندہ بعد ولا قدرۃ علی المعدوم کیف وقد قال فی البحر فی مسألۃ من نسی الماء فی رحلہ ھذا لانہ لا قدرۃ بدون العلم لان القادر علی الفعل ھو الذی لو اراد تحصیلہ یتأتی لہ ذلک ولا تکلیف بدون القدرۃ اھ ومعلوم ان الموعود لہ لیس الامر بیدہ حتی یتأتی لہ تحصیل الوضوء بارادتہ بل ھو بید الواعد فلم تثبت

اقول ۲۲۲۹ اراد بالشک ما یقابل الیقین بدلیل ما یتلوہ من نص الہدایۃ وقد قال فی البنایۃ والشلبیۃ عن الایضاح المراد بالرجاء وغلبۃ الظن ای یغلب علی ظنہ انہ یجد الماء فی اخر الوقت اھ ومثلہ فی البحر وغیرہ ۱۲ منہ غفرلہ

رسالہ
اول وقت پڑھ دیا ... (marginal note, partly illegible)

القدرة **فان قلت**[٣٣٨] اليس اذا اعطاه بعد الصلاة بلا اباء بطلت فقد عد بالعطاء اللاحق قادرا فى السابق وسيأتى التصريح به عن الزيادات وجامع الكرخى والبدائع والحلية انه ظهر انه كان قادرا لان البذل بعد الفراغ دليل البذل قبله اهمع ان الماء كان معدوما عنده اذ ذاك والمعدوم غير مقدور فلم لا يجعل قادرا بالوعد وان كان الماء معدوما عنده بعد بل هذا[٣٣٩] اولى لانه على شرف الحصول اما ما مضى فلا يمكن ان يجعل غير الحاصل فيه حاصلا **اقول**[٣٤٠] وبالله التوفيق ليست القدرة المانعة للتيمم بمعنى الاستطاعة فانها لا تكون قبل الفعل وان كان الماء بكفه بل بمعنى سلامة الاسباب والالات بحيث لا يبقى شیئ مما يتوقف عليه تحصيل الماء خارجا عن قبضته فيكون قادرا بمعنى ان تحصيله بيده ويشترط مع ذلك عدم الحرج فمن بعد الماء عنه ميلا وهو قادر على المشى فقد سلمت له الاسباب وعد عاجزا للحرج ثم غالب الظن كاليقين الا ترى ان من ظن قرب الماء عد قادرا عليه مع انه لا يعلم حقيقة والظن ربما يخطئ اذا علمت هذا فمن اعطى لاحقا حصل له الظن على العطاء سابقا لو سأل فثبت ظنا وهو كالثبوت يقينا انه كان قادرا اذ ذاك على تحصيل الماء بالسؤال فكان قادرا على الماء لان القدرة الحسية بالعطاء وما كان بينه وبين العطاء الا السؤال كما ظهر بالبذل اللاحق. السؤال وان كان بدون سؤال فبالاولى وقد كان السؤال بيده وتركه عالما بالماء عنده فكان كمن يكون على رأس البئر وفيها ماء وبيده الدلو والرشاء وهو قادر على الاستقاء فترك وتيمم وبالجملة ظهر بالبذل اللاحق انه لو اراد تحصيله سابقا لتأتى له لعدم توقفه الا على سؤاله المقدور له وهذا هو معنى القدرة بخلاف الموعود له فان التوقف ههنا على الوفاء وليس الوفاء بيده فقد ظهر الفرق والحمد لله رب العلمين **فان قلت**[٣٤١] اليس قد اوجبوا الطلب ابطلوا الصلاة قبله فيما اذا كان فى العمرانات او قربها مطلقا او فى الفلاة وقد اخبر بقرب الماء او ظنه بوجه اخر من رؤية خضرة وغيرها كما قدمته فى خامس افادات شرح الحد الرضوى واثرت ثمه عن الحلية ان العلم بقرب الماء قطعا او ظاهرا ينزله منزلة كون الماء موجودا بحضرته فلا يجوز تيممه كما لا يجوز مع وجوده بحضرته اه فكذلك ههنا وان كان الماء معدوما ينزله ظن الوفاء لانه هو الظاهر من المسلم منزلة الموجود فلا يجوز له التيمم **اقول**[٣٤٢] ولربى الحمد على الخبير سقطت وفى القياس غلطت فرق عظيم بين المسألتين القرب والعطاء كلاهما مانع عن التيمم لحصول القدرة بهما فان الشرع المطهر جعل ما كان دون ميل

كالذي بين يديه والاحياز لمن بيته على شط البحر التيمم اذا لم يجد الماء في بيته كما تقدم في نمرة ۹۱ عن العناية والظن الغالب في العمل كالعلم ومع علم المانع لامساغ للتيمم بيد ان القريب لما كان مقدورا حقيقة شرعا في الحال كما علمت كان ظن القرب ظن انه مقدور الان وانه حاصل بحضرته في اعتبار الشرع المطهر وهنا ظن الوفاء ظن انه سيحصل مع العلم القطعي بانه غير حاصل في الحال فمن علم ان المانع موجود وهذا علم انه سيحدث ان وفى وتوقع حدوث المانع لا يمنع التيمم وهذا ما قدمت في الظفر لقول زفر انه اذا درك الوقت فاراد الصلاة لا ينهى عنها ولا ينظر الا الى حالته الراهنة وقلت قبله فيه ان الطاعة بحسب الاستطاعة قال ربنا تبارك وتعالى فاتقوا الله ما استطعتم ولا ينظر الا الى الحالة الراهنة واستشهدت عليه بمسألة الراجي هذه ان ليس عليه التاخير وبمسألة الدر امره الطبيب بالاستلقاء الخ وستأتي عن البناية سبع مسائل ومن زيادتنا سبع اُخر تشهد لهذا ومن ذلك ما مر في نمرة ۹ من مسألة عار وعد ثوبا له ان يصلي عاريا ولا ينتظر هذا هو مذهب امام المذهب رضي الله تعالى عنه والان رأيت في الغنية في مسألة الراجي نفسها (يستحب ان يؤخر) ولو لم يفعل وتيمم صلى جاز لانه ادا بحسب قدرته الموجودة عند انعقاد سببها وهو ما اتصل به الاداء اهـ ثم منحة ربي ولله الحمد رأيت بعد قليل من الحين الامام الاجل ابا البركات النسفي رحمه الله تعالى في الكافي فرق بعين ما وفقني ربي من انه اين الحاصل مما سيحصل كما سأذكر نصه ان شاء الله تعالى ولله الحمد في الاولى والاخرى هذا ما كان يتخالج صدري في مسألة الوعد **واما مسألة الرجاء** وما علها به في الهداية فاعترضه الامام الاجل الشيخ عبد العزيز ثم الامام قوام الدين الكاكي ثم الامام اكمل الدين البابرتي ثم الامام المحقق على الاطلاق بوجهين قال في الفتح على عبارة الهداية المذكورة قوله لان غالب الرأي كالمتحقق مع قوله في وجه ظاهر الرواية ان العجز ثابت حقيقة فلا يزول حكمه الا بيقين مثله مع انه منظور فيه بان التيمم في العمرانات وفي الفلاة اذا اخبر بقرب الماء او غلب على ظنه بغير ذلك لا يجوز قبل الطلب اعتبار الغالب الظن كاليقين يقتضي انه لو تيقن وجود الماء في اخر الوقت لزمه التاخير على ظاهر الرواية لكن المصرح به خلافه على ما تقدم اول الباب انه اذا كان بينه وبين الماء ميل جاز التيمم من غير تفصيل وفي الخلاصة المسافر اذا كان على تيقن من وجود الماء او غالب ظنه على ذلك في اخر الوقت فتيمم في اول الوقت وصلى ان كان بينه وبين الماء مقدار ميل جاز وان كان اقل ولكن يخاف الفوت لا يتيمم اهـ وقد فصله اتم تفصيل الامام الاجل

قوانین العلماء

ل للتعليل يريد عليه الاجماع ان ظن [illegible] الحكم الصحيح كما سيأتي [illegible] فقط منه غفرله

مقولہ يريد ان قولها مبتنى [illegible] قوله قبل وقد [illegible] انه منظور فيه [illegible] بقوله [illegible] المقصود [illegible] على وجه ظاهر الرواية وانما [illegible] الرواية مع تعليل الرواية [illegible] الثاني [illegible] يبتني على الاول [illegible] ظاهر الرواية

لم يعتبره فيهما نظرا ان حاصل الاول كيف قلتم لا يزول الا بيقين مثله وهو [illegible] غالب الرأي كالمتحقق وانكم اعتبرتموه في مسألتي العمرانات والفلاة و[illegible] حاصل الثاني ان [illegible] يقتضي ان لو تيقن وجود الماء في اخر الوقت لم يجز له التيمم لانه معارض [illegible] بيقين مثله [illegible] المصرح به خلافه ١٢ منه غفرله

https://www.facebook.com/darahlesunnat

البخاری ونقل کلامه فی العنایة والدرایة وهذا لفظ الاکمل قال قوله لان غالب الرأی کالمتحقق قال الشیخ عبد العزیز هذا التعلیل مشکل لانه یقتضی ان یجب التأخیر عند التحقق فی اخر الوقت مع بعد المسافة فی الروایات الظاهرة لیصح مقیسا علیه ولیس کذلك فانه ذکر فی اول الباب ان من کان خارج المصر یجوز له التیمّم اذا کان بینه وبین الماء میل او اکثر وفی الخلاصة وعامة النسخ المسافر اذا کان علی تیقن من وجود الماء فی اخر الوقت او غالب ظنه ذلك جاز له التیمّم اذا کان بینه وبین الماء میل او اکثر وان کان اقل لایجوز وان خاف فوت الصلٰوة فلو حمل هذا یعنی التعلیل علی ان المراد ان التیمّم لایجوز فی المتحقق فی غیر روایة الاصول فالحق به غالب الظن فی هذه الروایة لم یستقم ایضا لانه علی وجه ظاهر الروایة بان العجز ثابت حقیقة فلا یزول حکمه الا بیقین مثله وذلك یقتضی ان حکم العجز وهو جواز التیمّم یزول عند التیقن بوجود الماء فی ظاهر الروایة ولیس کذلك علی مابینا ولو حمل علی ان هذا فیما اذا کان بینه وبین ذلك الموضع اقل من میل لم یستقم ایضا لانه لافرق فی تعلیل ظاهر الروایة بین غلبة الظن والیقین فیما اذا کانت المسافة اقل من میل فی عدم جواز التیمّم کما انه لافرق بینهما فیما اذا کانت المسافة اکثر من میل فی جواز التیمم وقد صرح فی اخر هذا الباب انه اذا غلب علی ظنه ان بقربه ماء لایجوز التیمم کما لو تیقن بذلك فعلم انه مشکل بقی وجه اخر وهو ان یحمل هذا علی ما اذا لم یعلم ان المسافة قریبة او بعیدة فلو ثبت انه تیقن بوجود الماء فی اخر الوقت فقد امن الفوات و لما لم یثبت بعد المسافة لتشکیك فیه لم یثبت جواز التیمم فیجب التاخیر اما لو غلب علی ظنه ذلك فکذلك عندهما فی غیر روایة الاصول لان الغالب کالمتحقق وفی ظاهر الروایة لایجب التاخیر لان العجز ثابت لعدم الماء حقیقة وحکم هذا العجز وهو جواز التیمم لا یزول الا بیقین مثله وهو التیقن بوجود الماء فی اخر الوقت ولم یوجد فلا یجب التاخیر ولکن هذا الوجه لایخلو عن تمحل ویلزم علیه انه فرق ههنا بین غلبة الظن والیقین فی ظاهر الروایة ولم یفرق بینهما فیما اذا غلب علی ظنه ان بقربه ماء فی عدم جواز التیمم ولا فیما اذا کانت المسافة بعیدة فی جواز التیمّم کما بینا قال فالاظهر بقاء الاشکال اھ ضمیر قال الی الامام البخاری وقد اقره العلامتان الکاکی والبابرتی رحم الله الجمیع ورحمنا بهم اٰمین

واقول انما وجه الکلام الی ظاهر الروایة وتعلیلها وصرف الشیخ احد الا لها الی الروایة النادرة و دلیلها وجعل الاربعة محامل ورد الکل وانا ارید تلخیصه مع الایضاح فقد خفی علی بعض اجلة الکبراء فاقول

وباللّٰه التوفيق جعل محمله **الاول** تقدير ان وجوب التاخير عند تيقن الوجدان فی اٰخر الوقت متفق علیه بين الروايات الظاهرة والنادرة وانما الخلاف عند الظن فقاسته النادرة على الوفاقية **وردّه** ببطلان هذا التقدير للتنصيص المتواتر على جواز التيمم اذا بعد الماء ميلا **اقول**[٣٢٦] ای وربما يتيقن فيه الوجدان فی اٰخر الوقت فان الميل يقطع بسير الوسط فی اقل من نصف ساعة ووقت الصبح والمغرب اوسع من ضعف ذلك فضلا عن سائر الاوقات **والثانی** ان فی كليهما الاختلاف والحقت النادرة احد المختلفين بالاٰخر **اقول**[٣٢٧] وهو من ابعد المحامل اذ لا يبقی على هذا تعليلا بل ايضاحا الخلافية باخرى كعادة الامام الربانی محمد فی كتبه **وردّه** بان جواب الظاهر اذن بالفرق بين الظن فلا يجوز فيه التيمّم واليقين فيجوز وقد علم بطلانه **اقول**[٣٢٨] ويمكن ان يجعل من اللاحاق فقط وان كان بعيدا كذلك المحمل **والثالث** ان النادرة انما توجب التاخير عند ظن الوجدان فيما اذا كان الفصل اقل من ميل **اقول**[٣٢٩] معناه ان علم الماء قريبا لا يجوز له التيمّم ان ظن وجدانه والا بان ضاق الوقت جاز كما هو قول زفر **وردّه** بان المذهب انما فرق بالقرب والبعد دون غلبة ظن الوجدان واليقين كما يعطيه ما ذكره فی وجه الظاهر فان كان الفصل ميلا او اكثر جاز مطلقا والا لا مطلقا وبان المذهب بطلان التيمّم عند ظن القرب كما صرح به اٰخر هذا الباب فكيف يجيزه مع العلم بالقرب لعدم التيقن بالوجدان وليس معناه ان يظن الوجدان لظنه الماء اقرب من ميل فان كونه اقرب مفروض على هذا المحمل وسياتی ايضاحه **والرابع** ان النادرة فيما اذا جهل الفصل وتقريره[٣٣٠] ان للتيمّم مبيحا ومانعا فالمبيح العلم ببعد المسافة واما المانع فالعلم بانه يجد الماء فی اٰخر الوقت والمبيح ههنا غير معلوم بالفرض والمانع لو كان متيقنا لم يجز له التيمّم قطعا للامن من الفوات وههنا هو مظنون والمظنون كالمتيقن فلا يجوز ايضا ويجب التاخير وحاصل جواب الظاهر ان للتيمّم مصححا ومانعا فالمصحح العجز عن الماء وهو حاصل قطعا لان الماء معدوم حقيقة والمانع العلم بوجدانه فی اٰخر الوقت وهو غير متيقن وان كان مظنونا فلا يعارض المتيقن **وردّه** بان فيه تمحلا لتقييد اطلاق الروايات بقيد لا اشارة اليه فی كلام احد من الفريقين وهو الجهل بحال المسافة قربا او بعدا ولانه بعيد لا يفهم من العبارة وبانه يلزم ان ظاهر الرواية فرقت ههنا بين الظن واليقين مع انها سوت بينهما فی مسألتی القرب والبعد فلا تجوز مع ظن القرب وتجوز مع ظن البعد كالعلم فی الفصلين فبقی الاشكال على كل حال هذا توضيح كلامه رحمه اللّٰه تعالى وقد علمت ان الكلام على كل وجه انما يتوجه الى تعليل ظاهر الرواية ففيه الاشكال كما استشكله الامام الكمال **وذكر**

فائدة تتعلق بالاستشهاد

قوانين العلماء

على المسألة الخلافية ايضاحا

الامام العينى فى البناية كلام العناية هذا برمته غير انه غير قول الامام البخارى اما لو غلب على ظنه ذلك فكذلك عند
بقوله اما لو غلب على ظنه عدم بعد المسافة فكذلك عندهما اھ فجعل المشار اليه قرب المسافة **اقول** هو باطل
قطعا فان عند ظن القرب يجب التاخير اجماعا طفحت بذلك كتب المذهب لا انها رواية نادرة والمذهب خلافها
بل الاشارة الى وجود الماء فى اخر الوقت ان غلب هذا على ظنه فكذلك عندهما كما لا يخفى وقد اوضحه بقوله فجواب
الظاهر لا يزول الا بيقين مثله وهو التيقن بوجود الماء فى اخر الوقت اھ فهذا هو الذى شرط الظاهر تيقنه على ما
يقتضيه تعليل الهداية والتفت النادرة بغلبته على الظن فكان هو المشار اليه بقوله ان غلب على ظنه ذلك ثم
ذلك ثم قال اعنى الامام العينى وقد ذكر هذا كله صاحب الدراية ايضا ناقلا عن شيخه والعجب من الشيخ زين الامام البخارى
حيث لم يذكر وجه التخلص منه مع كونه من المحققين الكبار وكذا صاحب الدراية والاكمل ذكرا هذا وسكتا عليه فنقول
بالله التوفيق نذكر وجها يخلص منه هذا الاشكال وهو انه يعتبر رجاء الماء وعدم رجائه باسباب اخر غير بعد المسافة
او قربها وهو ان يكون فى السماء غيم رطب غلب على ظنه انه يمطر ويقدر على الماء فى اخر الوقت فانه يستحب له التاخير
فى ظاهر الرواية ويجب عليه فى غير رواية الاصول كما لو تحقق بوجود الماء او يكون الماء بعيدا لكن ارسل من يستقى له
وغلب على ظنه حضوره من ارسله فى اخر الوقت بامارات ظهرت له او كان الماء فى بئر ولم تكن له آلة الاستقاء لكن غلب على ظنه
وجدانه فى اخر الوقت او كان الماء بقرب منه ولم يعلم مكانه ووجود من يشترى به الماء **اقول** هكذا فى نسخة الطبع السقيمة
وفيه سقط وكان العبارة هكذا ولم يعلم مكانه ولا يستطيع طلبه فى كل جهة لما به من ضعف لو علم مكانه لامكنه الذهاب الى جهة
معينة وقد ذهب الى جهة مثلا فلم يجده فرجع وهو حسير وغلب على ظنه انه يلحقه فى اخر الوقت من يخبره او يأتيه به او كان الماء يباع
ولا ثمن عنده وغلب على ظنه وجود ثمن يشترى به الماء فى اخر الوقت او نحو ذلك مما يؤدى هذا المعنى فلتراجع نسخة اخرى قال) او
عنده ما يعد للعطش وغلب على ظنه وجود ماء اخر غير مشغول بالحاجة الاصلية او كان الماء عند اللصوص او السباع او من يخاف
منه على نفسه او ماله وغلب على ظنه زوال المانع اخر الوقت وقس على هذا اسبابا اخر **اقول** كان تكون ظلمة يرجو الهار
او وجود فانوس او هو مريض او اشل او مقعد او شيخ كبير الى غير ذلك من عوارض يحتاج بها الى من يوضئه او يستقى له
ذهب لذلك او خادمه لحاجة ويرجو عوده فى اخر الوقت او تعاود وجع نافضة ساعتا وساعتين لا يستطيع معها الوضوء
او الغسل والاستقاء ويرجو اذهابها فى اواخر الوقت او الماء لغيره وهو غائب فى بخالة وينتظر عطاءه عوده فى اخر الوقت او لا يجد
الجنب فى المحل سترا عن حضار سيغيبون او لا يستطيع الذهاب للاستقاء لاجل مال وولد يرجو حضور حافظ او الماء فى المسجد
ويرجو الجنب ان يجد فى اخر الوقت من يأتيه به فهى سبعة مع سبعة ويؤيد الكل ما هو منصوص صريحا من امام المذهب ان

من وعد بل لو ادرشاء لا يجب عليه الانتظار وقد مر في نمرة ۹. وقال العيني) والمصنف رحمه الله تعالى ليقيد الرجاء وعدا ببعد المسافة وقربها بل اطلق فوجب حمله على وجه لا يرد عليه الاشكال وليس في كلامه اشعار بما قيد الشيخ حتى يرد عليه الاشكال الا بالمخلص لهم **اقول** [۳۲۵۴] رحم الله الامام البدر ورحمنا به في كل ورد وصدر وقد انتفعنا بما افاد من الفروع فيما قدمنا ان لا انتظار الى الحالة الراهنة وكفى به شبهة على مسألتنا الوعد اما المرام من حل الاشكال فهيهات بيان ذلك انه حيث تكرر ذكر المسافة في كلام الامام البخاري ذهب وهل العلامة الى انه جعل موضع الخلافية بين الظاهرة والنادرة ما اذا كان الرجاء لاجل قرب المسافة ولذا وضع مكان اسم الاشارة في كلامه عند بعد المسافة واذ قد علم ان على هذا التقدير لا مخلص من اشكال الامام التحرير كما صرح به اخر التحرير عطف العنان الى ابداء صورة يكون فيها الرجاء لا لاجل قرب الماء وظن انها تخلص عن الاشكال ولا صحة لشيء من ذلك **اما الاول** اعني جعل الامام الخلافية ما ذكر **فاقول اولا** [۳۲۵۵] ذكر الامام البخاري له اربعة محامل ليس في شيء منها ما يعطي ان المراد الرجاء لقرب الماء الا الثالث المفروض فيه القرب فدل ان البواقي ليست على فرضه فكيف يكون الرجاء لاجل القرب هو المراد مطلقا **و ثانيا** [۳۲۵۶] بل في الرابع التنصيص على خلافه حيث فرض الكلام فيما اذا جهل القرب والبعد ثم جعله على الرجاء بقوله اما لو غلب على ظنه ذلك الخ والعجب انكم حولتم هذا الذي هو ابين مخالفة لذلك الحمل الى غلبة ظن القرب و سبحن الله اذا غلب على ظنه القرب كيف يقال لم يعلم ان المسافة قريبة او بعيدة فان الظن الغالب علم **فان قيل** [۳۲۵۷] بل العلم هنا بمعنى اليقين فرض نفيه واثبت الظن لتكون خلافية بين النادرة المعتبرة اياه والظاهرة الملغية له الشارطة لليقين القطعي فالحاصل انه اذا لم يتيقن القرب والبعد لكن غلب على ظنه القرب كان كيقين القرب على النادرة وفرقت الظاهرة فجوزت التيمم في ظن القرب ومنعته عند اليقين **اقول** [۳۲۵۸] ففيم يقول بقي وجه اخر فان هذا هو المحمل الاول الذي جعل فيه اليقين وفاقيا والظن خلافيا **و ثالثا** [۳۲۵۹] بل قد نص في الاول ايضا على خلافه اذ قال يقتضي ان يجب التاخير عند التحقق في اخر الوقت مع بعد المسافة في الروايات الظاهرة الخ فافصح ان الكلام عند بعد المسافة فكيف يكون مبنى الرجاء قربها وان تنزلنا لم يكن الكلام مطلقا يشمل القرب والبعد والا لم يكن لقوله مع بعد المسافة مساغ وعلى الكل يبطل ان المراد خصوص الرجاء لاجل القرب **و رابعا** [۳۲۶۰] بل الثاني ايضا شاهد على بطلانه فانه قدر فيه ان النادرة هي التي تمنع التيمم في الظن واليقين والظاهرة تخالفها فيهما فلو كان هذا لاجل قرب المسافة كان المعنى ان الرواية

قوله فان قلت كيف تفرقت الرواية بين الفرض ... بعد المسافة فيكون ... اشار اليه ... والفرق بينهما ... اليقين وفاقيا والثالث خلافيا ... الرابع ... بعد ... غفر له

فائدہ ۱ تطفل ۳۱۸ علی الامام العینی

تطفل ۲ علیہ

تطفل ۳ علیہ

تطفل ۴ علیہ

تطفل ۵ علیہ

تطفل ۶ علیہ

الظاهرة تجيز التيمم وان كان الماء قريبا باليقين وهذا لايتفوه به عاقل فكيف يجوز لهذا الامام الجليل
الذی قد قلتم انه من المحققين الكبار ان يدخله فی المحامل وخامسا[٢٣٢] يا للعجب لم يقنع بجعله
محملا بل رده بان ذلك يقتضی ان جواز التيمم يزول عند التيقن وليس كذلك فقد ادعی ان التيمم
جائز مع تيقن القرب وهل ثم شيئ افسد منه وسادسا[٢٣٣] يحيله علی ما بين وانما بين الجواز عند
البعد فكانت الاحالة باطلة محالة وسابعا[٢٣٤] بل فی الثالث ايضا اشعار الی خلافه فانه جعل
موضوع المسألة ما اذا كان الفصل اقل من ميل لاما اذا ظنه اقل من ميل والموضوع ماخوذ مفروض
مفروغ عنه فكيف يختلف فيه بظن ويقين ويجعل عدّ محتملا علی احد الوجهين وقد[٢٣٥] قال لافرق
فی ظاهر الرواية بين الظن واليقين اذا كانت المسافة اقل من ميل فان كان المعنی علی ظن القرب آل
الی انه لافرق بين الظن واليقين عند الظن بالجملة جميع محامله وكل كلام يرد هذا المعنی الذی
ذهب اليه وهل العلامة واما الثانی اعنی زعم المخلص منه علی ما ابدی فاقول[٢٣٦] اولا نصف
مخلص فان الحاصل علی هذا ان النادرة توجب التيمم عند ظن وجدان الماء فی اخر الوقت لاحد
من الاسباب المذكورة المغايرة لقرب الماء والظاهرة تقول لاعبرة بغلبة الظن بوجدانه بها انما
العبرة لليقين به وهو مورد كلا الايرادين كما كان فانهم نصوا ان ظن القرب يمنع التيمم فقد اعتبروا
الظن ثم فكيف الغوه هنا ونصوا ان عند بعد الماء ميلا يجوز له التيمم من دون تفصيل مع القطع
بانه ربما يتيقن ببلوغه الماء فی اخر الوقت فلم يعتبروا اليقين ثم فكيف اعتبروه هنا فثبت ان سعيه
رحمه الله تعالی هذا لم يرجع الی طائل وتعجبه من اولئك الجلة الی نفسه الكريمة آئل ثم
اقول[٢٣٧] لعلك قد تفطنت مما القينا عليك ان الايراد الاخير اعنی علی صورة اليقين بمسألة
البعد ميلا انما يرد علی ما علل به فی الهداية ظاهر الرواية اما نفس المسألة فلا غبار عليها من جهته فان
المذهب عدم وجوب التاخير ظانا كان او مستيقنا لما تقدم التصريح به عن الخلاصة بنقل الائمة
البخاری والكاكی والبابرتی والسيواسی وتقريرهم اياه نعم الايراد الاول علی صورة الظن بمسألة الظن
القرب يرد علی التعليل والمسألة معا للاحتياج الی الفرق بينهما حيث لم يعتبروا هنا الظن بل ولا
اليقين وقد منعوا ثمه لمحض غلبة الظن ولاجل هذا قلت انهم استشكلوا المسألة والتعليل
معا وان كانوا انما وجهوا الكلام الی التعليل هذا ورأيت الامام ملك العلماء قرر المسألة فی البدائع

بحیث لا یتوجہ الیہ ھذا الاشکال و یرتفع الخلاف من الظاہر و النادرة فقال قد قال اصحابنا ان المسافر ان کان علی طمع من الماء فی اخر الوقت یؤخر التیمم الی اخر الوقت وان لم یکن لا یؤخر ھکذا روی المعلی عن ابی حنیفة و ابی یوسف رضی اللّٰہ تعالی عنہما و ذکر فی الاصل احب الی ان یؤخر الی اخر الوقت ولم یفصل بین ما اذا کان یرجو الماء او لا یرجو وھذا لا یوجب اختلاف الروایة بل یجعل روایة المعلی تفسیر المطلق فی الاصل ولو تیمم اول الوقت وصلی ان کان عالما ان الماء قریب بان کان بینہ و بین الماء اقل من میل لم تجز صلاتہ بلا خلاف لانہ واجد الماء وان کان میلا فصاعدا جازت وان لم یکن عالما بقرب الماء و بعدہ تجوز صلاتہ سواء کان یرجو الماء فی اخر الوقت اولا سواء کان بعد الطلب او قبلہ عندنا خلافا للشافعی لما مر ان العدم ثابت ظاہرا و احتمال الوجود احتمال لا دلیل علیہ فلا یعارض الظاہر اھ **اقول** لکن للعبد الفقیر توقف فی التعلیل الاخیر فان من علم فی اول وقت الظہر او العشاء مثلا ان الماء من ھنا علی مسافة اقل من میلین او ثلثة امیال و علم انہ یصل الیہ فی سعة الوقت و لم یعلم انہ علی فصل میل او اقل فصاعدا و علیہ انہ لا یعلم قرب الماء ولا بعدہ وھو یرجو الماء لا عن احتمال بلا دلیل بل عن دلیل فیعارض الظاہر و یمنع التیمم ولیس کذلک انما یمنع التیمم ظن ان الماء قریب وھو منہ فی شک مریب ھذا **ولنعم** حل الاشکال عن مسألة الرجاء ما قررہ الامام الجلیل ابو البرکات رحمہ اللّٰہ تعالی فی الکافی حیث عدل عن تعلیل الھدایة و علل بتعلیل حسن الی الغایة اذ قال مسافر غلب علی ظنہ ان بقربہ ماء وجب الطلب و لا یجب بغیر غلبة الظن او اخبار لان العدم ثابت حقیقة و ظاہر الفلوات الدلیل الدال علی الوجود من حیث الظاہر اذ الظاہر فی المفاوز عدم الماء بخلاف العمرانات فانہ لو تیمم قبل الطلب فیہا لم یجز لان العدم ان کان ثابتا حقیقة لم یثبت ظاہرا لقیام الدلیل علیہ وھو العمارة اذ قیامہا بالماء وکذا لو غلب علی ظنہ او اخبرہ مخبر لان غالب الرأی کالمتحقق فی حق وجوب العمل ولھذا وجب العمل باخبار الاحاد و الاقیسة و الاٰراء المؤولة و المخصصة و البینات فان قیل لو کان غالب الرأی کالمتحقق ھنا لوجب التاخیر فیما اذا غلب علی ظنہ انہ یجد الماء فی اخر الوقت قلنا عن ابی حنیفة و ابی یوسف رضی اللّٰہ تعالی عنہما ان التاخیر حتم و لان غلبة ظنہ انہ سیصیر بقرب الماء وھذا غلبة ظنہ انہ بقرب الماء اھ کلامہ الشریف وھذا بحمد اللّٰہ تعالی عین ما ظہر للعبد الضعیف فیما ذکرت ونحوہ فی الکفایة فقد ظہر ان مسألة الرجاء لیس المراد فیہا من رجا الاجل

القرب فانه لايجوز له التيمم اجماعا بل من رجا الوصول فى آخر الوقت مع بعده الآن فهذا ليس بظن
القرب بل ظن انه سيقرب فلا يعتبر ولا يعكر عليه بمسألة ظن القرب فقد صرحوا بكونها موضوعة فى
بعد للمسافة فى غيرما كتاب معتمد ففى الدراية ثم الشلبية هذا الاستحباب اذا كان بينه وبين
موضع يرجوه ميل او اكثر فان كان اقل لايجزيه التيمم وان خاف فوت وقت الصلاة اھ ومثله فى
البحر ونحوه فى الدر وفى البناية هذا اذا كان الماء بعيدا او ان كان قريبا لايتيمم وان خاف خروج الوقت
قال الفقيه ابوجعفر اجمع اصحابنا الثلثة على هذا اھ ثم قال اعنى العينى وقيل اذا كان بينه وبين
موضع يرجوه الى آخر ماقدمنا عن الدراية **اقول**[٣٢٤٠] ولا ادرى ما الفرق بينه وبين ما قال هذا اذا
كان الماء بعيدا الخ حتى جزم بذلك ومرّض هذا وجعله قولا آخر مع انه لاتفاوت الا فى اللفظ
اقول[٣٢٤١] وقد تقدم نص الخلاصة وتقرير الائمة الجلة ان الظن واليقين فى ذلك سواء لايجب عليه
التاخير وان تيقن بوجدان الماء فى آخر الوقت وتلك النادرة حيث اوجبت فى الظن فاليقين
اولى فقد ظهر ان الواقع من المحامل الاربعة هو الثانى وان كان ابعد بالنظر الى ظاهر العبارة اما قول
النادرة غالب الرأى كالمتحقق قلنا نعم ولو كان متحققا لم يؤثر لانه انما تيقن انه سيقرب لا انه قريب
وبهذا يعود الاشكال على تعليل الهداية لظاهر الرواية **اقول**[٣٢٤٢] وايضا يمكن حمله على المحمل الرابع
فان من جهل المسافة جاز له التيمم فى المفاوز وان كان يرجو الوصول اليه فى آخر الوقت كما قدمنا
آنفا عن البدائع وذلك لان المانع عن التيمم هو قرب الماء يقينا او ظنا غالبا وقد انتفيا ولكن الجواب
عن دليل النادرة والاشكال على تعليل الهداية كما كان لان ههنا ايضا يباح له التيمم وان تيقن الوصول
اليه فى آخر الوقت كما اسلفنا تقريره تحت عبارة البدائع المذكورة الى ههنا ظهر انحلال الاشكال
عن الحكم واستبان الفرق بين مسألتى الرجاء وظن القرب اما تعليل الهداية **فاقول**[٣٢٤٣] التأويل
خير من التعطيل يمكن ان يؤول بان المراد باليقين هو اليقين الفقهى الشامل لغلبة الظن فليس المقصود
التفرقة ههنا بين الظن واليقين لما علمت انهما سواء ههنا على كلتا الروايتين وانما المعنى انكار ان يكون
له اثر ههنا وذلك ان العجز ثابت حقيقة شرعا لانعدام الماء حقيقة وظاهرا لعدم الدليل على قربه
ان جهل المسافة وقيام الدليل على عدمه ان علم او ظن البعد فلا يزول حكمه الثابت شرعا وهو جواز
التيمم الا بيقين ففى مثله بان يحصل له ظن القرب اذ ليس فليس فانه لاعبرة بظن انه سيقرب

ولا باستیقانہ فی انما ھذا ھو الحاصل فی رجاء الوصول او تیقنہ دون ظن القرب المانع عن التیمم المعارض للعجز الظاہر فھذا تقریرہ ولیس فی العبارۃ ماینکرہ فوجب الحمل علیہ فقد انحل الاشکال وللہ الحمد عن مسألۃ الرجاء حکما وتعلیلا۔ **اقول** ۳۲۴ وتم علی مسألۃ الوعد تفریعا وتاصیلا۔ فمعلوم قطعا بداھۃ ان الوعد لایحصل وانما یرجی وقد تقرر فی المذھب ان راجی الماء یجوز لہ التیمم ولا یجب علیہ التأخیر وان زعم الان زاعم ان الوعد محصل للشیئ فی الحال فقد صادم بداھۃ غیر مکذوبۃ وای وعد مثل وعد اللہ ورسولہ جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتلک الجنۃ قد وعدھا المتقون افتراھم دخلوھا الان وتنعموا بنعیمھا فی الدنیا وحصلوا الحور والقصور والالبان والخمور والحریر والسرر ھذہ سفسطۃ ظاھرۃ فاذا کان ھذا فی وعد من یستحیل ان یخلف المیعاد فکیف فی مواعید العباد وبالجملۃ لم یصل فھمی القاصر الی کنہ ھذہ المسألۃ ولم ارمن تکلم فیھا بکشف خافیھا غیر انہ لیس لنا مع نص فی المذھب مجال مقال فالمسألۃ مسلمۃ قطعا لکونھا منصوصا علیھا فی الاصل کما عزاہ لہ فی الخلاصۃ لکن لا دلالۃ لھا ولا لشیئ مما علمت من فروع المذھب وتعلیلاتھا علی کون الوعد یثبت قدرۃ مستندۃ بل الذی لاح من الدلیل یقضی باقتصارھا کما علمت فانا استخیر اللہ تعالٰی فیہ وحاش للہ لا اقطع القول بہ ولا اجعلہ حکما وانما اقول کما قلت ھذا ما ظھر لی فلیراجع ولیحرر واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا والہ وصحبہ وسلم امین **تنبیہ چہارم** **اقول** ۳۲۵ ظاہر وعدہ کہ مثبت قدرت مانا گیا ہے اُس میں شرط ہے کہ یا تو مطلق ہو مثلاً دونگا یا وقت حاضر سے مقید مثلاً ابھی دیتا ہوں نہ وہ کہ وقت آئندہ سے مقید ہو مثلاً کل دونگا یا شام کو لینا یا گھنٹا بھر بعد ملیگا اور وقت میں نصف گھنٹا ہے ایسا وعدہ اصلاً مثبت قدرت نہ ہوگا قبل نماز ہو یا بعد کہ وہ حقیقۃً دو چیزوں سے مرکب ہے وقت حاضر میں منع اور وقت آئندہ کے لیے امید دلانا تو وقت حاضر کیلیے منع ہی ہوا نہ وعدہ ورنہ لازم ہو کہ اگر وہ کہے دس برس بعد دونگا تو دس برس تک اسے نماز سے معطل رہنے کا حکم ہو کما تقدم تقریرہ فی التنبیہ الثانی وھذا ظاھر جدا بالجملہ ایسا وعدہ بنظر وقت حاضر منع ہے تو اگر پہلے ظن عطا تھا اُسکی خطا ثابت ہوگی اور ظن منع تھا تو اُسکی تصدیق ہوگی اور شک تھا تو علم منع سے بدل جائیگا واللہ تعالٰی اعلم اس وعدے کا نام وعدِ ابائی رکھیے اور مطلق یا مقید بوقت حاضر کا نام وعدِ رجائی **تنبیہ پنجم** **اقول** ۳۲۶ وعدۂ رجائی اگر قبل تمام نماز ہو ضرور مطلقاً مؤثر ہے اگر تیمم سے پہلے ہی تیمم کا مانع ہوگا اور بعد ہے تو اُسکا ناقض اور عین نماز میں ہو تو اُسکا مبطل اگرچہ وفا ہویا نہ ہو یعنی وقت گزر جائے اور

پانی نہ دے کہ ہمارے ائمہ نے انتظار واجب فرمایا اگرچہ وقت نکل جائے لیکن اگر یہ وعدہ بعد نماز ہو خواہ یوں کہ اس نے مانگا ہی بعد الصلاۃ نہ مانگا اور اُس نے بطور خود وعدہ کرلیا یہاں دو صورتیں ہیں اگر وقت کے اندر دیدیا ضرور اعادہ نماز کریگا فان العطاء فی الوقت مبطل مطلقا ولو بلا وعد وما زادہ الوعد الا تأییدا فان[٣٢٤] **قلت** کیف ولا یخلو الوعد عن منع فی الحال لان حاصلہ لا اعطیك الاٰن بل بعد حین فان من یجیب من فورہ فیم یعد فھذا عطاء بعد اباء فلا یعتبر **اقول**[٣٢٥] الوعد لوقت الحاجۃ لا یعد منعا عرفا ولا شرعا فمن حلف لا یمنع زیدا کذا فسألہ زید فوعدہ لوقت حاجتہ لا یحنث قطعا وبہ[٣٢٦] تبین ان الوعد غیر العطاء ایضا فلو حلف لا یعطیہ لا یحنث بمجرد الوعد ایضا فھو امر بین بین فکما لا تثبت لہ احکام المنع ینبغی ان لا تثبت ایضا احکام العطاء بل الرجاء کما ذکرنا ولکن العبرۃ بالمنقول وان لم یظھر للعقول اور اگر وقت میں نہ دیا تو دو صورتیں ہیں یا تو اُسکا خُلف ظاہر ہوگا کہ وقت گزر گیا اور قصدا نہ دیا تو یہ وعدہ مؤثر نہ ہوگا لانہ لم یعط وما اعطاہ الوعد من ظن الاعطاء زال بالاخلاف ولا عبرۃ بالظن البین خطؤہ فان کان قبلہ یظن عطاء فقد خاب او منعا فقد صدق او یشك فتبدل بعلم المنع اور اگر اُسکا خلف ظاہر نہ ہوا مثلا وعدہ یوں تھا کہ دو گھڑی بعد آکر لیجانا یہ نہ گیا یا وقت کے اندر اسے یا اُسے کہیں جانیکی ضرورت لاحق ہوئی یوں افتراق ہوگیا اور نہ دے سکا تو اس صورت میں ظاہر یہ ہے واللہ تعالٰی اعلم کہ مطلقا اعادہ نماز کا حکم ہو فان الحقیقۃ بقیت فی الستر فدار الامر علی الظن فان کان یظن العطاء فقد تضاعف بالوعد وان کان یظن المنع فقد تضعف بل اضمحل بہ لان الوعد یورث ظن العطاء قطعا کما قال الامام محمد ان الظاھر الوفاء ولا امکان لتعلق الظن الغالب بکلا الطرفین فاذا حدث ظن العطاء فقد زال ظن المنع وکذا الشك لان الرجحان یبطل التساوی فلم یبق ما تبنی علیہ صحۃ صلاتہ والاصل فی الماء الاباحۃ وقد تباین ان التقصیر منہ لترکہ السؤال لاجل ظن منع او شك ظھر کونھما فی غیر المحل فتعاد الصلاۃ لتقع البراءۃ بیقین، فان الصلاۃ من اجل ما یحتاط لہ فی الدین۔ ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند الحق المبین۔ وبالجملۃ لقد طال الکلام فی ھذہ المسألۃ الثامنۃ ولعمری لم یخل عن فائدۃ عائدۃ بل اشتمل ولوجہ ربی الحمد علی غرر درر لم تنتظم بنان البیان، ونفائس عرائس لم یطمثھن انس قبلی ولا جان۔ وحاصل ما قررنا فیہ ان الوعد الاباٸی لا یؤثر مطلقا والرجائی مؤثر مطلقا الا اذا کان بعد الصلاۃ وظھر خلفہ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

یہ تمام مباحث وہ ہیں کہ ذہن فقیر پر فیضِ قدیر سے القا ہوئے۔ ہزار ہزار حسرت کہ کتب حاضرہ میں ان میں سے کسی صورت کے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اصلا تعرض نہ پایا یہی حال آئندہ مسئلہ سکوت کا ہے ناچار دونوں میں ان ابحاث کی احتیاج نے مونھ دکھایا ماشاء الحکام میں رائے زنی نہ ہمارا منصب نہ اُس پر اعتبار تمیع اسفار وتلاحق انظار اولی الابصار ضرور درکار واللہ المستعان وعلیہ التکلان ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اٰمین

مسئلہ ۹ منع بھی دینے سے انکار دو قسم ہے ایک صراحۃً کہ صاف کہدے نہ دونگا یا اور الفاظ کہ ان معنے کو مؤدی ہوں

اقول منع ابائی کہ ہمنے ابھی تنبیہ چہارم میں ذکر کیا اسی قسم میں ہے کہ وہ خاص مدلول کلام ہے دوسرا دلالۃً یعنی اور کوئی امر کہ منع پر دلالت کرے درمختار میں اسکی مثال استہلاک سے دی یعنی پانی خرچ کر لینا یا پھینک دینا کہ اب دینے کی صلاحیت ہی نہ رہی حیث قال یطلبہ ممن ھو معہ فان منعہ ولو دلالۃ بان استھلکہ تیمم یونہی اگر بعض خرچ کر دیا اور باقی طہارت مطلوبہ کو کافی نہ رہا طحطاوی میں ہے او استھلک البعض والباقی غیر کاف **اقول** مطلوب کی قید ہمنے اسلیے لگائی کہ اگر نہا چکا اور مثلاً پیٹھ پر اتنی جگہ خشک رہی جسے ایک چُلو پانی درکار ہے تو اگر ایک ہی چُلو باقی ہے طہارت غسل کو کافی ہے اور اگر پورا نہانا ہے تو آدھا گھڑا بھی کافی نہیں۔ اور اگر اُس نے مانگا اور اُس نے اسے نہ دیا زید کو دیدیا تو یہ بھی حکماً استہلاک اور دلالۃً منع ہوگا یا نہیں **اقول** لم ارہ واذکر ما ظھر لی بتوفیقہ جل وعلا وارجو انیکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی اگر دوسرے کو اباحۃً دیدیا تو یہ منع ہے کہ صاف معلوم ہوا کہ اسے دینا نہ چاہا اور جسے مباح کیا وہ اسے دے نہیں سکتا کہ وہ اباحت سے مالک نہ ہوا اور اگر اُسکے ہاتھ ہبہ تامہ یا بیع کر دیا تو اگرچہ یہ اس خاص شخص کی طرف سے منع ہوا مگر یہ مسئلہ کہ دوسرے کے پاس پانی پایا بدستور متوجہ ہے کہ اب جو اُسکا مالک ہوا اگر ظن غالب ہو کہ یہ مانگے سے دیدیگا تو اس سے مانگنا واجب ورنہ نہیں اور اب اسکے عطا ومنع میں وہ سب احکام عود کریں گے واللہ تعالٰی اعلم **ثم اقول** ظاہر بلکہ ان شاء المولٰی تعالٰی یقیناً منع دلالۃً کی تیسری صورت سکوت بھی ہے اس نے مانگا اور اُس نے صاف انکار تو نہ کیا مگر چپ رہا تو حاجت کے وقت سکوت یہی سمجھا جائیگا کہ دینا منظور نہیں وقد تقدم قولھم فی مسألۃ المتیمم عن الماء فلم یخبرہ وھو یشمل السکوت وقد عبر عنہ فی الحلیۃ بالاباء اسکی نظیر سکوت مدعا علیہ ہے جب بطلب مدعی اُس پر حلف متوجہ ہوا اور قاضی نے اُس سے حلف طلب کیا وہ چُپ رہا یہ سکوت انکار سمجھا جائیگا جبکہ نہ سننے یا نہ بول سکنے کے باعث نہ ہو ولہذا مستحب ہے کہ قاضی اُس سے تین بار کہے اگر سکوت کرے حلف سے نکول ٹھہرا کر مدعی کو ڈگری دیدے تنویر الابصار و درمختار میں ہے (قضی) القاضی (علیہ بنکولہ مرۃ) حقیقۃً (بقولہ لا احلف او) حکما کأن (سکت من غیر اٰفۃ) کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء احوط اھ قال ش ای ندبا **اقول** مگر استعمال قرائن ضرور ہے وہ اُسوقت حالت سائل ومسئول عنہ اور انکے تعلقات سے اُنپر ظاہر ہوتے ہیں یہ تو سکوت ہے قول صریح میں استعمال قرائن لازم ہے ایک ہی

بات حرف بحرف ایک ہی جملہ اور اُس سے کبھی اقرار مفہوم ہوتا ہے کبھی انکار۔ زید نے عمرو سے کہا تو نے اپنی عورت کو طلاق دی اُس نے نرم آواز دبے لہجے سے کہا میں نے طلاق دی یہ اقرار ہے طلاق ہوگئی اور اگر اُس نے ترش گرم ہو کر سخت آواز سے تعجب یا زجر و توبیخ کے لہجے میں کہا میں نے طلاق دی یہ انکار ہے طلاق نہ ہوئی الفاظ بعینہا وہی ہیں اور حکم اثبات سے نفی تک بدل گیا یونہی اگر عورت نے کہا مجھے طلاق دے اس نے نہ مانا عورت نے پوچھا دی اس نے جھڑکنے کے لہجے میں سختی سے کہا دی طلاق نہ ہوئی ورنہ ہوگئی فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے امرأۃ قالت لزوجھا طلقنی فابی فقالت دادی فقال دادم انکان فی قولہ دادم ادنی تثقیل لایقع الطلاق یونہی شوہر نے گواہوں کے سامنے عورت سے کہا اللہ تیرا بھلا کرے تو نے مجھے مہر بخشدیا وہ بولی ہاں میں نے بخشا ہاں میں نے بخشا گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہوجائیں کہ تو نے مہر بخشدیا بولی ہاں گواہ ہوجاؤ ہاں گواہ ہوجاؤ علما فرماتے ہیں اُسکے یہ الفاظ اقرار و انکار دونوں کو محتمل ہیں گواہ اُسکی طرز سے پہچانیں گے کہ تحقیق مقصود ہے یا طنز سے کہہ رہی ہے وجیز امام کردری کتاب النکاح فصل ۱۲ میں ہے قال لھا عند الشھود جزاک اللہ تعالٰی خیرا وھبت المھر فقالت آرے بخشیدم مرتین فقال الشھود لھا انشھد علی ھبتک فقالت مرا آرے گواہ باشید فھذا یحتمل الرد والاجابۃ والشھود یعرفون ذلک ان قالت علی وجہ التقریر حملت علی الاجابۃ والافعلی الرد فلہذا اگر قرینہ سابقہ یا حاضرہ یا لاحقہ دلالت کرے کہ یہ سکوت بروجہ منع نہ تھا تو حکم انکار میں نہ ٹھہریگا۔ قرینہ سابقہ یہ کہ اُسکی عادت معلوم ہے کہ سوال اگرچہ طلب پر سکوت کرتا اور کام کردیتا ہے تو جبتک دینا متحقق نہ ہو ایسے کا سکوت دلیل منع نہ ہوگا قرینہ حاضرہ یہ کہ اُسوقت وہ کسی امر عظیم میں مشغول ہے یا وظیفہ پڑھ رہا ہے یا پریشان ہے یا کسی بات پر سخت غصہ میں ہے کہ ان حالات کا سکوت دلیل منع نہیں ہوتا قرینہ لاحقہ یہ کہ اُسوقت کی حالت سے تو کچھ ظاہر نہ ہوا مگر تھوڑی دیر بعد وقت کے اندر وہ پانی لے آیا اگرچہ یہ اتنی دیر میں جلدی کرکے اُسکی نگاہ سے جدا نماز تیمم سے پڑھ چکا ہو کہ وقت پر دینا صریح اجابت ہے تو منع کہ سکوت سے مفہوم ہوتا تھا صریح کے معارض نہ ہوگا فتاوٰی امام قاضیخان وغیرہا میں ہے الصریح یفوق الدلالۃ اور یہ نہ ٹھہرائیں گے کہ وہ سکوت بغرض منع ہی تھا پھر رائے بدل گئی کہ یہ خلاف اصل ہے حلیہ میں ہے فان قلت من الجائز تبدل حال المسئول قلت الاصل عدم التبدل فیجری علیہ مالم یقم الدلیل علی خلافہ ولم یوجد

اقول تفصیل مقام بتوفیق العلام یہ ہے کہ سکوت کے بعد یا تو وہ اصلاً نہ دیگا یا اُس نماز کا وقت نکل جانیکے بعد دیگا یا وقت میں دیگا مگر بعد اسکے کہ یہ تیمم سے پڑھ چکا یوں کہ اسے تیمم کرتے اُس سے نماز پڑھتے دیکھا اور اُسوقت پانی نہ دیا یا اسپر مطلع نہ ہوکر دیا یا عین نماز میں دیگا یا نماز سے قبل۔ یہ چھ صورتیں ہیں ان میں پہلی کا حکم تو ظاہر ہے کہ دلالت منع کا کوئی معارض نہ پایا گیا بلکہ اُسکا ثبوت ہوگیا تو نماز و تیمم دونوں صحیح رہے اور اخیر دو بھی قابل بحث نہیں کہ جب ختم نماز سے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

پہلے پانی مل گیا آپ ہی وضو کرکے پڑھنے کا حکم ہے اور چہارم کا حکم ابھی گزرا کہ اجابت ہے باقی دو صورتین رہین دوم وسوم ان مین
ظاہر یہی ہے کہ منع پر سکوت کی دلالت مستقر ہوگئی کوئی قرینہ اُسکے معارض ہونا درکنار اُسکا مؤید پایا گیا نماز صحیح ہوئی اعادہ
نہ ہوگا دوم مین یون کہ حاجت ہر وقت متجدد ہوتی ہے جب اس حاجت کا وقت گزار دیا اور مانگے نہ دیا معلوم ہوا کہ اسوقت دینا
منظور نہ تھا دوسری حاجت کے وقت دینا نہ اس سوال کی اجابت کرے نہ اسکے وقت قدرت کا اثبات۔ اسوقت عجز
ظاہر تھا اور وقت حاجت سوال پر سکوت نے ظن منع دیا تھا اسکی حاجت اسکا سوال اسکا ظن سب وقت حاضر کی نسبت
تھے دوسرے وقت دینے نے اس ظن کو غلط نہ کیا بلکہ ثابت ومحقق کردیا اور یہان لاعبرة بالظن البین خطؤہ
صادق نہ آیا ورنہ چاہیے کہ وہ مہینہ بھر بعد دے تو اسکی یہ ڈیڑھ سو نمازین سب باطل ہوجائین کہ بعد وقت جیسا ایک وقت
ویسے ہی ہزار یہ حرج ہے اور دفع حرج لازم اور اسکی طرف سے تقصیر نہین کہ اسکے قابو مین سوال ہی تھا یہ اُسے بجالاچکا محیط و
بحر سے ابھی گزرا جازت صلاتہ لانہ فعل ما علیہ حلیہ سے گزرا فعل ما فی وسعہ قبل الفعل فیقع جائزا دفعا
للحرج فلا ینقلب غیر جائز اور سوم مین یون کہ اس دینے سے بھی قدرت مقتصرہ ثابت ہوگی یعنی وقت عطا سے نہ مستند
یعنی سابق سے کہ مانگنے پر اُسکا چپ رہنا اور اسے تیمم کرتے اور نماز تیمم سے شروع کرتے دیکھنا اور اب بھی خاموش رہنا
اسکے عجز کو مؤکد کرگیا اب قدرت جدیدہ اُسے نقض نہ کریگی ولوالجیہ وحلیہ سے گزرا انہ اذا ابی تأکد العجز فلا تعتبر القدرة
بعد ذلك بدستور اسکے قابو مین سوال تھا اُسے یہ بجالایا اب اسپر الزام نہین جیسا کہ ابھی محیط وبحر وحلیہ سے گزرا اگر کہیے
وہ کہ مانگ کر چلا آیا اور جلدی کرکے اُسکی نگاہ سے جدا مثلاً اپنے خیمہ مین تیمم سے پڑھ لی اُسکے ذمہ بھی سوال ہی تھا جسے
بجالایا اُسپر کیون الزام ہے **اقول**[۳۲۸] سوال مطلوب بالذات ومنتہائے مقصد نہین کہ سوال کرلیا اور عہدہ برا ہوگئے
جواب کچھ بھی ہو بلکہ وہ بغرض استکشاف حال ہے کہ جواب سے منع واجابت جو ظاہر ہو اُسپر عمل کیا جائے یہان عطا بروقت سے
اجابت ظاہر ہوئی **کما تقدم** تو مجرد سوال کرلینا اُسے بری الذمہ نہ کریگا الا تری از الحلیۃ جعلت تاکد العجز
عبارة اخری عن ھذا المعنی اعنی فعل ما فی وسعہ کما تقدم فی المسألۃ السابعۃ بخلاف صورت دوم وسوم
کہ وہان منع ظاہر ہوا کما تقرر اور بخلاف اُس صورت کے کہ جسے پانی کی خبر ہونا گمان کیا اُس سے پوچھا اُس نے سنا اور
جواب نہ دیا بعد نماز بتایا کہ سوال خبر پر جواب نہ دینا بعینہ ترک اخبار ہے اور سوال شے پر سکوت بعینہ انکار عطا نہین جسکی وجوہ
اوپر گزرین وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم۔ **ثم اقول**[۳۲۹] یہ سب اُس صورت مین تھا کہ اس نے مانگا اور اُس نے
سکوت کیا تھا اور اگر اُس نے پانی دیکھا اور اصلاً نہ مانگا اور اُسے بعد خروج وقت اسکی حاجت پر اطلاع ہوئی اور پانی لادیا
اس صورت مین بلاشبہہ مظنون ہے کہ اگر یہ مانگتا ضرور دیتا اور تقصیر اسکی طرف سے ہے کہ سوال نہ کیا تو ایک یا جتنی نمازین

ف: پانی دیکھا اور نہ مانگا نہ اُسے بتایا اور اسے وقت کے بعد ... جب اسے بعد وقت اسکی حاجت پر اطلاع ہوئی اور پانی لادیا تو نمازین پھیرنی چاہیے

قوانین العلماء

پڑھیں سب کا اعادہ چاہیے نمبر ۹۵ میں محیط سے گزرا ولو تحرّی صلاتہ لانہ کان قادرا علی استعمالہ بواسطۃ السؤال فاذا لم یسألہ جاء التقصیر من قبلہ علیہ سے ابھی گزرا فانہ لم یستفرغ الوسع بالاستکشاف بلکہ اگر وہ (۳۹۱) دیکھتا رہا کہ تیمم سے پڑھتا ہے اور باوصف اطلاع پانی نہ دیا یا بعد وقت دیا جب بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مانگنے پر بھی نہ دیتا تو بلا نہ دیا ظن منع کی تحقیق نہیں کرتا منع یہ ہے کہ مانگے سے نہ دے اور بارہا ہوتا ہے کہ لوگ بے مانگے خود پرواہ نہیں کرتے اور مانگا جائے تو دیدیں بلکہ یہاں دوسرے وقت بے طلب دینے سے یہی پہلو رجحان پاتا ہے کہ مانگتا تو ضرور دیتا بخلاف صورت سکوت کہ یہ سوال کرچکا تھا اور اُس نے اُسوقت نہ دیا تو ظاہر ہوا کہ دینا منظور نہ تھا زیادات و جامع امام کرخی و بدائع و حلیہ میں ہے اذا غلب علی ظنہ انہ لا یعطیہ او شک مضی علی صلاتہ فاذا فرغ سألہ فان اعطاہ توضأ واستقبل الصلاۃ لانہ ظھر انہ کان قادرا الا ان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبلہ وان ابی فصلاتہ ماضیۃ لان العجز قد تقرر ام (۳۹۲) **اقول** تقریرہ ان الاصل فی الماء الاباحۃ والحظر عارض کما قالوہ فی الحلیۃ وغیرھا فی دلیل قول الامام اذا وعدہ احد اعطاء الماء یجب الانتظار وان فات الوقت وانما یمنع لحاجۃ او شح وقد ظھر انتفاؤھا ببذلہ الان (۳۹۳) فظھر انہ لو سئل قبل لبذل لان خصوصیۃ الوقت ملغاۃ بل تاخر الوقت ادل علی البذل قبلہ اذ لو کان محتاجا الیہ قبل لانفقہ ولبقی محتاجا الیہ الان فاذا کان ھذا فی البذل بعد السؤال وقد ارسلوہ ارسالا ولم یقیدوہ بما اذا لم یرہ یصلی متیمما فالبذل بدون سؤال اولی کما لا یخفی واللّٰہ تعالٰی اعلم (۳۹۴) اور بیان دو صورتیں وعدہ کی ہیں ایک یہ کہ نماز سے پہلے اسکے سوال پر خواہ بطور خود اُس نے پانی دینے کا وعدہ کیا اور بعد خروج وقت دیا یا اُسوقت کہ یہ تیمم کرکے پڑھ چکا تھا خواہ اُس نے اسے دیکھا یا نہ دیکھا ان میں کوئی صورت محل بحث نہیں کہ وعدہ کو ہمارے علمانے خود ہی موجب قدرت جانا ہے وقت میں اُسے تیمم سے نماز جائز ہی نہیں خواہ وہ پانی کبھی دے یا کبھی نہ دے مگر باتباع امام زفر اخیر وقت تیمم سے پڑھیگا اُسکے خود اعادہ کا حکم ہے دوسرے یہ کہ بعد نماز وعدہ کیا اور بعد خروج وقت دیا تنبیہ ۵ میں گزرا کہ اسکا نماز پر کچھ اثر نہ ہونا چاہیے **بالجملہ** نماز کے بعد وقت کے اندر دینے میں مطلقاً نماز کا اعادہ ہے مگر یہ کہ نماز سے پہلے یا بعد انکار کرکے دیا یا پہلے سکوت کیا اور اسے تیمم کرتے اور تیمم سے نماز پڑھتے دیکھا اور اُسوقت بھی ساکت رہا بعد نماز دیا کہ یہ بھی حکماً مطالبہ منع ہوا اور عنقریب آتا ہے کہ وہ مفید نہیں اور بعد خروج وقت دینا مطلقاً مبطل نماز نہیں مگر اُس حالت میں کہ اس نے دیکھا اور اصلا نہ مانگا اور اُس نے بعد وقت دیدیا یہ تمام مباحث اول تا آخر سوائے حرف استہلاک کہ درمختار میں مصرح تھا اس فقیر بارگاہ رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ نے تفقہاً ذکر کیں فلیراجع ولیحرر فان اصبت فمن ربی ولہ الحمد وان

۵ وعدہ پر پانی دینا مطلقاً مبطل نماز نہ ہوگا اگر بعد وقت دیں ۱۲ منہ غفرلہ

۶ یہ صورت وعدہ کو بھی شامل کہ وہ نماز خود ہی باطل تھی ۱۲ منہ غفرلہ

مسئلہ

مسئلہ

اخطأت فمنی ومن الشیطان واللّٰہ ورسولہ عنہ بریئان جل وعلا وصلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم
واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ **مسئلہ** ۔ اُس منع کے بعد دینا مفید نہیں، کما فی الزیادات وصدر الشریعۃ والغنیۃ وغیرہم
یا تی **اقول** ٣٢٩٧ اسکی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس نے نماز سے پہلے مانگا اور اُس نے انکار کردیا پھر نماز سے پہلے ہی دیدیا خواہ
بطور خود دیا اسکے دوبارہ مانگنے پر خواہ یہ دوبارہ مانگنا تیمم سے پہلے ہو یا بعد ہر حال میں یہ دینا مفید و معتبر ہے کہ اس
عطا نے اُس منع کو منسوخ کردیا اگر تیمم کرچکا ہے ٹوٹ گیا وضو کرکے نماز پڑھے اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا اور نماز کے بعد
دیا آپ یا اسکے مانگنے پر تو یہ دینا معتبر نہیں کہ اُسکے انکار کے سبب عجز متحقق اور تیمم جائز اور نماز صحیح ہوچکی اور قاعدہ شرعیہ ہے
کہ من سعی فی نقض ما تم من جھتہ فسعیہ مردود علیہ جب انکار سابق ہے تو عطائے لاحق قدرت سابقہ کیونکر ثابت
کرسکتی ہے ہاں فی الحال قدرت ثابت ہوگی اب دیتے وقت تیمم ٹوٹیگا اور آئندہ کیلئے وضو کریگا اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا
اور عین نماز میں کہا لیلے نماز و تیمم دونوں جاتے رہے کہ اگرچہ قدرت سابقہ ثابت نہ ہوئی فی الحال تو ثابت ہوئی اور وسط نماز
میں اگرچہ قعدہ اخیرہ کے بعد سلام سے پہلے متیمم کا پانی پر قادر ہونا نماز و تیمم کو باطل کرتا ہے کما تقدم عن الخانیۃ **مسئلہ** ۔
اقول ٣٢٩٨ دینے کے بعد منع مفید ہے اور اُسکا فائدہ صرف اسقدر ہے کہ تیمم اگر بوجہ عطا ناجائز ہوا تھا اب جائز ہوجائے
اس سے زیادہ وہ عطا کے کسی اثر کو زائل نہیں کرتا مثلاً تیمم کے بعد اُس نے پانی دیا تیمم ٹوٹ گیا اب منع کرنے سے واپس
نہ آئیگا یونہی اگر قبل تمام نماز دیا یا بے سبقت منع بعد نماز وقت میں دیا نماز جاتی رہی اب منع کرنے سے صحیح نہ ہوجائیگی اور اگر
٣٢٩٩ اُس عطا سے تیمم خود ہی ممنوع نہ ہوا تھا جب تو یہ منع کچھ بھی مفید نہ ہوگا کہ اسکا فائدہ اباحت تیمم تھا اور وہ پہلے سے حاصل ہے پھر
اتنا فائدہ بھی اُسوقت ہی جبکہ پانی ابھی خرچ نہ ہوا اور دینے والے کی ملک پر باقی ہو اور لینے والا اُس میں تصرف سے ممنوع
نہ ہو مثلاً پانی بطور اباحت دیا اگر یہ تیمم پہلے کرچکا تھا جاتا رہا ہنوز وضو پورا نہ کیا تھا کہ اُس نے منع کردیا اب اُس پانی کا استعمال
جائز نہ رہا یونہی اگر پانی ہبہ کیا تھا اور ابھی اسکا قبضہ نہ ہوا تھا کہ اُس نے منع کردیا کہ ہبہ قبل قبضہ ناتمام تھا اور اُسکو منع کا اختیار
حاصل ہے اور اس صورت میں بھی تیمم اگر پہلے کرچکا تھا زائل کہ مجرد اباحت آب بلکہ نرا وعدہ ناقض تیمم ہے نہ کہ ہبہ ہاں اگر یہ قبضہ کرچکا
تو اب اُسکا منع بیکار ہے کہ اُسکی ملک زائل ہوچکی اور بے رضا یا قضا اُسے رجوع کا اختیار نہیں ٣٣٠٠ بخلاف اُس صورت کے کہ پانی
اسکے ہاتھ بیچا اور بائع نے اپنا خیار شرط کیا تھا اور یہ ابھی پانی استعمال نہ کرنے پایا تھا کہ اُس نے بیع فسخ کردی کہ یہاں اسے
اختیار تصرف پہلے ہی سے نہ تھا تیمم سابق باقی رہا کہ بیع ٣٣٠١ میں جب بائع کا خیار شرط ہو مبیع نہ اُسکی ملک سے خارج ہو نہ مشتری کو
اُس میں تصرف جائز اگرچہ باذن بائع قبضہ کرچکا ہو ہدایہ میں ارشاد فرمایا خیار البائع یمنع خروج المبیع عن ملکہ ولا یملک
المشتری التصرف فیہ وان قبضہ باذن البائع اور جب وہ شرعاً اُس میں تصرف سے ممنوع ہے تو پانی پر قدرت ثابت نہ ہوئی

اور تیمم بحال رہا کما قدمنا فی نمبرۃ ۱۴۷ و ۱۶۱ تو اس منع نے کوئی نیا فائدہ نہ دیا فتح القدیر نواقض تیمم میں ہے والمراد من القدرۃ اعم من الشرعیۃ والحسیۃ حتی لو رأی ماء فی حب لا ینتقض تیممہ وان تحققت قدرۃ حسیۃ لانہ انما ابیح للشرب اھ اقول والمراد ما یجمعہما معاً ای لابد من اجتماع کلا القدرتین کما یستغرق العام الاصولی افرادہ حتی لو کانت احدھما لم تکف وانکان المتبادر من تلک العبارۃ کفایۃ احدھما لان العام یتحقق فی ضمن ای خاص کان **فائدہ** پانی پر قدرت ہوتے ہوئے بوجہ ممانعت شرعیہ حکم تیمم کی تین صورتیں اوپر گزریں سبیل کا پانی کہ پینے کیلئے ہو۔ وہ پانی کہ کسی کو ہبہ کرکے اُس سے بطور امانت لے لیا وہ پانی کہ ملک فاسد سے اُسکا مالک ہوا وہ دو امام محقق علی الاطلاق نے ذکر فرمائیں اور تیسری محقق زین نے بحر میں۔ یہ چوتھی فقیر نے اضافہ کی کہ وہ پانی کہ بشرط خیار بائع خریدکر اُسپر باذن بائع قابض ہوا جبتک خیار جاکر بیع تام نہ ہوجائے اُس سے وضو وغیرہ کچھ جائز نہیں **اقول** اور انھیں پر حصر نہیں گزشتہ نمبروں میں اسکی بہت صورتیں تھیں مثلاً (۱۱) فاسق کا خوف (۴۴) مال امانت پر خوف (۴۷ و ۴۹) کسی مسلمان یا جانور کی پیاس کا خیال (۵۰) نجاست دھونے کی ضرورت (۵۲) خاص لوگوں کی طہارت پر وقف اور یہ اُن میں نہیں (۵۳) ملک غیر جسمیں یہ صورت چہارم بھی داخل (۵۴) نہانا ہے اور ستر نہیں (۵۵) عورت کو وضو کرنا ہے اور ستر نہیں (۶۳) پانی باہر ہے اور عورت کے پاس چادر نہیں (۸۴) سواری سے اُتارنے چڑھانے کو محرم نہیں (۸۶) اُترنے سے زخم کا سیلان نماز میں رہیگا (۸۷) پانی سے طہارت کسی مؤکد کو بے بدل فوت کریگی (۱۰۱) فاسق کے آجانیکا اندیشہ (۱۴۴) کپڑے بھیگ کر بے ستری ہوگی (۱۴۳) پانی مسجد میں ہے اور یہ جنب (۱۶۰ و ۱۶۱) مزاحمت پدر سے احتراز (۱۶۴ تا ۱۶۶) خنثٰی وانثٰی و مرحومیت کا تیمم ایسیں یہ اور تین وہ کہ نمبر (۱۵ و ۱۴۸ و تنبیہ بعد نمبر ۱۶۱) میں گزریں چوبیس ہوئیں اور پچیسویں یہ صورت کہ جنب نہایا اور بدن کا کچھ حصہ دھونے سے رہ گیا پانی ختم ہوگیا تیمم کیا پھر حدث ہوا اُسکے لیے تیمم کیا اب اسپر دو واجب ہیں جو حصہ نہانے میں رہ گیا تھا اُسکا دھونا اور تیمم جنابت کے بعد حدث ہوا ہے لہذا اُسکے لیے وضو کرنا اب اس نے پانی پایا جس سے وہ حصہ دُھل سکتا ہے یا وضو کرے تو وضو ہوسکتا ہے مگر مجموع کیلیے کافی نہیں اسے حکم ہے کہ وہ حصہ دھوئے اور امام ابو یوسف کے نزدیک حدث کا تیمم نہ جائیگا کہ پانی اگرچہ اُسکے لیے کافی تھا مگر شرعاً یہ اُس سے وضو نہ کرسکتا تھا کہ اُسے اُس باقی حصے میں صرف کرنا واجب تھا یہ مسئلہ ہمنے اپنے رسالہ الطلبۃ البدیعہ کے آخر میں مفصل ذکر کیا ہے وہاں دیکھا جائے قولہ رحمنا فیہا اقول محمد مسئلہ ۲ افروریا **اقول** یہاں دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ پانی قریب ہونے کا ظن غالب ہو تو طلب یعنی تلاش واجب ہے بے تلاش تیمم جائز نہیں دوسرا یہ کہ کسیکے پاس پانی معلوم ہوا اور ظن غالب ہے کہ مانگے سے دیدیگا تو طلب یعنی مانگنا واجب ہے بے مانگے تیمم جائز نہیں پہلے مسئلہ کی نسبت شرح تعریف رضوی کے فائدہ پنجم میں ہم تحقیق

کرائے کہ یہ وجوب بمعنی اشتراط ہے یعنی تلاش کرلینا شرط صحت تیمم ہے بے اسکے تیمم و نماز مطلقاً فی الحال باطل اگرچہ بعد کو یہی ظاہر ہو کہ پانی نہ تھا وقد اخذ بہ السادۃ الجلۃ ابو السعود و ط و ش فی حواشی الکنز والدر علی ما نص علیہ فی الفتح ان لو صلی بتیمم وثمہ من یسألہ ثم اخبرہ بالماء اعاد والالا کما فی الدر وقد منا فی المسألۃ السابعۃ عزوہ للمحیط والحلیۃ والزیلعی والبدائع ایضا بان فی البحر عن السراج لو تیمم من غیر طلب کان الطلب واجبا وصلی ثم طلب فلم یجد وجبت علیہ الاعادۃ اھ ومفادہ ان تجب الاعادۃ ھنا وان لم یخبرہ اھ ھذا لفظ ش ومثلہ فی ط وفتح اللہ المعین **اقول** رحمھم اللہ تعالٰی ورحمنا بھم این ھنا وجوب الطلب کیف یجب ھو لا یدری ان الماء قریب ام لا فضلا عن غلبۃ الظن بالقرب انما الواجب ھنا السؤال عمن یظن ان عندہ علما بحال الماء وفرق بین بین المسألتین فان من ظن القرب فقد ظنہ قادرا علی الماء فبطل تیممہ مالم یطلب قبل التیمم فیظہر خطؤ ظنہ اما من ظن ان عند ھذا علما بحال الماء فھو لا یدری انہ ان سألہ یخبرہ بقرب الماء او بعدہ فلم یکن للقرب حظ من الظن فلم یوجد معارض لعجزہ الظاہر فصح تیممہ وتمت صلاتہ الا ان یظہر القرب فتجب الاعادۃ لان التفریط جاء من قبلہ بترک السؤال کلام دوسرے مسئلہ میں ہے کہ یہاں بھی وجوب اُسی معنی اشتراط پر ہے کہ بحالِ ظن عطا اگر بے مانگے تیمم کرلے سرے سے صحیح ہی نہ ہوا اور نماز باطل ہو اگرچہ بعد کو نہ دینا ہی ظاہر ہو یا ایسا نہیں عجب ہے کہ یہاں عبارات جانب معنیٔ افادۂ اشتراط پر آئیں اور جانب حکم صحت تیمم و نماز پر۔ ادھر کافی و غنیہ و خزانۃ المفتین و نہایہ و حلبی و خزانہ و برجندی کی عبارتیں جنہیں تیمم کی نسبت لا یجوز ہے مثلاً لا یجوز التیمم قبل الطلب اگر معنے نفی حل کو محتمل بھی رکھی جائیں تو امام صفار و قدوری و ہدایہ و تبیین و منیہ و غنیہ و ہروی علی الکنز کے نصوص جن میں صراحۃً لا یجزئہ ہے مثلاً صلی بالتیمم قبل الطلب لا یجزئہ قابل تاویل نہیں منیہ نے مسئلہ اولٰی سے اُسکی تشبیہ امام صفار سے نقل کی کہ لا یجزئہ قبل الطلب کما فی عمرانات انھیں کے قریب ہے مبسوط و شرح وقایہ و جواہر اخلاطی وغیرہا کی عبارتیں جن میں عدم جواز بہ نسبت نماز ہے کہ ان لم یطلب وصلی لم یجز ولفظ الجواہر شرع فی الصلاۃ قبل الطلب لا یجوز بحث علامہ ابراہیم حلبی سے گزرا لا تصح الصلاۃ بل انہ حلیہ میں زیر مسئلہ جنب وجد الماء فی المسجد اسی مسئلہ سوال ان رفیق پر تفریعات میں فرمایا وحیث یجب لا یصح تیممہ الا بعد المنع جن سے لازم کہ بے مانگے تیمم ہوگا ہی نہیں تو نماز مطلقاً باطل ہوگی اگرچہ بعد کو ظن عطا کی خطا ظاہر ہو جائے کہ مانگے سے نہ دے ادھر مسئلہ ہنجم میں زیادات و جامع کرخی و محیط سرخسی و خلاصہ و وجیز و شرح وقایہ و حلیہ و عالمگیریہ و بحر اور مسئلہ ہفتم میں حلیہ و صدر الشریعۃ و غنیہ و بحر سے روشن ہوا کہ سرے سے بطلانِ نماز کا حکم صحیح نہیں صحیح و معتمد و ظاہر الروایۃ یہی ہے

قوانین العلماء

کہ صرف غلبۂ ظنِ عطا سے نہ تیمم باطل ہو نہ نماز اگر ظن عطا کی خطا ظاہر ہو دونوں صحیح وتام ہیں۔ کتب حاضرہ میں اس صاف تعارض کی طرف کوئی توجہ مبذول نہ ہوئی وانا **اقول** وباللہ التوفیق مخلص وہی ہے کہ ہمنے تاویل روایت نادرۂ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی میں ذکر کیا بحالِ ظن عطا حکم ظاہر وحاضر عدم صحت نماز ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے اور نہ دے اور بحال شک وظن منع حکم ظاہر وحاضر صحت ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے سے یا آپ دیدے بالجملہ اول میں فساد اور ثانی میں صحت کا حکم حکم موقوف ہے ظہور خلاف نہ ہو تو رہیگا ورنہ بدل جائیگا جیسے صاحبِ ترتیب کو فائتہ یاد اور وقت میں وسعت ہے اور وقتیہ پڑھلی اسکے فساد کا حکم دیا جائیگا مگر فساد موقوف اگر قبل قضائے فائتہ چار وقتیہ اور پڑھ لیگا اور سب میں پچھلی کا وقت نکل جائیگا سب صحیح ہو جائینگی اور اگر اس بیچ میں فائتہ کی قضا کر لیگا تو اُس سے پہلے ایک سے پانچ تک جتنی وقتیہ پڑھی تھیں سب کی فرضیت باطل ہو کر نفل رہ جائیں گے کما ھو مصرح بہ فی محلہ رہا فرق کہ پہلے مسئلے میں اُسکے ظن کا اعتبار رہا اگرچہ واقع اُسکے خلاف ہوا اور یہاں نہیں اسکی کیا وجہ ہے **اقول** قرب پانی شرعًا مقدور ہے تو ظن قرب عین ظن قدرت ہے اور ظن ملتحق بیقین تو قدرت معلوم تو تیمم شرعًا معدوم اور معدوم صحیح نہ ہو جائیگا بخلاف ظن عطا کہ عجز معلوم اور ظن اسکا ہے کہ اگر مانگوں تو دیدیگا اور بقدرت نہ ہو گی مگر بعد عطا تو یہ اسکا ظن نہ ہوا کہ قدرت ہے بلکہ اسکا کہ آئندہ ہو سکتی ہے **نظیرہ** ما قدمناہ فی مسألۃ الوعد ووجدنا التصریح بہ فی مسألۃ الرجاء الکافی والکفایۃ لہذا یہ ظن مناطِ حکم نہ ہوا مگر جبکہ واقع نہ ظاہر ہو کہ ہنگام فواتِ ذریعۂ علم فقہیات میں ظن معمول بہ ہے اور ایک توجیہ مع اشارہ تضعیف افادۂ ہفتم میں گزری کہ جبتک علم متیسر ہو ظن پر عمل نہیں فتح القدیر بحث استقبال میں ہے المصیر الی الدلیل الظنی وترك القاطع مع امکانہ لایجوز مسئلۂ قرب وبعد میں تحصیل علم بے وقت متیسر نہیں لہذا ظن پر مدار رہا اور مسئلۂ عطا ومنع میں متیسر لہذا ظن معتبر نہ ہوا مگر جبکہ درک حقیقت نہ ہو اشرت الی ضعفہ بقولی یمکن ازیوجہ **اقول** ووجہ ضعفہ انہ یوجب السؤال عند ظن المنع ایضا فیکون ترجیحا للثانی من اقوال المسألۃ السادسۃ وانما الراجح بل الراجع الیہ الکل بالتوفیق ھو القول الثالث ان لا وجوب الا عند ظن العطاء **فان قلت** اذن ما الجواب عما مر من منع العمل بالظن مع تیسر تحصیل العلم **اقول** لاتیسر اذا لم یظن العطاء لان السؤال ممن یمنع ذلۃ شدیدۃ وھی مظنونۃ ھنا او محتملۃ علی سواء وقد نھی الشرع المطھر المؤمن عن عرض نفسہ للذل **فان قلت** اذن یجب ادارۃ الامر علی ظنہ فی ظن المنع لتعسر تحصیل العلم فتصح صلاتہ وان اعطی بعد فیترجح ما فھمہ المحقق من تفریعا تھم فی الخلاصۃ وغیرھا کما مر فی المسألۃ الخامسۃ **اقول** قد کان الاصل ایجاب السؤال لتیسرہ فی نفسہ وانما رفع عنہ لعارض فاذا ظھرت الحقیقۃ علمت

عملها و زال ما كان لعارض و هو اقامة الظن مقامها كما تقدم عن صدر الشريعة وهذا ما وعدنا[۱] اتمامه من ان للكلام تتمة، هذا كله ما ظهر للعبد الضعيف والعلم بالحق عند ربي ان ربي بكل شیئ عليم، وصلى الله تعالٰى على الحبيب الكريم، واٰله وصحبه اولى التكريم، والحمد لله رب العٰلمين۔ یہ ہیں وہ مسائل جنکا بیان لانا ہمیں منظور تھا (ذکر قوانین) یہ مسائل بفضلہ تعالٰی ایسی وجہ پر بیان ہوئے کہ فہیم ذی علم ان سے خود وضع قانون بھی کرسکتا ہے اور قوانین موضوعہ کی جانچ بھی اور یہ کہ خلافیات میں وہ کس کس قول پر مبنی ہیں اور اقوال منقحہ پر کیا ہونا چاہیے۔ یہ معیار پیش نظر رکھ کر قوانین علما مطالعہ ہوں **الاول القانون الصدری** الامام صدر الشريعة نقل اولاً عن المبسوط ان لم يطلب و صلى لم يجز لان الماء مبذول عادة و عن موضع اٰخر منه عليه ان يسأل الا على قول حسن بن زياد فان السؤال ذل و نقول ماء الطهارة مبذول عادة ثم عن الزيادات ماتقدم فی المسألة الثالثة من انه يقطع الصلاة ان ظن العطاء والا لا وادرج فيه مامر فی المقام الثانی من وجوب السؤال فی الشك ايضا اذا رأی خارج الصلاة لان العجز مشكوك قال ثم قال فی الزيادات فاذا فرغ من صلاته فسأله فاعطاه او اعطى بثمن المثل وهو قادر عليه استأنف الصلاة واذا ابى تمت صلاته وكذا اذا ابى ثم اعطى لكن ينتقض تيممه الاٰن ثم قال رحمه الله تعالٰی اقول ان ارادان تستوعب الاقسام كلها فاعلم انه اذا رأی الماء خارج الصلاة وصلى ولم يسأل بعد الصلاة ليظهر العجز والقدرة فعليه ماذكر فی المبسوط سواء غلب على ظنه الاعطاء او عدمه او شك فيهما وهی مسألة المتن واذا رأى فی الصلاة ولم يسأل بعدها فكذا ولو ان رأى خارج الصلاة ولم يسأل وصلى ثم سأله فان اعطى بطلت صلاته وان ابى تمت سواء ظن الاعطاء او المنع او شك فيهما وان رأى فی الصلاة فكما ذكر فی الزيادات لكن يبقى صورتان احدهما انه قطع الصلاة فيما اذا ظن المنع او شك فسأله فان اعطى بطل تيممه وان ابى فهو باق والاخرى انه اذا اتم الصلاة فيما اذا ظن انه يعطى ثم سأل فان اعطى بطل صلاته وان ابى تمت لانه ظهر ان ظنه كان خطاء بخلاف مسألة التحری الى اٰخر ماتقدم فی الافادة الخامسة[۲]

قوله العجز مشكوك) تقدم ما فيه **قوله** فاذا فرغ من صلاته) **اقول** لم ينقل[۳] عبارة الزيادات متسقة فان تعين فيها مرجع فرغ الى من ظن منعا او شك فذاك والا فهو للمصلی مطلقا لا سيما وقد وقع بعد قوله وان غلب على ظنه انه يعطيه فيشمل الصورة الاخرى التی ذكر رحمه الله تعالٰی انها تركت[۴] **قوله** وكذا اذا ابى ثم اعطى **اقول** الكلام فيما بعد الصلاة لكن البحث انما تلزم فی العطية سواء كان الاباء قبل الصلاة

توضیح قوانین

قوانین العلماء

قانون امام صدر الشریعہ

كما اذا سأل قبلها فابى فتيمم فصلى ثم اعطى بسؤاله او بلا سؤال او بعد الصلاة كما اذا اعلم بما قلنا ثم سأل فابى ثم اعطى بسؤاله الأخر او بغيره مضت الصلاة فى الوجهين اما لوكان العطاء قبل تمام الصلاة بعد الاباء فانه ينسخ الاباء مطلقا كما قدمنا فى المسألة العاشرة **قوله** فعلى ماذكر فى المبسوط) اى لم تجز صلاته لتركه الطلب وجوز اخى چلبى ان يكون المراد بما فى المبسوط قول الحسن **اقول** [۲۲۱۵] انما يسند الى الكتاب ما اعتمده لا ما اورده ورده **قوله** وهى مسألة المتن) اعتاص هذا اللفظ على اخى چلبى فان فى المبسوط عدم الجواز قبل الطلب وانه باتفاق ائمتنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم ولفظ المتن قبل طلبه جاز خلافا لهما فهما مختلفان حكما وراوية معا فكيف يقال ان ما فى المبسوط هى مسألة المتن فاوله بقوله معناه ان الخلاف للمطلق ثابت فيها غاية ما فى الباب ان رواية المتن على خلاف رواية المبسوط فى بيان الاختلاف اھ ولاجل هذا جوز ان يكون المراد به قول الحسن كى يحصل الوفاق بينه وبين حكم المتن **اقول** [۲۲۱۶] وكيف يصح لجرد الاتفاق فى مطلق الاختلاف جعل نقيضين واحدا وانما المعنى ان الصورة المذكورة فى المبسوط هى المذكورة فى المتن وهى الرؤية خارج الصلاة وان اختلفا فيها حكما وراوية **قوله** فكذا) اى لم تجز صلاته سواء ظن منحا او منعا او شك **قوله** وان رأى فى الصلاة) **اقول** [۲۲۱۷] اى وسأل بعدها ليغاير المذكور سابقا ولانه المذكور فى الزيادات **قوله** فكما ذكر فى الزيادات) **اقول** [۲۲۱۸] اى ان اعطاه استأنف وان ابى تمت ولم يقل ههنا فكذا كما قال قبل لان ثمه ذكرا ولا ماهو مذكور فى المبسوط فاسند اليه ثم صورة [۲۲۱۹] اخرى يوافقها فى الحكم فاحال عليه اما ههنا فذكر اولا ما ليس فى الزيادات فاذا اتى على ما فيها اسند اليها ولم يفهم الكلام من فسره بقوله اى الحكم على التفصيل المذكور وهو انه ان غلب على ظنه الاعطاء قطع الصلاة والا لا اھ فان الكلام فيمن سأل بعد الصلاة وماذا بقى له حتى يقال يقطع او يتم **قوله** لكن تبقى صورتان) **اقول** [۲۲۲۰] الاخرى ان فرض تركها فى الزيادات فلم تترك فى كلامكم لان من رأى فى الصلاة وسأل بعدها يشملها قطعا والاحالة على الزيادات للحكم لا للتصوير **قوله** احدهما) قال اخى چلبى يمكن انفهامها من قوله وكذا اذا ابى ثم اعطى لانه صريح فى ان الاعطاء ناقض الاباء متمم فتأمل اھ **اقول** [۲۲۲۱] قوله كذا اى تمت صلاته فاين فيه ان الاعطاء ناقض بل فيه ان الاعطاء بعد الاباء هباء نعم لو قال يمكن انفهامها من قوله اذا اعطاه استأنف واذا ابى تمت فانه صريح الخ لاتجه و

ف۱: معروضة على صاحب عمدة الرعاية.
ف۲: معروضة على اخى چلبى.
ف۳: معروضة عليه.
ف۴: كلام على الكنز.
ف۵: تطفل على الامام صدر الشريعة.
ف۶: معروضة على اخى چلبى.

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لعله سبق قلم ومن[٣٣٢٢] التقصير قول من قال لا ذكر لهما فی العبارات السابقة صریحا وان کان قول الزیادات وان ابی تمت یدل علی حکمهما باطلاقه واشارته ام فلم ترك قوله اذا اعطی استانف لیدل علی حکم الوجهین فی الصورتین ثم[٣٣٢٣] ان کان فی قول الزیادات مرجع فرغ من صلاته للمصلی مطلقا لم یصح قوله لا ذکر لهما فی العبارات السابقة صریحا وان کان مرجعه خصوص من ظن منعا اوشك لم یصح قوله باطلاقه فان المباین لا یدخل فی اطلاق مباینه فان قلت لعله وزع فلمن ظن عطاء والتم الاشارة ولمن ظن منعا اوشك وقطع الاطلاق اقول[٣٣٢٤] ولا یصح فان القطع یباین الفراغ فاین الدخول فی الاطلاق۔ هذا واقول[٣٣٢٥] ضبط کل کلام هذا الامام فی نصف سطر انه ان لم یسأل اواعطاه بطل ما فعل من تیمم وصلاة وان ابی تم فالشرط الاول یشمل ما اذا لم یسأل فاعطی اولم یعط وما اذا سأل فاعطی ویبقی للثانی ما اذا سأل فلم یعط ویدل باطلاقه علی انه سواء فی کل ذلك ظن منحا ومنعا اوشك ورأه خارج الصلاة اوفیها فقطع اواتم وان اردنا زیادة ما قدمنا عن الزیادات زدنا فی الشرط الاخری اواعطاه بعد الصلاة فیبقی للعطاء فی الاولی مقید بما اذا لم یکن بعد الصلاة عقیب اباء ویبقی للثانیة شقان سأل فلم یعط اواعطی بعد الصلاة مسبوقا باباء ثم زدنا بعدہ سواء ظن منحا ومنعا اوشك غیر انه ان ظن العطاء قطع الصلاة والا لا اقول[٣٣٢٦] ولا یخرج منه ما اذا سأل فلم یعط ولم یأب بل سکت وذلك لما قدمنا انه ان اعطاه بعد السکوت قبل ان یراه یصلی بالتیمم لم یکن السکوت اباء فدخل فی الاول اعنی اعطاه وان کان هذا بعد الصلاة فلم یتقدمه اباء وکان الحکم للعطاء دون السکوت والا کان اباء فدخل فی الثانی وکان الحکم للسکوت من جهة انه دلیل المنع لکن اولا[٣٣٢٧] بقی ما اذا سأل فلا اعطی ولا ابی بل وعد ثم اخلف فان کان هذا الوعد قبل الصلاة اوفیها بطل تیممه قطعا وان لم یعطه ولم یدخل فی قوله ان لم یسأل اواعطاه لانه سأل ولم یعط وکذلك ان وقع بعدها واخترنا بطلانها مطلقا وان قلنا کما هو الظاهر والله تعالی اعلم ان الصلاة ماضیة ان ظهر خلفه فهذه صورة تمام الصلاة ولم تدخل فی قوله ان ابی لان من وعد لا یقال انه منع وابی الا ان یدعی ان الوعد عطاء فتدخل فی الاول ولکن یحتاج الی دلیل واین الدلیل بل الدلیل علی خلافه کما بینا فان قلت بل نختار ان الوعد المخلف اباء فتدخل فی الثانی ولعل هذا غیر بعید بالنظر الی ما آل الیه الامر اقول[٣٣٢٨] ان لم یجعل الوعد عطاء لم ینفع وان جعل لم یحتج الیه وذلك لان الاخلاف انکار واباء مستند الی من حین وعد وردت المسألة

الاولی حیث وعد قبل تمام الصلاۃ واخلف فقد اثم مع کونہ اباء وان کان اباء مقتصرا ای من حین اخلف ولم یکن اعطاء حین وقع وردت ایضا لانہ سأل ولم یعط فلم توجد شریطۃ الابطال فلم بطلت فلا محید الاجعل الوعد عطاء بعینہ وھو خلاف المعقول المدلل والله تعالٰی اعلم **وثانیا** کون ماء الطھارۃ مبذولا عادۃ فی کل مکان ٭ بطلانہ غنی عن البیان ٭ یعرفہ البلہ والصبیان ٭ وشان المبسوط یجل عن ارادتہ فوجب ردہ الی ما فوقہ الائمۃ الجلۃ ابوبکر الجصاص وابوزید الدبوسی وابونصر الصفار علیھم رحمۃ الغفار ان المراد موضع لایعز فیہ الماء فاذن کلام المبسوط حیث یظن العطاء فکیف یقال سواء غلب علی ظنہ الاعطاء او المنع او شک **وثالثا** ھل السؤال مطلقا سواء ظن ظنا او شک واجب علیہ غیر مشترط لصحۃ الصلاۃ ام ھو شرطھا علی الثانی کیف صح الشروع فیھا بلا سؤال وکیف جاز المضی فیھا لمن ظن منعا او شک بل وکیف قلتم فیمن یظن العطاء یقطعھا وانما القطع لما انعقد وماذا نفع الفرق ھھنا بین ظن العطاء وغیرہ فترک الشرط مبطل مطلقا وکیف امضیتموھا اذا سأل بعدھا فابی وان کان یظن العطاء فان ما وقع باطلا لفقد شرط من شروط الصحۃ لاینقلب جائزا بعد کمن ظن قربہ ولم یطلب وصلی بالتیمم ثم طلب فلم یجد بطلت ایضا لما تقدم عن السراج الوھاج والجوھرۃ بل کیف یتأخر عنھا سؤال کان شرطا لھا والشرط لایتأخر عن المشروط وعلی الاول لم قلتم بطلت صلاتہ بترک السؤال بعدھا وان ظن منعا او شک فترک المرء بعض ما یجب علیہ لایفسد صلاتہ ما لم یخل ذلک بشیئ من شروط صحتھا **فان قلت** کیف حکمتم ببطلان صلاتہ اذا ظن العطاء ولم یسأل فما منہ الا ترک ما لیس شرطا لصحۃ الصلاۃ **اقول** بلی شرط صحۃ الصلاۃ الطھارۃ وشرط طھارتہ ھذہ ظھور العجز وظھور العجز یزول بظن عطاء لم یظھر خلافہ فاذا ظن العطاء حکم بفساد صلاتہ موقوفا الی ان یظھر خلافہ فتصح اولا فتفسد باتا کما بینت اخر المسائل فاذا لم یسأل لم یظھر فثبت فسادھا لا لاشتراط السؤال بل لفقد ان ظھور العجز بخلاف ما اذا ظن المنع فانہ لم یوجد معارض لظھور العجز وھو ظاھر وکذا اذا شک لکونہ احتمالا لاعن دلیل فلا یعارض الظاھر کما حققت اخر المسألۃ السادسۃ ولله الحمد **اقول ثم ھھنا** عدۃ اسئلۃ ترد علی ظاھر کلام الامام فی النظر الظاھر احببنا ان نوردھا ونردھا **الاول** جعلتم الشک فی الاعطاء والمنع شکا فی القدرۃ والعجز فاذن ظن المنع ظن العجز وقد قلتم ان غلبۃ الظن اقیم مقام حقیقۃ القدرۃ والعجز تیسیرا فاذا ظھر خلافہ لم یبق قائما مقامھا فقد افدتم انہ اذا لم یظھر خلافہ یبقی

قائما مقامهما فلم قلتم ان من ظن المنع ولم یسأل بعد ولم یعطه صاحبه بطلت صلاته مع ان عنده ظن العجز ولم یظهر خلافه فیکون قائما مقام حقیقة العجز **الثانی** رأی الماء وهو یصلی وظن المنع فاتمہا امر تم فلما فرغ وجد صاحبه قد ذهب ولا یدری مکانه فمتی توجبون علیه السؤال انی صلاته فیجب القطع وقد نهیتموه ام بعدها وقد ذهب وغاب فایجاب السؤال ایجاب المحال فوجب القول بادارة الحکم علی ظنه **الثالث** اذا وجبتم السؤال بکل حال، وان لم یسأل حکمتم مطلقا بالابطال، فلا شك ان ظنه بمعزل عن الحکم عند ترك السؤال، واذا سأل ظهرت الحقیقة وانسلّ الظن عن المجال، فمتی اقیم مقامهما وماله الا الزوال، **اقول**[۲۳۳۵] والجواب عن الکل فی حرف واحد ان السؤال واجب مهما امکن فاذا تعذر دار الامر علی الظن، وقوله فاذا ظهر خلافه لیس فی الحکم حتی یؤخذ مفهومه بل فی تعلیل مسألة وکان الواقع فیها ظهور خلافه فبنی الامر علیه والله تعالی اعلم **الثانی القانون البحری**

قال رحمه الله تعالی اعلم ان المتیمم اذا رأی مع رجل ماء کافیا فلا یخلو اما ان یکون فی الصلاة او خارجها وفی کل منهما اما ان یغلب علی ظنه الاعطاء او عدمه او یشك وفی کل منها اما ان سأله اولا وفی کل منها اما ان اعطاه اولا فهی اربعة وعشرون فان کان فی الصلاة وغلب علی ظنه الاعطاء قطع وطلب الماء فان اعطاه توضأ والا فتیممه باق فلو اتمها ثم سأله فان اعطاه استأنف وان ابی تمت وکذا اذا ابی ثم اعطی وان غلب علی ظنه عدم الاعطاء او شك لا یقطع صلاته فان قطع وسأل فان اعطاه توضأ والا فتیممه باق وان اتم ثم سأل فان اعطاه بطلت وان ابی تمت وان کان خارج الصلاة فان لم یسأل وتیمم وصلی جاز الصلاة علی ما فی الهدایة ولا تجوز علی ما فی المبسوط فان سأل بعدها فان اعطاه اعاد والا فلا سواء ظن الاعطاء او المنع او شك وان سأل فان اعطاه توضأ وان منعه تیمم وصلی فان اعطاه بعدها لا اعادة علیه وینتقض تیممه ولا یتأتی فی هذا القسم الظن او الشك وهذا حاصل ما فی الزیادات وغیرها وهذا الضبط من خواص هذا الکتاب اھ وتبعه اخوه وتلمیذه المدقق فی النهر اثر عنه شرواقرّ **اقول**[۲۳۳۶] **ولا** بل هی علی ما سلك ست وستون تضمن کلامه بیان اربعة وخمسین وبقیت علیه اثنتا عشرة وذلك لانه اما ان یراه فی الصلاة او قبلها وعلی کل یظن العطاء او المنع او یشك فهی ست وفی کل منها احدی عشرة لانه اما ان یسأل قبل الصلاة او بعدها اولا ولا کیف وقد مر علی هذا التقسیم فی قوله قطع وطلب فلو اتم ثم سأل وفی قوله قطع وسأل وان اتم ثم سأل وفی قوله فان سأل بعدها وان سأل ای قبلها وقال فان لم یسأل ای اصلا (واعنی بالسؤال قبل الصلاة قبل تمامها سواء کان قبل شروعها او بقطعها اذا رآه فیها)

فائدہ: قانون ... صاحب ... المفاهیم تؤخذ من موردنا ذکر فی التعلیل فقد ینبغی الکلام.

قوانین العلم

فیه علی ما وجد من الصورة وانما مفهوم الا اذا دل علی قصر الحکم علیه

قطعا

وعلى كل من الاولين يعطى اولا وعلى الثالث يعطى قبل الصلاة اوفيها اوبعدها اولا اصلا فهى ثمان وواحدة منها تصير اربعا وهى ما اذا سأل قبلها فابى فانه اما ان يعيد السؤال بعدها اولا وعلى كل يعطى اولا فصارت احدى عشرة فبلغت ستا وستين وانا اصوّرلك احد الاسداس لتقيس عليها سائرها بان تضع ظن المنع مقام ظن العطاء ثم الشك فهى ثلاث وثلثون ثم تضع رأى قبلها مكان رأى فى الصلاة فهى ثلاث وثلثون اخرى وهذه صورته

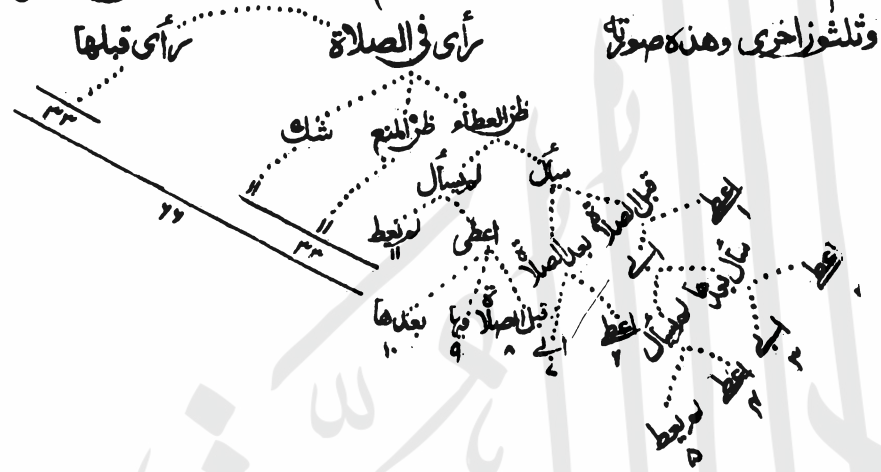

ولم يذكر فيما اذا رأى فى الصلاة الا السؤال قبلها وبعدها فبقى ان لا يسأل اصلا وصاحبه يعطيه قبل الصلاة وفيها اوبعدها اولا فهى اربع على كل من صور الظنين والشك فكانت اثنتا عشرة لم يذكرها **فان قلت** لا فائدة فى التشقيق بعد الاباء قبل الصلاة بانه سأل بعدها اولا وعلى كل اعطى اولا فان الحكم لا يختلف وهو صحة صلاته لان العطاء بعد الاباء غير مفيد كما مر فى المسألة العاشرة **اقول** بلى فائدته اعطاء هذا الحكم الا ترى الى قوله فى الضابطة فيما اذا رأى فى الصلاة وكذا اذا ابى ثم اعطى وفيما اذا رأى خارجها فان منعه واعطاه بعدها لا اعادة اھ ولذا اخذه المحقق الحلبى فى شقوق ضابطته كما سيأتى ان شاء الله تعالى وان فرض فالكلام على مسلكه رحمه الله تعالى وهو لم يعتبر فى الاقسام تمايز الاحكام كما سيأتى وان سلمنا فهى ثمان واربعون ثمان فى ست كما ترى وقد تضمن كلامه حكم ست وثلثين وترك اثنتى عشرة **وثانيا** نقل التوفيق عن الذخيرة عن الجصاص وهو التحقيق فان رسالة ما اذا كان خارج الصلاة ولم يسأل اصلا خلافية غير مقطوع فيها بقول كما لا ينبغى **وثالثا** قد مشى عليه فيمن رأى فى الصلاة يقطع ان ظن العطاء والا لا وما مبناه الا ذلك التوفيق انه يجب السؤال ان ظن العطاء

والا لما افتی بها فقد مشی علی التوفیق ثم جعل الکل خلافیة وانما کان الوجه ان یحیل هذه ایضا علی الخلاف
او یقطع القول فی تلک ایضا ورابعا [٣٣٤١] قوله فیما اذا رأی خارجها فسأل فمنع فتیمم فصلی انه لا یتأتی
فیه الظن والشک فیه شک فان اراد عدم تأتیهما بعد المنع فالمنع لا یختص بهذا القسم و
ایضا لا تأتی لهما بعد الاعطاء ایضا بل اولی لانه تم الامر وفی المنع یحتمل ان یجعله علی حالة راهنة ویظن
به عطاء او منعا او یشک فیما بعد ذلک وان اراد مطلقا وهو الظاهر من کلامه فعدم تأتیهما بعد
المنع لا یمنع تأتیهما قبله وقد جعل [٣٣٤٢] الاقسام اولا ستا یکون فی الصلاة او خارجها وعلی کل یظن عطاء او
منعا او یشک ثم فصل کلامه الی السؤال وعدمه والعطاء والاباء فکیف یخرج هذا من الظن والشک
وان خرج کیف تصیر اربعا وعشرین **وخامسا** [٣٣٤٣] لا تخالف الرؤیة فی الصلاة وخارجها فی شیئ من الاحکام
ولا اقسام الرؤیة فی الصلاة فیما بینها غیر انه یقطع ان ظن العطاء والا لا فما کان لیدخل فی الشقوق
فیطول الامر وکان [٣٣٤٤] یجمع جمیع ما قاله بل مع الزیادة واحاطة الست المتروکة ان یقول من علم مع
غیره ماء یکفی لطهره قبل الصلاة او فیها فان لم یسأل فعلی الخلاف وان سأل فان اعطی توضأ وان کان
تیمم انتقض وان کان صلی بطلت وان منع تیمم او لم ینتقض او مضت ولا عبرة بالعطاء
بعد الاباء فی الوجهین وسواء فی کل ذلک ظن عطاء او منعا او شک غیر انه ان ظن العطاء قطع
الصلاة والا لا فهذا نحو ثلث سطوره بید ان الثلث کثیر **وسادسا** [٣٣٤٥] قوله فی خارج الصلاة ان لم
یسأل وتیمم وصلی یرید به کما اشرنا الیه ما اذا لم یسأل قبلها ولا بعدها لانه سیذکرهما من بعد فهو
مشتمل علی اثنی عشر قسما کما علمت یظن منحا او منعا او یشک وعلی کل یعطیه صاحبه قبل الصلاة
او فیها او بعدها او لا اصلا ولا خلاف ان کان الا فی ثلاث منها وهی ما اذا لم یعطه اصلا وهذا ایضا
بشرط ان لا یوجد الوعد قبل تمام الصلاة والا المنع ونقض ابطل فلو اعطی قبل الصلاة وجب الوضوء
وان کان تیمم انتقض او فیها وجب الاستئناف بعد التوضی او بعدها بطلت کل ذلک بالاجماع
لان القدرة علی الماء تحصل باجماع اصحابنا رضی الله تعالی عنهم بالاباحة فکیف بالعطاء والعطاء
عطاء وان لم یکن عن سؤال کما اذا کان عنده من یسأله فلم یسأل وصلی فاخبره مبتدئا او مجیبا اعاد
مطلقا کما تقدم وقد احسن الدر اذ قال لو صلی بتیمم وثمه من یسأله ثم اخبره بالماء اعاد فلم یقل ثم
سأله فاخبره لا جرم ان قال فی الجوهرة النیرة رأی رجلا معه ماء فلم یسأله فصلی ثم اعطاه بعد فراغ

ف ۱ تطفل علی البحر
ف ۲ تطفل علیه
ف ۳ ضابطة البحر الضابطة فی ... مع زیادات من ... قدس سرہ
ف ۴ تطفل علیه
ف ۵ مسئلہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

من غیر سؤال توضأ واعاد وان لم یعط فصلاته تامة ام فجعلها خلافیة مطلقا فم یزید فی تسعة من اثنی عشر ان اخذت المتروکات ایضا کما فعلنا ففی ثمانیة عشر ای علی ھذا التقسیم اما علی اخذ صور الوعد فکثیر جدا کما یأتی **وسابعا** ترک صور الوعد والسکوت وفیها مباحث تہم فالاقسام علی ماسلک لا اربعة وعشرون ولا ستة وستون بل اربعمائة وستة وعشرون وذلک لانه اما ان یسأل قبل التیمم او بعده قبل الشروع فی الصلاۃ او فیھا بقطعھا او بعدھا اولا اصلا فھی خمس لا یکون الاولان الا بالعلم قبل الصلاۃ والبواقی تحتمل العلم فیھا وقبلھا فھی ثمانیة وعلی کل تقدیر یظن منعا او منعا او یشک فھی اربعة وعشرون. فریق السؤال منھا ثمانیة عشر وفریق عدمه ستة والسؤال قبل التیمم او بعده قبل الصلاۃ ثلاثی باعتبار الظنین والشک والسؤال فیھا او بعدھا کل سداسی باضافة کون الرؤیة فی الصلاۃ او قبلھا وصورۃ عدم السؤال تشمل الوجھین کما ستعرف **ثم علی کل سؤال** اما ان یعطی من فورہ وھو العطاء العاجل او یعد او یسکت او یابی وبعد کل من الثلثة اما ان یعطی وھو العطاء الاجل اولا واذا لم یعط فی الوعد فاما ان یظھر خلفه اولا کما قدمنا فی التنبیه الخامس ففی کل سؤال ثمانیة وجوہ فاما العطاء العاجل فلا یفارق السؤال فی زمانه والاجل فی غیر الوعد یحتمل ان یکون قبل التیمم او بعده قبل الصلاۃ او فیھا او بعدھا فی الوقت قبل الاطلاع علی تیممه وصلاته او بعدہ او بعد الوقت اما فی الوعد فلا الاوجهین وھما العطاء فی الوقت او بعدہ لان الوعد یوجب الانتظار الی خروج الوقت فیما اوعد لم یکن له ان یتیمم او یصلی بدءا او عودا اذا عرفت ھذا فاذا کان السؤال قبل التیمم بلغ الکل ثمانیة صار بتسدیس کل عطاء اجل فی غیر الوعد وتثنیته فیه مع اربعة وجوہ عدم العطاء ووجه واحد للعطاء العاجل تسعة عشر لکونه ثلاثیا سبعة وخمسین واذا کان بعدہ قبل الصلاۃ خرج الاول من ستة العطاء الاجل وھو العطاء قبل التیمم فھو فی کل من السکوت والاباء خمسة سداسیا وعلی العطاء صارت اثنی عشر وللوعد اربعة کما کانت ای یعطی فی الوقت او بعدہ او لا یعطی مخلفا وغیر مخلف وواحد ھو العطاء العاجل فھی سبعة عشر بالتثلیث احد وخمسون واما ان کان فیھا فالاقسام کسابقه سبعة عشر غیر ان ھذا اسداسی فصارت مائة واثنین واذا کان بعدھا خرج من عطایا السکوت والاباء الثلثة الاول فھو کل مع عدم العطاء اربعة وفی الوعد اربعة کالرسم فھی اثنا عشر مع العطاء العاجل ھھنا وجھان اعطاہ بعد ما راٰہ یتیمم ویصلی به اولم یطلع علیه ویحتاج الی ھذا التقسیم لدفع توھم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ان لم یرأه فسکت دل علی المنع فلا ینفع العطاء بعدہ وقد ازحناہ فی المسألة التاسعة فصارت اربعة عشر وبالتسدیس اربعة وثمانین فضربتَ السؤال مامُنّاً اربعة وتسعون **واذا لم یسأل** فیعطی من دون وعد اویعد اولا اولا وههنا نفس هذا العطاء علی ستة وجوہ العطاء الاجل ثمه الاولان منها ثلاثیان وسائر سداسیات کثالث هذہ الاقسام اعنی لا ولا فکانت ستة وثلثین والوعد علی خمسة وجوہ الاولین الثلاثیین وثلثة تلیها سداسیات لان الوعد بلاسؤال فی وقت اٰخر لا تعلق له بهذہ الصلاة فکانت اثنین وعشرین ثم فی کل وعد اربعة کالرسم فهی ستة وتسعون ومع ستة وثلثین المزبورات مائة واثنان وثلثون فصارت مع صور السؤال اربعمائة وستة وعشرین **اقول** واعلم ان الظاهر من کلماتهم نفعنا الله تعالٰی ببرکاتهم قصر النظر علی الاعطاء والاباء فیهما عبروا فی الزیادات وجامع الامام الکرخی وبدائع ملک العلماء وحلیة المحقق وضابطة الامام صدر الشریعة کما سمعت نصوصهم والمحقق الحلبی فی الغنیة تارة قال فی التصویر اما ان یعطی اویمنع وتارة قال اما ان یعطی اولا فاذا اتی علی الحکم قال ان سأل فاعطی وان سأل فمنع ولم یذکر الواسطة کما ستسمع نصه ان شاء الله تعالٰی وکذلک المحقق البحر قال فی الشقوق اعطاہ اولا وفی بیان الاحکام فی ما اذا رأی فی الصلاة اتی مرتین بالنفی والاثبات ومرتین بان اعطی وان ابی وفی خارج الصلاة مرة کالاول ومرة کالثانی واٰخرہ فی النهر لخص کلامه فعبر فی موضعین عن قوله وان لم یعطه والاولان لم یعد له ضابطة یحیل الیها فظهر ان مرادهم ههنا بنفی الاعطاء هو الاباء فلا یرد علی البحر ولا علی الغنیة انهما ذکرا فی التشقیق العطاء والوعد واقتصر البحر فی نصف الاحکام علی العطاء والاباء والغنیة لم تذکر غیرهما ولا ان قول البحر مرتین ان اعطاہ توضأ والا فتیممه اوکذا قول النهر ان لم یعطه بقی تیممه صادق بما اذا لم یعط بل وعد ولم یعط بعد الوعد ایضا مثلا مع ان تیممه ینتقض باجماع اصحابنا رضی الله تعالٰی عنهم اذا علم هذا فمن سبر ظهر له وفور ماترک البحر من الصور واستبان ان جعله عدد السؤال خلافیة بین الهدایة والمبسوط مطلقا لا یصح فی احد وخمسین من ستة وستین لان اقسام عدم السؤال قبل التثلیث والتسدیس سبعة وعشرون فی ستة منها ثلاثیین واربعة سداسیات عطاء الماء فهی ثلثون وفی اثنی عشر الوعد قبل الصلاة اوفیها ثمانیة منها ثلاثیات واربعة سداسیات فهی ثمانیة واربعون فهذہ الثمانیة والسبعون لا یشک احد ان بطلان الصلاة فیها متفق علیه لا یجری فیها خلاف الهدایة والمبسوط لان العطاء والوعد السابق علی تمام الصلاة کلیهما مانع للتیمم وناقض له

فوائد ستین للعلماء

ومبطل للصلاة بالاخلاف سواء اعطى بعد الوعد في الوقت او بعده او لم يعط مخلفا او غير مخلف و[١]
مثلها في الوعد بعد الصلاة صورتا العطاء في الوقت لانه مبطل وان لم يكن وعد ولم يزده الوعد
الا قوة [٢] وكذلك صورتا عدم العطاء فيه اذا لم يظهر خلفه لان الوعد يورث ظن العطاء ولم يظهر خلافه
وقد فات درك الحقيقة فبنى الامر على ظنه فهذه اربعة كلهن سواسي فكانت اربعة وعشرين و
مع السابقات مائة واثنين لكن البحر خص الكلام بما اذا رأى خارج الصلاة فانتصفت ولم يبق من السبع
والعشرين الاخمس اربع في الوعد بعد الصلاة اذا اعطى [٣] بعد الوقت او لم يعط [٤] مخلفا والعطاء بعد الوقت ايضا خلف
لما قدمت والخامس [٥] لا وعد ولا اعطى فهذه يجري فيها الخلاف على فرض ابقائه فالمبسوط يقول بطلت لترك السؤال
والهداية صحت لان السؤال غير واجب ولم يوجد عطاء ولا وعد وزال ظن الوعد بالاخلاف والاجل ان كل هذه
الخمس سداسيا هي ثلثون وعلى تشطير البحر خمسة عشر هذا كله على استظهاري ان الوعد بعد الصلاة
اذا ظهر خلفه لم يؤثر في صلاة مضت فان لم يسلم له يبق للخلاف محل غير صورة واحدة من السبع والعشرين وهي
ما اذا لم يعد لم يعط فيكون الغلط في ثلثة وستين من ستة وستين وان اكملنا باخذ متروكاته كما فعلنا كان
الغلط في مائة واثنين او مائة وستة وعشرين من مائة واثنين وثلثين وها انا لك اصورها لكي يسهل عليك
تصورها وبالله التوفيق

لم يسأل اصلا او قد رأى في الصلاة او قبلها وظن منحا او منعا او شك

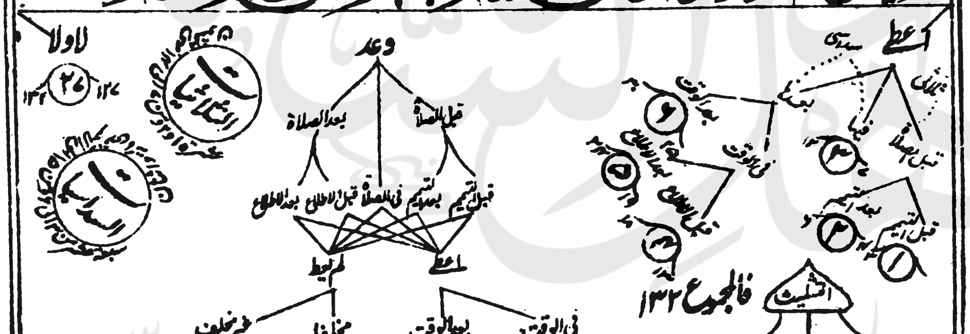

	غير مخلف	مخلفا	بعد الوقت	في الوقت
قبل التيمم	٤٠ (١٠) ٤٢	٣٧ (٩) ٣٩	٣٤ (٨) ٣٦	٣١ (٧) ٣٣
بعده قبل الصلاة	٥٢ (١٤) ٥٤	٤٩ (١٣) ٥١	٤٦ (١٢) ٤٨	٤٣ (١١) ٤٥
في الصلاة	٧٣ (١٨) ٧٨	٦٧ (١٧) ٧٢	٦١ (١٦) ٦٦	٥٥ (١٥) ٦٠
بعدها قبل الاطلاع	٩٧ (٢٢) ١٠٢	٩١ (٢١) ٩٦	٨٥ (٢٠) ٩٠	٧٩ (١٩) ٨٤
بعد الاطلاع	١٢١ (٢٦) ١٢٦	١١٥ (٢٥) ١٢٠	١٠٩ (٢٤) ١١٤	١٠٣ (٢٣) ١٠٨

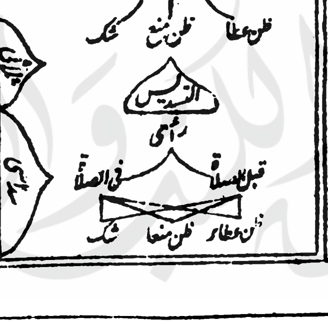

الثالث القانون الحلبي قال رحمه الله تعالى هذا على وجوه اما ان يغلب على ظنه الاعطاء او المنع او استويا وعلى كل تقدير اما ان يسأل او يتيمم ويصلي من غير سؤال واذا سأل فاما ان يعطي او يمنع واذا منع قبل الصلاة فاما ان يسأل بعدها اولا وعلى كلا التقديرين يعطى اولا واذا تيمم وصلى فلما ان يسأل بعد الصلاة اولا وعلى كلا التقديرين يعطى اولا فالاقسام سبعة وعشرون اما ان تيمم وصلى بلا سؤال ثم سأل فاعطى او اعطى بلا سؤال فانه يلزمه الاعادة على كل تقدير اما في ظن الاعطاء فظاهر واما في غيره فلزوال الشك وظهور خطأ الظن وان سأله فمنع جازت صلاته سواء كان السؤال قبلها او بعدها لانه قد تحقق العجز من الابتداء ولا فائدة في العطاء بعدها بعد المنع قبلها واما اذا تيمم وصلى من غير سؤال ولم يسأل بعد ليتبين له الحال فعلى قول ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه صلاته صحيحة في الوجوه كلها وقالا لا يجزئه والاوجه هو التفصيل فينبغي ان يجب الطلب ولا تصح الصلاة بدونه اذا ظن الاعطاء دون ما اذا ظن عدمه لكونه في موضع عزة الماء اما اذا شك في موضع عزة الماء او ظن المنع في غيره فالاحتياط في قولهما والتوسعة في قوله اھ وقد مر بحثه مستوعبا في المسألة السادسة **اقول** [٣٣٥٢] اتى على جميع ما ذكر في الشقوق غير انه ترك حكم ما اذا سأل قبل الصلاة فاعطى لظهوره فانه ان كان قبل التيمم منعه وبعده نقضه او في الصلاة ابطلها بل وسواء كان ذلك عطاء عاجلا او اجلا بعد وعد او سكوت او اباء كما قدمنا فالمراد بما قبل الصلاة قبل اتمامها ولو فيها او قبلها بعد التيمم او قبله وان سأله [٣٣٥٣] صورة ترك السؤال مطلقة عن قيد عدم العطاء وجعلها خلافية قد تداركه قوله قبلها او اعطى بلا سؤال فعلم ان الكلام ههنا في ما لم يسأل ولم يعط وبالجملة هي احسن ضابطة رأيت لولا ان فيها **اولا** [٣٣٥٤] ترك صور الوعد والسكوت مع ان فيها ما لا يغني عنه العموم فلو انهم ذكروها لافادونا وخلصونا عن التردد في احكامها ولم يحوجوا مثلي الى النظر فيها **وثانيا** [٣٣٥٥] بتركها اشتملت صورة عدم السؤال ما اذا وعد ولم يعط وليست خلافية اذا وقع الوعد قبل تمام الصلاة بل يمنع وينقض ويبطل اتفاقا سواء ظهر خلفه ولا فهي ستة اربعة منها ثلاثيات واثنان سداسيان لان كلامه لا يختص بخارج الصلاة ككلام البحر فهي اربعة وعشرون وكذلك اذا وعد بعدها ولم يظهر خلفه وهما اثنان كلاهما سداسي فسرى الغلط الى ستة وثلثين قسما وان لم يسلم استظهاري وجعل الوعد ولو كان بعد مبطلا مطلقا فان اثنان اعني اثني عشر اخر وشمل الغلط ثمانية واربعين **وثالثا** [٣٣٥٦] قوله وان سأل فمنع يشمل

كما صرح به السؤال قبل الصلاة وبعدها فيشمل المنع قبلها وبعدها فتخصيص المنع بما قبلها في قوله ولا فائدة الخ
لافائدة فيه بل قد يوهم ان ليس الحكم كذا ان منع بعدها ثم اعطى وليس كذلك كما قدمنا في شرح القانون الصدري
والمسألة العاشرة فالوجه اسقاط لفظة قبلها **ورابعا**[٣٣٥٧] لم تكن حاجة الى التشقيق بالظنين والتشكيك
من اول الامر لانه انما تمس اليه الحاجة فيما اذا لم يسأل ولم يعط ولم يعد وهي الخلافية على فرض الخلاف **وخامسا**[٣٣٥٨] حط كلامه
في هذا الغني الذي جعله خلافية على انه ان ظن العطاء فالمختار مذهب الصاحبين اي سواء كان الموضع موضع عزة للماء
او موضع بذل له بدليل اطلاقه هنا والتفصيل في المنع والشك وان ظن المنع فان كان الموضع موضع العزة فالمختار مذهب
الامام وان كان موضع البذل او شك في موضع العزة فقولهما احوط وقوله اوسع ولا ادري لم ترك الشك في موضع
البذل **فان قيل**[٣٣٥٩] الاصل في الماء الاباحة فلا يعتري الشك الا في محل العزة **اقول** فكيف ظن المنع في محل
البذل فان جاز ذلك لامور خارجة فالشك اولى **وسادسا**[٣٣٦٠] لم كان الاحوط قولهما عند ظن المنع في محل البذل لا في
محل العزة فقد حققنا في المسألة السادسة ان ذكر المحل مشير للمظنة والمناط حقيقة ظنه ولربما يظن العطاء في
محل المنع والمنع في محل العطاء ظنا صحيحا صادقا ناشئا عن دليل معتمد فان اديرالامر على ظنه كما هو
التحقيق سقط الفرق بحال المحل وكان الاحوط قولهما اذا شك في محل ما مطلقا لا اذا ظن المنع ولو
في محل البذل وان حكم بالمظنة مع قطع النظر عن ظنه فلم جعلتم المختار قولهما في ظن العطاء ولو كان
في محل العزة **وسابعا**[٣٣٦١] ان اريد بالاحوط ما فيه الخروج عن العهدة بيقين كان قولهما احوط مطلقا
وان اريد به الاقوى دليلا فكيف يكون احوط عند الشك فقد حققنا اخر المسألة السادسة ان
الشك ملحق بظن المنع الى هنا تمت قوانين العلماء مع ما لها وعليها والأن أن ان اذكر ما فاض من فيض القدير
على العاجز الفقير **فاقول**[٣٣٦٢] وبالله التوفيق **الرابع القانون الرضوي** العطاء بعد
الوقت لا يؤثر فيما مضى الا اذا علم لم يسأل فيه اصلا وفيه مؤثر مطلقا الا اذا كان بعد الصلاة عقيب
اباء سابق او لاحق ولو حكميا والوعد كهذا الا اذا كان بعد الصلاة وظهر خلفه والمنع لا يمنع شيئا
لا يرفع والسكوت منع الا اذا لحقه العطاء (اي العطاء في الوقت) في الوقت قبل ان يراه يتيمم ويصلي وان لم يعط ولم يعد
ولم يسأل فان ظن العطاء بطلت والا تمت **وبه تمت** الضابطة لجميع الصور الاربعمائة والستة
والعشرين ضابطة **بيانه**[٣٣٦٣] اني رددت الاقسام طرا الى عشرة لانه اما ان يعطي او يعد او يسكت
او يمنع او لا شئ ولا يكون الثالث الا بعد السؤال ولا الخامس الا بدونه والاولان شاملان لهما

فيصلح ان للتثنية بكون كل بعد السؤال او بلا سؤال **فالعطاء** قسم واحد وهو غير الاجل الذی يتأخر عن السؤال بزمان فلابد ان ينعقد معه عدا وصمت اومنع وهذا مقابل لها فی التقسيم فلاجرم انيكون عاجلا ای علی فور السؤال اولا عاجلا ولا اجلا بل بدون سؤال **والوعد** والمراد به الرجائی حال بقاء الماء كما هو المتبادر من اطلاقه ثلثة اقسام لانه اما قبل تمام الصلاة او بعده وفی هذا ظهر خلفه اولا **والسكوت** قسمان لانه يعطی بعده فی الوقت قبل الاطلاع علی تيممه وصلاته اولا **والمنع** قسمان يعطی قبل تمام الصلاة اولا **والخامس** قسمان كان يظن العطاء اولا فهو عشرة وكل منها عن صاحبه بحكم فما فرقت الا لافتراق الحكم **بيان احاطتها الاقسام** (۱) العطاء غير اجل مواقعه ستة قبل التيمم او بعده قبل الصلاة او فيها او بعدها فی الوقت قبل الاطلاع المذكور او بعده او بعد الوقت الاولان ثلاثيان بالظنين والشك والبواقی سداسيات باضافة الرؤية فی الصلاة او قبلها فكانت ثلثين وبتثنية كونه بعد سؤال او بدونه كان ينبغی انيكون ستين غير ان الستة الاخيرة اعنی التی بعد الوقت لا تثنی لان السؤال لصلاة الوقت لا يكون بعد الوقت فتبقی اربعة و خمسين اربعة وعشرون منها بالسؤال وثلثون بلا سؤال **حكمه** التأثير ای ان وقع قبل التيمم منعه او بعده نقضه او فی الصلاة قطعها او بعدها ابطلها غير ان لا ابطال فيما اذا سأل فی الصلاة فمضی الی السؤال فيبقی للعطاء نقض التيمم (۲) وعد قبل تمام الصلاة مواقعه الثلثة الاول ثلاثيات ثم سداسی ويحتمل الكل اربعة وجوه لا غير علی ما قدمنا تحت قانون البحر يعطی فی الوقت او بعده اولا يعطی فيظهر خلفه اولا فهی اربعة وعشرون فی الاولين ومثلها فی الثالث فكانت ثمانية واربعين فی ربعها اعنی اثنی عشر العطاء بعد الوقت وهی لا تثنی كما علمت وستة وثلثون البواقی تثنی فالمجموع اربعة و ثمانون **حكمه** الأثار الثلثة بالوجه المذكور (۳) وعد بعد الصلاة فظهر خلفه له وجهان ان لا يعطی اصلا من دون عذر او يعطی بعد الوقت لما قدمنا ان الوعد فی حاجة موقتة يتعلق بالوقت خاصة و علی كل يكون بعد الاطلاع او بدونه والكل سداسی فهی اربعة وعشرون نصفها الاول اعنی كالا عطاء فيها تثنی فتصير اربعة وعشرين ونصفها الاخر اعنی العطاء بعد الوقت لا يثنی لما مر فيكون الكل ستة و ثلثين اثنا عشر منها لسؤال **حكمه** تمت (۴) لم يظهر خلفه له ايضا وجهان يعطی فی الوقت اولا يعطی لنحو وجوه قدمنا فی المسألة الثامنة كأن كان قال له تعال فی الوقت الفلانی اعطك فلم يذهب

https://www.facebook.com/darahlesunnat

هذا والاقسام ههنا ثمانية واربعون لان التقسيم كسابقه وههنا الفريقان متنيان حكمه يعيد الصلاة

(٥) سكت واعطى فى الوقت قبل الاطلاع حيث ان السكوت يتقدمه السؤال فللسؤال اربعة مواقع قبل التيمم او الصلاة اوفيها اوبعدها والعطاء على الاول رباعى كذلك وعلى الثانى ثلاثى باسقاط الاول وعلى الثالث كذلك لانه قطع الصلاة بالسؤال ولم ينتقض تيممه فالعطاء اما ان يكون قبل المستانفة اوفيها اوبعدها وعلى الرابع ماله الاوجه واحد لانه لايعيد الصلاة بالسكوت والاولان ثلاثيان فسبعتهما احد وعشرون والاخيران سداسيان فاربعتهما اربعة وعشرون والكل خمسة و اربعون حكمه الاثار الثلثة (٦) سكت ولم يعط فى الوقت قبل الاطلاع فاما فى الوقت بعد الاطلاع اوبعده اولا اصلا وفى كلها السؤال على مواقعه الاربعة فكل من الاولين الثلاثيين بثلثة وجوه العطاء وعلى تسعة وكل من الاخيرين السداسيين ثمانية عشر فهى اربعة وخمسون حكمه تمت (٧) منع فاعطى قبل تمام الصلاة لسؤاله ثلثة مواقع غير الاخير وكذا للعطاء على الاول و على الباقيين اثنان لانه بقطع الصلاة يستانفها فهى سبعة وكل فى الاولين ثلاثى فخمستهما بخمسة عشر وقسما الثالث سداسيان باثنى عشر فهى سبعة وعشرون حكمها الاثار الثلثة لاجل العطاء لا للمنع (٨) منع ولم يعط قبله فاما بعدها فى الوقت قبل الاطلاع اوبعده اوبعد الوقت اولا ولسؤاله المواقع الاربعة ثلاثيان فيضرب اربعة اربعة وعشرون وسداسيان ثمانية واربعون كلها اثنان و سبعون حكمها تمت (٩) لم يكن شیٔ وظن العطاء هو على وجهين بالرؤية فى الصلاة اوقبلها حكمه يعيد (١٠) لم يكن شیٔ ولاظن عطاء هى اربعة بالوجهين مع ظن المنع اوالشك حكمه تمت وبه تمت احاطة الاقسام، مع بيان الاحكام، والحمد الدائم لولى الانعام، ذى الجلال والاكرام، وافضل الصلاة والسلام، على السيد المنعام، وآله الكرام، وصحبه العظام، وامته الى يوم القيام، آمين. **تنبيه** اتبعناهم فى ترك اقسام الوعد بالظهار النفاد والوعد الابائى والمنع بعد العطاء مع ذكرهم العطاء بعد المنع **فان قيل** لااثر لهذه لما ان الوعد بعد النفاد لايعتبر والوعد الابائى لااثر له فى الوقت الحاضر بل فى الوقت الموعود به والمنع بعد العطاء ان اثر فابطلة تيمم منعه العطاء لاغير كما قدمت فى المسألة العاشرة **اقول** اليس هذا اثر اوالوعد كيفما كان ان لحقه العطاء قبل تمام الصلاة تحصل الاثار الثلثة وان كان حصولها بالعطاء كما بالعطاء قبله

الاقسام	[illegible]	[illegible]	[illegible]
عطا	٥٤	٢٤	٣٠
وعد	١٢٨	٤٢	٩٢
سکوت	٩٩	٩٩	٠
منع	٩٩	٩٩	٠
تکمیل	٦	٠	٦
کل	٤٣٦	٢٩٤	١٣٢

بعد المنع وان لم يلحقه جاز تيممه ولتوقيت الصلاة وقد ذكروا المنع ولا اثر له الاهذا وذكر المنع لايغنى عنه فانه من الوعد فيشتبه الامر فيه ثم قد ذكروا العطاء بعد الاباء وخصوه بالعطاء بعد الصلاة وهو لا اثر له اصلا وانما ذكروه لبيان خلوه عن الاثر فان ارد٣٣٦نا ايرادها زدنا فى الضابطتان الوعد باظهار النفاد والو على الاباء كلاهما لا اثر له الا اذا اخفه العطاء قبل تمام الصلاة ولا يسمع منع بعد عطاء الا اذا بقى الماء ولم يخرج عن ملك المعطى فيبيح التيمم ان منع له العطاء واذن تصير اقسام الوعد سبعة لانه باظهار نفاد الماء او بدونه على الاول يعطى قبل ختم الصلاة سهوا ولا بسهو مثلا اولا وعلى الثانى اما ان يعد ابائيا يعطى بعده قبل تمام الصلاة لان تاجيل وعده لايمنع عن تعجيله اولا واما رجائيا وقع قبل تمامها او بعده وفى هذا ظهر خلفه اولا والمنع ثلثة باضافتها اذا كان بعد العطاء مع بقاء الماء وملكه اما خلافه وهو المنع بعد ما نفد او خرج عن ملك المانع فلا يحتاج الى ادخاله فى الاقسام لانه لايرجى الامن مجنون فتصير جميع الاقسام خمسة عشر اما انواع هذه الخمسة المزيدة فاقول (١١) وعد باظهار النفاد واعطى قبل تمام الصلاة صورة ثمان واربعون حكمه التاثير (١٢) وعد كذلك ولم يعط قبل تمامها صورة ١٣ حكمه تمت و يظهر لك هذا بتاليه لان هذا الوعد لايخالف الابائى احكاما ولا اقساما اجمالا ولا تفصيلا (١٣) وعد ابائيا واعطى قبل تمام الصلاة مواقعه ثلثة قبل التيمم او الصلاة او فيها فعلى الاول الثلاثى للعطاء المواقع الثلثة وعلى الثانى الثلاثى اثنان فخمسة فى ثلثة خمسة عشر وبالتثنية ثلثون اما الثالث ففيه وجهان لان الوعد فى الصلاة ان كان بسؤاله فقد لزمه استيناف الصلاة والا مضت لان هذا الوعد لاينقض التيمم فعلى الثانى ما للعطاء الا وجه واحد ان يعطى قبل تمام هذه الصلاة وعلى الاول يحتمل ان يعطى قبل شروع الصلاة المستانفة او فيها فصار الثالث وهو سداسى على ثلثة وجوه بثمانية عشر ومع الثلثين ثمانية واربعون حكمه التاثير لا للوعد فانه منع بالنظر الوقت بل للعطاء (١٤) وعد ابائيا ولم يعط قبل تمامها له المواقع الخمسة بزيادة ما بعد الصلاة مطلعا او غير مطلع فان كان قبل التيمم او الصلاة احتمل اربعة ان يعطى بعد الصلاة فى الوقت مع الاطلاع او بدونه او بعد الوقت اولا وان كان بعد الصلاة قبل الاطلاع خرج الاول وبعده خرج الثانى لان العطاء لايخالف الوعد فى هذين فان المراد الاطلاع حين تيمم وصلى ليتوهم او يثبت ان السكوت اذ ذاك دليل المنع فاذن كل من الاولين الثلاثيين اثنا عشر وكل من الاخرين السداسيين ثمانية عشر فهى ستون وبالتثنية مائة وعشرون بقى الثالث الوسطانى ان يكون الوعد فى الصلاة

فان لم يكن عن سؤاله احتمل ان يعطى بعدها في الوقت او بعده اولا وان كان بسؤاله فلاجل الاستثناء احتمل ان يعطى في الوقت بعد المستأنفة تقسيم الاطلاع او بغيره او بعد الوقت او لا فهذه سبعة سداسيات اثنان واربعين والكل مائة واثنان وستون حاصله تمت يتنقض تيممه الا ان اعطى (۵) اعطى ثم منع وعلمه وهو الماء باق وهذا العطاء يحتمل ان يكون بلا سؤال وبعده عاجلا وبعده او صمت او منع وعلى كل يكون قبل التيمّم او الصلاة او فيها او بعدها بالاطلاع او بدونه او بعد الوقت بالجملة جميع صور العطاء الاتية في سائر الاقسام الماضية ومنها مؤثرات بلحد الاثار الثلثة وهي كل القسم الاول اربعة وخمسون وثلثة اسباع الثاني ستة وثلثون لان العطاء قبل التيمّم او الصلاة او فيها وكل في الوقت بعد السؤال او بدونه او بعد الوقت فهي ثلثة في كل والاولان ثلاثيان والثالث سداسي في نصف الرابع اربعة وعشرون وكل الخامس خمسة واربعون والسابع سبعة وعشرون والثاني عشر ثمانية واربعون مجموعها مائتان واربعة وثلثون ومنها ما لا يؤثر لكونه بعد الوقت وهو ثلث الثالث اثنا عشر وثلث السادس ثمانية عشر لان فيه وجهين للعطاء ووجها للعدم ونصف العطاء بعد الوقت فكان ثلث الكل وربع الثامن ثمانية عشر لان فيه وجها لعدم العطاء وثلثة وجوه للعطاء منها وجهان لما في الوقت فكان لما بعد الوقت ربع الكل ومن الثالث عشر ثمانية واربعون مجموعها ستة وتسعون ومع المؤثرات ثلثمائة وثلثون فليتحرز فان هذه لا يفترق فيها المنع والعطاء في الموقع اما في الفريق الثاني فظاهر لان العطاء بعد الوقت فلا يكون المنع الا بعده ولما في فريق المؤثرات فلان الفرض منعه قبل الاستعمال فان اعطى قبل التيمّم لا يكون له ان يتيمّم حتى يقع المنع بعد التيمّم وان اعطاه قبل الصلاة لا يكون له ان يصلي حتى يقع في الصلاة وقس عليه ومنها ما في الوقت ولا يؤثر وهي ثلث السادس ثمانية عشر ونصف الثامن ستة وثلثون ومن الثالث عشر ثمانية واربعون مجموعها مائة واثنان ففي هذه يمكن الافتراق لانه اذا اعطى في الوقت ولم يؤثر فله ان لا يستعمل الماء الان ويدخره للوقت الاتي فيصح المنع قبل استعماله بعد الوقت فهذه تنقسم الى قسمين المنع في الوقت وبعده فتصير مائتين واربعة ومع المخزونات خمسمائة واربعة وثلثين هذه وجوه هذا القسم الخامس عشر حكمه ابلحة التيمّم الان ان كان العطاء منعه لا اثر له على ما مضى من تيمم او صلاة بل ان كان فللعطاء السابق مجموع هذه الاقسام الخمسة تسعمائة واربعة وخمسون ومع السابقات **الف وثلثمائة وثمانون** والله تعالى اعلم **اقول** وهنا وجوه أخر فان الاحوال اربعة عطاء ووعد سكوت منع وقد ذكروا العطاء بعد المنع وذكرنا في وجوه فوائد ثم العطاء بعد الوعد وبعد السكوت

فائدہ ۵

وزدنا المنع بعد العطاء فمنوز انما الوعد ثم الاباء والاباء ثم الوعد والسكوت ثم الاباء والوعد فهذه اربعة تركيبات اُخر ثنائيات اما ما فوق الثنائی فلا امكان لاحصائه جل من احصى كل شیئ عددا ولا استرسال فی بيان تقاسيم هذه الاربعة ايضا لخروج عن القصد لمن عرف تصرفنا فی ابانة الاقسام لم يعسر عليه فلنقتصر على بيان الاحكام الكلية بانيين على استظهار اتنا السالف فنعم قاطع القول فيما يتعلق بابحاثنا **فاقول** اذا وعد ثم ابی فان كان الوعد قبل التيمم اذن لا يكون الاباء ايضا الا قبله لان الوعد حاجز عن التيمم فهذا الاباء سيبيح التيمم وان كان الوعد بعد التيمم نقضه فلا يعيده الاباء بل يجيز تجديده وكذا ان كان فی الصلاة قطعها فلا يصلها الاباء بعده وان كان بعدها تمت الصلاة وزال ما كان يخشى عليه من جانب الوعد ان لم يظهر خلفه وان ابی ثم وعد فان وقع الوعد قبل تمام الصلاة نسخ الاباء ومنع ونقض وقطع ان وقع بعدها لم يؤثر لان العطاء بعد الصلاة لا يضر اذا كان بعد المنع فكيف بالوعد وان سكت ثم ابی فالسكوت كان نفسه دليل الاباء والان قد اتى الصريح وان سكت ثم وعد فان كان السكوت محتمل ان يكون لا للاباء كما وصفنا فی ابحاثه فهذا الوعد جعل ذلك المحتمل متعينا فيعمل عمله من الاثار الثلثة والا لا فصح التيمم وتمت الصلاة والله سبحنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلى الله تعالى على سيدنا ومولنا محمد واله وصحبه وابنه وحزبه وبارك وسلم الى ابد الابدين فی كل ان وحين والحمد لله رب العلمين

رسالہ الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ ۱۳۳۵ھ

نمبر ۵۰ امین تھا کہ نہانا ہو اور پانی صرف وضو کے قابل ہو تو فقط تیمم کرے۔ بیان شرح وقایہ امام صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت نے اس مسئلہ کو معرکۃ الآرا کر دیا اُسکے حواشی کے علاوہ اور کتب مثل شرح نقایہ قہستانی و درر علامہ مولی خسرو و درمختار وغیرہا میں اُسکی طرف توجہ مبذول ہوئی اس بحث کو بھی وہاں سے جدا کیا کہ یہ رسالہ ہوا وباللہ التوفیق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وهو المستعان، الذی شرح صدر الشريعة والايمان، بارسال سيد الانس والجان، وقاية للمؤمنين من النيران، وطهرنا به عن خبث الكفر ووحل الضلال، ونهانا عن اضاعة الماء والمال، عليه وعلى اله الطيبين، واصحابه المطيبين المطيبين، وتابعيهم باحسان الى يوم الدين، وصلاة

اقول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل آن وحین من ازل الآزال الی ابد الآبدین آمین وعلینا بہم یا ارحم الراحمین **اقول**
وباللہ التوفیق اگر کوئی شخص جنب ہوا اور اُسکے ساتھ کوئی ایسا حدث بھی ہو جو وضو واجب کرے مثلاً پیشاب کیا تھا
اُسکے بعد جماع کیا یا احتلام سے اُٹھا پھر پیشاب کیا اور حالت یہ ہو کہ وہ نہا نہ سکے اور وضو کر سکے خواہ یوں کہ جنگل میں ہے
اور پانی صرف وضو کے قابل ہے یا یوں کہ مریض ہے نہانا مضر ہے وضو سے ضرر نہیں یا یوں کہ صبح تنگ وقت محتلم اُٹھا
نہائے تو وقت نکل جائیگا اور وضو کی گنجائش ہے اس صورت میں قول امام زفر پر فتوی ہے کہ محافظت وقت کے لیے
تیمم سے پڑھ لے احتیاطاً اسپر عمل کرے پھر بر عایت اصل مذہب بعد خروج وقت پانی سے طہارت کرکے اعادہ کرے
جسکا بیان ہمارے رسالہ الظفر لقول زفر میں گزرا اور اب بحمد اللہ تعالیٰ اُسکی اور مزید قوی پائی کتب جلیلہ معتمدہ محیط
وذخیرہ و بنایۂ امام عینی میں ہے شرع التیمم لدفع الحرج وصیانۃ الوقت عن الفوات کفایہ میں ہے التیمم شرع
لصیانۃ الصلٰوۃ عن الفوات (الی ان قال) فلا یجوز الشرع التیمم لتوہم الفوات لان یجوز عند تحقق
الفوات اولی ان سب صورتوں میں حکم یہ ہے کہ صرف تیمم کرے اور وضو اگرچہ مضر نہیں اور اُسکے قابل پانی بھی موجود
اور وقت میں بھی اُسکی وسعت ہو اصلاً نہ کرے وہی تیمم کہ جنابت کیلئے کریگا حدث کے لیے بھی کافی ہو جائیگا کتب مذہب سے
اسپر دلائل کثیرہ ہیں **دلیل اول** عامہ معتمدات میں تصریح ہے کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک ایک طہارت
میں پانی اور مٹی جمع نہیں ہوسکتے مثلاً محدث کے پاس اتنا پانی ہو کہ ہاتھ منہ دھولے یا جنب کے پاس اتنا کہ وضو کرلے
یا سارا بدن دھولے مگر چپہ بھر جگہ رہ جائے تو اُسے حکم ہو کہ صرف تیمم کرے اُن مواضع میں پانی خرچ کرنیکی اصلاً حاجت
نہیں کہ جبتک ناخن بھر جگہ بھی باقی رہ جائیگی حدث و جنابت بدستور رہیں گے اُن میں ذرہ بھر بھی کم نہ ہوگا کہ ہر حدث
چھوٹا ہو یا بڑا آتا ہے تو ایک ساتھ اور جاتا ہے تو ایک ساتھ اُس میں حصے نہیں کہ بعض بدن کو حدث یا جنابت اب لاحق
ہو بعض کو پھر یا بعض بدن سے اب دور ہو جائے اور بعض سے کچھ دیر میں اور جب بعد صرف بھی حدث بدستور تو پانی کا
خرچ کیا ضرور۔ یونہیں اگر محدث کے اکثر اعضائے وضو یا جنب کا اکثر بدن مجروح ہو تیمم کریں یہ نہیں کہ جتنا بدن صحیح ہو
اُتنا دھوئیں اور باقی کے لیے تیمم تبیین الحقائق امام فخر الدین زیلعی میں ہے انہ تعالٰی امرنا بالحد الطہارتین علی
البدل ولم یامرنا بالجمع بینہما ومن جمع بینہما فقد جمع بین الاصل والبدل فصار مخالفا للنص بنایۂ
امام عینی میں ہے انہ عجز عن بعض الاصل فیسقط الاعتداد بہ مع البدل فی حالۃ واحدۃ کمن عجز عن
بعض الرقبۃ فی الکفارۃ ولا یلزم اذا غسل بعض الاعضاء ثم نضب الماء لان ما تقدم یسقط ویصیر
مؤدیا للفرض بالتیمم خاصۃ حلیۂ محقق ابن امیر الحاج میں ہے اعلم ان الجواب فی ہذہ المسائل یتفرع

https://www.facebook.com/darahlesunnat

على اصل مذهبي وهو ان تلفيق اقامة الطهارة الواحدة بالماء والتراب معا غير مشروع عند اصحابنا لان الماء اصل والتراب خلف والجمع بين الاصل والبدل في حكم واحد لا نظير له في الشرع الا ترى ان التكفير بالمال لا يكمل بالصوم ولا النسك بالصوم ولا عدة الحائض بالاشهر ولا ذوات الاشهر بالحيض اختیار شرح مختار میں خزانۃ المفتین میں ہے من به جراحة وعليه الغسل غسل بدنه الا موضعها ولا يتيمم وكذلك اذا كانت في اعضاء الوضوء لان الجمع بينهما جمع بين البدل والمبدل ولا نظير له في الشرع بدائع امام ملک العلماء میں ہے لو كان ببعض اعضاء الجنب جراحة او جدري فان كان الغالب هو السقيم تيمم لان العبرة للغالب ولا يغسل الصحيح عندنا خلافا للشافعي لان الجمع بين الغسل والتيمم ممتنع الا في حال وقوع الشك في طهورية الماء ولم يوجد اھ كلامه الشريف **اقول** [٣٢٢] بل ولا فيه لان الصحيح في الواقع احدهما والآخر عدم شرعا فلا جمع الا صورة کنز الدقائق وتنویر الابصار میں ہے لا يجمع بينهما اھ اي تيمم وغسل در مختار بفتح الغين ليعم الطهارتين ش ع ح **اقول** [٣٢٣] بل ليس لمتوهم ان يتوهم الجمع بين التيمم والغسل بالضم **دلیل دوم** صاف مطلق ارشاد ہے کہ جنب کے پاس اگرچہ وضو کیلئے کافی پانی موجود ہو وضو نہ کرے صرف تیمم کرے اور یہ کہ مذہب حنفی کا اسپر اجماع ہے شافعی وحنبلی کو نزاع ہے جواہر الفتاوی امام کرمانی باب اول میں ہے جنب في مفازة معه من الماء ما يكفي لوضوئه فانه يتيمم ولا يستعمل الماء نوازل امام اجل فقیہ ابو اللیث پھر خزانۃ المفتین میں ہے مسافر اجنب معه ماء يكفي للوضوء فانه يتيمم خلاصہ میں ہے فان اجنب المسافر ولم يجد من الماء الا قدر ما يتوضأ فانه يتيمم ولا يتوضأ عندنا کافی میں ہے جنب معه ماء كاف للوضوء تيمم ولم يتوضأ وعند الشافعي توضأ ثم تيمم حلیہ میں ہے انما ينقض رؤية الماء اذا كان يكفي للوضوء ان كان محدثا او الاغتسال ان كان جنبا والا لا وهذا فرع انه لا بد اذا وجد ما لا يكفيه لا يستعمله في بعض محل الطهارة بل يتركه ويتيمم لا غير وهذا قول اصحابنا ومالك وغيره بل حكاه البغوي عن اكثر العلماء غنیہ میں ہے من عليه الغسل اذا تيمم ثم وجد ماء لا يكفي لغسله او المحدث ماء غير كاف لوضوئه لا ينتقض تيممه ولو كان معه ذلك قبل التيمم جاز له التيمم بدون استعماله خلافا للشافعي واحمد رحمهما الله تعالى اسی طرح کتب کثیرہ حتی کہ خود شرح وقایہ میں ہے اذا كان للجنب ماء يكفي للوضوء لا للغسل يتيمم ولا يجب عليه التوضي عندنا خلافا للشافعي رضي الله تعالى عنه اور سب سے اجل واعظم محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالی عنہ کا کتاب الاصل میں ارشاد ہے الجنب عنده ماء يكفي للوضوء تيمم وصلى اھ اثرہ فی الکفایۃ والغنیۃ فصل مسح

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الخفین تحت قولہ لایجوز المسح لمن علیہ الغسل [3373] ظاہر ہے کہ جنابت غالباً حدث سے جدا نہیں ہوتی اگر جماع کیا تو اُس سے پہلے مباشرت فاحشہ تھی اور احتلام ہوا تو اُس سے پہلے سونا تھا اور مطلقاً انزال بے سبقت خروج مذی نہیں ہوتا یونہی بعد انزال بول عادات مستمرہ عامہ سے ہے اور طباً بلکہ شرعاً بھی مطلوب کہ منی منفصل بشہوت کا جو بقیہ ہو خارج ہو جائے ورنہ بعد غسل نکلا تو دوبارہ نہانا ہوگا تو ظاہر ہوا کہ عام جنابتیں حدث سابق و حدث لاحق دونوں اپنے ساتھ رکھتی ہیں پھر تمام کتب کی تصریح کہ جنب غسل سے عاجز ہو اور وضو پر قادر جب بھی وضو نہ کرے صرف تیمم کرے دلیل صریح ہے کہ جنابت کا تیمم اُس وقت جتنے بھی حدث موجود ہوں سب کا دافع ہے تو وضو کیا ضرور فقہائے کرام نادر صورت کا اکثر لحاظ نہیں فرماتے جنابت کے ساتھ حدث کا ہونا تو اس وجہ کثیر و غالب ہے کہ معارفت ہی شاذ و نادر ہے تو اس حالت میں اگر تیمم جنابت کے ساتھ حدث کے لیے وضو بھی درکار ہوتا تو یوں عام حکم مستقل تھا کہ جنب اگر غسل نہ کرسکے اور وضو پر قادر ہو تو تیمم کے ساتھ وضو لازم ہے کہ صورت نادرہ افتراق کا لحاظ نہ فرمایا کہ غالب کو ساقط النظر فرما کر یوں عام حکم دیں بلکہ فی ش الجنابۃ الانفکاک عن حدث یوجب الوضوء اھ وھذا ظاھر اللزوم **اقول** [3374] ان حمل علی الغالب والا فیلی لکن اجنب لم یجد الا مایکفی للوضوء فتیمم ثم احدث فتوضأ ثم وجد مایکفی للغسل فقد عاد جنبا من دون حدث

دلیل سوم [3375] تصریح فرماتے ہیں کہ جنب کے پاس وضو کے لیے کافی پانی ہو تو اُس پر وضو اُس حالت میں ہے کہ جنابت کیلئے تیمم کے بعد حدث واقع ہو بہت عبارات آگے آتی ہیں اور نوازل امام فقیہ ابو اللیث پھر خزانۃ المفتین میں ہے اذا احدث بعد التیمم ومعہ مایکفی للوضوء فانہ یتوضؤ بہ فتح القدیر و درر الحکام و شرح نقایہ برجندی و بحر الرائق حتی کہ خود شرح وقایہ مسح الخفین میں ہے واللفظ لہ تیمم للجنابۃ فان احدث بعد ذلک توضأ یہ تقیید صاف بتا رہی ہے کہ تیمم جنابت سے پہلے جو حدث ہوا اُسکے لیے وضو نہیں یہی تیمم اُسے بھی رفع کر دیگا بلکہ خود کتاب مبسوط میں ارشاد محرر المذہب بعد عبادت مذکورہ ہے فان احدث وعندہ ذلک الماء توضأ تیمم جنابت کے بعد جو حدث ہوا اُس میں حکم وضو فرمایا **فان قلت** ماتفعل بما نقل فی العنایۃ ولو بلفظۃ قیل فی مسألۃ الاصل ھذہ اذ قال تحت قول الہدایۃ لایجوز المسح لمن علیہ الغسل قیل صورتہ توضأ ولبس الخف ثم اجنب ثم وجد مایکفی للوضوء لا للاغتسال فانہ یتوضأ و یغسل رجلیہ ولا یمسح ویتیمم للجنابۃ اھ **اقول** [3376] رحمہ اللہ تعالٰی فلم یذکر الحدث اصلا فان احتج بہ سالہ وجب الوضوء علی جنب لاحدث معہ ووجد وضوء وھو باطل قطعا باجماع الحنفیۃ حتی ظاھر العبارۃ الاٰتیۃ للامام شارح الوقایۃ بل معناہ قطعا انہ اذا احتاج بعد ذلک للوضوء یتوضؤ ویغسل رجلیہ کما ھو عبارۃ العلامۃ الوزیر فی الایضاح وشیخی زادہ فی مجمع الانھر فی نفس ھذا التصویر اذ قالا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

من لبس خفیہ علی وضوء ثم اجنب فی مدۃ المسح ینزع خفیہ ویغسل رجلیہ اذا توضأ اھ واذا ابتنی الامر علی حاجۃ الوضوء لم تبق للعبارۃ دلالۃ علی ما توھمت فانا نقول انما یحتاج الیہ اذا احدث بعد تیممہ للجنابۃ و الواو فی قولہ ویتیمم لیست للترتیب فالمعنی ثم اجنب فتیمم للجنابۃ ثم احدث ثم وجد ماء الخ وانظر عبارۃ الفاضل معین الھروی فی شرح الکنز فی نفس التصویر توضأ ولبس الخف ثم اجنب فتیمم للجنابۃ ثم احدث ثم وجد ماء یکفی للوضوء لا للاغتسال فانہ یتوضأ ویغسل رجلیہ ولا یمسح ویتیمم للجنابۃ اھ فالعبارۃ عین عبارۃ العنایۃ وقد ابرز کل ما قدرتہ ورحم اللّٰہ اخی چلپی اذ نقل عبارۃ العنایۃ ھذہ و اسقط منہا قولہ ویتیمم للجنابۃ واللّٰہ تعالٰی اعلم **دلیل چہارم**[۳۴۴] اُسکی تعلیل فرماتے ہیں کہ تیمم جو پہلے ہوچکا حدث متأخر کو زائل نہ کریگا ظاہر ہوا کہ جنابت کے لیے تیمم سے پہلے جو حدث ہوگا یہ اُسے بھی زائل کردیگا کافی امام جلیل ابوالبرکات نسفی میں ہے جنب اغتسل وبقی لمعۃ وفنی ماؤہ یتیمم لبقاء الجنابۃ لانہا لا تتجزی زوالا وثبوتا فان تیمم ثم احدث تیمم للحدث لان تیممہ للجنابۃ متقدم علی الحدث فلم یجز عن الحدث المتأخر کما لو اغتسل عن الجنابۃ ثم احدث علیہ ان یتوضأ ولم یجز الاغتسال عن الحدث المتأخر **دلیل پنجم**[۳۴۵] اُسکی توجیہ میں یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ جنابت کیلئے تیمم کرلینے کے بعد جو حدث ہوا تو اب جنب نہیں کہ جنابت تو تیمم سے زائل ہوچکی نرا محدث ہوا اور وضو کے لیے پانی موجود ہے تو وضو لازم ہے صاف اشعار فرمایا کہ اسوقت بھی اگر یہ جنب ہوتا وضو نہ کرتا صرف تیمم جنابت وحدث دونوں کے رفع کو کافی ہوتا ورنہ اس فرمانے کے کیا معنے کہ اور یہ جنب نہیں وھذا اظھر من ان یظھر بدائع امام ملک العلماء میں ہے الجنب اذا وجد من الماء قدر ما یتوضأ بہ لا غیر اجزاہ التیمم عندنا لان الغسل اذا لم یفد الجواز کان الاشتغال بہ سفھا مع ان فیہ تضییع الماء وانہ حرام فصار کمن وجد ما یطعم بہ خمسۃ مساکین فکفر بالصوم یجوز ولا یؤمر باطعام الخمسۃ لعدم الفائدۃ فکذا ھذا بل اولی لان ھناک لا یؤدی الی تضییع المال لحصول الثواب بالتصدق ومع ذلک لم یؤمر بہ لما قلنا فھھنا اولی ولو تیمم الجنب ثم احدث بعد ذلک ومعہ من الماء قدر ما یتوضؤ بہ فانہ یتوضؤ بہ لان ھذا محدث ولیس بجنب ومعہ من الماء قدر ما یکفیہ للوضوء فیتوضؤ بہ یونہیں درمختار میں ہے لو تیمم للجنابۃ ثم احدث صار محدثا لا جنبا فیتوضأ تیمم کے بعد حدث پر حکم وضو کا اسپر متفرع کیا کہ اب وہ محدث ہے جنب نہیں یعنی جنب ہوتا تو حدث کے باعث وضو نہ کرتا ولہذا ردالمحتار میں فرمایا افاد انہ اذا وجد ماء یکفیہ للوضوء فقط انما یتوضأ بہ اذا احدث بعد تیممہ عن الجنابۃ الموجودۃ وقت التیمم قبل الحدث لا یلزمہ عندنا الوضوء بہ عن الحدث الذی مع الجنابۃ لانہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

عبث اذ لا بد له من التیمم اھ **تنبیہ** قول ملك العلماء وقد سرى فیه تضییع الماء تبعه فیه الامام النسفی فی الکافی فقال انه اذا لم یطهر عن الجنابة باستعماله یکون تضییعا اھ وتبعهما الامام الزیلعی فی التبیین فقال اذا لم یطهر یکون الاشتغال به تضییعا للماء فی موضع عزته وتضییع المال حرام اھ وتبعهم المحقق فی الفتح فقال لا یفید اذ لا یتجزأ بل الحدث قائم ما ادنى لمعة فیبقى بعد غسل الاعضاء فی موضع عزته مع بقاء الحدث کما هو اھ وتبعه فی الحلیة والبحر فی الفاظه وزادت الحلیة قد صح عن رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم انه قال وانهی امتی عن اضاعة المال اھ والغنیة تبعهم فیما مضی واجدر بهم للاتباع **اقول** لکن للعبد الضعیف نظر فیه قوی وان لم یرفع الحدث لعدم تجزیه فلا شك انه یسقط الفرض عما اصابه ویخفف نائبه ویعظم وقعه اذا وجد بعده ما یکفی للباقی بعد هذا الاستعمال ولو ترکه ثم وجد هذا لم یکف وقد قال الامام رضی الدین السرخسی فی المحیط فیما اذا اغتسل وبقیت لمعة ثم وجد ماء لا یکفی لها یغسل شیئا من اللمعة ان شاء تقلیلا للجنابة اھ قال فی الحلیة بعد نقله فی مسألة اخری نظیرها ما نصه یغسل من اللمعة ما یتأتی تقلیلا للجنابة اھ وفی خزانة المفتین عن شرح الطحاوی للامام الاسبیجابی وان کان لا یکفی یغسل مقدار ما یکفیه حتی تقل الجنابة ویتیمم اھ ومثله فی الخلاصة وشرح الوقایة وکثیر من الکتب بل قد قال فی الکافی نفسه جنب علی ظهره لمعة ونسی اعضاء وضوئه وماؤه یکفی احدهما صرفه الی ایهما شاء لان کل واحد نجاسة الجنابة فاعضاء الوضوء اولی اقامة للسنة اھ ومثله فی الهندیة عن شرح الزیادات للعتابی فهذا الصرف لیس الا تقلیلا للجنابة کما صرح به الائمة کالاسبیجابی ورضی الدین السرخسی وطاهر البخاری وصدر الشریعة ومحمد الحلبی وغیرهم ولا لزم الجمع بین الوظیفتین فعلم انه لیس باضاعة ولا یوجب حرمة ولا شناعة **اقول** بل لا یبعد ان یعد مستحبا لما فیه من الخروج عن خلاف الامام الشافعی رضی الله تعالی عنه والخروج عن الخلاف مستحب بلا خلاف ما لم یلزم مکروه مذهبه وانتفاء الکراهة قد علم مما اثرنا من النصوص **دلیل ششم** تصریحات ہیں کہ آیہ کریمہ فلم تجدوا ماء میں وہ پانی مراد ہے جس کا استعمال اسے قابل نماز کردے اتنا پانی کہ اُسے استعمال کیے پر بھی قابلیت نماز نہ پیدا ہو **اقول** یعنی یوں کہ اتنا پانی جسکے استعمال پر اسے قدرت ہے اور زائد بوجہ فقدان یا ضرر یا تنگی وقت مقدور نہیں تحصیل طہارت کے لیے کافی نہ ہو اس سے زیادہ کی حاجت ہو ورنہ اگر یہ فی نفسہ مقدار مطلوب پر ہے اور کوئی اور وجہ مانع تو اس پانی کے موجب قابلیت ہونے میں خلل نہیں) نہ ابتداءً مانع تیمم ہے نہ انتہاءً اُسکا ناقض اُسکا وجود وعدم برابر ہے بدائع

https://www.facebook.com/darahlesunnat

امام ملک العلماء میں ہے المراد من الماء المطلق فی الآیۃ ہو المقید وہو الماء المفید لاباحۃ الصلاۃ عند الغسل بہ تبیین
الحقائق امام فخر الدین میں ہے الغسل المامور بہ ہو المبیح للصلاۃ وما لا یبیحہا فوجودہ وعدمہ سواء بنایہ امام عینی محمود میں ہے
المحدث او الجنب اذا وجد بعض ما یکفیہ من الماء لطہارتہ نعدم وجوب الاستعمال مذہبنا ومذہب مالک واکثر
العلماء لان الآیۃ سیقت لبیان الطہارۃ الحکمیۃ فکان قولہ تعالی فلم تجدوا ماء ای طہورا محللا للصلاۃ او بوجہ لا یکفی لم یجد
ما یحلل فتح محقق حیث اطلق میں مجملاً پھر حلیہ میں موضحاً مفصلاً ہے واللفظ لہا قلنا المراد بالماء فی النص ما یکفی لازالۃ المانع لانہ سبحنہ امر بغسل
جمیع البدن فی حق الجنب ومعلوم ان ذلک بالماء ثم نقل الی التیمم عند عدمہ بقولہ عزوجل فلم تجدوا
ماء فبالضرورۃ یکون التقدیر ان لم تجدوا ماء تغسلون بہ جمیع ابدانکم جنبا فتیمموا وہذا کما یصدق
عند عدم الماء اصلا یصدق عند وجود الماء غیر کاف لذلک فیتعین التیمم فی ہذا کالاول کفایہ
امام جلال الدین پھر محقق زین العابدین میں ہے واللفظ لہ الآیۃ سیقت لبیان الطہارۃ الحکمیۃ فکان التقدیر
فلم تجدوا ماء محللا للصلاۃ وباستعمال القلیل لم یثبت شیئ من الحل فان الحل حکم والعلۃ غسل الاعضاء
کلہا وشیئ من الحکم لا یثبت ببعض العلۃ کبعض النصاب فی حق الزکاۃ وبعض الرقبۃ فی حق الکفارۃ کذا ذکر فی
کثیر من الشروح اور ظاہر ہے کہ جنابت کے ساتھ اگرچہ سو حدث ہوں وضو کر لینا ہرگز اُسے نماز کے قابل نہیں کر سکتا تو جب
اسیقدر پانی پر قدرت ہے اُسکا ہونا نہ ہونا یکساں۔ اگر اتنا پانی بھی نہ پاتا کیا کرتا۔ صرف تیمم۔ اب بھی صرف تیمم ہی کرے۔

دلیل ہفتم شرح وقایہ میں جو خود اپنی اور تمام ائمہ کی تصریحات کے خلاف ایک موہم عبارت واقع ہوئی جس سے یہ
متبادر کہ جنابت کے ساتھ حدث بھی ہو تو وضو کرے اور جنابت کے لیے تیمم عامہ محشین وکبرائے ناظرین یکسر اُسکی تاویل
کی طرف جھکے کہ ساتھ سے مراد بعد ہے یعنی جنب نے تیمم کر لیا اُسکے بعد حدث ہوا اور پانی قابل وضو حاضر ہو تو اب وضو کرے
کہ گزشتہ تیمم بعد کے حدث میں کام نہیں دے سکتا جیسے نہا لینے کے بعد حدث ہوتا تو وضو کرنا لازم تھا نہ یہ کہ جنابت کا تیمم
رفع حدث سابق کو کافی نہیں تیمم کے ساتھ وضو بھی کرنا پڑے کہ یہ بلاشبہہ مذہب کے خلاف اور اسکا بطلان ظاہر وصاف
خلاصہ یہ کہ طہارت وحدث میں جو متأخر ہے سابق کو رفع کر دیتا ہے تو جنابت کے ساتھ اگر ہزار حدث ہوں جب تیمم کریگا
سب رفع ہو جائیں گے لہذا واجب کہ عبارت شرح وقایہ کو حدث بعد تیمم پر حمل کریں۔ علما کا تاویل پر ہجوم روشن دلیل ہے کہ حکم
وہ نہیں جو اُسکے ظاہر سے مفہوم ولہذا جس نے تاویل نہ پائی اعتراض کر دیا بہرحال اُسکا ظاہر کسی نے مسلم نہ رکھا اللھم
الا الفاضل القرہ باغی فی حاشیتہ علی شرح الوقایۃ کما سیأتی ان شاء اللہ تعالی **اقول** والعجب من العلامۃ
الوزیر سکت عنہ فی الایضاح مع شدۃ ولوعہ بالاعتراض علی الامامین الشارح والماتن رحمہم اللہ الجمیع

https://www.facebook.com/darahlesunnat

حتی تجاوز الی المؤاخذات اللفظیة وسمی متنه الفقهی الاصلاح والاصولی تغییر التنقیح غیر انه لا ینسب الی ساکت قول اما آبیات الهندیة کلام شرح الوقایة هذا بالتقریر فمع قطع النظر عن ان غالب الفتاوی المنسوجة علی هذا المنوال جل همتها الجمع والتلفیق ولذا رجحت علیها الشروح الباحثة بالتنقیح والتحقیق **اقول** وعندی مثل المتون والشروح والفتاوی فی الفقه مثل الصحاح والسنن والمسانید فی الحدیث انما یشعر باعتماده + علی ما یتقرر من مراده + لا بخصوص العمل علی ظاهر مفاده + والله اعلم بنیات عباده + شرح نقایہ علامہ برجندی میں بعد نقل کلام شرح وقایہ وبحث وجواب جسکا ذکر ان شاء اللہ تعالٰی آگے آتا ہے حکم مذکور پر انکار کر دیا حیث قال اجنب ولم یوجد ناقض الوضوء هل یجب التیمم والتوضی جمیعا اذا احدث ومعه ماء یکفی الوضوء فقط فیه تردد والظاهر انه اذا تیمم للجنابة لا حاجة الی التوضی ولا بد للحکم بالاحتیاج الیهما من روایة صریحة **اقول** فاضل شارح کو تردد ہوا اور وضو کی حاجت نہ ہونے کو ظاہر رکھا اور جانب خلاف کسی روایت صریحہ کا انتظار کیا حالانکہ محل جزم ہے اور روایات صریحہ اسطرف موجود کما عرفت وتعرف ان شاء اللہ تعالٰی اسی کے قریب حاشیہ درمختار میں سید علامہ احمد طحطاوی کا قول ہے فی صدر الشریعة اذا کان مع الجنابة حدث یوجب الوضوء یجب علیه الوضوء ای اذا وجد الحدث بعد التیمم للجنابة کما نص علیه القهستانی وظاهر هذا انه اذا وجد حین التیمم المذکور ماء یکفی للوضوء لا یتوضؤ به للاستغناء بهذا التیمم عنه وانما یستعمله اذا وجد الحدث بعد ذلک وهو صریح عبارة القهستانی اھ فنقل عنه ما یأتی انفا **اقول** لم یصل فهمی الی ما جعله ظاهر نص القهستانی ثم صریح عبارته وهو صریح بلا شک ثم انما عاقه عن الجزم به قصر نسبته علی القهستانی وما هو له بل للامام الجلیل الاسبیجابی یہ سات دلائل ہیں اور بحمد اللہ تعالٰی روشن وکامل ہیں اب صریح تر نصوص جزئیہ لیجیے وباللہ التوفیق **نص اول** محقق علامہ محمد بن فراموز درر الحکام میں فرماتے ہیں لوان رجلا انتبه من النوم محتلما وکان له ماء یکفی للوضوء لا للغسل تیمم ولم یجب علیه الوضوء عندنا خلافا للشافعی یعنی تصریح ہے کہ سوتے سے محتلم اٹھا جنابت وحدث دونوں تھے اور وضو کے قابل پانی موجود وضو نہ کرے صرف تیمم کرے اور یہ کہ جنب کو حدث کیلئے وضو کا حکم دینا ہمارا مذہب نہیں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے **نص دوم** شرح مختصر الامام اجل طحاوی للامام الاسبیجابی وغیرہ پھر جامع الرموز پھر طحطاوی علی الدر پھر ردالمحتار میں ہے الجنب اذا کان له ماء یکفی لبعض اعضائه او المحدث للوضوء تیمم ولم یجب علیه صرفه الیه الا اذا تیمم للجنابة ثم وقع منه حدث موجب للوضوء فانه یجب علیه الوضوء حینئذ لانه قدر علی ماء کاف له صاف ارشاد ہے کہ جنب کو حدث

والترمذی فی مرتبتها مسند الرؤیانی ومنتهاها فوق بعض شرح معانی الاثار للطحاوی وکتاب الآثار للمحمد والحجج لعیسی بن ابان عن محمد کتاب

المعتمدة فی المذهب المنیة لیست من المتون بل عدها فی الفتاوی لیس التنویر من تلک المتون رد علی المکنوی الاشباه والنظائر لیست من المتون بل من بنوافی بقیة

کیلیے وضو صرف اُسیوقت ہے کہ جنابت کا تیمم کر چکنے کے بعد حدث ہو اُس سے پہلے جتنے بھی حدث تھے اُنکے لیے وضو کی اصلا حاجت نہیں **اقول** [۳۳۹۶] یعنی دونوں حالتوں میں جنب مذکور پر حدث کیلیے وضو نہیں جبتک تیمم نہ کیا تھا جنب تھا اور حدث کیلیے وضو کا حکم نہ تھا اب کہ تیمم کرلیا پھر حدث ہوا اور اُسپر حکم وضو آیا اسوقت وہ جنب نہیں کہ جنابت کے لیے تیمم کر چکا اور وہ وقوع حدث اصغر سے نہیں ٹوٹ سکتا عبارت مذکورہ شرح طحاوی کا تتمہ ہے ولم یجب علیہ التیمم لانہ بالتیمم خرج عن الجنابۃ الی ان یجد ماء کافیا للغسل **نص[۱] سوم** فتاوٰی امام اجل فقیہ النفس فخر الملۃ والدین قاضی خان میں ہے جنب تیمم للظھر وصلی ثم احدث فحضرتہ العصر ومعہ ماء یکفی للوضوء فانہ یتوضؤ لان الجنابۃ قد زالت بالتیمم فاذا احدث بعد التیمم ومعہ ماء یکفی للوضوء فانہ یتوضؤ بہ فان توضأ للعصر وصلی ثم مر بماء وعلم بہ ولم یغتسل حتی حضرتہ المغرب وقد احدث اولم یحدث ومعہ ماء قدر ما یتوضؤ بہ فانہ[۲] یتیمم ولا یتوضؤ بہ لانہ لما مر بماء یکفی للاغتسال عاد جنبا فھذا جنب معہ ماء لا یکفی للاغتسال فیتیمم کیسا روشن نص ہے کہ جنب جسے غسل کو پانی نہ ملے اور وضو کے قابل موجود ہو اُسے اگر تیمم جنابت کے بعد حدث ہو جب تو وضو کرے اور تیمم سے پہلے ہو تو صرف تیمم کرے وضو نہ کرے

اقول [۳۳۹۷] واستنادی بما ذکر رحمہ اللہ تعالٰی من اصول الاحکام فی التعلیلات والا فدخول ھذا الفرع فی ھذا الاصل فیہ کلام قوی للعبد الضعیف غفرلہ المولی اللطیف کما ستعرفہ فی الافادات ان شاء الوھاب العطیات بالجملہ ساتوں روشن دلائل اور تین نصوص جلائل تلک عشرۃ کاملۃ سے بحمدہ عزوجل حکم آشکار ہوگیا وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ لما یحب ربنا ویرضی وصلی اللہ تعالٰی علی الصفی المصطفی والرضی المرتضی وآلہ وصحبہ الی یوم القضاء آمین **رسالہ** امام صدر الشریعۃ کا کلام اور اُس میں تاویلات علمائے کرام تہم اولا کلام پیشینیان پیش کریں پھر وہ جو قلب فقیر پر فیض قدیر سے فائض ہوا ہدیہ انظار انصاف کیش **قال** الامام صدر الشریعۃ الھمام اعلی اللہ تعالٰی مقامہ فی دار السلام ورحمنا بہ وبسائر الائمۃ الکرام فی کل حال ومقام مدی اللیالی والایام اول باب التیمم من شرحہ للوقایۃ اذا کان للجنب ماء یکفی للوضوء لا للغسل یتیمم ولا یجب علیہ التوضی عندنا خلافا للشافعی اما اذا کان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء فالتیمم للجنابۃ بالاتفاق واذا کان للحدث ما یکفی لغسل بعض اعضائہ فالخلاف ثابت ایضا اھ **واعترضوہ** بخمسۃ وجوہ **الاول** قال البرجندی فی شرح النقایۃ بعد نقل کلام الصدر الامام ھو مشعر بانہ قد تکون جنابۃ مع[۳] وجود الوضوء ولا یخفی ان الجنابۃ تحصل بخروج المنی او بغیبۃ الحشفۃ وخروج الخارج من الذکر وغیبۃ الحشفۃ ناقضان للوضوء والجواب ان الجنب اذا تیمم واحدث ثم توضأ ومر بماء کاف للاغتسال ولم یغتسل ثم تیمم[۴]

عن الماء فانه صار جنبا مع ذلك وضوؤه باق ويمكن ان يصور ذلك على قول محمد بان يجامع الرجل المتوضئ امرأة ولم ينزل فانه قد اجنب لم ينتقض وضوؤه فان المباشرة الفاحشة غير ناقضة عنده ولم يوجد شئ اخر من نواقض الوضوء وعلى قول الشيخين رضى الله تعالى عنهم بان يستمنى باليد ثم يأخذ رأس الذكر حتى لا يخرج المنى فقد اجنب لم يوجد ناقض الوضوء اھ **واعترضه** عصرية وهو اللكنوى فى سعايته بما تلخيصه انه فى صورة المباشرة الفاحشة ان لم يولج لم يجنب ان اولج فقد انتقض وضوؤه لان دخول الحشفة ناقض للغسل والوضوء جميعا وكذا فى صورة الاستمناء ان خرج المنى فقد انتقض وضوؤه وان لم تحصل الجنابة وان لم يخرج فلا جنابة ولا حدث اھ هذا حاصل ما طال به فى نحو ثلثة امثال عبارتنا هذه **والثانى** التناقض وقرره ش بما يبتنى على الاول بجوابه جزائه وذلك قوله فى رد المحتار قول صدر الشريعة مشكل لان الجنابة لا تنفك عن حدث يوجب الوضوء وقد قال اولا يجب عليه التيمم لا الوضوء فقوله ثانيا يجب عليه الوضوء تناقض اھ ثم ذكر الجواب الاتى عن القهستانى فى الاشكال الخامس فانه دافع للتناقض ايضا بوجه حسن صحيح ونقل ههنا فى السعاية ما يمكن ان يؤخذ منه تقرير اخر للتناقض غير مبتن على الاشكال الاول وهو انه اذا لم يكن معها حدث فكيف يوجب الشافعى هناك الوضوء اھ فيؤخذ منه ان الحدث الاصغر وان لم يلزم الاكبر ولكن كلام الصدر الامام فى الصورة الاولى ايضا فى جنابة معها حدث بدليل ايجاب الشافعى الوضوء فجاء التناقض **والثالث** ان قوله فالتيمم للجنابة بالفاء ان كان تفريعا فلا محصل له لان كون التيمم للجنابة غير مفرع على وجوب الوضوء وان كان تعليلا ورد عليه ان فى الصورة السابقة ايضا التيمم للجنابة فيلزم ان يجب الوضوء هنالك ايضا **والرابع** ان كون التيمم للجنابة بالاتفاق مشترك بين الصورتين لا اختصاص له بهذه الصورة اھ نقلهما اللكنوى **والخامس** مخالفته لما تقرر فى المذهب كما بيناه بالدلائل والنصوص العشرة ان الحدث مع الجنابة لا يوجب الوضوء اصلا اذا لم يجد ما يكفى للغسل اليه اشار البرجندى بقوله متصل العبارة المذكورة انفا لكن الكلام فى انه هل يجب فى الصورتين التوضى اذ الحدث فيه تردد والظاهر لا والا بد للحكم بالاحتياج من رواية صريحة اھ كما قد منا عنه تلو الدلائل وذكرنا انه لو كان فى نظره اذ ذاك نصوص المذهب لما تفوه بالتردد والاستظهار وهذا هو اعظم الايرادات وهو الذى احوج العلماء الى تأويل كلامه رحمه الله تعالى ومحط كلامهم جميعا ارجاع الحكم بوجوب الوضوء الى الحدث بعد التيمم للجنابة غير ان لهم فيه

مسلكين **احدهما** تقدير المضاف اى اذا وجد مع تيمم الجنابة حدث يجب الوضوء بالاتفاق فيقع هذا التيمم للجنابة خاصة بخلاف ما اذا وجد الحدث قبل التيمم فانه يكون له وللجنابة معًا كما افيد فى شرح الطحاوى وغيره هذا محصل ما نقلته السعاية عن غاية الحواشى واعتمدته وان زاقشته فى زوائد من طالع عبارتهما وازن بينها وبين الفاظنا عرف كيف لخصنا ما اطال به وقربناه ونقحناه وهذبناه **والأخر** جعل مع بمعنى بعد وهو المسلك المشهور **قال** المحقق مولى خسرو فى الدرر بعد عبارته التى قدمنا فى النصوص اما اذا كان مع الجنابة حدث يوجب الوضوء بان احدث بعد التيمم فيجب عليه الوضوء فالتيمم للجنابة بالاتفاق اھ وقال العلامة الشرنبلالى فى الغنية يعنى فالتيمم باق لرفع الجنابة **وقال** تلميذه الفاضل اخى چلپى فى ذخيرة العقبى قوله مع الجنابة حدث يوجب الوضوء) يعنى اذا اغتسل الجنب وبقى فى عضو من اعضائه لمعة وفنى الماء فتيمم للجنابة ثم احدث حدثا يوجب الوضوء وله ان يتيمم للحدث فوجد ما يكفى للوضوء لا للمعة فتيممه باق وعليه الوضوء اھ **وقال** الشمس القهستانى فى شرح النقاية بعد ما نقلنا عنه فى النصوص وهذا صورة ما قال المصنف واما اذا كان مع الجنابة حدث يوجب الوضوء يجب الوضوء فالتيمم للجنابة بالاتفاق فان مع فيه بمعنى بعد كما قالوا فى قوله تعالى ان مع العسر يسرا وبه يحل ما فى هذا المقام من الاشكال المشهور اھ وتبعه المدقق العلائى فى الدر واقره محشوه **واعترض** هذا المسلك فى السعاية بانه لو اجنب ثم احدث فوجد ما يكفى للوضوء فقط فانه يتيمم لا يجب عليه الوضوء لكون تيممه كافيا لرفع الحدث الاكبر والاصغر مع انه يصدق عليه انه وجد به حدث يوجب الوضوء بعد الجنابة فيلزم بمقتضى عبارة الشارح ان يجب عليه الوضوء ثم قال فالاولى ان يقال مع بمعنى بعد و المضاف محذوف اى بعد تيمم الجنابة او يقال مع على معناه والمضاف محذوف اى مع تيمم الجنابة اھ هذا **وعندى** حاشية على شرح الوقاية للفاضل محمد القرہ باغى اتمها سنة تسعمائة وثلثين ٩٣٠ اى بعد خمس عشرة سنة من وفاة اخى چلپى وقال قلت لتاريخه نور سويدى وهى كتابة يوسف بن حسن بن عبد الله سنة تسعمائة وسبع وسبعين ٩٧٧ نقل فيها كلام اخى چلپى بلفظه قال بعض المحشين ثم قال اقول لا يخفى ان هذا التصوير تكلف بعيد الاخذ من هذه العبارة على ان الشارح سيصرح هذه المسألة بقوله وان كفى للوضوء لا للمعة فتيممه باق وعليه الوضوء فحمل هذه العبارة على ما ذكره القائل يلزم التكرار ولعله انما ارتكبه زعما بان الحدثين لا يجتمعان فى شخص ابتداء ولا شك انهما يجتمعان

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لكن يكفي عنهما تيمم واحد اذا لم يوجد الماء الكافي للوضوء واما اذا وجد فلابد من الوضوء ثم التيمم للجنابة والمذكور في الكتاب هو هذا المعنى والعجب منه انه لم يلتفت الى هذا المعنى مع ان عبارة الشارح بعيد هذا صريح باجتماع الحدثين ابتداءً حيث قال لو كان به حدثان كالجنابة وحدث يوجب الوضوء ينبغي ان ينوي عنهما لا يقال ان الجنابة لما اوجب غسل بعض الاجزاء الذي هو عبارة عن الوضوء فلا فائدة لاعتبار الحدث الذي يوجب الوضوء مع الجنابة لانا نقول بعد تسليم جميع المقدمات يجوز اجتماع العلل الشرعية على معلول واحد شرعي كما صرح به صاحب التلويح فقال لو حلف ان لا يتوضأ من الرعاف فبال ثم رعف فتوضأ حنث وله نظائر في الشرع اھ كلام القره باغي ببعض اختصار فهذا كل ما رأيت لهم من القال والقيل والنقض والتاويل والانكار والتعويل **واعلم** ان السعاية ليست عندي وانما ارسل الي بعض اصحابي من لكهنؤ نقل نحو ورقة منها متعلقة بهذا المقام على طلبي لكي ارى ما عنده فيه عسى ان نقل عن كتاب ما فيه غناء فقد كان جم من الكتب اكثر مما عندي فلما طالعته لم اره فاز بطائل ولا حاز بنائل وانما جمع القال والقيل وتكلم على زوائد بفارغ عن التحصيل او باغاليط واباطيل ولم يهتد لكثير من الابحاث الرائقة والانظار الفائقة واذا اتى على المقصود جرح الصحيح واعتمد الجريح كما ستعرف كل ذلك ان شاء الله المستعان والآن آن نخوض في تحقيق المرام بتوفيق المنان **اقول** وبالله الاستعانة ومنه الفيض والاعانة الكلام ههنا في ثمانية مواضع دفع النقوض وتقرير معنى الكلام على مسلكي التاويل والتعويل اعني اجراءه على ظاهره وبيان معنى قوله فالتيمم للجنابة وان قوله بالاتفاق متعلق بهذا ام بقوله يجب عليه الوضوء وان الفاء في قوله فالتيمم للتفريع ام للتعليل وبيان الحسن والقبيح والباطل والصحيح من مسالك التاويل وانه هل ثم شبهات ترد على المرام وما كشفها وحلها بتوفيق العلام وهل للكلام تاويل اخر خير مما ذكروا واظهر وها انا اعطيك بحول الله تعالى افادات تحيط بكل ذلك وتسلك بك ان شاء الله تعالى احسن المسالك وما توفيقي الا بالله خير مالك

الافادة الاولى بحمده عزوجل لحل الاشكال الاول ما قدمت من تصوير جنب تيمم فاحدث فتوضأ فمر على ماء كاف لغسله وقد ذكره البرجندي ايضا **اقول** فهذا جنب ليس معه حدث يوجب الوضوء لان الوضوء طرأ على اعضاء الوضوء فطهرها مطلقا الى ان يطرأ حدث اخر اصغر او اكبر حتى انه اذا وجد ماء للغسل لم يكن عليه غسل هذه الاعضاء لما سياتي في الافادة الحادية عشرة ان الحدث الحال

بالاعضاء بتجزئ فاذا ارأى ماء الغسل لم تعد الجنابة الا فيما وراء تلك الاعضاء فهذا جنب متوضئ بلا مراء وان اعتراك شبهة فيه فاعتبره بجنب اجد الماء فان المسنون له ان يقدم الوضوء[317] الا ترى انه مادام في بدنه لمعة لم يصبها الماء يبقى جنبا فهو حينئذ متوضئ جنب ليس عليه الا افاضة الماء على سائر جسده فاذا فعل فقد طهر ولا يعيد الوضوء اجماعا فالجنابة الحالة بما وراء اعضاء الوضوء اذا لم تناف الوضوء حينئذ بل الوضوء هو الذي نفاها من تلك الاعضاء فكيف ينقض عودها الى غير الاعضاء اذ ما لا يمنع وجود الطهارة بدء لن ينقضها حدوثه بقاء وهذا اظهر من ان يظهر[318] ونعني بالمتوضئ طهارة اعضاء وضوئه ونزاهتها عن الحدث لا المتوضئ الذي تجوز له الصلاة فان ذلك بزوال الحدث القائم بنفس المكلف لا باعضائه وهو تلبسه بنجاسة حكمية فانه لا يزول ما لم يطهر بدنه كله كما قدمنا في الطرز المعلم وهذا معنى قولهم ان الحدث لا يتجزأ اما تصوير البرجندي على قول محمد **فاقول**[319] يبتنى على ان ينتشر فيولج ثم ينزع فيفتر كل هذا قبل ان يمذي والا لم يفارق الاكبر الاصغر وهو وان ندر محتمل ويكفي للتصوير الاحتمال ورده اللكنوي عليه مردود بما يأتي اما تصويره الاخير على قول الشيخين اى الطرفين وقوله فيه لم يوجد ناقض الوضوء **فاقول**[320] بلى اذ الامناء لا يخلو عن امذاء سواء كان عند الاستمناء او الامناء ولذا استشكل الامام شمس الائمة الحلوانى طهارة المنى بالفرك لان كل فحل يمذي ثم يمني واجاب بانه مغلوب بالمنى مستهلك فيه فيجعل تبعا قال المحقق في الفتح وهذا ظاهر فانه اذا كان الواقع انه لا يمني حتى يمذي وقد طهره الشرع بالفرك يابسا لزم انه اعتبر ذلك للضرورة اهـ اما رد اللكنوي عليه **فاقول**[321] نداء من بعيد وقول من لم يصل الى العنقود ثم لم يبال به كما اشار اليه في مسألة المباشرة مرتين وافصح عنه قبله وفي عمدة الرعاية ان الحدث الاصغر لازم للاكبر فان كل ما ينتقض به الغسل ينتقض به الوضوء اهـ وهو **اولا** بعد عن فهم المرام وخروج عما فيه الكلام فان البحث في انفكاك الاكبر عن الاصغر اى هل توجد جنابة بلا حدث اصغر وكل احد يعلم ان الاصغر لا يقال الا على ما يوجب الوضوء فقط فهو ماخوذ بشرط لا فيباين الاكبر صدقا كيف ولا يلحظ الوصف بالاصغرية الا هكذا ولو كان لا بشرط شيء لصح ان يقال ان الجنابة وانقطاع الحيض والنفاس حدث اصغر ولا يقبله الا ذو جهل اكبر فاذا تباينا صدقا استحال ان يوجد بنفس وجوده بل لا بد له من وجود ما يوجبه عينا فهذا معنى قوله لم يوجد ناقض الوضوء كما اشرنا الى ذلك على الهامش **وثانيا** اللزوم باطل بالصورتين فانها من جنب توضأ وقد سلمه الرجل اذ خص الصورتين

الاخيرتين بلا اعتراض ولم يمس الصورة الاولى فان كان يعلم ان فيها جنابة ولا حدث فلم هذه الايرادات و ادعاء اللزوم وان كان لا يعلمه فلم تركها من الايراد فقد عاد فيها ايضا الحدث الاكبر وهو ينقض الغسل والوضوء كليهما وثالثًا لا يخفى ان قوله وان لم تحصل الجنابة فان الكلام على قول الطرفين ورابعًا اى محل لهذه الوصلية فما كان مقصود البرجندى ان الحدث لا يوجد بلا جنابة بل ان الجنابة قد توجد ولا حدث فكان الرد عليه باثبات الحدث فى صورة جنابة يصورها البرجندى للانفكاك لا فى صورة عدم الجنابة حتى يقال قد وجد الحدث وان لم تحصل جنابة تنبيه۔ اقول لربما يقول قائل ليس لموجب غسل قط ان يوجب الوضوء فضلا عن اللزوم وذلك لان من اركان الوضوء المسح ولا يوجبه موجب الغسل وما لا يوجب الجزء لا يوجب الكل وحله كما اقول معنى المسح الواجب فى الوضوء اصابة بلة ولو فى ضمن اسالة لا ما يباينها والا لما تأدى بغسل الراس واصابة المطر والانغماس وهو باطل قطعا قال فى الفتح والحلية والبحر وغيرها الالة لم تقصد الا للايصال الى المحل فاذ اصابه من المطر قدر الفرض اجزأه وفى المحيط والهندية اذا غسل الراس مع الوجه اجزأه عن المسح ولكن يكره لانه خلاف ما امر به اھ ولا شك ان موجب الغسل يوجب اصابة الراس بلة بالاسالة فقد اوجب جميع اجزاء الوضوء وبالجملة مسح الراس ماخوذ لا بشرط شئ فيتأدى بالغسل والحدث الاصغر ماخوذ بشرط لا شئ فلا يلزم الحدث الاكبر هكذا ينبغى التحقيق والله ولى التوفيق الافادة ۲۔ لا شك ان ظاهر الكلام وجوب الوضوء على جنب مع حدث اذا وجد ما يكفى للوضوء فقط وهذا هو مسلك التعويل الذى سلكه القهستانى ولا شك ان المراد حينئذ بالصورة الاولى التى حكم فيها بعدم وجوب الوضوء عند نا خلافا للامام المطلبى رضى الله تعالى عنه جنابة لا حدث معها كما صورنا وعلى هذا يكون معنى الكلام ان من له حدث واحد اصغر او اكبر ووجد ماء لا يكفى لطهره لا يستعمله عندنا خلافا للشافعى وهذا قوله حتى اذا كان الجنب قوله و اذا كان الحدث اما اذا اجتمع الحدثان وكفى الماء لاحدهما وجب صرفه اليه فان كان يكفى للوضوء يجب عليه الوضوء وهذا قوله اما اذا كان الخ ولا شك ان التناقض يندفع بهذا الوجه باين وجه وما نقله اللكنوى من الرد عليه ان كيف اوجب الشافعى الوضوء بلا حدث فاقول هو رضى الله تعالى عنه يوجب استعمال القدر المقدور مطلقا سواء كان محدثا او جنبا مع حدث اولا فاذا قدر الجنب على الوضوء وجب وان لم يكن محدثا الافادة ۳ اما تاويل سلكه فى غاية الحواشى وتبعه اللكنوى فاقول اولا

افادہ ۲

افادہ ۳

لا شك انه ابعد تاويل ولو ساغ مثل الحذف بلا دليل لاستقام كثير من الاباطيل **وثانيا** الحدث المقارن للتيمم يبطله فلا يبقى له ولا الجنابة فكيف قال فالتيمم للجنابة فلم ينفعه تقدير المضاف **الا** ان يراد بالتيمم كونه متيمما ولا يكون متيمما الا اذا اتم التيمم ويراد بالمعية اتصال الزمانين المتعاقبين بلا فصل اى لما اذا ولى الحدث تمام التيمم فيستفاد منه تاخر الحدث منه فبعد هذه التكلفات يؤول الامر الى ماسلك الجمهور ان مع بمعنى بعد فان هذا ما اختاروه والعجب ان مؤلف السعاية رد عليهم ماسلكوه مع مالهم من قرب عتيد وتبع هذا على تلك التجشمات مع مالها من بعد بعيد **وثالثا** يرد عليه بعد تلك التمحلات انه لم يقيد باتصال الحدث بتمام التيمم فانه ان تاخر عنه ولو طويلا كان الحكم هكذا قطعا **ورابعا** على اللكنوى خاصة انه لم يقتصر عليه بل زاد فى الطنبور نغمة وفى الشطرنج بغلة فجوز على حذف المضاف ان يكون مع بمعناه فهدم لزوم البعدية التى فيها كان المنجا **اللهم الا** ان يضاف له تكلف ثالث ان المراد بالمعية البعدية المتصلة وبالبعدية البعدية المنفصلة فيكون المعنى على الاول اما اذا لحق التيمم حدث من فور تمامه وعلى الثانى اما اذا لحقه حدث متاخر عنه بزمان وانت تعلم ان كلا القيدين ضائع

الافادة ۴ ماندد به اللكنوى على الجماعة وتلخيصه ان بعدية الحدث عن الجنابة حاصلة اذا تأخر حدوثه عنها قبل التيمم فان الاشكال كما كان يريد به انهم اخطؤا فى ترك ما ارتكبه هو وغاية الحواشى من تقدير المضاف فان البعدية عن الجنابة لا تعنى مالم يكن بعد التيمم **فاقول** بل هو الذى اخطأ وارتكب فى كلامهم ايضا تقدير مضاف تسوية للرد عليهم ذلك ان البعدية زمانية ولا يجتمع فيها القبل مع البعد والجنابة باقية مالم ترتفع بغسل او تيمم فان حدث حدث قبله فقد اجتمع مع الجنابة فلم يكن بعد ها بل معها نعم كان بعد حدوثها وما قالوه بل المعترض هو الذى اضاف هذا المضاف الى كلامهم فثبت ان الحدث لا يكون بعد الجنابة الا اذا حدث بعد زوالها وهو ههنا بالتيمم فتأخره عن التيمم مفاد نفس اللفظ هكذا تفهم كلمات العلماء ولله الحمد فظهر ان احسن التأويلات تأويل الجماعة وانه لا صحة لمزعومات غاية الحواشى والسعاية الا اذا رجعت اليه

الافادة ۵ اذا علمت ان لا محيد الا البعدية فالمراد بالصورة الاولى ما اذا لم يكن معها حدث او كان قبل التيمم فمعنى الكلام ان الجنب الفاقد للغسل فى كلا الوجهين ان وجد وضوءا لا يتوضؤ بل يتيمم خلافا للشافعى اما اذا كان حدث بعد ما تيمم لها فحينئذ يجب عليه الوضوء وهذا كلام صحيح عين ما مر عن شرح الطحاوى للامام الاسبيجابى وغيره

اعتراض على غاية الحواشى

اعتراض ۲ على اللكنوى

اعتراض على اللكنوى

افادہ

على غاية الحواشى وعلى اللكنوى

افادہ ۵

وبه انحلت الشبهة الخامسة ومعها شبهة التناقض ايضا باصح وجه واحسنه **الافادة ٦** قوله
فالتيمّم للجنابة لاشك ان اللام فيه للعهد اى التيمّم المذكور الصادر من جنب معه وضوء الا فرض
المسألة فيه او بدل عن المضاف اليه اى تيمم الجنب المذكور فمن البديهى بطلان كونه للاستغراق او
الطبيعة وكذا اخذ المضاف اليه مطلق الجنب فانه ان اريد التخصيص اى تيمّم كل جنب انما يكون
للجنابة لاغير فبطلانه ظاهر حتى على مسلك التعويل فان جنبا معه حدث ولا ما يكون تيممه للحدث نزقطعا
الا ترى الى قول شرح الوقاية نفسه اذا كان به حدث ثان حدث يوجب الغسل كالجنابة و حدث يوجب
الوضوء يكفى تيمّم واحد عنهما اھ وان لم يرد كانت المقدمة القائلة ان كل جنب يتيمّم للجنابة خالية
عن الافادة لانه معلوم لكل احد ولا يصلح تعليلا ولا تفريعا وبه استبان ان اللام فى قوله للجنابة لام
التخصيص فكان المعنى ان تيمّم الجنب المذكور للجنابة خاصة **الافادة ٧** تعلق قوله بالاتفاق
بكون التيمم للجنابة هو الظاهر المتبادر من العبارة لانه انما يفهم عائدا الى الجملة المذيلة به **اقول**
لكن لا صحة له اصلا لان فرض المسألة فى جنب له ماء يكفى للوضوء ووجود الماء مطلقا وان قل وان
لم يكف للوضوء ايضا مانع للتيمّم مطلقا عند الامام المطلبى سواء كان المتيمّم جنبا او محدثا لانه
يحمل قوله عزوجل فلم تجدوا ماء على الاستغراق مع الاطلاق فكيف يوافقنا فى شیئ من الصور على كون
تيمّم جنب له بعض الماء للجنابة بل باطل عنده لفقد شرطه وهو عدم الماء مطلقا والباطل
لا يكون لشيئ اللّٰهم الا على مسلك التعويل وجعل الفاء للتفريع و فرض التيمّم بعد الوضوء لو قو
ع عند نفاد الماء ولا مساغ له على مسلك التاويل لان فيه التيمّم قبل الحدث فكيف يكون بعد
الوضوء وكذا على مسلك التعويل واخذ الفاء للتعليل اذ لا معنى لقولك يجب الوضوء لان التيمم
ان وقع بعده يكون للجنابة بالاتفاق ومسلك التعويل نفسه من الاباطيل فلا صحة لتعلقه بما يليه وبه
استبان قلة فهم الذى زعم ان قوله بالاتفاق متعلق بوجوب الوضوء او بكون التيمم للجنابة اھ
مخيرا بين الصحيح والباطل وقد اضطرب كلامه فيه فاقر فى سعايته تعيين تعلقه بيجب قال فى عمدة
فى تقرير الايراد الرابع ان فى الصورة السابقة ايضا التيمّم للجنابة اتفاقا اھ فجعله متعلقا بما يليه ثم ذكر
هذا التخيير ثم قال متصلا به او يقال معناه فالتيمّم ثابت او واقع للجنابة اتفاقا اھ فعاد الى الباطل
الصريح ولا ادرى ما معنى او عطفا على التخيير فان هذا داخل فيه الا ان يريد انه مخير بين الحق

افادہ ۶

افادہ ۷

عه هو صاحب عمدة الرعاية اللكنوى ١٢

عه ١٩ على اللكنوى ١٢

عه ١ عليه

عه ٢ عليه

عه ٣ عليه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

والباطل اولا تخییر بل على الباطل عینا هذا **واقول** ۳۴۴۳ بل لو کان فرض المسألة وجدان الماء بعد
التیمم لم یستقم الکلام ایضا اما على مسلک التعویل فظاهر لان الصورة الاخیرة فیه اجتماع الحدثین
فاذا وجد او عدم الماء وتیمم کان عنهما بالوفاق لاعن الجنابة خاصة عند احد من الفریقین اما مذهبنا
فمعلوم واما مذهب السادة الشافعیة فقال الامام ابن حجر المکی الشافعی فی فتاواه الکبری من علیه
جنابة وحدث اصغر یکفیه لهما تیمم واحد وهذا واضح جلی لان التیمم عن الحدث الاصغر وعن الاکبر حقیقتهما
ومعناهما وصورتهما ومقصودهما واحد فلا یتخیل منع الاندراج ولانه یلزم على الامر بتیممین متوالیین
ما یشبه العبث لانه اذا تیمم اولا لاستباحة الصلاة استباحها به فایجاب الثانی عبث لا فائدة فیه اھ
هذا فی الابتداء وان ارید البقاء ای ان بعد وجدانه یبقی للجنابة بالاتفاق فباطل اذ یبطل عنده راسا
بوجدان ماء ما مطلقا لفقدان شرطه واما على مسلک التاویل والصورة الاخیرة فیه الحدث بعد التیمم فان
ارید بقاء کما افصح به الشرنبلالی فظاهر البطلان لما مر انفا غیر انه رحمه الله تعالی لم یذیله بالاتفاق فسلم بخلاف
ذلک الذی قال فالتیمم باق اتفاقا فانه وقع فی خطأ مظلم وان ارید ابتداء فنعم هو متفق علیه لکونه
اذ ذاک للجنابة خاصة لعدم الحدث حینئذ لکن لفظة بالاتفاق تقع عبثا وموهمة غلطا اما الاول فلانه اذا
بطل عنده بالوجدان لم یکن فائدة وفاقه البائن واما الاخیر فلان ذکرها فی الصورة الاخیرة لاسیما بمقابلة
الاختلاف المذکور فی الاولی یفید عدم الاتفاق فی الاولی ولیس کذلک لان فی الاولی ان لم یکن حدث
کان للجنابة وحدها بالاتفاق وان کان کان لهما بالوفاق وانما الاختلاف ثم فی بقاء التیمم عندنا وانتقاضه
عنده بوجدان ماء غیر کاف وبالجملة قوله بالاتفاق یجب صرفه الی قوله یجب کما فعل فی غایة الحواشی
نعما فعل **اقول** ۳۴۴۴ وبه ظهر **اولا** انه کان الانسب للدر تقدیم قوله بالاتفاق على قوله فالتیمم
لانه بصدد ایضاح کلام الصدر الامام وان یزیح عنه الاوهام **وثانیا** ان صاحب غایة الحواشی
مع تصریحه بتعلقه بیجب لم یحسن فی ضمه مع الجملة التالیة ایضا اذ قال مع انه تیمم للجنب اتفاقا و
ثالثا ۳۴۴۵ بطلان الایراد الرابع المنقول فی السعایة مع التقریر ان کون التیمم للجنابة بالاتفاق مشترک
بین الصورتین فانه لیس لشیئ اصلا عند الامام الشافعی فی کلا الوجهین فان استعفی عن لفظة بالاتفاق
واقتصر على ان کونه للجنابة مشترک بین الصورتین لا اختصاص له بهذه الصورة اندرج فی الایراد
السابق علیه وسیأتیک الجواب عنه بعونه تعالی **الافادة ۸** ۳۴۴۶ - نختار ان الفاء للتفریع کما مشی

اعتراض على غایة الحواشی

عليه العلامة الشرنبلالى وغاية الحواشى وقول السعاية لامحصل له لان كون هذا التيمم للجنابة خاصة لم ينشأ الا من وجوب الوضوء للحدث اذ لو لم يجب لكان التيمم لهما معا لاستحالة ان تجوز صلاة مع الحدث فلا بد ان يعتبر التيمم المذكور رافعا له او دافعا وانكان الاخير ليس له فى الشرع نظير فاستلزام محال محالا غير محال **الافادة ۹** - نختار انها للتعليل وزعم السعاية اشتراك العلة مردود اما على مسلك التاويل مع اجتماع الحدثين فى الصورة الاولى فظاهر لان التيمم طرأ عليهما فرفعهما معا فكيف يختص بالجنابة واما عليه مع انفراد الجنابة فى الصورة الاولى وعلى مسلك التعويل فاختصاص شیئ بشیئ تارة يكون لانحصار الوجود فيه واخرى لتفرده به من بين مشاركاته فى الوجود ومعلوم بداهة ان هذا هو المراد هنا فانه اذا وجد حدث ولم يقع التيمم الا عن الجنابة لم يغن عن الحدث ووجب الوضوء بخلاف ما اذا لم يكن حدث فلا شیئ يجب بهذا الوجه من الاختصاص غير مشترك فظهر ان الفاء تحتمل الوجهين فقصر الشرنبلالى وغاية الحواشى على احدهما وقع وفاقا لا داعى اليه بل التعليل هو الاظهر الازهر فان كون التيمم لخصوص الجنابة غير مقصود هنا بالافادة والله تعالى اعلم **الافادة ۱۰** - تبين الجواب الصواب بحمد الجليل عن الاسئلة الخمسة كلها على مسلك التاويل وعن غير الخامس على مسلك التعويل وظهر ان اقواها السؤال الاخير الجليل وهو الذى دعا العلماء الى الانكار والتاويل وان السؤال الاول ليس باشكال بل سريع الانحلال وكذا الثانى كشفه رخيص ان لم يمزج بالخامس العويص اما الثالث والرابع اللذان اتى بهما السعاية فانما واهيان الى الغاية وبقاء الخامس على مسلك التعويل هو الذى نادى عليه بالرحيل لمصادمته الدلائل القاهرة والنصوص الزاهرة ولهذا لم يختاره ولم يرتضيه الا التوفيق فى الحاشية ولم يأت اصلا بشیئ يغنيه **فقوله** تكلف بعيد الاخذ من العبارة **اقول** نعم للمراد جلى من حديث اللمعة ارجاعه الى ما يأتى عن الشارح والا فليس فيه الا اخذ مع بمعنى بعد وليس فيه بعد فقد وقع فى الكتاب العزيز **قوله** يلزم التكرار **اقول اولا** فكان ماذا اذا ذكر ضابطة تشمل فروعا ثم بعد حين اورد فرعا منها لتبيين حكم بعد تكرارا فاذا لم يقبح مع تقدم ذكره فى الضابطة كيف يقبح ولم يذكر بعد **وثانيا** لو تتبعت ما وقع لهم وللشارح الامام من تكرار الافادات لاعيائك طلبا **قوله** ولعله انما ارتكبه زعما الخ **اقول** من اين لكم هذا وانما فعله لان ذا الحدثين لا يتوضأ اذا لم يكف الماء لغسله **قوله** اما اذا وجد فلا بد من الوضوء ثم التيمم للجنابة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اقول[٣٣٥٤] هذا هو مذهب الشافعی لاسیما بلفظة ثم فان فیه ایجاب اعدام الماء وان قل قبل التیمم ولایقول به حنفی قط **قوله** والعجب انه لم یلتفت **اقول**[٣٣٥٥] مبنی علی ماتصور ولامتصور **قوله** بعد تسلیم جمیع المقدمات **اقول**[٣٣٥٦] مابك المنوع المطویات فان المقدمات ماعند الحنفیة من البدیهیات **قوله** یجوز اجتماع العلل الشرعیة علی معلول واحد **اقول**[٣٣٥٧] کما لایمتنع اجتماع علل علی معلول کذلك لایمتنع ارتفاع علل برافع واحد کالتی انقطع حیضها ثم احتلمت ثم التقی الختانان ثم انزلت فقد اجتمعت علیها اربع علل وترتفع جمیعا بغسل او تیمم واحد فاذا کان له حدثان اصغر واکبر ولم یجد ماء للغسل فلابد له ان یتیمم وتیممه لکونه عن جنابة مطهر لجمیع البدن ومن البدن اعضاء الوضوء فقد طهرها ورفع الحدثین کما اذا اغتسل فلیس هذا التیمم الا قائما مقام الغسل فکما یرتفعان به فکذا بنائبه ولم نعرف من الشرع تیمما یطرؤ علی حدثین فیرفع احدهما ویذر الاخر والا لزم له اما تیمم اخر وهو باطل حتی عند الشافعیة کما قدمنا او الماء وهو الجمع بین البدل والمبدل الباطل باجماع الحنفیة فبلج الحق والحمد لله رب العلمین

فان قلت[٣٣٥٨] القیاس علی الغسل مع فارق وذلك لان ذا الحدثین اذا اغتسل فقد اتی بما امر به فی کل من الحدثین وهو اسالة الماء علی تلك الاعضاء وکذلك اذا تیمم فاقد الماء اما اذا وجد وضوءا فالتیمم انما یکون اتیا بما امر به للحدث الاکبر لا بما امر به للاصغر لانه قادر فیه علی الاصل فکیف یصیر الی البدل وبالجملة شرط التیمم العجز عن الماء وقد عجز فی الحدث الاکبر دون الاصغر فکان التیمم مجزئا عن ذلك لا عن هذا فافترق الحدثان بقاء وارتفاعا **اقول**[٣٣٥٩] هذا لوکان کل منهما مستبدا بحیاله ولیس کذلك فلیس الحدث الا اعتبارا شرعیا لاثار معلومة کمنع الصلاة وقد انطوی الاکبر علی جمیع اثار الاصغر فکلما منعه الاصغر منعه الاکبر بالاولی ولاعکس وارتفاع شیئ یوجب زوال جمیع اثاره وقد سلمتم ارتفاع الاکبر بهذا التیمم فیجب ارتفاع کل اثاره ومنها منع الصلاة فلزم اباحتها ولاتباح قط مع حدث فثبت ان هذا التیمم رفع کل حدث طرأ علیه **فان قلت**[٣٣٦٠] ارتفاع شیئ انما یوجب زوال اثاره من حیث هی اثاره ولاینافیه بقاء بعضها لمؤثر اخر کمن توضأ وفی فخذه نجاسة مانعة فلاشك ان قد صح وضوءه وزال المنع الذی کان من قبله مع ان المنع لاجل النجاسة بحاله کذا هنا ههنا حدثان قام احدهما باعضاء الوضوء والاخر بظاهر البدن طرا فیها مانعیتان وفی سائر الجسد مانعیة واحدة فاذا تیمم وهو واجد لماء الوضوء زالت من اعضاء الوضوء المانعیة الکبری لصحة مزیلها بوجود شرطه وهو العجز عن الماء الکافی للغسل وبقیت الصغری

لان المزيل لا صحة له بالنسبة اليها لفقد شرطه بالقدرة على الماء الكافى للوضوء وبه ظهر انه ليس كالتى وصفت انها حاضت واحتلمت وجومعت وامنت وكفاها غسل او تيمم واحد وكذا من احدث مرارا يكفيه وضوء واحد وذلك لان المزيل ليس فاقد الشرط بالنظر الى شیئ منها فازالها جميعا بخلاف ما نحن فيه وبه اتضح الفرق بين هذا وبين من ليس له الا الجنابة فانه ان وجد وضوء لا يتوضؤ لا زالة المانعية القائمة باعضاء الوضوء فانها ليست الا الكبرى وهى لا تتجزى بخلاف الصورة الاولى وبه تبين ان اليسر فيه الجمع بين البدلين بل توزيعهما على شيئين يمكن صرف الماء الى غسل النجس وتيمم للحدث بل كمن اطعم عن يمين وصام عن اخرى وبه استبان انه ليس عبثا ولا اضاعة ولا الاشتغال به سفها وليس كما قالوا من بقاء الحدث كما هو بل زال احدهما

اقول ٣٦١ ما امتنه من كلام لولا ان فيه ذهولا عن حديث منع الاستبداد فانك جعلتهما شيئين مستقلين عند الاجتماع مع ان المتقرر فى الشرع ان المتجانسين اذا اجتمعا ولم يختلف مقصودهما تداخلا وقد اعترفت به فى التى وصفت وفيمن احدث مرارا كان هنالك التداخل مع المساواة فان الكل فى رتبة واحدة فكيف واحدهما اكبر واقوى ومن كل وجه يتضمن الاخرى فالمحل جزء من المحل والمطهر بعض من المطهر والمقصود شقص من المقصود فكيف لا يلزم اندماج الصغرى فى الكبرى وان يكون الحكم لها فى امر الطهارة لا للصغرى فان التابع لا يفرد بحكم ويسقط اذا سقط المتبوع والشیئ اذا ابطل بطل ما فى ضمنه والمتضمن بالفتح لا تراعى له شروطه بل شروط متضمنه كل ذلك من القواعد الشرعية الا ترى ان المذى لا يطهر عن ثوب ولا بدن بفرك ولا يظهر له حكم مع المنى فيطهر به ويظهر به الجواب عن تواريد العلل هذا ما سمح به الجنان، تشحيذا للاذهان وحسبنا ان الحكم ما قدمنا من دلالة تمم وتصريحاتهم والله المستعان وبالله التوفيق والله تعالى اعلم۔

الافادة ١١ الآن حصحص الحق وكشف قناعه وظهر ان المسلك مسلك التاويل من تاويل الجماعة، بيد ان ههنا شبهات خطرت فخشيت ان تعتری قاصرا مثلى فيحتاج الى الجواب فاحببت الاسعاف بايرادها، وابانة سقوطها وفسادها، وبالله التوفيق

الشبهة الاولى ٣٦٢ ان الامام صدر الشريعة يقول اغتسل الجنب لم يصل الماء لمعة ظهره وفنى الماء واحدث حدثا يوجب الوضوء فتيمم لهما ثم وجد من الماء ما يكفيهما بطل تيممه فى حق كل منهما وان لم يكف لاحدهما بقى فى حقهما وان كفى لاحدهما بعينه غسله ويبقى التيمم فى حق الاخر وان كفى لكل منفردا غسل اللمعة الخ فالصورة الثالثة تشمل ما اذا كفى للوضوء دون اللمعة وقد حكم فيه ببطلان تيممه فى حق الحدث وايجاب

الوضوء والظاهر ان هذا انما يستقيم على ما قدم اول الباب من وجوب الوضوء على ذی حدثين وجد وضوء
فانه فرض فيه الحدث قبل التيمّم ثم اوجب الوضوء للحدث فاذن يكون التأويل توجيها للقول بما لا يرضى
به قائله بل [٣٢٣] يسری الشك الى الحكم المنقول فان صدر الشريعة غير متفرد به هذا الامام الجليل الاقدم ابو البركات
النسفی قال في الكافي جنب على بدنه لمعة احدث قبل ان يتيمم تيمم لهما واحدا فان وجد ما يكفی لاحدهما غير
عين صرفه الى اللمعة ويعيد التيمم للحدث عند محمد رحمه الله فما منشؤ اعادة تيمم الحدث الا ايجاب الوضوء له
مع كونه قبل تيمم الجنابة وابو يوسف وان خالف في الاعادة فلا لانه لا يوجب الوضوء في نفسه بل لعارض
وذلك ان امر الجنابة اغلظ فكان الماء مستحق الصرف اليها والمستحق لحاجة اهم كالمعدوم كما سيأتی عن الكافی
ان شاء الله تعالى في الرسالة التالية وهذا يفيد اتفاق الصاحبين رضی الله تعالى عنهما على وجوب الوضوء
لجنب احدث قبل التيمم لها مع ان المقرر فيما مر ان لا وضوء عليه الا اذا احدث بعد ما تيمم **ولعلك تقول**
اولا [٣٢٤] اين هذا من ذاك فانه كان ثمه واجد الماء الوضوء قبل التيمم للجنابة فكان ايجاب الوضوء ايجابه
على جنب لا يجد غسلا وهو خلاف المذهب اما ههنا فانما وجد بعد ما تيمم لهما والفرض انه لا يكفی
للمعة فكان تيممه لها بحاله فلم يعد جنبا وبالقدرة على الوضوء انتقض تيممه في حق الحدث لانه لا يكون
طهارة الا الى وجدان الماء فاذا وجد فقد فقد عاد محدثا والمحدث غير جنب اذا وجد وضوءا فلا شك
في وجوب الوضوء عليه الا ترى الى ما قدمت في الدليل الخامس عن البدائع يتوضؤ به لان هذا محدث
ليس بجنب عن الاول صار محدثا لا جنبا فيتوضؤ **وثانيا** [٣٢٥] لم يكن عليه وضوء لبقاء الحدث كما هو لوجود
الجنابة ولا تزول بالوضوء اما الان فقد زالت بالتيمم **وثالثا** [٣٢٦] لم يكن ماؤه مبيحا للصلاة لاجل الجنابة
والان يبيح **ورابعا** [٣٢٧] كان فيه الجمع بين البدلين في طهارة واحدة والان قد تمت الطهارة الاولى
بالتيمم بلا ماء وبعود الحدث بالقدرة على الماء دون الجنابة تتم هذه بالماء بلا تراب **وخامسا** [٣٢٨] قد علم
دوار في المتون وسائر كتب المذهب ان حدوث قدرة على الماء كحدوث حدث في نقض التيمم ولا شك
ان لو تيمم لهما ثم احدث فعليه الوضوء فكذا اذا قدر على ماء الوضوء فاني الابتناء على ما صدر عن الصدر
في صدر الباب **اقول** [٣٢٩] بلى فان مبنی كل ذلك على فرض انتقاض تيممه في حق الحدث برؤية الماء
وفيه النظر كيف ولو نقضه بقاء لمنعه ابتداء ومنعه ابتداء هو عين ما في صدر الباب خلاف ما عليه
النصوص والدلائل اما الملازمة فقد قال الامام ملك العلماء في البدائع الغراء الاصل فيه ان كل ما منع

وجوده التيمم نقض وجوده التيمم ومالا فلا اھ ومثله فی البحر والتنویر والدر وغیرھا من الاسفار الغرای كل مالا یمنع ابتداء لاینقض بقاء وینعكس بعكس النقیض الی قولنا كل ماینقض بقاء یمنع ابتداء فثبت المطلوب وبه علم ان الخامس ابین بطلانا وافصح بالبناء علی ذٰلك الحكم المحذور **الشبهة الثانیة** نصوا فیمن بقیت له لمعة واحدث بعد التیمم لها كما صرح فی اكثر الكتب وكذا ان احدث قبله كما صور بالوجهین فی بعضها ثم وجد الماء قبل التیمم للحدث ان كفی للمعة دون الوضوء غسلها وتیمم للحدث وكذا ان كفی لكل منهما لا علی التعیین لان الجنابة اغلظ فان خالف وتوضأ اعاد التیمم للمعة باتفاق الروایات وستأتی النصوص فالذی فی هذه الصور الثلاث لیس الا تلفیق الطهارتین والجمع بین البدلین حیث تطهر فی وقت واحد بالماء والتراب معا وكون الماء للجنابة والتراب للحدث لایمنع الجمع والا فلم منعتم ذا حدث ثان وجد وضوء عن الوضوء فانه ایضا لم یجمعا علی شیئ واحد بل كان التراب للجنابة والماء للحدث **الشبهة الثالثة** نصوا قاطبة فی صورتی كفایة الماء للمعة وحدها او لكل منفردا بوجوب استعماله فی اللمعة وانتقاض تیممه لها وانه یتیمم للحدث ومعلوم قطعا ان هذا الماء لم یكن محللا للصلاة فی الصورتین لبقاء الحدث والاحتیاج له الی التیمم فكان یجب ان لاینتقض تیممه لها لما مر من نصوص الائمة الجهابذة فی الدلیل السادس ان المراد فی الكریمة هو الماء الذی اذا استعمل ابیح الصلاة وهذا لیس به هذا تقریر الشبهات **واقول** فی الجواب بتوفیق الوهاب **اما الاخریان** ان كان الحدث فیهما بعد التیمم للجنابة فالجواب واضح لانه اذن مستبد قطعا لایصلح للاندراج لارتفاع الجنابة بالتیمم فكیف یندرج الموجود فی المرفوع ولذا اجمعت الائمة انه اذا احدث بعد تطهیر الجنابة بالغسل او بالتیمم ووجد وضوء یجب علیه الوضوء فاذ لم یندرج فیها لم یكن الجمع بین البدلین فی طهارة واحدة بل طهارتین كمن اجنب ولم یجد غسلا فتیمم فاحدث ووجد وضوء فتوضأ ولا یرد ذو الحدثین لاجل الاندراج فیكون جمعا فی طهارة واحدة وكذٰلك المراد بالاباحة الاباحة من جهة ازالة مانعیة لاقاها وان بقی المنع من جهة اخری كما سبق فی من توضأ وعلی فخذه نجس مانع ولا یرد ذو الحدثین فلیس به مانعیتان ووضوؤه یزیل احدهما ان بقیت الاخری بل مانعیة واحدة لاندراج الصغری فی الكبری فاذ لم یكف للكبری لم یكن محللا للصلاة اصلا ولو كان یكفی للصغری **واما ان كان الحدث فیهما قبل التیمم** كما فی الشبهة الاولی **فاقول** الجواب عنها جمیعا فی نحو واحد ان شاء الله العزیز الواجد الماجد وقد لوحنا الیه فی الافادة العاشرة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وذلك ان الحدث له معنيان كما قدمنا فى الطرس المعدل احدهما نجاسة حكمية تحل بسطوح الاعضاء الظاهرة التى يلحقها حكم التطهير حلول سريان والسطح ممتد منقسم طولا وعرضا فبانقسامها تنقسم النجاسة الحالة بها فعن هذا يسقط الفرض عما اصابه الماء مع بقاء النجاسة فى الباقى والأخر وصف للمكلف وهو تلبسه بها فيبقى ما دام ذرة منها وهذا هو الحدث الذى لا يتجزى واذ كان الاول متجزيا ينقسم الى قسمين شامل ومقتصر فالشمول فى الجنابة ما لم يمس ماء والاقتصار اذا غسل بعض البدن فان النجاسة الحكمية تزول من المغسول وتبقى فى غيره والحدث الاصغر لا يعتبر فى غير الاعضاء الاربعة فان كانت الكبرى شاملة وجب الاندراج لعمومها تلك الاعضاء ايضا وان كانت مقتصرة لم يلزم كان تكون الجنابة فى غيرهن وفيهن الحدث ولا يكون الا بان يتوضأ الجنب او يمر الماء على اعضاء وضوئه وتبقى لمعة فى غيرهن ثم يحدث فيعتريهن الحدث فح لا وجه للاندراج لتباين المحل والى هذا اشرت بقولى فى المندرج المحل جزء من المحل والمطهر بعض من المطهر وهذا هو مرادهم ههنا كما دل عليه قول الامام صدر الشريعة ولم يصل الماء لمعة ظهره خص الظهر بالذكر ليفيد ان الكبرى فى غير محل الصغرى فلا يصح الاندراج الا ترى ان ذا الجنابة الشاملة والحدث اذا اغتسل كفاه عن الوضوء وان لم يجد ماء لغسله فتيمم كفاه ايضا اما صاحب المقتصرة فى غير اعضاء الوضوء والحدث كمن اغتسل وبقيت ظهره مثلا ثم احدث فهذا اذا غسل ظهره ثم غسله وخرج عن الجنابة لكن لا يكفيه غسله ظهره عن الوضوء بل يجب عليه ان يتوضأ او يتيمم للحدث ان لم يجد له الماء وما هو الا لعدم اندراج الصغرى فى تلك المقتصرة الكبرى **فان قلت**[٣٣٤٥] هذا فى الماء فانه ايضا مطهر مقتصر على ما يصيب بخلاف التيمم فانه يعم جميع البدن كالغسل **اقول**[٣٣٤٦] نعم يعم البدن لكن عمله فى الحدث هو الرفع لا التغيير عن صفته حتى يجعل المندرج غير مندرج او بالعكس بل انما يرفعه على ما هو عليه من الحال ان مندرجا فمندرجا ومستبدا فمستبدا فاذا اغتسل وبقيت لمعة فى ظهره ثم احدث فتيمم لهما ازالهما مغيين الى وجدان الماء وهذه ثمرة عمومه الا ان يدرج نجاسة حكمية قائمة بالاعضاء الاربعة فى نجاسة اخرى قائمة بالظهر فتبقى كل منهما تنتظر الماء الكافى لها بحيالها فاذا وجد وضوءً وجب عليه الوضوء ولو وجده قبل هذا التيمم لمنعه التيمم للحدث لان كل ناقض بقاء مانع ابتداء ويكون الماء محللا للصلاة بالنظر الى هذا المستقل المستبد الغير المنظور فيه الى الأخر ولم يجتمع الماء والتراب على طهارة بل توزعا على طهارتين مستقلتين فانحلت الشبهات جميعا والحمد لله

رب العلمين وصلى الله تعالى على سيدنا ومولنا محمد واله وصحبه اجمعين **اقول** ومن ههنا ظهر لله الحمد ان من اجنب فتيمم فاحدث فتوضأ فمر بنهر وقدر على الاغتسال فلم يغتسل عاد جنبا غير محدث بالحدث الاصغر لان الجنابة انما تعود فيما لم يصبه الماء من اعضائه وبوضوئه السابق مر الماء على اعضاء الوضوء فلا تعود اليها الجنابة الا بسبب جديد كما بينا فى الافادة الاولى ونقلنا التنصيص به عن الغنية والبدائع فهذا ان احدث ولو قبل التيمم للجنابة العائدة ووجد وضوءا وجب عليه الوضوء قطعا لان هذا حدث طرء على طهر فينقضه ولا يكفيه تيممه الاول لان الجنابة مقتصرة فى غير اعضاء الوضوء فلم يندرج الحدث فيه وبقى مستقلا بحياله نعم يرتفع بتيممه للجنابة العائدة ان لو كان عاجزا عن الوضوء ايضا لان التيمم وان كان للجنابة قد ظهر يعم البدن فاذا وجد شرطه وهو العجز عن الماء فى اعضاء الوضوء ايضا طهرها ايضا اما وهو قادر على الوضوء فلا لفقد الشرط وبالجملة اذا استقل الحدث ثان فالتيمم لهما وان كان واحدا بالصورة فتيممان معنى ينظر فى كل منهما الى شرطه فحيث تحقق يصح فى حقه وحيث لا لا بخلاف تيمم جنب ذى حدث مندرج فانه تيمم واحد صورة ومعنى لاجل الاندراج وهنا لا اندراج الا ترى الى ما قدمنا عن الكافى الان من ايجاب الوضوء عليه اذا وجد ماء كافيا له باتفاق الامامين وان قال الامام الثانى بقصر حكم الوضوء عنه لعارض وسيجئ فى الرسالة التالية ان الاصح قول محمد وهذه عين الجزئية المطلوبة فانه جنب ذو لمعة وقد احدث قبل التيمم لها فوجب الوضوء عليه وكذلك هو مفاد المنية على نسخة المتن كما قدمنا وكذلك نص عليه فى شرح الوقاية كما تقدم وقد اقر المحشون والناظرون ولم يستشكله احد كما استشكلوا جميعا قوله فى صدر الباب وما هو الا ان ما هنا فى حدث مستقل فلا يحوم حول ايجاب الوضوء فيه شبهة ولا ارتياب وهنا تعود جميع الابحاث التى اوردناها فى الافادة العاشرة على طريقة السؤال ودفعناها بعدم الاستقلال فترد الان ولا مرد لشئ منها ولا زوال ورحم الله الفاضل البرجندى والعلماء جميعا اذ صور وجود الجنابة من دون حدث بثلاث صور اولها هذه ولما اتى على استظهار عدم وجوب الوضوء خص الكلام بالاخريين وجعل هذه بمعزل عنه كما نقلنا كلامه اخر الدلائل وتممته فى الاشكال الخامس لان هذه لا ريب فيها فى وجوب الوضوء نعم لو تيمم ثم احدث ولم يتوضأ ثم مر بماء وجاوزه فهذا ان وجد وضوءا لا وضوء عليه سواء احدث اولم يحدث لان الحدث بعد ما كان مستقلا صار مندرجا لعود الجنابة الى اعضاء الوضوء

وكذا كل حدث يحدث بعده مالم يحدث بعده رفع الجنابة العائدة عن اعضاء الوضوء بعضا او كلا بماء او تراب فظهر ان ما وقع فى مسألة الجنب المذكورة فى الخانية الشريفة من قوله احدث ولم يحدث سبق قلم من الامام الاجل فقيه النفس رحمه الله تعالى رحمة واسعة ورحمنا به فى الدنيا والاخرة امين ولا غرو فلكل جواد كبوة، ولكل صارم نبوة، ولا عصمة الا لكلام الالوهية ثم النبوة، والمسألة قد ذكرها الامام محمد رضى الله تعالى عنه فى كتاب الاصل لم يذكر فيه احدث ولم يحدث وهكذا اثره فى الخلاصة اذ قال رجل تيمم للجنابة وصلى ثم احدث ومعه من الماء قدر ما يتوضوء به يتوضوء به لصلاة اخرى فان توضأ به ولبس خفيه ثم مر بالماء ولم يغتسل حتى صار عادم الماء ثم حضرت الصلاة ومعه من الماء قدر ما يتوضوء به فانه يتيمم ولا يتوضوء فان تيمم ثم حضرت الصلاة الاخرى وقد سبقه الحدث فانه يتوضوء به وينزع خفيه وان لم يكن مر بماء قبل ذلك مسح على خفيه الكل فى الاصل اهـ هذا ما عندى والعلم بالحق عند ربى انه بكل شئ عليم **الافادة ١٢**:- تقريرى هذا فتح ولله الحمد بابا اخر للتاويل **فاقول** معنى على معناها ولا ننصرف فى شئ من الالفاظ ونقول الجنابة اذا شملت لم يظهر معها حدث بل اندمج فيها واستهلك كالمذى فى المنى فى حكم الطهارة فمعيتهما لا تكون الا باستقلالهما وذلك فى جنابة مقتصرة لا تشتمل محل الحدث طرا ولا يكون الا بان يتوضأ بعد الجنابة كلا او بعضا ثم يحدث كما تقدم والفرض ان الماء يكفى للحدث لا للجنابة فيجب ان تكون الجنابة فى محل اكبر من اعضاء الوضوء وحينئذ لا شك انه اذا وجد وضوءا يجب عليه الوضوء بالاتفاق لان تيممه يكون للجنابة خاصة ولا يرفع الحدث لكونه مستبدا بالحكم والماء كاف له والحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه، وصلى الله تعالى على سيدنا ومولىنا محمد واله وذويه، امين فظهر ان معنى كلام الامام ان المحدث على ثلثة انواع الاول من به جنابة وحدها سواء لم يكن معها حدث اصلا كما هو تصويره او كان وهو مغمور مستهلك فيها كجنب لم يمس ماء او غسل بدنه ماعدا اعضاء الوضوء او غسل غيرها وغير حصة اخرى ثم احدث فى الكل قبل ان يتطهر لها والثانى من به جنابة معها حدث كجنب توضأ او غسل بعض اعضاء وضوئه فقط او مع غيرها من سائر البدن كلا او بعضا ثم احدث قبل التيمم لها او فعل ذلك وفقد الماء وتيمم لها ثم احدث ثم مر بما يكفى لها فلم يغتسل والثالث من به حدث وحده ولنذكر احكامها اما القسم الاول (اذا كان الجنب) المتفرد بالجنابة بدليل المقابلة (ربما يكفى للوضوء لا للغسل) اى ازالة الجنابة الشاملة كما فى الصورة الاولى

او غیرھا کما فی الاخیرتین فانہ (بتیمّم لا یجب علیہ التوضی عندنا) اذ لاحدث معہ یستقل بحکم والفرض انہ لا یخرجہ عن جنابتہ فکان وجودہ وعدمہ سواء (خلافا للشافعی) رضی اللہ تعالٰی عنہ لما علمت و(اما) القسم الثانی (اذا کان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء) مستبد بالحکم (فانہ یجب علیہ الوضوء) قطعا لان حدثہ مستقل وقد قدر علی ماء یکفی لازالتہ ولا یکفیہ التیمم (فا)ن التیمم الذی یفعلہ انما یکون (للجنابۃ) خاصۃ لعدم الاندراج فیلزم الوضوء (بلا اتفاق و) اما القسم الثالث (اذا کان للحدث) المتفرد بالحدث (ماء یکفی لغسل بعض اعضائہ فالخلاف) بیننا وبین الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ (ثابت ایضا) فی وجوب صرف ذلک الماء وعدمہ وھذا کما تری بحمد اللہ تعالٰی الحق باسم الشرح من اسم التاویل اذ لیس فیہ صرف لفظ عن معناہ اصلا وانا اجعلہ ھدیۃ لروح الامام صدر الشریعۃ جعلہ اللہ تعالٰی لاصلاح احوالی ومغفرۃ ذنوبی ذریعۃ انہ ھو الرؤف الرحیم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم والحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وذویہ آمین

خلاصۂ تحقیقات

ان چند مسائل سے واضح **تنبیہ** ان مسائل میں ہم جہاں جنابت کا لفظ لکھیں گے اُس سے مراد حدث اکبر ہے یعنی جس سے نہانا واجب ہوتا ہے خواہ جنابت ہو یا انقطاع حیض و نفاس اور لفظ حدث سے خاص حدث اصغر مراد ہے یعنی جس سے صرف وضو واجب ہوتا ہے ۳۲۸۳ **اقول** وباللہ التوفیق

مسئلہ (۱) جنابت باقی ہونے کی حالت میں جب حدث پایا جائے (خواہ جنابت سے پہلے کا ہو جیسے سوکر اُٹھا اور نہانے کی حاجت پائی بلکہ یہ صورت ہر انزال میں ہے کہ اُس سے پہلے خروج مذی ہے یونہیں غیبوبت حشفہ سے پہلے مباشرت فاحشہ یا اُس سے بعد کا جیسے جماع کے بعد پیشاب کیا یا اُسکے ساتھ کا جیسے جنابت کیلئے تیمم کیا پھر حدث ہوا وضو کیا پھر پیشاب کو بیٹھا اور اُسکا پہلا قطرہ نکلنے کے ساتھ قابل غسل پانی موجود ہونے کا علم ہوا یا عورت کو پہلی ہی بار دس دن دو منٹ خون آیا تو جس وقت دس رات دن کے گھنٹے منٹ ختم ہوئے وہی وقت اُسکے انقطاع حیض اور اُسپر وجوب غسل کا تھا اور ساتھ ہی ہنوز جریان خون باقی ہے اب یہ استحاضہ اور حدث اصغر ہے اگرچہ یہاں معیت بمعنی اتصال حقیقی ہے کہ ایک آن کا بھی فاصلہ نہیں بلکہ ایک ہی آن فصل مشترک ہے کہ اُسپر حیض ختم اور اُسی سے استحاضہ شروع) بالجملہ جب حدث و جنابت ایک وقت میں جمع ہوں اگرچہ اُنکے حدوث میں تقدم تاخر معیت کچھ بھی ہو اسکی دو قسمیں ہیں **اول** کُل یا بعض اعضائے وضو جتنی جگہ حدث ہے جنابت اُس سب جگہ کو محیط ہو حدث کا کوئی حصہ محل جنابت سے باہر نہ ہو عام ازیں کہ جنابت بھی صرف اُتنی ہی جگہ ہو یا اُسکے علاوہ اور بھی ہے نے اسکا نام محفوظ

له هذا على التعليل وان جعلنا الفاء للتفريع امكن تعلق قوله بلا اتفاق بما يليه على معنى ... التيمم عن الوضوء فيكون الحكم ايجاب الوضوء عليه فاذا توضأ فالتيمم الذي يفعله بعد يقع للجنابة بلا اتفاق لارتفاع الحدث بالوضوء ونفاد الماء بعده ولكن الاول هو الاولى

خلاصۂ تحقیقات

تنبیہ

مسئلہ ١

مندرج یا مندمج رکھا اسکی بارہ صورتیں ہیں کہ اگر حدث کُل اعضائے وضو میں ہے تو جنابت بھی کُل میں ہے یا حدث بعض میں ہے تو جنابت کُل یا اعضائے وضو یا اُس بعض یا اُسکے ساتھ بعض باقی کے بھی ایک حصہ میں ہے یہ چار شکلیں ہوئیں اور ہر شکل پر ممکن کہ جنابت صرف اسی میں ہو یا اسکے ساتھ باقی بدن کے بعض یا کُل میں بھی تو بارہ صورتیں ہوگئیں مثلاً (۱) جنب محدث نے وضو نہ کیا باقی کُل بدن دُھولیا کہ حدث وجنابت صرف کُل اعضائے وضو میں ہیں یا باقی بعض بدن دھویا کہ حدث کُل اعضائے وضو اور جنابت انکے ساتھ باقی بدن کے بھی بعض میں ہے یا اصلا پانی نہ چھوا کہ حدث اُس کل اور جنابت سارے بدن میں ہے (۲) محدث نے بعض اعضائے وضو دھولیے کہ حدث بعض میں رہا پھر بلا حدث جنابت ہوئی جسکی تصویر اوپر گزری اب یہ جنابت کُل اعضائے وضو میں ہے اور وہی صورتیں ہیں کہ باقی بدن کُل یا بعض دُھولیا یا کچھ نہیں (۳) جنب محدث نے بعض اعضائے وضو دھولیے اور باقی بدن کُل یا بعض یا کچھ نہیں (۴) محدث نے مثلاً دو عضو وضو دھولیے پھر جنابت بے حدث ہوئی اور اُن دو میں کا ایک ہی دُھویا کہ حدث دو عضو باقی میں ہے اور جنابت اُن دو اور انکے سوا تیسرے میں بھی اور باقی بدن کُل یا بعض دھویا یا کچھ نہیں **تنبیہ اقول** اندماج حدث کی چھ صورتیں جن میں جنابت اعضائے وضو میں محل حدث سے زائد میں ہے یعنی ۴-۵-۶-۱۰-۱۱-۱۲ اُسی حالت میں ممکن ہیں کہ جنابت حدث کے بعد ہو کہ یہاں یہ درکار کہ اعضائے وضو میں بعض جگہ حدث نہ ہو اور جنابت ہو اگر حدث متاخر ہوا تو اس بعض سے اُسکا ارتفاع دُھونے ہی سے ہوگا اور دُھونا جنابت کو بھی زائل کردیگا ہاں باقی چھ میں حدث وجنابت کا تقدم وتاخر دونوں ممکن ولہذا ہمنے اُن میں جنب محدث کہا کہ ہر صورت کو محتمل رہے وباللہ التوفیق

دوم حدث کُل یا بعض محل جنابت سے جدا ہو اسے حدث مستقل یا مستبد کہیے اسکی دس صورتیں ہیں کہ حدث کُل یا بعض اعضائے وضو جتنی جگہ میں ہو جنابت اُس جگہ کے بعض میں ہو یا اعضائے وضو میں اصلا نہ ہو یہ بھی چار شکلیں ہوئیں مگر پہلی بدستور ثلاثی ہیں اور دو پچھلی کہ اعضائے وضو میں اصلا نہ ہو ثنائی کہ باقی بدن کے بعض یا کُل کے سوا بالکل نہ ہونے کا احتمال نہیں کہ کلام اجتماع جنابت وحدث میں ہے لہذا یہ دس ہی صورتیں رہیں مثلاً (۱) جنب نے صرف بعض اعضائے وضو یا اُسکے ساتھ باقی کل یا بعض بدن دُھولیا پھر حدث ہوا کہ یہ کُل اعضائے وضو میں ہے (۲) جنب نے صرف پورا وضو کیا یا باقی بدن کا بھی ایک حصہ دُھویا پھر حدث ہوا (۳) جنب نے فقط ہاتھ یا غیر اعضائے وضو کا کُل یا بعض بھی دھویا پھر حدث ہوا اور پاؤں دُھوئے کہ پاؤں سے جنابت وحدث دونوں زائل ہوگئے اور حدث باقی تین اعضا میں ہے اور جنابت اُن میں سے صرف دو میں کہ بعد جنابت ہاتھ دھو چکا ہے (۴) جنب نے فقط وضو یا باقی بدن کا بھی بعض دُھویا پھر حدث ہوا اور بعض اعضائے وضو دھوئے **اقول** یہاں کلیہ یہ ہے کہ جنابت کے بعد جو عضو وضو دُھل چکا اُس میں حدث

مسئلہ ۱ حدث مندرج یا مندمج جنابت کی بارہ صورتیں ہیں

مسئلہ ۲ ان بارہ میں سے چھ صورتیں جن میں جنابت اعضائے وضو میں محل حدث سے زائد ہے اسی حالت میں ممکن ہیں کہ جنابت حدث کے بعد ہو اور باقی چھ میں دونوں کا تقدم و تاخر ممکن ہے

مسئلہ ۳ حدث مستقل کہ محل جنابت سے جدا ہو اسکی دس صورتیں ہیں

مسئلہ ۴ حدث مستقل کا ضابطہ کلیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مستقل ہے خواہ جمیع اعضائے وضو ہون کہ اسوقت پورا حدث مستقل ہوگا جیسے ۴، ۵، ۹، ۱۰ مین یا بعض اسوقت بھی
حدث مستقل ہوگا جو اس بعض مین ہے باقی بدستور تبع جنابت رہیگا جیسا باقی ۹ مین۔ واللہ تعالٰی اعلم **تنبیہ اقول** [۱۲۴]
استقلال حدث نہین ہوتا مگر جبکہ حدث جنابت کے بعد ہو کہ یہان یہ درکار کہ جنابت محل حدث مین اصلاً نہ ہو یا ہو تو اُسکے
بعض مین ہو اگر حدث پہلے ہو تو یہ ناممکن ہے کہ جنابت لاحقہ کل یا بعض محل حدث سے بے دھوئے زائل ہو جائے گی اور دھونا
حدث سابق کو بھی زائل کر دیگا **ثم اقول** [۱۲۵] تفصیل مقام یہ ہے کہ یہان چونتیس [۳۴] احتمال عقلی ہین کہ حدث اگر کل اعضائے
وضو مین ہے تو جنابت کل [۱] یا بعض [۲] مین ہو یا اُن مین کہین نہین [۳] اور اگر حدث بعض مین ہے تو جنابت کل اعضائے وضو [۴] یا اُسی
حدث والے بعض کے کل [۵] یا بعض [۶] یا بعض دیگر کے کل [۷] یا بعض [۸] یا بعض اول کے کل اور دیگر کے بعض [۹] یا بالعکس [۱۰] یا دونون بعضون
کے بعض [۱۱] یا کسی [۱۲] مین نہین۔ یہ بارہ شکلین ہوئین جن مین سوم و دوازدہم بوجہ مذکور ثنائی ہین اور باقی دس ثلاثی۔ ان مین بارہ
صورتین کہ جنابت بعض دیگر کے کل یا بعض مین ہو خواہ تنہا یا بعض حدثی کے بعض کے ساتھ کہ ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ مین اور
ہر ایک ثلاثی محال ہین کہ ان سب صورتون کا حاصل یہ ہوا کہ اعضائے وضو کا دوسرا حصہ جسے بعض دیگر کہا تھا حدث سے
بالکل خالی ہے اور اُسکے کل یا بعض مین جنابت ہے اور پہلے حصے کے کل مین حدث ہے اور اُس مین جنابت اصلاً نہین
یا بعض مین ہے اب اگر جنابت پہلے ہے اُسکے بعد حدث ہوا تو دوسرا حصہ بے پورا دھوئے حدث سے کیونکر خالی ہو سکتا ہے
اور جب دھو یا جائیگا جنابت کو بھی رفع کر دیگا اُسکے کل یا بعض مین کیسے رہ سکتی ہے اور اگر حدث پہلے ہے اُسکے بعد جنابت
ہوئی تو پہلے حصے کا جبتک کل یا بعض نہ دھویا گیا اُس سے جنابت کیونکر اُٹھی اور اگر دھو یا گیا تو کل یا بعض
سے حدث بھی دھل گیا اُسکے کل مین کیسے رہ سکتا ہے اور اگر حدث و جنابت ساتھ ہون تو دونون استحالے ہین لہٰذا ان
۳۴ مین سے ۲۲ ہی رہین ۱۲ مندرج۔ ۱۰ مستقل **مسئلہ ۲** ـ حدث مندرج کوئی حکم جداگانہ نہین رکھتا جنابت کے
اندر مستہلک و مستغرق ہو جاتا ہے جیسے منی مین مذی۔ اسکی ۱۲ صورتون سے ۱، ۲ جن مین جنابت و حدث باہم منطبق ہین ایک
دوسرے سے باہر نہین یہ تو حاجت بیان سے مستغنی ہین کہ پانی پہلی صورت مین وضو یا ساتوین مین تکمیل وضو کو کافی ملا
تو ضرور استعمال کریگا اُسی مین جنابت و حدث دونون زائل ہو جائین گے۔ نہ ملا نہ کریگا دونون رہین گے ہان باقی
دس صورتون مین اندراج کا اثر ان احکام سے ظاہر ہوگا **مسئلہ ۳** ـ صورت سوم مین کہ پورا نہانا درکار ہے
اور کل اعضائے وضو مین حدث ہے جو وضو کے کامل چاہتا اگر نہانے پر قادر نہ ہو کہ پانی اتنا نہین یا نہانا مضر ہے یا نہانے
تو نماز کا وقت جاتا ہے اور وضو کے لیے کافی پانی موجود ہے اور اُس سے ضرر بھی نہین اور وقت مین بھی اُسکی گنجائش
ہے بااینہمہ وضو نہ کرے صرف تیمم کافی ہے کہ یہ حدث کوئی حکم مستقل نہین رکھتا **مسئلہ ۴** یونہی صورت ۲ مین

مسئلہ ۱ حدث مستقل جبھی ہوگا کہ بعد جنابت ہو
مسئلہ ۲

کہ غسل کامل درکار ہے اور حدث صرف بعض اعضائے وضو میں کہ فقط تکمیل وضو چاہتا۔ ممکن کہ اُسکے لیے ایک ہی چلو درکار ہوتا اگرچہ اتنے پانی پر قادر نہ ہو جب بھی استعمال نہ کرے صرف تیمم پر قانع ہو **مسئلہ ۵** یونہی صورت ۹ و ۱۲ میں کہ حدث اگر چاہتا تو تکمیل وضو لیکن جنابت اعضائے وضو کا ایک حصہ اور رکھتی۔ علاوہ سارا بدن دھوتا مانگتی ہے اگر انھیں وجوہ سے اسپر قدرت نہ ہو اور تکمیل وضو کو پانی حاضر اور اُسپر قادر جب بھی صرف تیمم کرے۔ غرض تضاعیف ہو کی چاروں صورتیں ایک حکم رکھتی ہیں **مسئلہ ۶** باقی چھ صورتوں ۲-۴-۵-۸-۱۰-۱۱ میں جنابت کیلئے جتنا دھونا درکار ہے اگر اُسکے لیے پانی یا وقت نہیں اور حدث کہ دوم میں وضو باقیوں میں تکمیل چاہتا اُسکے لیے پانی اور وقت کافی موجود ہیں اور یہ اُسیوقت ہوگا کہ مطلوب جنابت مطلوب حدث سے زیادت معتد بہا رکھتا ہو جب تو ان چھ کا بھی وہی حکم ہے کہ وضو و تکمیل کی حاجت نہیں تیمم کرے ولا یلزم فیہا ولا فی الصور تین ۹ و ۱۲ تلفیق الطہارتین من ماء و تراب بل یسقط ما تقدم ویکون مؤدیا بالتیمم فقط لما قدمنا عن الامام العینی فی الدلیل الاول **مسئلہ ۷** ان ۶ صور میں مطلوب جنابت سے عجز بوجہ ضرر ہو تو ظاہر اصورت چہارم و دہم میں متوقع نہیں کہ اس میں سے ایک حصہ پہلے بوجہ حدث دھو چکا تھا اور باقی کے دھونے پر قدرت اب مفروض ہی کہ مطلوب حدث کے لیے پانی پایا اور اُس کے دھونے پر قادر ہی تو عجز کہیں نہ ہوا لہذا ضرور ہے کہ صورت چہارم میں پورا وضو اور دہم میں جسقدر مطلوب جنابت ہو بجالائے یہاں اگرچہ وضو یا تکمیل وضو کا حکم ہوا مگر نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے ہاں اگر فرض کیجیے کہ اتنی دیر میں اُس حصہ اعضائے وضو میں ضرر پیدا ہو گیا جتنا مطلوب جنابت میں مطلوب حدث سے زائد ہی تو تیمم کی اجازت اب بھی نہیں ہو سکتی کہ یہ حصہ سارے بدن کے لحاظ سے بہت کم ہی اور غسل میں جب محل ضرر غیر محل ضرر سے کم ہو یہ جائز نہیں کہ غیر محل ضرر کو دھوئے اور باقی کے لیے تیمم کرے فانہ ھو التلفیق الممنوع ولا امکان لسقوط ما تقدم لعدم قیام التیمم مقامہ لانفقاد شرطہ العجز بلکہ محل ضرر پر مسح کرے باقی دھوئے۔ یہی حکم یہاں ہے بہرحال حدث کے لیے وضو یا تکمیل یہاں بھی نہیں **مسئلہ ۸** باقی چار صورتوں ۲-۵-۸-۱۱ میں کہ تین کے فصل متوالی سے ہیں نظر کیجائے کہ جتنا بدن دھو چکا اور باقی میں سے جتنے کے دھونے پر قدرت ہی یہ مجموعہ زائد ہے یا اُسکے علاوہ وہ اب جو جنابت کیلئے دھونا ہے وہ زیادہ ہی بر تقدیر اول محل ضرر پر مسح کرے اور جو باقی رہ جائے اُسے دھوئے اور بر تقدیر دوم تیمم۔ وضو و تکمیل بوجہ حدث یہاں بھی نہیں۔ اسکی تفصیل یہ ہی کہ اعضائے وضو کل یا بعض جسقدر حدث میں نہ دھوئے گئے کہ انکا نام مطلوب حدث ہی انکے دھونے پر قدرت تو مانی ہوئی ہے کما تقدم اور جتنا بدن بعد جنابت دُھل چکا اُسکا کام بھی فارغ ہو گیا اس مجموعہ کا نام مقدور رکھیے اور مطلوب حدث کے علاوہ جتنا مطلوب جنابت یعنی اُس میں دھونا اب درکار ہی اسے دوسرا فریق

دیکھیے ان میں کمی بیشی کی نسبت دیکھی جائے صورت دوم میں تمام اعضائے وضو اور بعض باقی بدن مطلوب جنابت تھی یہ فریق دیگر ہوا اور تمام اعضائے وضو مطلوب حدث تھا اور بعض دیگر باقی بدن دھل چکا یہ فریق اول تمام اعضائے وضو دونوں فریقین میں مشترک ہیں مشترک ساقط کر کے باقی بدن کے دونوں حصوں میں نسبت دیکھی جائے جو دھل چکا وہ زیادہ ہے تو وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے اور باقی بدن سے جتنا نہ دھلا تھا اُسپر مسح کرے اور اگر جتنا نہ دھلا تھا وہ زیادہ ہے تو تیمم **مسئلہ ۹** [٣٣٩٣] یونہیں صورت ہشتم میں بعض اعضائے وضو تو جنابت وحدث دونوں سے دُھل چکے تھے اور بعض کہ باقی تھے مطلوب حدث ومطلوب جنابت دونوں میں مشترک تھے لہذا باقی ہی بدن کے دونوں حصہ مغسول وغیر مغسول میں نسبت ملحوظ ہوگی مغسول زیادہ ہے تو تکمیل وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کیلیے اور باقی مطلوب جنابت پر مسح اور غیر مغسول زیادہ ہے تو تیمم

مسئلہ ۱۰ [٣٣٩٤] صورت نہم میں مطلوب حدث بعض اعضائے وضو ہیں اور مطلوب جنابت میں کل تو وہ اعضائے وضو کہ حدث میں نہ دُھلے تھے بوجہ اشتراک ساقط ہوئے اور جتنے دُھل چکے تھے مقدور میں شامل ہونگے تو مغسول حدث اور باقی بدن سے مغسول سابق یہ دونوں ایک فریق ہوئے اور باقی بدن کا غیر مغسول دوسرا فریق اگر فریق اول زائد ہے وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے اور باقی مطلوب جنابت پر مسح اور اگر دوم زائد ہے تیمم۔ ہاں اگر اتنی دیر میں مغسول حدث میں ضرر پیدا ہو گیا تو یہ فریق دوم میں شامل ہوگا اب اگر پہلا فریق زائد ہو تو اعضائے وضو سے جسقدر حدث میں نہ دُھلے تھے اب دھوئے بغرض جنابت نہ بوجہ حدث اور جتنے دُھل چکے تھے اُنپر اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح۔ اور دوسرا فریق زیادہ ہو تو تیمم **مسئلہ ۱۱** [٣٣٩٥] صورت ۱۱ میں مطلوب حدث کہ بعض اعضائے وضو ہیں سب زیادت داخل مطلوب جنابت ہیں تو مطلوب حدث مشترک ہو کر ساقط ہوا اور مغسول حدث بدستور شامل مقدور تو وہ اور باقی بدن کا مغسول پہلا فریق ہے اور غیر مغسول دوسرا اگر فریق اول زائد ہے جتنے اعضائے وضو جنابت میں نہ دُھلے اُنھیں جنابت کے لیے دھوئے اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح اور فریق دوم زیادہ ہے تو تیمم مگر یہ کہ مغسول حدث کا جتنا ٹکڑا جنابت میں نہ دھلا اُس میں ضرر تازہ پیدا ہوا تو وہ بھی فریق دوم میں شامل ہوگا اگر فریق اول زیادہ ہو اس ٹکڑے اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح کرے اور مطلوب حدث بغرض جنابت دھوئے ورنہ تیمم **تنبیہ** یہ نسبتیں اُسی تقدیر پر ہیں کہ حصہ مقدور کے علاوہ باقی تمام حصے میں ضرر ہو ورنہ اُس میں بھی جتنے میں ضرر نہیں شامل مقدور ہوگا **تنبیہ** جتنے حصہ میں فی نفسہ ضرر نہ ہو مگر اُسکے دھونے سے پانی وہاں تک پہنچنا لازم ہو جسمیں ضرر ہے تو وہ بھی غیر مقدور ہے کما نصوا علیہ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۲ [٣٣٩٦] جسطرح ابتداء میں اس حدث کے قابل پانی موجود ہونا تیمم کو مانع نہیں یونہیں اگر پانی اصلا نہ تھا اور تیمم کر لیا کہ جنابت وحدث دونوں کو رفع کر گیا اب پانی اتنا ملا کہ اُس حدث کو

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کافی ہے جب بھی اُسکے استعمال کی حاجت نہیں یہ تیمم حدث کے حق میں بھی نہ ٹوٹیگا کہ حدث کا کوئی حکم نہ تھا تیمم جنابت کا تھا اور اُسکے قابل پانی نہیں بتفضلہ عزوجل یہ تمام احکام ومسائل وتفصیلات جلائل اس فتاوے کے خصائص سے ہیں اسکے غیر میں نہ ملیں گے ذکرنا ھا تفقھا ونرجو من ربنا اصابۃ الصواب والحمد للہ العزیز الوھاب وصلی اللہ تعالٰی علی السید الاواب والہ وصحبہ وامتہ الی یوم الحساب **مسئلہ ۱۳** ۔ حدث مستقل ہو اُسکے لیے تیمم میں خاص اُس پانی سے عجز دیکھا جائیگا جو اُسکے لیے کافی ہو مطلوب جنابت سے عجز اُسکے لیے تیمم جائز نہ کریگا مثلاً استقلال کی صورت نہم میں جنب نے وضو کیا پھر حدث ہوا پھر سارا وضو کیا مگر ایک اُنگلی کی ایک پور چھوڑ دی کہ اب جنابت کے لیے اتنا پانی درکار رہی جو اعضائے وضو کے علاوہ جمیع بدن کو کافی ہو اور حدث کے لیے صرف اس پور کو اب اس نے اگر صرف اتنا پانی پایا کہ اس پور کو دھو سکے تو یہ خیال نہ کرے کہ اُس سارے بدن کے لیے تو تیمم کرنا ہے ایک پور دھونا کیا ضرور ایسا کریگا تو تیمم کافی نہ ہوگا نماز نہ ہوگی بلکہ ضرور ہے کہ اس پور کو دھولے کہ حدث مستقل سے فارغ ہوجائے جنابت کے لیے تیمم کرے **مسئلہ ۱۴** ۔ اگر جنابت وحدث مستقل کسی کے قابل پانی نہ پایا اور تیمم کیا کہ دونوں کے لیے ایک ہی کافی ہوا یہ تیمم اگرچہ صورۃً ایک ہو معنےً دو ہیں ایک تیمم جنابت کے لیے دوسرا اُس حدث کے واسطے ہر ایک جدا جدا اپنی شرط کا پابند رہیگا اگر اتنا پانی پایا کہ حدث کو کافی ہے اور جنابت کو کافی نہیں حدث کے حق میں تیمم ٹوٹ جائیگا اُسے دھونا لازم ہوگا بخلاف صورت مسئلہ ۱۲ کہ اُس میں تیمم صورۃً ومعنےً ہر طرح ایک تھا تو حدث کے لیے کافی پانی سے نہ جائیگا جبتک جنابت کو کافی نہ ہو **مسئلہ ۱۵** ۔ جنابت کی تطہیر اگرچہ تیمم سے ہوئی ہو پانی سے کوئی حصہ نہ دھویا ہو اُسکے بعد جو حدث ہوگا تمام وکمال مطلقاً مستقل رہیگا کہ جنابت رفع ہوچکی معدوم میں موجود کا اندراج کیا معنے مثلاً کسی مریض کو نہانا مضر ہے وضو مضر نہیں اُسے جنابت ہوئی اور حدث بھی اسے فقط تیمم کا حکم تھا تیمم کرلیا اب پھر حدث ہوا اور وہ یہ خیال کرے کہ مجھے تو حدث کے لیے بھی تیمم ہی کافی ہوا تھا اب بھی تیمم کرلوں یہ نہیں ہوسکتا کہ جنابت کے لیے تو تیمم کرچکا وہ حدث سے نہ ٹوٹیگا جبتک دوبارہ جنابت نہ ہو اب اگر یہ تیمم جنابت کے لیے کرتا ہے لغو ہے اور اگر حدث کے لیے کرتا ہے تو وضو پر تو وہ قادر ہے اسکے لیے تیمم کیسے کرسکتا ہے لاجرم وضو لازم ہے **مسئلہ ۱۶** ۔ ہاں اگر جنب نے پانی نہ پاکر تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر قابل جنابت پانی پایا اور استعمال نہ کیا کہ تیمم ٹوٹ گیا اور جنابت عود کرآئی اب یہ صورت اجتماع جنابت وحدث کی ہوگی اور دونوں کہاں کہاں ہیں اسکے لحاظ سے وہی صور اندراج واستقلال جاری ہونگی جو ان میں سے پائی جائے مثلاً جنابت کے لیے صرف تیمم کیا تھا پھر حدث ہوا پھر جنابت پلٹی تو اب یہ سارے بدن میں ہے جسمیں اعضائے وضو بھی داخل لہذا حدث نہ مستقل تھا اب مندرج ہوگیا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اور فقط قابلِ وضو پانی کا استعمال اُسے ضرور نہ ہوگا اور اگر بعد جنابت وضو کرلیا تھا پھر پانی نہ رہا تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر جنابت ملی تو اب یہ حدث مستقل ہی رہیگا کہ اعضائے وضو میں جنابت نہ رہی اور پہلے گی اُتنی ہی جتنی باقی رہی تھی وقس علیہ یونہی اگر اس عود جنابت کے بعد حدث ہوا تو انھیں تفاصیل واحکام پر رہیگا اگر بعد جنابت وعود اعضائے وضو سے دونوں وقت کچھ نہ دھویا تھا حدث بتمامہٖ مندرج ہوجائیگا اور اگر پہلے یا اب وضو کرلیا تھا اسکے بعد حدث ہوا بالکلیہ مستقل رہیگا اور اگر بعض اعضائے وضو دھو لیے تھے تو اسقدر میں مستقل باقی میں مندرج واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد النبی الکریم الاکرم الحبیب الرؤف الارأف الرحیم الارحم وعلٰی اٰلہ وصحبہ سادۃ الامم قادتنا الی الطریق الامم وابنہ وحزبہ وامتہ وبارک وسلم ابد الابدین والحمد للّٰہ رب العٰلمین

رسالہ مجلی الشمعۃ لجامع حدث ولمعۃ

۱۳۳۶ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی جلّی الشمعۃ شمعۃ الاسلام باوفی لمعۃ حمدا بریا عن الریاء والسمعۃ اذ اظہر انوار مزید الجمعۃ وفتح بنورہ بصر المؤمن وسمعہ واتم بظہورہ قلع کل ضلال وقمعہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وبارک وسلم ابد الصلاۃ وسلاما وبرکات تعم ذویہ وتجمع جمعہ آمین رسالہ الطلبۃ البدیعۃ میں مسئلہ لمعہ کا ذکر آیا اور اُس میں تفاصیل کثیرہ ہیں کہ کتابوں میں نہ ملیں گی اُنکے بیان میں یہ سطور ہیں وباللّٰہ التوفیق جنب نے بدن کا کچھ حصہ دھویا کچھ باقی رہا کہ پانی نہ رہا پھر حدث ہوا کہ موجب وضو ہے اب جو پانی ملے اُسے وضو ورفع حدث میں صرف کرے یا بقیہ جنابت کے دھونے میں یا کیا۔ یہ مسئلہ لمعہ ہے لمعہ بالضم یہاں وہ حصہ بدن ہے جو بعد جنابت سیلان آب سے رہ گیا **اقول** یہاں تین تقسیمیں ہیں **تقسیم اول** بلحاظ محل لمعہ۔ اس میں سات احتمال ہیں

(۱) وہ لمعہ خود ہی اعضائے وضو ہوں انھیں کو غسل میں نہ دھویا تھا پھر حدث بھی ہوا اور یہ صورت وہ ہے کہ کلی اور ناک میں پانی پہنچانا ہوچکا ہو ورنہ صرف اُن اعضا میں جنابت نہ ہوگی جنکا وضو میں دھونا فرض ہے جسپر پانی کی کفایت وعدم کفایت کا مدار ہے کہ یہاں کافی سے وہی مراد ہے جو ادائے فرض کردے ولہذا محدث اگر اتنا پانی پائے کہ مونھ ہاتھ پاؤں ایک ایک بار دھولے نہ تثلیث کو کافی ہو نہ مضمضہ واستنشاق کو تو اُسپر وضو فرض ہے تیمم جائز نہیں اور

مسئلہ ۱: محدث اگر اتنا پانی پائے کہ مونھ ہاتھ پاؤں ایک ایک بار دھوئے اور سر کا مسح کرسکے نہ تین تین بار دھونے کو کافی ہو ...

بعد تیمم اتنا پانی پائے تو تیمم ٹوٹ جائیگا (۲) لمعہ تمام اعضائے وضو مع زیادت ہوں کہ وضو بھی نہ کیا اور باقی بدن کا بھی بعض حصہ نہ دھویا تھا اگرچہ اسیقدر کہ مضمضہ و استنشاق نہ کیا تھا (۳) لمعہ صرف بعض اعضائے وضو ہو یعنی انکے سوا تمام بدن مع دہان و بینی اور ان میں سے بعض دھو لیے تھے بعض باقی (۴) لمعہ بعض اعضائے وضو مع بعض باقی بدن ہو مثلاً نصف وضو کیا اور باقی نصف بدن دھویا یا مثلاً صرف مونھ دھونا اور مضمضہ باقی تھا (۵) لمعہ بعض وضو مع جمیع باقی بدن ہو کہ صرف اعضائے وضو سے کچھ دھوئے (۶) لمعہ اعضائے وضو سے جدا بعض باقی بدن ہو اگرچہ اسیقدر کہ پورا نہایا اور مضمضہ و استنشاق نہ کیا (۷) لمعہ جمیع باقی بدن ہو کہ صرف وضو بے مضمضہ و استنشاق کیا

تقسیم دوم بنظر ترتیب حدث و تیمم و وجدان آب۔ علمانے کچھ مفصل کچھ مجمل ان شقوق کی طرف توجہ فرمائی کہ تیمم جنابت کے بعد حدث ہوا یا پہلے اور بعد ہوا تو اُسکے لیے تیمم سے کے بعد پانی ملا یا پہلے **اقول** یہان چار چیزین ہین تیمم جنابت حدث۔ تیمم حدث۔ وجدان آب۔ انکے اختلاف ترتیب مین عقلی احتمال چوبیس ہین لیکن یہان چند نکتے ہین کہ ان مین سے بہت کو کم کر دینگے **اولا** وجدانِ آب کے بعد فرضِ صورت کا مرتبہ نہین بلکہ بیانِ حکم کا کہ پانی پایا تو کیا کرے ولہذا لماذکر الامام الاسبیجابی فی شرح الطحاوی ما اذا وجد الماء بعد التیمم للجنابۃ لم یزد علی الله ان کفاہ غسل والا فقیمہ باقی تو چوبیس مین وہ چھ جنکی ابتدا مین وجدانِ آب ہے صرف ایک رہی کہ جنب نے ابھی نہ تیمم کیا تھا نہ حدث ہوا کہ پانی پایا یونہی باقی ۱۸ مین جہان وجدانِ آب وسط مین آئے تصویر اُسپر ختم کر دی جائے کہ رباعی کی جگہ ثلاثی یا ثنائی رہ جائے **ثانیا** مذہب صحیح و معتمد پر نیت تیمم مین تعیین حدث و جنابت لغو ہے تو باقی ۱۸ مین وہ ۶ جنکی ابتدا مین تیمم جنابت ہی اور وہ چھ جنکے آغاز مین تیمم حدث ہی متحد ہین اور اگر تعیین ہی کیجیے تو تیمم حدث پیش از حدث باطل ہے یون بھی یہ چھ نکل جائینگے **ثالثا** جس ترتیب مین دونون تیمم متصل واقع ہون ایک واجب الحذف ہی کہ تیمم بعد تیمم لغو ہے یون ان ۱۸ سے پانچ رہ جائینگی اور اُس ایک سے ملکر ۶ ایک یہ کہ بعد جنابت پانی پالیا ابھی تیمم و حدث کچھ نہ ہوا تھا دوسری یہ کہ تیمم جنابت کے بعد پایا ابھی حدث نہ تھا یہ دو یہان قابل لحاظ نہین کہ اُن مین حدث و جنابت کا اجتماع ہی نہین اور انکا حکم خود ظاہر پہلی مین اگر پانی غسل کو کافی ہے غسل کرے ورنہ تیمم دوسری مین اگر پانی کافی ہے تیمم ٹوٹ گیا نہائے ورنہ نہین باقی چار یہ ہین (۱) حدث کے بعد پانی پایا ابھی تیمم نہ کیا تھا یہ دوم متروک کی طرح ثنائی ہے یعنی اُن چار چیزون سے اس مین دو ہین (۲) حدث ہوا پھر تیمم کیا پھر پانی پایا (۳) تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر پانی پایا یہ دونون ثلاثی ہین۔ (۴) تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر تیمم کیا پھر پانی پایا یہ رباعی ہے **ثم اقول** مسئلہ لمعہ مین معظم مقصود یہ بتانا ہی کہ حدث و جنابت دونون جمع ہون اور پانی ایک کے قابل تو اُسے کس طرف صرف کرے باقی صور تکمیل اقسام کیلیے ہین

یہ سوال وہین عائد ہوگا جہان حدث مستقل ہو کہ حدث مندرج اپنا کوئی حکم ہی نہین رکھتا نہ وہ اپنے لیے پانی کا طالب اور ہم رسالہ الطلبۃ البدیعہ مین واضح کر چکے کہ جنب کا حدث مستقل نہ ہوگا مگر جبکہ کُل یا بعض اعضائے وضو سے پانی یا مٹی سے جنابت کے زوال کلی یا موقت کے بعد حادث ہوا ور حدث جب حادث ہوگا کُل اعضائے وضو پر طاری ہوگا تو وہ صورت جسپر اس مسئلہ لمعہ مین کلام ہے اقسام مسطورہ رسالہ مذکورہ سے صورت اولی کے اقسام پر ہے جسمین حدث کُل اعضائے وضو مین تھا اُسکی آٹھ قسمین تھین جنابت کُل یا بعض اعضائے وضو مین تنہا یا مع بعض یا کل باقی بدن ہو یا اعضائے وضو مین اصلا نہ ہو صرف بعض یا کل باقی بدن مین ہو ان مین سے قسم سوم کہ جنابت کل اعضائے وضو مع جمیع باقی بدن مین ہو یہان نہین کہ کلام لمعہ مین ہے یہ لمعہ نہ ہوا سارے بدن مین جنابت ہوئی باقی سات یہی سات ہین جو ابھی تقسیم اول مین مذکور ہوئین۔ یہ ان چار انواع تقسیم دوم سے ملکر اٹھائیس ہوتین مگر ان مین چار وہ ہین جن مین حدث اصلا مستقل نہین یعنی تقسیم اول کی دو قسم پیشین جن مین جنابت جمیع اعضائے وضو مین ہے تقسیم دوم کی نوع اول سے ملکر جنمین حدث تیمم جنابت سے پہلے ہے لہذا یہ چار اس مسئلہ مین ملحوظ نہین **اقول**[۳۵۱] اور انکا حکم ظاہر پانی لمعہ کے لیے کافی دیکھا جائیگا اگر ہے اُسکا دھونا واجب اُسکے ساتھ حدث خود ہی دھل جائیگا و لہذا پہلی صورت مین کہ جنابت صرف کل اعضائے وضو مین تھی وضو کے قابل پانی پانے سے وضو واجب ہوگا نہ حدث بلکہ جنابت کیلیے اور اگر پانی لمعہ کو کافی نہین تو استعمال اصلا ضروری نہین اگرچہ وضو کے لیے کافی ہو ہان تقلیل لمعہ کے لیے اُسے استعمال کریگا جسمین اختیار رہیگا کہ خواہ وضو کرے خواہ باقی بدن مین جو لمعہ ہے اُسے دھولے خواہ بعض وہ اور بعض اعضائے وضو دھولے اور اگر پانی اُن مین ہر ایک کے بعد بچے تو چاہے باقی بدن کا لمعہ دھوئے اور کچھ اعضائے وضو یا وضو پورا کرے اور کچھ لمعہ دھوئے ہان دونون صورتون مین وضو اولی ہے کہ ادائے سنت ہے کما تقدم عن الکافی وشرح الزیادات للعتابی فی الطلبۃ البدیعۃ باقی رہین چوبیس[۲۴] اُن مین اٹھارہ[۱۸] کا حدث مطلقاً مستقل ہے یعنی تقسیم اول کی ساتون قسمین تقسیم دوم کی اخیرین سے ملکر کہ چودہ[۱۴] ہوئین اسلیے کہ حدث بعد تیمم ہمیشہ مستقل ہوتا ہے نیز تقسیم اول کی دو قسم اخیر دوم کی اولیین سے ملکر کہ چار ہوئین اسلیے کہ یہان جنابت خود ہی اعضائے وضو مین نہین تو حدث اگرچہ اُسکے تیمم سے پہلے ہو مستقل ہوگا۔ باقی چھ[۶] یعنی تقسیم اول کی ۳-۴-۵ تقسیم دوم کی ۱-۲ سے ملکر ان مین پورا حدث مستقل نہین بلکہ اُتنے ہی حصۂ اعضائے وضو کا جو بعد جنابت دُھل چکے تھے۔ اُن ۱۸ مین حدث پورے وضو کا پانی چاہیگا اور ان ۶ مین صرف اُتنا جو اس حصہ کو دُھو دے جسمین یہ مستقل ہے۔ یہ یاد رکھیے کہ آگے کام دیگا **تقسیم سوم** پانی کہ پایا کس مقدار کا تھا اس مین علمانے پانچ اصناف فرمائین صرف[۱] وضو کو کافی صرف[۲] لمعہ کو کافی مجموع[۳] کو کافی ہر[۴] ایک کو جدا جدا کافی

له بعد جنابت اگر ... پورا وضو کر لیا ... وضو سے جنابت کا زوال ... ہو گیا اور بعض ...

کہ چاہے وضو کر لے یا لمعہ دھولے دونوں نہ ہوسکیں اصلاً کافی نہیں اکثر کتب مثل شرح طحاوی و خزانۃ المفتین و منیہ و حلیہ و شرح وقایہ و ردالمحتار میں وضو و لمعہ سے تعبیر فرمائی **وانا اقول** تعبیر حدث و جنابت سے جس طرح خلاصہ میں فرمائی اس سے اولٰی ہے اور حقِ تعبیر تقیید حدث بمستقل ورنہ اطلاق حدث سے کل حدث متبادر اور ہم ابھی ثابت کرچکے کہ یہاں چھ صورتوں میں حدث کا صرف ایک پارہ مستقل ہوتا ہے اُس کے لیے وضو کو کافی پانی درکار نہیں بلکہ صرف اُتنے ٹکڑے کو والکافی والھندیۃ وان عبرا بالحدث واللمعۃ فقد قالا لو صرفہ الی الوضوء جاز اتفاقا وقال فی الکافی فی الآخر ثم وجد ماء یکفی لاحدھما ای لبقیۃ بدنہ او المواضع وضوئہ اھ وقال فی السراج الوھاج ومنحۃ الخالق فی مسألۃ اللمعۃ لو توضأ بذلک الماء لم یجز اھ وصدر الشریعۃ وان عبر فی موضعین بالحدث والجنابۃ غیر ان عبارتہ ابعد العبارات عن احاطۃ الاقسام لتخصیصہ الکلام بلمعۃ فی الظھر فقد اختار القسم السادس من الاقسام السبعۃ عینا وبالجملۃ الظاھر المتبادر من کلامھم رحمھم اللہ تعالٰی ورحمنا بھم قصر الکلام علی القسمین الاخیرین الذین فیھما الحدث خارج اعضاء الوضوء واللہ تعالٰی اعلم بمراد عبادہ **ثم اقول** تقسیم اول کی ہر قسم میں یہ پانچوں صنفیں نہ ہوسکیں گی **قسم اول** میں صرف دو ہونگی کہ پانی وضو کو کافی ہے یا نہیں کہ وضو و لمعہ متحد ہیں تو پہلی تین صنفیں ایک ہیں اور چہارم ناممکن۔ لہذا قسم اول کہ دو نوع آخر سے دو تھی ان دو صنفوں سے چار ہوئی **قسم دوم** میں تین کہ صرف وضو کو کافی ہو یا مجموع کو کہ لمعہ ہی یا کسی کو نہیں یہاں دوم و چہارم محال تو یہ قسم دو نوع آخر پھر ان تین صنفوں سے چھ ہوئی **قسم سوم** میں دو نوع آخر کے ساتھ پورا حدث مستقل ہی تو کابل وضو کا طالب لہذا یہاں بھی تین ہی صنفیں ہونگی صرف لمعہ کو کافی ہو یا مجموع کو کہ وضو ہے یا کسی کو نہیں۔ یہاں اول و چہارم محال اور دو نوع اول کے ساتھ بعض حدث مستقل ہی تو اپنے ہی قابل پانی چاہیگا اور اب پانچوں صنفیں ہونگی کہ یہاں اعضائے وضو دو حصے ہوگئے ایک میں جنابت ہی جو بعد جنابت نہ دھویا تھا دوسرے میں حدث مستقل اب ہوسکتا ہی کہ پانی صرف اس حدث کو کافی ہو جبکہ یہ حصہ چھوٹا ہو یا صرف جنابت کو جبکہ وہ حصہ کم ہو اور دونوں صورتوں میں پانی بڑے کے قابل نہیں یا پورے وضو کو کافی ہو کہ مجموعہ ہی یا ہر حصے کو جدا جدا جبکہ وہ دونوں برابر ہوں یا کم و بیش اور پانی بڑے کو کافی ہی نہ مجموع کو یا کسی کو کافی نہیں جبکہ دونوں برابر ہوں یا پانی چھوٹے سے بھی کم تو دس یہ چھ وہ سولہ ہوئیں **قسم چہارم** چاروں نوعوں کے ساتھ پانچ ہے کہ مطلوب حدث کل وضو ہو جیسے دو نوع آخر کے ساتھ یا بعض وضو جیسے دو نوع اول کے ساتھ بہر تقدیر اُسے مطلوب جنابت سے کہ بعض وضو و بعض باقی بدن ہے کمی بیشی مساوات ہر نسبت ممکن۔ بیشی یوں کہ جنابت میں رُود پشت سے

دو دو انگل جگہ رہی تھی ظاہر ہے کہ اعضائے ثلثہ کو اس سے بہت زائد پانی درکار ہو گا وقس علیہ تو یہ قسم ۲۰ بنی ہوئی قسم پنجم ہر نوع کے ساتھ چار ہی ہے کہ تنہا جمیع باقی بدن کل محل وضو سے زائد ہے تو یہاں صنف دوم ناممکن ہے اور یہ قسم ۱۶ سولہ قسم ششم میں بہر حال پانچوں ہونا ظاہر کہ اعضائے وضو کو بعض باقی بدن سے ہر نسبت متصور تو یہ بھی ۲۰ بیس ہے قسم ہفتم میں بھی صنف دوم محال اور مثل پنجم ۱۶ سولہ۔ لہذا مسئلہ لمعہ میں سب صورتیں اٹھانوے ۹۸ ہوئیں کتب اکابر میں بہت کم کا بیان ہے اگر ظاہر متبادر اقتصار یہ وقسم آخر پر رکھیں جب تو بہت کم ہونگی حتی کہ سب سے زیادہ تفصیل والی کتاب شرح وقایہ میں ۹۸ میں سے صرف پندرہ ۱۵ ورنہ احاطہ بہر حال نہیں ہو سکتا کہ اصناف ہی کا احاطہ نہ فرمایا صور درکنار تفصیل مسئلہ اسوقت دس کتابوں سے پیش نظر شرح مختصر الطحاوی للامام الاسبیجابی پھر ۲ خزانۃ المفتین۔ خلاصہ۔ کافی پھر ہندیہ۔ منیہ غنیہ پھر ردالمحتار۔ سراج وہاج صدر الشریعۃ۔ سراج سے منحۃ الخالق نے کچھ نقل کر کے باقی کا اُسپر حوالہ کر دیا اور بحر الرائق نے زیر قول مصنف لبعد کا میلا ضمنا صرف ایک صورت کی طرف اشعار فرمایا منیہ نے صرف نوع اول لی اور اُس میں بھی تین ہی صنفیں خلاصہ نے نوع سوم پر اقتصار فرمایا کافی وہندیہ نے نوع چہارم میں پانچوں اصناف اور دوم وسوم میں صرف صنف چہارم شرح طحاوی خزانۃ المفتین و حلیہ وردالمحتار نے دو نوع اخیر میں پانچوں صنف شرح وقایہ نے نوع دوم کا بھی اضافہ فرمایا مگر کلام کو تصریحاً صرف قسم ششم سے خاص فرما دیا۔ عبارات یہ ہیں **منیہ** جنب اغتسل وبقی لمعۃ ولیس معہ ماء تیمم للمعۃ وان وجد ماء بعد ما احدث یغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث اذا کان الماء یکفی للمعۃ ولا یکفی للوضوء وان کان یکفی للوضوء لا للمعۃ یتوضأ ویتیمم لاجل اللمعۃ وان کان الماء یکفی لاحدھما علی الانفراد فانہ یغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث اھ **خلاصہ** اغتسل وبقی لمعۃ یتیمم فان وجد الماء غسل اللمعۃ ولا یتیمم فان احدث قبل غسل اللمعۃ ثم وجد الماء ان کفی لھما صرف الیھما وان کان لا یکفی لواحد منھما یتیمم للحدث وتیممہ للجنابۃ باق ویستعمل ذلک الماء فی اللمعۃ لتقلیل الجنابۃ فان کفی لاحدھما دون الاخر صرف الیہ وان کفی لکل علی الانفراد یغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث اھ **کافی وہندیہ** جنب اغتسل وبقی لمعۃ یتیمم فان تیمم ثم احدث تیمم للحدث فان تیمم (ای للحدث) فوجد ماء یکفیھما صرفہ الیھما وان کفی معینا صرفہ الیہ والتیمم للاخر باق وان کفی واحدا غیر عین صرفہ الی اللمعۃ واعاد تیممہ للحدث عند محمد وعند ابی یوسف لا یعید فان لم یکن تیمم للحدث قبل وجود ھذا الماء فتیمم (ای للحدث کما فی الہندیۃ) قبل غسل اللمعۃ لم یجز عند محمد وعند ابی یوسف یجوز وان لم یکف ۵ واحدا بقی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

تيممهما جنب على بدنه لمعة احدث قبل ان يتيمم تيمم لهما واحدا فان وجد ما يكفي لاحدهما غير عين صرفه
الى اللمعة ويعيد التيمم للحدث عند محمد جنب معه ماء كاف للوضوء تيمم ولم يتوضأ فان توضأ وتيمم
لجنابته فاحدث تيمم لحدثه فان وجد ماء يكفي لاحدهما صرفه الى الجنابة ويعيد تيممه للحدث عند محمد اھ
حلیہ وردالمحتار الواجد للماء بعد ما تيمم للجنابة ثم احدث بعد ذلك على وجهين احدهما ان يجد
الماء قبل ان يتيمم للحدث فالماء اما ان يكون كافيا للمعة والوضوء فيغسلها ويتوضأ واما غير كاف لاحدهما
فيتيمم للحدث واما كافيا للمعة دون الوضوء فيصرفه الى اللمعة ويتيمم للحدث واما كافيا للوضوء دون اللمعة
فيتوضأ ولا يغسل اللمعة ولا يتيمم لها واما كافيا لاحدهما غير عين فيغسل اللمعة ويتيمم للحدث الوجه
الثاني ان يجد الماء بعد ان يتيمم للحدث الخ فيه ذكر الخمسة على نحو ما مر **شرح طحاوی وخزانۃ
المفتین** للمسافر اجنب فاغتسل ثم علم انه بقي لمعة فانه يتيمم لانه لم يخرج عن الجنابة لبقاء اللمعة
ولو احدث قبل التيمم يتيمم تيمما واحدا للمعة والحدث جميعا كما اذا احدث مرارا لا يجب عليه اكثر
من وضوء واحد ولو احدث بعد التيمم ثم وجد الماء فهو على خمسة اوجه اذا كفاهما جميعا يغسل
اللمعة ويتوضؤ للحدث وان كان لا يكفيهما يغسل مقدار ما يكفيه حتى تقل الجنابة ويتيمم ولو كفى
للمعة يغسل اللمعة ويتيمم للحدث ولو كفى للوضوء دون اللمعة يتوضأ ولا يغتسل اللمعة وهو كاجنب
اذا تيمم ثم احدث ثم وجد الماء يكفيه للوضوء يتوضؤ به ولو كفى لكل على الانفراد لا جميعا يغسل اللمعة
لان الجنابة اغلظ ثم يتيمم للحدث ولو بدأ بالتيمم ثم غسل اللمعة لا يجوز وعليه ان يتيمم بعد الغسل
وفي النوادر ان عليه ان يبدء بايهما شاء ولو وجد الماء بعد ما تيمم للمعة قبل الحدث فهو على وجهين
ان كفاه يغسلها وان لم يكفه يغسل قدر ما يكفيه وتيممه على حاله ولو وجد بعد ما احدث وتيمم
للحدث فهو على خمسة اوجه على ما ذكرنا ان كفاهما صرفه اليهما وان لم يكفهما غسل اللمعة مقدار ما يكفيه
وتيممه على حاله وان كفى للمعة لا للوضوء يغسل اللمعة والتيمم على حاله وان كفى الوضوء دون اللمعة
يتوضؤ وان كفى لاحدهما على الانفراد يغسل اللمعة وتيممه على حاله وعلى قياس قول محمد يتيمم اھ **شرح
وقایہ** اغتسل الجنب لم يصل الماء لمعة ظهره وفني الماء واحدث حدثا يوجب الوضوء فتيمم
لهما ثم وجد من الماء ما يكفيهما بطل تيممه في حق كل واحد منهما وان لم يكف لاحدهما بقي في حقهما
وان كفى لاحدهما بعينه غسله ويبقى التيمم في حق الاخر وان كفى لكل منفردا غسل اللمعة هذا اذا

تیمم للحدث نیز تیمما واحدًا امّا اذا تیمم للجنابة ثم احدث فتیمم للحدث ثم وجد الماء فکذا فی الوجوہ المذکورۃ وان تیمم للجنابۃ ثم احدث ولم یتیمم للحدث فوجد الماء الخ وفیہ ذکر الخمسۃ نحو مامر

توضیحات مصنف

فقیر غفرلہ المولی القدیر چاہتا ہے کہ بتوفیق الٰہی عزوجل جملہ اٹھانوے صورمع احکام مبین کرے اُنکے لیے یہ تصویر کھینے کر اقسام سبعہ پیشانی پر ہون اور ہر پیشانی کے تحت مین چارون نوعین ان رموز حروف مین لکھین ت تیمم جنابت ح حدث م تیمم حدث و وجدان آب تو ح و کا مطلب یہ ہوا کہ جنابت کا ابھی تیمم نہ کیا تھا کہ حدث ہوا اور اب بھی تیمم نہ کیا تھا کہ پانی پایا اور ت ح و یہ کہ جنابت کے بعد تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر پانی ملا قس علیہ پھر ان مین ہر ایک کو اُتنے اصناف پر منقسم کرین جتنی اس مین محتمل ہین یہان لمعہ وضو وہر دو وہر یک ہیچ سے پانی کی کفایت مقصود ہے کہ لمعہ کو کافی ہے یا وضو کو یا دونون کو یا ہر ایک کو یا کسی کو نہین اور جہان پورا حدث مستقل نہین وہان بجائے وضو قدر مستقل لکھا ہے یعنی اُتنا پانی ملا جو صرف اُن اعضا کو کافی ہے جن مین حدث مستقل ہے یعنی اعضائے وضو کا جتنا حصہ جنابت کے بعد دھولیا تھا پھر حدث ہوا یون یہ تمام صورتین مفصل ہوگئین اب احکام کی باری آئی وہ بہت جگہ مشترک ہین ایک ایک پانچ پانچ یا کما بیش صورتون کے لیے ہی لہذا تکرار سے بچنے کو اول اُن احکام کی فہرست نمبر شمار کے ساتھ لکھین پھر جدول صور مین ہر صورت کے نیچے لفظ حکم لکھکر جو حکم ہو اُسکا نمبر تحریر کردین کہ اُسکے ذریعہ سے جس صورت کا حکم چاہین فہرست مین دیکھ لین وباللہ التوفیق فہرست احکام مناسب ہوکہ ہر نوع کے حکم علیحدہ لکھین کہ مراجعت مین اور بھی سہولت ہو۔

فہرست احکام

ح و (۱) لمعہ دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے اُسکے دھونے سے پہلے خواہ بعد اور بعد ہونا بہتر ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خلاف نہ رہے۔ صورت ۱۱ و ۲۷ و ۶۳ (۲) قدر مستقل کو دھوئے اور لمعہ کا تیمم کرے ص ۱۲ و ۲۸ و ۴۸ (۳) وضو کرے اور لمعہ کا تیمم۔ ص ۶۴ و ۸۴ (۴) پورا وضو کرے طہارت ہوگئی۔ ص ۱۳ (۵) وضو کرے اور باقی جگہ دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص ۲۹ و ۶۵ (۶) پورا نہائے۔ ص ۴۹ و ۸۵ (۷) پہلے لمعہ دھوئے پھر حدث کا تیمم کرے اگر پہلے تیمم کرلیگا لمعہ دھونیکے بعد پھر کرنا ہوگا۔ ص ۱۴ و ۳۰ و ۴۷ و ۶۶ و ۸۴ (۸) دونون کے لیے ایک تیمم کرے اور لمعہ کی تقلیل استحبابًا نہ وجوبًا یعنی ناکافی پانی جنابت کی جتنی جگہ کو دھو سکے بہتر یہ کہ دھولے کہ جنابت کم ہوجائے اور آئندہ تھوڑا پانی بھی کفایت کرے۔ ص ۱۵ و ۱۳۱ و ۵۰ و ۶۷ و ۸۶ ح ت و (۹) لمعہ کے حق مین تیمم ٹوٹ گیا حدث کے حق مین باقی ہے لمعہ دھوئے۔ ص ۱۶ و ۳۲ و ۶۸ (۱۰) حدث کے حق مین تیمم ٹوٹ گیا لمعہ کے حق مین باقی ہے قدر مستقل کو دھوئے۔ ص ۱۷ و ۳۳ و ۵۲ (۱۱) تیمم حدث کے لیے نہ رہا لمعہ کے لیے ہے وضو کرے۔ ص ۶۹ و ۸۸ (۱۲) تیمم دونون کے حق مین ٹوٹ گیا پورا وضو کرے طہارت ہوگئی۔ ص ۱۸ (۱۳) تیمم

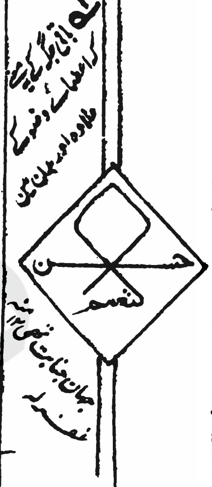

دونون کے حق مین ٹوٹ گیا وضو کرے اور باقی جگہ دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص ۴۳۴و۷۰ (۱۴) تیمم دونون کے حق مین ٹوٹ گیا پورا نہالے۔ ص ۵۲و۹۰ (۱۵) تیمم دونون کے حق مین ٹوٹ گیا پہلے لمعہ دھوئے اُسکے بعد حدث کا تیمم کرے۔ ص ۱۹و۳۵و۵۱و۷۱،۸۰ (۱۶) تیمم دونون کے حق مین باقی ہے لمعہ کی تقلیل کرے۔ ص ۲۰و۳۶و۵۴و۷۶و۹۰ ت ح و (۱۷) تیمم گیا وضو کرے طہارت ہوگئی۔ ص ۱و۲۲ (۱۸) تیمم نہ رہا وضو کرے اور باقی جگہ دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص ۵و۳۹و۹۵، (۱۹) تیمم ٹوٹ گیا لمعہ دھوئے اور حدث کا تیمم کرے۔ ص ۲۱و۳۶و۳۳، (۲۰) تیمم باقی ہے حدث کیلیے وضو کرے۔ ص ۶و۳۸و۶۲و۵۴و۷۴و۹۲ (۲۱) تیمم نہ رہا پورا نہائے۔ ص ۷و۵۵و۹۳ (۲۲) تیمم نہ رہا پہلے لمعہ دھوئے پھر حدث کا تیمم کرے۔ ص ۴۰و۵۸و۷۶و۹۱ (۲۳) تیمم باقی ہے حدث کے لیے تیمم کرے اور لمعہ کی تقلیل۔ ص ۱۲و۲۶و۴۱و۲۳و۵۸و۷۷و۹۴ ت ح م و (۲۴) دونون تیمم ٹوٹ گئے وضو کرے طہارت ہوگئی۔ ص ۳و۲۵ (۲۵) دونون تیمم گئے وضو کرے اور باقی جگہ دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص ۸و۴۴و۸۰ (۲۶) لمعہ کا تیمم گیا حدث کا باقی ہے لمعہ دھوئے۔ ص ۲۴و۴۲و۸۷ (۲۷) حدث کا تیمم گیا لمعہ کا باقی ہے وضو کرے۔ ص ۹و۴۳و۶۰و۹۷و۹۶ (۲۸) دونون تیمم گئے پورا نہائے۔ ص ۶۱و۷۹ (۲۹) دونون تیمم گئے پہلے لمعہ دھوئے اُسکے بعد حدث کا تیمم کرے۔ ص ۴۵و۵۹و۸۱و۹۵ (۳۰) دونون تیمم باقی ہین لمعہ کی تقلیل کرے۔ ص ۴و۱۰و۲۶و۴۶و۶۲و۸۲و۹۸ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

(۱) جنب نہا لیا صرف وضو باقی تھا پھر حدث ہوا (۲) وضو اور کچھ اور حصہ بدن باقی تھا

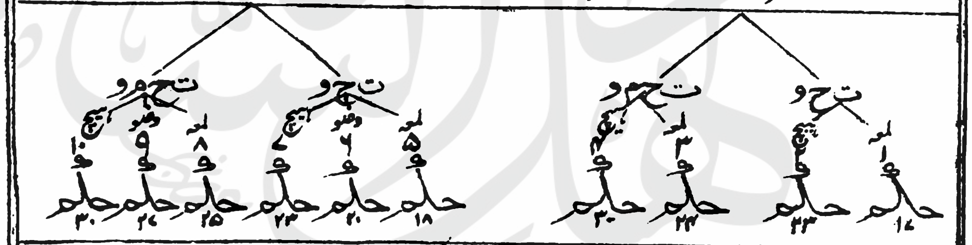

(۳) صرف اعضائے وضو کا کچھ حصہ باقی تھا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

(۴) کچھ اعضائے وضو کا حصہ باقی تھا کچھ اور

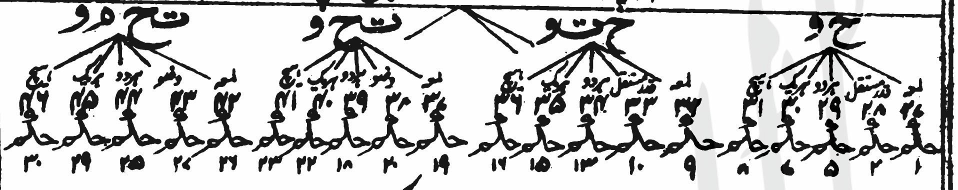

(۵) صرف اعضائے وضو کا کچھ حصہ رہا تھا

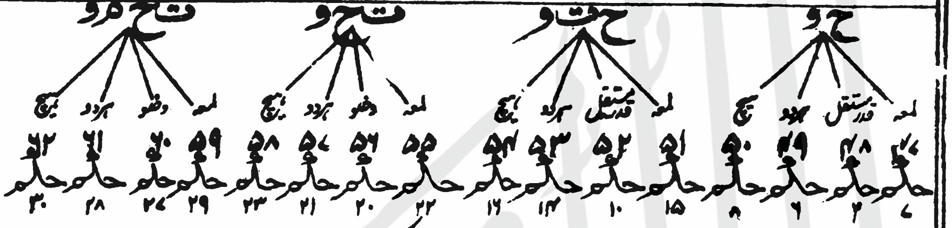

(۶) غیر اعضائے وضو سے کچھ باقی تھا

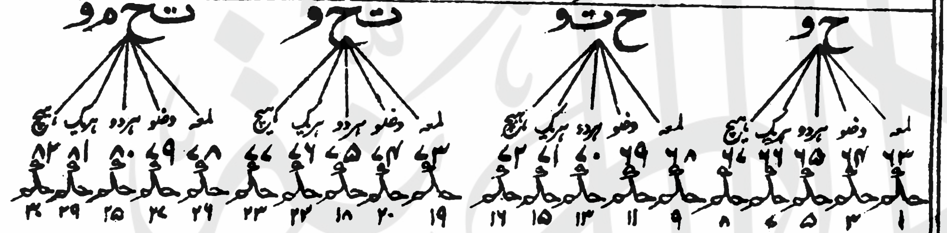

(۷) سوائے وضو سب باقی تھا

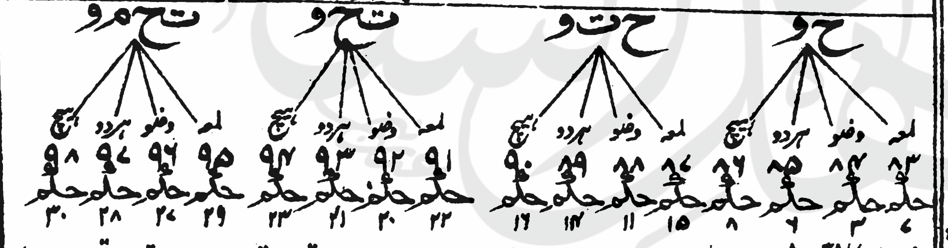

ثم اقول ۲۸۱ علمائے کرام نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتہم فی الدارین نے یہ تقسیم تفصیل بغرض تفہیم و تسہیل اختیار فرمائی جو بحمدہ تعالٰی اپنے منتہائے تکمیل کو پہنچی اب ہم بغرض ضبط و ربط و قلت انتشار انھیں کے کلمات شریفہ کے استفادہ سے **ضابطہ کلیہ** لکھیں کہ جملہ اقسام و احکام کو حاوی ہو جنب کہ بعد جنابت ہنوز پورا نہایا مگر بعض یا کل اعضائے وضو کی تطہیر پانی سے یا تیمم کرچکا اُسکے بعد حدث ہوا کہ دو صورت اخیرہ میں تمام مستقل ہی اور صور عالی میں

مصنف کا ضابطہ عظیم

صرف اُتنا کہ حصہ مغسولۂ اعضائے وضو مین ہو اس صورت مین پانی کہ پایا اگر بقیۂ جنابت وحدث مستقل دونون مین سے صرف ایک کو کافی ہو اُس مین صرف کرے اُسکے لیے اگر پہلے تیمم کرچکا تھا ٹوٹ گیا اور دوسرے کے لیے نہ کیا تھا تو اب کرے صرفِ آب سے پہلے خواہ بعد اور بعد اولی ہے اور کرچکا تھا تو باقی رہا اور دونون کے لیے ایک ہی تیمم کیا تھا تو اول کے حق مین ٹوٹ گیا ثانی کے حق مین باقی رہا اور اگر پانی دونون کو معاً کافی ہے تو دونون کا وہ حکم ہے جو اول کا تھا بجالائے طہارت ہوگئی اور اگر کسی کو کافی نہین تو دونون کا وہ حکم ہے جو ثانی کا تھا اگر کسی کے لیے تیمم نہ کیا تھا اب دونون کیلیے ایک تیمم کرے اور کرلیا تھا تو باقی رہا بہرحال لمعہ کی تقلیل کرے کہ مستحب ہو اور اگر ہر ایک کو جدا جدا کافی ہے تو لمعہ مین صرف کرے تیمم اُن مین جس ایک کا یا دونون کے لیے ایک یا جدا جدا جیسا بھی کرچکا تھا کسی کے حق مین باقی نہ رہا پانی نہ رہنے کے بعد حدث کے لیے تیمم کرے پہلے کرلیگا تو بعد صرف پھر کرنا ہوگا یہی اصح ہے جسکی تفصیل وتحقیق اس تنبیہ آئندہ مین آتی ہے وباللہ التوفیق اور اگر اُس نے برخلاف حکم اُسے حدث مین صرف کرلیا حدث تو زائل ہوگیا مگر جنابت کے لیے تیمم بالاجماع لازم ہوا اگرچہ پہلے کر بھی چکا ہو یہ ہے قول جامع ونافع ◆ باذن الجامع النافع ◆ عز جلالہٗ وعم نوالہٗ ◆ والحمد للہ رب العلمین ◆ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم وبارک علی سیدنا ومولٰنا محمد والہٖ وصحبہٖ اجمعین ◆ ابد الآبد بز آمین ◆ **تنبیہ** اس جدول کے ۱۸ نمبرون مین یعنی ۱۴-۱۹-۳۰-۳۵-۴۷-۵۱-۶۶-۷۱-۸۳-۸۷ دس۱۰ ہیں اور ۴۰-۴۵-۵۵-۵۹-۶۲-۷۶-۸۱-۹۱-۹۵ آٹھ یہ ان مین اختلاف روایات ہے ان اٹھارہ۱۸ مین پانی لمعہ وحدث مستقل ہر ایک کے لیے جدا جدا کافی ہے کہ اُن مین جس ایک کو چاہے دھولے دونون کے قابل نہین ان مین اتنا حکم تو بالاتفاق ہے کہ اس سے لمعہ دھوئے حدث مین صرف نہ کرے کہ جنابت سخت تر ہے اس مین اختلاف ہوا کہ پہلی دس۱۰ صورتون مین جو حدث کے لیے تیمم کریگا آیا یہ ضرور ہے کہ اول لمعہ دھوئے جب پانی نہ رہے اُسوقت حدث کیلیے تیمم کرے یا پہلے پیچھے ہر طرح کرسکتا ہے دونون روایتین ہین اور پچھلی آٹھ مین کہ حدث کا تیمم پہلے کرچکا تھا اس پانی کے ملنے سے ٹوٹا یا نہین دونون قول ہین پھر جنکے نزدیک نہ ٹوٹا جب تو اُسپر تیمم کا اعادہ ہی نہین اور جنکے نزدیک ٹوٹ گیا وہ لازم کرتے ہین کہ پہلے لمعہ دھوکر تیمم کا اعادہ کرے ورنہ جس پانی کے پانے نے پہلا تیمم توڑ دیا اُسکا موجود رہنا دوسرا تیمم باطل کریگا یہ منشأ اختلاف تمام صورتون مین ایک ہے کہ آیا یہ پانی جوازالۂ حدث مستقل کے بھی قابل ہے اگرچہ اُس سے لمعہ ہی دھونے کا حکم ہے اسکے ملنے سے حدث کے لیے پانی پر قدرت ثابت ہوئی یا نہین جنھون نے خیال فرمایا کہ ہوئی حکم دیا کہ جبتک یہ پانی خرچ نہ ہولے حدث کا تیمم نہ کرے اور اگر پہلے کرچکا ہے ٹوٹ گیا کہ پانی پر قدرت تیمم گزشتہ کی ناقض اور آئندہ کی مانع ہے اور جنھون نے لحاظ فرمایا کہ اگرچہ پانی اسکے بھی قابل پایا مگر وہ بحکم شرع دوسری حاجت

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کی طرف مصروف ہی لہذا اس سے ازالۂ حدث پر قدرت نہ ہوئی اُنھوں نے حکم دیا کہ یہ پانی نہ اگلے تیمم حدث کو توڑیگا نہ اسکے ہوتے حدث کے لیے تیمم ممنوع ہوگا **اقول** ایک اختلاف تو یہ اصل مسئلے مین تھا **ثانیا** ان روایتوں کی طرز نقل بھی مختلف آئی بعض[۱] مین یون کہ ایک روایت یہ ہی ایک وہ جس سے اُنکی مساوات ظاہر اور یہ نہ کھلا کہ روایات ظاہرہ ہین یا نادرہ بعض[۲] مین یون کہ دوم روایت نوادر ہی جس سے ظاہر کہ اول ظاہر الروایۃ ہی بعض[۳] مین یون کہ اول روایت زیادات ہی اور دوم روایت اصل۔ اصل وزیادات دونون کتب ظاہر الروایۃ سے ہین **اقول** اور یہی کہ دونو روایتین ظاہر الروایۃ ہین کہ مثبت نافی پر مقدم ہی ناقل کو اُسوقت روایت اصل خیال مین نہ تھی اور نوادر سے یاد لہذا اُسے روایت نادرہ فرمایا اور جب حسب تصریح ثقات وہ کتاب الاصل مین موجود تو ضرور ظاہر الروایۃ ہے بلکہ اول سے بھی اولٰی کہ اصل زیادات پر مرجح ہے **ثالثا** قائلین کرام کی طرف اُسکی نسبت بھی مختلف طور پر آئی بعض[۴] نے بلفظ ضعف فرمایا کہ کہا گیا اول قول محمد دوم قول ابو یوسف ہی بعض[۵] نے جزماً انھین اُنکا قول بتایا بعض[۶] نے اول کو فرمایا قیاس قول محمد ہے یعنی تصریحاً اُن سے مروی نہین اُنکے قول کا قیاس چاہتا ہی کہ حکم یہ ہو **اقول** اور یہی کہ اول قول محمد اور دوم قول ابو یوسف ہی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کہ نقل ثقات موجب اثبات **رابعا** اختیار بھی مختلف رہا بعض[۷] نے اُسپر جزم فرمایا بعض[۸] نے اُسپر بعض[۹] نے دونون ذکر کرکے چھوڑ دیے **خامسا** تصحیح مین بھی اختلاف پڑا بعض[۱۰] نے اُسے اصح کہا بعض[۱۱] نے اسے ظاہر اوجہ **سادسا** اُس منشاء اختلاف کی تقریر بھی مختلف آئی بعض[۱۲] نے یون فرمایا کہ اگرچہ یہ پانی لمعہ مین صرف کرنا بالاتفاق واجب ہی مگر امام محمد کے نزدیک یہ وجوب اُس سے ازالۂ حدث پر قدرت کا مانع نہین کہ کرے تو بالاجماع صحیح تو ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک مانع ہی کہ جب شرع اس سے ازالۂ حدث کی اُسے اجازت نہین دیتی تو قدرت شرعیہ کب ہوئی اور بعض[۱۳] نے یون تقریر کی کہ نہین بلکہ وجوب ہی مین اختلاف ہی امام محمد کے نزدیک اُسے لمعہ کی طرف صرف کرنا واجب نہین صرف اولٰی ہی لہذا ازالۂ حدث پر قدرت ثابت اور امام ابو یوسف کے نزدیک واجب ہی اور واجب کی مخالفت شرعاً ممنوع ومحظور لہذا حدث مین صرف غیر مقدور۔ اب ہم عبارات کرام ذکر کرین جن سے ان بیانات کا انکشاف ہو فی **السراج الوھاج** ثم **منحۃ الخالق** اذا احدث بعد التیمم ثم وجد ما یکفی لکل واحد منہما علی الانفراد غسل بہ اللمعۃ لان الجنابۃ اغلظ ثم یتیمم للحدث ولو بدأ بالتیمم ثم غسلہا فی روایۃ لایجوز ویعید التیمم فی روایۃ لہ ان یبدأ بایہما شاء قیل الاولی قول محمد و الثانیۃ قول ابی یوسف اھ وتقدم عن **شرح الطحاوی** و**خزانۃ المفتین** فیما اذا لم یکن تیمم قبل وجدان الماء لو بدأ بالتیمم ثم غسل اللمعۃ لایجوز وفی النوادر یبدأ بایہما شاء ثم قالا فیما اذا سبق تیمم

يغسل اللمعة وتيممه على حاله وعلى قياس قول محمد يتيمم اھ اقول [۳۵۲۱] ولا فرق بين الصورتين لاتحاد المبنى كما علمت فقد مشى اولا على قول محمد وجعل الثانى رواية النوادر ومشى ثانيا على قول ابى يوسف وجعل الاول قياس قول محمد وفى المنية وعليه ان يبتدئ بغسل اللمعة ثم يتيمم اھ فقد مشى على قول محمد وفى الدر المختار (ناقضه قدرة ماء كاف لطهره فضل عن حاجته) كعطش وعجن وغسل نجس ولمعة جنابة لان المشغول بالحاجة كالمعدوم اھ فقد مشى على قول ابى يوسف واقره محشوه وفى الحلية هل عليه ان يبتدئ بغسل اللمعة حتى لو تيمم للحدث ثم غسل اللمعة اعاد التيمم للحدث ففى رواية الزيادات نعم وعليها اقتصر المصنف ووجهها انه يصير عادما للماء فيجزئه التيمم فى رواية الاصل لا بل بايهما بدأ اجاز لان الماء صار مستحق الصرف الى اللمعة فصار معدوما حكما كالماء المستحق للعطش قال رضى الدين فى المحيط وكذا غيره قيل ما فى الزيادات قول محمد وما فى الاصل قول ابى يوسف اھ وفيما يظهر ان قول ابى يوسف اوجه اھ وعبر عنه فى رد المحتار بقوله لا ينتقض تيمم الحدث عند ابى يوسف وعند محمد ينتقض ويظهر ان الاول اوجه اھ ثم قال فيما لو تيمم قبل الوجدان فى رواية يلزم غسلها قبل التيمم للحدث وفى رواية يخير اھ ملخصا من الحلية اھ وفى شرح الوقاية واذا غسل اللمعة هل يعيد التيمم روايتان وان تيمم اولا ثم غسل اللمعة ففى اعادة التيمم روايتان ايضا وان صرف الى الحدث انتقض تيممه فى حق اللمعة باتفاق الروايتين اھ ثم قال فيما اذا لم يتيمم للحدث قبل ان كفى كل واحد منفردا يصرفه الى اللمعة ويتيمم للحدث فان توضأ به جاز ويعيد التيمم ولو بدأ بالتيمم للحدث هل يعيد التيمم فى رواية الزيادات يعيد وفى رواية الاصل لا ثم انما تثبت القدرة اذا لم يكن مصروفا الى جهة اھ حتى اذا كان على بدنه او ثوبه نجاسة يصرفه الى النجاسة اھ وهو كما ترى يشير الى ترجيح رواية الاصل وفى الهندية صرفه الى اللمعة واعاد تيممه للحدث عند محمد وعند ابى يوسف لا ولو صرفه الى الوضوء جاز وتيممه لجنابته انتقض فان لم يكن تيمم للحدث قبل وجود هذا الماء فتيمم قبل غسل اللمعة لم يجز عند محمد وعند ابى يوسف يجوز والاول اصح هكذا فى الكافى اھ اقول [۳۵۲۲] قوله والاول اصح ليس فى نسختى الكافى والعبارة غير منقولة كما هى فى الكافى كما يظهر بالمقابلة وقد نبه عليه بقوله هكذا فى الكافى كما ذكر فى خطبة الكتاب اصطلاحه فى كذا وهكذا نعم ذكر بعض العصريين ان فى شرح الزيادات للعتابى انه الاصح ولم يذكر الواسطة فى النقل فان صح هذا فلعله زيد فى الهندية من ثمه او من غيره او لعله ساقط من نسختى

الكافی وعلی کل فالهندیة تقتصر فی النقل واللّٰه تعالٰی اعلم وفی الكافی ان کفی واحدا غیر عین صرفه الی اللمعة لا
اھ واعاد تیممه للحدث عند محمد لقدرته علی الماء ووجوب صرفه الی الجنابة لاینافی قدرته علی صرفه الی
الحدث ولهما لو صرفه الی الوضوء جاز وتیمم لجنابته اتفاقا وعند ابی یوسف لا یعید لانه مستحق
الصرف الی اللمعة والمستحق بجهة کالمعدوم فان لم یکن تیمم للحدث الخ وقد سبق **اقول** آخر دلیل ابی یوسف
فافاد ترجیحه وصرح فی تعلیل محمد بوجوب صرفه الی اللمعة وانه لا ینافی قدرته علی الوضوء وفی **الغنیة** اعلیه
ان یبدأ بغسل اللمعة) لیصیر عادما للماء فی حق الحدث ولا یجوز تیممه للحدث قبله عند محمد لان صرف
ذلك الماء الی اللمعة دون الحدث لیس بواجب عنده بل علی سبیل الاولویة فوجوده یمنع التیمم للحدث وعند
ابی یوسف صرفه الی اللمعة واجب فهو کالمعدوم بالنسبة الی الحدث فیجوز التیمم له قبل غسل اللمعة و
لو کان تیمم بعدما احدث لاجل الحدث ثم وجد ماء یکفی لاحدهما ینتقض تیممه عند محمد لا عند ابی یوسف
بناء علی ما تقدم اھ ثم ھھنا مسألة اخری من هذا القبیل مشی فیها الامام ملك العلماء والامام رضی الدین السرخسی
علی وجوب تأخیر التیمم فظاهر قیاسه المشی علی قول محمد ھھنا ففی **البدائع** بعد ذکر القدرة علی الماء
الكافی وعلی هذا الاصل مسائل فی الزیادات مسافر محدث علی ثوبه نجاسة اکثر من قدر الدرهم ومعه
ما یکفی لاحدهما غسل به الثوب ثم تیمم للحدث عند عامة العلماء لان الصرف الی النجاسة یجعله مصلیا بطهارتین
حقیقیة وحکمیة فکان اولی من الصلاة بطهارة واحدة ویجب ان یغسل ثوبه من النجاسة ثم
یتیمم لو بدأ بالتیمم لا یجزیه لانه قدر علی ماء لو توضأ به تجوز صلاته اھ وفی **المحیط الرضوی**
ثم الهندیة لو تیمم اولا ثم غسل النجاسة یعید التیمم لانه تیمم وهو قادر علی ما یتوضؤ به اھ ورأیتنی
کتبت علیه سابقا ما نصه **اقول** ۳۵۲ هذا علی قول محمد اما علی قول ابی یوسف فلا لکونه مشغولا
بحاجة فکان کالمعدوم لعطش وبه جزم فی الدر المختار اھ ثم رأیت بعده بزمان نظر فیه
المحقق الحلبی فی الحلیة کما نظر الفقیر ولله الحمد فقال بعد نقل ما فی البدائع والمحیط قال العبد الضعیف
غفر اللّٰه تعالٰی له فیه نظر بل الظاهر الحکم بجواز التیمم تقدم علی غسل الثوب او تأخر لانه مستحق الصرف الی
الثوب علی ما قالوا والمستحق الصرف الی جهة منعدم حکما بالنسبة الی غیرها کما فی مسألة المحدث مع الحدث
قبل التیمم له اذا کان الماء کافیا لاحدهما فبدأ بالتیمم للحدث قبل غسلها کما هو روایة الاصل وکما فی
مسألة خوف العطش ونحوه نعم یتمشی ذلك علی روایة الزیادات اھ وتبعه فی **البحر الرائق** علی الغافل

مسئلہ

تطفل ۳۴۱ علی الغنیة

وزاد بعدہ ولهذا قال فی شرح الوقایة وانما تثبت القدرة اذا لم یکن مصروفا الی جهة اهم ام لكن زعم فی السراج ان وجوب تاخیر التیمم فی مسألة النجاسة مجمع علیه بخلاف مسألة اللمعة فاذن لا یکون جزم البدائع والمحیط فیها بوجوب التاخیر دلیل المشی علی قول محمد فی اللمعة اقول ۳۵۲ لكن قد اسمعناك نص الامام صدر الشریعة آنفا انما تثبت القدرة اذا لم یکن مصروفا الی نجاسة ونص الدر المختار المشغول بحاجة غسل نجس کالمعدوم فاین الاجماع وقد جزما به کانه لا خلاف فیه فضلا عن الاجماع علی خلافه ثم اذ قد ذکر الاجماع ههنا وقد نقل الخلاف فی مسألة اللمعة ابدی بینهما فارقا به تشبث العلامة الشامی فی دفع نظر الحلیة والبحر فقال فی منحة الخالق ذکر فی السراج لو بدأ بالتیمم ثم غسل النجاسة اعاد التیمم اجماعا بخلاف المسألة الاولی ای مسألة اللمعة علی قول ابی یوسف لانه تیمم هنا وهو قادر علی ماء لو توضأ به جاز وهناك ای فی مسألة اللمعة لو توضأ بذلك الماء لم یجز لانه عاد جنبا برؤیة الماء ام وبه یندفع النظر فتدبر ام واورده ایضا فی رد المحتار فقال وهو فرق حسن دقیق فتدبره ام اقول ۳۵۳ وبالله التوفیق له محلان الاول الجواز بمعنی الصحة کما تعطیه عبارة ملك العلماء حیث نسب الجواز الی الصلاة وفیه اولا ان مجرد صحة الوضوء به لا یثبت القدرة ولا ینفی العجز الاتری ان المریض او البعید میلا لو تحمل الحرج وتوضأ به لصح وجازت صلاته به بل الشغل بحاجة اهم ایضا من وجوه العجز کالمدخر لعطش او عجن مع جواز صلاته به قطعا ان فعل وثانیا ۳۵۴ علی السراج خاصة اذ یطیح الفرق فان الصحة وجواز الصلاة حاصل قطعا فی مسألة اللمعة ایضا الاتری الی ما تقدم عن الهندیة والکافی وشرح الوقایة لو صرفه الی الوضوء جاز زاد الاولان اتفاقا وعوده جنبا لا یمنعه عن التوضی للحدث لان هذه الجنابة مقتصرة والحدث غیر مندرج فیها الثانی بمعنی الحل ای لو توضأ به فی مسألة النجاسة حل بخلاف مسألة اللمعة لانه عاد جنبا فوجب صرفه الی الجنابة اقول ۳۵۵ وفیه اولا لا نسلم الحل فی النجاسة فان فیه اختیار الصلاة مع نجاسة حقیقیة عمدا لانه کان قادرا علی ان یزیل النجاستین الحقیقیة بالماء والحکمیة بالتراب کما قال ملك العلماء ولم یکن للماء خلف فی الحقیقیة فاذا صرفه الی الحکمیة التی کان یجد له خلفا فیها فقد ازمع واجمع علی ان یصلی فی نجس مانع مع القدرة علی ازالته فکیف یحل هذا اما الاجزاء فلانه عاجز عن الماء عند ایقاع الصلاة وانما النظر فیه الی الحالة الراهنة فان قلت ۳۵۶ بل یدل علی الحل قول ملك العلماء فکان اولی من الصلاة بطهارة واحدة وقول الخانیة والخلاصة والحلیة والبحر لو توضأ وصلی فی الثوب النجس جاز ویکون مسیئا ام

تطفل ۱ علی السراج الوهاج

تطفل ۲ علیه

تطفل ۳ علیه

فان الاساءة دون كراهة التحريم **اقول** تعليل ملك العلماء ادل دليل كما علمت على ان لفظة الاولى
فيه مثلها فى قول التجنيس و المزيد ان مراعاة فرض العين اولى قال الشامى فحيث ثبت انه فرض كان
خلافه حراما ام من صدر الجهاد و اطلاق المسئ على من ترك واجبا غير نادر لاجرم ان قال فى الغنية
لو ازال بذلك الماء الحدث وبقى الثوب نجسا لكان قد ترك الطهارة الحقيقية مع قدرته عليها بغير عذر
فيكون اثما لكن تصح صلاته لثبوت العجز بعد نفاد الماء اھ وھذا عين ما فهمت وقد اداه بلفظ
يجزو احسن رحمه الله تعالى والعلماء جميعا و **ثانيا** اذن ينقلب الفرق فحيث جاز له صرف الماء
الى الوضوء وابقاء النجاسة المانعة بلا مزيل لان يحل له صرفه الى الوضوء مع ازالة الجنابة بالتيمم
لاولى واى مدخل فيه لكون الجنابة اغلظ فان الكل ينتفى اما بالماء او بالتراب اى دليل على انه
تجب ازالة الاغلظ بالماء دون التراب وبالجملة فظهر بحمد الله تعالى ان ما النظر لامرد له وان الاظهر فى مسألة
النجاسة ما استظهره فى الحلية والبحر وجزم به فى شرح الوقاية والدر المختار **اقول** وبه ترجح ولله
الحمد ما سلكه المحقق الحلبى صاحب الغنية فى تقرير منشأ الخلاف فان القول بجواز الصرف الى الوضوء
مع اولوية الصرف الى اللمعة هو الذى يقتضيه الدليل وعلى تسليم وجوب الصرف اليها نرد مسائل كثيرة
ثبت فيها العجز عن الماء لاجل المنع الشرعى كما بيناها فى رسالة قوانين العلماء وقد يكون الوجوب فى كلام
الكافى من باب قولك حقك واجب على فظهر ان الاظهر فى هذه خلاف ما استظهره فى الحلية فالراجح
فيه قول محمد وقد ذيل بالاصح وهو تصحيح صريح وصاحب الحلية رحمه الله تعالى ليس من اصحاب
الترجيح **فان قلت** كونه مستحق الصرف الى حاجة اهم لا يختص بالوجوب الا ترى ان المعد للعجن منه
مع ان العجن غير واجب **اقول** ذلك تخفيف من ربكم ورحمة يراعى حاجات عباده بالنقير
والقطمير فجاز التيمم اذا كان يبيع الماء من عنده بفلس وقيمته ثمه نصف فلس وجاز لبعد ميل
وان كان فى جهة من هبه وهو يسير اليه لحاجة نفسه اما المنع لحق الشرع فلا يتحقق الا بالوجوب اذ ما لا
يجب شرعا لا يمنع تركه شرعا فظهر الفرق والحمد لله رب العلمين ولذا مشيت فى الجد الممتاز على قول محمد
لانه المذيل بالتصحيح الصريح ولانه الاظهر من حيث الدليل ولانه الاحوط فى الدين وان كان قول
الى يوسف ايضا له قوة لانه قول ابى يوسف ولانه فى الاصل وقد استظهر وجهيته فى الحلية
واومى الى ترجيحه فى شرح الوقاية واخر دليله فى الكافى غير انهم اعتمدوا حرفا واحدا وهو استحقاق

الضرو قد علمت جوابه و للّٰه الحمد بالجملہ حاصل تحقیق یہ ہوا کہ اگر کپڑے یا بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ مانعہ ہو اور وضو نہیں اور پانی اتنا ملا کہ چاہے نجاست دھولے چاہے وضو کرلے دونوں نہیں ہوسکتے تو واجب ہے کہ اُس سے نجاست ہی دھوئے اگر خلاف کریگا گنہگار ہوگا حدث کیلئے تیمم کرے خواہ نجاست دھونے سے پہلے یا بعد اور بعد اولٰی ہے کہ خلاف علما سے بچنا ہے اور اسی لیے اگر پہلے کرچکا ہے نجاست دھونیکے بعد دوبارہ تیمم کرلینا انسب احری ہے اور اگر جنابت کا لمعہ باقی ہے اور حدث بھی ہوا اور وہ لمعہ غیر مواضع وضو میں ہے یا کچھ مواضع وضو کے ایک حصے میں کچھ دوسرے عضو میں اور پانی اتنا ملا کہ دونوں میں جس ایک کو چاہے دھولے دونوں نہیں ہوسکتے تو اُس پانی کو لمعہ دھونے میں صرف کرے اور حدث کیلئے لازم کہ جب پانی خرچ ہولے اُسکے بعد تیمم کرے اگرچہ پہلے بھی کرچکا ہو کہ وہ منتقض ہوگیا ظاہر ہے کہ تیمم بعد کو کرنے یا بعد کو دوبارہ کرلینے میں نہ کچھ خرچ ہے نہ کچھ حرج تو اگر قول امام محمد کی ترجیح تصحیح نہ بھی ہوتی خلاف ائمہ سے خروج کیلئے اسی پر عمل مناسب مندوب ہوتا نہ کہ اسطرف صراحۃً لفظ اصح موجود اور یہی دلیل کی رُو سے ظاہر تر اور اسی میں احتیاط اور امر نماز میں احتیاط باعث فلاح وصلاح اصلح اللّٰه سبحٰنه وتعالٰی بالنا مع سائر اخواننا فی الدین وجعلنا جمیعا من المفلحین وحشرنا فی زمرۃ الصلحین تحت لواء سید المرسلین صلی اللّٰه تعالٰی علیه وعلیهم وعلی اٰله واٰلهم وحزبه وحزبهم اجمعین ابد الاٰبدین والحمد للّٰه رب العٰلمین وصلی اللّٰه تعالٰی علی المصطفٰی واٰله وصحبه وابنه وحزبه وعلینا بهم ولهم وفیهم ومعهم اٰمین یا ارحم الراحمین واللّٰه تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم الحمد للّٰه کتاب مستطاب حسن التعمم لبیان حد التیمم مسودۂ فقیر سے اٹھارہ جز سے زائد میں باحسن وجوہ تمام ہوئی جسمیں سدہا وہ ابحاث جلیلہ ہیں کہ قطعاً طاقتِ فقیر سے بدرجہا وراہیں مگر فیض قدیر عاجز فقیر سے وہ کام بلیتا ہے جسے دیکھکر انصاف والی نگاہیں کہ حسد سے پاک ہوں ناخواستہ کہہ اٹھیں ع کم ترک الاول للاٰخر کتنے مسائل جلیلہ معرکۃ الآرا بحمدہ تعالٰی کیسی خوبی وخوش اسلوبی سے طے ہوئے وللّٰه الحمد کتاب میں اصل مضمون کے علاوہ آٹھ رسائل ہیں (۱) سمح الندری فیما یورث العجز عن الماء کہ وقتِ طبع حاشیہ پر اسکا نام لکھنا رہ گیا (۲) الظفر لقول زفر (۳) المطر السعید علی نبت جنس الصعید (۴) الجد السدید فی نفی الاستعمال عن الصعید یہ چار تتمیہ ہیں (۵) باب العقائد والکلام (۶) قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء (۷) الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ (۸) مجلی الشمعۃ لجامع حدث ولمعۃ یہ چار ملحقہ ہیں سوال شروع جواب ۱۳۲۵ھ میں ہے لہٰذا نام کتاب میں یہی مدون ہیں پھر بحمدہ تعالٰی اس مقام کی طبع کے وقت کہ اوائل ماہ مبارک رمضان ۱۳۳۵ھ ہے یہ رسائل اور انکے ساتھ اور مضامین کثیرہ اضافہ ہوئے مجموع کی تصنیف بحمدہ تعالٰی ساڑھے پانچ مہینے میں ہے جن میں دو دن کم تین مہینے علالتِ شدیدہ ونقاہتِ مدیدہ کے ہیں جسکا بقیہ ابتک ہے لہٰذا رسالہ اخیرہ اوائل ۱۳۳۶ھ میں آیا جیسا کہ اُسکے نام نے ظاہر کیا بہرحال جو کچھ ہے میری قدرت سے وراء اور محض فضل میرے رب کریم پھر میرے نبی رؤف رحیم کا ہے جل وعلا وصلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم وللّٰه الحمد حمد الشاکرین وصلی اللّٰه تعالٰی علی خیر خلقه محمد واٰله وصحبه وابنه وحزبه اجمعین اٰمین والحمد للّٰه رب العٰلمین سبحٰنک اللّٰهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک واتوب الیک۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فہرست جلد اول کتاب مستطاب العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ

یہ جلد صرف باب التیمم تک ہے خیال تھا کہ بارہ جلدوں میں ہر جلد ۸۰۰ صفحوں کی یکجائے پہلی جلد میں پوری کتاب الطہارۃ ہو مگر فقط باب التیمم تک ساڑھے آٹھ سو صفحے ہو گئے لہذا یہ جلد یہیں ختم کی۔ بظاہر اس میں صرف ۱۱۴ فتوے اور ۲۰ رسالے ہیں مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہزارہا مسائل پر مشتمل ہے جن میں صدہا وہ ہیں کہ اس کتاب کے سوا کہیں نہ ملیں گے۔ ہم اولاً ان مسائل کی مجمل فہرست دیں جو اس جلد میں مذکور ہیں پھر اجمالاً فہرستِ رسائل۔

فہرستِ مسائل۔ باب تیمم تک جو مسائل ہیں وہ اصالۃً ان ابواب کے ہیں اور ضمناً تحقیق مسائل جو بیان دلائل میں باب التیمم سے آگے ابواب طہارت پھر نماز سے فرائض تک ابواب فقہ کے مختلف مسئلے پھر علم فقہ کے علاوہ اور علوم مثل علم عقائد و علم حدیث و علم اصول و علم ہندسہ و ریاضی وغیرہا کے مسائل ہیں لہذا مناسب ہوا کہ فہرست مسائل دو حصے ہو مسائل ابواب جلد کہ باب التیمم تک ہیں پھر مسائل ضمنیہ کہ دیگر ابواب طہارت و نماز وغیرہ ابواب فقہ و دیگر علوم کے ضمناً مذکور ہوئے

اس جلد کے ابواب اور ان کے مسائل کی فہرست

مضمون	صفحہ
خطبۂ کتاب نونے اسمائے ائمہ و کتب فقہ پر مشتمل	۲
فقہ حنفی میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مصنف کی سند۔	۵
کتاب الطہارۃ	۶
باب الوضوء	،،
فتویٰ ۱ تفصیل فرائض و واجبات وضو	،،
وضو میں چار فرض اعتقادی ہیں	۱۲
وضو میں آنکھیں زور سے نہ بند کرے مگر وضو ہو جائیگا۔	،،
کن چیزوں کا بدن پر لگا رہ جانا وضو و غسل کا مانع نہیں۔	۱۳
عورت کے بدن پر مہندی کا جرم لگا رہ گیا	۱۴
وضو کیا اور آنکھ کے کوئے میں سرمہ لگا رہ گیا	،،
کاتب کے ناخن پر روشنائی رہ گئی	،،
۔۔ اپنے قصہ کے بد نیز پانی پہنچ گیا طہارت ہو گئی	۱۵
تحقیق ان غسل الرجلین مجمع علیہ	۱۶
وضو میں بارہ فرض عملی ہیں	۱۷
لب خوب زور سے بند کر لیے اور کلی نہ کی وضو نہ ہوگا۔	،،
بھووں اور مونچھوں اور بچی کے بالوں کا حکم	،،
گھنی داڑھی کا دھونا وضو میں فرض ہے اور گتنی کا مستحب	،،
وضو میں کنپٹیوں پر بھی پانی بہانا فرض ہے	۱۸
وضو میں انگوٹھی وغیرہ گہنوں کا حکم	،،
سر کے نیچے جو بال لٹکتے ہیں ان کا مسح کافی نہیں۔	۱۸
ٹوپی اور دوپٹے پر سے مسح میں کیا حکم ہے	،،
کتنا پانی بہنے میں دھونا صادق آئیگا	۱۹
مواضع ضرورت میں کسی سخت چیز کا لگا رہنا	۲۰
وضو و غسل میں واجب اصطلاحی کوئی نہیں	۲۰
وضو کی ابتدا میں بسم اللہ صرف سنت ہے	،،
فتویٰ ۲ مسواک ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو	۲۲
فتویٰ ۳۔ وضو کے بعد کپڑے سے عضو پونچھنے کا حکم۔	،،
وضو کا پانی روز قیامت نیکیوں کے پلے میں رکھا جائے گا۔	۲۵
وضو و غسل میں ہاتھ جھٹکنے کا کیا حکم ہے	۲۷
فتویٰ ۴۔ آنچل اور دامن سے ہاتھ منہ پونچھنا کیسا ہے۔	۳۰
تانبے کے برتن سے وضو کیسا ہے۔	۳۱
وضو کے وقت ناف سے زانو کے نیچے تک بدن چھپا ہونا چاہیے بلکہ بلا ضرورت کسی وقت بھی نہ کھلے۔	۶۲
وضو میں کچھ جگہ ہیں جنکی خاص احتیاط مرد و عورت سب پر لازم ہے۔	۹۲
وضو میں پانچ مواقع اور ہیں جنکی احتیاط خاص مردوں پر لازم ہے	۹۷
وضو کے لیے پانی لیکر بیٹھنا یاد ہے اور دھونا یاد نہیں تو وضو سمجھا جائیگا	۱۳۳
وضو میں منہ کے بعد دونوں ہاتھ سر ناخن سے کہنیوں تک تین بار دھوئے	۱۴۵
وضو سے پہلے گٹوں تک تین بار ہاتھ دھونا مطلقاً سنت ہے اور کسی نجاست تک پہنچنے کا احتمال ہو تو سنت مؤکدہ۔	۱۴۶
اسکا بیان کہ مسواک وضو کی سنت ہے یا نماز کی	،،
اس امر کی تحقیق کہ مسواک قبل وضو ہے یا کلی کرتے ہیں۔	،،
مسواک ہوتے ہوئے انگلی سے مانجھنا کافی نہیں مگر عورتوں کو مسی کفایت کرتی ہے	۱۴۸
اس امر کی تحقیق کہ وضو میں مسواک سنت ہے یا مستحب۔	،،
وضو سے گناہ دھلنے کی حدیثیں۔	۱۵۳
مسواک پہلے اور بعد تین تین بار دھوئیں	۱۵۵
تنباکو کھانے پینے والوں کے لیے کہاں تک مسواک واجب ہے اور اسکے امتحان کا طریقہ	،،
پان کے عادیوں کو کلیوں میں کتنی احتیاط لازم	۱۵۶
تمباکو زمین ہونے کی کمال صفائی کرے ورنہ فرشتوں کو ایذا ہوتی ہے۔	،،
وہ پانی جو مقدار وضو بتایا گیا پھر ہاتھ دھونا کلی کرنا ناک میں ڈالنا اسی میں محسوب ہے یا الگ	،،
اجماع ہے کہ وضو و غسل میں پانی کی کوئی حد مقرر نہیں۔	۱۵۷
وضو میں تجدید و تجمیل کا بڑھانا مستحب ہے اور اسکے معنی کا بیان۔	۱۵۹
سبب کے لیے وضو و غسل میں پانی کی ایک مقدار مقرر ہونا محض باطل ہے۔	۱۶۱
وضو یا غسل میں بے سبب پانی زیادہ خرچ کرنیکا کیا حکم ہے اور اس باب میں مصنف کی تحقیق منفرد۔	۱۶۲
وضو میں انگوٹھی اور غسل میں بالی کا حکم	۱۶۲
وضو میں پانی زور سے ڈالنا مکروہ ہے۔	،،
اعضا کا مل مل کر دھونا وضو اور غسل میں سنت ہے	،،
اعضائے وضو دھونے میں حد شرعی سے اتنی خفیف تحریر بڑھانا جس سے حد شرعی پوری ہونے میں شبہہ نہ رہے واجب ہے۔	،،
وضو میں منہ سے ابتدا کرنا سنت ہے	،،
وضو میں ترتیب سنت ہے یہاں تک کہ کلی کرنے ناک میں پانی ڈالنے میں بھی۔	،،
کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیا حد ہے کہ وضو میں جسکے ترک سے لوگ گنہگار ہوتے ہیں اور غسل میں ترک سے نماز ہی نہیں ہوتی	۱۶۴
وضو میں ترک نیت کی عادت گناہ ہے۔	۱۶۶
طہارت میں ہر عضو پورا تین بار دھونا سنت مؤکدہ ہے ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا۔	،،
اعضا میں تین بار دھونے کے معنی جسکے ترک کی عادت سے لوگ گنہگار ہوتے ہیں اور بہت کی نماز ہی نہیں ہوتی۔	،،
ضرورت کیلیے اعضا ایک ایکبار دھونا جائز ہے	،،
اتی صحیح غرضوں کا بیان جنکی وجہ سے اعضا کا	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فہرست جلد اول کتاب مستطاب العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ

یہ جلد صرف باب التیمم تک ہو خیال تھا کہ بارہ جلدوں میں ہر جلد ۸۰۰ صفحوں کی کیجائے پہلی جلد میں پوری کتاب الطہارۃ ہو مگر فقط باب التیمم تک ساڑھے آٹھ سو صفحے ہوگئے لہٰذا یہ جلد یہیں ختم کی۔ بظاہر اس میں صرف ۱۴۷ فتوے اور ۲۰۰ رسالے ہیں مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہزارہا مسائل پر مشتمل ہے جن میں صدہا وہ ہیں کہ اس کتاب کے سوا کہیں نہ ملیں گے۔ ہم اوّلاً اُن مسائل کی مجمل فہرست دیں جو اس جلد میں مذکور ہیں پھر اجمالاً فہرست رسائل۔

فہرست مسائل۔ باب تیمم تک جو مسائل ہیں وہ اصالۃً ان ابواب کے ہیں اور ضمناً تحقیق مسائل ہو بیان و لائل میں باب التیمم سے آگے ابواب طہارت پھر نماز سے فرائض تک ابواب فقہ کے مختلف مسئلے پھر علم فقہ کے علاوہ اور علوم مثل علم عقائد و علم حدیث و علم اصول و علم ہندسہ و ریاضی وغیرہا کے مسائل ہیں لہٰذا مناسب ہوا کہ فہرست مسائل دو حصے ہو مسائل ابواب جلد کہ باب التیمم تک ہیں پھر مسائل ضمنیہ کہ دیگر ابواب طہارت و نماز وغیرہ ابواب فقہ و دیگر علوم کے ضمناً مذکور ہوئے

اس جلد کے ابواب اور اُن کے مسائل کی فہرست

مضمون	صفحہ
خطبۂ کتاب نوسے اسمائے ائمہ و کتب فقہ پر مشتمل	۲
فقہ حنفی میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مصنف کی سند۔	۵
کتاب الطہارۃ	۶
باب الوضوء	رر
فتویٰ ۱ تفصیل فرائض و واجبات وضو	رر
وضو میں چار فرض اعتقادی ہیں	۱۲
وضو میں آنکھیں زور سے نہ بند کرے مگر وضو ہو جائیگا۔	رر
کن چیزوں کا بدن پر لگا رہ جانا وضو و غسل کا مانع نہیں۔	۱۳
عورت کے بدن پر مہندی کا جرم لگا رہ گیا	۱۴
وضو کیا اور آنکھ کے کوئے میں سرمہ لگا رہ گیا	رر
کاتب کے ناخن پر روشنائی رہ گئی	رر
بے اپنے قصد کے بدن پر پانی پہنچ گیا طہارت ہو گئی	۱۵
تحقیق ان غسل الرجلین مجمع علیہ	۱۶
وضو میں بارہ فرض عملی ہیں	۱۷
لب خوب زور سے بند کر لیے اور کلی نہ کی وضو نہ ہوگا۔	رر
بھووں اور مونچھوں اور بچی کے بالوں کا حکم	رر
گھنی داڑھی کا دھونا وضو میں فرض ہے اور گھنی کا مستحب	رر
وضو میں کنپٹیوں پر بھی پانی بہانا فرض ہے	۱۸
وضو میں انگوٹھی وغیرہ گہنوں کا حکم	رر
سر کے نیچے جو بال لٹکتے ہیں اُن کا مسح کافی نہیں۔	۱۸
ٹوپی اور دوپٹے پر سے مسح میں کیا حکم ہے	رر
کتنا پانی بہنے میں دھونا صادق آئیگا	۱۹
مواضع ضرورت میں کسی سخت چیز کا لگا رہ جانا	[illegible]
وضو و غسل میں واجب اصطلاحی کوئی نہیں	۲۰
وضو کی ابتدا میں بسم اللہ صرف سنت ہے	رر
فتویٰ ۲ مسواک ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو	۲۴
فتویٰ ۳۔ وضو کے بعد کپڑے سے اعضا پونچھنے کا حکم۔	رر
وضو کا پانی روز قیامت نیکیوں کے پلّے میں رکھا جائے گا۔	۲۵
وضو و غسل میں ہاتھ جھٹکنے کا کیا حکم ہے	۲۷
فتویٰ ۴۔ آنچل اور دامن سے ہاتھ منھ پونچھنا کیسا ہے۔	۳۰
تانبے کے برتن سے وضو کیسا ہے۔	۳۱
وضو کے وقت ناف سے زانو کے نیچے تک بدن چھپا ہونا چاہیے بلکہ بلا ضرورت کسی وقت بھی نہ کھلے۔	۶۶
وضو میں چھبیس جگہ ہیں جنکی خاص احتیاط مرد و عورت سب پر لازم ہے۔	۹۶
وضو میں پانچ مواقع اور ہیں جنکی احتیاط خاص مردوں پر لازم ہے	۹۷
وضو کے لیے پانی لیکر بیٹھنا یاد ہے اور دھونا یاد نہیں تو وضو سمجھا جائیگا	۱۴۳
وضو میں منھ کے بعد دونوں ہاتھ سر ناخن سے کہنیوں تک تین بار دھوئے	۱۴۵
وضو سے پہلے گٹوں تک تین بار ہاتھ دھونا مطلقاً سنت ہے اور کسی نجاست تک پہنچنے کا احتمال ہو تو سنت مؤکدہ۔	۱۴۶
اسکا بیان کہ مسواک وضو کی سنت ہے یا نماز کی	رر
اس امر کی تحقیق کہ مسواک قبل وضو ہے یا کلی کرتے میں۔	رر
مسواک ہوتے ہوئے انگلی سے مانجھنا کافی نہیں مگر عورتوں کو مسی کفایت کرتی ہے	۱۴۸
اس امر کی تحقیق کہ وضو میں مسواک سنت ہے یا مستحب۔	رر
وضو سے گناہ دھلنے کی حدیثیں۔	۱۵۳
مسواک کے پہلے اور بعد تین تین بار دھونا منہ کو کھانے پینے والوں کے لیے کہاں تک	۱۵۵
مسواک واجب ہے اور اسکے امتحان کا طریقہ	رر
پان کے عادیوں کو کلیوں میں کتنی احتیاط لازم ہے تمام منہ میں کمال صفائی کرے ورنہ فرشتوں کو ایذا ہوتی ہے۔	۱۵۶
وہ پانی جو مقدار وضو بتایا گیا ہے ہاتھ دھونا کلی کرنا ناک میں ڈالنا اسی میں محسوب ہے یا الگ	رر
اجماع ہے کہ وضو و غسل میں پانی کی کوئی حد مقرر نہیں۔	۱۵۷
وضو میں غرہ و تحجیل کا بڑھانا مستحب ہے اور اسکے معنی کا بیان۔	۱۵۹
سب کے لیے وضو و غسل میں پانی کی ایک مقدار مقرر ہونا محض باطل ہے۔	۱۶۱
وضو یا غسل میں بے سبب پانی زیادہ خرچ کرنے کا کیا حکم ہے اور اس باب میں مصنف کی تحقیق مفرد۔	۱۶۲
وضو میں انگوٹھی اور غسل میں بالی کا حکم	۱۶۳
وضو میں پانی زور سے ڈالنا مکروہ ہے۔	رر
اعضا کا مل مل کر دھونا وضو و غسل میں سنت ہے	رر
اعضائے وضو دھونے میں حد شرعی سے اتنی خفیف تحریر بڑھانا جس سے حد شرعی پوری ہونے میں شبہہ نہ رہے واجب ہے۔	رر
وضو میں دہنے سے ابتدا کرنا سنت ہے	رر
وضو میں ترتیب سنت ہے یہاں تک کہ کلی کرنے ناک میں پانی ڈالنے میں بھی۔	رر
کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیا حد ہے کہ وضو میں جسکے ترک سے لوگ گنہگار ہوتے ہیں اور غسل میں ترک سے نماز ہی نہیں ہوتی	۱۶۴
وضو میں ترک نیت کی عادت گناہ ہے۔	۱۶۶
طہارت میں ہر عضو پورا تین بار دھونا سنت مؤکدہ ہے ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا۔	رر
اعضا میں تین بار دھونے کے معنی جسکے ترک کی عادت سے لوگ گنہگار ہوتے ہیں اور بہت کی نماز ہی نہیں ہوتی۔	رر
ضرورت کیلیے اعضا ایک ایکبار دھونا جائز ہے	رر
اُنھی صحیح غرضوں کا بیان جنکی وجہ سے اعضا کا	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
تین تین بار سے زیادہ دھونا جائز یا مکروہ ہے	۱۸۴
تجدید وضو کے استحباب میں مصنف کی تحقیق۔	۱۸۵
ہر وقت باوضو رہنے کی فضیلتیں	״
تازہ وضو کی فضیلت	۱۸۶
مصنف کی تحقیق وضو و غسل مستحب مقصود بالذات بھی ہیں۔	۱۸۷
وضوئے مستحب بے نیت ادا نہ ہوگا	״
مصنف کی تحقیق کہ وضو پر تازہ وضو کے لیے مجلس بدلنے کی بھی حاجت نہیں	۱۸۹
اُن صورتوں کا بیان جن میں تازہ وضو کرنا مطلقاً بالاتفاق مستحب ہے۔	۱۹۰
بغل میں بدبو ہو تو اُسکے کھُونے سے وضو مستحب ہے۔	۱۹۲
جذامی و برص والے سے مس کرنے میں تجدید وضو مستحب ہے۔	״
معبودان کفار کے چھونے سے نیا وضو چاہیے۔	״
جن باتوں سے اعادہ وضو مستحب ہے وضو کرتے میں ہوں تو سرے سے وضو مستحب ہوگا۔	״
وضو میں ممانعت اسراف کی حدیثیں	۱۹۶
وضو میں مقدار سے زیادت کے بارے میں مصنف کی تحقیق۔	۱۹۷
وہ باتیں جنکے لحاظ سے وضو میں پانی کم خرچ ہو۔	۲۰۸
وضو احتیاط کے ساتھ کیا جائے عوام میں جو مشہور ہے کہ وضو جوانوں کا سا کرے غلط ہے	״
عضو دھونے سے پہلے بھیگا ہاتھ پھیرنا مستحب ہے خصوصاً جاڑوں میں۔	۲۰۹
ہر عضو دھو کر اُسکا پانی ہاتھ سے صاف کرے	״
وضو میں پانی ناخنوں کیطرف سے ڈالا جائے نہ اُدھر سے۔	۲۱۰
دفع وسواس کی دعائیں اور علاج	۲۱۰ ۲۱۴ ۲۱۹
وضو کے بعد رومالی پر چھینٹا دینا سنت ہے	۲۱۲
رومالی پر چھینٹا دینے میں چند باتیں ملحوظ رہیں	۲۱۳

مضمون	صفحہ
وضو میں دستہ دار لوٹے کا دستہ تھامے اُسکے مونھ پر ہاتھ نہ رکھے۔	۲۱۴
وضو سے پہلے تین بار دستہ دھونا مستحب ہے	۲۱۴ ۲۴۵
مستحب ہے کہ وضو مٹی کے برتن سے کرے	۲۱۴
مونھ دھونے میں پانی کہاں سے ڈالا جائے	۲۱۹
پانی خود بہنا ضرور ہے ہاتھ کے ذریعہ سے پہنچانا کافی نہیں۔	״
وضو میں ہر عضو جدا ہے ایک کا پانی دوسرے پر بہنا کافی نہیں اور غسل میں سب بدن ایک ہے سر کا پانی پاؤں تک جہاں جہاں بہے پاک کر دے گا۔	۲۳۹
اولیا آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ وضو کے پانی کے ساتھ گناہ نکلتے ہیں۔	۲۴۵
وضو کرنے بیٹھا پھر کسی مانع کے سبب تمام نہ کر سکا تو جتنے افعال کیے اُن پر ثواب پائیگا اگرچہ وضو نہ ہوا۔	۲۴۸
جس نے بالقصد آدھا وضو کیا ثواب نہ پائے گا۔	״
جسکا ارادہ وضو کا تھا پھر قصداً بیچ میں سے چھوڑ دیا ثواب نہ پائیگا۔	״
سات حدیثیں کہ جو بسم اللہ کہکر وضو کرے اُسکا سارا بدن پاک ہو جائیگا ورنہ صرف اعضائے وضو اور مصنف کا اُسکی تقویت کرنا	۲۵۴
دھونیکے بعد جو تری عضو میں رہے اُس سے مسح ہو سکتا ہے اور مسح کی تری بچی ہوئی سے نہ ہوگا۔	۲۵۸
سارے سر کا مسح سنت ہے اور اُسکا [illegible]	״
ایک اُنگلی سر پر رکھکر کھینچدی کہ چہارم سر کی قدر تک پہنچ گئی مسح نہ ہوگا	۲۵۹
دو انگلیوں سے بھی نہ ہوگا ہاں تین اُنگلیاں اگر اتنی کھینچیں کہ چہارم سر کو پہنچیں ہو گیا۔	۲۵۹
اُنگلیوں کے پوروں سے مسح کرنیکا حکم	״
اگر سر پر مینھ کی بوندیں گریں مسح ہو گیا	״
اگر لکڑی بھگو کر سر پر پھیر دی کہ چہارم سر تر ہو گیا مسح ہو گیا۔	۲۶۰
تحقیق المصنف فی	

مضمون	صفحہ
مسألۃ المسح بمد اصبع او اصبعین	۲۶۰
ایک اُنگلی سے سر کا مسح ہو جانیکا طریقہ	۲۶۰
اوس میں سر برہنہ بیٹھا اُس سے چہارم سر کی قدر بھیگ گیا مسح ہو گیا	۴۱۰
زیادہ گرم و سرد پانی کہ پورا ڈالا نہ جائے اُس سے وضو مکروہ ہے	۴۱۲
سر پر کوئی دوا لگی ہے تو مسح کس طرح کرے۔	۴۶۲
جنازہ کے لیے جو وضو کیا اُس سے ہر نماز پڑھ سکتا ہے	۵۸۲
وضو کرنے بیٹھا چلو میں پانی لیا حدث ہو گیا یہ چلو ہاتھ دھونے میں صرف کر سکتا ہے	۶۰۶
مونھ دھویا پھر ہاتھ دھونیکے لیے چلو میں پانی لیا کہ حدث ہو گیا یہ پانی ہاتھوں پر ڈال سکتا ہے۔	״
مونھ دھونے کو پانی لپ میں لیا پھر حدث ہو گیا وہ پانی مونھ دھونے کو کافی نہ ہونا چاہیے	״
وضو و غسل میں جس عضو کا دھونا مضر ہو تو مسح کرلے۔	۶۴۷
دھونا اور مسح کرنا جمع ہو سکتے ہیں جتنے ٹکڑے کا دھونا مضر ہے مسح کرے باقی کو دھوئے۔	״
دھونا اور پٹی کا مسح کرنا جمع ہو سکتے ہیں	״
اعضا پھٹ گئے ہوں تو اُنکے دھونے یا مسح کرنے کی تفصیل۔	۶۴۸
بدن پر دوا لگی ہے اور چھڑانا مضر تو اُسپر پانی بہائے اور اس سے بھی ضرر ہو تو مسح کرے اور اس سے بھی ضرر ہو تو معاف	״
پانی بیکار صرف کرنا یا پھینک دینا حرام ہے	۶۴۹
کافر وضو یا غسل کرکے اسلام لایا اور اسکے بعد حدث نہ ہوا اسی وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے	۶۶۲
ایک دو اُنگلی سے سر اور موزہ کا مسح جائز نہیں ہاں اگر بار بار اُنگلی تر کرکے مختلف جگہ پر رکھے کہ قدر مطلوب کو پہنچ جائے تو جائز ہے۔	۷۲۲
وضو میں مسح سر کا بہتر طریقہ۔	۷۲۹
ایضاً دوسرا طریقہ	۷۳۰
سر کے مسح میں اُنگلیوں کی تری ختم ہو گئی تو کانوں کے مسح کیلیے نئی تری لیں۔	״
وضو کا بچا ہوا پانی جو لوگ پھینک دیتے ہیں جس میں	۷۳۱

مضمون	صفحہ
مسح کہ وضو میں ہے اُس سے مراد تری پہنچانا ہے کسی طرح ہو اگرچہ مینھ پڑنے یا غوطہ لگانے سے	۸۱۶
وضو میں مسح کی جگہ سر دھونا خلاف سنت ہے	״
فصل فی النواقض	
فتویٰ ۵۔ وضو کرتے میں ناقضِ وضو واقع ہو تو سرے سے وضو کرے	۳۱
پانی چلو میں لیا اور حدث واقع ہوا	۳۲
فتویٰ ۶ تھوک میں خون کا اثر ظاہر ہونا	۳۲ ۵۲۲
فتویٰ ۷، نکام بہنے سے وضو نہیں جاتا	۳۴
بلغم کی قے سے وضو نہیں جاتا	۳۴ ۵۲۳
مرض سے جو پانی آنکھ وغیرہ سے بہے وضو نہ رہیگا	۳۴
رال بہنے سے وضو نہیں جاتا۔	۳۵
بدن سے کسی پاک رطوبت کا نکلنا ناقض وضو نہیں۔	״
حدث و نجس کی نسبتوں میں مصنف کی تحقیق	۳۶
شراب کی قے کا حکم	۳۶
مرض سے جو رطوبت بہے اگر اُس میں خون وغیرہ نجس کی آمیزش کا احتمال نہیں تو پاک ہے اُس سے وضو نہ جائیگا۔	۳۷و۳۸
ناف سے زرد پانی بہا۔	۳۷
دانے کا پانی اگرچہ نتھرا ہو ناقض وضو ہے	״
اندھے کی آنکھ سے جو رطوبت بہے ناقض وضو ہے	״
دانے کھجلی سے نتھرا پانی اگر بکثرت نکلے تو ضرورت کے لیے اس قول پر عمل کر سکتے ہیں کہ وضو نہ جائیگا جبکہ بالکل صاف ہو	۳۹
نارو کا ڈورا نکلنے سے وضو نہ جائیگا۔	״
نارو سے رطوبت بہے تو وضو جاتا رہیگا	״
بحران کے پسینہ سے وضو نہیں جاتا۔	״
جسے نکسیر کا عارضہ ہوا کرتا ہے اُسکی ناک سے ریزش سرخی لیے آئے وضو نہ رہیگا	۴۰
مصنف کی تحقیق کہ جو پاک رطوبتیں بدن سے عادۃً نکلتی ہیں وہ اگر بطور مرض بھی بہیں وضو نہ جائیگا۔	״
خون چھلکنے اُبھرنے بہنے کے فرق و احکام	
فتویٰ ۸۔ خون چھلکنا اور کپڑے میں لگنا	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
اور دانے کی چیچک۔	۴۱
ناک سے انگلی یا دانتوں سے مسواک میں خون لگ آیا یا چھنکا ہوا خون ہاتھ یا کپڑے میں لگ گیا تو کیا حکم ہے۔	″
خون یا ریم آبلے کے مونھ تک آیا اور نہ بہا	″
دانوں کی چیچک یا چھنکے ہوئے خون سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا نہ وضو جائے۔	″
جسے قابل خون یا ریم کپڑے میں لگ کر بہ نہ سکا تو کیا حکم ہے۔	″
جو خون ابھر کر رہ جائے پاک ہے اور ناقض وضو نہیں۔	″
خون یا ریم بار بار پوچھ لیا تو وضو اور کپڑے کا کیا حکم ہے۔	″
خون بار بار ابھرا اور مٹی ڈالدی تو وضو کا کیا حکم ہے۔	۴۲
ایک جلسہ میں جتنا خون بار بار نکلا وہ بہتا یا نہیں یہ اندازہ پر ہے۔	″
جو خون یا پیپ آنکھ سے بہکر آنکھ سے نہ نکلے نہ ناپاک ہے نہ ناقض وضو۔	″
ناک کی ہڈی تک خون اترا اور نرم حصے تک نہ آیا تو وضو نہ جائیگا۔	″
بچی کے اندر جو خون نکلا اسکا کیا حکم ہے	″
قطرہ اگر عضو تناسل کے اندر بہے اور مونھ پر نہ آئے تو وضو نہ جائیگا اور خون میں یہ بھی شرط ہے کہ باہر نکلکر بہے۔	۴۳
ناک یا دانت سے انگلی پر بار بار خون لگ آیا تو وضو گیا یا نہیں۔	″
قے مونھ بھر کر ناقض وضو ہے اور تھوڑی تھوڑی آئے تو کیا حکم ہے۔	۴۶
حیض وغیرہ نجاست جبتک فرج داخل سے باہر نہ ہو اس سے وضو و غسل کچھ نہیں	۵۴
بول و براز جبتک سوراخ کے مونھ پر ظاہر نہ ہو وضو نہ جائیگا۔	۵۵
وضو کے بعد پانی سے استنجا کس صورت میں ناقض وضو ہے۔	۵۵
کھٹمل مچھر پسو کے کاٹنے سے وضو نہیں جاتا جونک اور کلی میں تفصیل ہے۔	۵۶
ورم سے خون وغیرہ نکلا اسی پر بہا جسم بدن تک نہ پہنچا وضو جاتا رہیگا اگرچہ خود ورم پر مسح نہ کر سکے	۵۷
زخم کے اندر اندر خون کا بہنا ناقض وضو نہیں جبتک مونھ پر آکر نہ ڈھلکے	۶۱
ایک زخم لمبا اور باریک ہے خون اس میں دورہ کرے اور اسکے لبوں سے ابھر کر نہ ڈھلکے ظاہرا وضو نہ جائیگا۔	۶۲
چوڑے زخم کا بھی یہی حکم ہے کہ جبتک خون اسکے لبوں سے ابھر کر نہ ڈھلکے ظاہرا وضو نہ جائیگا۔	″
جو خون تھوڑا تھوڑا بار بار نکلے اس میں وقت ضرورت کے لیے ایک آسان فتوی	″
فتوی ۹ دوڑنے یا کودنے یا اپنا یا پرایا ستر دیکھنے سے وضو نہیں جاتا۔	۶۷
بلندی سے گرنے میں وضو نہ جائیگا۔	″
کسی کام میں مستغرق ہو جانے سے وضو نہیں جاتا۔	″
منی کہ بے شہوت جدا ہوئی تھی اس کا نکلنا وضو واجب کرتا ہے غسل نہیں۔	۶۷ و ۱۲۵
فتوی ۱۰ ابھرا یا اچھی ہو گئی اسکے خلا میں پانی بھر کے نکل جانا ناقض وضو نہیں	۶۷
پھڑیا میں ابھی رطوبت باقی ہے اسکے خلا میں پانی بھر کر نکلا تو وضو جاتا رہا۔	۶۸
معدہ میں جا کر پانی اگرچہ اسیوقت لوٹ آئے ناپاک ہے ناقض وضو ہے جبکہ مونھ بھر کر ہو	″
پانی معدہ تک نہ پہنچا تھا کہ اچھو سے نکل گیا پاک ہے اور وضو نہ جائیگا۔	″
کیڑے اور سانپ کی قے ناقض وضو نہیں اگرچہ مونھ بھر کر ہو۔	″
فتوی ۱۱ اسطرح سونے سے وضو جاتا ہے	۷۰
نیند دو شرطوں سے ناقض ہوتی ہے	۷۱
سونے کی دس صورتیں جنسے وضو نہیں جاتا	″
کرسی مونڈھے پر پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھا سو گیا وضو نہ جائیگا جبکہ کرسی انگریزی ساخت کی نہ ہو۔	″
زین سواری کا سونا ناقض وضو نہیں	″
ننگی پیٹھ پر سوار کا سونا۔	۷۱
تکیہ لگائے سونے کا حکم	″
کھڑے بیٹھے رکوع سجود کی ہیأت پر سونے کا حکم۔	″
سونے کی دس صورتیں جنسے وضو جاتا ہے	″
کاٹھی پر سواری میں سونے کا حکم۔	″
سجدۂ زنانہ میں سونا ناقض وضو ہے سجدۂ مردانہ میں نہیں۔	″
گرم تنور کے کنارے سونے کا حکم۔	۷۲
نیند کی سب صورتوں میں نماز و غیر نماز کا ایک حکم ہے۔	″
بیمار لیٹ کر نماز پڑھتا تھا نیند آگئی وضو جاتا رہا	″
نماز میں سو جانے کے احکام۔	″
اونگھنے کا حکم۔	″
بیٹھے بیٹھے جھونکے لینے سے وضو نہیں جاتا	″
جھوم کر گر پڑا اگر معاً آنکھ کھل گئی وضو نہ گیا	″
سوتے میں اس شکل پر ہو گیا جس سے وضو جاتا ہے مگر فوراً آنکھ کھل گئی وضو نہ گیا۔	″
کبھی آدمی سو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ نہیں سویا اسکا ضروری بیان۔	″
نیند بوجہ ظن ریح ناقض ہے نہ خود	۹۰
قہقہہ سے وضو جانے کا بیان۔	۹۲
بیت الخلا میں جانا یاد ہے اور پیشاب کرنا یاد نہیں وضو واجب ہے۔	۱۳۲
عورت کے دونوں مقام پردہ شق ہونے سے ایک ہو گئے تو ریح آنے سے اسپر بھی وضو واجب ہے۔	۱۳۲
سونے میں دونوں سرین جمے ہوں جب بھی وضو مستحب ہے۔	۱۹۲
قطرے یا ریح کے شبہہ سے وضو نہیں جاتا	۲۱۲
تحقیق معنی رفع الحدث مع رفع ایراد الامام ابن الہمام۔	۲۲۹
نابالغ ہر وقت باوضو ہے کسی حدث سے اسکا وضو نہیں جاتا نہ جماع سے اسپر غسل فرض ہو۔	۲۴۷
للحدث معنیان وھو متجزٍ علی احدہما دون الآخر	۲۲۹ ۸۲۵
تحقیق شریف فی تعریف الحدث	۲۴۹
تحقیق نفیس الحقیق علی الاطلاق فی معنی النجاسة الحکمیة	۲۵۰
تحقیق الفرق بین معنیی الحدث و تجزی احدہما دون الآخر۔	۲۵۱
مصنف کی تحقیق کہ نجاست حکمیہ صرف اعضائے وضو میں ہوتی ہے یا سارے بدن میں	۲۵۴
حدث جب مطلق ہو اس سے مراد بے وضوئی ہے نہ وہ جسپر غسل ہے۔	۲۵۵
ہر ناقض وضو کھانے سے پیدا ہوتا ہے وضو تو سارے ہی بدن کو چاہیے تھا چار عضو کی تخصیص اس حکمت سے ہے اور ان میں بھی سر کے فقط مسح کی یہ حکمت۔	۲۵۶
حدث موجب وضو صرف چار اعضا میں ہوتا ہے اگر کوئی وضو کی جگہ غسل کا التزام کرے بدعت ہے۔	۲۵۷
نجاست کا اپنی قوت سے بہکر نکلنا ناقض وضو ہے اگرچہ اسکے ساتھ اور پاک رطوبت اس سے زائد مخلوط ہو۔	۵۲۳
رقیق خون سر سے آئے یا جوف سے کتنا ہی قلیل ہو ناقض وضو ہے۔	″
قے میں بستہ خون جوف سے آیا اگر مونھ بھر ہو ناقض وضو ہے ورنہ نہیں۔	″
خون کہ جوف سے قے میں آئے مطلقاً ناقض وضو ہے رنگت کا اسمیں اعتبار نہیں۔	″
ورزش سے وضو نہیں جاتا۔	۵۰۳
معاصی و مکروہات کا ارتکاب بھی ایک طرح کی نجاست حکمیہ ہے اگرچہ انسے وضو نہیں جاتا	۶۱۱
مصنف کی تحقیق کہ مسلمان کی موت حدث ہے نجاست نہیں۔	۶۴۲
نجاست حکمیہ نجاست حقیقیہ سے سخت تر ہے اسکا ایک حصہ معاف ہوتا ہے یہاں کوئی ذرہ معاف نہیں۔	۶۴۸
کئی حدث ہوئے وضو کیا وہ سب سے ہے نہ فقط اول سے۔	۸۱۴
حدث اصغر وہی ہے جس سے فقط وضو واجب ہو نہانا نہ ہو۔	۸۱۵
اسکی تحقیق کہ ہر موجب غسل موجب وضو ہے۔	۸۱۶

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
تحقیق المصنف ان الحدث المتجزی علی قسمین شامل و مقتصر	۸۵،۸۴
باب الغسل	
غسل میں عورت کو چوٹی کھولنا ضروری ہے یا نہیں۔	۱۵
غسل کے بعد اعضا پونچھنے کا حکم	۲۶
نہ پونچھنا ضرر دے تو پونچھنا ضرور ہے۔	″
غسل کا پانی بھی نیکیوں کے پلے میں رکھا جانا ظاہر ہے۔	۲۹
غسل میں فرج داخل اندر سے دھونا فقط مستحب ہے واجب نہیں۔	۵۵
فتویٰ ۱۲۔ فرائض غسل۔	۹۴
دانتوں کی جڑ یا کھڑکیوں میں سخت چیز جمی ہو تو چھڑانا لازم ہے ورنہ غسل نہ اترے گا۔	۹۵
چونا یا مسی کی تحریں جنکے چھڑانے میں ضرر ہو معاف ہیں۔	″
وضو و غسل میں غرغرہ سنت ہے مگر روزہ دار کو مکروہ۔	″
غسل میں موہنھ اور ناک کا کتنا دھونا فرض ہے	″
ناک میں جو کثافت جمی ہو اسکا چھڑانا غسل میں فرض ہے اور وضو میں سنت۔	۹۶
ناک میں کہاں تک پانی چڑھانیکا حکم ہے	″
وضو و غسل کی بے احتیاطیاں جنسے نماز نہیں ہوتی۔	″
غسل میں بائیس ۲۲ جگہ اور ہیں جنکی احتیاط مرد و عورت سب پر لازم۔	۹۸
آٹھ مواقع احتیاط خاص مردوں کے لیے	″
دس مواضع احتیاط خاص عورتوں کیلیے	″
احتیاط کی جگہوں میں پانی پہنچنے کا کیسا ظن درکار ہے۔	۹۹
اکیس ۲۱ مواضع جو پانی بہانے سے بوجہ حرج معاف ہیں۔	″
تار سے اگر دانت بندھے ہوں تو ظاہرا اُسپر سے پانی بہا دینا کافی ہے۔	″
حرج تین قسم ہے۔	۱۰۰
فتویٰ ۱۳۔ گلے سے نہانا اور سر کا مسح	″
بدن کے بعض حصہ کو پانی مضر ہو تو اکثر کا اعتبار ہے۔	۱۰۱
توجیہ نفیس لما فی غریب الروایۃ	۱۰۱، ۱۰۲
فتویٰ ۱۴۔ نہانا مضر ہونیکی مختلف صورتیں اور اُنکے احکام۔	۱۰۲
فتویٰ ۱۵۔ ران میں پھوڑا ہونے کے سبب تیمم نہیں کر سکتا۔	″
فتویٰ ۱۶۔ تری دیکھی اور خواب یاد نہیں یا خواب یاد ہے اور تری نہ پائی اور ان کے سوا تمام صورتوں کی تفاصیل و احکام	۱۰۴
بیہوشی یا نشہ کے بعد کپڑے پر مذی پائی تو حکم	۱۰۶
تری کپڑے کو یا ران یا سر ذکر میں یکساں ہے	۱۱۸
نہانیکے بعد بقیہ منی خارج ہو تو کیا حکم ہے	″
نماز میں احتلام ہوا اور سلام پھیرنے تک منی نہ نکلی نماز ہو گئی۔	″
احتلام یاد تھا اور اُٹھکر تری نہ پائی نماز کے بعد تری نکلی نماز ہو گئی غسل اب واجب ہوا	″
احتلام خوب یاد ہے اور تری نہ دیکھی پھر مذی نکلی غسل نہیں۔	۱۱۹
جو منی مرد کی پشت اور عورت کے سینہ سے بشہوت جدا ہوئی اسکا نکلنا غسل واجب کریگا اگرچہ بے شہوت نکلے	۱۱۹، ۱۲۰
اس بارے میں مذہب امام ابو یوسف پر عمل کی ایک صورت۔	۱۲۰
انزال کے بعد پیشاب کر لیا یا سو رہا یا بقدر کافی چلا پھر منی بے شہوت نکلی دوبارہ غسل ہوگا	۱۲۱
بعد انزال پیشاب وغیرہ کرکے نہا لیا پھر کچھ منی بشہوت نکلی دوبارہ نہانا ہوگا۔	۱۲۲
بحث تعریف الجنابۃ۔	۱۲۳
زوج کی منی عورت کے بدن سے نکلے تو اُسپر وضو واجب ہوگا غسل نہیں۔	″
عورت کو اگر احتلام یاد ہو اور تری نہ پائے تو کیا حکم ہے۔	۱۲۵
حشفہ غائب نہ ہوا اور منی عورت کے بدن میں چلی جائے تو اُسپر غسل نہ ہوگا جبتک حمل رہ جانا ثابت نہ ہو	″
بکارت زائل ہونا اسپر دلیل ہے کہ حشفہ غائب نہ ہوا۔	۱۳۰
سونے سے پہلے شہوت تھی اور جاگ کر تری دیکھی اور احتلام یاد نہیں تو غسل ہوگا جبتک منی ہونا ثابت نہ ہو۔	۱۳۵
جاگ کر تری دیکھنے کے جملہ مسائل میں برابر ہے کہ لیٹا سویا ہو خواہ کھڑا بیٹھا چلتا	۱۳۷
فتویٰ ۱۷۔ وضو و غسل میں پانی کی مقدار	۱۳۹
زن و شوہر باہم ایک برتن سے غسل کر سکتے ہیں اگرچہ برہنہ ہوں اور اُسکے متعلق ضروری بات بھی۔	۱۴۱
آب غسل و وضو کا اندازہ	۱۴۸
اس سے علاوہ اور بھی پانی درکار ہیں	″
اسراف و وسوسہ نہ ہو تو ایک صاع سے زیادہ غسل میں خرچ کرنا افضل ہے۔	۱۵۷
غسل کہاں کہاں مستحب ہے۔	۱۸۶
گندھی چوٹی میں تین بار پانی ڈالنے سے جڑوں تک پہنچنے میں شبہ ہے تو زیادہ ڈالے	۱۹۵
فتویٰ ۱۸۔ قبل غسل جنب کے کھانیکا حکم۔	۲۲۰
فتویٰ ۱۹۔ حالت ناپاکی میں مسجد میں جانا حرام ہے۔	″
فتویٰ ۲۰۔ حالت جنابت میں مسجد کے لوٹے چھونا کیسا ہے۔	۲۲۱
فتویٰ ۲۱۔ بے وضو مصحف شریف کا چھونا مطلقاً حرام ہے اگرچہ مع ترجمہ ہو اور اُسپر کتنے ہی فوائد و تفسیر لکھی ہوں	″
بے وضو خود آیت کو ہاتھ لگانا مطلقاً حرام ہے اگرچہ کسی کتاب میں لکھی ہو اور قرآن مجید کے پٹھے بلکہ چولی کو بھی نہیں چھو سکتا ہاں جزدان کے اندر ہو تو اُٹھا سکتا ہے۔	۲۲۲، ۲۲۳
قرآن مجید کا خالی ترجمہ اگرچہ جدا لکھا ہو اُسے بھی بے وضو چھونا منع ہے۔	″
کتب حدیث و تفسیر و فقہ کا باوضو چھونا افضل ہے مگر جہاں آیت لکھی ہو اُسے بے وضو ہاتھ لگانا حرام ہے۔	″
فتویٰ ۲۲۔ جنب کو قرآن مجید کی نیت سے آیت کا کوئی ٹکڑا پڑھنا بھی جائز نہیں	″
جو آیت یا سورت خالص دعا و ثنا ہو جنب و حائض اُسے بہ نیت دعا بے نیت قرآن پڑھ سکتے ہیں	″
کسی آیت کا اتنا ٹکڑا کہ ایک چھوٹی آیت کے برابر ہو بہ نیت قرآن پڑھنا جنب و حائض کو بالاتفاق ممنوع ہے۔	۲۲۳
صحیح یہ ہے کہ بہ نیت قرآن ایک حرف کی بھی جنب و حائض کو اجازت نہیں۔	″
جنب و حائض تعلیم کی نیت سے بھی آیت کا کوئی کلمہ نہیں کہہ سکتے۔	۲۲۶
قرارت جنب کی صورتوں میں مصنف کی تحقیق جلیل مفرد۔	۲۲۸
ان مسائل کا خلاصہ حکم۔	۲۳۱
جنب کو وہ آیات ثنا بہ نیت ثنا بھی پڑھنا حرام ہیں جن میں رب عزوجل نے اپنے لیے متکلم کی ضمیریں ذکر فرمائیں۔	۲۳۲
جن آیات دعا و ثنا کے اول میں لفظ قل ہے ان میں جنب لفظ چھوڑ کر بہ نیت دعا پڑھے ورنہ جائز نہیں۔	″
اُسے حروف مقطعات والی دعا کی بھی اجازت نہیں۔	″
جن آیات میں خالص دعا و ثنا نہیں انھیں جنب یا حائض بہ نیت عمل بھی نہیں پڑھ سکتے	″
صرف عمل میں لانیکی نیت سے جنب حائض خالص آیات دعا و ثنا بھی نہیں پڑھ سکتے	″
دم کرنیکی نیت سے بھی صرف بہ نیت دعا پڑھنا جائز ہے۔	″
فقط شفا لینے کی نیت قرآن مجید کو قرآنیت سے خارج نہیں کر سکتی۔	۲۳۳
لکھی ہوئی آیت کو جنب اپنی نیت سے بدل نہیں سکتا۔	″
آیات دعا بہ نیت دعا بھی لکھنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے۔	″
میت کو نہلا کر غسل کرنا مستحب ہے۔	۲۳۸
جمعہ عرفہ عیدین احرام کا غسل مستحب ہے اور صرف اُسی پانی سے ادا ہو سکیگا جس سے جنابت کا غسل۔	۲۴۴
جبتک ساری طہارت نہ کر لے کوئی کام جو بے اس طہارت کے جائز نہ تھا جائز نہ ہو جائیگا اگرچہ جس عضو سے یہ کام کیا جاتا وہ دُھل چکا ہو۔	۲۴۶

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
بے وضو اپنے سینہ سے بھی مصحف شریف کو مس نہیں کر سکتا۔	۲۵۵
بے وضو کے بدن پر جو چادر ہو اُسکے گوشہ سے بھی مصحف شریف کو مس نہیں کر سکتا مگر ایک صورت میں۔	〃
ہندو جسطرح نہاتے ہیں اُس سے غسل جنابت نہیں اُترتا اسلام لائیں تو قواعد غسل سکھا کر تعمیم غسل لازم ہے۔	۳۳۱
زمزم شریف سے غسل و وضو بلا کراہت جائز اور ڈھیلے کے بعد اُس سے استنجا مکروہ اور نجاست دھونا گناہ۔	۴۰۸
سر دھونا نقصان کرے گلے سے نہائے سر کا مسح کرے۔	۶۴۷
انزال میں پیشاب کے بعد نہانا چاہیے	۸۰۶
بعد جماع نہ پیشاب کیا نہ سویا نہ اتنا چلا کہ بقیہ منی نکل جاتا اور نہا لیا اب بقیہ نکلا دوبارہ نہانا ہوگا اگرچہ بے شہوت نکلے	〃
جو منی کہ شہوت سے نکلے اُس سے پہلے مذی ضرور نکلتی ہے۔	۸۱۵
حیض و نفاس احتلام و جماع و انزال سب جمع ہوں تو سب کو ایک ہی غسل کافی ہے	۸۲۱
باب المیاہ	
پانی کس طرح مستعمل ہوتا ہے۔	۳۲
جس پانی سے وضو کیا پھر تین وضو اور کیے اور ہر بار وضو سے پہلے برتن میں ڈبکی تو کیا حکم ہے۔	〃
فتوی ۲۳۔ وضو کے بچے پانی سے وضو اور اگر اُس میں کچھ قطرے یا دھار ہاتھ سے گری تو کیا حکم۔	۲۳۴
فتوی ۲۴۔ استنجے کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے۔	۲۳۵
فتوی ۲۵۔ بارش کا پانی کہ شہر کی نالیاں ہو کر بہتا ہو اُسکا کیا حکم ہے	〃
فتوی ۲۶۔ ساڑھے سات گز مربع حوض پیشاب سے ناپاک نہ ہوگا	۲۳۹
فتوی ۲۷۔ حوض دہ در دہ نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا جبتک خاص نجاست کے سبب اُسکا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدل جائے	۲۳۶
فتوی ۲۸۔ آب مستعمل کی جامع مانع تعریف۔	۲۳۷
پانی مستعمل ہونے کی علامتوں کا بیان	〃
بے وضو ہے اور برتن بڑا کہ جھکا نہیں سکتا تو پانی کس طرح لے۔	〃
جنب یا بے وضو کا وہ عضو جسکی ابھی طہارت نہ کی ذرہ بھر بھی اگر مشک بھر پانی میں ڈوب جائے قابل طہارت نہ رہیگا	۲۳۷، ۲۶۱، ۲۶۳
مستعمل و غیر مستعمل پانی مل جائیں تو زائد کا اعتبار ہے۔	۲۳۸
پانی مستعمل نہ ہونے کی صورتیں۔	۲۳۹
آب مطلق کے سوا گلاب وغیرہ کسی چیز سے وضو و غسل نہیں ہو سکتا	۲۴۰
وضو یا غسل کا پانی مسجد میں ڈالنا چھڑکنا حرام ہے۔	۲۴۰
مصنف کی تحقیق مفرد کہ برتن بہ نیت سنت دھونے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا۔	۲۴۱
ماں باپ کے کپڑے یا اُنکے کھانے کیلئے پھل یا مسجد کا فرش بہ نیت ثواب دھونے سے پانی مستعمل نہ ہوگا۔	〃
پانی مستعمل ہو جانے کا سبب۔	۲۴۲
پانی بدن سے جدا ہوتے ہی مستعمل ہو جاتا ہے اگرچہ ابھی کہیں نہ ٹھہرا ہو۔	〃
باوضو شخص گرمی میں کسی عبادت میں دل لگنے کے لیے نہایا یا ہاتھ منہ دھوئے پانی مستعمل نہ ہوگا۔	۲۴۴
بدن ستھرا رکھنا مستحب ہے اسلام کی بنا ستھرائی پر ہے مگر باوضو کا اس نیت سے بدن دھونا پانی مستعمل نہ کریگا۔	〃
نابالغ کا ہاتھ ڈوبنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا۔	۲۴۶، ۲۶۱
بحث قول المحققون سقوط الفرض ھو الاصل فی الاستعمال	۲۵۲
باطن چشم دھونے سے پانی مستعمل نہ ہوگا	۲۵۷
مصنف کی تحقیق کہ مسح سے بھی پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔	۲۵۷
بے وضو شخص نے پانی کے برتن میں اپنا سر داخل کیا یہانتک کہ چہارم سر کو پانی لگا مسح ادا ہو گیا اور برتن کا پانی مستعمل ہوا	۲۵۸، ۲۶۶
پانی کے برتن میں موزہ پہنے پاؤں یا پٹی بندھا عضو ڈالنے سے اُسکا مسح ادا ہو جائیگا اور پانی مستعمل نہ ہوگا۔	۲۵۸، ۲۶۶
فتوی ۲۹۔ ایک ذرہ بے دھلا بدن پانی کو مستعمل کر دیتا ہے اور اُسکے قابل وضو کرنے کا طریقہ۔	۲۶۱
میت کے بدن سے قبل غسل اگرچہ بقصد غسل جو پانی مس کرے قابل وضو نہ رہیگا	۲۶۲
حیض و نفاس ابھی ختم نہ ہوا اُس حالت میں عورت کا ہاتھ پانی میں پڑنے سے بدستور قابل وضو رہیگا۔	۲۶۳
بضرورت ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا ہاں ضرورت سے زائد مستعمل کر دیگا	۲۶۳، ۲۶۵
ہاتھ ڈالا ضرورت سے پھر پانی ہی میں دھونے کی نیت کر لی مستعمل ہو گیا۔	۲۶۳
مستعمل پانی کو قابل وضو کرنے کے دو طریقے	۲۶۴
مستعمل پانی پاک ہے اُس سے کپڑا دھونے میں پینا اور آٹا گوندھنا مکروہ ہے۔	〃
آسی سے چالیس کتب ائمہ کی نصوص کہ بے دھلے بدن کا ایک ذرہ پانی سے لگ جانا سارے پانی کو مستعمل کر دیتا ہے۔	〃
جنب یا بے وضو کو گولی سے پانی لینے کی ضرورت ہے اور کٹورا اُس میں ڈوب گیا نہ اور برتن نہ پانی۔ اُسکے نکالنے کو جتنا ہاتھ بھی ڈالنا ضروری ہو پانی مستعمل نہ کریگا	۲۶۵
ٹھنڈک لینے کو ہاتھ یا ایک پورا ہی ڈالا پانی وضو کے قابل نہ رہا۔	〃
کنوئیں میں ڈول گر گیا اُسکے نکالنے کو آدمی بے نہائے گھسا پانی خراب نہ ہوگا جبکہ اُسکے بدن یا کپڑے پر نجاست حقیقیہ نہ ہو نہ رفع حدث کی نیت کرے۔	۲۶۶
غسل اُتارنے کی نیت سے کوئیں میں غوطہ لگایا پانی بالاتفاق مستعمل ہو گیا۔	۲۶۶
باوضو کوئیں میں مثلاً ڈول نکالنے کو گھسا اور وہاں بقصد قربت نہانے کی نیت کر لی پانی مستعمل ہو گیا۔	۲۶۷
بے وضو کے کوئیں میں جانے کا مسئلہ۔	〃
عورت کا جبتک حیض و نفاس منقطع نہ ہوا اگر وہ ٹھنڈک لینے کو پانی میں گھسی مستعمل نہ ہوگا	〃
جنب کے دہ‌ن کوؤں میں جانیکا مسئلہ۔	〃
محدث کے دہ‌ن کوؤں میں جانیکا مسئلہ۔	〃
دہ در دہ پانی میں نجاست نظر آنیوالی پڑی ہو جب بھی سب طرف وضو جائز ہے	۲۶۸، ۲۸۱، ۳۴۹
عورت یا مرد کے بچے یا وضو و غسل سے جو پانی بچا دوسرے کو اُس سے وضو جائز ہے	۲۷۰
آب مستعمل ہمارے سب اماموں کے نزدیک پاک ہے مگر قابل وضو نہیں۔	۲۷۳
دہ در دہ پانی میں کھیتی یا نرکل قریب قریب اُگنا اُسے کم نہ کر دیگا۔	۲۸۶، ۴۱۵
جس پانی پر کاہی جمی ہو اُسکا حکم۔	۲۸۹
پانی پر برف جم گیا تو اُس میں ہاتھ پاؤں ڈالکر وضو کرنا کیسا ہے۔	〃
پانی اوپر دہ در دہ ہے اور نیچے کم اُسکے دونوں حصوں کا حکم۔	۲۹۰
نیچے دہ در دہ ہے اور اوپر کم تو دونوں حصوں کا حکم۔	〃
تفصی چیستان وہ کونسا پانی ہے کہ جبتک کثیر ہے نجس ہو جائیگا اور گھٹ جائے تو نجس نہ ہوگا۔	〃
مصنف کی تحقیقات کہ دہ در دہ مربع ہونا ضرور نہیں صرف سو ہاتھ کی مساحت درکار ہے۔	〃
بڑے حوض سے ایک چھوٹا حوض نکالا گیا اُسکا حکم۔	۲۹۳، ۴۴۱
چھوٹا حوض جسکے ایک طرف سے پانی آتا دوسری طرف سے نکل جاتا ہے اگرچہ چوڑا ہو پانی جاری ہونیکا مانع نہیں	۲۹۴
سوتوں سے پانی اُبلے اور نالی سے بہے تو وہ آب جاری ہے۔	〃

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
کوئین مین مستعمل پانی گرجانے کا حکم۔	۳۰۱
فتوی ۳۰۔ حوض مین بار بار متواتر غسل کرنے کا کیا حکم ہے۔	۳۰۵
غیر جاری پانی کب کثیر سمجھا جائیگا۔	۳۰۶
حوض کا پانی کہ مستعمل ہوجائے اُسکے قابل وضو کرنیکے دو طریقے۔	״
جہان وہ دونون صورتین دشوار ہون بیس ڈول نکالنا کافی ہوسکتا ہے۔	״
فتوی ۳۱۔ خندق مین بستی کا پانی جاتا ہے اور بارش کا جمع ہوا اُس مین وضو کا کیا حکم ہے۔	۳۰۹
فتوی ۳۲۔ دہ در دہ حوض مین گز شرعی کی مقدار۔	۳۱۰
فتوی ۳۳۔ دہ در دہ حوض مین بارہ ستون قائم کیے جنکی مساحت چھ گز ہے وہ دہ در دہ رہا یا نہین ہے	۳۱۵
فتوی ۳۴۔ دہ در دہ حوض مین تھوکنے یا پاؤن ڈالنے کا حکم۔	״
فتوی ۳۵۔ دہ در دہ تالاب ہے مگر اُس مین نجاست کی ڈھلیان پڑتی ہین اسکا حکم	۳۱۶
فتوی ۳۶۔ پانی مین دوائین جوش کی ہین اُس سے وضو یا استنجا ہوگا یا نہین۔	״
فتوی ۳۷۔ بستی کے قریب کے تالابون کا حکم اور وہ جن مین استنجے کیے جاتے ہین اور وہ پانی جسکا رنگ بو بدلا ہوا ہے اور بہاؤ کا پانی کہ نجاست لیکر آیا اور کسی جگہ ٹھہرا ان سب کا حکم۔	״
فتوی ۳۸۔ دہ در دہ حوض کی پیمائش کا بیان اور اُسکے گزون اور فٹون اور انچون اور انگلون کی تحقیق۔	۳۱۷
فتوی ۳۹۔ نجس پانی تنہا خود بہنے یا ہوا لگنے سے پاک نہین ہوتا۔	۳۱۸ ۴۶۲
فتوی ۴۰۔ پانی مکروہ کس سطح سے ہوتا ہے	۳۱۸
فتوی ۴۱۔ نامحرم عورت کو اپنے مرشد کا جھوٹا پینا کیسا ہے۔	۳۱۹
فتوی ۴۲۔ ناپاک نالی سے ہوکر پانی نے حوض بھرا اسکا کیا حکم ہے۔	۳۲۰

مضمون	صفحہ
آب کثیر مین خود عین نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ آجائے تو ناپاک ہوگا نجاست سے جو چیز ناپاک ہوئی جیسے گلاب وغیرہ اسکے رنگ و بو و مزہ کا اعتبار نہین۔	۳۲۰
فتوی ۴۳۔ پانی کی مساحت مین فقط سطح بالا کا اعتبار ہے جو پانی ۱۱۰ ہاتھ لنبا ۹۰ ہاتھ چوڑا تین ہاتھ گہرا ہو اسکی مساحت کیا ہوئی۔	۳۲۱
فتوی ۴۴۔ متعلق دہ در دہ در فصل ایسر	״
حوض مثلث متساوی الاضلاع کے سنو ہاتھ مساحت ہونیکے لیے ہر ضلع ۱۵ ۱/۵ ہاتھ ہو۔	۳۲۸
اسی مسئلہ مین دوسرا قول	۳۲۹
فتوی ۴۵۔ وضو نہر سے افضل ہے یا حوض سے۔	۳۳۰
فتوی ۴۶۔ ہندو کی نہانیکا پانی کیسا ہے	۳۳۱
فتوی ۴۷۔ ہندو و نصرانی کے جھوٹے کا حکم	״
فتوی ۴۸۔ حقہ کا پانی پاک ہے۔	۳۳۴
سفر مین وضو کا پانی کم ہوگیا حقہ کے پانی سے وہ کمی پوری ہوسکتی ہے تکمیل فرض سے تیمم کی اجازت نہین۔	״
فتوی ۴۹۔ حوض نیچے دہ در دہ ہے اور اوپر کم اور بھرے ہوئے مین نجاست پڑی تو نیچے کا حصہ کیسا رہا۔	״
فتوی ۵۰۔ اُسی حوض مین اوپر کا پانی نکالکر پاک پانی سے بھر دیا تو کیا حکم ہے	۳۳۷
فتوی ۵۱۔ نیچے کے دہ در دہ حصہ مین نجاست پڑی پھر بھر دیا تو کیا حکم	״
فتوی ۵۲۔ حوض اوپر دہ در دہ ہے اور نیچے کم اور نجاست پڑی تو نیچے کا حصہ کیسا ہے۔	۳۳۹
پانی کی صفت اور صورت اور آب زیر و بالا مین چار قسمون کا بیان۔	۳۴۰
نہر پر گھاٹ بنائے تو جو حصہ پانی کا گھاٹ نے جدا کیا اسکا کیا حکم ہے۔	۳۴۱
تالاب مین برف جم گیا ایک جگہ سے کچھ کھول لیا اسکا حکم۔	״

مضمون	صفحہ
گھاٹ یا برف نے پانی کے جو ٹکڑے جدا کیے اُن مین ایک کے ناپاک ہونے سے دوسرا ناپاک نہ ہوگا۔	۳۴۱
تالاب یا نہر سے نکلا ہوا حصہ ڈھائی ہاتھ سے کم ہو تو جدا نہین۔	۳۴۲
دہ در دہ پانی مین نجاست پڑی ناپاک نہ ہوا پھر سمٹ کر تھوڑی جگہ مین ہوجانے سے بھی ناپاک نہ ہوگا اگر نجاست باقی نہین	۳۴۳
ناپاک پانی دہ در دہ جگہ مین پھیل جانے سے پاک نہ ہوگا۔	״
بڑے تالاب مین نجاست پڑی تھی پھر سوکھکر تھوڑا رہ گیا ناپاک نہ ہوگا اگر نجاست باقی نہین۔	۳۴۴
تالاب کی تہ مین تھوڑا پانی ناپاک ہوگیا بھرنے سے بھی پاک نہ ہوگا جبتک اُبل جائے	״
نجاست سے ملتے وقت پانی کی مساحت دیکھی جائیگی اگرچہ بعد کو کم و بیش ہوجائے	״
فتوی ۵۳۔ نیچے کے حصہ مین کہ کم ہے نجاست پڑی پھر بھر دیا دونون حصون کا کیا حکم ہے مصنف کا اسکے لیے دس اصلین وضع کرنا اور اسکا ضابطہ۔	״
چھوٹے حوض مین ایک طرف سے پانی آتا اور دوسری طرف سے لیا جارہا ہے جبتک یہ حالت باقی ہے جاری کے حکم مین ہے	۳۴۶
کوئین مین سوت سے پانی آرہا ہے اور ڈول سے بھرا جارہا ہے جبتک ہلنا موقوف ہو نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔	۳۴۶ ۴۶۲
جاری پانی کے اوصاف نجاست سے بدل گئے کہ ناپاک ہوگیا پھر نجاست تہ نشین ہوکر پانی صاف ہوگیا اوصاف کا تغیر جاتا رہا خود پاک ہوگیا۔	۳۴۹
نہر کا سارا پیٹ ناپاک ہو اور تھوڑا پانی اوپر بہ رہا ہے ناپاک نہ ہوگا جبتک نجاست سے متغیر نہ ہوجائے۔	۳۴۹
دہ در دہ پانی کے اوصاف نجاست سے بدلے پھر نجاست تہ نشین ہوکر صاف ہوگیا پاک ہوا یا نہین۔	۳۵۰

مضمون	صفحہ
پانی جب نکلتا چلا جاتا ہے تو حوض مین اُسکا پھیلنا مانع جریان نہین۔	۳۵۰
جھنور کا پانی بھی آب جاری ہے	״
گرمیون مین بڑا تالاب خشک ہوگیا اُس مین جانورون نے گوبر کیے آدمیون نے پاخانے پھرے برسات مین پانی آیا اور اُسے بھر دیا تو کیا حکم ہے۔	۳۵۰ ۳۵۱
تالاب کے باہر کتنی ہی نجاستین ہون بہتا پانی کہ اُن پر گزر کر تالاب مین داخل ہوگا بے تغیر ناپاک نہ ہوگا لیکن تالاب کے اندر جو نجاست ہے دہ در دہ جگہ مین ہونے سے پہلے اُس پر گزریگا تو سب ناپاک ہوجائیگا۔	۳۵۱
مصنف کی تحقیق و تدقیق کہ پانی کے جاری ہونے مین اوپر سے مدد آنا بھی ضروری ہے یا نہین۔	۳۵۸
سفر مین وہ تدبیر کہ وضو کرلے اور پھر وہی پانی قابل وضو رہے۔	״
نہر کا اوپر سے مینڈھا باندھ دیا گیا نیچے پانی بدستور جاری ہے اب بھی نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔	۳۵۹
ٹھہرے ہوئے پانی کو بہا یا بہتے مین وضو کیا مستعمل نہ ہوگا جتنی بار چاہے وضو کرے	״
دو حوض متصل ہین پانی ایک سے نکلتا دوسرے مین معاً داخل ہوتا ہے وہ جاری نہین ہان بیچ مین فاصلہ ہو تو جبتک اُس فاصلہ مین ہے جاری ہے۔	۳۶۰
توفیق رضوی کہ ظاہر کے جریان کو مدد شرط نہین نجس کے جریان کو شرط ہے۔	۳۶۱
حوض صغیر جاری و ناجاری کی توضیح۔	۳۶۲
کوئین کا پانی اگر کچھ بہا دیا جائے سب پاک ہوجائیگا۔	״
جریان کی تین قسمین اور اُنکے احکام۔	۳۶۳
اُس دوسرے قول کا بیان کہ جریان حوض کے لیے خروج شرط نہین۔	۳۶۴
پانی جبتک چھت یا زمین پر بہتا یا پرنالے سے گرتا ہے جاری ہے۔	۳۶۵
چھت پر یا پرنالے کے موہنہ پر کتنی ہی	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
نجاست ہو مینہ کا پانی اُس سے گزرتا اُترا	
ناپاک نہ ہوگا جبتک نجاست سے اُسکا کوئی	
وصف متغیر نہ ہوجائے۔	۳۶۵
چھت پر نجاست ہو اور پانی ٹپکا جبتک	
مینہ برس رہا ہے پاک ہے۔	۳۶۶
چھت پر نجاست ہو اور مینہ تھمنے کے بعد	
پانی ٹپکا ناپاک ہے۔	〃
نجس پانی پر پاک پانی کا گزرنا اُسے	
پاک نہ کر دیگا جبتک نجس پانی کے ساتھ	
ملکر بہ نہ جائے۔	〃
حوض یا کوآں اوپر تک بھر کر بہا دیں پاک	
ہوگیا۔	۳۶۸
آب واحد کی کثرت وقلت میں صرف	
روئے آب کا اعتبار ہے۔	〃
آب کثیر غیر جاری کے عمق کا بیان۔	۳۶۹
تالاب پر برف جما ہے اُسے ایک جگہ سے	
توڑا پانی بہ کر برف کے اوپر دہ در دہ	
ہوگیا جب بھی بے دھلا ہاتھ ڈالنے سے	
مستعمل ہوجائیگا جبتک اتنا دل نہ ہو کہ	
لپ سے برف کھلے۔	〃
فتویٰ ۵۴۔ آب کثیر کو کتنا عمق درکار ہے	۳۷۱
جاری پانی میں نہ عرض کی ضرورت نہ عمق کی	۳۷۵
عمق کے بارے میں مصنف کی تحقیق	
وتوفیق۔	۳۷۸
پانی لیتے وقت اس شرط کی حاجت اور	
اُسکے احکام۔	〃
مینہ جاری پانی ہے اُس سے نہانے سے	
غسل اُتر جائیگا جبکہ کلی اور ناک میں	
پانی ڈال لیا ہو۔	۳۷۹
مصنف کی تحقیق کہ جسطرح پانی	
لیا جائے اُس سے زمین نہ کھلنا ضروری ہے	
چلو ہو یا لٹیا برتن۔	〃
مصنف کی تحقیق کہ اتنا عمق درکار ہے	
جہاں سے پانی لیں اگرچہ باقی	
تھوڑی ہی بھر ہو۔	〃
اگر پانی اُٹھانے سے زمین کھل گئی مگر	
ہر طرف کا ملکر اتنا ہاتھ رہا تو حرج نہیں	۳۸۰

مضمون	صفحہ
زمین کھل جانیکی صورتیں اور اُنکے احکام	۳۸۰
فتویٰ ۵۵۔ آب مطلق ومقید کا بیان	۴۰۷
وہ پانی جن سے طہارت ہو جائیگی خواہ	
اُسکا استعمال جائز ہو یا نہیں۔	۴۰۸
دھوپ سے گرم پانی کی بحث۔	۴۱۲
ان ظرفوں کے ساتھ دھوپ کے گرم	
پانی سے وضو کرنا یا نہانا مکروہ ہے۔	〃
عورت کی طہارت کے بچے ہوئے پانی	
سے مرد کو طہارت مکروہ ہے۔	〃
اولیٰ یہ ہے کہ مرد کے بچے پانی سے عورت	
بھی طہارت نہ کرے۔	۴۱۴
جس پانی میں بچے نے ہاتھ پاؤں ڈالا ہو	
اُس سے بچنا بہتر۔	۴۱۵
حوض کے پانی میں بدبو آتی ہو اُس سے	
وضو جائز ہے۔	〃
جس زمین پر غضب الٰہی اُترا اُسکے پانی	
کا استعمال اُسکی مٹی سے تیمم مکروہ ہے	
مگر ناقہ صالح علیہ الصلاۃ والسلام کا کنواں	〃
پرایا پانی زبردستی یا چرا کر لے لیا اُس	
سے وضو ہو جائیگا مگر حرام ہے۔	۴۱۶
مملوک کوئیں سے اُسکی ممانعت پر پانی	
بھر لیا اُسکا استعمال جائز ہے۔	〃
پینے کی سبیل سے وضو وغسل بے اجازت	
نہیں کر سکتا اگر اور پانی نہ ملے تیمم کرلے	۴۱۷
پینے کی سبیل سے وضو وغسل جائز ہونیکی	
صورتیں۔	〃
وقفی مدارس کا پانی مثل وقف ہے اُس سے	
وضو وغسل کے احکام۔	۴۱۸
وضو کے لیے جو سبیل ہے اُس سے پانی	
پینا جائز ہے یا نہیں۔	〃
نابالغ کے بھرے ہوئے پانی پر مستقل رسالہ جلیلہ	
وعظیم تحقیقات خاصہ مصنف پر مشتمل	۴۲۱
جس پانی میں ملے مستعمل کی دھار پہنچی	
یا واضح قطرے گرے اُس سے وضو	
نہ کرنا بہتر۔	۴۴۰
اُن پانیوں کا بیان جن میں کسی دوسری	
چیز کا میل ہوگیا۔	〃

مضمون	صفحہ
پانی میں ریتا کیچڑ مل جائے تو اُس سے	
وضو کا کیا حکم ہے۔	۴۴۰
حوض میں پتے اتنے گرے کہ پانی سبز ہو گیا	
اُس سے وضو کا حکم۔	۴۴۲
جس جانور میں خون نہیں اُسکے مرنے	
سے پانی ناپاک نہیں ہوتا مگر مچھلی اور	
ٹیری کے سوا ایسے جانور کے اجزا اگر	〃
پانی میں مل جائیں تو اُسکا کھانا پینا جائز نہیں	۴۴۵
گھوڑے کا جھوٹا پانی قابل وضو ہے	۴۴۶
حلال جانوروں نر ومادہ کے جھوٹے کا حکم	〃
نر نے مادہ کا پیشاب سونگھا یا اپنی مذی	
چوسی اور پانی میں مونھ ڈال دیا تو کیا حکم ہے	۴۴۷
جس پانی میں کوئی بدبودار چیز مل جائے	
اُس سے وضو کا حکم۔	〃
نبیذ تمر پائے تو تیمم کا حکم ہے اور وضو	〃
کر لینا بھی مستحب۔	۴۵۰
مسواک جس پانی سے دھوئی اُس سے	
وضو کے احکام۔	۴۵۵
باوضو نے اپنی نظر دفع کرنیکے لیے اعضا	
دھوئے پانی قابل وضو رہیگا۔	〃
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی	
نعلین مبارک کا غسالہ برکت وطہارت	〃
عطا کرتا ہے مگر پاؤں پر نہ ڈالا جائے	۴۵۶
وہ ۱۲۵ پانی جن سے وضو صحیح نہیں۔	〃
گدھے کے جھوٹے پانی کے سوا اور پانی	
نہ ملے تو اُس سے وضو بھی کرے اور تیمم	〃
بھی ضرور کرے ورنہ نماز نہ ہوگی۔	۴۶۴
وہ ۲۲ پانی جن سے جواز وضو میں اختلاف ہے	۴۶۵
پانی میں دوسری چیز ملنے کی دس صورتیں	۴۷۲
نبیذ تمر سے وضو کے بارے میں اقوال	〃
امام کی تطبیق۔	۴۸۴
پانی میں کسی شے کے ملنے کی تین صورتیں اور	
اُنکے احکام۔	۴۹۷
پانی میں ستو وغیرہ کچھ مل جائے تو اُس سے	
کس وقت تک وضو جائز ہے۔	۴۹۸
بعض بہتی چیزوں کا ملنا بھی پانی کی رقت	
کھو دیتا ہے۔	۴۹۹

مضمون	صفحہ
پانی میں کوئی چیز پکانے سے کس وقت آب	
مطلق نہ رہیگا۔	۵۰۳
پکانے کی صورتیں اور اُنکے نتائج	۵۰۴
دیگچہ بھر پانی میں چھٹانک بھر گوشت پکایا	
تو پانی قابل وضو رہیگا۔	〃
پانی میں کوئی چیز ڈالکر پکانے کی صورتیں	
اور اُنکے احکام۔	〃
اُن ۳۰۷ کے علاوہ اور ۳۴ پانیوں کا	
بیان جن سے وضو ہو سکتا ہے یا نہیں۔	۵۳۸
فتویٰ ۵۶۔ وضو کے قطرے لوٹے	
میں گرے تو پانی قابل وضو رہیگا۔	۵۵۳
فتویٰ ۵۷۔ حوض یا کوئیں کے پانی کا	
رنگ مزہ بو خود بدل جائیں تو حرج نہیں	〃
فتویٰ ۵۸۔ پانی مربع مثلث مدور	〃
یا طویل بلا عرض کا حکم۔	〃
فتویٰ ۵۹۔ بے نمازی بھشتی ڈول میں	
ہاتھ ڈالکر پانی مشک میں بھرتے ہیں اور	
گھڑوں میں ڈالتے وقت مشک کے	
دہانے پر اُنکا ہاتھ ہوتا ہے یہ پانی قابل وضو	
ہے یا نہیں۔	۵۵۴
مشک بھرتے وقت پانی کہ ڈول سے	
نکلکر مشک میں جا رہا ہے جبتک دہانۂ مشک	
میں داخل نہ ہو جاری ہے۔	۵۵۵
فتویٰ ۶۰۔ تالاب میں زراعت کثیر ہے	
اُس میں تھوڑی جگہ خالی کر کے نجس کپڑا	
دھوئیں تو پاک ہوگا یا نہیں۔	۵۵۶
فتویٰ ۶۱۔ جنب یا حیض والی کا ہاتھ	
پانی میں ڈوبے تو کیا حکم ہے۔	〃
فتویٰ ۶۲۔ کوئیں پر کھڑے ہو کر لوگ	
نہاتے ہیں پانی اندر جاتا ہے کیا حکم ہے	۵۵۷
فتویٰ ۶۳۔ جنب نے ڈول بھرا یا اُس	
کے ہاتھ پڑے ہوئے پانی سے نہایا غسل	
ہوا یا نہیں۔	〃
فتویٰ ۶۴۔ ہندو کے بھرے پانی سے غسل ووضو	
درست ہے۔	〃
فتویٰ ۶۵۔ دربارہ جلد مذبوح [illegible]	〃
جس خچر کی ماں گھوڑی ہو اُسکا جھوٹا پاک ہے	۶۴۴

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
جنب یا حائض کا بعد انقطاع حیض ایک بال بلکہ اسکی نوک بھی پانی سے چھو جائے تو سب پانی مستعمل ہو جائیگا۔	۷۲۲
فصل فی البئر	
کوئیں میں بے وضو گھسا بیس ڈول نکالے جائیں	۳۰۸
بڑے حوض کہ عرب شریف میں پانی کے خزانہ کیلیے جنگل میں بنتے ہیں کوئیں کے حکم میں ہیں یا نہیں	〃
معنی البئر۔	〃
گولی اگرچہ زمین میں گڑی ہو کوئیں کے حکم میں نہیں اور اسکے پاک کرنے کا طریقہ۔	〃
تحقیق معنی الصہریج والجب والحوض والبئر	۳۰۸
کوئیں کا دَور کتنے ہاتھ ہونا چاہیے کہ نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہو سکے۔	۳۲۱
جس کوئیں سے عورتیں بچے گنوار پانی بھریں ناپاک نہیں	۴۱۴
جو برتن زمین پر رکھا جائے اور مینڈکے کی نجاست تحقیق نہ ہو ناپاک نہ ہوگا۔	〃
لوٹا کہ پاخانے کو لیجاتے ہیں جبتک اسکی نجاست معلوم نہ ہو کوئیں میں ڈالنے سے ناپاک نہ ہوگا	〃
بچے کے نہالچے کا ٹکڑا کوئیں میں گر جائے بے علم نجاست ناپاک نہ ہوگا مگر وہ ہو جیسی ڈول نکالیں	۴۱۵
یہی حکم استعمالی جوتے کا ہے۔	〃
فتوی ۶۶۔ کوئیں میں گرگٹ گرنیکا حکم	۵۵۹
فتوی ۶۷۔ دلو وسط کی مقدار۔	〃
فتوی ۶۸۔ گائے بھینس کا بچہ کوئیں سے نکلا تو کیا حکم۔	۵۶۱
فتوی ۶۹۔ بچے کا مال کوئیں میں گر گیا اور دو روز تک بیخبری میں پانی پیا۔	۵۶۲
فتوی ۷۰۔ بھکنا کوئیں میں گر گیا تو کیا حکم ہے	۵۶۲
فتوی ۷۱۔ جوتا گرا اور ہندو بے نہائے گھسا کوئیں کا کیا حکم ہے۔	۵۶۳
گائے بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی اپنی رطوبتوں میں آلودہ کوئیں میں گر گیا کوآں پاک ہے۔	۵۶۳، ۵۷۶
فتوی ۷۲۔ عورتوں کے بھرنے سے کوئیں میں کچھ خلل نہیں آتا۔	۵۶۴
تنبیہ: ایسی عورت کے بھرنے سے بھی کچھ خلل نہیں ہوتا۔	〃
فتوی ۷۳۔ کوئیں کے پاس چہ بچہ ہے اس میں وضو و غسل جنابت ہر طرح کا پانی جاتا ہے اور ایک سوراخ سے نکلتا رہتا ہے بیچک اس میں گر کر کوئیں میں گری کوئیں کا کیا حکم ہے۔	〃
فتوی ۷۴۔ چہ بچہ میں پاک و ناپاک پانی سب طرح کے آتے ہیں اور اس میں آدھ گز اونچا سوراخ ہے پانی اس سے اونچا ہو کر نکلتا ہے ورنہ ٹھہرا رہتا ہے اور اس میں بو بھی آتی ہے اس میں گری ہوئی بیچک کوئیں میں گری تو کیا حکم۔	۵۶۵
فتوی ۷۵۔ مرغی نکلنے کو اسکا کھانچا کوئیں میں ڈالا کتنے ڈول نکالے جائیں اور انکے نکالنے کی اجرت مرغی کے مالک پر ہے یا نہیں۔	۵۶۷
فتوی ۷۶۔ چھپکلی گرنے کا حکم۔	〃
فتوی ۷۷۔ مسلمان نہا کر کوئیں میں گیا تو کچھ ڈول نکلیں گے یا نہیں۔	۵۶۸
فتوی ۷۸۔ ہندوؤں کے نہانے دھوتیوں کی چھینٹیں کوئیں میں جاتی ہیں کوآں پاک ہے یا ناپاک۔	〃
فتوی ۷۹۔ پڑھی جسپر بچے کے پیشاب کرنیکا گمان ہے یا پائے میں مرغی کی بیٹ لگنے کا وہ اگر کوئیں میں گر جائے تو کیا حکم ہے	〃
فتوی ۸۰۔ گورنمنٹ کی طرف سے جو پڑیا ڈالی جاتی ہے پانی وضو اور پینے کے قابل رہتا ہے یا نہیں۔	۵۶۹
فتوی ۸۱۔ کوئی شخص ایک لڑکے سے کہہ گیا ہے کہ کوئیں میں چھپکلی گری ہے مگر نہ وہ ملی نہ اس شخص کا پتا چلا اس میں کیا حکم ہے	۵۶۹
فتوی ۸۲۔ ہندو مرد و عورت کے بھرنے سے کوئیں میں نقصان آتا ہے یا نہیں مسلمان کوشش کریں کہ ہندو مسجد کے کوئیں سے نہ بھریں اور ایک شخص اس کوشش سے باز رکھے وہ کیسا ہے۔	〃
فتوی ۸۳۔ کوئیں سے مردہ کتا نکلا کل تک اسکا پانی استعمال ہوتا رہا بدن اور کپڑوں کا کیا حکم ہے۔	۵۷۰
فتوی ۸۴۔ کوئیں میں استعمالی جوتا گر جائے تو کیا حکم ہے۔	〃
فتوی ۸۵۔ لوگ ڈول بھر کر اپنے صرف کے لائق لیکر باقی کوئیں میں لوٹ دیتے ہیں اسکا کیا حکم ہے۔	۵۷۱
فتوی ۸۶۔ گوبر کا بھرا گھڑا کوئیں میں ڈالنے سے کتنا پانی نکالا جائے اور غیر ثقہ مسلمان کی خبر اس باب میں معتبر ہے یا نہیں کوئیں کے ڈول سے ایک ڈول دو چند ہے اس سے پانی نکالا یہاں تک کہ وہ نصف سے کم رہ گیا پاک ہوا یا نہیں نکالنے والا ہندو تھا نصف سے کم رہنے کی خبر اس نے دی یہ معتبر ہے یا نہیں کوآں پھر بھر گیا ہے اب نکالیں تو کتنا۔ کونسے ڈول کا اعتبار ہے	۵۷۱
فتوی ۸۷۔ کوئیں کا قطر تین ہاتھ اور چودہ فٹ پانی ہے کل نکالنے کا حکم ہو تو کیا کیا جائے۔ کل پانی نکالنے یا پانی توڑنے کے کیا معنی بڑے کوئیں سے دو تین سو ڈول نکال دینا کافی ہے یا نہیں۔	۵۷۳
نجاست نکلنے کے وقت کوئیں میں جتنا پانی تھا سب نکالنے کا حکم ہے اگرچہ ہزاروں ڈول ہو دو تین سو کا مسئلہ یہاں جاری نہیں	〃
پانی توڑنے کے معنی۔	〃
کل پانی نکالنے کے معنی۔	〃
فتوی ۸۸۔ کوئیں میں نل لگایا ہے نل میں نجاست گرے تو کوآں اور کوئیں میں گری تو نل کا پانی ناپاک ہوگا یا نہیں۔	〃
قلیل مینگنی۔ لید۔ گوبر سے کوآں ناپاک ہوگا یا نہیں۔	〃
ان چیزوں کا قلیل ضرورت کے لیے معاف ہے خود اگر کوئی ایک ریزہ گوبر کا کوئیں میں ڈالدیگا کوآں ناپاک ہو جائیگا اور اس عام کوئیں کا حکم جسمیں ہندو گنوار بھرتے اور گوبر کے تسلے ڈھلتے ہیں	〃
کوئیں سے کچھ فاصلہ پر نجاست کا چہ بچہ ہے اور اسکا اثر کوئیں میں ظاہر ہوا پانی ناپاک ہو گیا۔	۵۷۴
فتوی ۸۹۔ سڑا ہوا جانور کوئیں سے نکلے تو کیا حکم ہے۔	۵۷۴
فتوی ۹۰۔ رافضی نمازی کوئیں میں گھسے تو کیا حکم ہے۔	〃
فتوی ۹۱۔ کوئیں سے زندہ خنزیر نکل آیا اور اس میں ۱۲ گز پانی ہے تو کیا حکم ہے۔	۵۷۴
جتنا پانی نکالنے کا حکم ہو ایکساتھ نکالنا ضرور نہیں	۵۷۵
فتوی ۹۲۔ گائے بکری کوئیں سے زندہ نکل آئے تو کوآں کس وجہ سے پاک رہتا ہے حالانکہ اسکے پاؤں وغیرہ روز پیشاب میں بھرے رہتے ہیں	〃
فتوی ۹۳۔ ناپاک کوئیں سے انجانی میں نہایا کپڑے دھوئے کھانا پکایا تو کیا حکم ہے۔	۵۷۶
فتوی ۹۴۔ چشمہ دار کوآں جسکا پانی توڑنا دشوار ہے اگر کل نکالنے کا حکم ہو کیا کرے اور تین سو ڈول کافی ہیں یا نہیں اور تھوڑے تھوڑے کرکے نکالیں تو کیا حکم ہے۔	〃
فتوی ۹۵۔ چڑیا گلی ہوئی نکلی اور بے وضو یا بے غسل یا بے نمازی کوئیں میں گر کر زندہ نکل آئے تو کیا حکم ہے۔	۵۷۷
فتوی ۹۶۔ پھولا ہوا چوہا نکلا اور پانی ٹوٹ نہیں سکتا تو کیا حکم ہے اور نمازیں کتنی پھیرے۔	۵۷۸
فتوی ۹۷۔ کل پانی کے نکالنے کا حکم تھا صرف تین سو ساٹھ ڈول نکالکر کوئیں سے وضو و نماز شروع کر دی انکا کیا حکم ہے	〃
باب التیمم	
تیمم کیلیے ضرب کی اور حدث ہوا۔	۳۲
تیمم میں دو انگلیوں سے مسح کافی نہیں تین ضروری ہیں۔	۲۵۹
ایک یا دو انگلیوں سے تیمم نہ ہوگا اگرچہ مٹی پر بار بار لگا کر بدن پر پھیرے۔	۲۶۰، ۶۲۲
تیمم کی نیت سے خاک پر لوٹا تیمم ہو جائیگا اگر اعضائے تیمم پر ہر جگہ غبار پہنچ جائے۔	۲۶۰، ۵۹۵
سفر میں پانی ساتھ ہے مگر کسی ضروری حاجت کو درکار ہے تو تیمم کرے۔	۴۳۰
وضو یا غسل کا پانی جانور کیلیے کسی ظرف میں محفوظ رکھ سکتا ہے تو جانور کی پیاس کے خیال سے تیمم جائز نہیں۔	〃
اگر وضو یوں کر سکتا ہے کہ پانی مستعمل نہ ہو پائے	

مضمون	صفحہ
جس کا طریقہ مسئلہ ۵۰۳ میں ہے تو کسی حاجت کے سبب تیمم جائز نہیں۔	۴۲۰
کافر ذمی کی پیاس کے لیے تیمم کا حکم ہونا چاہیے یہاں کوئی کافر ذمی نہیں۔	۴۲۱
فتویٰ ۹۸۔ کس نماز کے جانے کے خوف سے ترک وضو کی اجازت ہے۔	۵۷۸
فتویٰ ۹۹۔ تیمم میں موزہ اتارنے کی حاجت نہیں۔	۵۷۹
فتویٰ ۱۰۰۔ مثل قیمت و غبن یسیر و غبن فاحش و تقویم مقومین کے معنے۔	۵۷۹
فتویٰ ۱۰۱۔ جو چیز جنس ارض سے نہ ہو اُس پر تیمم کیلئے اتنا غبار درکار کہ ہاتھ پھیرنے سے انگلیوں کا نشان بن جائے	۵۸۱
فتویٰ ۱۰۲۔ پانی ہوتے ہوئے بغیر ضرر کے تیمم جائز نہیں۔	″
فتویٰ ۱۰۳۔ درباب الوضوء۔	۵۸۲
پانی پاتے ہوئے خوف فوت نماز جنازہ کیلئے تیمم کیا اُس تیمم سے نہ نماز پڑھ سکتا ہے نہ قرآن مجید چھو سکتا ہے۔	″
پانی سے عاجز نے نماز جنازہ کیلئے تیمم کیا اُس سے ہر نماز پڑھ سکتا ہے۔	″
فتویٰ ۱۰۴۔ ورزش کی گرمی اور پسینے کی حالت میں اگر پانی مضر ہو تیمم کرے۔	۵۸۳
فتویٰ ۱۰۵۔ حقہ کا پانی پاک ہے اور سفر میں اگر اور پانی نہ ملے تو اُسکے ہوتے ہوئے تیمم نہیں ہو سکتا۔	″
فتویٰ ۱۰۶۔ جماع کیا صبح تنگ وقت آنکھ کھلی فقط ستر دھو کر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں	۵۸۴
فتویٰ ۱۰۷۔ جوڑوں میں درد گھٹنی میں چوٹ ہو تو تیمم جائز ہے یا نہیں۔	۵۸۴
فتویٰ ۱۰۸۔ عارضہ فیل پا کے سبب تیمم کرے یا اُس پاؤں پر مسح۔	۵۸۵
فتویٰ ۱۰۹۔ عارضہ فیل پا میں غسل کی جگہ تیمم جائز ہے یا نہیں۔	″
فتویٰ ۱۱۰۔ گاؤں سے باہر کھیت ہے نماز صبح کا وقت ہوا اور پانی نہیں تیمم کر کے	
فتویٰ ۱۱۱۔ تنگی وقت کے سبب	

مضمون	صفحہ
کی جگہ تیمم کر کے پڑھے پھر نہا کر اعادہ کرے۔	۵۸۶
فتویٰ ۱۱۲۔ تیمم کی تعریف ماہیت شرعیہ	″
مصنف کی تحقیق کہ ہر پاک زمین پاک کنندہ ہے۔	۵۸۷
ہاتھ کہ بہ نیت تیمم جنس ارض پر مارے گئے خود ہی جنس ارض کے حکم میں ہو جاتے ہیں	۵۹۱
تیمم میں ہاتھوں پر غبار لگنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ سنت یہ ہے کہ لگا ہو تو جھاڑ دے	″
گرد آلودہ ہاتھ چہرے پر پھیرنا منع ہے۔	″
تیمم میں جنس ارض پر ہاتھ ملنا سنت ہے	۵۹۳
جائز ہے کہ دوسرے سے کہے مجھے تیمم کرا دے اور اسوقت نیت اسکی شرط ہوگی نہ اُس دوسرے کی۔	۵۹۴
آندھی سے چہرے اور ہاتھوں پر غبار پڑا تیمم ہوا یا نہیں۔	″
تیمم کی نیت سے آتے ہوئے غبار کو سامنے کھڑا ہوا جبتک ہاتھ نہ پھیرے تیمم نہ ہوا	۵۹۵
جھاڑو دی یا گیہوں تولے انکے غبار کا بھی وہی حکم ہے۔	″
غبار کی جگہ بہ نیت تیمم سر اور ہاتھ داخل کیے اگر سب جگہ غبار پہنچ گیا تیمم ہوگیا	″
اڑتے ہوئے غبار میں تیمم کی نیت سے سر اور ہاتھوں کو جنبش دی تیمم ہوگیا۔	″
چہرے اور ہاتھوں پر ریتا یا خاک سب جگہ چھڑکنے سے تیمم نہیں ہوتا جبتک ہاتھ نہ پھیرے۔	″
مونھ اور ہاتھوں پر تیمم کی نیت سے گرد اڑائی تیمم نہ ہوا ہاں اُس اڑتی گرد میں سر و دست کو بہ نیت تیمم جنبش دی تو ہوگیا	″
راہ چل رہا ہے اور گرد اگر محیط ہو رہی ہے اگر بہ نیت تیمم سر و دست کو جنبش دیگا تیمم ہو جائیگا ورنہ نہیں۔	″
تیمم میں کسطرح کا فعل شرط ہے۔	″
کپڑا جھاڑ کر غبار سے تیمم کا طریقہ۔	″
ترچیز ناپاک پر غبار پڑ کر سوکھ گیا اُس سے تیمم جائز نہیں اور خشک ناپاک پر غبار پڑا اُس سے جائز ہے۔	″
جسکے ہاتھ شل ہوں اُسکے تیمم کا طریقہ	

مضمون	صفحہ
مصنف کی تحقیق کہ تیمم چار طرح ہوتا ہے۔	۶۰۱
اڑتے ہوئے غبار میں بہ نیت تیمم گیا غبار سب اعضا کو پہنچ گیا تیمم ہوگیا اور اگر یہ نہ گیا بلکہ غبار اعضا پر آیا تو بہ نیت تیمم سر و دست کی جنبش سے تیمم ہوگا اور اگر غبار بعض بیٹھ گیا تو بے ہاتھ پھیرے تیمم نہ ہوگا۔	۶۰۳
مصنف کی تحقیق کہ جنس ارض پر ہاتھ مارتے وقت نیت شرط ہے۔	″
تیمم میں تکرار مسح سنت نہیں۔	″
جنس ارض پر بہ نیت تیمم ہاتھ مارنے سے ہی ہتھیلیوں کا مسح ہو جاتا ہے ان کا دوبارہ مسح نہ کرے۔	″
ضرب ہتھیلیوں سے سنت ہے نہ صرف پشت دست سے۔	۶۰۴
جتنے مونھ اور ہاتھوں کا دھونا وضو میں فرض ہے تیمم میں اُتنوں کا مسح فرض ہے	″
اگر کوئی ذرہ مسح سے رہ جائے تیمم نہ ہوگا	۶۰۴
پشت دست بھی جنس ارض پر مارے انکا مسح بھی ہو جائیگا جبکہ انکا ہر جز مٹی سے چھو جائے۔	۶۰۴
مصنف کی تحقیق کہ جب ہتھیلیاں تیمم کیلئے جنس ارض پر رکھیں اب دوبارہ ان پر ہاتھ پھیرنا مکروہ ہے۔	۶۰۵
تیمم ہوتے ہوئے دوبارہ تیمم مکروہ ہے۔	″
تیمم میں ایک عضو پر دوبارہ مسح کے احکام	″
تیمم میں ہاتھوں کے مسح کا بہتر طریقہ	″
اسکا دوسرا طریقہ۔	″
سنت یہ ہے کہ جنس ارض پر پہلے ہتھیلیاں رکھے پھر انگلی بیٹھو۔	″
ہاتھ مار کر گرد جھاڑنا سنت ہے جتنی بار میں ہاتھ صاف ہوں۔	۰
بے نیت تیمم زمین پر ہاتھ رکھے تھے ان میں گرد لگی ہوئی ہے اب نیت کر کے ان ہاتھوں کو ایک عضو پر پھیر سکتا ہے	۶۰۶
مصنف کی تحقیق کہ اگر تیمم کے بعد حدث ہوگیا دوبارہ پھر ضرب لازم ہے	
زید نے عمرو سے کہا مجھے تیمم کرا دے	

مضمون	صفحہ
عمرو نے جنس ارض پر ہاتھ مارے اس کے بعد زید کو حدث ہوگیا	
مصنف کی تحقیق میں یہ ضرب بیکار نہ ہوئی اور اگر عمرو کو حدث ہوگیا تو مصنف کی تحقیق میں بیکار ہوگئی	۶۰۷
تیمم معہود و غیر معہود کا بیان تحقیقات مصنف سے۔	۶۰۸
تیمم میں جنس ارض پر ہاتھ رکھنا ہی کافی ہے بقوت مارنا ضرور نہیں ہاں بہتر ہے	″
پانی سے عجز کی پونے دو سو صورتیں۔	۶۱۱
اپنے شہر میں ایسی جگہ ہو جہاں سے ہر جگہ پانی میل بھر دور ہو تیمم کر سکتا ہے	۶۱۲
اگر مسافر کو امید ہو کہ وقت مستحب میں پانی تک پہنچ جائیگا انتظار مستحب ہے اور چاہے تو ابھی تیمم سے پڑھ لے	″
پانی اگر اُس جگہ اُسوقت کے معمولی بھاؤ پر ملتا ہے اگرچہ ایک مشکیزہ ایک روپیہ کو اور یہ خرید سکے تو خریدنا فرض اور تیمم ناجائز	۶۱۳
قیمت پاس نہیں اور دینے والا ادھار دینے پر راضی جب بھی خریدنا واجب۔	″
پانی کی قیمت قرض لینا واجب نہیں۔	″
وضو یا غسل میں نقصان کا نرا اندیشہ کافی نہیں نہ کسی ڈاکٹر یا فاسق یا ناقص طبیب کا کہنا۔	″
سردی کے خوف سے تیمم جائز نہیں مگر جبکہ ضرر کا صحیح اندیشہ ہو۔	۶۱۳، ۶۱۴
عادت پردہ میں عورات کے اقسام اور درباره تیمم انکے احکام۔	۶۱۵
پانی پر دشمن ہونے کے سبب تیمم کی اجازت ہے اور ایک صورت میں پھر نماز پھیرنا بھی ہوگی	۶۱۶
اگر کسی کو نہانا ہے اور وہاں کچھ لوگ موجود ہیں یا عورت کو وضو کرنا ہے اور وہاں نامحرم لوگ ہیں تو اس صورت میں تیمم و اعادہ نماز کا کیا حکم ہے۔	″
جو تیمم تنگی وقت کے سبب کیا تھا اس سے دوسری عبادت کہ بے طہارت جائز نہیں جائز نہیں	۶۱۸
مصنف کی تحقیق کہ نماز مستحب کا	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
وقت جاتا ہو تو اُس کے لیے تیمم روا نہیں	٦٢٠
چڑھنا اُترنا ناممکن اور پانی میل بھر سے کم دُور ہو تو تیمم جائز نہیں۔	٦٢٣
نماز پنجگانہ جمعہ و تنگی وقت سے تیمم کی تفصیل	״
اگر پانی سے طہارت کرنے کے وقت مین فقط فرض پڑھ سکتا ہے تو تیمم کی اجازت نہین	״
سفر قلیل وکثیر کا فرق تین مسئلون مین ہے	٦٢٦
دشمن یا چور یا آگ یا درندہ یا سانپ کے چلے جانے کا انتظار واجب نہین تیمم کر کے پڑھ سکتا ہے اور اعادہ نہین ہان گنجائش ہو تو انتظار بہتر ہے۔	٦٢٩
فقط مباح کرنے سے پانی پر قدرت ہو جاتی ہے اگرچہ ہبہ نہ کرے۔	٦٣٠
فقط وعدہ سے پانی پر قدرت سمجھی جاتی ہے	״
کسی نے پانی دینے کا وعدہ کیا جب اس نے وقت جاتا دیکھا تیمم سے نماز شروع کر دی اب وہ پانی لے آیا اس صورت مین کیا حکم ہے۔	״
پانی نہ ہونیکے سبب تیمم کیا تھا پھر ایسا بیمار ہو گیا کہ وضو نقصان کریگا اب پانی پایا تو دوبارہ بیماری کا تیمم کرے کہ وہ تیمم کہ پانی نہ ہونیکا تھا	٦٣١
پانی نہ ہونیکے سبب تیمم کیا تھا اب پانی تو ملا مگر اُسپر دشمن یا درندہ وغیرہ ہے جسکے سبب پانی لے نہین سکتا پہلا تیمم نہ ٹوٹیگا	״
تیمم کے لیے پانی معدوم ہونیکے معنی	״
پانی سامنے ہے مگر اُس تک پہنچ نہین سکتا تو معدوم ہے۔	״
اگر پانی سے عجز کا سبب بدلے اور سبب کا سبب بدل جائے تو تیمم نہ ٹوٹیگا اور اسکی مثال	٦٣٢
گرم پانی نہانے کو مل سکے اگرچہ حمام مین اجرت دیکر تو سردی کے خوف سے تیمم کی اجازت نہین۔	٦٣٣
جو تیمم محتلم نے مسجد سے نکلنے کے لیے کیا اُس سے تلاوت قرآن مجید حلال نہین	٦٣٧
مسجد مین احتلام ہوا اور باہر جا نہین سکتا ٹھہرنے کیلیے تیمم کیا اس تیمم سے نماز نہین پڑھ سکتا پانی نہ پائے تو نماز کیلیے دوبارہ تیمم کرے۔	٦٣٧
حوض دہ در دہ سے کم ہے اور پانی تک ہاتھ نہین پہنچتا تو اُسکے اندر نہانے کا کس صورت مین حکم ہے اور کس صورت مین تیمم کرے۔	٦٤١
نہانے کی حاجت ہے اور پانی مسجد کے اندر ہے اور لانے والا موجود ہے تو واجب ہے کہ اُس سے کہے تیمم کر کے خود نہین جا سکتا ہان وہ انکار کر دے تو تیمم کر کے خود لائے۔	״
پانی سے استعمال کی ممانعت شرعی بھی وجہ عجز ہے۔	٦٤٣
گدھے کا جھوٹا پانی ہے یا وہ نبیذ جسکے نبیذ ہونے مین شبہہ ہے تو لازم ہے کہ اُس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی اور وضو پہلے کر لینا بہتر ہے اور ان پانیون سے وضو بے نیت نہین ہو سکتا	٦٤٤
اعضائے وضو مین اگر مجروح گنتی مین زیادہ ہین تیمم کرے اور صحیح اعضا زیادہ ہون تو وضو کرے اور مجروح پر مسح اور اس گنتی مین سر بھی شمار کیا جائیگا	״
جبکہ تین چوتھائی سے زیادہ مجروح ہو	٦٤٥
وضو مین اگر سر کا مسح یا غسل مین سر دھونا مضر ہو تو اُسکے احکام کی تفصیل اور یہ کہ اسوجہ سے تیمم جائز نہین۔	٦٤٦
سر کے مرض کے سبب اگر گلے سے بھی نہانا مضر ثابت ہو تو تیمم کرے۔	٦٤٧
پانی معلوم تھا اور سمجھا کہ خرچ ہو گیا تیمم سے پڑھ لی اُسکا پھیرنا فرض ہے اگرچہ وقت جاتا رہا ہو۔	٦٥٠
پانی بیٹے کی ملک پر ہے وہان تک پہنچنے سے پہلے باپ نے کہہ دیا مین لونگا تو اگر اُسکا تیمم تھا پہنچنے پر نہ ٹوٹیگا اور باپ نے ایسا نہ کہا تھا تو پہنچنے پر تیمم ٹوٹ گیا پھر اگر باپ نے لے لیا تو بیٹا دوبارہ تیمم کرے	٦٥٣
جنگل مین جنب حائض و محدث و میت ہین اتنا پانی ملا کہ ایک کو کافی ہے بہتر یہ ہے کہ جنب اُس سے نہائے باقیون کیلیے تیمم	״
اگر اُس مین سب کی شرکت ہے تو مناسب یہ ہے کہ میت کو نہلا دین آپ تیمم کرین اگر اُس مین نابالغ کا حصہ نہ ہو۔	٦٥٣
جنب و حائض و محدث تیمم سے تھے مباح پانی اتنا ملا کہ ایک کو کافی ہے سب کا تیمم ٹوٹ گیا پھر جب مثلاً بوجہ اولویت جنب نہا لیا باقی پھر تیمم کرین۔	٦٥٤
مباح پانی اگرچہ ایک ہی کے لائق ہو کہ جو چاہے اُس سے طہارت کر سکے اور دو کو کافی نہ ہو اور ہین ہزار تو سب کا تیمم ٹوٹ گیا۔	״
مالک نے ایک وضو کے لائق پانی مباح کیا کہ جو چاہے اس سے وضو کر لے تو جنھون کا تیمم وضو کا تھا ٹوٹ گیا اور جنکا غسل کا تھا باقی رہا۔	״
باپ پانی لینا چاہے تو بیٹے کو اُسکی مزاحمت نہین پہنچتی اور بیٹے کے لیے یہ صورت عجز ہے۔	״
پانی چند شخصون کی ملک فاسد ہے انھون نے اپنے مین سے ایک کو اجازت دیدی اُسکا تیمم نہ جائیگا۔	״
جنب و محدث و حائض و میت مین جنب کیون اولی ہے۔	״
پانی موجود ہوتے ہوئے بلا عذر کسی عبادت کے لیے تیمم جائز نہین۔	٦٥٩
سفر مین کس حالت مین پانی تلاش کرنا فرض ہے کہ بے تلاش تیمم باطل اور کس حالت مین ضروری نہین۔	״
سفر مین کس حالت مین پانی کی تلاش مستحب ہے۔	٦٦٠
پانی کسی کے پاس تھا اور بے مانگے نماز پڑھ لی نماز کا کیا حکم ہے۔	٦٦١
سفر مین پانی کی تلاش کی کیا حد ہے۔	٦٦٢
کافر تیمم کر کے مسلمان ہوا اس تیمم سے نماز نہین پڑھ سکتا پانی نہ ہو تو دوبارہ تیمم کرے۔	״
تیمم مین کیا نیت چاہیے۔	٦٦٣
تیمم کی وہ نیت جس سے نماز وغیرہ سب ادا کر سکے۔	٦٦٣
کس عبادت کی نیت سے تیمم کرین کہ اُس سے نماز جائز ہو۔	״
پانی موجود نہین اور بے وضو شخص قرآن مجید چھونا یا جنب مسجد مین جانا چاہتا ہے تیمم کرین مگر اس تیمم سے نماز روا نہ ہوگی	״
بے وضو یاد پر تلاوت یا جنب کلمہ طیبہ و درود شریف پڑھنے کے لیے براہِ ادب تیمم کرین روا ہے مگر اُس سے نماز نہ ہوگی	״
زیارت قبور یا عیادت مریض کے لیے تیمم کیا اُس سے نماز نہ ہوگی۔	״
پانی نہ ہونے کی حالت مین جواز تیمم کے لیے دو مین سے ایک نیت شرط ہے	٦٦٤
پانی ہوتے ہوئے صرف اُس عبادت مؤکدہ کے لیے تیمم جائز ہے جو پانی سے طہارت کرنے مین بلا بدل فوت ہوتی ہو	״
بے وضو مسجد مین بیٹھنے یا ذکر الٰہی کیلیے تیمم بہتر ہے مگر اس سے نماز نہ ہوگی۔	״
مسجد مین سونے کیلیے تیمم محض لغو ہے	״
پانی ہوتے ہوئے مس مصحف یا تلاوت کیلیے تیمم لغو ہے اُس سے نہ مصحف چھو سکتا ہے نہ جنب تلاوت کر سکتا ہے۔	״
پانی ہوتے تنگی وقت کے باعث تہجد یا چاشت یا چاند گہن کی نماز کیلیے تیمم لغو ہے	״
پانی ہوتے زیارت قبور یا عیادت مریض یا سونے کیلیے تیمم باطل ہے۔	״
صرف اتنی نیت کہ تیمم کرتا ہون صحت تیمم کے لیے کافی نہین۔	٦٦٦ ، ٦٧١
حدث و جنابت مین تمیز کی نیت تیمم مین ضرور نہین۔	٦٦٦
غسل کا تیمم بہ نیت وضو اور وضو کا بہ نیت غسل ہو سکتا ہے۔	״
حدث جبتک منقطع نہ ہو جائے غیر معذور تیمم نہین کر سکتا۔	״
تیمم کی نیتین اور انکے احکام۔	٦٦٧
مصنف کی تحقیق کہ تیمم مین اصل نیت نیت تطہیر ہے و بس۔	״
ان اشیا کا بیان جنکی نیت سے تیمم کرنا	

مضمون	صفحہ
صرف اُسکے حق مین طہارت ہوتا ہے مطلقاً نہین۔	۶۶۷
جس چیز مین اجزائے ارضیہ وغیر ارضیہ کا خلط ہے اگر اجزائے ارضیہ غالب ہین جنس ارض سے ہے ورنہ نہین۔	۶۸۵
اُن ایکسو اسی چیزون کا بیان جن سے تیمم جائز ہے۔	۶۹۳
ایکسو سات چیزین کہ مصنف نے زائد کین۔	۶۹۶
پسے ہوئے سرمہ سے بے ضرورت تیمم منع ہے اگرچہ ہو جائیگا۔	〃
زمین اور ریگ اور کھریے پر تیمم کس وقت جائز ہے۔	۶۹۷
ناہموار پتھر یا دیوار پر تیمم مین کیا شرط ہے۔	۶۹۸
اگر ساری ہتھیلیان زمین کو نہ لگین تو کیا کرے۔	〃
اُن ایکسو تیس چیزون کا شمار جن سے تیمم نہین ہو سکتا۔	۶۹۹
تہتر چیزین کہ مصنف نے زائد کین۔	〃
کھریا پتھر نہین اُسپر تیمم نہین ہو سکتا۔	۷۰۱
سنگ بصری پتھر نہین اُسپر تیمم نہین ہو سکتا	〃
کیچڑ کے سوا تیمم کو کچھ نہ ملے اگر وقت مین وسعت ہو تو کپڑے یا پاؤن مین سان لے خشک ہونے پر تیمم کرے۔	۷۰۴
وقت مین گنجائش نہ ہو تو گیلی ہی مٹی سے تیمم کرے۔	۷۰۵
کیچڑ سے تیمم کی ضرورت ہو تو کسطرح کرے	〃
گوبر ملی ہوئی مٹی کہ اُپلا سلگ جلانے سے اُسپر تیمم جائز ہوگا۔	۷۰۷
راکھ سے تیمم کیون ناجائز ہے۔	۷۰۸
اسکی تحقیق کہ مونگا پتھر ہے۔	۷۱۱
کسی چیز پر اگر مٹی کا باریک خشک لیس ہے کہ اُسپر ہاتھ پھیرنے سے نشان نہ بنے گا جب بھی اُسپر تیمم جائز ہے۔	۷۱۴
سونے چاندی دھاتون پر تیمم مین قول فیصل	〃
جنس ارض مین غیر جنس ملی ہونیکا مسئلہ	〃
جنس ارض مین اُسکا غیر ملا ہو تو پکانے یا بسنکے بعد کیا حکم ہے۔	۷۱۶
تیمم کو شرط یہ ہے کہ جس چیز پر تیمم کرے نہ اُسوقت اُسکی ناپاکی معلوم ہو نہ بعد کو ثابت ہو۔	۷۱۹
جو جگہ یا چیز مظنہ نجاست ہو اُسپر تیمم نہین ہو سکتا اگرچہ اسوقت اُسپر نجاست نہ معلوم ہو۔	〃
کسی چیز پر تیمم کیا پھر کسی نے خبر دی کہ یہ ناپاک تھی تو کیا حکم ہے۔	۷۲۰
جس چیز پر تیمم کیا نہ وہ مظنہ نجاست تھی نہ بعد کو اُسکا نجس ہونا ثابت ہوا تیمم صحیح ہو گیا اگرچہ واقع مین وہ نجس ہو	〃
روا ہے کہ دوسرے سے بشرائط آئندہ تیمم کرالے	〃
بلا ضرورت دوسرے سے اپنا تیمم کرانا مکروہ ہے	〃
ضرور ہے کہ دوسرے کا اسے تیمم کرانا اسکی حکم سے ہو اگرچہ دلالۃ۔	〃
جسوقت وہ دوسرا ضرب کرے ضرور ہے کہ یہ حکم دینے والا اُسوقت نیت کرے	〃
اس مسئلہ مین حکم صراحۃ ودلالۃ ووقت نیت کی تفصیل تحقیقات مصنف سے	〃
تیمم معہود مین جنس ارض پر خاص ہاتھون کا لگانا ضروری ہے لکڑی کا کپڑا وغیرہ مٹی پر لگا کر مونھ اور ہاتھون پر پھیرنا کافی نہین۔	۷۲۲
کپڑا وغیرہ مٹی پر لگانے سے اگر اُس مین مٹی اتنی بھر گئی کہ اُسے مونھ اور ہاتھون پر پھیرنے سے سب جگہ مٹی پہنچ گئی تیمم ہو گیا۔	〃
دستانے پہنے ہوئے جنس ارض پر مار کر تیمم کیا تو ہو جانا چاہیے۔	〃
ہتھیلیون پر خشک لیپ ہو اور چھڑانا مضر تو اسیطرح تیمم کرے۔	۷۲۳
دو عضوون کو ایک ہتھیلی کی ضرب جدا کافی نہین۔	〃
اگر دوسرے زندہ یا مردہ کو تیمم کرانے مین دونون ہتھیلیون سے اسکے ایک ہاتھ کو مسح کیا تو دوسرے ہاتھ کے لیے تیسری ضرب درکار ہوگی	〃
تیمم مین ترتیب شرط نہین ہان سنت ہے کہ پہلے مونھ کا مسح کرے پھر دہنا ہاتھ پھر بایان۔	۷۲۳
تیمم معہود بارہ طرح ہو سکتا ہے جن مین ایک سنت ہے اور باقی بھی جائز۔	〃
لازم ہے کہ انگوٹھی چھلے اُنگلی کلائی کا ہر گہنا اُتار کر یا اُنھین ہٹا ہٹا کر مسح کرین ورنہ تیمم نہ ہوگا۔	۷۲۴
مواضع حرج مستثنے ہین	〃
فتوی ۱۱۳ - تیمم سے مٹی مستعمل نہین ہوتی	〃
ایک جگہ سے ہزار شخص اور ایک شخص ہزار بار تیمم کر سکتا ہے۔	۷۲۵
تیمم کرنیوالون کے مونھ اور ہاتھون سے جو مٹی گری اُسے جمع کر کے اُسپر بھی تیمم ہو سکتا ہے۔	۷۲۶
ایک عضو کے لیے کئی ضربین بالاجماع مکروہ ہین۔	۷۲۹
فتوی ۱۱۴ - مسجد کی دیوار سے تیمم جائز ہے اور گنگوہی کا رد	۷۳۳
کسی دیوار پر تیمم دیوار مین تصرف نہین	۷۳۴
تیمم سے نماز پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ دوسرے کے پاس پانی موجود تھا نماز ہو گئی اگر وہ اب پانی دیگا آئندہ کیلیے تیمم ٹوٹے گا۔	۷۵۰
سو آدمی نماز پڑھ رہے تھے ایک شخص پانی لایا اور خاص ایک سے کہا کہ یہ پانی لے اُسی کی گئی اور اگر وہ امام ہو تو سب کی گئی	〃
نماز مین کافر نے کہا کہ پانی لے تو اُسکا اعتبار نہین پوری کر کے پانی مانگے دیدے	〃
تو پھیرے۔	〃
اگر کسی وجہ سے معلوم ہو کہ کافر تمسخر نہین کہتا تو نیت توڑنی چاہیے۔	〃
اگر کسی فاسق مسخرہ پر ظن ہو کہ براہ تمسخر کہتا ہے تو نیت توڑنے کی اجازت نہین	〃
نماز مین معلوم ہوا یا یاد آیا کہ دوسرے کے پاس پانی ہے اگر ظن غالب ہو کہ مانگے سے دیدیگا نیت توڑے ورنہ جائز نہین	〃
تیمم سے نماز پڑھتا تھا نماز مین سراب پر نظر پڑی تو کیا کرے۔	۷۵۱
گمان غالب ہو کہ مانگے سے دیدیگا نیت توڑنا واجب ہے۔	〃
تیمم سے نماز نماز کامل ہے تیمم طہارت کاملہ ہے	〃
نماز مین پانی دیکھا اور پوری کر لی اگر دینے مین شک ہو تو مانگنا مستحب ہے اور ظن غالب ہے کہ نہ دیگا تو مستحب بھی نہین	〃
اگر ظن غالب ہو کہ پانی ایک میل سے کم ہے تو تلاش واجب ہے اور شک ہو تو مستحب ہے ورنہ مستحب بھی نہین۔	〃
نماز مین دوسرے کے پاس پانی دیکھا اور ظن غالب ہے کہ مانگے سے دیدیگا تو اگرچہ نیت توڑنا واجب ہے لیکن اگر نماز پوری کر کے مانگا اور اُس نے نہ دیا تو نماز ہو گئی اور تیمم باقی ہے۔	〃
ایک شخص نے چند آدمیون کو پانی مشترک ہبہ کیا اور انھون نے قبضہ کر لیا جب بھی تیمم کسی کا نہ جائیگا۔	
اگر اُن مین صرف ایک کو ہبہ کیا تو بعد قبضہ اُسیکا تیمم جاتا رہا لیکن اگر وہ امام تھا تو نماز سب کی گئی اگرچہ اورون کا تیمم نہ گیا	۷۵۲
تیمم سے جماعت ہو رہی ہے اور ایک شخص پانی لایا اور کہا یہ مین نے تم سب کو ہبہ کیا یا امام کے سوا کسی اور کو کہا یہ مین نے تجھے ہبہ کیا بعد سلام امام نے اُس سے پانی مانگا اُس نے دیدیا سب کی نماز گئی	〃
شروع نماز سے پہلے دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا اگر غالب گمان ہو کہ مانگے سے دیدیگا تو مانگنا واجب شک ہے تو مستحب ورنہ مستحب بھی نہین۔	۷۵۳
آب طہارت سفر مین مبذول نہین کہ اُسکے دینے مین بہت تکلف ہوتا ہے۔	۷۵۸
دس صورتین جن مین پانی دیدینے کا ظن غالب ہوتا ہے۔	۷۵۹
جس چیز کے ہوتے ہوئے تیمم نہ ہو سکتا ہو تیمم کی حالت مین جب وہ شے پائی جائیگی اُسے توڑ دے گی۔	۷۶۲ ۸۴۴

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
یہاں واقعی پانی دینے نہ دینے کا اعتبار ہے اسے گمان کچھ ہو ہاں اگر واقع کا حال نہ کھلا تو اسکے گمان پر مدار ہے۔	۷۶۳
جنگل میں پانی کا قرب معلوم نہ تھا جاننے والے سے پوچھا اُس نے نہ بتایا تیمم سے پڑھ لی نماز ہوگئی۔	〃
بتانیوالا موجود تھا اور اسنے نہ پوچھا اور نماز پڑھ لی پھر دریافت کیا اور اُسنے پانی قریب بتایا نماز نہ ہوئی	〃
اسنے پوچھا اور اُسنے سُنا اور کچھ نہ بولا بعد نماز پانی بتلایا نماز ہوگئی۔	〃
گمان غالب تھا کہ نہ دیگا تیمم سے پڑھ لی اتنے میں اُسکے پاس اور پانی کثیر آگیا اور دیدیا تو کیا حکم ہے	〃
گمان غالب تھا کہ دیدیگا بعد نماز مانگا اُس نے انکار کردیا اسلیے کہ اتنے میں پانی خرچ ہوکر کم رہ گیا تھا تو کیا حکم ہے	〃
پانی پر قدرت جس سے تیمم ناجائز ہو پانچ طرح حاصل ہوتی ہے۔	۷۶۴
کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا غالب گمان نہ ہوا بعد نماز مانگا اُس نے کہا خرچ ہوگیا پہلے مانگتے تو دیدیتا اسکا کچھ اعتبار نہیں۔	۷۶۴
پانی جسکے پاس ہے اُس نے غلط حیلہ کرکے کہا خرچ ہوگیا تو اسکا کچھ اثر نہیں۔	۷۶۵
پانی دینے کا وعدہ کرنے سے اُسی وقت تک کیلیے پانی پر قادر سمجھا جائیگا کسی آئندہ وقت پر اُسکا اثر نہ ہوگا۔	〃
وقت وعدہ سے قدرت ثابت ہوگی پہلے سے نہیں۔	۷۶۶
اول وقت ہے اور پانی ایک میل فاصلہ پر ہے اگرچہ وسط وقت میں وہاں تک پہنچ جانے کا گمان ہو تاخیر واجب نہیں صرف مستحب ہے۔	۷۶۷
پانی پر قدرت کے معنی۔	۷۶۸
آخر وقت میں پانی ملنے کی امید کی چودہ صورتیں جن میں ظاہر ہے کہ وقت کراہت نہ آنے تک انتظار مستحب ہے۔	۷۶۹
جنگل میں معلوم نہیں کہ پانی ایک میل دو میل یا کم تیمم کرکے پڑھ لی ہوگئی اُسپر تلاش کرنا بھی لازم نہیں جبتک ایک میل سے کم کا ظن نہ ہو۔	۷۷۵

مضمون	صفحہ
معلوم ہے کہ پانی دو میل سے کم ہے وقت مستحب میں اُس تک پہنچ جاؤنگا اور یہ معلوم نہیں کہ ایک میل ہے یا اس سے بھی کم ہے تو اسے حکم ہے کہ تیمم کرکے پڑھ لے پھر اگرچہ ایک میل سے کم ہی نکلے نماز ہوگئی ہاں اگر ظن غالب تھا کہ ایک میل سے کم ہے اور تلاش نہ کیا اور تیمم سے پڑھ لی نماز نہ ہوئی اگرچہ بعد کو ایک میل یا زیادہ ہی دُور ہونا ظاہر ہو۔	〃
یہ وعدہ کہ وقت کے بعد دونگا کچھ مؤثر نہیں	۷۷۷
وہ وعدہ جس سے وقت میں پانی ملنے کی امید ہو اگر نماز سے پہلے ہوا مطلقاً مؤثر ہے اگرچہ بعد کو وفا بھی نہ ہو۔	〃
وقت میں دینے کا وعدہ اگر بعد نماز ہو تو کیا حکم ہے۔	۷۷۸
دینے سے دلالۃً انکار کی صورتیں۔	۷۷۹
اس نے مانگا اُس نے پانی دوسرے کو دیدیا تو کیا حکم ہے۔	〃
مانگے پر چپ رہنا بھی انکار ہے اگر کوئی قرینہ خلاف پر نہ ہو۔	〃
اُس وقت اور مانگنے والے اور سکوت کرنیوالے کی حالتوں اور باہمی تعلقات پر نظر ضرور ہے کہ اس سے کبھی ظاہر ہوتا ہے کہ سکوت بربنائے منع نہ تھا۔	〃
اُن قرینوں کا بیان جنکے سبب انکار ثابت نہیں ہوتا۔	۷۸۰
پانی مانگنے پر سکوت کی چھ صورتیں اور اُنکے احکام کی تفصیل تحقیق مصنف سے	〃
پانی دیکھا اور نہ مانگا نماز سے پہلے یا بعد اور اندرون وقت یا نکل جانے کے بعد اسکی حاجت کی اطلاع ہوئی اور پانی لایا تو نماز پھیرنا چاہیے	۷۸۱
پانی دیکھا اور نہ مانگا اور تیمم سے پڑھی اور وہ دیکھتا رہا اور پانی بعد وقت دیا تو ظاہر ہوا اب بھی اعادہ کرنا چاہیے۔	۷۸۲

مضمون	صفحہ
نماز کے بعد پانی دینے میں ضابطہ احکام	۷۸۲
انکار کے بعد دینا مفید نہیں مگر یہ کہ نماز پوری ہونے سے پہلے دیدے۔	۷۸۳
پانی دیا اور استعمال سے منع کردیا تو یہ منع کہانتک مؤثر ہے اسکی صورتیں تحقیق مصنف سے۔	〃
چھبیس صورتیں جن میں پانی ہوتے ہوئے تیمم کا حکم ہے۔	۷۸۴
اسکی تحقیق کہ پانی دینے کا ظن غالب ہو تو بے مانگے تیمم سے پڑھ لینے سے نماز ہوگی یا نہیں۔	〃
جنگل میں جس سے پانی کا حال پوچھتا موجود ہے اور بے پوچھے پڑھ لی تو کیا حکم ہے	۷۹۳
پانی مانگنے اور دینے نہ دینے کے مسائل میں ۱۹ قاعدے تحقیقات مصنف سے	۷۹۹
جنابت کے ساتھ حدث بھی ہو اور نہا نہیں سکتا وضو کرسکتا ہے تو وضو بھی نہ کرے صرف تیمم کافی ہے۔	۸۰۲
تنگی وقت کے لیے تیمم کی تائید مزید	۸۰۴
ایک طہارت میں پانی اور مٹی جمع نہیں ہوسکتے	〃
ہر حدث چھوٹا ہو یا بڑا آتا ہے تو ایک ساتھ جاتا ہے تو ایک ساتھ اُس میں ٹکڑے نہیں	〃
اکثر اعضائے وضو زخمی ہیں تو صرف تیمم کرے یونہیں اکثر بدن زخمی ہو تو فقط تیمم کرے	〃
وضو یا غسل میں اگر ناخن بھر جگہ پانی بہنے سے رہ گئی تیمم کرے اُتنا جسم دھونا کافی نہ ہو مگر جب اتنا پانی ملے کہ اس ناخن بھر جگہ پر بہنے کو کافی ہو تیمم ٹوٹ جائیگا اسی پر بہانے سے غسل اُتر جائیگا۔	〃
جنب کے صرف وضو کے قابل پانی تھا اُسنے فقط تیمم کیا اب حدث ہوا تو وضو کرے۔	۸۰۶
نہانے میں کچھ جگہ رہ گئی اور پانی نہ رہا تیمم کرے اسکے بعد حدث ہو تو دوسرا تیمم کرے	۸۰۷
نہانے میں کچھ بدن باقی رہ گیا اور پانی ہوچکا اب جتنا پانی پائے اُس جگہ پر بہائے کہ جنابت کم ہو جائے۔	۸۰۸
نہانے میں اعضائے وضو اور کچھ اور بدن باقی رہ گیا پھر اتنا پانی ملا کہ اُن میں ایک کو کافی ہے تو جسمیں چاہے خرچ کرے اور وضو بہتر۔	۸۰۸

مضمون	صفحہ
جنب نے وضو کرلیا اور پانی نہ رہا تیمم کیا اب جو پانی ملے تو اعضائے وضو دھونے کی اُسے حاجت نہیں بقیہ بدن دھونے سے غسل اُتر جائیگا جو اعضا پہلے دھولیے اُن کی طہارت اسی معنی پر ہوچکی کہ دوبارہ اُنکے دھونے کی حاجت نہیں نہ یہ کہ اُن سے وہ کام جائز ہوجائیں جو جنب کو ناجائز تھے	۸۱۴
جنب نہایا اور پیٹھ کا کچھ حصہ باقی تھا پھر حدث ہوا دونوں کے لیے ایک تیمم کرے	〃
پانی اُن میں سے جسکے لیے کافی ملیگا تیمم اُسکے حق میں ٹوٹ جائیگا دوسرے کے حق میں باقی رہیگا اور اگر ہر ایک کو کافی ہے دونوں نہ ہوسکیں تو جنابت دھوئے اور مذہب راجح میں حدث کا تیمم پھر کرے	۸۲۲
اسی صورت میں اگر جنابت نہ دھوئی بلکہ وضو کرلیا تو جنابت کا تیمم بالاتفاق پھر کرنا ہوگا۔	۸۲۳
جنابت کے لیے غسل و تیمم سے پہلے جو حدث ہوگا وہ غسل یا تیمم اُسے بھی زائل کردیگا لیکن جنب نے اعضائے وضو دھولیے تھے کہ بعد حدث ہو تو بقیہ بدن دھونے سے اُسکا غسل اُتر جائیگا یہ حدث نہ جائیگا اُسکے لیے وضو یا تیمم ضرور ہے۔	۸۲۵
پانی اُسی جگہ کو پاک کرتا ہے جہاں گزرے اور مٹی چہرہ و دست پر گزر کر سارے بدن کو	〃
جنب نے اعضائے وضو دھولیے پھر حدث ہوا اور جنابت کے لیے تیمم کیا اب اگر وضو کے لیے پانی نہیں پایا تو یہ تیمم اُس حدث کو بھی رفع کردیگا ورنہ نہیں۔	〃
جنابت کے لیے تیمم کیا پھر حدث ہوا وضو کیا پھر نہانے کا پانی پایا اور نہ نہایا تو جنابت لوٹ آئی مگر اعضائے وضو کی طہارت نہ گئی۔	۸۲۶
صورت مذکورہ میں اگر جنابت لوٹ آنے کے بعد پھر حدث ہوا اور قابل وضو پانی پائے [illegible] وضو کرنا ہوگا	〃
اسی صورت میں اگر قابل وضو پانی نہ تھا اور	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
جنابت کے لیے تیمم کیا تو حدث بھی اُٹھ جائیگا مگر صرف اُسوقت تک کہ وضو کے قابل پانی پائے۔	۸۲۶
حدث تابع و مستقل کا بیان اور حدث مستقل کے احکام۔	״
حدث تابع کے احکام۔	״
جنب نے تیمم کیا پھر حدث ہوا اور اُسکے لیے وضو نہ کیا تھا کہ پانی نہانے کے قابل ملا اور نہ نہایا جس سے جنابت عود کر کے باقی رہی اور پانی چھوڑ کر میل بھر سے زیادہ چلا گیا اور اب پانی صرف وضو کے قابل پایا وضو کی حاجت نہیں۔	״
صورت مذکورہ میں عود جنابت کے بعد جتنے حدث ہونگے اُنکے لیے وہی تیمم جنابت کافی ہے ہاں اگر تیمم یا وضو کے بعد پھر حدث ہو تو وضو لازم ہے۔	۸۲۷
جنب نے تیمم سے نماز پڑھی پھر حدث ہوا اور وضو کر کے موزے پہنے پھر پانی پر گزر ہوا اور بے نہائے ایک میل چلا گیا اور نماز کا وقت آیا اور فقط وضو کو پانی موجود ہے وضو کی حاجت نہیں جنابت کا تیمم کرے ہاں اسکے بعد حدث ہو تو وضو کرے اور اُس میں موزے اُتار کر پاؤں دھوئے کہ جنب کے لیے موزوں کا مسح نہیں	״
اسکی تحقیق کہ حدث کبھی جنابت سے پہلے ہوتا ہے کبھی ساتھ کبھی بعد اور اسکی صورتوں کا بیان۔	۸۲۸
اسکی تحقیق کہ حدث و جنابت جمع ہونے کی دو قسمیں ہیں اور اُنکے احکام کا بیان۔	״
حدث مندرج یعنی تابع جنابت کی بارہ صورتیں ہیں۔	۸۲۹
حدث مستقل کہ تابع جنابت نہ ہو اُسکی دس صورتیں ہیں۔	״
حدث مستقل ہونے کا ضابطہ کلیہ۔	״
حدث مندرج کوئی حکم نہیں رکھتا اور اُسکی اور حدث مستقل کی تفصیل احکام میں ۱۶ مسئلے افادات مصنف سے۔	۸۳۰
حدث مستقل کی صورتیں اور اُنکے احکام	۸۳۳

مضمون	صفحہ
جنب نے وضو کیا پھر حدث ہوا پھر سارا وضو کیا مگر ایک اُنگلی کی ایک پور چھوڑ دی تو اگرچہ جنابت کیلیے تیمم کریگا مگر اس پور کے قابل پانی ملے تو اسے دھونا ضرور ہے تیمم کافی نہ ہوگا۔	۸۳۳
محدث نے اگر صرف ایک ایکبار اعضاء دھونے کے لائق پانی پایا تیمم نہیں کر سکتا اور تیمم تھا اور اتنا پانی ملا تو ٹوٹ گیا۔	۸۳۴
حدث ہو یا جنابت یا دونوں ایک تیمم اُن میں سے جسکی نیت سے چاہے کرلے کافی ہے	۸۳۵
سفر میں ہے وضو کی حاجت ہے اور کپڑے پر بقدر منع نماز کوئی نجاست اور پانی اتنا ہے کہ چاہے وضو کرلے چاہے نجاست دھولے اُسپر لازم ہے کہ نجاست دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرلے۔	۸۴۶
اللہ عزوجل کی رحمت کہ محتاج بندوں کے ایک ایک پیسے کا لحاظ فرمایا کہ آٹا گوندھنے کو پانی نہ رہیگا تو تیمم کرو دھیلے کا پانی بیسے کو ملتا ہو تو دھیلا زیادہ نہ دو تیمم کرلو	۸۴۸
افضل یہ ہے کہ نجاست دھونے کے بعد تیمم کرے اور پہلے کر چکا ہو تو دوبارہ کرلے	۸۴۹
اگر جنابت کا بقیہ باقی ہے اور حدث بھی اور پانی ایک ہی کے قابل ملا تو لازم ہے کہ پہلے بقیہ جنابت دھوئے اسکے بعد حدث کا تیمم کرے اگر پہلے تیمم کرلیا تو پانی اُس دھونے میں خرچ ہو جانے کے بعد دوبارہ تیمم لازم ہے۔	״

اس جلد میں جو مسائل ضمناً مذکور ہوئے اُن کی فہرست

مسح خفین

مضمون	صفحہ
مسح موزہ سے پاؤں دھونا افضل ہے مگر جہاں مسح نہ کرنے پر بدگمانی ہوتی ہو تو مسح افضل ہے۔	۳۳۱
شبنم سے تر گھاس میں چلنے سے موزہ کا مسح ہو جائیگا۔	۴۱۰
غسل میں موزوں کا مسح جائز نہیں موزہ اُتار کر پاؤں دھونا فرض ہے۔	۵۷۹
یہ جائز نہیں کہ ایک پاؤں دھوئے ایک موزہ پر مسح کرے۔	۶۴۷
موزہ اُتارنے سے موزہ کا مسح ٹوٹ جاتا ہے اگر وضو کے بعد حدث ہوا اور موزہ خود ہی اُتار دیا یا مسح کی مدت ختم ہونے کے سبب اُتارنا ضرور ہوا صرف پاؤں دھولے ہاں اگر بعد وضو حدث ہوا تھا تو آپ ہی سارا وضو کریگا۔	۸۱۵

حیض

مضمون	صفحہ
بعد فراغ حیض پرانے کپڑے سے خون کا اثر صاف کرنا مستحب ہے۔	۵۴
حیض و نفاس والی کو مستحب ہے کہ نماز کے وقت وضو کر کے کچھ دیر ذکر الٰہی کرے	۲۳۸

انجاس

مضمون	صفحہ
پانی کے برتن کے اوپر یا اندر مگر پانی سے اوپر نجاست کی بوند گری تو کیا حکم ہے۔	۳۳
جن تین پانیوں سے نجاست دھوئی گئی اگر وہ پانی کسی چیز کو لگیں تو اُن میں کیا تفصیل ہے	۳۴
رال مطلقاً پاک ہے۔	۳۵
بدن سے جس چیز کے نکلنے سے وضو نہ جائے ناپاک نہیں۔	״
ریح پاک ہے۔	״
آب منی پاک ہے۔	״
خون پیشاب وغیرہ فضلات جبتک بدن سے باہر نہ نکلیں ناپاک نہیں۔	۳۶
میت کے مونھ سے جو پانی نکلتا ہے ناپاک ہے۔	״
نجس چیز دوبارہ نجس ہو سکتی ہے ولہذا اگر شراب پیشاب میں پڑ جائے پھر سرکہ ہو جائے پاک نہ ہوگی۔	״
آنکھ کے اندر اگر کوئی نجاست لگے اُسکا دھونا معاف ہے۔	۴۲
بچے کے معدہ تک دودھ پہنچکر لوٹا اگر مونھ بھر کر نکلا ناپاک ہے۔	۶۸
ہر جاندار کا پتا اُسکے پیشاب کے حکم میں ہے	״
ہر جاندار کی جگالی اُسکے گوبر مینگنی کے حکم میں ہے۔	۶۸
سوئی کی نوک برابر پیشاب کی باریک باریک بوندکیاں بدن یا کپڑا ناپاک نہیں کرتیں مگر وہ کپڑا پانی میں گرا تو اُسے ناپاک کر دیگا۔	۱۳۵
جمے ہوئے گھی میں چوہا مر گیا۔	۲۷۷
تحقیق المصنف فی سبب تنجس الطاہر بالنجس	۲۷۸
ناپاک کپڑے میں پاک کپڑا لپیٹا گیا یا پاک میں ناپاک تو کیا حکم ہے۔	״
تحقیق المصنف ان تنجس الماء دفعی لا تدریجی وان ملاقاۃ شئ لبعضہ ملاقاۃ لکلہ۔	״
ناپاک پانی میں بجھایا ہوا چونا نجاست غیر مرئیہ ہے۔	۳۲۰
بڑی مونچھوں والا شرابی جس برتن میں پانی پیے ناپاک ہو جائیگا۔	۳۳۲
ہر بہتی چیز اپنی جنس طاہر یا پاک پانی کے ساتھ مل کر بہنے سے پاک ہو جائیگی	۳۴۵
اُبالنے میں طول و عرض کچھ شرط نہیں	״
اس بہنے کی تین شرطیں ہیں۔	״
جبتک اُبلے گا نہیں یہ پاک بھی ناپاک ہو جائے گا جب اُبلے گا سب پاک ہو جائیگا۔	״
اُبلنے میں کچھ دور بہکر جانا شرط نہیں جبتک اُبل رہا ہے کسی اور نجاست سے بھی ناپاک نہ ہوگا۔	۳۴۶
اُبلنے سے جو کچھ باہر نکلکر گرا وہ بھی پاک ہے۔	۳۴۷
ڈول یا برتن اندر سے ناپاک ہے تو اُبالنے سے پاک ہو جائیگا اور اوپر کی سطح یا ملا ناپاک ہو تو اُسکے احکام۔	״
اُبالنے میں جسطرف سے داخل ہوا اُسی طرف لوٹ آیا تو کافی نہ ہوگا۔	״

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
آب لانے مین برتن کا ہموار رکھنا بھی شرط نہین. مگر جبکہ جھکا ہوا ہو تو یہ ضرور ہے کہ اونچی جانب سے پانی ڈالین۔	۳۴۸
کسی ظرف کے اندر پانی کی حرکت بہنا نہین جبتک اُبلے مگر اسکے اندر چھوٹا ظرف ہو کہ پانی کی اس حرکت سے بہکر اُبل جائے تو اسکے حق مین بہنا ہو گیا	رر
نجاست غیر مرئیہ ہو تو بہتے ہی مطلقًا پاک ہو جائیگا اور نجاست مرئیہ اگر باقی ہے تو جبتک اُبل رہا ہے پاک ہے تھمتے ہی ناپاک ہو جائیگا۔	رر
نجاست دھونے کے تینون پانی ناپاک ہین	۳۵۱
نجاست دھونے مین پانی بدن یا کپڑے سے جب جدا ہوگا اُسوقت ناپاک ہوگا	رر
کپڑا دھونے کے لیے طشت مین ڈالین تو بہتر یہ ہے کہ پہلے کپڑا رکھکر اوپر سے پانی ڈالین	رر
بدن بھی طشت کے تین پانیون مین دھونے سے پاک ہو جائیگا۔	رر
ناپاک کپڑا طشت کے پانی مین چھوڑ کر ڈالا جبتک اُس سے جدا نہ ہوگا پاک رہیگا مگر ظاہرا دوسرے کپڑے کو ناپاک کردیگا	۳۵۲
لوٹے وغیرہ کی دھار جبتک ہوا مین ہے کسی نجاست کے ملنے سے ناپاک نہ ہوگی	رر
مصنف کی تحقیق جلیل ملاقات آب و نجس کے تفرقے اور پانی نجاست پر وارد ہو یا نجاست پانی پر اسکے فرق احکام	رر
جاری یا کثیر پانی پر نجاست وارد ہو کر فنا نہین ہوتی بلکہ اثر نہین کرتی۔	۳۵۳
جاری پانی نجاست غیر مرئیہ پر وارد ہو تو اُسے فنا کردیگا۔	رر
زمین پر نجاست تھی اُسپر پانی بہایا اسکے احکام۔	رر
دودھ گھی تیل وغیرہ بہتی چیزون کے پاک کرنیکا طریقہ۔	رر
اسکا دوسرا طریقہ۔	رر
بہتا پانی نجاستون پر گزرا اور وہ اُس مین مگر نامعلوم ہو گئین یہ پانی ٹھہرنے پر بھی ناپاک نہ ہوگا۔	۳۵۳
قلیل پانی مین نجاست مرئیہ پڑکر مٹی ہو گئی پھر اُس پانی کو بہایا پاک ہو گیا	رر
بہتے شیرہ مین خون کی چھینٹ پڑ گئی جسکا اثر ظاہر نہ ہوا پاک رہیگا۔	۳۶۰
بہتی ہوئی چیز ناپاک ہو کر جم گئی اگر اُس کا پگھلانا دشوار ہے اوپر سے دھو ڈالے پاک ہو جائیگی۔	۳۶۶
بکری کا بچہ مر گیا اُسکے پیٹ مین جو دودھ ہے پاک ہے۔	۳۶۷
نجاست کے دھونے مین مجبوری ہے کہ وہ پانی نکل جائے اور نجاست نہ رہنے کا ظن غالب ہو جائے۔	رر
ریشم کا کیڑا اور اُسکا پانی اور اُسکی بیٹ بھی پاک ہے۔	۴۱۱ ۴۲۵
نجاست سے جو کیڑا پیدا ہوتا ہے خود پاک ہے۔	۴۱۱ ۴۲۵
ہندو وغیرہ کافرون کے پانی اور کپڑے کا حکم	۴۱۴
اناج کے ڈھیر مین ناپاکی ہو گئی اور جگہ معلوم نہ رہی اور اناج بٹ گیا یا کسی کو اُس مین سے کچھ ہبہ یا صدقہ کر دیا تو ہر ایک کو اُسکا استعمال جائز ہو گیا۔	۴۳۸
کپڑا ناپاک ہو گیا اور جگہ یاد نہ رہی تو کیا حکم ہے۔	رر
جانورون کے بدن کو جو نجاست لگتی ہے سوکھ کر صاف ہو کر پاک ہو جاتی ہے	۴۴۷ ۵۷۱
جانور کا منھ ناپاک ہو گیا اُس نے جا کے برتنون مین منھ ڈالا تین پہلے ناپاک ہو گئے پیچھے جو تھا پاک رہا۔	۴۴۷
گوشت کا خون پاک ہے اور جانور حلال ہو تو حلال بھی۔	رر
دودھ گھی تیل روغن زیتون سے دھونا نجاست کو پاک نہین کرتا۔	۴۸۶
سرکہ یا چنے یا لوبیا (?) قلّا کا پانی جبکہ گاڑھا ہو گیا ہو نجاست کو پاک کر دیگا مگر بلا ضرورت جائز نہین۔	رر
رقیق اور دلدار نجاستون کی مقدارین اور احکام	۴۸۷
تیل روپے بھر سے زیادہ جگہ پر نہ ہو تو اُس وقت تک اُس کپڑے سے نماز ہو جائیگی پھر پھیل کر زیادہ ہو گیا تو اب نہ ہوگی۔	رر
عرف فقہا مین رقیق و بے جرم کے ایک معنے ہین اور کثیف و غلیظ و ثخین و ذی جرم ایک۔	۴۹۱
جرم دار نجاست رگڑ کر جھڑ جانے سے جوتا اور موزہ پاک ہو جاتا ہے۔	۴۹۱ ۵۷۶
جو نجاست دلدار نہین اُسے بے دھوئے جوتا پاک نہ ہوگا۔	۴۹۱
جرم و بے جرم کی تعریف	رر
تحقیق شریف للمصنف فی ان المرئی وغیرہ معنیان و توزیع ارادتہما علی المقامات	۴۹۳
نجاست کے بارہ مین شک و ظن کا اعتبار نہین اور اسکی مفید مثالین۔	۵۵۵
جانور کو مزارات پر لیجا کر ذبح کرتے ہین اُنکی کھال پاک ہے۔	۵۵۷
مرتد یا مشرک کے ذبیحہ کی کھال ناپاک سمجھی جائے زیادہ احتیاط اسی مین ہے	۵۵۸
رحم کی رطوبت پاک ہے۔	۵۶۳
شہید کا خون جبتک اُسکے بدن پر ہے پاک ہے	رر
زمین خشک ہو کر نماز کے لیے پاک ہو جاتی ہے نہ تیمم کے لیے جبتک دھو کر پاک نہ کرین	۵۷۵ ۵۸۷
گھوڑے کو نہلایا اُسکی چھینٹین بدن یا کپڑے پر پڑین کچھ حرج نہین جبتک نجاست تحقیق نہ ہو۔	۵۷۶
گھوڑے کا پسینہ پاک ہے۔	رر
گھوڑا پانی مین اُتارا اُسکی دُم کی چھینٹین آئین حرج نہین۔	رر
زمین خشک ہو کر خفیف نجاست بچاتی ہے جو نماز مین عفو ہے۔	۵۸۸
کسی شخص یا شے کے حق مین کسی چیز کے پاک یا ناپاک ہونے کے معنے۔	رر
ایسی صورت کہ کپڑا ایک کیلیے پاک ہے دوسرے کے لیے ناپاک۔	۵۸۸
اُن چیزون کا بیان جنکو بے دھوئے پاک ہونے کا حکم دیا گیا اور یہ کہ اُسکے بعد اُنھین پانی پہنچنا بھی ناپاک نہ کریگا۔	رر
جن مین بے دھوئے حکم طہارت دیا گیا اُن مین خفیف اجزائے نجاست باقی رہتے ہین کہ پانی کے حق مین بھی معاف ہین	۵۸۹
نوعیت نجاست حقیقیہ ہے یا حکمیہ	۶۱۱
غسل سے پہلے اگر میت کا عضو آب قلیل مین پڑ جائے تو احتیاطًا پانی غیر طاہر کہا جائیگا	۶۱۲
کافر کا مردہ مثل خنزیر نجس العین ہے لہٰذا نہلانے سے بھی پاک نہین ہو سکتا۔	رر
نجاست دھونے مین کیسا اثر باقی رہنا معاف ہے۔	۶۳۲
گوبر وغیرہ نجاسات جلکر بالکل راکھ ہو جائین تو وہ راکھ پاک ہے جبتک ذرا بھی جان باقی ہے ناپاک ہے۔	۷۰۷

استنجا

مضمون	صفحہ
بعد استنجا پانی صاف کر لیا جائے۔	۲۹
جس کپڑے سے استنجے کا پانی خشک کرے اُس سے باقی اعضا کو نہ پونچھے	رر
بڑے استنجے کا مسنون طریقہ۔	۵۵
یہ مسنون طریقہ روزہ دار کے لیے نہین	رر
پیشاب کے بعد مرد پر استبرا واجب ہے یعنی وہ افعال جن سے قطرہ نہ آنے کا اطمینان کافی ہو جائے۔	۱۲۲
مقدار آب استنجا و وضو مین اختلاف حالت سے پانی کی مقدار مختلف ہونا۔	۱۴۵
استنجے سے پہلے تین بار دونون ہاتھ کلائی تک دھونا مطلقًا سنت ہے۔	رر
جس انگشتری پر متبرک نام لکھا ہو وقت استنجا اُسکا اُتارنا بہت ضرور ہے۔	۱۷۱
جس انگشتری پر کچھ لکھا ہو اُسے پہنکر بیت الخلا مین جانا مکروہ ہے۔	۱۷۲
غلاف کے اندر تعویذ ہو تو بیت الخلا جا سکتا ہے اور بچنا بہتر۔	رر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
پانی میں پیشاب کرنا مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ دریا ہی میں ہو۔	۴۷۶
استنجے کے لیے پانی شرط نہیں ہر پاک چیز کہ نجاست کا ازالہ کر دے کافی ہے۔	۴۱۶
ڈھیلے سے استنجا پوری طہارت ہے جبکہ نجاست روپے بھر سے زیادہ نہ پھیلی ہو	۴۰۸
استنجا کا پانی پاک ہے یا نہیں ڈھیلے سے استنجا طہارت کر دیتا ہے یا نہیں۔	۵۶۵

مسائل نماز

مضمون	صفحہ
صرف ایک جبہ پہنکر جس سے سجدہ میں بھی زانوؤں کے نیچے تک بدن چھپا رہے نماز ہو سکتی ہے۔	۶۶
اگر گریبان اتنا وسیع ہے کہ اُس سے ستر تک اپنی نگاہ پڑ سکتی ہے تو حرج نہیں ہاں قصداً دیکھنا مکروہ ہے۔	
نماز میں اپنی مطلقہ رجعیہ کی فرج داخل پر نظر بشہوت طلاق سے رجعت کر دیگی اور نماز و وضو میں خلل نہ آئیگا مگر با قصد کراہت ہے۔	״
مرد نماز میں ہو اور عورت بوسہ لے اور اس سے مرد کو خواہش پیدا ہو نماز جاتی رہیگی اور عورت نماز میں ہو اور مرد بوسہ لے نماز نہ جائیگی۔	۶۷
بیگانہ عورت کے ستر پر نماز میں نظر اور بھی سخت حرام ہے مگر نماز و وضو میں خلل نہ آئیگا	״
خالی پاجامہ سے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے	۱۵۸
نماز میں کنکھیوں سے دیکھنے کا حکم۔	۱۷۱
تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ترک مکروہ ہے اور ترک کی عادت گناہ۔	۱۷۶
سجدہ کعبہ بے سبب کا حکم۔	۱۸۷
صبح ہونے سے طلوع آفتاب تک دنیوی کلام مکروہ ہے۔	۱۹۷
نماز عشا کے بعد دنیا کی باتیں مکروہ ہیں	״
نماز میں مٹی سے بچانے کے لیے دامن اٹھانا مکروہ ہے۔	۲۰۲
نماز میں پسینہ پونچھنے کا حکم۔	״

مضمون	صفحہ
نماز میں دامن جھٹکنا ایک صورت میں مطلوب ہے اور بلا حاجت مکروہ۔	۲۰۲
اسکا کلیہ کہ نماز میں کیا عمل مکروہ ہے کیا نہیں	״
سجدہ میں جو مٹی ماتھے کو لگی نماز میں یا بعد نماز اُسکے چھڑانے کی تفصیلیں۔	״
نماز میں مٹی سے کپڑا بچانے کی ایک صورت جو مستحب ہے کہ سجدہ میں سر خاک پر بلا حائل ہو	۲۰۳ ״
نماز و غیر نماز میں اُنگلیاں چٹکانے کے احکام	۲۰۵
ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنے کے احکام۔	״
نمازی اگر اپنے امام کے سوا کسی کو قرآن مجید میں لقمہ دیگا نماز جاتی رہے گی۔	۲۲۶
یہ نماز میں تھا کسی نے کہا فلاں سورت پڑھ اس نے اُسکا کہنا ماننے کو پڑھی نماز نہ ہوگی	״
قیام نماز میں قرآن مجید اگرچہ بہ نیت دعا پڑھے نماز ہو جائیگی۔	۲۲۷
آیت سے اگر کسی کی بات کا جواب دینا مقصود ہو نماز نہ ہوگی ہاں کسی پر یہ ظاہر کرنیکو کہ نماز پڑھتا ہوں سبحٰن اللہ وغیرہ آواز سے کہا جائے یہی صرف یہی صورت مستثنے ہے۔	״، ۲۳۰
ناپاک زمین پر جوتا پہنے کھڑا ہوا نماز نہ ہوگی اور جوتوں پر پاؤں رکھکر کھڑا ہوا ہو جائیگی۔	۲۵۵
عورتوں کو مسجد میں جانیکی مطلقاً ممانعت ہے	۴۸۶
در بارۂ وقت عشا جو بعض نے قول صاحبین پر فتوی دیا علما نے فرمایا اُسپر اعتماد جائز نہیں	۴۹۸
نماز میں بائیں طرف کا سلام بھول گیا جبتک قبلہ سے نہ پھرا ہو کہہ لے۔	۵۰۳
بوہرے کے پیچھے عاقل بالغ کی نماز نہیں ہو سکتی۔	۵۳۴
وضو و غسل و سجدہ میں عوام کی بے احتیاطیاں جن سے نمازیں باطل ہوتی ہیں۔	۵۵۵
قراءت قرآن مجید میں عوام درکنار یہاں کے خواص کی بے احتیاطیاں	۵۵۶
شہید کو اٹھائے ہوئے نماز پڑھی تو کیا حکم ہے	۵۶۳
صرف ڈھیلے سے استنجا کر کے نماز پڑھی تو کیا حکم ہے۔	۵۶۵

مضمون	صفحہ
بکری کا بچہ اُسوقت کا پیدا ہوا کہ رطوبت رحم سے گیلا تھا گود میں اُٹھا کر نماز پڑھی ہوگئی۔	۵۷۶
دو نمازیں ایک وقت میں ملا کر پڑھنا حرام و گناہ کبیرہ ہے۔	۵۸۲
جب جانے کہ سویا تو نماز نہ ملے گی تو سونا جائز نہیں مگر جبکہ کسی جگا دینے والے پر اعتماد ہو	۵۸۴
ایسے وقت سویا کہ عادۃً آنکھ کھل جاتی مگر اتفاقاً نہ کھلی تو گنہگار نہیں۔	״
پیش از غسل اگر کسی مُردے کو اٹھا کر نماز پڑھی اعادہ کرے۔	۶۱۲
جو پولیس کے خوف سے چھپا بیٹھا ہو اُسپر سے جمعہ و جماعت ساقط ہیں۔	״
سواری سے اُتر نہیں سکتا تو اُسی پر نماز پڑھے۔	۶۱۷
عورت کیلیے سواری سے اتارنے چڑھانے کو کوئی محرم ساتھ نہ شوہر تو سواری ہی پر نماز پڑھے۔	״
سفر میں گھوڑا بدرکاب ہے کہ اُتر کر چڑھنے نہ دیگا اُسی پر نماز پڑھے۔	״
اُترنے چڑھنے میں مرض بڑھیگا سواری پر نماز پڑھے۔	۶۱۸
کھڑا ہو تو زخم بہے یا قطرہ آئے بیٹھکر نماز پڑھنی لازم۔	״
فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب	״
نماز عیدین امام جمعہ کے سوا کسی کے پیچھے نہیں ہو سکتی۔	״
سورج گہن میں بھی صرف امام جمعہ امامت کر سکتا ہے۔	״
سورج گہن میں جماعت ضروری نہیں۔	״
گہن چھوٹنے کے بعد گہن کی نماز شروع نہیں کر سکتا۔	״
ظہر یا جمعہ کی سنتیں شرکت جماعت کے سبب نہ پڑھیں تو بعد نماز وقت کے اندر پڑھنی ضرور ہے بعد وقت نہ ہو سکیں گی۔	״
نماز تہجد مستحب ہے	۶۱۹

مضمون	صفحہ
صبح کی سنتیں قضا ہو جائیں تو بلندی آفتاب کے بعد ضحوہ کبرے تک اُنکی قضا مستحب ہے	۶۱۹
چاند گہن کی نماز مستحب ہے اور سورج گہن کی سنت مؤکدہ۔	۶۲۱
سورج گہن کی نماز عیدگاہ یا مسجد جامع میں پڑھنا بہتر۔	۶۲۲
سخت آندھی زلزلہ کڑک وغیرہ ہولناک باتوں کے وقت نفل پڑھنا مستحب ہے	״
شہر سے باہر سواری پر نماز نفل اشارہ سے پڑھنا جائز ہے اگرچہ مسافر نہ ہو۔	۶۲۳
مسافر ایسی جگہ ہو کہ ساری زمین ناپاک اور بھیگی ہوئی ہو تو کیا کرے۔	۶۲۴
چند آدمی برہنہ ہیں ستر عورت کے لائق صرف ایک کپڑا ہے کہ باری باری سے اُسے باندھکر نماز پڑھتے ہیں اُن میں جو یہ جانے کہ مجھ تک باری وقت کے بعد پہنچے گی وہ یوہیں پڑھ لے پھر پھیرے	۶۲۷
کشتی یا ریل یا تنگ مکان میں کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھکر پڑھے پھر اعادہ کرے۔	״
ستر کے قابل کپڑا ناپاک ہے اور دوسرا کپڑا نہیں اور پاک کرنے میں وقت جاتا رہے گا یوہیں پڑھ لے پھر پھیرے۔	״
مریض اسوقت قیام پر قادر نہیں اور جانتا ہے کہ بعد وقت قادر ہو جائیگا پڑھ لے اور اعادہ نہیں۔	״
مریض کو اسوقت پانی سے ضرر ہے اور بعد وقت ضرر نہ رہیگا تیمم سے پڑھے اور اعادہ نہیں۔	۶۲۷ ۶۲۹
کپڑے والے نے برہنہ سے کپڑا دینے کا وعدہ کیا آخر وقت تک انتظار کر کے پڑھ لے اور اعادہ نہیں۔	۶۲۷ ۶۳۰
آنکھ بنوائی طبیب نے جنبش سے منع کیا اشارہ سے نماز پڑھے اور اعادہ نہیں	۶۲۸
نماز صبح و جمعہ و عیدین میں تسبیح وغیرہ مسنون کا وقت نہ ہو تو فقط واجبات ادا کرے واجبات کا وقت نہ ہو تو صرف فرائض پر اقتصار کرے پھر پھیرے	״

مضمون	صفحہ
آدمی اسوقت جسطرح نماز پڑھ قادر ہے اُسیقدر کا حکم ہے ہان اگر جانے کہ وقت کے اندر اس سے بہتر حالت ہو جائیگی تو انتظار بہتر۔	۶۲۹
ایسی اندھیری کہ راہ نظر نہ آئے جمعہ و جماعت کا وجوب ساقط کرتی ہے۔	۶۳۲
کھڑے ہونے سے مرض بڑھے یا دیر مین اچھا ہو یا درد شدید ناقابل تحمل ہو تو بیٹھکر اجازت ہے ورنہ نہین۔	،،
کیسی ہی اندھیری ہو ترک جماعت کیلیے عذر نہین جبکہ روشنی پر قادر ہو	۶۳۲
کس حال مین اندھیری ترک جماعت کیلیے عذر ہو سکتی ہے۔	،،
اندھیری مین مسجد کو جانے کی فضیلتین	،،
سخت تاکید جماعت کی حدیثین۔	،،
سخت دھوپ وغیرہ وہ چیزین جنکے سبب جمعہ و جماعت کی حاضری معاف ہے۔	۶۳۴
اُن معذورون کا بیان جنپر جمعہ و جماعت واجب نہین۔	۶۳۶
تیمم والے کے پیچھے پانی سے طہارت والا نماز پڑھ سکتا ہے مگر تفصیل عکس ہے۔	۶۵۴ ، ۷۵۱
جنگل مین اگر سمت قبلہ معلوم نہ ہو تو کیا کرے	۶۶۱
اُس حالت مین جدھر دل جمتا تھا اُسکے خلاف نماز پڑھی باطل ہوئی۔	،،
جہان نہ پانی ہو نہ مٹی نماز کسطرح پڑھے	۷۰۲
تیمم والے نے نماز مین پانی پایا نماز ٹوٹ گئی اگرچہ التحیات کے بعد۔	۷۵۰
ایک سلام پھیرنے کے بعد پانی پایا نماز ہوگئی۔	،،
صاحب ترتیب کو قضا نماز یاد تھی اور وقت مین گنجائش اور اُس نے خلاف حکم وقتی پڑھی تو اُس قنیہ کو صحیح کہین گے یا کیا	۷۸۶
حمل اقامت مین امام چار رکعت کی نماز دو پڑھکر چلا گیا اور مقتدیون کو اُس کا حال نہ معلوم ہوا کہ مقیم ہے یا مسافر انکی نماز نہ ہوئی اگرچہ یہ خود مسافر ہون ہان اگر جنگل مین یا منزل پر ایسا ہوا تو انکی بھی ہوگئی جو مقیم ہو اپنی چار پوری کرلے۔	۷۹۰
التحقیق ان العلم للمذکور بحال الامام شرط الحکم بصحۃ الاقتداء لا شرط نفس الاقتداء	۷۹۰

احکام مسجد

مضمون	صفحہ
مسجد مین سوال کسکو چاہیے اور کسکو حرام مگر ایک صورت مین۔	۱۸۲
منھ مین بدبو ہو تو مسجد مین جانا یا نماز پڑھنا منع ہے۔	۱۵۵
وضو یا غسل کا پانی مسجد مین ڈالنا چھڑکنا حرام ہے اور گلاب سے وضو کیا تو وضو نہ ہوا اور وہ گلاب مسجد مین چھڑک سکتے ہین	۲۴۰
جبتک بدن یا کپڑے مین بدبو ہو مسجد مین جانا حرام جماعت مین شرکت منع۔	۳۴۴
غیر معتکف کو مسجد مین سونا منع ہے۔	۶۳۶
مسجد مین سوتا تھا احتلام ہوگیا اب کیا کرے	،،
ناپاکی کی حالت مین مسجد مین گزرنا چلنا بھی حرام ہے۔	۶۳۷
جنب نے بھولے سے مسجد مین ایک قدم رکھا فوراً بلا تیمم وہ قدم باہر نکال لے	،،
جسکے مکان کا راستہ مسجد مین ہو کر ہی اور اُسے بدلنے پر قادر نہین وہ بھی بحالت جنابت مسجد مین نہین گزر سکتا پانی نہ پائے تو تیمم کرے۔	۶۳۸
مسجد مین وضو و غسل حرام ہے مگر تین صورتون مین۔	۶۳۹
خطبہ سنتا تھا وضو جاتا رہا لوگون کی گردنین پھلانگ کر نکلنے کی اجازت نہین اب کیا کرے۔	،،
مصنف کی تحقیق کہ مسجد مین کسی برتن مین وضو کرنیکا کیا حکم ہے۔	،،
مسجد کو ہر گھن کی چیز سے بچانا واجب ہے بعض لوگ کہ وضو کے بعد مونھ اور ہاتھ پانون سے پانی پونچھکر مسجد مین جھاڑتے ہین محض حرام ہے۔	۶۴۳
گرد و غبار کہ ہوا یا باہر سے لائی اجزائے مسجد سے نہین اُسکے صاف کرنیکا حکم ہے	۷۴۴
مسجد کی زمین یا دیوار یا ستون یا اُس گرد کے جو پھیلی ہوئی ہے پاک کیچڑ سے پونچھنے کی بھی اجازت نہین۔	۷۴۴
گرد جھاڑکر کسی گوشہ مین جمع کردی ہے اُس سے کیچڑ سنے پاؤن پونچھنے مین حرج نہین۔	،،
مسجد کے چراغ سے کس حال مین کتاب بینی یا درس وغیرہ کرسکتا ہے۔	،،

جنائز

مضمون	صفحہ
ہر نیکی سے گناہ دھلتے ہین مگر اُنکی نجاست صرف اُس چیز کی طرف منتقل ہوتی ہے جسے شرع نے بالخصوص اُس قربت کی اقامت کو معین فرمایا ہو۔ نیاز اولیا کا کھانا متبرک ہے صدقہ کے سبب اُس مین خباثت مانند اوساخ صدقہ واجبہ کی خباثت ہے۔	۲۴۴
مردہ ڈوب کر اتر آیا اُسکا غسل ہوگیا مگر زندون پر جو غسل دینا فرض ہے ادا نہ ہوا لہذا لازم کہ نہلانے کی نیت سے اُسے پانی مین جنبش دے لین۔	۳۶۲
مردے کو بے نیت غسل دیا فرض اتر گیا ثواب نہ ملیگا۔	،،
میت کے سر و ریش کو خطمی سے دھوئین ورنہ پاک صابون سے۔	۴۴۸
پانی نہ ہو یا کوئی ایسا ہو جسے میت کا نہلانا شرعاً جائز نہ ہو تو اُسے تیمم کرائین۔	۶۰۹
میت کو تیمم کرانے مین نیت شرط ہے۔	۶۱۴
میت کا غسل ایکبار فرض ہے اور تین بار سنت۔	،،
نماز جنازہ تکبیرون پر ختم ہو جاتی ہے چوتھی تکبیر کے بعد نیا آدمی نہین مل سکتا اگرچہ ابھی سلام نہ ہوا ہو۔	۶۱۸
نماز جنازہ ولی پڑھ لے تو دوبارہ نہین ہو سکتی	۶۱۸
میت کا باپ اور بیٹا دونون موجود ہین نماز جنازہ پڑھانا بیٹے کا حق ہے مگر اُسے حکم ہے کہ والد کو آگے کرے۔	۶۵۵
بچے نے جبتک بات نہ کی ہو اُسے مرد و عورت دونون نہلا سکتے ہین۔	۶۵۶
وہ دس صورتین جن مین زوجہ کو جائز نہین کہ انکو مردہ شوہر کے کسی حصہ بدن کو ہاتھ لگائے	۶۵۷
کنیز ام ولد بعد موت مولیٰ کے اُسکا ہاتھ نہین چھو سکتی۔	۶۵۹
میت نے کچھ مال نہ چھوڑا تو اُسکا کفن دفن اُسپر واجب ہے جسکے ذمہ زندگی مین اُسکا نفقہ تھا۔	،،
عورت کا کفن اُسکے شوہر پر واجب ہے اگرچہ عورت غنی ہو۔	،،
لاوارث میت کا کفن دفن کسپر واجب ہے	،،
میت کے پاس قبل غسل تلاوت قرآن نہ کی جائے جبتک اُسکا سارا بدن ڈھانک نہ لین۔	۶۶۳
زیارت قبور و عیادت مریض عبادات الٰہی ہین۔	،،
دفن مسلم بھی عبادت الٰہی ہے باوضو ہونا چاہیے پانی نہ ہو تو تیمم کرے۔	۶۶۶
تنگی مہلت کے سبب نماز جنازہ کیلیے تیمم کیا تو اُس سے دوسرا جنازہ بھی نہین پڑھ سکتا جبکہ اُسکے لیے وضو کی مہلت پالے ورنہ پڑھ سکتا ہے۔	۶۶۷
خوشبو سلگانے کیلیے لوگ کسی خوانچہ مین آگ رکھکر مزارات کے اوپر رکھتے ہین یہ ممنوع ہے اور بعض اُپلے کی آگ رکھتے ہین یہ اور بھی ظلم ہے۔	۷۰۷
جنب یا حائضہ جسپر نہانا لازم تھا اسی حالت مین مرجائے تو ایک ہی غسل میت سب کو ادا کردیگا۔	۸۲۱

مسائل زکاۃ

مضمون	صفحہ
اسکی تحقیق کہ مصرف خیر مین اپنا کل مال دیدینا کیسا ہے۔	۱۸۱
اپنے محتاج عزیزون کو چھوڑکر اورون کو صدقہ دینا قبول نہین	۱۸۴
عزیزون سے سلوک اُسوقت ثواب ہے جبکہ لوجہ اللہ ہو نہ فقط خون کے جوش سے	۲۰۱

مسائل روزہ

مضمون	صفحہ
صدقۂ فطر و کفارۂ روزہ کی مقدار ایک صاع جو	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
روپے آٹھ آنے بھر ہو۔	۱۴۴
روزہ میں اپنی عورت کا بوسہ لینا جوان کو بلکہ وہ سب بوڑھے کو نہیں۔	۴۸۴
دانتوں سے خون نکلا روزہ میں نگل لیا اگر حلق میں مزہ معلوم ہوا روزہ جاتا رہا ورنہ نہیں۔	۵۲۲
کلی کے بعد تری کہ مونھ میں رہ جاتی ہے کس صورت میں اُسکے نگلنے سے روزہ نہ جائیگا۔	۵۲۳
مونھ میں کھانے یا پان کا ایسا اثر رہ جائے کہ آپ حلق میں اُتر سکنے قابل نہ ہو اگر لعاب دہن کے ساتھ اُتر جائیگا روزہ نہ جائیگا	//
جو چیز مونھ میں رہ گئی اُسکے نگلنے سے روزہ کسطرح نہ جائیگا۔	//
جو چیز مونھ میں لگی رہ گئی اُسکے قلیل و کثیر کا فرق۔	//
روزہ میں تل کے ایک دانہ کے چبانے یا نگلنے کا حکم۔	//
روزے میں بھولکر جماع میں مشغول ہوا پھر یاد آیا یا رات سے مشغول تھا اور اسی اثنا میں صبح چمکی تو کیا حکم ہے	۶۴۰

مسائل حج

مضمون	صفحہ
کنکریاں کہ جمروں پر ماری جاتی ہیں گناہ دھوکر نجس ہو جاتی ہیں انھیں دوبارہ کام میں نہ لائے اور ضرورت ہو تو انکو دھولے بلکہ کنکریوں کا دھو لینا ہر طرح چاہیے۔	۴۴۲
زعفران ملے ہوئے پانی سے احرام میں نہایا تو کیا حکم ہے۔	۵۲۷
خوشبو ملا ہوا کھانا احرام میں کھانیکے احکام	۵۲۷/۵۲۸
نجاست احرام بدن میں کسی خوشبو کے استعمال کا حکم۔	۵۲۷
خوشبو ملی ہوئی چیز کا احرام میں پینا کیا حکم رکھتا ہے۔	۵۲۸
اگر محتاج کو کوئی استلال ہبہ تو نہ کرے لیکن مباح کرے جس سے وہ حج کر سکے تو حج واجب ہوگا اور اُسکا قبول ضرور نہیں	۶۴۰
سفر حج میں آب زمزم شریف استعمال وضو سے بچانیکی تدبیریں۔	۶۴۱

مسائل نکاح

مضمون	صفحہ
خانگی کاروبار اپنی زوجہ سے لینا جائز ہے	۶۳۷
جب دولہن بیاہ کر لائیں مستحب ہے کہ اُسکے پاؤں دھوکر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے	۶۵۵
دوا ملا کر عورت کا دودھ بچہ کو پلایا تو حرمت ثابت ہوگی یا نہیں۔	۵۲۲
مونھ یا ناک کے ذریعہ سے عورت کا دودھ جو بچہ کے جوف میں پہنچے گا حرمت رضاعت لائیگا۔	//
کھانے میں عورت کا دودھ ملا کر بچہ کو کھلانے سے حرمت رضاعت مطلقاً ثابت نہ ہوگی۔	۵۲۴
نماز کا اتنا وقت ہے کہ بعد جماع نہا کر نماز نہ ملے گی تو جماع جائز نہیں۔	۵۴۴
بہت صورتوں میں زوجہ سے صحبت حرام ہوتی ہے۔	//
عقد نکاح میں یہ قید لگائی کہ مثلاً سو برس کے لیے نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا اور دل میں نیت ہے کہ گھڑی بھر کے بعد چھوڑ دونگا تو ہو جائے گا۔	۶۴۳
چچا کے بعد چچا زاد بھائی عورت کا ولی ہے اس حالت میں اگر اُس نے عورت سے کہا میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں وہ چپ رہی اس نے دو گواہوں کے سامنے عورت کی تعیین کر کے کہدیا کہ میں اُسے اپنے نکاح میں لایا نکاح ہو گیا جبکہ کفو ہو اور کفو کے معنی۔	۷۲۰
عمرو نے بطور خود زید کا نکاح کر دیا نکاح صحیح ہو گیا مگر اجازت زید پر موقوف رہا اور اجازت کی صورتیں۔	۷۲۱

مسائل طلاق

مضمون	صفحہ
عورت معاذ اللہ مرتدہ ہونے سے بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی۔	۳۹۳
کسی سے کہا تو نے اپنی عورت کو طلاق دی اُس نے کہا میں نے طلاق دی طلاق ہو گئی اور جھنجھلا کر جھڑکنے کی آواز سے کہا میں نے طلاق دی نہ ہوگی۔	۷۸۰
عورت نے طلاق مانگی اس نے نہ مانا اُس نے پھر کہا دی اسنے سختی سے کہا دی نہ ہوئی اور نرم آواز سے کہا تو ہو گئی۔	//
تنبیہ۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ طلاق کے مسائل بہت نازک ہیں ایک حرف کی کمی بیشی ورکسنار لہجہ کے بدلنے سے حکم بدلتا ہے سخت احتیاط درکار ہے	

مسائل عتق

مضمون	صفحہ
جس کنیز کی مولی سے اولاد ہوا اور مولی اقرار کرے کہ وہ میری اولاد ہے وہ ام ولد کہلاتی ہے مولی کے مرتے ہی آزاد ہو جائیگی	۴۵۹

مسائل قسم

مضمون	صفحہ
نماز کی قسم جنازہ کی نماز سے پوری نہ ہوگی گہن کی نماز سے ہو جائیگی۔	۴۸۱
گوشت کھانیکی قسم مچھلی کھانے سے نہ ٹوٹیگی	۴۸۲
ایک شخص کی چار عورتیں تھیں اور دس یا زیادہ غلام اُس نے قسم کھائی کہ ایک عورت کو طلاق دے تو ایک غلام آزاد ہے اور دو کو تو دو اور تین کو تو تین اور چار کو تو چار اس صورت میں اگر چاروں کو طلاق دی سا خواہ فاصلے سے تو دس غلام آزاد ہوئے۔	۵۱۲
پانی پینے کی قسم کھائی اور زعفران ملا پانی پیا تو کیا حکم ہے۔	۵۲۷
قسم کھائی فلاں چیز تجھے دینے سے انکار نہ کرونگا اُس نے مانگی اسنے وعدہ کیا تو کیا حکم ہے۔	۷۷۸
قسم کھائی کہ فلاں چیز زید کو نہ دونگا اُس نے مانگی اس نے وعدہ کر لیا قسم نہ ٹوٹیگی جبتک دے نہیں۔	۷۷۹
قسم کا کفارہ دینے کو اتنا نہیں کہ دس مسکینوں کو کھانا دے پانچ کو دے سکتا ہے تو صرف تین روزے رکھے۔	۸۰۷
قسم کھائی کہ نکسیر پھوٹنے سے وضو نہ کریگا پھر پیشاب کیا پھر ناک سے خون نکلا اس نے وضو کیا حانث ہو جائیگا۔	۸۱۴

مسائل حدود

مضمون	صفحہ
شراب کی ایک بوند پانی کو نجس و حرام کر دے گی مگر شراب ملے پانی سے حد نہ آئیگی جبتک نشہ نہ ہو۔	۵۲۳

مسائل سیر

مضمون	صفحہ
جو لوگ کلمہ اسلام پڑھتے اور پھر ضروریات دین سے کسی شی کا انکار کرتے ہیں اُن کا حکم مثل حربی ہے کہ وہ مرتد ہیں۔	۴۴۱
حربی کافروں کے قلعہ میں کوئی غیر معروف ذمی بھی ہے تو انکا قتل حرام ہے مگر اس صورت میں کہ اُن میں سے بعض نکل جائیں یا نکال دیے جائیں یا خلاف حکم قتل کر دیے جائیں تو اب باقی کا قتل جائز ہو جائے گا۔	۴۴۸
عالم دین سُنی صحیح العقیدہ کی توہین کفر ہے۔	۵۷۰

مسائل شرکت

مضمون	صفحہ
ترکہ میں سب بھائیوں نے ملکر کام کیا تو کیا حکم ہے۔	۴۴۸
باپ بیٹا یا زوج و زوجہ ملکر جو کام کریں منافع فقط باپ اور شوہر کے ہیں۔	//
مباح چیز اگر باپ بیٹے نے ملکر حاصل کی تو جتنی بیٹے نے حاصل کی وہی مالک ہے	//
اگر کسی مباح چیز کے حاصل کرنے میں دو نے کوشش کی تو وہ اُن میں کسکی ہوگی	//
مباح لکڑی کا مالک کاٹنے والا ہوگا	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
نہ اسکا جمع کرنے والا یا اُٹھانے والا۔	۴۲۹
سفر یا حضر مین رفیق اپنا مال ملالین اور ملکر کھائین تو اسمین حرج نہین اگرچہ ایک زیادہ کھائیگا دوسرا کم۔	۴۳۰

مسائل وقف

مضمون	صفحہ
جس ویران مسجد کی آبادی ناممکن ہو اُسکی اینٹ کڑی دوسری مسجد مین بشرط کمال احتیاط لے جا سکتے ہین۔	۳۹۳
وقف کا پانی جس لیے وقف کیا اُسکے غیر مین صرف کرنا حرام یہانتک کہ خود واقف کو۔	۴۱۷
تحقیق شریف للمصنف ان الماء لا یصح وقفہ۔	۴۱۹
اشیائے منقولہ بغیر جائداد غیر منقولہ وہی وقف ہو سکتی ہین جنکے وقف کا رواج ہو۔	۴۱۸
اگر رواج ہو تو روپے اشرفی نوٹ بھی وقف ہو سکتے ہین۔	″
رواج ہو تو گیہون بھی وقف ہو سکتے ہین	″
رواج ہو تو گائے بھینس بکری وقف ہو سکتی ہے۔	″
جنازہ کے لیے چارپائی چادر پڑھنے کیلیے قرآن مجید مطالعہ کے لیے کتابون کا وقف جائز ہے۔	″
پل اور سقائے کا وقف صحیح ہے۔	″
جائداد غیر منقولہ کے ساتھ اُسکے توابع بغیر رواج بھی وقف ہو سکتے ہین۔	″
وقف کسی کی ملک نہین ہو سکتا مگر جو وقف کسی قوم پر ہو اُسکے محاصل انھین دیے جائینگے بعد اُنکی ملک ہو جائینگے اور وقف اہلی کے بعض اُنکی ملک ہین	۴۱۹
مسجدون مدرسون کے سقایون مین زر وقف سے جو پانی بھرا گیا کسی کی ملک نہین واقف نے جس غرض کیلیے اُسے وقف کیا اُسکے غیر مین اُسکا صرف جائز نہین	″
آدمی اپنی ملک سے جو سبیل لگائے اُسکا	
پانی اُسی کی ملک رہتا ہی جس کام کیلیے اُسکی اجازت ہو یا اب ہوا اُسی مین صرف ہو سکتا ہے۔	۴۱۹
مسجد کے سقایون کا پانی گھرون مین لیجانا حرام ہی مگر ایک صورت مین۔	″
سقایون سے گرم پانی گھرون مین لیجانا حرام ہے۔	۴۲۰
پینے کی سبیل سے اگر عورتون کے پینے کیلیے گھرون مین لیجانیکی اجازت ہی تو جائز ہے ورنہ نہین۔	″
سبیل لگانے والے نے جن لوگون کیلیے لگائی اُنکے غیر کو اُس سے پینا جائز نہین	۴۲۰

مسائل بیع

مضمون	صفحہ
بیع تعاطی یعنی لینے دینے سے بھی ہو جاتی ہے اگرچہ زبان سے کچھ نہ کہین مثلاً روٹی کا عام بھاؤ ایک پیسہ ہی اس نے چار پیسے رکھے اور چار روٹیان اُسکے سامنے اٹھا لین بیع ہو گئی۔	۴۲۱
زید کی نیت سے عمرو کا خریدنا زید کو مالک نہ کردیگا جبتک عمرو اسے دے نہ دے ہان اگر عقد بیع زید کے نام ہوا تو زید کی اجازت پر موقوف رہیگا جائز کیا تو زید ہی مالک ہوا اور رد کیا تو رد ہو گئی۔	″
بائع نے بیع مین شرط کر لی کہ تین دن تک مجھے بیع قائم رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے اُس مدت تک مبیع اُسی کی ملک رہیگی مشتری کو تصرف جائز نہ ہوگا یہ شرط انتہا درجہ تین دن کے لیے جائز ہے زیادہ کے لیے حرام و مفسد بیع۔	۴۲۳
کسی سے کہا اپنا غلام میری طرف سے بعوض ہزار روپے کے آزاد کر دے اُس نے کر دیا یہ بیع تو ہوئی مگر اسمین ایجاب و قبول درکار نہ بیع کے شرائط۔	۴۲۲

مسائل شہادت

مضمون	صفحہ
تنہا ہمارے پینے راہ مین نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشهادة ہی۔	۱۵۸

مسائل وکالت

مضمون	صفحہ
گھوڑا خریدنے کو وکیل کیا اور کوئی خاص گھوڑا معین نہ کیا اور اُس نے خریدا تو وہ گھوڑا وکیل کی ملک ہوا یا موکل کی	۴۲۶، ۴۴۳
مسألة بطلان التوكيل بالمباحات وعلها ومالها وعليها۔	۴۳۱
پانی لینے کو وکیل کیا اُس نے رنگت ملا پانی خریدا تو کیا حکم ہے۔	۵۲۷

مسائل دعویٰ

مضمون	صفحہ
حاکم نے مدعیٰ علیہ سے حلف کو کہا وہ چپ رہا یہ بھی انکار ہی جبکہ گونگا یا بہرا نہ ہو اُس صورت مین مستحب ہی کہ قاضی اُس سے تین بار حلف کو کہے اگر سکوت کرے انکار ٹھہرا کر مدعی کو ڈگری دیدے۔	۴۷۹

مسائل ہبہ

مضمون	صفحہ
جو چیز بچونکا نام کرکے بھیجی جائے اور مقصود ماں باپ کو دینا ہو اُسکے مالک ماں باپ ہی ہونگے۔	۴۲۹
اگر معلوم ہو کہ بچون ہی کو دی تو ماں باپ جبتک محتاج نہ ہون اپنے صرف مین نہین لا سکتے	″
مالک نے جسے اپنے مال مین تصرف مباح کیا وہ مالک ہو جائیگا مہمان کو جائز نہین کہ بے اجازت مالک کھانے مین سے کسی کو کچھ دے۔	۴۳۵
ولی نے جو چیز بچہ کو کھانے پینے کو دی اگر بچہ کو مالک کر دیا اُسمین سے دوسرے کو دے سکتا ہی ورنہ نہین	۴۳۸
ہبہ و اباحت کا فرق۔	۴۳۰
دی ہوئی چیز پھیر لینا گناہ ہی اگرچہ موہوب لہ خوشی سے پھیر دے۔	۶۴۳
عورت سے کہا تو نے مہر بخشا اُسنے کہا بخشا گواہون نے کہا ہم گواہ ہین کہا ہو جاؤ ہو جگہ قرینہ سے معلوم ہوگا کہ اُسکا یہ کہنا واقعی ہی یا طنز سے طنز سے ہی تو نہ بخشا گیا۔	۴۸۰

مسائل اجارہ

مضمون	صفحہ
اجیر خاص کی تعریف اور اسکے احکام	۴۲۴
کسی کو جنگل کی مباح چیز لانے پر نوکر رکھا اُسے تنخواہ ملیگی اور چیز کا مالک یہ ہوگا۔	″
اگر مباح شے لا دینے پر اجرت ٹھہرائی اور وقت مقرر نہ کیا اجارہ فاسد ہے اور اُس کے احکام۔	″
اگر اپنی ملک مین عمل کرنیکے لیے اجرت قرار دی اجارہ صحیح ہے۔	″
چھوٹے ہوئے شیر یا بھیڑیے کے قتل پر اجیر مقرر کیا اجارہ فاسد ہی اور اسکا حکم	۴۲۵
مقدمہ لڑانا وغیرہ کامون پر اجارہ کا حکم اور یہ کہ وکیلون کی اجرت شرعاً وہی صحیح ہے جو پیشی پر بتعیین وقت مقرر کی جائے۔	″
نان بائی سے کہا مین نے تجھے آج کیلیے اسپر اجیر کیا کہ یہ آٹا ایک روپیہ اجرت پر لگا دے یہ اجارہ فاسد ہی کہ اس مین عمل اور وقت دونون پر عقد اجارہ وارد کیا	″
اگر یون کہا کہ مین نے تجھے یہ آٹا پکانے کیلیے ایک روپے پر اجیر کیا اس شرط پر کہ آج ہی پکا دے یا یون کہ یہ آٹا آج پکا دے ایک روپیہ دونگا تو یہ جائز ہی	۴۲۶
مباح چیز لانے پر اجیر کیا تو وہ چیز کسکی ہوگی	۴۳۱
کافر کی خدمتگاری کی نوکری جائز نہین	۴۵۵
قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی اجرت جائز نہین اور اُسکے جواز کا حیلہ۔	۴۸۰

مسائل حجر

مضمون	صفحہ
ماذون غلام معتاد دعوت کر سکتا ہی۔	۴۳۰ و
بچہ سے کوئی چیز خریدنا کس وقت جائز ہے۔	۴۳۴ و
نابالغ کے ہبہ و بیع کا حکم	″
محرہ دفروخت ہیچ غیر جہین بوہرے کا حکم صبی عاقل کی مثل ہے۔	۴۳۴
تصرفات صبی کے احکام۔	۴۳۷ و

مسائل غصب

مضمون	صفحہ
مورث کے ترکہ سے کوئی چیز دوسرے کی سمجھکر اُسے دیدی پھر معلوم ہوا کہ مورث ہی کی تھی واپس لیگا اور نہ رہی ہو تا وان لیگا	۴۲۴
حساب مین سمجھا کہ زید کے سو روپے مجھپر	

مضمون	صفحہ
آتے ہیں پھر اسکی غلطی معلوم ہوئی لوٹا کے واپس لیگا۔	۴۳۳
دوست کے مال میں تصرف یا اُسکے نوکر سے کام لینے کا حکم۔	۴۳۴
نابالغ کی کوئی چیز دوسرے کی ملک میں اسطرح مل جائے کہ جدا نہ ہو سکے وہ چیز مالک پر حرام ہو گئی۔	۴۳۶
مثلی اور قیمی کے معنی اور پانی مثلی ہے یا قیمی اس میں مصنف کی تحقیق	[illegible]
مسائل قسمت	
ترکہ کے روپے یا اناج میں سے جسمیں نابالغ کا بھی حصہ ہے بالغ وارثوں کا اپنا حصہ لینے کا حکم۔	۴۳۹
مشترک روپے یا اناج میں سے شریک کی غیبت میں اپنا حصہ لینا۔	؍؍
مسائل شکار و ذبیحہ و قربانی	
جال شکار کیلیے کھڑا کیا شکار پھنس گیا اسکی ملک ہو گیا اور سکھانے کیلیے تو جو پکڑ لیگا اُسکی ملک ہو گا۔ شکار کو گھیر کر لائے والا مالک نہیں ہوتا بلکہ پکڑنے والا۔	۴۴۸
جو جانور نیاز اولیا کے لیے ذبح کرتے ہیں حلال ہے۔	۵۵۸
مالک نے کوئی نیت کی ہو ذابح نے تکبیر کہکر اللہ کے لیے ذبح کیا جانور حلال ہے	؍؍
جس خچر کی ماں گھوڑی ہے اُسکا کھانا حرام نہیں مکروہ ہے۔	۴۴۴
جانوروں میں ماں کا اعتبار ہے ماں اگر حلال ہے تو بچہ بھی اور ماں اگر قربانی کا جانور ہے تو بچہ بھی اگرچہ باپ حرام ہو۔	۶۴۴
بچھو کی خاک کہ سنگ گردہ میں کھلاتے ہیں حرام ہے اور ایسا علاج ناجائز۔	۶۷۸
مسائل حظر و اباحت	
کھانے کے بعد کاغذ سے مونھ پونچھنا کیسا۔	۳۰
کھانے کے بعد عمامہ وغیرہ سے ہاتھ مونھ پونچھنا کیسا۔	۳۰
مٹی کے برتن افضل ہیں اور تانبے پیتل میں بھی حرج نہیں۔	۳۱
چاندی کے تار سے دانت باندھنا جائز ہے۔	۹۹
مطلقاً حروف کی تعظیم چاہیے۔	۱۷۱
اسراف کے معنی کی تفصیل و تحقیق	۱۸۰
فرق تبذیر و اسراف۔	۱۸۳
اسراف کس صورت میں گناہ ہے۔	۱۸۴
جھوٹ اور غیبت کی برائی قابل حفظ	۱۹۲
دینی محنت کی تکان دفع کرنے کو کسی مباح کام سے دل بہلانا جائز بلکہ مطلوب ہے	؍؍
عبث کے معنی و حکم۔	۱۹۸
عبث کی بارہ تعریفیں اور مصنف کی تحقیق۔	۲۰۰
لعب لہو و ہزل و لغو و باطل و عبث متقارب المعنی ہیں۔	؍؍
حکم عبث کی تنقیح۔	۲۰۳
لایعنی کسے کہتے ہیں اور اُسکے ترک کی ہدایتیں۔	۲۰۶، ۲۰۷
ہاتھ پاؤں سینہ پشت پر بال ہوں تو نورہ سے دور کرنا بہتر ہے اور موئے زیر ناف پر بھی استعمال نورہ آیا ہے۔	۲۱۰
دس باتیں قدیم سے سنت انبیا علیہم الصلاۃ والسلام ہیں۔	۲۱۲
بلا ضرورت پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے	۲۲۱
کھانے سے پہلے کلائیوں تک تین بار ہاتھ دھونا تین کلیاں کرنا مستحب ہے اگرچہ وضو ہو۔	۲۲۸
کھانا کھا کر برتن کو چاٹ کر صاف کرنا مسنون ہے	۲۴۳
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصرانی کے یہاں کے کھانے سے ممانعت فرمائی۔	۲۴۴
حدیث میں نصاریٰ کے برتنوں سے بچنے کا حکم۔	؍؍
تہمت کی جگہ کھڑے ہونے سے حدیث میں ممانعت آئی ہے۔	۲۴۴
حدیثوں کا حکم کہ اُس بات سے بچو جس سے لوگوں کو نفرت پیدا ہو۔	؍؍
بلا وجہ شرعی ایسی بات مکروہ ہے جس سے اپنی غیبت کا دروازہ کھلے۔	۳۳۳
یہاں نصاریٰ کے کھانے پانی سے بہ نسبت ہنود کے بچنے کا زیادہ حکم ہے۔	؍؍
جمعہ عید وعظ کسی میں کسی عورت کو کبھی جانیکی اجازت نہیں۔	۳۸۶
بے کسی ضرورت کے سمندر میں سوار ہونا نہ چاہیے۔	۴۰۹
ہنود و نصاریٰ کے برتن میں بغیر پاک کیے کھانا پینا مکروہ ہے۔	۴۱۵
ائمہ فرماتے ہیں اگر جنگل میں کتا اور ایک حربی پیاس سے مرے جاتے ہوں اور مسلمان کے پاس ایک پیاس کا پانی ہے کتے کو پلائے حربی کو نہ دے۔	۴۲۱
بے ضرورت ہر بات کا سوال حرام ہے اور کسی سے کام کو کہنے کے احکام	۴۳۷
رافضی کے یہاں کچھ کھانا پینا ہرگز نہ چاہیے	۵۷۴
جواب سلام میں دیر جائز نہیں۔	۶۱۹
سلام شروع ملاقات کے وقت ہو دیر کے بعد یا کچھ کلام کر کے خلاف سنت ہے	؍؍
بچے نے جبتک بات نہ کی ہو اُسکے ستر عورت کی اصلا حاجت نہیں۔	۱۵۶
بدن یا بال چھونے اور دیکھنے میں زندہ اور مردے کا ایک حکم ہے۔	؍؍
دوسرے کی کنیز کا کتنا بدن دیکھنا جائز ہے اور کس حالت میں چھونا۔	۴۵۸
اجنبی آزاد عورت کا بدن چھونا مطلقاً حرام ہے شیخ کو جائز نہیں کہ اُسکا ہاتھ پکڑ کر بیعت لے اور دیکھنے کے حکم کی تفصیل	؍؍
دوسرے کی کنیز شرعی کا اسکے ہاتھ پاؤں دبانا یا سر میں تیل ڈالنا یا پیٹھ ملنا کیسا ہے	؍؍
آزاد عورت کو حرام ہے کہ کسی اجنبی مرد کے ہاتھ یا پاؤں کو ہاتھ لگائے۔ عورتیں کہ مشائخ زمانہ کے قدم لیتیں ہاتھوں کو بوسہ دیتی ہیں ناجائز ہے پیروں پر لازم ہے کہ انھیں روکیں۔	؍؍
نائن یا اصیل سے نہانے میں ہاتھ پاؤں ملوانا حرام ہے اور صورت استثنا کا ذکر	؍؍
جہاں کوئی نجاست پڑی ہو وہاں تلاوت مکروہ ہے۔	۶۶۳
جنب و حیض و نفاس والی عورت کے پاس تلاوت میں حرج نہیں بلکہ اپنی عورت حائضہ کی گود میں سر رکھکر تلاوت کر سکتا ہے۔	؍؍
صرف تانا ریشم ہو تو جائز اور بانا ریشم ہو تو مرد کو ناجائز۔	۶۶۹
مٹی کھانا حرام ہے یعنی زیادہ کہ مضر ہو خاک شفا شریف سے تبرکاً قدرے چکھ لینا جائز ہے جیسے پان میں چونا۔	۶۹۶
تمباکو کا چونا حرام جس پان پر لگا ہو اُسکا کھانا حرام	۷۰۱
بلا ضرورت دوا مونھ پر کوئی ایسی چیز سانا جس سے صورت بگڑے ناجائز ہے	۷۰۴
حربی کافروں کے بھی بعد قتل ناک کان کاٹنا حرام ہے۔	؍؍
بعض نوجوان جو آپس میں کیچڑ سے کھیلتے ہیں ایک دوسرے کے مونھ پر کیچڑ ملتے ہیں یا ہنسی سے کسی کے سوتے میں اسکے مونھ پر کالک لگاتے ہیں یہ سب حرام ہے	؍؍
مسلمان کو جائز نہیں کہ باختیار خود اپنے کو ذلت میں ڈالے۔	۷۵۵
اگر کوئی مسلمان بھوک یا پیاس سے مرتا ہو اسکی اعانت مسلمانوں پر فرض ہے ایسی حالت میں اگر وہ دوسرے کے پاس کھانا پانی پائے اُسپر مانگنا فرض ہے اور یہ خود مجبورانہ محتاج نہ ہو تو اسپر دینا فرض ہے	؍؍
پانی ضائع کرنا حرام ہے۔	۸۰۷
مال ضائع کرنا حرام ہے۔	۸۰۸
مسائل احیائے موات	؍؍
خودرو گھانس مالک زمین کی ملک نہیں ہاں اگر زمین جوتی اور پانی دیا تو اُسکی ملک ہو گئی	۴۱۷
شی مباح پر قبضہ کی نو صورتیں اور اُن کے احکام اور مصنف کا اس میں ضابطہ جامع	۴۲۲
مباح پر جو پہلے قبضہ کرے مالک ہو جاتا ہے اُس تفصیل پر جو مذکور ہوئی	؍؍
کسی مباح چیز کے لانیکے لیے کسی کو نائب	؍؍

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
یا وکیل کرتا ہے سود ہی قبضہ کرنے سے وہی مالک ہوگا ضمیمہ۔	۴۲۲
کسی سے مچھلیاں شکار کرائیں شکار کرنیوالا ہی مالک ہوا اسیطرح جنگل کی ہر مباح چیز	۴۲۳
بلا اجرت کسی سے کوئی مباح چیز منگائے کی تین صورتیں۔	〃
والدین اپنی اولاد سے کوئی مباح چیز منگوائیں وہ کسکی ملک ہوگی۔	۴۲۶
مباح کی تحصیل میں دو شخص شریک ہوں تو کیا حکم ہے۔	۴۲۸
جو سرکاری زمین میں باذن سلطان کنواں کھودے اُسکے گرد چالیس ہاتھ تک دوسرے کو کنواں کھودنے کی اجازت نہ ہوگی۔	۵۷۳

مسائل شرب

مضمون	صفحہ
کوئیں کا پانی کوئیں کے مالک کا نہیں خاص ملکِ خدا ہی۔	۴۱۶
مینھ کا پانی جسکے برتن میں خود بھر جائے وہ اُسکی ملک نہ ہوگا ہاں بے اجازت دوسرا اُس برتن کو استعمال نہیں کرسکتا	۴۱۷
اگر برتن اسی لیے رکھا کہ مینھ کا پانی آئے تو مالک ہوگیا۔	۴۱۷
کوئیں کے پانی کا مالک بھرنیوالا نہیں ہوتا بلکہ وہ جو اُسے کوئیں کی من سے جدا کرے۔	۴۲۸
نابالغ کے بھرے ہوئے پانی کی ستر صورتیں اور اُنکے احکام۔	۴۳۲
وہ آٹھ صورتیں جنمیں نابالغ کے بھرے پانی میں دوسروں کو تصرف جائز نہیں	۴۳۳
نابالغ بھشتی پانی بھر رہا ہے اُس سے پینے یا وضو کو لینا حرام ہے۔	۴۳۴
نابالغ بھشتی سے پانی لینے کی سات صورتیں اور اُن میں مصنف کی تحقیق	〃
سقا مشک کے پانی کا مالک ہے جبتک دوسرے کے برتن میں نہ بھرے۔	〃
بوہرے کا بھرا ہوا پانی کوئی نہیں لے سکتا	〃
بوہرے کا بھرا ہوا پانی اُسکے ماں باپ صرف میں لاسکتے ہیں یا نہیں۔	۴۳۴
بہت معتمد کتابوں میں ہے کہ نابالغ نے حوض یا کوئیں سے پانی لیکر اُس میں ڈالدیا اب حوض یا کوئیں کا پانی سب پر حرام ہوگیا	۴۳۵
مصنف کا اس مشکل مسئلہ سے ستولہ صورتوں کا استثنا کرنا اور دیگر فوائد کا تنبیہ۔	〃
نابالغ کا مملوک پانی اگر کوئی دوسرا کوئیں یا حوض میں ڈالدے جب بھی اُس کوئیں یا حوض میں کسی کو تصرف جائز نہ رہیگا	〃
اُس کوئیں یا حوض سے اُسکے والدین بشرط احتیاج استعمال کرسکتے ہیں۔	〃
کوئیں یا مباح خواہ مملوک حوض میں نابالغ کی ملک کا جو پانی مل جائے وہ خریدا بھی نہیں جاسکتا۔	۴۳۶
غلام و کنیز کے بھرے ہوئے پانی کا حکم	〃
یہ احکام ٹھہرے پانی میں ہیں اگرچہ وہ دردہ سے زیادہ ہو نہ جاری میں۔	〃
جس پانی میں نابالغ کا پانی مل گیا اُسے پھینک بھی نہیں سکتے مگر ایسا کنواں ناپاک ہوجائے تو پاک کرنیکے ڈول نکالے جاسکتے ہیں۔	۴۳۷
جس حوض میں نابالغ کا پانی ملا تھا مینھ یا اہلے سے اُبل گیا اب جائز ہوگیا مگر خود اُبالنا جائز نہیں۔	〃
اُس مشکل مسئلے کے علاج پر بحث۔	〃
الحمد للہ اس مشکل کی سہل آسانی حوض یا کوئیں میں نابالغ نے جتنا پانی ڈالدیا ہے اُتنا یا اُس سے زائد بھر کر اُسے دیدیں باقی کا استعمال جائز ہوگیا۔	۴۳۹
جواز کے لیے اُتنا پانی نکلنا کافی ہے جتنا نابالغ نے ڈالا۔	〃

مسائل دیت

مضمون	صفحہ
ہاتھ میں اُنگلیاں اصل ہیں اگر کسی نے اُنگلیاں کاٹ دیں پورے ہاتھ کی دیت لازم آئیگی۔	۲۵۹

مسائل اثبات

مضمون	صفحہ
جسکا کسی پر کچھ آتا ہو اور ملنے کی امید نہ رہے اُسکے اُسیقدر مال پر اگر ملے قبضہ کرسکتا ہے کوئی مال ہو زیادہ ہو تو حرام ہے۔	۳۹۳
مدیون پر دگری ہوئی پہننے کے ضروری کپڑے کے علاوہ اُسکا مال ادائے دین میں لیا جائیگا۔	۶۵۹

مسائل وصی

مضمون	صفحہ
ماں باپ اپنے بچے کا مال کس وقت لے سکتے ہیں	۴۲۷
باپ اپنے بچے سے اُستاد کی خدمت کراسکتا ہے	۴۲۸
باپ اور دادا اور اُنکے وصی نابالغ سے عادت ڈالنے کیلیے اُسکے لائق خدمت لیں	〃
ماں اپنے یتیم بچہ کے مال سے ملا کر سالن کھائے تو کیا حکم ہے۔	۴۳۰
نابالغ یتیم کی کمائی سے ماں دو ایک لقمہ کھا سکتی ہے۔	۴۳۱
دوسرے کے بچے سے کام لینے کا حکم	۴۳۱
اُستاد بھی نابالغ کا بھرا پانی نہیں لے سکتا اور خدمت جہانتک لے سکتا ہے اُسکا حکم	۴۳۳
وہ طریقہ کہ اُستاد نابالغ سے پانی بھروا کر اُسے استعمال کرسکے۔	۴۳۴
ماں باپ دادا دادی کس صورت میں بچے سے کام لے سکتے ہیں۔	۴۳۷

مسائل فرائض

مضمون	صفحہ
اُس ترکہ کی تقسیم کا حکم جسمیں بعض وارث نابالغ ہیں میت کے غسل و کفن دفن کی حاجت اُسکے مال میں سب پر مقدم ہے جبتک یہ نہ ہولے قرضخواہ کو بھی نہ دینگے وارث تو بعد کو	۴۳۹، ۶۵۹

فوائد فقہیہ

مضمون	صفحہ
اختلاف علماء سے بچنا مستحب ہے جبتک اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے۔	۹۸، ۴۱۴، ۸۰۸
معانی العلم والظن والاحتمال فی اصطلاح الفقہ	۱۲۲
مثقال درہم استار رطل وغیرہ صاع کا بیان	۱۳۹، ۵۶
کوک اور کیلہ کا بیان۔	۱۴۰
مقدار ظرف فرق کا بیان	۱۴۱
شرع کے پانچ مرتبے ہیں ضرورت، حاجت، منفعت، زینت، فضول اور اُنکی تحقیق اور مکان و طعام و لباس و طہارت میں اُنکی مثالیں۔	۱۵۸
حکم حکمت کیلیے ہوتا ہے مگر حکمت پر اُسکا مدار نہیں	۲۴۴، ۲۵۷
تحقیق ان بین سقوط الغرض والقربۃ عموما من وجہ۔	۲۴۷
مفاد قولہم الوضوء فی المحوض	۲۸۷
للشیوع ثلثۃ معان۔	۲۹۹
ذراع کرباس کی مقدار۔	۳۱۰
ذراع مساحت کی مقدار۔	۳۱۱
امانت و ہبہ و صدقہ و شرکت و مضاربت و غصب میں روپے اشرفی جو دیے گئے وہی متعین ہوتے ہیں۔	۳۱۹
مسائل فقہ میں ظن اگر غالب ہو مثل الیقین ہے صرف مشکل وہم نامعتبر۔	۳۲۱
جو یقین کسی مجہول محل میں ہو شک سے زائل ہوجاتا ہے۔	۳۳۸
الخلط لا یضاف الا الی المطلوب	
استار انکی تولہ ماشہ سے تحقیق [illegible] ۳۲ تولے ۹ ماشے	۵۶۰
درم شرعی کی مقدار۔	۶۱۲
وہ عبادتیں کہ فوت ہوجائیں تو اُنکا کوئی عوض نہیں۔	۶۱۸
بین الواجب و شعار الاسلام عموم من وجہ۔	۶۲۴
اللیث بن سعد کان حنفیا	۶۲۵
شرع مطہر جو رخصتیں عطا فرماتی ہے اُس میں مطیع و عاصی سب شریک ہیں۔	۶۲۶
اختلاف اسباب الرخصۃ یمنع الاحتساب بالاولی۔	۶۳۱
احکام الٰہیہ بجالانے میں قلیل مشقت عذر نہیں۔	۶۳۲
جو عقد حیلہ شرعیہ کی غرض سے کیا جائے محض برائے گفتن نہ ہو بلکہ حقیقی طور پر اُسکی نیت کرے۔	۶۴۳
ثواب کی بات میں یہ نہ چاہیے کہ دوسرے کو	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ

اپنے پر ترجیح دے مگر محل ادب میں ٦٥٥
عبادت کی چار قسمیں مقصودہ وغیر مقصودہ
اور ہر ایک مشروط بالطہارت وغیر مشروط
اور انکی مثالیں۔ ٦٦٤
تواریخ تصنیف درر و ذخیرۃ العقبیٰ ٦٧٣
دلالت بھی مثل صریح ہو گر جب صریح اسکے
خلاف ہو تو معتبر نہیں۔ ٦٨٠
متجانسان لا یختلف مقصودھما
اذا اجتمعا تداخلا ٦٢٢
لا یعتبر التابع بحکم //
بسقوط المتبوع یسقط التابع //
اذا بطل شئی بطل ما فی ضمنہ //
تراعی شروط المتضمن بالکسر
دون المتضمن۔ //

رسم المفتی

عادۃ الفقہاء البناء علی المظنۃ
والمراد المناط۔ ١٨
مذہب کے خلاف کوئی بحث معتبر نہیں ٢١
مستحب کے ترک سے کراہت تنزیہ لازم
نہیں آتی۔ ٢٥
الاحتیاط هو العمل باقوی
الدلیلین۔ ٤٤
صاحب الہدایۃ امام جلیل من
ائمۃ التخریج والترجیح یجوز تقلیدہ ٦٣
الخصاف کبیر فی العلم یجوز اقتداؤہ //
العمل بما هو المختار فی المذهب و
ان کان قائل خلافہ اماما کبیرا۔ //
تقلید الغیر عند الضرورۃ وان
جاز بشرطہ فلعمل نفسہ اما
الافتاء فلا یکون الا بالراجح
فی المذهب۔ //
عند الضرورۃ تقلید قبل فی
المذهب احسن من تقلید مذهب
الغیر۔ //
التناعۃ العمل بما علیہ الاکثر من
ائمۃ المذهب۔ ٥١
عادۃ الاوائل السناجۃ فی البیان

وعدم التدقیق فی العبارات ٨٢
منازع اختلاف عبارات العلماء
مع کون المقصود واحدا۔ //
الامام قاضیخان انما یقدم الاظہر ٨٤
الاشہر۔ ٣٩٠ ٤٣٢
اذا جاء قید فی المسألۃ عن احد
الائمۃ ولم یصرح غیرہ منہم بخلافہ
وجب قبولہ۔ ١٣٥
المراد بالمحیط المطلق البرہانی ١٣٧
ھذا قول بعض المشائخ مفادہ
ان اکثرہم علی خلافہ۔ ١٤٨
نسبۃ قول الی البعض تفید
ان المعتمد خلافہ۔ //
المفاہیم معتبرۃ فی الکتب بالاتفاق ١٧٤
کتب شروح حدیث میں جو مسئلہ کتب
فقہ کے خلاف ہو معتبر نہیں۔ ١٨٨
کلمۃ لا باس لما ترکہ اولی وقد
تستعمل فی المندوب۔ ١٩٠
شئی اگرچہ مطلق ذکر کی جائے اپنے اسباب
وشروط واحکام وآثار پر خود ہی دلالت
کرے گی۔
تحقیق مفاد قولہم لا حرج فیہ ١٩٧
شرعی کے دو معنے ہیں مقبول فی الشرع
مطلوب فی الشرع۔ ٢٠٢
ما قدم قاضیخان هو الاظہر الاشہر
فیکون هو المعتمد۔ ٢٥٨
المفتی انما یفتی بما یقع عندہ
من المصلحۃ۔ ٣٣٣
صاحب البحر لیس من اصحاب الترجیح ٣٧٥
لا یعتمد علی فتاوی ابن نجیم و
لا علی فتاوی الطوری۔ ٣٧٦
فتوی ہمیشہ بلا استثنا قول امام پر ہے ٣٨١
القول قولان صوری وضروری
وهو یقضی علی الصوری لہ ستۃ
وجوہ۔ ٣٨٥
چھ باتیں ہیں جنکے سبب بظاہر قول امام
کے خلاف پر عمل ہوتا ہے اور حقیقۃ قول
امام ہی پر ہے۔

انھیں وجوہ سے سمجھو مؤکد احادیث کا
خلاف کیا جاتا ہے اور وہ خلاف نہیں ہوتا ٣٨٦
العدول عن قولہ بدعوی ضعف
دلیلہ خاص بالمجتہدین فی المذہب
وہم لا یجوزونہ عن المذہب //
معنی قولہ اذا صح الحدیث فھو
مذھبی۔ //
لا یتبدل المذھب بتصحیحات
المرجحین خلافہ۔ ٣٨٧
عند اختلاف التصحیح یقدم
قول الامام۔ //
ہم صرف امام اعظم کے مقلد ہیں۔ ٣٨٨
امام سے احکام منقول ہیں دلائل استنباط
مشائخ ہیں انکے ضعف سے قول امام
ضعیف نہیں ہوتا۔ ٣٨٩
معنی کلام العلامۃ قاسم علینا
اتباع ما رجحوہ۔ ٣٩٠
حیث لا تصحیح لا یعدل عن
قول الامام۔ ٣٩٢
مشی متون علی خلاف قول الامام
لا یقبل۔ //
حدوث حکم ضروری لا حجیۃ
الحوامل الست لا یتقید بزمان //
ما خرج عن ظاہر الروایۃ فھو مرجوع عنہ ٣٩٣
لیجتنب النقل بالواسطۃ مھما امکن ٣٩٧
الترجیح لقول الامام ای بلا خلاف
اذا اختلفوا وتخالفوا //

توفیق نفیس من المصنف
بین عبارات الائمۃ فی تقدیم قول
الامام المختلفۃ ظاہرا۔ ٣٩٩
قول امام کے بعد کسکے قول پر عمل ہو اسکی
ترتیب۔ ٤٠٠
العمل بما علیہ الاکثر۔ //
قول البحر الفتوی علی قول الامام
وان افتوا بخلافہ وتوجیہ ما نازعہ
فیہ الشامی۔ ٤٠٢
ربما لا یکون قول الفقہاء ھذا اصح
ومثلہ من باب التفضیل۔ ٤٠٣

اذا ثبت الاصح لا یعدل عنہ اذا
لم یوجد اقوی منہ۔ ٤٠٣
الصحیح والاصح متقاربان۔ //
لا یعتمد علی النقل عن مجہول
وان کان الناقل ثقۃ۔ ٤٠٤
تحقیق قول الدر ان الفتوی
مطلقا علی قول الامام ولا یخیر
الا اذا کان مجتہدا۔ //
ذکر عشر مرجحات لاحد القولین
علی الاخر۔ //
ذکر ثلث مرجحات اخر۔ //
الترجیح بکونہ قول الامام ارجح
من کل ما یوجد معارضا لہ //
الاستحسان لغیر نحو ضرورۃ و
تعامل لا یقدم علی قول الامام ٤٠٥
ما علیہ الفتوی مقدم علی الاستحسان //
عند قول الامام لا ینظر الی
کثرۃ الترجیح فی الجانب الاخر //
اذا رجح قول الامام وقول غیرہ فان
کان العمل بقول الامام وان
قالوا لغیرہ علیہ الفتوی۔ //
تاخیر الہدایۃ دلیل قول دلیل
اعتمادہ۔ ٤٠٦
قول الامام المذکور فی المتون ٤٣٢
مقدم علی ما صححہ قاضیخان
بالد الفاظ الفتوی۔ ٤٠٦
لا یعدل عن تصحیح قاضیخان
فانہ فقیہ النفس۔ //
تنبیہ جلیل یتبین بہ
ما یعمل بہ المقلد فی امثال المقام ٤٠٧
مطلق الکراہۃ للتحریم۔ ٤٠٨
السراج الوہاج من الکتب
الضعیفۃ ومختصرہ الجوہرۃ
النیرۃ من الکتب المعتمدۃ ٤١٣
عادۃ الہندیۃ نقل عبارۃ
الکتب التی تذکر الاقوال
رامزۃ لقائلیہا بالحروف فیحذف
الرموز فیصیر القولان کقول واحد

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
فربما يحصل بذلك عند من لا يعرف ضبط فى فهم الامر على ما هو عليه۔	٤٤٦
لا يقال لقول المشائخ رواية	٤٤٢
فرق بين تقييد حكم بضرورة واسقاطه رأسا لضرورة۔	٤٤٣
چلپی محشی صدر الشریعۃ لیس من اهل الترجیح۔	٤٤٤
ایک ہی چیز میں اختلاف سوال سے مفتی کا فتوی مختلف ہوجاتا ہے۔	٤٨٤
ربما يطلقون مقيدا حتى فى الشرح وهذا من اعظم وجوه العسر فى	٥٠٩
ادراك الفقه۔	٥٢٠
المطلق فى كلام الفقهاء محمل على المقيد۔	٥٢٠
کوئی امام معتمد ایک قید ذکر فرمائے کہ اوروں کے یہاں نہیں تو چار صورتیں ہیں۔	٥٨١
تقیید شراح اطلاق متون کی مخالفت نہیں بلکہ بیان مراد ہے۔	″
كل رواية فى مسالة رواية فى نظيرتها التى لا تفارقها فى المعنى فما كان مثلا قول الامام فى تلك فهو قوله فى هذه وان ثبت عنه خلافه فى هذه فله فيها قولان۔	٦٢٤
النصاب الخلاصة كلاهما للامام طاهر بن عبد الرشيد البخارى	٧٠٠
ما ذكر حكما مقدم على ما ذكر فى التعليل۔	٧٣٢
فى بعض الكتب نقل مجهول لا يكفى۔	٧٣٣
كثيرا ما يشيرون بالمثال الى المراد	٧٥٠
ربما يقال باطل بمعنى سيبطل	٧٥٢
كون رواية ظاهرة الرواية لا يقتضى بكون خلافها نادرة۔	٧٥٧
عادة محمد الاستشهاد على خلافية بخلافية ايضاحا۔	٧٧١
المفاهيم توخذ من قيود تذكر	

مضمون	صفحہ
فى الحكم لا فى التعليل الا اذا دل الدليل۔	٤٩١
فقہائے کرام احکام میں اکثر نادر صورتوں کا لحاظ نہیں فرماتے۔	٥٠٦
الشروح مقدمة على الفتاوى	٨١٠
ذكر اكثر المتون المعتمدة فى المذهب	″
المنية ليست من المتون بل عدادها فى الفتاوى۔	″
ليس التنوير من تلك المتون	″
الاشباه والنظائر ليست من المتون بل مرتبتها فى الفتاوى او فى الشروح۔	٨١٠
الهداية مع انها شرح معدودة فى المتون۔	٨١١
ذكر كثير من الشروح المعتمدة۔	″
ذكر بعض ما لا يعتمد۔	″
ذكر كثير من الفتاوى المعتمدة	″
ذكر بعض ما لا يعتمد۔	″
ذكر المعروضات۔	″
ذكر ما قالوا انه لا يعتمد۔	″
قد يطلق لفظ الشيخين على الصاحبين۔	٨١٢
افادات علما میں تکرار مسائل معیوب نہیں	٨٢٠
كل نقل ذيله فى الهندية بقوله كذا فهو نقل عنه بلفظه وما ذيله بقوله هكذا فنقل عنه بالمعنى۔	٨٤٥
الامام الحلبى صاحب الحلية ليس من ارباب الترجيح۔	٨٤٨
عقائد	
معنى اذعان	٦
معنى اعتقاد۔	″
معنى ضروريات دين۔	″
ان دس فرقوں کا بیان جو اپنے آپکو مسلمان کہتے ہیں اور شرعا مرتد ہیں۔	٩١
ان نفیس کتابوں کا پتہ جنسے مرتدین حال کا حال کھلے۔	″

مضمون	صفحہ
آریوں پادریوں کے لکچر میں سننا سخت حرام ہے	٢١٤
اللہ و رسول و قرآن عظیم کی جتنی توہین آریہ پادری اپنے لکچروں میں کرتے ہیں اس سب کا وبال شرعا انہیں پر ہے جو سننے جاتے اور ایسے جلسوں میں شریک ہوتے ہیں	٢١٧
قرآن مجید فرماتا ہے کہ جو ایسے جلسوں میں جائے ایسی جگہ کھڑا ہو وہ بھی انہیں کافروں کی مثل ہے۔	″
تلاوت قرآن یا قراءت حدیث کے سوا اپنی طرف سے کسی نبی کی طرف نسبت معصیت سخت حرام ہے۔	٢٢٣
ہر چیز محض ارادۂ الٰہیہ سے موجود ہوتی ہے اسباب مؤثر نہیں وہ چاہے انہیں معطل کردے چاہے معزول۔	٤٩٠
جہنم میں اصلا روشنی نہیں اور گنگوہی کا رد۔	٥٥٠
انبیا علیہم الصلاۃ والسلام بعد وفات بھی حقیقۃ ویسے ہی زندہ ہیں جیسے حال حیات ظاہری میں تھے انکی موت صرف ایک آن کے لیے تھی۔	٦١١
انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کو مردہ کہنا حرام بلکہ معاذ اللہ بطور توہین ہو تو صریح کفر	″
تمام کافر اگرچہ کلمہ گو ہوں اللہ سے محض جاہل ہیں	٦٦٢
اسکی تحقیق و تفصیل کہ کوئی کافر اصلا اللہ عزوجل کو نہیں جانتا اگرچہ کیسا ہی کلمہ گو نمازی بنے یا عالم وشیخ کہلاتا ہو۔	٧٣٥
جمیع صفات کمال اللہ عزوجل کیلئے لازم ذات ہیں اور جملہ عیوب و نقائص کذب و جہل وغیرہ سب اسپر محال بالذات ہیں کہ اصلا کسی طرح امکان نہیں رکھتے وہابی کہ انکو ممکن کہتا ہے گمراہ بددین ہے	٧٣٦
رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مسلمانوں پر انکی جانوں سے زیادہ اختیار رکھتے ہیں	٧٥٥
رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مسلمانوں کی جان و مال کے مالک ہیں اگر وہ کسی مسلمان سے کچھ طلب فرمائیں وہ معاذ اللہ سوال نہیں بلکہ یقینا ایسا ہی جیسے مولی اپنے غلام سے اسکی کمائی کا کچھ لے کہ غلام اور اسکی کمائی سب ملک مولی ہے	″
مسائل کلامیہ	

صفحہ	صفحہ
تالف الاجسام من هيولى وصورة وشبهه الفلاسفة عليها كلها مردودة۔	٢٨١، ٤٨٦
بيان انه كيف يرى الجسم مع ان الجزء لا يرى	٢٨١
للافضل معنيان۔	٥٥١
سلب شئ کے تین طریقے ہیں۔	٧٣٦
احتمال بلا دليل لا ينافى اليقين بالمعنى الاعم۔	٧٦٢
رد بدمذہبان	
امام اعمش کا ارشاد کہ ہم محدثین عطار ہیں اور فقہا طبیب اور اے ابو حنیفہ تم دونوں باتوں کے جامع ہو۔	٣٩٩
اکابر ائمہ تو یہ کہیں کہ ہمیں کچھ اختیار نہ تھا تو یوں کہتے اور آجکل جاہلان بے تمیز امام کے مقابلہ کو طیار	٣٩٨
تقلید شخصی واجب ہے غیر مقلدین میں فتنہ ہیں۔	٤٠١
مذہب کی پابندی لازم ہے اسکے خلاف جنہوں نے لکھا وہ بھی پابند ہی رہے۔	٤٠١
قادیانی کا اپنے کلام ملعون کو مثل قرآن معجزہ بتانا اور اپنے نفس ناپاک کو مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مانند ٹھہرانا	٧٢٠
قادیانی کی بعض جہالتوں کا بیان جسے اس نے اپنا معجزہ قرار دیا۔	″
وہابیہ کا ظلم کہ اللہ تعالی تو نصاری کو مشرک نہ ٹھہرائے حالانکہ وہ تین خدا مانتے ہیں اور وہابیہ بات بات پر مسلمانوں کو مشرک بتاتے ہیں۔	٧٣٨
فلاسفہ کیسے کو خدا کہتے ہیں۔	٧٣٨
آریہ ″ ″ ″	″
مجوس ″ ″ ″	٧٣٩
یہود ″ ″ ″	٧٤٠
نصاری ″ ″ ″	″
نیچری ″ ″ ″	٧٤١
چکڑالوی ″ ″ ″	٧٤٢
قادیانی ″ ″ ″	″
رافضی ″ ″ ″	٧٤٣
وہابی ″ ″ ″	٧٤٥
دیوبندیہ ″ ″ ″	٧٤٦
تھانوی انبیٹھی دیوبندی حضرات کہ سارے ملک دس برس میں جواب نہ دے سکے کروروں خداؤں سے دو ایک ہی کو کم کر دکھائیں۔	″
غیر مقلدین کیسے کو خدا کہتے ہیں۔	٧٤٧

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
وہابیون کے بعد سب کافرون سے زیادہ ضالّ باللہ وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ ہیں۔	۷۴۸
غیر مقلدین کہ تقلید ائمہ چھوڑ کر عمل بالحدیث کے مدعی ہیں دلیل قطعی چھوڑ کر ظنی کیطرف جاتے ہیں اور یہ حرام ہے۔	۷۸۶

فوائد حدیثیہ

مضمون	صفحہ
المعلق عندنا کالموصول۔	۲۵
ما لا یقال بالرائی یحمل علی الرفع اذا لم یکن صاحبه اخذ عن الاسرائیلیات۔	
حدیث ضعیف استحباب واباحت مین بالاجماع مقبول ہے۔	۲۶
قول المحدث لم یصح لا ینفی الحسن	//
سنن النسائی الکبری لیست من الصحاح بخلاف مختصرها المتداول۔	۲۱۴
الثناء علی الراوی لیس ثناء علی روایته	۲۹۸
سکت علیه ابوداود فهو حجة	۶۱۵
ذکر بعض الصحاح من کتب الحدیث وما لا یعد منها	۸۱۱
ذکر السنن۔	//
ذکر بعض تصانیف ائمتنا فی الحدیث وانها لیست بدون السنن بل فوق بعضها	//
ذکر المسانید۔	//

اسماء الرجال

مضمون	صفحہ
طرح محمد بن هلال۔	۸۵
جرح بحر بن کنیز السقا	//
تمشیة یزید بن عبد الرحمن الدالانی	//
قالوا لم یسمع قتادة من ابی العالیة الا اربعة او ثلثة	//
لم تقبل شهادة نفی سماع هشام بن عروة من فاطمة بنت المنذر من ائمة اجلة	//
تمشیة عبد اللہ العمری المکبر	۱۳۴
تاریخ وفات سلام بن سلیم حنفی امیر المؤمنین	

مضمون	صفحہ
عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	۱۶۶
قد یکون صدوقاً ضعیفاً۔	۵۹۸
تضعیف البختری بن عبید	۲۸
یحیی بن هاشم متروک۔	۲۵۴
حال علی بن ظبیان جرحاً وتعدیلاً	۵۹۸

فضائل و مناقب

مضمون	صفحہ
انبیا علیہم السلام کا وضو سونے سے نہ جانا۔	۹۱
انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی آنکھیں سوتی ہیں دل کبھی نہیں سوتا۔	//
حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر اولیا کی نسبت ظاہر یہی ہے کہ سونے سے انکا وضو نہ جائے دل انکا کبھی نہیں سوتا۔	//
انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کا وضو نواقض وضو سے جاتا یا نہیں اور اسمین مصنف کی تحقیق	۹۲
بعض نواقض وضو انبیا علیہم الصلاۃ والسلام پر محال ہیں	//
انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کا دل غشی میں بھی بیدار ہے	۹۳
فضلات شریفہ طیب و طاہر ہیں انکا کھانا حلال و باعث برکت۔	//
ائمہ شافعیہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدارک ایسے دقیق ہیں جنکو اکابر اولیا ہی پہچانتے ہیں۔	۲۴۵، ۲۹۰
اولیا فرماتے ہیں کہ امام اعظم و امام ابو یوسف سرداران اہل کشف و مشاہدہ ہیں۔	۲۴۵
حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے وضو بلکہ غسل جنابت کا پانی ہمارے حق میں بھی مطہر ہے تو اس سے وضو ہو جائیگا اور یہ مستعمل آب بھی فرض نہیں سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام عنقریب تشریف لانے والے ہیں۔	۲۵۴
اجلۂ ائمہ کی تصریح کہ امام اعظم کے علم و عقل کو اوروں کے علم و عقل نہیں پہنچتے۔	۴۰۹
امام اجل سفیان ثوری نے ہمارے امام سے کہا آپکو وہ علم کھلتا ہے جس سے ہم سب غافل ہوتے ہیں اور فرمایا ابو حنیفہ کا خلاف کرنے والا اسکا محتاج ہے کہ ان سے مرتبہ میں بڑا ہو اور علم میں زیادہ اور ایسا ہونا دور ہے۔	
امام اعظم کی عقل کی نسبت امام شافعی وغیرہم اکابر کی شہادت کہ تمام ائمہ کی عقول پر غالب ہے۔	
امامنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ من التابعین	

مضمون	صفحہ
وقد زاحم ائمتهم فی الفتوی۔	۲۹۴
زمزم و کوثر اور دونوں جہان کے سب پانیوں سے افضل وہ پانی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے نکلا۔	۴۰۸
محبوبان خدا سے نسبت کا فائدہ۔	۴۱۶
ہر چیز ہر نعمت ہر مراد ہر دولت دین میں دنیا میں آخرت میں روز ازل سے آجتک آج سے ابد الآباد تک جسے ملی یا ملتی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس سے ملی اور ملتی ہے معطی حقیقی اللہ عزوجل ہے اور حضور اسکی تمام نعمتوں کے بانٹنے والے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسرے سے کوئی نعمت کوئی مراد کسی کو کبھی مل نہ سکے۔	۴۲۵
اللہ اکبر کاشانۂ نبوت میں دو دو مہینے آگ روشن نہ ہوئی صرف خرمے اور پانی پر اہلبیت طہارت کی گزر رہتی۔	۵۵۰
کوثر افضل ہے یا زمزم۔	۵۵۱
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی چیز سے شرف نہ پایا بلکہ جو چیز حضور کی طرف منسوب ہوگئی اسے شرف مل گیا	۵۵۲
اسکی حکمت کہ ولادت اقدس جمعہ و رمضان و کعبہ معظمہ میں نہ ہوئی بلکہ دوشنبہ و ربیع الاول و مکان ولادت میں ہوئی۔	//
دلائل افضلیت کوثر۔	//
انبیا علیہم الصلاۃ والسلام حال حیات و حال وفات میں ہمیشہ ہر وقت طیب و طاہر ہیں۔	۶۱۱
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہان کے لیے نعمت الٰہیہ ہیں۔	۷۳۷

فوائد اصولیہ

مضمون	صفحہ
فرض اعتقادی و فرض عملی و واجب اعتقادی و واجب عملی کی تعریفیں اور مصنف کی جمیل تحقیقیں۔	۶
کبھی مجتہد کو اپنی رائے پر یقین حاصل ہو جاتا ہے باآنکہ خلاف پر مطلع ہے۔	۷

مضمون	صفحہ
اسکی تحقیق کہ جو دلیل ثبوت و اثبات دونوں میں ظنی ہو اس سے وجوب ثابت ہوگا یا سنیت۔	۹
نحو لا صلاة ظاهرة فی نفی الصحة لا الکمال۔	۱۰
التحقیق الاجمالی للمصنف ان الادلة فی اثبات الفرض وما دونه تسعة اقسام۔	//
الحدیث الضعیف یثبت به الاستحباب دون الاستنان	۱۱
التحقیق التفصیلی للمصنف ان الادلة فی اثبات الفرض وما دونه علی سبعة وعشرین قسماً۔	//
فرض و واجب اعتقادی و عملی چاروں کی نسبتیں۔	//
الفرض یطلق علی الرکن والشرط وما سواهما۔	
لا اجمال فی نحو لا صلاة الا بطهور	۲۳
حکایة وقائع الحال لا تدل علی العموم	۲۷
ترک الاولی احیاناً لبیان الجواز	۲۸
لا یقبل حدیث الاحاد فی موضع عموم البلوی فکیف برأی علمائنا	۴۰
کل ما دل علی العموم ککل ومن فهو سواء التکلیف	۹۳
نقیض مدخول لو وان الوصلیة یکون اولی بالحکم منه	۷۸
وتحقیق المصنف ان الحکم قد لا یکون الا اظهر فیما قبلها منه فیما بعدها۔	۶۹۴
المطلق ومطلق مطلقاً لا الضرورة	۸۷
سنت مؤکدہ کے ترک کی عادت گناہ و استحقاق عذاب ہے۔	۹۵
بیان مفاد عند۔	۱۵۱
تعریف مکروہ تنزیہی کی بحث۔	۱۶۹
در بارہ مکروہ تنزیہی و تحریمی و اسائت و خلاف اولی مصنف کی تحقیق نفیس فوائد کثیرہ پر مشتمل اور وجیہ	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
وسنت مؤکدہ وغیر مؤکدہ کے فرق احکام	۱۷۳
سنت ہدی سنت مؤکدہ کا نام ہے اور سنت زائدہ غیر مؤکدہ کا۔	۱۷۴
احکام شرعیہ فرض سے حرام تک گیارہ ہیں	۱۷۵
سنت مؤکدہ کے ترک کا کیا حکم ہے۔	۱۷۶
مطلق کراہت میں اصل تحریم ہے۔	۱۷۸
مکروہ تنزیہی ممنوع نہیں۔	۱۷۹
مستحب سنت کی تکمیل ہے سنت واجب کی واجب فرض کی فرض ایمان کی۔	۱۸۷
الندب لا ینافی الکراھۃ۔	۱۹۰
تحقیق للمصنف ان فی تقسیم الشیٔ بحسب المجاور لا یسری حکم القسم الی المقسم	۲۰۴
التعریف بالحکم سائغ عند الفقہاء	۲۴۹
للتعریف بالحکم معنیان۔	۲۵۰
ما کان مظنونا یجب اثبات الحکم باعتباره	۲۶۴
صحۃ العلۃ تستلزم صحۃ الحکم ولا عکس	۲۷۵
اذا قیل لا افضل منہ فھمہ عرفا انہ الافضل۔	۲۸۵ ـ ۲۱۵
تعریف اعم المجتہد فی المذہب	۲۹۵
المطلق یوجد بوجود فرد و لا ینتفی الا بانتفاء الافراد جمیعا	۳۲۷
نفی الجنس لا یکون عرفا ولغۃ الا بنفی جمیع الافراد ولا عبرۃ ھھنا بمھملۃ الفلاسفۃ القدماء	״
کل شیئین لا یفترقان فذکر احدھما یجزئ عن ذکر الآخر کالید فی العین والخف تقول المصافحۃ الاخذ بالید ای بالیدین۔	״
معنی الافتاء وانہ لیس حکایۃ محضۃ وانہ لا یجوز الا عن دلیل	۳۸۲
الدلیل دلیلان تفصیلی خاص معرفتہ بالمجتہد واجمالی لا بد منہ حتی للمقلد۔	״
ائمہ مجتہدین کی تقلید عرفاً تقلید ہے شرعاً دلیل پر عمل ہے جس تقلید کی مذمت ہے وہ وہ ہے جو غیر مقلدین کرتے ہیں اپنے غیر مجتہد استادوں کی۔	۳۸۳
الفتوی قسمان حقیقیۃ مختصۃ بالمجتہد وعرفیۃ۔	۳۸۵
قد ینھی عن شیٔ والمقصود نھی غیرہ	۳۹۸
مکروہ تحریمی کو حرام کہہ سکتے ہیں۔	۴۰۸
مستحب کا ترک مکروہ نہیں۔	۴۱۴
ائمہ متقدمین حرام کو بھی مکروہ کہتے ہیں	۴۴۵
تحقیق شریف للمصنف ای عارض یمنع الفرد من دخولہ تحت المفہوم من المطلق وای عارض لا یمنع مع تساوی العوارض جمیعا فی عدم الانفہام من المطلق	۴۷۸
تحقیق شریف للمصنف فی معنی قولہم المطلق ینصرف الی الفرد الکامل وقولہم المطلق ینصرف الی الادنی۔	۴۷۹
تحقیق المصنف ان فوات المقصد الشرعی لا یقعد الفرد عن الدخول تحت المتفاھم من المطلق فی الحقائق العرفیۃ	۴۸۰
تحت الاضافات ای اضافۃ للتقیید وایھا للتعریف۔	״
مجاز الاول اولی من التجوز بما کان	۵۰۶
لا یلزم فی لفظ احد او واحد اعتبار صفۃ الوحدۃ۔	۵۱۲
تحقیق المصنف فی اعتبار وصف الوحدۃ فی لفظۃ احد وواحد وعدمہ۔	۵۱۳
رب تقیید لحفظ العموم دون نفی ما عداہ۔	۵۳۴
التغلیب من المجاز۔	۵۵۱
التغلیب فی الاسماء لا وصفین متضادین۔	״
مثل التیمم ضربتان لیس صریحا فی ثنیۃ المحمول للموضوع۔	۵۹۸
رکن وشرط وشرط شرعی شبیہ برکن کا بیان	۶۰۸
العدد نفی الزیادۃ۔	۶۲۰
قد یکون الوصف مقصودا بالذات	۶۲۸
فرض عین فرض کفایہ سے قوی تر ہے۔	۶۵۵
جوابات واقع پر مبنی ہو اور یہ علم واقع حاصل کر سکتا ہو اُس وقت گمان وظن پر عمل کرنا جائز نہیں۔	۶۶۱
الاصل فی الاسماء الشرعیۃ اعتبار حقائقہا اللغویۃ فیہا۔	۶۶۷
یجوز عطف الخاص علی العام بالواو وحتی بل وباو وثم۔	۶۶۸
قرآن کریم کی سنت کریمہ ہے کہ بعض جگہ کلیہ گو اکثریہ سے تعبیر فرماتا ہے۔	۷۳۷
جیسے کبھی کل سے اکثر مراد ہوتا ہے یونہی اکثر سے کل۔	״
کبھی قلت بولتے ہیں اور مراد عدم۔	۷۴۱ ـ ۷۴۲
صیغۃ الاخبار آکد من الامر۔	۷۵۱
صیغۃ الاخبار وان کان ظاھرھا الوجوب ربما اتی للندب۔	۷۵۷
الاحتمال اذا لم یکن عن دلیل لم یعارض الظاھر۔	۷۶۲
جب تک دلیل قطعی آسانی سے ملے دلیل ظنی پر عمل جائز نہیں۔	۷۸۶
قد تکون مع بمعنی بعد۔	۸۱۴
یجوز اجتماع علل شرعیۃ علی معلول	״
اختصاص شیٔ بشیٔ علی وجہین۔	۸۲۰
القبلیۃ لا تقتضی وجود مدخولہا	۸۳۹
التخییر لا ینافی الوجوب۔	״
الاساءۃ دون کراھۃ التحریم وفوق کراھۃ التنزیہ۔	۸۴۸
قد یطلق الاولی علی الواجب بل علی الفرض۔	״
لا غرو فی اطلاق الاساءۃ علی ترک الواجب۔	״
قد یطلق الوجوب بمعنی التاکد بل مجرد الثبوت۔	״

طبعیات

مضمون	صفحہ
پانی میں کچھ رنگ ہے یا نہیں۔	۵۴۷
پانی کا رنگ سفید ہے یا سیاہ۔	۵۴۸
کیا سبب ہے کہ موتی شیشہ بلور پیسنے سے خوب سفید ہو جاتے ہیں۔	۵۴۹
دریا بلکہ زمین پیشاب کے بھی جھاگ کیوں سفید معلوم ہوتے ہیں۔	۵۴۹
آئینہ میں درز پڑ جائے تو وہاں سپیدی کیوں معلوم ہوتی ہے۔	״
اوس کہ آسمان سے گر کر جم جاتی ہے کیوں سپید معلوم ہوتی ہے۔	״
آئینہ میں اپنی صورت اور وہ چیزیں جو پیٹھ کے پیچھے ہیں کس طرح نظر آتی ہیں۔	۵۴۹
آئینہ میں دہنی جانب بائیں اور بائیں دہنی کیوں معلوم ہوتی ہے۔	״
جو چیز جتنے فاصلہ پر ہو آئینہ میں اُتنی ہی دُور پر کس لیے نظر آتی ہے۔	״
برف کے سپید نظر آنے کا دوسرا سبب	״
سراب نظر آنے کا سبب۔	״
شعاع کی جنبش۔	״
شعاعیں جتنے زاویوں پر جاتی ہیں اُتنوں ہی پر پلٹتی ہیں۔	״
رنگتیں تاریکی میں موجود رہتی ہیں۔	۵۵۰
احتراق کی چار صورتیں۔	۶۶۹
انطباع کی حقیقت اور اس میں یہ تحقیق مفرد کہ اشیا میں اُسکا سبب کیا قرار دیا جائے گا۔	۶۷۹
اجسام میں آگ سے کیا کیا اثر پیدا ہوتے ہیں پتھر کس طرح بنتا ہے۔	۶۸۰
ضعیف الترکیب جسم منطبع بالنار نہیں ہو سکتا	״
پارا آگ پر کیوں نہیں ٹھہرتا۔	״
انطراق کے معنے اور اجساد سبعہ کے منطرق ہونیکا سبب۔	۶۸۱
منطبع بالنار صرف اجسام منطرقہ ہوتے ہیں	״
سونے چاندی کے پگھلنے اور چرخ کھانیکا سبب۔	״
نار کا کیا کیا اثر اصلی ہے کیا کیا تابع لین وغیرہا کی طرح ہیں اور ان میں نار کا اثر اصلی کیا ہے۔	۶۸۲
سبب کون النار مفرقۃ للمتخالفات	״
سبب کون النار جامعۃ للمتشاکلات	״
معدنیات میں چار قسمیں ناقص الترکیب ہیں	۶۸۴
چاروں عنصر میں ایک کی دوسرے سے تبدیل کی	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
بارہ معدنین۔	۶۸۵
اجزائے ارضیہ بلا واسطہ بھی آگ ہو جاتے ہیں	
قلعی کی ہر چیز گندھک پارے کی اولاد	
ہے گندھک زہری یا مادہ۔	۶۹۰
ہندسہ وریاضی	
قطر و محیط کی نسبت۔	۴۴۲
دائرے کے قطر و محیط و مساحت سے	
جو ایک چیز معلوم ہو باقی دو معلوم کرنے کے	
طریقے ایجاد مصنف۔	۴۴۴
متفرقات	
الفرق بین العکس المنطقی والعرفی	
وان العرفی معروف حتی فی	
الکتب العقلیۃ والمنطقیۃ۔	۶۳
حروف ہجا کلام منزل من اللہ ہے۔	۱۷۲
ادعیہ اہل حدیث کی گریز پائی اور جالین	۱۹۱
ملاؤں سے محفوظی کی دعا۔	۴۳۲
آسیب زدہ و مصروع و مجنون وغیرہ	
کا علاج۔	۴۴۶
جواز بسم اللہ شریف سکھ کے بعد لکھا جاتا ہے	
فلاں ابن فلاں کا فرق کیا اور اسکی تفصیل	۴۸۶
رقیق و دقیق میں فرق۔	۴۹۸
شرب و شروب شراب میں فرق معنی	۵۰۳
بچے کے لیے بھی اسکے قابل گناہ ہیں	
اسے جو تکلیف پہنچتی ہے انھیں گناہوں کے سبب	۶۱۲
کوئی جانور ذبح نہیں کیا جاتا کوئی پیڑ کاٹا	
نہیں جاتا کوئی پتا نہیں گرتا مگر جبکہ تسبیح	
الٰہی میں غفلت کرتا ہے۔	//
سادے تین طلاق۔	۶۶۷
اہل اللغۃ اذا عرفوا نکروا واذا	
نکروا عرفوا۔	۶۹۲
گل مختوم کا بیان۔	۶۹۳
بحث ان الزمرد غیر الزبرجد	۶۹۵
ابرک ایک قسم کا پتھر ہے چونے کا پتھر	
بھی ایک قسم کی ابرک ہے۔	۶۹۸
اطلاق رصاص کی تحقیق اور رانگ اور	
سیسے کے خاص نام۔	۶۹۹
لغت صفر کی تحقیق اور یہ کہ اسکا ترجمہ جستہ	

مضمون	صفحہ
ہیں نہیں۔	۶۹۹
اجساد سبعہ یعنی ساتوں دھاتوں کا بیان اور	
یہ کہ پیتل ان میں نہیں کہ مصنوعی چیز ہے۔	۷۰۰
زاج پھٹکری نہیں۔	//
کی حکمت کا معدہ نسو۔	//
کھجور کا درخت ایک حصہ حیوانیت کا رکھتا ہے	
جس طرح مونگا شجریت کا۔	۷۱۱
قافیہ میں دخیل و تاسیس کا لحاظ فارسی و	
اردو میں مناسب اور عربی میں واجب ہے۔	۷۲۷
مجمل فہرست رسائل	
رسالہ اولیٰ الجود الحلو فی ارکان (۱۳۲۴ھ)	
الوضوء وضو کے فرائض علمی و اعتقادی	۲ تا ۲۲
کا بیان کیا کہ اس رسالہ کے سوا کہیں نہ ملیگا	
فرض دو واجب اعتقادی و عملی وغیرہا احکام	
اور انکے دلائل کا بیان کہ کون حکم کس	
دلیل سے ثابت ہوتا ہے والکلام	
مع السید الطحطاوی والبحر والشامی	
والنہر وکثیرین۔	۶
فرائض اربعہ وضو سے ہر فرض میں کیا کیا	
مستثنیٰ ہیں کہ وہ فرض اعتقادی نہیں	
والکلام مع الغنیۃ والشامی والامام	
الشعرانی۔	۱۲
وضو کے بارہ واجب اعتقادی کا بیان	
والکلام مع البحر والغنیۃ والدر	
والشامی۔	۱۷
بحث الواجب العملی فی الوضوء	
والکلام مع الامام ابن الہمام و	
المحقق الحلبی صاحب البحر والشامی	
رحمہم اللہ تعالیٰ	۲۰
رسالہ ۲ تنویر القندیل فی اوصاف	
المندیل (۱۳۲۴ھ) طہارت کے بعد بدن پونچھنے کا	
بیان۔	۲۱ تا ۳۱
الکلام مع علی القاری۔	۲۷
رسالہ ۳ لمع الاحکام ان لا وضوء	
من الزکام (۱۳۲۴ھ)۔ اسکی تحقیق کہ زکام ناقض	۳۲ تا
وضو نہیں۔	۴۰
الکلام مع العلامتین الطحطاوی	

مضمون	صفحہ
والشامی۔	۳۴
بیان النسبۃ بین الحدث والنجس	۳۶
رسالہ ۴ الطراز المعلم فیما ھو حدث من	
احوال الدم (۱۳۲۴ھ) بدن سے خون نکلنے کے	۳۷ تا
مسائل و دلائل کی تنقیح یکتا۔	۴۶
خروج دم کی تین حالتیں اور انکے احکام	۴۱
سبعۃ تنبیہات من المصنف	۴۳
الاول فی حد السیلان والکلام	
مع الامام الزیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ	//
الثانی فی ترجیح اشتراط السیلان	
والکلام مع البحر والکفایۃ والبزازیۃ	۴۴
الثالث تحقیق المصنف	
فی اعتبار الامام محمد المجلس بجمع	
الدم والسید بجمع القیٔ۔	۴۶
الرابع تحقیق شریف ان	
النقض بالخروج الی ما یجب تطہیرہ	
لا ما یندب والکلام مع الامام ابن	
الہمام والحلیۃ والبحر وغیرہم۔	۴۷
بحث نزول الدم الی ما لان من الانف	
والکلام مع البحر والنہر والشامی	
والعنایۃ والغایۃ والشرنبلالی وغیرہم	۴۹
فصل النزاع فی قولہم سال	
الی ما یطہر	۵۶
افادۃ المصنف عبارۃ حسنۃ فی	
بیان الناقض من غیر السبیلین	//
الخامس تحقیق شریف	
فی المراد بما یلحقہ حکم التطہیر والکلام	
مع ابی السعود والحلیۃ و بحر العلوم	
وابن ملک وابن کمال وغیرہم	//
تحقیق المعنی المؤثر فی الحدث و وجہ	
اشتراط السیلان فی الخارج من غیر السبیلین	۵۸
حکمۃ الفرق بین السائل والبادی	۶۰
تحقیق المصنف فی اقسام الجرح	
المنبسط واحکامہا۔	۶۱
السادس ان الدم فی مجلس یجمع و	
ذکر ما وقع من خلاف فی مختارات النوازل	۶۲
السابع تحقیق قولہم ما لیس	
بحدث لیس بنجس قضیۃ وعکسا والکلام	

مضمون	صفحہ
مع العلامۃ الشامی وسیدی النابلسی	
والابرجندی۔	۶۳
رسالہ ۵ نبہ القوم ان الوضوء	
من ای نوم (۱۳۲۵ھ) سونے سے نقض وضو کے	۷۰ تا
مسائل میں بے نظیر تحقیقیں۔	۹۴
فرق الاتکاء والاستناد۔	۷۳
التورک معنیان۔	//
مسألۃ تعمد النوم فی الصلاۃ۔	//
تحقیق شریف للمصنف	
ان الصلاۃ وغیرہا فی نقض الطہارۃ	
بالنوم سواء۔	۷۵
خمس افادات من المصنف	//
الاولی تلخیص الاقوال فی النوم	
علی وضع السجود والکلام مع الدر	
الشامی والبحر۔	//
الثانیۃ فی استخراج القول الراجح	
منہا والکلام مع العلامۃ الشامی	۸۱
اقامۃ المصنف الدلیل علی	
ارجح الاقاویل والکلام مع الامام	
صاحب البدائع والغنیۃ والبحر	۸۴
الثالثۃ تعمد النوم فی الصلاۃ	
لا یفسدہا الا اذا کان حدثا والکلام	
مع العلامۃ الشامی والعلامۃ اسمعیل	
شارح الدرر۔	۸۷
الرابعۃ تحقیق مسألۃ النوم	
فی راس التنور والکلام مع الفتح	
والحلیۃ	۸۹
تحقیق المصنف مناط النقض	
بالنوم علی مختار صاحب الہدایۃ	//
الخامسۃ النوم لیس بنفسہ	
حدثا وذکر وضوء الانبیاء علیہم	
الصلاۃ والسلام۔	۹۰
رسالہ ۶ خلاصۃ تبیان الوضوء (۱۳۲۶ھ) وضو	۹۴ تا
وغسل کی احتیاطوں کا مشرح بیان	۱۰۰
رسالہ ۷ الاحکام والعلل فی اشکال	
الاحتلام والبلل (۱۳۲۶ھ) احتلام کے متعلق	۱۰۴
جملہ مسائل کی یکتا تحقیق۔	۱۳۸
صورتوں کا احاطہ اور انکے احکام	۱۰۴

https://www.facebook.com/darahlesunnat

صفحہ	مضمون

ذکر اضطراب شدید فی بیان من ھب الطرفین سفر نہکیہ ما علم انہ منی مع عدم تذکر الاحتلام۔ ۱۰۶
الترجیح فی ذلک والتطبیق ۱۱۱
تحقیق المصنف ان الراجح فیہ وجوب الغسل والکلام مع العلامتین ش و ط ۱۱۴
تقریر المصنف علی جمیع الاحکام فی ھذہ الاقسام۔ ۱۱۵
خمسۃ عشر تنبیہا من المصنف ۱۱۶
تحقیق المصنف ان الرؤیۃ علی الفراش وفی الاحلیل سواء والکلام مع الغنیۃ۔ ۱۱۸
لا تغیر المنی فی الباطن وتحقیق المصنف ان من استیقظ ذاکر حلم ولم یر بللا ثم خرج منہ مذی لا یجب الغسل۔ ۱۱۹
تحقیق ایجاب الغسل بخروج منی بعد البول منتشرا۔ ۱۲۲
تحقیق المصنف فی تعریف الجنابۃ والکلام مع الفتح والبحر والحلیۃ۔ ۱۲۳
تحقیق المصنف ان المنی النازل من دون شھوۃ منی حقیقۃ والکلام مع المصفی والفتح والبحر۔ ۱۲۴
تحقیق الکلام فی ان المرأۃ کالرجل فی الاحتلام والکلام مع الشامی والغنیۃ والاختیار والحلیۃ وغیرھم۔ ۱۲۵
تحقیق عدم وجوب الغسل اذا رأی بللا یستیقن انہ منی ولا یذکر الحلم وکان منتشرا عند النوم والکلام مع الحلیۃ۔ ۱۳۳
تحقیق المصنف عموم ھذا الحکم کل نوم ولو مستلقیا والکلام مع المنیۃ ومسکین والدر والمجمع والنھر والغنیۃ والطحطاوی والشامی۔ ۱۳۶

رسالہ ۹ بارق النور فی مقادیر ماء الطھور (۱۳۲۷) ۱۳۹ تا ۲۲۰
وضو وغسل میں پانی کی مقدار پر بحث
ان مقداروں کے بیان میں حدیثیں۔ ۱۳۹
تنقیحات مصنف۔ ۱۴۳
تنقیح ۱۔ ان مقداروں سے پانی کا وزن مراد ہے۔ ۱۴۳
تنقیح ۲ مقدار آب غسل میں اُسکا وضو شامل نہیں۔ ۱۴۴
تنقیح ۳۔ یہ صاع جَو کا تھا جس سے آب غسل کا وزن اتنا آتا ہے۔ ״
تحقیق المصنف ان المسواک سنۃ قبل الوضوء لا فیہ والکلام مع الائمۃ الزیلعی والعینی وابن الھمام ۱۴۶
تحقیق المصنف انہ لم یثبت حدیث یفید الاستیاک فی الوضوء والجواب عن احادیث توھمہ۔ ۱۴۹
تنقیح ۴ یہ مقداریں حد بندی نہیں مصنف کی اس میں تحقیقات رائقہ والکلام مع الحلیۃ۔ ۱۵۷
اشکال فی حدیث البخاری اخذ غرفۃ فغسل بھا وجھہ والمقال فیہ حسب الاستطاعۃ والکلام مع الکرمانی والعینی والفتح والغنیۃ ۱۶۲ و ۲۱۹
تنقیح ۵ پانی زیادہ خرچ کرنے میں علماء کے چار قول اور تحقیق مصنف۔ ۱۶۶
رسالہ ۹ ضمنیہ برکات السماء فی حکم اسراف الماء (۱۳۲۷) ۱۶۶ تا ۲۰۸
سبعۃ تنبیہات من المصنف ۱۶۸
تنبیہان والکلام مع العلامۃ الشامی انتصارا للبحر والدر فی جعلھما الاسراف مکروھا تحریما وایّا صفۃ التوضی من النھر والکلام مع الحلیۃ۔ ״
التنبیہ ۳ فی الکلام مع النھر والشامی فی ارجاعھما کون الاسراف ترک ادب الی کراھۃ التنزیہ فی جعلھما الاسراف مکروہ تنزیہ لکونہ ترک ادب وتحقیق معنی ھذہ الکراھۃ وان لیست فی ترک المستحب مع افادات کثیرۃ والکلام مع الحلیۃ والغنیۃ والفتح والشامی والبحر ۱۶۹
تنویر فی سبع افادات جلیلۃ والکلام مع الحلیۃ والشامی ومسلم الثبوت والتوضیح ومولی خسرو والفناری۔ ۱۷۴
التنبیہ ۴۔ فی الکلام مع النھر وجعلہ الاسراف مکروہ تحریما وتحقیق حکم السنۃ المؤکدۃ۔ ۱۷۵
التنبیہ ۵ فی الکلام مع الشامی فی ردہ علی النھر کراھۃ التحریم۔ ۱۷۷
التنبیہ ۶ فی تحقیق معنی الاسراف والتبذیر والکلام مع الحلیۃ والبحر وابن جریر وابن اثیر والسید الشریف والشامی والغنیۃ والقاری والکل والنھر والسراج الوھاج وغیرھا ۱۸۰
اسراف کے معنے اور تحقیق مصنف کہ اُن میں ارجح کیا ہے۔ ״
اسراف وتبذیر میں کیا فرق ہے اور تحقیق مصنف کہ فرق نہیں۔ ۱۸۳
التنبیہ ۷۔ تحقیق المصنف الحکم والتوفیق بین الاقوال ۱۹۶
اثنا عشر تعریفا للعبث وتحقیق المصنف فیہ والکلام مع السید الشریف وغیرہ۔ ۱۹۸
تحقیق المصنف حکم العبث والکلام مع العلامۃ الخفاجی والامام الرازی والبیضاوی والجلبی والسعود مع السروجی والبحر والشرنبلالی والشامی انتصارا للھدایۃ۔ ۲۰۳
رسالہ ۱۰۔ ارتفاع الحجب عن وجوہ قراءۃ الجنب (۱۳۲۸)
قرارت جنب کے متعلق وہ جلیل تحقیقیں کہ اس رسالہ کے غیر میں نہ ملیں گی والکلام مع الامام فخر الاسلام والرضی السرخسی والفتح والحلیۃ والبحر والدر والشامی ۲۲۲ تا ۲۳۴
ثمانیۃ تنبیہات من المصنف والکلام مع النھر والشامی وسیدی اسمٰعیل النابلسی والغنیۃ والحلیۃ وسیدی عبد الغنی النابلسی رحمنا اللہ تعالٰی بھم۔ ۲۲۸
رسالہ ۱۱۔ الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل (۱۳۲۰) ۲۳۷ تا ۲۶۰
آب مستعمل کی تعریف ومسائل میں جلیل تحقیقات
آب مستعمل کی جامع مانع تعریف مع شرائط کا تین شعروں میں نظم کرنا۔ ۲۴۰
خمس تنبیہات من المصنف ۲۴۱
التنبیہ ۱ تحقیق المصنف فی مسألۃ غسل القدر والکلام مع الحلیۃ۔ ״
تحقیق المصنف ان لیس کل قربۃ مغیرۃ للماء عن الطھوریۃ۔ ۲۴۳
التنبیہ ۲۔ فی بیان سبب الاستعمال وتحقیق المصنف ان الاثلیث والکلام مع الامام ابن الھمام والشامی ونوح افندی والبحر والنھر والدر وط ومعراج الدرایۃ والعنایۃ۔ ۲۴۶
التنبیہ ۳۔ ھل الحدث الاصغر یحل کالاکبر بالبدن کلہ وتحقیق المصنف فیہ والکلام مع الفتح والھدایۃ والکافی والحلیۃ وامام الحرمین والامام العز بن عبد السلام وابن الجوزی۔ ۲۵۴
التنبیہ ۴ تحقیق المصنف ان المسح ایضا یجعل الماء مستعملا والکلام مع جماعۃ من المشایخ الکرام۔ ۲۵۷
التنبیہ ۵۔ مسألۃ المسح بالبلۃ والکلام مع الفتح والامام شمس الائمۃ۔ ۲۵۹
رسالہ ۱۲۔ النمیقۃ الانقی فی فرق الملاقی والملقی (۱۳۳۴) ۲۶۱ تا ۲۸۵
شرائط الاستعمال بالملاقی والکلام مع الغنیۃ۔ ۲۶۱
تظافر النصوص والکلام مع البحر

مضمون	صفحہ
واشهر فی الدر والشامی والعلامة ابن الشحنة۔	۲۶۴
الفصل الاول فی کلام العلامة قاسم والکلام علیه بخمسة واربعین وجها۔	۲۶۸
الکلام مع الامام ملک العلماء قدسنا الله تعالی بسره الشریف بسبعة عشر وجها ومع الحلیة بسبعة وجوه	۲۷۲
الفصل الثانی فی کلام البحر صاحب البحر والکلام علیه بتسعة وثلثین وجها۔	۲۸۴
الفصل الثالث فی کلام العلامة ابن الشحنة والکلام علیه بستة وعشرین وجها ومع المحقق علی الاطلاق والعلامة قاسم و ملک العلماء والبحر۔	۲۸۹
الفصل الرابع فی فوائد شتی وتحقیق حکم الوضوء فی الحوض الصغیر والکلام مع العلامة الشرنبلالی بعشرة وجوه مع الشامی وشیخه وتطفل علی المحقق	۲۹۷
رسالہ ۱۳ المنی النمیر فی الماء المستدیر ۱۳۳۴ھ	۳۲۱ تا ۳۴۰
آب مستدیر کی مساحت دہ در دہ کا بیان اس میں چار قول اور تحقیق مصنف والکلام مع السراج الوهاج و الشرنبلالی والشامی والقهستانی والبرجندی ونوح افندی۔	۳۲۱
رسالہ ۱۴ رحب الساحة فی میاہ لا یستوی وجهها وجوفها فی المساحة ۱۳۳۴ھ ان پانیون کے احکام جنکی مساحت اوپر کم ہے اور نیچے دہ در دہ یا بالعکس ان تحقیقات رائقہ وتدقیقات فائقہ پر مشتمل جنکا نظیر نظر سے نہ گزرا والکلام مع الحلیة والخانیة و العلامة والسادة ح ط ش و ملک العلماء والغنیة۔	۳۴۴ تا ۳۷۱
وقدم عشرة اصول والکلام مع	

مضمون	صفحہ
الشامی والطحطاوی والحلبی والدر	۳۴۵
مصنف کی تحقیق جریان وسیلان مین فرق۔	۳۵۱
یہان ۱۲۰ قسمون کا بیان۔ حوض کی چار شکلین اور ایک حصہ آب کے تابع و مستقل و قابل و ناقابل اجزاء و قلت و کثرت مبدء و منتہاء نجاست کے طافیہ و راسبہ و باقیہ و منخرجہ کی طرف تقسیمین اور ان سب کے احکام کا تبین طرح ضبط سب افادات مصنف سے والکلام مع الحلیة والقنیة۔	۳۵۵
تنبیہ جلیل خروج ودخول دونون رکن جریان ہین یا صرف خروج اور وہ پہ سے مدو شرط ہی یا نہین وتحقیق المصنف فی کل ذلک والکلام مع الحلیة والبحر والخانیة والتجنیس والفتح والسراج والشامی والبدائع	۳۵۸
جریان آب کی تعریف۔	۳۶۱
اسکی حکمت کہ جو پانی ظرف وجوف مین ہو اسکے جریان کو باہر نکلنا ضرور ہے۔	۳۶۲
ملحق بالجاری مین شرط دوام حرکت کی حکمت۔	۳۶۳
تجدید النظر وقول من قال لایشترط للجریان المخرج وتنقیح حقیقة الجریان بکلام مزید علیه والکلام مع البزازیة والحلیة	״
اسکی تحقیق کہ حوض یا تالاب کے اندر حرکت جریان نہین۔	۳۷۰
۱۳۳۴ھ رسالہ ۱۵ ہبة الحبیر فی عمق ماء کثیر آب کثیر مین مقدار عمق کی تحقیق یکتا۔ اس مین ۱۱ قولون کا بیان اور جو صحیح ہین ان مین تطبیق والکلام مع البحر والدر وزاده والشامی والطحطاوی والبرجندی والملک	۳۷۱ تا ۳۸۰
جلیل فائدہ دہ در دہ کی تقدیر ظاہر الروایة ہی کی تفسیر ہے والکلام مع صدر الشریعة والبحر والدر	۳۷۴
تحقیق ان المراد المغروف بالید	۳۷۶

مضمون	صفحہ
توجیه المصنف ما روی عن الامام ابی یوسف فی عمق الماء الجاری	۳۷۹
۱۳۳۴ھ رسالہ ۱۶ اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام۔ بے نظیر تحقیقات سے اسکا ثبوت کہ ہمیشہ ہر مسئلہ مین قول امام ہی پر فتوی ہو والکلام مع العلامة الخیر الرملی ثمانیة توجیهات ومع المتون	۳۸۱ تا ۴۰۷
الشامی بسبعة وستین وجها ووضع سبع مقدمات فی معنی التقلید والکلام مع بحر العلوم باثنی عشر وجها۔	۳۸۳
تحقیق المصنف الحکم فی ذلک	۳۹۲
خمسة واربعون نصا علی المدعی والکلام مع الدر والنهر وح وط	۳۹۴
السعی الجمیل فی توجیه کلام العلامة الشامی۔	۴۰۲
رسالہ ۱۷ النور والنورق لاسفار الماء المطلق ۱۳۳۴ھ آب مطلق کے بیان مین وہ تحقیقات عالیہ جنکی نظیر نہین پانچ فصل پر مشتمل۔	۴۰۷ تا ۵۵۲
فصل اول جزئیات منصوصہ تین قسم پر ہے	۴۰۸
قسم اول وہ پانی جن سے طہارت جائز اگرچہ استعمال ممنوع ہو والکلام مع ملک العلماء وط وش والبحر والنهر والقهستانی وابن حجر والسراج و الشیخ المحقق والفتح والغنیة والدر وسیدی النابلسی۔	״
رسالہ ۱۸ ضمنیہ عطاء النبی لافاضة احکام ماء الصبی ۱۳۳۴ھ بچہ کے بھرے ہوئے پانی مین عظیم جلیل تحقیقات مصنف پانی تین قسم ہے مملوک۔ مباح۔ مملوک مباح اور	۴۱۲
تینون قسمون کا بیان۔	۴۲۰
ضابطة المصنف لتملک المباح والرد علی الزاهدی واستاذه والکلام مع ط وش والهندیة	۴۲۴
تنقیح فی استیلاء صبی علی مباح باستدعاء ابویه وذکر ثلاثة اقوال فیه وتحقیق المصنف الحکم فیه۔	۴۲۶
تضعیف القول الاول والکلام	

مضمون	صفحہ
مع الشامی۔	۴۲۸
الکلام علی القول الثانی ثم تأییده والکلام مع السراجیة والشامی	۴۲۹
تضعیف القول الثالث والکلام مع العنایة والفتح والبحر	۴۳۱
مسألة اختلاط ماء الصبی بماء الحوض والبئر واستثناء المصنف منها ۱۲ صورة وافادة ۸ تنبیهات والکلام مع الشامی وسیدی النابلسی	۴۳۵
ان پانیون کا بیان جن مین کسی دوسری چیز کا خلط ہو گیا والکلام مع الحلیة والغزی ومجمع الانهر والفوائد واخی چلپی ویوسف چلپی والامام ملک العلماء والشرنبلالی والدر وابی السعود۔	۴۴۰
تعریف الطبخ۔	۳۴۹
نوع دیگر	۴۴۹
صنف اول خشک چیزین والکلام مع الامامین ابن حجر العسقلانی والمکی والامام ملک العلماء والمولی بحر العلوم والخادمی۔	۴۵۰
اربعة مسالک للعبارات فی ذلک تحقیق المصنف بالتوفیق فیها۔	״
صنف دوم بہتی چیزین والکلام مع الدر وعبد الحلیم والامام الزیلعی۔	۴۵۲
قسم دوم جن سے وضو صحیح نہین والکلام مع الهدایة والدرر و الشرنبلالی وحسن العجیمی وعبد الحلیم الخادمی ونوح افندی والسید ابی السعود والزیلعی والبحر والبزازیة	۴۵۶
المخلوط بالطبخ وثلثة مسالک للعبارات فی ذلک وتحقیق المصنف بالتوفیق والکلام مع الخانیة والبحر والشامی والتوشیح	۴۶۰
المقابلات والکلام مع شرح المجمع والغنیة والبحر	۴۶۳
نوع دیگر ہر دو صنف	۴۶۴

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
قسم سوم جنسے جواز وضو مین حکم منقول	
وضابطۂ امام زیلعی کا خلاف ہے	
والکلام مع الدر والامام الزیلعی	
والسید ابی السعود والبحر	۴۶۵
صنف اول خشک اشیا۔	〃
صنف دوم سیال چیزین۔	۴۷۱
فصل دوم مطلق ومقید	
کی تعریف مین علما کی ۱۲ عبارتین اور	
اُنکے احسن کا بیان والکلام مع	
الکفایة والعنایة والبحر والامام	
الاسبیجابی والسمعانی وابن	
الشلبی والامام صاحب الہدایة وسعدی	
افندی وعصام والفتح والعینی	
والغنیة والحلیة والشامی و	
عبد الحلیم والخادمی والغزی	
والسید الشریف۔	۴۷۲
تحقیق المصنف ان الماء	
المستعمل والنجس من الماء المطلق	
والکلام مع البحر والشامی و	
عبد الحلیم والخادمی۔	۴۷۷
تحقیق المصنف مناط	
قولی ابی یوسف ومحمد رحمہما	
اللہ تعالیٰ فی الماء المطلق۔	۴۷۹
التعریف الرضوی للماء	
المطلق۔	۴۸۰
اس تعریف کا دو شعرون مین ضبط۔	〃
بحث الاضافات والماء	
المناف وسبع عبارات فیہ وانتقاء	
الاحسن والکلام مع العنایة	
والبنایة والبحر والکفایة والدرایة	
والامام الاجل خواہر زادہ و	
الرد علی الزاہدی۔	۴۸۰
فصل سوم متون وغیرہا	
کے چھ ضابطے۔	۴۸۲
آٹھ مسائل اجماعیہ	〃
ضابطہ ۱ تا ۴ والکلام مع	
العینی والفتح	۴۸۳
آب مطلق نہ رہنے کے تین سبب۔	۴۸۴

مضمون	صفحہ
سبب اول زوال طبع۔ اور اس مین چار	
ابحاث۔	۴۸۴
۱۳۳۴	
رسالہ ۱۹ ضمنیہ الدقة والتبیان لعلم	۴۸۴ تا
الرقة والسیلان تحقیق معنی رقت وسیلان مین	۴۹۹
بحث ۱۔ معنی طبیعت والکلام مع	
العلامتین ط وش۔	۴۸۴
بحث ۲۔ پانی کی طبیعت رقت وسیلان ہے	
والکلام مع الخادمی والبرجندی	
والامام العینی۔	〃
بحث ۳۔ معنی رقت وسیلان والکلام	
مع العلامة الشرنبلالی۔	۴۸۶
رقت اور سیلان اور جامد ہونیکی اصل	
حقیقت مین مصنف کی تحقیق کہ اور	
کہین نہ ملے گی۔	۴۸۷
رقت کے اطلاقات۔	۴۸۸
مصنف کی تحقیق کہ رقت دو قسم ہے	
بالفعل وبالقوہ پانی کی بحث مین القوہ مراد ہے	〃
بحث ۴۔ بیان کس حد کی رقت معتبر ہے	
عبارات بیان تین طرح آئین اور مصنف	
کی تحقیق اور اسپر تین مقدمات سے اقامت	
دلیل۔	۴۸۹
مقدمہ ۱۔ رقیق بے جرم ہے اور کثیف ذی جرم	۴۹۱
مقدمہ ۲۔ بے جرم سے مراد والکلام	
مع مجمع الانہر والدر والشامی مسکین	
والحموی وابی السعود والغنیة والعنایة	
وچلپی والقہستانی والبرجندی والبحر	
والطحطاوی وعبد الحلیم والحلیة	
والشامی والجوہرة النیرة والرد	
علی اللکنوی۔	۴۹۲
مقدمہ ۳۔ تحقیق معنی رقیق۔	۴۹۶
شعر تعریف رقت۔	۴۹۸
بیس فوائد۔	〃
سبب دوم غلبہ غیر اور اسمین تین ابحاث	۴۹۹
بحث ۱۔ کس امر مین غلبہ مراد ہے والکلام	
مع جمیع اہل الضابطة وعامة	
الشراح والشامی والعنایة والبنایة	
ونہایة البیان وملتقی الابحر والغرائد	
لجمع الانہر والغرر بالنحو۔	〃

مضمون	صفحہ
بحث ۲۔ غلبہ اجزا سے مراد والکلام	
مع الشامی والبحر۔	۵۰۰
بحث ۳۔ ان مین کس معنی کو ترجیح ہے	
والکلام مع الجوہرة والغنیة و	
مجمع الانہر والمنبع وغیرہم۔	۵۰۲
سبب سوم۔ طبخ باغیر۔ اس مین دو بحثین	〃
بحث ۱۔ الطبخ کی حقیقت مین تحقیق مصنف	
والکلام مع الشامی والعنایة والبنایة	
والحموی۔	〃
بحث ۲۔ طبخ مین منع کس وجہ سے ہے اور	
اس مین مصنف کی تحقیق جلیل والکلام	
مع القہستانی والنہر والحموی وابی	
السعود وابن کمال باشا۔	۵۰۳
اشکال قوی للمصنف علی	
عبارة الہدایة لم یحوله الشراح	
والکلام مع الکفایة والدرایة	
والبنایة وابن الشلبی والدر روح وط	
وش وعبد الحلیم۔	۵۰۵
حل الاشکال بفضل المتعال	
والکلام مع السیدین ابی السعود	
وط	۵۰۶
در بارۂ طبخ مصنف کی تحقیق مفرد	
والکلام مع البحر والنہر والقہستانی	
والخلاصة۔	۵۰۷
حاصل تنقیح المصنف	۵۰۸
ارشادات متون پر نظر اور مصنف کا	
موازنہ۔	۵۰۹
ضابطہ ۵ تغیر اوصاف اور اس مین عبارات	
متون اور بیان مراد مین شروح کا اختلاف	۵۱۰
بحث احد الاوصاف والکلام	
مع مجمع الانہر والخادمی والتبیین	
والفتح والنہایة والعنایة والبنایة	
والدرایة والکفایة والغایة و	
سعدی والجوہرة والحلیة وابی السعود	
ومسکین وآخرین۔	۵۱۱
ضابطہ ۶ قول امام محمد رضی اللہ	
تعالیٰ عنہ۔	۵۱۴
بحث ۱۔ مذہب محمد مین عبارات علما	〃

مضمون	صفحہ
والکلام مع بحر العلوم۔	۵۱۴
تنقیح المصنف مذہب محمد	
والکلام مع الجوہرة۔	۵۱۷
بحث ۲۔ سعی المصنف فی	
توجیہ احکام الامام محمد الاستشہاد	
لہ بمسائل وقوع النجاسة والوضوء	
والصوم والرضاع والکلام	۵۲۰
مع مجمع الانہر۔	۵۲۵
جواب المصنف عن دلائل	
محمد من قبل الامام ابی یوسف رضی	۵۲۲
اللہ تعالیٰ عنہما۔	و ۵۲۶
فصل چہارم ضوابط کلیہ	۵۲۴
(۱) ضابطۂ امام ابو یوسف	〃
(۲) ضابطۂ امام محمد۔	〃
(۳) ضابطۂ علامہ برجندی اور انیس	〃
وجہ سے اُسپر کلام مصنف۔	〃
(۴) ضابطۂ امام زیلعی اور چھتیس ۳۶	
وجہ سے اُسپر کلام مصنف وایضا	
الکلام مع الفتح والطحطاوی	۵۲۶
ضابطۂ زیلعیہ کی تبعیت مین کلام بحر الرائق	
اور چھبیس ۲۶ وجہ سے اُسپر کلام مصنف	۵۳۰
اسی باب مین کلام علامہ شامی اور بارہ ۱۲	
وجہ سے اُسپر کلام مصنف۔	۵۳۳
(۵) ضابطۂ امام نسفی اور تائید مصنف	
اور یہ کہ اُسکا مآل ضابطۂ امام ابو یوسف ہی	
والکلام مع الکافی والکفایة۔	۵۳۶
(۶) ضابطۂ رضویہ مصنف کا ضابطۂ	
کلیہ کہ تفصیل ضابطۂ امام ابو یوسف اور جمیع	
ضوابط صحیحہ جزئیہ کا جامع ہے۔	〃
فصل پنجم جزئیات جدیدہ	
والکلام مع الامام ابن حجر المکی	
والعلامة الشامی۔	۵۳۸
فوائد منثورہ سات نفیس	
فائدے والکلام مع البرجندی	
وابن ترکی المالکی والسید الشریف	
ومع الفاضل السخطی المالکی و	
شیوخہ باربعة عشر شیخا ومع الائمة	
الشافعیة البلقینی وابن حجر والرملی	

مضمون	صفحہ
بستہ وجوہ والرد علی الکنکوہی	۵۹۳
رسالہ ۲۰ حسن التعمم لبیان	
حد التیمم ۱۳۳۵ھ بیان ماہیت تیمم میں ۳۰۰	
عظیم تحقیقات جلیلہ پر مشتمل کتاب	۵۸۶ تا
مستطاب۔	۶۴۴
کلام علمائے تیمم کی ۳۰۰ تعریفیں۔	۵۸۶
تعریف ۱۔ از خزانۃ المفتین والکلام	
مع العلامۃ الشامی والقہستانی و	
البحر وعبد الحلیم۔	۵۸۶
تحقیق ان الطہور بمعنی المطہر فی	
عرف الشرع بالاجماع والکلام	
مع البحر۔	۵۸۸
تعریف ۲۔ از امام ملک العلماء والکلام	
مع الفاضل عبد الحلیم والنہر	
وط وش۔	۵۹۰
تحقیق المصنف وتقسیم	
الصعید الی حقیقی وحکمی۔	۵۹۱
تعریف ۳۔ از تنویر الابصار والکلام	
مع ش	۵۹۲
تعریف ۴۔ از محقق علی الاطلاق و	
الکلام مع البحر والشامی۔	"
تعریف ۵۔ از علامہ ابن کمال پاشا	
والکلام علیہ ومع مجمع الانہر	
والبرجندی۔	۵۹۳
تعریف ۶۔ از متون والکلام	
علی الفاضل یحیی وابن الشلبی	
والحلیۃ وعبد الحلیم وط وش	"
مبحث جلیل ہل الضربتان	
ارکان التیمم۔	"
۵ ابحاث المصنف والکلام	
مع الاتقانی والبحر والحلیۃ والمنار	
والامام السیوطی والامام الاجل ابن	
شجاع والفتح والخادمی ومع الامام	
الاسبیجابی وتزمیع بسبعۃ وجوہ	
ومع الشرنبلالی والازہری والطحطاوی	
والعنایۃ والجوہرۃ والحلبی والشامی	
والغنیۃ۔	۵۹۷
تحقیق المصنف معنی التیمم	

مضمون	صفحہ
والکلام مع ابن الاثیر والدر	
النثیر ومجمع البحار والقاموس	۶۰۰
عشر فوائد لتقریر المصنف	۶۰۲
مصنف کی تحقیق سفر وانتزاع	
ہر ارسال کی فضیلہ۔	۶۰۷
مصنف کی تحقیق تیمم کی سہو وخبر	
کی بحث تعمیم۔	"
تعریف ہفتم رضوی اور سات جزء	
اسکی شرح۔	۶۱۰
تحقیق المصنف ان المسلم	
لا ینجس بالموت والکلام مع	
الفتح والغنیۃ والشامی	"
رسالہ ۲۱ ضمنیہ سمح الندری فیما ۱۳۳۵ھ	
یورث العجز عن الماء پانی سے عجز کی	
پونے دوسو صورتیں والکلام مع ش	
والرحمتی والحلیۃ وط والعنایۃ و	
ملک العلماء والبحر والنہر والی السعود	
والذخیرۃ وخزانۃ المفتین والتتارخانیۃ	
والہندیۃ والخیریۃ والسراج و	
الازہری والمقدسی والفیض	۶۱۲ تا
والدر والتبیین والحموی والخانیۃ	۶۵۹
رسالہ ۲۲ ضمنیہ الظفر لقول زفر	
تقویت قول امام زفر میں کہ تنگی وقت	
کے سبب تیمم روا ہے والکلام مع	
ش والفتح والحلیۃ ومع البحر بستۃ	۶۲۳ تا
عشر وجہا۔	۶۳۰
الجملۃ ۱۔ موافقۃ الائمۃ الثلثۃ لہ	۶۲۴
الجملۃ ۲۔ فروع تشہد لہ واختیار	۶۲۵ و
الکبراء قولہ۔	۸۰۴
الجملۃ ۳۔ تقویۃ دلیلہ بستۃ دلائل	۶۲۵
بقیۃ شرح التعریف الرضوی	
والکلام مع الدر وش والحلیۃ	۶۵۹
مباحث نیۃ التیمم والکلام	
مع ش والدر والبحر والحلیۃ والامام	
النووی والمحقق حیث اطلق	۶۶۳
رسالہ ۲۳ ضمنیہ المطر السعید ۱۳۳۵ھ	
علی نبت جنس الصعید جنس ارض	
کسے کہتے ہیں اور اس میں نادر تحقیقات	

مضمون	صفحہ
رفیعہ بحمدہ تعالی خاص حصہ مصنف ہیں	۶۶۳ تا
چار مقام پر مشتمل۔	۶۶۹
مقام اول جنس ارض کی تعریف۔	۶۶۸
احتراق، ترمید، تلیین، ذوبان، تطبیع کے معنی	"
انکی باہم نسبتوں کا بیان۔	۶۷۰
انکے بیان میں علما کی ۱۴ عبارتیں مختلف اور	
ان میں اشکالات والکلام مع الناطفی	
والعنایۃ واخی چلپی والبحر والدر	
والشرنبلالی والازہری۔	۶۷۱
تحقیق وتوفیق مصنف	۶۷۷
چار نکتے افادات مصنف سے	۶۷۹
نکتہ ۱۔ انطباع کی حقیقت وسبب۔	"
نکتہ ۲۔ اجسام میں آثار نار کی تفصیل وتحقیق	۶۸۰
نکتہ ۳۔ ان آثار میں کیا کیا نار کا اثر اصلی	
ہے اور کیا کیا تابع والکلام مع القاضی	
البیضاوی ومع شرح المقاصد	
بسبعۃ وجوہ والمواقف وشرحہا	
بثمانیۃ وجوہ ومع شرح التجرید و	
مطالع الانظار۔	۶۸۱
نکتہ ۴۔ ان آثار میں کیا کیا طبیعت میں	
کے مخالف ہے والرد علی الفلاسفۃ	۶۸۵
حل اشکالات وتوفیق عبارات۔	۶۸۶
تعریف جنس ارض میں عبارات رضویہ	۶۸۸
ایک قوی شبہہ اور اسپر کلام	"
مقام دوم وہ اشیا کہ جنس ارض سے	
ہیں والرد علی الانطاکی والتنکابنی	
وبعض المجربین والمطرزی والمخزن	
والکلام مع الحلیۃ والنوازل	
وش والبرجندی۔	۶۹۲
مقام سوم۔ وہ کہ جنس ارض سے	
نہیں والرد علی الانطاکی وکثیر من	
المتطببین۔	۶۹۹
مقام چہارم جو ہیں اختلاف ہے	۷۰۲
ترزمین کی بحث والکلام مع البرجندی	
والحلیۃ۔	"
کیچڑ کی بحث والکلام مع البرجندی	
وایضاح الامام الکرمانی والحلیۃ والنہر	
والرملی وش والبحر۔	۷۰۳

مضمون	صفحہ
زمین وخاک سوختہ کی بحث والکلام	
مع البحر۔	۷۰۷
خاکستر کی بحث۔	"
پکی اینٹ کی بحث۔	۷۰۸
زمین شور کی بحث والکلام مع الحلیۃ	۷۰۹
نمک کی بحث والکلام مع الغنیۃ	"
شیشے کی بحث والکلام مع ط	۷۱۰
مردار سنگ کی بحث۔	"
مرجان کی بحث والکلام مع الفاضل	
عبد الحلیم والمنح۔	"
سونے چاندی کی بحث والکلام	
مع القہستانی والشامی والبحر	
والطحطاوی والفتح والدر والحلیۃ	۷۱۲
مسئلہ خلط خزف والکلام	
مع الازہری والطحطاوی والجوہرۃ	
والحلیۃ ومع الغنیۃ بخمسۃ وجوہ	۷۱۴
بقیۃ شرح التعریف الرضوی	۷۱۹
بحث یتیمم الغیر وتحقیق	
المصنف فیہ۔	۷۲۰
بحث اشتراط التیمم باکثر	
الکف والکلام مع الشامی	
والحلیۃ۔	۷۲۲
رسالہ ۲۴ ضمنیہ الجد السدید	
فی نفی الاستعمال عن الصعید ۱۳۳۵ھ	۷۲۴ تا
جنس ارض اصلا مستعمل نہیں ہوتی۔	۷۳۳
مصنف کا اسپر دس دلیلیں قائم	
کرنا والکلام مع البرہان و	
الشرنبلالی والغنیۃ والبحر۔	۷۲۵
قادیانی پر نو تازیانے۔	۷۲۶
حل شبہات والکلام	
مع الشامی والائمۃ فقیہ النفس	
والزیلعی والفتح والحلیۃ والنہر	۷۲۸
بحث تیمم بر بلند سو اور گنگوہی کی چھ	
سات خبطیں۔	۷۳۳
رسالہ ۲۵۔ باب العقائد والکلام ۱۳۳۵ھ	۷۳۵ تا
کوئی کافر اگرچہ کتنا ہی بڑا عالم وعابد کہلائے	
اور قال اللہ وقال الرسول کا ورد رکھتا ہو	۷۳۹
اللہ تعالی کو اصلا نہیں جانتا اور اسپر	

مضمون	صفحہ
شبہات اور دلائل قاہرہ سے اسکا دفع	۷۳۹ تا ۷۴۴
فلاسفہ پر ۷ ضربین۔	۷۴۶
آریہ پر ۳۰ ضربین۔	//
مجوس پر ۱۲ ضربین۔	۷۴۹
ہنود پر ۲ ضربین۔	۷۵۰
نصاریٰ پر ۳۱ ضربین۔	//
نیچریوں پر ۲۰ ضربین	۷۵۱
چکڑالوی پر ۸ ضربین	۷۵۲
قادیانی پر ۲۵ ضربین	۷۵۳
رافضیوں پر ۳۵ ضربین۔	//
وہابیوں پر الیسوا ایک ضرب	۷۵۵
دیوبندیوں پر ۳۸ ضربین	۷۵۶
غیر مقلدوں پر ۳۰ ضربین۔	۷۵۷
رسالہ ۲۶ ۔ حوانیز علماء فی ۱۳۳۵ھ ییمر علو عندہ یداعن تیمم کرنیوالا نماز مین پانی سے پہلے بعد دوسرے کے پانی پر مطلع ہو اسکی تفصیل احکام مین بے نظیر تحقیقات مصنف علما کے قانونوں کا ذکر پھر مصنف کا اسکے لیے قانون وضع کرنا۔	۷۹۶ تا ۸۰۲
اظہار حکم کے لیے بارہ مسائل کی تمہید بے نذیر والکلام مع النہر والشامی والفتح وغیرہم۔	۸۰۵
بحث ھل یجب الطلب اذا علم قبل الصلاۃ والکلام مع الغنیۃ والمبسوط وفیہ مقال۔	۸۰[illegible]
المقام ۱۔ کلمات العلماء ھھنا علی ثلثۃ مسالک والکلام مع النھایۃ والبحر والشلبی والمبسوط وکثیرین والمفصلین والموجبین والحلیۃ وصدر الشریعۃ۔	۸۰۶
المقام ۲۔ ھل اشتد ملحوظین العطاء او المنع والکلام مع الجوھرۃ بخمسۃ وجوہ ومع صدر الشریعۃ۔	۸۱۰
بحث متی العبرۃ بظنہ المنع او العطاء والکلام مع البدائع والحلیۃ۔	۸۱۳
بحث حصول القدرۃ علی الماء بالوعد وفیہ خمس تنبیہات و تحقیق احکام لم توجد فی الکتب	۷۶۳
اشکال المصنف علی مسألۃ الوعد۔	۷۶۶
بحث مسألۃ رجاء الماء آخر الوقت والکلام مع الامام العینی بخمسۃ عشر وجھا ومع الامام ملک العلماء والائمۃ الجلۃ البخاری والکاکی والاکمل والکمال۔	۷۶۹
تقسیم المصنف الوعد الی الابائی والرجائی و تحقیق الحکم فیہ	۷۷۷
تنبیہ ولالائیں مصنف کی تحقیق اور وہ تفصیل کہ کتابوں میں نہ ملے گی۔	۷۷۹
بحث ھل وجوب الطلب بمعنی الاشتراط لصحۃ التیمم وتحقیق المصنف فیہ والکلام مع السادات الازھری و ط و ش	۷۸۴
قانون الامام صدر الشریعۃ والکلام علیہ بثلثۃ وجوہ ومع اخی چلپی والرد علی اللکنوی۔	۷۸۷
قانون البحر الرائق والکلام علیہ باحد عشر وجھا۔	۷۹۱
قانون العلامۃ الحلبی والکلام علیہ بتسعۃ وجوہ۔	۷۹۷
القانون الرضوی ۴۱ قسموں کو دس میں جمع کر دینا اور انیس ۱۹ قاعدوں کا بیان۔	۷۹۸
۱۳۸۰ قسموں کا بیان اور انکے احکام کا احاطہ۔	۸۰۱
اور بیشمار قسموں کا اشارہ اور انکے احکام کا احاطہ۔	۸۰۲
رسالہ ۲۷ الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ ۱۳۳۵ھ شروع باب التیمم شرح وقایہ میں امام صدر الشریعۃ کی عبارت کہ اس پر بیہ اجتک معرکۃ الآراء رہی اسکی نفیس تحقیق افادات خاصہ مصنف سے۔	۸۰۳ تا ۸۴۴
مصنف کا اس مدعا پر سات دلیلین قائم کرنا کہ جنابت کے ساتھ حدث بھی ہو اور غسل نہ کر سکے وضو کر سکتا ہو تو وضو بھی نہ کرے صرف تیمم کرے والکلام مع البدائع والحلبی والشامی ومع ملک العلماء والکافی والزیلعی والفتح والحلیۃ والبحر والشرنبلالی وچلپی والطحطاوی والرد علی الگنگوہی	۸۰۴
مدعا پر نصوص۔	۸۱۰
کلام الامام صدر الشریعۃ واعتراضات النظار علیہ۔	۸۱۱
تاویلات العلماء لکلام صدر الشریعۃ	۸۱۲
ثنتا عشرۃ افادۃ من المصنف لتحقیق المقام والکلام مع البرجندی باربعۃ وجوہ ومع الفاضل قرہ باغی بثمانیۃ وجوہ والاعتراض علی عبد الحلیم بسبعۃ وجوہ والرد علی اللکنوی بخمسۃ عشر وجھا	۸۱۸
انظار شریفۃ للمصنف	۸۲۱
کشف شبہات بالغۃ بانظار بازغۃ۔	۸۲۳
تحقیق المصنف فی من اجنب فتیمم فاحدث فتوضأ فمر بنھر لم یغتسل انہ اذا وجد وضوء یتوضؤ ویتیمم للجنابۃ والکلام مع الخانیۃ۔	۸۲۶
تاویل المصنف کلام صدر الشریعۃ۔	۸۲۷
شرح المصنف کلام صدر الشریعۃ۔	//
خلاصۂ تحقیقات ۱۶ مسائل	۸۲۸
رسالہ ۲۸ ۔ مجلی الشمعۃ لجامع حدث و لمعۃ جنابت وحدث دونوں جمع ہونگی ۹۸ صورتین اور انکے احکام مین جلیل تحقیقین۔	۸۳۴ تا ۸۳۹
مسئلہ کی تین تقسیمین والکلام مع شرح الطحاوی والخلاصۃ و الکافی والھندیۃ و شرح الوقایۃ	۸۳۷
نقل عبارات علماء	۸۴۰
توضیحات مصنف۔	۸۴۰
فہرست احکام۔	//
مصنف کا ضابطہ کلیہ۔	۸۴۲
ذکر اختلافات واضطرابات والکلام مع شرح الطحاوی والشامی والغنیۃ	۸۴۳
بحث اجتماع النجاسۃ الحقیقیۃ والحکمیۃ والماء یکفی لاحدھما والکلام مع السراج الوھاج والحلیۃ وکثیرین۔	۸۴۶
ترجیح قول محمد فیما اذا اجتمع الحدثان الاکبر والاصغر والماء کاف لاحدھما۔	۸۴۸
حاصل التحقیق والحمد للرب الرحیم الرفیق والصلاۃ والسلام علی ھادی الطریق وآلہ وصحبہ اولی التوفیق والحمد للہ رب العلمین۔	۸۴۹

تصحیح میں کوشش کی گئی مگر بعض اغلاط تین تین بار تصحیح کے بعد بھی بننے میں نہ آئے بطور نمونہ یہ وہ بعض ہیں کہ فہرست بنانے کی سرسری نظر میں نظر آئے اور فوائد پر متن وحواشی کے نمبروں میں تو بہت فرق ہے اہل انصاف اس نعمت عظمیٰ کے جلالت قدر میں بعض بشری اغلاط رہ گئے کہ انسے اخذ نہ کرینگے اور حاسدین تو ہنر کو عیب دیکھتے ہیں انکا علاج اسی قدر ہے کہ وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد.

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۵۱	۱۳	نصوص	خصوص
۴۲۵	آخر سے	قرار پاتا ہے	بتعین قت و قرار پائے
۵۲۴	۱۲	پائ	مائع
۵۳۶	۱۶	لاتخفی	لاتخفی علی
۵۴۴	حاشیہ	وقع	دفع
۵۹۲	۶	علی الحقیقی	علی الحلمی
۶۴۱	۱۳	اور کوئی	اور پانی ڈور اور کوئی
//	۱۵	//	//
۶۵۴	حاشیہ	مطلع	مطالع
۶۴۱	پوٹ	اور نہ کوئی	اور کوئی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

۷۸۶/۹۲

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اپریل ۱۹۸۰ء میں رضا اکیڈمی نے سیدنا سرکار اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ترجمہ قرآن کنزالایمان شریف شائع کیا تھا جس کا اجراء خلیفہ اعلیحضرت حضور برھان ملت مولانا برہان الحق صاحب جبلپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھوں ہوا تھا۔

کنزالایمان شریف کا ایک نسخہ جب آقائے نعمت دریائے رحمت سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفے رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھایا گیا تو آپ نے دستِ مبارک اٹھا کر رضا اکیڈمی اور اس کے اراکین کو دعاؤں سے نوازا۔ بس پھر کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے اس محبوب بندے کے ہاتھوں کی ایسی لاج رکھی کہ جس کا فیضان دنیا دیکھ رہی ہے۔

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروروں درود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللہ اور اس کے رسول کے کرم سے رضا اکیڈمی کے ذریعہ جو بھی خدمت ہو رہی ہے وہ فیضان ہے سیدنا حضور غوث اعظم کا سیدنا اعلیحضرت کا حضور مفتی اعظم کا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس ادارہ کی جانب سے ۷۵ سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں کنزالایمان شریف کا اردو، انگریزی ایڈیشن (ہندی ایڈیشن زیر تکمیل ہے)۔ بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف یہ تینوں درسی کتابیں مدارس دینیہ کو الحمدللہ مفت تقسیم کی جارہی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد ۸۵ء میں شائع ہو چکی ہے اور اب آپ کے ہاتھوں میں قریب قریب مکمل فتاویٰ رضویہ کی جلدیں موجود ہیں۔ دعا فرمائیں کہ رب قدیر رضا اکیڈمی سے مسلک حقہ کی خدمت لیتا رہے اور پیغامِ رضا کو دنیا بھر میں پہونچانے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اسیر مفتی اعظم: محمد سعید نوری
۱۴ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية

رضا اکیڈمی ممبئی

دار أهل السنة لتحقيق الكتب والطباعة والنشر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دار أهل السنة

لتحقيق الكتب والطباعة والنشر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فتاوی رضویہ

۱

دار اہل السنۃ
للتحقیق الکتب والطباعۃ والنشر

رضا اکیڈمی
ممبئی

Rs. 270/-

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دار أهل السنة

لتحقيق الكتب والطباعة والنشر

https://www.facebook.com/darahlesunnat